DAMAGE BOOK

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_226511

UNIVERSAL
LIBRARY

ولا یأتونک بمثل الا جئناک بالحق واحسن تفسیرا

الحمد للہ کہ

درین ایام خیر و برکت اختتام بفضل و توفیق خداوند تعالیٰ و تبارک نسخہ متبرکہ از تفسیر کتاب مبارک

بستان التفاسیر

ترجمہ تفسیر عزیزی اردو

۱۳۵۱ھ

از اجل علمائے دین و اقدم مفسرین ابو العلی قدوۃ الاصفیا حضرت شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

سورہ بقر

باہتمام سید ظہور الحسن موحدی و حافظ سید ابو الحسن موحدی - قومی پریس - چھتہ لال میاں دہلی

سنہ ۱۹۳۲ء

در مطبع علمی پریس دہلی جدید طبع یو بتکید

مختصر فہرست قومی پریس چھتہ لال میاں دہلی

نکاح جعفر اور عباسہ - عرصہ سے لوگ اس شبہ میں پڑے ہوئے ہیں کہ آیا یہ واقعہ صحیح ہے یا غلط۔ ہم نے نہایت تحقیق اور مدلل دلائل سے ثابت کیا ہے کہ یہ واقعہ افسانہ سے زیادہ نہیں۔ قیمت ۴ر

تفسیر عزیزی پارہ تبارک الذی مجلد عہ

تفسیر موضح القرآن جیت للعہ

تاریخ حبیب الہ ۸ر

ترجمہ اردو منیۃ الطالبین قیمت تے

ململ جان کی سرگذشت - ساری کتاب ملازموں سے بھری ہے لکھنؤ اور دہلی کی پرانی زنانداری کا فوٹو جواب ناپید ہے قیمت ۱ر

اسلامی سوانحعمریاں مولانا عبدالحلیم صاحب شرر کی یہ آخری تصانیف ہے ولایتی کاغذ کتاب مجلد مع فوٹو مولانا شرر قیمت عہر

جسمیں حسب ذیل سوانحعمریاں - ابو اسحٰق شیرازی - قاضی ابو یوسف - ابن صباح اندلسی ابوالعلی فارسی - ابوحیان غرناطی - ابن معوان ابوالفرج بن جوزی - ابوالعینہ - ابراہیم حربی خطیب بغدادی - قاضی ابن ابی لیلےٰ - ابوعثمان خالدی - ابراہیم موصلی - عبدالصمد ابن مبارک آبو ناتم سجستانی - ابوعلی بن مسکویہ

ازہر اج النبی - جناب سرور کائنات کے ازواج مطہرات کے پورے حالات مع تاج درج ہیں یہ کتاب اسقدر مقبول ہے کہ تھوڑے عرصہ میں پانچ دفعہ ہزار ہزار چھپ چکی ہے حضرت خدیجہؓ - حضرت سودہؓ - حضرت عائشہؓ حفصہؓ - حضرت زینبؓ - حضرت ام سلمہؓ - حضرت زینبؓ - حضرت جویریہؓ - حضرت

ام حبیبہؓ - حضرت صفیہؓ - حضرت میمونہؓ - مخالفین اسلام کے ہر اعتراض کا پورا جواب دیا ہے۔ قیمت ۱۲ر مجلد

سوانح رستم تہمتن .... قیمت ۴ر

خلافت ..... قیمت ۳ر

حیات بابر غفیر الدین محمد بابر بادشاہ کی بہت سی تاریخیں لکھی گئیں۔ مگر جہانتک دیکھا گیا ہے ایک بھی تاریخ جو حیثیت نہیں رکھتی لہذا ہمنے نہایت کوشش اور جستجو سے اس کتاب کو تیار کیا اور اس سے زیادہ تحقیق اور صحت کے سلسلہ ہو ہی نہیں سکتی

حیات بابر کے ماخذ (۱) توزک بابری - (۲) تاریخ رشیدی (۳) حبیب السیر (۴) عین السیر (۵) شیبانی نامہ - (۶) عالم آرا عباسی (۷) ہمایوں نامہ (۸) تاریخ حقی (۹) احسن التواریخ (۱۰) تاریخ فرشتہ (۱۱) طبقات اکبری (۱۲) اکبر نامہ -

حال کے ماخذ ارسکنی - جیوریلین پیل کاپلہ کیوٹ - کتاب نہایت اہتمام سے طبع ہورہی ہے اول ایک مقدمہ ہے پھر اصل کتاب جس ۱۶ فوٹو ہیں مختلف مواقع کے اور چار نقشے ہیں اس سے بہتر بابر کی لائف آپ کی نظر سے نہ گذری ہوگی۔

ولایتی ڈمی کاغذ ۳۰۰ صفحہ قیمت مجلد ۳ر

مخدرات مشاہیر عالم حضرت مریم سے لیکر دنیا میں انسان کو لائی - دنیائے کا ہنہ - سلطانہ سمیحہ تھیو ڈورا - قیصرہ تھیوڈورا - جوآوف آرک - ماڈرو - عائکہ - ممتہ - عمارہ - مزرد - لطیفہ - شجرۃ الدر - خولہ بنت الازور - عائکہ - عائشہ بنت طلحہ - دارمیجو - زنوبیہ - رتیا - خدیجہ - ظریفہ - ام حکیم غفرا - برقعال - بنفیاف -

آئیڈین - حیدون - بائی - ہیلیا - خیل آشنا - تنکر مائی خاتون - آمریہ والان - شیریں ملکہ عجم - القریطیہ - اسما - سایا - عبیدہ - شمانین - سلامہ - بلقیس - زینب سوانح کامل ایک جلد میں ہیں - قیمت مجلد ایک روپیہ بارہ آنے مع فوٹو مولانا شرر مرحوم

تذکرہ مشاہیر عالم جسمیں حسب ذیل سوانح درج ہیں - ہر دو جلد کامل مع فوٹو مولنا شرر

خلیفہ ناصر الدین اللہ - زبیر ابن عوام - عبدالرشید ابن زبیر - تقراط - ابن بطوطہ - جالینوس - مانی - سائرین - واقعی - عزالدین حسین خاتم طائی - جلیلین ایہم - تحمد بن توہرت - ابوعثمان سعید بن مسجح - سبا نائی - دشق کی جامع ابن امیہ - ابوالاسود دولی - احمد بن طولون - ابوالضحاک عمرو بن معدی کرب - نابغہ زبیانی - سکندر اعظم - تیمور ابن قراقر - الحکم المستنصر باللہ - الزعیر - منذر بن عنیرہ - حجاج - دشقی مہوس - سجر - آبا صوفیہ - تحمد علی پاشا - ابوجعفر منصور - ابو دلامہ - مسجد اقصیٰ - صلیبی جہاد قیمت ۸ر

مخدرات تیموریہ یہ عیب خاندان شاہی کی مستورات کا عالیشان سلسلہ عصمت و عفت کے پاکیزہ کرشمے جو ہر ایک شجاع اور بہادر قوم کی تاریخ کی جان ہے علم و ہنر کے مکمل اور بے عیب علمی شائع اور سرزمین کے سب سے سرسبز اور سب سے بھرے باغ کے شگفتہ پھولوں کی مہک جو ایک دفعہ تمام قومی زمین کہلا چکی ہے شجاعت اور تہور کے حیرت انگیز تماشے جنہوں نے ساری دنیا کو تحیر کرلیا تھا - ایک عظیم الشان خاندان کی وہ شان و شوکت کی وہ تعجب ناک تصویریں جنکی نظر چشم فلک نے نہیں دیکھی - قیمت رسمی کاغذ مجلد عہ ار

۵۴ بیگمات کے حالات اس کتاب میں ہیں

فہرست بیگمات

امۃ الحبیب	بیگم امیر تیمور
فخر النساء	بیگم "
عظمت النساء	بیگم "
ڈسائس بانو	بیگم دختر محمد مراد بخش
آغا بیگی	دختر میراں شاہ
آرزو بانو	بیگم دختر سعادتخاں صفوی
آرام جان	بیگم جہانگیر بادشاہ
ممتاز محل	بیگم شاہجہاں بادشاہ
امۃ الحبیب	بیگم محمد معظم شاہ
قدسیہ	بیگم محمد شاہ
اعزاز النساء	بیگم محمد شاہ جہاں
اورنگ آبادی محل	بیگم اورنگ زیب
دلپذیر بانو	بیگم دختر شاہ شجاع
بی بی دودو	بیگم لوہانی خان
دلرس بانو	بیگم دختر شاہ نواز خاں صفوی
روشن آرا	بیگم دختر شاہجہاں
روپ متی	مالوہ کی رئیس زادی
رحمت بانو	بیگم محمد معظم شاہ
لاد ملک	بیگم تاج خاں
شمرو کی	بیگم دختر لطف علی خاں
رضیہ سلطانہ	دختر شمس الدین التمش
بدرالنسا	بیگم دختر اورنگ زیب
جاناں	بیگم دختر خاں خاناں
جانی	بیگم محمد اعظم شاہ
رانی جودہ بائی	دختر راجہ اودے سنگھ
	والی جودہ پور
حمیدہ بانو	بیگم محمد ہمایوں بادشاہ
حاجی	بیگم "
خانہ زاد	بیگم ہمشیرہ محمد بابر بادشاہ
شہزادہ خانم	دختر محمد اکبر بادشاہ

المشتہر سید ظہیر الحسن و حافظ ابو الحسن - قومی پریس - چھتہ لال میاں دہلی

فہرست مضامین تفسیر عزیزی ترجمۂ اردو سورۂ بقر

صفحہ	مضامین
۲	فائدہ بیان تعوذ اور فضائل بسم اللہ میں
۹	استعانت بغیر
۱۲	بیان بسم اللہ کے نکات کا
۱۴	بیان الحمد کے تعلق کا
۱۵	بیانہ ان چیزوں کا جو متعلق ساتھ رب العالمین کے
۱۶	فرشتوں کی قسموں کا بیان
۰	بیان اسباب سعادت
۰	بیان حواس خمسہ
۱۷	بیان رکن خلافت
۱۸	بیان الرحمن الرحیم
۳۰	بیان مالک یوم الدین
۳۲	بیان ایاک نعبد کا
۳۳	ذکر ارواح پاک کی مدد کا
۳۵	بیان ایاک نستعین
۳۷	ذکر استعانت بالغیر کا
۳۸	بیان اہدنا الصراط المستقیم کا
۳۹	آدمی کو تین قوتیں ہیں
۳۱	بیان صراط الذین انعمت علیہم کا
۰	بیان غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کا
۳۰	بیان لطائف تمام سورت کے
۳۴	حکایت حضرت ابراہیم ادہم
۰	بیان سورہ فاتحہ کے نامو کا
۰	بیان اصناف آدمی کا
۳۶	بیان نماز مومن کی معراج ہے
۳۳	بیان اُن چیزوں کا جنکے سبب سے

صفحہ	مضامین
	شیطان آدمی کے اندر داخل ہوتا ہے
۳۴	بیان بعض فضائل اس سورۃ کے
۳۵	بیان نارہی ابلیس کا بیچ عمر اپنی کے
۰	تفسیر سورۂ بقرہ کی شروع ہوئی
۳۴	بیان حروف مقطعات کا
۵۸	بیان مراتب تقویٰ کا
۵۹	بیان سات گروہ آدمیو کا
۶۱	اختلاف علماء کا بیچ معنی ہدایت کے
۰	بیان حقیقت ایمان کا
۶۲	بیان اقسام ایمان کا
۶۳	خرچ کرنا مال کا سات طرح سے عبادت ہے۔
۶۵	خواص سورہ فاتحہ کے
۰	بیان پڑھنے آیتوں سورۂ بقر کا
۶۸	اقسام نفاق کا بیان
۶۹	تقیہ کی بڑائی کا بیان
۷۰	من الناس سے کیا مراد ہے
۷۱	شامت افتو کا اک قسم پر تھا
۷۳	بیان تاریکیوں کا
۷۷	پیدائش ابر و رعد وغیرہ کی
۷۸	حقیقت عبادت کی
۰	بیان آیت کی اور یدنی کا
۷۹	بیان عجائب صنع الٰہی کا
۸۳	تفصیل انواع شرک کی
۸۵	بیان اُن شخصو کا کہ وہ چھپے گروہ ہیں۔
۰	فرق درمیان اطاعت اور عبادت

صفحہ	مضامین
۹۲	بیان اُن چیزوں حقیرہ کا کہ انجیل مقدس میں ہیں۔
۹۳	بیان معنی فاسق کے
۹۴	قطع رحم کئی طرح پر ہے
۹۶	بیان علم عقائد کا مع دلائل
۰	بیان اُن چیزو کا جو سب انسان کے کام میں آتی ہیں
۹۸	فائدے بیچ پیدائش آسمان اور زمین کے
۹۹	مادۂ آسمان کا بیان
۱۰۳	بیان معصومیت فرشتو کا
۱۰۹	بیان فضیلتوں علم کا
۱۱۰	حکایت
۰	بیان اُن فرقوں کے کہ صحبت پیغمبر کو ظالم جانتے ہیں۔
۰	بیان فضیلتوں علمو کا
۱۱۳	آنا ابلیس کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس
۰	بیان پیدائش حضرت آدم کا
۱۱۶	بیان لفظ لحق فلاں کا
۰	بیان دعاؤں حضرت آدم کا
۱۰۷	بیان روزوں ایام بیض کا
۱۱۹	بیان ترکیب حقیقت تو کا
۰	بیان فرق الم اور زن کا
۱۲۱	بیان اُترنے حضرت آدم اور حوا اور ابلیس اور سانپ اور طاؤس کا زمین میں
۰	بیان پیشہ پیغمبروں کا

صفحہ	مضامین
۱۲۲	دعا حضرت آدم علیہ السلام کی واسطے اولاد اپنی کے
۰	دعا ابلیس کی واسطے اولاد کے
۰	بیان ابتدا بنانے شرنی اور روبیہ کا
۰	ذکر وفات حضرت آدم علیہ السلام کا
۱۲۳	بیان کتاب اور قرآن اور رسول اور سحر ابلیس کا
۰	اعتراض کرنا حضرت موسیٰ حضرت آدمؑ پر
۱۲۴	بیان عہد بنی اسرائیل کا
۱۲۵	بیان اولاد حضرت یعقوب کا
۱۲۷	بیان ثواب تین آدمیو کا
۱۲۸	بیان ملامت کا
۱۲۹	لڑکے پڑھانیوالے کہ نوکر سمجھتے ہیں لاتشتروا بآیاتی ثمناً قلیلاً میں داخل نہیں۔
۰	بیان اُجرت لینے کا اوپر تعویذ کے
۰	بیان عدم جواز اُجرت
۱۳۲	بیان اُن لوگو کا کہ عمل سے باز رکھتے ہیں۔
۰	بیان عذاب بسبب غفلت بے عمل کا
۱۳۳	بیان وعظ نماز کا
۱۳۵	شمار پیغمبروں بنی اسرائیل کے
۰	بیان دفع کرنے عذاب کا

صفحہ	مضامین
۱۳۶	بیان شفاعت کا
۱۳۸	بیان اقسام عذاب کا
۰	بیان وجہ دشمنی فرعون
۱۳۹	بیان پیدائش حضرت موسیٰ علیہ السلام کا
۱۴۰	بیان جواز لینے اجرت کا اوپر عبادت کے
۱۴۲	بیان مقدار لشکر فرعون کا
۱۴۴	بیان جلنے حضرت موسیٰ کا واسطے لانے کتاب کے
۱۴۶	بیان تحقیق لفظ موسیٰ کی
۰	بیان تحقیق چالیس دن کی واسطے عبادت کے۔
۰	بیان نسب حضرت موسیٰ کا
۱۵۲	بیان حقیقت سلویٰ
۱۵۴	بیان توبہ کرنے کا۔
۰	سمجھی جاتی ہے بہتری مصیبت کی
۱۵۷	بیان ممانعت بھاگنے کا طاعون سے
۰	بیان عصائے حضرت موسیٰ کا
۱۶۱	بیان سنتوں سے سستی کرنا
۱۶۲	بیان وجہ تسمیہ یہودیوں کا
۰	بعضے یہودیوں کا عقیدہ
۰	بیان وجہ تسمیہ نصاریٰ کا
۱۶۶	بیان اُن آدمیوں کا کہ بندروں کی صورت ہوگئی۔
۱۶۹	بیان شروع قصہ ذبح گاؤ کا
۱۷۱	بیان فضیلت زرد پوش پہننے کا

صفحہ	مضامین
۱۷۱	بیان سبب زندہ ہونے مردہ کا
۱۷۲	بیان قصہ بنی اسرائیل
۱۷۴	بیان عمل صالح اور مومن کا
۰	بیان مرد فاجر کا۔
۱۷۵	بیان مسئلہ وصیت اور قصاص کا
۱۷۶	بیان کئی چیزو کا کارآمدنی ہیں۔
۰	بیان حرمان میراث کا
۱۷۹	بیان محل ہونے خرق عادات کا
۱۸۱	بیان کلمہ ویل
۱۸۲	بیان عذاب تحریف کرنے والو کا۔
۱۸۳	بیان جواز وعدم جواز خرید وفروخت قرآن کا
۱۸۴	بیان قولوں یہودیوں کا
۱۸۶	مسلم جاننا گناہ کا کفر ہے
۰	بیان اختلاف اہل قبلہ کا
۱۸۷	معتبر تو بیچ ردّ صدقوں کے محروم رہتے ہیں۔
۱۸۸	بیان حقوق ذوی القربیٰ کا
۱۸۹	اہل قرابت وقوم کے بیان میں
۰	بیان معنی مسکین کا
۱۹۰	احسان قولی کے بیان میں
۰	بیان بیچ ممانعت مدارات
۱۹۳	بیان بعضے حکم شریعت کے
۱۹۴	بیان معنی لفظ یسئلونک

اطلاع حسنشاہ۔ اون کا پی رائٹ ۱۹۱۳ء اس تفسیر سورۂ بقر جلد اردو کا کوئی صاحب چھاپنے وقت بیچ تک طبع کرنیکے مجاز نہیں ہے جس وقت تک جلد میرے پاس موجود ہیں۔ اگر کوئی صاحب اسکی نقل طبع کریں گے یا دکھر

صفحہ	مضامین
۱۹۴	آنحضرت صلعم حسان رضؓ کے واسطے منبر مسجد میں رکھواتے۔
۱۹۵	بیان معنی تصلب حق
۱۹۶	دل چار قسم کے ہوتے ہیں
۱۹۴	بیان تمنا کرنی موت کی حرام ہے۔
۲۰۷	بیان جواب سوال یہود کا
۲۰۸	بیان عداوت یہود یہود کی
۲۰۹	اضمار قبل ذکر جائز ہے
۲۱۰	تحقیق لفظ جبرئیل کی
۲۱۰	بیان قرب و منزلت حضرت جبرئیل اور دیگر مقربین
۲۱۱	بیان خدمتوں حضرت جبرئیل اور ملک الموت کا
۲۱۱	بیان صورت اصلی حضرت جبرئیل علیہ السلام کا
۲۱۳	بیان وزیروں آنحضرت صلعم کا
۲۱۳	بیان سحر اور کرشمہ شیطانوں کا
۲۱۵	بیان سحر کی قسموں کا
۲۱۶	بیان حقیقت سحر کا
۲۱۷	بیان چھ طلسم کا
۲۱۸	خاص کر ناربط کا ساتھ ارواح صالحین کے
۲۱۸	اصلاح چوتھی قسم کی نہیں ہوتی
۲۱۹	قصہ ہاروت و ماروت کا
۲۲۲	صورتیں مسخ کی ہوئیں تیرہ ہیں
۲۲۸	بیان احکام مسخ اور مسخ کا
۲۳۰	بیان حسد کی برائی کا
۲۳۵	پھر گروہ بے حساب داخل ہوں گے میں جائینگے۔
۲۳۶	حسد کے چار درجے ہیں
۲۳۶	اسباب حسد کے سات چیزیں ہیں
۲۳۷	بیان معنی لفظ یہود اور نصاریٰ کا
۲۳۸	تحقیق لفظ ہا توا کی
۲۴۳	بیان مسجد کی تعظیم کا
۲۴۳	بیان ممانعت نقش و نگار مسجد کا
۲۴۴	بیان آداب مسجد اور مکروہات اُس کے کا
۲۴۹	بیان بعضے معجزات پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا
۲۵۱	بیان تلاوت کلام اللہ کا
۲۵۳	بیان ابتدائے قصہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا
۲۵۴	بیان سہام الاسلام کا
۲۵۵	بیان موجد شیرمال
۲۵۹	بیان افراط فرقہ امامیہ
۲۶۰	بیان تفصیل عبادت حج
۲۶۱	بیان قصہ بنائے کعبہ معظمہ کا
۲۶۳	بیان پندرہ مقامات مکہ معظمہ کا
۲۶۵	وجہ تخصیص خانہ کعبہ کی
۲۶۹	طلب دنیا دین کے لئے منافی کمال نہیں
"	بیان فرق درمیان قبول
"	قصہ بنائے کعبہ معظمہ
۲۷۶	خلافت خلفائے اربعہ کی
۲۸۶	بیان خبر شہادت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

صفحہ	مضامین
۱	پارہ دوم سیقول
۲	کافۃ الناس و مبنی المسائل پر نبوت جاری ہوئی۔
۹	بیان استحباب تاخیر فرقت و تعجیل کا
۱۰	بیان قبلہ ہر عبادت کرنے والے کا۔
۱۳	بیان گناہ کبیرہ کا
۱۴	بیان فضیلت ذکر اللہ کا
۱۵	بیان ادائے شکر
"	بیان تخصیص صبر کا
"	بیان اقسام صبر کا
۱۶	بیان فضائل صابرین کا
۲۰	بیان معنے شعائر۔
"	بیان فرق حج و عمرہ میں
۲۲	بیان ملعونان خدا کا
۲۳	بیان اجرت لینا علم پر
۲۴	بیان مقدار گردش آسمان
۲۵	تحقیق لغت بحر کی اور معنی اُس کے
۲۷	بیان ممانعت ہوا کا
"	بیان اقسام ہوا کا
۲۸	بیان ادعیہ ہوا کا
۲۹	بیان اسمار اعظم
۳۰	بیان اُن افعال کا کہ جو افعال ایمان نہیں ہیں
۳۶	بیان بہترین اکساب کا
"	بیان احکام میتہ کا
۳۷	بیان احکام خون کے

صفحہ	مضامین
۳۷	بیان احکام سور کے گوشت کا
۳۸	بیان احکام اُن جانوروں کا کہ بغیر اللہ حلال کہے گئے
۳۹	بیان شراب اور حرام چیزوں کے دوا کرنے میں
۴۸	علماء بلاغت نے نظم قرآن کو اٹھائیس مشہورہ پر ترجیح دینے میں بہت دلائل بیان کئے ہیں۔
۵۰	جھوٹ بولنا تین جگہ آیا ہے۔
"	بیان روزہ کا

تمت

ولادت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم در موسم بہار روز دوشنبہ ۹ ربیع الاول سنہ ۱ عام الفیل جو سنہ کہ اُسوقت عرب میں رائج تھا مطابق ۲۲ اپریل ۵۷۱ء عیسوی مطابق جیٹھ سمت ۶۲۸ بکرمی در مکہ معظمہ بعد از صبح صادق و قبل از طلوع آفتاب۔

نسب نامہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تا حضرت ابراہیم علیہ السلام

	انبیاء ابراہیم			
۱		۲۷	ناحد	۵۲ نزار
	۱۹۱۷ء قبل مسیح	۲۸	قاجم	۵۳ مضر
۲	اسمٰعیل سنہ ۱۹۱۷ء	۲۹	کالح	۵۴ الیاس
	قبل مسیح	۳۰	برلان	۵۵ مدرکہ
۳	قیدار	۳۱	یلدرم	۵۶ خزیمہ
۴	عوام	۳۲	حسرا	۵۷ کینانہ
۵	عوص اول	۳۳	ناسل	۵۸ النضر
۶	مُر	۳۴	ابی العوام	۵۹ مالک
۷	سماے	۳۵	مناذیل	۶۰ فہر
۸	رزاح	۳۶	برو	۶۱ غالب
۹	ناجب	۳۷	عوص دوم	۶۲ لوے
۱۰	معصر	۳۸	سلامان اول	۶۳ کعب
۱۱	ایہام	۳۹	الیسیع اول	۶۴ مرہ
۱۲	افناد	۴۰	ادد اول	۶۵ کلاب
۱۳	عیسے	۴۱	عنائیل سنہ ۱	۶۶ عبد مناف
۱۴	حسان		قبل مسیح	۶۷ ہاشم
۱۵	عنان	۴۲	معدائیل ۸۳۵ء	۶۸ عبد المطلب
۱۶	ارعو		قبل مسیح ۷۸۰ء	۶۹ عبد اللہ
۱۷	بلغی		ہمقر نبی	۷۰ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
۱۸	بحرے	۴۳	حمل	
۱۹	ہری	۴۴	نابت	
۲۰	لیسن	۴۵	سلامان دوم	
۲۱	عمران	۴۶	الیسیع دوم	
۲۲	الرصا	۴۷	الیسیع	
۲۳	عبید	۴۸	ادود دوم	
۲۴	عنقہ	۴۹	اد	
۲۵	عسقی	۵۰	عدنان ۴	
۲۶	ماحی	۵۱	سعد ثانی	

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ واہب العطایا۔ والشکر لخالق البریا: سبحان اللہ کیا شان ہے جناب باری کی کہ ہر ادنیٰ و اعلیٰ پر برابر لطف کرتا ہے کوئی اونکی نظر رحمت سے محروم نہیں امیر و غریب فقیر و غنی سب اُسکے خوان نعمت کے محتاج ہیں یہ نیرنگ زمانہ ہی گردش فلکی ہے کہ ہر وقت حال کسی کا ایک طرح پر نہیں رہتا دیکھو دہلی و اہل دہلی کو کہ کس مصیبتوں میں پھنسے کیا کیا صدمے اوٹھائے پھر زہی کارسازی لطف و کرم سے کچھ کچھ جبر نقصان ہوگیا بہر کیف بندہ کو چاہیئے کہ ہر دم اوسکے شکر میں بدل وجان مصروف رہے کہ باعث زیادتی نعمت و واسطہ فراوانی دولت ہے، مدائح سید البشر خاتم الانبیا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم احاطۂ تحریر و تقریر سے افزوں ہیں کہ یہ جہان اور زمین و آسمان جن و ملک سب اونہیں کی آفرینش کے سبب طفیل میں آئے خدا نے اونکی شان میں مضمون لولاک کا انشا فرمایا معراج جس عرش بریں پر بلا کر دیدار دکھایا پرتے کے بیگو کسی نبی یا رسول کو ملے تھے۔ سچ ہے محبوب کا مرتبہ ہی اور ہوتا ہے **شعر** محمد ہے نبی مدح صفات کبریا کی کہ ہے بندہ گراوٹ کی رہ و خوی ہے خدائی کا بعد حمد و نعت کے یہ بیچارہ جہان عقر الرحمن متہم مطبع مصطفائی دہلی شاگرد تفسیر علم تفسیر کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ جب تفسیر عزیزیہ دوبارہ آخر قرآن مجید بند بمبئی میں بزبان اُردو مطبوع ہوئی تھی اکثر احباب بالاخصاص اور **میر شیر علی** خان ادیب عاجز بھی بدل وجان چاہتے تھے کہ تفسیر عزیزی پارۂ الٓمٓ بھی اردو ہو جائے چنانچہ ایک مدت دوہیں خداوند کارسازنے نظر قاصرین میں سب اسباب و سامان مہیا کرئے اور روز بروز اہل دہلی کے طابع کا ستارہ ترقی پر آنے لگا ہر فن کے کمال دائے جمع ہوئے اس عاجز کو اپنی آنکھ کے دیرینہ کا خیال آیا ہست کوشش کی اور زکیہ شرح کیا کتاب عنایت بے نہایت عالم بے بدل فاضل اجل آفتاب فلک تفسیر دانی ماہ آسمان یکتا بیانی مقبولی ازلی مولوی **محمد علی** صاحب پیمانہ پوری سلمہ اللہ الولی ترجمہ پارہ اول حسب مراد و مطابق محاورہ اردو بول چال دہلی کے لکھا گیا اور باہتمام فقیر جیب کر شائع ہوا کہ نفع عام اور فائدہ تمام اہل اسلام و شائقین تفسیر کو پہنچے اور شتابی کا یہ تفسیر بھی جان دل عزیز ہو اور نام اس کا **البستان النفاسیر** اسلئے رکھا کہ یہ صغیر ہے اونہیں دوپارہ آخر کا گویا پارۂ اول ہے اوسی نام سے مشہور کرنا مناسب جانا اور مولانا کے ممدوح نے اس تفسیر میں اہل مطلب کو بڑی خوبی سے تحریر کیا ہے کہیں کہیں کمی بیشی نہیں کی مقام مشکل کی تفسیر اور تفسیروں سے حل کردی ہے اپنی طرف سے مرموز دخل نہیں دیا اور یہ کوئی دقیقہ فروگذاشت کیا اجمال کو تفصیل سے بیان فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے سب بھائیوں کا خاتمہ بخیر کرے اور اس تفسیر سے سب کو نفع پہنچائے آمین ثم آمین۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد کو ہے تجھے وہ نسبت درست بتا کہ ہر ک در سے تیرے دریہ درجت: سب زبانوں کی حمد تنا اوسی کی طرف رجوع کرتی ہے اور ہر وقت تعریف اوسی کی بارگاہ کے لائق ہے انسان کی کیا ہستی کہ زبان کی جوانح سے اوس کا شکر ادا کرسکے کیا ہاتھ کیا زبان لیکھیں یا آنہیں مجال کیا۔ اور بندہ ہزار گناہ سے شرمندہ کا کیا منہ کہ اپنے حرف ناقبول اور صورت بے اصول سے اوسکی حمد کو انجام دے اس رشتہ سے ہوں گستاخ امیدوار ذرہ سے ہو کیا پاس خورشید اور در و فاخد و دل سے بتک اوس ذات عالی صفات پر شتا ہو کہ بزرگی اخلاق اوپر تمام ہوئی اور جمیل و اہل جہان کا برگزیدہ ہے بزرگترین افراد عالم فضل بنی آدم **بیت** خاکی اور اوج عرش منزل پیرای اور سلسلۂ علم دردل ہو سیاح جہان ہفت اقلاک مدبر خشان بحر لولاک ہو آدم ہمہ تن لطیفہ آب و گل میں ہو جاری حکم اوون کی جان و دل میں ہو جن لوگوں کے دل میں ظلمت بت پرستی چھا رہی تھی اور دریائے بدمستی میں غرق تھے اونکو نور شرع پر نور ہدایت دکھا کر راہ راست پر لائے اور دو رانیکے نور سرور و حصول وصول کے اون پر کھول دیئے کہ مقام قرب و حضور میں پہنچ جائیں اور ہزار ہزار آفرین اول سے آخر تک اوپر اور اوسکی آل و اصحاب پر بعد حمد و نعت یہ معتقل الذات ناقص الذکر احقر عباد اثم مثل حرف ترجمہ از نظر افتادہ و مانند الف دل بے عمل شعور سے خالی سراپا بے تمیز **عبد العزیز** بخشے اللہ گنہگار اوسکے اوپر چھپائے عیب اوسکے اگر بنظر اعمال ظاہری اپنے نسب کا بیان کرے کہ سکتا ہے کہ میں بیٹا ہوں اس العرفان ترجمان الفرقان خاتمۂ تزئین وارث علوم سید المرسلین حکیم ہمایاں امت مصطفےٰ خلاصۂ معجزات رسول حضرت **شاہ ولی اللہ** کا اور پوتا ہوں صاحب حال روشن مقامات برتر پیشوائے اہل سلوک و عرفان جامع جذب احسان حضرت **شیخ عبد الرحیم** دہلوی کا بلند کرے اللہ درجے اون دونوں کے علیین اعلیٰ میں اور حشر کرے اونکو شہدا و صدیقوں کے گروہ میں بہرکیف بنظر فقدان نسبت معنوی ڈرتا ہوں کہ دمبوئیں کی طرح عار آتش اور کرم کی صورت ننگ آب نہ بن جاؤں ایکہزار دو سو اٹھہتر ہجری نبوی میں علی ساحبہا الف الف صلوٰۃ والف الف تحیہ طیبہ خواہش و شوق برادر دینی جو ہر تحیہ جی گرینی ہر دو منازل خدا جوئی لازم گیر بندہ کو طریقہ راست کوئی مقبول بارگاہ عالی جناب خلائق مآب مولانا و ہادینا فخر الملۃ والدین محمد قدس اللہ سرہ الاجد شیخ **مصدق الدین عبد اللہ** ترفیق دے اوسکو اللہ اوس چیز کی کلاہ و سکو دست رکھتا ہے اوس خوشنود ہوتا ہے اوس سے اور معاملہ کرے ساتھ دنیا و آخرت میں لطف احسان سے اول تفسیر سورہ فاتحہ اور دو پارۂ اخیر قرآن مجید کی نفع ہو پائے ہمکو اللہ تعالیٰ اوکی آبتوں سے دنیا اور آخرت میں کہ اکثر مسلمان نماز پنجگانہ نماز جمعہ اور جماعت اور وقت حضور محفل یاروں مقدر سلینا اور اولیا و زیارت قبور صالحین و عارفین ان سورتوں کو پڑھکر سعادت دارین حاصل کرتے ہیں اور معنی دریافت کرنیکی حاجت ہوتی ہے اور دوسرے سورۂ بقر کی حکم

شعر شربت الحب کاساً بعد کاس بھما نفد الشراب ولا ذیت شعر جام پر جام پیا یہاں تک الفت کا مگر شوق میں کمی اور زیادتی محبت برابر رہی مذکور رسالے مطلب اور فیتے حل کرکے بیان بیس فارسی روزمرہ کے موافق مع تقلیلات راجز نہ کچھ طول لاطائل عربیت وتوجیہات بعیدہ وروایات ضعیفہ غیر معتبر لکھی اور اوس برادر دینی نے لفظ بلفظ نقل کی اور اس تقریر کے لکھنے میں کسی کتاب یا انتخاب سے استعانت نہیں ہوئی ہر چند کہ استعداد کامل اور طبیعت ذکی اور قوت خیال آفرین اور فیض بسد فیاض اور تصفیہ باطن اور جمعیت اور طمانیت خاطر اس شغل کی بڑی شرطیں ہیں اور یہ سب کچھ مفقود مزید برآں پریشانی خاطر تفرقہ باطن کثرت مرض وشدت الم ضعف دل ودماغ تنگی ظرف کہ یہ سب موانع قویہ ہیں موجود جب ختم ہو چکی معلوم ہوا کہ دیدہ گریانی کی کھولوں کی طرح ہر طرح کے نواکوں سے لبریز ہے اور فقیروں کی گدڑی کی صورت ہر رنگ کے کپڑے سے بنائی ہوئی ہے صاحب نظران بلند فکر اور بابا استعداد صاحب ذائق سے امید یہ ہے کہ جب اس طرف کی طرف توجہ میں جو بعد لائق مذاق پائیں فروشجان فرمائیں اور جو نوالہ لذت بخش کام جاں ہو تناول کریں بعد حصول فائدہ کام ودہان دندان ادراک کا کام لیں اور اس جامع اوراق کو سفرہ چین سے زیادہ سمجھیں کہ انما انا قاسم واللہ یعطی سوا کے نہیں اللہ عطا کرتا ہے میں تقسیم کرتا ہوں اور تقریر کلام خدا کی اوسکی ذات کی طرح غیر متناہی ہے ایک طرح پر یہ سمجھیں اور فیوض الٰہی کی بھی ایک طور خاص پر منحصر نہیں اگر لوگوں کا دل اسکے دیکھنے سے خوش ہو خدا سے دعا مانگیں اور میں بھی دعا مانگتا ہوں مِنْ فَضْلِہٖ اِنْ یُّوَفِّقْنِیْ لِاِتْمَامِہٖ کَمَا وَفَّقَنِیْ لِجَمْعِہٖ وَھُوَ الَّذِیْ بِعِزَّتِہٖ وَجَلَالِہٖ یَتِمُّ الصَّالِحَاتُ عَلَیْہِ الْمُعَوَّلُ فِیْ جَمِیْعِ الْحَالَاتِ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَ اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّتِہٖ وَاَتْبَاعِہٖ وَجَمِیْعِ اٰلِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

فائدہ بیان تعوذ اور فضائل بسم اللہ میں

جاننا چاہیے کہ اہل کتاب میں اس جگہ تعوذ کا کچھ بیان نہیں ہوا لاکن ذکر اسکا بھی خالی فائدہ سے نہیں اسواسطے تفسیر کبیر وغیرہ سے تھوڑا سا بیان کیا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ آدمی ہر امر میں خواہ دینی ہو یا دنیوی بالکل محتاج ہے یعنی نہ کوئی نیکی اوس سے بغیر اعانت ذات باری کے ہو سکتی ہے اور نہ کسی بدی سے ہٹنے کی اوسکو طاقت ہر جنبش کو اوسکی عنایت نہ ہو اور نیکیاں بھی بیشمار ہیں اور برے کام بھی بے نہایت ہیں پس آدمی کو یوں نہ چاہیے کہ جسوقت ارادہ کسی نیکی کا یا کسی برائی سے دور ہونے کا کرے تو پہلے اللہ تعالیٰ سے پناہ چاہے تاکہ اوس نیکی کی توفیق دے اور شر شیطان کے سے بچاوے اور برائی سے دل کو ہٹاوے کہ قاعدہ ہے کہ جو کوئی کسی حاکم زبردست کی پناہ میں آجاتا ہے تو شر دشمنوں کے سے امن میں رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ پناہ پکڑنی یہی ہے کہ مضمون اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ کا دل اور زبان سے بخلاف نہ اوسکو وقت استعاذہ کے یہ باتیں ضرور ہیں کہ اپنی نیچی سمجھے اور اللہ کی بڑی جانے اور اوسکی مدد کا محتاج سمجھے اور یہ سمجھے کہ میں عاجز محض ہوں کسی کام دینی یا دنیوی کا نفع دینی ہو یا دنیوی اپنے سے دور کرنیکی طاقت رکھتا ہوں اگر یہ بھی جانے کہ ان دونوں باتوں کی اللہ تعالیٰ بخوبی قدرت رکھتا ہے اور یہ بھی اعتقاد کرے کہ اللہ تعالیٰ میری ذات اور احوال سے خوب واقف ہے اسواسطے اگر قدرت پاوے کہ اوسکو خبر نہ ہو تو حمایت پناہ ڈھونڈنے والیکی کیونکر کرے اور یہ بھی جانے کہ اللہ تعالیٰ جواد ہے بے نیاز ہر وقت بخشش وکرم جاری ہے بخیل نہیں ہے اسواسطے کہ بخیل سے طلب کرنا کسی شئی کا عبث ہے اور حاصل یہ ہے کہ جبتک کمال تجرد انکسار اپنا اور عزت اور عظمت اوسکے دل میں متمکن نہ ہوگی تو اوسکا اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ کہنا صحیح نہ ہوگا اور تعوذ کی عبارتیں کئی طرح پر کلام اللہ اور حدیث سے سمجھی جاتی ہیں امام ابو حنیفہ اور امام شافعی رحمہما اللہ کے نزدیک یہ عبارت تین ہے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ اور وجہ اسکی یہ ہے کہ جمیع کلام اللہ ذکر سورہ نحل میں آیا ہے فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ اور بعض حدیثوں میں بھی یہ لفظ آئے ہیں اور امام احمد فرماتے ہیں ہر طرح سے کہنا اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ سوا اسکے کہ دوسری جگہ کلام اللہ میں بعد استعاذہ کے یہ لفظ بھی آیا ہے پس اس عبارت میں دونوں آیتوں کے الفاظ جمع ہو گئے ہیں۔ اور بعضے کہتے ہیں اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ کہنا ہر سہ کے کہ اسمیں بھی جمع بین الآیتین پائی گئی اور بعضی حدیثوں میں بھی یہی الفاظ آئے ہیں اور امام ثوری اور داؤد ظاہری رحمہما اللہ فرماتے ہیں بہتر عبارت یہ ہے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔ اور وجہ کرنے جمیع علیم کے بعد اعوذ باللہ کے یہ ہے کہ غرض استعاذہ سے بچنا برائی وسوسہ کے ہے اور وسوسہ امر پوشیدہ ہے انسان کے دل میں پایا جاتا ہے اور کوئی اوسکے اوپر مطلع نہیں ہوتا پس گویا بہ کہتا ہے تیری ایسی ذات ہے کہ سنتا ہے تو یہ چیز کو گویا اور دل کو سنتا اور اوسکا ممکن ہو کہ جانتا ہے تو یہ چیز پوشیدہ کو اور سنتا ہے تو وسوسہ شیطان کا اور جانتا ہے کہ کیا غرض ہے شیطان کی اس وسوسے سے اور تو قادر ہے اوپر دور کرنے اوسکے کے ساتھ فضل اپنے کہ اور عاجز ہو انسان اس کے کہ اوسکے تمام کرم دینا اور آخر تک کہ اوسکے حق میں بہتر ہوں ظاہر ہے حاجت دلیل کی نہیں اور پہلیں اوسکے تجربات کہ نیکے واسطے انکے بوں میں ذکر ہیں سو اس جگہ بھی بنمونہ کے کچھ بیان کیا جاتا ہے جاننا چاہیے کہ جو چیز آدمی کے حق میں بہتر ہے دو قسم سے علم یعنی عقیدہ یا عمل اور انسان ان دونوں باتوں میں نہایت عاجز ہے پس عاجز ہونا عقیدہ کے سے اسواسطے ہر کہ ہر شخص قصد اسی امر کا کرتا ہے کہ دین حق میرے واسطے حاصل ہو اور اعتقاد صحیح اور سچا ہو اور جہل اور کفر سے دور رہوں اور اگر یہ بات بندے کے بالکل اختیار میں ہوتی سب لوگ عقائد حقہ پر ہو جاتے اور دلائل میں ایسا نہیں بلکہ جیسے عقیدے ویسے پرنبہ ت جھوٹے عقیدے والوں کے ایسے ہیں جیسے میل سیاہ کی جلد میں سپید بال پائے جاویں اور عمل صالح کرنے میں بھی ایسا ہی عاجز ہے اسواسطے بدن انسان کا بمنزلہ

دوزخ کے ہے اور دوزخ پر انیس فرشتے موکل ہیں اور انسان کے بدن میں بھی انہیں چیزیں پائی جاتی ہیں اور وہ یہ ہیں پانچ حواس ظاہر کے باصرہ اور ذائقہ اور شامہ اور لامسہ اور سامعہ اور پانچ حواس باطن کے حس مشترک اور خیال اور متفکرہ اور واہمہ اور حافظہ اور شہوت اور غضب اور قوتیں طبعی ہیں یعنی جاذبہ اور ماسکہ اور ہاضمہ اور دافعہ اور غاذیہ اور نامیہ اور مولدہ ہر چہار ان میں سے نفس کی جہت قدسی خواہش کرتی ہے کہ تاریکی دل کی اوس سے ہو مثلاً آنکھ سے حرام شے کے دیکھنے کی خواہش ہوتی ہو ویسا ہی بالقیاس یہ سب امور نیک باتوں سے منع کرنیوالی ہیں جیسے انسان سست بنیان ہیں صدہا طرح کے موانع موجود ہوئے پس بچنا اسکا بُرے کاموں سے اور اچھے عقیدے کرنے اور نیک کام بجالانے بغیر مدد اوسکی کے ممکن نہیں پس جو امر نیک انسان شروع کرے چاہیے کہ اول اللہ تعالیٰ سے درخواست کرے کہ مکر شیطان پکڑتا ہوں میں ساتھ شر سب آفتوں سے اور قرارت قرآن کی بھی بڑا امر نیک ہے اسواسطے جو شخص کہ قرآن پڑھے اور اس پڑھنے سے عبادت اللہ کی کا ارادہ ہو تو وہ شخص فکر کریگا دیمان وعدوں اور وعیدوں اوسکی کے اور غور کریگا پچ آیتوں اوسکی کے پس زیادہ ہوجائیگی رغبت اوسکی پچ بندگیوں اللہ کے اور نفرت ہوجائیگی محرمات سے اور ہر گاہ کہ پڑھیگا قرآن کا بڑی عبادت ہوئی پس شیطان اس سے ہمانہ میں نہمت کو شش کریگا اور بندہ کو زیادہ تر حاجت شر شیطان کے بچنے سے اس جگہ ہوئی تو قرارت قرآن کے دل میں اعوذ کا پڑھنا مقرر کیا گیا اور کیفیت وجہ شیطان کی یہ ہے کہ پچ بعضے آثار کے ذکر کیا گیا ہے کہ شیطان اصل ہوجاتا ہے اندر انسان کے اور کہتا ہے سر اپنا اور پر دل اوسکے اور بُری باتیں سوجھاتا ہے کہ آنحضرت سے روایت کر فرمایا تحقیق شیطان اس طرح آدمی کے اندر چلتا پھرتا ہے جیسا کہ خون رگوں میں چلتا ہے خبردار ہو بس تنگ کرو تم راستے چلنے پھرنے اوسکے کے ساتھ بھوک کے اور انسان جس وقت صدق نیت سے اعوذ باللہ کہے گا سب مکروہات اور آفات سے اللہ کے حکم سے محفوظ ہوجاوے گا اور اعوذ کا لفظ مشتق ہے عوذ سے اور عوذ کے دو معنی ہیں ایک معنی التجا اور پناہ پکڑنے کے ہیں اور دوسرے معنی ملنے کے پس معنی اعوذ باللہ کے باعتبار جہت پہلی کے یہ ہیں کہ پناہ پکڑتا ہوں اور التجا لاتا ہوں طرف رحمت اللہ کے اور باعتبار وجہ دوسری کے ملتا ہوں نفس اپنے کو ساتھ فضل اللہ کے اور رحمت اوسکی کے اور لفظ شیطان میں دو قول ہیں بعضے کہتے ہیں مشتق ہے شطن سے اور شطن کے معنی دور ہونیکے پس ہر سرکش کو خواہ جن ہو خواہ انسان ہو خواہ چوپایا ہو شیطان کہا جاویگا واسطے دور ہونے اوسکے راہ راست سے جیسا کہ کلام مجید میں آیا ہے وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ یعنی اس طرح کیا ہم نے واسطے ہر پیغمبر کے دشمن شیطان آدمیوں اور جنوں میں سے کہ وسوسہ ڈالتے ہیں بعضے ان میں بعضوں کی طرف سخن آراستہ کیا ہوا فریب سے اور اگر تیرا پروردگار چاہتا تو نہ کرتے وہ یہ کام پس چھوڑ دے تو ان کو اور جو کچھ وہ افترا کرتے ہیں اور ایک دابت میں ہے کہ سوار ہوئے حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ ایک چوپایہ پر پس اوس نے اوچھلنا شروع کیا ہر چند کہ اولاد سکو گرو ہ اوسی طرح کو قابو نہ پاسکے اور تیر پڑے اور فرمایا کہ نہ سوار کیا تم مجھکو مگر اوپر شیطان کے اور بعضے کہتے ہیں کہ شیطان مشتق ہے شیط سے اور شیط کے معنی ہلاک ہونے اور باطل ہونیکے ہیں اور جو سرکش ہوتا ہے وہ بھی ہلاک و باطل ہوتا ہے بسبب ضائع کرنے اسکے مصالح نفس اپنے کے اور جیم معنی مرجوم کے ہے اور مرجوم کے معنی لعنت کیا گیا چنانچہ کلام اللہ میں آیا ہے فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ وَّاِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ اور لعنت کو جو کہتے ہیں یا معنی مرجوم کے پھینکا گیا یعنی آسمانوں سے نکالا گیا شاید زمین سے یا مارا گیا ساتھ ستاروں کے جو وقت آسمان کی طرف آتا ہے واسطے چوراتے باتیں فرشتوں کے اور ہر گاہ کہ آفتیں دین اور دنیا کی غیر متناہی ہیں اور قدرت خلائق کی کفایت نہیں کرتی کہ اون آفتوں کو دور کرے اس واسطے لفظ اعوذ باللہ کا مقرر کیا گیا کہ مضمون اس کا یہ ہے کہ پناہ مانگتا ہوں میں ساتھ اوس ذات کے قادر ہے اوپر تمام مقدورات کے سب طرح کی آفتوں اور خوفوں سے اور بعضے کہتے ہیں جو اعوذ باللہ سے تعلق رکھتے ہیں بیان ہوتے ہیں ایک یہ ہے کہ اعوذ باللہ میں رجوع کرنا ہے خلق سے طرف خالق کے اور ممکن سے طرف واجب کے اور اللہ کی معرفت حاصل کرنے کو واسطے اول یہی طریق مقرر ہے کہ احتیاج خلق کی دیکھکر دلیل پکڑی جاوے اور یہ وجود اوسی ذات کے غنی اور قادر ہے پس پچ لفظ اعوذ کے اقرار بندہ کا اس طرح پر یا یگا کہ میں فقیر اور محتاج ہوں ہر آسے کہ پناہ وہ شخص چاہتا ہے جو ایسا ہووے اور لفظ باللہ میں دو باتوں کا اقرار ہے ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ قادر ہے اوپر موجود کرنے تمام مہلاکیوں کے اور دور کرنے تمام آفتوں کے دوسرے اس بات کا اقرار ہوا کہ سوا اللہ کے کوئی دوسرا لا حاجات کا اور نہ دور کرنیوالا بلیات کا ہے پس جس وقت یہ حالت بندہ نے مشاہدہ کی مضمون فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ کا اوسکے ذہن میں جانشین ہوا اور یہ حالت وقت بولنے لفظ اعوذ کے حاصل ہے بعد اسکے جب تک ستانہ جس پر واصل ہوا دیچ نور جلال اوسکے غرق ہوا پس اوس وقت اسکی زبان سے اعوذ باللہ ظاہر ہوا اور یکتہ دوسرا ہے اعوذ باللہ کہنے سے اقرار ہوا ساتھ عاجز بودنے نفس کے اور عجز نفس کے اقرار ہوا ساتھ قدرت حق کے پس اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ کوئی وسیلہ واسطہ قرب الٰہی میں سوا عجز اور انکسار کے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ عَرَفَ رَبَّهٗ یعنی جسنے پہچانا نفس اپنے کو ساتھ عجز اور قصور کے میں عاجز اور قاصر ہوں پہچانا اوسنے رب اپنے کو ساتھ اس طرح کے کہ وہ قادر ہے اوپر ہر مقدور کے اور جسنے پہچانا نفس اپنے کو ساتھ جہل کے پہچانا اوسنے رب اپنے کو ساتھ فضل اور عدل کے اور جسنے پہچانا نفس اپنے کو ساتھ پراگندہ ہونے حال اپنے کے پہچانا اوسنے رب اپنے کو ساتھ کمال اور جلال کے اور نکتہ تیسرا یہ ہے کہ شیطان دشمن انسان کا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا اور اللہ تعالیٰ مولیٰ انسان کا اور خالق اوسکا ہے اور دوست کرنیوالا کاموں اوسکے کا ہے پس جس وقت کہ انسان عبادت شروع کرتا ہے خوف دشمن کا اوسکے دل پر غالب ہوتا ہے اسواسطے کوشش کرتا ہے پچ رضامندی اوسکی کے تاکہ دشمن کی آفتوں سے اوسکو پچالے بعد اسکے ہر گاہ اوسکی بارگاہ میں پہونچا اور انواع انواع کی کرامتیں اور بزرگیں حاصل ہوئیں تو بکمال متوجہ کی خدمت میں ہوا پس وہ مقام کہ بھگ کر دشمن سے بارگاہ الٰہی میں آیا اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ہے اور وہ مقام کہ قرار پکڑنے کا پچ حضرت اوسکے ہے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ چوتھا نکتہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ لَا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ یعنی نہ چھوویں قرآن کو مگر پاک لوگ اور دل آدمی کا بارگاہ کہ غیر کی اوسمیں جگہ نہ ہوئی اور ایسے ہی زبان جس وقت کہ غیر کا ذکر اوس سے جاری ہوا تو پاک قسم کی آلودگی حاصل ہوئی پس ضرور ہوا پاک کرنا ان دونوں کا اور جس وقت کہ اعوذ باللہ کہا پاکی اور صفا حاصل ہوئی اوسنام حقیقی کے لائق ہوا اور نام حقیقی ذکر خدا تعالیٰ کا ہے پس کہا اوسنے بسم اللہ اور پانچواں

نکتہ یہ کہ دل مؤمن کا سب آنکھوں سے اشرف ہے اسکے برابر نہ کوئی باغ مؤمن کا دل ہے پاک در پنج گنبد بلکہ دل مؤمن کا مثل آئینہ کل ہر چہ صفائی کہ بلکہ آئینہ سے بھی زیادہ صاف ہے اسواسطے آئینہ پر کچھ جالا اور پردہ آجالے تو کوئی حیرانو ہیں نظر غیر آتی اور دل مؤمن کا ویسا ہے کہ آسمان اور زمین اور عرش اور کرسی بھی اوسکی صفائی کو پانچ نہیں ہوتے جیسا کہ کہا ہے اللہ تعالیٰ نے اِلَیْهِ یَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّیِّبُ پاک دل مؤمن کا باوجود ان تمام پر ہونے مطالعہ جلال الٰہی کا کرتا ہے حدیث شریف میں آیا ہے قلب کل باغ ہوا غوں جنت کے قبر کو اس جہت سے باغ ٹھہرایا کہ مکان مردہ صالح کا ہے پس آدمی کا دل اشرف ہے سب جگہ سے کیونکر نہ ہو کہ اللہ کے نام کا مکان ہوا اور معرفت اسمیں حاصل ہوتی ہو حدیث قدسی میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کہتا ہے اے بندے دل تیرا باغ میرا ہے اور جنت میری باغ تیرا ہے پس اگر یہ عمل کرے تو اس باغ سے کہ اپنے دل میں میری جگہ کرے میں بھی بجائے اس جنت کے کہ اپنی جنت میں تجکو جگہ دوں اور جو حوقت یہ ثابت ہوا کہ دل ہی کا باغ اللہ کا ہے اور جنت اوسکی معرفت کا گویا اللہ تعالیٰ کہتا ہو اے بندے میرے تحقیق مقرر کی میں نے جنت اپنی واسطے تیرے اور تو نے مقرر کی جنت اپنی واسطے میرے مگر تجھے انصاف نہیں کیا اسواسطے کہ یاد حاصل ہوا ہے تو جنت میری میں بندہ کہتا ہو نہیں اے رب میرے پھر اللہ تعالیٰ بنیئے کہتا ہے کہ تیری جنت میں بھی داخل ہوا ہیں یا نہیں بندہ کہیگا ہاں پھر کہیگا اللہ تعالیٰ اے بندے تو ابتک میری جنت میں داخل نہیں ہوا لیکن قریب ہے کہ داخل ہوگا کہ تیری خاطر کیواسطے دشمن تیرا کہ شیطان ہے جنت اپنی سے نکال دیا ہے اور کہیا ہے اوسکو اُخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُومًا مَّدْحُورًا پس چلے تیرے سے تابے دشمن تیرا نکل گیا اور اے بندے ہم تیری جنت میں شتر ہوئے کہ موجود ہیں اور ابتک تیئے دشمن ہمارے کو اپنے باغ میں سے نہیں نکالا تیرے واسطے یہ لائق نہیں کہ ہمارے دشمن کو نہ نکالے پس بندہ جواب دیتا ہے اسی تو قادر ہے اوپر نکالنے اوسکے جنت اپنی سے اور میں عاجز ہوں اور ضعیف ہوں تجکو قدرت اوپر نکالنے اُسکے کے نہیں ہوں پس کہتا ہے اللہ تعالیٰ عاجز جس وقت حمایت بادشاہ زبردست کی میں آجاتا ہے قوی ہوجاتا ہے یہانتک کہ قادر ہوجاتا ہے اوپر نکالنے دشمن کے پس اے بندے داخل ہوجا تو بیچ حمایت پیری کے سلامتی کہ نجال دیگا تجھے اور دشمن کو نکال اپنے میں سے اس طرح پر کہ کہہ تو اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ اگر کوئی شبہہ کرے کہ جبکہ دل انسان کا باغ اللہ کا ہوا اللہ تعالیٰ نے کیواسطے اپنے باغ میں سے شیطان کو نہیں نکالا تو اوسکا جواب یہ ہے کہ گویا اللہ تعالیٰ کہتا ہے اے بندے کہ تو نے بادشاہ کو اپنے گھر میں مہمان کیا ہے اور چجرہ کو لیوں اوسکو اتارا ہے اور قاعدہ ہے جو شخص کسی کو اپنے گھر میں مہمان کرتا ہے تو اوس شخص کے ذمہ صاف کرنا اور جھاڑو دینی اوس گھر کی ہوتی ہے اور بادشاہ کے لایق یہ کام داجب نہیں پس تو اپنے چجرہ دل کو آلودگی وسوسہ سے صاف کر اور کہہ تو اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ اور چونکہ نکتہ یہ ہے کہ الشیطان کے اوپر الف لام داخل کیا گیا کہ جنس شیطان کی سے پناہ مانگی جائے اسواسطے کہ شیطان ہمیشہ ہیں بعضے دیکھنے میں آتے ہیں اور بعضے آنکھوں سے غایب ہیں۔ باب چندم فضائل استعاذہ کے بھی بیان کے جانتیں ہونا چاہیئے کہ اَعُوْذُ اللہ تمام بندوں کو ہر کہ اس طرح پر کہ اس سے تمام بندوں کو اسواسطے نہیں اسواسطے کہ انبیاؤں اور اولیاؤں نے بھی استعاذہ کیا ہے چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام سے منقول ہے کہ کہا اور منوح اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَسْـَٔلَكَ مَا لَیْسَ لِیْ بِهٖ عِلْمٌ پس حق تعالیٰ نے یہ الفاظ کہے تھا ہوں اللہ کی طرف اور تو کو دو خلعتیں ایک سلام اور دوسری برکات بیدا کہ کلام اللہ میں منقول ہے یٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَكٰتٍ عَلَیْكَ اور حضرت یوسف علیہ السلام سے نقل ہو کہ جس وقت کہ حضرت زلیخا نے اون سے کچھ خواہش نفسانی کی تھی کہا تھا مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّیْٓ اَحْسَنَ مَثْوَایَ پس اوکو بھی اللہ تعالیٰ نے دو خلعتیں عطا کی تھیں بچانا اوکا سوداد فعتاً سے جیسا کہ کلام اللہ میں مذکور ہے لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ اور بھی کہا تھا حضرت یوسفؑ کو اونکے بھائیوں نے خُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ اور حضرت یوسفؑ نے جواب میں یہ کہا تھا مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗٓ پس بزرگی وی اللہ تعالیٰ نے اونکو جیسا کہ کلام اللہ میں ذکر ہے وَرَفَعَ اَبَوَیْهِ عَلَی الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا اور حضرت موسیٰ عم نے نقل ہو جس وقت حکم کیا تھا اپنی قوم کو واسطے ذبح کرنے گایکے اور انہوں نے کہا تھا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا اور حضرت موسیٰ نے کہا تھا اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِیْنَ پس اللہ تعالیٰ نے دو خلعتیں دور کرنا تہمت کا اور زندہ کرنا مقتول کا جیسا کہ کلام اللہ میں مذکور ہے فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا كَذٰلِكَ یُحْیِ اللّٰهُ الْمَوْتٰی اور جس وقت ڈرایا تھا اونکو قوم نے ساتھ مارڈالنے کے کہا تھا اِنِّیْ عُذْتُ بِرَبِّیْ وَرَبِّكُمْ اَنْ تَرْجُمُوْنِ اور دوسری آیت میں ہے اِنِّیْ عُذْتُ بِرَبِّیْ وَرَبِّكُمْ مِّنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَّا یُؤْمِنُ بِیَوْمِ الْحِسَابِ پس عطا کردی اللہ تعالیٰ نے مراد اونکی یعنی ہلاک دشمن کو اور اوسکی جگہ اون کو قائم کردیا اور حضرت مریم کی ماں نے علیہا السلام کہا تھا اِنِّیْٓ اُعِیْذُهَا بِكَ وَذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پس عطا ہوئی تھی حضرت مریم کو خدمت خدا کے گھر کی اور قبول ہونا جیسا کہ کلام اللہ میں مذکور ہے فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّاَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا اور حضرت مریم نے جس وقت دیکھا تھا جبریل کو صورت میں خلوت کے وقت، اور کہا تھا اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِیًّا پس پائی حضرت مریم نے دو نعمتیں بنیا بنیا پاکی اور پاک کرنا اللہ کا اوسکو تہمت سے اور وی کے کلام سے اور وہ کلام یہ ہے اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی کرامات اور معرفات حکم استعاذہ کا ہوا ایک جگہ کہا قُلْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّیٰطِیْنِ اور دوسری جگہ کہا قُلْ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ یَّحْضُرُوْنِ اور ہر جگہ کہا قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ۔

حکایت ہے بعضے واعظین سے کہ کہا اوس واعظ نے اپنی مجلس میں تحقیق آدمی چاہتا ہے تصدق کرنا اللہ کو اسواسطے تو اوسکے روکنے کے واسطے شتر شیطان حاضر ہوتے ہیں بعضے اوسکے ہاتھوں پر لگتے جاتے ہیں بعضے پیروں پر بعضے پر پس منع کرتے ہیں اوسکو اور روکتے ہے پس ایک شخص نے اوس محفل سے سنا اور کہا کہ آج ان شتر شیطانوں سے لڑونگا اور ایا وہ شخص اپنے گھر میں اور دیکھا اپنا گیہوں سے بھرا ہوا ہے اور چاہا کہ بیچکر تصدق کریگا تاگاہ کو وہی عورت اوسکی اور اولاد تنگ رہنے لگی یہانتک کہ گیہوں کے سوا اور چیز نہیں رہی گئی وہ شخص خالی ہاتھ مجلس میں آیا اور اون لفظوں سے عمل دریافت کیا اوس شخص نے کہا کہ شتر شیطان کو کہیں نہ بھگا دیا اگر بھیجے سے ملائی نکلی اور محمد غالب بھیجا اوسنے بھگا دیا مجلو فقط ۱۲

وَقُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ اور سورہ اعراف میں فرمایا خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ۝ وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۔ پس ان آیات سے ثابت ہوا کہ انبیا علیہم السلام ہمیشہ استعاذہ کرتے تھے۔ اور اے شیاطین انس اور جن کے سے اور احادیث بھی اس باب میں بہت ہیں معاذ بن جبل سے روایت ہے خصومت کی دو شخصوں نے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کثرت کی خصومت میں پس فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تحقیق میں جانتا ہوں ایک کلمہ کہ اگر میں یہ دونوں شخص اوس کلمہ کو البتہ دور ہو جاوے ان سے یہ خصومت اور وہ کلمہ یہ ہے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ اور پڑھیں تین آیتیں آخر سورۂ حشر سے مقرر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اوپر اوس کے ستر ہزار فرشتے کہ دعا کرتے ہیں واسطے اوس کے پس اگر جاوے اس دن میں مرادہ شہید ہو کر اور جو شخص کہے وقت شام کے اوس کا بھی یہی حال ہے اور روایت ہے حضرت انس سے کہ روایت کی ہے آنحضرت سے صلی اللہ علیہ وسلم سے تحقیق فرمایا آنحضرت علیہ السلام نے جو شخص استعاذہ کرے ساتھ اللہ کے ایک دن میں دس بار مقرر کر دیتا ہے اللہ اوپر اوس کے ایک فرشتہ کہ دور کرتا ہے اوس سے شیطان کو اور روایت ہے ابن عباس سے تحقیق نبی صلی اللہ علیہ وسلم تعویذ کرتے تھے امام حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کے واسطے اور فرماتے تھے اُعِيْذُكُمَا بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ وَهَامَّةٍ وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَّامَّةٍ اور فرماتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ تھے ابراہیم باپ میرے کہ تعویذ کرتے تھے ساتھ ان کلمات کے اسمٰعیل اور اسحاق کو اور معلوم ہوئے کہ لفظ اعوذ باللہ کا باعتبار ظاہر کے مضارع کا صیغہ ہے مگر معنی اس کے دعا کے ہیں گویا منزلہ اس عبارت کے ہے کہ اَللّٰهُمَّ اَعِذْنِيْ اے بار خدایا پناہ دے مجھ کو اب آگے ذکر بسم اللہ کا آتا ہے۔

دیباچہ ختم ہوا

روایت اور روایت ہے خولہ بنت حکیم سے کہ روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تحقیق فرمایا آنحضرت نے جو شخص کہ اترے کسی منزل میں پس کہے اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ كُلِّهَا مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ نہ ضرر دیگی اوسکو کوئی شے یہاں تک کہ کوچ کرے اوس منزل سے اور روایت ہے عمرو بن شعیب سے انہوں نے روایت کی دادے اپنے سے اوادن کے دادا نے روایت کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرمایا آنحضرت نے جس وقت چوک پڑے کوئی تمہارا اونٹ اپنی پس چاہئے کہ کہے اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ غَضَبِهٖ وَعِقَابِهٖ وَشَرِّ عِبَادِهٖ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ وَاَنْ يَّحْضُرُوْنِ پس شیطان نہیں پہنچا سکتا اوسکو اور مجھے عبداللہ بن عمر کہ کہاتے تھے ان کلمات کو جو کہ بالغ ہوتا غلاموں اوسکے سے اور لکھتے ان کلمات کو پھر ایک کاغذ کے پس لٹکا دیتے اوسکو بیچ گردن کے جو کہ نابالغ ہوتا غلاموں اوس کے سے۔ فقط

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شروع اللہ کے نام سے جو مہربان ہے بخشنے والا جاننا چاہیے کہ اسم اللہ میں تین نام اس واسطے ذکر کئے کہ تاکہ شروع ہر کام کا ساتھ استعانت ان ناموں کے پایا جاوے اور وجہ خصوصیت ان تین نام ہونکی باوجود یکہ اسماء الٰہی اور بھی بہت ہیں یہ ہے کہ حصول ہر کام کا خواہ دنیوی ہو یا اخروی تین چیزوں پر موقوف اول موجود ہونا تمام اسباب اس کام کے اور یہ امر ساتھ اسم اللہ کے تمام متعلقوں کل کو متضمن ہونا مناسبت رکھتا ہے دوسرے باقی بنا اون اسباب کل اس کام کی سے تمام ہونے تک اور صفت رحمانیت کا ظہر ہونا سوا سکے بقا عالم کی ساتھ اسی صفت کے ملی ہوئی تیسرے پایا جانا فائدہ اوس کام کا اور یہ صفت رحیمی کا کام ہونا اپنی رحمت سمی بندوں پر نہیں کرتا ہوا وشان نزول سورہ فاتحہ کا اس طرح پر ہے کہ مروانا یعقوب چرخی نے حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ یہ سورہ مکہ معظمہ میں اوتری اور حال اسکے اتنے کہ یہ ہو کہ رسول علیہ السلام نے فرمایا کہ جب میں جنگل میں جاتا تھا کہ آواز سے اپنے کان میں آتی تھی کہ کوئی شخص کہتا ہے بسم اللہ اور دیکھتا تھا میں کہ ایک تخت سنہرہ آسمان اور زمین میں معلق ہوا اور اوس پر ایک شخص نورانی بیٹھا ہوا ہے میں اس آواز سے ڈر کر بھاگتا تھا جب یہ ماجرا کئی بار دیکھا اور قرین نزول سے کہ چچا زاد بھائی حضرت بی بی خدیجہ رضہ کا تھا اور توریت و انجیل کا عالم تھا اور علمائے نصاریٰ سے بہت علم سیکھا تھا اس حال کو بیان کیا اوسنے کہا آئندہ کو جو تو وہ آواز سنے بجا گیو اور کان دھیو کہ کیا کہتا ہے ایسا ہی کیا جب پھر وہی آواز آئی میں نے کہا لبیک یعنی حاضر ہوں میں تب اوسنے کہا میں جبرئیل ہوں اور تو نبی اس امت کا ہے پھر مجھ سے کہا کہ کہہ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اور بار دوسری کہا کہ الحمد للہ یعنی تا آخر سورہ

الحمد لله رب العالمين سب تعریفیں اللہ کیواسطے ہیں کہ پروردگار عالموں کا ہے یہ سورہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کی زبان سے فرمائی کہ سچ حالت مناجات اور دعا کے چاہیے کہ اس طرح کہا کریں۔

ف اگرچہ لفظ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ تک کلام خدا ہو سکتا ہے چنانچہ اوجگہ بھی قرآن میں اس قسم کے الفاظ اللہ تعالیٰ نے اپنی تعریف میں فرمائے ہیں اور یہ ہے فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَرَبُّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اور دوسری جگہ فرمایا وَرَبُّكَ بَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ وَهُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَهُ الْحَمْدُ فِى الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ وَلَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۔ لیکن اس جگہ لفظ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ اور ایسے ہی اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ سے بھی جانا ہے کہ یہ کلام الٰہی نہیں بلکہ کلام بندوں کا ہے یعنی عبادت اور استعانت اور طلب ہدایت کی خاص انہیں کیواسطے ہوا سی واسطے کہا گیا ہے کہ یہ تعلیم ہے اور لفظ قُوْلُوْا کا سچ اول الحمد کے مقدر ہے یعنی اے بندو اس طرح کہو کہ الحمد للہ تا آخر سورہ معلوم کرنا چاہیے کہ لفظ الحمد للہ کا بعد لفظ رب العالمین کے ذکر کیا فائدہ اس کا یہ ہے کہ لائق تعریف اور ثنا کے وہی کی ذات ہے سوا اوسکے کوئی مستحق اس کا نہیں اور تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ربوبیت معنی پرورش کرنیکے ہے یعنی کسی چیز کو درجہ بدرجہ حد کمال کو پہونچا دینا جیسا باغبان کہ پہلے زمین میں بیج بوتا ہے جب پودہ ہوتا ہے پانی دیتا اور شاخیں کترکر درست کرتا ہے اور سوا اسکے جوار سے کناسے بچاتا ہے تاکہ حد کمال کو پہونچے اور پھول اور پھل لاوے ایسا ہی ماں باپ بیچ حق فرزندوں کے آویہ پرورش دو قسم ہے ایک خاص دوسرے بطی عام خاص کی مثال پرورش والدین کی بیچ حق اولاد کے کہ خاص اپنے فرزندوں کے واسطے ہو خواہ ایک ہو خواہ کئی ہوں اور باغبان کی پرورش بیچ حق ایک باغ کے یا دو باغ کے بھی ایسے ہی اور پرورش بادشاہ اور امیر کی بیچ حق متعلقین کے بھی اسی قبیل سے ہے اور اس قسم کی پرورش کو کوئی باغ عبادت کا نہیں جانتا نہ موجد نہ شریک اور ربوبیت عام دو طرح پر ہے ایک یہ کہ ایک نوع یا دو نوع یا چند نوع کی پرورش ہو لاکن باوجود اسکے تمام انواع کو شامل ہو دوسرے یہ کہ تمام انواع اور اشخاص کو وہ پرورش گھیرے سو پہلی قسم کو ان دونو قسموں سے مشرک لوگ باعث عبادت کا اعتقاد کرتے ہیں مثال کی ربوبیت آفتاب و ماہتاب یا ربوبیت عناصر یعنی پرورش روحانیان کی کہ متعلق انکے ہیں مانند جوالا کے کہ تعلق اُسکا اگ کیساتھ ہے اور پھیرنے کہ تعلق اوس کا پانی کے ساتھ ہے اور بسبب اسی اعتقاد کے مشرک لوگ ان چیزونکی عبادت کرتے ہیں اور اشراقی اون روحانیات کو ارباب الانواع کہتے ہیں اور فلاسفار واح اور

لہ اور ربط بسم اللہ کا ساتھ سورہ فاتحہ کے یہ ہے کہ بیچ اسم اللہ کے اللہ کی تعریف ساتھ رحمت کے کی اور شروع اس سورۃ کا ساتھ الحمد کے ہے اور رحمت بسبب انعام کا ہے اور انعام بسبب حمد کا اور شکر کا ہوتا ہے اس واسطے کہ جو کوئی فیض پہونچاتا ہے لائق ثنا اور شکر کے ہوتا ہے اور اعادہ کرنا لفظ رحمٰن اور رحیم کا اشارہ اسی ربط کی طرف ہے جیسا بعض تفاسیر میں مذکور ہے ۱۲ منہ

نفوس اور نکو پڑھتے ہیں اور اہل دعوت اور عزیمت والے موکلات نام رکھتے ہیں اور اہل حق کے نزدیک ایسی پرورش باعث عبادت کا نہیں ہوسکتے کہ یہ پرورش جملہ یا بعض اشیا، کے ہے مثلاً ربوبیت آفتاب کی بقطع ہیچ عالم گرمی اور خشکی کے ہے کہ جو چیزیں گرمی اور خشکی قبول کرتی ہیں اور میں یہ تاثیر کرتا ہے ایسا ہی ربوبیت ماہتاب کی بقطع ہیچ عالم سردی اور تری کے ہے وعلی ہذا القیاس حاصل یہ ہے کہ یہ پرورش بھی خاص ہے اگرچہ بہ نسبت قسم پہلی کے عام ہے کہ وہ پرورش خاص بعض اشخاص کی تھی اور یہ پرورش انواع کی خواہ واحد ہو یا متعدد پس لہذا یہ خصوصیت کے بھی مقتضی عبادت کی نہوئی اگر خصوصیت اسکی اور کی طرف سے ہو اور جو مقتضی اس خصوصیت کا ہے وہی ہو قابل عبادت اور لائق حمد اور ثنا کا یعنی ذات باری تعالیٰ اسمہ کی پرورش اور کسی اس طرح سے نہیں کہ کسی شے کے واسطے پرورش ہو اور کسی کے واسطے نہو بلکہ پرورش اسکی تمام چیزوں کو شامل ہو خواہ اشخاص ہوں خواہ انواع اور ہر وقت اور ہر مکان میں ہو اور اہل حق کے نزدیک ایسی ہی پرورش موجب عبادت کا ہے اسی جہت سے کہ یہ پرورش اسکی عام ہے جب فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے سوال کیا کہ وَمَا رَبُّ الْعَالَمِيْنَ یعنی کیا ہے رب العالمین اور موسیٰ نے بہ جواب کے فرمایا کہ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا یعنی رب آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ درمیان آسمان اور زمین کے ہے فرعون کو اس بات سے تعجب آیا کیونکہ وہ سمجھتا تھا کہ پرورش پرداہی کی پرورش کو قیاس کیا حضرت موسیٰ نے بار دوسری فرمایا کہ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ یعنی رب تمھارا اور رب باپ دادوں تمھارے کا کہ پہلے ہیں اول مرتبہ فرمایا کہ یہ پرورش اور اہل ہیچ مکانات مختلفہ کے ہے اور دوسری بار ارشاد کیا کہ حق تعالیٰ ہیچ اوقات جدی جدی کے پرورش کرنیوالا ہے فرعون نے جو یہ امر مستبعد جانا کہ ایک ذات ہیچ مکانوں مختلف اور زمانہائے دراز میں کس قسم کی پرورش کرسکے اور حضرت موسیٰ کے حق میں لگان کیا کہ یہ شخص سودائی ہے تیسری بار حضرت موسیٰ نے بڑھ کر یہ پرورش اوسکی ثابت کی اور فرمایا کہ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا یعنی رب مشرق اور مغرب کا اور اون چیزوں کا کہ درمیان دونوں کے ہے مطلب حضرت موسیٰ کا یہ تھا کہ ربوبیت اوسکی جیسی مکانوں اور وقتوں مختلف میں پائی جاتی ہے ویسی ہی ساعتوں اور حالات خیر متناہی کے موجود ہے پس ہر گاہ کہ اقسام پرورش کی معلوم ہوئی اور یہ بھی جانا گیا کہ یہ پرورش اللہ تعالیٰ کی خاص کسی شے کیساتھ اور بہ تقید ساتھ کسی وقت اور کسی مکان اور کسی وضع کے نہیں اور اور یہ پرورش بہ تقید ساتھ بعض اوقات اور بعض مکان کے اور موجب اس خصوصیت کی ذات باری کی ہے ثابت ہوا کہ لائق عبادت اور لائق ثنا کے فقط ذات باری کی ہے کہ یہ چیز اوسکی طرف محتاج ہے اور اوس کی پرورش میں کسی غرض یا عوض کو دخل نہیں اور یہ بھی معلوم رہے کہ اگرچہ بیان کیا گیا کہ ربوبیات خاص خاص ذات باری کی اور اوس میں بھی پائی جاتی ہیں لاکن یہ بھی باعتبار ظاہر کے ہے اور حقیقت میں ہر طرح کی ربوبیت خواہ خاص ہو خواہ عام اوسکی ذات کیواسطے ہے اس واسطے کہ ربوبیت اوس وقت پائی جاتی ہے کہ یہ بلا کسی شے کو عدم محض سے اور پیدا کرے اسباب نفع لینے اور پرورش اوسکی کے اور قدرت دیوے اور پرانتفاع کے اور دور کرنے موانع انتفاع کے اور یہ سب باتیں سوائے ذات اوسکی کے غیر میں موجود نہیں کیونکہ اور پرورش کرنیوالے وقت پرورش کے مخلوقات اللہ تعالیٰ کی اپنی پرورش کے کام میں لاتے ہیں اور قدرت اور پرورش کرنے اون چیزوں کی کہ مرجع پرورش کی ہیں اسی پر موجود کرنے شے الطبیعہ پرورش نہیں تھی نہایت درجہ یہ ہے کہ یہ ارباب متعلقہ شرائط اور سامان پرورش کے ہیں کسی طرح کا استقلال انکو نہیں اسی واسطے حضرت ابراہیم خلیل اللہ صلوٰۃ اللہ علیہ وسلامہ نے ان سب چیزوں کو اعتبار سے بالفرض فرمایا اور تلت تعلیق اختیار یہ فرمائی چنانچہ مقولہ انکا کلام مجید میں منقول ہے اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ یعنی متحقق میں نے پھیرا میں نے اپنا رخ اسکے کہ پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو ایک طرف کا ہو کر اور نہیں ہوں میں شریک کرنیوالوں میں سے اور اسی طرح حق تعالیٰ نے یہ عقیدہ اور تکمیل کیا اور یہ تکمیل شوب باتوں کا کیا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ معنی اسکے بسم اللہ میں بیان ہوئے بوشیدہ نہ رہے لفظ رحمٰن اور رحیم کا مادہ یعنی اصل انکی ایک ہے کہ لفظ رحمت سے ہے پس ان دونوں میں فرق اس طرح ہے کہ صفت پرورش کے بعد ان دو لفظوں کے بیان کیا اور پرورش کو دو قسم کی رحمت کی لازم نہیں ہوں میں شریک کسی دوسرا نہیں اور اگر یہ رحمت خاص نہو پرورش پائی نجائے، اور حقیقت اس رحمت کی یہ ہے کہ کمزوری ہیچ دوا کرنے حاجتوں اپنے پرورش کو دو قسم کی رحمت لازم ہے ایک وہ رحمت کہ خاص حالت پرورش میں ہوتی ہے اور اگر یہ رحمت

جملہ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ یعنی بادشاہ دن جزا کا۔ جاننا چاہیے کہ یہ دو صفتیں یعنی مالکیت اور بادشاہت کی حقیقۃً اللہ کے واسطے ہیں اور اللہ تعالیٰ مالک و بادشاہ تمام چیزوں کا ہے اور ہر وقت ہے ایسا نہیں کہ ایک وقت میں ہو اور ایک وقت میں نہ ہو۔ یا بعض چیز کا ہو اور بعض چیز کا نہ ہو سو اس جگہ اللہ تعالیٰ نے مالکیت یا بادشاہت اپنی خاص دن قیامت کے ساتھ کیوں فرمائی یعنی فرمایا کہ مالک دن جزا کا اس طرح نہ کہا کہ مالک ہر شے کا اسکی وجہ یہ ہے کہ اس جہان میں مالک ہونا اور بادشاہت باعتبار ظاہر کے اور دل کو اسطے بھی ثابت ہو گویا وہ ہونا قیامت کے دن سوائے ذات اویکے نہ کوئی مالک ہوگا اور نہ بادشاہ جو کچھ تصرف ہے اویکے اختیار میں ہوگا اور اوس روز بیچ نظر ہر خاص و عام کے غلبہ اوس کا ظاہر ہوگا اور سبب اسکا کہ دنیا میں اوروں کو بھی کچھ کچھ اختیار دیا اور قیامت کے دن بالکل ہر چیز اپنے قبض قدرت میں رکھی یہ ہے کہ دنیا دار العمل ہے اور بقاء خلق کا بدون اختیار کے درست نہیں ہوتا ہے تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ آدمی کی جبلت میں استعداد تکلیف احکام شرع اور قبول کرنے حکموں الٰہی کی ہے اور اسی واسطے اوسکو پیدا کیا ہے یعنی وجود اشیاء اوسکی ملک میں یا اختیار میں نہوں اور آدمی کو غیر اپنے پر بالکل دخل نہو اعمال نیک اور بد اوس سے کیونکر ظاہر ہوں خاصکر وہ اعمال کہ علاقہ ساتھ مال اور ذبح حیوانات اور لینے صدقات اور اوارہ کے رکھتے ہیں اور ایسے ہی وہ اعمال کہ تعلق ساتھ عیت اور لونڈی غلاموں کے رکھتے ہیں کہ جبتک اختیار اور حکم آدمی کا پایا نجائے کیونکر ہو سکیں پس اللہ جلشانہ نے بمقتضائے حکمت اپنی کے اس جہان میں تھوڑا سا اختیار اور تصرف اوروں کو بھی عطا فرمایا ہے تاکہ روز قیامت کے عذاب و اختیار اور ابتلا اپنی کا پیش نکریں اور حجت اوسکی بالکل منقطع ہو جائے اور جو کہ دن قیامت کا روز جزا کا ہے نہ اعمال کا یعنی جو دنیا میں کارکے ہیں خواہ نیک خواہ بد اوس دن بدلا اور بکا ملیگا تو اوس وقت میں اللہ تعالیٰ نے اور کسی کو کسی طرح کا اختیار اور تصرف نہ دیا والا جزاء اعمال کی متحقق ہو اور اسی نکتہ کے واسطے لفظ یوم الدین کا فرمایا یعنی دن جزا کا اور بجائے اوسکے لفظ یوم القیامۃ یا یوم البعث والنشور یا اور کوئی ناموں قیامت کے سے ذکر نکیا تاکہ وہ خصوصیت بادشاہت اور مالکیت کی اوس دن میں اور نہ خاص ہونے بادشاہت و ملکیت کے غیر اوس دن میں ظاہر ہو تے آدمی کو جناب باری عزاسمہ نے پہلے حمد کو ساتھ اسم ذات کے متعلق فرما پھر بعد اوسکی تین صفتیں علی الترتیب فرمائیں یعنی صفت ربوبیت کی دوسری صفت رحمت کی تیسری صفت جزا کی اور اسطرح کے ذکر کرنے میں ایک نکتہ بار یک ہے اور وہ یہ ہے کہ دنیا میں جو کوئی رنج اور شاکسی کی کرتا ہے تین طور سے خالی نہیں یا یہ کہ نادان ہے یا یہ کہ بدلہ اوسکا تھا اور اوس محدث نے اس فعل کے اوپر یا لفعل کیا تھا گو فی الحال اوسکو اوس شخص سے کچھ نفع نہیں اور نہ آئندہ کو توقع فائدہ کی اوس سے رکھتا ہے یا بالفعل اوسکو اوس سے فائدہ ہے گو زمانہ گذرے ہوئے میں کسی طرح کا فائدہ نہ تھا اور نہ آئندہ کو ہے یا یہ کہ فقط توقع نفع کی رکھتا ہے گو بیچ زمانہ گذرے ہوئے اور حال کے کسی طرح کا نفع نہیں ہے یہ تینوں حیثیتیں دنیا کی اور دین و دانش میں بھی آ رہی ہیں جیسا کہ پوشیدہ نہیں پس بیچ لانے ان تینوں صفتوں کے اشارہ ہے کہ جو بندے راہ مروت کی اختیار کریں اور اپنے خالق کی حمد بجا لاتے نعمتوں پر بھلی کے کہ اوسکی تئیں عطا ہوئیں کریں بھی ہو سکتا ہے کہ میں صفت ربوبیت کی رکھتا ہوں اور نعمتیں مثل اوسکے اوپر میری طرف سے ہیں اور جو نظر اوپر دون نعمتوں کے کریں کہ فی الحال موجود میں بھی ممکن ہے کہ رحمٰن اور رحیم ہوں میں اور اگر طریق دوراندیشی کا اختیار کریں بھی لائق اور اسکے ہوں میں کہ اوکا خانہ جزا کا میری طرف رجوع کریگا بھر کیف لائق حمد و ثنا کا ہوں پس اِيَّاكَ نَعْبُدُ اوس سے پہلے کہ بندہ مشغول ساتھ ثنا اور صفت اوسکی کے تھا اوس سے غائب تھا اسواسطے کہ نظر اوسکی طرف نعمتوں اور اوسکی کے اور طرف دوسری اشیاء کے کہ جائے اور رد و نعمتوں اوسکی میں بھی متوجہ تھی تا مگر یہ صفتیں بڑی بڑی یعنی پروردش کرنے تمام جہان والوں کی اور رحمت اور پیار اللہ تعالیٰ کی تعریف میں ذکر کی تو جہ بندہ کا طرف معبود اپنے کے بڑھتا گیا یہانتک کہ جس وقت صفت پچھلی یعنی مالک ہونا سب پیشگاہ دن قیامت کے واسطے اوسکے ثابت کیا محال توجہ اوسکی ذات کی طرف ہو گئی اور رتبہ حضوری کا حاصل ہوا سو اسواسطے چاہا اِيَّاكَ نَعْبُدُ ساتھ صیغہ خطاب کے اوسکی زبان سے نکلا یعنی خاص تیری ہی بندگی کرتا ہوں میں اور جیسا کہ شخص حاضر کے ساتھ کلام کرتے ہیں ویسے ہی اللہ تعالیٰ کو اس جگہ مخاطب کیا جو کہ ذکر عبادت کا آیا چاہیے کہ حقیقت عبادت کی بیان کیجائے عبادت نیہ ہے کہ نہایت درجہ تنظیم کا بجا لاوے اوسکو اس سے تنظیم نو بجا لانے اور عبادت شرع شریف میں کئی اقسام پر ہے بعضی عبادت ظاہر کیساتھ تعلق رکھتی ہے اور بعضی ساتھ باطن کے وہ کہ ظاہر کے ساتھ علاقہ رکھتی ہے پس عبادت زبان کی ہو اور وہ یاد کرنا اوسکا اور پڑھنا قرآن کا اور تسبیح اور تہلیل اور اوراد و دعائیں پڑھنی اور وہ علاوہ اور عبادت تکھی ہو اور وہ دیکھنا اون چیزوں کا کہ خیر کی چیزیں ہیں مثل کعبہ شریفہ کے اور قرآن مجید کے اور دیکھنا صلحا کا مثل انبیاء علیہم السلام اور اولیاء رضی اللہ عنہم اور زیارت کرنی قبروں شہیدوں اور صالحین کی کہ ان لوگوں نے جان اپنی کو در میان راہ خدا کے خرچ کیا ہے اور عمر اپنی بیچ یاد اوسکی کے گذاری ہے اور ایسے ہی دیکھنا اور مخلوقات کا جیسے کہ آسمان اور ستارہ اور دریا اور کشتی اور سوا اسکے مگر اس جہت سے کہ قدرت اللہ تعالیٰ کی ان میں نظر آتی ہے اور حکمت اوسکی معلوم ہوتی ہے اور عبادت کانوں کی ہے اور وہ سننا کلام اللہ کا اور سننا ذکر کا اور ایسے ہی سننا اون چیزوں کا کہ محبت اللہ تعالیٰ کی اون چیزوں سے بڑھتی ہو اور شوق بندگی کا اون چیزوں کے سننے سے اوٹھتا ہے اور عبادت ہاتھ پاؤں کی ہے اور وہ لکھنا قرآن کا اور لکھنا اوسکے ناموں کا اور جانا مسجد کی طرف اور جانا حج کیواسطے اور ایسے ہی جانا واسطے زیارت صالحین کی اور واسطے جہاد دشمنان خدا کے اور جانا واسطے کار روائی حاجتمند دنیکی اور وہ عبادت کہ علاقہ باطن کے ساتھ رکھتی ہے پس منجملہ اوسکے عبادت عقل کی ہے اور وہ فکر کرنا بیچ نشانیوں اوسکی کے اور بیچ معنی قرآن کے اور بیچ حکم شریعت کے اور عبادت نفس کی ہے اور وہ صبر کرنا اوپر بیچ چھوڑ دینے مرغوب چیزوں کے اللہ کے حکم کیواسطے مثل روزہ کے اور اعتکاف کے اور صبر کرنا اوپر مصیبتوں کے اور چھوڑنا واویلا کا وقت مصیبت کے اور روکنا اپنی تئیں حرام چیزوں سے اور گناہوں کی باتوں سے اور عبادت دل کی ہے اور وہ محبت کی ساتھ دو طور کے اوسکے یعنی ساتھ دشمنوں اوسکے کے اور امید رکھنی ثواب اوسکی اور ڈرنا عذاب اوسکے سے اور عبادت روح کی ہے اور وہ کوشش کی بیچ مشاہدہ اوسکے اور آرام اور لذت

پانی مراقبہ کے سے اور عبادت سے کی ہے اور وہ یہ ہے ڈوبنا بیچ معرفت اور کی کے اور بعضی عبادت مال کے ساتھ علاقہ رکھتی ہے اور وہ زکوٰۃ اور صدقہ اور خیرات ہے، وعلیٰ ہذا القیاس اور اس جگہ سے معلوم ہوا کہ عبادت حقیقت میں مشغول کرنا تمام اعضا اور قوتیں ظاہر اور باطن کی بیچ راہ اوسکی کے اور بیچ مرضیات اوسکی کے (اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ) یعنی تجھی ہی سے مدد چاہتے ہیں ہم اس لفظ کو اس واسطے ذکر کیا تاکہ لفظ نعبد کے سے کہ اس نسبت عبادت کی اپنی طرف کی ہے خود پسندی پیدا نہوئیں گویا بندہ کہتا ہے کہ عبادت تیری نہیں چاہتے مدد کے تیرے ساتھ نہیں ہو سکتی اور یہ بھی وجہ ہو سکتی ہے کہ درمیان اس علم کے تین قسم کے آدمی ہیں ایک جبریہ ہیں کہتے ہیں کہ کسی طرح کا ہم اختیار نہیں رکھتے اور ہاند پتھر اور لکڑی کے بلا اختیار حرکتیں ہم سے سرزد ہوتی ہیں دوسرے قدریہ ہیں وہ کہتے ہیں کہ بالکل ہمکو اختیار حاصل ہے اور جو حرکت اور فعل ہم سے صادر ہوتا ہے اوسکے پیدا کرنیوالے ہم ہیں اور یہ دونوں گروہ مردود ہیں اس واسطے کہ پہلا فرقہ تمام امور شرعیہ اور تکلیفات کو باطل کرتا ہے اور فرقہ دوسرا دعویٰ شرکت کا ساتھ خالق اپنے کے کرتا ہے پس یہ دونوں لفظ واسطے رد کرنے عقیدہ ان دونو فرقوں کے لائے ہیں اِیَّاکَ نَعْبُدُ میں رد ہے عقیدہ جبریوں کا اور اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ میں رد ہے عقیدہ قدریوں کا اور راہ راست نصیب فرقہ تیسرے کی ہے اور وہ فرقہ سنیوں کا ہے وہ کہتے ہیں کہ بندگی ہم کرتے ہیں اور توفیق تجھ سے ہم چاہتے ہیں یعنی ہم بالکل بے اختیار ہیں اور نہ بالکل با اختیار رکھتے ہیں اور اہل باطن نے کہا ہے کہ استعانت اس جگہ سلامتہ معنی طلب عون یعنی طلب مدد کے نہیں بلکہ معنی طلب معائنہ کے ہے یعنی عبادت طرف ہمارے ہے اور مرتبہ معائنہ کا دینا اور عین الیقین کو پہنچا نا کام تیرا ہے شیخ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ رو نیز بیچ نماز مغرب کے امامت کرتے تھے جس وقت کہ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ زبان سے نکلا بیہوش ہو کر گر پڑے جب ہوش میں آئے لوگوں نے کمال شیخ کیا ہوا تھا جواب دیا کہ جس وقت اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ میں نے کہا خوف میرے دل پر غالب ہوا کہ میری تمکیں کہیں کہ اے جھوٹے کس واسطے طبیبوں کو واطلب کرتا ہے اور آپ سے ذوالنون مصری اور بایزید شاہ سے مدد چاہتا ہے تو اسیوسط سے لفظ علمائے کرام نے فرمایا ہے کہ آدمی کو چاہیے کہ اپنے دل میں ہر وقت اور ہر لمحہ مرتبہ بیچ مرتبہ رو بروبر درد گار اپنے کے ٹھہرا ہوا کرے جھوٹے بولوں لیکن اس جگہ ایک امر جاننا ضرور ہے وہ یہ ہے کہ مطلق استعانت غیر سے حرام نہیں بلکہ اس طرح حرام ہے کہ استعانت چاہنے والا اوسی شخص پر بھروسہ کرے اور یہ نہ سمجھے کہ حاجت روا فقط اللہ ہی ہے اور اگر ایسا اعتقاد کر کے استعانت ساتھ غیر کے کرے اور اوس غیر کو ظہر عون الٰہی کا سمجھے سو ایسی استعانت شرع میں جائز اور روا ہے اور انبیا اور اولیا نے بھی اس طرح کی استعانت ساتھ غیر کے کی ہے اور حقیقت میں ایسی استعانت استعانت بالغیر نہیں بلکہ استعانت خدا کے ساتھ ہے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ دکھلا ہمکو راہ سیدھی جانا ہمارے کہ اگرچہ آدمی بیچ بعضی امور کے راہ راست پر ہو لاکن ایسے بھی اوسکی تئیں طلب کرنا راہ راست کا ضرور ہے اسواسطے کہ راہ راست کے مراتب مختلف ہیں ایک دوسری سے کم اور زیادہ ہیں اور بعضی ادنیٰ اور بعضی اعلیٰ ہیں پس جو کہ صاحب مرتبہ ادنیٰ کا ہو وہ طلبگار ہے مرتبہ اعلیٰ کا ہوا اور جو اعلیٰ بھی حاصل ہوا ہو پس دن اعلیٰ سے جو اعلیٰ ہو گا اوسکو طلب کریگا وعلیٰ ہذا القیاس اور استقامت اور راستی راہ کی کئی اعتبار سے ہے اوّل اعتبار نزدیک ہونیکے کہ جو راہ نزدیک ہو نیکے بہ نسبت راہ دور کے راہ راست ہے اور دوسرے باعتبار صفائی کے کہ ایک راہ صاف ہے اور ایک راہ میں خار اور کانٹے وغیرہ ہے اور دوسرا خلاف اسکے پس صاف راستہ کو راہ راست کہیں گے اسی جہت سے کسی قائل نے کہا ہے ع ۔ راہ راست برو اگرچہ دور است ۔ تیسرے باعتبار سہولت کے کہ ایک راہ میں امن ہے قزاقوں سے اور درندوں سے اور تکلیف کی چیزوں سے مثل بند نہ آب و دانہ کا اور سوا اسکے کسی طرح کی خرابی نہو سو ایسا راستہ راستہ ہے بہ نسبت اوس راستہ کے کہ ایسا نہو اور استقامت کا مادہ کی تینوں طرح سے واسطے پہونچنے ظرف مطلب کے شرط ہے پس جو کوئی راہ راست پر بااعتبار ایک معنی کے ہوا سکی تئیں لازم ہے کہ بااعتبار دو معنی دوسرے کے بھی راہ راست طلب کرے تفصیل اس اجمال کی اوس سے مثالیں نزدیکی اور دوری اور صفائی وغیرہ راہ کی واضح ہو یہ ہے کہ واسطے حاصل ہونے معرفت الٰہی کے بھی راہیں مختلف ہیں ایک راہ توجہ کا ساتھ وجہ خاص کے اور دوسرا علاقات نفسانیہ کا ساتھ ذکر کے اور مستغرق ہونا بیچ مشاہدہ کے اور یہ راہ قریب راہ عبادت اور فکر کرنے بیچ نشانیوں کے آسمانوں میں بیچ عالم ارواح اور اجسام کے اور راہ اتباع شریعت کا زیادہ امن رکھتا ہے محض توجہ سے ساتھ وجہ خاص کے اور راہ شریعت کا کہ ہر اوس میں اللہ تعالیٰ نے آسانی اور تخفیف کر دی ہے زیادہ صاف ہوا وہ بہ نسبت کے سے کہ انواع انواع مشقتیں اور تکلیفیں بیجا بعضے بدین اختیار کرتے ہیں اور استقامت کی اور بھی تین قسم ہیں ایک استقامت اقوال کی دوسرے استقامت افعال کی تیسرے استقامت احوال کی اور جو کہ صاحب ایک استقامت کا ہو یعنی ایک قسم کی استقامت اور سکو حاصل ہوا ہو اسکی تئیں طلب کرے نادواستقامت اور کا بھی ضرور ہے پس ثابت ہوا کہ طلب کرے راہ راست کی خواہ بتدری ہو خواہ منتہی خواہ متوسط چارہ نہیں اس واسطے کہ مرتبے اسکے بہت ہیں بلکہ غیر متناہی سو جو مرتبہ اسکی کا اوسکو حاصل ہو گا فوق اوسکے مرتبہ دوسرا ہے سو اسواسطے تعلیم بندوں کو کی کہ یا بچو وقت مناجات کے پڑھیں اور استقامت میں میانہ روی اور ترک کمی اور بیشی کو ہر امر میں خواہ عقیدہ میں یعنی نہ مبالغہ تشبیہ میں کرے کہ ذات باری کو مانند مخلوقات کے سمجھے جیسا کہ متکلمان یہنا کسی نکلان میں اور نہ جہت تعطیل کسی جہت سے اور محتاج ہونا طرف اساس کا ثابت کرے اور یہ مذہب باطل ہے اور اوسے راہ تفریط یعنی گھٹا دینا حد سے اعتبار کیا اور نہ مبالغہ تنزیہ میں کرے کہ اس طرح پاکی اور تنزہ اوسکا ثابت کرے کہ بالکل اوسکی ذات کو بیکار قرار دے اور یہ مذہب بھی باطل ہے اور حد سے بڑھنا و علیٰ ہذا القیاس اور میانہ روی اخلاق میں یہ ہے کہ قوت نظریہ جس قوت سے حاصل ہوتا ہے اوسکو افراط اور تفریط سے نگاہ رکھے اور افراط اوسکے کا نام جربزہ ہے کہ تیزی طبیعت کی حد اعتدال سے بڑھ جائے اور تفریط اوسکی کا نام غباوت اور بلادت ہے کہ بالکل قابل فہم کے نہ رہے اور ایسے ہی قوۃ شہویہ کی تئیں فجور سے بچاوے کہ افراط اوس کا ہے اور جمود[2] سے بھی نگاہ کرے کہ تفریط اوسکی ہے اور ایسے ہی قوت غضبیہ کو تہور اور جبن سے بچا دے تہور افراط اس قوت

---

[1] سر ایک لطیفہ کا نام ہے یعنی جو ہر مجرد ہے کہ محل اوس کا بدا بریشم تابان بائیں کے لپٹا ہوا دو انگشت کے مائل طرف یسار سینہ کے ۱۲ منہ صلہ اللہ تعالیٰ

[2] جمود یعنی ایسی سستی نہ رکھے کہ قوت شہویہ کو بساع کی جگہ بھی استعمال نکرے ۱۲

کا ہے کہ کمال درجہ مردانگی کا ہو اور جس کو نامردانگی کہتے ہیں تفریط کا ہے اور وہ رذائل میں بھی بیمارہ وی مطلوب ہے اور اسکے واسطے کہ شرعاً عمال کے سبب نورانی ہونے روح اور دور ظلمانی کے ہے اور یہ تاثیر بدون ہمیشگی عمل کے حاصل نہیں ہوتی اور ہمیشگی اعمال کی سوائے افتیار کرنے توسط کے حاصل نہیں ہوتی اور جس وقت بندہ کو فرمایا کہ راہ راست کو طلب کرے لازم ہوا ذکر اون شخصوں کا کہ بسبب اونکے راہ راست طرف اور بند ونکے پہونچی اور اعمال اور اقوال اونکے دیکھکر یہ نکرے راہ راست دوسری راہ سے جدا ہوا اور نہیں تو ہر کوئی بسبب باطلہ سے بھی دعوی کرتا ہے کہ میں راہ راست پر ہوں پس چاہیے کہ ایک جماعت اپنے ذہن میں مقرر کرے کہ اوس جماعت سے راہ راست ظاہر ہو اسی واسطے راہ راست کو ساتھ اس طریق کے تعلیم فرمایا صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ یعنی راہ اون لوگوں کی جن پر تونے فضل کیا اور اس لفظ کی اوجگہ قرآن میں تفسیر فرمائی ہے ساتھ چار گروہ کے اور وہ یہ ہیں انبیا اور صدیق اور شہدا اور صالحون اونکی چاروں گروہ کا بیان قریب آتا ہے پس معلوم ہوا کہ راہ راست راہ انہیں چاروں گروہ کی ہے اور نہیں کہ چاہیے کہ ہر وقت مناجات کے ساتھ پروردگار کے اپنے کے ان چاروں گروہ کو اپنے ذہن میں حاضر رکھے اور راہ انہیں فرقوں کی طلب کرے جیسا کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے قرآن مجید کے سورہ نساء میں فرمایا ہے وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا یعنی جو کہ اطاعت خدا اور رسول کی بجالاوے اور ساتھ ان دونوکے کام کرے پس وہ شخص ہمراہ اون لوگوں کی راہ میں چلتا ہے کہ انعام کیا ہے اللہ تعالیٰ نے اوپر اونکے اور وہ چار قسم کے لوگ ہیں نبیا اور صدیق اور شہدا اور صالحون اور یہ گروہ اچھے رفیق ہیں پس چاہیے کہ ہر حق کی ہوگئی اور ہر صراط الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کے طلب رفیق کی باقی گئی کہ الرفیق ثم الطریق یعنی پہلے رفیق پیدا کرے پھر اوہ راستہ کا کرے اور اس جگہ جانا چاہیے کہ یہ چاروں گروہ اپس میں برابر نہیں بلکہ ایک دوسرے سے افضل ہے پس چاہیے کہ تمام مسلمین رفاقت صالحین کی طلب کریں اور صالحون رفاقت شہید ونکی ڈھونڈیں اور صدیق رفاقت انبیاؤنکی افتیار کریں اور اگر کوئی عوام میں سے چاہے کہ انبیاؤں کی رفاقت کی خواہش کرے اوسکے تئیں چاہیے کہ اول رفاقت ان تین گروہ کی درجہ بدرجہ پیدا کرے اور سوائے انبیاؤں کی رفاقت حاصل ہوگی جیسا کہ کوئی رفاقت بادشاہ کی چاہے پہلے رفاقت جمعدار کی اور اوسکے باعث سے رفاقت رسالہ دار کی اور رسالہ دار کی رفاقت سے ایک بڑے امیر کی حاصل کرے بعد اسکے رفاقت بادشاہ کی ممکن ہے اسی واسطے داخل ہونا بیچ سلسلہ اولیاء اللہ کے اور وسیلہ اونکے ساتھ ہو سہولت نزدیک اہل سلام کے تحسن ہوا اور یہ بھی معلوم کرنا چاہیے کہ اصل راہ بارگاہ الٰہی حضرت انبیاء علیہم السلام کو تعلیم ہوا اور اونکے واسطے سے صدیقوں کو حاصل ہوا اور صدیقوں کے واسطے سے شہدا اور شہدا کے واسطے صالحین کو پہونچا پس ضرور ہوا کہ ان چاروں گروہ کی حقیقت سمجھے اور علی الترتیب یعنی پہلے انبیاؤں کی تعریف بعد اسکے ان تینوں کی معرفت حاصل کرے تاکہ طلب رفاقت کی اون سے ہو اسواسطے کہ جبتک نہ سمجھے علوم منجملہ اونکی کیونکر ہو سکے پس حقیقت نبی کی یہ ہے کہ نبی ایک انسان ہے اور ہر انسان میں دو طرح کی قوتیں ہیں ایک قوت کا نام نظریہ ہے اور یہ ایسی قوت ہے کہ اوسکے ساتھ اشیاء کا جاننا ہو سکتا ہے دوسرے قوت عملیہ اور وہ ایسی قوت ہے کہ بسبب اوسکے اعمال نیک اور برے اوس سے صادر ہوتے ہیں پس نبی ایسا انسان ہے کہ اللہ تعالیٰ اوسکی تئیں بلا واسطہ ترتیب بشری کی کامل فرماتا ہے اس طرح کہ تاثیر نور پاک کی بیچ قوت نظریہ اوسکی کے ایسی ہو جاتی ہے کہ غلطی اور شبہہ اوسکی معلومات میں راہ نہیں پاتا اور اوسکی قوت عملیہ میں ایسا ملکہ پیدا کر دیتا ہے کہ بسبب اوسکے اعمال نیک ساتھ کمال رغبت کے اوس سے ہونے لگتے ہیں اور برے کاموں سے نہایت نفرت سے بچا رہتا ہے اور جس وقت قوت بدن اور اوسکے کی حد کمال کو اور تجربہ تمیز کا انتہا کو پہونچتا ہے تب اوسکو اللہ تعالیٰ طرف خلق کے بھیجتا ہے اور اوسکے سچی ہونیکے واسطے معجزے اور معجزے انبیاؤنکے بعضے جنس کلام کے ہوتے ہیں جیسا کہ قرآن پیدا اور بعضے جنس فعل کے مثل جاری کرنا پانی کا واونگلیوں سے اور ہمارہ اون معجزات کے اور نشانیاں عقلی بھی اور سکو بخشتا ہے اور نشانیاں عقلی کئی قسم پر ہوتی ہیں منجملہ اونکے اخلاق اچھے اور بعضے اون میں سے علوم سچے اور بعض اون میں سے تقریر صاف جس سے تسلی حاصل ہو اور دلیل ظاہر کی نہ ٹوٹ سکے اور نہیں نشانیوں میں سے تاثیر اونکی صحبت کی اور دنیا دل کی حاصل ہوتی ہے اور عوام لوگ درکے استعداد اونکے معجزہ سے دلیل پکڑتے ہیں اور کامل آدمی ساتھ کمالات اونکے کے دلیل پکڑتے ہیں خصوصاً جس وقت علاج بیماریوں روحانی کا اور کامل کرنا نفوس ناقصین کا اور اوعزا انوار کا اوپر یقین صحبتوں کے دیکھا جاتا ہے یقیناً قطعی ہر شخص کو کہ عقل رکھتا ہے ساتھ نبوت اونکی کے حاصل ہوتا ہے اور جانا چاہیے کہ انبیا علیہم السلام دو قسم کی طرح بیان کرتے ہیں کہ عقل بھی اونکو بتلاتی ہے جیسا کہ وجود خدا تعالیٰ اور صفات کمال اوسکے کی اور بعض وقت اون چیزوں کو ارشاد کرتے ہیں کہ صرف عقل معلوم نہیں کر سکتی جیسا کہ احکام روزہ کے بندہ کے واسطے اور بیان تفصیل ثواب اور عذاب کے اوپر کاموں نیک اور بد کے اور ایسا ہی بیان حال اون کا موں کا کہ کبھی اچھے ہو جاتے ہیں اور کبھی برے پس اگر یہ معجزہ اور نشانیاں عقلی ہمراہ نبیوں کے نہوں تو فقط عقل خصوصاً عقل عوام کی اونکی بات کو قبول نکرے اور فائدہ نبوت کا حاصل نہو اور ہر گاہ کہ معنی نبی سے معلوم ہو چکے اب معنی صدیق کے چاہیے جاننا صدیق وہ ہے کہ قوت نظریہ اوسکی مثل قوت نظریہ انبیاء کے کامل ہوتی ہے اور ابتدا عمر سے جھوٹ بولنے اور دورنگی بات سے دور رہے اور بیچ امورین کے خاص خدا کے واسطے کوشش کرے کہ ہر گز جو اہش نفس کو دخل نہو اور نشانیاں صدیق کی یہ ہیں کہ بیچ ارادہ اپنے کے تردد نہیں کرتا ہے اور بیچ نماز کے اگرچہ کوئی حادثہ سخت پیش آئے بائیں اور رائیں تو جدہ نکرے اور ظاہر اور باطن ایک سا ہو اور کسی کی تئیں لعنت نکرے اور علم تعبیر خواب کا جانے اور شہید وہ ہے کہ دل اوسکا بیچ مشاہدے تجلیات الٰہی کے مستغرق ہوا اور جو کچھ انبیاؤں نے اوسکو پہنچایا ہے اس طرح دل اوسکو قبول کرے کہ گویا دیکھتا ہے اسی واسطے جان دینا بیچ امر دین کے نزدیک اوسکے آسان کام ہوتا ہے اگرچہ ظاہر میں مقتول ہو اور قوت علمیہ قریب قوت انبیاؤں علیہم السلام کے ہے اور صالح وہ ہے کہ دونوں قوتیں اوسکی مرتبہ کمال انبیاء کی سے کمتر ہوتی ہیں لیکن بسبب کمال متابعت کے ظاہر اپنے کو گنتا ہوں سے پاک کرتا ہے اور باطن اپنے کو اعتقادات فاسدہ اور اخلاق

سلے کہ مخالف شریعت کے بھی کام مردانگی کا کرنے لگے ۱۲

بروں سے دور رکھتا ہے اور یا وحق کی اور کے اندر ایسی سماجاتی ہے کہ گنجایش دوسری چیز کی اوسمیں نہ ہے اور لفظ ولی کا اگرچہ شامل ان تینوں گروہ کو ہے لیکن اکثر پر صالحین کے بولا جاتا ہے اور جو علامتیں اور نشانیاں مشترک ہیں اوران چاروں گروہوں میں پائی جاتی ہیں وہ یہ ہیں کہ خدا تعالیٰ انکو دوست رکھتا ہے اور خاص رزق اونکے کارہتا ہے اس طرح سے کہ سب آدمیوں سے ممتاز رہتے ہیں اور مخلوق اپنے سے اونکو محفوظ رکھتا ہے اور سچے سفر کے ہمراہ اونکے رہتا ہے اور اونکی تمیں ایسی عزت دیتا ہے کہ بسبب اس عزت کے سچے مذہب کے بادشاہوں اور امیروں کے راہنی نہیں اٹھتے اور ہمت اونکی ایسی بلند کر دیتا ہے کہ بڑے بڑے ساتھ آلودگی نجاستوں نیا کے راضی نہیں ہوتے اور پینے اونکے اس طرح کھولدیتا ہے کہ بسبب پردے نجنے خفتوں نیا اور صعبتوں کے اور مرنے فرقہ بروں کے سامنے ننگ نہیں ہوتے اور اونکی ہیبت ایسی ہوتی ہے کہ سرکش لوگ اور بیٹے متکبر انکے دل میں بھی اثر کر جاتی ہے اور برکتیں سچ کلام اور دوم اونکی کے اور سچ کاموں اور نکاتوں اور سچ ہم صحبتوں اور دلوں اور دلالا اور دلیل اونکی کے اوپر سچ زیارت کرنیوالوں اونکے پے درپے کرتا ہے اور نزدیک اپنے اونکی تمیں مرتبہ اور عزت بخشتا ہے کہ اونکی دعا قبول ہو جاتی ہے بلکہ جو شخص کسی حاجت میں سچا تھ اونکے وسیلہ ڈھونڈے حاجت دلکی روا ہو جاتی ہے اور چونکہ اس جگہ ایک شبہہ وارد ہوتا ہے کہ بسبب اوسکے صراط مستقیم سا تھ غیر مستقیم کے مجتمع ہوتا ہے اور جدائی محال نہیں ہوتی ہے تفصیل اسکی یہ ہے کہ بعضے فرقہ اپنی تئیں طریقہ کے ان چاروں گروہ سے کہ صاحب طریق مستقیم کے ہیں نسبت کرتے ہیں اور اپنی تئیں تابعدار اول دس بزرگ سے سمجھتے ہیں اور حقیقت میں اوسکے تابعدار نہیں بلکہ اوسکا راستہ چھوڑ کر راہ شیطانی میں پھنسے ہیں بسبب اس دعوی جھوٹے اور نسبت کے عام آدمیوں کو اوسکا اور اللہ راستہ سے بہکا دیتا ہے جیسے یہود اور نصاریٰ کہ اپنے تئیں تابعدار حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کا جانتے ہیں اور واقع میں لوگ نہ ہونیکی راہ سے ایک طرف اور دو دوس اور اس امت میں فرقہ رافضیوں کا کہ دعوی محبت اہل بیت رضہ کا کرتے ہیں اور دیانتے تئیں اونکی طرف نسبت دیتے ہیں اور حقیقت میں عقائد اور اعمال اونکے ان میں موجود نہیں بلکہ سراسر مخالف ہیں اور ایسے ہی مذاریہ اور جلالیہ اس زمانہ میں اور اور بیدین کہ نسبت اپنے طریقہ سہروردیہ اور قادریہ اور چشتیہ کرتے ہیں اور بالکل اعمال اور اشغال ان طریقہ والوں کے ساتھ مناسبت نہیں رکھتے پس واسطے دور کرنے اس شبہہ عبارت دوسری لایا اور فرمایا غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ ۝ یعنی نہ راہ اون لوگونکی کہ غصہ خدا کا اوپر اونکے ہے اور نہ راہ گمراہوں کی گو مبارج اس تیسے تعلیم ہے اصل مرکی کہ سچ طلب کرنے راہ مستقیم کے احتیاط کرنی چاہیئے اور راہ اون لوگوں کی جو گمراہ ہیں اور جن پر غصہ اللہ کا ہے راہ مستقیم نجانا چاہیئے اگرچہ وہ لوگ اپنی تئیں جانیں کہ ہم اللہ سے بدھے پر ہیں اور آپ کو نیکیوں اور دلیوں کی طرف نسبت کریں بلکہ ذمت دعلے کے ایسے راستے سے بچنا دل میں ٹھہرانا چاہیئے اور غصہ ایک حالت کا نام ہے کہ آدمی میں ہوتی ہے اور بسبب اوسکے خون دل کا جوش کرتا ہے اور روح جسمانی واسطے دور کرنے مخالف طبیعت کے اور مغلوب کرنے اوسکے کے اندر سے باہر کی طرف نکلتی ہے اور یہ حالت سے ہے سواس جگہ کہ لفظ غصہ کا اللہ کی طرف نسبت ہے اوس سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ اون شخصوں سے اسباب حکمت کے غائب کرے تا کہ اپنے مقصود کو نہ پہنچیں اور ضا غضب کا اونکے اوپر نا شکری نعمتوں کی ہے اور انزا سکا لعنت اور مذمت اور قابل غضب کے رضامند ہونا اللہ کایہ ہے کہ اسباب حکمت کے ساتھ نہایت درجہ کے مہیا کرے اور یا عث اوس کا شکر ہے اور انزا سکا ثنا اور عطا ہے یعنی جو شخص شکر خدا کا کرے اللہ کا فضل اوس پر زیادہ ہوتا ہے اور ضلالت اختیار کرنا ایسے راستہ کا ہے کہ طرف طلب کے نہ پہنچائے اور سبب اختیار کرنے ایسے رستہ کا کبھی غفلت ہوتی ہے اور ظاہر کی لذتوں کو آدمی اختیار کر لیتا ہے اور باطن کی لذتوں کو چھوڑ دیتا ہے اسی واسطے اوسکے نزدیک یکیسا ہادشاہ سے زیادہ بہتر ہے کہ وہ بادشاہ سے بہتر ہے بے خبر ہے اور کبھی سبب یہ ہوتا ہے کہ نفس سبب شہوہ اور غلطی فہم کے اپنی خواہش کے موافق کام کرتا ہے جیسا کہتے ہیں فقہ بہتر ہے اور دینار سے پس نفس ارادہ دینا کو نقد سمجھتے اور آخرت کو ادھار اور واقع میں یہ اوسکی کج فہمی ہے اس واسطے کہ دس روپیہ دینار کہ اون کے ملنے میں کسی طرح کا شبہہ نہو لیکن یہ نقد ہے بہتر ہے اور معاملہ آخرت میں انبیاؤں اور اولیاؤں اور علما کو کسی طرح کا شبہہ نہیں اسی واسطے یہ لوگ دنیا کی لذتوں کو چھوڑ کر جہد ہے اور ریاضتیں اللہ کے رستے میں کرتے ہیں کہ یقین جانتے ہیں کہ ہمارے عملوں کا آخرت میں زیادہ بدلا اون سے ملیگا اور اگر نا فہم لوگ کہنے لگیں کہ ہمکو اس کا یقین نہیں سو اون سے کہینگے کہ تمکو بیوی انبیاؤں اور اولیاؤں کی لازم ہے اگرچہ تمکو شک ہو جیسا کہ بعض دوا کو تم جانتا ہے اور نہ جانتے ہو میں اوسکو شک ہے لیکن دوسکو پیوی طبیب کی لازم ہے اور کبھی سبب یہ ہوتا ہے کہ خواہش نفس کی دل پر غالب ہو جاتی ہے اور ایسا غلبہ ہو جاتا ہے کہ نیک عمل کرنے سے دل ساہ کالنگ ہونے لگتا ہے اور عمل بد کرنے میں طبیعت اوسکی کھلتی ہے اور خوش ہوتی ہے اور یہ بیماری نہایت خوفناک ہے اسواسطے کہ کوئی مدت اسی حال پر رہیگا حد دین کو پہونچا دیگا اور دین کے معنی غلبے کے ہیں جیسا کہ کلام مجید میں آیا ہے كَلَّا بَلْ رَانَ عَلَى قُلُوبِهِمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ بعد اسکے غشاوہ کی نوبت پہنچے گی اور غشاوہ کے معنی پردہ کے ہیں پھر نوبت طبع کی پھر نوبت ختم کی اور طبع اور ختم کے معنی مہر کے ہیں پھر نوبت قفل کی پہونچتی ہے چنانچہ اَمْ عَلَى قُلُوبٍ اَقْفَالُهَا کلام اللہ میں مذکور ہے بعد اسکے نوبت موت قلب کی ہے کہ بعد اسکے دلسیں اسکو نفع دیتی ہیں اور نہ ڈرانیوالوں کی بات تاثیر کرتی ہے **ف** حدیث شریف میں آیا ہے مسلمان جس وقت گناہ کرتا ہے پس ایک نقطہ ساہ سچ دل اوسکے کے ہو جاتا ہے پس اگر توبہ کر لیتا ہے صاف ہو جاتا ہے اور اس کا اوس سیاہی سے اور اگر توبہ نہیں کرتا اور پھر گناہ کرتا ہے تو وہ سیاہی دل کی بڑھتی جاتی ہے یہاں تک کہ تمام دل کو گھیر لیتی ہے جیسا کہ بعضی احادیث میں آیا ہے اِذَا فَسَدَ الْجَسَدُ فَسَدَ الْجَسَدُ یعنی جب فاسد ہوا دل فاسد ہوا تمام بدن اور جب حال گناہ مومن کا یہ ہے تو حال کافر کا کیا ہوگا اور آخر اطبع اور ختم اور اقفال اور غشاوہ کے کلام مجید میں ذکر آیا ہے یہی سیاہی دل کی اور نہ تاثیر ہونی اچھی بات کی اوس میں مراد ہے اور جس وقت معلوم ہوا کہ بسبب اختیار کرنے رستہ گمراہی کے ایسے نقصان حاصل ہوتے ہیں پس اگر راہ راست اختیار کریں کہ باوجود خواہش نفس کے خلاف طبع امور کی طرف نہ جاویں اور صبر اور نیکیوں کے کریں تو سبب اسکے دل اونکا کھل جاویگا بعد اسکے دل اون کا قابل آزمایش تقوی کا ہو جاویگا اور پھر مرتبہ یکینت آجاوے کہ اونکے دلوں کو اللہ کے ذکر سے آرام اور کیفیت آنے لگے اور جب یہ مرتبہ نہایت کو پہنچتا ہے **عت** حاصل

ہوجاتی ہے اور دونوں لفظ یعنی غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ذکر کرکے اور ایک لفظ پر کفایت نکی باوجودیکہ معنی ان دونوں لفظوں کے قریب قریب تھے اسواسطے اس جگہ پر اردو دونوں سے جدا جدا ہے الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ سے مراد وہ لوگ ہیں کہ فرط اختیار کرکے مخالفت راہ حق کی کی اور دیدہ ودانستہ انکار حکم الٰہی کا کیا اور یا جان کر گناہ کی باتیں کریں جیسا کہ یہود کا انکے حق میں مذکور ہے وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِیْقًا یَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ یعنی ایک فریق ان میں سے کتاب کو پڑھتے ہیں اور دوسری جگہ فرمایا ہے وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِی الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ اور اور جگہ فرمایا ہے وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اور ضالین سے مراد وہ لوگ ہیں کہ اپنے بزرگوں کی پیروی کرکے راہ اطلاع اختیار کی اور انکے باسبب تقلید بے جا سبب پچھلے باسبب فکر وفہم کے گمراہی اختیار کی جیسا کہ نصاریٰ کی انکے حق میں یہ گمراہی اختیار کی کہ اللہ ضرور ہمکو بخش دیگا اور گناہ ہمارے معاف کریگا اس طرح اور انکی گمراہی ہوکہ عبادت کا محل اور وقت نہو اور اسکو عبادت سمجھے جیسا کہ شراب پلانی اوس شخص کو کہ سبب خمار کے متبادر ہے دعلی ہذا القیاس ف مشہور ہے کہ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ سے مراد یہود ہیں جیسا کہ کلام اللہ میں آیا ہے مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَیْهِ اور ضالون سے مراد نصاریٰ ہیں واسطے اوس آیت کے کہ قریب نے کہ ہوچکی اور بعضوں نے کہا کہ خاص کر ان دونوں گروہ کے قول ضعیف ہمارا سواسطے کہ جو لوگ منکر خدا کے یا مشرک ہیں یہود ونصاریٰ سے بھی احتیاط میں اونکے دین سے احتراز کرنا ضرور ہے بلکہ اولیٰ یہ ہے کہ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ سے مراد وہ لوگ ہیں کہ اعمال ظاہرہ میں خطا کرنے سے اور وہ دانستہ ہیں اور ضالون سے مراد وہ لوگ ہیں کہ خطا اعتقاد میں رکھتے ہیں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ سے مراد کفار ہیں اور ضالون سے مراد منافقین ہیں۔ جاننا چاہیئے کہ علم لطیفوں اور نکتوں کلام مجید کا بے نہایت ہے اور ہیچ مرتبہ تمام نہیں ہوتا ہے اور بسبب ترقی کا یہ ہوکہ ہر صاحب فن کا موافق حوصلہ اور استعداد اپنی کے جو باتیں اوس فن کی ہیں کلام اللہ سے نکالتا ہے اور سلسلہ اہل کمال کا قیامت تک بے بہرہ نہ رہیگا اس علم کا پیچ ودنیا کے سلسلہ ہی کے اسطے بیان اس علم کا اس تفسیر میں نہیں کیا گیا بلکہ جو کچھ اس سورہ کے تھوڑا سا بطور نمونہ کے ذکر کیا جاتا ہے معلوم ہو کہ ایک ہی سورہ کے دو قسم کے ہیں بھتے نکلتے ہیں ایسے ہیں کہ ہر ہر آیت کے ساتھ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تعلق رکھتے ہیں اور بعضے ایسے ہیں کہ تمام سورہ کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں پس پہلی قسم میں چونکہ کہ تعلق ساتھ علم اللہ کے رکھتے ہیں یہ ہیں کہ تمام علوم جہان کی چاروں کتاب آسمانی میں موجود ہیں اور چاروں کتاب کے علوم کلام مجید میں مندرج ہیں اور سب علوم کلام اللہ کے سورہ فاتحہ کے بسم اللہ الرحمن الرحیم کے اندر ہیں اور علوم بسم اللہ کے فقط اندر حرف ب کے بسم اللہ کے سر پر رکھی ہوئی ہے توضیح اس مذکور کی یہ ہے کہ مقصود سب علموں سے وصل ہوجانا بندہ کا ساتھ ذات پاکباری کے ہے اور یہ گاہ کہ بندہ وچ کمال نقصان کے ہو اور بجز استوں اشرف میں تو نہ ہو اور ذات اللہ تعالیٰ کی نہایت کمال اور بالاگری میں پس طرف ذات اوسکی کے پہونچنا ممکن نہیں مگر اس طرح سے کہ اوسکے ناموں کو یاد کرے اور اوسکے نام سے چپٹا رہے اور ایسا اوسکی یاد میں مشغول ومستغرق ہوکہ اپنو فنا کرے اور اس درجہ کو پہونچ جائے کہ ذکر اور ذاکر نیز اوسکا ذکر کیا گیا ایک ہوجائے اور ذکر کی دوئی درمیان سے اٹھے اور یہ اتصال لفظ بے کے معنی میں ہیں کہ جو میں باالصاق کہتے ہیں اور اوسکے معنی چپٹانے کے ہیں اور معلوم رہے کہ لڑکوں کو وقت تعلیم کے الف شروع کرواتے ہیں اور کلام مجید کا شروع حرف بے کے الف میں بلندی اور بڑائی پائی جاتی ہے اسواسطے محل نظر رحمت الٰہی کا ہوا اور یہ بے انکسار اور پستی پائی گئی ہے اس جہت سے مقبول بارگاہ الٰہی کی ہوئی اور چاہا چاہیئے کہ بادشاہ اور امیر جس وقت کوئی چیزوں پسند اپنے خریدتے ہیں اوپر لپہ کے مہر کردیتے ہیں تاکہ اراذہ چوروں کا اوسکے چورانے سے ہٹ جاوے اور ایسے ہی جو کسی جانور کو واسطے خاص بادشاہی میں داخل کرتے ہیں اوسکے اوپر داغ لگادیتے ہیں تاکہ کوئی چور اور قزاق اوسکے لینے کا اراذہ نہ کرے پس بندہ جس وقت کوئی کام نیک ودر عبادت شروع کرے چاہیئے کہ اوسکو مہر خدائے تعالیٰ کے نیچے داخل کرے اور داغ اوپر اوسکے لگاوے اور وہ مہر مضمون بسم اللہ الرحمن الرحیم کا ہے کہ جسوقت بسم اللہ کے ساتھ اس کام کو شروع کیا تو لائق منقبولیت کے ہوگیا اور شیطان کے تصرف سے بچ رہا کہتے ہیں کہ جسوقت حضرت نوح علی نبینا وعلیہ السلام کشتی پر سوار ہوئے اور ڈوبنے اوسکے سے ہراساں تھے پس واسطے نجات پانیکے ڈوبنے سے یہ الفاظ کہے بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا کشتی اوسکی ڈوبنے سے بچ رہی مورخ چاہیئے کہ ادھی بسم اللہ کی برکت سے حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی ڈوبنے سے بچ گئی جو شخص کہ تمام بسم اللہ کو عمر بھر بچ شروع ہر کار کے پڑھتا ہے کیونکر محروم اوسکی عنایت سے رہیگا کہتے ہیں کہ ایک عارف باللہ نے بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھوا کر وصیت کی تھی کہ اوسکو میرے کفن میں رکھ دیجو آدمیوں نے بسبب اس کا دوں سے پوچھا اوسنے جواب دیا کہ ناب ہیں نے کوئی فقیر دیکھا کہ بہت بلند یہ کے سائل ہوا وہاں سے تھوڑا سا اوسکو ملا فقیر چلا گیا اور ایک تیشہ لیا اور دروازہ کو گرانا شروع کیا مالک دروازہ کا آیا اور رکھا کہ کیا کرتا ہے کہا کہ اس دروازہ کو موافق بخشش اپنی کے بالبخشش اپنی کو لایق دروازہ کے کہ یہ آیت ہی یعنی بسم اللہ الرحمن الرحیم دروازہ اوسکی کتاب کا ہے پس ان قیاسات سے یہ ایک سستا وبے کمال سہارا ہے کہ اوسکے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ سے درخواست رحمت کی کرتے ہیں علماء نے کہا ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم میں اٹھارہ حرف ہیں اور فرشتے دوزخ کے بھی اٹھارہ ہیں پس ہر ایک حرف کی برابر ایک فرشتہ عذاب کا دور ہوسکتا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ رات اور دن کی چوبیس ساعت ہیں منجملہ اونکے پانچ ساعتوں کے واسطے پانچ نمازیں مقرر فرمائیں کہ ان ساعتوں میں عبادت اوسکی پائی گئی اور اوسطے انیس ساعتوں باقی کے یہ انیس حرف عنایت ہوئے ہیں تاکہ وقت بیٹھے بیٹھے پھرے ساعت ذکر خدا کے کہ ان حرفوں میں ہے اور انیس ساعتوں باقی کو مشغول رکھے اور انکی برکت سے جو کہ ان انیس ساعتوں میں ہو تو ہیں بخشے جاویں۔ اور یہ بھی علما نے کہا ہے کہ سورہ برات میں جو قتال کفار کا مذکور ہے اسی واسطے بسم اللہ الرحمن الرحیم سے خالی ہے اور ایسے وقت ذبح کے بسم اللہ واللہ اکبر کہتے ہیں اور بسم الرحمن الرحیم نہیں کہتے کیونکہ ذبح ظاہر میں صورت قہری ہے اور بسم اللہ الرحمن الرحیم رحمت کو تقاضا کرتی ہے پس جو شخص اس کلام رحمت کو ہر وقت اور ہر لحظہ ہمیشہ پڑھے اور اس سے کہ نہیں کہ سترہ بار البتہ نماز فرضوں کے میں پڑھیگا یقین ہے کہ غصہ اللہ اور عذاب اوسکے سے محفوظ رہے اور ثواب اوسکے سے محظوظ ہووے اور بعضے خواص اس آیت کے یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو آدمی پانچ نہ میں جانے چاہیئے کہ پہلے بسم اللہ کہے تاآنکہ یہ آیت درمیان نہ آوے

ف بیان ان کا مختصر کلام کہ بسم اللہ کے ساتھ متعلق رکھتے ہیں

اوسکو اور درمیان نظر جنوں کے پردہ ہو جاوے اور جس وقت یہ کلہ درمیان اوسکے اور درمیان شمسنوں دنیا دی اوسکے کے پردہ ہوئیں پیچ آخرتکے یہ گلاوہ سمیں اللہ عذاب آخرت میں پردہ ہو جاوے گا ف جانا چاہیئے کہ یہ کلمات کہ مذکور ہو چکے تفسیر کبیر میں موجود ہیں پس بعضے نکتے اور بھی کہ سلم اللہ الرحمن الرحیم سے لکھے جاتے ہیں اس تفسیر سے لکھے جاتے ہیں ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو درد سر ہوا اور نہایت شدت ہوئی پس جناب الٰہی سے التجا کی خدائے تعالیٰ نے ایک بوٹی بچگل کی بتلائی حضرت موسیٰ نے اوس کو فنی کو کھایا حکم اللہ سے فی الدور شفا ہو گئی بعد ایک مدت کے وہی مرض پھر ہوا مگر جناب الٰہی سے عرض نہ کی خود بخود وہی بوٹی کھائی مرض زیادہ ہو گیا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے میرے رب پہلے اس بوٹی کو کھایا تھا شفا ہو گئی تھی اور اب جو کھایا اوسکا نقصان کیا جناب الٰہی سے حکم ہوا کہ اپنی مرتبہ میری طرف ہو کر بوٹی کی طرف گیا تو پس شفا ہو گئی اور بار دوسری اپنی طرف اوس بوٹی کی طرف گیا پس بیماری زیادہ ہو گئی آیا نہیں جانتا ہے تو دنیا تمام ہر بیمار قاتل ہے اور تریاق اوسکا نام ہے اور فرمایا ہے رسول علیہ السلام نے جو شخص اوٹھے اور کاغذ کو بین ہی حسبم اللہ الرحمن الرحیم لکھی ہوئی ہے اللہ کے نام کی تعظیم واسطے لکھ جانا ہے وہ شخص نزدیک اللہ تعالیٰ کے صدیقوں سے اور تخفیف عذاب کی کیجاتی ہے طالبین اوسکے سے اگر چہ مشرک ہیں اور روایت ہے ابوہریرہ سے کہ فرمایا رسول علیہ السلام نے اے ابوہریرہ جس وقت وضو کرے تو پس کہ تو بسم اللہ میں تحقیق آثر لکھنے والے اعمال کے نہیں قرار پکڑینگے لکھنے والے نیکیوں کیلئے واسطے تیرے یہانتک کہ فارغ ہو تو اور جس وقت صحبت داری کرے تو ساتھ بیوی اپنی کے پس کہہ تو بسم اللہ پس فرشتے نگہبان تیرے میں لگھینگے واسطے تیرے نیکیوں کو یہانتک کہ تو غسل کرے جناب کا پس گر ہو جاوے اس جماع سے بچہ لکھی جائینگی واسطے تیرے نیکیاں ساتھ شمار دم اس بچے کے اور ساتھ شمار دموں والوں اس بچے کی اگر ہوگا واسطے اوسکے کوئی فرزند یہانتک کہ باقی رہے اون میں سے کوئی اور جس وقت سوار ہو تو کسی چارپائے پر پس کہہ بسم اللہ و الحمد للہ لکھی جاوینگی واسطے تیرے نیکیاں بہ تمام بہ قدم کے اور جس وقت سوار ہو تو کشتی میں پس کہہ بسم اللہ و الحمد للہ لکھی جاوینگی نیکیاں واسطے تیرے یہانتک نکلے تو اور کشتی سے اور معلوم ہو کہ بے بسم اللہ کی نکلی ہوئی ہے لفظ ہے کہ اللہ تعالیٰ نیکی اور احسان کرنیوالا ہے اوپر مومنین کے ساتھ طرح طرح کی بخشش نیکی بھیج دینا اور آخیر کے اور بڑی بخشش اور نہایت کرم اوسکا یہ ہے کہ بندگان دیگا دن قیامت کے اپنی دیدار کی مروی ہے کہ بعض اصحاب کے ہمسایہ میں ایک یہودی رہتا تھا اور وہ ہمیشہ مومنوں کے اسلام لیاوندی سے کہا کس چیز پر اسلام لاوں اور کیا حاصل ہوگا کہا دوزخ سے نجات ہوگی اوسنے کہا کہ اگر کسی پر اون میں نہ کہا کہ جنت میں اسلام کی برکت سے جاوینگا اوسنے کہا یہ بھی میں چاہتا ہوں کہا پھر کیا چاہتا ہے تو کہا اسلام اس شرط پر لاتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنا دیدار مجھکو عنایت کرے کہا اوسنوں نے کہ اسلام لیا یہ طلب تیرا حاصل ہو جاویگی پس یہودی نے کہا اس بات کو اپنا کاغذ لکھدیے پس ایک خط اوسکو لکھدیا پھر مسلمان ہوا وہ یہودی اور مر گیا اوسی وقت پس نماز جنازہ کی اوپر اوسکے پڑھی اور دفن کیا جسکے ہاتھ پر مسلمان ہوا تھا ذبلے تھے میں نے اوسکو بیچ خواب کے گویا خوش پھر رہا ہے کہا اللہ تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا اوس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھکو بخش دیا اور کہا کہ واسطے شوق تیرے کے اسلام لیانے اوسمیں کہ اللہ کا نکلا ہوا ہے نام اوسکے سے کہ سمیع ہے یعنی سنتا ہے دعا خلق کی عرش سے تحت الثریٰ تک کہا زید بن حارثہ ایک منافق کے ہمراہ مکہ سے طرف طائف کے گئے پس جس وقت اپہونچے ایک جنگل میں منافق نے کہا یہاں آؤ رام کریں دونو اوس جنگل میں داخل ہوئے اور سو گئے جبکہ منافق نے اوٹھکر خوب ضبوط اوکو باندھ لیا اور اس بات کا ارادہ کیا کہ اوکو مار ڈالوں زید بن حارثہ نے کہا کہ کیواسطے مجھکو مارتا ہے تو اوس منافق نے کہا کہ اگر تجھکو دست کھاتے ہے مجھکو اور میں اوسکو دشمن رکھتا ہوں پس کہا زید نے اے جمن فریاد کر پوہنچ میری پھر منافق نے ایک آواز غیب سے سنی کہ بلا کت ہو مجھکو تو قتل کر اوسکو وہ منافق اوس جنگل سے نکلا اور دیکھا تو وہاں کوئی نہ تھا پس پھر اور دوسری دفعہ ارادہ اوسکے مارنے کا کیا پھر ایک آواز غیب سے سنی کہ کوئی شخص کہتا ہے مت قتل کر اوسکو پھر دیکھا تو کوئی اوس جگہ موجود نہ تھا پس تیسری بار مارنے کا ارادہ کیا پھر آواز اوس سے بھی نزدیک سی کہ کوئی کہتا ہے مت قتل کر اوسکو اور ناگاہ ایک سوار ظاہر ہوا کہ اوسکے پاس ایک نیزہ ہے پس اوس سوار نے ایک ضرب اوسکے ماری کہ گر گیا اور اوس جنگل میں گر زید کو کھول دیا اور کہا کہ مجکو نہیں پہچانتا میں جبرئیل ہوں جس وقت دعا کی تو نے آسمان پر تھا پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ پہونچ تو پاس بندے میرے کے اور دوسری مرتبہ میں آسمان پہلے پر تھا اور تیسری دفعہ میں منافق کے پاس پہونچ گیا اور یہ سم سم کی مراد اوس سے یہ ہے کہ عرش سے تحت الثریٰ تک مالک کا سکے اور وہی مالک ہے سدی کہتے ہیں کہ ایک بار حضرت سلیمان علیہ السلام کے عہد میں خشکالی ہو گئی لوگوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے دعا مانگی اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی اے عیسیٰ یہ بندگنہگار تھا اور جسکے واسطے تو دعا مانگتا ہے اوسکے عذاب کے واسطے ایک عورت حاملہ چھوڑ گیا تھا اوسنے ایک فرزند جنا تھا اور اوسکو اوس عورت نے پرورش کیا یہانتک کہ بڑا ہوا اور اوسنے اوس عورت اور فرزند کو کتب میں نہ پایا پس جہالت کی وجہ سے اوسنے ارادہ کیا کہ اوسکو قتل کرے پس جبرئیل نازل ہوا اور کہا کہ اے محمد اللہ تعالیٰ تجھکو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ اگر اوس بندے کو عذاب کرتا میں تو البتہ عذاب کرتا میں اوس عورت کو اور فرزند کو اور دعا کرتا ہے اوس نے اوسکے واسطے کہ اوسکو بخش دیوے اور اوسکو اوسکے ساتھ جمع کر دیوے اور اوسکو بہشت میں داخل کرے اور یہ سب کچھ اوس سے ہوا تھا اوسکے ایمان کے سبب سے اور فرمایا ہے رسول علیہ السلام نے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ پیدا کیا ہے کہ اوسکا نام اسرافیل ہے اوسکے سر پر عرش ہے اور اوسکے پاؤں ساتویں زمین کے نیچے ہیں اور اوسکی آنکھیں مشرق و مغرب کے برابر ہیں اور اوسکے ہزار پر ہیں ہر پر مشرق و مغرب کے برابر ہے اور اوسکے ہزار منہ ہیں ہر منہ ہزار زبان کا ہے اور ہر زبان ہزار لغت کی ہے اور ہر لغت ہزار طرح کی ہے اور ہر طرح ہزار آواز کی ہے اور ہر آواز ہزار طرح کی ہے اور ہر طرح ہزار نغمہ کی ہے اور ہر نغمہ ہزار طرح کی ہے اور ہر طرح ہزار ترانہ کی ہے اور ہر ترانہ ہزار طرح کی ہے اور ہر طرح ہزار ترجمہ کی ہے اور ہر ترجمہ ہزار طرح کی ہے اور ہر طرح ہزار ترنم کی ہے اور ہر ترنم ہزار طرح کی ہے اور ہر طرح ہزار تسبیح کی ہے اور ہر تسبیح ہزار طرح کی ہے اور ہر طرح ہزار تہلیل کی ہے اور ہر تہلیل ہزار طرح کی ہے اور ہر طرح ہزار تحمید کی ہے اور ہر تحمید ہزار طرح کی ہے اور ہر طرح ہزار تکبیر کی ہے اور ہر تکبیر ہزار طرح کی ہے اور ہر طرح ہزار تقدیس کی ہے اور ہر تقدیس ہزار طرح کی ہے اور ہر طرح ہزار تعظیم کی ہے اور ہر تعظیم ہزار طرح کی ہے اور ہر طرح ہزار تمجید کی ہے اور ہر تمجید ہزار طرح کی ہے اور ہر طرح ہزار تہنیت کی ہے اور ہر تہنیت ہزار طرح کی ہے اور ہر طرح ہزار تحنید کی ہے اور ہر تحنید

پس حضرت ابوبکرؓ وں انگوٹھی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لیگئے دیکھی لکھا تھا کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ابوبکر صدیق سے حضرت نے فرمایا ہے ابوبکر نے کہا یا رسول اللہ میری طرف فقط یہ بات ہوئی کہ اللہ کے نام کے ساتھ آپ کا نام میں نے لکھوا دیا اور اس واسطے کہ یہ بات مجکو خوش نما آئی کہ نام تیرا اللہ کے نام سے جدا نہ لکھا جاوے بیچ میں اپنے اور اللہ کے نام تیرا نہیں آوے اور حضرت ابوبکر اپنے دل میں شرمندہ ہوئے کہ میرا نام انگشتری میں کیوں لکھا گیا بس جبرئیل حضرت کے پاس آئے اور کہا یا رسول اللہ نام ابوبکر کا میں نے اس انگشتری میں لکھ دیا ہے اسواسطے کہ مجکو یہ بات خوش آئی کہ ابوبکر کا نام تیری نام سے جدا ہو اور نکتہ اس جگہ یہ ہے جس وقت حضرت ابوبکر کو بسبب ملانے نام حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نام اللہ کے یہ بزرگی حاصل ہوئی پس جو شخص کہ اپنی جان اور دل کو اللہ کے نام کے ساتھ وصل کرے کیا بزرگی حاصل ہوگی اور دو نظم میں لکھا ہے کہ امام جعفر صادق رضہ سے منقول ہے جس شخص کو کچھ حاجت ہو پس چاہیئے کہ لکھے ایک قطعہ اور اسمیں یہ عبارت ہو بسم اللہ الرحمن الرحیم من العبد الذلیل الی ربہ الجلیل ربِّ اِنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ پھر ڈال دے اس رقعہ کو پانی جاری میں اور کہے اَللّٰھُمَّ بِحَقِّ وَاٰلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنَ وَبِحَقِّ الْمَرْضِیِّیْنَ اقْضِ حَاجَتِیْ یَا اَکْرَمَ الْاَکْرَمِیْنَ اور اوس اپنی حاجت کا نام لیوے پس تحقیق وہ حاجت اوسکی پوری ہوجاویگی انشاء اللہ تعالیٰ اور اسی کتاب میں ہے کہ بیان کیا مجھے بعضے علماء نے بیشک تحقیق جو شخص پڑھے بسم اللہ الرحمن الرحیم کو بارہ ہزار مرتبہ اس طرح سے ایک ہزار بار بسم اللہ کو پڑھے پھر اللہ تعالیٰ سے حاجت چاہے جو حاجت رکھتا ہو بعد اسکے پھر بسم اللہ ہزار بار پڑھے اور دو رکعتیں نماز پڑھے اور دعا مانگے اور حاجت چاہے اس ترکیب سے ناحاجت روا ہونے تک بارہ ہزار پر۔ آخر انشاء اللہ تعالیٰ حاجت اوسکی روا ہوگی اور یہ منقول ہے ابو محمد عبد المؤمن حضرمی سے اور بعضے عارفین نے کہا ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم چار کلمات ہیں اور گناہ بندے کے بھی چار قسم کے ہوتے ہیں ایک گناہ دن کے دوسرے گناہ رات کے تیسرے گناہ ظاہر کے چوتھے گناہ باطن کی پس جو شخص بسم اللہ کو ساتھ ایمان اور اخلاص اور صاف نیت سے پڑھیگا برکت اسکی سے بخشے گا اوسکے اللہ تعالیٰ اوسکے گناہ اور بکارت اسم اللہ کے اور تحقیقات اسکی ہست ہیں مگر اسیقدر کافی اور شافی ہے جسکو زیادہ خواہش ہو تفسیر کبیر وغیرہ میں ملاحظہ کرے اور عجائب و غرائب ظاہر ہونگے فقط اور بیان اوس شخص کا کہ ساتھ الحمد للہ کے تعلق رکھتی ہے یہ ہے کہ بیچ اس جگہ کے تین لفظ ہیں حمد اور مدح اور شکر لیکن مدح نہ تو کیواسطے بھی ہوتی ہے اور غیر زندہ کے واسطے بھی جیسا کہ مدح باغ اور شہر اور جو اہر وغیرہ کی مشہور ہے اور حمد زندہ ہی کیلئے ہوتی ہے اور مدح بشرط احسان سے بھی ہوتی ہے۔ اور حمد بعد احسان کے ہی ہوتی ہے اور مدح کبھی ممنوع بھی ہوتی ہے اسی واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے اِحْثُوا التُّرَابَ فِیْ وُجُوْہِ الْمَدَّاحِیْنَ یعنی خاک ڈالو تم مدح کرنیوالوں کے اور حمد ہمیشہ جائز بلکہ مستحب ہر جیسا کہ آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا مَنْ لَّا یَحْمَدُ النَّاسَ لَا یَحْمَدُ اللّٰہَ یعنی جسنے تعریف دیوں کی نہ کی اللہ کی تعریف بھی نہ کریگا اور شکر نعمت کے ہی اوپر ہوتا ہے کہ کسی کی طرف سے پہونچی ہو اور حمد دو طرح ہوتی ہے خواہ نعمت اوسکی طرف سے پہونچی ہو خواہ نہ پہونچی ہو بلکہ حمد اوپر کمال ذاتی شخص کے بھی ہوتی ہے پس بسبب انہیں وجہوں کے اس جگہ حمد کا لفظ اختیار کیا مدح یا شکر کا لفظ نہیں ذکر کیا **یاف** اگر المدح للہ کہتا یہ معلوم نہ ہوتا کہ اللہ تعالیٰ فاعل مختار ہے اس واسطے کہ مدح میں شرط نہیں کہ ممدوح فاعل ہو جیسی کہ مثالیں اوسکی بیان کی گئیں اور الحمد للہ سے یہی بات سمجھی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ مختار ہے اپنے فعلوں میں اختیار رکھتا ہے چاہے کرے چاہے نہ کرے پس الحمد للہ کہنا بہتر ہوا کہ اسمیں مذہب فلاسفہ کا رد ہوگیا وہ کہتے ہیں اپنے فعلوں میں اللہ تعالیٰ مختار نہیں بلا اختیار صادر ہوتے ہیں اور الحمد للہ کا لفظ الکریم کے سے واسطے اولیٰ ہوا کہ اس لفظ سے استحقاق حمد کا واسطے ذات کے ہر طرح ثابت ہوا خواہ انعام اوس کا بپنسبت حمد کرنیوالے کے اعتبار کرے یا نہ کرے گویا بندہ کہتا ہے حمد تیرے واسطے ثابت ہے چاہے تو بندے تو مجکو اور الشکر للہ کے معنی یہ ہوئے کہ شکر ثابت ہے واسطے اللہ کے اوپر اون نعمتوں کے کہ دی تو نے مجکو پس یہ خاص ہوا بنسبت حمد کے کہ وہ عام ہے جانا چاہیئے کہ یہ مقام ایسا ہے کہ لفظ احمد اللہ کا بولا جاوے یعنی بندہ اس طرح کہے کہ حمد کرتا ہوں میں خدا تعالیٰ کی لیکن ہرگاہ کہ آدمی نہایت عاجز ہوتا ہے کہ بسبب قصور کے حمد لائق ذات اوسکی سے نہیں کر سکتا اسواسطے چوپر کہ اوسکی طاقت سے باہر تھی تکلیف اوسکی نہ دی بلکہ اس عبارت کو تعلیم فرمایا کہ کہے اللہ یعنی حمد کامل حق اور ملک اوسکی ہے خواہ بندہ اوپر ادا کرنے اوسکے کے قدرت رکھے یا نہ رکھے کہتے ہیں کہ حضرت داؤد علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیچ جناب باری تعالیٰ کے عرض کی یا ربِّ کیف اشکرک یعنی کس طرح شکر کروں میں تیرا اور کیونکر ادا شکر تیرے سے یا ہو آوے اس واسطے کہ توفیق شکر کی اور تعلیم اوسکی تیری طرف سے ہے اور یہ بھی ایک انعام ہے اوسکے واسطے اور شکر کرنا چاہیئے اور ایسی ہی سلسلہ غیر متناہی شکر کا چلا جاویگا اور کہیں ٹھہرنے کا نہیں ہیں شکر کا منہ جانب الٰہی سے ارشاد ہوا اے داؤد جب تو نے اپنی تئیں شکر میرے سے، اجز جانا پس تیرا یہی شکر ہے اور بھی اگر احمد اللہ کہا جاتا اس سے یہ سمجھا جاتا کہ احمد اللہ تعالیٰ کی یہ شخص کرتا ہے اور حال یہ ہے کہ پیشتر تعریف کرنے تعریف کرنیوالوں سے حمد کیا گیا ہے اسی واسطے فرمایا الحمد للہ یعنی ہر حمد اور ثنا لائق اوسکے ہے اگرچہ کہنے والا موجود ہو یا نہ ہو یا گمان کیا جاوے کہ جو کوئی کسی پر انعام کرے منعم علیہ کی نسبت سے وہ انعام کرنیوالا مستحق حمد کا ہوا ہیں کہ پیر مرید کی طرف سے استحقاق حمد کا اور استاد شاگرد کی نسبت سے اور بادشاہ عادل رعیت کی نسبت سے اور ماں باپ فرزند کی نسبت سے حق ستایش کا رکھتا ہے پس سب حمدوں کا مستحق اللہ کیواسطے کس طرح ثابت ہوا پس جواب یہ ہے کہ ایسی صورتوں میں بھی محمود حقیقی اللہ تعالیٰ ہے اور ان صورتوں کو پیروں وغیرہ کے دل میں اور اور انعام کا ڈالنا اور اوس نعمت کو اوسکی تئیں عطا کرنا اور تصرف دیدینا اوس نعمت کا دوسرے کا اوس منعم کے تئیں بخشنا اور اوسکو نعمت دلوانی ہے نفع اوس شخص کا اس شخص کو پہنچانا اور کھوے جانے اور گم ہونے نعمت کے ایسے امر میں کھنکا کھا گیا اللہ تعالیٰ کا ہے کہ (مایکون من نعمۃ فمن اللہ) یعنی جو نعمت کہ ساتھ تجھ کے ہو اللہ کی طرف سے ہے پس اور انعام کرنیوالے خدمتگار اور اوٹھانیوالے ہیں کہ ساتھ حکم مالک خزانوں کے کھلانے اور روکنے کی طرف پہونچاتے ہیں یہ نعمت اوسکی طرف منسوب نہیں اور بھی جو شخص کہ ہم جنس اپنے کو کوئی نعمت پہونچاتا ہے ضرور محرض اوس نعمت کا چاہتا ہے یا ثواب یا تعریف منظور ہوتی ہے یا خصلت سخاوت کی پیدا کرنی۔

یاں تک حمد کی تفسیر ہوئی اب رہا صفت رحمٰن رحیم کی سو اسکی تفسیر

یاد و کرنا مثل کا رادہ کرتا ہے حالانکہ بحر کا دیکھ کر اوسکے دل کو شگفتگی حاصل ہوتی ہے اور سکو دور کرتا ہے جو شخص کہ عرض طلب کرتا ہے متعلم زیادہ اور استحقاق حمد کا اور سکے واسطے ثابت نطا اور اللہ تعالیٰ ہر درجے کا کامل ہے کسی طرح سے طلب کرنے کمال کا اور دور کرنا نقصان کا اپنی ذات اوسکو منظور نہیں کہ موجود شے کا طلب کرنا محال ہے پس لہذا اوسکے واسطے کوئی مستحق حمد کا نہیں اور اس جگہ ایک شبہ ہوتا ہے کہ جگہ تسبیح مقدم تحمید سے ہوا اسواسطے کہا جاتا ہے سبحان اللہ والحمد للہ اس سورہ میں اسواسطے تحمید کو پہلے ذکر کیا اور جواب اس شبہ کا یہ ہے کہ تسبیح اوسوقت مقدم تحمید پر ہوتی ہے کہ دونو ایک کلام میں ذکر کیے جاویں اور اس سورۃ میں فقط تحمید مذکور ہے تسبیح کا ذکر نہیں ہے اس جگہ کسی وجہ چاہیئے کہ فقط تحمید ذکر کی اور تسبیح کا ذکر نہیں کیا پس وجہ یہ ہے کہ مضمون تسبیح کا تحمید میں داخل ہوا اسواسطے کہ مضمون تسبیح کا یہ ہے کہ ذات اوسکی تمام نقصانوں سے پاک ہے اور مضمون تحمید کا یہ ہے کہ جمال اور نعمت کہ خیال بشر میں آتے ہے اور جس وقت تمام کمالات اور تعریفوں کے واسطے اعتقاد کریں اس سے یہ بات لازم ہوتی کہ سیطرح کا نقصان اوسمیں نہیں کہتسبیح اللہ والحمد للہ کے آٹھ حرف ہیں اور دروازہ بہشت کے بھی آٹھ ہیں پس جو شخص کہ خلوص نیت سے ان آٹھوں کو کہے گا مستحق آٹھوں دروازہ جنت کا ہوا اور حمد کا دو چیزوں کیساتھ تعلق ہے ایک ساتھ ماضی کے اسوجہ کہ حمد کرنے سے شکر نعمتوں پہلی کا ادا ہوتا ہے دوسرے تعلق اس کا ساتھ مستقبل کے کہ یہ کلمہ شکر کا ہے اور شکر سے نعمتیں زیادہ ہوتی ہیں جیسا کہ فرمایا ہے لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ پس باعتبار تعلق پہلے کے دوزخ کے حمد کرنیوالے بندے اس واسطے کہ مواخذہ باعث شکر کے اوسکے ذمہ نہ رہا اور باعتبار تعلق دوسرے کے مستحق کہلئے دروازوں بہشت کا ہوا بعقل اسنے کہا ہے کہ الحمد للہ نہایت بزرگ کلمہ ہے لیکن چاہیئے کہ اچھے محل میں اسکو کہا جائے تاکہ ثمرہ اور نتیجہ اچھا حاصل ہو حضرت سری سقطی قدس اللہ سرہ العزیز نے نقل کیا ہے کہ فرماتے تھے ایک دفعہ اللہ کہی اور سو دفعہ الحمد للہ کہی اور سو دفعہ انیکا تیس برس ہو چکے ہیں کہ اوس الحمد للہ کہنے سے استغفار کرتا ہوں سبب یہ ہوا کہ ایک دفعہ بغداد میں آگ لگی اور جس بازار میں میری دو دکان تھی تمام جل گیا کوئی شخص میرے پاس آیا اور کہا کہ تمام بازار جل گیا اور تیری دو دکان بھی میں نے الحمد للہ کہا پھر جب میں نے فکر کیا کہ یہ کلمہ مخالف تعیین اور مروت کے جو سے سرزد ہوا کہ مسلمانوں کی مصیبت سے غمگین نہ ہوا میں اور واسطے تھوڑے سے نفع لینے کے خوش ہوا میں اسواسطے اوسی وقت سے استغفار کر رہا ہوں اسی واسطے کہا ہے کہ حمد اوپر نعمتیں دین کے بہتر ہے حمد کرنیسے اوپر نعمتیں دینیکے اور حمد کرنی اوپر اچھے احوال دل کے بہتر ہے حمد کرنیسے اوپر بدن کے اور حمد کرنی نعمتوں پر اس نیتسے کہ عطا بمحبوب حقیقی کی ہیں بہتر ہے اس حمد سے کہ لذت اور خوشی نفس کیواسطے حمد کی جائے پس ایسے مقام میں کہ حمد کرنے میں خطر کرنا چاہیئے تاکہ حمد غیر موقع میں پائی نہ جائے اور نقل ہے کہ ایتک رجح حضرت آدم علیہ السلام کی ناف تک پہنچی تھی کہ الحمد للہ رب العالمین فرمایا اور کلام اللہ میں مذکور ہے کہ پہلا کلام جو بہشتیوں کا جنت میں بھی الحمد للہ رب العالمین ہے پس بتدا عالم کی کا اوپر حمد کے ہوا اور خاتمہ اس عالم کا بھی اوپر حمد کے پایا کہ بندہ کی تہیں بھی چاہیئے کہ اپنا اعمال نیکو اور اختیار اعمال کو ساتھ کلمہ حمد کے ملایا کرے اس جگہ جانا چاہیئے کہ نزول اس سورۃ کا واسطے تعلیم بندوں کے ہے کہ جس وقت منانا چاہئے الٰہی کے اس طرح کہیں اصل اس لفظ کی یہ ہے فُعُولٌ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ یعنی اکہوتم الحمد للہ لیکن قولوا اس جگہ پر بندہ کیا اور ظاہر میں نہ لائے کہ تاکہ اس کا یہ ہو کہ اگر ظاہر اس لفظ کو ذکر کرے تب بھی صیغہ امر کا ہے اور امر کی مخالفت سے عتاب ہوتا ہے جیسا کہ باپ کہے بیٹے اپنے کو کہ فلانا کام راہ بیٹا فرماں بردار کی تکرے پس بیٹے پر عقوق ثابت ہو جائے اور اگر باپ بیٹے کو اس طرح کہے کہ فلانی چیز اچھی ہے یا کرنیکے لائق ہے ایسی صورت میں اگر بیٹا فرماں بردار کی نکرے عقوق بیٹے کا ظاہر میں نہیں ہوتا ہے پس رحمت کا مالک الٰہی بندوں کے واسطے ہوئی کہ الحمد للہ کو ظاہر میں صیغہ امر کا ذکر نکیا بلکہ بطریق تلقین کرنے تعریف اپنی فرمائی تاکہ مخالفت میں صیغہ امر کی لازم نہ آوے اور بندہ ہونیکی جہت سے اسکے اوپر عمل کریں اور جو چیز کہ متعلق سایۂ رب العالمین کے لکھتی ہوئی ہے کہ جو کچھ ہیچ جہان کے دیکھا یا سنا یا دریافت کیا جائے وہ حال سے خالی نہیں یا واجب لذاتہ ہے یعنی ایسی ذات کہ خود بخود موجود ہے اور کسی نے اوسکو پیدا نہیں کیا اور نہ ہوا اوس کا محال ہونا اور وہ ذات اللہ کی ہے فقط یا ممکن لذاتہ کہ دونوں امر یعنی ہونا اور نہ ہونا اوسکا برابر ہو اور اللہ کے پیدا کرنے سے پیدا ہوا ہو اور اس قسم کا نام عالم ہے خواہ موجود ہو چکا ہو یا آئندہ کو موجود ہوگا اور عالم مشتق ہے علامت سے اور اس قسم کا نام عالم اس واسطے رکھا ہے کہ یہ علامت ہے اوپر اسکے اور صفات الٰہی کے واسطے کہ جو فرد افراد عالم میں سے ہر مظہر کسی اسم یا صفت اوسکی کا ہے اور جنمیں اور نوعیں عوالم کی مظہر اسمہوں کلیہ اور صفتوں مطلقہ کی ہیں اور جب ہر فرد افراد جہان کا یہ مظہر اسم خاص خاص کا ہوا اسماء الٰہی سے پس کل عالم کو بھی اس اعتبار سے حد میں نہیں آسکتی مگر اصول اور کلیات عالم کے جو کچھ شرع شریف میں مقرر ہیں ان کے جانے ہیں تفصیل اسکی یہ ہے کہ جو کچھ جہان میں موجود ہے یا ذات ہے یا صفتیں ذات کے کہتے ہیں کہ وجود اوس کا بغیر شئی دوسری کے تائم ہو جیسا کہ آسمان اور زمین اور صفت وہ ہوتی ہے کہ دوسری شے کے ساتھ ملکر پائی جاوے جیسا کہ رنگ اور بو اور مزہ اور سوا اسکے معقولیوں کی اصطلاح میں ذات کو جوہر کہتے ہیں اور صفت کا نام عرض رکھتے ہیں اور ذات بھی دو قسم ہے جسم اور روح جسم وہ ہوتا ہے کہ اوسکا اندازہ اور شکل معین رکھے اور اوس مقدار کو کچھ توڑے اور روح وہ ہے کہ مقدار اور شکل معین نہ رکھے اور ساتھ شکلوں جدی جدی کے ظاہر ہو سکے اور جسم بھی دو قسم ہے علوی اور سفلی اور علوی کی بہت قسمیں ہیں عرش اور کرسی اور سدرۃ المنتہیٰ اور لوح اور قلم اور کہکشاں بہشت کی اور کہکشاں دوزخ کی اور ستارے خواہ ثابت ہوں یعنی حرکت نہ کریں خواہ سیارہ کہ حرکت کریں اور سات آسمان اور جسم سفلی بھی دو قسم ہے ایک بسیط ہے کہ کسی اجزا سے مرکب نہ ہو جیسا کہ عناصر اربعہ یعنی تین اوپانی اور ہوا اور آگ اور قسم دوسرا مرکب وہ بھی دو قسم ہے پس واسطے کہ یا مرکب ہے کل عناصر سے یا بعض عناصر سے اول کیواسطے تام اور دوسرے کو مرکب ناقص کہتے ہیں اور مرکب تام منحصر ہے تین عالم کے پہ ایک عالم معادن کا یعنی کہا نو کا دوسرا عالم نبات یعنی جو چیز اگتی ہے پی ہیں چنانچہ گھاس درخت وغیرہ اور تیسرا عالم حیوان کا یعنی جاندار چیزیں اور ان تینوں میں عالم بیشتر بہت ہیں کہ تفصیل اسکی طول چاہتی ہے اور مرکب ناقص کی بھی تین قسمیں ہیں ایک بخار یعنی پانی اور ہوا۔ اور دوسرا بخار یعنی مٹی اور ہوا اور تیسرا دخان یعنی آگ اور ہوا اور ان تینوں عالم سے بھی بہت چیزیں پیدا ہوتی ہیں پس بخار محض سے بگولے پیدا ہوتے ہیں اور بخار سے مینہ برستا ہے اور جس وقت بخار زیادہ بلند ہو جاتا ہے اور بیچ مقام سردی کے جا کر جگہ ڈھلا اور برف پیدا ہو جاتی ہے اور دخانوں سے بجلی اور ستارہ دم دار اور صوتیں تینوں کی پیدا ہوتی ہیں اور جس وقت بخارات اور دخان اوٹھ کر

فی بیان اوائل سورۃ فاتحہ کے متعلق ہے بالعالمین کے تک میں

زمین میں بند ہو جاتے ہیں نیچے زمین کے بگولے پیدا ہوتے ہیں اور اوس کو زلزلہ کہتے ہیں اور جو بخار زمین کے نیچے جا کر بند ہو جاتا ہے اور ساتھ قوت ہوا کے نکلتا ہے پیچھے جاری ہوتے ہیں اور جو بخار یا لکا درمیان آسمان اور زمین کے سبب سردی راستے کے پھر اوپر زمین کے گرتا ہے اوسکو شہم کہتے ہیں اور اگر جمکر درمیان آسمان اور زمین کے پیدا رہتا ہے اوسکو صیقع اور ہندی میں کہر کہتے ہیں اور بعض شہروں میں بھی بخار یا لکے اور چھوٹے چھوٹے جرم کہ مانند شریف کے اور سرخ کے اوپر زمین کے رہتا ہوا اوسکو تبرخمین مشک انگبین اور من اور شیرخشت کہتے ہیں یہ اقسام مرکب اقص کے موافق عادت کے ہیں اور کبھی بطور خرق عادت کے اوپر چیزیں اور طرح طرح کی پیدا ہوتی ہیں اور درمیان آسمان اور زمین کے معلق کھڑی رہتی ہیں اور زمین پر بھی گر پڑتی ہیں اور تفصیل اسکی اپنی جگہ مذکور ہے اور درمیان کتابوں عجائبات کائنات الجو کے لکھے ہوئی ہے اور روح یا نیک محض نژاد اور اوسکو فرشتہ کہتے ہیں یا صرف بد نژاد اور اسکو شیطان کہتے ہیں بالمثل ہوئی نیک اور بد سے اور وہ دو قسم ہیں جن اور روحین بنی آدم کی اور فرشتوں کی بھی تین قسمیں ہیں ایک فرشتہ ایسے ہیں کہ علاقہ اوکو جسموں کے ساتھ ہے بقدے جسموں عالیہ کے ساتھ علاقہ رکھتے ہیں جیسا کہ اوٹھانیوالے عرش کے اور دارونے فرشتے کے اور دوزخ کے اوپر بننے والے مدۃ المنتہی اور مجادیت المعمور کے اور کھینچنے والے تاروں کے اور حرکت دینے والے آسمانوں کے اور بعضے اجسام علیہ کیساتھ علاقہ رکھتے ہیں جیسے وہ فرشتے کہ برابر ہوا کے اوپر موکل ہیں اور عمارہ بنظر فوکے اوتھتے ہیں اور وہ فرشتے کہ اوپر دریاؤں اور پہاڑوں اور درختوں کے موکل ہیں اور وہ فرشتے کہ بنی آدم کے محافظ ہیں اور عمل اونکے لکھتے ہیں اور وہ فرشتے کہ بیچ اعانت اولوگوں کے کہ اسمار الٰہی کا وظیفہ رکھتے ہیں اور غیبت پہنچنے والوں کے مصروف ہیں دوسری قسم فرشتے ایسے ہیں کہ بیچ عبادت الٰہی کے ڈوبے ہوئے رہتے ہیں اور خدمت اونکی یہی ہے کہ کبھی خدا وند اپنے کی کیا کریں اور یہ فرشتے اس کثرت سے ہیں کہ شمار اونکی ممکن نہیں چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ درمیان آسمانوں کے ایک بالشت کی بھی جگہ خالی نہیں کہ اوس جگہ فرشتہ خود عبادت اللہ کی میں مشغول کھڑا ہے یا بیچ رکوع کے ہے یا بیچ سجدے کے تیسری قسم ملائکہ مقربین کہ کام جنے جنے جہان کے اونکی تدبیر سے اور اونکے واسطے سے سرانجام ہوتے ہیں جیسا کہ قبض ارواح اور شریعت کا اوپہنچانا رزق کا اور دولت کا اور بد کرنی اور تصرف کرنا اور خراب کرنا ملکوں اور دولتوں کا اور قبض کرنا ارواح جنی آدم کا اور چار فرشتے یعنی حضرت جبرئیل اور میکائیل اور اسرافیل اور عزرائیل علیہم السلام اور لشکر اور مددگار اونکے بھی اسی قسم میں داخل ہیں مطلق فرشتوں کے حال میں اور اونکی کثرت میں حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ یعنی نہیں جانتا ہے لشکروں رب تیرے کا مگر وہی ہمانتک اقسام فرشتوں کا بیان ہو چکا اور صفت کے بھی عالم بہت ہیں جیسا مکان اور زمان اور کم اور کیف اور وضع اور نسبت اور چھت اور پہلو اور ایمان ان عالموں کا بیچ کتابوں بڑی بڑی جسکے کہ حاصل یہ ہے جس کسی کو احاطہ احوال موجودات اور تفصیلوں اونکی کا زیادہ ہوگا رب العالمین کی تفسیر سے اوسکو خوب واقفیت ہوگی اس جگہ ایک بات دل میں چبھتی ہے اور وہ یہ ہے کہ جب نزول اس سورہ کا اس واسطے ہوا کہ بیچ وقت مناجات پروردگار کے ساتھ اس نوع کے اشکر نعمتوں اوسکی کا بجالاویں پس کر کرنا پروردش تمام جہانوں کا اس جگہ کیا مناسب چاہیئے تھا کہ پروردش عالم انسانی کی فقط اس جگہ ذکر کی جاتی جواب اس شبہ کا یہ ہے کہ پروردش خدا کی نے جہان کو ساتھ جہان دوسرے کے ایک ربط اور ملاپ دیدیا ہے کہ آپس میں محتاج ایک دوسرے کے ہیں پس جانا ربوبیت انسانی کا بغیر دریافت کرنے ربوبیت تمام جہانوں کے ممکن نہیں اور قیود سنت جدید جانیکے کہ تمام جہانوں کو بیچ پروردش ہماری کے مصروف کیا ہے پس قدر نعمت اللہ کی اونکے ذہن میں نہایت درجہ حاصل ہوگی اور موافق اوسکے عاجز ہونا شکر اللہ تعالیٰ کے سے اوسکو معلوم ہوگا اور اسی قدر انکسار نفس کو مقابلہ انعام منعم حقیقی کے کہ خلاصہ شکر کا ہے اور اصل حمد کا ہے حاصل ہوگا تفصیل اس جمل کی طول چاہتی ہے لاکن واسطے نمونہ کے تھوڑا سا بیان کیا جاتا ہے تاکہ باقی کو اوسی پر قیاس کیا جاوے

بیان اسباب سعادت

مثلاً جو تربیت خدا تعالیٰ کی آدمی کو حق میں جبلی بلا تبدیلو سکا وجود ہے اور اسکا حصول سعادت ابدی یقینی کا اور سعادت ابدی کو گر اگر بھولا جاوے اور اجزا اوسکے جدی جدی کہ نہیں آپس تو تین چیزیں متحقق ہیں ایک اعتقاد بچا دوسرے عمل نیک تیسرے خلق نیک درمیان چیزیں موقوف ہیں اوپر چار چیز بدنی کے ایک صحت دوسرے قوت تیسرے جمال چوتھے طول عمر کا اور یہ چاروں چیزیں موقوف اوپر اور چار چیز کے میں ال اور اہل اور مرتبہ و کتبا اور مددگار اور معاون اور ربط فضیلتوں نفسی کے کہ یہ اجزا سعادت ابدی کے سوائے اوپانچ چیز کے نہیں ہو سکتا اول اونکا ہدایت ہونی بچا ہانا طریق یقینی کا ربوبیت الٰہی کا ساتھ غفلت اور شرع کے دوسرے عشرہ مجاہدوں اور ریاضتوں کا یعنی روشنی نور کی کہ علم نبوت اور علم ولایت کے بدکیل مجاہدہ کے ظاہر ہوتی ہے تیسرے مرشد یعنی وہ کہ باعث ہدایت پر توجہ کے طرف سعادت کے چوتھے توفیق اور تائید یعنی آسان ہونا راہ کے صواب پر چلنا اور پہونچنا طرف مطلب کے پانچویں استقامت یعنی باقی رہنا عزم قوی کا آخر دم تک اور حکم جاننا بالبصیرت کا اوس کام میں پس ان سولہ چیز کے آدمی کی موقوف ہے اور سب سے ادنی ان میں صحت ہے اور صحت کے واسطے بہت اسباب ہیں کہ تفصیل اونکی کتب طب میں موجود ہے اور ادنی اون اسباب کا کھانا ہے اور ہر گاہ کہ کھانا مفوض اختیاری ہے اسکو حاجت طرف ایک جسم کے ہے جسمیں قدرت اور ارادہ اور علم مواد نباتات اگرچہ قدرت اور علم اور ارادہ نہیں رکھتے ہیں مگر قوت جذب کرنے غذا کی اونکو بھی دی گئی ہے اور اسی واسطے نباتات کو جمادے کی مال کیا ہے لیکن نباتات طلب کرنی اوس غذا کے اوس سے دور ہو جاتی ہے اسواسطے کہ اوسکو نہ علم مکان اوس غذا بعید کا ہوا اور نہ مطلب چلنے کی اوسکی طرف پس حیوان کو یعنی ذی روح کو پانچ حواس دیئے ہیں مدرک قوت لامسہ کہ بسبب اوسکے معلوم ہو جاتی ہے گرمی آگ کی اور سردی برف کی اور کانٹا کہ اوسکا ہاتھ لگتا ہے اسی چیزوں سے اور مضوظہ ہوتا ہے مگر جس حیوان میں فقط یہی قوت ہے جیسا کہ بعضے کرم پس وہ عاجز ہوتا ہے اس بات سے کہ دشمن سے دور بھاگے یا جو چیز کہ مرغوب ہیں اور دور ہیں اونکو طلب کرے پس واسطے دریافت کرنے اون اشیاء کے کہ دور ہو میں قوت دوسری عطا فرمائی کہ اوسکو شامہ کہتے ہیں تاکہ اوس قوت سے بو سونگھی جاوے اور جو کہ بو سونگھنے سے بھی معلوم نہیں ہوتا ہے کہ شے مطلوب اور مرغوب کس طرف ہے اوسکے واسطے قوت دوسری عطا فرمائی کہ اوسکو باصرہ کہتے ہیں اور بسبب اس قوت کے اوسکی جانب معلوم ہو جاتی ہے اور جو اس قوت سے بھی جو شے کہ پردہ میں ہو معلوم نہیں ہوتی پس شے مطلوب کا طلب کرنا کہ پردہ میں ہو متصور نہیں ہو سکتا مگر بعد پاس آجانیکے پس واسطے

معلوم کرنے ایشا پردشیدہ کے قوت دوسری دی گئی کہ اوسکو سمیع کہتے ہیں اور جو کسی شخص کو جزئی کسی غذا کی طرف ہوا اور وہ غذا جو اس حسہ سے غائب ہے پس اُسکے طلب کرنیکے واسطے بنی نوع اپنے سے کلام عنایت کیا کہ کسر حرفوں سے ہوتا کہ بسبب اوس کلام کے اوسکو فرمایش کرسکے فلانی فلانی چیز یا دارے لاکھا ور درست کرو اور جب غذا پہونچی اوسکی لذت دریافت کرنیکے واسطے قوت ذائقہ بخشی تاکہ بسبب اوسکے اوس غذا کیطرف طبیعت متوجہ ہو، جذب اوسکا طبیعت پر آسان ہو پھر جس مشکل اور قوت خیال کی بھی بخشی تاکہ مجموع محسوسات کو خیال میں محفوظ رکھے اور قوت غضبت کے طلب کرے مثلاً تربچہ کی شیرینی اور زردی اور خوشبو میں جس سے دریافت کرکے صورت مرکبہ اوسکی خیال میں رکھی تاکہ وقت حاجت کے طلب کرے پھر ایک قوت شہویہ بھی عطا فرمائی کہ بسبب اوسکے خواہش شئے مطلوب کی ہو اور ایک قوت کارہ عنایت کی کہ بسبب اوسکے شئے مکروہ سے طبیعت نفرت کرے اور قوت غضبیہ واسطے دفع کرنے ضرر کے دی گئی تاکہ غذا حاصل کی ہوئی کو غضب نکرے اور پانو دینے تاکہ واسطے طلب کرنے غذا کیجائے اور ہاتھ دئے تاکہ غذا کو اوس سے پکڑ کر منہ کی طرف پہونچائے اور منہ واسطے پہونچانے غذا کی طرف معدہ کے اور چبانے دانت واسطے پیسنے کھانیکے تاکہ نگلنا اوسکا آسان ہو اور زبان واسطے حرکت دینے طعام کے بیچ منہ کے اور واسطے چکھنے مزہ کے اور واسطے بیضنام اُس غذا کے وقت حاجت کے اور لب واسطے کونہ بینی کے اور حری اور حجرہ بلعی حلق واسطے پہنچنے طعام کے طرف معدہ کے اور معدہ اسواسطے دیا کہ حل جاوے اور طعام کو اپنے اندر لیلے اور پھر بھیجائے تاکہ کھانا مدت تک اوسمیں رہے اوپر کے اور کھانیکے اجزا ہضم ہو کر ایک مثل لعجن کے موجاویں اور واسطے پکانے غذا کے معدہ کے اندر حرارت اور تلی اور جگر بخشے کہ ایک پرزہ کم کا ہے بھی ضرور ہوئے اسواسطے ان اعضا کو حرارت دیگئی تاکہ کھانا معدہ کے اندر طبخ پاکر اور کیلوں ہو کر رگوں کے رستوں سے جگر میں ہو پہنچے اور اس جگہ پک کر خون ہو جاوے اور بسبب پختہ کے پکانے اوس غذا میں سے سودا ہو جاتا ہے مثل تلچھٹ کے اور اوسکو تلی لیتی ہے اور جو کہ یہ صفرا ہو جاتا ہے مثل کف کے جیسا کہ ہانڈی کے اوپر آجاتا ہے اور اوسکو جگر جذب کرتا ہے اور چونکہ خون میں بھی کچھ پتلا پن اور رطوبت باقی ہے اس واسطے دو گردہ عنایت کئے تاکہ خون صاف ہو کر پیشاب اوسکی نکی طرف آجاوے اور جس وقت خون صالح غذا کا ہو گیا اوسکی تقسیم کرنیکے واسطے کوئی شے چاہیے تاکہ تمام بدن میں اوسکو بانٹ دے اور بدن کو غذا پہونچے، اسواسطے گوشت عنایت فرمایا گیا جو نرمی اور باریک بھی اور پرگاہ کہ غذا نے معدہ میں طبخ پایا تھا اور فضلا بعد پکنے کے باقی رہا تھا اُس کا معدہ میں ہجانا باعث بیماریوں کا ہوتا اس واسطے بنے کہ قوت دی اور راستہ بھی کھول دیا کہ تھوڑا سا صفرا معا کی طرف بھیجے اور وہ صفرا اوس امعا کو کھاجائے تاکہ احتیاج دفع کرنے فضلہ کی پائی جاوے، اور راہ مقعد کی سے نکلے اور بدن ہمیشہ تحلیل ہوتا رہتا ہے اسواسطے سودا میں سے ٹھال نے جذب کیا تھا اور اوس میں ترشی اور قبض لگی تھی کہ طرف فم معدہ کے پہونچایا تاکہ قوت شہویہ حرکت میں آوے اور طبیعت غذا کو چاہے اور جو بائیسکہ گردہ نے جذب کی تھی اپنی غذا کے موافق لیکر باقی کو منانہ کی طرف ڈال دیتا رہا تاکہ سوراخ ذکر کی طرف آنے پنے ہو اور پیشاب ہو کر نکلے بعد اسکے جانا چاہیے کہ آدمی کیواسطے کھانیکی چیزیں بہت درکار ہیں کہ تخم اون کا باقی رہے اور اگر تخم جاتا رہیگا وہ چیز گم ہو جاویں اور آدمی بھوکا رہیگا اسواسطے ایک پیشہ تعلیم کیا کہ بسبب اوسکے تخم اون چیزوں کا باقی رہیگا اور وہ پیشہ کھیتی کا ہے اور اوسکے واسطے چند شکیں ہیں اول مٹی کہ تخم کو اوس میں نگاہ رکھے دوسرے پانی تیسرے ہوا تاکہ وہ تخم پھول کر شاخ اور پتے لاوے اور ہوا کو ضرور ہے کہ سخت حرکت کرکے زمین میں تخم بوئے تخم کے اجزا میں آوے اور درمیان تینوں چیزوں کے کمال خلط ہو جاوے اور باوجود اسکے گرمی ہو کر اگنے کی ضرور ہے اس واسطے کہ پانی گرمی کے ہوا سے اجزا تخم کے اوپر کو اوٹھ نہیں سکتے اس ہوا سے کہ ہوا ٹھنڈی ہے سو اس طبیعت کے واسطے چاہلد کو فراہم کیا اور ایسے ہی جو ستارے کہ آسمان میں ہیں تراعت میں دن کا فائدہ ہے کہ بعد تفتیش کے معلوم ہوتا ہے اور سخر ہونا آفتاب و چاند اور ستاروں کا بغیر حرکت کے قانون کے مقصود نہیں اور سر انجام حرکات افلاک کا فرشتوں کے ذمہ ہے بعضے فرشتے واسطے تدبیر غذا کے آدمی کے بدن پر موکل ہیں اس واسطے کہ فائدہ غذا کا یہ ہے کہ جزو غذا کا قائم مقام جزو بدن کے بسبب حرکتوں کے تحلیل ہو گیا ہے ہو جاوے پس ضرور ہوا کہ ایک فرشتہ ایسا ہو کہ غذا کو طرف گوشت اور استخوان کے بھیجے کہ لیجاوے اس واسطے کہ غذا جسم تقیل ہے میل اوسکا نیچے کی طرف ہے اور طرف کو میل نہیں اور ایک فرشتہ ایسا چاہیے کہ غذا کو عضو کے اندر رکھے اور تیسرا فرشتہ ایسا ہو کہ صورت خون کی غذا سے جدا کرے اور چوتھا فرشتہ اور ہو کہ صورت گوشت اور پوست کی ہڈیوں کو پہنائے اور پانچواں فرشتہ واسطے دفع کرنے فضلہ کے اور چھٹا کہ جس کو ساتھ جسنے چھوڑے اور ساتواں فرشتہ ایسا چاہیے کہ رعایت مقدار کی کرے کہ اوپچا پن اور نیچا پن عضو کی صورت میں پیدا نہو پس یہ سات فرشتے واسطے غذا کے عضو کے درکار ہیں اور بعضے اجزا بدن کے ایسے ہیں جیسے آنکھ اور دل کہ وہ فرشتوں سے زیادہ کی طرف احتیاج رکھتے ہیں اور تمام فرشتوں زمین کے کو آسمان کے فرشتوں سے مدد پہونچتی ہے اور آسمان کے فرشتوں کو مدد پہونچتی ہے اون فرشتوں سے جو عرش کے ہیں پس یہ تمام جو مدد کی ہوا ایک شاخ ہے شاخوں تربیت الٰہی سے کہ فقط کھانیکی صورت میں پائی گئی اور کھانا ایک سبب صحت کا ہوا اور اسباب صحت کے اور بھی ہیں اور صحت اونی چیز ہے کہ اعلیٰ درجہ تربیت کا اس پر موقوف ہے اور جو شخص تمام اسباب صحت کے اور اوپر چیزیں جنکے اوپر تربیت موقوف ہے ساتھ نظر تفصیل کے مشاہدہ کرے یقین ہو جاوے کہ حقیقت تربیت کی بغیر ربط ہونے تمام عالموں کے ممکن نہیں اسی واسطے پیچ مقام شکر نعمت کے لفظ رب العالمین کا ذکر کیا گیا تا کہ اشارہ ہو اس طرف کہ تربیت ہر ذی کی داخل ہے اور حقیقت میں تربیت تمام عالم کی تربیت اوسکی ہے اور کیا اچھا ہے کہ کہا گیا **بیت** ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کارند تا تو نانے بکف آری و بغفلت نخوری ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرمانبردار نہ شرط انصاف بنا شد کہ

تو زبان بری، جانا چاہیئے کہ لفظ رب کا صحیح لغت عربی کے کئی معنوں کے واسطے آتا ہو اور سب معنی اس جگہ مناسب ہیں اس لیے ایک معنی رکھے مالک کے ہیں اور یا مالک کے تمام جہانوں کا اور سکے واسطے ظاہر ہو اصل اس کا جب سب چیز نیں مخلوق اوسکی ہیں مملوک بھی اوسکی ہوئیں اور آدمی کی ملکیت ایسی نہیں ایک سو جہ سے کہ ملکیت مطلق نہیں یعنی سب چیزونکا مالک ہو بلکہ ملکیت خاص ہو یعنی بعض چیزونکی ملکیت اوسکے واسطے ثابت ہے دوسرے سو جہ سے کہ ملکیت اوسکی بطور بھائیکے ہو مالک حقیقی سے اور دوسرے معنی رکھے پیدا کرنیوالا اور یہ معنی بھی مناسب مقام حمد کے ہیں بلکہ خالق ہونا اوسکا سزاوار اعلیٰ درجہ حمد کے کو چاہتا ہو کہ نعمتیں اوسکی مخلوقات کی طرف پہونچ گئی ہیں اور جو دیکھ کچھ استحقاق اوسکا نہیں تھا اور اب بھی پہونچتی ہیں مثیر استحقاق اونکے کے نیرے رہے کے معنی سید کے ہیں یعنی سردار گروہ کا اور باعتبار اسی معنی کے رب العٰلمین کہتے ہیں یعنی سردار نوع کا اور حقیقت اس معنی کی بلند ہونا مرتبہ کا ہے اور یہ وصف بھی چاہتا ہے کہ اوسکے واسطے اعلیٰ درجہ کی حمد کیجائے اور چونکہ معنی رب کے مربی کے بھی ہیں یعنی درستی کاموں کی کرنیوالا اور پنجانیوالا ہر چیز کو اور ہر مرتبہ کمال کے مثلاً لفظہ کہ عون کیساتھ ملا کر علقہ کیا اور علقہ کو مضغہ کیا اور مضغہ میں عضا جدے جملے بنا کر روح اوس پر قابض کی اور ہر عضو کو جو قوت کہ لائق اوس عضو کے ہی عطا فرمائی پھر روح کو ساتھ شریعت اور طریقت کے اور حقیقت علم کے کامل کیا پس سزاوار حمد کامل کا ہوا اور یہ بھی جاننا چاہیئے کہ تربیت دو قسم ہو ایک قسم وہ ہے کہ کوئی شخص اپنے نفع کیواسطے کسی کی پرورش کرے تاکہ وہ جوان ہو کے کام میں آوے اور تربیت کی اسی قسم کی وہ جانور ہیں جو خصوصاً دوسری قسم تربیت کی یہ ہے کہ اوسی شے کے فائدہ کیواسطے تربیت کیجائے اور شان خالق کی یہی ہے کہ مخلوقات کے فائدہ کے واسطے تربیت اونکی کرتا ہے اور وہ سکو ان بات کی حاجت نہیں کہ بسبب مخلوقات کے کمال اپنا چاہے اور اسی واسطے اللہ تعالیٰ کے حق میں یہ حدیث شریف آئی ہے اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُلِحِّیْنَ فِی الدُّعَآءِ یعنی اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے اوسکو جو اللہ سے بہت عرض حال کرے اور بہت دعا مانگے اور اسی واسطے فرمایا ہو مَنْ لَّا یَسْئَلُ اللّٰہَ یَغْضَبْ عَلَیْہِ یعنی جو شخص نہ مانگے اللہ سے اللہ غصہ ہوتا ہے اوپر اوسکے اور اس جگہ جانا کہ رب العالمین بڑی کامل صفت اللہ کی میں سے ہے جیل شانہ اسواسطے کہ ابتدا ظاہر ہونے نو بود کی سے تا انتہا ہو پہنچے ہر شخص کے طرف معاد اپنی کے اسی اعظم کے حیطہ میں داخل ہو اور جو مبتدا اور علاقہ کہ جما کا دیکھا یا سنا جاتا ہے کہ ایک پر تو انوار اور اسی اسم مبارک کا اسی واسطے بعد اسم مبارک اللہ کے اس اسم کو صحیح مقام حمد کے لائے بسبب اسکے کہ اسم اللہ کا دلالت اوپر تمام اور کمال کے تو یا یعنی ذات اللہ تعالیٰ کی اپنے تئیں کامل و پوری اور واجب ہے کسی شے کی طرف رفع کمال میں محتاج نہیں اور یہ اسم دلالت اوپر تمام اور کمال کے کرتا ہو یعنی ذات اوسکی باوجود کمال اپنے کے اوسکے کو بڑھتے یعنی اوسکے مکمل ہوئی اور اور چیزوں کا کمال بسبب اس کے حاصل ہو پس تربیت اور چیزوں کی ناقص ہوئی اور اوسکی تربیت کامل کریمختاج کسی کا نہیں اور اور چیزیں محتاج اوسکی ہیں آپ آیندہ بیان دن چیزونکا ہوتا ہے جو متعلق ساتھ الرحمٰن الرحیم کے ہیں کہ حقیقت رحمت کی حق تعالیٰ کے حق میں یعنی جو رحمت کہ صفت اللہ کی ہو سکتی ہو وہ کیا ہے پہنچانا خیر کا اور دفع کرنا شر کا ہے اور رحمت الٰہی دو قسم ہو ایک نے ذاتی ہے دوسرے صفاتی اور ذاتی بھی دو قسم ہے عام اور خاص رحمت عام عطا کرنا وجود کا کہ یہ رحمت سب موجودات میں پائی جاتی ہے اور رحمت خاص استعداد قرب الٰہی کا بخشا کہ یہ بات بعضے بندونکے واسطے ثابت ہے اور رحمت صفاتی بھی دو قسم ہے عام اور خاص عام یہ ہے کہ جو صفات اور اعراض لائق ہر موجود کے میل اوسکی تئیں عنایت کرنا اور خاص یہ ہے کہ ہر موجود کو اسی شے عطا کرنی کہ اوسکو بسبب وس شے کے اوپر چیز و پر فضیلت حاصل ہو اس جگہ سے معلوم ہوا کہ رحمٰن اور رحیم کا دوسری بار اس سورۃ میں ذکر کرنا باوجودیکہ بسم اللہ میں بھی یہ دو نو اسم ایکبار ذکر ہو چکے تکرار نہیں اس واسطے وہ رحمت کہ بسم اللہ میں ذکر ہوئی ہے ذاتی ہے اور وہ رحمت کہ اس جگہ ذکر ہوئی صفاتی ہے اور یہ رگاہ کہ ذاتی دو قسم کی ہے عام اور خاص پس دو نو لفظ تسمیہ کے ذکر کیے واسطے دو نو لفظ رحمٰن اور رحیم کے بسم اللہ میں ذکر کیے اور رحمت صفاتی بھی دو قسم کی ہے عام اور خاص سو اسطے اس جگہ بھی دو نو اسم ذکر کیے تاکہ دو نو قسم کی رحمت پر دلالت کریں اور بعضے کہتے ہیں کہ بسم اللہ میں ذکر رحمٰن اور رحیم کا واسطے تسکین ہیبت کے ہے کہ اسم اللہ کے ذکر سے دل پر آتی ہے اور خوف دل بدمزہ ہوتا ہے اور اس جگہ کہ رحمٰن اور رحیم کا ذکر ہوا واسطے امیدوار کرنے بندوں کے ہے تاکہ خوف مالک یوم الدین کے سے بیقرار نہوں اور جو یہ کلام آیندہ کے عبادت کا ذکر ہے اور عبادت نہایت شاق فعل ہے پس ضرور ہوا کہ دو اسم ہمراہ اوسکے ہوں ایک جا اور دوسرا خوف پس دو نو جگہ دو دو اسم ذکر کیے کہ پہلا دلالت اوپر تسکین عوام کے کرتا ہے اور دوسرا خواص کیواسطے اور یہ بھی علمانے فرمایا ہے کہ ابتدا اظہور عالم کا ساتھ رحمت عام اور خاص کے ہوا اور ایسے ہی انتہا اوس کا بھی دو نو قسم کی رحمت کے ساتھ ہے پس کر دو نو اسموں کے اندر اشارہ طرف رحمتوں ابتدائی کے ہے اور اس جگہ ذکر کرنا اونکا اشارہ طرف رحمتوں انتہائی کے ہے اور یہ بھی وجہ ہو سکتی ہے کہ ابتدا حمد کا رحمتیں عام اور خاص میں عام بیچ نظر عام کے اور خاص بیچ نظر خاص کے پس چاہیئے کہ منتہا حمد کا بھی دو قسم کی رحمتیں ہوں ساتھ اسی تفصیل کے اسمیں اور یہ بھی اشارہ ہو سکتا ہے کہ حمد اگرچہ کامل اور پوری پوری ہو لیکن مکافات نعمتوں الٰہی کے کر سکتے کیا جگہ اسکے کہ رحمت موجب جزائے مزید کا ہو سکے گر ہوا تھا اس طرح کے دو قسم رحمت کے ساتھ ملجاویں اور موجب جزائے مزید کا ہو ویں عام واسطے مزید عام کے اور خاص واسطے مزید خاص کے حاصل یہ ہو کہ حمد اگرچہ کیسی ہی پوری اور کامل ہو لیکن کہ اوسکی نعمتوں کے پہلے سے ذمہ اسکے ہیں مکافات کر سکے پس اسی سے لازم آیا کہ جب حمد نے اوسکی نعمتوں کا مقابلہ نکیا لائق جزائے مزید کے کیونکر ہوا سواسطے دوبارہ تحمیدیں ذکر کیں کہ (ا) رحمتوں کے سبب سے جزائے مزید حاصل ہو اور یہی اشارہ دوبارہ ذکر کرنے میں ہے کہ جیسے رحمت دینا کی دو قسم ہے ایک علم کہ وہ ایجادی ہے اور خاص کہ تفضلی ہے یعنی ساتھ العام رنگ کے شرف کرنا کسی بعض خاص لوگوں کے واسطے بہ اسی ہی رحمت آخرت کی بھی دو قسم کی ہے ایک عام ہے کہ جسکے سبب سے نجات ملتی ہے اور دوسرے خاص کہ جسکے سبب سے قرب الٰہی حاصل ہو اور اسکی طرف بھی اشارہ نکل سکتا ہے کہ رحمت اللہ تعالیٰ کی سبب حمد اوسکے کا ہے بلا واسطہ خاص سبب حمد خاص کا ہے اور عام سبب عام کا اور بھی وہی رحمت سبب عبادت کا ہے اگر مضمون مَالِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ کا ملاحظہ کیا جاوے رحمت عامہ کے واسطے عبادت عامہ کے اور خاصہ واسطے عبادت خاصہ کے پس حمد کے تئیں ساتھ دو وجہ کے ضرور جاننا چاہیئے اول یہ کہ مقتضائے رحمت کا ہے اور دوسرے یہ کہ

(ا) یہاں اوس چیز کا تقاضا ساتھ الرحمٰن الرحیم کے کرتی ہیں

معقود عبادت سے یہی حمد ہو اور عبادت مقصود ہی انسان کے پیدا کرنے سے اور انسان کا پیدا کرنا مقصود ہے پیدائش تمام جہان کی سے آور بعضوں نے کہا ہے کہ رحمٰن اور رحیم کے معنی ایک ہیں جیسے ندمان اور ندیم کے میں جمع کرنا دو لفظوں کا تاکید کے واسطے ہے جیسا کہ کہتے ہیں کہ فلانی تیز و رتند ہے آور بعضوں نے کہا ہے کہ رحمٰن میں مبالغہ زیادہ ہے رحیم سے اسواسطے کہ رحمٰن میں پانچ حرف ہیں اور رحیم میں چار حرف اور زیادتی لفظوں کی دلالت کرتی ہے اوپر زیادتی معنوں کے اور اسی واسطے رحمٰن خاص ہوا ساتھ ذات باری کے نیچے کے اوپر بولا نہیں جاتا ہے اور بسبب غلبہ اسمیت کے حکم علم کا اسنے پیدا کیا ہے اسی واسطے جو کوئی غیر اللہ تعالیٰ کو رحمن کہے کافر ہو جاوے گا اور مبالغہ کہ رحمٰن میں پایا جاتا ہے تین طرح سے سمجھنا چاہیے اول باعتبار کثرت افراد رحمت ایجادی کے دوسرے باعتبار کثرت افراد و مرحومین کے اور یہ دو قسم کی مبالغہ زیادتی بیچ کیفیت کے ہے تیسرے باعتبار زیادتی کیفیت کے اسم رحمٰن کا خاص ہے ساتھ رحمتوں بڑی کے کہ ہمیشہ ہوں اور جو کوئی کہتا ہے کہ رَحْمٰنُ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَرَحِیْمُہُ الدُّنْیَا اشارہ طرف ایک کے انہیں تین وجہ مبالغہ کی طرف ہے اور بعضوں نے کہا کہ رَحْمٰنُ الدُّنْیَا وَرَحِیْمُ الْاٰخِرَۃِ اسکی وجہ یہ ہے کہ رحمت دنیا کی عام ہے نیک و بد اور سب اس میں شریک ہیں بخلاف رحمت آخرت کے کہ خاص مومنین کیواسطے ہے پس اس وجہ سے رحمٰن میں مبالغہ کامل آیا اور یہ بھی کہا ہے کہ رحمٰن باعتبار لفظ کے خاص ہے اور باعتبار معنی کے عام اس واسطے کہ سوائے ذات باری کے دوسرے کو رحمٰن نہیں کہا جاتا اور باعتبار معنی کے رزاقیت اور رفع رسانی کہ معنی اسکے ہیں شامل ہے جمیع موجودات کو اور رحیم باعتبار لفظ کے عام اور باعتبار معنی کے خاص سوائے اسکے کہ مخلوقات کے اوپر بولا جاتا ہے جیسا کہ تمیں ظالم رحیم اور لطف اور توفیق کہ معنی اسکے ہیں خاص مومنین کیواسطے ہے فخالق نے کہا ہے کہ رحمٰن میں اشارہ طرف ظہور رحمت ذکی کے ہے اور بالا آسمانوں کے اور رحیم میں اشارہ ہے طرف نزول رحمت اوسکی کے اوپر اہل زمین کے آخر بارک نے کہا ہے کہ رحمٰن وہ ہے کہ جو اوس سے سوال کریں بولکرے اور رحیم اوسکو کہتے ہیں کہ جو اوس سے کچھ نہ طلب کریں ناخوش ہو اور غضب میں آوے اور بعضوں نے کہا ہے کہ نعمتیں طرح طرح دینا اور آخرت کے اثنا رحمت رحمانی کا ہے اور دور کرنا بلیات کا اور آفات دارین کا بسبب رحمت رحیمی کے ہے اور بمقتضا یہ اگر رحمٰن ابلغ رحیم سے ہے پس بیچ ترتیب ان اسماء کے کاول اللہ کو ذکر کیا پھر رحمٰن کو پھر رحیم کو مناسبت تنزیلی کے معنی درجہ بدرجہ ذکر ہے کہ پہلے ذکر اسم ذات کا کیا پھر ذکر اوس اسم کا اسماء صفات میں کیا کہ مانند اسم ذات کے ہے پھر اخصاص کے کہ اوسکو اطلاق نہیں ہوتا ہے اسکے اسماء صفات میں سے ایسے اسم کا ذکر فرمایا کہ وہ عام ہے لیکن اس جگہ ایک شبہہ وارد ہوتا ہے کہ جب لفظ رحمٰن کا کہ دلالت اوپر کمال کے کرتا ہے ذکر ہو چکا پھر حاجت ذکر رحیم کی کیا ہے جواب اس شبہہ کا یہ ہے کہ ذکر رحیم کا رافت اور تتمیم کے قبیلہ سے ہے یعنی جو رحمت کہ اوس میں مندرج تھی لفظ رحیم کے ساتھ اوس کا ذکر کیا اسواسطے کہ لفظ رحمٰن کا شامل ہے نعمتوں بزرگ و کلیات اور اصول منافع کو اور لفظ رحیم کا نعمتوں حقیر اور جزئیات اور فروع کو شامل ہے اور یہ تتمیم اس واسطے کی گئی تاکہ بندہ کو بیچ مانگنے حاجتوں چھوٹی چھوٹی کے مثل نمک کے اور پاپوش کے اور گھاس جانور کے جناب الٰہی سے شرم دامن گیر نہ ہو اور بیدھڑک ہو کر اللہ تعالیٰ سے سوال کرے کیا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر تم اپنی تئیں فقط رحمٰن کہتے حشمت ہماری تیرے دل پر غالب ہوتی اور سہل سہل چیزوں کا سوال ہمسے بے ادبی جانتا تو اب کہ اپنی تئیں رحمٰن اور رحیم کہا ہمنے اجازت اور پروانگی دی کہ ہر حاجت خواہ بڑی ہو خواہ چھوٹی جیسے طلب کرا اوپر یاس کامل حسان ہمندے کے اوپر برخلاف عادت بادشاہوں اور امیروں اور حکمروں دنیا کے ایک کتابہ میں دیکھا گیا کہ ایک شخص نے کسی سہل مقدمہ میں اپنی بیچ حضور بادشاہ کے گذاری بادشاہ نے فرمایا کہ اوسکو تادیب کریں کہ مقدمات سہل کی تئیں سہل دموں سے چاہیے طلب کرنی اس جگہ کمال رحمت الٰہی ظاہر ہوتی ہے کہ بندہ کو ساتھ اس مرتبہ کے دلیر کرنا اور بعضوں نے کہا ہے کہ رحمٰن دلالت کرتا ہے اوپر ان نعمتوں کے کہ ملنا اون نعمتوں کا بندہ سے ہو سکے جیسا کہ زندگی دینی اور قوت شنوائی اور بینائی کی عطا کرنی اور فرزند دینے اور رحیم دلالت اوپر ان نعمتوں کے کرتا ہے کہ آدمیوں کے خیال میں حاصل ہونا اوسکا آدمیوں سے بھی ممکن ہے جیسا کہ تشخیص مرض کی اور معالجہ کرنا ساتھ دوا کے اور تعیین روزینہ کی کہنے اور جاگیر دینے اور امانت کہ بیشبہ جمیع امور معاش اور معاد کے پس گویا فرماتا ہے کہ میں تمام ہوں لطف کنندہ کہ تو میرے حوالہ کرتا ہے میں اوسکو آدمی خوش قامت اور خوبصورت بنا کر حوالہ تیرے کرتا ہوں اور تخم خشک بوسیدہ مگو میں بناتا ہے تو میں اوسکو درخت معہ شاخ اور پتوں کے پھل لانیوالا بنا کر تیرے تئیں سونپتا ہوں میں اور بعبادت ناقص میرے واسطے بھیجتا ہے تو میں اوسکو ایک جمل بلند کر حوریں اور مکانات اور درخت اور نہریں اور سمیں ہوں بنا کر تیرے حوالہ کرتا ہوں اور بھی جیم ہوں میں کہ جو کچھ باپ اور ماں اور خداوند اور مالک اور استاد اور پیر اور طبیب اور خطار اور آقا اور حرفی تیرے ساتھ کرتے ہیں جسے توقع رکھا اور اسی واسطے کہا ہے شعر لکل شیئ اذا فارقتہ عوض ولیس للہ ان فارقتہ من عوض۔ یعنی واسطے ہر شئے کے جو فوت مفارقت ہو جاوے تیری اوس سے بدل ہے اور نہیں ہے واسطے اللہ کے اگر مفارقت کرے تو اوس سے کوئی بدلا۔ اس جگہ ایک شبہہ ہے وہ یہ ہے کہ جو وہ رحمٰن اور رحیم ہے پس کس واسطے دنیا کی چیزیں اور قباحت کی باتیں پیدا کریں اور افعال مذمومہ اور اخلاق نکمے اور غم اور طرح طرح کی سوچ اور فکر اور حاجتیں ساتھ ہمارے لگائیں اور یہ کیا تقاضا رحمت کا ہے جواب اس شبہہ کا یہ ہے کہ حقیقت میں کہ نہ نظر ہماری ہے کہ ان چیزوں کو خلاف رحمت کا جانیں اگر باپ شفیق بیٹے کے تئیں تادیب نکرے البتہ رحمت کے موافق اوس نے کام نہ کیا اور ظاہر میں تادیب صورت تلخی کی ہے لڑکے سے پوچھا چاہیے گیا اوپر گذرتی ہے جس وقت صبح کے وقت اوٹھتا ہے اور اوسکو گھبراہٹ سے بچھونوں سے علیٰحدہ کر کے مکتب میں لیجاتے ہیں اور معلم کردہ صورت کہ کوڑا ہاتھ میں ہے اور چین پیشانی پر پڑی ہوئی ہے اوسکے حوالہ کرتے ہیں اور وہ اوستاد اوسکو فرصت ایک لحظہ کی نہیں دیتا ہے کہ تھوڑا سا کھیل میں مشغول ہو اور آرام کرے پھر جب دن جمعہ کا ہوتا ہے اس بلا سے خلاصی ہوتی ہے حجام کے حوالہ کرتے ہیں کہ ناخن اور بال اوسکے مونڈے پھر جب گھر میں آوے پانی گرم سے اوسکو غسل دیتے ہیں اور میل بدن سے کیسہ ملکر دور کرتے ہیں اور جو کھیل کو صورت بادھنی کی ہو جاتی ہے پانی اور کھانا اور کاہ بند کرتے ہیں تمام گھر کو دیکھتا ہے کہ کھانے لطیف اور بسیار تیار ہوئے ہیں اوپر پیتیوں اور ایک لقمہ اور ایک گھونٹ کے واسطے ترستا ہے اور

وجہ زیادہ کرتا ہے کوئی نہیں سنتا ہے پس یہ باتیں صورت مآل عذاب کی ہیں اور حقیقت میں عین رحمت ہے من لم یرد بہ الاہوان ادبہ الملوان اگرچہ طفل ناقص العقل ہرگز نہیں سمجھتا ہے کہ یہ سب بیچ حق اوسکے رحمت ہے پس جو کچھ روز وشب جہان میں محنت اور بلا ہے حقیقت میں رحمت اور نعمت ہے عَسٰۤى اَنْ تُكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰۤى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ قصہ حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کا عبرت کے واسطے اس مقام میں کافی اور شافی ہے جس جگہ ایسے پیغمبر اولوالعزم کے تئیں سر ابعضے فعلوں کی کے ظاہر نہ سمجھے اور حضرت خضر کے اوپر انکار رہے پیش آئے دوسروں کو کیا بتک کشف ظاہر عالم کا بھی میسر نہیں حکمتیں اللہ تعالیٰ کی معلوم کرنی کیونکر ممکن ہو طریق عام اور خاص کا یہ کہ اوسکو رحیم مطلق اور رحمن برحق اعتقاد کریں اور اپنے تئیں مثل طفل ناقص العقل کے سمجھ ایش ہیں پہچانیں کہ ہرچند وہ لوگ کا کوشش کرے ہرگز وجہ تعذیب وزنا دیب والدین کی نہیں سمجھتا ہے اور اس جگہ نہ جانا چاہیے کہ جو چیزیں دنیا اور آخرت میں خلق ہر وارد ہوتی ہیں جانہ قسم کی ہیں قسم پہلی یہ ہے کہ نافع ہی ہو اور ضروری بھی ہو جیسا دم لینا دنیا میں کہ جو گھڑی بھر دم رک جاوے اور ٹوٹ جاوے آدمی مر جاوے اور دشمن معرفت الٰہی کے بیچ آخرت کے کہ جو یک بخلاف سے دوسری قسم دوسری وہ چیز ہے کہ نفع دینے والی ہے اور ضروری نہیں جیسا کہ مال دنیا میں اور کثرت علوم اور میوؤں کے اور اکثر نوافل اور طاعتوں کے آخرت میں تم تیسری وہ ہے کہ وہ ضروری ہے اور نفع دینے والی نہیں جیسے آفات اور امراض دنیا کے اور آخرت میں اس قسم کی کوئی نظیر نہیں چوتھی وہ ہے کہ نہ نفع دینے والی اور نہ ضرور ہی مثل نقر کے دنیا میں اور علاقے آخرت میں پس جو چیز کہ نفع دینے والی ہے خواہ دنیا میں خواہ آخرت میں تقاضا رحمت خاص کا ہے اور وہ کہ ضروری ہے خواہ دنیا میں خواہ آخرت میں تقاضا رحمت عام کا ہے پھر کل عالم کا ہو کل عالم کا تعلق اوس کا تعلق ہے اور وہ کہ نافع دینے والی ہے اور نہ ضروری ہے بھی دنیا میں اور بھی آخرت میں تقاضا رحمت اضافی کا ہے یعنی بہ نسبت بعضوں کے رحمت ہے تفصیل اسکی یہ ہے کہ جو دنیا میں فقر منوتونگری اور جو لوازم امراض کے ہیں بادشاہت اور امارت وغیرہ کی صورت ظاہر نہ سواس واسطے کہ جسکے کسی کو کسی کی طرف احتیاج نہ ہو کس واسطے بیچ سرانجام کاموں کے وہ اپنی تئیں ذلیل کرے اور اوقات اپنی کو بیچ تابعداری اور امراء اور نوابی اوسکے خرچ کرے پس یہ سب منصب برہم ہو دیں اور بالکل انتظام جڑے اوکھڑ جاوے بلکہ بنا ایک جگہ اور جمع ہونا بنی آدم کا اور مدد کرنا دوسرے کی کرنی بالکل یکقلم جاتی رہے اور خلقت انسانی مثل خلقت جانوروں کے پراگندہ اور بے سروپا پس رحمت اضافی اللہ تعالیٰ کی کہ بہ نسبت ہر منصب اور مرتبہ اور ہر حرفت اور پیشہ کے کہ تعلق پکڑے ہوئے ہے تقاضا کرتی ہے اوس فقر اور احتیاج اور لواحق ہونے مرضوں اور مصیبتوں اور آفتوں کے ہوئی فرض کیا چاہیے کہ بیچ جہان کے جو رنہو تو چوکیدار کیا کریگا اور اگر بیماری نہو طبیب اور عطار اور جراح اور اسپتری مطلق بیہودگی ہو اور اگر فقر اور احتیاج نہو بادشاہ بے لشکر اور امیر بے خدمتگار کے اور تاجر بے گماشتہ کے اور متصدی بے پیشکار کے کیا کریں اس جگہ سے حقیقت رحمت الٰہی کی ظاہر ہوئی کہ بیچ ہر شہر کے ایک آفت مخفی ہے اور باوجود اسکے آفتیں اور بلائیں خلق بھرتی تمام عالم میں پراگندہ گردی ہیں بہت بادشاہ قدرت والے مضوں میں گرفتار ہیں اور محتاج طبیبوں اور عطاروں اور دوا سازوں کے ہیں اور بہت فقیر ہیں کہ کسی سے خوف نہیں رکھتے ہیں اور ساتھ امن تمام کے گذارتے ہیں حاجت لشکر اور چوکیدار کی نہیں رکھتے ہیں اور بادشاہ اور امیر اور نوکر رشک اونکے حال پر لجاتے ہیں پس مرض بادشاہ کا رحمت عظیم ہے طبیبوں کے حق میں اور مفلسی اور احتیاج طبیبوں کی رحمت ہے بادشاہوں کے حق میں اور اوپر اسی کے قیاس کرنا چاہیے تمام آفتوں اور بلاؤں کو کہ ظاہر میں خلاف رحمت کا دکھائی دیتی ہیں یہ بات ہے کہ کسی کو مخلوقات میں سے سب قسم کی رحمتیں نہیں ہی ہیں والا انتظام عالم کا فاسد ہو جاوے اور صفت قہر اور غضب کی بے مظہر رہے۔ اس جگہ ایک نکتہ باریک ہے کہ حضرت مریم کو ایک رحمت عطا کی کہ سبب نجات اونکی کا طعنہ کفاروں بدبخت کے سے ہوا جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا ہے وَلِنَجْعَلَهٗۤ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا اور تمام امت مصطفوی کو بھی ایک رحمت عمدہ تر عنایت فرمائی ہے کہ وہ وجود باجود رسول مقبول کا ہے جسکے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ پس کیا بعید ہے کہ بسبب اس رحمت کے عذاب دوزخ کے سے خلاص ہوں اور وہ چیز کہ متعلق ساتھ مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کے ہے وہ یہ ہے کہ مقتضا عدالت کا فرق کرنا درمیان نیکی کرنیوالے اور بدی کرنیوالے اور مطیع اور عاصی اور موافق اور مخالف کے اور یہ فرق ظاہر ہونگا مگر قیامت کے دن اس واسطے کہ اگر دنیا میں نیکوں کو نعمت اور دولت اور صحت دیویں اور بدوں کو فقر اور مصیبت اور مرض حوالہ کریں کل آدمی باطبع راہ نیکی کا اختیار کریں اور بدی سے پرہیز کریں بباعث طمع حصول دولت اور عافیت کے اور ایمان کی جہت سے نیکی نہ قبول کریں پس اگر تکلیف کا برہم جاوے اور کام نیک بلا اختیار آدمیوں سے ظاہر ہو دیں بے ساتھ حکم الٰہی کے اسی واسطے دن جزا کا جدا مقرر کیا اور دن عمل کا جدا تاکہ حقیقت تکلیف اور معاملہ امتحان کا متحقق ہوئے جانا چاہیے کہ اس جگہ دو قرأتیں صحیح اور متواتر ہیں مالک در ملک اور دونوں طرح سے پڑھنا اس کا درست ہے لیکن عمل اوسنے بیچ ترجیح کے کلام کیا ہے کہ کون سی قرأت افضل ہے جو لوگ کہ قرأۃ مالک کی پڑھتے ہیں کئی وجہ سے اس قرأت کو ترجیح دیتے ہیں اوّل یہ کہ مالکیت عام ہے اس واسطے کہ آدمی اور غیر آدمی کیساتھ بھی متعلق ہوتی ہے بخلاف ملک و بادشاہت کے کہ خاص آدمیوں کے ساتھ ہے دوسرے یہ کہ مالک کو اوپر مملوک کے کمال قدرت کے اگر چاہے مملوک اپنے کو بیچ ڈالے یا بخشے بخلاف بادشاہ کے کہ یہ قدرت رعیت کے اوپر نہیں کھتا ہے تیسرے یہ کہ بہ نسبت مالکیت کی قوی زیادہ نسبت بادشاہت کے ہے اس واسطے کہ ملوک کے تئیں ملک مالک سے نکالنا ممکن نہیں اور رعیت کو ممکن ہے کہ رعیت ہونے بادشاہ کے ساتھ اختیار اپنے سے نکل جاوے چوتھے زیادتی مرتبہ مالک کی بہ نسبت مملوک کے اعلیٰ ہر زیادتی مرتبہ بادشاہ کے سے بہ نسبت رعیت کے اس واسطے کہ مملوک کمتر درجہ ہے رعیت سے پس غلبہ اور قہر مالکیت میں زیادہ ہوتا ہے بادشاہت سے پانچویں غلام کو خدمت مولی کی واجب ہے اور رعیت کو خدمت بادشاہ کی واجب نہیں چھٹے غلام بغیر اذن مالک کے کچھ نہیں کر سکتا بخلاف رعیت کے کہ بدون پروانگی بادشاہ کے کام کر لیتی ہے ساتویں بندہ کو طمع خاوند سے لازم ہے اور بادشاہ کو رعیت طمع ہوتی ہے آٹھویں نہایت

بیان اوس چیز کا جو متعلق ساتھ مالک یوم الدین کے ہے

اور بے خبر کہ کہ بادشاہ سے امید ہے عدل اور انصاف ہے اور ہیبت اور سیاست اور غلام کو کہ مولا اپنے سے امید ہے طرح طرح کی چیزیں میں خوراک اور پوشاک اور پرورش اور مہربانی اور رحمت پس قرارت مالک کی میں زیادہ ترامید جناب الٰہی میں لگتی ہے اور آدمی کو احتیاج طرف بخشش اور تربیت اور مہربانی اور رحم کے زیادہ ہے احتیاج ہیبت اور سیاست اور عدل اور انصاف سے جیسے حدیث قدسی میں آیا ہے یَا عِبَادِی کُلُّکُمْ جَائِعٌ اِلَّا مَنْ اَطْعَمْتُہٗ فَاسْتَطْعِمُوْنِی اُطْعِمْکُمْ یَا عِبَادِی کُلُّکُمْ عَارٍ اِلَّا مَنْ کَسَوْتُہٗ فَاسْتَکْسُوْنِی اَکْسُکُمْ یعنی اے میرے بندو سب تم بھوکے ہو مگر وہ شخص کہ اوسکو کھلاؤں میں پس کھانا مجھے مانگو تم تا کہ کھانا دوں میں تمکو اے میرے بندو سب تم برہنہ ہو مگر وہ کہ پہناؤں میں اوسکو پس طلب پوشاک کی کرو تم مجھ سے تا کہ پوشاک دوں میں تمکو فوت بادشاہ جس نعمت موجودات لشکر اپنی کی بتلایا ہے بڑھے اور ضعیف اور شکستہ حال اور مریض اور عاجز کو نظر سے دور کرتا ہے اور مالک جس قت شخص غلاموں اپنے کا کرتا ہے اور ضعیفوں اور مریضوں اور بڈھوں کے زیادہ ترحمت فرماتا ہے اور ساتھ معالجہ اور اعانت کے مشغول ہوتا ہے پس مرتبہ مالک کا بہتر مرتبہ بادشاہ کے سے ہے دسویں مالک پڑا ایک حرف بیٹھتی ہے مالک کے لفظ سے پس اسکے پڑھنے میں ثواب زیادہ ہے گیارھویں قیامت میں بادشاہ بہت ہونگے اور سب ساتھ حالت اپنے کے گرفتار اور مالک سوائے خدا کے کوئی نہوگا بارھویں بندہ کو ساتھ خداوند اپنے کے اتصال زیادہ ہے رعیت کے اتصال سے ساتھ بادشاہ کے اسی واسطے نفیس بیان کیا جاتا ہے کہ جو خادم کسی غلام کیلئے نیت سفر کی یا نیت اقامت کی کی بے اختیار سافر اور مقیم ہوتا ہے بخلاف رعیت کے اور جو لوگ لفظ ملک پڑھتے ہیں کہتے ہیں کہ ہر بادشاہ مالک ہے اور ہر مالک بادشاہ نہیں پس وصف بادشاہی کی بہتر وصف مالکیت کی سے ہے اور یہی حکم بادشاہ کا اوپر مالک کا نافذ ہے اور حکم مالک کا اوپر بادشاہ کے نافذ نہیں اور کبھی سیاست بادشاہ کی اقوی اور اتم و اشمل اور اعم ہزار مالک مقابل ایک بادشاہ کے نہیں کر سکتے اور مالک بہت سے شہر میں وجود ہیں اور بادشاہ سوائے ایک شخص کے نہیں ہوتا ہے اور لفظ رب العالمین لالت دیتا ہے مالک پڑھنے کی کراس جگہ بھی لفظ مالک پڑھا جائے تکرار لازم نہ آتا ہے اور بھی لفظ ملک کا نوذوذ ناخنی میں واقع ہے اور مالک اوس جگہ نہیں ہاں مالک الملک تو وہ نام میں موجود ہے کہ یعنی مالک کے ہو اور بھی لفظ ملک کا بیچ آخر قرآن کے مذکور ہے یعنی مَلِکِ النَّاسِ اور ختم کلام کا اشرف چیز پر ہوتا ہے پس شروع کلام کا بھی سا تھ اوسی چیز کے مناسب دکھلائی دیتا ہے اور اطاعت بادشاہ کی اوپر کل کے واجب ہے اور اطاعت مالک کی واجب نہیں گر اوپر مملوکوں اوسکے کے یہ مذکور وجوہ تربیت حق و دلوں قراتوں کا تھا اور ان وجوہ میں جنمیں میں پہلی قراءت کی وجوہ میں اس سبب سے نہیں ہے کہ بادشاہت کے ساتھ خیر آدمیوں کے تعلق نہیں کرتی وجہ اوسکی یہ ہے کہ سوائے آدمیوں کے اور چیزیں متنعم اور نہی بادشاہ کی کا نہیں سمجھتے ہیں اور بادجود اسکے حضرت سلیمان علیہ السلام کو عام بادشاہی بھی حاصل تھی اور بادشاہت میں ساتھ ایک وجہ کے عموم تھی اس واسطے کہ بادشاہ کو غلبہ اور قہر اوپر غلاموں اور دیگر اشخاص کے حاصل ہوتا ہے اور اوپر لوگوں کے اختیار کامل ہے اور رعیت کو نکلنا ولایت بادشاہ کی سے اس صورت میں ممکن ہے کہ ولایت اوسکی عام نہو اور اس جگہ جو اضافت طرف یوم الدین کے واقع ہوئی عام ہوتا ولایت کا سمجھا گیا اور غلام کا فرحربی کے واسطے جانے کہ دار الاسلام میں بھاگ چلا آئے اور ملک مالک سے باہر ہو بلکہ اسکو ضرر عام جائز ہے کہ مولی اپنے کو مغلوب کر کے غلام بنالے اور جیسا کہ غلام کے نہیں خدمت آقا اپنے کی واجب ایسے ہی رعیت کو نرمانبرداری حکم بادشاہ کی واجب ہے اور یہ بھی ایک قسم خدمت ہے اور غلام کو کبھی مستقل ہونا بیع کسب کرنیکے ساتھ جائز مولی کے حاصل ہوتا ہے چنانچہ کتب فقہ میں بعد اذون کی بحث میں مذکور ہے اور رعیت کو انذکر نا حقوق اور اجرائے حدود اور قصاص کا بدون اذن بادشاہ کے متصور نہیں اور خاوند اور مولی کو ہر چند کہ طبع غلام کے مال میں نہیں ہے لیکن بیچ خدمت غلام کے اور اور منافع میں ہیبت تام رکھتا ہے اور بھی مولی کو اوپر غلاموں اپنے کے ہیبت اور سیاست ہوتی ہو اور عطوفت اور مہربانی اور رحمت اور تربیت کی بادشاہ سوا بھی رعیت کے ضعیفاً آدمیوں کو امید ہوتی ہو کہ دمہ بادشاہ کے واجب کہ ضعیفوں کو کھانا کپڑا اور دوسرے حوائج ضروری ماعاش صنعتے کے پہونچائے اور بادجود اسکے مدت ہیبت اور سیاست کی زیادہ ہوتی ہو اور اسواسطے بادشاہ رعیت کو دشمنوں سے محفوظ رکھتا ہو اور یہ بہترین انواع تربیت اور عنایت کا ہو اور کثرت ثواب کے سبب جو قوی اور صوت بلند ہو کہے ثواب میں برابر ہوں اور اگر کلمہ بھولے حرفوں والا اشرف اور افضل ہو بہت حرفوں والے کلمے سے پس ایسی صورت میں ثواب چھوٹے کلمے کا بھی زیادہ ہوگا چنانچہ سورۂ اخلاص بہ نسبت دوسری سورتوں کے اور باوجود اسکے بھی کہ سکتے ہیں کہ لفظ ملک کا چھوڑا ہے لفظ مالک کیلئے پس مالک بہتر ہوا سواسطے کہ بیچ پڑنے لفظ مالک کے طول لازم آتا ہے کہ جاتا ہو ہے عام رہنے عام موجود آجانے اور عام کا زنا اور کا مکمن ہو اور وہ نہیں کہ بیچ وجوہ قرارت ملک کے ہیں یہ ہیں کہ بادشاہت بادشاہ کی مالکیت مالک کی نسبت اوس صورت میں عام ہوتی ہے کہ مالک کی اضافت طرف کل موجودات کے تکرار لی دوسرے جگہ اوس وقت کہ مالک کی حرف یوم الدین کے ہو کر طرف بعض موجودات کل عموم میں دونوں لفظ برابر ہونگے اور حکم مالک کا بادشاہ کا نافذ نہیں اس جہت سے ہو کہ بادشاہ کی ملک بعض خلق میں اور اس جگہ ذکر نہ ہوا مالک کا کہ مالکیت اوسکی شامل تمام بادشاہوں اور رعیتوں کو ہے اور سیاست مالک کی کہ رہے زیر دست ہر تمام بادشاہوں کی سیاست اقوی ہے اور مالک کے مقابل بادشاہ کا نہیں ہو سکتا وہی مالک کا مالکیت کسی عام نہیں تو اور نہ کہا ہے کہ شہر میں ملک بہت ہوتے ہیں اور بادشاہ سوائے ایک کے دنی کے نہیں ہوتا یہ بھی اوسی مالک میں ہے کہ ملک کی شامل نہو اور اس جگہ ملک علی الاطلاق ہے کہ سوائے اوسکے کوئی مالک نہیں اور نہ کہا ہے رَبِّ الْعَالَمِیْنَ کا بعد رب النعالمین کے تکرار نہیں اور یہ لازم نہیں کہ جو نو دو نام میں ہو افضل و اعلی غیرسے ہو جیسا کہ ظاہر ہے اور نو دو نام میں ہر گاہ کہ مالک الملک مذکور ہوا اوسکے ضمن میں بھی ذکر ہو گیا اسواسطے کہ ذکر مقید کا مستلزم ذکر مطلق کا ہو اور لفظ ملک کا کہ آخر قرآن میں مذکور ہوا اس لئے افضلیت ثابت نہ ہو کہ تخصیص کا اوس جگہ کچھ وجہ دوسرا فائدہ منظور نہو اور غیر کلام اللہ میں اس لفظ کے لانے کا فائدہ اور ہے جیسا کہ آجاویگا انشاء اللہ تعالیٰ بہرحال وجوہ ترجیح کی دونوں طرف سے موجود ہیں اور تو اتر دونوں قرأت میں موجود ہے پس تطویل کلام کی اس جگہ محض فضول ہونا چاہا ساتھ اور تعمق کے ہم شغول ہوتے ہیں جانا چاہیے کہ لفظ یوم کا عرف میں ابتدا طلوع آفتاب سے غروب تک کے تک لیتے ہیں اور شرع شریف

میں طلوع صبح صادق سے تاکہ آفتاب غروب ہونے اور کبھی ساتھ معنی مطلق وقت کے آتا ہے خواہ دن ہو خواہ رات ہو خواہ ماہ جیسا کہ کہتے ہیں جس روز فلانا آوے ایسا ہوگا یعنی جس وقت فلانا آوے اور بھی کہتے ہیں کہ روز صفین کے ایسا ایسا واقع ہوا اور روز خندق کے ایسا اتفاق پڑا صالانکہ یہ تینوں محل دونوں کی تھیں پس اس جگہ جو یوم کی اضافت طرف دین کے کی گئی علم ہوا کہ اس سے مطلق وقت ہے اور جدا کی ابتدا لفخ ثانیہ سے ہوا اور انتہا اور اسکی یہ ہے کہ بہشتی بہشت میں اور دوزخی دوزخ میں چلے جاویں اور آگے جو اس درمیان میں قائم ہوت اور حالات بنیاد ہوویں گے لیکن مقصود سب چیزوں سے جزا ہے اسواسطے اضافت یوم کی طرف دین کے کی گئی اور دین کے معنی جزا کے ہیں اور ہر چند کہ بعضے وقتوں میں نیابت بھی صورت جزا کی پائی جاتی ہے مگر اصلی جزا کا اقام صرف اور استقام صرف ہووینا میں نہیں ہوسکتا ہے اس واسطے جو انعام کہ دینا میں پایا جاتا ہے ملا ہوا ساتھ ایک نوع استقام کے ہے اور ایسے ہی جو انتقام کہ دینا میں ہے ملا ہوا ہے ساتھ طرح طرح کے الم کے[1] باقی رہی یہ بات کہ حمد کو اور پاس مالکیت کے کسواسطے متعلق کیا اور مالکیت کی جہت سے استحقاق حمد کا کس واسطے ہے جواب یہ ہے کہ اوس دن میں بزرگی فضل اور احسان خالق تعالیٰ کی کمال مرتبہ کے ساتھ ظاہر ہوگی کہ ایک کلہ پر اور اوپر عمل ایک عمر کے ثواب غیر متناہی کے ہمیشہ باقی رہے عنایت فرماویگا اور ایسا ہی کمال عدل اوسکا بھی اوس دن ظہور فرماویگا[2] کہ فرق کرنا درمیان نیک اور بد کے مقتضائے کمال حکمت کا ہے اور اس وجہ سے بھی مالکیت جزا کے سبب استحقاق حمد کا ہوسکتی ہے جزا فی نفسہ ایک بڑی عمدہ نعمت ہے کہ اصلاح ظاہر اور باطن کی کرتی ہے اور چاروں قوائے کی کو کہ پیروی شہوت اور غضب سے جمع ہوجاتے ہیں دفع کرتی ہے اور حال تمدن اور اجتماع کا ساتھ اسکے سرانجام پاتا ہے اور یہ وجہ بھی ہوسکتی ہے کہ مَالِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ ایسی صفت ہے کہ رتبہ اسکا بعد رحمٰن و رحیم کے ہے کہ رحمت خاص حقیقت میں سعادت ہمیشگی کی ہے کہ ظہور اس سعادت کا دن جزا کے ہوگا اور ربوبیت کی بھی مالک یَوْمِ الدِّیْنِ فرع ہے اس واسطے کہ انجام ربوبیت کا اصلاح کرنا ظاہر اور باطن انسان کا ہے تاکہ سعادت ابدی کی طرف ہو پہنچاوے اور ربوبیت مقتضائے الوہیت کا ہے پس ہر صفت کو اوپر صفت اوپر والی اپنی کے ترتیب سے یعنی مافوق والی کے سبب سے وجود نیچے والی صفت کا ہونا چاہئے کہ اس سورہ میں دو مضمون ہیں ایک حمد اور ثنا کا بیان بندہ کی سے جانب الٰہی میں مرضی ہوتی ہے دوسری خواہش اور چاہنا مطلب کا کہ بعد حمد اور ثنا کے منظور ہے اور اس سورہ میں پانچ نام اللہ تعالیٰ کے ذکر ہوئے ہیں اَللّٰہِ رَبِّ رَحْمٰنِ رَحِیْمِ مَالِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ کہ اسکے اور بیان کے ایک معنی ہیں اور ان پانچوں ناموں کو ساتھ دونوں مضمونوں کے کمال ربط ہے حمد کیساتھ اسواسطے اپہلے حمد یا عتبار کمال ذاتی اللہ تعالیٰ کے ہے کہ لفظ اللہ سے سمجھا جاتا ہے بعد اوسکے حمد یا عتبار عطا کرنے وجود اور توابع اوسکے کے ہے اور ربوبیت کے ساتھ اہم رب کے بھی معنی میں تبعد اسکے حمد یا عتبار آسانی اور میسر کرنے اسباب معاش اور گذران دنیا کے ہے کہ یہ بھی نعمت ہے اور لفظ رحمٰن کا بھی مفہوم ہے بعد اوسکے حمد یا عتبار یہ کہ فیض اسباب اصلاح معاد کے ہے اور یہ مضمون رحیم کا ہے بعد اسکے حمد یا عتبار جزا کے کہ حصول دین کا اور پکا کرنے حمد اور شکر کے یا ترک کرنے اوسکے کے موقوف ہے اور دوسرے مضمون کے سے ساتھ ربط اس طرح سے ہے کہ جن چیزوں کا سوال منظور ہے کئی چیزیں ہیں اوّل عبادت اور یہ الوہیت کا مقتضا ہے دوسرے استعانت اور وہ مقتضائے ربوبیت کا ہے تیسرے ہدایت اور وہ مقتضائے رحمانیت کا ہے چوتھے استقامت اور یہ مقتضی رحیمیت کا ہے پانچویں انعام اور یہ مقتضائے مالکیت کا ہے وقت استقامت کے اور غضب بھی مقتضا مالکیت کا ہے مگر یہ صیغہ صفت عدم استقامت کے اور بعضوں نے وجہ خاص کہنے ان پانچ اسموں کی بعد حمد کے اس طرح بیان کی ہے کہ حمد اور ثنا درمیانی آدمیوں کی ان چار وجہوں میں سے ضرور کسی کے ساتھ ہوتی ہے اوّل باعتبار کمال ذاتی کے اور اوسکی ذات میں پایا جاوے گو کہ وہ محمود صاحب احسان نہ ہو دوسرے وجہ تعریف کی یہ ہوتی ہے کہ احسان اوس شخص کا طرف تعریف کرنیوالے کے پہونچا ہو تیسرے اس طرح پر ہوتی ہے کہ امید اور توقع احسان کی اوس سے رکھے چوتھے وجہ تعریف کی خوف اور ڈر غصے اوسکے سے پس کمال ذاتی کو ساتھ لفظ اللہ کے بیان کیا کہ اسم ذات ہے اور دلالت اور پر استحقاق کما اللہ کے کرتا ہے اور پہونچنا احسان کا بسبب عنایت کرنے وجود کے اور توابع اوسکے کے ساتھ لفظ رب العالمین کے ارشاد کیا اور اصلاح معاش و معاد کی کہ یہ بندے کو امید اوسکی جنابت سے ہے ساتھ دو لفظ رحمٰن اور رحیم کے ظاہر ہوئی اور خوف اور ڈر کو دن جزا کے ساتھ مَالِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ کے بیان کیا پس گویا ایسا ارشاد ہوا کہ جو بندے تعظیم میری واسطے کمال ذاتی میرے کے کریں پس لائق اوسکے ہوں مرا اس واسطے کے نام میرا اللہ ہے اور جو باعتبار احسان کرنیکے ثنا میری بجالاویں بھی مستحق اوس کا ہوں میں کہ رب العالمین صفت میری ہے اور اگر بسبب توقع انعام اور احسان میرے کے کرینگے اور آخرت میں پایا جاوے تعریف میری کریں بھی گنجائش اسکی ہے کہ رحمٰن اور رحیم ہوں اور جو خوف عذاب میرے کے حمد اور ثنا کریں بھی روا ہے کہ مالک روز جزا کا ہوں

رباعی من بندگیت بجانیارم چکنم ۔ احسان بتلکہ زیر بارم چکنم ۔ خوبیست تراو بیم دامید ترا ۔ ہیچم کہ دجود از تو دارم چکنم ۔ اور یہ بھی کہا ہے کہ تخصیص ان پانچ اسموں کی اس واسطے ہے کہ نعمتیں عمدہ آدمی کے اوپر آثار ان پانچوں ناموں کا ہے اسواسطے کہ پہلے آدمی کو بتقاضا الوہیت کے عدم سے طرف وجود کے لائے اور پھر ساتھ طرح طرح کی نعمتوں کے تقاضائے ربوبیت کے پرورش کیا پھر گناہ اور عیب اوسکے دنیا میں پوشیدہ رکھے اور رسوا نہ فرمایا اور یہ مقتضائے صفت رحمانیت کا ہے پھر گنجائش توبہ کی دی اور اگر توبہ کرے قبول کرے اور بخشے اور یہ بمقتضائے صفت رحیمی کے ہے پھر موافق اعمال اوسکے کے جزا دیگا اور یہ مضمون مَالِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ کا ہے ۔ اب بیان اوس چیز کا ہوتا ہے جو اِیَّاكَ نَعْبُدُ سے تعلق رکھتی ہے اس کلمہ میں تقدم مفعول کی فعل کے اوپر ہے اور اہل عربیت کے نزدیک تقدیم

بیان مالک یوم الدین کا

---

[1] یعنی دنیا میں ہر شخص کے حق میں دو طوائف موجود کسی وجہ سے لطف اور کسی وجہ سے قہر بخلاف آخرت کے کہ جو لوگ بہشت میں چلے گئے اون کو کسی طرح کا رنج نہ ہوگا اور جو دوزخ میں گئے وہ کسی طرح کی راحت نہ ہوگی ۱۲ منہ مدظلہ

[2] کہ با وجود پائے جانے اسباب مخفہ کے اور قدرت انتقام کے جزا دینے میں تجاوز نکریگا اور مناسب اعمال و اعتقادوں کے جزا دیگا اور ایسا ہی حکمت اوسکی ہی ظاہر ہوگی ۱۲

معنوں کی اختصاص کا فائدہ دیتی ہے یعنی کسی کی سوائے تیسرے عبادت نہیں کرتا ہوں میں اور آگر مفعول کو مقدم نہ کریں اور یعبدک کہا جائے اختصاص نہیں سمجھا جاتا ہے اور وجہ خاص ہونے عبادت کی اوسکی ذات پاک کیواسطے یہ ہو کہ حقیقت عبادت کی نہایت ذلیل ہونا ہے واسطے نہایت تعظیم غیر کے جو اختیار سے صادر ہو جس کو قوت عبادت کے معنوں میں یہ قیدیں معتبر ہوئیں پس جو تذلل کہ اختیار سے نہو بلکہ کسی کے زور سے وہ تذلل ہوا تو اسکو عبادت نہیں کہتے اور ایسے ہی تعظیم کو کہ نہایت درجہ کی نہو اور سکو بھی عبادت نہیں کہتے اور ایسے ہی جو تذلل کہ بلا اعتقاد پایا جائے بھی عبادت میں شمار نہو کا اور عبادت حقیقی کے لائق کوئی نہیں مگر وہ ذات کہ جسکی طرف سے نہایت درجہ کا انعام اس شخص کو پہونچا ہو پس وہ ذات اللہ تعالیٰ کی ہو کمال درجہ انعام کا اور سکا کام ہے تفصیل اسکی یہ ہے کہ بندے سے پہلے حال میں ماضی اور حاضر اور مستقبل یا ضی کا حال اپنی پیشگاہ پس بندہ پہلے ایک وقت کے کہ نیست اور نابود تھا بعد اوسکو عدم سے طرف وجود کے لائے وَقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْئًا پھر بہ حالت نطفہ ہونیکے مردہ تھا اوسکو زندگی کی مُنْتُمْ أَمْوَاتًا فَأَحْيَاكُمْ پھر جاہل تھا اوسکو تعلیم کیا اور اسباب علم کے کہ حواس اور عقل ہیں اوسکو بخشے أَخْرَجَكُمْ مِنْ بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ لَا تَعْلَمُونَ شَيْئًا وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ یہ اسیر حاضر یعنی حال کے فعل کا پس جانتوں اوسکی حد شمار سے زیادہ ہیں اول عمر سے آخر تک طرح طرح کی حاجتیں قلب کرنی چاہئیں کہ کسقدر پہنچتی ہیں اور باوجود اگنوں تقصیروں اور نافرمانیوں کے کہ دمبدم اوس سے سرزد ہوتی ہیں حاجتیں اوسکی رفع ہوتی چلی جاتی ہیں اور کمال فضل اور احسان سے کار برآری اوسکی ہوتی رہتی ہے اسپر حال آیندہ کا پس بتلا موت سے پہونچے جنت تک طرح طرح کے انعام اور بچانا انواع عذاب سے اوسکی ذات امید ہے پس بندے کو کسی حال میں جائے پناہ سوائے ذات اوسکی کے نہیں پس بندہ کی عبادت کا بھی مستحق وہی ہے اور کوئی نہیں سوا اوسکے اور جو چیز کہ جہان میں دیکھی جاتی ہے یا ایسی شے ہو کہ نفع اوسکا حال ہو یا پہلے وجود سے تھا اور یا بعد عدم ہونے کے ہوگا مثل آفتاب اور ماہتاب کے اور دریا اور زمین اور پہاڑ کے یا نفع اور بیکار زمانہ گذرے ہوئے کے پہونچا بعد اوسکے منقطع ہوا مثل باپ دادوں کے اور دودھ پلانیوالی کے اور مانند تخم کے کہ توقع اوس سے لگے کہ ہو جیسے کہ امیدوار واجب پاک کی اور ایسا نفع کہ شمول حال میں بندہ کیواسطے ثابت ہوا ہے اللہ کی ذات سے منصور ہو اس واسطے کہ جو چیز ہوائے اللہ کے ہو ممکن ہے اور محتاج طرف ذات اللہ کی ہے اور جو کہ محتاج ہو تا ہے پہنچ نفس نہ لے گا کہ فوتا ہے پس فائدہ غیر کو پہنچانیوالا بے تائید غنی مطلق کے کہ رکا کرنیوالا جاہتوں مخلوق کا ہو ممکن نہیں پس استحقاق عبادت کا سوا اوسکی ذات میں ہو اور اسواسطے فرمایا ہے وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ اسے ہم اوپر اس مطلب کے کہ بعضے محدثین شہر کے کہتے ہیں کہ ہرگاہ کہ اللہ تعالیٰ بے نیاز مطلق ہو ہماری عبادت کی پروا نہیں رکھتا ہے پس ہمکو کیا ضرور ہو کہ مشقت سے فائدہ اوٹھاویں اور سمجھیں اس میں کیا ہے کہ تمام دنیوں میں اللہ کی عبادت واجب ہے اور اس بات پر سب کا اتفاق ہی جواب اس شبہہ کا یہ ہے کہ اللہ جل شانہ بسبب کمال ذات اور صفات اور افعال اپنے کے تقاضا اس امر کا کرتا ہو کہ جو شخص ظالی نقصان سے ہو اسواسطے اوسکے اپنے تئیں پست کرے اور ذلیل ہونا اپنا آگے اوسکے ظاہر کرے اور نہایت درجہ کی تعظیم اوسکی بجالاوے واسطے رعایت حکمت کے اور وہ یہ ہو کہ وضع کل شئ فی مرتبتہ یعنی رکھنا ہر شے کا اپنے مرتبہ پس واجب کرنا عبادت کا مقتضائے حکمت کا ہے نہ اس جہت سے کہ اوسکو کچھ حاجت عبادت کی ہو یا نفع اوسکا ہے اور ظاہر ہے کہ جس شے کو صاحب کمال تقاضا کرے بیچ مقابلہ اوسکے کے صاحب نقصان ذلیل اور پستی کرے دلالت صادات نقصان اور کمال کی لازم آوے اور یہ خلاف حکمت کے اور اسی جہت سے ہے کہ دنیا میں ہر صاحب کمال کی جھوٹے بڑے ظالم اور کم اپنے نزدیک ٹھہراتے ہیں اور واجب جانے عبادت کی یہی وجہ ہے کہ اعضاء اللہ جل شانہ کا دنیا میں خاص کر انسان کی نوع پر اس درجہ کو پہونچ گیا ہو کہ دنیا میں نہیں آتا ہو اسواسطے کہ انسان کو وضع اوسکی ہیئت سے اختصار کیا ہو اور صفات کا ملانے سے کہ وجود اور حیات اور علم اور ارادہ اور قدرت اور سمع اور بصر اور کلام ہے پر تو اوسکے اوپر ڈالا اور تمام جہان اسکے اندر گھیر لیا ہے جیسا کہ تو جانتا سابق میں یہ بیان ہو چکا پس لازم ہوا انسان پر کہ جو نعمتیں اللہ تعالیٰ نے اوسکو عنایت کی ہیں اوسی کے حکم میں صرف کرے اور جس چیز کیواسطے کہ وہ نعمتیں پیدا ہوئی ہیں اوس میں خرچ کرے پس عقل یک نعمت ہے واسطے معرفت کی ہے اور آلات جسمانیہ باتھ پاؤں وغیرہ اسواسطے عطا کئے ہیں کہ اللہ کی عبادت میں لگا سکے اور عبادت نگہبان معرفت کا ہو اگر عبادت ہو تو معرفت کا محفوظ نہیں رہتا بلکہ اگر تامل کیا جائے اصل آدمی کا معرفت ہے اور عبادت اوسکا ثمرہ اور پرتو یا اوسکا ہو اسواسطے کہ صفوت اور توجہ نہایت کا مل ہو جاتا ہے اگر عمل بدن کے موافق عمل قلب کے ہووے اسواسطے کہ اسمیں ان دونکو نہایت ارتباط ہی ہر عمل ان کی کے کو تاثیر ہے بیچ عمل بدنی کے اور ہر عمل بدنی کو تاثیر ہے بیچ عمل قلبی کے پس ایسا کہ پیدا کیا ہوا اوسے معرفت اور عبادت کے ہو اگر یہ دونوں چیزیں ترک کرے بیچ حقیقت میں وہ انسان نہیں اس جگہ سے معلوم ہو کہ عبادت جیسا کہ مقتضی حکمت کا ہو ایسا ہی صورت انسان کی بھی تقاضا عبادت کو کرتی ہو اور اگر کوئی ملحد شبہہ کرے کہ حاجت شرع کی کیا ہے معرفت میں اور عبادت میں عقل بھی کفایت کرتی ہے جواب اسکا یہ ہو کہ عقل کیا دیر طور اوسکے کے نہیں چھوڑا ہو بلکہ اوسکے ساتھ وہم اور خیال لگا ہیں اور یہ دونو عقل سے جھگڑتے رہتے ہیں شاید کہ صرف غلطی میں ڈالدیں اور حیرت چلی جاوے اسواسطے اسکی تائید شرع سے کر دی ہو تا کہ عقل اور ادراک بعضوں امور سے کہ معرفت اور عبادت میں ضرور ہیں عاجز نہ رہیں عقل بمنزلہ بصارت کے ہو اور شرع بمنزلہ شعاع آفتاب کے کہ بدون اسکے دیکھنا اشیاء کا اچھی طرح ممکن نہیں اور بھی آدمی زندگی اپنی میں محتاج طرف اسی کے ہے کہ آپس میں آدمی ایک دوسرے کی مدد کریں اور معاملہ جاری کریں اور نہ اسکی زندگی ایسی نہیں جیسے اور جانور اپنی زندگی کرتے ہیں کہ اونکو حاجت طرف دیگر جنس اپنے کے نہیں اور انسان کو اسی واسطے مدنی الطبع کہتے ہیں یعنی اسکی طبیعت اسطرح پر مخلوق ہوئی ہو کہ آپسمیں مکر یں اور امر ایک جگہ سے ہنسنے کا اور اجتماع کا اور معاملات اور معاونات کا کہ آپسمیں جاری ہو پائدار اور مضبوط نہ ہے جبتک کہ قاعدے عدل کے مقرر نہوں اور اتفاق آدمیوں کے اوپر قاعدوں عدل کے حاصل نہیں ہوتا ہے جبتک یہ نہ جانیں کہ حکم خدا کا ہے اور اس سے پھرنا نہ چاہیے اور یہ بات حاصل نہیں ہوتی جبتک کہ امید ثواب کی اور خوف عذاب کا نہ ہو اور امید اور خوف دل میں آنے وقت پائدار اور محکم نہ ہو تا ہے کہ صفات اوسکی کرامت اور مروت دل پر گذرتی رہیں اور دل میں ہمیشہ صفات کا رہنا نہیں ہو سکتا مگر اس طرح پر کہ افعال جوارح بھی اوسکے ہمراہ

ہوں اور اسی کا نام عبادت ہے اور یہی کمال انسان کا یہ ہے کہ آئینہ دل کا صفائی اور روشنی قبول کرے اور مقابل نظر اور سکی کے ہموار اور نہایت صفائی دل کی سے فرشتوں کے ساتھ ملجاوے اور اگر اس طرح نہو تو زنگ آئینہ دل کی بسبب پیروی کرنے خواہشوں نفس کے بڑھتی جاویگی اور جو پایا ہے رتبہ کو ہو پنچا دیگی اور صفائی آئینہ دل کی حاصل نہیں ہوتی مگر ساتھ مجاہدہ کے اور حقیقت مجاہدہ کی ہو کھا ڈالنا اور دور کرنا نا پاکیوں و جہانیوں کا ہر قسم جایاں دل کی ہیں اور رفع کرو نت جدا ہو نیکے کمال ملہم ہیں پنچاتے ہیں اور تا یکیوں روحانی کا دور کرنا اور اون کا بکھیڑا بغیر عبادت کے متصور نہیں اور ہمیشگی عبادت کی اسی سے ہوگا دل کو بسبب مشاہدہ کے نورانی کر دیتی ہے اور زبان کو ذکر کے ساتھ مشرف کرتی ہے اور دیگر اعضا و جوارح کو خدمت کے ساتھ نیک و زینت دیتی ہے پس عبادت ظاہر میں دلیل ہے باطن میں کمال عزت اور زینت کے اور باوجود اسکے جو کوئی عبادت میں تہیدلی کے ساتھ مشغول ہوتا ہے ایسی لذت اور خوشی اوسکو حاصل ہوتی ہو کہ بیان میں نہیں آتی ٹھنڈک آنکھوں کی اور روشنی دل کی اور خوشی رنج کی سب اسمیں موجود ہیں اور جو کوئی انکار لذت عبادت کا کرے اوسکی مثال نامرد کی ہو کہ لذت جماع کی جانتا نہیں بر واسطے انکار کرنے ہیچ حاصل نہ دے اور زیادہ ہو کہ دیکھے کسی کی لذت کا منکر اور حقیقت عبادت کی انتقال کرنا عالم غیب سے طرف عالم سرو دے اور سفر کرنا ظلمت خانہ خلق سے طرف حضرت نور حق کے اور مشاہدہ جمال ربی کا بلکہ ثابت کرنی نسبت اسکان کی ہو اور اسی سبب سے ہر کہ عبادت باعث مکمل جانے لوگ کا ہو جاتی ہو جیسا کہ قرآن مجید میں اسکی طرف اشارہ ہو وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ف اس آیت میں ال ذکر صدیق صمد کا فرمایا بعد اوسکے امر بچیز دیگر کا کیا ایک تسبیح کا چنانچہ لفظ تسبیح کا دلالت کرتا ہو دوسرے تحمید کا جیسا لفظ بحمد کے سمجھا جاتا ہو تیسرے سجود کا چنانچہ لفظ مِنَ السّٰجِدِيْنَ کا مدلول ہے چوتھے عبادت کا جیسا لفظ وَاعْبُدْ رَبَّكَ سے نکلتا ہو پس معلوم ہوا کہ عبادت تنگی دل کی دور کرتی ہو اور کھول ہمارا دل کا اس سے حاصل ہوتا ہو اور یہ سب سے بڑی عبادت مثابہ دیتی ہو آدمی کو خلق سے اور متوجہ کرتی ہو آدمی کو طرف حق کے اور اسی سے تنگی دل کی جاتی رہتی ہو **روایت** ہو ابن مسعود سے کہ فرمایا پیغمبر ما صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قول اللہ تعالیٰ کا اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ کہ ہیں نے یا رسول اللہ کس طرح کھل جاتا ہو دل اور کہا فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس وقت داخل ہوتا ہو نور دل میں کھل جاتا ہو اور فراخ ہو جاتا ہو پھر کہا میں نے نشانی اسکی کیا ہے یا رسول اللہ فرمایا اَلْاِنَابَةُ اِلٰى دَارِ الْخُلُوْدِ وَالتَّجَافِيْ عَنْ دَارِ الْغُرُوْرِ وَالتَّاَهُّبُ لِلْمَوْتِ قبل نزول الموت یعنی رجوع کرنا طرف گھر ہمیشگی کے اور دور ہونا گھر فریب کے سے یعنی دنیا سے اور تیار ہونا واسطے آنے موت سے **نقل** ہے امام ابی حنیفہ رضی اللہ عنہ کے حال میں کہ ایک روز ایک سانپ چھت میں سے گرا جسکے آدمی وہاں موجود تھے بسبب خوف کے بھاگ گئے اور امام صاحب نماز میں مشغول تھے اون کو اوسکے گرنے کی خبر بھی نہوئی اور **حضرت** عبداللہ بن الزبیر کے حال میں لکھا ہو کہ انکے کسی عضو میں ایک زخم تھا اور حجامت اسکے کاٹنے کی بڑی پس جس وقت نماز میں نہی اونہوں نے شروع کی اوس عضو کو کاٹ لیا اور اونکو بسبب کمال استغراق کے معلوم بھی نہوا اور **آنحضرت** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس وقت نماز شروع فرماتے تھے پس بعینہٖ مبارک ایسی آواز سنتے تھے کہ ہانڈی پکتی ہوئی خوب جوش کر رہی ہے اور جو شخص ان باتوں کو بعید سمجھے چاہیے کہ متصور اس آیت کا فَلَمَّا رَاَى الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ وَقَطْعُ عُمُرِ اَبَدًا يَعْرِفُ سلوم کرے جبکہ عورتوں کا یہ حال ہو کہ بسبب نہ دیکھنے جمال یوسف علیہ السلام کے اپنے وجود سے غافل ہوئیں اور ہاتھ کاٹ ڈالے اور حضرت یوسف علیہ السلام مخلوقات الٰہی سے ہیں اگر بسبب عظمت الٰہی کے اور ہیبت اوسکی کے کہ انسان کے دل پر غالب ہو جاتی ہے اپنے وجود سے غافل ہو کر کچھ ہو جاوے اور اوسکی کل مشائی یہ ہو کہ جو شخص بادشاہ بیباک کے سامنے حاضر ہوتا ہو اور بیٹے اوسکے اور باپ اوس کا اوس جگہ موجود ہوتے ہیں اور وہ اوسکو دیکھ رہا ہے مگر بسبب غلبہ دہشت اوس بادشاہ کے کہ تمام بیٹا اوسکا کل شو اوس کا جانا رہتا ہو جس وقت بادشاہ مجازی کے روبرو یہ حال ہو لائق ہو کہ سامنے بادشاہ حقیقی کے اس سے بڑھکر حال ہو جاوے **یہ ہے تفسیر کسی بعض** ذکر سے باقی یہ بات رہتی کہ لفظ ایک بعد لفظ کو لانا بیعد نکتہ سے خالی نہیں کیونکہ مناسبت اور ربط کا اوسکے درمیان ہونا ضرور ہو تا ہے اور اسکو ذکر کیا جواب اس کا یہ ہو کہ عبادت کے تین درجہ ہیں ایک مرتبہ رغبت حضور و قصور اور باطن کا دوسرے مرتبے کا لفظ ایک بعد لفظ کو لانا بیعد مناسبت ہے اور ہر ایک کا اوسکے درمیان ہونا ضرور ہو تا ہے تیسرے مرتبہ کو تکمل ہو جانے کہ دنیا اور لذتیں اور ہر ایک سے بیخبر ہو اور طرح طرح کے رنج اور اضطراب آسمیں موجود ہیں اور ایک جہان دوسرا ہے تراس سے اور ہمیشہ رہنے والا کبھی اوسکو نہیں آنکھ اٹھا کر دیکھتا اور اوقات عزیز اپنے کو اس دار فانی سے ہٹا کر بیچ حاصل کرنے اوس باقی کے خرچ کرنا ہے اور ثمرہ اس عبادت کا نہیں حاصل ہوگا مگر دن تمام ہونے کے اس واسطے کہ تمام اقسام تجارت کے اوس دن حاصل ہوتے ہیں دوسرے یہ کہ عذاب کے ڈوسے عبادت کیجے اس واسطے کہ تمام اپنا ڈرا چلے تب ہیں کہ جو نہیں عبادت کریں تو لائق عذاب کے ہوویں اور خبر ایک ڈری کے کہ بچا اور امین ہو یقین آجاتا ہے اور جس وقت ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر کہ سچے اور امانت دار ہیں ایک ایک کر کہ کہیں کیوں کر یقین نہ ہے ہر ایسی عبادت نہ بندگی اور غلامی کے ہو کہ اوسکے خوف سے چار یار مالک کی خدمت سے کسی طرح کا قصور نکرے اور ظاہر ہو نمونہ اس عبادت کا کہ وہ خلاصی اور نجات کو انکو عذاب سے بھی بیں قیامت کے ساتھ علاقہ رکھتا ہے تیسرے یہ کہ عبادت واسطے مشاہدہ حق کے ہو نے اور یہ تینوں درجوں سے اعلیٰ درجہ ہو اور اسی واسطے نماز کی نیت میں بھی یہی تعلیم ہوا ہے کہ اُصَلِّيْ لِلّٰهِ اور اسطرح تعلیم ہوا کہ لِلّٰهِ ثَوَابٌ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ بِلَا حِسَابٍ مِّنْ عَمَلٍ صَالِحٍ يَّعْمَلُهٗ لِوَجْهِ اللّٰهِ اور حقیقت میں درمیان حمد اور نماز اور بندے کے ایسا ربط ہو کہ قطع نظر

ل یعنی نماز پڑھتا ہوں میں خالص واسطے اللہ کے ۱۲ ع یعنی واسطے ثواب کے اللہ کی طرف سے ۳ یعنی واسطے خلاصی کے عذاب اللہ کے سے ۱۲

ثواب اور عذاب سے عبادت کو تقاضا کرتا ہے اس واسطے کہ الٰہیت عزت اور ہیبت کو چاہتی ہے اور عبودیت عاجزی اور ذلت کو تقاضا کرتی ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ شاہد خدا کا بولا بالا ہی اوسی دن ہوگا اور دنیا کے شاہد کو اوس شاہد سے کچھ نسبت نہیں اگرچہ اون لوگوں کے دلہ غلبہ عشق الٰہی کا انکے اوپر غالب ہوا ہے حالت سکر میں خلاف اوسکے دم مارا ہے جیسا کہ کسی کہنے والے نے کہا ہے **بیت** امر وز چوں حمال تہ بہ پر دہ ظاہر است ۔ در حیرتم کہ وعدۂ فردا برائے چیست پس عبادت کو باعتبار تینوں درجوں کے تعلق اور جزا کے ساتھ ہے اسی واسطے ایاک نعبدک کے پیچھے مالک یوم الدین کا ذکر کیا اور ذکر معبود کا مقدم فرمایا یعنی لفظ ایاک نعبدُ سے پہلے لائے تاکہ باعث ہیبت اور اجلال کا ہو اور عبادت میں التفات پایا کہ مراد نہیں ہے جیسا کہ مشہور ہے کہ ایک پہلوان نامی ساتھ ایک دمی کمینہ کے کشتی کرنے لگا اور لوگوں نے یہ کشتی دیکھ اور دمی کمینہ سے کہا کہ کچھ جانتا ہو تو کہ یہ کون ہے فلانا پہلوان اور استاد ہو وہ شخص بھر دستے نام بڑے پہلوان کے پڑا اور مغلوب ہوا جو ستے نام پہلوانوں کے سے اسقدر خوف اور اجلال دل میں آجانے نام حکم الحاکمین سے کہ سب سے زبردست سے کسقدر ہیبت اور اجلال ہونا چاہیئے اور یہ بھی وجہ مقدم کرنے ذکر اللہ کی ہے تاکہ بندہ کو اللہ کے نام سے ایک قوت حاصل ہو کہ بسبب اس قوت کے نفس عبادت کا اوسکے اوپر آسان ہو جاوے جیسا کوئی شخص زور کا کام کرنا چاہے شیرہ اوس سے یا قوتی یا خلاصتوی کھلے تاکہ وہ کام بھاری بسہولت کرے اور یہ بھی وجہ ہے کہ جب بندے نے عبادت سے پہلے نام اللہ کا لیا کیا بسبب اسکے حضور معنوی محبوب کا حاصل ہوا اور عاشق کو بیچ حضور محبوب اپنے کے کچھ کلفت محسوس نہیں ہوتی ہے پس بندہ کو بیچ حضور محبوب کے عبادت کے اندر کچھ کلفت اور ملال حاصل ہوگا اور شوق اور ذوق کے ساتھ ادا کریگا اور بھی خاصیت ذکر الٰہی کی ہے کہ شیطان کو دل سے بھگا دیتی ہے قال اللہ تعالیٰ اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّھُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَکَّرُوْا فَاِذَا ھُمْ مُّبْصِرُوْنَ ۔ پس بندہ کو چاہیئے کہ پہلے عبادت سے ذکر معبود کا بجالاوے تاکہ شیطان کو جو عبادت کا ہے بسبب سستی دلانے اور غافل کرنیکے نقصان نکسے اور عبادت اوسکی محفوظ رہے اور یہ بھی جاننا چاہیئے کہ جب ایک آدمی ایک آدمی کو نماز الحاکمین سے کہ سب سے زبردست ہے اسقدر ہیبت اور اجلال ہونا چاہیئے اور یہ بھی وجہ مقدم کرنے ذکر اللہ کی ہے تاکہ بندہ کو اللہ کے نام سے ایک قوت حاصل ہو کہ بسبب اس قوت کے نفس عبادت کا اوسکے اوپر آسان ہو جاوے جیسا کوئی شخص زور کا کام کرنا چاہے شیرہ اوس سے یا قوتی یا خلاصتوی کھلے تاکہ وہ کام بھاری بسہولت کرے اور یہ بھی وجہ ہے کہ جب بندے نے عبادت سے پہلے نام اللہ کا لیا کیا بسبب اسکے حضور معنوی محبوب کا حاصل ہوا اور عاشق کو بیچ حضور محبوب اپنے کے کچھ کلفت محسوس نہیں ہوتی ہے پس بندہ کو بیچ حضور محبوب کے عبادت کے اندر کچھ کلفت اور ملال حاصل ہوگا اور شوق اور ذوق کے ساتھ ادا کریگا اور بھی خاصیت ذکر الٰہی کی ہے کہ شیطان کو دل سے بھگا دیتی ہے قال اللہ تعالیٰ اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّھُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَکَّرُوْا فَاِذَا ھُمْ مُّبْصِرُوْنَ ۔ پس بندہ کو چاہیئے کہ پہلے عبادت سے ذکر معبود کا بجالاوے تاکہ شیطان کو جو عبادت کا ہے بسبب سستی دلانے اور غافل کرنیکے نقصان نکسے اور عبادت اوسکی محفوظ رہے اور یہ بھی جاننا چاہیئے کہ جب ایک آدمی ایک آدمی کو نماز پڑھنے کا حکم کرتا ہے تو اوس حکم سے ہر آدمی سمجھتا ہے کہ مجھ کو نماز پڑھنا چاہیئے اور جب ایک آدمی دو آدمیوں کو نماز پڑھنے کا حکم کرتا ہے تو اوس حکم سے ہر آدمی سمجھتا ہے کہ مجھ کو اور اوس دوسرے آدمی کو نماز پڑھنا چاہیئے اور جب ایک آدمی بہت

نہیں اور بھی عبادت آسان نہیں ہوتی مگر ساتھ دو کرنے والے کے اور وہ چار چیزیں ہیں دنیا اور نفس اور شیطان اور ملک اور بھی ممکن ہیں مگر ساتھ دور کرنے عوائق کے اور عوارض کتنی چیزیں ہیں مصیبتیں اور خطرے صعوبتوں کے اور انواع ہموم وغموم کے اور بغیر اسکے بھی عبادت درست نہیں ہوتی اگر چیزیں تو ٹینوالی عبادت کی ہیں اون کو دور کیا جائے جیسا کہ آیا اور سہما اور عجب اور سوا اسکے اور بدون اسکے بھی تمام نہیں ہوتی ہر کہ خوف اور رجا اور اشتیاق شاہد وحی کا موجود ہو اور یہ سب چیزیں کہ گئیں سخت ہیں کہ قطع کرنا ان کا سوائے عون الٰہی کے متصور نہیں لیکن اس جگہ دو شبہہ وارد ہوتے ہیں ایک یہ کہ اگر عبادت مقدر ہے اعانت بھی ضرور ہوگی فائدہ طلب کرنے اعانت کا کیا ہم کہتے ہیں کہ مدد خدا کی اکثر وقت اون لوگوں کو حاصل ہوتی ہے کہ استعانت اوسکی جناب میں چاہتے ہیں پس یہ سبب ہدایتی ہوا اسطے حاصل ہونے عون کے اور اسباب عادیہ میں نہیں کہہ سکتے کہ کیا فائدہ مانگنے ہیں فائدہ ان کا یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عادت کے اندر اون چیزوں کو سبب حاصل ہونے مطلب کا کر دیا ہے جیسا کہ کھانا طعام کا پیٹ بھرنے کے واسطے عادت میں سبب ہوگیا ہو اور پینا پانی کا پیاس کے دور کرنے کے سبب پر اور غرض صبر اور قدر یہ کا ساقط ہو دوسرا شبہہ یہ کہ استعانت کسی کام کے شروع کرنے سے متاخر ہے پہلے اوسکے چاہیئے تھا کہ استعانت کو اوپر عبادت کے مقدم کرتے جواب اس کا یہ ہے کہ عبادت وسیلہ ہوا استعانت حاجت اور وسیلہ کو اوپر حاجت کے مقدم ہونا دہر کا کہ استعانت واسطے تمام کرنے عبادت ہوا اور تمام کرنا پہلے شروع کرنے اوسکے کے ہوتا ہو اسواسطے استعانت کو بھی بعد عبادت کے لائے گویا بنڈاس طرح کہتا ہو کہ میں نے عبادت تیری ساتھ حکم تیرے کے شروع کی ہے لیکن تمام کرنا اور کفایت کرنا ہر مہمے کے بغیر امداد تیرے کے نہیں ایسا ہو کہ کوئی مانع مکنے کرے اور حرج دیوے آگے پس ساتھ تیرے استعانت کرتا ہوں بچ تمام کرنے اسکے فَاِنَّ قَلْبَ الْمُؤْمِنِ بَیْنَ اِصْبَعَیْنِ مِنْ اَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ یعنی تحقیق دل مومن کا درمیان دو انگلیوں رحمان کے ہے اور اگر مراد استعانت سے عام ہو کہ تمام کاموں دینا اور دین میں ہو پس اس وجہ اس اختصاص کی یہ ہو کہ جو کوئی غیر اپنے کی اعانت کرتا ہے نہایت کار اوس کا یہ ہو کہ اس شخص کے دل میں اوسکا عیال اعانت اوسکے کا ڈالا جاتا ہو یعنی یہ بات اوسکے دل میں مضبوط ہو جاتی ہو کہ اس شخص کی کروں اور یہ دل میں خیال ڈال دینا اللہ تعالیٰ کا فعل ہے پس گویا بندہ کہتا ہو کہ سوا تیرے کسی سے اعانت تیری ممکن نہیں مگر جس وقت تو اعانت اوسکی فرماوے تا کہ اسباب اعانت کا ہم ہو جاوے پھر اوسکے دل میں القاء اعانت تیری کا ڈالے تو اس میں وسائط سے قطع نظر کرتا ہوں اور سوائے اعانت تیری کے نہیں دیکھتا ہوں میں تو جمیع اس مقام کی یہ کہتے ہے کہ بندے کو ظاہر میں قدرت دی ہو کہ بسبب اوس قدرت کے گمان کرتا ہو کہ کرتا اور کرنیوالا میرے اختیار میں ہے لیکن ترجیح کر کے اوپر چھوڑنے کے ہر کرنے اپنی طرف اور کسوبیہ نہیں سوا سطے جو مرجح بندے کی طرف سے ہو پس اوس مرجح میں کلام کی جاوے گی کہ اوسکے وجود کو جمیع اوپر عدم کے کہاں سے آئی یہاں تک کہ تسلسل لازم آوے پس وہ مرجح نہ ہوگا مگر خدا کی طرف سے پس استعانت سوائے خدا کے کسے سے لائق نہیں اور بھی کہم دیکھتے ہیں کہ تمام مخلوقات اپنے مطلب طلب کرتے ہیں اور اپنی قدرت اور عقل و شعور اور کوشش میں کوئی قصور نہیں کرتا ہے اور مطلب کو نہیں پہنچتے مگر بعضے پس حاصل ہونا مطلب کا بغیر اعانت غیبی کے ممکن نہیں اور بھی بارہا دیکھا گیا کہ ایک انسان نے دوسرے انسان سے حاجت طلب کی اور وہ شخص مدت تک ٹالتا رہا اور دلیل دل میں گذارتا رہا بعد وہ حاجت اوسکی پوری کر دی اس جگہ سے معلوم ہوا کہ اوسکے دل میں خیال حاجت روائی اوس کی کا جانا غیب کی طرف سے ہے پس مرد مومن کو کہ شرک سے بھاگتا ہو اول ہی مرتبہ میں چاہیئے کہ غیر کی اعانت کو فقط ظاہر میں اعانت اور حقیقت میں کسی طرح کی قدرت نہیں رکھتا ہے نظر سے ڈال دے اور ساتھ اعانت قادر حقیقی کے کفایت کیے کہتے ہیں کہ جس وقت حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کو منجنیق میں نے ہاتھ اور پاؤں باندھ کر آگ میں ڈال دیا حضرت جبرئیل علیہ السلام پہونچے اور کہا اگر تجھکو حاجت میرے سے ہو فرماؤ حضرت خلیل علیہ السلام نے جواب میں فرمایا کہ طرف تیرے کچھ حاجت نہیں کہتا ہوں میں حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ خدا سے التجا کر حضرت خلیل علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ جاننے والا پوشیدہ اور ظاہر کا ہے حاجت عرض میری کی نہیں اور ہر گاہ کہ بندہ مومن نماز میں کھڑا ہوا دونوں پاؤں اوسکے چلنے پھرنے سے بند ہوئے اور دونوں ہاتھ کام کرنے سے معطل رہے اور زبان سوائے قرات اور ذکر کے اور کچھ نہیں کہہ سکتی گیا اسباب طلب اور ہم رہے کیسا کہ حقیقت میں بیکار تھے ظاہر میں بھی بیکار دکھلائی دیئے اسوقت میں ان اسباب کو بیکار دیکھکر کھوج طرف حقیقت کام کے لیگیا اور کہا اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ اور یہ بھی علمانے کہا ہے کہ جس وقت بندہ مومن نے اِیَّاکَ نَعْبُدُ کہا اس بات کا خوف آیا کہ یہ ہووے کہ نسبت عبادت کی صرف اپنی ہی طرف کروں اور خود پسندی میں پڑوں اسواسطے دور کرنے اس خوف کے اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ تعلیم فرمایا اور اس جگہ سے بھید تقدم کرنے نعبد کا اوپر نستعین کے بھی ظاہر ہوا لیکن یہ بات اس سوا میں دو مقام میں ایک مقام معرفت ربوبیت کا دوسرا مقام عبودیت کا اور جس وقت یہ دونوں مقام جمع ہو جاویں معاملہ بندہ کا خدا کے ساتھ پورا پورا ہو جاوے (ومعنی اَوْفُوْا بِعَهْدِیْ اُوْفِ بِعَهْدِکُمْ کے جلوہ گر ہوں شروع سورہ سے مالک یوم الدین تک بیان مقام ربوبیت کا ہو بعد سے معاً تک اِیَّاکَ نعبد بیان شروع مقام عبودیت کا ہو اور اِیَّاکَ نستعین بیان کمال اوسکے کا ہو اور جس وقت دونوں عہدوں کی دونوں طرف ثابت ہوئی ثمرہ اسکے اوپر مترتب ہوا کہ اہدنا الصراط المستقیم کہ اکثر علما نے بوجہ التفات کے غیبت سے طرف حضور کے کہ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ میں موجود ہے ایسا فرمایا ہے کہ مصلی در وقت شروع نماز کے اجنبی کی مانند تھا اور جو کہ شاہد رب العالمین کی ساتھ لفظ غائب کے شروع کی یعنی اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لفظ غائب سے اسواسطے اسرار ظاہر ہو جو حکم غائب کے ہوا ہے اوس وقت شاہد کا ساتھ کمال کے پہونچایا وہ حجاب کہ درمیان میں تھا اوٹھ گیا اور دوری ساتھ تردد کی کے بدل گئی اور اجنبیت ساتھ تردد کی نگاہ کے بدل گئی پس یہ شخص قابل اسکے ہوا کہ اسکا لفظ دعا کے حکم کرے اور یہ بھی کہا ہے کہ دعا اور سوال کے واسطے حضور بہتر ہے سوال غائبانہ چنداں مفید نہیں ہوتا ہے اور ثنا اور تعریف پس پشت کرنی بہتر ہوتی ہے تا کہ گمان خوشامد کا نہ کیا جاوے اس جگہ جاننا چاہیئے کہ مشرکین ساتھ اہل اسلام کے برخلاف ہیں بیچ خاص کرنے عبادت اور استعانت کے کہ سوائے خدا کے اوروں کی عبادت کرتے ہیں اور استعانت اون سے چاہتے ہیں بعضے مشرک اجمام

معبود کے تئیں جیسا کہ بڑے بڑے پہاڑوں چاند اور سورج کی عبادت کرتے ہیں اور بعضے بعض درختوں کی پرستش کرتے ہیں جیسے کہ درخت بیل اور تلسی اور سوا اسکے اور بعضوں نے روحانیات غیبیہ کو اپنا قرار دیا ہے بالکل ایک جماعت نے ان میں سے ہر قسم کے واسطے ایک روح کو اور روح فلکیہ سے تعبیر کر رکھا ہے کہ اوس روح کو اوس قسم کا مدبر اور مربی سمجھتے ہیں اور جتنے انواع عالم کے ہیں ہر نوع کے واسطے ایک نوع کو مربی اور مدبر اعتقاد کرتے ہیں اور واسطے دور کرنے سم مرض کے اور واسطے حصول ہر کھیتی کے بدیں کہ حرارت اور برودت اور رطوبت اور یبوست سے بھی ایک روح مقرر کی ہے کہ اوس روح سے استعانت چاہتے ہیں اور جو کہ وہ ارواح نظروں سے غائب ہیں صورتیں اور شکلیں اوسکی بنا کر نہایت تعظیم اور عاجزی سے پیش آتے ہیں اور بعضے ان مشرکین سے ایسے ہیں کہ جنوں کو کامل ہیں اور انہیں کی عبادت کرتے ہیں اور بعضے اجسام علویہ میں مثل کلے کہ معبود مجوس کی ہے اور کہتے ہیں کہ جسم نہایت لطیف اور نورانی ہوا اور باوجود اسکے ہیچ ہے صفت آدمی کی جعل کہتی ہیں ظہور ربوبیت الٰہی کا اور ممکن کل ہے اور کسی شے کو انواع حیوانات سے طرف اس عنصر کے ہیچ معاش اپنی کے احتیاج نہیں مگر آدمی کو پس یہ عنصر کہ خاص ساتھ نوع انسان کے ہے اور ربوبیت خاص انسان کی نے اس عنصر میں ظہور پایا ہے قابل سکے کہ نہایت تذلل بنسبت اوسکے کیا جاوے اور ایک جماعت اجسام علویہ میں مثل ماہتاب و آفتاب و اور ستارہ کی پرستش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تدبیر عالم کی موقوف اوپر بدلتے رہنے نور اور ظلمت کے ہے کہ دن اور رات کا انتظام اسی سبب سے ہوا اور بھی موقوف ہے اوپر پہلے تفاوت اور راختلاف ہوا اور زیادتی رطوبت کے ہیچ بعضے قوت کے اور قوت یبوست کی دوسرے وقت میں اور چیزیں آثار انہیں جسموں کا ہے پس بنسبت ان اجسام کے نہایت تعظیم رعایت کرنی چاہیئے اور باوجود اسکے ان جسموں کے واسطے ارواح بھی ہیں انہوں نے محمال مناسبت سماء الٰہی کیساتھ ہم سمجھائی ہیں بالاولیٰ قابل عبادت کے ہوئے اور تمام ان مذاہب کو مبطل ساتھ ان دو کلمے کے رد کرتا ہوا و حقیقت ملت حنفی کی کہ مقرر کی ہوئی حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی ہے بتفصیل انہیں دو کلموں کی ہے کہ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ یا تی یہ تقصیل عبادت کی اور استعانت چاہنی غیر سے اور وہ یہ ہے کہ عبادت یعنی غایت تذلل واسطے نہایت تعظیم کے مطلقاً اس ملت میں خاص واسطے خدا تعالیٰ کے ہے اور کسی شی حق کے واسطے جیسا کہ باپ یا والدہ یا بیٹا آقا اور ہوا اور سلا اسکے اور جو مظاہر انعام حق کے مثل عناصر کے اور فلکیات کے اور ارواح عابدے کے جائز نہیں اس واسطے کہ اسباب غایت تعظیم کے متحقق نہوئے نہایت تذلل ہو قع اوسی ہے اور تالف کہ اِیَّاکَ الملک علی الاطلاق کا ہے اور ظلم ہے نہایت بڑا اعاذنا اللہ منہ۔ استعانت یا تو ایسی چیز سے کہ تو ہم استقلال اوس چیز کا سچ وہم اور فہم کسی شخص کے خواہ مشرک ہو خواہ موحد نہیں گذرتا ہو جیسا کہ استعانت ساتھ اناج وغیرہ کے ہیچ دور کرنے بھوک کے اور استعانت ساتھ پانی کے اور فیر مجنوں کے ہیچ دور کرنے پیاس کے اور استعانت واسطے احد کے ہیچ سایہ درخت وغیرہ کے اور استعانت طرف دواؤں اور بوٹیوں کے ہیچ دور کرنے بیماریوں کے اور استعانت ساتھ امیر اور بادشاہ کے ہیچ تعین وجہ معاش کے کہ حقیقت میں معاونہ خدمت کا مال کے ساتھ ہوا و موجب تذلل کا نہیں اور ایسی ہی استعانت ساتھ طبیبوں اور علاج کنیوالوں کے کہ بسبب تجربہ اور دیانتی واقعیت کے اون سے طلب مشورہ کی ہوا اور استقلال کا وہم نہیں کیا جاتا پس اس قسم کی استعانت بالکل اہمت جائز ہے اسواسطے کہ حقیقت میں استعانت نہیں اور اگر استعانت سے بھی استعانت بخدا ہے اور یا استعانت ایسی چیز کے ساتھ ہو کہ تو ہم استقلال اوس چیز کا مشرکین کے ذہنوں میں بیٹھا ہوا ہے جیسا کہ استعانت ساتھ ارواح اور روحانیات فلکیہ یا عنصریہ یا ارواح سائرہ کے مثل ہوائی شیخ سدو در یخاں اور جو اسکے مانند ہوں اور اس قسم کی استعانت عین شرک ہے اور منافی ملت حنفی کی ہوا اور اگر کوئی دلیل اسکی طلب کرے کہ حصر عبادت اور استعانت کا اللہ کی ذات میں کیوں ہے کہیں ہے ہم کہیں آیتیں پہلی دلیل حصر کی میں اسواسطے کہ عبادت اور استعانت یا اسواسطے ہو کہ شخص کمال ذاتی رکھتا ہے اور یا اسواسطے ہو کہ انعامات اوسکے ہمیشہ سے خلق کے اوپر مبذول ہوتے رہے ہیں اور خلق اوسکا ادراک کرتے ہیں اور طلب یا ذاتی کی ہمیشہ ہوتی ہے اور اعانت اوسکی مستمر یعنی البتہ آیا بالکل موجود ہے اور کسی دم موقوف نہیں یا بسبب اسکے کہ ربوبیت اوسکی شامل اور گھیر نیوالی تمام خلق کو ہے اور اعانت بھی تمر حق ربوبیت کا ہی یا اوسکا خوف تلف ہونے کسی نعمت یا کسی کمال کے یا یاعث طلق ہونے کسی آفت اور نقصان کے ہو اور یہ چیزیں ساتھ وصف عموم اور احاطہ کے اور یا عتبار خلقت اور یحاکے اور ادرار اور تکمین کے خاص اللہ کی ذات کے ساتھ ہیں اس جگہ جاننا چاہیئے کہ اس مقام میں کئی عبارتیں اس مطلب کے ادا کرنیکے واسطے ذہن میں آتی ہیں اور سب کو چھوڑ کر یہ عبارت خاص کیوں اختیار فرمائی اور نکتہ اس میں کیا ہے جواب اس کا یہ ہے کہ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَمستعین نہ کہا بلکہ دو بار اِیَّاکَ ذکر کیا کوئی وہم نہ کرے کہ استعانت ساتھ عبادت کے ہو بلکہ بفضل الٰہی کے ہر ایک عبد بھی نہ کہا تاکہ کوئی وہم نہ کرے کہ ہیچ عبادت بندے کے اللہ تعالیٰ کو نفع ہے اسواسطے کہ لام منفعت عرب میں واسطے نفع کے آتا ہے جیسا کہ ہیچ تاکید اور بنا بلکہ کے مشہور ہے اور آیے ہی بہت سے مستعین نہ کہا تاکوئی وہم نہ کرے کہ حق تعالیٰ کو واسطہ اور آلہ مقرر کیا ہے درمیان اپنے اور درمیان طلوب اپنے کے اور نہ کہا نَعْبُدُکَ اِلَّاایَّاکَ بھی نہ کہا باوجود اس عبارت میں تصریح ساتھ نفی کے بھی اسواسطے کہ خبر دار کیا اوپر حکم التفاتی کے طرف منقبات کے یعنی مصلی کو ہیچ مقام مناجات کے التفات ساتھ نفی کے نہیں بالکل غرض غایت کے نہ قصد اپنے سے ہو اور عبادتی لک بھی نہ کہا تاکہ کوئی وہم نہ کرے کہ عبادت اوسکی آرام ہے لیکن ہر وقت ہوتی رہتی ہے کہ تحصل تمرا تجدد ہی کا ہے یعنی لحظہ لحظہ ہونا اور اس عبارت سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ ہر ایک عبادت ہمیشہ ملی جاوے اور منقطع نہ ہو اور یہ طاقت بشری سے خارج ہوا اور اِیَّاکَ عَبَدْتُ اور عَبَدْنَا بھی نہ کہا تاکہ کوئی وہم نہ کرے کہ عبادت سے فراغت ہو گئی اور اوسکو چھوڑ دیا اور اِیَّاکَ اَعْبُدُ نا بھی نہ کہا تاکہ گاہی ہو ساتھ ... ضعف دس عبادت کے گویا بسبب کمال ضعف کے قابل تاکید کے نہیں اور اِیَّاکَ نَعْبُدُ بھی نہ کہا تاکہ گاہی ہو ساتھ قصور عبادت تمام خلق کے حق اوسکے سے گویا ساتھ اس عبادت ناقصہ کے نہیں کہہ سکتا کہ یہ سب عابد ہیں حاصل کلام یہ ترکیب کہ اختیار کی گئی سب ترکیبوں سے تقصور اور خیال میں آتی ہیں بہتر ہے اور

ذکر استعانت بالغیر کا

بیان اہدنا الصراط المستقیم کا

اعمّا بھی نہ کہا جیسا کہ اِہْدِنَا اطلاع کرے اوپر اس بات کے کہ حاجت بندے کی حقیقت میں طلب کرنا عبادت کا ہے اور ذکر استعانت کا محض واسطے درخواست اجازت طلب حاجت کے ہے اور وہ شے متعلق ساتھ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ کے ہووے ہے کہ معنی ہدایت کے نشان دینا مطلب کا ہے یا ساتھ الہام کے یعنی خود بخود واللہ تعالیٰ اوسکے دل میں ڈال دے جیسا کہ چوپایان کا بغیر سکھلانے اور سوچنے کے بچے کے دل میں آ جاتا ہے اور جیسا کہ ظاہر کرنا شکایت کا ساتھ رونے کے کہ بتدا پیدا ہونے کے ماں کے پیٹ سے بچہ کو تعلیم ہوتا ہے آیا یا نشان دینا مطلب کا ہے ساتھ حواس ظاہرہ اور باطنہ کے یا دلائل نظر یا سامنہ بھیجنے رسولوں کے پس بنتے ہدایت کے علی الترتیب ہیں یعنی بعضے پہلے اور بعضے پیچھے اوّل ہدایت الہامی ہوگی لڑکپن کی حالت میں حاصل ہو بعد اوسکے ہدایت حسی کہ جس وقت حواس ذہنی کے ظاہر اور باطن میں قوت پکڑتے ہیں۔ نیک و بد چیزوں کو پہچانتا ہے اور جس چیز کی طرف حواس نہیں پہونچتے اوسکے دریافت کرنیکے واسطے ہدایت عقل کی عنایت کی تاکہ مدرکات ظاہرہ اور باطنہ سے کلیات اوسکے نکال کر کام میں لاوے اور جو چیز ہدایت عقل سے بھی حاصل نہیں ہوتی واسطے دریافت کرنے اوسکے کے دلائل نظریہ عطا فرمائے کہ اون دلیلوں سے نتیجہ نہاں کر مطلب حاصل ہو اور جو چیز کہ نظر عقل سے بھی خارج ہیں اوجن اور تیج اون کا قوت عقلیہ سے معلوم نہیں ہوتا یا اوسکے ادراک کرنے میں وہم اوجیالی اوس سے معارضہ کرتے ہیں واسطے دریافت اون چیزوں کے پیغمبروں کو بھیجا ہے اور جو ہدایت کہ ساتھ بھیجنے رسولوں اور ابتدائے کتابوں کے پائی جاتی ہے وہ قسم ہے عام اور خاص قسم عام وہ کہ راہ خیر اور شر کی ظاہر کریں اور یہ بھی دو قسم ہیں تبیانی اور توفیقی تبیانی کھول دینا اوس چیز کا کہ رسول و مکولایا ہے اس طرح پر کہ کسی وجہ کا احتمال اور شک اور شبہہ نہ رہے سمجھنے مراد کے راہ نہ پاوے اور اسکو نوع صرف فقہا اہل ستا کہتے ہیں اور توفیقی وہ ہے کہ اسباب جمکل ملانے کے ساتھ ہدایت یا بنیا علیہم السّلام کے پہنچ حق کسی شخص کے جمع کریں اور اوپر لاوے اوسکے یا طریق آسان فراہم کریں تاکہ ساتھ سعادت بھتگی کے پہونچنے والا ہو اور یہ مقام اصطفائی کے شرف ہو جاوے اور عنایت الٰہی فیق کی یا بہشت ہو آخرت میں یا دریافت کرنا حق کا ہے دنیا میں اور خاص وہ ہے کہ ایک نور عالم نبوت یا عالم ولایت سے اوپر قوت مدرکہ اس شخص کے روشن ہو اور حقیقتیں جیسے کہ فضل اللہ میں ہیں اوس پر کھلجاویں اور یقین درجے رکھتی ہے یا من اللہ ہو جیسا کہ فرمایا ہے قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى یا الی اللہ ہو جیسا کہ فرمایا ہے اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّیْ سَيَهْدِيْنِ یا اللہ ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے لولا اللہ ما اهتدینا اور اسی ہدایت خاص میں داخل ہے یہ بات کہ آدمی کو درمیان سیر سلوک کے انتقال ایک حال سے طرف دوسرے حال کے اور ایک مقام سے طرف دوسرے مقام کے کسی بندہ کی امداد سے مثل مرشد کے حاصل ہوتا ہے اس جگہ جانا چاہیے کہ اگر ہدایت سے نشان دینا راہ کا مراد ہوتا ہے اور سکو ساتھ الیٰ کے متعدی کرتے ہیں اور اگر پہونچنا راستہ کا منظور ہوتا ہے ساتھ لام کے متعدی کرتے ہیں اور اگر قطع کرنا راستہ کا اور پہونچنا طرف مقصد کے مراد ہوتا ہے متعدی بنفسہا[1] ہوتی ہے پس بیچ لفظ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ کے متعدی بنفسہ ہے ظاہر کرنا کامل تجرد و ناتوانی بندہ کا ہے کہ کفایت اوپر نشان دینے اور اوپر پہونچنے راستہ کے سر بر نہیں کرتا اور کہتا ہے کہ راہ مطلب کی طرف نہیں لیجاتا ہے جبتک کہ دست ہدایت اللہ تعالیٰ کی دلیل راہ کی اور توفیق سفر کی اور یا تھ پکڑنیوالا منہوا اور لانا صیغہ جمع کا بیچ اہدنا کے واسطے اوسی نکتہ کے ہے کہ ذکر نعمت میں مذکور ہوا علی الخصوص بیچ اس جگہ کے کہ مقام دعا کا ہے اور دعا جماعت مسلمانوں کی قریب تر طرف قبولیت کے ہے اور بھی حمد میں شامل تمام حمد کرنیوالوں کو کیا ہے اور یا ک نعمت میں بھی سب کی عبادت شامل ہے اور استعانت بھی سب کی طرح سے بیان ہوئی لاچار طلب ہدایت کی بھی سب کے واسطے چاہیئے اور بھی اگر تمام شہر والوں میں یا ایک محلہ والوں میں یا ایک شہر والوں یا ایک ملک والوں میں سے ایک شخص کو ہدایت حاصل ہو اور دوسرے گمراہی میں گرفتار ہیں پس اس شخص کو نہایت مشکل پڑ جائے اگر اون کی موافقت کرے دیدہ و دانستہ ملالت میں پڑتا ہے اور اگر مخالفت نکی کرے تو مسخرہ اون لوگوں کا بنتا پڑتا ہے اور صحبت برے لوگوں کی اختیار کرنی پڑتی ہے اور اوقات بیچ قیل و قال اور لڑائی اور جھگڑے کے بے مرگی سے گذرتی ہے اور علاقے قرابت اور صداقت اور عون و نصرت کے تمام برہم ہو جاتے ہیں ناچار اپنے تئیں اور نیچوں اپنے کو ہدایت کی دعا میں شامل کرنا چاہیئے تاکہ کشاکش ان لڑائیوں کی سے محفوظ رہے اور لفظ صراط کا ہم معنی طریق اور سبیل کا ہے اور ہر سب کے معنی راہ کے ہیں اور اس جگہ اس لفظ کو اسواسطے اختیار فرمایا ہے کہ مسلمان کو ذکر کرنے اس لفظ کے گذرنے پل صراط کا یاد دلاوے کہ اوس میں صراط کا لفظ ہے اور یہ جانے کہ مجکو اس راہ پر گذرنا ہے اور گذرنا اوس سے سوائے چلنے طریق مستقیم کے ممکن نہیں اور مشہور ہے کہ طریق مستقیم چلنا اختیار کرنا مبالغہ روی کا ہے یعنی نہ افراط اور نہ تفریط کہ دونوں مذموم ہیں مثلاً بخیل ہے افراط تجرد کی جس جگہ اور کسی صفت کا صفات الٰہیہ سے دیکھا جائے بے اختیار پرستش و شکی کرنے لگے جیسا کہ مذہب منہوی کا ہے اور تفریط یہ ہے کہ کسی وقت شغلوں دنیا اور طلب معاش سے اپنے تئیں فراغت نکرے اور عالم غیب کی جانب متوجہ نہو جیسا کہ معمول فرقہ تنگیزاد اور دوسرے بیدینوں کا ہے اور افراط استعانت میں وہ ہے کہ ہر چیز کے واسطے باعث وہم کے سب خواست کریں اور بیچ کاموں مطلوبہ کے اوسکی طرف رجوع کریں اور تاثیریں ستارہ کی اور سعادت و نحوست دنوں کی اور خواص پوشیدہ معادن اور نباتات اور حیوانات کا رعایت کریں اور شوم اور یمن کو بی بیوں اور اولاد اور غلاموں اور لونڈیوں اور گھوڑوں اور جولی اور تلوار اور ایسی چیزوں میں خیال میں لاوے اور اوقات زندگی کے اپنے اوپر تنگ کریں اور مثل سودائیوں کے ہر چیز

---

[1] تفسیر کبیر مواہب میں یوں لکھا ہے ہدایت راہبوں بلام ذکر کنند چنانچہ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ یعنی بسلامت کرداہ دراں گوشہ است تردیک چنیں دنیست است یا در دراں آں کو راست باشد چوں بالی ذکر کنند چنانچہ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ یعنی رہنمونی کردن تا سر راہ و رسانیدن بسر جا دہ شود چوں بیچ سلہ ذکر کنند مدد و داد الطریق گویند یعنی رہنمونی کردن تام راہ تا وصول مقصد باشد ۱۲ منہ بر ظلہ

سے ڈریں اور ہر چیز سے توقع نفع جسکی رکھیں اور تفریط یہ ہے کہ اسباب بنانے کے ہونوں کو بھی مثل دوا اور غذا کے اور پرہیز کے اور مثل صحبت نیکوں کے اور صحبت بدوں کے اور مثل دعا اور التجا کرنے جناب باری میں سبکو ساقط الاعتبار جانیں اور آسی قیاس پر میانہ روی تمام کاموں میں بہتر ہے اور بیشی اور کمی مذموم ہے جیسا کہ بالتفصیل کتابوں علم اخلاق وغیرہ میں مذکور ہے اور طریق نمونہ کے اس جگہ کچھ ذکر کرتے ہیں کہ آدمی کیواسطے تین قوتیں ہیں ایک قوت نظریہ کہ اوسکو عقلیہ بھی کہتے ہیں صفت اوسکی جانا اشیاؤں کا اور دریافت رکھا حقیقتوں کا ہے اور حقیقتیں یا ذات اور صفتیں اللہ تعالیٰ کی ہیں یا افعال اور آثار اوسکے دنیا اور آخرت میں اور اس قسم کے علم کو علم الٰہی کہتے ہیں اور افراط اور تفریط اس قسم میں وہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں تفکر کرے اور جسے دریافت کرنے بھید اوسکے سے ہو یا صفتوں کا مطلقاً انکار کرے بواسطے تنزیہ کے یا اُس بات کے صفتوں کو اوپر طریق تشبیہ کے کہ خلاف کو مخلوق کے ساتھ ہم رنگ کرے یا جن صفات کو شرع نے ثابت کیا ہے بدلیل عقلی کے انکار اور انکار کرے مثل کلام کے اور سمع کے اور بصر کے اور رویت اور رضا کے اور غضب کے یا افعال اللہ تعالیٰ کے تئیں مثل افعال اپنے کے غرض کے ساتھ بھی ہوئی جاننے یا صلح اور لطف کے تئیں موافق قرارداد عقل اپنی کے اوپر اوسکے واجب پہچاننے اور افعال بندہ کی طرف جبر سے کے نسبت کرے اور خلق اور تاثیر اللہ تعالیٰ کی کو افعال میں منکر ہونا بندہ کو مثل پتھر کے بے دخل اعتقاد کرے اور چوری ہو جانے اور سوال کے اور عقائد باطلہ کہ ماثل فی افراط اور تفریط کی طرف ہیں اور یا حقائق ارواح اور بالکل دانیا اور اولیا اور امام دین کے ہیں اور اس قسم کے علم کو علم نبوت کہتے ہیں اور افراط اور تفریط اس قسم میں وہ ہے کہ بالکل ان مرتبوں کو منصوبوں کا انکار کرے یا ان کی عصمت کا اور محفوظ رہنے کے گناہوں سے اور خطاؤں سے اعتقاد نکرے اور مثل اپنے آلودہ ساتھ غرضوں نیادی اور طلب کے مطلوبوں کمینوں کے اور مغلوب حاجتوں نقایہ کا ہانے بتا اُن مولود اولیاؤں کا بلا برتبہ انبیاؤں اور مرسلین علیہم السلام کے مقرر کرے اور ملائکہ اور مرسلین علیہم السلام کے واسطے لوازم الوہیت کے جیسا کہ علم غرض لغو فرمودینے مخبری کی ہر گز میں اور قدرت اور تمام متعدد اوسکے کا ثابت کرنا اور ملائکہ اور ارواح اور انبیا اور اولیا کے تئیں سچ پرچہ صورتوں اور قبولوں اور قبر والوں اور تعزیوں کے معبود ٹھہرانے اور رزق اور فرزند اور خدمت دینے حصے بلا استقلال دخالت کے سمجھنے اور شفاعت اور عرض انکی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں واجب القبول جانے گو کہ جناب باری کے نزدیک ایسا مکروہ ہو یا وہ حقائق معاملات قبر کے اور روز حشر اور بہشت کے اور حساب اور میزان اور دوسرے امور آخرت کے ہیں اور اس علم کو علم معاد اور علم سمعیات کا بھی کہتے ہیں اور افراط اور تفریط اس قسم میں وہ ہے کہ ایمان کو اس حد کے ساتھ موثوب سچ نجات کے پہچانے کہ بالکل خوف کو دل سے اوٹھالے اور یہ بات جانے کہ کوئی گناہ اگر ایمان دل میں ہو مضر نہ ہوگا یا ایمان کو اس مرتبہ پر ساقط الاعتبار گردانے کہ ساتھ ہمگنا ہ کے نیز اوسکی دو ہو جاوے گی اور گناہگار ایمان والے مانند کافروں بے ایمان کے دوزخ میں ہمیشہ رہینگے یا اعمال نیک عبد کو تاثیر ذاتی آخرت میں ثابت کرے اور جانے کہ حضرت اللہ تعالیٰ بیچ مقام جزا دینے کے بے اختیار ہوا اور تابع اعمال بندے کے ہو معاف کرنا گناہوں کا یا بقبول کرنا طاعت کا اوس سے محکم نہیں یا بہشت اور دوزخ کو اور لذت اور الم اس جگہ کو مانند لقلبات دنیا کے زائل اور فانی اعتقاد کرے اور اوپر اسی کے ہو قیاس اور چیزوں کا یا وہ حقائق اجسام اور اعراض دوسرے ہیں کہ اس علم کو علم الجسام والاعراض کہتے ہیں اور علم طبعی اور یا ضی بھی نام رکھتے ہیں اور افراط اور تفریط اس قسم میں وہ ہے کہ مثلاً سچ شرح اور بسط ان چیزوں کے نحو تمام کرے اور قوت مدرکہ اپنی کو پہچ حاصل کرنے مالا یعنی کے یعنی احوال اور اوضاع اور خواص اور تاثیرات انکے کے مصروف کرنے مثل تعمق کرنیکے علم ہیئت اور ہندسہ اور حساب اور فنون ریاضی میں اور موسیقی اور جر الاثقال اور مناظرہ اور تشبیہ اور طلسمات اور تسخیر نجات اور علم فلاحت اور علم حیوان اور خواص نباتات اور حجاراور علم طب میں اور سوا اسکے یا ان چیزوں کا مطلق انکار کرے اور ان سے بے بہرہ اور بے نصیب رہے اور بسقدر علم ان چیزوں کا نافع دین اور دنیا میں ہو اوس میں بھی متوجہ نہ ہو اور دوسری قوت شہویہ ہے کہ باعث ہے کھینچنے منافع کے اور وسیلہ خواہش مرغوبات کی ہے اور افراط اسکا فجور اور خلاعت بھی کہتے ہیں یعنی ڈوب جانا لذتوں اور رغبت کی چیزوں میں زیادہ اوس قدر سے کہ حاجت ہو اور تفریط یعنی نقصان اوسکے کو جمود کہتے ہیں یعنی سکون اور باز رہنا اوس چیز سے کہ عقل اور شرع اوسکی طرف رغبت دلاتی ہے جیسا کہ نکاح حلال اور کھانا لذیذ کے بہ شبہہ کا ہو اور مرتبہ توسط کا عفت ہے یعنی تابع کرنا شہوت کا ساتھ حکم عقل اور شرع کے تاکہ خواہش مرغوبات نفس سے سلامتی حاصل ہو اور اس میانہ روی سے اخلاق پسندیدہ بہت پیدا ہوتے ہیں جیسا کہ حیا اور صبر اور قناعت اور توزع اور چستی اور سخاوت اور توابع سخاوت سے ایثار اور کرم اور مروت اور آسانی کرنی معاملات میں اور تیسری قوۃ غضبیہ ہے کہ منشا منبع تہی کرنے کا اوپر چیزوں خطرناک کے ہو اور مقتضا اس کا تسلط اور بلندی اور دور کرنا ضرر غیر کا ہو آپ سے اور متعلقوں اپنے سے اور افراط اس قوت کا تہور ہے یعنی دلیری کرنی بیچ اوس جگہ کے اوپر اوس چیز کے کہ نہیں چاہیئے اور تفریط اس کا جُبن ہے یعنی ڈرنا اوس چیز سے کہ نچاہیئے اوس سے ڈرنا اور توسط اس کا شجاعت ہے اور اس توسط سے بہت اخلاق پسندیدہ پیدا ہوتے ہیں مثل علو ہمت اور استقلال اور حلم اور تحمل اور حمیت اور سوا اسکے اور توسط استعمال قوت نظریہ کے تئیں حکمت کہتے ہیں اور اوس سے ذکا اور سرعت فہم کی اور صفائی ذہن کی اور آسانی سے سیکھ لینا کسی فن کا اور اچھی طرح یاد کرنا اور سمجھنا اور سوچنا حاصل ہوتا ہے اور اسکے افراط کا نام جربزہ ہوا اور تفریط اسکی کا نام بلادت اور غباوت ہے اور جس وقت تینوں قوتوں میں توسط حاصل ہو جاوے اس کا نام عدالت ہے اور توابع عدالت کے سے دوستی اور الفت اور وفا اور شفقت اور بلا دینا احسان کا اور نگاہ رکھنا عدالتوں اور حسن صحبت کا اور مشارکت کا اور توکل اور ادا کرنا حق معبود مطلق کا اور ملائکہ اور سب پیغمبروں اور اسکے کا اور اولوالامر کا اور فرماں برداری کرنی اوامر مولوناہی شرع کی اور یہی ہے کمال تقوی لیکن اس جگہ ایک نکتہ ہے اوسکو بھی معلوم کرنا چاہیئے اور وہ ہے کہ قوت نطقیہ انسان کی ذات میں اوس حاصل ہے کہ اسکی روح کیواسطے پہلے بدن کے آنے سے حاصل تھی اور قوت شہویہ اور غضبیہ بعد تعلق گرفتن روح کے ساتھ بدن کے حاصل ہوئیں پس کمال توسط کا قوت نطقیہ کے اندر وہ ہے کہ استعمال اُس کا اس حد کو پہونچاوے کہ زیادہ اوس سے ناممکن ہو اور کمال توسط قوت شہویہ اور غضبیہ کا وہ ہے کہ اوسکی تئیں بقدر ضرورت کے استعمال کریں ساتھ اس حد کے کہ کمتر

آدمی کی تین قوتیں ہیں

اوس سے مقصود نہ ہو لاچار طریق قسط کا دریافت کرنا پیغمبر ہمانی انبیا علیہم السلام کے اور رفاقت صدیقوں اور شہیدوں اور صالحین کے دشوار ہو اور اسیواسطے کہا ہو کہ صراط مستقیم ہدی کرنی ساتھ انبیاء علیہم السلام کے ہو اور قید مشترک وہ ہے کہ انسان اپنے دل سے اسوی اللہ سے اعراض کرنوالا ہو اور دل اور قلب اور ذکر اور سکینہ الیہ طرف خالق اپنے کے متوجہ ہو یہانتک کہ اگر اوس جناب سے حکم پہنچے کہ بیٹے اپنے کو بیچ راہ خدا کے ذبح کرنا بعداری کرے مثل حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کے اور اگر حکم ہو کہ جان اپنی کو بیچ راہ خدا کے قربان کرساتھ کمال رضامندی اور خوشی کے قبول کرے مثل حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے اور اگر فرماوے کہ اپنے تئیں دیوانے رضا میں ٹال دے فرماں برداری کرے جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اور اگر یہ تجھے حاصل ہو نے منصب بڑے کا اور مرتبہ بلند کے اشارہ فرماوے کہ اپنے تئیں مانند شاگردوں کے آگے ایک شخص مجہول الحال کے پہونچا اور اوس سے ایک ذلیل کام کی بیگار عذر کرے اور ننگ اپنی طرف نہ آنے دے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا طرف حضرت خضر علیہ السلام کے دوڑے اور شاگردی انکی اختیار کی حدیث شریف میں آیا ہو کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تئیں جن وقت کہ مبتلا میں کفاروں کے ہاتھ سے اذیت بہت پہونچی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعبہ کے سایہ میں تشریف فرما تھے فرمایا کہ پیغمبر تمہارے ایمان داروں کو کفاروں کے ہاتھ سے بڑی بڑی مصیبتیں پہونچی ہیں اس حد تک کہ بعضوں کے تئیں زمین میں گاڑ کے کھڑا کر دیتے اور آرہ تیز لاکر انکے سر پر چلاتے تھے یہاں تک کہ بدن اون کا دو ٹکڑے ہو جاتا تھا اور وہ لوگ ہرگز دین اپنے سے نہ پھرتے تھے اور بعضوں کے تئیں لوہے کی کنگھیوں سے پوست اور ہڈیں چھیلتے تھے اور ہرگز خلاف دین اپنے کے کوئی بات زبان پر نہ لاتے تھے کہتے ہیں خط مستقیم اوس خط کا نام ہے کہ سب خطوں سے کہ دو نقطوں میں فرض کر سکیں چھوٹا ہو گویا بندہ کا صراط مستقیم کی اپنے واسطے دعا کرنا ہی عجز اور ضعف اپنا بیان کرنا ہی یعنی لائق نا توان میرے کے نہیں مگر طریق مستقیم اور اسیواسطے جو کوئی بوڑھا یا نا توان کسی حاجت اپنی کے واسطے جاتا ہے نزدیک استاد تلاش کرتا ہی اور دور کے سے بہانگتا ہے اور بھی کہا ہے کہ بندہ جبتک کے نہ دیا پنی مشورہ بنانیوالوں اور راہ جتانیوالوں کے ہی عمر ہدایت اور فرزند باریک راہ کی طرف بلاتے ہیں اور ماں باپ دوسرے راستے کی ہدایت کرتے ہیں اور دوست اور شفیق اور راہ کی صلاح دیتے ہیں اور دشمن اور حاسد دوسری راہ کی عقل بتاتے ہیں اور اپنا نفس اور طرف کو کھینچتا ہے اور شیطان راستہ دوسرا سکھلاتا ہے اور شہوت اور غضب اور طریق سوجھاتے ہیں اور عقل اسکی ضعیف ہو اور عمر اسکی کوتاہ میدان کوشش بیلنگ حیران ہو کر اپنے تئیں خاوند کے دروازہ پر لاکر فریاد کرتا ہے کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ اس جگہ بعض جاہل شبہہ کرتے ہیں کہ جس وقت مرد مسلمان کو یہ تعلیم ہوئی کہ نمازیں روبرو پروردگار کے اسطرح عرض کرے سوال کرنا ہدایت کا بے موقع ہو اسواسطے کہ مومن نمازی کو اسقدر ہدایت حاصل ہوئی ہو کہ حضور میں پہونچ گیا پھر طلب کرنا ہدایت کا تحصیل حاصل کی ہے اور اس کا کیا فائدہ ہو جواب اس کا یہ ہو کہ جیسے ہدایت کے ذکر بھی ہو چکا بہت ہیں پر انکی ہر وقت میں ہدایت کے مانگنے سے مستغنی نہیں کہ علم آدمی کا ایک ہی چیز کے ساتھ دو طرح سے ہمیشہ بڑھتا رہتا ہو اول دوام اوس علم کا یعنی برابر چلا جانا تمام وقتوں میں اور کم ہونا فترت کا یعنی غفلتیں جانی دوسرے ساتھ زیادتی دلیلوں کے اسواسطے کہ جو علم ایک دلیل سے حاصل ہوا ہے اور دوسرا علم کئی دلیلوں سے حاصل ہوا ہے دونوں علم برابر نہیں ہو سکتے اور جو چیز اقسام ممکنات سے جہان میں موجود ہو اوس میں دلالت اوپر وجود ذات الٰہی کے اور علم اور قدرت اور کرم اور رحمت اور حکمت اوسکی کے رکھی ہوئی ہے جیسا کہ کہا ہے **شعر** وَفِي كُلِّ شَيْءٍ لَهُ آيَةٌ ۔ تَدُلُّ عَلَى اَنَّهُ وَاحِدٌ ۔ **فرد** ہر گیا ہے کہ از زمیں روید ۔ وحدہ لاشریک لہ گوید پس علم آدمی کا ہر وقت زیادتی قبول کرنیوالا اور استعداد رکھنے والا ترقی بڑی کا ہے **فرد** دریندآں مباش کہ مضمون نماند است ۔ صد سال می تواں سخن ز لیف یار گفت ۔ معہذا فرمانبرداری تمام اور عبادت اوسکے کی اور حاصل کرنا فضائل اور مرتبوں بلند کے بیان بہت بڑا ہو یعنی اسکے بہت مرتبے ہیں اور سب اصلی مقصود ثابت ہونا آدمی کا اوپر اوس مرتبہ ہدایت کے تو یہ کیوں حاصل ہو اسی واسطے حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہو کہ اِهْدِنَا کی تفسیر ساتھ ثبتنا علی الھدایۃ کی فرمائی ہو یعنی ثابت رکھ تو ہمکو اوپر ہدایت کے اور کلام مجید میں گویا اسی کلمہ کی شرح کیواسطے پیچ جگہ دوسری کے ارشاد فرمایا ہو رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا یعنی اے رب ہمارے نہ پھیر تو دل ہمارا بعد اسکے کہ جس وقت ہدایت عطا کی تو نے ہمکو اور بھی اس جگہ شبہہ دوسرا وارد ہوتا ہے کہ سوال کرنا مطلب کا غیر سے دو وجہ سے خالی نہیں ہوتا یا دلالی نا اوس مطلب کا ہوتا ہو کہ وہ شخص بھول گیا ہو یا بے نیچہ کرنا بخیل کا اوپر سخا دینے کے ہوتا ہو اور یہ دونو وجہیں حکیم مطلق اور جواد مجرد کی شان میں متصور نہیں ہو سکتیں پس فائدہ اس مانگنے کا اور اس دعا کا کیا ہوا علی الخصوص کہ دعا رضا بالقضا کو بھی منافی ہو ہم کہتے ہیں بھی حکمت حکیم کی تقاضا کرتی ہو کہ مطلب طالب کا سوائے قطع اور نزدیک نہ تا کہ نفس اوس کا ٹوٹے اور بکبارگی پست ہو پس شاید کہ مانگنا اور ذلیل ہونا ہمارا کارگر پڑ جاوے اور جو شرط کہ اللہ تعالیٰ کی حکمت بیں عنایت کی گئی ہو صورت پکڑے **فرد** نانگرید طفل کے جوشد لبن ۔ تا نگرید مادر کے خند دچمن ۔ اور دعا منافی رضا بالقضا کو بھی نہیں اس واسطے کہ جائز ہے رضا اسی میں ہو کہ بندہ خواری اور نیازی اپنی ظاہر کرے اور عطا بعد طلب اوسکی سے واقع ہو اب سمجھنا چاہیئے کہ سوال ہدایت کا اور پر استعانت کے متفرع کیا ہو اسواسطے کہ عبادت جب مجاہدہ کے سبب سے کمال قبول کرتی ہو مفید علمی درجہ کی ہدایت کو ہوتی ہو قال اللہ تعالیٰ وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا یعنی اور جنہوں نے محنت ہمارے واسطے کی ہم سوجھاوینگے اونکو اپنی راہیں اور مجاہدہ متحقق حرف استعانت کے ہو اور جس وقت عبادت اور استعانت ملحوظ ہو میں تفرع ہدایت کا مالک یوم الدین پر بھی ظاہر ہوا اسواسطے کمال نفع ہدایت کا اوس دن میں بسبب عبادت کاملہ کے کہ بے اعانت اوسکی کے میسر نہیں ظاہر ہوگا اور تفرع ان تینوں چیزوں کا اوپر رحمت عام اور رحمت خاص بلکہ اوپر رب العالمین کے کہ بہتر سب چیزوں میں سے ہدایت ہے خوب ظاہر ہوا اور دوسرے شکر کہ متعلق ساتھ صراط الذین انعمت علیہم کے بھی ہو وہ یہ ہے کہ حقیقت نعمت کی کیا ہو ایک منعم ہے کہ بطریق احسان کے

بیان صراط الذین انعمت علیہم

غیر کی طرف پہونچادیں اور نفع اپنا اوس میں منظور نہو اور اسی واسطے منعم حقیقی سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں سوا اسکے کہ مخلوقات کو انعام کرنے میں منافع اپنے بھی خیال میں ہوتے ہیں جیسا کہ پہلے بیان ہوچکا اور کافروں اور فاسقوں کو انعمتین ہی کی گئیں حقیقت میں وہ نعمتیں نہیں سوا اسکے کہ انعام اوسکے ساتھ منظور نہیں اور جو چیزیں کہ جنمیں منافع سے اوسکو عطا ہوئی ہیں ظاہر میں وہ نعمت ہے اور باطن میں بلا اور آفت ہے پس اسکی مثال یہ ہے کہ زہر قاتل حلوا میں لپیٹ کر دیں یا حلوا الذیذ اگرچہ زہر اوس میں ہو ایک شخص مزاج بگڑی ہو بیکے کھلادیں کہ اوسکے معدہ میں اخلاط سمیہ کی طرف تحلیل ہو کر کیفیت زہر قاتل کا پیدا کرے یا ایسی مثال ہو کہ ایک شخص کو حلوا الذیذ دیں اور وہ شخص اوسکو بوقت پیاس کے زیادہ نوش جان کرے اور باعث بدہضمی اور ہیضہ کا ہو اور اسی واسطے کلام مجید میں فرمایا ہو وَمَا يُحِبُّ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ خَيْرٌ لِّأَنفُسِهِمْ إِنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ لِيَزْدَادُوا إِثْمًا یعنی نہ سمجھیں منکر کہ ہم ڈھیل دیتے ہیں اونکو کچھ بہتری اون کے حق میں ہم نقط اسواسطے اونکو فرصت دیتے ہیں تاکہ بڑھ جاویں گناہ میں اور اسی واسطے نعمت الٰہی کو دوسری آیت میں خاص فرمایا ہے ساتھ چار گروہ کے کہ عبارت انبیاؤں اور صدیقوں اور شہیدوں اور صالحین سے ہیں پس انعمت علیہم گو اگرچہ ظاہر میں شامل سکے لیکن حقیقت میں خاص انہیں چار گروہ کے ساتھ ہو اور اس جگہ میں مفسرین نے کہا ہو کہ حق تعالیٰ نے صِرَاطَ الَّذِينَ أَنعَمْتَ عَلَيْهِمْ فرمایا اور اس طرح نہ فرمایا صِرَاطَ مَنْ أَنعَمْتَ عَلَيْهِمْ اس واسطے کہ لفظ مَنْ کا بھی لغت عرب میں کہ موصول ہوتا ہے پس مَنْ کہنے سے علم خاص دون خصوص کا کہ مشہور ہیں اور ساتھ انعام الٰہی کے مذکور ہو چکے ہیں حاصل ہو گا۔ اس جہت سے کہ ذکر شے غیر معین کے اوپر دلالت کرتا ہے اور جس قت علم خاص دون کا حاصل نہوا طلب کرنی مناسبت مجہول کی لازم آئی اور یہ خیال ہوا اور الَّذِينَ موصوفہ ہوا اور معرفہ اوس جگہ استعمال کرینگے کہ مدلول اوس کا معین اور معلوم ہوا اور لفظ انعمت فرمایا اور نسبت انعام کی طرف ذات الٰہی کی تاکہ آگاہی اوپر کمال انعام کے ہو اسواسطے کہ ذات الٰہی سب طرح سے کامل ہے اور جو چیز کامل سے حاصل ہو وہ بھی کامل ہوتی ہے اور لفظ خطاب کا اس میں کیا تاکہ بندہ کو بعد حضور کے طرف غیبت کے رجوع ہو کہ وہ حرز بعد کو یعنی نقصان پیچھے کمال کے ہو اور علیہم کو انعمت کے اوپر مقدم نہ فرمایا اسواسطے کہ تقدیم کرنے تخصیص سمجھی جاتی یعنی انعام خاص اونہیں کو اسطے ہو اور تخصیص منع کرتی ہو طلب کرنے نسل کے سے اور بندہ درپے طلب کرنے مثل اوسی انعام کے ہو پس تخصیص منافی اوسکی غرض کے ہو اور انعمت کو ساتھ صیغہ ماضی کے ذکر کیا تاکہ کوئی وہم نکرے کہ وہ انعام مشکوک ہو اس واسطے کہ مستقبل محل شک کا ہو اور مفعول انعام کا حذف کیا تاکہ انعام دنیوی اور اخروی کو شامل ہو اور اس جگہ ایک شبہہ وارد ہوتا ہو کہ صراط مستقیم ایک راستہ ہو اور یہ چاروں گروہ راستہ جدا جدا رکھتے ہیں پس راستہ واحد راہ ان چاروں گروہ کا کس طرح ہو سکے اور ایسا ہی ہر ہر شریعت اوسکی جدی جدی تھی اور یہ ہمارا ہی ہر ایک کی اذکار اور اشغال جدے جدے طریقت میں برتتا ہے پس باوجود کثرت راستوں کے بیچ قول مشہور کے اَلطُّرُقُ إِلَى اللهِ بِعَدَدِ أَنفَاسِ الْخَلَائِقِ مذکور ہو وحدت راستہ کی کیونکر ٹھیک بیٹھے جواب اس شبہہ کا ساتھ ایک مثال کے ذہن نشین کیا جاوے اور وہ یہ ہو کہ طب یونانیوں کی مثلاً ایک راہ مستقیم علاج کا ہے اور بقراط اور جالنیوس کے وقت سے علوی خائے عہد تک تاؤ اوسکا چلا آتا ہے باوجود اسکے معالجات بقراط اور جالنیوس کے اپنے زمانہ میں اور طرح پر تھے اور معالجات علوی خاں اور حکیم علی گیلانی کے اپنے وقت میں دوسری طرح ہو سکے اور ایسا ہی ہر ہنر کا طور اور شریعت تھے اور تنقیہ سے کہ خصار اور اسہال سے ہو کمال حتراز کرتے تھے اوپر پچھلے لوگ مرکبات مجنبی اور شربتوں وغیرہ کو کام میں لاتے ہیں اور ہر مرض میں علاج تنقیہ اور مسہل کے ساتھ کرتے ہیں پس معلوم ہوا کہ اسطرح کے اختلافات اور کثرت منافی وحدت راستہ کو نہیں ہیں اور یہی بعض اطبا یونانی قاعدوں کے بنانیوالے مجھے ہیں اور بعضے پیروی کرنیوالے انہیں قاعدوں کے پس یہ اختلاف بھی موجب اختلاف راہ کا نہیں ہوتا ہے جیسا کہ ایک قافلہ ایک شہر سے دوسرے کی طرف ایک ہی راستہ میں جاتے ہیں لیکن بعضے آدمی اوس قافلہ میں پیشہ تجاری کا کرتے ہیں اور بعضے بوجھ اوٹھانیوالے ہیں اور بعضے کرایہ کرنیوالے اور بعضے بدرقہ چوکیدار ہیں اور حال یہ ہے کہ سب ایک ہی راستہ میں چلے جاتے ہیں لیکن کام مختلف موافق خدمتوں اور منصبوں اپنے کے عمل میں لاتے ہیں ایسے ہی انبیا علیہم السلام اس راہ میں راہ رو اور بدرقہ ہیں اور صدیق اور شہید اور صالحین مرتبہ بمرتبہ رفیق اور دست کش اور بوجھ اوٹھانے والے اور چوکیدار ہیں یہ سب مرتبہ وحدت راستہ کو منافی اور مخالف نہیں اور جو اختلاف کہ انبیاؤں کی شریعت میں ہے اصل دین میں نہیں بلکہ سبب اختلاف استعداد امتوں کے اور مختلف ہونے مصلحتیں ہر وقت کے احکام جدی جدی عوام کی نظریں معلوم ہوتے ہیں اور گمان مخالفت کا ہو گیا ہے اور حقیقت میں منظور سب انبیا علیہم السلام ایک امر مشترک ہو کہ مختلف نہیں مثلاً ایک طبیب اگر کسی مریض گرم مزاج والے کو گرمی کے موسم میں آنے میں بیٹھنے فرمائے اور سخت پانی کے دوا لے اور دوائیں سرد اور غذائیں تراوٹ کے واسطے تجویز کرے اور طبیب دوسرا اوسطے تجویز کرے اور مریض کو موسم میں بیٹھنے کا حکم کرے اور دوائیں گرم اور غذائیں خشک بجویز کرے ہرگز اس میں مخالف نہیں اس واسطے اگر طبیب پہلا جائے طبیب دوسرے کی یا دوسرا جائے پہلے کے ہوتا اور مریض ایک کا دوسرے کے پاس جانا وہی حکم رکھتا اور اسی واسطے حدیث شریف میں آیا ہے لو کان موسیٰ حیّاً ما وسعہ الا اتباعی یعنی اگر موسیٰ زندہ ہوتا گنجایش ہوتی اوسکو بغیر پیروی میری کی اور وہ جیز کہ تعلق ساتھ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ کے رکھتی ہو وہ یہ ہے کہ اس جگہ ایک شبہہ ہو کہ جس وقت انعام الٰہی دنیا اور آخرت میں نصیب بندہ کے ہو اس احتمال غضب و گمراہی کا نہایت اوس بندہ سے دور ہو حاجت احتراز کرنیکی غضب و گمراہی سے کیا ہو جواب اس کا بیشتر ذکر ہو چکا کہ ایک جماعت اپنے تئیں طرف صاحب نعمتوں کے یعنی انبیاؤں اور اولیاؤں کے نسبت کرتے ہیں مبادا کہ وہ رہ اور اولیا عوام کے ذہنوں میں راستہ بد نظر آوے اور دونوں راہیں آپس میں لجاویں اور پیروان لوگوں کے کو پیروان انبیا اور اولیا کے گمان کریں اور اللہ کے غضبیں اور گمراہی میں نہ جا پڑیں واسطے دور کرنے اس اشتباہ کے یہ لفظ لائے ہیں اور

بیان غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کا

لہ یعنی راہ طرف اللہ کے ساتھ شمار نفوس خلق کے ہے ۱۲

اکثر مفسرین صحیح تعیین کرنے مغضوب علیہ و ضالین کے اقوال مختلف لائے ہیں تھوڑے سے ذکر کیے جاتے ہیں بیضاوی کہتا ہے مغضوب علیہ گیا ہگار لوگ ہیں و ضالین سے مراد جاہل ہیں سوا سطے کہ پورا پورا انعام الٰہی بندوں کے حق میں وہ ہوا کہ وہ کو معرفت حق کی اور عمل نیک دونوں عنایت ہوں اور جس شخص کے تئیں دونوں نصیب نہوئے نعمت تمام نہوئے پس اگر فقط معرفت حق کی کرتا ہے اور عمل نیک نہیں رکھتا ہے فاسق ہوا اور عمل مغضب کا ہے اور جو شخص معرفت حق کی نہ رکھے گو عمل نیک کرتا ہو جاہل اور گمراہ ہے اور بیشتر گزرا کہ مغضوب علیہ و فرقہ ہیں یک کا فرعنادی مرنیوالا کہ دیدہ و دانست انکار کرتا ہے اور دوسرا گمراہ کہ قصداً گناہ کرتا ہو اور ضال بھی دو فرقہ ہیں ایک کا ذکر ساتھ تقلید کے کفر میں پڑا ہوا ہو یا بسبب قصور فکر کے کہ حقیقت دین کی اوسکے اوپر ظاہر نہوئی اور دوسرا گمراہ کہ اللہ کے کرم اور بخشش پر اعتماد اور بھروسا کر کے گناہ کرتا ہو یا بسبب نہ سوچنے اور بغور دریافت کرنیکے اہل ذکر سے نادانستہ منہیات کو اختیار کرتا ہے اور بعضوں نے کہا ہے مغضوب علیہ کافر ہے اور ضال مبتدع اور بعضوں نے کہا ہے مغضوب علیہ وہ شخص ہوا کہ یقیناً قیامت کے دن انتقام اوس سے لینگے اور سزا دینگے اور ضال عام ہے احتمال عفو کا بھی رکھتا ہے اور حدیث مشہور صحیح میں ہے حاتم طائی کے بیٹے عدی نام رکھتا تھا اور بیچ حضور پر نور پیغمبر علیہ السلام کے پہونچا تھا راہ سے کہ اسنے جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معنی ان دو لفظ کے پوچھے فرمایا کہ مغضوب علیہم یہودی ہیں اور ضالین نصاریٰ اور تصدیق اسکی قرآن مجید میں موجود ہے یہود کے حق میں یہ وَبَآءُو بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ اور نصاریٰ کے حق میں ہے وَضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ اور بعضوں نے کہا ہے کہ جو کوئی اعتقاد حق اور خلق نیک اور عمل صالح میں طرف تفریط کے گیا یعنی جو چیز چاہئے تھی اوس سے کوتاہی کی مغضوب علیہ ہوا اور جو شخص افراط کی طرف گیا وہ گمراہ ہے اور اس جگہ جاننا چاہیے کہ ظاہر میں حاجت اس لفظ کی معلوم نہیں ہوتی ہو اگر ایسا فرماتے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ کافی اور ثانی ہو جاتا اور ذکر ضالال اور غضب کا تساہ در کار نہ تھا لیکن ایمان کے دو بازو ہیں کہ مومن کو ان دونو بازو کے ذور سے سیر اور سلوک اس راہ کا میسر ہوتا ہے اور وہ بازو عبارت خوف اور رجا سے ہیں اور دونو ایسے چاہئیں کہ اعتدال پر ہیں اور اسی واسطے قرآن مجید میں جا بجا وعدہ کو ساتھ وعید کے ملا کر ذکر فرمایا ہے اور صراحۃً ارشاد فرمایا ہے کہ نَبِّئْ عِبَادِيْٓ اَنِّيْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ وَاَنَّ عَذَابِيْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِيْمُ یعنی خبر دار کر بندوں میرے کو کہ میں بخشنے والا مہربان ہوں اور تحقیق عذاب میرا عذاب دردناک ہے اور حدیث میں وارد ہے کہ لَوْ وُزِنَ خَوْفُ الْمُؤْمِنِ وَرَجَآءُهٗ لَاعْتَدَلَا کہ اگر تولے جاویں خوف اور رجا مومن کے البتہ برابر اتریں پس ہر گاہ کہ ذکر انعام کے نے دلالت جملے اوپر کی لازم آیا کہ ذکر غضب اور ضلال کا کیا جائے تا کہ دلالت خوف کے اوپر کیے اور دونو رکن ایمان کے برابر ہیں اور بھی جاننا چاہیے کہ غضب کو ذات حق کی طرف نسبت نہ فرمائی اور ایسے ہی گمراہی کو اوسکی نسبت ذات پاک ہی کی طرف کی اسواسطے کہ انعام محض تفضل و جود کا ہے بے سابق ہونے استحقاق کے اور غضب بسبب شامت اعمال بندوں کے اور گمراہی بسبب کوتاہی فہم انکے کے ہم پس گویا حق تعالیٰ فاعل حقیقی نہیں مگر انعام کا اور غضب اور ضلال ساتھ شرکت بندوں کے اوا ستحقاق کے اوسکے اوس سے صادر ہوتے ہیں اور اس جگہ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ نہ فرمایا اس واسطے کہ اس صورت میں تخصیص خاص اسکے اندر داخل ہوتے اور یہ مطلوب نہیں کہ جو شخص غضب اور ضلال کے ساتھ مشہور ہو ان سے احتراز ہو بلکہ جس میں غضب اور ضلال پایا جاوے گو کوئی ہو اور بھی معلوم ہو کہ منعم علیہ کا ایک مقابل ذکر ہو چکا کہ وہ مغضوب علیہ ہو پس ضالین کہ بیچ مقابلہ مہتدین کے ہو منعم علیہ کے مقابلہ میں اس کا ذکر کرنا مناسب نہیں لاکن ہر گاہ کہ منعم علیہم یقیناً مہتدین یعنی راہ پائے ہوئے بلکہ دین میں یعنی راہ تا نیا لے اس واسطے کہ راہ اونہیں کی طلب کرتا ہے اور ہدایت ساتھ اوسی راہ کے چاہتا ہے تا چار ضالین بھی بیچ مقابلہ منعم علیہم کے مذکور ہوا اور یہ بھی جاننا چاہیے کہ مقدم کرنا مغضوب علیہم کا اوپر ضالین کے اشارہ اس طرف کرتا ہے کہ مغضوب علیہم زیادہ تر تباہ ہیں اور آخرت میں روائی ان کی بہت ہے بہ نسبت ضالین کے پس ان دونو لفظوں کی تفسیر میں مغضوب علیہم کی بُرائی حال کی زیادہ تر بہ نسبت برائی ضالین کے رعایت کرنی چاہیے تا کہ خلاف نظم قرآنی کا لازم نہ آوے اور قسم دوسری یعنی وہ چیزیں کہ تعلق ساتھ تفسیر تمام سورۃ کے ہے یعنی ہیئت مجموعی کے ساتھ یہ ہے کہ اس سورۃ کو نماز میں واجب القراءۃ مقرر کیا ہے اور اعمال محسوسہ بیچ نماز کے سات رکن ہیں اور آیتیں اس سورۃ کی بھی سات ہیں ارکان سات نماز کے قیام اور رکوع اور قومہ اور سجدہ پہلا اور جلسہ درمیان دو سجدوں کے اور سجدہ دوسرا اور قعدہ میں پس یہ سات فعل بغیر اس سورۃ کے مثل سات بدن جسم انسانی کے ہے کہ بغیر روح کے مردا یہ سورۃ بمنزلہ روح کے ہے اور جس وقت روح بدن کے ساتھ متصل ہو وے حیات اور زندگی حاصل ہوا ہے ہی یہ سورۃ کہ سات آیتیں ہیں جس وقت نماز میں پڑھی جاوے ساتوں ارکان نماز کے کمال قبول کر لینگے پس بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو بقیام کے تصور کیا چاہئے اس واسطے کہ قیام وجود ہیئت کا ساتھ ظہور اسم الٰہی کے ہے اوس ہیئت میں اور بھی بسم اللہ واسطے ابتدا ہر کام کے مقرر ہے اور قیام ابتدا اعمال نماز کا ہے اور اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ مقابل رکوع کے ہے اس واسطے کہ بیچ حمد کرنیکے ساتھ اس صیغہ کے نظر حق کی طرف بھی ہے اور نظر خلق کی طرف بھی ہے اور بھی ملاحظہ منعم کا ہے اور بھی ملاحظہ نعمت کا اس واسطے کہ حمد اسی کو کہتے ہیں کہ شکر کی جاوے بسبب انعام کے اور بندہ اس حالت میں منعم کی طرف بھی متوجہ ہے اور نعمت کی طرف بھی پس حمد ایک حالت متوسط ہے درمیان غفلت اور استغراق کے جیسا کہ رکوع بھی ایک حالت متوسط ہے درمیان قیام اور سجود کے یا یہ سبب ہے کہ حوت حمد میں اوصاف بیشمار اللہ تعالیٰ کے ملاحظہ کر کے پشت بوجھ کے مارے جھک گئی اور خم ہوئی اور صورت رکوع کی نمودار ہوئی اور الرحمٰن الرحیم مناسب قومہ کے ہے اس واسطے کہ جو بندہ بڑائی اور بلندی اپنی کو خدا کیواسطے عاجزی اور پستی کے ساتھ بدل کرے رحمت الٰہی اوسکو طرف بلندی کے پھیر دیتی ہے کہ مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ اور مالک یوم الدین مناسب سجدہ پہلے کے ہے

بیان ان لطائف کا متعلق تمام سورۃ کیساتھ کہتے ہیں

اس واسطے کہ یہ لفظ دلالت کرتا ہے اوپر تجلی قہری جلالی کے کہ پیدا کرنیوالی خوف شدید کی اور ثمرہ دینے والی کمال خواری اور عاجزی کی سے اور خاک ہونا اور منکوخاک پر ملنا اسکے آثار سے ہوا اور بھی ابتدا یوم الدین کا بعد مرنیکے ہوا اور موت رجوع ہونا بمبنیہ انسانی کا طرف اصل اپنی کے ہو کہ وہ خاک ہے اور ایاک نستعین مناسب ہے قعدہ کو کہ درمیان دو سجدان کے ہو اس واسطے کہ ایاک نعبد بیان فراغت کا پہلے سجدہ سے ہو کہ کمال ذلیل و سہی ہوتا ہے اور ایاک نستعین طلب کرنے مدد کی دوسرے سجدہ کے واسطے ہوا اور لفظ اہدنا القرط المستقیم سوال بڑے مطلوب کا ہو پس مناسب سجدہ دوسرے کے ہے کہ محل اجابت کا ہو اور صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین گویا حال ہو حاصل ہونے مطلب کے اور ہو پہنچنے انعام الٰہی کے پس مناسب قعدہ کے ہو اس واسطے کہ عادت مقررہ بادشاہوں اور سلاطین کی اوپر اوسکے جاری ہو کہ جس وقت بندے اور غلام اوسکے ساتھ کمال تواضع کے اور کمر بستہ اور تیار حاجات کے فارغ ہوتے ہیں واسطے بیٹھنے کے اونکو حکم کرتے ہیں اور اکرام اور انعام اونکے اوپر پہونچاتا ہے اور بیٹھنا اور برخواندار اپنے کے کمال مرتبہ کا انعام ہوا اور اسی واسطے بعد حاصل ہونے اس مرتبہ کے تحیات کہ اوس میں ثنا کرنا اور ستائش اور ثنا منعم حقیقی کا ہو اور درود اور سلام اوپر پیغمبروں اس راہ کے اور رفیق اس طریق کے ہی مقرر ہوئی اور بعضوں نے ایسا کہا ہو کہ لفظ بسم اللہ کا مناسب ظہار تکے ہو اس واسطے کہ نور اسم الٰہی کا تاریکی حدث کو دور کرتا ہو اور لفظ رحمٰن کا کہ اسم اللہ میں ہو مناسب استقبال قبلہ کا ہو اس واسطے کہ حرمت ایجاد کی حاصل اوس کا متوجہ ہونا حق کا طرف ثنا کے اور متوجہ کرنا اشیا کا طرف حق کے ہو اور استقبال قبلہ میں بھی بدن متوجہ طرف اصل اپنی کے کہ وہ مٹی کعبہ کی ہو ہوتا ہو اور جوہر مٹی کا نباتہ سب عناصر سے بدن میں ہو اور مٹی سب کی کعبہ کے نقطہ سے پھیلی ہو جیسے کہ احادیث میں موجود ہو اور یہ حالت باعث متوجہ ہونے روح کی طرف پیدا کرنیوالے اپنے کے ہوتی ہو اس واسطے کہ بعد بنا ہونے کعبہ کے اوس جگہ مبارک میں وہ تجلی ہو پس لام اور نقطہ نکا یعنی جن اور جیم کا اشارہ ہو طرف استقبال بدنی اور توجہ جانی کے اور جملہ مناسب قیام کے ہوا اسواسطے کہ اشارہ کرتا ہو ساتھ قائم ہونے خلق کے ساتھ حق کے بہانتک کہ تمام تعریفیں مخلوقات کی جو ع ذات باری کی طرف ہوئیں اور رب العالمین مناسب رکوع کے ہو اسواسطے کہ شاہ ہر درویش پادشاہ ہے جیسا کہ رکوع شامل ہو قیام اور قعود کے معنی کو اور ذکر جن اور جیم کا مناسب اعتدال کے سوا اسطے کہ بعد فنا ہونیکے بقا لازم ہوا اور بقا کو اعتدال لازم ہے اور مالک یوم الدین مناسب سجدہ کے ہو اس واسطے کہ تمام مخلوقات دس ن میں ہیچ نہایت فروتنی کے ہوں گے اور ایاک نعبد مناسب جلسے کہ درمیان دو سجدوں کے ہو اس واسطے کہ سبب سجدہ کے کمال ذلت کی حاصل ہوئی اور قرب حضور کا حق بیٹھنے کو مناسب ہوتا ہو اور ایاک نستعین مناسب سجدہ دوسرے کے ہو اسواسطے کہ استعانت بسبب کمال عاجزی اور تذلل کا ہو کہ تکمیل سجدہ کے لازم آتا ہو اور اہدنا الصراط المستقیم مناسب قعدہ تشہد کے ہو اسواسطے کہ اوسکا ہی کرتا ہو اوپر نرمی صاحب استقامت کے اور صراط الذین انعمت علیہم آخر تک مناسب قرارہ تشہد اور درود اور دعا کے ہو جیسا کہ پوشیدہ نہیں تو اس جگہ شبہ عوام کے دہن میں گذرتا ہو اور ارکان ایک ایک مرتبہ کے جانتے ہیں اور سجدہ دو دفعہ کس واسطے مقرر ہوا جواب اس کا یہ ہو کہ پہلا سجدہ مناسب ازل کے ہو اور سجدہ دوسرا مناسب ابد کے ہو اور جملہ کہ درمیان دو نوسجدوں کے کہتے ہو صورت دینا کی ہو پس ساتھ اہلیت اوسکی کے اس بات کو پہچانتے ہیں کہ وہ اول ہو اور اوس سے اول کوئی نہیں اس صفت کو خیال کر کے سجدہ کرنا چاہیئے اور ساتھ ابدیت اوسکی کے یہ بات معلوم ہوتی ہو کہ وہ آخر ہو ارادہ کے واسطے دوسرا آخر نہیں اس صفت کا لحاظ کر کے سجدہ دوسرا کیا گیا اور یہ بھی اشارہ ہو کہ پہلے سجدے سے فنا دنیا کی سمجھی جاتی ہے کہ آخرت میں ہوگی اور سجدہ دوسرے سے فنائے آخرت کی کہ بیچ جلال الٰہی کے ہوگی معلوم کی جاوے اور یہ بھی سجدہ پہلا اشارہ طرف فنا کل مخلوقات کے ہو باعتبار ذات اوسکی کے اور سجدہ دوسرا اشارہ ہو طرف بقا اسکی کے ساتھ بقا اللہ تعالیٰ کے اور بھی سجدہ پہلا دلالت کرتا ہو اوپر فرماں برداری عالم شہادت کے واسطے قدرت اللہ تعالیٰ کے اور سجدہ دوسرا دلالت کرتا ہو اوپر فرماں برداری عالم ارواح کے بیچ ملاحظہ سبب عزت کے اور بھی سجدہ پہلا سجدہ شکر کا ہو اوپر نعمت معرفت ذات اور صفات کے اور سجدہ دوسرا سجدہ خوف کا ہو تقصیر ادا ہونے حقوق کی بیچ کمر بانی کے اور یہ بھی مشہور ہو کہ نماز پڑھنے والا جو اب کہتی ہو نسبت کہ اوٹھو کہ بیٹھنے سے پس سجدہ ہر گاہ کہ بیٹھ کر ادا ہوتا ہو اس واسطے دو سجدہ کو قائم مقام ایک رکوع کے کیا گیا اور بھی ہر تے کیواسطے دو گواہ در کار ہیں یہ دو سجدہ ہی قیامت کے دن دو گواہ عادل ہیں واسطے بندگی بندہ کے اور بھی ابتدا وجود کا وحدت سے طرف کثرت کے ہوا اور فروتنی طرف زمین کے پس مناسب وجود کے ابتدا اور انتہا کو بھی یہ دو سجدے مقرر ہوئے اور بھی یہ دو سجدے مقرر ہوئے تا کہ صفت انسان کی ہوا اور حمد اور ثنا ہونی صفت چار پایہ نکی ہو اور زمین کے اوپر سر رکھنا صفت حشرات الارض اور بہائم کی ہو پس منکسر نفس کی بیچ ایک مرتبہ کے ہو اور سجدہ میں دو مرتبے کے عاجزی ہو اچار سجدہ کو مکرر کیا تا کہ ٹوٹنا نفس کا زیادہ حاصل ہو **فائدہ دوسرا** سورہ فاتحہ میں جو پانچ چیز پانچ صفتیں ربوبیت کی اللہ رب رحمٰن رحیم مالک اور پانچ چیزیں صفتیں بندہ کی عبادت استعانت طلب ہدایت طلب استقامت طلب نعمت کی اور بچنا غضب سے جناب اللہ کے ساتھ قدر کہنی ہو اور استعانت رکھنے ساتھ اور طلب ہدایت کی رحمٰن کے ساتھ اور طلب استقامت کی رحیم کے ساتھ اور طلب نعمت کی اور پناہ غضب سے ساتھ مالک کے تعلق رکھتی ہو اور بھی آدمی مرکب پانچ چیزوں سے ہو بدن اور نفس شیطانی اور نفس سبعی اور جوہر ملکی کہ عقل ہو اور ذات پاک باری کی نے اوپر ان پانچوں کے تجلی فرمائی اور ثمرات ان کے الگ الگ چیزوں پر ظاہر ہوئے پس اطمینان جوہر ملکی کا ساتھ تجلی اسم اللہ کے ہو الا بذکر اللہ تطمئن القلوب اور نرمی اور فرماں برداری ہونا نفس شیطانی کا، ماتہ تجلی اسم رب کے ہے اسواسطے کہ جب اللہ تعالیٰ اوسکی طرف انعام اور احسان کے متوجہ ہوا اپنی شمار ہے بایا اور فرماں برداری اختیار کی رب انی اعوذ بک من ھمزات الشیاطین اور اصلاح نفس سبعی کی بسبب تجلی اسم رحمٰن کے ہے اسواسطے کہ یہ اسم مرکب تنہا و لطف سے ہو جیسے کہ فرمایا ملک یوم الدین الحق للرحمٰن اور اصلاح نفس سبعی کی بسبب تجلی اسم رحیم کے ہو اسواسطے کہ جب اوسکے واسطے پاک چیزیں اور کلمے طرح کی نعمتیں عطا فرمائی نافرمانی سے بچایا انی رایتکم من رحمتی جعل لکم اللیل والنہار لتسکنوا فیہ ولتبتغوا من فضلہ ولعلکم تشکرون اور دور کرنا غلظت و کثافت

بدن کا ساتھ تعلق صفت ماکلہ کہتے ہیں واسطے بدن غلیظ اور کثیف ہونے کے واسطے تھا بھی شدید پھاپے اور وہ قریہ ہو کر خوف قیامت کے حاصل ہوجیسے کہ فرمایا ہے لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ اور ہرگاہ کہ سبب ان تعلیمات خمسہ کے آدمی ساتھ تمام اجزا اپنے کے درست اور راست ہوا پچھلے پاؤں پھرا اور راہ اطاعت کی طرف متوجہ ہوا پس واسطے اطاعت بعض بدن کے ایاک نعبد کہا اور واسطے اطاعت بعض بھی کے تمام کرکے کہا لہ قول کا اور گناہ کی باتوں کا سان ہوا ایاک نستعین ذکر کیا اور واسطے خالصی کے بخل فیض سبعی کیسے اہدنا کہا اور واسطے دور کرنے مکروں نفس شیطانی کے طلب استقامت کی کی اور واسطے اصلاح جوہر ملکی کے رفاقت ارواح مقدسہ کی درخواست کی اور دور ہونا ارواح خبیثہ سے ساتھ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ کے چاہا اور بھی ہرگاہ کہ بندہ بیچ مقام مناجات کے کھڑا ہوا اور صفات کمال ذات باری کی الحمد للہ سے شروع کرکے کہا مالک یوم الدین تک ملاحظہ کئے بے اختیار اور مکوشوق سیر الی اللہ کا دامنگیر ہوا نا چار قصد اس سفر کا مصمم کیا اور ہر سفر کے واسطے توشہ درکار ہے تو شاس سفر کا عبادت ایاک نعبد کہا اور جس وقت جانا کہ سفر نہایت دور دراز ہے اور توشہ نہایت تھوڑا اور طاقت بھی اسقدر نہیں کہ پیادہ اتنی مسافت کو قطع کرے سواری بھی چاہیئے نا چار ایاک نستعین کہا کہ تو شامیل اور سواری واسطے قطع کرنے مسافت کے جناب الٰہی سے عنایت ہو **تقل** ہے حضرت ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ حال کا کہ ایک وقت بے سواری حج کے راستہ میں جاتے تھے ایک اعرابی نے اون سے کہا کہ اے شیخ تیرا کیا حال ہے کہ یہ سفر طے ہے اور تو نے بغیر سواری کے اوس کا ارادہ کیا انہوں نے فرمایا کہ پاس میرے سواریں بہت ہیں اگر بلا میرے اوپر آئی ہے سواری صبر کی رکھتا ہوں میں اور اگر نعمت مجھکو پہونچی ہے سواری شکر کی اور اگر قضا مقدر ہوتی ہے اوپر سواری رضا کے سوار ہوتا ہوں میں اور اگر فضل خداوند کا نہ ہوتا ہے اوپر سواری قناعت اور زہد کے سوار ہوتا ہوں اور شیطان وسوسہ ڈالتا ہے ساتھ بدرقہ ذکر کے پناہ میں ہوتا ہوں میں اعرابی نے کہا کہ تجھکو یہ سفر بیارکے اور حقیقت میں تو سوار ہے اور میں پیادہ ہوں آور جب بندہ نے توشہ اور سواری سے خاطر اپنی جمع کی راستے مخالفت اور شکی نظر میں نمودار ہوئے نا چار طلب کرنا راہ مستقیم کا شروع کیا اور جس وقت راہ مستقیم کی ظاہر ہوئی راستہ میں رہنما اور رفیق بھی چاہئی ہر نبی کو رہنما اپنا کیا اور اولیاؤں کو رفیق اپنا ٹھہرایا اور حجاب اور تیمم اور کانٹے کہ اوس راستہ میں پیش آتے ہیں ساتھ لفظ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ کے اون سے اجتناب کیا بلانا چاہیئے کہ اس سورہ کے نام بہت ہیں تھوڑے سے نام ساتھ بیان وجہ تسمیہ کے ذکر کئے جاتے ہیں تا کہ وہ فائدے کہ بیچ تمام اس سورہ کے رکھے ہوئے ہیں منکشف ہوں بعض اون ناموں سے فاتحۃ الکتاب ہے اور وجہ تسمیہ کی اس نام کے ساتھ یہ ہے کہ کتاب الٰہی ساتھ اسی سورہ کے شروع کرتے ہیں لکھنے میں اور پڑھنے میں اور عادت بھی قراءت کا شروع اسی کے ساتھ ہے بلکہ بسم اللہ اور حمد اس سورہ کی شروع ہر کتاب کا ہوا اور اس سورہ کا نام فاتحۃ بھی اسی سبب سے مقرر کیا کہ کھولتی ہے یہ فضائل علوم کے پس بسم اللہ اشارہ طرف ذات اور اسماء الٰہی کے ہے کہ ہر الہ میں بلکہ اس سے بھی زیادہ اور تمام دین اور شریعت واسطے معرفت اور عبادت اوسکی ہے اور لفظ الرحمٰن الرحیم کا اشارہ ہے طرف ظہور ذات اور صفات اللہ تعالیٰ کے بیچ جہان کے اور انتہا علوموں کی جاننا اسی بھید کا ہے اور حرف با کا واسطے الصاق کے ہے اشارہ کرتا ہے طرف متصف ہونے خلق کے ساتھ اسماء الٰہی کے کہ غایت کمال نوع انسانی کی یہی ہے اور حمد اشارہ طرف شکر نعمتوں اوسکی کے ہے کہ تمام جہان میں پھیلی ہوئی ہیں اور جو نعمتیں خاص بن انسان میں موافق اوسکے کہ بڑے بڑے طبیبوں نے ذکر کیا ہے پانچ ہزار نفع ہیں اور اسقدر نعمتوں کا گر بہ نسبت کل نعمتوں اسکی کے قیاس کیا جاوے جیسے کہ قطرہ کو دریا کے نسبت ہے اوس سے بھی کمتر ہے اور بیچ ضمن معرفت اوسکی کے معرفت نفس حاصل ہوتی ہے کہ بسبب اوسکے معرفت تمام خلائق کی میسر ہوتی ہے اور رب العالمین اشارہ ہے طرف اقسام موجودات کے خواہ روح ہوں خواہ اجسام آفریدہ بھی ہوں یا مثالی اور خواہ اعراض ہوں شہادی سے مراد ہے کہ عالم شہادت میں پائی جاتی ہیں اور مثالی سے مراد ہے کہ عالم مثال میں موجود ہوا اور الرحمٰن الرحیم اشارہ ہے طرف تمام خیرات کے اور وجہ خلاصی کے تمام آفتوں سے اور یہ بحث بڑا مقصد سب علموں میں سے ہے اور مالک یوم الدین اشارہ ہے طرف معاد اور باقی رہنے نفسوں کے بعد مفارقت بدنوں سے اور ننگ بخت ہونے بعضوں کے اور بدبخت ہونے بعضوں کے اور طرف خراب ہونے عالم علی اور عالم اسفل کے اور نفع تصور کے اور کیفیت زندہ ہونیکی بعد مرنے کے اور کھڑے ہونیکے بیچ میدان قیامت کے الخ سبب لے میزان کے اور دوزخ جنت کے اور طبقوں دوزخ کے اور مرتبے شفاعت کے بانبیاؤں اور اولیاؤں اور عالموں اور شہیدوں کے اور یہ مطلب بزرگ تر مطلبوں علم اعتقادیہ سے ہے اور ایاک نعبد اشارہ ہے طرف انواع عبادت قلبی اور قالبی کے یعنی عبادت دل اور اعضا کے کہ بیچ کتابوں فقہ اور سلوک اور رسائل ادعا دادر اشغال ہر طریقہ کے تھوڑا سا اون میں سے بیان ہوا اور ایاک نستعین اشارہ ہے طرف مطرح کی حرفتوں اور پیشوں کے کہ جہان میں رائج اور معمول ہیں اس واسطے کہ تمام پیشہ بنی آدم کے اور کاریگری اونکی میں استعانت پکڑی ہے ساتھ مخلوقات اللہ تعالیٰ کے مثلاً پیشہ کھیتی کا کہ بیں ستعانت تمام متعلقات ہے صورت نوعیہ تک کے اور مقتضائے کیفیت زمین کے اور سارہ آب اور ہوا اور آفتاب اور ماہتاب اور لوہے اور پیتل اور چمڑے وغیرہ کے کہ یہ سب چیزیں مخلوقات الٰہی ہیں اور یہ اسی قیاس کے تمام پیشہ اور حرفتیں سمجھنی چاہیئے اور اسی واسطے کہا ہے کہ کاریگری میں بنی آدم کے تین چیز کی طرف رجوع کرتے ہیں ایک استنتاج دوسرے استخدام تیسرے نقل و حکایت استنتاج یہ ہے کہ کسی کسی چیز کو دوسری چیز کے ساتھ جمع کریں اور قیمتی چیز اوس سے حاصل ہو جیسے زراعت اور درخت کہ جمع کرتے تخم زمین سے پیدا ہوتی ہے آمیل نسل اور دودھ اور دہی اور گھی کے کہ جمع کرتے حیوان فربہ کے ساتھ مادہ اوسکی کے حاصل ہوتے ہیں یا جیسے کہ حیوانات میں ایک نوع کے حیوان نر کو اور پیادہ دوسرے نوع کے ڈال کر بچہ اور قسم کا حاصل ہوتا ہے جیسے قیاس اسکے اندر ایک مقدمہ کو دوسرے مقدمہ کے ساتھ لانے سے نتیجہ حاصل ہوتا ہے اور استخدام وہ ہے کہ قوت اور نفع کسی چیز کا اپنے کام میں صرف کیا جاوے جیسا سواری کرنے اوپر جانوروں کے اور خدمت یعنی غلاموں سے اور لونڈیوں سے اور سائیسوں اور درزیوں اور بلاحوں سے اور دوسرے مزدور خاص اور مشترک سے اور نقل اور حکایت یہ ہے کہ ساتھ واسطہ بعض مخلوقات کے بیچ بعض مخلوقات دوسرے کے ایک ہیئت اور شکل اور کیفیت پیدا کریں کہ حکایت چیز مرغوب کی کرے مثلاً جو شخص قت چاہیں کہ

حکایت حضرت ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ کا بیان سورہ فاتحہ کے ناموں کا

بیان خصلت آدمی کا

سونے اور چاندی کو پہننے میں استعمال کریں پہلے انکو مصالح لگا کر آگ سے گرم کرکے پانی کر لیں بعد اسکے سوت یا روئی پیاد کو دوڑا دیں تا کہ چمک اور صفائی اور رنگت سونے چاندی کی روئی میں پیدا ہووے اور وہ روئی حکایت سونے اور چاندی کی کرے جیسے کہ کناری اور طاش اور بادلہ علی ہذا القیاس پیچ حکایت کرتے آواز جانوروں کے اور نخوں تاروں کے اور بیچ خوشبوؤں پھولوں اور کلیوں اور رنگتوں اونکی کے فکر کرنا چاہیئے کہ علم موسیقی اور عطاری اور نگریزی اوس سے پیدا ہوا اور اِہْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ اشارہ ہے طرف دو طریق حاصل ہونے علموں اور معرفتوں کے کہ ایک بطور استدلال کے حاصل ہوتا ہے اور دوسرے بطور تصفیہ کے اول کو طریق متاخرین کا اور دوسرے کو طریق اشراقیین کا کہتے ہیں اور صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ اشارہ طرف مباحث نبوت اور ولایت اور اعتقادات صحیحہ اور اخلاق پسندیدہ اور اعمال نیک اور تاریخ انبیاؤں اور تذکرے اولیاؤں اور مقامات و ملفوظات اونکے کے ہے اور غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ اشارہ ہے طرف فرقوں کفار اور مبتدعوں کے اور طرف اعمال فاسدہ اور اخلاق رذیلہ اور اعتقادات باطلہ کے کہ تمام ولایتوں میں اور ہر ایک زمانہ میں پھیلے ہوئے تھے اور ہیں اور آویں گے اور اونمیں سے نام اسکا سورۂ الحمد ہے اسواسطے کہ ابتدا اس سورہ کا ساتھ لفظ حمد کے ہے اور حمد اس سورہ کے شامل ہے اور اوپر تمام حمدوں قرآن اور غیر قرآن کے جیسا کہ انشاء اللہ تعالیٰ درمیان مقام اپنے کے بیان کیا جاویگا اور اونمیں ناموں سے یہ سورۃ الشکر اسواسطے کہ حمد بنیاد شکر کی ہے اور اس سورہ میں کئی وجہ شکر کے جمع کئے ہیں اور وہ تین وجہیں بحجت دل کے ساتھ اور ثنا ساتھ زبان کے اور خدمت ساتھ اعضا کے جیسا کہ تفصیل ان سب کی گذری اور اونمیں ناموں سے سورۃ الکنز ہے اس واسطے کہ حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہو کہ نزلت سورۃ الفاتحۃ من کنز تحت العرش یعنی اسرار معارف کہ شامل ہیں معرفت ذات اور اسماء اور افعال اور صراط مستقیم اور جزا اور اور علم خاصہ اور علم احکام کہ یہ سب ایک اسم ہے جامع ذات اور اسماء کا اور ساتھ حرف باء الصاق کے اشارہ طرف اوسکے فرمایا ہو کہ وجودات اشیاء کے قائم ساتھ ذات اور اسماء اللہ تعالیٰ کے ہیں جیسا کہ قائم ہونا جسد کا ساتھ روح کے اور یہی ہے سر وجود اشیا کا لیکن ساتھ طریق ایجاب کے نہیں یعنی بلا اختیار صادر نہیں بلکہ تقاضا رحمت اوسکی کا ہے فاضہ وجود کمالات ذاتیہ کا فرماتا ہے پس درمیان لفظ رحمٰن اور رحیم کی معرفت افعال کا بیان ہوا اور سر افعال کا بھی ظاہر ہوا کہ افعال اوسکے واسطے کمال ذاتی اوسکے کے ہیں اور اسی جہت سے اللہ تعالیٰ مستحق حمد کا ہوا اسواسطے کہ شان کا مل کے سے یہ ہے کہ تکمیل غیر کی کرے نہ اعتماد الفضل پنی کا اس واسطے کہ وہ رب سب کا ہے پس عطا کرنا کمالات تمام مخلوقات کا اوسی کی طرف سے ہوا اور اگر اوسکو اسکے سبب سے تحصیل کمال کی متظور ہونا لازم آتا ہو کہ طالب عوض کا ہوا اور کمال اوسکے میں نقص آجاوے اور ساتھ لام استحقاق اور لام اختصاص کے بیان فرمایا کہ حمد اللہ تعالیٰ کی بکھیر نیوالی ہے سب حمدونکو یعنی تمام حمدیں اوسی کی طرف رجوع کرتی ہیں اسواسطے کہ کوئی چیز جہان میں ساتھ کسی درجہ کے استحقاق حمد کا رکھے اوسی کے فیض کے سبب سے ہے پس وہ بالاولیٰ ساتھ اوس حمد کے حمد کیا گیا ہوا سیواسطے کہا ہے **بیت** حمد را با تو نسبتے است درست ہر بر دیگر کہ رفت بر دست۔ پھر اشارہ کرتے ہیں طرف سر حمد کے یعنی بھید اسکا کہ حمد اوسکی کی جاوے اسواسطے کہ جناب باری تربیت فرماتا ہو کل عالم کو ساتھ تربیت رحمت کے کہ اول ہر چیز کو جیسا کہ چاہیئے پیدا کیا پھر جس شے کی طرف کہ بقا اپنی میں حاجت رہی اوسکو بخشی اور تمام کمالات غیر متناہی کی اوسکو استعداد عطا فرمائی اور طرف معاد کے اشارہ فرماتا ہے ساتھ مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ کے اور ساتھ اضافت کرنے مالکیت کے طرف زمانہ کے یعنی یوم الدین کے اشارہ طرف احاطہ مالکیت کے فرمایا اسواسطے کہ دن قیامت کا تمام بندونکو گھیرنیوالا ہوگا جبکہ مالک اس دن کا ہوا مالک تمام بندونکا بھی ہوا اور معاد کے بھید کی طرف بھی اشارہ فرمایا کہ یہی مقتضائے رحمت اوسکی کا ہے اسواسطے کہ اوپر مظلوم کے رحمت تمام نہیں ہوتی بدون بدلا لینے کے واسطے اوسکے ظالم سے اور نعمت عابد ونکے اوپر تمام نہیں ہوتی مگر ساتھ بخشنے ملک جنتگی کے اوپر ایک کلمے کے اور اوپر ایک عمل کے پھر اشارہ طرف صراط مستقیم کے فرمایا اور اوسکے دو رکن ہیں آراستہ ہونا ساتھ عبادت کے اور تزکید کرنا ساتھ استعانت کے اور صراط مستقیم کا بھید بھی فرمایا کہ حاصل اوسکا متکرر ہے کہ لفظ حمد کے بھی گیا اور صبر ہو کہ لفظ عبادت کے ساتھ ہر چہار ضمیر فرمایا ساتھ لفظ ایاک کے مغز عبادت تک کا ہاتھ آوے اسواسطے کہ وہ متضمن ہے شرع انوار سری کو ظاہر کرنا نسبت با مکان اور مقدار کی ہے اور مرجع عبودیت کی ہے اور شاہ فرمایا وقت بزدک کے ساتھ ذکر انعام اوسکے اور بھید دینے جزا کا بھی بیان فرمایا کہ عبادت اور استعانت پیدا ہوتا ہے اسواسطے کہ عرفان عبودیت کا عبادت سے اور حق عبودیت کا استعانت سے اور جب دونو حق جمع ہوئے لابد حصول جزا کا واسطے ہر ایک چلنے والے راستہ ہدایت اور گمراہی کے ضرور ہوا اور طرف تعلیم حجت کے بھی کہ مسلمان لوگ مشرکین کے مقابلہ میں لاویں اور اونکو الزام دیں ارشاد فرمایا اس طرح سے کہ الوہیت اور ربوبیت اور رحمت اور مالکیت اوسکی بلا واسطہ تمام مخلوقات کی طرف منسوب ہے پس حاجت مقرر کرنے واسطوں کی کیا ہے اور ان امور میں اعتقاد لمرک کا کرنا اسواسطے کہ جو وقت پرورش تمام مخلوق کی اور رحمت سب کے اوپر اوسکی طرف ہے اور ملوک بھی اوسکے ہیں پس شریک ٹھہرانے سے برابری بندہ کی ساتھ معبود کے لازم آتی ہے اور نہایت تذلل یک طرف میں اور نہایت تعظیم دوسری طرف میں نرہی اور ساتھ لفظ عبادت اور استعانت کے تمام احکام شرع کی طرف اشارہ کیا کہ سب عبادتوں اور معاملات کو شامل ہے اور اونمیں ناموں سے نام اسکا سورۃ المناجات ہے اسواسطے کہ مصلی مناجات کرتا ہے ساتھ اس سورہ کے پروردگار اپنے سے اور امید تعالیٰ اوسکو نجات دیتا ہے سختیوں دینا اور آخرت کے سے اور اونمیں ناموں سے سورۃ التفویض نام اس کا ہے اسواسطے کہ اس میں استعانت خاص جناب باری کے ساتھ فرمائی اور اونمیں ناموں سے نام اسکا وافیہ ہے اسواسطے کہ مضمون اس کا وفا کرنا ہے پنچ معراج ہونے غار کے واسطے مومن کے اس واسطے کہ بالسم اللہ کی اشارہ ہے طرف ظاہر ہونے تمام موجودات کے ذات اوسکی سے پس وہ سب سے زیادہ تر ظاہر ہے لیکن بسبب نہایت ظہور کے آنکھوں سے غائب ہے اور یہانتک رحمت اوسکی عام ہوئی کہ خلق اور تمام کمالات اوسکے فیض سے موجود ہوئے یہانتک کہ محی تمام

بیان اس کا کہ نماز مومن کی معراج ہے۔

حمدوں کا ہو الا اور ہر چیز کی پرورش اوسنے فرمائی اولاً ساتھ عطا کرنے وجود کے اور ثانیاً ساتھ عطا کرنے اون خواص کے کہ تابع ماہیات کے ہیں اور یہ کمالات اون اشیاؤں کی ذاتوں کا مقتضا نہیں اس واسطے کہ دن قیامت کے بسبب قہر الٰہی کے تمام کمالات اونکی فاتوں سے جدی ہو جاوینگے مگر بدلی اون کمالات کی اہل عبادت اور استعانت کو کمالات دوسرے عطا ہونگے پس طریق طلب کیسے اون کمالات کا وہ ہے کہ ہدایت اور استقامت اور انعام اوس سے چاہیں اور نقصان کو بعد کمال کے مضر جان کر اوس سے بچیں **فائدہ** ہر گاہ یہ ذکر اس بات کا آیا نماز معراج مومن کی ہے کچھ تفصیل اسکی بیان کی جاتی ہے کہ کس طریق سے ہوئی ہو جانا چاہیے کہ معراج مراد یہ ہے کہ پستی سے طرف علو کے پہونچنے اور تنزل سے طرف ترقی کے جانے اور ہر عارف کیواسطے بقدر اپنے مرتبہ کے یہ بات حاصل ہوتی ہے کہ عالم سفلی سے طرف عالم علوی کے سیر کرتا ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دو طرح کا معراج ہوا تھا ایک معراج جسمانی اور دوسرا معراج روحانی معراج جسمانی اس طرح سے تھا کہ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک تشریف لیگئے اور وہاں سے طرف سماوات ملکوت کے گئے اور معراج روحانی یہ تھا کہ عالم شہادت سے طرف عالم غیب کے اور عالم غیب سے طرف غیب الغیب کے انتقال فرمایا اور یہ دونو بمنزلہ دو قوسوں ملی ہوئی کے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان دونوں کی طرف فائز ہوئے جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہو فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى اور ادنیٰ اشارہ طرف مرتبہ فنا کے ہے عالم شہادت جسم اور جسمانیات سے عبارت ہے کہ مشاہدہ اور دیکھنے میں آتا ہو اور عالم غیب عبارت ہے عالم ارواح سے پس سفر کرنا روح کا عالم اجسام سے طرف عالم ارواح کے اسی کا نام سفر کرنا عالم شہادت سے طرف عالم غیب کے ہو اور عالم ارواح بہت بڑا عالم ہو بلکہ یہ نہایت ہے اس واسطے کہ تمام ارواحوں کے مرتبوں سے پہلا مرتبہ ارواح انسانی کا ہو بعد کمال پیدا کرنیکے ترقی ہوتی جاتی ہو اور جو ارواح کہ متعلق آسمان دنیا کے ہیں وہاں تک پہونچتے ہیں پھر اس سے ترقی کر کے طرف ارواح آسمان دوسرے کے پہونچتے ہیں اور اسی طرح ترقی کرتے کرتے اون ارواح کی طرف پہونچتے ہیں جو کہ کرسی کے درجوں میں رہتی ہیں اور وے روحیں بھی جدی جدی مراتب رکھتے ہیں اور بعضے اعلیٰ بہ نسبت دوسرے کے ہیں بعد اسکے ترقی کر کے طرف اون فرشتوں کے پہونچتی ہیں جن کا ذکر اس آیت میں ہو وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ یعنی دیکھے تو فرشتوں کو گرد اگرد عرش کے پس بعد اسکے جو فرشتے ان سے بھی اعلیٰ ہیں اون کی طرف پہونچتی ہیں اور انکا ذکر اس آیت میں ہو وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ یعنی اوٹھاتے ہیں تخت رب تیرے کو اپنے اوپر اوس دن آٹھ شخص بعد اسکے طرف ارواح مقدسہ کے کہ جسم سے بالکل تعلق نہیں رکھتی ہیں اور طعام اور نکاح کو اللہ ہو اور شراب دن کی محبت ہو اور انس اور بکا ساتھ ثنا الٰہی کے ہو اور لذت اونکی بیچ حمد ذات اللہ جل شانہ کی ہو پہونچتے ہیں اور انکا ذکر ان آیتوں میں ہے وَمَنْ عِنْدَهٗ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ یعنی اور جو اوسکے نزدیک ہیں تکبر نہیں کرتے اوسکی عبادت سے اور نہ کاہلی کرتے ہیں یاد کرتے ہیں رات اور دن نہیں تھکتے اور یہ ارواحیں بھی بہت ہیں اور درجے انکے مختلف ہیں اور عقل بشری اونکے اوصاف کا احاطہ نہیں کر سکتی ہو اور بعد اسکے بھی ترقی ہوتی رہتی ہو جیسے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ یعنی اوپر ہر علم دانے کے اور علم ملائکہ تک نہایت ترقیات کا طرف نور الانوار اور روح الارواح کے کہ وہ ذات باری کی ہی ہو پس معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہو وَاَنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى اور جلال ربوبیت کا نام غیب الغیب ہو اسی واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہو اِنَّ لِلّٰهِ سَبْعِيْنَ حِجَابًا مِنَ النُّوْرِ لَوْ كَشَفَهَا لَاَحْرَقَتْ سُبُحَاتُ وَجْهِهٖ كُلَّ مَا اَدْرَكَهُ الْبَصَرُ پس انتقال کرنا عالم ارواح سے طرف جلال الٰہی کے بھی ہو سفر کرنا عالم غیب سے طرف غیب الغیب کے پس دونوں قسموں کی معراج کا بیان ہو چکا مقصود یہ کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معراج کو پہونچے اور وہاں سے ارادہ پھرنے کا کیا جناب الٰہی میں عرض کی یا رب العزت مسافر جب اپنے وطن کو جاتا ہو تحفے تحائف اپنے عزیزوں اور دوستوں کو لیجاتا ہو میرے واسطے بھی امت کیلئے کچھ تحفہ عنایت ہو حکم ہوا کہ تحفہ امت تیری کا نماز ہو اور یہ اس واسطے کہ نہیں معراج روحانی اور جسمانی دونو موجود ہیں اور باہر اس سے یہ بات حاصل نہیں معراج جسمانی بسبب افعال کے کہ قیام اور رکوع اور سجود وغیرہ ہے پایا جاتا ہو اور معراج روحانی بسبب ذکار اور تلاوت قرآن کی اس واسطے دونوں کامل کو وقت ادا کرنے نماز کے ایسا حال لاحق ہوتا ہو کہ اس جہان سے تعلق اوسکے باطن کا منقطع ہوتا ہو اور بالکل دوسرے جہان کی طرف متوجہ ہو جاتا ہو اور یہی حالت معراجیہ ہو مگر جسمانی نہ ہے یہ حالت حاصل ہو اور کاطریق ادا کرنے کا کہ شرائط اور ارکان وغیرہ کس طرح کرنے چاہئیں بیان ہوتے ہیں نمازی کو چاہیے کہ جس وقت اذان مؤذن کی سنے دل میں اس آواز مؤذن کو ایسا سمجھے کہ قیامت کے دن اسکو واسطے حاضر ہونیکے روبرو پروردگار کے بلایا جاویگا اور جس طرح وہاں خوف دل پر غالب ہو گا اور جلدی سے بعد پکارنیکے حاضر ہوگا ایسا ہی اذان کی آواز کا بھی خوف لیں بڑھ جانے کہ جلدی سے نماز کیواسطے حاضر ہو جاوے اسواسطے کہ قیامت کے دن یہاں جلدی دوڑنے والوں کو کمال نرمی اور مہربانی سے بلایا جاویگا اور دل بنانے والے اذان مؤذن کی طرف لگانے اگر اس واسطے حاضر ہوئی اسکو خوشی اور راحت پہونچتی ہو جیسا علامہ اس بات کی ہو کہ قیامت کے دن اسکو آواز خوشخبری اور فیضیابی کی پہونچیگی اور آسیواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اَرِحْنَا يَا بِلَالُ یعنی راحت پہونچا تو بلوا ے بلال ساتھ بلانیکے طرف نماز کے اور یہی فرمایا ہو کہ قرۃ عینی فی الصلوٰۃ کہ ٹھنڈک آنکھ میری کی بیچ نماز کے ہو اور نمازی کیواسطے طہارت بھی ضرور ہو ایک طہارت بدن کی کہ جس جگہ نماز ادا کی جاوے اور یہ ایک شے علیحدہ ہو بعد اسکے کپڑے کی طہارت چاہیے کہ یہ نمازی کے بدن کے ساتھ ملا ہوا ہو بعد اسکے بدن کی پاکیزگی چاہیے کہ یہ جزو آدمی کا ہے لیکن جب نہ کے اندر ان اشیا کا پاک کرنا ضرور ہوا لازم ہے کہ جگہ لب باب اور خلاصہ آدمی کے اندر ہو اوسکی طہارت سے بھی اور پاک کرنے سے غافل نہو اسواسطے کہ سب سے زیادہ اوسی کا پاک کرنا منظور ہو یعنی دل کا پاک کرنا اخلاق ذمیمہ سے اور بسبب توبہ کرنے کے گناہوں سے کہ ادم ہو اور بقصد اپنی کے اور ارادہ محکم کرے اوسکے نہ کرنے کا اور باطن کا پاک کرنا اس جہت سے ہو کہ معبود کی جائے نظر اور ستر عورت بھی لازم ہو ستر عورت ظاہری یہ ہو کہ مخلوقات

کی نظر سے جن اعضا کا ڈھکنا ضرور ہو پوشیدہ کرے یعنی دل میں خیال کرے کہ مخلوق کی جماعت تو یہ بات عمل میں لائی مگر اندیشہ ہے کہ بری باتیں اور گناہ کی چیزیں میرے خالق اور مولا دیکھ رہا ہے اور اوسکو پوشیدہ کرنا ممکن نہیں سوا سطے کہ وہ علام الغیوب ہے اسکو پوشیدہ کروں سوا اسکی تدبیر یہ ہے کہ ندامت اور حیا اور خوف کا جو نبی عمل میں لائے کہ انکے سبب سے بُرائی باطن کی ڈھکی جاویگی یعنی اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اوسکو دور کریگا پس جس وقت یہ پاک ہو گیا اور کپڑوں وغیرہ سے اپنی تئیں درست کر لیا چاہتا ہے کہ نماز کیواسطے کھڑا ہوں تو اس حالت کو ایسا تصور کرے کہ ایک بادشاہ عالیجاہ کے روبرو کھڑا ہوتا ہوں اور یہ بات بھی دل میں خیال کرے کہ میرے ساتھ دو چیزوں میں سے کوئی چیز ہے فرشتہ ہے یا شیطان ہے دین ہے یا دنیا ہے عقل ہے یا شہوت ہے صدق ہے یا کذب ہے طاعت ہے یا حرص غرض ہر شے کا اور ضد اوسکی کا تصور کرکے اپنی رفاقت میں نیک چیز کو لے لے اور بری کو چھوڑ دے سوا سطے کہ فاقت جس شی کی مستحکم اور مضبوط ہو جاوے وہی ہمیشہ کو وہی چیز وں کے ساتھ میں اور مفارقت اوسکی دگی چنانچہ حضرت صدیق اکبر نے بحضرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اختیاری دنیا میں بھی اور انہی کے ساتھ ہے اور قبر میں بھی اور قیامت میں اور جنت میں بھی اور کسا اصحاب کہف کا کہ اونکے ساتھ ہولیا تھا دنیا میں بھی اوسکا ساتھ نہ چھٹا اور آخرت میں بھی ساتھ ہوگا اسیواسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ یعنی اے ایمان والو ڈرو تم اللہ سے اور ہو جاؤ تم ساتھ سچوں کے اور نماز میں اس طرح کھڑے ہو جیسے قیام اصحاب کہف کا تھا اللہ تعالیٰ کی خدمت اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یعنی جس وقت کھڑے ہوئے بس کہا انہوں نے رب ہمارا رب آسمانوں اور زمین کا ہے یا ایسا کھڑا ہونے کہ ملحوظات قیامت کے دن روبرو پروردگار اپنے کے کٹہری ہوگی جیسا کہ اس بیت میں ذکر ہوا یَوْمَ یَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ یا ایسا کھڑا ہونے جیسا کہ غلام گنہگار مولی اپنے سے کہ تمام زبردست سے بھاگ گیا ہو اور بعد بھاگ جانیکے اوسکو شرمندگی حاصل ہوئی ہو اور پھر اپنے مولی کی طرف اوسنے رجوع کیا ہو اس حال میں نہایت ہی خوف اوسکو ہوگا اور سرنگوں کمال شرمندگی سے اوسکے سامنے کھڑا ہوگا اور وقت کھڑا ہونیکے قبلہ کی طرف منہ کرے مگر یہ نہ سوچے کہ صرف منہ قبلہ کیطرف کرنے بلکہ دل کو بھی سب چیزوں سے اوسکی طرف پھیرے اسواسطے کہ ظاہر کے افعال باطن کے افعال پر دلیل اور مقصود بالذات افعال باطنی ہیں جیسے کہ منہ جبتک دیوار سے نہ پھیریگا قبلہ کیطرف متوجہ نہو گا ایسے ہی دل کو جبتک اوسوئی سے خالی نہ کریگا اوسکی طرف کیونکر متوجہ ہوگا اور ایسا یقین کرے کہ اللہ تعالیٰ ظاہر اور باطن میرے کو دیکھ رہا ہے اور ادنی درجہ ہو اس سے کہ کسی بزرگ کے روبرو لحاظ کے مارے ایدر اودھر نہیں دیکھتا ہوا اور اوسکی حیا اور توقیر دل میں بیٹھی ہوئی ہوتی ہے بعد اسکے نیت کرے کہ ارادہ کرے اسکا میں نماز پڑھتا ہوں واسطے بجا لانے حکم اوسکے کے اور اوسکے ثواب کی امید رکھنے اور عذاب اوسکا خوف کھانے اور یہ بھی خیال کرے کہ یہ وقت مناجات کا ہے اور کیسے مالک سے مناجات کرتا ہوں اور کیونکر مناجات کروں لگتا ہوں میں سرشار ہوں اور اوسوقت لائق ہوں کہ شرمندگی کے مارے عرق پیشانی سے آجاوے اور گریں گردن کی پٹھے کنپٹیوں اور درخت کے طلے رنگ چہرہ کا زرد ہو جاوے اور اوسوقت یہ نمازی اون شخصوں میں سے ہو جنکے حق میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ یعنی ارادہ کرتے ہیں اوسکی ذات کا پورا اسکو چاہیے کہ اس حال میں تمام مخلوقات کا اپنے ذہن میں تصور کرے خواہ عالم اجسام سے ہوں خواہ عالم ارواح سے اور نفس اپنے سے تصور شروع کرے کہ پہلے اپنی عقل میں تمام اعضا بسیطہ و مرکبہ اپنے اور قوتیں طبعیہ و حیوانیہ و انسانیہ کو حاضر کرے بعد اسکے جو چیزیں کہ اس حال میں ہیں معدنیات اور نباتات اور حیوانات کے پہلے اون چیزوں کا تصور کرے کہ ہیں آسمان اور زمین کے ہر مثل طبقے ہوا و غیرہ کے بعد اوسکے آسمان دنیا کا مع عظمت اور فراخی اوسکی کے اور اسی طرح اوپر کو چڑھتا جاوے کہ تمام آسمانوں کو اور سدرۃ المنتہیٰ اور رفرف اور لوح اور بہشت اور دوزخ اور کرسی اور عرش کا تصور کرے بعد اسکے انتقال کرے طرف روح بشریہ اور غریزہ بشریہ اور اون ارواحوں کے جو متعلق پہاڑوں اور دریاؤں کے ہیں بعد اسکے فرشتوں آسمان پہلے اور دوسرے کا ساتویں تک بعد اسکے اون فرشتوں کا کہ گرداگرد عرش اور کرسی کے ہیں تصور کرے بعد انکے انتقال طرف اوس چیز کے کرے کہ خارج اس عالم سے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا یَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ جب تمام ان روحانیات اور جسمانیات کو عقل میں حاضر کر لیا بعد اسکے ہاتھ اوپر کو اٹھاوے اور ان دونوں ہاتھوں کے اوٹھانیسے شاید غرض حضرت کرنے دونوں جہان کے اور ہاتھ اوٹھاوے اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہے اور مراد اللہ اکبر سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اسی ذات سے کہ تمام ان چیزوں کو اوسی نے پیدا کیا ہو اور اسی ذات سے وہ منزہ اور بڑا ہو کہ کوئی چیز اسکے ساتھ مشابہت رکھے بلکہ جانباد ممکن ہی نہیں یا معنی اللہ اکبر کے یہ ہیں کہ اللہ بڑا ہو اور منزہ ہے اس بات سے کہ عقل اور وہم خلق کے اوسکی طرف پہونچیں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے توحید یہ ہے کہ نہ وہم میں لاوے تو اوسکو یا معنی اللہ اکبر کے یہ ہیں کہ اللہ بڑا ہو اس بات سے کہ اوسکی کماحقہ حمد کرنے کے چاہیے زبان اور دل موافق ہوں ایسا نہو کہ دل اوسکو کاذب اور جھوٹا بنا دے اگر دل میں شے دوسری اللہ سے بڑی ہو جو پیش اللہ کے نزدیک وہ جھوٹا ہوگا یہ بات دل میں کوئی نہیں کہتا ہو کہ یہ شے اللہ سے بڑی ہے سوا اوسکے نزدیک بڑا ہونا اللہ سے اس طرح ہو جاویگا کہ خواہش نفسانی میں مصروف زیادہ ہوا اور امر الٰہی کے بجالانے میں نہایت کاہل اور سستی کرتا ہے پس اس نے نفس کی اطاعت زیادہ کی اور اللہ کے حکم کی ایسی اطاعت نہ کی اگر وہ کے نزدیک اللہ کی بڑائی یقینی ہوتی اوسکی اطاعت نفس کی اطاعت سے زیادہ کرتا اس واسطے کہ اطاعت زیادہ اوسی کی کی جاتی ہے جو دوسرے سے بڑا ہو اس سے معلوم ہوا کہ اللہ اکبر فقط زبانی اقرار ہوا اور دیر گاہ کا اللہ اکبر میں کبر کا بیان ہوا سکو بھی سمجھنا چاہیے اس قسم کے کئی لفظ ہیں ایک علو اور ایک عظمت اور یہ دونوں دو درجے ہیں کمال کے درجوں میں سے مگر درجہ عظمت کا علو کے درجے سے زیادہ ہے اسواسطے کہ علو صفت کرسی کی ہے اور عظمت صفت عرش کی ہر جیسے کہ قرآن مجید میں آیا ہے وَسِعَ كُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اور دوسری جگہ فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ اور کرسی کو بڑائی اسقدر ہے کہ تمام آسمان اوسکی نسبت ایسے ہیں جیسے جنگل فراخ میں ایک حلقہ بڑا ہوا اور کرسی درمیان ساتویں آسمان اور عرش کے ہے اور کرسی بہ نسبت عرش کے بھی ہی نسبت رکھتی ہوا اور اللہ کی عظمت کے آگے عرش کی عظمت ایسی ہے جیسی کہ سمندر کے مقابلے

میں ایک قطرہ اور کبریا مرتبہ علو اور عظمت سے بڑا ہے اسواسطے کہ حدیث قدسی میں آیا ہے اَلْکِبْرِیَاءُ رِدَائِیْ وَالْعَظَمَۃُ اِزَارِیْ اور بڑائی ہوتی ہے ازار سے اور بڑائیوں سے بڑھکر جلال کا رتبہ ہے اسی واسطے کلام اللہ میں آیا ہے وَیَبْقٰی وَجْہُ رَبِّکَ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ تَبَارَکَ اسْمُ رَبِّکَ ذِی الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ اور یہ بات بھی سمجھنی چاہیئے کہ لوگ عظیم اور عظمت کو جانتے ہیں کہ جثہ اوس کا بڑا ہوا اور عالی اسے جانتے ہیں کہ بہت اونچا ہوا اور کبیر اور عظیم کو سمجھتے ہیں کہ عمر اوسکی بڑی ہو لیکن اللہ تعالیٰ ان سب باتوں سے پاک ہے اوسکی عظمت ایسی نہیں کہ جثہ اوسکا بڑا ہو اس واسطے کہ جثہ سے وہ پاک ہے اور کسی شے سے مرکب نہیں اور علو اوسکا ایسا نہیں کہ اوپر کے مکان میں ہو اس واسطے کہ جہت سے وہ پاک ہے اور کبریا اوسکا بھی ایسا نہیں کہ بہت لوگ کے ہو اس واسطے کہ مدت بدلتی رہتی ہے اور مدت کو اوسی نے پیدا کیا ہے پس بسبب مدت کے وہ کبیر کیونکر ہو سکے پس کبریائی اوسکی کبریائی عظمت کی ہے اور عظمت اوسکی عظمت علوکی ہے اور علو اوس کا علو جلال کا ہے یعنی اجل ہے اس بات سے کہ شباہت اوسکو محسوسات کے ساتھ دی جائے اور اکبر ہے اس سے کہ وہم کسی کے میں آئے اور اعظم ہے اس سے کہ کوئی وصف کرنیوالا وصف اوسکی بیان کر سکے اور اعلیٰ ہے اس سے کہ کوئی بڑائی اسکی کماحقہ بیان ظاہر کر سکے پس جسوقت مصلی نے اللہ اکبر کہا عقل و سمع جلال الٰہی کے ادراک کرنے سے عاجز ہوئی اور سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ کہے اس مقام میں تجلی انوار جلال الٰہی کی ہوئی بعد اسکے تسمیع سے طرف تحمید کے انتقال کرے اور وَتَبَارَکَ اسْمُکَ کہے اور اس مقام میں نور ازلی اور ابدی منکشف ہو اس واسطے کہ تبارک اسمک اشارہ ہے طرف دوام کے کہ منزہ ہے فنا اور عدم سے اور دوام کا تعلق ساتھ ازل اور ابد کے ہے بعد اسکے وَتَعَالٰی جَدُّکَ کہے اسمیں اشارہ ہے طرف اس بات کے کہ صفتیں جلال اور کمال اوسکے کی منحصر کسی حد میں نہیں پھر لَآ اِلٰہَ غَیْرُکَ کہے اس میں اشارہ ہے طرف اس بات کے کہ تینوں صفتیں جلال اور نعوت کمال کی ہیں اوسی کیواسطے ثابت ہیں غیر کے واسطے نہیں تب وہی کامل ہوا اور کوئی کامل نہیں اور وہی مقدس ہے اور کوئی مقدس نہیں اور اس جگہ عقل بند ہو جاتی ہے آگے اس کا ادراک نہیں چلتا اور تمام حواس ہم اور خیال وغیرہ حیران ہو جاتے ہیں بعد اسکے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ کہے مگر یہ کلمہ فقط لفظ زبانی نہ ہو بلکہ دل میں بھی سمجھے کہ شیطان میرا دشمن ہے اور اس بات کا منتظر ہے کہ دل میرا اللہ تعالیٰ کی طرف سے پھیر دیگا اور اسواسطے حسد کرتا ہے کہ یہ شخص مناجات جناب الٰہی سے کر رہا ہے اور سجدہ کرنیکے واسطے مستعد ہوا اور میں بسبب ایک سجدہ نہ کرنیکے ملعون ہو گیا اور اوس سے پناہ اوس ذات کی مانگتا ہے جو ہر شے سے اللہ کے ساتھ بڑی ہے کہ جس چیز کو شیطان چاہتا ہے اور جس چیز کو اللہ طلب کرتا ہے وہ بالاولیٰ ہے اور اگر اس طرح نہ کرے اور فقط زبان سے کہہ لیوے اسکی مثال یہ ہے کہ کسی شخص پر دشمن مارنے کیواسطے یا شیر چھوڑنیکے واسطے چلا آتا ہے پس وسوقت اسنے اپنی زبان سے یہ بات کہدی کہ میں اس قلعہ کے ساتھ پناہ پکڑتا ہوں اور وہاں ہی کہڑا رہا سو یہ کہنا اوسکے حق میں نفع نہ دیگا اور وہ دشمن یا شیر اوسکو پکڑ لیگا ایسے ہی جو شخص فسق و فجور میں مشغول ہے شیطان کے تصرف میں ہے اور اقرار زبانی اوسکا فائدہ نہیں کرتا ہے پس چاہیئے کہ دل سے متوجہ ہو کر اعوذ کو پڑھے اور شیطان کے شر سے بچنے کیواسطے اللہ کے قلعہ میں آوے اور قلعہ اوسکا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ حِصْنِیْ فَمَنْ دَخَلَ حِصْنِیْ اَمِنَ مِنْ عَذَابِیْ اور اللہ کے قلعہ میں وہی شخص رہتے والا ہے جو کہ سوا اللہ کے کسی کو معبود اپنا نہ ٹھہرائے فَاَمَّا مَنِ اتَّخَذَ اِلٰھَہٗ ھَوَاہُ فَھُوَ فِیْ مَیْدَانِ الشَّیْطَانِ یعنی جس شخص نے مقرر کیا معبود اپنا خواہش نفس اپنی کو پس وہ رہتا ہے میدان شیطان کے ہی بعد اسکے بسم اللہ پڑھے اور اوسکے پڑھنے کے وقت یہ سمجھے کہ تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کی ذات کے سبب سے ہیں اور جب سب چیزیں اللہ ہی کی طرف سے ہوئیں تو مستحق حمد کا بھی وہی ہوا پس بعد اسکے الحمد پڑھے اور اسکے معنی یہی ہیں کہ شکر اللہ کے واسطے ہے اسواسطے کہ سب نعمتیں دوسری کی طرف سے ہیں اور ساری الحمد کے پڑھنے سے تمام عجائب دنیا اور آخرت سے نظر آویگی اور مطالعہ انوار اسماء حسنیٰ اور صفات علیا کا ہو دیگا اور ادیان پہلے اور اسرار کتب الٰہی اور شریعتوں نبیوں کی ظاہر ہونگی اور شریعت سے طرف طریقت کے اور طریقت طرف حقیقت کے پہونچ جاویگا اور درجے اپنیاؤں اور مرسلین کے اور مقامات مردودین اور ملعونوں کے بھی منکشف ہو جاوینگے اب اس اجمال کی تفصیل معلوم کرنی چاہیئے پس جس وقت کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہا اسکے کہنے کے وقت تمام دنیا کا مشاہدہ کر لیا اسواسطے کہ اوسی کے اسم کے ساتھ تمام آسمان اور زمین قائم ہیں اور جس وقت اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ کہا عالم آخرت کا اس سے ظاہر ہو گیا جیسے کہ فرمایا ہے وَاٰخِرُ دَعْوٰھُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ اور جسوقت اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کہا اسکے ساتھ ملاحظہ عالم جمال رحمت و فضل و احسان کا ہو گیا اور جس وقت مَالِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ کو پڑھا اس سے عالم جلال و ہول اوسکے کا تصور ہو گیا اور جس وقت اِیَّاکَ نَعْبُدُ پڑھا عالم شریعت پیش نظر ہوا اور جس وقت اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کہا طریقت کا راستہ معلوم ہوا اور جس وقت اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ پڑھا حقیقت کی طرف عمل نے سیر کی اور جس وقت صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ کہا درجے صالحین اور اہل کرامات کے مثل انبیاء اور صدیق اور شہداء کے ظاہر ہوئے اور جس وقت غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ زبان پر لایا فراق کے مرتبے کھلے اور جس وقت وَلَا الضَّآلِّیْنَ کو پڑھا کافروں اور منافقوں کے درجے ذہن میں آئے اور جس وقت اس سورہ الحمد کو اس طریق سے اور اسکے اسرار پر واقف ہو اسواسطے کہ سات آیتیں ہیں یہ سات آیتیں معہ اعوذ کے کنجیاں آگ کھٹوں دوزخ کے دروازوں کی ہو گئیں اور نماز کے واسطے آٹھوں دروازے جنت کے کھل گئے اور جس وقت احوال اور مراتب بڑے بڑے منکشف ہوئے اور دل میں عظمت خالق کی ٹھہر گئی اور گویا ایسا خوف اوسکی عظمت کا اسکے دل میں سما گیا کہ کتاب کے کپڑے پہننے کی نہ ہی اور پشت اوسکی جھک گئی اور اپنی تئیں ذلیل اور عاجز سمجھ کر کبریائی اور اوسکی بیان کرنیکے واسطے اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہکر رکوع میں جاوے اور سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ کہے اور اس جگہ بار بار عظمت اسکو یاد کرے تاکہ بسبب تکرار کرنیکے عظمت اوسکی دل میں قرار پکڑے بعد اسکے سر اپنا رکوع سے

اور ثنا کا امید وار اور اسکی رحمت کا ہوا اور اپنی امید کو محکم کرنے کے واسطے سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہے یعنی سن لیا اللہ نے جس شخص نے اوسکی حمد کی مراد یہ ہوا سنے کو محکم کرنا قبول کیا اور اسمیں نکتہ کیا ہو کہ اس جگہ مصلی نے اپنی حمد کا خاص کر کے ذکر کیا بلکہ سب حمد کرنیوالوں کو ذکر کیا اسواسطے جو مسلمان اپنے مسلمان بھائی کیواسطے دعا مانگے اللہ تعالیٰ وہ چیز اوس مانگنے والے کو عطا کرتا ہی حدیث شریف میں آیا ہو اَوَّلُ مَا یَنْزِلُ اللّٰہُ فِیْ عَوْنِ الرَّجُلِ مَادَامَ الرَّجُلُ فِیْ عَوْنِ اَخِیْہِ الْمُسْلِمِ یعنی ہمیشہ رہتا ہو اللہ تعالیٰ مدد آدمی کے جبتک وہ آدمی سچ مدد بھائی مسلمان اپنے کے بعد اسکے سجدے میں گرے اور یہ اعلیٰ درجہ عاجزی کا ہو اسواسطے کہ جو اشرف و بزرگ عضو آدمی کا بدن میں ہو اوسکو خاک پر رکھے سب سے ذلیل ہو رکھدیا اور اس جگہ بھی نہایت عظمت اللہ تعالیٰ کی بیان کرے یعنی سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کہے اور اپنی تئیں یہ سمجھے اور خیال کرے کہ اسی زمین سے پیدا ہوا ہوں اور اسی میں مجکو پھر جانا ہو گا اور بعضی روایتوں میں آیا ہو کہ ایک فرشتہ ہے عرش کے نیچے نام اوسکا حزبیل ہو اللہ تعالیٰ نے اوسکو امر کیا کہ اڑو تیس ہزار برس وہ اڑا پھر تیں ہزار برس تک اوڑا لیکن ایک کنارے عرش سے دوسرے کنارے تک نہ پہونچا پس ارشاد الٰہی ہوا اگر تو صور پھونکنے تک اڑتا تب بھی تو عرش کے دوسرے کنارے تک نہ پہونچتا اوسوقت اس فرشتے نے کہا سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی بعد اسکے سر سجدہ سے اوٹھا کر دوبارہ تواضع بجالاوے اور سجدہ میں گرے اور دو سجدے کرنے میں اشارہ ہو طرف ازل اور ابد کے کہ وہ ازلی ہو یعنی اول اوس سے کوئی نہیں اور ابدی ہو یعنی پیچھے اوسکے کوئی چیز نہیں اور یہی مضمون کا اول والآخر کا ہوا بین دو سجدوں کے اشارہ ہو طرف وجود دنیا کے کہ درمیان ازل و ابد کے ہو اور وجوہات اسکی بھی اصل کتاب میں بیان ہو چکی اور اسی وجہ سے باقی نماز ادا کی جاوے اور ہر گاہ کہ حالت معراجیہ نماز کی ایک شعلہ معراج محمدی کے سے ہو اور انہیں کے طفیل سے یہ نعمت عظمیٰ سرامت مرحومہ کو جناب الٰہی سے عنایت ہوئی اس جہت سے کمال عنایت اور اکرام اسکے حال پر فرمایا کہ یہ زیور و مالک بے نیاز کے اسکو بیٹھا نصیب ہوا اور جو چیز معراج میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑھی تھی ویسا ہی پڑھنا اس وقت میں اسکو بھی تعلیم ہوا کہ اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّیِّبَاتُ اور معنی اسکے یہ ہیں کہ جو اعمال اچھے خواہ زبان سے ہوں خواہ اعضاء سے خواہ دل سے سب ہی واسطے ہیں اور یہ معنی اپنے دل میں حاضر کرے جب اس وجہ سے نماز ادا کر چکے اپنے باطن میں روح مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تصور کرے اور یہ سمجھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح مبارک اوپر سے اوترتی ہو اور میری روح اوپر کو جاتی ہے اور گویا درمیان میں ملاقی اور ملاقات دونو روحوں کی حاصل ہوئی اور راحت اور فیضان اسکو حاصل ہوا پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح کے واسطے سلام اور تحیت و ثنا اور تحیت ضرور ہے اسواسطے اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ پڑھے اور یہ خیال کرے کہ میرے سلام سے ہنوز اعلیٰ جواب میری طرف پہونچا اور اس سلام میں اپنے نفس کو اور نیک بندوں کو شامل کرے اور کہے اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصّٰلِحِیْنَ بعد کہنے کے یہ خیال کرے کہ حق سبحانہ نے میرے حق میں اپنا سلام عنایت فرمایا کہ جسقدر نیک بندے جہان میں ہیں بعد اسکے یہ کہے کہ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اسکے کہنے میں نکتہ یہ ہو کہ کوئی اس سے کہتا ہو کہ کس وسیلے سے اس رتبہ کو تو پہونچا پس یہ شخص جواب میں کہتا ہو کہ اس کلمہ کی برکت سے بعد اسکے کہا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ سے تجکو یہ نعمت حاصل ہوئی اونکے واسطے کیا شکریہ ادا کیا اسنے کہا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ بعد اسکے کہا گیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس رسول کے پیدا ہونیکے واسطے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی تھی جیسے کہ اس آیت میں مذکور ہو رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْھِمْ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ اسکے حوض میں اونکے حق میں تو نے کیا مذکورہ شکر گذاری کی اسنے کہا کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ بعد اسکے کہا گیا کہ تجکو یہ مرتبہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا حضرت ابراہیم نے عنایت فرمایا اسنے کہا اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ یعنی اے رب تحقیق تو حمد کیا گیا عظمت والا ہو جو کچھ ہو تیرے ہی کرم سے ہو بعد اسکے دعا پڑھے بکمال تواضع اور خشوع سے اور امید قبولیت کی سے اور اس علامیں اپنے والدین اور تمام مسلمانوں کو شریک کرے ہر گاہ کہ اس طریق سے نماز ادا کی اللہ تعالیٰ نے اسکی تعریف فرشتوں کے گروہ میں کی اس واسطے کہ حدیث شریف میں آیا ہو اِذَا ذَکَرَنِیْ عَبْدِیْ فِیْ مَلَاءٍ ذَکَرْتُہٗ فِیْ مَلَاءٍ خَیْرٍ مِّنْ مَلَاءِہٖ یعنی جس وقت یاد کرتا ہے بندہ میرا مجکو بیچ جماعت کے یاد کرتا ہوں میں اوسکو بیچ ایک جماعت کے کہ بہتر ہو اوسکی جماعت سے جب کہ اسکا ذکر فرشتوں میں آیا فرشتے اسکی ملاقات کے مشتاق ہوئے پس اللہ تعالیٰ نے اسکو فرمایا کہ فرشتے تیری زیارت کے مشتاق ہیں اور تیرے پاس آئے ہیں پشت تو انکے اوپر سلام کر تا کہ تو السابقین میں سے شمار کیا جاوے پس یہ کہے داہنی طرف اور بائیں طرف بھی اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ اسی سبب سے جس وقت بہشت میں داخل ہونگے ہر طرف سے فرشتے آکر ان سے سلام کرینگے اور کہیں گے سَلَامٌ عَلَیْکُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَی الدَّارِ اور وقت سلام کرنیکے اسی حالت مصلی کی کو تصور کرے اس بات کا کہ اس نماز کو گویا حضرت کرتا ہوں شاید دوسری نماز تک زندگی مری و فا کرے یا نکرے اور یہی مضمون حدیث شریف میں بھی آیا ہے کہ کسی کو وصیت کی تھی اور فرمایا تھا کہ صَلِّ صَلٰوۃَ مُوَدِّعٍ یعنی پڑھ تو نماز مثل نماز رخصت کرنیوالی کے اور اس بات کا خوف کرے کہ نماز میں مجھ سے کچھ تقصیر موگئی ہو اور شرماوے اور امید شکر کرے اس مرکا سبب کسی گناہ کے ظاہری ہوا باطنی نماز میری اوٹھی میرے منہ پر ماری نہ جاوے اور اس بات کی امید رکھے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس نماز کو قبول کریگا مروی ہے کہ بعضے کاملین نماز سے بعد ایک ساعت توقف کرتے اور ایسا حال اون کا ہو جاتا کہ جیسے کوئی بیمار ہوتا ہے یہ طریق نماز خاشعین کا ہو یعنی خشوع اور عاجزی کرنیوالوں کا جنکی تعریف کلام اللہ میں کی ہے اَلَّذِیْنَ ھُمْ فِیْ صَلٰوتِھِمْ خَاشِعُوْنَ وَالَّذِیْنَ ھُمْ عَلٰی صَلَوٰتِھِمْ یُحَافِظُوْنَ وَالَّذِیْنَ ھُمْ عَلٰی صَلٰوتِھِمْ دَآئِمُوْنَ پس اگر ایسی نماز مصلی سے ادا ہوئے تو شکر خدا بجالاوے اور اگر بعضی نماز ایسی ہوئی اوس سے خوش ہو اور جتنی ایسی ہوئی اوسکے

واسطے حسرت اور غم کے اور نماز میں چھ چیزیں چاہئیں جب کامل ہوتی ہے ایک حضور ہو دوسرے سمجھنا معانی کا تیسرے تعظیم ہو کی چوتھے ہیبت پانچویں رجا چھٹے حیا اور تفصیل اسکی کتابوں میں لکھی ہوئی ہے مگر حضور اسکو کہتے ہیں کہ دل اور سکا خالی ہو غیر اوس شے سے جسکو کر رہا ہو یا زبان سے بول رہا ہے پس فکر اس کا اس شے کی طرف ہے اور جگہ جگہ دوڑتا نہ پھرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہو نہیں نظر کرتا ہے اللہ طرف اوس نماز کی کہ دل مصلی کا معہ بدن کے جس نماز میں حاضر ہو اور دیکھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک آدمی کو کہ اپنی داڑھی سے نماز میں کھیل رہا تھا پس فرمایا اگر خشوع سے دلہا اگر جمع ہوتا دل اس کا اور خوف ہوتا اسکو اسکے جوارح اور اعضا بھی خشوع کرتے اور روایت ہے کہ جب وقت نماز کا آتا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا بدلنے لگتے اور رنگ چہرہ کا متغیر ہوتا پس کہا گیا اون سے کیا سبب ہے اس کا لے امیر المومنین پس فرماتے تھے کہ یہ وقت ادا کرنے اپنی امانت کا ہے کہ آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر اللہ تعالیٰ نے وہ امانت پیش کی تھی اور ادا کے واسطے اوٹھانے کیواسطے کہا تھا پس سب نے خوف کے مارے ادا کے اوٹھانے سے انکار کیا اور بدنے اوس امانت کو اوٹھالیا اور سردی ہے حضرت علی بن الحسین سے کہ جس وقت وضو کرتے تھے رنگ اوسکا زرد ہو جاتا تھا پس اونسے اون کے گھر کے لوگوں نے کہا کہ یہ وضو کے وقت تمھاری کیا عادت ہے اونہوں نے فرمایا جانتے ہو تم کہ اب میں کس کے روبرو کھڑا ہونیکا ارادہ کر رہا ہوں اور سردی ہے کہ حاتم اصم رضی اللہ عنہ سے اوسکی نماز کا حال دریافت کیا گیا اونہوں نے کہا کہ جب وقت نماز کا آتا ہے اچھی طرح تر بتر وضو کرتا ہوں اور جس مکان میں نماز پڑھنے کا ارادہ ہوتا ہے تھوڑی دیر وہاں بیٹھ جاتا ہوں تاکہ اعضا میرے قرار پکڑ جاویں پھر اوٹھتا ہوں نماز کیواسطے اور کعبہ کو درمیان دونوں ابروؤں کے کرتا ہوں اور پل صراط نیچے قدم اپنے کے اور جنت کو داہنی طرف اپنے اور دوزخ کو بائیں طرف اور ملک الموت کو پیچھے اپنے سمجھتا ہوں اور اس نماز کو پہلی نماز تصور کرتا ہوں کہ شاید بعد اسکے زندگی رہے یا نہ رہے پھر درمیان خوف اور رجا کے کھڑا ہوتا ہوں اور اسی طرح سب افعال نماز کا بیان کر کے کہا کہ معہ اخلاص کے ادا کرتا ہوں پھر فرمایا کہ مجکو معلوم نہیں کہ نماز میری قبول ہوئی یا نہوئی اور ابن عباس نے فرمایا ہو کہ دو رکعتیں کہ متوسط ہوں تفکر میں بہتر ہیں قیام تمام راتکے سے کہ دل کی غفلت سے ہو پس ضرور ہے کہ مومن کیواسطے کہ نماز کیوقت عظمت الٰہی اور خوف اور امیدواری رحمت اوسکے کی اور حیا تقصیر اپنی سے لحاظ میں لیوے اور یہ بات جب حاصل ہوتی ہے کہ خطروں اور وسوسوں کو نماز کے اندر دل سے دور کرے اور خطرات کے سبب کئی قسم کے ہوتے ہیں بعضے خطرے اس طرح ہوتے ہیں کہ کسی شے کے سننے سے یا کسی شے کے دیکھنے سے خیال اوس طرف آجاتا ہے اور اوسکے ساتھ اور خیال آجاتے ہیں اور بڑھتے بڑھتے ایک سلسلہ خیالات کا بن جاتا ہے اور بعضی فکر سبب دوسری فکر کی ہو جاتی ہیں اور اوسکا علاج کتابوں میں اس طرح لکھا ہے کہ ایسے سینوں کو نہ ہونے دے اور تدبیر اسکی یہ ہے کہ آنکھ اپنی بند کرے یا کسی علحدہ گھر میں نماز پڑھے کہ آواز آنے سے امن ہو یا سامنے اپنے ایسی چیز نہ رکھے کہ اوسکے دیکھنے سے خیال اوہر جاوے اور راستوں کے اوپر نماز پڑھنے سے پرہیز کرے اور جگہ نقش اور خوبصورت اور فروش دار نہ ہو کہ یہ بھی اضطرار کرے کہ ایسی جگہ نماز پڑھنے سے بھی خیال بٹتا ہے اسی واسطے پہلے زمانہ کے بزرگ ایسی جگہ عبادت کرتے تھے کہ چھوٹا سا گھر اور اندھیرا اور سیم ہوتا تھا اسواسطے کہ ایسے مکان میں دل پریشان نہیں ہوتا ہے اور بڑے نیک بخت اون میں ایسے ہوتے تھے کہ جس وقت مسجد میں آتے تھے اپنی نظریں ادھر ادھر نہ دوڑاتے تھے اور سوائے جگہ سجدہ کے اور طرف نگاہ نہ اوٹھاتے اور کمال نماز کا اس میں جانتے تھے کہ جو شخص اونکے دائیں اور بائیں ہوتا اوسکو نہ پہچانتے کہ کون کھڑا ہے اور بعضے خطرے ایسے ہوتے ہیں کہ آنکھ بند کرنے وغیرہ سے بھی نہیں جاتے ہیں بلکہ اول سے دل میں وہ خیال جمے ہوتے ہیں سواوسکے دفع کرنے کا علاج یہ ہو کہ زور اور جبر سے نفس کو طرف سمجھنے الفاظ اور معنی قرار کے متوجہ کرے اور طرف سے دل ہٹانے اور پھیلنیت کرنے سے آخرت کا ذکر اور کمار ہو تا پروردگار کے سامنے دل میں یہ ان کرے اور جس چیز کا خیال اور سوجھتا نماز کے اندر پڑیگا پہلے ہی اوسکے خیال سے فراغت کرے اور تدبیر اوس شے کی سوچ لے کہ نماز میں دوبارہ اوسکا سوجھنا نہ پڑیگا اسیواسطے اہل باطن کے نزدیک نماز پوری نہیں ہوتی ہے کسی کی آدھی ہوتی ہے کسی کی تہائی وعلیٰ ہذا القیاس مگر قوی کی راہ سے بسبب مشکل ہونیکے اکثر آدمیوں سے تمام نماز میں حضور ممکن نہیں فقہا نے کہا ہے کہ اگر تمام نماز میں حضور ہو اور تھوڑی سی میں ہو جائے جب ہی نماز درست ہو جاوے اور ادنیٰ درجہ یہ ہو کہ ایک لحظہ بھی اگر حضور ہو جاویگا یعنی وقت تکبیر تحریمہ کے امید ہو کہ نماز صحیح ہو جاویگی اور حاصل یہ ہو کہ حضور دل کا روح نماز کی ہے اور اخیر درجہ اس کا کہ جسکو سد رمق کہتے ہیں یہ ہو کہ حضور تکبیر کے وقت ہو اور اتنا بھی اگر نہ ہو پس یہ مرتبہ ہلاکت کا ہے اور جسقدر زیادہ ہو اوسی قدر روح پھیلتی ہے اور بعضے بندے ایسے متحمق ہیں کہ حرکت اون میں نہیں ہوتی ہے ایسی ہی مثال نماز کی ہے کہ تمام نماز میں غافل رہے اور فقط تکبیر کے وقت حضور ہو جاوے اور نماز جو وقت کا مل مع ادا کرنے شروط باطنی کے کہ وہ خشوع اور تعظیم اور حیا وغیرہ ہو بجالائی جاوے سبب حاصل ہونے انوار اور تجلیات کا دل میں ہوتی ہے اور اون انوار کے سبب سے اولیا اللہ کو مکاشفات حاصل ہوتے ہیں اور اسرار یوم کے نماز میں کہلتے ہیں خصوصاً سجدہ کے وقت قرب الٰہی سجدہ کے سبب سے ہوتا ہے لیکن مکاشفات مختلف ہوتے ہیں جس قدر کہ کدورات دنیا کی سے صفائی ہو اوسی قدر مکاشفہ بھی زیادہ ہوگا اور جس قدر کم ہوگی اوسی قدر کمی مکاشفے کی ہوگی جانا چاہیئے کہ خشوع اور خوف ثمرہ ایمان اور نتیجہ یقین کا ہے جس قدر معرفت زیادہ ہوئی اوسی قدر خشوع بڑھیگا اور خشوع کچھ نماز کے ساتھ خاص نہیں سوائے نماز کے بھی ہوتا ہے اوسی واسطے بعضے کاملین کے حال میں آیا ہے کہ جالیس برس تک آسمان کی طرف واسطے حیا اور خوف الٰہی کے نظر نہ اوٹھائی اور ربیع بن خیثم بسبب اسکے کہ آنکھیں اپنی بند اور نیچے کو رکھتے تھے بعضے آدمی ان کو نابینا سمجھتے تھے اور میں برس تک ابن مسعود کے مکان پر ان کا آنا جانا رہا جس وقت لونڈی ان کی انکو کہتی ابن مسعود سے کہتی کہ تمہارا اندھا دوست آیا ہے ابن مسعود اوسکی بات سے ہنسا

کرتے اور وہ لونڈی اسی واسطے یہ بات کہتی کہ جس وقت دردِ زہ پڑکر دستک دیتے اور وہ لونڈی انکی طرف آتی ہمیشہ آنکھیں بند کئے ہوئے اور نیچے کو سر لٹکا دیکھتی اور ایک دن ابن مسعود کے ساتھ جس جگہ لوہار کام کرتے تھے اور کوئلہ لکڑی بہٹی میں دہکائی جاتے تھے اور آواز دونکے دہونکنے کی آتی تھی بیہوش ہوکر گر پڑے اور ابن مسعود انکے سر کے پاس بیٹھ گئے یہاں تک وقت نماز کا آگیا اور انکو ہوش نہوا لاچار اپنی پیٹھ پر اوٹھا کر اپنے مکان پر لے آئے آخر پہر تک ویسے ہی بیہوش پڑے رہے اور پانچ نمازیں ان سے فوت ہوئیں اور ابن مسعود انکے سر کے پاس بیٹھکر فرماتے کہ خوف اس کا نام ہے

یہ تمام مذکور تفسیر کبیر اور احیا وغیرہ سے مستخرج ہے اور کچھ بیان اصل کتاب میں بھی آویگا

اور وہ نمیں ناموں سے نام اس کا سورۃ الشفا اور شافیہ ہے اسواسطے کہ حدیث شریف میں وارد ہوکہ فاتحۃ الکتاب شفا ہی ہر بیماری سے اور وجہ اس کی یہ ہوکہ نور اسم الٰہی کا اوس تاریکی کو کہ جو مرضوں کے اسباب کا باعث ہے دور کرتا ہے اور رحمت اللہ تعالیٰ کی اوس آفت کو کہ مرض سے پیش آنیوالی ہے دور کرتی ہے اور الحمد للہ تعالیٰ کی نعمت کی کھینچنے والی ہے بموجب اس آیۃ کے کہ لئن شکرتم لازیدنکم یعنی اگر شکر کرو گے تم البتہ زیادہ کرونگا میں اوپر تمہارے انعام کو اور یہ نعمت کہ حالت مرض میں درکار ہے شفا اور صحت سے اور اقرار کرنا ساتھ ربوبیت کے اس بات کو جاہتا ہے کہ آثار پرورش کے ظاہر ہوں اور اوپنمیں سبب شفا کا کامل ہوتی ہے اور ذکر رحمت کا کامل ہونے افضال کو چاہتا ہے اس واسطے کہ کمال فعلوں کا بعد کمال صحت کے فعلوں میں نقصان رہتا ہے اور یوم دین کی مالکیت اس بات کو چاہتی ہے کہ اسباب مرض کے ضعیف ہو جاویں اور یقینیت اسباب شفا کی ہو اسواسطے کہ مالک یوم الدین میں اشارہ طرف جزاء کے ہے اور یہ باتیں منجملہ حمد کے جزاؤں میں سے ہے اور سچ طلب کے بعد اشارہ طرف عصمت کے حفظ سے سچ تجربہ کرنے دعا کے اور تشخیص مرض کے کرتا ہے اور استقامت احوال بدن کی کہ ساری روح کی ہو درخواست کرتا ہے اور ساتھ تیکہ انعام کے اشارہ کرتا ہو کہ بعد شفا کے پرہیز میں اٹوٹے اور لذیذ اور پاک چیزوں سے نفع مخلوط اور مزہ حاصل ہو اور ساتھ دور ہونے غصہ اور گمراہی کے احتراز کرتا ہو سو تدبیر اور اولٹ جانے اسباب مرض کے سے اور انہیں ناموں سے نام اسکا رقیہ ہے اسواسطے کہ ایک صحابی نے ایک صرع کی بیماری کو اسے پر جھاڑا اس سورہ کو اوس پر پڑھکر دم کیا تھا اوس مرگی والے نے شفا پائی تھی اور وجہ مناسبت کی بیان ہوچکی اور اوپنمیں ناموں سے اس کا نام اسی واسطے کہ شعبی نے ابن عباس سے نقل کی ہے کہ اساس اور بنیاد دستا ہوں کی قرآن ہے اور اساس قرآن کا فاتحۃ الکتاب ہے جس ہر گاہ کہ بیمار ہو تو چاہیئے کہ ساتھ اساس قرآن کے التجا لیجائے تو اوپر شفا حاصل کرے تو اور بھی یہ سورہ رکن نماز کا ہے اور نماز اساس سب بندگیوں کی ہو اور لہٰذا سمّی عن الکنّا و للمذکر اور کبھی نماز طرف مقام مناجات اور مشاہدہ کے پہونچاتی ہے کہ جسکے کمالات کی ہو اور کبھی اس سورہ میں معاد کو ساتھ مبدا کے ربط جاوے اور ترتیب کے ساتھ مرتبے اس میں رکھدیئے ہیں اور ہر مرتبہ اساس مرتبے دوسرے کا ہو مثلاً انعام کہ مترتب اوپر ہدایت اور استقامت کے ہو اور غضب اوپر ضلالت کی ہے اور ہدایت موقوف اوپر استقامت کے ہو کہ عبادت میں ہو اور عبادت موقوف ہو اوپر جاننے فضلوں الٰہی کے کہ دنیا اور آخرت میں موجود ہیں کہ رحمٰن اور رحیم اور مالک یوم الدین ان فضلوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور افضال الٰہی آسمانی اسماء اور صفات اللہ کے ہیں کہ اجمالاً اوپر اولکے مترتب ہے اور اوپنمیں ناموں سے سورۃ الصلوٰۃ نام اسکا ہو اسواسطے کہ نماز میں پڑھنا اس سورۃ کا ضرور ہے اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے حکایت فرماتے ہیں کہ نماز کو تقسیم کیا میں نے درمیان اپنے اور درمیان بندے اپنے کے دو حصہ برابر کہ جب بندہ کہتا ہو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حق تعالیٰ روبرو فرشتوں کی فرماتا ہو کہ دیکھو تم بندے میرے کو کہ یاد کیا مجکو میں وہ ذکر کہ ذات اور اسماء اور صفات اور افعال حیز کو شامل ہے اور جب بندہ کہتا ہو الحمد للہ رب العلمین حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ بندے میرے نے تعریف میری کی یعنی ایسی تعریف کی کہ سب تعریفوں کو شامل ہو اور جب بندہ کہتا ہے الرحمٰن الرحیم حق تعالیٰ فرماتا کہ ساتھ بزرگی اور تعظیم کے یاد کیا مجکو بندے میرے نے اسواسطے کہ ہر چیز کو میری طرف نسبت کیا اور جانا کہ پیدا کرنا میرا ہر چیز کا موافق حکمت اور منفعت کے ہو اور جب بندہ کہتا ہو مالک یوم الدین حق تعالیٰ فرماتا ہو خاص کیا بندے میرے نے مجکو ساتھ بزرگی کے اسواسطے کہ اوس دن کو یا دیکھا کہ جس دن کوئی مالک اور بادشاہ نہیں اور جب بندہ کہتا ہو ایاک نعبد و ایاک نستعین حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ مضمون اس آیت کا ملا ہوا درمیان میرے اور درمیان بندہ میرے کے اسواسطے کہ عبادت میرا حق ہو کہ مقتضائے ربوبیت کا ہو اور اعانت حق بندہ کا ہو لوازم عبودیت کے سے ہیں ساتھ لفظ ایاک نعبد کے حق میرا ادا کیا اور ساتھ لفظ ایاک نستعین کے حق اپنا چاہا اور جب بندہ کہتا ہو اہدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم تک حق تعالیٰ فرماتا ہو کہ یہ سب بندے میرے کے واسطے ہو اور بندہ کو سوال دیکا یا میں یعنی طلب ہدایت کی اور استقامت کی اور انعام کی اور طلب امن کی غضب اور ضلالت سے یہ سب منافع بندہ کے ہیں اور بندہ فروتنی کے ساتھ کہ روح عبودیت کی ہو تقاضا اوسکا کرتا ہے پس حق ربوبیت اس بات کو چاہتا ہو کہ اوسکو طرف اس مطلب کے ہدایت کرے اور اوپنمیں ناموں سے نام اسکا سبع المثانی ہے یعنی سات آیتیں کہ مکرر پڑھی جاتی ہیں سچ ہر نماز کے اور وہ سات آیتیں یہ ہیں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہ کنجی دروازے ذکر کی ہو اور الحمد للہ رب العلمین کہ کنجی دروازے شکر کی ہو اور الرحمٰن الرحیم کہ کنجی دروازے رجا اور امید کی ہو اور مالک یوم الدین کہ کنجی دروازے خوف کی اور ہمکو ہو ایاک نعبد و ایاک نستعین کہ کنجی دروازے اخلاص کی ہے اور اہدنا الصراط المستقیم کہ کنجی دروازے دعا کی اور تضرع کی ہو اور صراط الذین انعمت علیہم تک آخر سورہ کہ کنجی دروازے اُنسیت کی ہو اور اقتدا کرنیکی ساتھ ارواح طیبہ کے اور طلب نزول برکتوں کی اور انوار کی بھی اسمیں ہو کہ سبب اوسکے سالک کو اس طرف جانے سے امن حاصل ہوتا ہو اور موافق مضمون اس آیت کے کہ اذا قرأت القرآن فاستعذ باللہ من الشیطان الرجیم کلما آسوں کو کہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم ہے ان ساتوں آیتوں کے ساتھ ملایا جاوے آٹھ جمیس رد حایہ واسطے آٹھ دروازوں بہشت کے ہاتھ آویں اور انہیں ناموں سے نام اسکا قرآن عظیم ہے اسواسطے کہ یہ سورہ

سب سورتوں سے بہتر اور افضل ہے سچ تو یہ ہے کہ اور انہیں ناموں سے سورۂ تعلیم المسئلۃ نام ہے اسواسطے کہ آداب سوال کے پروردگار کی طرف سے اس سورہ میں بندوں کو تعلیم ہوئے ہیں کہ پہلے ثنا بعد اوسکے اخلاص بعد اوسکے دعا کریں اور اوانہیں ناموں سے نام اس کا کافیہ ہے اسواسطے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ یہ سورہ اور دوں سے کفایت کرتی ہے اور اور کوئی سورہ اس سے کفایت نہیں کرتی اور اوانہیں ناموں سے نام اسکا ام الکتاب اور ام القرآن ہے اسواسطے کہ یہ سورۃ اوپر تینوں علموں کے کہ موجب کمال علمی اور عملی بندہ کا ہی شمار آئے ہیں علم ہیں ایک علم شریعت کا یعنی تکلیفات اور احکام شرع کا اور دوسرا علم طریقت کا یعنی پہچاننا معاملات دلوں کا اور تیسرا علم حقیقت کا یعنی دریافت کرنا مکاشفات ارواح کے لیکن علم شریعت کا دو قسم ہے ایک اصول عقائد کا اور دوسرا علم فروع احکام کا اور اس سورۃ میں پہلے معرفت ذات کی ہے اس طرح سے کہ وہ ایسی چیز ہے کہ سب موجودات ساتھ اوسکے قائم ہیں مانند قیام بدنوں کے ساتھ ارواح کے پھر معرفت وجود اوس ذات پاک کی ہے اس دلیل سے کہ اپنی رحمت سے ممکن کو کہ عدم اور وجود اس میں برابر تھا ساتھ ایک طرف کے دونوں طرفوں سے ترجیح دی ہے پس ضرور ہے کہ خود بھی موجود ہو پھر معرفت صفتوں اوسکے کی ہے ساتھ اس طرح کے کہ وہ صفتیں تمام کمالات ہیں کہ موجب کمال حمد کی ہیں اور دلیل وسکی تنزیہ ہے اسواسطے کہ پیش نہیں جاتے ارادہ اور علم اور اراوہ اور قدرت کے متصور نہیں اور دلیل وسکی رحمت بھی ہے اسواسطے کہ حقیقت رحمت کی بخشنا اوس چیز کا ہے کہ جسکی حاجت ہے اور یہ بخشنا بغیر جانے احوال مرحومین کے تفصیلاً اور بغیر جاننے اوس چیز کے کہ لائق ہر ایک کے ہے علیحدہ علیحدہ اور بغیر قدر کے اور بغیر پہچاننے ہر چیز کے ساتھ ہر کسی کے اور بہ دون ربط عالموں مختلف کے ساتھ ایک دوسرے کے اور داخل ہونے ایک تدبیر کے سچ تمام کثرتوں کے ممکن نہیں اور دلیل وسکی جزا بھی ہے اسواسطے کہ جزا بغیر سننے اور دیکھنے اقوال اور افعال مکلفین کے اور بغیر کلام کے اوسکے ساتھ تکلیف دین ممکن نہیں پھر معرفت اسماء اوسکے کی ہے ساتھ اس طرح کے کہ حقائق اسماء کے واسطے قرینہ میں درمیان اوسکے اور درمیان خلق کے اوندھ ساتھ دون حقائق کے دیکھتا ہے اور سنتا ہے اور مہربان ہوتا ہے اور فضیلت دیتا ہے بعضوں کو اوپر بعضوں کے پھر معرفت توحید کی ساتھ اس دلیل کے کہ وہ رب تمام مخلوقات کا ہے اور جو چیز سوا اسکے ہے تمام اوسی کا مربوب ہے پس مرتبہ اور نصب میں اور کوئی اوسکے ساتھ شریک نہیں ہو سکتا اور بعد وجدان اوسکے احتیاج دوسری شے کی باقی نہیں رہتی پس اگر آنہ دوسرا فرض کریں ہم موجود اور ممکن قابل ہونے کے نہیں پھر معرفت استحقاق عبادت کی اوسکے واسطے ہے ساتھ اس دلیل کے کہ ہر چیز کو ہر حالت میں اور ہر حاجت میں رجوع اوسکی طرف ہے اور احتیاج طرف جناب وسکی کے سچ حالت ابتدا کے ساتھ ابو بقا کے اوپر سچ حالت درمیان والی کے ساتھ رحمانیت اور رحیمیت اوسکی کے اوپر سچ حالت انتہا کے ساتھ ملکیت اوسکی کے واسطے دن جزا کے اور ہر گاہ وہ ایسی ذات ہے کہ اس حالت میں اور ان حاجتوں میں انعام اور فضل فرماتا ہے پس لائق عبادت کے بھی وہی ہوا پھر معرفت نبوت اور ولایت کی اور مرتبے ایمان کی الصراط المستقیم اور صراط الذین انعمت علیہم میں مذکور ہے اور معرفت کفر اور بدعت اور فسق کی سچ غضب اور ضلال کے بھی جانی جاتی ہے اور معرفت سعادت اور شقاوت کی ان دونوں معرفتوں سے حاصل ہوتی ہے اور معرفت فضل اور عدل کی ان دونوں صفتوں سے کہ الرحمن الرحیم اور مالک یوم الدین میں پائی جاتی ہے اور معرفت حکمت الٰہی کی اس جگہ سے معلوم ہوتی ہے کہ عبادت سے استقامت پیدا کرتا ہے اور استقامت سے انعام اور اوپر شقاوت اور ضلالت کے غضب ترتب کرتا ہے اور معرفت قضا اور قدر کی ذکر عبادت اور استعانت کے سے حاصل ہوتی ہے اسواسطے کہ اگر خلاف تکلیف[1] کے مقدر نہ فرماتا استعانت کی کوئی وجہ نہ ہو سکتی اور معرفت بعث کی بسم اللہ سے مالک یوم الدین تک اور معرفت معاد کی مالک یوم الدین سے تا ذکر کرنے انعام اور غضب کے اور علم فروع میں سے معرفت عبادات کی ساتھ تعہد کے اور معرفت معاملات کی اور مناکحات اور محکومات کی ساتھ تتعین کے اسواسطے کہ خواہش نفسانی برخلاف مقتضائے عقل کے معاملات میں ہوتی ہے پس واجب اور مستحب و مباح اور صحیح کو ساتھ ہدایت کے جان سکتے ہیں اور حرام اور مکروہ اور فاسد کو ساتھ غضب اور ضلال کے پہچان لیتے ہیں اور ماخذ معاملات اور عبادات کا کہ امر دینی ہے ذکر عبادت اور غضب کے سے معلوم ہوتا ہے اور ثمرہ امر و نہی کا کہ وعد اور وعید ہے ساتھ انعام اور غضب کے منکشف ہوتا ہے اور علم طریقت کا کہ معرفت کمال قوت نظریہ اور عملیہ کی ہے ساتھ صراط مستقیم کے ادا کیا گیا اور نقصان ان دونوں قوتوں کا ساتھ لفظ غضب اور ضلال کے ذکر میں آیا اوپر سچ طریقت کے جس چیز کی رعایت واجب ہے ابتدا سلوک میں تمام اوسکا عبادت سے اور وہ چیز کہ درمیان سلوک کے رعایت اوسکی ہے قلبا و سکا استعانت سے اور وہ شے کہ انتہا میں ہے استقامت کے نام سے مشہور ہے اور معرفت اوصاف نفس کے ذکر غضب اور ضلال کے سے معلوم ہو سکتے ہیں کہ حقیقت اوسکی پھر نافس کا طریق استقامت کے سے ہے اور معرفت اوصاف قلب کی ساتھ استقامت اور ہدایت کے پہچان سکتے ہیں اور معرفت[2] تجلیہ کی ساتھ عبادت اور استعانت کے اور حصول تجلیہ کے ساتھ ہدایت اور استقامت کے اور تجلیدیں ضرور ہے خالص ہونا دونوں شہوتوں سے اور اوسکو تعبیر فرمایا ہے ساتھ جہاد کے کہ نفس شہوت کی ہے اور بھی ضرور ہے خالص ہونا غضب سے اور طرف اسکے ساتھ رحمت الٰہی کے اشارہ فرمایا اسواسطے کہ جو کوئی امید رحمت الٰہی کا ہو اوسکی تئیں غضہ کرنا اوپر دونوں شخصوں کے کہ رحمت الٰہی تک حال پر ہو کر نہ گئے جائز ہے موجب حدیث شریف میں وارد ہے اکرا حجون یزجمون یزجمنی والرحمن اجوا عن فی الارض یرحمکم

---

[1] یعنی تقدیر چیز کی بھی ہے اور تشریع بھی۔ ہے اگر تقدیر میں نہ ہوتی تو عاجت استعانت کی کیا ہوتی پس واسطے حاصل کرنے خیر کے استعانت کی ضرورت ہوئی ۱۲ منہ۔ عم فیضہ۔

[2] یعنی جس شخص کے اندر عبادت اور استعانت پائی جاوے دلیل اس بات کی ہے کہ تخلیہ یعنی صفائی باطن کی اور روشنی دل کی اس کو حاصل ہے اور حاصل ہونا اس کا سبب ہدایت الٰہی اور استقامت کی ہے ۱۲ منہ۔ عم فیضہ۔ اللہ

مَنْ فِي السَّمَاءِ یعنی جو حکم کرتا ہے اور نیاز اللہ حکم کرتا ہے تم اس شخص پر کہ جو شخص نہیں ہے وہ حکم کرنا تم پر وہ شخص کہ آسمانوں پر ہے اور یہ حکم کرنا ہوا اور خواہش نفسانی سے ساتھ ذکر استقامت کے بیان فرمایا اسواسطے کہ خواہش نفسانی راہ استقامت کو گمانی ہوا اور فروع شہوت اور غضب اور مہلکی کی چیزیں میں دل حسد اور خلاصی اوس سے ساتھ ملاحظہ معنی احمد کے اسواسطے کہ یہ لفظ اس پر دلالت کرتا ہے کہ بندہ راضی اور خوش ہو ساتھ عطایا الٰہی کے سچ حق تمام خلائق کے اور ضد حسد کی خوشنودی ہو اور دوسرے بخل ہو اور راہ خلاصی کا اوس سے سچ مضمون رب العالمین کا ہو اسواسطے کہ تمام نعمتیں پیدا کی ہوئی خدا کی ہیں پس بخل ساتھ اوس چیز کے کہ ملک اسکی نہو یا وجہ رکھے یعنی اللہ تعالیٰ سب نعمتوں کا مالک ہے جسکو چاہے اپنی شے کو دیدے غیر کی چیزیں اسکو کیا دخل ہو اور تیسرے محبت اور خود پسندی ہو اور طریق خلاصی کا اوس سے ساتھ مضمون اِیَّاکَ نَعْبُدُ کے ہو اور چوتھے کبر ہو اور طریق خلاصی کا اوس سے ساتھ مضمون اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کے ہو اور پانچویں کفر اور بدعت ہے اور طریق خلاصی کا ان دونوں سے احتراز کرنا غضب اور گمراہی سے ہو اور بھی تخلیہ کے اندر میانہ روی ہے سچ اخلاق کے ضرور ہو مثل تعطف کے اور شجاعت کے اور سخاوت کے اور میانہ روی اعتقادات میں بھی چاہیئے کہ افراط اور تفریط کی طرف مائل نہو اور اعمال میں بھی میانہ روی ضرور ہو کہ حد رہبانیت کے نہ محفوظ رہے اور مرتبہ بے مال اور تقصیر سے تجاوز کرے طرف اس توسط کے اشارہ ہو ساتھ صراط مستقیم کے اور بھی تخلیہ میں لابد ہو زہد اور محبت اور شوق سے اور ان سکو ساتھ حمد کے ادا فرمایا اسواسطے کہ جب تمام نعمتیں اوسی کی طرف سے دیکھیں اپنا ظاہری نظر اوسکی سے گم ہوئے اور زہد اور بے رغبتی اسباب کی طرف حاصل ہوئی اور محبت اور شوق منعم کا بہ انسان کی جبلت میں بلکہ سچ حیوان کی طبیعت میں ہو اور بھی تخلیہ میں ضرور ہو اپنی احتیاج ظاہر کرنے سے اور اسکا بیان استعانت کے ساتھ ہوا اور ضرور ہو تذلل اور انکساری سے اور وہ عبادت سے سمجھی گئی اور ضرور ہو معرفت عزت ربوبیت اور ذلت بشریت کی سے اور یہ بات مجموع رب العالمین اور ایاک نعبد سے ظاہر ہوتی ہو اور تخلیہ میں معرفت بھی ضرور ہو اور معرفت کی طرف اشارہ فرمایا ساتھ بالاتصاق کے یعنی اتصال روحانی کے بندہ کو ساتھ خالق اپنے کے حاصل ہو **بیت** اتصالی بے تکیف بے قیاس ہست رب الناس را با جان ناس۔ اور ذکر کرنے پانچ اسموں سے اس سورۃ میں اشارہ ہو طرف مقام ذکر کے اور ساتھ ذکر حمد کے اشارہ طرف مقام شکر کے ہو اور اشارہ طرف مقام رضا کے ساتھ ذکر حمد کے اور طرف مقام خوف کے ساتھ مالکیت دن جزا کے اور ذکر غضب کے اور طرف مقام اخلاص کے ساتھ اِیَّاکَ نعبد کے اور طرف مقام دعا کے ساتھ اِہْدِنَا الصِّرَاطَ المستقیم کے اور طرف مقام[1] اویسیت ارواح طیبہ کے ساتھ صراط الذین انعمت علیہم کے اور طرف احتراز کرنے صحبت بد اور بے توسل کے سے ساتھ لفظ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کے **بیت** بخست موعظت پیر صحبتم این است ہلاکہ از مصاحب ناجنس احتراز کنید و علم حقیقت کہ علم کاشفہ کا ہو اس سورۃ سے ساتھ اس طریق کے سمجھنا چاہیئے کہ معرفت سر ربوبیت کے الحمد للہ کے کلمہ سے حاصل ہوتی ہو اسواسطے کہ رب کی حمد کا رجوع اوسکی طرف اس طرح سے ہو کہ وجود کل کا اوسکے ساتھ قائم ہو اور یہی مدلول بالبسملہ کا اور معرفت تجلی جلالی کے ساتھ ذکر مالک یوم الدین کے اور ذکر غضب کے اور معرفت تجلی جمالی کی ساتھ ذکر الرحمٰن الرحیم اور انعام کے اور معرفت کمالات الٰہی کی ذکر الحمد للہ سے یوم الدین تک حاصل ہوتی ہو اور معرفت اسماء الٰہی کی ساتھ ذکر اسماء خمسہ کے اور معرفت نفس کی ساتھ ذکر ضلال کے اور معرفت قلب کی ساتھ استقامت کے اور معرفت روح کی ساتھ ہدایت کے اور معرفت سر اور خفی اور اخفی اوسکے کی ساتھ ذکر استقامت اور انعام کے اور معرفت مرتبت کی ساتھ ذکر الحمد للہ کے جمع تک اور ساتھ ذکر انعام کے اور معرفت وحی کی ساتھ لفظ بالکے اسواسطے کہ حقیقت وحی کی اتصال بعض روحوں کا ساتھ بعضوں کے یہ سلسلہ اتصالی طرف حق کے پہنچ جاتا ہو اور بحث فرق کی درمیان نبوت اور ولایت کے ساتھ ذکر کتاب اور متبوع کے سچ صراط الذین انعمت علیہم کے معلوم کرنی چاہیئے اور بحث احوال اور مقامات کے ساتھ اِیَّاکَ نَعْبُدُ اور اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کے اور ذکر ہدایت اور استقامت اور انعام کی سمجھنی چاہیئے اور مرتبہ علم الیقین کا ساتھ ذکر الحمد للہ سے کہ مالک یوم الدین تک حاصل ہوتا ہو اور مرتبہ عین الیقین کا ساتھ خطاب ایاک کے اور معرفت حق الیقین کی ساتھ ذکر رحمت اور ہدایت اور انعام اور استقامت کے اور سر قضا اور قدر کا ساتھ لفظ رحیم کے کہ مفید تخصیص ہر ایک کا ساتھ قدر اور استعداد اوسکی کے ہو اور معرفت اسرار عبادات کی تفریع الٰہی سے اور اسماء خمسہ دریافت کرنی چاہیئے اور پہچاننا اسرار معاملات کا تفریع ہدایت کی سے اور استقامت کے ہو سکتا ہو اور اسرار اخروی کا ساتھ انعام کے ہو سکتے اور مرتبہ مستقیم کے اور غضب کرنے اپر غیر مستقیم کے دریافت ہوئی اور تصحیح عالم شہادت کی واسطے عالم غیب کے لفظ استعانت کے سے مفہوم ہوئی اور فنا ماسوا اللہ کے درمیان اوس ذات کے ساتھ مالک یوم الدین کے معلوم کروائی اور معرفت بقا کی ساتھ استقامت اور انعام کے ارشاد کے ہیں جاننا چاہیئے جانا کہ اکثر راستے داخل ہونے شیطان کے آدمی کے دلمیں تین راہ ہیں شہوت اور غضب اور جہالت شہوت کو بہیمیت کہتے ہیں اور غضب کو سبعیت اور جہالت کو شیطانیت اور مرتبہ غضب کا بڑھا ہوا ہو مرتبہ شہوت کے سے اور مرتبہ جہالت کا بڑھا ہوا ہو مرتبہ غضب کے سے اسواسطے کہ انسان بسبب شہوت کے اپنی جان پر ظلم کرتا ہو اور بسبب غضب کے غیر پر ظلم کرتا ہو اور بسبب جہالت کے ایزد پر و بندگان ایزد پر کے اور اسیواسطے حدیث شریف میں وارد ہوا کہ الظلم ثلثۃ فظلم لا یغفر وظلم لا یترکہ وظلم حق اللہ تعالیٰ فالظلم الذی لا یغفر ھو الشرک باللہ والظلم الذی لا یترک ظلم العباد بعضھم بعضاً والظلم الذی عسی اللہ ان یترکہ ھو ظلم الانسان نفسہ یعنی ظلم تین قسم کا ہو ایک ظلم ایسا ہو کہ اوسکے سبب کوئی بخشا جاوے گا اور ایک ظلم ایسا ہو کہ معاف نہیں ہو گا اور ایک ظلم ایسا ہو شاید اپنی حق سے اوسکو معاف کر دے پس وہ ظلم کہ اوسکے کرنے سے بخشش نہیں وہ شرک کرنا اللہ کے ساتھ اور وہ

بیان اس چیز کا کہ جس سے بندے کو شیطان اور نفس کے فریب سے حاصل ہوتا ہے

[1] مقام اویسیت سے مراد وہ مقام ہے جہاں کسی روحانی کی مقبولانہ سے حاصل ہو۔ منہ مدظلہ العالی

ظلم کہ معاف نہیں ہوگا ظلم آدمیوں کا ہی ایک حصے سر کے اوپر آور وہ ظلم کہ شاید معاف ہووے ظلم انسان کا اوپر نفس اپنی کے اور نتیجہ شہوت کا آدمی میں دو چیز ہیں حرص اور بخل اور نتیجہ غضب کا بھی دو چیزیں ہیں عجب اور تکبر اور نتیجہ ہوا کا بھی دو چیزیں ہیں کفر اور بدعت و جمع ہوئے ان چھ چیزوں کے سے آدمی میں خصلت سانویں پیدا ہوتی ہے کہ سب اخلاق ذمیمہ سے بیٹھے ہووے اور اوسکو حسد کہتے ہیں تحیوں حکمت ایمانی نے ایسا فرمایا ہے کہ مرتبہ حسد کا اخلاق ذمیمہ میں ایسا ہے جیسا کہ مرتبہ شیطان کا اور لعنت کے ہووں کے امد جب یہ تمہید معلوم ہوئی جاننا چاہیے کہ بسم اللہ کلامہ ذکر ہوئے ہیں واسطے دفع کرنے تین اخلاق اصلیہ کے ہیں اور سات آیتیں الحمد کی واسطے دفع کرنے اخلاق سبعہ غریزہ کے ہیں بیان اس کلیہ کا کہ جسنے اللہ کو پہچانا شیطان ہوا کا اور اوس سے بھاگا اور جس نے رحمانیت اوسکی دریافت کی غضب سے بالکلیہ پاک ہوا اور جسنے جمیعت اوسکی بیچ اپنے دیکھی روانہ رکھا گا اور نفس اپنی کے ظلم کرے اور ساتھ امعان ہیمہ کے اوسکو آلودہ کرے اور جس نے قسمت اوسکی کہا مرتبہ شکر کا حاصل کیا اور جو شے موجود ہے اوسی کے اوپر قناعت کرنے نصیب اوسکے ہوئی اور تب شہوت کو توڑا اور جسنے کہ رب العالمین کا اعتقاد کیا حرص اوسکی بالکل دور ہوئی اور بخل اوسکا بھی جاتا رہا اسواسطے کہ حرص اوس چیز میں ہوتی ہے کہ پاس اپنے موجود نہیں اور بخل اوس چیز میں ہوتا ہے کہ پاس اپنے موجود ہے اور یہ شخص سب چیزوں کو خواہ موجود ہوں خواہ غیر موجود طرف ربوبیت اوسکی کے حوالہ کرتا ہے اور جسنے نے مالکیت دن جزا کی پہچانی بعد اوسکے کہ رحمٰن اور رحیم کو جانا تھا غضب اوسکا دور ہوا اور جسنے ایاک نعبد و ایاک نستعین کا تلفظ کیا کہ بر سہ ساتھ کلمہ اول کے اور عجب کو ساتھ کلمہ دوسرے کے جڑے سے اوکھاڑا اور جس نے اھدنا الصراط المستقیم کہا اور صراط الذین انعمت علیھم کو آخر تک اسکے ساتھ ملا حفظ کیا کفر اور بدعت دور ہوا اور یہ کہا کہ یہ چھ خلق بداوسمیں نہ حسد خود بخود دور ہوا اور لطائف اس سورہ کے سے یہ ہے کہ اسمیں سات حرف مذکور نہیں ہیں ثا اور جیم اور خا اور زا اور شین اور ظا اور فا اور یہ سات حرف دلالت اوپر سات قسم کے عذاب جہنم کے کرتے ہیں اور ایسے ہی سات دروازے دوزخ کے ہیں ضرور ہے گمان مسلمان گئے پڑ جاتا ہے کہ جسوقت سورہ فاتحہ کو پڑھیگا جہنم اور طبقات جہنم اور گوناگون عذاب اوسکے سے اور نہ داخل ہونے دروازوں اوسکے سے خلاصی حاصل ہوگی ان حرف ثا کا بیان اشارہ طرف ثبور کے کرتا ہے کہ دن قیامت کے خاصہ اہل دوزخ کا ہوگا قال اللہ تعالیٰ لا تدعوا الیوم ثبورا واحدا وادعوا ثبورا کثیرا اور جیم طرف نام جہنم اور جحیم کے اشارہ کرتی ہے اور خا اشارہ طرف خزی اور رسوائی کی ہوگی کہ دونوں کو حاصل ہوگی اور ہمیشہ ہمیشگی اوسمیں ربنا انک من تدخل النار فقد اخزیتہ اور الف اشارہ ہے طرف زفیر کے کہ نعمہ دوزخیوں کا ہے اور طرف زقوم کے ہوگا طعام اوس گروہ کا ہوگا اور شین اشارہ طرف شہیق کے ہے لھم فیھا زفیر و شہیق اور ظا طرف غمہ ظلمی کا ہوگا ایک طبقہ ہے جہنم کا اور فا لفظ فراق کا ہوگا کہ دوستوں کے نزدیک فراق بدترین انواع عذاب کا ہے اور بھی اشارہ طرف فرقت اور اختلاف کے ہوگا بسبب دخول دوزخ کے ہے **فائدہ** ہرگاہ کہ لطائف اور نکات اس سورہ کے سے ہم فارغ ہوئے لازم ہوا کہ بعضے فضائل اس سورت کے حدیث شریف میں مذکور ہیں بھی لکھیں بخاری اور باقی صحاح ستہ اور کتب معتبرہ میں مروی ہوگا ابو سعید بن المعلی صحابی نقل کرتے ہیں کہ میں ایک دن مسجد مقدس میں نماز پڑھتا تھا کہ آنحضرت مجھکو آواز دی میں بسبب مشغول ہونے نماز میں جواب نہ دیسکا یہانتک کہ نماز سے فراغت کی میں نے اور آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوکر عذر بیان کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہ عذر قابل سننے کے نہیں رسول اللہ کے پکارنے کو ہر حال میں اجابت کی چاہیے جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے یا ایھا الذین امنوا استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم یعنی اے ایمان والو تم حکم اللہ کا اور رسول کا جسوقت بلاوے تمکو ایک کام پر جس میں تمھاری زندگی بھی ہو بعد اسکے فرمایا کہ ہمراہ میرے آؤ کہ ایک سورہ بڑی قرآن میں ہے مسجد کے نکلنے سے پہلے مجکو سکھلا دیگا پھا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پکڑ کر روانہ ہوا جس وقت نزدیک دروازہ مسجد کے پہنچا فرمایا کہ تم سوں میں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ سورہ الحمد للہ رب العالمین ہے اور یہی ہے سبع المثانی اور قرآن العظیم کہ حق تعالیٰ نے میرے اوپر بسبب نازل کرنے اسکے کے احسان کیا ہے جس جگہ کہ فرمایا ہے ولقد اتیناک سبعا من المثانی والقرآن العظیم اور صحیح مسند دارمی اور مسند امام احمد اور ترمذی اور نسائی اور سنن بیہقی اور صحیح ابن خزیمہ کے مثل اس قصہ کے سید القراء ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہوا ہے اور اس میں یہ کلمہ بھی واقع ہوا کہ انجب ان اعلمک سورۃ لم تنزل فی التوراۃ ولا فی الانجیل ولا فی الزبور ولا فی القرآن مثلھا قال بلی نعم یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابی بن کعب سے فرمایا کہ آیا دوست رکھتا ہو تو کہ سکھاؤں تجکو ایسی سورہ کہ نہیں اتری مثل اوسکی نہ توریت میں اور نہ انجیل میں اور نہ زبور میں اور نہ قرآن میں کہا ابی نے کہ سکھلا دیجے بعد اسکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ سورہ ام القرآن ہے کہ عزیز میں اوسکو پڑھتا ہو اور صحیح مسلم اور نسائی کے اور ابن حبان اور طبرانی اور حاکم کے ساتھ روایت ابن عباس کی آیا ہے کہ ایک دن حضرت جبرئیل علیہ السلام پاس آنحضرت کے بیٹھے ہوئے تھے کہ آسمان سے آواز دروازہ کے کھلنے کی سنی اور تامل سے آسمان کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ یہ ایک فرشتہ ہے کہ اب نازل ہوتا ہے کبھی جب سے پیدا ہوا ہے آدم کا نہیں ہوئی ہے اس ہم آنے میں کے اوپر نہیں آیا جب وہ فرشتہ پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پہونچا فرمایا خوشوقت ہو تم اور جو نور کہ تجکو دیا ہو کسی نبی کو کہ پہلے تجھ سے نہیں دیا وہ کیا ہے سورہ فاتحۃ الکتاب و خواتیم سورہ بقرہ کہ آخر سورہ بقرہ تک کوئی حرف تو ان سے نہ پڑھیگا مگر تو ثواب عظیم اوپر اوسکے پائیگا اور صحیح بخاری اور مسلم اور باقی صحاح ستہ میں وارد ہے کہ اصحاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سانپ کے کاٹے ہوئے اور بچھو کے کاٹے ہوئے اور صرع والوں کو اور بخاروں کو اس سورہ کے ساتھ منتر کیا ہے اور آنحضرت نے اوسکو جائز فرمایا ہے اور دار قطنی اور ابن عساکر نے روایت میں زیادت سے

نبیج بیان الحمد فضائل اس سورہ کے

روایت کی ہو کہ آنحضرت نے اس سورہ کے افسوس پڑھا ہو اور آب دہن مبارک کا بھی پڑھنے اس سورہ کے وقت کی جگہ اور کسی ملا ہو اور بیہقی نے شعب الایمان میں اور سعید بن منصور بسیح سنن اپنی کے لئے ہیں کہ آنحضرت نے فرمایا ہو فاتحۃ الکتاب شفاء من کل داء یعنی فاتحۃ الکتاب شفا ہو واسطے ہر بیماری کے اور ہزار مسند اپنی میں انس بن مالک رضی سے لائے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو جس کسی نے پہلو اپنی فرش پر رکھی اور فاتحہ اور قل ہو اللہ احد پڑھکر اپنے اوپر دم کیا ہر ملاسے ان میں ہو مگر موت اگر اوسکی تقدیر میں ہو اور عبد بن حمید بسیح مسند اپنی کے ابن عباس رضی سے مرفوعاً روایت کرتا ہو کہ فاتحۃ الکتاب برابر دو ثلث قرآن کے ہو بسیح ثواب کے اور اسیں روایات بہت ہیں کہ نزدیک حاکم کے صحیح ہیں اور بیہقی شعب الایمان میں بھی اونکی تئیں صحیح کیا ہو لفظ افضل القرآن و آخر سورہ فی القرآن اس سورۃ کے حق میں وارد ہوا اور ابو الشیخ اور طبرانی اور ابن مردویہ اور دیلمی اور ضیائی مقدسی بسیح احادیث کے کہ نزدیک اونکے صحاح میں روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو چار چیز عرش کے خزانہ سے مجکو عنایت ہوئی ہیں اور کوئی چیز سوائے ان چار چیزوں کے اوس خزانہ سے کسی کو نہیں پہونچی اور وہ چار چیزیں یہ ہیں ام الکتاب یعنی آیت الکرسی اور خاتمہ سورۃ بقرہ کا اور سورہ کوثر اور ابو نعیم اور دیلمی نے بواسطہ ابو الدرداء سے روایت کی ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فاتحۃ الکتاب کفایت کرتی ہے اوس چیز سے کہ کوئی چیز فرآن میں سے اوس چیز کو کفایت نہیں کرتی ہو اور اگر فاتحۃ الکتاب کو بسیح ایک پلہ ترازو کے کہیں اور تمام قرآن کو دوسرے پلہ میں البتہ فاتحۃ الکتاب ساتھ قرآن کے برابر ہوگی اور ابو عبیدہ فضائل قرآن میں حضرت حسن بصری سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہو کہ جو کوئی فاتحۃ الکتاب پڑھے گویا توریت اور انجیل اور زبور اور فرقان کو پڑھا ہو اور بھی بسیح تفسیر وکیع اور کتاب المصاحف ابن انباری کے اور کتاب العظمۃ ابو الشیخ اور وصیۃ الاولیاء ابو نعیم کی میں اردگرد کہ ابلیس علیہ اللعنۃ کو بسیح عمر اپنی کے چار بار نوحہ اور زاری اور سر پر خاک ڈالنے کا اتفاق پڑا اول جس وقت اوسکے اوپر لعنت اللہ کی طرف سے ہوئی اور جس وقت کہ اوسکو آسمانوں سے نکالکر زمین پر ڈالا اور جس وقت بعثت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہوئی اور جس وقت کہ فاتحۃ الکتاب نازل ہوئی اور ابو الشیخ بسیح کتاب الثواب کے لایا ہے کہ جس کسی کو کچھ حاجت ہو چاہیئے فاتحۃ الکتاب پڑھے اور بعد ختم کے حاجت اپنی چاہے انشاء اللہ تعالیٰ وہ حاجت حاصل ہووے اور ثعلبی نے شعبی سے روایت کی ہو کہ ایک شخص وسکے پاس آیا اور شکایت درد گردہ کی کی شعبی نے اوس سے کہا کہ تجکو لازم ہو کہ اساس القرآن پڑھے اور اوپر جگہ درد کے دم کرے اوس نے کہا کہ اساس القرآن کیا ہو شعبی نے کہا فاتحۃ الکتاب اور اعمال مجرب مشائخ میں مذکور ہو کہ سورہ فاتحۃ اسم اعظم ہو واسطے ہر مطلب کے پڑھا کریں اور اوسکے دو طریق ہیں اول یہ کہ در میان سنت فجر اور نماز فرض کے ساتھ ملانے بسم اللہ کے ساتھ الحمد کے اکتالیس مرتبہ چالیس روز تک پڑھیں جو مطلب ہو حاصل ہو اور اگر شفا مریض کی یا تندرست ہونا جاودے کے مقصود ہو پانی پر دم کرکے اوس مریض کو پلاویں اور دوسرے یہ کہ نوچندی کی شب کو در میان سنت اور فرض فجر کے بے قید ملانے نہم کے ساتھ لام کے ستر مرتبہ پڑھیں ابداسکے ہر روز اوسی وقت دس دس بار تم کرتے پڑھا کریں تاکہ ہفتہ کے دن ختم ہو اور اگر پہلے مہینے میں مطلب حاصل ہو تو بہتر ورنہ دوسرے مہینے میں بھی ایسا ہی کریں اور لکھنا اس سورہ کا اوپر پیالہ چینی کے گلاب اور مشک اور زعفران سے اور دھو کر پلانا کارہا شفا یا یوں مزنہ کے چالیس روز تک مجرب ہے اور اوپر دانتوں اور درد سر اور درد شکم اور اور دردوں کے اوپر پڑھ کر دم کرنا بھی مجرب ہے

بیان فضائل ابلیس کے جمیع عمر اپنی سے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفسیر سورہ بقرہ کے شروع ہوتی

سورۃ البقرۃ یعنی وہ سورت کہ جس میں ذکر بقرہ کا ہو مدنی ہے دو سو اوچاسی آیت اور چھ ہزار اور اکیس کلمے ہیں اور پچاس ہزار اور پانچسو حرف ہیں اور یہ سورت سب سے بڑی سورتوں قرآن کی سے ہو اور جس قدر احکام شرعیہ کہ اس سورۃ سے نکلتے ہیں اور کسی سورۃ سے اسقدر مستنبط نہیں ہوئے ہیں تفسیر کبیر نیشاپور والوں نے نکالا ہو حکم شرعی اس سورۃ میں منہج ہیں اور ایک آیت ہدایت کی کہ اوس میں ہی سب آیتوں قرآن کی سے بڑی ہو اور بیس حکم شرعی پر شامل ہو اور ہر چند کہ اس سورہ میں قسم قسم کے امر عجیب اور صنف صنف کے حالات غریبہ مذکور ہیں مگر اوسکے نام میں اضافت بقرہ ہی کی طرف کی اور کسی امر کی طرف نہ کی اور سورۃ البقرہ اسکا نام رکھا بسبب دو وجہ کے اول یہ کہ ذکر بقرہ کا اسی سورۃ میں اور کسی سورۃ میں بقرہ کا ذکر نہیں پس قصہ بقرہ کا خاصہ اس سورہ کا ہو اور امتیاز اسی جگہ اضافت خاصہ شے کے طرف شے خاصہ کی ہو دوسری وجہ یہ ہو کہ قصہ بقرہ کا اوپر تمام مہمات اور مقاصد دین پر دلالت کرتا ہو پس یہ قصہ گویا خلاصہ تمام قرآن کا ہو اور علی الخصوص خلاصہ مطالب اس سورہ کا ہو تفصیل اس اجمال کی یہ ہو کہ دین متین میں مطالب علمی اور مقصد بڑا ثابت کرنا چو صانع کا ہو اور اس قصہ سے یہ نکتہ ہاتھ آتا ہو کہ زندہ ہونا اس مردے کا اپنی ذات سے نہ تھا والا ہر ایک مردا ہوا زندہ ہو جاتا اور نہ اس سبب سے زندہ ہوا کہ اعضا بقرہ کو اوسکے اوپر مارا حال اور وقت اعضا بقرہ کے میت کے اوپر مارنے سے میت زندہ ہو جاتی پس یہ زندگی نہ تھی مگر ساتھ قدرت اللہ تعالیٰ کے نزدیک۔ موجود کرنے اس سبب کے اور اس جگہ سے قدرت اللہ تعالیٰ کی ثابت ہوئی بلکہ حکمت اوسکی بھی۔ اسواسطے کہ زندہ کرنے اس مردہ سے اشارہ فرمایا طرف اسکے کہ دل مرے ہوئے کو بھی ساتھ فرح کرنے نفس مارہ کے زندہ کر سکتے ہیں پھر مقصود دوسرا ثابت کرنا نبوت کا ہو اور یہ مقصد اوس قصہ سے یوں حاصل ہو اسواسطے کہ وہ قصہ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تھا اور جو وقت نبوت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ثابت ہوئی نبوت سب نبیوں کی خواہ متقدمین ہوں خواہ متاخرین ثابت ہوئی اسواسطے کہ تمام انبیا دو حال سے خالی نہیں یا تصدیق کرتے ہوئے

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تھے التصدیق کئے گئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اور صدقنا و صدق صادق کے دو نوصادق ہیں ویرہیچ ضمن ثابت کرنے نبوت کے ہیچ اس قصہ کے ایک اشارہ ہو بہت مفید طرف اس بات کے کہ اطاعت انبیاء علیہم السلام کی بے تفتیش وجہ حکم کے آدمیوں کے اوپر واجب ہے بلکہ موت کہ ہوئے اور تضییع واقع نہو جیسا کہ اون لوگوں کو کہ موسیٰ کہا تھا آتقتلنا ھزوا کہ ہنسی کرتی ہے ہم سے پھر مقصد تیسرا استقامت اوپر مطلب اس قصہ سے اس طرح سمجھا جاتا ہے کہ قاتل اس مقتول کے نے دنیا طلب کی اور ذلیل ہوا ہیں معلوم ہوا کہ طلب دنیا کی ذلت اور طلب ماسوی اللہ کی خطا ہر مقصد جو تھا جاہد ہو اور یہ قصد اوپر مجاہدہ کے ساتھ وجہ اتباع کے دلالت کرتا ہے مثلاً چاہیئے کہ مجاہد مداہنہ قتل نفس مارہ کے بڑھاپے میں نہیں ہوتا اسواسطے کہ جب خواہش نفسانی نے قوتوں اور جوارح میں رگ اور ریشہ دوڑ کر استحکام قبول کیا ہو اور بیٹھ تا اور کاہت و شمار ہو علی الخصوص کہ وقت ضعف اور کر جانے قوتوں کا ہو ضعیف میں ہو سکتا کہ درخت قوی کو جڑ سے اوکھیڑ سے اور یہی چاہیئے کہ ہیچ زمانہ میں جوانی اور شروع شباب کے بھی نہو اسواسطے کہ عقل اوس وقت میں کم اور بے تجربہ ہو طاقت مجاہدہ کی نہیں کبھی ہو غالب ہے کہ مغلوب ہو جاوے اور کبھی شر الطاقۃ المجاہدۃ کی سے زردی تک نوبت کی ہو کہ آثار المناظرین شامل اوسکی ہو اور سلامتی ہو دنیا کے کاموں میں گر جانے سے جیسا کہ زراعت اور تجارت اور صحت استعداد کی ہو اوپر پیدا کرنے غموں جوہر روح کا و علی ہذا الاقیاس پھر مقصد پانچواں معاد ہو اور یہ مقصد بھی صراحۃً اس قصہ سے ثابت ہوتا ہو اسواسطے کہ جیسا کہ بدن قتیل کی سے جدا ہو گئی تھی پھر طرف اوسکے دیکھا اور یہی پانچ مقصد ہیں کہ خلاصہ مطلوبوں اس سورت کا ہو اور باقی امور متممات اور مقدمات ان امور پنجگانہ کے ہیں جانا چاہیئے کہ ہیچ مسند امام احمد اور اور کتابوں معتبرہ حدیث کی میں وارد ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ سورہ بقرہ منزل کہ ہان قرآن کے ہمراہ ہر آیتے کے اوس سے اسی اسی فرشتہ نازل ہوئے ہیں اور آیۃ الکرسی کہ بہترین آیتوں قرآن کا ہو عرش کے نیچے سے لاکر اس سورہ میں رکھدی ہو اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہو کہ آیۃ الکرسی بمنزلہ دل اس سورہ کے ہو اور دوسرے بعد تامل و غور کرنے کے معلوم ہوتا ہو کہ تمام مطالب اس سورۃ کے گرد اگرد اسی آیت کی دوران کرنی ہیں پس وہ کہ بمنزلہ جان کے ہو فلنطابق بالقیوم کا ہو کہ ہیچ آیۃ الکرسی کے موجود ہو اور تمام آیتیں سورہ کی شیون اور مظاہر اس کلمے کے ہیں جیسا کہ تمام اعضا انسانی مظاہر اور شیون جان کے ہیں تفصیل اس مقام کی نہایت طول رکھتی ہو کہ یہ تفسیر تحمل گنجایش اوسکے کا نہیں رکھتی ہو لیکن ساتھ حکم مالا یدرک کلہ لا یترک کلہ کے بطریق نمونہ کے لکھنا ضرور ہو غور سے سنا چاہیئے وہ یہ کہ اس سورۃ میں افادہ اوسکا منظور ہو حیات اور قیومیت اللہ تعالیٰ کی ہو کہ ساتھ رنگا رنگ طور کے عالم میں جلوہ گر ہو ہی ہو اول حیات ہر فرد کی افراد انسانی سے ہو کہ کنتم امواتاً فاحیاکم طرف اوسکی اشارہ فرماتا ہو پھر حیات اور قیام تمام نوع کا ہو ساتھ پیدا کرنے ابوالبشر کے اور عطا کرنے منصب خلافت کے واسطے اوسکے اور ٹھہرانے اور قرار پکڑنے اوسکے کے زمین میں کہ واذ قال ربک انی جاعل فی الارض خلیفۃ آخر تک شرح اوسکی ہو پھر حیات قیام ایک خاندانوں اس نوع کی سے کہ مانند اوسکے کوئی خاندان دوسرا نہ رہا گی اور مرتبے میں نزدیک اللہ کے اور دیر تک رہنے میں تا وقت نزول اس سورہ تک موجود نہوا ہتا اور ابتدا شرح اس حیات اور قیام کی شروع کرو عیا بنی اسرائیل سے تا انجام یا بنی اسرائیل تمیری تک کہ آخر پارہ میں واقع ہو چکی گئی اور منجملہ اقسام حیات کے کہ اس خاندان عالی میل انہوں نے ظہور فرمایا ہو اول اوس قسم کو بیان فرمایا ہو کہ ظہور اوسکا وقوع میں ہوا کہ جس وقت فرعون نے قصد دور کرنے حیات اس خاندان کا یہ سبب ذبح کرنے بیٹوں کے اور زندہ رکھنے بیٹیوں کے کیا تھا بعد اوسکے اس خاندان کے دلوں کی حیات بسبب عطا کرنے توریت کے باوصف اسکے کہ جاہلوں اس خاندان کے نے بسبب گوسالہ پرستی کے فکر دور کرنے اس حیات کا کیا تھا ارشاد ہوئی اور طریق دفع کرنے مضرت گوسالہ پرستی کا کہ ساتھ صورت قتل کے تھا اور حقیقت میں یہ قتل نہ تھا بلکہ زندہ کرنا تھا مثال اوسکی یہ کہ تمام آدمی کے بدن میں سے ایک عضو گندہ اور پوسیدہ ہو جاوے واسطے سلامتی دوسرے اعضا کے اوسکو کاٹ ڈالا کرتے ہیں ہمارہ اسی کے ارشاد ہوا بعد اوسکے جماعت دوسری نے کہ بے ادبانہ سوال دیدت کا کیا اور حیات اپنی برباد دی بسبب دعا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نئی طرح سے خلعت حیات کی ہوئی پھر تمام بنی اسرائیل بسبب نافرمانی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہیچ تیہ کے گرفتار ہوئے قریب تھا کہ نقد حیات کی بار دیدل وال غیب سے اس طرح سامان زندہ رہنے اور قائم رہنے اونکے کا کیا کہ سایہ ابر کا اونکے واسطے ظاہر کیا اور من اوسلوا لکھا نیکے واسطے نازل فرمایا بعد اوسکے طرف ایک گاؤں کے نشان دیدا بعد اوسکے چشمے پانی جاری کے پتھر سے نکال دیئے تاکہ صورت حیات اونکے کی ہر یم ہو اور جس وقت ایک فرقہ اس خاندان میں سے بسبب ہتک حرمت کے سخت دور کرنے حیات انسانی کا ہوا اور خلعت حیات خاتمیہ حیوانیت کی بدلے اوس حیات طیبہ انسانی کے بدن کر مسخ عنایت الٰہی نے شروع کیا اور طرف جانبے مارد کھا اور اس قصہ کو واسطے دوسروں کی عبرت کے مقرر کیا تاکہ آئندہ کو حیات اور قیام اس خاندان کا ساتھ امثال ان گنتا اونکے محمل نہو پھر ہیچ قصہ بقرہ کے حیات عجیبہ غریبہ نمودار کرکے دستور العمل واسطے اونکے ارشاد فرمایا اور ارشاد اس بات کا ہوا کہ باوجود ان تمام باتونکے سیاہی دلوں اونکے کی بسبب لڑنے اور مشغول ہونے تخالف ایک دوسرے کے اور توڑ ڈالنے عہدوں اور پیمانوں الٰہی کے بسبب نفاق فیمابین کے اور مشغول رہنے کے ہیچ فکر دور کرنے قیام اس خاندان کے بڑھتے رہے اور اوسپر بھی عنایتیں الٰہی ہے در پے ظاہر ہوتی رہیں یہانتک کہ کلام ہو پہنچ گئے طرف بیان حرص اون کی کے اوپر حیات کے باوجود یکہ اسباب حیات کے بڑے سے اوکھیڑتے تھے اور دوا ہی موت کی ہر طرف واسطے اپنے جمع کرتے تھے پس فعل اونکا مخالف خواہش الٰہی کے تھا اور عجب یہ کہ باوجود شدت حرص کے اوپر حیات کے اور قیام خاندان اپنے کے جو فرشتہ کہ اس کام پر مقرر ہوا اور حیات اور قیام ہر خاندان اپنے کا ساتھ امداد اور اعانت اوسکی کے اور اوس سے دشمنی کرتے تھے جیسا کہ ہیچ آیت قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ میں مذکور ہوا اور ساتھ طریق ملتمسہ اس کلام کے مشغول نہونا اس فرقہ کا ساتھ تحریر اوسکے اور کلمات لفرکے کہ دور کرنیوالے حیات

غیبیہ الٰہی کی ہیں بھی بیان کے آیا ہا تک کہ قصہ اس خاندان کا تمام ہوا بعد اوسکے بیان زندگی اور قائمی خاندان دوسرے کا بنی اسمٰعیل میں سے شروع کیا اور ابتدا اوسکی آیت وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ سے شروع ہوئی پہلے قیام خاندان اسمٰعیل کا بسبب بنانے کعبہ معظمہ اور باقی رہنے اوس گھر منور کے حج اوس جگہ متبرک کے ارشاد ہوا بعد اوسکے طرف استقبال اوس گھر کے حج اور تعظیم اور حرمت اوسکی کے کہ سبب قیام اوس خاندان کا تھا اشعار فرمایا اور جب بیان حیات اور قائمی ان دونوں خاندان عمدہ سے فارغ ہوئے بعد اوسکے چند اقسام حیات کے ظاہر میں حیات کے خلاف معلوم ہوتے ہیں اور حقیقت میں خلاصہ اقسام حیات کے ہیں بطریق تنبیہ کے شروع کئے منجملہ اونکے شہادت فی سبیل اللہ ہو کہ بمقتضائے وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ بہترین انواع حیات کا ہو اور اوی واسطے اوپر اسباب اس قسم حیات کے دلیر فرمایا اور ترغیب کی اور اوپر صبر کرنیکے مصیبتوں پر وعدہ ثواب بزرگ کا کیا اور بشارت عمدہ عنایت فرمائی اور منجملہ اونکے ہو تھا صاص ظاہر میں دور کرنا حیات قاتل کا ہو اور حقیقت میں سبب زندگی ایک جہان کا اور منجملہ اونکے ہو حیات معنوی ہر مرت کی ساتھ جاری کرنے وصیت اوسکی کے بے تبدیل اور تغیر کے اور منجملہ اونکے ہو حیات روح کی بسبب بھوکا پیاسا رکھنے بدن کے روزہ میں اور منجملہ اونکے ہو حیات دین کی بسبب جہاد کرنے اور ترنگے دین کے دشمنوں سے حاصل ہوتی ہو کہ قصہ اسکا بیچ آیہ وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ کے مذکور ہوا اور منجملہ اونکے ہو حیات اور قائمی ملت کی بسبب قائم کرنے شعائر حج کے اوس مکان میں کہ جائے پیدائش اور جائے پرورش اوس خاندان عالی کی ہو حج کے دنوں میں پھر متوجہ ہوتے ہیں سات حیات اور قائمی ہر ہر گھر کے ساتھ بیان کرنے آداب نکاح کے اور منع کرنے جماع مستحاضہ کا حالت حیض میں کہ موجب باقی رہنے جنابت خبیثہ فاسدہ کا ہو اور منع کرنے تلف کرنے حقوق زوجیت کے ساتھ بہانہ قسم کے کہ عرف میں اوسکو ایلا کہتے ہیں اور پرورش یتیموں کی اور کیفیت نفقہ اقارب کے بھی خانہ داری کے ضمن میں مذکور ہوئے بعد اوسکے اگر نوبت ٹوٹ جانے نکاح اور برہم ہونے خانہ داری کی واقع ہو کہ اوسکو عرف میں طلاق کہتے ہیں بیچ باقی رہنے آثار اوس نکاح کے اور قائم رکھنے حقوق اوس خانہ داری کے ساتھ محافظت عدت کے اور دینے متعہ کے اور دودھ پلوانے اولاد کے کس کس طرح کوشش کرنی چاہیے تا حیات اور قائمی اوس عقد کی بالکلیہ برہم نہو اور اتنے ضمائم آیت اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ تک بیان ہو چکے اور جب اس سے فارغ ہوئے چند قصہ عجیبہ الحق میں حیات غیبیہ بے اسباب پائی جاتی ہو ذکر فرمائے تا کہ ممنی حی اور قیوم کے پہلے بھی اس کلمہ سے اور بعد کو بھی اسکے اوترنے سے سننے والوں کے ذہنوں میں ٹھہر جاویں اور وہ کہ پہلے اوترنے اس کلمہ کے سے دو دو قصہ میں اول قصہ حیات ایک جماعت کا بنی اسرائیل میں سے کہ وبا کے خوف بھاگے تھے اور مر گئے تھے اور پھر ساتھ دعا حضرت حزقیل علیہ السلام کے زندہ ہوئی دوسرا قصہ شمویل و طالوت علیہما السلام کا کہ بعد زوال خاندان بنی اسرائیل کے نئے سرے اوس خاندان کو اونہوں نے قائم کیا اور آخر میں اوپر ہاتھ حضرت داؤد علیہ السلام اور بسبب آنے تابوت یکینہ کے قیومیت اوسکی بدرجہ تمام ظاہر ہوئی اور وہ شے کہ بعد اوترنے اس کلمہ کے ہر یکی قصے میں اول قصہ نمرود کا ساتھ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کہ وہ مردود خدا کے جلانے اور مارنے کو نہ سمجھا اور اپنی تئیں جلانے اور مارنیوالا ٹھہرایا اور دوسرا قصہ حضرت عزیر علیہ السلام کا کہ اونہوں نے زندگی اور آبادی شہر کے بعد ویران ہونیکے بعید سمجھے یہانتک کہ ساتھ مرتبہ حق الیقین کے اپنے اوپر اور اپنی سواری پر نئے سرے سے حیات اور قیام معلوم کیا تیسرا قصہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کہ کیفیت جلانے مردوں کے کہ کس طرح مردہ زندہ ہو جاتے ہیں توقف کیا یہانتک کہ کیفیت زندہ ہونے مردوں کی اور جانوروں سر کٹے ہوئے اور پر اوکھڑے ہوؤں کی اپنی آنکھوں سے دیکھ لی اور اتنے ضمائم اس آیت تک کہ مثل الذین ینفقون اموالھم ختم ہوئے بعد اوسکے نوبت ذکر حیات اور قائم رہنے بقا مالوں کی شروع ہوئی اور چونکہ آدمی اوسکو مالوں کیواسطے نفع اور بقا سمجھتے ہیں یعنی سودیہ کہ سبب باقی رہنے اور بڑھنے مال کا آدمیوں کے نزدیک ڈھب نشین ہو اور حقیقت میں اللہ کے نزدیک باعث تلف کرنے اون مالوں کا ہو مفصل ارشاد ہوا اور بالعکس اسکے کہ خرچ کرنا اور صدقہ کرنا فی سبیل اللہ کا آدمیوں کے ذہنوں میں موجب تلف کرنے مالوں کا ہے اور اللہ کے نزدیک سبب حیات کا اور بڑھنے مالوں کا ہو تفصیل اسکی بھی ارشاد ہوئی اور درا سطے حیات اور قائمی مالوں کی بیع اور معاملات مشروعہ کے مثل خرید فروخت کے اور لین دین میں ایک ایک قسم اور متعلقات کی بیان ہوئے اور بسبب اوسکے کہ اوسکا عمل کتابت اور استشہاد کے باب میں عنایت فرمایا اور سورت کو ختم کیا پس معلوم ہوا کہ طالب اس سورت کے تمام شرح اور بسط حی اور قیوم کے ہیں اور یہ کلمہ میزہ رجحان اس سورہ کے ہو اور آیت الکرسی بنسبت دل اس سورہ کے اور تمام باقی اس سورت کا بمنزلہ اعضا و جوارح کے واللہ اعلم اور بھی یہ سورت بیچ بیان کرنے عدد دنانیر اور مکاتبہ شرعیہ کی ایک خصوصیت رکھتی ہے کہ دوسری صورت کو وہ خصوصیت نہیں اول ذکر ابی بین حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہو کہ قاعدہ مقررہ اہل خلوت و ریاضت کا ہو پھر ذکر ماہ مبارک رمضان کا اور مقرر ہونا روزہ فرضی کا اوس میں پھر ذکر مہینوں حج کا کہ شوال اور ذی القعدہ اور عشرہ ذی الحجا تک اور پھر ذکر شہر الحرام کہ چار مہینے ہیں اور ابتدا و قتل ان مہینوں میں حرام ہے اور تیکیاں دوچند ہوتی ہیں اور بدیاں گھٹ جانے والیں پھر بیان مدت حیض کا کہ نزدیکی بیوی اور لونڈی کی اوس میں حرام ہے پھر ذکر مدت ایلا کی کہ چار مہینے ہیں پھر ذکر عدت طلاق کی کہ مدت تین حیضوں کی یا تین طہروں کی ہو پھر ذکر عدت وفات کا کہ مدت چار مہینے اور دس دن کی ہو اور نہایت اوسکی ایسا ہے برس تک بھی کبھی ہو اجمالہ یہ بیان اون حدود شرعیہ کا تھا کہ تعلق زنانہ کے ساتھ رکھتے ہیں الا یہ وہ حدیں کہ تعلق مکان کے ساتھ رکھتی ہیں پس اون میں سے ہر استقبال کہ تعلق اوسکا ساتھ کعبہ معظمہ اور مسجد حرام کے ہو اور حرمت تمام شہر کی اور گرد و پیش اوسکے کی کہ مراد اوس سے حرم ہے اور مقام

ابراہیم مصلی بنانا تابع رکھے سے ہے اور اونہیں میں سے ہے صفا اور مروہ کہ طواف اور سعی درمیان ان دونوں کے واجب ہے اور اون میں سے ہے عرفات اور مشعر الحرام اور منیٰ کہ بیچ ایام معلومات فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ کے اشارہ طرف رات گذارنے کے اوس مقام میں ہے اور بیان جزا ممنوعات احرام کا بیچ صورت منوعے استطاعت مالی کے ساتھ روزہ رکھنے میں دن کے درمیان میں رکھا اور اوپر اسی قیاس کے متمتع کو خاص حرم کے رہنے والوں کے ساتھ کرنا اور واجب کرنا کامل دس دن کے روزے نکالنے کا بیچ صورت نہ میسر آنے ہادی کے اوپر متمتع کے بھی درمیان میں بیان ہوا اور عمل خصوصیات زمانیہ و مکانیہ کا کہ احکام شرعیہ اونکے ساتھ تعلق رکھتے ہیں اوس قبیل سے ہے کہ بدون وحی کے ہرگز دریافت نہیں ہوتا اور تعبدی محض ہے کہ عقل کو کسی حیلہ سے جانا تا ہو سکا ممکن نہیں پس جو سورت کہ ایسے علوم کا اوس میں بیان ہو کمال الصالت وحی ہونے میں کہتی ہے اور اسی واسطے اس سورت کو بواسطہ اس سبب کے خصوصیت بہم پہونچی ہے کہ کتنی چیزوں میں سب قرآن کی سورتوں سے ممتاز ہے منجملہ اونکے وہ کہ ابن ابی شیبہ نے ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ من حلف بسورۃ البقرۃ فعلیہ بکل اٰیۃ منہا یمین یعنی جس کسی نے قسم کھائی ساتھ سورہ بقرہ کے پس اوپر ذمہ اوسکے کے بشمار ہر آیت کے اوس سورہ سے ایک قسم ہوتی ہے پس گویا سورہ بقرہ کے ساتھ قسم کھانی دو سو اور چیاسی قسم کھانی ہے اور اوس مضمون کو ابن ابی شیبہ مجاہد سے مرفوعاً روایت کرتا ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حلف بسورۃ البقرۃ فعلیہ بکل اٰیۃ منہا یمین صبر فمن شاء بر ومن شاء فجور اور منجملہ اونکے ہے وہ کہ صحیح مسلم میں انس بن مالک سے روایت لایا ہے کان الرجل اذا قرء البقرۃ وآل عمران جد فینا یعنی جس وقت کہ کوئی شخص زمرہ ہمارے سے سورہ بقرہ اور سورہ آل عمران پڑھ کر تمام کرتا تھا اوسکے واسطے درمیان ہمارے عظمت اور مرتبہ پیدا ہوتا تھا اور اسی واسطے حدیث شریف میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لشکر بھیجتے تھے اور بیچ مقرر کرنے امیر کے تردد کرتے تھے ہر ایک کو اہل لشکر سے روبرو اپنے بلا کر تفتیش فرماتے کہ کونسی کونسی سورہ قرآن سے پڑھتے ہو تم جو کوئی جو کچھ یاد کر رکھا تھا پڑھتا تھا یہانتک کہ نوبت ایک جوان کی پہونچی کہ عمر میں سب سے چھوٹا تھا اوس سے بھی پوچھا کہ تجکو کونسی سورہ قرآن سے یاد ہوا اوس نے عرض کی کہ فلانی سورت اور فلانی سورت اور سورہ بقرہ بھی آنحضرت نے فرمایا کہ آیا سورت بقرہ بھی یاد ہے تجکو عرض کیا کہ ہاں رسول اللہ فرمایا جاتو امیر اس لشکر کا ہو اوس وقت میں ایک شخص نے بزرگوں میں اوس قوم کے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں بھی سکتا تھا یاد کرنا سورہ بقرہ کا لیکن ڈر امیں کہ اگر سورہ بقرہ کو یاد کروں میں پس تہجد میں بسبب بڑی ہونے اوسکے کے ہر روز نہ پڑھ سکوں گا اس سبب سے اس سورہ کو یاد نہ کیا میں نے فرمایا بیشک نہ کرو اور قرآن کو سیکھو اسواسطے کہ جو کوئی قرآن سیکھے اور تہجد میں پڑھے مثال اوسکی ایسی ہے جیسا کہ ایک تھیلا مشک سے پُر ہو اور منہ اوسکا کھول دیا ہو اوسکی ہر مکان میں بو پہنچتی ہے اور جو کوئی کہ قرآن کو یاد کرتا ہے اور پھر نہیں پڑھتا اور قرآن اوسکے سینہ میں ہوتا ہے وہ مانند ایک تھیلے کے ہے کہ مشک سے پُر ہو کہ منہ اوسکا خوب باندھ رکھا ہو اور اس حدیث کو ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ اور ابن حبان نے شعب الایمان میں ابو ہریرہ سے روایت کی ہے اور بیہقی کتاب الدلائل میں عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے روایت لایا ہے کہ میں صغیر سن تھا اور باوجود اسکے آنحضرت نے مجکو صومعہ داری شہ طائف کی دی تھی اس سبب سے کہ میں نے سورہ بقرہ پڑھی تھی اور منجملہ اونکے وہ ہے کہ بطریق تواتر کے آنحضرت سے ثابت ہوا کہ فرماتے تھے کہ سورہ بقرہ کو اپنے گھروں میں پڑھتے رہو اس واسطے کہ شیطان اوس گھر سے بھاگتا ہے جس گھر میں سورہ بقرہ پڑھی جائے اور ابو یعلی اور طبرانی اور بیہقی نے شعب الایمان میں سہل بن سعد رضی سے روایت کی ہے کہ آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا ہر چیز کے واسطے کوہان ہے اور کوہان قرآن کا سورہ بقرہ ہے جو کوئی اس سورہ کو اپنے گھر میں تین دن کو پڑھے شیطان تین دن تک اوس گھر میں نہ آوے اور جو کوئی رات کو پڑھے تین رات تک شیطان اوس گھر میں نہ آوے اور منجملہ اونکے ہے وہ کہ عدیۃ تو تیوں اس سورۃ کے حق میں فرمایا ہے کہ لا یستطیعہا الابطال یعنی طاقت مقابلہ اسکے کی نہیں رکھتے ہیں ساحر اور یہ بھی فرمایا ہے تعلموا سورۃ البقرۃ وان تعلمہا برکۃ وترکہا حسرۃ اور منجملہ اونکے وہ ہے کہ حدیث مشہور میں وارد ہوا ہے کہ سورہ بقرہ اور سورہ آل عمران قیامت کے دن بیچ صورت دو ٹکڑے ابر یا دو سائبان سایہ کے آوینگے اور درمیان ان دو سورہ کے ایک خطر روشن ہوگا یا مانند دو قطار جانوروں اڑنے والے کے جیسے کہ گویا دو کلنگ صف باندھ کر آوینگے اور پڑھنے والے اپنی کی طرف ہو کر شفاعت میں جھگڑا کرینگے اور اصرار کرینگے یہانتک کہ اوسکو بہشت میں لیجا دینگے اور اسی واسطے ان دونوں سورتوں کو نہ ہراوین لقب دیا ہے اور اصفہانی بیچ کتاب الترغیب اپنے کے عبد الواحد بن ایمن سے روایت لایا ہے کہ آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا کہ جو کوئی سورہ بقرہ اور آل عمران کو جمعہ کے رات کو پڑھے اور سکو ایسا ثواب دیتے ہیں کہ مابین لابتیہ اور عرعر یا کہ دو پہاڑ ہیں مدینہ منورہ میں ہے اور عرعر نام ساتویں آسمان کا ہے اور منجملہ اونکے وہ ہے کہ ابو عبید اللہ الدرداء رضی سے روایت کرتا ہے کہ ایک شخص کہ قرآن کا پڑھتے والا تھا رات کے وقت ایک ہمسایہ پر دوڑا اور اوسکو مردہ پایا اور اوسکو عذاب قبر کا خوف لاحق ہوا اوسکے صبح کے وقت اوس شخص کو پکڑا اور قصاص میں مار ڈالا اب اوسکو مدفون کیا تمام قرآن سوائے سورہ بقرہ اوسکے سے بھاگ کر چلی گئی اور سورہ بقرہ ایک ہفتہ دو سرے تک اوسکی نگہبانی میں رہی اور عذاب کے فرشتوں کو آنے نہ دیا یہانتک کہ جناب رب العزۃ سے ندا ہو چکی کہ ما یبدل القول لدی وما انا بظلام للعبید یعنی نہیں بدلی جاتی ہماری بات نزدیک میرے

لہ یعنی سیکھو تم سورہ بقرہ کو پس تحقیق سیکھنا اوس کا برکت ہے اور چھوڑنا اوسکا سبب حسرت ہے ۱۲

اور زمین ظلم کرنیوالا بندوں کا ہوں یہ آواز سنکر سورہ بقرہ بھی نکل گئی امام الدوار کہتے تھی جس وقت کہ یہ سورہ آئی ایسا دکھلائی دیا کہ ایک بڑا بیڑا آرہا ہے اور ہمارے اوپر گرا چاہتا ہے وہ جلد گئے بخاری نے تعلیقات اور مسلم اور دوسروں اصحاب صحاح نے ساتھ سند صحیح کے روایت کیا ہے کہ اسید بن حضیر ایک رات کے وقت اپنے گھر میں سورہ بقرہ پڑھتے تھے اور گھوڑا اوس کا اوس مکان کے نزدیک بندھا ہوا تھا دفعتہً گھوڑے نے کودنا پھاندنا شروع کیا اُسید پڑھنے سے باز رہا پھر دھاموش ہونے اوسکے گھوڑا بھی کودنے سے ٹھہر رہا پھر پڑھنا شروع کیا گھوڑے نے پھر کودنا اُسید یہ نوشرع کیا پھر یہ خاموش ہوئے گھوڑا بھی ٹھہر گیا جب پھر اسی طرح معاملہ ہوا وہ اوٹھا اور بیٹے اپنے کو کہ یحییٰ نام تھا اور اوس مکان کے پاس سوتا تھا اوٹھایا کہ مبادا گھوڑا شوخی اور جولانی اپنی میں کچھ نقصان اوس کے بیٹے کو پہنچائے اس دیمان میں کہ سر اپنا آسمان کی طرف اوٹھایا دیکھا کہ ایک سائبان چراغوں سے بھرا ہوا زمین سے آسمان کی طرف چڑھتا چلا جاتا ہے جیسا کہ سبب جولانی گھوڑے کا یہی روشنی تھی اوس سائبان کو اپنی نظر میں رکھا یہانتک کہ غائب ہوا صبح کو اگر یہ تمام احوال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عرض کیا آنحضرت نے فرمایا کہ یہ فرشتے تھے کہ بسبب پڑھنے اس سورت کے اوترے تھے اگر صبح تک نہ پڑھتا جاتا تو صبح کو آدمیوں کی نظروں میں آتے اور ہرگز پوشیدہ نہ ہوتے اور ابو عبید نے ایک سفید رنگ اونٹ بینہ منورہ سے روایت کی ہے کہ اہل محلہ انصار کے ایکدن وقت صبح کے نزدیک آنحضرت کے پاس آئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ رات کو محلہ بنات میں ایک طرفہ عجوبہ نمودار ہوا کہ تمام گھر ثابت بن قیس بن شماس کا چراغوں کی روشنی سے پُر تھا سبب اس کا ہمکو معلوم نہیں آنحضرت نے فرمایا کہ شاید وہ اپنے گھر میں سورہ بقرہ پڑھتا ہوا وس سے پوچھو آدمی آنحضرت ثابت قیس کے گئے اور پوچھا کہ شب کو تجھ میں کیا تو نے پڑھا تھا کہا کہ سورہ بقرہ اور بیہقی نے شعب الایمان میں ابن عمر رضہ سے روایت کی ہے کہ حضرت سید المرسلین عمر بن الخطاب نے سورہ بقرہ کو بارہ برس میں پڑھا تھا تمام حقائق اور دقائق کے ساتھ اور ختم کے دن ایک اونٹ ذبح کر کے کھایا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یاد دلکو کہلا بھیجا اور ابن عمر نے بھی روایت کی ہے کہ سورہ بقرہ کے پڑھنے میں آٹھ برس مشغول رہے بعد آٹھ برس کے ختم کی خلاصہ یہ کہ یہ سورۃ نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے بڑی عظمت رکھتی تھی کہ اور سورتیں اسقدر نہیں رکھتی تھی اور بقا مرتوں موہ اس سورہ کے سے یہ ہے کہ وقت مکتب کے آبالاطفال کے کاوسکو چیک کتنے میں وقت صبح کے نہار منہ اس سورہ کو خوب جتنوں کو اوکار کے آہستہ آہستہ بچے کے سامنے پڑھکر دم کریں اور لڑکا بھی ہمارا منہ ہوسا تھ فضل خدا کے اوس برس بچیگا اس قسم کے نہ نکلے اور اگر نکلے تکلیف زیادہ نہو اور کچھ نقصان نہ ہو بچے لیکن شرط یہ ہے کہ وقت شروع اوسکے کے ڈبائی پائی اوچادل شکر اور دہی کے ساتھ کہ بقدر حاجت ہو کسی مستحق کو اوس جگہ بٹھا کر کہلاویں اور وہ مستحق روبرو پڑھنے والے اور اوس لڑکے کے کھانے اس جگہ جانا چاہیئے کہ علماء کو اختلاف ہے اس بات میں کہ ترتیب سورتوں قرآن کی فرمائی ہوئی شارع کی اور توقیفی ہے یا اصحابوں کے اجتہاد سے ہوئی ہے کہ اپنی عقل سے مناسبت سورتوں کے دیمان میں دیکھکر اور دریافت کر کے ایک کو پیچھے دوسرے لکھا ہے اور بتقدیر بیان کرنے وجہ ربط کی دیمان دو سورتوں کے ضرور ہے اوسطے کہ اگر یہ ترتیب توقیفی ہے شارع کی طرف سے ہے اس شارع حکیم ہے اور فعل حکیم کا خالی حکمت سے نہیں ہوتا ہے اور اگر بسبب اجتہاد صحابہ کے ہے پس وجہ مناسب اس وجہ سے ضرور ہے کہ صحابہ کو کوئی باعث ہوا کہ اس سورۃ خاص کو بعد اس سورۃ خاص کے لکھا والا فضل صحابہ کا محلوں اوپر فقط اٹکل کے دین کے اندر ہو جائے اور یہ باطل ہے (ان سیتم تتہمد بخلاف ذلک) اور بھی فرض کیا ہوا یا مرہے کہ یہ ترتیب اجتہادی ہے جزافی نہیں یعنی بلا تامل صرف اٹکل سے لڑی ہوا جتہاد کے واسطے ماخذ چاہیئے اور بیان وجہ ربط کی گویا اشارہ طرف اوس ماخذ کے ہوا اور بھی جانا کہ ترتیب آیتوں ایک ایک سورہ کے بالاتفاق ساتھ توقیف کے اور شارع کی طرف سے واقع ہوئی اس ترتیب میں بالکل خلاف نہیں اور اختلاف سورتوں کی ترتیب میں جس وجہ سے کہ بیچ مصحف عثمانی لکھی گئی میں اور کل صحابہ نے اوسکے اوپر اجماع کیا ہے اور نسخی اوسی قرآن کے تمام طرف ہو پہنچے اور تمام مجتہدین نے مخالف اس ترتیب کے لکھا جیسا کہ ابن مسعود اور ابی بن کعب وہ بھی مخالفت سے دستبردار ہوئے طوعاً اور کرہاً مذہب اکثر علماء امامیہ و حنفیہ اور شافعیہ اور اوردکایہ ہے کہ یہ ترتیب صحابہ کے اجتہاد سے واقع ہوئی اور آنحضرت صلعم نے اس میں کچھ نہیں فرمایا ہے بلکہ امت کے ہر سر کرکے آپ نے اس جہان سے انتقال فرمایا ہے اور دلیل اس گروہ کی یہ ہے کہ اگر یہ ترتیب توقیفی ہوتی اور آنحضرت نے اوسکے واسطے ارشاد فرمایا ہوتا مخالفت اس ترتیب کی حرام محض اور بدعت شنیعہ ہوتی کو حال یہ ہے کہ ابن مسعود اور ابی بن کعب کہ صحابہ جلیل القدر میں سے تھے مخالفت اس ترتیب کی اختیار کی ہے اور تادم مرگ اوسی ترتیب کو رعایت کرتے تھے اور صحابہ دوسرے جن وقت ان دو بزرگوں سے گفتگو اور مقابلہ اس امر میں کرنے لگے سوائے اجماع جمہور کے کوئی دلیل ان بزرگوں کے بیان نکی اور یہ ذکر نہ کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خلاف ترتیب تمہاری کے ارشاد فرماگئے ہے پس معلوم ہوا کہ یہ ترتیب توقیفی نہ تھی والا مخالفت اون دو صحابہ کی اور سکوت کرنا اور صحابہ کا ذکر توقیت کی سے بیچ مقام حجت کے کوئی وجہ نہیں تھی اور ایک گروہ علماء کا اس طرف گیا ہے کہ یہ ترتیب بھی توقیفی ہے آنحضرت کے اشارہ اور فرمانے سے عمل میں آئی اور دلیل اس گروہ کی یہ ہے کہ صحابہ چھوٹی چھوٹی باتوں میں آنحضرت کے فرمانے سے بتاؤ نہیں کرتے تھے اور ہرگز اپنی طرف کوئی چیز پیدا نہیں کرتے تھے اس مقدمہ عمدہ میں کس طرح ساتھ عقل اپنی کے دخل کرتے اگر فرمایا ہوا آنحضرت نے کا اونکے پاس اتفاق اجماع بدون اوس فرمانے ہوئے کے کبھی محقق نہ ہوتا اور فیصلہ کی بات درمیان دونوں فریقوں کے یہ ہے کہ دونو فریق سچے ہیں جو لوگ کہ اس ترتیب کو صحابہ کے اجتہاد سے کہتے ہیں اوپر اس وجہ کے کہ ہر صحابہ اس ترتیب کے اور مقرر کرنیوالے ہر سورہ کے اپنے موضع میں صحابہ ہوئے ہیں اور آنحضرت نے ساتھ نفس نفیس اپنی کے یہ شغل نہیں فرمایا ہے بلکہ بطور صحابہ مجتہدین سے چھوڑ کر تشریف فرما ہوئے اور جو لوگ کہ اس ترتیب کو توقیفی کہتے ہیں وہ اس معنی سے ہے کہ صحابہ نے بجز و عقل اپنی کے یہ کام نہیں کیا ہے بلکہ تابعداری تو لوں اور بتلانے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس میں

کی ہے ساتھ اس وجہ کے کہ جمہور صحابہ کے نزدیک متیقن ہوا تھا کہ اگر آنحضرت ساتھ نفس نفیس اپنی کے یہ کام کرتے اسی وضع پر فرماتے اسکے مخالف نفرماتے اور بیچ شان اور اجماعیت صحابہ کی آزمایندہ ہے انھوں بہت ساری کو ایک ایک دن میں سے موجب یقین کا نہیں مگر سب کے جمع ہونے سے فائدہ یقین کا ہو جاوے ملاحظہ کر لیتے تھے جزات اور پراجماع کے کہنے تھے اور ساتھ اس فیصلے کے سل جاتا تھا میرا اختلافات بہت سا ہے کہ درمیان توفیق ہونے اور اجتہادی ہونے کے بعض امور شرعیہ کے واقع ہوگئے ہیں جیسا کہ قائم ہونا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا واسطے خلافت کے وہ اجماع سے ساتھ بعض بالفعل کے ساتھ وعلی ہذا القیاس اور بڑے بڑے صحابہ کرام اسباب نزول کے مشاہدہ کرتے تھے اور معانی وحی کے خوب پہچانتے تھے اور بسبب طول صحبت کے بارہا سنتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فلانی سورۃ بعد فلانی سورت کے پڑھتے ہیں اور خوب وقوف اس امر پر رکھتے تھے گو کہ اور وں کو یہ خبر داری میسر نہو چنانچہ بیچ مصنف ابن ابی شیبہ کے بہت آسیوں اہل مدینہ سے روایت آئی ہے کہا حکم نے نظر کرتا ہوں کہ ابو جعفر بھی اون میں ہیں کہ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقرأ فی الجمعۃ بسورۃ الجمعۃ و اذا جاءک المنافقون اما سورۃ الجمعۃ فیبشر بھا المؤمنین ویحرضھم واما سورۃ المنافقین فیوبخھم ویحذرھم اور حظابی نے حکایت کی ہے کہ جو وقت صحابہ کا واسطے جمع کرنے کلام مجید کے مشغول ہوئے سورہ قدر کو بعد سورہ علق کے لکھا اور اوپر مقدم ہونے سورہ علق کے اوپر سورہ قدر کے یہ دلیل لائے کہ ضمیر انزلناہ کی سورہ قدر میں قرآن کی طرف پھرتی ہے اگر اسکی سے لفظ قرآن کی سے نہیں جانا جاتا ہو اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے درمیان سورہ انفال اور سورہ براءۃ کے فرمایا کہ رلینا قصتہا شبیھۃ بقصتھا یعنی جانتے قصہ اور کا مشابہ قصہ سے کے اس جگہ سے معلوم ہوا کہ بعض صحابہ اپنی کے بھی کام کیا ہو اور ظاہر ربط کا اعتبار کیا ہو چنانچہ یہ وضوح ارتباط بیچ سورہ طلاق اور تحریم اور سورہ تکویر اور انفطار اور سورہ ضحی اور الم نشرح اور سورہ فیل اور لایلاف اور درمیان معوذتین کے اعمش اتمش ہوا اور اسی واسطے قاضی ابو محمد عبد الحق بن عطیہ ترتیب سورتوں میں ایک بات نہیں کہتے ہیں بلکہ تفصیل کے قائل ہیں اس طرح پر کہ ترتیب اکثر سورتوں قرآن کی آنحضرت کے زمانہ میں معلوم تھی جیسا کہ سبع طوال اور حوامیم اور مفصل اور ترتیب بعض سورتوں کی بعد جملت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ظاہر مقتل کی دیانت کے اور بموجب اوسکے عمل میں لائے اور سچ یہ بات کہ بات اس بزرگ کی بہت محکم ہوا سواسطے کہ صحیح مسلم اور اور کتابوں معتبرہ حدیث میں وارد ہوا ہے یؤتی بالقرآن یوم القیامۃ واھلہ الذین کانوا یعملون بہ تقدمہ سورۃ البقرۃ وآل عمران الحدیث اور بیچ مصنف ابن ابی شیبہ کے سعید بن خالد سے مروی ہو صلی رسول اللہ بالسبع الطوال فی رکعۃ اور یہ بھی مصنف میں موجود ہو کہ کان یجمع المفصل فی رکعۃ اور صحیح بخاری میں عبد الرحمن بن یزید سے روایت ہے قال اسمعت عبد اللہ بن مسعود یقول فی بنی اسرائیل والکھف ومریم وطہ والانبیاء انھن من العتاق الاول وھن من تلادی یعنی تحقیق یہ سورتیں بہت جید ہیں اور پہلی ہیں اور پہلی یاد کی ہوئی میری ہیں اور بیچ صحیح بخاری میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہو ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کان اذا اوی الی فراشہ کل لیلۃ جمع کفیہ ثم نفث فیھما فقرأ فیھما قل ھو اللہ احد وقل اعوذ برب الفلق وقل اعوذ برب الناس الحدیث اور مصنف ابن ابی شیبہ میں مروی ہے امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ سے قراءۃ فی رکعۃ واحدۃ الم ترکیف فعل ربک باصحاب الفیل لایلاف قریش فی رکعۃ واحدۃ اور الکوثر تیچ کتابوں حدیث اور کتابوں فضائل القرآن اور کتابوں تفسیر ماثورہ کا کیا جاوے بہت کچھ اس جنس سے نکل آتا ہو اور وہ کہ بعضے ناواقف اس فن کے گمان کرتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے ترتیب نزول کی رعایت نہیں کی پس اسکے دو جواب ہیں ایک یہ کہ ترتیب آیتوں ہر سورہ کی بالاجماع توقیفی ہو کہ آنحضرت علیہ السلام بموجب فرمودہ جبرئیل کے عمل میں لائے اور اوس ترتیب میں تقدم مدنی کا بھی پر بہت واقع ہو پس معلوم ہوا کہ ترتیب نزول کی شارع کی نظر میں اعتبار سے ساقط ہوا اور چونکہ شارع کی نظر میں اس جگہ سے ساقط ہوئی سو اوسکا دوسری بار اوس جگہ اعتبار کرنا سناقی تشریع اور تمدین کے ہو لایقدم علیہ الا جاھل و دوسرے یہ کہ اگر ترتیب نزول کے اعتبار کرنی طرف اوے انتظامی سورتوں کے درمیان ایسی آتی اور سورۃ چھوٹی اوپر سورۃ بڑی کے مقدم ہوتی اور تین بڑی چھوٹی سورتوں کے درمیان میں آجائیں اور بالعکس وقوع میں آتا اور ترتیب کلام مجید کی بہت نازیبا معلوم ہوتی بلا تشبیہ ایسی مثل ہو جاتی کہ ایک شاعر ایک دیوان جمع کرنے لگے اور جو کہ پہلے نظم کیا تھا دوسرا ترتیب میں پہلے ذکر کرے اور وہ کہ پیچھے نظم کیا تھا اوسکو پیچھے پس اول فرد لکھے اور بعد اوسکے غزل بعد اوسکے فرد دوسری اور پاچی دوسری بعد اوسکے قصیدہ بعد اوسکے مثنوی لمبی اور محبوں اور قیس اور بیتے کی اور مانند اسکے بعد اوس سے پھر فرد اور قطعہ وعلی ہذا القیاس کہ نہایت مکروہ اہل عقل اور اہل طبع موزوں کے نزدیک معلوم دیتا ہو اسی واسطے شعراء وقت تالیف دیوانوں کے تقدم اور تاخر نظم اور فکر کا اعتبار نہیں کرتے بلکہ اول قصائد کو لکھتے ہیں بعد اوسکے مثنویات کو بعد اوسکے غزلیات کو بعد اوسکے قطعوں اور رباعیوں کو اور فردوں کو اور اگر کوئی اوں میں تقدم اور تاخر نظم اور فکر کا اعتبار کرے ملامت کیا جاوے اور مطعون ہو اور اگر بے انتظامی بھی اختیار کی جاوے پھر بھی تقدم اور تاخر نزولی ممکن نہیں اس واسطے کہ تقدم اور تاخر آیتوں کا بہر طور لازم آویگا کہ آیتوں کی ترتیب جیسی ہو اوس سے زیادہ نہیں ہو سکتا پس یہ بے انتظامی مفت اختیار کرنے کا کیا حاصل تھا اور جب یہ تمہید ذہن نشین ہوئی پس وجہ ربط اس سورہ کے ساتھ سورہ فاتحہ کی سمجھنی چاہیے سورہ فاتحہ میں اجمالاً تمام قرآن کے معانی پائے جاتے ہیں اور سورہ بقرہ سے تفصیل ون معانی کی شروع ہوتی اور بھی سورہ فاتحہ میں ساتھ آیت اہدنا الصراط المستقیم کے بندے کو طلب ہدایت کی

کی ہے اور سورہ بقرہ میں ساتہ آیت ہدی للمتقین تا اولئک علی ہدی من ربہم کے بیان فرمایا ہے کہ دولت اور ہدایت کسکو میسر ہوئی اور یہ نعمت کسنے پائی یہی آخر سورہ فاتحہ میں ذکر گروہ مسلمانوں اور دو فرقہ کافروں کا تہا اور سبح شروع سورہ بقرہ کے بھی ذکر گروہ مومنین اور دو فرقہ کافرین کا یعنی مجاہرین اور منافقین کا ارشاد فرمایا اور یہی سورہ فاتحہ میں پہلے صفات آلہیہ میں سے ربوبیت کی صفت مذکور ہوا اور اس سورہ میں بھی پہلی صفت ربوبیت کا بیان ہے کہ نوع انسان میں پائی جاتی ہے کہ کَیْفَ تَکْفُرُوْنَ بِاللّٰہِ وَکُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْیَاکُمْ اور بیسبح آیت یا ایہا الناس اعبدوا ربکم کے اس معنی کو بطور تمہید تفصیل کے پہلے ذکر کیا پھر سورہ فاتحہ میں انواع رحمت دینی اور دنیوی کے ساتہ دو نو اسم رحمٰن اور رحیم کے ارشاد ہوئے اور اس سورہ میں تفصیل انواع رحمت دینی اور دنیوی کی ہے کہ طرف دو فرقہ یعنی اسرائیل اور دینی اسماعیل کے اللہ کی طرف سے عنایت ہوئی یہ سورہ فاتحہ میں طرف مقدمہ جزا کے ساتہ لفظ مالک یوم الدین کے اشارہ کیا اور اس سورہ میں سبح ذکر بنی اسرائیل کے مقابل ہر کفران اور عصیان کے جزا و انکی ساتہ عذابوں دنیاوی کے مذکور ہوئی اور پھر سورہ فاتحہ میں بیان عبادت اور استعانت کا ہوا اور اس سورۃ میں آیت فاذکرونی اذکرکم واشکروا لی ولا تکفرون سے آخر رکوع تا اور حج تک انواع عبادتوں کا بیان ہے یسلونک عن الہلۃ اسی آخر مسائل صدقات اور ربوٰ تک تفصیل اقسام استعانت کی ہے اور سبح آیت آمن الرسول کے بیان صراط مستقیم کا جو حقیقت میں سورہ فاتحہ اور بطلب کرنے اون مطالب کے تمام ہوئی پس یہ سورہ حکم شرح سورۃ فاتحہ کی کہی ہوا اور مرتبہ شرح کا بعد مرتبتین کے ہوا اور اس جگہ جانا چاہیئے کہ سورہ بقرہ اون تین سورتوں میں سے ہے کہ جنکا شروع ساتہ حروف مقطعات کے ہے اور وہ انتیس سورتیں ہیں اور حروف مقطعات بعد گردانیدنے مکرر کے چودہ حرف ہیں الف اور لام اور میم اور صاد اور را اور کاف اور ہا اور یا اور عین اور طا اور سین اور حا اور قاف اور نون کہ لفظ صراط علی حق نمسکہ جمع کرنیوالا ان حرفوں کا ہے اور سبح ذکر کرنے ان چودہ حرفوں کے ان انتیس سورتوں میں نکتے اور باریکیاں رعایت کی گئی ہیں کہ بعضادی اور حواشی اوسکے میں مذکور اور مندرج ہیں اور جسقدر اس جگہ بیان کرنا مقصود ہے یہ ہے کہ معنی ان حرفوں کے کیا ہیں اور بغیر تمہید ایک مقدمہ کے بیان اوسکا نہیں کر سکتے اسواسطے تقدیم اوس مقدمہ کی جاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ علماء محققین کا اس میں اختلاف ہے کہ دلالت الفاظ کی اوپر معانی وضعیہ اونکے کیا لفظ بسبب وضع کے ہے کہ واضع نے جس لفظ کو چاہا جس معنی کے واسطے وضع کر دیا بدون لحاظ اسکے کہ اوس لفظ کی ذات میں اوس معنی کے ساتہ مناسبت ہو اگر علماء نے اسی مذہب کو اختیار کیا ہے اور بعض علماء نے کہا ہے کہ درمیان لفظ اور معنی کے مناسبت طبیعی ہے کہ اختصاص اوس لفظ کا ساتہ اوس معنی کے چاہتا ہے اور اگر وہ مناسبت نہو لازم آتا ہے کہ سبح وضع کرنے واضع کے کسی لفظ کو واسطے کسی معنی کے ترجیح بلا مرجح لازم آوے دلیل پہلے مذہب کی یہ ہے کہ اگر دلالت لفظ کی باعتبار تقاضا لفظ کے ہوتی اختلاف زبانوں کا ساتہ اختلاف فرقوں اور شہروں کے موجود نہوتا اور ہر شخص معنی ہر لفظ کے سمجہ لیتا اور نقل کرنا لفظ کا ایک معنی سے دوسرے معنی کی طرف محال ہوتا اسواسطے کہ انتقال کہ اوس چیز کا کہ بالذات ہو محال ہے اور وضع ایک لفظ کی واسطے دو معنی متنافی کے جیسا کہ لفظ جون کہ سیاہ اور سفید کو کہتے ہیں اور قرء کہ حیض اور طہر کا نام ہے محال ہوتے اور دلیل مذہب دوسرے کی یہ ہے کہ بعد تتبع کے معلوم ہوتا ہے کہ حرفوں کے فی حد ذاتہا خواص مختلف ہیں مثلاً جہر اور ہمس اور شدت اور رخاوت اور استعلاء اور انفتاح اور میموں ترکیبی کے بھی خواص مختلفہ ہیں مثلاً فَعَلَانٌ کا وزن ساتہ تحریک کے کہ حرکت کے اوپر دلالت کرتا ہے جیسا کہ نزوان اور خفقان اور باب فعل کا کہ اوپر فعلوں طبیعہ لازمہ کے دلالت کرتا ہے اور فعل بالتشدید کثرت پر دلالت کرتا ہے پس اگر واضع اس خواص کو باوجود علم کے ان خواص کی رعایت نکرے اور مناسبت کو ترک کرے لازم آتا ہے کہ اوسنے کلمہ حق ادا نکیا اور یہ منافی حکمت کے ہے اور حال یہ ہے کہ واضع ذات پاک خدا تعالیٰ کی ہے کہ جہان کے حکیموں کی حکمت ایک قطرہ ہر دریا ہے نہایت اوسکے سے اور فیصلہ درمیان دونوں فریقوں کے یہ ہے کہ مبحث درمیان الفاظ اور معانی کے البتہ رعایت کی گئی ہے

اور جو لوگ کہ انکار اس مناسبت کا کرتے ہیں غرض اونکی یہ ہے کہ یہ مناسبت فقط سمجھنے معنی میں کفایت نہیں کرتی ہو الماخذورات کہ کئے گئے لازم آویں بلکہ ہمارہ مناسبت ذاتی کے وضع واضع کی بھی معانی کے سمجہنے میں درکار ہے اسواسطے کہ حروف تہجی کے جس وقت ترکیبات مختلفہ میں رکھے جاویں مناسبتیں جدی جدی پیدا ہوتی ہیں اور وہ مناسبتیں مختلف اوضاع جدی جدی کو چاہتی ہیں جیسا کہ عناصر اربعہ ساتہ کیفیات اپنے کے کہ جدی جدی ہیں اجزا ہر مرکبات تمام جہان کے ہیں لیکن کیفیات اونکی بسبب مل جانے دوسری کیفیتوں کے اور مختلف ہونے طرق انضمام کے یعنی کسی جگہ کوئی کیفیت غالب اور کسی جگہ کوئی کیفیت ہے بسبب مراتب ترکیب کے بیحد اور بیشمار ہو گئیں اور آثار اون کیفیتوں کے نظر عقل ظاہر میں سے پوشیدہ کئے گئے کہ ہرگز سوائے ذات علام الغیوب کے کوئی نہیں معلوم کر سکتا کہ اس اس کیفیت کا اس ترکیب خاص میں کیا ہوگا مگر بعد تجربہ کے مثلاً کیفیت برودت اور یبوست کی کہ اقنیون میں پائی جاتی ہے کیفیت پانی اور مٹی کی سے غالب ہونگی اور حال یہ کہ تھوڑی سی فیم ارڈلی ہے اور آب وخاک کی حصہ اوس سے زیادہ بھی ہو تغیر مزاج کا بہی نہیں کرتی مار ڈالنے کا تو بڑا رتبہ ہے اور اسی واسطے عقل ظاہر بین اس قسم خاص کو صرف نوعیہ کی طرف نسبت کرکے تسلی خاطر اپنے کی کرتی ہے اور کہتی ہے کہ یہ فعل اس مرکب سے بالخاصیت صادر ہوا مقتضا کیفیتوں اجزا اوس مرکب کا نہا و علی ہذا القیاس اس جگہ سمجہنا چاہیئے کہ واضع نے بسبب کمال علم محیط اپنے کے مناسبت مفردات الفاظ کی ہر ترکیب میں جانکر ہر ترکیب کو مقابل معنی کے وضع فرمایا لیکن ہرگاہ کہ عقلوں ظاہر بینوں کی اوسکے دریافت کرنے کی

مناسبت نہیں رکھتی ہیں کوئی چارہ سوائے حوالہ کرنے کی طرف ارادہ ونیت کے نہیں جاتی اور ارادہ واضع کا بجائے صورت نوعیہ کے عصا اعتماد اپنے کا کرتی ہیں والا حقیقت امر کی وہی ہو کسد کو رہوئی اور اسی واسطے علما و اشتقاق کی بعد تامل اور تتبع کرنے ترکیبوں متناسبہ کے علم اون کا حقیقت کار کی طرف گیا ہے اور ترکیبوں متقاربہ میں اونہوں نے فرق کیا ہے جیسا کہ لفظ قصم کا بالفاء اور لفظ قصم کا بالعاف قصم کے معنی لوٹنا کسی چیز کے بے اسکے کہ جدا ہو اور قصم کے معنی توڑنا کسی چیز کا یہانتک کہ جدا ہو وعلیٰ ہذا القیاس جذ وجذب اور مدح اور حمد اور بھی مناسبتیں اجزاء لفظوں کی بہ نسبت ہر فرقہ اور ہر ملک کے اسی سبب سے مختلف ہوتی ہیں کہ ایک فرقہ اور رہنے والے ایک ملک کے کسی معنی میں کوئی چیز ایسی پاتے ہیں کہ بسبب اوس شے کے کسی لفظ کو اوس معنی کے مقابل وضع کرتے ہیں اور دوسرے لوگ اوس چیز کو نہیں دریافت کرتے ہیں اور بسبب غفلت کے اوس چیز سے عایتہ اوسکی ہم وضع کرنے لفظ کے مقابل اوس معنی کے نہیں کرتے ہیں اسلئے اختلاف الفاظ اور لغات ہر قوم کی میں پڑتا ہے اور علاوہ اسکے مزاجوں ہر قوم کو بسبب عوارض سماویہ اور ارضیہ کے صورت اون کی حاصل ہوئی ہے ہیچ کیفیت صورتوں کہ حکایت معانی سے کرتے ہیں دخل ہے اور اسی جگہ سے ہو کہ زبان پہاڑیوں کی سخت اور بھاری ہوتی ہے بہ نسبت زبان جنگل کے رہنے والوں کے اور زبان جنگل کے رہنے والوں کی بہ نسبت زبان شہریوں کے وعلیٰ ہذا القیاس عادتیں ہر فرقہ اور ہر ملک کی کوبھی دخل کلی ہے اور اسی سبب سے ہو کوئی زبان ہر کسی کی نہیں سمجھتا اور بعضے مسلم نے بعض شیوخ اپنے سے نقل کیا ہو کہ اوسکو ایک برہمن پہاڑ سوا لاک کے بیٹے والے سے کہ ہندوستان کے شمال کی جانب میں وقوع ہے اتفاق ملاقات کا پڑا تھا اوس برہمن کو ایسے قاعدے کلیہ یاد تھے کہ بسبب اون قاعدوں کے ہر ایک زبان ساتھ وجہ کلی کے سمجھ سکتا تھا اور ذمہ داری اوپر فاضل کے ہے البتہ یہ مخذور اوسوقت لازم ہوتا ہو کہ تناسب ذاتی ہیچ دلالت الفاظ کے اوپر معنی کے کافی ہو جیسا کہ مذہب محمد بن سلیمان وغیرہ کا ہے لیکن حق یہ ہو کہ تناسب ذاتی کافی نہیں ہیچ سمجھنے معنی کے لفظ کے بلکہ سبب مرجح ہے ہیچ نظر واضع حکیم کے اور اس مبحث کو اگر چاہیں کہ تحقیق ذاتی کریں ہیچ مبحث حسن اور قبح افعال کے نظر کریں کہ اس حسن اور قبح کو اشاعرہ نے شرعی محض جانا ہے یعنی ذات فعل میں تقاضا کسی حکمت کا نہیں پس دیکھ کہ اگر بالفرض شارع زنا کو واجب اور نماز کو حرام کرے ہو سکتا ہو اور ظاہر ہے ان اس فرقہ کے احکام شرعیہ کو محض جزاف اور تحکم جانتے ہیں مانند علما ظاہر ہیں کے کہ وہ بھی الفاظ کی وضع میں واسطے معنی کے اس قسم کا جزاف اور تحکم اعتقاد کرتے ہیں اور فرقہ معتزلہ کے عقل کو حاکم مستقل جانا۔ ہے اور حسن اور قبح افعال کا ذاتی اون افعال کا جانتے ہیں اور ان کے اوپر رنج کی صورت میں اور بدلے جانے حسن کے ساتھ قبح کے دائرہ قبیل وقال کا نہایت تنگ ہوتا ہے اور اوپر اسی قیاس کے اجتماع نقیضین کا ہیچ مانند واللہ یفعل اللہ[1] کے اون کے اوپر لازم آتا ہے مانند مذہب عبادبن سلیمان صمیری کے اس مبحث میں اور محققین ماتریدیہ کہتے ہیں کہ حسن اور قبح عقلی ہے لیکن یہ ساتھ اوس معنی کے کہ کوئی حکم بندہ کے حق میں واجب کرے بلکہ ساتھ اس معنی کے کہ فعل میں کوئی ایسی چیز ہے کہ وہ فعل متحق کسی حکم کا ہو جاتا ہے حکیم علی الاطلاق کی طرف سے کہ شان اوسکی ترجیح مرجوح کی نہیں اور جبتک حکیم علی الاطلاق حکم نہ فرماوے مکلفین کے حق میں کوئی حکم متحقق نہیں ہوتا ہے اور اسی جگہ سے ہو کہ پہونچنا دعوت کا شرط تکلیف کی ہے جیسا کہ مذہب مختار اس مقام میں یہی ہے پس وہ مناقشہ کہ اوپر قول بالتناسب کے ذکر کئے گئے ہیں تھوڑے سے تامل کرنے سے حل ہو جاتے ہیں جس وقت یہ مقدمہ مہد ہو چکا پس جاننا چاہیئے کہ ہر حرف کے واسطے ہجا کے حرفوں میں سے باعتبار ہیئت کے اور مخرج کے یعنی جس جگہ سے وہ حرف نکلتا ہے اور باعتبار نکلنے آواز اوسکی کے اور تاثیر اوسکی کے ہیچ سننے والے کے ساتھ فرع اور حدثت کے اور مانند اسکے کہ قراء کے عرف میں اسکو صفت حرف کی کہتے ہیں ایک حالت بسیط اجمالی ہو کہ واضع نے وقت وضع کے ترکیبات مختلفہ میں اوسی کا اعتبار کر کے لفظوں کو جدی جدی معانی کے واسطے وضع کر دیا ہے اور علماء اشتقاق فی مثل امام راغب اصفہانی وغیرہ نے اون حالتوں کو قوت ذکا کے ساتھ دریافت کیا ہے اور وہ حالت بسیط ہیچ استحال واضع کے فقط خصوصیات ترکیبیہ سے نہیں آئے البتہ عقل کو ممکن ہو کہ اوس حالت کو خصوصیات ترکیبیہ سے اخذ کرے کے ساتھ نظر دقیق کے معین کرے اور اوس سے ساتھ کسی کیفیتوں کے کیفیتوں معلومہ فی سے تعبیر کرے جیسے کہ تعبیر موسیقی والوں کی الحان نغمات کو ساتھ صور اور اوقات کے اور جیسے کہ حکایت اہل نجوم کی مطابق کرتا کواکب کا اوپر اقسام کائنات کے اور اس معنی کو حضرت سلطان العارفین ضیاء الملۃ والحق والدین حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی قدس اللہ سرہ العزیز نے آخر کتاب تفہیمات الٰہیہ میں بلقب حکمۃ اللہ البالغہ کے ساتھ تفصیل فرمائی ہے اور ہیچ آخر کتاب فتح الکبیر فی علم التفسیر کے جہد کر کے تقریر مقصدات قرآنی میں کام دے کفایت کی ہو جیسا کہ عبارت سراسر نہایت اون کی کتاب فوز الکبیر سے منقول ہوتی ہے فرماتے ہیں خلاصہ اوسکا یہ ہو جانا چاہیئے کہ مترددات بیچ کے کہ اصول کلمات عرب کے ہیں ہر ایک کے واسطے ایک معنی بسیط ہیں کہ نہایت تنزل سے تعبیر اوس سے سوائے رمز اجمالی کے نہیں کر سکتے اسی جگہ سے ہو کہ بہت مادی الفاظ کے ایسی آپس میں مناسبت رکھتے ہیں کہ ہم معانی یا قریب المعانی ہوتے ہیں جیسا کہ اذکیٰ اوائل ادب نے ذکر کیا ہو کہ جس لفظ میں نون اور فا جمع ہوتے ہیں۔ دلالت کرتا ہے اوپر

---

[1] یعنی اس مثال میں کذب میں قبح ذاتی ہے اور اگر عقل کو حاکم مستقل گردانا جاوے پس اوس نے اس کو کسی مصلحت کے واسطے حسن مقرر کیا سو اس صورت میں لازم آیا کہ حسن اور قبح دونوں ایک مادہ میں جمع ہو جاویں ۱۲

معنی خروج کے کہ کسی دہنہ سے ہو ماننددفنہ اور نفث اور نفخ اور نفق اور نفد کے اور جس جگہ فا اور لام جمع ہوا ہے دلالت کرتا ہے اوپر چرنے کے مثل فلق اور فلج اور فلح اور فلذ اور فلد کے اور اسی جگہ سے ہے کہ افریکا اہل ادب کے جانتے ہیں کہ عرب ہست جملہ ایک کلمہ کو اوپر کئی وجہ کے تکلم کرتے ہیں ساتھ تبدیل حروف متقاربہ کے جیسا کہ دق اور دک اور رج اور زیا جملہ شواہد اس امر کے ہست ہیں اور ہمکو اس جگہ مطلب فقط تنبیہ ہے اور یہ سب لغۃ عرب کی ہیں اگرچہ عجم فع ساتھ تتبع اوسکی کے نہ ہوئیں اور نجات بھی معلوم نہ کریں جیسا کہ مفہوم تعریف جنس یا خواص ترکیب کی اگر کسی عرب قع سے دریافت کرے تو اوپر تتبع حقیقت اوسکی کے قادر نہو چنانچہ کہ اپنے بتاؤ میں برتنا ہر باریکی پہونچنے والے کلام عرب کے ہی اور ایک صنع کے نہیں ہیں بعضو لیکے ذہن لطیف میں بہ نسبت بعض کے ہست ایسے مفہوم ہیں کہ ایک جماعت اوسکو تتبع کیا ہوا دیتے اوسکی تتفق کو نہیں ہوئے اور یہ علم ہی لغت عرب ہے لیکن اکثر شکاف تتبع اوس مفہوم کی سے قاصر ہیں پس حروف مقطعہ نام سورتوں کے ہیں باعتبار اسکے کہ مجملاً دلالت کرتے ہیں اوپر اوس چیز کے کہ مفصلاً اوس سورۃ میں مذکور ہوئی ہو مثال اوسکی ایسی ہو کہ کسی کتاب کا ایک ایسا نام مقرر کریں کہ حقیقت اوس کتاب کی سامع کے ذہن میں ظاہر کرے جیسا کہ بخاری نے کتاب اپنی کا نام جامع الصحیح المسند فی حدیث رسول اللہ رکھدیا پس معنی الٓمٓ کے یہ ہیں کہ یہ غیب غیر متعین متعین ہوگئے بہ نسبت عالم شہادت کے کہ سدس ہو اور آگے دو گیروں میں بھرا ہوا ہو اس واسطے کہ ہمزہ اور یا اور نون غیب کے معنوں میں ہیں مگر اتنا فرق ہے کہ یا غیب اس عالم کی ہو اور ہمزہ اور نون غیب عالم مجرد کے حال ہو اسی واسطے استفہام کے وقت اور ہم کہتے ہیں اور بیچ وقت عطف کی تردید کے وقت آؤلاتے ہیں اس واسطے کہ معنی مستفہم عنہ ایک امر نہ ہے اور وہ غیب ہے بہ نسبت متعین کے اور ایسے ہی مترددفیہ غیب ہے اور اول امر میں ہمزہ زیادہ کرتے ہیں تاکہ دلالت کرے اوپر اسکے کہ خاطر اوسکی میں ایک صورت مقرر ہوئی ہو کہ تفصیل وسکی فلانا مادہ ہے اور جمع میں ہیں ہاکو اختیار کیا ہے اس واسطے کہ غیب اس عالم کی ہو اور متعین کو فی الجملہ اجمال حاصل ہوا اور لام معنی تعین کے ہے اسی واسطے تعریف کے وقت لام زیادہ کرتے ہیں اور یہم اس جہت سے کہ دونو جانب ساتھ اسکے جمع ہوتے ہیں دلالت کرتی ہو اوپر میم والا تدریس کے کہ حقائق مختلف اوس میں جمع ہوئی ہیں اور مقیم ہوگئی ہیں اور میدان تجرد سے قید تحریر میں پڑی ہیں پس الٓمٓ کنایہ فیض مجرد سے ہو کہ عالم تحریر میں آیا اور موافق عادتوں اور علوم ادبیہ کے متعین ہوا اور بسیاہی دلوں اوسکی کو ساتھ شیوعیت دینے کے دور کر دیا اور بڑی باتیں اور گھومتے کاموں کو دلیلوں محکم سے توڑا اور تمام صورت خبر اور بیان اوسکا ہے اور آ کہ مثل الٓمٓ کے ہے مگر یہ کہ لام اوپر تردد کے دلالت کرتی ہو یعنی جو جانب کہ متعین ہوئی ساتھ آوردگی کے دوسری بار پہ آوردگی میں لیا اور متعین ہوا اور تیسری بار بھی ایسا ہی اور یہ کنایہ ہے علموں سے کہ بسبب قباحتوں بنی آدم کے بار بار لانے میں صدمے آگئے ہیں اور یہ بات سمجھی ہوئی ساتھ قصور فہم ناقص دریافتوں اون کی کے کہ کئی کئی دفع دقوع میں لاتے ہیں اور سوال اور جواب مکرر لانکے کے اور عطا اور صادر دونوں عبارت ہیں اوس حرکت سے کہ صصور کرے عالم پاک سے طرف عالم پاک کے مگر یہ کہ عطا دلالت کرتی ہو اوپر برتری اور بڑائی یا آلودگی اور ناپاکی اوس متحرک کے اور صادر دلالت کرتا ہو اوپر صفائی اور لطافت کے اور عین دلالت کرتا ہے اوپر ساری چیزوں اور متلاشی ہونے اوپر میل جانے بیچ تمام جہان کے پس طے مقامات انبیا کے ہیں کہ آثار متوجہ ہونے نکے کے عین طاف عالم اعلیٰ کے کہ صورت غیبی پیدا کی ہو اس عالم میں ساتھ بیان تجلی کے اور مذکور ہونے کے کتابوں میں اور مانند اوسکے اور علم مقامات انبیا کے ہیں کہ آثار کمتروں فوقانیہ اوسکی سے ہیں کہ ایسی ہوئی ہیں اس عالم پاک میں اور پرانے ہوگئے اس جہان میں اور جاری ہی ہے کہ جسکے معنی بیان کئے گئے مگر جو چیز روشنی اور ظہور اور تمیز کی ہو واسکو بھی ساتھ تعبیر کرتے ہیں تیز ہونی تمہ کے ایک اجمال ہی فوقانی اور درخشش کہ کل گیا ساتھ آلودگیوں اس عالم کے کہ وہ عقائد جھوٹے اور اعمال کھوٹے ہیں اور یہ کنایہ ہے ذکر کرنے قوموں اونکے سے اور ظاہر ہونے حق کے ساتھ شہادتوں اور مناظرات اور عادت اونکی کے اور عین دلالت کرتا ہے اوپر ظہور اور روشن ہونے اور متعین ہونے کے اور قاف مثل میم کے دلالت آیا ہوا اوپر اس عالم کے لیکن قوت اور شدت کی جہت سے اور میم دلالت کرتی ہو اوپر اس عالم کے باعتبار جمع ہوئے صورتوں کے اوس میں اور یا نہو ہونے اونکے کے پس عشق مراد حق سے یہ کلمہ روشن ہے اور یہ سیاہی ہوا جہان غلیظہ اور کمدر میں اور نون عبارت ہے اوس نور سے کہ تاریکی میں ظاہر اور پراگندہ ہوا مانند اوس حالت کے کہ قوت صبح صادق کی یا نزدیک غروب سورج کے ہوتی ہو اور یا کبھی ایسی ہی ہے مگر یہ کہ یا میں نورانیت کم تر ہی جاتی ہو بہ نسبت نون کے اور تعین کمتر ہے یہ نسبت یا کے پس یا کمایت ان معانی سے ہو کہ عالم میں پہلے ہوئے ہیں اور نص ایک چیز سے کہ پیدا ہوئی وقت متوجہ ہونے انبیا علیہم السلام کے طرف پروردگار اپنے کے خواہ جلی ہو خواہ کسی اور قاف قوت اور شدت اور تمکنی ہے کہ پر ہے اس عالم کے متعین ہوئی جیسا کہ کوئی کہے چلے جاؤ اخت تقدیر میری کے یہ تمکن کمتر اس عالم میں پیدا ہوئی ہو واسطے تمکنی اور صدمہ کے اور کہ مثل قاف کے ہے مگر یہ فرق ہے کہ قوت نے معنی اس میں قاف کی نسبت کے کمتر سمجھے جاتے ہیں پر معنی کہ یعنی عالم یا ظلمانی کہ متعین ہوگئے اوس میں علوم نورانی اور غیر نورانی نزدیک رجوع کرنے کے طرف پروردگار اعلیٰ کے مجمل کلام سے ہے کہ معنی ان کلمات کے بطریق ذوق سمجھائے گئے اور اون معانی اجمالیہ کو بجز ان کلمات کے کہ تر تیب دے تقریر کرنی ممکن نہیں ہر چند کہ یہ کلمات یوں پے بیچ بیان کنہ اور سکی کے نہیں ہوسکتے بلکہ بعض وجہ سے بیان کرتے ہیں اور بعض وجہ سے نہیں بیان کرتے واللہ اعلم بالصواب یہ تقریر فوذ الکبیر سے ہے اور شیخ صدرالدین قونوی رح کے دو رسالہ میں درمیان معانی اجمالیہ ان حروف کے اور اون رسالوں میں قریب ایک سو معنی کے کہ ذکر کئے گئے مذکور فرمایا ہے مثلاً ایک رسالہ میں فرماتے ہیں الالف کل قیم محیط مستقل بما ھو مقام بہ کآدم وعیسیٰ علیھما السلام والکعبۃ اللادم کل

وصلہ تستقل بالایصال لما یقصد لہ کالوسل للستقلۃ الیم کل تمام وفی بمقصدہ کالفلک والاحص وعلی ہذا القیاس رسالہ دوسرے میں فرماتے ہیں الاکلف غیب واحاطۃ اللام وسع وصلۃ ولطف المیم تمام اظہر مثال الحس وعلی ہذا القیاس اور نزدیک علما جہر کے ایک طریق جدا ہے بیچ بیان مناسبات ان حروف کے ساتھ ارکان اس عالم کے اور وہ عبارت موقوف اوپر شکلوں خطبہ ان حروف کے ہوحاصل یہ ہے کہ حروف ہجا کے معانی اجمالیہ ہونے اور باعتبار اون معانی کے حقائق کلیہ کے ساتھ مناسبت ہونی ایک امر ناگفتہ ہے نزدیک اہل کشف اور تحقیق اور اہل اشتقاق اور تصریف کے اگر ظاہر میں بیگانہ ورنہ ہما اکابر کا ان حساب میں دخل نہیں اور جو کچھ قدما مفسرین سے بیچ تحقیق ان مقطعات کے منقول ہوئیں کل سو نہ قول ہیں **قول اول** یہ ہے کہ یہ حروف اسرار حضرت ہیں کہ اوروں سے پوشیدہ کہ کے پیغمبر حبیب اپنے کو صلی اللہ علیہ وسلم نشان دیدیا ہے کہتے ہیں کہ الخطاب بالحروف المفردۃ سنۃ الاحباب فان سر الحبیب مع الحبیب یجب ان لا یطلع علیہ الرقیب اور اس قول کی تائید کی ہے ساتھ اوس چیز کے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فی کل کتاب سر وسر القرآن اوائل السور وساتھ اوس چیز کے کہ حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ لکل کتاب صفوۃ وصفوۃ ھذا الکتب حروف التہجی اور یہ بھی کہا ہے کہ علم بمنزلہ دریائے بے پایان کے ہے اوس سے نہر جاری کی ہے اور اوس نہر سے ایک درجھوٹی نہر اور اوس چھوٹی نہر سے ایک نالی نکالی ہے اگر نہر کہ میں کہ تمام پانی دریا کا وٹھا نے نہیں اوٹھا سکتی ہے اسی واسطے حق تعالیٰ نے فرمایا ہے انزل من السماء ماء فسالت اودیۃ بقدرھا پس دریا بے پایان علم کا خدا کے پاس ہے اور اوس دریا سے بڑی بڑی نہریں مختلف پیغمبروں علیہ السلام کو عنایت ہوئیں اور ان بڑی نہروں سے چھوٹی چھوٹی نہریں بڑے بڑے عالموں کو پہونچی اور اون عالموں کی نہروں سے نالیاں عوام الناس کی حرف بقدر استعداد کے پہونچی ہیں اور جو نیچے کے مرتبہ کا متحمل نہو سکیگا اسی واسطے اجنا میں وارد ہوا ہے کہ للعلماء سر وللخلفاء سر وللانبیاء سر وللملئکۃ سر واللہ تعالیٰ من بعد ذلک کلیہ پس علما کو ممکن نہیں کہ خلفا کے اسرار پر مطلع ہوں وعلی ہذا القیاس اور سبب اسکا یہ ہے کہ ضعیف عقلیں اسرار قدیمہ کا تحمل نہیں کر سکتی ہیں چنانچہ مبنائی چمگادڑ کی تحمل نور آفتاب کا نہیں رکھتی اور یہ قول شعبی سے منقول ہے کہ اوس سے ان حرفوں کے معانی سے سوال کیا تھا اونہوں نے کہا تھا سر اللہ فلا تطلبوھا یعنی یہ بھید اللہ تعالیٰ کا ہے پس نہ طلب کرو تم اوسکو اور وہ یہ کہ بیچ رد اس قول کے کہا ہے کہ اگر مقدمہ ایسا ہو قرآن معلوم معنی نہو یعنی اسکے معنی معلوم نہوئے پس جواب اسکا یہ ہو کہ فائدہ نزول قرآن کا خصر اس میں نہیں کہ سب جگہ معانی اوسکے سمجھے جاویں بلکہ بہت جگہ ایسی ہیں کہ فقط اون کے اوپر ایمان مطلوب ہوتا ہے جیسا کہ تمام متشابہات میں یہی معنی مطلوب ہیں موافق نص کے وما یعلم تاویلہ الا اللہ الی قولہ کل من عند ربنا اور جیسا کہ افعال شریعت میں دو قسم آئی ہیں بعضی اون میں سے اوس قبیل سے ہیں کہ وجہ حکمت اوس میں ظاہر ہے مثل نماز کے کہ تواضع معبود کی ہے اور فکر منعم کا اور روزہ کہ توڑنا نفس کا اور قہر شہوت کا ہے اور زکوۃ کہ روکنی حاجت سکینو نکی اور دور کرنی خصلت بخل کی ہے اور بعضی اوس قبیل سے ہیں کہ بالکل وجہ حکمت کی اوس میں ظاہر نہیں ہوتی مثل کنکر افعال حج کے اور تکلیف سانہ دو قسم کے واقع ہے تاکہ سبب فرماں برداری اوس تکلیف کے مکلفین بیچ ملنے الی بیچ کے ترقی کریں بلکہ کمال فرمانبرداری کا دوسری قسم میں زیادہ ظاہر ہوتا ہے ایسا ہی قرآن شریف کے کلموں میں بھی دو نو قسم اوتری ہیں تاکہ قوت ایمان کی دوسری قسم میں زیادہ ظہور کرے **دوسرا قول** یہ ہے کہ یہ حروف مقطعہ نام سورتوں کے ہیں اور یہ مذہب اکثر متکلمین کا ہے اور خلیل اور سیبویہ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے **تیسرا قول** یہ ہے کہ یہ حروف اسما الٰہی ہیں اور یہ قول ابن مسعود اور صحابہ کبار رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بھی منقول ہو کہ اپنی دعا میں فرماتے تھے یا کھیعص یا حمعسق اور ترجمہ اسی کے ہیہ قول کہ یہ حروف اسما الٰہی کے اجزا ہیں بعضی جگہوں میں ترکیب ہمارے نہیں ممکن ہو مثلاً الٓرٰ۔ حٰمٓ۔ نون کو جمع کریں الرحمٰن نخل آیا اور بعضوں میں ہمکو ترکیب ممکن نہیں اور یہ مروی ہے سعید بن جبیر سے **قول چوتھا** یہ ہے کہ یہ حروف نام قرآن کے ہیں اور یہی ہے مذہب کلبی اور سدی اور قتادہ کا رضی اللہ عنہم **قول پانچواں** یہ ہے کہ ہر حرف ہر دو مقطعہ کا بطریق اشارہ کے دلالت کرتا ہے اوپر ایک اسم کے اسما الٰہی میں سے مثلاً الٓمٓ میں اشارہ ہے طرف احد اور اول اور آخر ازلی اور ابدی کے ہے اور لام اشارہ طرف لطیف کے اور میم اشارہ طرف ملک کے اور مجید کے اور منان کے اور کہیعص میں کاف اشارہ ہے طرف کافی کے اور ہا طرف ہادی کے اور ہر کا بکبرائے شروع کسی اسم الٰہی کے ہیں اس واسطے اس کا اشارہ طرف اس بات کے کیا جاتا ہے کہ ھو یعنی اللہ تعالیٰ پناہ دیتا ہے مظلوم کو اور عین طرف عالم کے اور صاد طرف صادق کے اور ہی کاف طرف کبیر اور کریم اور عین اشارہ طرف عزیز اور عدل کے ہو سکتا ہے ابن عباس رضی سے یہی قول پانچواں منقول ہے لیکن صحابہ رضی سے بھی ان حروف سے صفات مرکبہ بھی استنباط کرتے تھے مثلاً بیچ الٓمٓ کے انا اللہ اعلم کہتے تھے اور بیچ الف لام میم صاد کے انا اللہ اعلم و افصل اور بیچ الٓرٰ کے انا اللہ اری اور محمد بن کعب قرظی صفات افعال کی ان حرفوں سے نکالتا ہوا کہتا تھا الف الاء اللہ اور لام لطف الٰہی اور میم مجد اوسکا ہے **قول چھٹا** یہ ہے کہ الف ماخوذ اللہ سے ہے اور لام جبرئیل سے اور میم محمد سے یعنی اللہ نے اس کتاب کو بوساطت جبرئیل علیہ السلام کے اوپر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بھیجا ہے اور بعضے صوفیہ نے کہا ہے کہ الف انا اور لام لی اور میم متی یعنی تمام عالم میں ظاہر میں ہوں اور ہر چیز مجھ سے اور مجھ ہی سے پیدا ہوئی **قول ساتواں** عبد العزیز بن یحیی نے کہا ہے کہ طریقہ تعلیم لڑکوں کا یہ ہے کہ اول اون کو مفردات حروف ابجد کے جدا جدا بتاتے ہیں

تعلیم کرتے ہیں بعد اوس سے مرکبات سکھاتے ہیں اور حروف مقطعہ کے لانے میں اشارہ طرف اوسی طریقہ کے ہے کہ بسبب انکی تعلیم مفردات کی طرف پہلے اشارہ ہوگیا اور بعد اسکے مرکبات کا مرتبہ ہے **قول آٹھواں** نظر بنحوی کہتا ہے کہ کفار نے جس وقت اس قرآن کو سنا استہزا اور کلام لغو کرنے لگے اور یہی طرح سے بھی نہ سنے جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا ہے وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ حق تعالیٰ نے بعد اسکے ان حروف مقطعہ کو نازل فرمایا تاکہ انکو عجیب الفاظ جانکر نہیں اور کان لگائیں اور اس جہت سے معنی قرآن کے اونکے دل پر نشین ہو دیں اور اونکو فائدہ ہو جاوے گو کہ اونکو اس بات پر اطلاع نہو **قول نواں** مبرّد نے کہا ہے کہ ان حروف مقطعہ کا بیچ اوائل بعضی سورتوں کے واسطے بیدار کرنے اور آگاہ کرنے کافروں کے ہے بیچ وقت معارضہ کے کہ دیکھو تم اس قرآن کو کہ جن حرفوں سے تم کلام اپنے کو مرکب کرتے ہو بیچ بھی کلام اپنے کو وہ نہیں سکتے فصاحت سے مرکب کرکے نازل فرمایا پس گویہ کلام ہماری نہو تم سب کس واسطے عاجز ہوئے مقابلہ اوسکے سے **قول دسواں** ابوالعالیہ نے کہا ہے کہ یہ حروف بحساب ابجد کے اشارہ طرف اجلوں اور مدتوں انقلابات عمدہ اس امت کے ہے کہ بعضے اونمیں سے معلوم ہیں اور بعضے اون سے معلوم نہیں اور اسی قول کی تائید کرتا ہے وہ کہ بخاری نے بیچ تاریخ اپنی کے اور ابن جریر نے بیچ تفسیر اپنی کے سند ضعیف کے ساتھ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں اور نے جابر بن عبداللہ سے کہ ایکدن ابو یاسر بن اخطب سامنے ایک جماعت یہود کے آنحضرت کے پاس گذرتا تھا سنا کہ آنحضرت علیہ السلام اول سورہ کا پڑھتے ہیں اور دیکھکر روبرو بھائی اپنے کے کہ نام اوسکا حی بن اخطب تھا گیا اور کہا کہ آج میں نے ایک چیز عجیب محمد سے سنی ہے کہ کتاب الٰہی میں لفظ الٓمٓ کا پڑھتے تھے حی نے کہا تو نے اپنے کانوں سے سنا کہا ہاں حی اوٹھا اور ایک جماعت علماء یہود کی ہمراہ لیکر آگئے آنحضرت کے آیا اور کہا کہ ان حرفوں کو جو سُنا ہے پاس ہمارے اللہ کی طرف سے لایا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں حی نے ہمراہیوں اپنے سے کہا کہ ہی پیغمبر کو پہلے پیغمبروں سے مدت حکومت اپنی کی معلوم نہیں ہوئی اس پیغمبر کو اس واسطے اوپر اس مدت کے آگاہ کیا پھر طرف ہمراہیوں اپنے کے متوجہ ہوکر کہا کہ شمار کرو تم الف ایک ہے اور لام تیس اور میم چالیس پس مدت اس دین کی تمام ستر اور ایک سو ہے ایسے دین کو کہ جسکی تھوڑی سی مدت ہو کس واسطے قبول کریں پھر آنحضرت کی طرف متوجہ ہوا اور پوچھا کہ سوائے ان حرفوں کے اور حرف ہی تیرے اوپر اور تیرے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا المص کہا یہ مدت بڑی ہے ایک سو اکسٹھ برس ہوتے ہیں پھر پوچھا کہ اور بھی تجھکو ہے پاس ہے آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا الر والمر حی نے کہا کہ یا محمد تو نے اوپر ہمارے کام کو خلط کیا نہیں جانتے ہم کہ مدت رواج ملت تیری کی کم ہے یا زیادہ اور جسوقت اوٹھکر گیا یاروں اپنے سے کہا کہ شاید یہ پیغمبر امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے جمع کردی ہوں لیکن دور اور انقلابات حال مت اوسکی کے ان مدتوں میں رنگ بزنگ ہوتے ہیں اوسکے ہمراہیوں نے کہا کہ اب تک حال نہ کہا معلوم نہو کتنے ہیں کہ حق تعالیٰ نے بعد اس قصہ کے یہ آیت بھیجی هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ **قول گیارہواں** وہ کہ یہ حروف دلالت اوپر الفظ ایک کلام کے اور ابتدا کلام دوسرے کے کرتے ہیں اس واسطے کہ عرب کا یہی قاعدہ ہے جب دوسرے کلام کے شروع کرنے کا ارادہ ہوتا ہے درمیان پہلے اور پچھلے کلام کے کسی اور شے اعلیحدہ کا ذکر کرتے ہیں تاکہ سننے والوں کو معلوم ہو کہ اب دوکلام شروع ہوگی **قول بارہواں** یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے ان حروف کی ساتھ قسم کھائی ہے اور حرف قسم محذوف ہے جیسے اور چیزوں کی ساتھ بیچ اوائل دوسری سورتوں کے قسم کھائی ہے اور واقع میں یہ حرف شرافت رکھتے ہیں کہ بسبب اس شرافت کے قابل قسم کے ہیں پس اس واسطے کہ اصول لغات کے ہیں اور بسبب اونکے تعارف مافی الضمیر آدمیوں کا حاصل ہوتا ہے اور مادی ذکر الٰہی کے اور خطاب اوسکے کے طرف بندوں کے **قول تیرہواں** الف اشارہ ہو طرف استقامت کے اوپر شریعت کے بیچ ابتدا سلوک کے جیسا کہ فرمایا ہے اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا اور لام اشارہ ہے طرف اوس پیغمبر کے کہ وقت مجاہدہ کے حاصل ہوتی ہے جیسا کہ فرمایا ہے وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا اور میم اشارہ ہے طرف اسکے کہ بندہ بیچ مقام محبت کے انتہا دائرہ کے ہوتا ہے کہ نہایت اوسکی عین ہدایت اوسکی کا ہوتی ہے جیسا کہ کسی عارف نے فرمایا ہے **بیت** نہایت در آخر بدایت شود ۔ چو خاکر د مردین تاب ہوں **قول چودہواں** وہ کہ الف کو تعلق کی لڑیں سے نکلتا ہے اور لام زبان کی طرف سے کہ درمیان مخارج کے ہے اور میم اسے کہ آخر خرچوں کا ہے اشارہ اس طرف ہوا کہ ابتدا کلام بندہ کا اور درمیان اور آخیر اور کا چاہیئے کہ ذکر اللہ ہو **قول پندرہواں** وہ کہ ال علامت تعریف کی ہے اور میم علامت جمع کی گویا اشارہ فرماتے ہیں کہ نزول قرآن کا واسطے تعریف تمام آدمیوں کے ہوتا کہ کلام الٰہی کا پڑھنے والے اور سننے والے دونوں میں جانیں اور مرتبہ ہیں اور نہ ثبات اوسکی کو پہچانیں **قول سولہواں** لانا ان حروف مقطعہ کا اوائل سورہ میں واسطے ثابت کرنے اعجاز کے ہے اس واسطے کہ تمام حرفوں کی سوائے بیچ بعضے حرفوں کے نہیں پہچانی جاتی امی محض کہ کبھی بمکتب میں نہ بیٹھا ہو اور کونسا نام حرفوں کے بالکل معلوم نہیں ہوتے البتہ نفس حرفوں کے ساتھ کلام کرتا ہے پیغمبر جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غیر پڑھنے کے ان اسموں کو ذکر کریں یقین حاصل ہو کہ بسبب وحی کے معلوم کیا ہے خصوصاً جب غور سے نظر کیجائے ظاہر ہوتے ہے کہ بیچ ان حرفوں کے اور تدریج دقیقے اور نکتے رعایت کے گئے ہیں کہ غریبوں کے جاننے والے کہ ماہر ہوں ونکو بھی ایسی رعایت کرنی ممکن نہیں سمجھ لاویں دقائق سے یہ ہے کہ حروف مقطعات کے چودہ ہیں کہ حروف تہجی کی نصف ہے آدھے ہیں اگر الف کو جدا حرف شمار نہ کیا جاوے اور انتیس سورتوں میں انکو لاوے کہ حرف ہجا کے اسیقدر ہیں اگر الف کو بھی حروف علیحدہ شمار کریں ایسے ہی ہر حرفوں کے تمام مسمیات کی اسی قدر

لانا اشارہ اس طرف ہے کہ الف کو ہمزہ کے ساتھ مشارکت تمام ہے فرق انکے درمیان میں سکون اور حرکت کا ہے اور مجہورہ انکے یہ ہے کہ سچ لانے ان حرفوں کے اشارہ طرف اقسام تمام حرفوں کے ہر کہ نصف نصف ہر قسم کا لائے۔ مثلاً حروف دو قسم ہیں مہموسہ اور مجہورہ مہموسہ حروف تشخک حضفہ کے ہیں کہ ان دس حرفوں سے حاؔ اور ہاؔ اور صاؔ اور سینؔ اور کافؔ کہ نصف حقیقی اون کا ہے مقطعات قرآنی میں وارد ہوا اور حروف مجہورہ سے بھی نصف حقیقی یا نصف اقل مذکور ہے اور وہ یہ ہے لامؔ اور نونؔ اور یاؔ اور قافؔ اور طاؔ اور عینؔ اور ہمزہ اور میمؔ اور راؔ اور یہی حروف دو قسم ہیں شدیدہ اور خوہ شدیدہ آٹھ حرف ہیں ہمزہ جیمؔ دالؔ تاؔ یاؔ قافؔ کافؔ اور نصف ان حرفوں کا الفؔ اور طاؔ اور کافؔ ہے ان مقطعات میں مذکور ہوا اور بیس حروف رخوہ کہ باقی ہیں اون میں سے دس حروف مذکور ہیں حاؔ سینؔ عینؔ لامؔ یاؔ نونؔ صادؔ راؔ ہاؔ اور بھی حرف دو قسم ہیں مطبقہ اور منفتحہ مطبقہ کہ چار حرف ہیں صاؔد اور ضاؔد اور طاؔ اور ظاؔ نصف اون کا مذکور کیا ہے کہ صاؔد اور طاؔ اور باقی حروف منفتحہ سے نصف اون کا ذکر کیا کہ بارہ حرف ہیں اور حروف قلقلہ میں سے کہ پانچ حرف ہیں قافؔ دالؔ طاؔ جیمؔ نصف اقل ذکر کیا کہ قاف اور طا ہے تا کہ اشارہ ہو طرف قلت ان حرفوں کے سچ کلام عرب کے اور دو حرفوں لین سے کہ واؔ اور یاؔ ہیں یا کو اختیار فرمایا ہے اسواسطے کہ ثقل واؔ و کے ثقل سے کم ہے اور حروف مستعلیہ سے کہ سات ہیں قاف اور صاد اور طا کو کہ نصف اقل ہیں اختیار فرمایا ہے اور ضاؔد اور عینؔ اور ضاؔد اور ظاؔ کو ترک کیا اور حروف منخفضہ سے کہ ایس حرف باقی ہیں نصف اکثر کو کہ گیارہ حرف ہیں ذکر فرمایا اور حروف بدل سے کہ گیارہ حرف ہیں موافق مذہب سیبویہ کے الفؔ اور جیمؔ اور دالؔ اور طاؔ اور واؔد اور یاؔ اور تاؔ اور سینؔ اور نونؔ اور ہاؔ اور ہمزہؔ چھ حرف کہ نصف اکثر ہے ذکر فرمائے ہیں اور اون حرفوں سے کہ اپنی مثل میں مدغم ہوتے ہیں اور پنج ترتیب المخرج اپنے کے مدغم نہیں ہوتے اور وہ پندرہ حرف ہیں ہمزہ اور یاؔ اور عینؔ اور صاؔد اور طاؔ اور میمؔ اور یاؔ ذکر کیا ہے کہ نصف اقل وسکاہوتا ہے اور خاؔ اور عینؔ اور ضاؔد اور قافؔ اور ظاؔ اور سینؔ اور زاؔ اور واؔ و یاؔ چھوڑ دیا اور ان حرفوں سے کہ دو نہیں مدغم ہوتے ہیں یعنی اپنے مثل میں بھی اور وہ تیرہ حرف باقی ہیں نصف اکثر اوسکا ذکر فرمایا ہے کہ حاؔ اور قافؔ اور کافؔ اور راؔ اور سینؔ اور لامؔ اور نونؔ ہے تا کہ اشارہ ہو طرف اسکے کہ ادغام سبب ہلکا ہونے کلام اور فصاحت کا ہے جو حرف کہ ادغام زیادہ قبول کرے رعایت اوسکے حال کی کرتی زیادہ ہے اور اون چار حرفوں سے کہ ترتیب المخرج اپنے میں ادغام نہیں قبول کرتے اور ترتیب المخرج اون کا اون میں ادغام قبول کرتا ہے اور وہ حروف میمؔ اور راؔ اور شینؔ اور فاؔ ہے نصف اوسکا ذکر فرمایا ہے کہ میمؔ اور راؔ ہی اور حروف ذلیقہ سے کہ پنج رب منقل کے مجموع اونکا ہے اور ایسے ہی حروف صلیقہ سے کہ حاؔ اور خاؔ اور سینؔ اور ہاؔ اور ہمزہ ہے اور زیادہ تر کلام عرب میں آتے ہیں دو ثلث اونکے ذکر فرمائے ہیں تا کہ اشارہ ہو طرف کثرت دقوع اونکے کے کلام عرب میں اور دس حروف زوائد کے کہ سالتمونیہا میں جمع ہیں سات حرفوں کو ذکر نہ فرمایا تا کہ اشارہ ہو طرف اسکے کہ یہ نمائیں مزید کی ساتھی سے نجاوز نہیں کرتی ہیں اور وہ بھی اسم میں جیسے کہ استفہال اور افعنلال پھر یہ حروف کبھی مفرد آتے ہیں مثل صاد اور قاف اور نون کے اور کبھی دو دو حرف ذکر کرتے ہیں مثل حامیم اور طاسین اور طاسین اور کبھی تین تین مثل طسم اور الم اور کبھی چار چار مثل المص المر اور کبھی پانچ پانچ مثل کہیعص اور حمعسق تا کہ اشارہ ہو طرف اس بات کے کہ یہ حروف مفرد تینوں قسموں میں یعنی اسم اور فعل اور حرف میں موجود ہیں اسم میں مانند کاف خطاب کے اور فعل میں جیسا کہ ق اور لی یلی سے اور حرف میں مانند باء جارہ کے اور کاف تشبیہ کے اور دو حرفی چار جگہ لائے ہیں طا طس یس حم تا کہ اشارہ ہو طرف اس بات کے کہ ترکیب دوگانی کبھی حرف میں ہوتی ہے بغیر حذف کے مثل ہل اور بل کے اور کبھی فعل میں ہوتی ہے ساتھ حذف کے مثل قل کے اور کبھی اسم میں ہوتی ہے بغیر حذف کے مثل من کے اور حذف کے ساتھ بھی مثل دم کے اور تو چار جگہ یہ ترکیب ذکر کی تا کہ اشارہ ہو طرف اس بات کے کہ یہ ترکیب تینوں قسموں میں تین طرح پر واقع ہوتی ہے ضمہ کے ساتھ اور فتح کے ساتھ اور کسرہ کے ساتھ بھی جیسا کہ حموں کی مثالیں مرؔ اذؔ وذؔ اور فعلوں کی مثالیں قل اور بع اور جئت اور حروف کی مثالیں آن اور نون اور دمین کہ وہ یں ترکیب سگانی کہ الم والر وطسم ہے اشارہ ہے طرف اسی بات کے کہ یہ ترکیب تینوں قسموں میں یعنی اسم اور فعل اور حرف میں موجود ہے اور تیرہ سورتوں میں لائے تا کہ اشارہ ہو طرف اس امر کے کہ اصل بنائیں جو استعمال میں آتی ہیں تیرہ بنائیں ہیں اس واسطے اسم کے مثل فلس فرس کتف عضد جرعب ابل قفل صرد عنق اور تین واسطے فعل ماضی کے مانند نصر اور علم اور شرف کے اور ترکیب چار گانی دو جگہ فرمائی المرو المص اور دو رایسے ترکیب رباعی اور خماسی کو بھی دو جگہ وارد فرمایا کہیعص حمعسق تا کہ اشارہ ہو طرف اس بات کے کہ ہر ایک ترکیب رباعی اور خماسی کی دو قسم ہیں اصل جیسا کہ جعفر اور سفرجل اور دوسرے ملحق بہ اصل کہ فردواد اور قمحدل اور واسطے انہیں اشاروں کے ان حرفوں کو اوپر کئی سورتوں کے جدا جدا ذکر فرمایا ہے اور ایک جگہ اول قرآن میں جمع کر کے نلایے واللہ اعلم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الٓمٓ یعنی اصل الزعد الاتباع محکم کہ منکروں کے واسطے معجزہ ہے اور دلیل پکڑنے والوں کو مفید کہ بڑے بڑے مطلبوں کے واسطے ساتھ دلیلوں روشن کے ثابت کرنے والی ہے اور شبہات دامہہ کو دور کرنیوالی ذٰلِكَ الْكِتٰبُ یعنی وہ کتاب ہے کہ بسبب بلند درجہ کمال اپنے کے اور دقت اسرار اور دقائق اپنے کے وہم اور فہم سننے والوں کے سے

۱؎ کہ اٹھارہ یا اونیس حرف ہیں ۱۲ ۲؎ کہ اٹھائیس میں سے بعد نکالنے چار کے چوبیس رہے ۱۲ ۳؎ را یا میم ن ف ل ۱۲

غائب اور جو لاانگاہ فکر دل اور نظروں سے دور ہے اسی واسطے اسکے حق میں لفظ ذلک الکتاب کہا کہ معنی اسکے وہ کتاب ہیں کہ دلالت اوپر دور ہونے کے کرتا ہے اور اس طرح نہ کہا کہ ھٰذا الکتاب کہ معنی اوسکے یہ کتاب ہیں کہ دلالت اوپر نزدیکی کے کرتا ہے اس جگہ جاننا چاہیئے کہ اصول احکام دین کی چار چیزیں ہیں کتاب اور سنت اور اجماع اور قیاس اسواسطے کہ بعضے احکام دین کے کتاب سے ثابت ہوئے مثل نماز اور روزہ اور زکوۃ اور حرام ہونا خنزیر کا اور حلال ہونا گاؤ اور مانند اوسکے کے اور بعضے احکام قول اور فعل پیغمبر کے سے کہ اوسکو سنت کہتے ہیں ثابت ہوئے جیسا کہ غسل جنازہ کی اور حرمت گدھے کی اور پنجہ کی اور مانند اسکے اور بعضے حکم اجماع مجتہدین سے ثابت ہوئے مثل حرف بیع نوندی کے کہ مالک اپنے سے اسکی اولاد ہوئی ہو اور حرمت جمع کرنے دو بہنوں کے کہ اسکی ملک میں ہوں وطی کرنے میں اور بعضے احکام ساتھ قیاس ظاہر کے کہ غیر منصوص کو منصوص پر قیاس کیا مثل حرمت سود لینے کی پیسوں اور مٹھیوں میں کہ ظاہر ہیں لمحق سونے چاندی کے ساتھ ہوتے ہیں اس باب میں لیکن جو اصل کہ لازم اور محکم ہے سوا کتاب کے دوسری شے نہیں اسواسطے کہ قیاس کے واسطے ایک مستند چاہیئے کہ مقیس علیہ میں وسکے سبب سے حکم شرعی ثابت ہوا ہو اور مستند قیاس کا یا کتاب ہے یا سنت یا اجماع اور اجماع بھی بالذات اصل نہیں ہے واسطے کہ اجماع نام درس قیاس کا ہے کہ سب مجتہدین نے اوسکے اوپر اپنا قیاس پہونچایا ہیں اوسکو اسی مستند پر ہونا چاہیئے اور سنت نام فعل اور قول پیغمبر کا ہے کہ بغیر نبوت پیغمبر کی ثابت نہوئی ہو تو اوسکا فعل اور قول اوسکا معتبر نہیں ہوتا ہے اور نبوت پیغمبر علیہ السلام کی ساتھ قرآن کے ثابت ہے کہ معجزہ ہمیشہ رہنے والا ہے پس حقیقت میں اصل حکم اوپر کسی کے خواہ مجتہد خواہ عالم کے الا متبع ہے یہی قرآن ہوا اور بس اور کتاب ہر چند اصل لغت میں بمعنی مکتوب کے ہے کہ لکھی ہوئی چیز کو کہیں چنانچہ لباس بمعنی ملبوس کے لیکن بحسب اصطلاح شرع کے خاص قرآن کے ساتھ ہے یہاں تک کہ اگر کہا جاوے کہ فلانی چیز کتاب میں ہے ہی سمجھا جاتا ہے کہ قرآن میں ہے اور قرآن کے سوائے قرآن اور کتاب کے نام بہت ہیں کہ خود قرآن میں مذکور ہیں منجملہ اونکے نام اوسکا فرقان ہے کہ بیچ آیت تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہٖ کے مذکور ہے اور وجہ تسمیہ اوسکی کے ساتھ فرقان کی دو چیزیں ہیں اول یہ کہ قرآن تفرقہ کرتا ہے درمیان حق اور باطل کے دوسرے یہ ہے کہ نزول میں متفرق آیا ہے تیئس برس میں آغاز سے انجام کو پہونچا اور نہیں ناموں سے نام اس کا تذکیر اور ذکر بھی ہے جیسا ان تینوں آیتوں میں نام مذکور ہیں وہ آئیں یہ ہیں انہ لتذکرۃ للمتقین اور وذکریٰ للذکریٰ تنفع المومنین اور وانہ لذکر لک ولقومک اور معنی تذکرہ اور ذکریٰ اور ذکر کے یاد دلانے کے ہیں یعنی یہ قرآن بندوں کو احکام الٰہی یاد دلاتا ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ ذکر بمعنی شرف اور فخر کے ہے اور انہیں ناموں سے نام اسکا تنزیل ہے بیچ آیہ وانہ لتنزیل رب العلمین اور انہیں ناموں سے نام اسکا احسن الحدیث ہے یعنی بہترین باتوں کا بیچ آیہ اللہ نزل احسن الحدیث اور انہیں ناموں سے نام اسکا موعظہ ہے یعنی نصیحت بیچ آیت یا ایھا الناس قد جاءتکم موعظۃ اور انہیں ناموں سے نام اس کا حکم اور حکمت اور حکیم اور محکم ہے بیچ اس آیہ کے وکذلک انزلناہ حکماً عربیاً اور بیچ آیہ کہ لدیک بالغہ کے اور بیچ آیہ والقرآن الحکیم اور بیچ آیہ کتاب احکمت ایاتہ اور انہیں ناموں سے نام اسکا شفا ہے بیچ آیہ ونترل من القرآن ما ھو شفاء ورحمۃ للمومنین اور انہیں ناموں سے نام اسکا ہدیٰ اور ہادی ہے بیچ اس آیہ کے کہ ھدی للمتقین اور بیچ آیہ ان ھذا القرآن یھدی للتی ھی اقوم اور انہیں ناموں سے نام اوسکا صراط مستقیم ہے بیچ آیہ وان ھذا صراطی مستقیماً اور انہیں ناموں سے نام اسکا حبل اللہ ہے بیچ آیت واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً یعنی قرآن رسی خدا کی ہے مانند کمند کے کہ اوپر بلند کوٹھے کے لٹکا دیوں تا کہ جو کوئی چاہے رسی کو ہاتھ میں پکڑ کے اوپر چڑھے اور ترقی حاصل کرے اور انہیں ناموں سے ہے نام اسکا روح بیچ آیہ وکذلک اوحینا الیک روحاً من امرنا اسواسطے کہ قرآن سبب زندگی روحوں کا ہے جیسا کہ روح سبب زندگی بدنوں کی ہے پس قرآن بمنزلہ روح کے ہوا اور انہیں ناموں سے نام اسکا قصص حق ہے بیچ آیہ ان ھذا لھو القصص الحق اسواسطے کہ جو کوئی قصہ کو بیان کرتا ہے اکثر لغو اور باطل بھی اوس میں ملا دیتا ہے سوائے اس کلام کے کہ کوئی چیز سوائے حق کے اوسمیں نہیں اور انہیں ناموں سے نام اسکا بیان اور تبیان اور امین ہے بیچ آیہ ھذا بیان للناس وتبیان لکل شیئ وقرآن مبین اور انہیں ناموں سے نام اسکا بصائر ہے یعنی حجتیں روشن بیچ آیہ ھذا بصائر لکم ربکم اور انہیں ناموں سے نام اسکا قول فصل ہے بیچ آیہ انہ لقول فصل اور انہیں ناموں سے نام اسکا نجوم ہے بیچ آیہ فلا اقسم بمواقع النجوم اور انہیں ناموں سے نام اسکا مثانی ہے اسواسطے کہ اس میں قصے اور خبریں اور وعدہ اور وعید کو تکرار کیا ہے بیچ آیہ مثانی تقشعر منہ جلود الذین یخشون ربھم اور انہیں ناموں سے نام اسکا تشابہ ہے اسواسطے کہ مرآیت اسکی متشابہ ہے آیت دوسری کے فصاحت اور بلاغت اور اعجاز اور لطف اسلوب میں اور انہیں ناموں سے نام اسکا برہان ہے بیچ آیہ قد جاءکم برھان من ربکم اور انہیں ناموں سے نام اسکا بشیر اور نذیر ہے بیچ آیہ قرآناً عربیاً لقوم یعلمون بشیراً ونذیراً اور انہیں ناموں سے نام اسکا قیم ہے بیچ اول سورہ کہف کے اور انہیں ناموں سے ہے نام اسکا مہیمن درمیان سورہ مائدہ کے بیچ آیہ مصدقاً لما بین یدیہ من الکتاب ومھیمناً علیہ اور انہیں ناموں سے نام اسکا نور ہے بیچ آیہ واتبع النور الذی انزل معہ اور انہیں ناموں سے نام اسکا حق اور حق الیقین ہے بیچ آیہ یا ایھا الناس قد جاءکم الحق من ربکم اور بیچ آیہ انہ لحق الیقین اور انہیں ناموں سے نام اوسکا عزیز ہے بیچ آیہ انہ لکتاب عزیز اور انہیں ناموں سے نام اسکا کریم ہے بیچ آیہ انہ لقرآن کریم اور انہیں ناموں سے نام اسکا عظیم ہے بیچ آیہ ولقد اتیناک سبعاً من المثانی والقرآن العظیم اور انہیں ناموں سے نام اوسکا مبارک ہے بیچ آیہ کتاب

اتر رہا ہے ایک مبارک اور انہیں ناموں سے نام اُس کا نعمت ہے موافق تفسیر ابن عباس کے نعمت کو بیچ آیہ واما بنعمۃ ربک فحدث قرار کے ساتھ تفسیر فرمایا ہے اور بیان ان ناموں کا انشاء اللہ تعالیٰ بیچ مقام اپنے کے آوے گا اور یہ کتاب اس سبب سے اصل واجب الاتباع محکم ہوئی کہ یعنے کچھ شک اور شبہ کی اُس میں گنجائش نہیں بسبب اس کے کہ خود یہ کتاب اوپر مطلبوں اپنے کے دلیلیں روشن قائم کرتی ہے اور شبہات کو ساتھ بیان شافی کے دفع کرتی ہے پھر تائید غیبی کی ساتھ اعجاز کے ہے کہ بیچ دور کرنے شبہوں منکروں کے سیف قاطع ہے پھر کتابوں الٰہی نے کہ پیشتر اُس کے نازل ہوئی ہیں اور نزدیک گویوں مخلوق کے وحی ہونا اُنکا مسلم الثبوت ہے تصدیق اُسکی کی ہے پھر کشوف اولیا کے اور صاحب مجاہدات حق کے مطابق اس کتاب کے ہوئے ہیں بعد نازل ہونے اُس کے بلکہ صدق کشوف کا بسبب مطابقت اسکی کے جانا جاتا ہے اور ایسی دلیلیں عقلی کم ہیں کہ معارضوں اور مناقضوں سے خالی ہوں پر اُن کے نہیں ہیں کہ اصل محکم لازم الاتباع اُنکو کیا جاوے اور دلیلیں نقلی کا نہ خود اور کتابوں سے یا احتمال تحریف کا کہ یہی ہیں اور وہ دلیلیں کہ خود انبیا سابقین علیہم السلام سے ہیں بسبب منقطع ہونے سند کے اور بھیجا جانے جھوٹے اور بیجان کے امتوں انکی میں محل اعتماد کی نہیں ہیں اور باوجود اسکے جو علوم سچے اور معارف یقینی کہ پہلی کتابوں الٰہیہ منصوص گذرے ہوئے نبیوں میں پراگندہ اور متفرق تھے اس کتاب میں ایک جگہ جمع ہیں بس اتباع اس کتاب کا گویا اتباع تمام کتابوں الٰہیہ اور تمام انبیاؤں سابقین کا ہے بمنزلہ اسکے کہ کتاب خاتم خرچ کے شامل اور خلاصہ کتابوں پہلی اُس فن کی ہوتی ہے اور وہ ایک کتاب مطلب کہ نیرالے اپنے کو سب کتابوں پہلی سے بے پروا کرتی ہے اور جب یہ کتاب اصل لازم الاتباع محکم ہے بیں ھدی للمتقین یعنی ہدایت ہے واسطے متقیوں کے اسواسطے کہ متقی نام اس شخص کا ہے کہ اپنے تئیں گناہ سے کہ اپنے تئیں گناہ سے کہ اُسکو ضرر کرتی ہے آخرت میں خواہ وہ چیز اعتقاد بد ہو یا خلق بد ہو یا عمل بد ہو اور پہچان مضرتوں آخرت کی خواہ اعتقاد ہو خواہ اخلاق خواہ اعمال بدون اس اصل محکم لازم الاتباع کے تصور نہیں ہے بیچ اس جگہ کے جاننا چاہیئے کہ تقوی کے شرع میں تین مرتبے مقرر کئے ہیں مرتبہ پہلا اپنے تئیں عذاب ہمیشگی سے بچانا ہے اور یہ ادنی مراتب تقوی کا ہے کہ بسبب دُور رکھنے کے نفس اپنے کو انواع شرک سے حاصل ہوتا ہے اور ساتھ اس معنی کے ہے بیچ آیت والزمھم کلمۃ التقوی مرتبہ دوسرا اپنے تئیں گناہوں سے دور رکھنا ہے اور ساتھ اس معنی کے ہے دلوان اھل القریٰ امنوا واتقوا اور اصطلاح اہل شرع میں اسی مرتبہ کا تقوی نام رکھتے ہیں مرتبہ تیسرا یکسو ہونا بھی اپنے آپکو گناہ کہنے اور بعضی مناجات سے گناہ کی طرف بچاؤں بھی ہے پرہیز کرے اور ابلیس اپنے کو طریق حق کی طرف میل کرنے سے بچاوے اور بالکلیہ ساتھ تمام رضا اور جویر کے متوجہ طرف جناب خالق کے ہو اور اس مرتبہ کو تقوی حقیقی اور مرتبہ اولایت کہا کہتے ہیں اور طرف اسی مرتبہ کے شامل ہے بیچ آیت واتقوا اللہ حق تقاتہ اب تھوڑی علامتیں اور ظاہر میں متقیوں کی کہ بیچ حدیثوں صحیحہ اور آثار صحابہ و تابعین منتی الیہم کے وارد ہوئی ہیں ذکر کرتے ہیں بیان کی اول جملہ معنی متقی درتقوی کے ذہن میں جگہ پکڑیں ابن ابی حاتم معاذ بن جبلؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آدمیو نکو قیامت کے دن ایک بڑے میدان میں قید کر دینگے پھر ایک منادی ندا کریگا کہ متقین کو اس میں اس آواز کے سننے سے متقی اُٹھیں گے اور بیچ سایہ پروردگار کے متصل مقام تجلی آہی کے ہونگے اس طرح پر کہ شان اُس تجلی کی ایک محبوب اور پسندیدہ ہوگی آدمیوں نے بوجھا کہ متقی کونسے فرقے ہیں معاذ بن جبلؓ نے کہا کہ وہ ہیں کہ اُنہوں نے انواع شرک اور بت پرستی سے آپکو بچایا اور عبادتوں اپنی کو خالص واسطے خدا کے کیا اور امام احمد اور ترمذی اور دیگر محدثوں معتبر نے عطیہ سعدی سے کہ صحابی ہیں روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے بندہ ساتھ اس مرتبہ کے نہیں پہونچتا ہے کہ متقیوں سے شمار کیا جاوے یہانتک کہ چھوڑے اور ترک کرے اُن چیزوں کو کہ کوئی خطرہ شرعی بھی اُن میں نہیں بسبب خوف اسی کے کہ اُن چیزوں کے کرنے سے کوئی حرام سرزد نہو جاوے اور ایک دن ابوہریرہؓ سے ایک شخص نے معنی تقوی کے پوچھے ابوہریرہؓ نے کہا کہ کبھی ایسے رستہ میں چلا ہے تو کہ کانٹوں سے پُر ہو اس شخص نے کہا ہاں آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ایسے رستہ میں تو کس طرح کرتا تھا کہا جس جگہ کہ میں کانٹا دیکھتا تھا اُس سے ایک طرف کو ہو جاتا تھا اور رستہ دوسرا لے لیتا تھا ابوہریرہؓ نے کہا یہی حقیقت تقوی کی اگر مقدمات دین میں بھی ایسی ہی تو احتیاط کرے البتہ متقی ہو جاوے اس حکایت کو ابن ابی الدنیا نے کتاب التقوی میں روایت کی ہے اور بھی اس کتاب میں حضرت حسن بصریؒ سے لئے ہیں کہ مازالت التقوے بالمتقین حتی ترکوا کثیرا من الحلال خوفا لحرام کہ یعنی ہمیشہ تقوی باقی رہے گا ساتھ متقیوں کے یہانتک کہ چھوڑ دینگے بہت حلالوں کو بسبب خوف حرام کے اور بھی عبداللہ بن مبارک سے لئے ہیں کہ اگر کوئی شخص سو گناہوں سے توبہ کرے اور ایک گناہ سے پرہیز نکرے متقیوں سے شمار نہ ہوگا اور عون بن عبداللہ سے لئے ہیں کہ تمام تقوی وہ ہے کہ بندہ ہمیشہ ڈھونڈنے والا رہے میں کہ اگر کوئی شخص سو گناہ ہوتے اور ایک گناہ سے پرہیز نکرے متقیوں سے شمار نہ ہوگا اور عون بن عبداللہ سے لئے ہیں کہ تمام تقوی وہ ہے کہ بندہ ہمیشہ ڈھونڈنے والا تقوی کی شرطوں کا ہے اور اوپر دانست اپنی کے کفایت نہ کرے جیسا کہ گناہ رکھنے والا صحت کا اور ڈرنے والا بیماری سے ہمیشہ ڈھونڈھنے والا معرفت اسباب مرض کا رہتا ہے اور اوپر دانست اپنی کے کفایت نہیں کرتا ہے اور بھی امام مالک رضی سے روایت کی ہے کہ وہب بن کیسان کہتے تھے کہ عبداللہ بن زبیر نے ایک شخص کو بطریق نصیحت کے یہ عبارت لکھی ہے اما بعد فان لاھل التقوی علامات یعرفون بھا ویعرفونھا من انفسھم صبرا علی البلاء ورضی بالقضاء والشکر للنعماء وذل لحکم القرآن اور بھی ابن المبارک سے لئے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے حضرت سلیمان کو فرمایا کہ اُو پرتقوی آدمی کے تین نشانیوں کے دل بکری بجاوے اول ساتھ توکل اسکے کے اوپر خدا کے ہر چیز میں کہ آگے اُس کے آوے دوسرے ساتھ حسن ظن کے بیچ اُس چیز کے کہ اُسکو عنایت ہوئی تیسرے ساتھ حسن زہد کے بیچ اُس چیز کے کہ اُس سے فوت ہوئی اور بھی سعید تصبری سے لایا ہے کہ ایک شخص آگے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آیا اور کہا یا معلم الخیر مجکو نشان دے کہ متقی کیونکر ہوسکے فرمایا کہ یہ رہبت آسان ہے ساتھ تمام دل اپنے کے محبت خدا کی بجالا اور بقدر قوت استطاعت اپنی کے واسطے اسکے عمل کر اور اوپر ہم جنس اپنے کے ایسی رحمت فرما کہ اوپر جان اپنی کے رحمت کرے تو اُس نے کہا کہ ہم جنس میری کون ہے فرمایا کہ تمام بنی آدم اور جو چیز تجکو خوش آوے کہ میرے واسطے بجالاوے تو وہ چیز اوپر کیساتھ مت کر اگر یہ عمل کرے تو حق تقوی کا بجالاوے اور ہرثمین بن سنجاب سے لئے ہیں کہ کمال تقوی وہ ہے کہ زبان تیری ہمیشہ ذکر خدا سے تر ہو اور حسون بن عبدالعد سے لئے ہیں کہ ابتدا تقوی کا حسن نیت سے

بیان مراتب تقوی کا

اور انتہی تقوی کا توفیق اور بندہ کے تئیں درمیان اس ابتدا اور انتہا کے بہت ہلاکت کی جگہ اور شبہے بہت درمیش آتے ہیں اور نفس ایک طرف سے اپنی طرف کھینچتا ہے اور شیطان کہ دشمن مکار ہے ایک آن غفلت نہیں کرتا ہے اور محمد بن یوسف فریابی سے لئے ہیں کہ پینے ایک دن سفیان ثوری کو کہا کہ نام تمہارا زہد نہیں ساتھ اسم تمہ کے شہور ہے کہ ہر عقدہ میں سفیان ثوری کہتے ہیں اور تکیہ دیکھا میں نے کہ رات کو خواب میں گذارتے تھے فرمایا کہ خاموش ہو مدار اس امر کی اوپر تقوی کے ہے اور بھی روایت لئے ہیں کہ ایک شخص حکیموں اس زمانہ کے سے پاس عبدالملک بن مروان کے آیا عبدالملک نے اس سے پوچھا کہ وصف متقی کا کیا ہے اُس حکیم نے کہا کہ متقی وہ مرد ہے کہ ملذت کو چھوڑ کر اُس نے خدا کو اختیار کیا اور دنیا کو چھوڑ کر آخرت اختیار کی اور مطلبوں اور خواہشوں کے ملنے دھویا ہوا اور ذل کی آنکھ سے سرخ کے بلند ترین کو رہنما اُن مرتجوں کی طرف متوجہ ہوا اور آدمی سوئے ہتے ہیں اور وہ ترقی کے غم میں بیدار رہتا ہے شفا اُس کی قرآن اور دوا اُس کی حکمت اور نصیحت کی بات دنیا کو اُسکے بدلے میں پسند نہیں کرتا اور کوئی لذت سوا اُسکے نہیں جانتا حاضرین مجلس نے کہ اکثر بڑے بڑے تابعین تھے ان کلموں کو نہایت پسند کیا اور بھی فتادہ سے لئے ہیں کہ جسوقت حق تعالے نے بہشت کو پیدا فرمایا ارشاد کیا کہ کچھ کہہ بہشت نے کہا طوبی للمتقین آور مالک بن دینار لائے ہیں کہ تمام قیامت شادی کنندائی متقیوں کی ہے آور بھی محمد بن یزید حبی سے لئے کہ ایک دن ابوذر کو کہا نبی نے کہ کوئی شخص انصار میں سے نہیں کہ شعر نہ سمجھے کیا سبب ہے کہ شعر نہیں کہتے ابوذر دانے کہا کہ میں بھی شعر کہتا ہوں لیکن قابل اُسکے نہیں ہوں مگر شعر پڑھا جاوے پیغمبر کہا کہ مجکو کچھ سناؤ یہ دو بیتیں پڑھیں شعر بریدالمرء ان یعطی مناہ + ویابی اللہ الا ما اراد ہ یقول المرء فائدتی وذخری + وتقوی اللہ افضل ما استفاد ہ اور ابن حاتم معاذ ابن جبل سے لئے ہیں کہ مدار کاروبار بہشت کی اوپر چار قرنوں کے ہے اول متقین بعد اُسکے شکر گزار بعد اُسکے ڈر نیوالے بعد اُسکے اصحاب الیمین اور ابن ابی شیبہ اور ابونعیم حلیۃ الاولیا میں میمون بن مہران سے روایت کرتے ہیں کہ کوئی شخص متقیوں کے درجہ کو نہیں پہونچتا ہے یہانتک کہ ساتھ نفس اپنے کے محاسبہ کرتا ہے جیسا کہ کوئی اپنے شریک کے ساتھ محاسبہ کرتا ہے تاکہ جانے کہ کھانا میرا کہاں سے ہے اور پہنتا میرا کہاں سے ہے یا حرام سے اور اس جگہیں ایک اشکال ہے کہ مفسرین اکو ذکر کرتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ ہدایت مناسب گمراہوں کے ہے پس ظاہر ایسا چاہئے کہ ھدًی للضالین فرماتے متقیوں کیوں سے علامتیں سالم کی اور شرطیں ایمان کی خوب طرح سے جانکر بیوں اور عمروں اس راہ میں ہے ہیں اور شبیہ اُسکے کو طے کیا ہے ہدایتے کیا معنی کہ تحصیل حاصل کی ہے اور وہ باتفاق عقلا کے باطل جواب اس اشکال کا یہ ہے کہ معنی ہدی للمتقین کے یہ نہیں کہ یہ کتاب پہنچے متقی ہوجانے کے اُنکو ہدایت کرتی ہے بلکہ معنی اُسکے یہ ہیں کہ کوئی متقی بغیر ہدایت قرآن کے متقی نہیں ہوا اور تیسرے نہائی اس کتاب کے اس رستہ پہنچانا جیسا کہ کہتے ہیں یہ دودھ پینے والی اُس جوان کی ہے حال یہ کہ جوانی کے وقت میں دودھ پلانا درکار نہیں بلکہ دودھ دینا لڑکا میں کی حالت میں ہوتا ہے جوانی کی حالت میں لیکن ہرگاہ دودھ دینے اُسکے حاصل ہوئی ہے کہہ سکتے ہیں کہ شیر دینے والی جوان کی ہے اور صاحب کشاف نے اور طور کے ساتھ تقریر اس معنی کی کی ہے اور کہا ہے کہ ھدی للمتقین اس قبیلہ سے ہے کہ من قتل قتیلا فلہ سلبہ ساتھ اس معنی کے کہ یہ کتاب ہدایت ہے واسطے اُن لوگوں کے کہ آخر کو ساتھ درجے تقوی کے پہنچیں گے اور بیضاوی نے کہا ہے کہ ہر چند ہدایت قرآن کی عام ہے ہر مسلمان اور کافر کو چنانچہ دوسری جگہ میں فرمایا ہے کہ ھدًی للناس لیکن انتفاع ساتھ ہدایت قرآن کے خاص نصیب متقیوں کا ہے اور امام رازی نے فرمایا ہے کہ مراد متقیوں سے وہ آدمی ہیں کہ ارادہ شناخت خدا کا بے تعصب اور سخن پروری کے اُنکے دل میں محکم ہوگیا اور عقل اور فہم اکابر دین کی تقلید باپ دادوں سے اور بزرگوں اپنے کے سے صاف ہوا ہیں یہ وہ جماعت ہے کہ ساتھ ہدایت قرآن کے راہ یاب ہوئی نہ وہ آدمی کہ عقل اُن کی آفت ناک اور آئینہ دل اُنکے کا زنگ آلودہ ہو اور اس معنی کو تشبیہ دی ہے ساتھ غذائے صالح کے کہ موجب حفظ صحت کی ہوتی ہے لیکن بشرط حصول اصل صحت کے والا غذائے صالح اگر ایسے بدن میں جاوے کہ بیمار ہوا ہے اخلاط فاسدہ سے ہرگز مفید نہ ہو بلکہ باعث شدت بادی مرض کا ہوا اور قرآن مجید میں بھی طرف اس تحقیق کے اشارہ ہی اس آیت میں وننزل من القرآن ما ھو شفاء ورحمۃ للمؤمنین ولا یزید الظٰلمین الا خسارا یعنی ہم اُتارتے ہیں قرآن میں سے اُس چیز کو کہ جس سے بیماریاں اچھی ہوتی ہیں اور رحمت ایمان والوں کو اور نہیں بڑھتا ہے گنہگاروں کو مگر نقصان اور تیج اس آیت کے یضل بہ کثیرا ویھدی بہ کثیرا ویضل بہ الا الفاسقین اور تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ آدمی باعتبار انجام کام اپنے کے سات گروہ ہیں اسواسطے کہ نفس قرانی میں آدمی یا شقی ہے یا سعید قال اللہ تعالٰی ومنھم شقی وسعید اور شقیا کا اصطلاح قرآن میں اصحاب الشمال اور اصحاب المشئمہ نام رکھا ہے اور اُن کی دو گروہ ہیں - اول مطرودین کہ جنکے حق میں فرمایا ہے ولقد ذرانا لجھنم کثیرا من الانس والجن لھم قلوب لا یفقھون بھا ولھم اعین لا یبصرون بھا ولھم اذان لا یسمعون بھا اولئک کالانعام بل ھم اضل اولئک ھم الغٰفلون یعنی اور تحقیق پیدا کئے ہمنے واسطے دوزخ کے بہت آدمی اور جن کہ واسطے اُنکے ایسے دل ہیں کہ نہیں سمجھتے ہیں اُنسے اور آنکھیں اُن کی ایسی ہیں کہ نہیں دیکھتے ہیں اُن سے اور کان اُنکے ایسے ہیں کہ نہیں سنتے ہیں اُن سے وہ مثل چوپایوں کے بلکہ اُنسے بھی زیادہ بے راہ ہیں وہی لوگ ہیں غافل اور یہ گروہ بحقیقت من خارج انسانیت سے ہیں گو بصورت انسان کے ہوں بیت اینکہ می بینم خلاف آدم اند + نیستند آدم خلاف آدم اند + اسواسطے کہ باعتبار اصل فطرت کے قابل نور الٰہی کے نہیں ہیں پیدا ایش انکی محض واسطے پُر کرنے دوزخ کے ہے کہ ھو الذی خلقھم للنار ولا ابالی یعنی ان لوگوں کو پیدا کیا میںنے واسطے آگ کے اور نہیں پروا ہے

بیان سات گروہ آدمیوں کی

۱؎ یعنی جو شوقی ہے واسطے متقیوں کے ۱۲ ۲؎ یعنی چاہتا ہے آدمی کہ دی جاویں آرزوئیں میری اور سنی جاوے اللہ کے تئیں جو کچھ چاہا ہے اُسنے کہنا ہے آدمی فائدہ میرا اور ذخیرہ میرا اور تقوی بہتر ہے سب چیز سے کہ حاصل ہوئی ہیں ۱۲

۳؎ اُن کا ذکر آگے تا ہے ۱۲

نجلو اور دوسرے منافقین کہ مہل میں استعداد قبول کرنے نور الٰہی کی رکھتے تھے مگر بسبب کسب کرنے خصائل قبیحہ اور اخفا کرنے گناہوں اور مشغول ہونے اعمال سیہ کے اور بسبب رسوخ اور مہارت کرنے فنون شیطانیہ کے تاریکی اور سیاہی انکے دلوں میں پھیلی اور گہری ہوئی اور رفتہ رفتہ رنگ بیٹھ گئی حالت اس گروہ کی بدتر فریق اول سے ہے اسواسطے کہ استعداد اصلی انکی مخالف حال انکے ہوگئی اور اسواسطے انکے حق میں وارد ہے کہ ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار اور بعد کی شرح میں دو قسم فرمائی ہیں ایک قسم سابقین اور مقربین ہیں اور دوسری قسم اصحاب الیمین اور مقتصدین اور اصحاب المیمنہ اور اس گروہ کی تین قسمیں ہیں ایک فرقہ اہل فضل اور قوی اکثر ہے کہ ایمان اور عمل صالح سے فضل اور ثواب الٰہی کے بجالائے اور فوجد ما اعملوا حاضرا وکل ربک احدا سے ملا ہوا یعنے پاوینگے جو کیا ہے سامنے اور واسطے شخص کے درجے جدا جدا ہیں بسبب اعمال اپنے کے انکے حال کا بیان ہے اور ایک فرقہ اہل عفو کی ہیں کہ خلطوا عملا صالحا وآخر سیا عسی اللہ ان یتوب علیہم یعنی ملایا انہوں نے عمل نیک اور عمل بد شاید کہ اللہ معاف کرے انکو اور عفو کے وطرق ہیں قول یہ کہ بسبب قوت حسنات صحیحہ کے اور تاثیر کرنے برائیوں کے بے توبہ وبے شفاعت اور بغیر عذاب کے گناہ انکے معاف ہوجاویں دوسرے یہ کہ بسبب مقابلہ عرصات انکے کہ تھوڑی سے اور بجائے عمل کے وہ توبہ انکی صحیفہ اعمال میں لکھی جاوے فاولئک یبدل اللہ سیاتہم حسنات یعنی تو ہوگا اللہ برائیوں کی جگہ بھلائیاں اور ایک گروہ کہ بسبب کثرت گناہوں اپنے کے معذب ہونے تک بہانتک کہ شفاعت انبیاء وعلماء اور شہداء اور ملائکہ کے پاجاویگے اور بنحکم عدل اور اہل عقاب نام رکھتے ہیں والذین ظلموا من ھؤلاء سیصیبہم سیات ما کسبوا یعنی جو گنہگار ہیں انمیں سے اوپر انکے برائیاں ہوکمائی ہیں بیان حال انکے کا بدوصفہ ہم ظالم لنفسہ بھی عنوان آنکا ہے اور سابقین مقربین ہی دوفرقہ ہیں عبارت شروع میں فرقہ اول کو جنہوں اور فرقہ دوم کو جنہوں نے کہتے ہیں یجتبی الیہ من یشاء ویھدی الیہ من ینیب کے طرف اسکے اشارہ فرمایا ہے یعنی اللہ چن لیتا ہے اپنی طرف جسکو چاہے اور راہ دیتا ہے اپنی طرف جو رجوع لاوے اور اہل لوک کی اصطلاح میں ان دونوں فرقوں کو محبوبین اور محبین نام رکھتے ہیں محبوبین وہ اور سالکین جانتے ہیں پس محبین وہ آدمی ہیں کہ اول جاہا اور اثبات اختیار کرتے ہیں بعد اس سے رجوع کا انکے اوپر کہ وہ اول جاہا ہے اور محبوبین وہ آدمی ہیں کہ اول انکو مقبول کرکے معرفت حال کرواوے بعد اسکے انکے تئیں شوق جہاد اور اثبات کاملوں میں بڑا اور ان دونوں فرقوں کو اہل الیمین کہتے ہیں چنانچہ تینوں فرقہ اصحاب الیمین کو اہل آخرت کہتے ہیں اور دونوں فرقوں شقیا کو اہل دنیا نام کہتے ہیں جسکا تفصیل وشرح انشاء اللہ ہوئی پس چاہیئے جاننا کہ قرآن مجید پہلے فرقہ کے شقیا کو ہدایت نہیں کرتا ہے اسواسطے کہ قبول کرنا ہدایت کا ان سے بسبب کسب کے محال ہے بلکہ انسے کہتا ہے اور ایسا ہی فرقہ دوم کو بھی ہدایت نہیں کرتا ہے اسواسطے کہ استعداد انکی بعد موجود ہونے کے دور ہوئی اور صورت معنوی انکی مسخ ہوگئی جیسا کہ گندھکانے کی اصلاح نہیں کرسکتے پس ہدایت خاص ہوئی واسطے بانچ فرقوں خیرہ کے بلفظ متقین کہ اشمال ہوا اور وہ کہ بعضے واقف گمان کرتے ہیں کہ ایک فرقہ سابقین مقربین کہ محبوبین ہیں اور جذب الٰہی نے انکو شناسائی معرفت کی عنایت فرمائی کسواسطے محتاج طرف ہدایت قرآن کی نہیں ہیں گمان انکا باطل ہے اسواسطے کہ محبوب بھی محتاج طرف ہدایت کتاب کے ہیں بعد جذب اور وصول کے تاکہ سلوک فی اللہ کرے جیسا کہ قرآن مجید میں طرف اس معنی کے اشارہ فرمایا ہے کہ کذالک لنثبت بہ فؤادک ورتلنا علیک من انباء الرسل ما نثبت بہ فؤادک یعنی جو چیز کہ بیان کرتے ہیں اوپر تیرے شروع سولہ نبیوں کی سے وہ شے کہ ٹھیراتے ہیں بسبب دل تیرے کو البتہ فرق درمیان محبوب کے وقت جذب اور محبوب کے وقت سلوک کا ہوتا ہے پہلے وصول سے اور بعد اسکے بھی جذب سے تاکہ سلوک الی اللہ اور فی اللہ کرے اور محبوب بعد جذب کے محتاج ہدایت کا ہوتا ہے اور اوپر اس تقریر کے متقی اس جگہ قریب معنی لغوی اپنے کے ہے یعنی وہ کوئی کہ اوپر استعداد صحیح کے باقی رہا ہو اور رنگ شرک وشک وظلمت ہمیشگی بحسب گناہوں کی نے آئینہ فطرت اسکی کا بہم نہ کیا ہو پس یتقوی مقدم اور ایمان کے ہے چنانچہ دوسرے تقوے کے ایمان سے متاخر ہیں پس معلوم ہو کہ تقوی بیچ عرف شرع کے کسی معانی پر بولا جاتا ہے کبھی ساتھ معنی ایمان کے آتا ہے جیسا کہ بیچ آیہ والزمھم کلمۃ التقوی یعنی اور لگا رکھا انکو تقوی کی بات پر اور کبھی ساتھ معنی طاعت کے آتا ہے جیسا کہ بیچ آیہ ولو ان اھل القری اٰمنوا واتقوا اور کبھی ساتھ معنی ترک گناہ کے جیسا کہ بیچ آیت واتوا البیوت من ابوابھا واتقوا اللہ اور کبھی ساتھ معنی خلاص کے جیسا کہ بیچ آیہ فاتھا من تقوی القلوب اور بیچ فضائل تقوی کے وہ چیز کہ قرآن مجید میں وارد ہے یہ ہے کہ ان الذین اتقوا وتن دووا فان خیر الزاد التقوی ان اکرمکم عند اللہ اتقیکم اور حدیثوں میں فضائل تقوی کے بشمار ہیں اور لطائف اس مقام سے یہ ہے کہ جس وقت اس آیہ کو ملاحظہ کریں کہ ھدی للمتقین اور ہمراہ اس آیہ کے دوسری آیت بھی نظر میں لاویں کہ شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن ھدی للناس صریح معلوم ہوگا کہ ناس مخصر متقین ہیں یعنی آدمی ہی ہیں اور باقی آدمی کالانعام یعنی مثل چارپایوں کے ہیں باقی رہا اس جگہ ایک سوال جو الطالب اور وہ یہ ہے کہ تمام قرآن کا وصف ساتھ ہدایت کے کیونکر درست ہوا حالانکہ قرآن میں محکمات اور متشابہات بھی موجود ہیں کہ تعین نہیں کرسکتے مگر ساتھ عقل کے اور جب عقل دخیل ہوئی یعنی ثبات عقل کی ہوئی نہ شان قرآن کی اور اسیوسطے تمام فرقے اسلام کے خواہ اہل حق ہوں خواہ اہل باطل قرآن کے ساتھ حجت پکڑتے ہیں اور بھی بیچ روایت صحیحہ کے حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے وارد ہے کہ جب حضرت ابن عباسؓ کو واسطے مناظرہ خارجیوں کے بھیجتے ہے فرمائے کہ علیک بالسنۃ فان القرآن ذو وجوہ یعنی لازم پکڑ سنت کو اسواسطے کہ قرآن صاحب بہت وجوہ کا ہے اور اگر قرآن ہی ہادی ہوتا تو حضرت علی اسطرح کیوں فرماتے اور بھی بعضے مسائل عقاید ایسے ہیں کہ ثبوت ہدایت قرآن کا انکے اوپر موقوف ہے ساتھ دلیل عقلی کے جیسے کہ مباحث ذات اور صفات اور نبوت کے پس معرفت ذات اور صفات اور معرفت نبوت میں ہدایت قرآن کی بتائی گئی ہے اور اگر ان میں بھی ہدایت قرآن کی ہی جاوے تو دور لازم آجاوے پس لازم آیا کہ قرآن مطلقا ہادی نہ ہو جواب اسکا یہ ہے کہ ہدایت قرآن کے معنی یہ نہیں کہ فقط قرآن کے ساتھ لازم مخالف کو دیکھیں بلکہ معنی اسکے یہ ہیں کہ ایسے بے تامل کرنیوالے کو حقائق نفس الامریہ منکشف ہوجاتے ہیں اور مجملات ومتشابہات قرآن کے بدرجوع کرنیکے طرف محکمات کے بسبب زیادتی انکشاف کی ہوتی ہیں یا بسبب فقط ایمان لانے کے ساتھ مدلول اُن مجملات ومتشابہات کے ترقی درجہ ایمان کی ہوتی ہے اور یہ بھی ایک قسم کی ہدایت ہے اور جن مسائل میں کہ قرآنیت قرآن کی موقوف اوپر انکے ہے ہدایت قرآن کی باطل

لہ یعنی ہر فرقہ اپنے مطلب پر قرآن سے دلیل پکڑتا ہے ۱۲

نہیں ہوتی ہے بلکہ اول میں ہدایت باعتبار اسکے ہے جو مطلب عقل سے ثابت ہوتا ہے بسبب قرآن کے وہ محکم اور قوی ہو جاتا ہے اسواسطے کہ دلائل اوسکی میں سوتے وہم دخل نہ دیگا گو اصل مطلب کا ثبوت قرآن کے اوپر موقوف نہ ہو اور یہ بھی نوع عمدہ ہے اور ہدایت اور علاوہ اسکے اوپر یہ ہو کہ لفظ ہدیٰ للمتقین کا دلالت اوپر اسکے نہیں کرتا ہے کہ ہر خواص کے واسطے ہر متقی کے ہدایت ہو تا کہ جزو لازم اعم بلکہ معنی اوسکے یہ ہیں کہ تمام قرآن واسطے تمام افراد متقیوں کی ہدایت ہے علی حسب تفاوت درجاتہم فی الفہم والاستنباط اور علما کو ہدایت کے معنی میں اختلاف ہے بعضے کہتے ہیں کہ حقیقت ہدایت کی محض مطلب کی طرف راہ دکھلانا ہے اور بعضوں نے کہا ہو کہ ہمراہ اوسکے پہونچانا طرف مطلب کے ضرور ہے اور تحقیق اس مقام کی وہ ہے کہ ہدایت اور تعلیم اور ارشاد اور لذاذ اور رہنمائی الفاظ کے کبھی بیچ فعل فاعل کے مستعمل ہوتے ہیں اگرچہ اوسکا مفعول میں ظاہر نہ ہو اور اسی قبیل سے ہے لہ اثمود فھدیناھم فاستحبوا العمی علی الھدیٰ یعنی اپنے ثمود پس ہدایت کردی ہم نے اوکو یعنی راستہ دکھلا دیا پس اختیار کیا اونہوں نے گمراہی اوپر ہدایت کے اور کبھی ساتھ معنی تاثیر فاعل کے کہ مفعول میں پائی جاوے مستعمل ہوتی ہیں جیسا کہ میں ھدیٰ اللہ فاھتدیٰ مثل حی وامات کے اور وہ معنی حقیقی ہیں بلکہ عند التحقیق ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آل دونو معنی کا ایک جزو ہیں اسواسطے کہ تاثیر فاعل کی نسبت طرف فاعل کے اعتبار کریں اور مفعول میں تاثیر اوسکی کا اعتبار نہ کریں معنی اول میں اور اگر اوسی تاثیر کو مفعول میں اعتبار کریں معنی دوسرے ہیں اور دونو معنوں کے اعتبار سے صفت خدا کی ہی ہوتی ہے اور صفت قرآن کی اور اور پیغمبروں اور اور مرشدوں کی لیکن پیدا کرنا اہتدا کا خاص ساتھ حضرت حق کے ہے مگر پیدا کرنا ہتدا کا معنی حقیقی ہدایت کے نہیں حاصل یہ کہ علامت ہدایت پانیکی ساتھ قرآن کے وہ ہے اور وہی علامت تقوی کی ہے کہ آدمی پیدا اعتقادوں اپنے کو صحیح کرے پھر عمل جو اچھے اپنے کو مطابق احکام اور نہی قرآن کے عمل میں لاوے پھر اخلاق خبیثہ کو روح کے واسطے مرض مہلک ہیں ترک کرے اور درست کرنا اعتقادوں کا سوائے اجتناب کے شبہوں واہیہ اور دخل وہم کے سے مقصود ہیں اور اسی واسطے متقین وہ آدمی ہیں کہ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ یعنی وہ جماعت کہ ایمان لاتی ہیں ساتھ غیب کے اور غیب نام اوس چیز کا ہے کہ ادراک حواس ظاہرہ اور باطنہ سے خارج ہو جیسا کہ ذات اور صفات پروردگار کی اور فرشتے اور روز آخرت اور وہ چیز کہ اوسمیں ہوگی اور تقدیرات الٰہی اور کتابیں الٰہی بالجملہ نسبت اونکی کے طرف خدا کے اور ایسے ہی تمام پیغمبر علیہ السلام ساتھ اس حیثیت کے اور ایمان بالغیب کو اس جہت سے بیچ علامات متقیوں کے اعتبار فرمایا ہے کہ جو چیزیں محسوسات میں سے ہیں خواہ حواس ظاہری سے مدرک ہوں خواہ حواس باطنی سے آگے کو اونکی تصدیق کرنے میں اختیار نہیں بلکہ خود بخود تصدیق اونکی آجاویگی پس یہ علامات اتقیا کی نہیں ہو سکتی اور ہدایت قرآن کی اس بات میں اس طرح ہے کہ قرآن کے سبب سے اوپر حقائق اور تفاصیل ان امور کے اطلاع ہوتی ہے اور دلائل مضبوطہ عقائد کے بھی امور میں جس وقت ان امور کے ساتھ تمام حقائق اور تفصیلوں کے کہ کلام اللہ میں وارد ہیں تصدیق کریں جزو اعظم تقوی کا کہ درست کرنا اعتقادوں کا ہے حاصل ہوا اور یہ چند جو ایمان کا اس جگہ مذکور ہے ایمان لغوی ہے یعنی تصدیق کے لیکن معمول مفسرین کا اس مقام میں بیان حقیقت ایمان شرعی کا ہے اور قول رطب و یابس معتزلہ اور خارجیوں کے اور زیدیہ اور کرامیہ کی نقل کرکے دماغ سننے والے کا پریشان کرتے ہیں اور وہ قدر کہ متبع ہے یہ ہے کہ ایمان عرف شرع میں عبارت تصدیق سے ہے یعنی مان لینا اور یقین کرنا اوس چیز کا کہ یقیناً معلوم ہے کہ یہ چیز دین محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سے ہے اسواسطے کہ ایمان کو جا بجا کہ قرآن میں کافر طل کا فرمایا ہے ایک جگہ آیا ہے قلبہ مطمئن بالایمان اور ایک جگہ فرماتے ہیں فی قلوبھم الایمان اور ایک جگہ ولما یدخل الایمان فی قلوبھم ..... اور ظاہر ہے کہ کام دل کا بھی تصدیق ہے اوپس اور یہی ایمان کو عمل صالح کے ساتھ لایا ہے جیسا کہ بیچ آیت ان الذین اٰمنوا وعملوا الصلحٰت کے اور معاصی کے ساتھ بھی ملایا ہے جیسا کہ بیچ آیت وان طائفتان من المومنین اقتتلوا اور بیچ آیت والذین اٰمنوا ولم یھاجروا پس معلوم ہوا کہ عملوں نیک کو ایمان میں دخل نہیں اور نہ عملوں بد کے سبب سے ایمان برہم ہو جاتا ہے یعنی ایمان جاتا نہیں اور صرف اقرار کے بغیر تصدیق کی اسی سورۃ میں مذمت فرمائی ہے بیچ آیت ومن الناس من یقول اٰمنا باللہ وبالیوم الاٰخر وما ھم بمومنین پس معلوم ہوا کہ اقرار محض حکایت ایمان کی ہے اگر حکایت ساتھ حکی عنہ کے مطابق ہو تو کہنا والا سوائے فریب اور دھوکہ دینے کے کوئی شے نہیں اور محکی عنہ فقط تصدیق ہے اور تحقیق مقام کی یہ ہے کہ جیسا کہ ہر چیز کے واسطے تین قسم کا وجود ہے ایک وجود عینی اور دوسرا وجود ذہنی اور تیسرا وجود لفظی ایسا ہی ایمان کا بھی تین قسم کا وجود ہے اور قاعدہ مقررہ کہ وجود عینی ہر چیز کا اصل ہے اور باقی وجودوں میں فرع اور تابع اوس وجود کے ہیں پس وجود عینی ایمان کا یہ ہے کہ اوپر نور ہے کے دل میں حاصل ہوتا ہے بسبب رفع ہونے حجاب کے کہ درمیان اوسکے اور درمیان خدا کے ہے اور یہی نور ہے کہ بیچ آیت مثل نورہ کمشکوٰۃ فیھا مصباح کی تمثیل اوسکے ساتھ وضاحت تمام کے مذکور فرمائی ہے یعنی مثل اوسکے نور کی جیسے کہ ایک طاق ہے اور بیچ آیت اللہ ولی الذین اٰمنوا یخرجھم من الظلمات الی النور کے سبب اوس کا بیان کیا ہے یہ نور ایسا نہیں ہے کہ دونوں کے محسوس ہیں قابل قوۃ اور ضعف اور شدت اور نقصان کی ہے جیسا کہ بیچ آیتہ اذا تلیت علیھم اٰیاتہ زادتھم ایمانا کے یعنی جس قدر پڑھی جاویں اوپر لوگوں کے اوسکی بڑھتا ہے ایمان اوس کا اور ایسے ہی بیچ اور آیتوں کے ہی طرف اسکے اشارہ فرمایا ہے اور طریق زیادتی اوسکے کا یہ ہے کہ بر وقت حجاب مرتفع ہونے کے وہ نور زیادتی قبول کرتا ہے اور ایمان قوت پکڑتا ہے یہانتک کہ اوپر اوج کمال اپنے کے پہونچے اور وہ نور پھیل کر اور فرح ہو کر تمام قوتوں اور اعضا کو گھیر لیتا ہے پس پہلے انشراح صدر حاصل ہوتا ہے اور وہ حقائق اشیاء کے مطلع ہوا اور غیوب الغیوب اوسکے در کپہ متجلی ہو دیں اور ہر چیز کو اپنی جگہ میں پہچانے اور صدق انبیا علیہم السلام کا جن چیزوں میں خبر دی ہے اجمالاً اور

اختلاف علما کا بیچ معنی ہدایت کے

تحقیق ہدایت اور اوسکے مراتب کی

تفصیلاً وجدانی ہو جاتے اور بقدر نور کے پھر ساتھ قدر انشراح صدر کے داعیۂ دل کا طرف اوسکے پہونچتا ہے کہ موافق ہر امر الٰہی کے کام کرے اور جو ممنوعات شرعی ہیں اون سے پرہیز کرے اور اس حالت میں انوار اخلاق فاضلہ اور خصائل حمیدہ اور اعمال صالحہ متبرکہ کے کہ نور معرفت کے ساتھ ملکر اور ایک جا ہو کر عجب چراغ پنج تاریکیوں کو طرفیت بہیمیہ اور شہویہ کے روشن کرتے ہیں جیسا کہ طرف اسی معنی کے آیتوں فرقانی میں اشارہ ہوا ہے ایک جا فرمایا نور هم یسعی بین ایدیهم وبایمانهم یعنی روشنی اونکی دوڑتی چلتی ہے آگے اونکے اور داہنے اونکے اور ایک جگہ فرمایا ہے نور علی نور یهدی الله لنوره من یشاء اور وجود ذہنی ایمان کا دو مرتبہ رکھتا ہے اول ملاحظہ اجمالی کرنا اون معارف اور امور غیبیہ کا کہ کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا مدلول ہے اور ظہور اور انکشاف اونکا ساتھ وجہ کلی کے ہوا ہے اور اس ملاحظہ کا تصدیق اجمالی نام رکھا ہے اور گرویدن اور باور کردن کے ساتھ بھی تعبیر کرتے ہیں۔ دوسرے ملاحظہ تفصیلی ہر ہر شے کا امور غیبیہ سے علیحدہ علیحدہ کرنا اور جوارتباط کا اونمیں ہے اوسکو بھی لحاظ کرنا اور اس ملاحظہ کا تصدیق تفصیلی نام رکھتے ہیں اور وجود لفظی ایمان کا بیچ اصطلاح شارع کے نام شہادتین کا ہے اور بیں اور ظاہر ہے کہ وجود لفظی ہر چیزوں کا بدون موجود ہونے اوس شے کے اصلا فائدہ نہیں کرتا اور الا بیاسے کو پانی کے نام لینے سے سیرابی ہوتی اور بھوکے کو نام بیان روٹی کا تسلی بخشتا مگر یہ بات سے کہ ہرگز کہ بغیر واسطہ کلام کے عالم بشریت میں ممکن نہیں تا چار تلفظ کو ساتھ کلمہ شہادت کے دخل بہت دیا ہے آدمی کے مومن کہنے میں اور فرمایا ہے آنحضرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا لا الٰہ الا اللہ فاذا قالوها عصموا منی دماءهم واموالهم الا بحقها وحسابهم علی اللہ یعنی امر کیا گیا ہوں میں اس بات کا کہ قتال کروں میں آدمیوں سے یہانتک کہ کہیں لا الٰہ الا اللہ پس جس وقت کہہ لیا اونہوں نے یہ کلمہ بچا لیا اونہوں نے مجھسے خون اپنے اور مال اپنے مگر ساتھ حق انکے کے اور حساب اونکا اوپر اللہ کے ہے اور اس تحقیق۔ یہ معلوم ہوئی کیفیت زیادتی اور نقصان ایمان کی اور قوۃ اور ضعف اوسکا اور وہ بھی ظاہر ہوا کہ حدیث صحیح میں آیا ہے لا یزنی الزانی حین یزنی وهو مومن ولا یسرق السارق حین یسرق وهو مومن ولا یقتل حین یقتل وهو مومن والحیاء من الایمان ولا یومن احدکم حتی یامن جارہ بوائقہ یعنی نہیں زنا کرتا ہے زنا کرنیوالا جسوقت کہ زنا کرتا ہے اور حال آنکہ وہ مومن ہے اور حیا ایمان سے ہے اور نہیں ایمان لاتا ہے کوئی تمھارا جبتک امن میں رہے ہمسایہ اوس کا تکلیفوں اوسکی۔ یہ کہ یہ سب شمول اوپر کمال ایمان۔ کہیں ہیچ وجود یعنی اپنے کے اور جن آدمیوں نے انکار زیادت اور نقصان ایمان کا کیا ہے مراد اونکی مرتبہ اول ہے وجود ذہنی ایمان کی پس کوئی نزاع اور برخلافی نہیں اور ایمان کی دو قسمیں ہیں اول ایمان تقلیدی دوسرے ایمان تحقیقی اور تحقیقی ہی دو قسم ہے استدلالی اور کشفی اور ہر ایک ان دونو قسموں سے بانہایت رکھے اور اوس حصے تجاوز نہ کرے یا نہایت رکھے اور جو کہ نہایت نہ رکھے اوسکو علم الیقین کہتے ہیں اور وہ کہ انجام نہ رکھے بھی دو قسم ہے باشاہدہ ہے کہ اوسکا نام عین الیقین ہے اور باشہود ذاتی ہے کہ نام اوسکا حق الیقین ہے یہ دو قسم خیر سنی یعنی اور حقیقی اہل ایمان الغیب ہیں نہیں اور قدماء صحابہ رضی نے ایمان بالغیب کو اس جگہ اوپر اور سنی کے حمل کیا ہے حضرت عبداللہ بن مسعود سے ساتھ روایت امام احمد کے بیچ مسند اون کے کے ساتھ روایت حاکم اور اور محدثین معتبر کے ثابت ہے کہ حارث بن قیس نے ایک دن اون سے کہا کہ ہم بہت حسرت اور افسوس کرتے ہیں اوپر اوس چیز کے کہ ہم سے فوت ہوئی اور تمکو حاصل ہوئی اے یار محمد کے تم لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دیدار سے مشرف ہوئے عبداللہ بن مسعود نے فرمایا ہم کو افسوس ہو حسرت کرتے ہیں اوپر اوس چیز کے کہ ہم سے فوت ہوئی اور تمکو حاصل ہوئی اے یار محمد کے تم لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دیدار سے مشرف ہوئے عبداللہ بن مسعود نے فرمایا ہم کو افسوس ہو حسرت کرتے ہیں اوپر اوس چیز کے کہ ہم سے فوت ہوئی اور تمکو حاصل ہوئی کہ بے دیکھے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ایمان لائے قسم ہے خدا یاک کی کہ نبوت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نزدیک دس شخص۔ کے کہ آپ کو دیکھا ہوا آفتاب سے بھی ظاہر زیادہ ہے ایمان کامل یا ایمان لتھارا ہے پھر سورہ بقرہ کا پڑھنا شروع کیا تا کہ مفلحون تک پہونچے اور اس مضمون کو بزار اور ابو یعلی اور حاکم کے ساتھ روایت حضرت امیر المومنین عمر بن الخطاب کے لائے ہیں کہ ایک دن ہمراہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹھا تھا فرمایا کہ اوپر دیسرے بیان کرو تم کہ بہتر ایمان کی قسموں میں ایمان کون سے آدمیوں کا ہے آدمیوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ایمان فرشتوں کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اونکو ایمان سے کیا چیز منع کرنیوالی ہے جانتے ہو کہ فرشتوں کا اللہ کے نزدیک کیا تیہ ہے یعنی قرب جلال الٰہی کا اونکی دیسرے ہے آدمیوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ایمان پیغمبروں کا فرمایا کہ ایمان پیغمبروں کا کیا تعجب ہے کہ حق تعالیٰ نے اونکو ساتھ رسالت اور نبوت اپنی کے ممتاز فرمایا ہے آدمیوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ایمان اون آدمیوں کا کہ ہمراہ اپنباؤں کے حاضر ہوئے اور اوپر دین کے جان اپنی کو قربان کیا اور شہادت پائی فرمایا ایمان اون کا کیا عجب ہے کہ یہ لوگ انبیاؤں کی صحبت میں رہے اور بطور وضع اونکی دیکھکر یقین کا مل حاصل کیا آدمیوں نے عرض کیا یا رسول اللہ پس فرماؤ تم کہ ایمان کونسے فرقہ کا افضل ہے فرمایا ایمان اوس فرقہ کا کہ ابھی اپنے باپ دادوں کی پشت میں ہیں اور مجھسے پیچھے پیدا ہونگے اور میرے اوپر ایمان لاوینگے اور مجکو اونہوں نے نہیں دیکھا چند ورق لکھے ہوئے اون کی نظر میں پڑے بسبب قوت ایمان کے موافق اوس لکھے ہوئے کے عمل کیا یہ گروہ ایمان میں افضل ہیں اور دوں سے اور اسی قصہ کو طبرانی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی طریق سے روایت کیا ہے کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں صبح کو اوٹھے اور فرمایا کہ پانی ہے تا کہ وضو کروں میں آدمیوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اس جگہ پانی نہیں فرمایا کسی کے پاس پانی پینے کا بھی ہے

بیان اقسام ایمان کا

۱؎ یعنی دل میں ظاہر ہو جاتے ہے ۱۲ ۲؎ یعنی روشنی اوپر روشنی کے ہے ہدایت کرتا ہے اللہ تعالیٰ واسطے روشنی اپنی کے جسکو چاہے ۱۲

آدمیوں نے ایک بجورہ آنحضرتؐ کے پاس حاضر کیا آنحضرتؐ نے انگلیوں مبارک کو اوس بجورہ میں رکھکر بلال کو فرمایا کہ لشکر میں آواز دے تا کہ آدمی آویں اور جو کوئی پیر آدمی آتا تھے اور درمیان انگلیوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کرتے تھے اور پانی فوارہ کی مانند انگلیوں میں سے جوش مارتا تھا اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ تمام صحابہ کے درمیان سے پانی پینے میں مشغول تھے بار بار اوس پانی کو نوش فرماتے تھے جب تمام لشکر وضوے فارغ ہوا آنحضرتؐ اوٹھے اور نماز صبح کی ادا فرمائی بعد نماز صبح کے آدمیوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اے آدمیو مخلوقات کے درمیان میں کونسا درجہ ہے کہ ایمان اوسکا عجائبات سے ہے عرض کیا کہ یا رسول اللہ فرشتے آنحضرتؐ سے نے فرمایا کہ فرشتے امر وہی الٰہی کو پہونچاتے ہیں آپ کس واسطے اوپر اوسکے کہ ایمان نہ لاویں ایمان لانا اون سے کیا عجب ہے عرض کیا یا رسول اللہ ایمان پیغمبروں کا فر پایا گا اوپر پیغمبروں کے وحی آسمان سے نازل ہوتی ہے پیغمبر کس واسطے ایمان نہ لاویں عرض کیا یا رسول اللہ ایمان یاروں تمہارا کا فرمایا کہ بارہا میرے کو کیا ہے کہ ایمان نہ لاویں اور حال یہ کہ میں اونکے درمیان میں موجود ہوں اور ہر دم اور ہر لحظہ دیکھتے ہیں جو کچھ کہ دیکھتے ہیں ایمان اوس گروہ کا تعجب ہے کہ بعد میرے آدینگی اور بن دیکھے میرے اوپر ایمان لاوینگی اور تصدیق میری کرینگی اور یہی لوگ ہیں بھائی میرے اور تم پار میرے ہو ابو داؤد طیالسی ناقع سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص رویرو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے آیا اور کہا اے ابا عبدالرحمن تے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے عبداللہ بن عمر نے کہا ہاں اوس شخص نے کہا کہ ان زبانوں کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تے کلام بھی کی ہے کہا آہے پھر کہا ستلاتی ہاتوں اپنے کے بعیت بھی تے آنحضرتؐ سے کی کہا ہاں اوس شخص کو حالت وجد کی ہوگئی اور کہا کہ تم عجب خوش حالت رکھتے ہو عبداللہ بن عمرؓ نے کہا آگے تیرے ایک بات کہتا ہوں میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ خوشحال وہ شخص ہے کہ مجکو دیکھا اور میرے اوپر ایمان لایا اور خوشحالی ہے دو پھر خوشحالی ہے واسطے اوس شخص کے کہ نہ دیکھے میرے اوپر ایمان لایا اور حاکم نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن فرماتے تھے کہ ایک جماعت امت میری سے بعد میرے پیدا ہوگی کہ محبت میری میں اوس قدر فریفتہ ہوینگی کہ اگر دیدار میسر حاصل کریں تو اہل و عیال اور مال اور اسباب اپنے سے خرید لیں حاصل کلام ایمان بالغیب جس قسم کا مطلوب ہے اعمال قلبیہ و بدنیہ اور خرچ کرنے مال اور جاہ کا ہے اور روگردانی لذت جہانی اور خیالشوں طبیعت کے ہے اور سکو لازم ہے اور اسی واسطے ہر گاہ یومنون بالغیب اعمال قلبیہ مقصود کا اور درستی اعتقادوں اونکے کا نشان دریافت اعمال بدنیہ اونکے سے نشانی دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ یعنی قائم رکھتے ہیں نماز کو اس جگہ سمجھنا چاہیئے کہ نماز ذکر ہی ایک شے ہے اور قائم رکھنا نماز کا شے دوسری ہے اور قرآن مجید میں جا بجا بیچ مقام مدح اور تاکید کے ادا کرنے نماز کو ذکر نہیں فرمایا بلکہ قائم کرنا نماز کا بیان کیا اور اقامت لغت میں ماخوذ قیام سے ہے یعنی سیدھا کھڑا کرنا اور قاعدہ ہے کہ جب کسی چیز کو سیدھا کھڑا کرتے ہیں ہر چیز داو سکا اپنی اپنی جگہ کہ مناسب وضع اوسکی کے ہے بیٹھ جاتا ہے پس قائم کرنے نماز کے معنی کہا ہیں کہ نماز کو ہر کجی اور خلل سے محافظت کریں خواہ وہ خلل اور کجی دل کی کام میں ہو یا زبان کی کام میں ہو یا جوارح اور اعضا کے کام میں ہو اور خواہ یہ محافظت فرائض میں ہو یا سنتوں میں یا مستحبات میں اور اسی واسطے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے اقامۃ الصلوٰۃ اتمام الرکوع والسجود والتلاوۃ والخشوع والاقبال علیہا فیہا[1] اور قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے اقامۃ الصلوٰۃ المحافظۃ علیہا ومواقیتہا ووضوءہا وکوعہا وسجودہا اور صوفیہ کرام کے نزدیک بھی اقامۃ الصلوٰۃ میں داخل ہے کہ وقت ادا کرنے ارکان اور آداب نماز کے سر ہر ایک کا معلوم کرے اور قصد کرے کہ اپنے تئیں ساتھ اوس سر کے ملاوے اور دریافت کرنا اسرار نماز کا اس وجہ سے کہ تحقیق اوسکا اس میں موجود مختلف ہے باعتبار اختلاف مراتب اور استعداد نمازیوں کے پس جو کوئی سب حال بندی کے ہے لکھا جاتا ہے کہتے ہیں کہ طہارت نجاست حکمی سے کہ حدث چھوٹی اور بڑی ہے اور نجاست حقیقی سے کہ بول اور براز اور خون اور پیپ وغیرہ ہے الیسط مقرر ہوئی ہے تا کہ دلالت کرے اوپر حاصل کرنے طہارت کے علاقوں دنیاوی کے سے کہ تمام حادث اور نوپیدا ہیں اور کسی قسم کے لبث سے خالی نہیں ہیں تا کہ وقت خدا کی طرف متوجہ ہونے کے ایک مناسبت ساتھ اوس جناب پاک کے حاصل ہووے اور لیاقت حضوری اوس جناب کی درجا لانے اوس خدمت کے جسکے واسطے اسکو امر ہے ہم پہونچے جیسا کہ بادشاہوں کے دیار میں اغیار کے کہ پہلے حمام اور غسل اور استعمال خوشبو اور صفائی کپڑوں اور بدن کی نہ کرلیں نہیں جا سکتے اور اون کی خدمت میں قائم نہیں ہوتے اور متوجہ ہونا ظاہر ہوں کا طرف قبلہ کے کہ زمین پاک اوس جگہ کی اصل جمعیت آدمی کی وہاں سے ہے اس واسطے کہ تمام زمین اوسی جگہ سے پھیلائی گئی ہے اور پرا کے کہ باطن اپنے کو بھی متوجہ طرف جناب حق کے کرنا شعار و حمایت آدمی کا وہی ہے کرنا چاہیئے اور دیکھ تحریمہ رفع یدین کے ساتھ اشارہ اسکے اوپر کرتی ہے کہ میں نے دونو جہان سے ہاتھ دھویا اور اللہ تعالیٰ کی جناب کو سب چیزوں سے میں بڑا جانا اور واسطے تائید اعتقاد کے دعا استفتاح یعنی سبحانک اللہم الخ زبان سے کہا ہے اور کہنا ہونا دلالت کرتا ہے اوپر استقامت کے اس راہ میں اور پڑھنا الحمد کا کرتا زبانی اوس میں ہے اور زبان سے ترجمان دل کا ہے دلالت کرتا ہے اوپر اسکے دل میرا بالکلیہ طرف اوسکے مائل ہوا اور اس سورہ میں الفاظ خطاب کے جیسا کہ ایاک نعبد وایاک نستعین اور ایسی ہی تخصیص ساتھ عبادت اور استعانت کے دلالت کرتی ہیں اوپر اسکے کہ بسبب کمال توجہ اور التفات کے رتبہ مشاہدہ اور مخاطبہ کا میں پایا اور عبادت اور استعانت میں کہ یہ دونو ایسے شغل میں کہ لائق بنی آدم کے یہ ہے کہ کسی دم ان سے خالی نہ رہے

[1] یعنی قائم کرنا نماز کا پورا کرنا رکوع اور سجدہ کا اور تلاوۃ کا اور خشوع اور متوجہ ہونا اسکے ۱۲ [2] یعنی قائم کرنا نماز کا حفاظت کرنی اوپر اوسکے اور اوپر وضو اوسکے اور رکوع اور سجدہ اوسکے کے ۱۲

نہ ہے پیروی سے اعراض کلی میں نے کیا آور سوال ہدایت کا اور بھاگنا راستے اہل غضب و گمراہی کے سے دلالت اوپر اسکے کرتا ہے کہ جب اونچی و میل اور نفرت میری اوس جناب کے تابع ہوئے پھر یہ رجوع دلالت کرتا ہے کہ بسبب مشاہدۂ عظمت اوسکی کے پشت میری خم ہوئی اور پھر قومہ دلالت کرتا ہے اوپر اسکے کہ بیچ اس انکسار کے استقامت میں نے قبول کی پھر سجدہ کہ اس میں کمال تذلل ہے ابعد انکسار کے دلالت کرتا ہے اور پہلے تقرب کے اس واسطے جو تقرب کہ بشر کی قدرت میں ہے اسیقدر ہے کہ جو شے اس میں معظم ہے اوسکو اسقدر پست کرے کہ ساتھ اصل خاکی آپنی کے پہونچے اور سجدہ دو سر دلالت کرتا ہے اوپر دور کرنے تکبر کے بسبب حصول قرب کے اور قعود اشارہ کرتا ہے طرف حاصل ہونے عزت اور بزرگی کے اوس جناب کی طرف سے کہ مجرا قبول فرما کر یہ ندا دی جیٹھنے کی دی اور سلام دلالت کرتا ہے اوپر پھرنے کے اس سفر باطنی سے اور یہ بھی کہا ہے کہ نماز اصل سب عبادتوں ہرنی کی ہے اسواسطے کہ شامل ہے اوپر طہارت اور استقبال قبلہ مذکر اور تسبیح اور تہلیل اور شہادتیں اور درود اور دعا کے کہ اصول زبان کی عبادتوں کی ہیں اور یہی شامل ہے اوپر معنی روزہ کے مراد بند کرنے نفس کی سے ہے خواہشوں اوسکی سے بلکہ نماز میں روزہ کی نسبت سے زیادہ بندی ہے اسواسطے کہ آنکھ کو بی غیر دوست کی طرف سے ہٹاتا ہے اور زبان کو بھی سوائے تلاوت اور ذکر اوسکے کے اور چیزوں سے بچاتے ہے اور پاکو اور طرف حرکت کرنے سے اور ہاتھہ کو دادو ستد سے روکے اور علیٰ ہذا القیاس قوۂ خیالیہ و فکریہ کو سیر کرنے سے بیچ مخزونات اپنے کے اور یہ معنی روزہ میں متحقق نہیں اور یہی شامل ہے اوپر معنی حج کے اسکے بیچ تجربہ اوسکی بجائے احرام کے ہے اور استقبال قبلہ کا بجائے طواف کے اور قیام بجائے وقوف عرفات کے اور رکوع اور سجود اور حرکتیں کعبہ کی مثل سعی کے درمیان صفا اور مروہ کے اور یہی شامل ہے اوپر معنی زکوۃ کے اسواسطے کہ خرچ کرنا مال کا واسطے ستر عورت کے اور حاصل کرنے آلات طہارت کے اوس میں داخل ہے اور بھی ایک قسم کو اوقات دین سے قطع اپنے سے خالی کرنا اور ساتھہ حکم خدا کے مصروف رکھنا مانند جدا کرنے ایک حصہ کے مال میں سے ہے واسطے مصارف الٰہی کے اور یہی عبادت جمادات یعنی پتھر وغیرہ کی کہ چوپیر میں چلتی پھرتی نہیں بیٹھنا ہے اور عبادت جانوروں چرنے والے کی رکوع ہے اور عبادتیں جانور اڑنے والوں کی ذکر اور تلاوت اسمار الٰہیکی ہے ساتھہ خوش آوازی کے فرد مرغان چمن ہر صباح ہے خواننده ترا صلاح۔ اور عبادت حشرات کی سجود ہے اور عبادت درختوں اور سبزوں کی قیام ہے اور عبادت ہر فرقہ کی فرشتوں میں سے اوسی قسم کی عبادتیں ہیں اور عبادت کرو یوں کی کہ اونکو مہیمن ہی کہتے ہیں استغراق اور مشاہدہ ہے اور نمازیں یہ سب عبادتیں پائی جاتی ہیں اور اسی اسطے مرتبہ اس عبادت کا سب عبادتوں کے مرتبہ سے بڑا ہے کہ جامع تمام عبادتوں بدنی اور نفسی کو ہے اور اسی واسطے حدیث شریف میں وارد ہے کہ جب آنحضرت سے پوچھا کہ ای الاعمال افضل[1] ارشاد ہوا کہ الصلوۃ لوقتہا تا نماز اپنے وقت پر یعنی اور اسی واسطے ہے کہ بیچ بیان کرنے علامتوں تقویٰ کے اوپر اقامت صلوۃ کے کفایت کی گویا اشارہ فرماتے ہیں طرف اسکے کہ تمام اعمال ان کے موافق شرع کے ہیں اس واسطے کہ عبادت کو کہ اصل الاصول اعمال بدنی کی ہے ساتھہ اس خوبی کے ادا کرتے ہیں اور جس وقت بیان خوبی اعمال متقیوں کی سے فارغ ہوئے اب حسن اخلاق اونکے سے نشان دیتے ہیں کہ یُنْفِقُوْنَ یعنی اوس چیز سے کہ روزی دی ہے اونکو ہمنے اونکو خرچ کرتے ہیں تاکہ شہوت اور حرص اپنی کو پاک کریں اور خرچ کرنا مال کا شریعت میں سات قسم کی عبادت ہے پہلے ادا کرنا زکوۃ مفروضہ کا کہ سونے چاندی سے بشرط پہونچنے حد نصاب کے اور گزر جانے برس کے چالیسواں حصہ ادسکا واجب ہے اور مواشی اور زراعت اور تجارت اور محصول زمین عشری سے کہ کتابوں فقہ میں لکھا ہے واجب ہوتا ہے دوسرے صدقہ فطر کہ بعد دیکھنے چاند عید کے دو سیر گیہوں آدھی کے دو سیر جب ہوتے ہیں سیر خیرات کہ عبارت ہے دینے سائلوں کے سے اور ضیافت مہمانوں کی سے اور اعانت ضعیفوں اور یتیموں اور قرضداروں کی سے سوائے قدر زکوۃ کے جو تھے وقف اغنیا نے بھی پلنے بھی دل اور بدرسوں اور پل اور کوئے اور مہمان سرائے کے یا بچوتھی مصرف حج کا کہ خواہ واسطے اپنے، درخواہ واسطے دوسرے کے سامان حج کا درست کردے جیسا کہ سواری اور زادراہ وغیرہ چھٹے مصرف جہاد کا کہ ایک درم خرچ کرنا اوس میں برابر سات سو درم کے ہوتا ہے جیسا کہ بیچ آخر سورہ کے آوے انشاء اللہ تعالیٰ ساتویں ادا کرنا نفقوں واجبہ کا اور وہ نفقہ بیوی اور چھوٹی اولاد کا ہے اور نفقہ اور محارم کا بھی بشرطیکہ عاجز ہو اس شخص کے اور محتاج ہونے اونکے کے اور بیچ لفظ ما کے بسبب لانے من تبعیضہ کے اشارہ فرمایا ہے طرف اسکے کہ اسراف مال کے خرچ کرنے میں خواہ اپنے نفس کے اوپر کرے خواہ اہل کے ممنوع ہے اور حد اسراف کی یہ ہے کہ خرچ کرنا مال کا بیچ ایسی جہت کے کہ سبب فوت کرنے حق کا جہۃ دوسری میں ہو اور بیچ نسبت کرنے خدا تعالیٰ کے رزق کے اپنی طرف اشارہ ہے طرف اسکے کہ ہر چیز ملک اور مال ہمارا ہے پس قبل کرنا ساتھہ اوس چیز کے کہ بیچ ہاتھہ اونکے کے ہے اور عاریۃ اونکو دیا ہے محل بجا ہے اس جگہ میں جاننا چاہیئے کہ اوپر مذہب اہل سنت و جماعت کے جیسا کہ حلال رزق ہے حرام بھی رزق ہے پس لانا لفظ من کا کہ دلالت اوپر تبعیضیت سے کرتا ہے بہت مناسب پڑتا ہے کہ وہ قسم رزق کی کہ حرام ہے لائق خرچ کرنے کے جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ لا یقبل صدقۃ من غلول یعنی نہیں قبول کیا جاتا ہے صدقہ چوری کی چیز سے اور فرقہ معتزلہ رزق عبارت ملک سے جانتے ہیں اور مال حرام کو اوس جہت سے کہ بیچ ملک غاصب کے داخل نہیں رزق نہیں سمجھتے اور یہ صریح خطا ہے اسواسطے کہ رزق عبارت انتفاع سے ہے اور انتفاع میں حلال اور حرام برابر ہے اور اگر رزق عبارت ملک سے ہو چاہیئے کہ جائز نہ کہ لیاقت ملک کی نہیں

[1] یعنی کونسا افضل ہے فرمایا ۱۲

نوٹ: خرچ کرنا مال سات طرح سے عبادت ہے

رکھتے رزق نہو اور آیہ قرآنی میں یعنی وما من دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقھا دلیل صریح ہے کہ جانوروں کے واسطے بھی رزق مقدر خدا کی طرف سے ثابت ہے اور یہ وقت متقیوں کی صفت میں ایمان بالغیب کا اعتبار فرمایا منطقہ کا سکا ہوا کہ لفظ متقی کا خاص ساتھ فرقہ عربوں اور اور امیوں کے کہ مثل اُنکے ہوں ہووے۔ اسواسطے کہ اکثر مسائل ذات اور صفات کے اور مباحث نبوات اور معاد کے انہیں کی نسبت سے غیب ہیں اور اہل کتاب جیسا کہ یہود اور نصاری ان اشیا کو بسبب کمال شہرت کے اور تواتر خبر میں انبیاؤں اور کتابوں الہیہ کے مثل آنکھ کی دیکھی ہوئی شے کے جانتے ہیں۔ یہانتک کہ چھوٹے چھوٹے لڑکے اُنکے بھی اُن چیزوں کو بیان کرتے تھے ناچار واسطے داخل کرنے اہل کتاب کے کہ مشروط سلام سے ہوئے ہیں متقیوں کے زمرہ میں ایک صفت دوسری کا اور پر ایمان بالغیب کے عطف کیا تاکہ اشارہ ہو طرف اس کے کہ متقی دو قسم ہیں قسم پہلی وہ لوگ ہیں کہ ایمان بالغیب لاتے ہیں اور بمقتضاے اس ایمان کے اعمال اور اخلاق اپنے کو درست کرتے ہیں اور قسم دوسری وہ لوگ ہیں کہ پہلے سے ان امور غیبیہ کو جانتے ہیں اور واسطے تاکید اور تقویت اُن معلومات اپنی کے التجا طرف اس کتاب کے لاتے ہیں مثل عبداللہ بن سلام کے اور امثال ان کی اور بھی لوگ مراد ہیں اس آیہ میں وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ یعنی متقیوں سے وہ لوگ بھی ہیں کہ ایمان لاتے ہیں ساتھ اُس چیز کے کہ اُتاری گئی ہے طرف تیرے کہ وحی متلو ہے یعنی کتاب اللہ وحی غیر متلو یعنی سنت کہ انکو بسبب اس ایمان کے زیادتی اطلاع کے اوپر تفصیل اور تحقیق امور غیبیہ کے حاصل ہوتی ہے اور ساتھ ہدایت قرآن کے راہ پانے والے ہوتے ہیں وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ یعنی اور بھی ایمان لاتے ہیں ساتھ اُس چیز کے کہ اُتاری گئی ہے پہلے تیرے اوپر انبیا پہلوں کے کہ مراد اس سے کتابیں اُنہی ہیں کہ بیشتر اُترین مثل توریت اور انجیل اور زبور اور صحیفے انبیاؤں پہلوں کے اور سنتیں انبیا سابقین کی اور نصیحتیں اور ارشاد اُنکے پس اس جماعت کو بسبب احاطہ کرنے اور گیر لینے تمام افراد وحی کے مرتبہ تقویٰ اور اہتدا کا حاصل ہوا جیسا کہ جماعت پہلی کو اہتدا حاصل ہوا تھا اور معنی ہدایت قرآن کے اس جماعت کی نسبت سے یہ ہیں کہ تفصیل اور تحقیق امور اخروی اور امور غیبیہ کی انکو قرآن سے حاصل ہوئی اور اسیواسطے اور بنا جس اُنکے ہر چند کہ دعوی ایمان کا آخرت کے اوپر کرتے ہیں لیکن یقین تام نہیں رکھتے وَبِالْاٰخِرَۃِ ھُمْ یُوْقِنُوْنَ یعنی ساتھ آخرت کے وہ ہیں کہ یقین پورا ساتھ کسی چیز کے سوا جانتے تفصیلوں اُس شے کے اور دور ہونے شبہوں کے حاصل نہیں ہوتا ہے اور یہ بات سوائے اُنکے اور اہل کتاب کو حاصل نہیں۔ بیچ اس جگہ کے جانا چاہیئے کہ جیسا کہ ایمان قرآن کے ساتھ ہر مکلف پر فرض ہے ویسے ہی ایمان ساتھ کتابوں پہلی کے بھی فرض ہے لیکن اوپر بعضوں احکام اُن کتابوں کے کہ نسخ ہوئی ہیں عمل درست نہیں جیسا ایمان ساتھ قبلہ ہونے بیت المقدس کے فرض ہے اور دونہہ کرنا نماز میں اُس طرف درست نہیں اسواسطے کہ منسوخ ہو گیا حاصل یہ ہوا کہ دونوں فرقے ساتھ اس کتاب کے ہدایت پانے والے ہوئے اگرچہ ہدایت کی تفصیلوں پر کہ کتابوں الٰہیہ سے حاصل ہوتی ہیں مطلع نہوں لیکن اُولٰٓئِکَ عَلٰی ھُدًی مِّنْ یعنی وہ تمام گروہ کہ مذکور ہوئے اوپر بڑی ہدایت کے ہیں من یکن بصیرا بقبح ضرر وردگار اپنے کی طرف سے اسواسطے کہ پہلا گروہ اگرچہ بتدریج ہدایتوں پر تفصیلاً واقف نہوئے لیکن ہر گاہ کہ یہ کتاب تمام مضمونوں پہلی کتابوں پر شامل تھی دفعۃً بسبب اسکے نور تمام ہدایتوں اُن کتابوں کا اس گروہ کے دل پر چھا گیا اور دوسرے گروہ نے اگرچہ انوار ہدایتوں پہلیوں کے حاصل کئے تھے لیکن یہ مرتبہ جیسا کہ نزول قرآن مجید کا ہے مع انوار اور برکات اپنی کے نظر اُنکی سے غائب تھا پس حقیقت میں انہوں نے ایمان بالغیب اور بوجہ کمال کے حاصل نہوا تھا اور اسی واسطے دونوں فرقہ بسبب اس قرآن کے ساتھ مطلب اپنے کے پہونچے وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ یعنی اور وہ گروہ وہی ہیں مطلب کے پانے والے فرق اسی قدر ہے کہ پہلے فرقہ نے دفعۃً اس خزانہ کی طرف راہ پایا اور فرقہ دوسرے نے بتدریج گذر کیا۔ اس جگہ پر جانا چاہیئے کہ سورہ فاتحہ سات آیتوں اپنی کے اور ان چار آیتوں سورہ بقرہ کے اُن تینتیس آیتوں میں سے ہیں کہ بیشک اُمّی مشہور اور معروف ہیں عبداللہ بن احمد بن حنبل نے بیچ زوائد مسند کے اور حاکم اور بیہقی نے بیچ کتاب الدعوات کے ابی بن کعب سے روایت کی ہے کہ میں ایک دن پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹھا تھا ناگاہ ایک اعرابی آیا اور عرض کی کہ ایک بھائی میرا بہت درد سخت میں مبتلا ہے فرمایا کیا درد ہے عرض کیا کہ آسیب جن کا اُسکے اوپر معلوم ہوتا ہے فرمایا کہ اُسکو حاضر کرو میرے پاس۔ اعرابی نے اپنے بھائی کو روبرو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بٹھلایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان آیتوں کے ساتھ دم فرمایا فی الفور اچھا ہوا اور اُٹھا گویا کبھی مرض اُسکو نہ تھا سورہ فاتحہ اور چار آیتیں اول سورہ بقر سے اور دو آیۃ الکرسی اور تین آیتیں آخر سورہ بقر سے اور ایک آیۃ سورہ آل عمران یعنی شھد اللہ انہ لا الٰہ الا ھو اور سورہ اعراف سے ان ربکم اللہ۔ اور سورہ مومنون سے فتعالی اللہ الملک الحق اور سورہ جن سے وانہ تعالی جد ربنا اور دس آیتیں اول صافات اور تین آیتیں آخر سورہ حشر سے اور قل ھو اللہ احد اور معوذتین۔ اور دارمی نے ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ جو کوئی اول سے سورہ بقرہ رات کو پڑھے اُس گھر میں اُس رات دخل شیطان کا نہ ہو صبح تک اور بیچ بعضی روایتوں بیہقی کی شعب الایمان میں اور سعید بن منصور کی بیچ سنداپنی کے اور دارمی کی مغیرہ بن شبیع رضی اللہ عنہ سے کہ عبداللہ بن مسعود کے یاروں میں سے تھا اور ہوا ہے کہ جو کوئی دس آیتیں سورہ بقر سے وقت خواب کے پڑھے قرآن کو فراموش نہیں کریگا۔ چار آیتیں اول سے اور آیۃ الکرسی اور دو آیتیں بعد اُس سے اور تین آیتیں آخر سورہ بقر سے کہ شروع اُسکا للہ ما فی السموات ہے اور طبرانی اور بیہقی نے شعب الایمان میں ابن عمر سے روایت کی ہے کہ آنحضرت سے میں نے سنا ہے کہ فرماتے تھے جو کوئی تم میں سے مرے اُسکو گھر میں نہ رکھو چھوڑو بلکہ جلدی قبر میں پہونچاؤ اور چاہیئے کہ قبر پر کھڑے ہو کر مُردہ کے سر کے پاس شروع سورہ بقر کا پڑھو۔ اور بیہقی کی طرف آخر سورہ بقر کا اور ابن النجار نے تاریخ اپنی میں محمد بن سیرین سے روایت کی ہے کہ ایک بار رہنے نہر ستر کے کنارہ پر خیمہ کو ایک بادی اُس جگہ آئے اور کہا یہ جگہ خوفناک ہے جو قافلہ اس جگہ اترتا ہے اسباب اُسکا چور لوٹ لے گئے ہیں۔ ہمراہی میرے اس خبر

کے سننے سے شہر میں آگئے اور میں بسبب اُس حدیث کے کہ عبداللہ بن عمرؓ سے منی تھی اُسی مکان میں مُحیط رہا اور برکت نکی اور وہ حدیث یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو کوئی رات میں تینتیس ۳۳ آیتیں پڑھے اُسکو اُس رات میں کوئی درندہ اور چور ایذا نہ پہنچاویگا لاکن گھر کا چور نہ ہو اور جان اور اہل و مال اُسکا محفوظ رہے صبح تک۔ پھر گاہ کہ رات ہوئی چور مجھ سے ڈرے میں سو یا یہاں تک کہ دیکھا مینے کہ ایک جماعت بڑی شمشیر برہنہ لئے میرے اوپر تیس ہاتھ سے زیادہ حملہ کیا لیکن پاس میرے نہ آسکی جب صبح ہوئی وہاں سے کوچ کیا راستہ میں ایک بوڑھے آدمی سے ملاقات ہوئی اُس نے مجھسے کہا کہ تو جنّ آدمی کی ہی یا جنس جن کی سے مینے کہا کہ میں انسان ہوں اُس نے کہا رات کو کیا حال تیرا تھا کہ ہم ستر آدمی سے زیادہ تھے اور اوپر تیرے حملہ کرتے تھے اور ہمارے اور تیرے درمیان ایک قلعہ لوہے کا پیدا ہوتا تھا اُس ضعیف مرد کے روبرو مینے قصہ اس حدیث کا ذکر کیا اُس نے پوچھا کہ وہ تینتیس ۳۳ آیتیں کون کون سی ہیں میں نے کہا چار آیتیں شروع سورۂ بقر سے مفلحون تک اور تین آیتیں آیۃ الکرسی سے خالدون تک اور تین آیتیں آخر سورہ بقر کی سدرافی السموات سے آخر سورہ تک اور تین آیتیں ان ربکم اللہ محسنین تک اور دو آیتیں بنی اسرائیل سے قل ادعوا اللہ او ادعوا الرحمن آخر سورہ تک اور دس آیتیں اول صافات سے لازب تک اور دو آیتیں سورۂ حشر کی یا معشر الجن والانس منتصران تک اور آخر حشر لو انزلنا ھذا القران علی جبل سے آخر سورہ تک اور دو آیتیں سورۂ قل اوحی سے واذا تعالی جدربنا سے شططا تک اور ہر گاہ کہ بیان کرنے حال پانچ گروہ آدمیوں کے سے کہ لفظ متقی کے اُن کو شامل ہی اور قرآن کی ہدایت اُنکو نفع پذیرفت ہوئی اب بیان دو فرقے دوسروں کا کہ اشقیا ہیں فرماتے ہیں گو یا اس ارشاد میں تسلی ہے جناب رسول مقبول علیہ السلام کی کہ منتفع نہ ہوا ان دو گروہ کا اس سبب سے نہیں کہ قرآن کی ہدایت میں کچھ قصور و سستی ہی اور نہ اس سبب سے کہ تیرے انذار اور تبلیغ میں کسی طرح کا نقصان ہے بلکہ بسبب جہل ہونے فطرت فاسد اُن کی کے ہے اسواسطے کہ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یعنی تحقیق وہ آدمی کہ کافر ہوئے اور کفر پر مرگئے اسواسطے کہ جو کوئی آخر عمر میں ایمان لایا عند اللہ کافر نہیں اور بسبب واسطے شیخ ابو الحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ کے کہا ہی کہ کسی کافر کو کافر نہیں کہہ سکتے جب تک کہ خاتمہ اُسکا اوپر کفر کے نہو اور اس مسئلہ کا نام نزدیک اشاعرہ کے مسئلہ موافات کا ہے اور حقیقت کفر کی یہ ہے کہ کسی چیز کا یقیناً دین محمدی سے ہی انکار کرے اور معنی انکار کے نہ ماننا ہے خواہ حقیقت اُسکی پہچانے یا نہ پہچانے خواہ اقرار ساتھ حقیقت اُسکی کے بھی کرے یا نہ کرے پس اگر یہ حالت تا دم مرگ معاذ اللہ مستمر رہی کفر حقیقی ہوا والا صورت کفر کی ہے حقیقت میں کفر نہیں اسواسطے کہ ایمان اور کفر میں اعتبار خاتمہ کا ہے پس جو لوگ کہ اسی مرض میں مرے ضرور ہوا کہ کسی وقت زندگی اپنی میں توفیق قبول کرنے دین تیرے کی نپائی اور ساتھ اس مرتبہ کے کفر اُنکا محکم ہوا کہ تیرے ڈرانے سے ہرگز باز نہیں رہتے یہانتک کہ سَوَآءٌ عَلَیْھِمْ ءَاَنْذَرْتَھُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْھُمْ یعنی برابر ہے اُوپر اُنکے خواہ ڈراوے تو خواہ نہ ڈراوے تو اُنکو اسواسطے کہ کفر اُنکا بسبب شبہ کے نہیں کہ اعجاز قرآن میں یا نبوت تیری میں آگیا ہو بلکہ بسبب التفاتی اور کم توجہی اُنکی کے ہے اس طرف میں یا بسبب کمال دشمنی اور بغض کے کہ دیکھے ہوئے کو بن دیکھا اور سنے ہوئے کو بن سنا جانتے ہیں پس برابر ہے حال اُنکا خواہ اُنکے تئیں دلیل ظاہر ہوا نہو لَا یُؤْمِنُوْنَ یعنی ایمان نہ لاویگے اور لفظ علیہم کا سواء علیہم میں اسواسطے زیادہ کیا ہے کہ ڈرانا اور نہ ڈرانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اُن کی نسبت برابر ہے لیکن آنحضرت کی نسبت سے برابر نہیں اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بیچ ڈرانے اُنکے کے سراسر اجر اور ثواب حاصل ہوتا تھا اور اُسکے چھوڑ دینے میں اجر اور ثواب حاصل نہیں ہوتا تھا پس گو یا ایسا ارشاد ہوا کہ سواء علیہم لا علیک اور اسی جہت سے ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعد اس آیت کے بھی ڈرانے اُنکے سے باز نہ رہے بلکہ بیچ سبا لغہ اور کوشش کے زیادتی کرتے تھے تاکہ اجر اور ثواب حاصل کریں اور سبب بقا کفر اُنکے کا باوجود کمال ہدایت قرآن اور کوشش پیغمبر اور رہنمائی کے وہ ہے کہ دلائل ہر چند کہ یقینی اور قطعی ہو فائدہ اُنکا نہیں ہوتا ہی مگر اُس کسی کو کہ دروازہ دل اُسکے کا کھلا ہو اور یہ گروہ خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ یعنی مہر کر دی ہی اللہ تعالیٰ نے اُنکے دلوں پر پس اُن سے ممکن نہیں کہ ساتھ کسی دلیل کے علم حاصل کریں اسواسطے کہ اُنکے دلوں میں دلیل آنہیں سکتی اور جب تک دلیل اُنکے دل میں آوے اُسکو تامل اُس دلیل میں اور نتیجہ حاصل کرنا متصور نہیں اور قلب بغت میں نام گوشت صنوبری کا ہے کہ بائیں طرف سینہ کے ایک جگہ خالی میں رکھا ہوا ہے اور روح حیوانی اسی گوشت میں پیدا ہوتی ہی اور یہ ایسی روح ہی کہ منشا حس اور حرکت کی ہی اور اُسی گوشت سے طرف باقی اعضا کے بواسطہ شرائین کے پہونچتی ہی اور بیچ اصطلاح اہل شرع کے نام لطیفہ انسانی کا ہے کہ انسانیت انسان کی اُسی کے ساتھ ہے اور فرمانبرداری اور امر اور نواہی شرع کی اور عمل کرنا بموجب تکلیفات الہیہ کے اُسی سے ہے جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا ہی اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَذِکْرٰی لِمَنْ کَانَ لَہٗ قَلْبٌ اور یہ لطیفہ عالم امر سے ہے کہ وجود اُسکا مادہ پر موقوف نہیں اِنَّمَآ اَمْرُہٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ جیسا کہ گوشت صنوبری کا تمام بدن عالم خلق سے ہے کہ وجود اُسکا موقوف اوپر مادہ کے ہے اور کبھی اس لطیفہ سے قرآن مجید میں نفس کے ساتھ بھی تعبیر فرمائی ہی جیسا کہ بیچ آیت ونفس وما سوّٰھا فالھمھا فجورھا وتقوٰھا اور کبھی روح کیساتھ تعبیر فرمائی ہی جیسا کہ بیچ آیت قل الروح من امر ربی ونفخت فیہ من روحی اور اس مقام میں لفظ قلب سے بھی لطیفہ مراد کہا ہی اسواسطے کہ دلیل سے استدلال کیجئے اور مدلول کو نکالنا کام اسی لطیفہ کا ہے اور یہی لطیفہ ہی کہ اُسکو مشعر الٰہی اور محل الہام ربانی مقرر کیا ہے اور جو قوت اس لطیفہ پر مرتب ہی راہ استدلال اور راہ الہام اور ذوق و کشف کا بالکل بند ہوا اور بیچ حق اُنکے کے اسی قدر پر کفایت نہیں بلکہ اُوپر دلوں اُنکے کے ہر کہیں یَس وعلی سمعھم یعنی اور اوپر قوت سمع اُنکے کے بھی مہر کر دی ہے

استدلال دوسروں کے سنکر کمال حاصل کیا ہے دیکھتے ہیں ہرگز کمالات اُنکے نہیں معلوم کرتے تا آپ بھی اُن کمالات کے حاصل کرنے میں مشغول ہوں اور راہ ہدایت کا چلیں اسواسطے کہ وَعَلٰٓی اَبْصَارِھِمْ غِشٰوَۃٌ یعنی اور اوپر بینائیوں اُن کی کے پردہ ہے اسلئے کہ بالکل دیکھنے نہیں دیتا اِس جگہ چند سوال باقی ہیں کہ اہل عربیت کے اس مقام میں ساتھ جواب اُنکے کے مشغول ہوتے ہیں پہلا سوال یہ ہے کہ علی مجموعہ معطوف اوپر قلوبہم کے ہے پس یہ بھی داخل نیچے ختم کے ہوئے یا عطف جملہ کا اور جملہ کے ہے پس ہمراہ بصر کے غشاوہ کے حکم میں داخل ہوا پس کونسی چیز کو انتفار کیا جامعے جواب اس سوال کا یہ ہے کہ القرآن یفسر بعضہ بعضاً یعنی قرآن تفسیر کرتا ہے بعض اُسکا بعض کو۔ دوسری جگہ قرآن مجید میں سمع کو ختم کے حکم میں داخل فرمایا ہے اور غشاوہ کے حکم میں داخل نہیں کیا پیچ آیت وختم علی سمعہ وقلبہ وجعل علی بصرہ غشاوۃ دوسرا سوال دوسرا متفرع اس جواب پر ہے وہ یہ ہے کہ دل اور کان کو اسواسطے نیچے مہر کے داخل کیا اور بینائی آنکھ کی کو ساتھ نکالنے پردہ کے اسواسطے بند کیا اور حال یہ ہے کہ غرض اس طرح پر بھی حاصل ہو جاتی ہے کہ مہر نہ بنوں پر رکھی جاوے یا پردہ تینوں پر ٹکایا جاوے وجہ تخصیص کی کیا ہے جواب اسکا یہ ہے کہ سبب دریافت کرنے دل کا مدرکات کو تین چیزیں ہیں حس سلیم اور خبر صادق اور عقل اور سبب سننے کان کا سموعات کو صحیح مارنا ہوا کہ کیفیت صوت کی اُسمیں ملی ہوئی ہے پس مہر کرنا دل وکان پر اسواسطے ہے کہ یہ چیزیں باہر سے اندر کی طرف نہ پہونچیں اور سبب دیکھنے آنکھ کا مرئیات کو موافق مذہب قوی کے نکلنا شعاع کا اور پہونچنا اُس شعاع کا طرف مرئی کے پس پردہ آنکھ کا شعاع کو باہر نکلنے سے منع کرنا ہے اور وہی مشارکت ہے اور قاعدہ باندھا ہوا عقلا کا ہے کہ واسطے محافظت آنے باہر کی چیزوں سے مہر رکھتے ہیں اور واسطے محافظت نکلنے اندر کی چیزوں کے پردہ ڈالتے ہیں موافق اسی قاعدہ معمولہ کے یہ دونوں تعبیریں مختلف آئیں حوالی تعبیر ہے کہ سمع کو مفرد کہ واسطے لائے اور ابصار کو جمع کس واسطے فرمایا اور حال یہ ہے کہ اگر نظر طرف معنی جنسی دونوں کے کریں اُس میں تعدد نہیں دونوں جگہ مفرد کفایت کرتا ہے اور اگر نظر افراد اور پراکندگی اُن کی کے کیجائے کہ مضاف جمع کے صیغہ کی طرف ہیں دونوں جگہ جمع لانا چاہیئے تھا اور بیچ بدلنے اس طریق کے کیا نکتہ ہے جواب اسکا یہ ہے کہ محل سننے کی قوت کا ایک بچھا ہے کہ کان کے سوراخ میں بچھا ہوا ہے اور محل قوت بینائی کا طبقے مختلف اور رطوبتیں متعدد ہیں جیسا کہ علم تشریح میں مشروح ہے اور ہر طبقہ سے نکلنا شعاع کا اور ہر رطوبت میں صورتیں منقش ہوتی ہیں پس ہر طبقہ اور ہر رطوبت بیچ کار اس قوۃ کے دخل کہتا ہے پس اس قوتے گویا مکانوں مختلف میں جگہ بڑی ہے تعدد محال کا نظر کرکے جمع لانا مناسب ہوا بخلاف قوت سننے کے کہ آپ بھی ایک ہے اور محل اُسکا بھی ایک ہے جو تعدد کا لفظ جمع سے مفہوم ہوتا ہے کسی وجہ سے مناسب حال اُسکے نہیں۔ سوال چوتھا یہ ہے کہ مہر کرنا دل اور کان پر بصورت جملہ فعلیہ کے ذکر فرمایا ہے کہ خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ وَعَلٰی سَمْعِھِمْ اور پوشیدگی آنکھ کا بیان بصورت جملہ اسمیہ کے لائے کہ فائدہ دوام اور ثبات کا دیتا ہے کہ علی ابصارھم غشاوۃ وجہ فرق کی کیا ہو جواب یہ ہے کہ مہر کرنی دیر دل اور کان کے منع کرنے والی داخل ہونے باہر کی چیزوں سے ہے کہ دل اور کان میں نہیں آنے دیتی اور حقیقت میں تاثیر علت نوتاثیر اُس کی کو منع کرتی ہے اور جو چیز کہ تاثیر علت کو منع کرتی ہے وجہ علت سے متاخر ہے پس تعبیر کرنی ایسی شے سے ساتھ جملہ فعلیہ کے مناسب زیادہ ہوئی اسواسطے کہ جملہ فعلیہ حدوث کے اوپر دلالت کرتا ہے اور بسبب تاخر کے اُسمیں بھی حدوث پایا گیا اور غشاوہ آنکھ کی شعاع کو آنکھ سے باہر نکلنے کو منع کرتا ہے کہ مبدء دیکھنے کا ہے اور حقیقت میں منع کرنیوالا علت کے پیدا ہونے کو ہے جیسا کہ مثل ہونا ہاتھ کا کہ تیر کو آنے کو منع کرتا ہے اور جو چیز کہ علت کے پیدا ہونے کو منع کرتا ہے وہ بھی موجب باقی رہنے معلول کے ہے اور یہ علم اسمیہ کے ہے اور عدم صلہ یا ہے امر ثابت ہی حادث نہیں تا کہ اُس کے ساتھ جملہ فعلیہ کے تعبیر کیجائے بلکہ تعبیر اُس سے جملہ اسمیہ کے ساتھ چاہیئے کہ دلالت ثبوت اور دوام پر کرتا ہے سوال پانچواں اس جواب پر ہے وہ ہے کہ بیچ آیت وختم علی سمعہ وقلبہ وجعل علی بصرہ غشاوۃ کے غشاوہ بیان بصر کا بھی جملہ فعلیہ کے ساتھ لائے ہیں مانند ختم علی سمعہ وقلبہ پس اگر یہ وجہ فرق کی درست ہو اس آیت میں ترک اولی کا لازم آوے جواب اُسکا یہ ہے کہ جعل اگرچہ فعل ہی لیکن ملحق افعال قلوب کے ساتھ ہے اور افعال قلوب کی یہ خاصیت ہے کہ جملہ اسمیہ کو دوام اور ثبات کے معنی پر باقی رکھتے ہیں اور متغیر نہیں کرتے اور مبتدا اور خبر کو دو مفعول اپنے بنا لیتے ہیں چنانچہ علمت زیدا فاضلا میں تصریح کی ہے کہ اسناد علمت کی حادث ہے اور اسناد افضل کی زید کی طرف حادث نہیں پس بیچ علی بصرہ غشاوہ کے کہ بیان غشاوہ بصر کا اُسکے ساتھ تعلق ہے افادہ یعنی ثبوت اور دوام کا تحقق ہے اسواسطے کہ اسناد مفعول ثانی کی طرف مفعول اول کے اُسی وتیرہ پر باقی ہے اگرچہ متعلق جعل کے ساتھ ہوگیا ہے پس اس آیت میں بھی بیچ بیان غشاوہ ابصار کے معنی جملہ اسمیہ ہے اور بیچ بیان ختم سمع اور قلب کے جملہ فعلیہ کو اختیار کیا اور اسی فرق کا اعتبار رکھا سوال چھٹا یہ ہے سمع کو بصر کے اُوپر کسواسطے مقدم فرمایا حالانکہ نزدیک محکما کے حس بصر کی افضل حس سمع سے ہے کہ متعلق ابصار کا نور ہے اور متعلق سمع کا ہوا اور بصر دُور سے دیکھتی ہے اور سمع دُور سے نہیں سنتی اور عجائب کاریگری الٰہی کی بصر کی پیدائش میں زیادہ ہے بہ نسبت اُسکے کہ سمع کی پیدائش میں ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو سماعت کلام الٰہی بدون خواہش اور سوال کے عطا ہوئی اور حبیب بشر کو دیکھنا چاہا نہ دیا اور آنکھ سے جمال چہرہ کا ہے بخلاف کان کے اور جو انکشاف کہ بصر کے سبب سے حاصل ہوتا ہے۔ تمام انکشافات سے اقوی اولتم ہے اور اسیواسطے عرب کے مثلوں میں وارد ہے کہ لیس والرء العین بیان جواب اسکا یہ ہے کہ ہر چند یہ وجوہ افضلیت کی بصر میں پائی جاتی ہیں لیکن اس مقام میں رعایت ان وجوہ کی کرنی مناسب نہیں اس جگہ رعایت اُن وجوہ کی کرنی چاہیئے جو کہ حق کو پہچاننے میں باعث ترجیح کا ہوں اسی واسطے دل کو دونوں شے پر مقدم فرمایا اور قوت سننے کی کو ہدایت کے ساتھ نفع پکڑنے میں اور بیچ ارشاد پیغمبر اور ڈرانے اُسکے کے دخل کلی ہے کہ اس قدر بینائی کو نہیں اس مقام میں رعایت اسوجہ کی اولی ہے اور عہد اسمع کو شرط

نبوت کی لکھا ہے اسواسطے کہ کوئی پیغمبر نہیں کہ بہرا ہوا ہو اور بعضے پیغمبر اندھے ہوئے ہیں مثل حضرت یعقوب علیہ السلام اور حضرت شعیب علیہ السلام کے اور بھی قوت سمع کے سبب سے معارف اور نتائج دوسروں کی عقلوں کے فہم کی طرف پہونچتے ہیں بخلاف بصر کے کہ محض محسوسات کو اُسکے ساتھ ظاہر کرسکتے ہیں اور بھی ادراک قوت سامعہ کا پیغمبروں طرفوں سے ممکن ہے بخلاف ادراک قوۃ بینائی کے کہ محض جانب سامنے کی ہے ہے محل کلام یہ ہے کہ بیچ بیان کرنے عدم انتفاع کافروں کے ساتھ ہدایت قرآن کی اور ڈرانے پیغمبروں کے میں کان کے اوپر مہر کہنی مقدم ہی پردہ آنکھ کے سے چنانچہ تفسیر میں ہی اشارہ طرف اس معنی کے کیا ہے اور جب اس جگہ مظنہ شبہ کا تھا کہ کسی کے دل میں گذرے کہ ہرگاہ خدا تعالیٰ نے دواعی کفر کا فروں کا اراد کیا ہو اور راستے قبول کرنے کے بند کردیئے پس یہ لوگ کفر اختیار کرنے میں مجبور ہوں اور دن قیامت کے ایک عذر معقول بے اطلاعی حقیقت کار کا اُن کے ہاتھ میں ہو اس مظنہ کے دفع کرنیکے واسطے فرماتے ہیں کہ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ یعنی اور اُن کے تئیں ہے عذاب بڑا سواسطے کہ مہر کہنی اوپر دلوں اُنکے اور آنکھ اور کان اُنکے کو دیکھنے اور سننے سے باز رکھنا ابتداءً اللہ کی طرف سے وقوع میں نہیں آیا کہ جائے عذر ہوتی بلکہ بسبب تقصیر اُن کی کے فکر کرنے میں اور بسبب دشمنی کرنے پیغمبروں اور نصیحت دینے والوں کے اور اصرار کرنے تقصیر اور عناد پر یہ حالت پیدا ہوئی پس یہ حالت اُنکی بمنزلہ مرض مہلک کے ہے کہ خود شخص اپنے تئیں بسبب کھانے زہر قتال کے ماتا ہے کہ صریح محل ملامت اور عتاب کا ہے اور جب بیان حال ایک فریق کے اشقیاؤں میں سے فارغ ہوئے اب بیان فرقہ دوسرے اشقیاؤں میں سے شروع فرماتے ہیں کہ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ وَبِالْيَوْمِ الْآخِرِ الخ یعنی اور آدمیوں میں سے وہ آدمی ہیں کہ کہتے ہیں ایمان لائے ہم ساتھ خدا کے اور دن آخرت کے پس گویا دعوی دونوں علموں کا کرتے ہیں اسطے اپنے علم توحید کا اور علم معاد کا اور یہی دو علم اصل دین ہیں ہر پس حقیقت میں ایسا کہتے ہیں کہ ہم مشرک نہیں کہ حق سے محجوب رہے ہوئے ہیں اور نہ اہل کتاب ہیں کہ بجحود نبی آخر الزمان معاند سے ہیں اور حقیقت کفر کی اجتناب سے یا حق سے کہ مشرکین کے تئیں ہوتا ہے یا دین سے جیسا کہ اہل کتاب کو اور جو کوئی محجوب حق سے ہے محجوبین میں سے ہی اسواسطے کہ دین گو طراق پہونچنے کا حق کیا ہے اور جو کوئی محجوبین میں سے ہے کبھی حق سے محجوب نہیں ہوتا ہے پس یہ گروہ واسطے اپنے دعوی کرنے کے ہیں کہ ہم سے دونوں مجانب رفع ہوئے حال یہ کہ اس دعوی میں جھوٹے ہیں وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِينَ یعنی اور نہیں ہیں وہ ایمان لانے والے حاصل یہ کہ ایمان اُن کی ذات سے سلوب ہے ہر کہ وقت قول میں نصیب نہ ہوگا اور اس گروہ کو شرع میں منافق کہتے ہیں اُنکی نسبتیں ہیں اعلیٰ اور کامل وہ ہی کہ اپنا ایمان ظاہر کرے اور باطن میں صاف سکہ ہو۔ دوسری وہ کہ ظاہر میں نہی اور باطن میں بھی متردد اور وہ طرف ہو تیسرے یہ کہ عیب کثرت گناہوں کے اور پہونچنے اغراض نفسانیوں کے اور زیادتی محبت دنیا کے اور جمع ہونے اخلاق مذمومہ کے ایمان اُنکا چھپ جاوے اور نہایت ضعیف ہو ساتھ اس مرتبہ کے کہ آخر تک ظہور کو دنیا کے ضرر سے بڑا نہیں سمجھتا اور نفع آخرت کو دنیا کے نفع سے بہتر نہیں جانتا پس حقیقت میں یہ فرقہ بھی ایمان نہیں رکھتا اسواسطے کہ مقصود ایمان سے بلند ہمت ہونا پستی دنیا سے اور بسبب اختیار کرنے مرضیات الٰہی کے طرف درجات عالیہ معاد کے پہونچنا اور اس فرقہ میں اگرچہ تصدیق پائی جاتی ہے لیکن نہایت ضعیف ہے کہ بیچ علو ہمتی کے ہرگز تاثیر نہیں رکھتی اور قاعدہ مقررہ عقلیہ ہے کہ الشیٔ اذا خلا عن مقصودہ لغا یعنی شے جو وقت خالی ہوئی مقصود اپنے سے لاطائل ہوئی پس تصدیق اُن کی محض لغو ہوئی اور ہونا اور نہ ہونا اُس کا برابر ہوا اور اُوپر اُسی تین مرتبہ نفاق کی آیتوں اور حدیثوں مختلف کو بمطابق چاہیئے کیا مثلاً ان المنافقين في الدرك الاسفل من النار وان المنافقين يخادعون الله وهو خادعهم واذا قاموا الى الصلوة قاموا كسالى مذبذبين بين ذالك تک بیان حال مرتبہ اول اور دوسرے کا ہوا اور آیہ ومنهم من عاهد الله الخ بیان حال مرتبہ تیسرے کا اور وہ کہ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ آیۃ المنافق ثلث وان صام وصلى وزعم انه مسلم اذا حدث كذب واذا عاهد غدر واذا اؤتمن خان ہی اُور پر اُسی کے محمول ہے یعنی نشانیاں منافق کی تین ہیں اگرچہ روزہ اور نماز کرے اور گمان کرے کہ میں مسلمان ہوں ایک یہ ہے جس وقت بات کرے جھوٹ بولے اور جس وقت عہد کرے توڑ ڈالے اور جس وقت امانت اُسکے پاس رکھی جاوے خیانت کرے اور سب سے ظاہر دلیل نفاق اُنکے کی کہ گواہی بے ایمانی اُنکی کی دیتی ہے یہ ہے کہ کہتے ہیں کہ اگر دن جزا کا بالفرض ثابت ہو اور ہم سے اللہ تعالیٰ فحیش حال ہمارے کی کرے دست آویز ہماری یہی ایمان زبانی ہمارا ہے جیسا کہ دنیا میں مسلمانوں میں ہم اسی دست آویز کے ساتھ دلیل پکڑتے ہیں اور جان اور مال اپنی کو امان میں بھی رکھتے ہیں ایسا ہی آخرت میں ساتھ اسی ایمان کے جنگل بلائے کے نجات پاوینگے پس لوگ اپنے زعم میں يُخَادِعُونَ اللَّهَ وَالَّذِينَ آمَنُوا یعنی فریب دیتے ہیں خدا کو اور اُن آدمیوں کو کہ ایمان لائے ہیں بسبب اس ایمان ظاہری اپنے کے وَمَا يَخْدَعُونَ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ یعنی اور حقیقت میں فریب نہیں دیتے ہیں مگر جانوں اپنی کو اسواسطے کہ مرتبہ خدا کا اُس سے بلند زیادہ ہے کہ فریب دینے اُسکے سے فریب میں آوے اور مومنین کو بھی حق تعالیٰ پیغمبر کے فرمانے سے اور بسبب قرائن اور نشانیوں کے اوپر حال اُنکے کے اطلاع کردیتا ہے پس مومنین بھی فریب نہیں کھاتے ہیں اگرچہ بہاس کلام طیبہ کے اُنکی جان اور مال کا تعرض نہیں کرتے ہیں وَمَا يَشْعُرُونَ اور وہ شعور نہیں رکھتے ہیں کہ ساتھ اس روزوئے باطل اور طمع کاذب کے جان اپنی کو فریب دیں مانند مریض کے جو مرض مہلک میں گرفتار ہو اور نام دواؤں کا بادکرے کے ساتھ زبان کے پڑھتا ہے اور آرزو کرتا ہے کہ زبان سے یاد کرنا دوا کو تکا بیماری میری کے واسطے کافی اور شافی ہوگا کہ صریح جان اپنی کو فنا دیتی ہے اور یہ فریب کھانا باوجودیکہ نہایت ظاہر ہے اور عاقلوں نے اُن کو ظاہر نہیں ہوتا ہے اسواسطے کہ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ یعنی بیچ دلوں اُنکے کے بیماری ہے مجمل اور وہ مرض قصور قوۃ حکمیہ کا ہے بسبب الفت کرنے دین اور آئین باپ دادوں اپنے کے اور بسبب غلبہ خلط فاسدہ شہوت کے لذتوں نفسانی اور خواہشوں حیوانی اپنی کو

ضبط نہیں کر سکتے ہیں اور یہ کتاب ہر چند باعث شفا کامل قسم کے مرضوں سے ہے لیکن جب اُنہوں نے بسبب کمال بغض اور دشمنی رسول کے اور تحکم ہونے مرض جہل کے بیچ دلوں اپنے کے اسکو نہ سمجھا اور اُسمیں تامل نہ کیا اس سے کیا فائدہ اُٹھاویں مانند دوا کے کہ اگر اُسکا استعمال نہ کریں کیا فائدہ دیوے بلکہ یہ قسم دوا کی کہ اپنے طور پر استعمال نہ کیجائے موجب زیادتی مرض کا ہوتی ہے فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا پس زیادہ کیا اللہ نے اُنکے تئیں مرض دوسرا ساتھ اس طریق کے کہ جب انہوں نے مضمون اس قرآن کے مخالف وضع اور آئین اپنے کے دیکھے اور لذتوں نفسانی اور فہوتوں جسمانی سے منع کرنیوالا پایا قوت غضبیہ اُن کی نے جوش کیا اور واسطے لڑائی اور مقابلہ کے اُٹھے اور درپے ایذائے پیغمبروں علیہم السلام اور واعظوں کے ہوئے اور اگر کہیں کہ ہم تو قرآن میں نظر نہ کی اور تامل نہ کیا پس ہم بے ایمان ہونے میں معذور ہوئے اُسکے جواب میں کہنا چاہیئے کہ نظر نہ کرنی اس قسم کے سبب ہدایت میں عذر نہیں ہو سکتا اور اگر بالفرض عذر بھی ہوا سقدر میں عذر ہوگا کہ ایمان نہ لائے لیکن تکذیب اور انکار اور مقابلہ میں کیا عذر ہوگا البتہ ضرار اس تکذیب کی اور انکار کی پاویگے وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ یعنی اور اُنکے تئیں ہے عذاب درد دینے والا بسبب اسکے کہ جھوٹ کہتے تھے اسواسطے کہ قرآن کی تکذیب کرتے تھے بغیر دلیل کے بلکہ باوجود ظاہر ہونے دلیلوں صدق اُسکے اور اعجاز اُسکے کے انکار سے دست بردار نہیں ہوتے ہیں اور بھی اپنے تئیں مومن اور متقی ظاہر کرتے تھے اور حال یہ ہے کہ سوائے نام ایمان اور تقویٰ کے کہ اوپر زبان اُن کی کے جاری تھا کچھ اثر دل میں نہ رکھتے تھے آگے رہے اس جگہ چند سوال کہ جوابوں کے ساتھ مرقوم ہوئے ہیں اوّل یہ حق تعالیٰ نے بیچ اول اس سورہ کے بیچ شان مومنین کے کہ خالص ہیں تمام چار آئتیں نازل فرمائیں اور بیچ شان کافروں کے کہ مجاہر ہیں یعنی ظاہر اور باطن اُنکا برابر کفر کے ساتھ آلودہ ہے نام دو آئتیں بھیجیں اور بیچ شان اُن کافروں پوشیدہ کے کہ مراد منافقین ہے تیرہ آئتیں فرمائیں مظاہر میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کفر کا فرمجاہر کا کہ ظاہر اور باطن اُسکا کفر سے آلودہ ہے زیادہ مُرا ہے منافق کے کفر سے اسواسطے کہ کافر مجاہر کا دل بھی جہل کے مرض میں گرفتار ہے اور زبان بھی بسبب انکار کرنے حق کے اور جھوٹ بولنے کے بسبب بیان کرنے عقائد کفر کے کہ کفر کا فرمجاہر کا ظاہر اور باطن اُسکا کفر سے آلودہ ہے زیادہ مُرا ہے منافق کے کفر سے اسواسطے کہ کافر مجاہر کا دل بھی جہل کے مرض میں گرفتار ہے اور زبان بھی بسبب انکار کرنے حق کے اور جھوٹ بولنے کے بسبب بیان کرنے عقائد کفر کے کہ کفر کا فرمجاہر کا کہ ظاہر اور باطن اُسکا کفر سے آلودہ ہے زیادہ مُرا ہے منافق کے کفر سے اسواسطے کہ کافر مجاہر کا دل بھی جہل کے مرض میں گرفتار ہے اور زبان بھی بسبب انکار کرنے حق کے اور جھوٹ بولنے کے بسبب بیان کرنے عقائد کفر کے گو کافر مجاہر ہے لیکن زبان اُسکی بھی جھوٹ کہنے سے بچی ہوئی ہے بخلاف کافر منافق کے اگرچہ دل اُسکا جہل کے مرض میں گرفتار ہے اور زبان بھی بسبب انکار کرنے حق کے اور جھوٹ بولنے کے بسبب بیان کرنے عقائد کفر کے گو کہ ہے بخلاف کافر منافق کے اگرچہ دل اُسکا جہل کے مرض میں گرفتار ہے لیکن زبان اُسکی بیچ بیان عقائد حقہ اسلام کے راست گفتار ہے جواب مکابرہ یہ کہ منافق کی زبان بھی جھوٹ اور انکار کے ساتھ آلودہ ہے اسواسطے کہ وہ زبان سے کہتا ہے جو دل میں عقائد اسلام سے کچھ بچا ہوا ہے حال یہ کہ وہ بات میں جھوٹا ہے قال اللہ تعالیٰ واللہ یشهد ان المنافقین لکاذبون اس دل اور زبان اُسکی بھی جھوٹ بولنے پر گواہ ہیں علاوہ اوپر اسکے یہ کہ منافق قصد فریب دینے کا کرتا ہے اور جو کافر ظاہر ہے قصد فریب کا نہیں کہتا ہے اور بھی کافر مجاہر مردوں کی مثل ہے کہ جو کرتا ہے ویسا ہی کہتا ہے اور منافق مانند عورتوں ناقص کی ہے کہ کرتا ہے کچھ اور کہتا ہے کچھ اور بھی کافر مجاہر چند کہ جھوٹا ہے لیکن اپنے زعم میں سچا ہے اور ہر گز واسطے نفس اپنے کے جھوٹ کو پسند نہیں کرتا ہے بلکہ اُس سے عار کرتا ہے اور اسواسطے اپنے دل کے عقیدہ کو جو کہ برابر بیان کرتا ہے اور منافق اسقدر کمینہ ہے کہ وہ بدرجہ دانستہ جھوٹ کہتا ہے اور اس جھوٹ کو کمال اپنا جانتا ہے اور بھی منافق ہمراہ کفر اپنے کے استہزا اور فریب دینا خدا تعالیٰ کا ارادہ کرتا ہے اور کافر مجاہر ہے ایسی نہیں رکھتا ہے اور اسیواسطے کفر منافق کا بہت سخت ہے اور عذاب اُسکا کثیف زیادہ ہے اور حال اُسکا سخفی زیادہ ہے پس وہ واسطے فضیحت اُسکی کے تیرہ آئتیں نازل ہوئیں اور بعد بیان حال اُنکے کے ضرب المثل بھی اُنکی مذکور ہوئی اور اس جگہ سے معلوم ہوا کہ جس مذہب کی بنا تقیہ پر ہو اور ظاہر اپنا مخالف باطن کے جیسے بدتر ہے اُس مذہب سے کہ صاحب اُسکا ظاہر انکار کرے اسواسطے کہ تقیہ والے کے حال باطنی کا اعتبار نہیں ہوتا ہے اور قرار و انکار اُسکا اگرچہ کبھی سچا بھی ہو جھوٹا معلوم ہوتا ہے اور اسیواسطے علمائے کہا ہے کہ لا تقبل توبۃ الزندیق یعنی قبول کیجاتی ہے توبہ زندیق کی اور معنی اس کلام کے یہ ہیں کہ اُسپر کوئی اعتماد اُس کی توبہ پر نہیں ہوتا ہے اسواسطے کہ ظاہر ہی معلوم کرنے توبہ اُسکی کا یہی اقرار زبانی اُسکا ہے اور اقرار زبانی اُسکا محل اعتماد کا نہیں ہے کہ وہ قائل تقیہ کا ہے اور یہ معنی اس کلام کے یعنی لا تقبل توبۃ الزندیق نہ ہیں کہ اگر دل سے اور صدق نیت سے بھی اپنے عقیدہ سے پھر جائے اور باطن اُسکا صاف ہو جائے پھر بھی اللہ کے نزدیک مردود اور رانده گیا ہے اسواسطے کہ اللہ تعالیٰ جاننے والا ہے ضمیر اور ظاہر کا ہے ہر بندہ کے دل کا حال خوب جانتا ہے اور آدمیوں کو علم اس چیز کا کہ دلوں میں ہے ممکن نہیں مگر بسبب اظہار زبانی کے سوال دوسرا یہ ہے کہ یخادعون اللہ کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ منافق بھی خدا کو فریب دیتے ہیں اور مسلمانوں کو اور خدا تعالیٰ اور مسلمان بھی اُنکو فریب دیتے ہیں اسواسطے کہ یہ لفظ ماخوذ مخادعت سے ہے اور مخادعت باب مفاعلہ سے ہے اور باب مفاعلہ مشارکت کو چاہتا ہے اور حال یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی نسبت سے نہ فریب دینا ممکن ہے اور نہ فریب کھانا اسواسطے کہ علم اللہ تعالیٰ کا سب چیز کو گھیر نیوالا ہے اور جو چیزیں پوشیدہ ہیں اُسکے نزدیک سب ظاہر ہیں فریب نہیں کھانے دیتا اور حکمت اُسکی اسبات کو چاہتی ہے کہ کیونکر فریب دے اسواسطے کہ اضال اللہ تعالیٰ کے ہر طریق کے قبح اور نقصان سے پاک ہیں اور مومنین کو ہر چند فریب کھانا ممکن ہے اسواسطے کہ مومنین بسبب کمال حکم اور حسن ظن کے منافقوں کے ساتھ سختی نہیں کرتے ہیں اور جھوٹ اُنکے کو سچ جانتے ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے المومن غر کریم والمنافق خب لئیم یعنی مومن فریب کھانیوالا ہے اور سخی ہے اور منافق فریب دینے والا لئیم ہے لیکن فریب دینا اُن کی شان سے بھی بعید ہے پس استعمال مخادعت کی کیا وجہ ہو جواب اسکا یہ ہے کہ باب مفاعلت اس جگہ میں مشارکت کے واسطے نہیں بلکہ واسطے اصل فعل کے چنانچہ عاقبت اللص اور سافرت میں موجود ہے اور بالفرض اگر مشارکت کیواسطے بھی ہو پس معنی خداع کے اسکی نسبت سے وہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ بندہ اپنے سے معاملہ موافق نیت اور ارادہ اُسکے کے کرتا ہے اسی واسطے حدیث شریف میں وارد ہے کہ اَصْدَقُكُمْ وَرَعًا اَصْدَقُكُمْ حَدِيْثًا یعنی جو کوئی کلام میں عادت سچ بولنے کی رکھتا ہو خواب میں بھی اُسکو غیب سے سچی خبریں دکھلائی دیویں اور جو کوئی باتوں میں دروغ گوئی کی عادت رکھے اُس طرف سے بھی باعتبار حال اُسکے کے معاملہ ہوتا ہے پس جو کوئی عقیدہ اور عمل ناشائستہ کو پسند کرکے واسطے اپنے اختیار کرتا ہے اور اُس عقیدہ اور عمل سے اُسکو تصدر ضامندی الٰہی کا ہوتا ہے اولاً اُس شخص کو شہوات نفسانی سے فرق کرنا

ہیں تاکہ وہ شخص جان لے کہ یہی عقیدہ اور عمل میرا درمیان میرے اور درمیان پروردگار میرے کے بڑا وسیلہ ہے اور غیب کی طرف سے اُسکو بسبب قبول ہو جانے دعا کے اور اتقا ہونے خطرات پے درپے کے اور خواہیں موافق دیکھنے اور انشراح خاطر کے یقین اور گرنا ہوں اور افعال رکیکہ اور آلودگی نجاستوں اور صحبت حیوانات ملعونہ۔ کے یہ چیز امداد اور اعانت حاصل ہوتی ہے تاکہ یقیناً اُسکو خوبی اُس پر عقیدہ اور عمل کی دل میں جگہ پکڑتی ہے اور یہی ہے معاملہ ضارع کا اللہ کی طرف سے پھر اگر خدا کو منظور رہتا ہے وقت مرنے کے یا صدمہ بہت قوی یا مرشد کی سے وہ سب کرم اور لطف گم ہو جاتے ہیں اور معاملہ اور طرح ہو جاتا ہے ان پر محدثات مؤمنین کی پس منافقوں کی طرف سے وہ تھی کہ اپنے تئیں وہ مستول اور موافقوں کی صورت میں ظاہر کر کے واسطے دُور کرنے دولت مومنین کے اور توڑنے مرتبہ اُنکے کے حیلے اُٹھاتے تھے جیسا کہ بیچ زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عبداللہ بن ابی واسطے مقابلہ اُس جناب کے بہبودیوں کو وغلانا کرو لیکر تا تھا اور مومنین کی طرف سے وہ ہے کہ باوجود دیکھنے اور جاننے حال اُن منافقین کے تعرض اُن سے نہ کرتے تھے تاکہ ظاہر داری برتتے رہیں اور اس سے نہ بھاگ جاویں اور کثرت ظاہری ہماری بنی رہے اور گروہ کافروں کا اُنکے ملنے کے سبب سے بہت نہ ہو جاوے پس معنی خدایع کے دونوں طرف سے پائے گئے اور بعضے اہل تحقیق نے لکھا ہے کہ تحادعت خدا کی عبارت تحادعت رسول اُسکے سے ہے اسواسطے کہ رسول کسی شخص کا اس امر میں بیچ حکم اُسی شخص کے ہوتا ہے جو معاملہ کہ اُسکے ساتھ کریں اُس شخص کی طرف رجوع کرتا ہے اور کہنا رسول کا بعینہ کہنا اُس شخص کا ہے جیسا کہ بیچ آیۃ من یطع الرسول فقد اطاع اللہ یعنی جس شخص نے طاعت رسول کی کی پس تحقیق اُسنے طاعت اللہ کی اور بیچ آیۃ ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ یعنی وہ لوگ کہ بیعت تیرے ساتھ کرتے ہیں سوا اسکے نہیں کہ وہ بیعت اللہ کے ساتھ کرتے ہیں اور بیچ آیت ما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی یعنی اور نہیں پھینکا تو نے جبوقت پھینکا تو نے لکن اللہ نے پھینکا اس معنی کا صادق ارشاد کیا پس فریب دینا اُن منافقوں کا رسول خدا کو ساتھ ظاہر کرنے ایمان کے گویا فریب دینا خدا کا ہے بالخصوص ہر گاہ کہ اُن سول کا بواسطے باوجود رسالت کے مرتبہ محبوبیت کا بھی ثابت ہے اور محبوب خدا کو فریب دینا بمنزل اس بات کے ہے کہ خدا کو فریب دیا جیسے کہ صحیح بخاری کے اندر حدیث قدسی میں وارد ہے کہ بندہ مومن طرف میری نزدیک ہوتا ہے بسبب ادا کرنے نوافل کے یہانتک کہ میں اپنا محبوب کرتا ہوں کان اُسکا جو اُس کی ہو جاتا ہوں میں کہ ساتھ میرے سنتا ہے اور دیکھتا ہے اور زبان اُسکی ہو جاتا ہوں میں کہ ساتھ میرے کام کرتا ہے اور ہاتھ اُسکا ہو جاتا ہوں میں کہ ساتھ میرے حرکت کرتا ہے انتہی اور جبکہ رسول کو ایسی حالت قرب کی ساتھ جناب ہی کے حاصل ہو تو قصد فریب دینے اُسکے کا بلاشبہ قصد فریب دینے خدا کا ہوگا اور فریب دینا رسول کا ان منافقوں کو ساتھ قبول کرنے ایسے اسلام اُنکے کے ہے، اور فریب دینا اللہ کا اُنکو اس طرح پر جو کہ سبب اس اسلام ظاہری کے قتل کرنے اور قید کرنے اور لوٹنے سے امن میں رہا اور غنیمت و منافع میں مسلمین کے شریک کیا گیو یا کہ اسلام تھا۔ باعتبوں ہوا اور ہمارے قہر سے تمنے نجات پائی سوال تمیز ہے بیان حال منافقوں کا بعد بیان حال کافروں کے عطف کے طریق پر لئے اور بیان حال کافروں کا حال مومنوں کے سے قطع کیا اور بطریق عطف کے نہ لائے اس تغیر کرنے اسلوب میں نکتہ کیا ہے اور بہت جگہ قرآن میں سے کہ ان دونوں گروہ کا حال بیان کیا ہے اس جگہ عطف کی صورت پر لائے ہیں جیسا کہ اس آیت میں ان الابرار لفی نعیم وان الفجار لفی جحیم اور موافق قاعدۂ اہل معانی کے بھی جامع وہی کردہ تضاد ہی دونوں میں پایا جاتا ہے واسطے کہ کفر ضد ایمان کی ہے با وجود جامع اور تناسب کے عطف کرنا خلاف اُن بالاتفاق ہے جواب اُسکا یہ ہے کہ کلام پہلی اس میں بیان حال کتاب میں تھی کہ یہ کتاب سبب ہدایت فلانے فلانے فرقہ کا ہوئی ہے پس ذکر کافروں کا اور مرادی اُنکی کہ مضمون جملہ ان الذین کفروا ہے مخالف اس مقام کے ہوا بمناسبت اسکے جامع وہی تضاد ہے درمیان مومن و کافر اور ایمان اور کفر کے پایا جاتا ہے درمیان مرجع کتاب اللہ کے اور کفار کے اور تقاضا کمال بلاغت کا یہ ہے کہ تباین جو تغایر مقام کو باوجود تناسب کے مقدم کرتے ہیں اہتمام ترک عطف کا حاصل ہوتے ہیں جیسا کہ بیچ صورت اختلاف دو کلام ہونے کے کہ ایک خبر ہو اور ایک انشا اس مختلف کو بیچ جمع کیا ہے اور بعضے کہتے ہیں کہ ذکر مومن الناس کا بواسطے ہے کہ اس فرقہ میں محض وصف ایک آدمی ہونے کی پائی جاتی ہے اور کوئی وصف نیک آدمیوں کی جیسا کہ ذکا اور علم اور فہم ان میں موجود نہیں جیسا بیچ اصطلاح علماء مصنفین کے لفظ من الناس کا اسی اشارہ کے واسطے مذکور ہوتا ہے اور صاحب حاسی نے کہا ہے ومن الناس من عمل فی النصوص ہو جواہر ھی فاسدۃ اور شارحوں نے کہا ہے کہ معنی اس کلام کے یہ ہیں کہ ومن الناس لا من العلماء اور بعضے مفسرین نے کہا ہے کہ لفظ من الناس کا اس جگہ میں لانا واسطے تعجب سننے والوں کے ہے یعنی جملہ آدمیوں میں سے اس قسم کے ہو تو بھی ہوتے ہیں پس لائق صورت انسانیہ یہی کے عبرت ہو اور بیچ اصلاح علم اور فہم اپنی کے کوشش کرو سوال یا نجواں ہے کہ بیچ عذاب کافروں کے لفظ عظیم کا لائے ہیں اور منافقوں کے عذاب میں لفظ الیم ذکر کیا فرق درمیان ان دو نوں عذابوں کے ساتھ بڑائی اور ردیف کا کس راہ سے ہے یعنی کافروں کے عذاب کو کہا کہ بڑا ہے اور منافقوں کے عذاب کو کہا کہ دردینے والا ہے جواب اسکا یہ ہے کہ گروہ کافروں کا موت اُن کی کفر کے اوپر مقرر ہے اور گمان نہیں کہ تقدیر کے وقت بعضوں نے سے محروم کیا پس عذاب اُنکا بڑا ہے لیکن بسبب باطل سمجھنے استعداد اپنی کے اور کمال تیرگی دل اپنے کے شدت دو نوں عذاب کی دریافت نہیں کرتے ہیں ما بدولت عذاب مرادیے یا مضلوج کے یا ایسے غضبے کہ اُن سے کام ہو جاوے کہ اُسکے کاٹنے اور دفع دینے اور کسی حرکت کے دور ہو جانے سے خبر نہیں ہوتی لیکن منافق بسبب واسطے باقی رہنے اصل استعداد یعنی کے اور قوت ادراک کے شدت درد اُس عذاب کی معلوم کرینگے اسواسطے عذاب اُنکا نہایت دردناک ہوگا یعنی کافروں کا عذاب بہت تکلیف والم کے ساتھ ہوگا اور کافروں کو نسبت اُنکے یا علم ہوگی اور یہ راہ نہیں کہ کافروں کو بالکل عذاب ہی

بیان اسکا کہ اللہ سے مسخرہ کرنا اور دھوکا دینا ممکن ہے یا نہیں

تکلیف محسوس ہوگی اسواسطے کہ یہ نصوص کے برخلاف ہے اور بھی کافروں کہ بالکل علامت ایمان کی نہیں چکھی اور اوپر دعائیہ ایمان کے نہیں پہنچے کیفیت لذتوں ایمان کی باوجود بالکل محروم ہونیکے چنداں خواہش نہیں کہتے ہیں برخلاف منافقین کے کہ اُس گھر کے دروازہ پر پہنچے ہیں اور فی الجملہ حلاوت ایمان کی اُنکے نالو اور زبان میں لگ گئی ہے لیکن پورا کرنے اس لذت کے سے محروم رکھے گئے ہیں غرور اوپر گم کرنے لذتوں بھی ہوئی اور بھی ہوئی کے حسرت اُنکی زیادہ تر ہوگی جیسا کہ آدمی ولایتکے کہ اُسکو تے ولایتکے سیوں سے نفع اُٹھایا ہے اگر وطن سے دُور جا پڑیں حسرت شاملنے اُن سیوں کی زیادہ اُنکو حاصل ہوگی بخلاف اُن آدمیوں کے کہ ولایت کو کبھی دیکھا نہیں اور اُنکے میووں کی لذت نہیں چکھی کہ اُنکو اسقدر حسرت نہیں سوال چھٹا کہ ماھم بمومنین یہ جواب مناسب کے کیونکر واقع ہو سکے اور حال آنکہ اسمیں ذکر شان فعل کا ہے نہ ذکر شان فاعل کا اور ماہم بمومنین میں ذکر شان فاعل کا جواب اسکا یہ ہے کہ یہ جواب بطریق ترقی کے ہے یعنی یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم ایمان میں داخل ہوئے حال آنکہ وہ لیاقت اُسکی نہیں کہتے ہیں اگر کسی گروہ مسلمانوں کے میں شمار کئے جاویں اور اگر جواب اس کلام کا اس طرح فرماتے کہ ولم یومنوا یترقی نہ بھی جاتی۔ اوپر اسی طریق کے ہے آیت دوسری یریدون ان یخرجوا من النار وما ھم بخارجین منھا کے ساتھ اور دو وجہ کی ترقی بھی جاوے اول عموم اوقات کی جہت سے یعنی یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم ایمان لائے زمانہ قریب میں اور حال یہ ہے کہ یہ لوگ کسی وقت میں نہ بالفعل اور نہ زمانہ آیندہ میں صلاحیت ایمان کی رکھتے ہیں دوسرے عموم متعلقات کی جہت سے یعنی یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ساتھ خدا اور دین آخرت کے ایمان لائے اور حال یہ کہ وہ ساتھ کسی چیز کے ایمان نہیں کہتے ہیں نہ ساتھ خدا کے اور نہ ساتھ پچھلے دن کے اور نہ ساتھ قرآن کے اور نہ ساتھ اور چیزوں کے اُن چیزوں سے کہ ایمان ساتھ اُنکے فرض ہے سوال ساتواں یہ کہ فی قلوبھم مرض فرمایا اور قلوبھم مرضی کس واسطے نفرمایا جملہ ظرفیہ لانے میں کیا نکتہ ہے جواب اسکا یہ ہے تاکہ معلوم ہووے کہ مرض اُنکا عارضی ہے اصلی نتھا لیکن باوجود عارضی ہونیکے استقرار اور رسوخ تام ہم پہونچایا ہے اور اسیواسطے مرض کو نکرہ کرکے لائے اور یہ معنی لفظ قلوبھم مرضی کے سے سمجھیں نہیں جاتی تھی اسواسطے کہ قلوبھم مرضی یا کہ لات اور پیمائگی مرض اور صلیت اُسکی کے کرتا پس اس صورت میں عروض سمجھا گیا اور پر عروض کے کہ بے استقرار اور رسوخ کے ہو دلالت کرتا اور مقصود یہ ہے کہ عروض مع استقرار اور رسوخ کے ہو اور حقیقت مرض کی کہ دل منافقین میں ہر فرقہ پیدا ہوتی ہے نزد محققین طریق معانی کے یہ ہے کہ ہر گاہ کوئی امر موزعیبہ الٰہی سے بیچ اور فیلک لباس ظاہر ہونیکا پہنتا ہے اُسکے تئیں دو قسم کے عوارض سے ضرور ہے اول نزاہت اور پاکیزگی عالم غیب کی اسواسطے معدن اُسکی عالم غیب ہے دوسری لوازم نشاۃ دنیا کی اسواسطے کہ نشاۃ دنیا میں ظہور یعنی جو امر غیبی دنیا میں آتا ہے اُسکے ساتھ دنیا کی باتیں بھی لی ہوتی ہیں پس جو مومنین مخلص ہیں اُسی امر غیبی کو دیکھکر یقین کر لیتے ہیں اور لوازم دنیا کی کا لحاظ نہیں کرتے ہیں حقیقت کار کی طرف پہونچتے ہیں اور منافقین جب لوازم غیب کے اُسکے ساتھ دیکھتے ہیں اور جب عوارض اس جہان کے اُسکے ساتھ پاتے ہیں پھر جاتے ہیں اُنکا یہ ساتھ میں آتے ہیں مثلاً پیغمبر علیہ السلام کو جو حقیقت نور کے ساتھ اور دلیلوں کے کہ پاس کے نہیں ملاحظہ کرتے تھے بے اختیار جھک جاتے تھے اور فرماں برداری قبول کرتے تھے پھر جب دیکھتے کہ پیغمبر عورتوں کے ساتھ محبت ہوتے ہیں اور کھانا بھی کھاتے ہیں اور بازاروں میں پھرتے ہیں اور کبھی لڑائی میں شکست بھی اُن کی ہوتی ہے اور مریض ہوتا تھا کہتے تھے کہ اگر یہ بندہ خدا کا مقرب ہوتا خدائے تعالیٰ اُسکے ساتھ اسواسطے یہ معاملہ کرتا وما لھذا الرسول یاکل الطعام ویمشی فی الاسواق لولا انزل الیہ ملک فیکون معہ نذیرا او یلقی الیہ کنز او تکون لہ جنۃ یاکل منھا الی غیر ذلک من الشبہات یعنی کیا ہے واسطے اُس رسول کے کہ کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں پھرتا ہے کیوں نہ اُتارا گیا طرف اُسکے فرشتہ کہ ساتھ اُسکے رہتا ڈرانیوالا یا دیا جاتا اُس کو خزانہ یا ہوتا اُسکے پاس باغ کہ کھاتا اُس سے اور سوا اسکے اور ایسے ایسے شبہے نکالتے اور طریق زیادتی اس مرض کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بہمہ ہر آیت کے آیتوں الٰہیہ سے اور بیچ جملہ ہر شخص کی ہدایت کر نیوالوں اس رامہ کے لوازمات دنیا بھی لگا دیئے ہیں جسقدر کہ وہ لوگ بیچ فکر کرنے آیتوں اور تلاش کرنے ہادیوں کے کمال جہد کو پہونچیں اُسیقدر شک و شبہے اُنکے تئیں زیادہ ہوویں اور قصصدے دُور پڑیں یضل بہ کثیرا ویھدی بہ کثیرا یعنی جس شخص کو اللہ گمراہ کرے بس کون ہے کہ سکا ہدایت کر نیوالا اور باوجود محکم ہونے اس مرض کے بیچ جو ہر ذوات اُنکے کی طرف یہ ہے کہ حقیقت مرض اپنے سے بے خبر ہیں اور اُس مرض کو صحت جانتے ہیں و شاہد اس کا یہ ہے کہ افعال سقیمہ اپنے کو افعال سلیمہ جانتے ہیں وَاِذَا قِیْلَ لَھُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ یعنی اور جسوقت کہا جاتا ہے اُن سے کہ فساد مت کرو زمین میں اور فساد انکا زمین میں کئی قسم پر تھا اول یہ کہ حامل کرنے مقتضیات قوت شہویہ اور قوت غضبیہ میں زیادتی کرتے تھے اور مقتضیات قوت عکسیہ کی حامل کرتے ہیں اُنسے تقصیر سزد ہوتی تھی اور حال یہ ہے کہ صحت مزاج روح انسانی کی اس طرح پر ہے کہ قوت عکسیہ غالب ہو اور قوت شہویہ اور غضبیہ مغلوب اور تابع تاکہ فرمانبرداری احکام شرع کی ممکن ہو اور بسبب اُس انقیاد کے انتظام دونوں جہان کے کاموں کا میسر ہو اور انسانیت کے معنی متحقق ہوں دوسرے یہ کہ درمیان کافروں ہو مسلمانوں کے آنا جانا رہتے تھے اور باتیں ایک گروہ کی دوسرے گروہ سے کہتے تھے تاکہ دونوں گروہ میں مرتبہ عزت ہماری حاصل ہو اور ایک طرف ہو کر مسلمانوں سے دوستی نہ رہتے تھے تیسرے یہ کہ ملنا جلنا کفار سے بہت رکھتے تھے اور ملاقات اُنکی حد سے زیادہ کرتے تھے اور دین کی باتوں میں سستی سے پیش آتے تھے اور جسوقت اپنے تئیں مسلمانوں کے گروہ سے کہتے تھے کفار کے نزدیک ایسا ثابت ہوتا تھا کہ کام پیغمبر کا اور عقیدہ یاروں اسکے کا ایسا سست ہے کہ ہماری آگاہ خوشامد کرتے ہیں اور ہمسے طمع رکھتے ہیں اس سبب سے کفار ذلیل ہوتے تھے اور مسلمانوں کے رویدر شبہات کفار کے کہ دین اور نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی میں ذکر کرتے تھے نقل کرتے اور اس سبب سے ضعیف ایمان والو کو شک پڑتا جاتا تھا ان سب باتوں کو تعبیر فساد کیا تھا کی ہے اور جب مسلمان ان کو ایسے فساد سے منع کرتے تھے جواب میں قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ یعنی کہتے تھے کہ سوائے اسکے نہیں کہ ہم اصلاح کرنیوالے ہیں حامل اُنکے کلام کا یہ ہے کہ ہم چاہتے ہیں کہ

حال ملک اور ملت کا اور یہ حالت اصلی اپنی کے تھے اور تمام آدمی آپس میں متفق اور شیر و شکر ہو جاویں اور جھگڑا اور مخالفت کہ سبب ان دین اور آئین نئے کے کہ آدمیوں میں پھیل گئی ہے دور ہو جاوے اور حقیقت اصلاح کی یہی ہے کہ حال ملک اور ملت کا جیسا کہ قدیم سے چلا آتا تھا ویسا ہی ہو جاوے اور تعصب آئین نئی کا کہ باعث مخالفتوں کا ہے درمیان سے اُٹھے اور کوئی درپے قتل اور ایذا دہی اور قید کرنے اور لوٹنے اور ہتک حرمت کسی کے نہ ہو پس حقیقت میں اصلاح کو تحصیل معاش کے آسانی سے میسر ہوں اور انتظام دنیا کے کامونکا بخوبی وجہ سے اور سبب اس سمجھ لینکی کا یہ ہے کہ دنیا کی محبت میں کمال مشغول ہیں اور لذات بدنیہ میں نہایت ڈوبے ہوئے ہیں اور سبب کمال توجہ کے طرف منفعتوں جزئیہ اور لذتوں حسیہ کے دریافت کرنے مصالح کلیہ عامہ اور لذتوں عقلیہ کے سے کہ باقی رہنے والے ہیں محجوب ہیں اور یعنی فساد ہے جیسا کہ زیج رداس نمبید اُن کی کے ساتھ تاکید تمام کے ارشاد ہوتا ہے اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ یعنی دانا اور آگاہ ہو تم کہ تحقیق یہ گروہ ہی ہیں فساد کرنے والے اسواسطے کہ حال ملک اور ملت کا پہلے بعثت اس رسول کے فاسد تھا کہ ہمیشہ سے فساد چلا آتا تھا اور حق تعالے نے چاہا کہ اُس فساد کو دور فرماوے اور وہ چاہتے ہیں کہ اُس فساد کو پھر اپنی جگہ پر لاویں پس یہ لوگ فساد کا کام بعد اصلاح کے کرتے ہیں اور یہ سب سے بڑا فساد ہے اور حقیقت اصلاح کی اللہ کے نزدیک وہ ہے کہ دین حق کو اور پر تمام دینوں کے غالب کیا جاوے اور فرماں برداری اس ارادہ الٰہی کی جان اور دل سے بجالائی جاوے اور حتی المقدور سعی جاری کرنے اس ارادہ حق کے کوشش کی جاوے اگرچہ اس اصلاح کے سواسطے قتل اور ریوٹ ہا لوں اور سختیاں طرح طرح کی ساتھ اپنے اور ساتھ بنی نوع اپنی کے پہونچیں چنانچہ دوسری آیت میں اسی سورۃ کی فرمایا ہے وقاتلوهم حتى لا تكون فتنة ويكون الدين لله یعنی لڑو تم اُن سے یہانتک کہ نہ رہے فتنہ اور ہو جاوے دین اللہ کا اور بھی اسی سورۃ میں فرمایا ہے یسئلونك عن الشهر الحرام قتال فيه قل قتال فيه كبير وصد عن سبيل الله وكفر به والمسجد الحرام واخراج اهله منه اكبر عند الله والفتنة اكبر من القتل یعنی پوچھتے ہیں تجھ سے مہینے حرام سے اُسمیں لڑائی کرنے سے تو کہہ لڑائی اُسمیں بڑا گناہ ہے اور روکنا اللہ کی راہ سے اور اُسکو نہ ماننا اور مسجد الحرام سے روکنا اور نکال دینا اُسکے لوگوں کو اُس سے زیادہ گناہ ہے نزدیک اللہ کے اور دین سے بچانا مارنے سے زیادہ ہے پس ان سختیوں کو فساد سمجھنا اور سختیوں سے بچنے کو اصلاح جانا اور باقی رہنا حال کا جیسا کہ تھا اُسکو صحت کا مادہ تصور کرنا مثال اُسکی ایسے ہے کہ ایک مریض کا کوئی عضو بسبب کسی زخم کے گل گیا اور اُسمیں تعفن پیدا ہو گیا اور خوف اسکا ہے کہ دوسرے عضو کیطرف کسی اور کی اعضائے رئیسہ سے کیفیت سمیہ اُس کی سرایت کرے اور کوئی سبب حاذق کا منانا اور دافع دینا اُس عضو کا تجویز فرماوے اور یہ مریض ناقص العقل اُس سے پرہیز کرے اور کہے کہ کاٹنا اور دافع دینا اُس عضو کا فاسد کرنا بنیاد بدن کا ہے مجکو جیا ہیئے کہ اصلاح بدن اپنے کی کروں اور پہلے سے جیسا کہ تھا ویسے ہی رہنے دوں اور جو چیز کہ اُسمیں موجود تھی اپنے حال پر باقی رہے کہ یہ تجویز اُسکی صریح خطا اور موجب ہلاکت کی ہے کیونکر جلیم سکے کہ رای العلیل علیل یعنی مکر علیل کا بھی علیل ہوتا ہے یہ جماعت کہ دل اُنکا بیمار ہے نہیں سمجھتی ہے کہ اس قسم کی اصلاح دونوں جہان کے کاموں کو خراب کرنے والی ہے بلکہ خراب کرنے والی حقیقت انسانی کی ہے جیسا کہ فرماتے ہیں وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ یعنی اور لیکن شعور نہیں رکھتے ہیں کہ عین اصلاح میں فساد کا کام کرتے ہیں اور شاہد قوی اوپر بے شعوری اُنکی کے یہ ہے کہ اہل عقل کامل کو بیوقوف اور احمق سمجھتے ہیں وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا اور جب کہا جاتا ہے اُن سے کہ ایمان لاؤ تم ایمان حقیقی کہ جس سے فتنہ اور فساد اُٹھ جاوے اور مال اسباب دنیا کے سے بے بعنی پیدا ہو اور لذتوں فانیہ نفسانی اور نام اور جاہ ڈھونڈنے کی روگردانی حاصل ہو گی اٰمَنَ النَّاسُ یعنی جیسا کہ ایمان لائے ہیں آدمی کہ حقیقت میں آدمی نام اُسی گروہ کا ہے اسواسطے کہ حقیقت انسانیت کا اصلاح اور انتظام دارین کے سبب سے ہے اور اصلاح اور انتظام بدون فرمانبرداری شرع کے کہ ظاہر اور باطن میں ہو میسر نہیں اور جبوقت بیخبر ہونے کے یہ فرمانبرداری محقق اسواسطے کہ تحقق انسانیت کا اصلاح اور انتظام دارین کے سبب ہے اور اصلاح اور انتظام بدون فرمانبرداری شرع کے نہیں اور جگہ تحقق نہیں اور لیکن بالمعنی اصل مصداق حال اُنکے کا ہے اور اسیواسطے اس آیت میں ناس کو بے تعین کے ارشاد فرمایا تا کہ اشارہ ہو طرف اسبات کے کہ سوا مومنون حقیقی کے کسی کو انسان نہ کہنا چاہیئے قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ یعنی کہتے ہیں کیا ایمان لاویں ہم مانند بے عقلوں کے کہ ایک طرف کو حکم پکڑتے ہیں اور تقلیات زمانہ کے سے نہیں ڈرتے ہیں کہ مبادا غلبہ دوسری طرف کا ہو جاوے اور اُس وقت میں آدمی اُس طرف کے چپے عداوت کے پڑیں اور دائرہ کو تنگ کریں اور بھی فرمانبرداری احکام شرعی محض اسواسطے توقع دور دراز کے ہے اور فائدہ کثیرہ دنیا کے کہ بالفعل موجود ہیں اُسے محرومی اور نقصانا مشقتوں سخت اور نقصانوں بے نہایت کا پس مقتضائے عقل کا یہ ہے کہ بطاہر احکام شرعیہ کی بعد تحری کرنی چاہیئے تا کہ لکد کوب مسلمانوں کی سے کہ بالفعل بسط اُنکا ہے بچے رہیں اور نفع دنیا کے بھی ہاتھ سے نجاویں دوسری طرف کے آدمیوں کو بھی حنفیہ بھی رہنا چاہیئے تا کہ وقت انتقال سے ضامندی اُن کی کام میں آوے اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ یعنی دانا اور آگاہ ہو تم کہ تحقیق یہ لوگ بے عقل ہیں اسواسطے کہ اگر مدارا و پرہ حاصل کرنے منافع اور دور کرنے مضرت سے ہے پس اختیار کرنا شے فانی جنس کا اور جو چیز کہ باقی اور اشرف ہے اُسکو چھوڑنا کمال بے عقلی ہے اور آخرت کو دنیا کے بدلے میں بیچنا نہایت بے وقوفی اور اگر مدارا و پرہ اصلی کہنے دونوں باعتبار ہے پس ایک طرف علام الغیوب ہے کہ اُسکے نزدیک پوشیدہ اور ظاہر ایک ہے خصوصاً کہ وقت نزول وحی کا اور آنا خبروں غیب کا ہے اور پر عقیدہ آدمی کو کہ وہ اُسکو پوشیدہ رکھے ہر سری کو سبب اُس کے اطلاع ممکن ہے اور باوجود اسکے جو شے کہ مرتفق پر اُس کے اعراض کرنا اور جو کہ دلیل کے موافق عمل کرتا ہے اُسکو سفیہ اور بیوقوف کہنا عین نادانی ہے وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ یعنی ولیکن وے نہیں جانتے کہ سفیہ کون ہے اور معنی بے عقلی کے کیا ہیں اور اس جگہ ایک سوال شہور ہے کہ پہلی آیت کو اوپر لا شعورون کے ختم فرمایا ہے اور دوسری آیت کو اوپر لا یعلمون کے

ختم کیا یہ فرق کس نکتہ کیواسطے ہے جواب اسکا یہ ہے کہ لفظ شعور کا اکثر شیخ علم حسی کا استعمال ہوتا ہے اور حسی ہفت حواس خمسہ کو مشاعر کہتے ہیں اور فواد اُنکا بین میں ایک مرتبہ محسوس ہیں منعلم کرنے قباحت اُسکی کو سلقہ بے شعوری کے تعبیر فرمایا اور تیرہ حقیقت دنیا کے اور حقیقت طریقہ ایمان خالص کی اور بطال ہونا طریقہ نفاق کا اور بقیہ کا ایک استدلالی عقلی ہی اُسکے نہ جاننے کو لا یعلمون کے ساتھ تعبیر کرنا مناسب ہوا اور بھی ذکر سفہ کا اس آیت میں کیا یک نوع جہل کا ہی مقتضی اسکے ہوا کہ اُسکے مقابلہ میں علم لایا جاوے تا کہ صنعت مقابلہ کی درست پڑے اور اس جگہ شبہ ہو سکتا ہے کہ منافقین اپنے کفر اپنے کو پوشیدہ رکھتے تھے اور ظاہر کرنے سے نہایت احتراز کرتے تھے اور انومن یحاذ السفہا صریح کلیہ کفر کا ہے کہ منافی نفاق کے ہے اسکے جواب میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ کلمہ اُن سے محرم اور زوار ان کے ساتھ ظاہر ہوتا کہ نفاق اپنا اُن سے نہیں چھپاتے تھے اسواسطے کہ بعض مسلمانوں کو بعضے مناقبوں سے ہم صحبتی اور آداری آپس میں تھی جیسے کہ بیٹے عبداللہ بن ابی کو اپنے باپ کے ساتھ ہمدردی تھی متعالی نے اس کلمہ کو اپنے محرم رازوں کے روبرو کہا نقل فرمایا اور نصیحت عالم کیا اور بھی کہہ سکتے ہیں کہ یہ کلمہ محض دل میں اُن سے صادر ہوا تھا بس معنی قالو کے یہ ہیں کہ قالوا فی قلوبھم یعنی کہا اُنہوں نے بیچ دلوں اپنے کے حق تعالیٰ نے کہ عالم السر والخفیات ہے اُنکے دل کی بات کو بر بنا ظاہر فرمایا اور ابن عساکر نے بتاریخ اپنی میں ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ اُنہوں نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے کہا ابو بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ اور اصحاب کبار کی اسواسطے ہے کہ خلوص ایمان اُنکے کا اُس وقت میں خواص علوم کے نزدیک مشہور تھا والا سابق گذرا کہ جو کوئی ظاہر اور باطنا فرائض احکام شرع کے ہوا اُس میں داخل ہے اور جیسا کہ بمنافق خالص ایمان والو کو زبان سے احمق اور بیوقوف کہتے ہیں ویسے ہی دل میں بھی اعتقاد حمق اور سفاہت اُن کی کا رکھتے ہیں بس یہ کلمہ کہ اُن سے سرزد ہوتا ہے اُس جنس سے نہیں کہ غصہ کے غلبہ میں زبان سے نکلے اور دل میں ایسا اعتقاد نہ ہو کہ اُس کلمہ کے کہنے میں معذور ہوں اسواسطے کہ معاملہ اُن کا بایں سبات کی ہے کہ مسلمانوں خالص کو بے وقوف سمجھتے ہیں اور دانائی کا فروں کی اُنکے دلوں میں جم رہی تھی جیسا کہ فرماتے ہیں وَاِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یعنی جبوقت کہ ملاقات کرتے ہیں مسلمانوں خالص سے قَالُوْٓا اٰمَنَّا یعنی کہتے ہیں ہم ایمان لائے پس جملہ فعلیہ بلفظ یہ لاتے ہیں اور مبالغہ اور تاکید راس دعوے میں نہیں کرتے ہیں اسواسطے کہ جانتے ہیں کہ مومن خالص بیوقوف ہوتے ہیں اور گمان نہیں کرتے ہیں کہ جہان میں کوئی جھوٹھ بھی کہتا ہو پس بمجرد کہنے ہمارے کے بغیر تاکید اور مبالغہ کے قبول کر لیں گے اور جان اور مال ہماری سے ہاتھ تعرض کا کوتاہ کرینگے وَاِذَا خَلَوْا اِلٰی شَیٰطِیْنِہِمْ یعنی جبوقت خلوت میں جاتے ہیں طرف شیطانوں اپنوں کے یعنی بہکانے والوں کے ساتھ تاکید تمام کی قَالُوْٓا اِنَّا مَعَکُمْ یعنی کہتے ہیں کہ بلاشبہ ہم ہمراہ تمہارے ہیں حاصل یہ ہے کہ ہم چند مسلمانوں کے روبرو اسلئے بچانے جان اور مال اپنے کے ظاہر کی کرتے ہیں اور دکھانے کے واسطے مسلمان ہوتے ہیں لیکن حقیقت میں ہم تمہارے ہمراہ ہیں جیسا کہ تمنے کفر کے اعلیٰ مرتبہ میں ترقی کی ہے ہم بھی اُسی مرتبہ میں ہیں اور اس کلام میں طرح طرح کی تاکیدیں اور مبالغہ کی رعایت کرتے ہیں جملہ اسمیہ لاتے ہیں پھر اُسکو حرف تاکید کے ساتھ موکد کرتے ہیں اور بجائے انا کافروں کے انا معکم کہتے ہیں تا کہ دلالت اور متحد ہونے مرتبہ کفر کی کرے اسواسطے کہ معتقد کمال دانائی اور عقلمندی کا فروں کے ہی جانتے ہیں کہ ہمنے مسلمانوں کے پاس ایمان اپنا ظاہر کیا ہے اگر اس کفر باطنی اپنے کو تاکید اور کمال مبالغہ کے ساتھ روبرو ظاہر نہ کرینگے ہمارے اقرار کو ظاہر نہ کرینگے اور باوجود اس تاکید اور مبالغہ کے تسلی خاطر اُن کی نہیں ہوتی ہے اور گمان کرتے ہیں کہ کافر اس دعوے میں مجھکو جھوٹا جانیں نے اور اغراض کرینگے کہ اگر تم درجہ کفر میں ہمارے شریک ہو پس لفظ انا کا تمہاری زبان پر کیونکر جاری ہوتا ہے اس لفظ کا زبان کے اوپر اگرچہ ظاہر داری کے واسطے ہو دلالت اور ضعف اعتقاد کے کفر میں کرتا ہے اسیلئے بطریق پیش بندی کے کہتے ہیں کہ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَہْزِءُوْنَ یعنی نہیں ہیں مگر ہم مسلمانوں سے ہنسی کرتے ہیں اور بے عقلی اُن کی بر ملا ظاہر کرتے ہیں تا کہ آدمی جانیں کہ یہ گروہ سادہ لوح بیحد اقرار زبانی کے بغیر تامل کرنے مخالفت فعلوں ہمارے کے ساتھ قول ہمارے کے دعوی ایمان ہمارے کا سچا جانتے ہیں پس بسبب اس استہزار کے کمال ضعف طبعی ہماری کفر کے اندظاہر ہوگی اسواسطے کہ جو کوئی جس چیز کا استہزار کرتا ہے اُس چیز کو سبک اور خسیف جانتا ہے اور ہرگز اعتبار اُسکا نہیں رکھتا ہے اب حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہر چند یہ گروہ کسی وقت میں اہل ایمان کو محل استہزار اور استخفاف کا بناتے ہیں اپنے پر گروہ ہمیشہ محل استہزار اور استخفاف عالم الغیوب کے میں پڑے ہوئے ہیں اور ساتھ تجدد امثال کے کسی وقت میں استخفاف اور استہزار اُس جناب کے سے خالی نہیں رہتے ہیں اسواسطے کہ اَللّٰہُ یَسْتَہْزِئُ بِہِمْ یعنی حق تعالیٰ خود استہزار اُنکے ساتھ کرتا ہے اسواسطے کہ مسلمانوں کو ساتھ تعرض نکرنے جان اور مال اُنکے کے حکم دیتا ہے تا کہ دیدہ نفاق اُنکا زیادہ ہو اور بسبب زیادتی نفاق کے مستحق عذاب کے ہوں کہ رنج اور مشقت اُسکی مال اور جان کے جانیسے بھی سخت زیادہ ہے اسواسطے کہ مال اور جان کا جانا وبالی مذمل میں ظہر کرتا ہے اور اس اور یہ نفاق حیات ابدی کیواسطے مضر ہے پس گویا اُس جناب کی طرف اُنکے ساتھ معاملہ ایسا ہوتا ہے کہ بے عقلوں اور بے وقوفوں کے ساتھ کرنا چاہیئے کہ نکریں دیویں اور یا قوت لے لیں اور اسی سبب سے ہے کہ حق تعالیٰ اُنکو جلدی سے دنیا میں مواخذہ نہیں فرماتا ہے بلکہ فرصت دیتا ہے وَیَمُدُّہُمْ یعنی اور مہلت دراز دیتا ہے اُنکو تا کہ مستغرق اور ڈوبے ہوئے ہوں فِیْ طُغْیَانِہِمْ سرکشی اپنی میں یَعْمَہُوْنَ یعنی اندھے دل کے ہیں اور بُرا حال اپنے سے بے خبر ہیں۔ اس جگہ سے جانا چاہیئے کہ ابتدا اُنکی طرف سے کسی کی استہزار اور ہنسی کرنی جہالت ہے جیسا کہ اسی سورۃ میں آویگا کہ قالوا اتتخذنا ھزوا قال اعوذ باللّٰہ ان اکون من الجاھلین لیکن استہزار کرنا عین حکمت اور کمال انصاف ہے جیسا کہ اس آیت میں وقوع خصوصاً ہو کوئی محبوبوں اپنے سے استہزار کرتا ہے محبوبوں کی طرف سے واسطے انتقام کے جواب استہزار کا دینا عالم محبت میں داخل ہے اور اس آیت میں اس مقصد کی نظر سے کمال بزرگی شان خالص مسلمانوں کی نکلتی ہے کہ حق تعالیٰ اُن کی حمایت کیواسطے استہزار مناقفوں کا جواب آپ اُن کی طرف سے دیتا ہے اور بھی اس آیت

میں دلیل صریح ہے اوپر ذکر نے وجوب اصلح کے کہ مذہب معتزلہ کا ہے اسواسطے کہ رکھنا منافقوں کا کرکشی اور سیاہ دلی میں کسی وجہ سے منافقوں کے حق میں اصلح نہیں ہے اور لغت عرب میں جیسا کہ اندھے ہونے آنکھ کو عمی کہتے ہیں دل کے اندھے ہونے کو عمہ کہتے ہیں اور یگرہ کہیونکر قابل استہزا الٰہی کے نہوں اور حال آنکہ جو معاملہ کہ انہوں نے خدا کے ساتھ کیا ہے کمال حمقی اُن کی اُسمیں ظاہر ہوئی اسواسطے کہ اُولٰئِکَ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى یہ گروہ آدمی ہیں کہ خرید کی ہے گمراہی نفاق کے ساتھ دیدینے ہدایت ایمان کی اسواسطے کہ جب اُنہوں نے کلمہ اسلام کا زبان پر چلایا کچھ اُنکو ساتھ حقیقت ایمان کے ایک ربط پیدا ہوا اور گویا مالک اُسکے ہوئے پھر بسبب نفاق باطنی اپنے کے اُس ایمان کو کہ اپنے ہاتھ میں لئے تھے برباد کیا۔ اور گمراہی نفاق کی اپنے واسطے اُسکے بدلے میں اختیار کی باوجود یکہ ایمان میں سراسر نفع دونوں جہانوں کا تھا اور نفاق میں نقصان آخرت کا موجود ہے اور خسارہ دنیا کا ہرچند کہ نفاق میں معلوم نہیں ہوتا ہے لیکن ہرگاہ کہ خدا کی طرف سے رسوائی اُسکے حال کی ہوئی اور مسلمانوں کو اُسپر اطلاع فرمائی اور قرآن مجید میں اُنکے نفاق کا ذکر فرمایا اور لباس شہود و ظاہر ہو کر مکتبوں میں لڑکے بھی تلاوت کرتے ہیں۔ دنیا کا خسارہ بھی جسطرح سے اُن کی طرف عائد ہوا ہیں یہ سودا اُنکا مانند سودے اُس شخص کے ہے کہ حریاق کو دیکر زہر ہلاہل خریدا ہو فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ یعنی اُن کی سوداگری نے کچھ فائدہ نہ دیا اسواسطے کہ دنیا میں بھی نفع نہیں رکھتی ہے اور آخرت اپنی کو بھی برباد کیا اسواسطے کہ اصل مال آخرت کا کہ ایمان ہے اس نفاق کے بدلے میں ہارا وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ یعنی اور نہ ہوئے وہ راہ پانے والے اسواسطے کہ فقط ایمان زبانی کو اب بھی رکھتے ہیں ہدایت نہیں ہے اور اگر بالفرض ہدایت بھی ہو پس اُس صورت میں ہے کہ اعتقاد دل کا مخالف اپنے نہو اور سچمچ تکذیب اور انکار اُسکے بدلے میں حاصل ہو پس اس معاملہ میں کسیطرح نفع پانیوالے نہ ہوئے اور اگر چہ سعادت دنیا کی سعادت ابدی کے بدلے میں حاصل کرنے میں بھی خسارہ تھا چہ جائے اسکے سعادت دنیا کی بھی ہاتھ سے نہ لئے اور مفت برباد کی اور اس سے زیادہ کیا احمق ہوگا لیکن بسبب کمال حمق اپنے کے تحقیق کلمہ توحید کو زبان سے کہنے کو مرتبہ کمال کا جانتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ مقصود جاری کرنے اس کلمہ کے سے اور پرزبان کے نگاہ کرنا مال اور جان کا ہے، اور اُسکو پہنچے حاصل کیا بعد اسکے اور مرتبوں کو بھی بے پروائی حاصل ہوئی پس مَثَلُهُمْ یعنی تمثیل اُن کی اس کو نہ نظری اور غلط فہمی اور خریدنے گمراہی اور تاریکی کے ہدایت اور نور کے بدلے میں كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا یعنی مانند تمثیل اُس شخص کی ہے کہ روشن کیا اُسنے آگ کو تاکہ شعلہ اُسکا بلند ہوا اور بسبب اُسکے روشنی اور گرمی اور پکانا طعام کا اور اور منافع آگ کے حاصل ہوویں ایسے ہی اس گروہ نے بھی چاہا کہ نور جلی ایمان کا کہ ہر شخص کی استعداد میں رکھا ہے بیچ صحبت پیغمبر علیہ السلام اور رفاقت اہل ایمان کے روشن اور قوی کریں تاکہ منافع اُس نور کے کہ ظاہر ہونا حقائق اور معارف کا اور گرمی شوق اور ذوق کی عباد توں اور ذکروں میں ہم پہنچنا ہو اخلاق اور خصلتوں کا ہے حاصل ہوویں فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهُ یعنی پس جس وقت کہ روشن کیا اُس آگ نے گردوپیش روشن کرنیوالے کا اور قدرے روشنی اسکی سے آنکھ اسکی کھلی اور دیکھنے لگا اور جزائے لما کی محذوف ہے یعنی اطفاء ها حاصل یہ ہے کہ اُس آگ کو بجھا دیا اس کمان سے کہ اب مجکو کیا حاجت ہے کہ اور اُس آگ کو روشن کروں اسواسطے کہ آنکھ میری حاصل گئی ہے خود بخود ہر چیز کو میں مجھ لونگا اور جسقدر گرمی کہ میں حاصل ہو مجکو کفایت کریگی بہتر یہ ہے کہ تاریکی میں بیٹھوں اور محنت روشن کرنے آگ کی نہ کھینچوں اور مشت طلب کرنے لکڑی اور پھوس وغیرہ کی نہ اُٹھاؤں ایسے ہی یہ گروہ بسبب صحبت سرسری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور مسلمانوں میں ملجانیکے تھوڑی سی بینائی بصیرت کی پیدا کرکے قناعت کرنیوالے ہوئے اور یہ جانا کہ جان و مال ہمارا کرگر دار و پیش ہمارے ہے حمایت مسلمانوں میں داخل ہوا اب کسواسطے محنت مراتب ایمان کے حاصل کرنے کی کھینچی چاہیئے اور تلخی جدائی رشتہ داروں اور کنبے کے لوگوں کی اور چھوڑنا وطن کا کیا ضرور ہے جب اسی حالت میں مرے ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ اکمال یگیا اللہ نور اُنکا کہ حاصل کیا تھا اسواسطے کہ فائدہ اسکا فقط اگچہ کہنا جان و مال تھا اور یہ فائدہ بعد مرنے کے جاتا رہا وَتَرَكَهُمْ فِيْ ظُلُمَاتٍ لَّا يُبْصِرُوْنَ یعنی اور چھوڑا اُنکو حق تعالیٰ نے بعدم رنیکے اندھیرے میں کہ ہرگز کسی چیز کو نہیں دیکھتے ہیں اور کسی وجہ سے خیلہ خلاصی کا اُن تاریکیوں سے اُن کی نظر میں نہیں آتا ہے اور ظلمات کو جمع اسواسطے لئے ہیں کہ ان منافقوں کو بعد مرنیکے کئی قسم کے اندھیرے گھیر لینگے اول اندھیرا کفر کا دوسرا اندھیرا مکر اور فریب کا کہ اللہ سے اور مسلمانوں سے کرتے تھے تیسرا اندھیرا جھوٹ اور افترا کا کہ اپنے تئیں مومن کہتے تھے چوتھا طعن کرنے اور مسخرا پنے مسلمانوں خالص کا کہ اُنکو احمق اور بے وقوف کہتے تھے پانچواں اندھیرا اہل مکر کے کہ فریب دینے کو اُنکو معلوم جانتے تھے چھٹا اندھیرا گناہوں اور شہوتوں کا کہ پیشہ نفاق کو حیلہ اپنے عمال شنیعہ کا قرار دیتا تھا ساتواں اندھیرا اختیاروں کے معطل ہونے کا کہ وہ گونگے ہیں سوائے کفر کے کہ اُنکے دل میں بھرا ہوا ہے اور کچھ زبان سے نہیں کہہ سکتے اور اگر بناوٹ اور تکلف کی راہ سے قصد گویائی کا بھی کریں پس اُسوقت در پے تدارک اور اصلاح حال اپنے کے ہوویں کہ بھلائی ایمان کی اور برائی نفاق کی نظر کے سامنے آوے لیکن خوبی ایمان کی اور زبونی نفاق کی بسبب گھیر لینے تاریکیوں کے اُن کی نظر سے غائب ہے اسواسطے کہ وہ لوگ عمی یعنے اندھے ہیں کہ خوبی اور برائی اشیاؤں کی نہیں سمجھ سکتے فَهُمْ یعنی بس یہ لوگ ہرچند قصد پھیرنے اس معاملہ کا کریں لیکن لَا يَرْجِعُوْنَ یعنی ہرگز نہ پھر سکیں گے اسواسطے کہ بعد موت کے جو چیز کہ دنیا میں جوہر روح کے اندر محکم ہوئی ہرگز دو نہیں ہو سکتی اور تدارک اُسکا امکان کے درجہ سے باہر ہے اور جنمی حواس اور قوتیں میں اُسوقت میں تابع اُسی کیفیت کے کہ دل میں بیٹھی ہوئی

ہے ہوتی ہیں اور مخالف اُسکے دیکھنا اور سننا اور کہنا اُس حال میں کسی سے نہو سکیگا لیکن آثار جزا اُس اُس کیفیت کے اُسی کیفیت کے ساتھ مترتب ہونگے اسواسطے کہ وہ کیفیت ملزوم ہی اور آثار اُس کے لازم ہیں اور لزوم کا وجود بغیر لازم کے متحقق نہیں ہوتا ہے اور اُن آثار کیواسطے علیحدہ سننا اور دیکھنا اعتبار کرنا ضرور نہیں بلکہ اُس کیفیت کے ادراک کے ساتھ اُنکا ادراک بھی ہو جائیگا اور یہی ہیں معنی غلاب کے واسیواسطے اجماع اہل عقل و اہل شرع کا اسپر ہے کہ بعد موت کے سب دنیا کا ممکن نہیں اور وہ کسب کہ زندگی میں کئے تھے اُنکا دُور کرنا بھی ممکن نہیں جیسا کہ سورۂ بنی اسرائیل میں فرماتے ہیں وکل انسان الزمناہ طائرہ فی عنقہ یعنی ہر انسان چپٹا دی ہے ہمنے بُری قسمت اُسکی بیچ گردن اُسکی کے اور جو کہ دوسری آیتوں میں فرمایا ہے کہ کافر و منافق بعد موت کے تمنا کرینگے کہ تیز حواس ہو دینگے اور سننا دیکھنا اُنکا ترقی کریگا جیسا کہ سورۂ مریم میں کہ اسمع بھم و ابصر یوم یاتوننا پس مخالف اس آیۃ کے نہیں اسواسطے کہ تیزی حواس اُنکے کی اسبات میں ہوگی کہ جزا اعمال اپنے کی کہ زندگی میں کئے تھے بخوبی معلوم کرینگے اور تیزی حواس کی اسواسطے نہوگی کہ حق کو دریافت کریں اور اگر دریافت کرنا حق کا بھی اُنکے نصیب میں اُس عالم میں ہوگا محض طریق حسرت و افسوس کے ہوگا نہ واسطے کسب تہذیب کے تاکہ فیض پڑے اُنکو اخیر درجہ دق والے کے کہ اگر اُسکو اخیر درجہ دق کی نہیں سو امید پہنچنے اُسکو ضرور ہے اور سبب اب مرض میں ظاہر ہو وے بخلاف حسرت اور ندامت اور تاسف کے کچھ اثر نہ رکھے اعاذنا اللہ من امثال ھذہ الحالات فی الدنیا والاخرۃ اور ہو سکتا ہے کہ جواب لما کا ذھب اللہ بنورھم ہو وے اسواسطے کہ تمام عمر اُنکی بیچ روشن کرنے گزرنے پیش اپنے کے گذری اور جو وقت اس جہان سے روانہ ہوئے اُس نور کو گم کیا اور اکثر مفسرین نے ذھب اللہ بنورھم کو تشبیہ و تمثیل میں داخل کیا ہے اور نور کے بجھانے سے مراد یہ لکھی ہے کہ دنیا میں توفیق بندگی کرنے کی اُنکو حاصل ہوئی اور ضلالت میں مبتلا ہے لیکن اس تقدیر پر ایک خدشہ قوی ہے اسواسطے کہ اثر ایمان لسانی اُنکے کا کہ مراد ہے اُس نور سے جو دنیا میں اُنکے واسطے حاصل ہوا کبھی اُن سے جدا نہیں ہوا مواعیشہ جان اور مال اُن کی محفوظ رہی اور مسلمانوں سے اُن سے تعرض نکیا پس معنی ذھب اللہ بنورھم کے کیا ہونگے اور اگر ایمان اُنکے کا زیادہ اس سے نہ تھا کہ بیان ہوا اور وہ دلائل نہیں ہوا کہ اُسکے بدلے میں تاریکی لائی جاتی پس نہیں اگر حالت آخرت کی کہ بعد موت کے درپیش آوینگی اور ہر چند تمثیل بیچ بیان کرنے خصائص منافقین کے گمراہی کے خریدلے اور ہدایت کے دینے میں لائی گئی ہے کافی اور شافی ہی ان پر اگر حال اُنکے پر کہ بعد خرید فروخت کے ہوا نظر کیجائے اور طرف نظرت نام اور وگرداننی بالاکلام کی کہ اُنکو سبب ہدایت کے سے طہور میں آئی دیکھا جاوے تمثیل دوسری ملوفق حال اُنکے کے پڑتی ہی پس سننے والے کو اختیار ہے اگر چاہے اسی تمثیل دوسری کو بھی ملاحظہ کرے جیسا کہ فرماتے ہیں اَوْ یعنی یا تمثیل اُنکی خریدکر نے گمراہی اور ہدایت کے دینے میں باوجود تفرقہ کے اسباب ہدایت کے سے کَصَیِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ یعنی مانند اُس شخص کے ہے کہ مکان بہت مینہ والے سے کہ آسمان سے برستا ہے بھاگ کر اُسکے بدلے میں قحط والے مکان کو اختیار کرے جب پھر وہ منافقوں کے اسلام سے کہ مکان بارش نفع علوں کا ہے اور جگہ اُترنے روشنیوں اور برکتوں مرضیات الٰہی کے ہے آسمان سے بھاگ کر کفر کو وہ جگہ قحط کی ہی یعنی علم نفع دینے والا اُسمیں آسمان سے برستا ہے اور نہ روشنیاں اور برکتیں اعمال صالحہ کی اُسمیں نزول کرتی ہیں ماوی اور مسکن اپنا اختیار کیا اور اپنے خیال میں اس معاوضہ کو علیم حکمت اور دانائی جانتے ہیں اسواسطے کہ بارش کی جگہ میں خوف تکلیفوں کا رکھتے ہیں بسبب اسکے کہ فِیْهِ ظُلُمٰتٌ یعنی اُس مینہ میں اندھیرے ہیں اوّل اندھیرا بادل کا کہ نہایت گہرا ہے کہ ہر تہ اسکی گویا ایک اندھیرا جدا جدا ہے دوسرا اندھیرا بوندوں بے شمار کا کہ ملکر برستی ہیں تیسرا اندھیرا رات کا اور ہر چند ذکرات کا اس تمثیل میں صراحۃ نہیں آیا لیکن ذکر کرنے برق اور کلا اضاء لہم مشوا فیہ و اذا اظلم علیہم قاموا سے قرب تصریح کے ہوگیا کہ یہ رات ہی کا ذکر ہے اسواسطے کہ بجلات نہیں ہوتی ہی تمرات میں وَرَعْدٌ یعنی اور اُس مینہ میں آواز ہولناک ہے کہ سنی جاتی ہے ابر سے خواہ بسبب ٹکرانے بادلوں کے ہو یا بسبب پھاڑنے اجزاء دخانیہ کے وَّبَرْقٌ یعنی اور اُس مینہ کے اندر بجلی بھی چمکتی ہے کہ آنکھ کو خیرہ کرتی ہے ایسے ہی یہ گروہ منافقوں کے اسلام لانے میں اوقاتوں کا خوف کہتے ہیں اور مطاعن جہادوں کی اور مشقتیں جہاد کی اور گھر بار کو ترک کرنا اور کنبے قبیلے سے جُدا ہونا اُن کی نظر میں تاریکیاں دکھلائی دیتی ہیں اور تہدیدات شرعی کہ اُوپر شہوت رانی اور بغصہ کے اسلام میں سنتے ہیں مانند عدد سخت کے اُنکے گھر ڈھا پھاڑتی ہیں اور انواع اجلال الٰہیہ کو کہ دلیلوں اور معجزوں سے چمکتی ہیں بینائی بصیرت اُن کی کو خیرہ کرتی ہیں اور اُن کو مانند بجلی کے جانتے ہیں بلکہ جیسے کہ بھاگنے والے مینہ کی جگہ سے یَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ یعنی لاتے ہیں اُنگلیاں اپنی فِیْٓ اٰذَانِهِمْ بیچ سوراخ کانوں اپنے کے ڈر سے مِّنَ الصَّوَاعِقِ یعنی تاثیر آوازوں تند رعد اور گرنے آگ بجلی کی سے حَذَرَ الْمَوْتِ یعنی بسبب خوف مرنے کے کہ مبادا وہ آواز تند صدمہ کو پہونچا دے اور موت کی طرف پہونچ جاوے ایسے ہی یہ گروہ منافقوں کا سننے تہدیدات شرعیہ کے سے کان اپنے بند کرتے ہیں اور ڈرتے ہیں کہ سننے اُس تہدیدات ہولناک سے شہوت اور غصہ کا باعث لذتوں زندگی دنیا کا ہے مرنا ہے اور یہ بھاگنا اُنکو کچھ فائدہ نہیں کرتا ہے اسواسطے کہ یہ لوگ خدا کے ہاتھ سے نہیں چھوٹ سکتے وَاللّٰهُ مُحِيْطٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ یعنی اور خدا ہر طرف سے پکڑنیوالا ہے کافروں کو قہر اُسکے سے خالی نہیں پائینگے اسواسطے کہ اگر قہر تشریعی اُسکے سے بھاگے قہر تکوینی اُسکے سے کس طرح بھاگیں گے یعنی اگر اللہ تعالیٰ اُنپر عذاب کر یگا ہرگز نہیں بھاگ سکیں گے اور اگر سننے تہدیدات قرآنی لے کانوں اپنوں کو بند کیا سننے آواز گھوڑوں غازیوں اور آواز تلواروں اور نیزوں مجاہدین اور نعرے تند اُنکے سے یونکر کان اپنے بند کر سکیں گے اور جیسا کہ منہ سے بھاگنے والو کو چمک بجلی کی موجب خوف کا ہوتی ہے ساتھ اس حد کے یَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ یعنی نزدیک ہے کہ تیزی چمک بجلی کی بینائی مانکی اُچک لے اور اُنکو اندھا کر دے ایسے ہی روشنیاں دلیلوں ظاہر کی بینائی بصیرت ان خفاش کی خصلتوں کی اندھا کرتی ہیں اور جیسا کہ مینہ سے بھاگنے والو کو بسبب تاریکیوں بارش کے حیرت اور رائیں اُنکے جاتا سرزد ہوتا ہے ساتھ اس حد کے كُلَّمَآ اَضَآءَ لَهُمْ یعنے ہر گاہ کہ روشن ہوتا ہے واسطے اُنکے عالم بسبب چمکنے بجلی کے مَّشَوْا فِيْهِ یعنی رستہ چلتے ہیں اُس کی روشنی میں ایسے ہی

یہ گروہ منافقین کے جسوقت علمہ نور اسلام کا اور ظاہر ہونا معجزات قویہ کا پاتے ہیں ظاہر میں اور بطریق حق کے مستقیم ہوتی ہیں وَ اور جیسا کہ بھاگنے والے بیمہ کے اِذَا اَظْلَمَ یعنے جسوقت تاریک ہوتا ہے جہان عَلَیْهِمْ یعنے اوپر اُنکے بسبب چلے جانے روشنی بجلی کے قَامُوْا یعنے ٹھہر جاتے ہیں اور رہستہ نہیں چل سکتے ایسے ہی یہ گروہ منافقوں کے جس وقت کوئی آیت اُنکے اوپر اسلام میں ظاہر ہوتی ہے اپنے کفر پر جاتے ہیں اور کلمے بے دینی اور نفاق کے اُن سے وقوع میں آتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے ہیں کہ بیمہ ہر چیز اس قسم کی مُنافقتیں اور اذیتیں رکھتا ہے اور اوپر جاسہ سمع اور بینائی کے صدمہ بیہوشی پہنچاتا ہے لیکن جو نفع کہ اُس سے امید کئے جاتے ہیں ہزاروں حصہ زیادہ اُٹھانے ان شقتوں اور قبول کرنے ان صدموں کے سے بہتر ہیں باوجود اسکے بھاگنا اُس سے فائدہ نہیں کرتا ہے اسواسطے کہ اسباب مشقت کے کارخانہ خدائی میں منحصر اسیں نہیں ہیں کفر میں بھی اسباب مشقت کے بہت ہیں اور صدمہ حواس کے بھی منحصر اس میں نہیں ہیں کہ کفر کی حالت میں بھی پہونچتے ہیں بلکہ باوجود اس قدر احتیاط اُن کی کہ انگلیاں اپنی بسبب خوف آواز رعد کے کانوں میں کرتے ہیں اور چمک بجلی کی سے بھاگتے ہیں خدا تعالیٰ کو طاقت ہے کہ کان اُنکے بہرے اور آنکھیں اُن کی اندھی کرے بلکہ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ یعنی اگر چاہے اللہ تعالےٰ لیجائے شنوائی اُن کی اور بینائی اُن کی بغیر رعد اور بجلی کے اسواسطے کہ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ یعنی تحقیق اللہ تعالیٰ اوپر ہر چیز کے قادر ہے اور قدرت اسکی محتاج طرف کسی سبب کے نہیں اور کوئی مانع اُسکو منع نہیں کرسکتا جو چاہے اپنی قدرت سے کرے پس جو ممکن کہ اُس میں نفع ہے نہایت ہے تھوڑے ضرر کے خیال سے اسواسطے چھوڑنا چاہیئے علی الخصوص کہ چھوڑنے میں بھی یقین خلاصی کا اُس ضرر سے نہو باقی رہے اس جگہ کئی سوال کہ مفسرین اس مقام میں کرتے ہیں جواب اُنکے کے ہوتے ہیں اوّل یہ کہ قبلا اضارت ماحوال کے نقوط کو مناسب ایسا تھا کہ ذَهَبَ اللّٰهُ بِضَوْئِهِمْ فرماتے ذهب الله بنورهم کو اسواسطے لائے اسواسطے کہ لفظ اضارت میں مادہ ضوء کا موجود ہے جواب اسکا یہ ہے کہ ضوء کا استعمال بیشتر مضی بالذات کے افر میں ہوتا ہے اور نور عام ہے خواہ افر مضی بالذات کا ہو خواہ افر مضی بالعرض کا جیسا کہ بیچ آیت هوالذی جعل الشمس ضیاء والقمر نورا کے طرف اُسکے اشارہ ہے تیں بیچ مقام بیان بے اثر ہونے اُس آگ کے ذهب الله بنورهم مناسب زیادہ ہوا تاکہ دلالت کرے اوپر اسکے کہ اثر اُس آگ کا خواہ بواسطہ ہو خواہ بیواسطہ سب برباد گیا اور کچھ نام اور نشان اُس کا باقی نرہا یہ توجیہ جواب کے اور پر اُس تقدیر کے کہ ذهب الله بنورهم مثیل میں داخل اور جواب لما کا ہوا اور اگر موافق تفسیر لکھی ہوئی کے ذهب الله بنورهم بیان حال منافقین کا ہو بعد مرنے کے اور داخل تمثیل میں نہو پس وجہ اسکی یہ ہے کہ ضوء کا استعمال ظاہر کی روشنی میں ہوتا ہے اور اس جگہ منظور برباد کرنا روشنی ایمان کا تھا کہ معنوی ہے پس استعمال لفظ نور کا ضرور ہوا تاکہ خیال سننے والے کا طرف روشنی ظاہری کے نجائے دوسرا سوال یہ ہے اس آیت میں کہ حال دنیاوی کافروں کا اُسمیں بیان ہے اول بہرا ہونا بعد اُسکے گونگا ہونا بعد اُسکے اندھا ہونا بیان فرمایا ہے اور دوسری آیت میں کہ سورۂ بنی اسرائیل میں ہے یعنی ونحشرهم یوم القیمة علی وجوههم عمیا و بکما وصما بیان حال اخروی کافروں کا اُسمیں ہے اندھے ہونے کو اوپر گونگے ہونے کے اور گونگے ہونے کو اوپر بہرے ہونے کے مقدم کیا نکتہ بیچ بدلنے اس اسلوب کے کیا ہے جواب اسکا یہ ہے کہ دنیا میں حقایق آلہیہ اور حقایق اخرویہ مخفی اور پوشیدہ ہیں اور اکثر آدمی من حقایق سے اندھے ہیں کہ علم اُنکا نہیں رکھتے اور طریق اُنکے معلوم کرنیکا یہی ہے کہ وہ عقلمند اور صاحب دل دیکھتے ہیں اور طرف ہمارے پہونچاتے ہیں اُنکے فرمانے کو سنتے ہیں اور بعد سننے کے اگر شبہہ اور خلجان کسی طرح کا باقی ہے تفتیش اور تحقیق کرتے ہیں بعد تحقیق کے نشانیاں حقیقت کی ظاہر ہوتی ہیں اور حجاب اُٹھ جاتا ہے اور اندھا پن نہیں رہتا ہیں فقدان ان تینوں مرتبوں کا دنیا میں اسی ترتیب سے یاد فرمایا اور آخرت میں کہ حجاب بالکل اُٹھ جاویگا اور پردہ نرہیگا اور آدمی ہر شے خود بخود معلوم کریگا واعظ اور مرشد کی اُس جگہ درکار نہیں کہ العیان لا یحتاج الی البیان پس طریق گم ہوجانے دریافت حقایق کا اُس مقام میں یہی ہے کہ پہلی آنکھیں حقیقت میں اندھی ہوجاویں بعد اُسکے آلہ سوال اور تفتیش کا کہ حرف وصوت ہے جاتا ہے بعد اُسکے اگر بغیر سوال اور تفتیش کے بھی کوئی تعاند کان میں بیہودہ محسوس ہوگی لاجار آخرت کی نسبت یہی ترتیب مناسب ہے یاد ہوئی تیسرا سوال یہ ہے کہ لفظ او کا کلام عرب میں شک کیواسطے آتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی خبروں میں شک کی گنجایش نہیں ہیں استعمال کلمہ او کا بیچ اوصیب من السماء کے کیا ہے جواب اسکا یہ ہے کہ اگرچہ اصل میں کلمہ او کا کلام خبری میں واسطے شک کے ہے لیکن جس وقت کلام خبری متضمن تخییر اور تسویہ کے ہو لفظ او کا اُن کے معنوں سے مجرد کرکے لاتے ہیں اور تسویہ اور تخییر میں استعمال کرتے ہیں اور اس جگہ واسطے ظاہر کرنے اسکے کہ دونوں تشبیہیں جواز میں برابر ہیں اس کلمہ کو لائے ہیں حاصل کلام کا یہ ہے کہ مناسب کے حال کی تشبیہ دونوں طرح جائز ہے خواہ شبہہ ہو اُنکے حال کا حال روشن کرنیوالے آگ کا کہ جلدی سے اپنی آگ کو اُسنے بجھا دیا کیا جامع یعنی جیسا اُس شخص نے اپنی آگ بجھا کر نقصان اور خسارہ پایا ایسا ہی اُن منافقوں نے بھی کہ آخرت کے بدلے میں دنیا کو لیا اور ہدایت کی عوض میں ضلالت کو خریدا خسارہ اور نقصان حاصل کیا و خواہ شبہہ ہو اس کا حال اس شخص کی کہ گرفتار ہوا جاوے کسیقسم کی مصیبت میں جیسا کہ وہ شخص نفع کی جگہ سے بسبب تھوڑے سے خوف کے بھاگتا ہے یہ لوگ بھی لالچ دنیا کے ہم کرنے تھوڑے ضرر کے اور خوف مشقت کے کہ اسلام میں ہے بڑے بڑے فائدوں کو ترک کرتے ہیں کیں سامع کو اختیار ہے خواہ اس تشبیہ کو سنے یا اُس تشبیہ کو کہ دونوں تشبیہیں بیچ تصویر حال اُنکے کے برابر ہیں چوتھا سوال یہ ہے کہ مینہ سوائے آسمان کے اور طرف سے نہیں آتا پس فائدہ لفظ من السماء کا کیا ہوا جواب اسکا یہ ہے کہ کبھی بارش کا اور چیزوں میں بھی جنمیں نفعت ہے مجازاً استعمال کرتے ہیں جیسا کہ کہتے ہیں فلانی جگہ نعمت برستی ہے اور فلانے شہر میں زر برستا ہے پس اسواسطے دفع کرنے تو ہم اس مجاز کے اس لفظ کے ساتھ تاکید کرنی ضرور ہوئی تاکہ لفظ صیب کو

اوپر مینہ مجازی کے محمول نکرے جیسا کہ بیچ اذا استیقظ احدکم من منامہ میں کہا ہے کہ غرض زیادہ کرنے لفظ من منامہ کے سے دُور کرنا اُس توہم کا ہے کہ کوئی استیقاظ کو اوپر خبر ارسی خواب غفلت کے حمل نکرے اور اوپر اسی قیاس کے بیچ لفظ والطائر یطیر بجناحیہ کے کہا ہے کہ کوئی طیران کو ساتھ طیران ہمت کے تاویل کرے والا طیران جناح ہی سے ہوتا ہے اسکے زیادہ کرنے کا کچھ فائدہ نہیں پانچواں سوال یہ ہے کہ کانوں میں سرُ انگلی کا ڈالتے ہیں حالانکہ قرآن میں ہے کہ یجعلون اصابعھم فی اذانھم سو سطے اصابع تمام اُنگلیوں کو کہتے ہیں جواب اسکا یہ ہے کہ ڈالنا اونگلی کا سوراخ کان میں اس بات کو نہیں چاہتا ہے کہ ساری اُنگلی اُسکے اندر داخل ہو جاوے بلکہ سرا اونگلی کا جسوقت کان کے سوراخ میں گیا کہہ سکتے ہیں کہ اُنگلی کان میں ڈالی اور لفظ اصابع کے لانے میں کہ نام تمام اُونگلی کا ہے ایک نوع کا مبالغہ سمجھا جاتا ہے گویا ارشاد ہوتا ہے کہ بسبب کمال خوف اور ڈر کے چاہتے ہیں کہ تمام اُونگلیاں اپنے کانوں کے سوراخوں میں ڈال لیں تاکہ کسی وجہ سے آواز سخت رعد کی اُنکے کان میں نہ آوے چھٹا سوال یہ ہے کہ مینہ پرسے برستا ہے نہ آسمان سے پس اوصیب من السماء کے کیا معنی ہوں جواب اسکا یہ ہے ہر چند کہ مینہ پرسے برستا ہے لیکن پیدا ہونا ابر کا موقوف اوضاع آسمانی پر ہے جیسا کہ اگلی آیت میں مذکور ہے پس کہہ سکتے ہیں کہ مینہ آسمان سے آتا ہے معہذا مراد آسمان سے طرف آسمان کی ہے نہ جزم آسمان کا اور ابر آسمان کی طرف میں ہے اگرچہ آسمان میں نہو آس جگہ حکمت والوں نے کہا ہے کہ جسوقت قوتیں فلکیہ عناصر میں تاثیر کرتی ہیں بسبب گرمی پیدا کرنے اور تبخیر کے عناصر حرکت میں آتے ہیں اور آپس میں مخلوط ہوتے ہیں اور عناصر کے آپس میں ملجانے سے مخلوقات طرح طرح کے پیدا ہوتے ہیں مثلاً جب گرمی موسم گرما کی عناصر میں تاثیر قوی کرتی ہے دریا سے بخار اور زمین سے دھواں اُٹھتا ہے اور طرف آسمان کے جاتا ہے پس دھواں کبھی ہوا کی جبر سے آگے بڑھ جاتا ہے اور کرہ آگ تک پہونچتا ہے اور وہاں جاکر روشن ہو جاتا ہے اور کبھی کئی روز تک اُسکا روشن ہونا باقی رہتا ہے اور ستارہ دم دار کیصورت اور نیزہ کی شکل نمودار ہوتی ہے اور اگر جلدی سے بعد روشن ہونیکے غائب ہو جاتا ہے شہاب ہوتا ہے اور کبھی مشتعل نہیں ہوتا ہے بلکہ احتراق قبول کرتا ہے اور علامات سرخ اور سیاہ آسمان اور زمین کے درمیان ظاہر ہوتے ہیں آور بخار زمین سے جب اُٹھتا ہے کئی قسم کا ہوتا ہے اور بہت بلند جاتا ہے اور ایسے مکان پر پہونچتا ہے کہ عکس شعاع آفتاب کا زمین سے اُٹھتا ہے اُس مکان تک منقطع ہو جاتا ہے اور سردی اور جم جانا قبول کرتا ہے اور قطرہ قطرہ ہو کر زمین پر گرتا ہے اُس بخار رجیے ہوئے کو ابر کہتے ہیں اور کبھی اتنا لطیف نہیں ہوتا ہے بلکہ بقدر تھی ہوئی اسمیں موجود ہے اور اسواسطے بہت بلند نہیں جاتا ہے اور یہ بخار بسبب سردی کے آخرات کو جلدی سے منجمد ہو کر گرتا ہے اور اُسکو شبنم کہتے ہیں اور کبھی بسبب شدت سردی ہوا کے بخار راستہ میں جمکر زمین پر گرتا ہے اور اُسکو ژالہ کہتے ہیں اور کبھی کہا ہے کہ جسوقت بخار اور دھواں اور بخار مخلوط ہو کر زمین سے اوپر کو اُٹھتے ہیں اور بعد اُٹھنے کے آپس سے جدا ہوتے ہیں غبار اُلٹا پھرتا ہے اور ہوا تند چلتی ہے باؤ گولہ پیدا ہوتا ہے اور بخار دھواں جسوقت برودت کی حد پر پہونچتے ہیں بخار سرد ہو جاتا ہے اور دھواں اوپر کو جاتا رہتا ہے پس باعث شدت نفوذ کرنے دھوئیں کے اوپر کو راستہ چاہتا ہے آواز سخت پیدا ہوتی ہے کہ اُسکو رعد کہتے ہیں اور کبھی بسبب حرکت سخت کے وہ دھواں روشن بھی ہو جاتا ہے اور بجلی دکھائی دیتی ہے اور کبھی بسبب سردی زیادہ کے دھواں جم کر زمین پر گرتا ہے اور اُسکو صاعقہ کہتے ہیں اہل حکمت کے طور پر اس طرح یہ چیزیں پیدا ہوتی ہیں چونکہ نظر انکی میں تصوری ایسی چیزوں کی پیدائش میں سوا استعداد مادہ اور تاثیر صور نوعیہ کی کچھ معلوم نہیں کر سکتی ناچار اسی پر کفایت کرتے ہیں اور حقیقت میں ہمراہ ان اسباب کے دوسرے بھی واسطے اس کارخانہ کے بلکہ واسطے تمام کارخانوں جہان کے درکار ہیں کہ وہ ارادہ اور اختیار ارواح مدبرہ کا کہ موکل ان مواد اور صورتوں پر ہیں اور اُن ارواح کو زبان شرع میں ملائکہ اور فرشتے کہتے ہیں اور خصوصیتیں زمانی اور مکانی اور نہونا اثر کا باوجود اجتماع مادیہ اور صوریہ کے اختلاف اسی ارادہ اور اختیار کے سے ہے اسی واسطے شارع نے خبر و اخبار علت تامہ کا کہ تعلق ارادہ اور اختیار ارواح مدبرہ کا ہے اعتبار فرمایا ہے اور تمام اُس کارخانہ کا بلکہ تمام کارخانوں جہان کا نسبت طرف فعل فرشتوں کے فرمایا اور مانا کہ تابع امر تکوینی جناب باری کا کیا کہ فرشتے اپنی طرف سے کچھ نہیں کرتے ہیں فذلک دبرہ ما احد قط نظم وما تم الحلے اگر قوت فکریہ انسانیہ بیچ اسباب مادیہ اور صوریہ ہر شے کی غور کرے کمال غفلت منہی ہے اب یعنی ذات باری کی سے یعنی انتہا تمام اسباب کا جس کی طرف ہے اُسکو حاصل ہو اور معرفت مسبب کی ہرگز میسر نہو اور اگر نفی اسباب کی بالکل کرے کارخانہ حکمت الٰہی کا منکر ہو اور خلقت اسباب کی مانی سمجھے سبحانک ما خلقت ھذا باطلا پس جو اعتقاد کہ اُسکو دنیا اور آخرت میں نفع کرے یہی اعتقاد ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی فاعل ہر شئے کا بلا واسطہ ہے لیکن اسباب اسطے عادت الٰہی کے درمیان میں لاتا ہے تاکہ معطل ہونا کسی شئے کا اور خالی ہونا حکمت اور قدرت سے لازم نہ آوے والا بیت ؎ ز سبب سازیش من سودیم ؎ ز سبب سوزیش سوفطائم ؎ اور سبب یہ معنی معلوم ہوئے پس ہمانا چاہیئے کہ جو کچھ حکما اور فلاسفہ نے بیچ بدائش ابرا و مینہ اور رعد اور برق کے کہا ہے محض واسطے صورت باندھنے اُن چیزوں کے کہ بقدرت الٰہی سے پیدا ہوئی ہیں ذکر کیا ہے تاکہ عقل سے بعید نہ معلوم ہو اور ذہن کہ مالوف اور پرورد ادراک قدیم کے باعتبار اسباب مشہور کے ہے قبول کرنے والا واسطے اُن چیزوں کے اسباب اور اساسے اور بھی ہو سکتے ہیں بلکہ موجود ہیں جیسا کہ اگلی آیت کی تفسیر میں اور بیچ قصہ عذابوں پہلی امتوں کے انشاء اللہ تعالیٰ اشارہ طرف اُسکے آجاویگا اور ہر مکان بیان فرقوں نیک بختوں اور بدبختوں کے سے فارغ ہوئے اور فرمایا کہ یہ کتاب ہدایت ہے واسطے متقیوں کے کہ پانچ فرقوں کو شامل ہے اب بیچ بیان اُس چیز کے کہ مقصود نازل کرنے اس

پہلا رکوع اور دوسرا رکوع

سورۃ کے سے ہے شروع فرمایا اور اوپر طریق حاصل کرنے تقویٰ کے کہ سبب نفع پکڑنے کا ساتھ ہدایت قرآن کے ہے دلالت فرمائے گویا ایسا فرماتے ہیں کہ ہموقت جانا کہ یہ کتاب بلا سے ہدایت متقیوں کے نازل ہوئی ہیں چاہیئے کہ فکر تقویٰ حاصل کرنے اور رستہ اُسکے حاصل کرنے کا ہم سے سنیں یَا اَیُّھَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّکُمُ یعنی اے آدمیو عبادت کرو تم پروردگار اپنے کی اور مناقفوں کے مثل نہ ہو کہ یہ گروہ دین اسلام سے کہ سراسر نفع ہے بسبب تاریکیوں اور شدائد و عداور وعید کے بھاگتے ہیں چنانچہ آدمی مینہ سے کہ عین رحمت ہے بسبب خوف اندھیرے اور رعد اور برق کے بھاگتے ہیں اور ایسی تمثیل اپنے اوپر مطابق نہ کرو کہ فقط مناقفوں کو تو نظر کے حال بیان کرنے کے واسطے لائی گئی ہے اور مقید علمی نہیں ہیں یہ تمثیل معارض دلائل قطعیہ کے کہ اوپر واجب ہونے عبادت کے دلالت کرتی ہیں نہ ہوگی پھر جو شخص اس اصل محکم کو چھوڑ کے اور ایسی تمثیل ضعیف کے ساتھ تمسک پکڑے گویا انسانیت سے نکل گیا اور مفہوم لفظ ناس کے سے باہر ہوا اور حاصل اُس تمسک بہ کا یہ ہے کہ حقیقت ربوبیت کی معبودیت کو تقاضا کرتی ہے اور حقیقت عبدیت کی عابدیت کو چاہتی ہے خصوصاً جبکہ موصوف رب بندہ کو ایسی بڑی نعمت دی ہو کہ تمام نعمتیں بعد اُس نعمت کے موجود ہوتی ہوں اور وہ نعمت پیدا کرنیکی ہے کہ ذات بندہ کو بھی عدم سے طرف وجود کے لایا اور اُسکے اصول کو بھی یعنی جن سے یہ پیدا ہوا ہے اُسی نے نیست سے ہست کیا اسواسطے کہ پروردگار وہ منعم ہے اَلَّذِیْ خَلَقَکُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ یعنی وہ کہ پیدا کیا ہے تمہارے تئیں اور اُن آدمیوں کو کہ پہلے تم سے تھے باپ اور دادے تمہارے اور یہ پیدا کرنا ایک نعمت ہے نہایت عمدہ اُسکے بدلے میں ایسا شکر چاہیئے کہ کمال درجہ کا ہو اور وہ عبادت ہے پس معلوم ہوا کہ عبادت کو بندہ سے واسطے نفع اپنے کے نہیں چاہتے ہیں بلکہ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ یعنی واسطے اسکے کہ شاید متقی ہو تم اور ساتھ ہدایت قرآن کے کہ بیچ نصیب متقیوں کے ہے نصیب پاینوالے ہوا اور اسی واسطے محققین نے کہا ہے کہ حقیقت عبادت کی صحیح کرنی نسبت معبودیت کی ہے اسواسطے کہ جب بندے نے اپنے تئیں محکم پہچانا رب اپنے کے ساتھ وجوب کے پہچانا تکا اور جب اپنے تئیں علوک جانا رب اپنے کو الٰہ یعنی معبود پہچانا رب اپنے کو فاقہ ہوگا اور جب اپنے تئیں تحت قدرت کے رب اپنے تئیں مالک اور دلیل پہچانا رب اپنے کو اور امور عزیز پہچانا تکا اور اپنے تئیں قیاس کے لیل یعنی سے تجاوز نکر گا اور اس قضیہ عقلیہ کو منعکس کر نیکا اور نیچی قدرت اور تصرف کسی وجہ سے معلوم نہیں نیچا اور آپ کو مانند غلام ذلیل کے کہ روبرو خداوند اپنے کے کھڑا ہوا ہے اور کمر اطاعت کی باندھے ہوئے منتظر امر اور نہی کا ہو یوں کا ہونا چاہیئے کہ ہر چند حقیقت عبادت کی بحجز متوجہ ہونے کے طرف حال نفس اپنے کے اور دیکھنے موانع عبودیت کے اپنے اوپر ظاہر اور روشن ہے لیکن بسبب قصور بصیرت اور ضعف قوت قدسی کے معرفت معبود کے رستہ کا ایسا انسان دیا ہے کہ بہت آسان اور ظاہر ہے اور حاصل اُسکا یہ ہے کہ اہل عقل جانتا ہے کہ ہیں ایک وقت میں معدوم تھا بعد اُسکے موجود ہوا اور جو چیز بعد عدم کے موجود ہوئے اُسکے واسطے ایک پیدا کرنیوالا چاہیئے اور خالق میرا نفس میرا ہے اور نہ باپ میرا ہے اور نہ جنس میرے اور اسواسطے کہ یہ بنا نہ میرے ماجز ہیں اگر یہ موجد میرے ہوتے بدن کا بسبب کسی صدمہ کے اتر پڑے اُنکو یہ طاقت نہیں کہ اُس جگہ کے نئے سرے سے پیدا کریں اور بعینہٖ نصوص اور آسمانوں اور خاص اور کواکب کی بھی خالق نہیں ہو سکتیں اسواسطے کہ یہ چیزیں بھی متغیر اور متبدل ہوتی ہیں پس خالق میرا اور چیز ہے کہ عجز اور حدوث اور تغیر و تبدل اور نقصان سے پاک ہے اور وہ ذات معبود کی ہے باقی رہیں اس جگہ کئی بحثیں کہ مفسرین اُن میں بہت کلام کیے ہیں اوّل یہ کہ علقمہ سے روایت آئی ہے کہ جس آیت کے اول میں یا ایہا الناس ہے کی ہے اور جس آیت کے اول میں یا ایہا الذین امنوا ہے مدنی ہے اور یہ دونوں قاعدے منقوض ہیں اسواسطے کہ یہ آیت مدنی ہے بالاجماع باوجود یکہ اس کے اول میں یا ایہا الناس ہے اور آیت یا ایہا الذین امنوا قوا انفسکم واھلیکم نارا کہ سورہ تحریم میں ہے کی ہے اور حال یہ ہے کہ اسکے اول میں یا ایہا الذین امنوا ہے جواب اسکا یہ ہے کہ معنی کی اور مدنی کے علقمہ کے کلام میں یہ نہیں ہیں کہ کہ اور مدینہ میں اُترتی ہو بلکہ مراد اسکی یہ ہے کہ جس جگہ یا ایہا الناس آیا ہے خطاب طرف مشرکین مکہ کے ہے کہ کافر رہنے والے مکہ کے تھے اور جس جگہ یا ایہا الذین امنوا وارد ہوا ہے خطاب طرف مومنین کے ہے کہ اکثر مدینہ میں تھے اسواسطے کہ اُس وقت میں کفر کے غلبہ کی جگہ مکہ اور اسلام کے غلبہ کی جگہ مدینہ تھا۔ دوسرے یہ لفظ لعل کا لغت عرب میں واسطے امید اور توقع کے ہے اور مید اور توقع محال ہے کہ اُس کی گو لائق ہو کہ انجام کار سے آگاہ ہو کلام آہی میں کیونکر واقع ہو جواب اسکا یہ ہے کہ مرجع امید کا کلام آہی میں دو وجہ سے آتا ہے اوّل واسطے نقل کلام حالی بندوں کے جیسا کہ لعلہ یتذکر او یخشیٰ اسواسطے کہ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علی نبینا و علیہما السلام موقوف میں طرف فرعون کے بھیجے گئے تھے حال اُنکا اس توقع کو چاہتا تھا گو وقوع میں نہ آئی دوسرا طریق یہ ہے کہ امید کی معنی سے جو کر کے تعلیل محض میں استعمال کرتی ہیں اور ایسی واسطے فرمانے کہا ہے کہ لعل کلام آہی میں معنی کئے کے ہے تیسری بحث یہ ہے کہ عبادت سوا تقویٰ کے اور چیز نہیں پس لعلکم تتقون بعد اعبدوا ربکم کے ذکر کرنا ایسا ہے کہ اعبدوا ربکم لعلکم تعبدون یا بمنزلہ اسکے ہے کہ اتقوا ربکم لعلکم تتقون کہیں اور یہ کلام نہایت نامناسب ہے جواب اسکا یہ ہے کہ معنی عبادت کے صحیح کرنی نسبت معبودیت کی ہے اور معنی حقیقی تصحیح کا منصف ہوتا ہے واسطے تقویٰ کے ہے پس عبادت اور تقویٰ باعتبار نہایت کے آپس میں اتحاد کہتے ہیں اور باعتبار ابتدا کے فرق اور تغایر رکھتے ہیں اس جگہ کلام کی بنا اوپر

فی تحقیق عبادت کی

فی بیان آیت کی کہ اوپر ہے

اعتبار ابتدا حال کے ہے اور احتمال ہے کہ معنی انقاء کے اس جگہ موافق مفہوم لغوی کے پرہیز کرنا اور اپنے تئیں نگاہ رکھنا ہو یعنی عبادت پروردگار اپنے کی بجالاوے تاکہ اپنے تئیں اُسکے غصہ سے بچاوے سو اسطے کہ تلف کرنا حقوق کا موجب غصہ اُسکے کا ہے اور عبادت کے چھوڑنے میں نیز حق تلف ہونے ہیں اوّل حق اللہ تعالیٰ کی پرورش کا دوسرے حق نعمت اُسکی کا تیسرے حق نعمت اُسکی کا ترک کرنا شکر کا لازم آتا ہے اور جو تمثیل کہ منافقین کے حال میں گذری ہے قابل اسکے نہیں کہ عبادت کے چھوڑنے والے اُسکو اپنے مطلب کے واسطے سند پکڑیں بلکہ وہ تمثیل اوپر خلاف معاند اُنکے کے کمال مبالغہ کے ساتھ دلیل ہے اسواسطے کہ اُنھوں نے متشابہات کہنے کا اسلام سے قرار دیا ہے اور حقیقت میں اسباب قبول اسلام کے سے ہے باعتبار ذات اُنکی کے اور بھی باعتبار مبدا اور منتہا اپنے کے اور بھی باعتبار مبدا اور منتہا اور ثمرات اپنے کے اسواسطے کہ وہ خالق ہے اَلَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا یعنی وہ کہ گردانا ہے اُس نے زمین کو مانند فرش کے واسطے تمہارے کہ اُوپر اُسکے قرار پکڑو اور سکونت اختیار کرو باوجود عاطہ دریاء شور کے ہر طرف سے تھوڑا سا زمین کا ظاہر کیا اور اُسکو نہ ایسا سخت کیا جیسا کہ سنگ خارا کہ سکونت اور قرار پکڑنا اُسپر ممکن نہو اور نہ اُسقدر لطیف اور نرم بنایا مانند پانی اور ہوا اور گارا کے کہ پانیوں کے سپر پھیلے پس گویا تمام زمین مانند فرش کے بچھی ہوئی ہے اور اپنی جگہ پر ٹھہری ہوئی ہے تاکہ اوپر اُسکے خواب کرو اور بیٹھو اور عجائب صنوعات الٰہی سے زمین میں وہ ہے کہ اُسکو اپنی جگہ میں ٹھہرایا ہے کہ تمام جہان کا درمیان ہے اسواسطے کہ ہر چیز بھاری بالطبع نیچے کی طرف مائل ہے جیسا کہ ہر چیز ہلکی بالطبع مائل اوپر کیطرف ہے نیچے کی طرف زمین کے مرکز کو کہتے ہیں کہ معین ریاضی زمین کے نقطہ کا نام ہے اوپر کیطرف وہ جہت ہے کہ آسمان کی طرف جس کا موہنہ ہو پس جیسا کہ بلند ہونا زمین کا اُس طرف سے کہ ہم اوپر اُسکے ہیں آسمان کی طرف کو مستبعد ہیں ایسے ہی نیچے کو زمین کا جانا بھی اس جگہ سے بعید ہے اسواسطے کہ نیچے کو جانا زمین کا یہ ہے پس اس تدبیر سے بیچ ٹھہرانے زمین کے ہیزار ہی میں کسی چیز کی احتیاج نہ رہی تاکہ اوپر کی طرف کے کسی شے سے باندھیں یا نیچے کی طرف سے ساتھ کسی ستون کے مضبوطی اُس کی کریں بلکہ میل طبعی اُسکی طبیعت میں وسط حقیقی کی طرف کا ہے وہی کفایت کرتا ہے کہ نیچے یا اوپر کو نہیں جاسکتے جیسا کہ اِس آیت میں اَنَّ اللّٰہَ یُمْسِکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا یعنی تحقیق اللہ تعالیٰ تھام رہا ہے آسمانوں کو اور زمینوں کو کہ ٹل جاویں اس معنی کی طرف اشارہ ہے اور تعمیل الٰہی بندوں کے اوپر کہ زمین کی پیدائش میں ہیں یہ ہے کہ اُسکو مانند تھیرے کے سخت نہ کیا اور نہ مانند پانی کے نرم بنایا نہ اتنا کہ جانا پھرنا بیٹھنا سونا اوپر اُسکے آسان ہو اور عمارت کا بنانا ممکن ہو اور کھودنا کنوؤں کا اور جاری کرنا نہروں کا ہو سکے اور انہیں نعمتوں سے وہ ہے کہ اُسکو نہایت لطیف اور شفاف ہوا کی مانند نہیں کیا تاکہ شعاعیں انوار آسمانی کی اوپر اُسکے ٹھہریں یعنی اگر لطیف اور شفاف ہوتی شعاعیں اُسپر نہ ٹھہرتیں اور بسبب اُن شعاعوں کے اُسکے باطن میں حرارت اور گرمی پیدا ہوا کرتی جسکے کام میں آتے اور انہیں نعمتوں میں سے وہ ہے کہ طبیعت اُس کی خشک کی تاکہ عناصر رطوبت والوں کو اُسکے ساتھ خمیر کریں اور قوام مرکبات کے بدنوں کا حاصل ہو اور جلد نشانیوں الٰہی سے کہ زمین میں کہی ہوئی ہیں اور مجملاً اُن آیات کی طرف بیچ آیت وفی الارض ایات للموقنین یعنی اور زمین میں نشانیاں ہیں واسطے یقین کرنے والوں کے اشارہ کیا ہے کتنی چیزیں ہیں بعضی اُن میں سے اختلاف زمینوں کا ہے سطح پر کہ کوئی سخت ہے اور کوئی نرم کسی میں روئیدگی خوب ہے کسی میں کم دلیل ہو اقیاس اور اسی نشانی کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے کہ وفی الارض قطع متجاورات یعنی اور قسم ہے زمین بھوٹنے والی کی آور بعضی نشانی اُن میں سے یہ ہے کہ زمینوں کا رنگ جُدا ہوتا ہے اور اس آیت میں بیان اسکا ہے ومن الجبال جدد بیض وحمر مختلف الوانھا وغرابیب اسود یعنی اور پہاڑوں میں گھاٹیاں ہیں سفید اور سرخ طرح طرح کے اُنکے رنگ اور بالکل سیاہ اور بعضی اُن نشانیوں میں سے اُگنا نباتات کا کہ بیچ آیت والارض ذات الصدع کے ذکر اسکا ہے اور بعضی اُن میں سے یہ ہے کہ بسبب خشکی طبیعت اپنی کے پانی مینہ کا جذب کرکے کھاتی ہیں اور نگاہ رکھتی ہیں جیسا کہ بیچ آیت انزلنا من السماء ماء بقدر فاسکناہ فی الارض کے یعنی اُتارا ہے آسمان سے پانی ساتھ اندازہ کے پھر اُسکو ٹھیرایا ہم نے زمین میں اور بعضی اُن میں سے ہے جوش کرنا چشموں کا اور جاری ہونا نہروں کا کہ بیچ آیت والارض مددناھا کے مذکور ہے اور بعضی اُن میں سے یہ ہے کہ زمین کی طبیعت میں کرم اور سخاوت رکھی ہے کہ ایک دانہ لیتی ہے اور سات سو دانہ اُسکے بدلے میں دیتی ہے جیسا کہ بیچ اس آیت کے مذکور ہے کمثل حبۃ انبتت سبع سنابل فی کل سنبلۃ مائۃ حبۃ یعنی جیسے ایک دانہ اُگیں اُس سے سات بالیں ہر ہر بال میں سو سو دانے اور بعضی اُن میں سے حیات اور موت ہے کہ نمونہ سٹر اور قیامت کا ہر سال اُسکے اوپر دیکھا جاتا ہے جیسا کہ اِس آیت میں ہے وایۃ لھم الارض المیتۃ احییناھا یعنی اور ایک نشانی ہے زمین مردہ اُسکو جلایا ہے اور بعضی نشانی اُن میں سے جانور مختلف کہ اُنمیں پیدا ہوتے ہیں اور اس آیت میں ذکر فرمایا ہے وبث فیھا من کل دابۃ اور بکھیرے اُنمیں بہت قسم کے جانور آور اُنہیں سے روئیدگی طرح طرح کی جیسا کہ اس آیت میں بیان ہے وانبتنا فیھا من کل زوج بھیج یعنی اور روئیدہ کیا ہے ہر قسم کی چیز اور گرگبز یوں اور بوٹیوں کے حال میں تامل کیا جاوے تو پر نشانیاں بڑی جدی جدی کران میں پائی جاتی ہیں یہ بڑی نشانی ہے اور منے جدے جدے بھی نشانی دوسری ہے اور بوٹیاں مختلف ہونی یا ورنشانی ہے پھر بعضی انمیں سے قوت آدمیوں کا ہیں اور بعضی قوت جانوروں کا خواہ چند ہوں خواہ پند اور بعضی انمیں سے کھانے کی چیزیں ہیں اور بعضی سالن ہیں اور بعضی دوا اور بعضی میوہ ہیں اور بعضی لباس آدمیوں کا جیسا روئی اور کتان سوائے پوشاکوں حیوانی کے کہ بالوں اور پشم اور ریشم اور پوست اُنکے سے بناتے ہیں آور انہیں نشانیوں سے ہتھ مختلف ہیں کہ بعضے انمیں سے واسطے زینت کے ہیں مثل یاقوت اور لباس اور عقیق اور فیروزہ کے اور بعضے انمیں سے واسطے تحکام بنا کے مثل رخام اور جلولہ کے اور بعضے واسطے دونوں فائدہ کے مثل مرمر سرخ کے آور عجائب قدرت الٰہی سے ان پتھروں میں یہ ہے کہ جس کی شفعت زیادہ ہے قیمت اُسکی کم ہے جیسا کہ پتھر عقیق کا اور جس کی شفعت کم ہے قیمت اُسکی زیادہ مثل یاقوت سرخ کے آور انہیں نشانیوں سے

کائنات عجیب وغریب کہ اللہ تعالیٰ نے زمین میں پیدا کردی ہیں اور سب سے بہتر اُنسے سونے چاندی کی کان ہے اور عجائب قدرتوں الٰہی کے سے بیچ اس قسم کے یہ ہے کہ آدمی کو جو فنیں مشکل اور صنعتیں باریک اور حیلے بڑے بڑے تعلیم کردیئے ہیں یہانتک کہ مچھلی کو قعر دریا سے اور جانوروں کو ہوا میں شکار کرتے ہیں اور باوجود اسکے سونے چاندی کے بنانے سے عاجز کرکہا ہے یعنی سونا چاندی ہر شخص نہیں بنا سکتا اور بھید کا یہ ہے کہ اگر فائدے سونے چاندی کے باعتبار ثمنیت کے ہیں یعنی اور چیزوں کی ثمن ہوتی ہیں اور ثمن ہونا بغیر عزت کے نہیں ہوتا اور عزت اس بات کو چاہتی ہے کہ آدمی کو، کے بنانے کی قدرت نہ ہو والا کچھ قدر نہ رہی اور اسی واسطے کہا ہے کہ منطلب المال یا الکیمیا افلس اور انہیں نشانیوں میں سے یہ ہے کہ کوہستان میں اور بعضوں قطعے زمین کے میں بڑے بڑے درخت پیدا کردیئے ہیں اور اُنپر پھول پھل نہیں آتا تاکہ عمارت کے کام میں آویں اور کوئلہ وغیرہ میں خرچ ہوں اور کچھ پیڑ کے کام میں ہیں غلاصہ کلام کا یہ ہے کہ اگر آدمی اپنے حال میں فکر کرے اور اپنی حاجتوں کو اور جہان کو اندازہ کرے اور تولے یا تعین جان لیوے کہ تمام جہان میرے واسطے مانند گھر کے ہے کہ جو چیزیں احتیاج کی ہیں اُس میں لکھی ہوئی ہیں اور آسمان کو مانند چھت کے اوپر اُسکے رکھدیا ہے اور زمین کو مانند فرش کے بچھا دیا اور ستاروں کو مانند چراغوں کے قندیلوں کے لٹکا دیا ہے اور غذا اور دوا اور پوشاک اور سواری اور زیور جنس نباتات اور حیوانات اور معادن کی سے اُسکو بخشندہ کریم مالک اس گھر کا بنا دیا ہے اور مہربان انعام اور احسان اپنے کیا ہے چنانچہ طرز اسی معنی کے بیچ مقام طلب اس نعمت کے ساتھ ادا کرنے عبادتوں اور بندگیوں کے اشارہ فرماتے ہیں وَالسَّمَآءَ بِنَآءً یعنی بنایا ہے تمہارے واسطے آسمان کو بنائے عالی مانند چھت کے تمہارے تئیں سایہ کرے تاکہ پھرے اور فرشتوں علویہ کے بنانے کو ہم نہ کریں اور منجملہ انعامات الٰہی سے کہ بنائے آسمان میں بندوں اپنے کے اوپر مرحمت فرمائے یہ ہے کہ آسمانوں کو چراغوں سے مزین کیا جیسا کہ بیچ آیت دلقد زینا السماء الدنیا بمصابیح یعنی رونق دی ہمنے دورے آسمان کو چراغوں سے کے مذکور ہے اور اہتمام بھی یہ کہ وجعل القمر فیھن نورا یعنی کیا چاند کو بیچ اُنکے اجالا اور آفتاب بھی کہ وجعل الشمس سراجا یعنی کیا سورج کو چراغ پھر اسکو کرسی کے ساتھ احاطہ فرمایا اور کرسی کو عرش کے ساتھ کہ وسع کرسیہ السموات والارض وھو رب العرش العظیم اور منجملہ انعامات یہ ہے کہ اس سقف کو شکست اور سخت سے محفوظ رکھا اور کتنے طبقے کئے وبنینا فوقکم سبعا شدادا الم ترو کیف خلق اللہ سبع سموات طباقا وجعلنا السماء سقفا محفوظا یعنے بنائے ہمنے تمہارے اوپر سات طبقے مضبوط کیا تمنے نہیں دیکھا کیسے بنائے اللہ نے سات آسمان اور بنایا ہمنے آسمان کو چھت بچاؤ کی اور انہیں انعامات سے یہ ہے کہ آسمان کو اعمال کے چڑھنے کی جگہ اور حجاج اور موحدوں انوار کا اور قبلہ دعا کا اور محل رزشنی اور صفائی کا کیا اور یہ بھی انعامات سے ہے کہ رنگ اُسکے کو سب رنگوں سے زیادہ نافع بنایا کہ باعث سبزی کے قوت باصرہ کو فائدہ بخشتا ہے اور شکل اُسکی اور شکلوں سے بہتر بنائی کہ مندیر ہے اور منجملہ انعامات سے یہ ہے کہ ستاروں آسمانی کو شیاطین کے واسطے رجوم مقرر فرمایا کہ شیاطین کو اُنسے مارتے ہیں اور آسمان پر آنے نہیں دیتے اور انہیں ستاروں سے جنگل اور دریا کے مسافروں کو نشان بتائے کہ انکو دیکھکر سیدھا رستہ چلتے ہیں اور انہیں انعامات سے یہ ہے کہ آفتاب کا ظاہر ہونا مقرر کیا تاکہ دن سے چلنا پھرنا آدمیوں کا حاجتوں کے واسطے جگہ جگہ زمین آسمان ہوا اور رات کو ڈوب جانا آفتاب کا رکھا تاکہ سکون اور راحت اور توجہ قوت ہاضمہ کی باطن کی طرف بسبب سونے کے حاصل ہو اور غذا کا پہونچنا اعضا کیطرف بخوبی ہو جاوے حکماؤں نے کہا ہے اگر آفتاب طلوع نہ ہوتا غلبہ مروی اور کثافت کا اس حد کو پہونچ جاتا کہ موجب ہم جانے پانیوں کا اور سرد ہونا حرارت غریزہ کا ہو جاتا اور اگر غروب آفتاب کا نہ ہوتا زمین ایسی گرم ہو جاتی کہ جانور اور سبزیاں زمین کی سب جل جاتیں عین عنایت الٰہی ہے کہ بسبب آگے پیچھے آنے نور اور ظلمت اور گرمی سردی کے اعتدال معاش آدمیوں کا فراہم ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ اگر آسمان گردش نکرتا آفتاب ایک ہی جگہ آسمان میں ٹھہرا رہتا پس دو تہمند سر ہا میں اُس طرف کو کھول لیا کرتے کہ آفتاب کی شعاع سے نفع اُٹھاتے اور گرمیوں اُس طرف کو بند کردیا کرتے تاکہ اسکی گرمی سے امن میں رہتے اور فقیر دونوں حالتوں میں محروم اور مایوس رہتے اللہ تعالیٰ نے بسبب گردش فلکی کے اس نعمت اور اس مشقت کو غنی اور فقیر کیواسطے برابر کردیا پھر آفتاب کو بسبب نزدیک اور دور ہونے اُسکے کے سمت راس سے چار فصلوں کا سبب بنا دیا تاکہ موسم سرما میں گرمی انجار اور نباتات کے اندر جلی جاوے اور میوے اور دانے پک جاویں اور ہوا بسبب کم ہونے گرمی کے پاک اور صاف ہو جاوے اور ابر اور برف برسے اور بدن حیوانات کا بہ سبب بند ہونے حرارت غریزیہ کے باطن میں قوت پکڑے اور بہار کے موسم میں طبیعتیں حرکت میں آویں اور مواد کہ سرما میں پیدا ہوئے تھے ظاہر ہوں اور درخت کا یا لے آویں اور جانور وحشی ہونے کے واسطے ہیجان ہو اور موسم گرمیوں میں ہوا حدت پیدا کرتی ہے تاکہ میوہ پختہ ہو جاویں اور فضول بدنوں کی تحلیل ہو جاویں اور منہ زمین کا خشک ہو جاوے اور قابل کھیتی اور عمارت کے ہووے اور خریف میں سردی اور خشکی غلبہ کرے اور جو میوے کہ تر ہیں قابل فخیرہ کے ہوں اور بدن حیوانوں کے آہستہ آہستہ جاڑوں کی مشقت اُٹھانے کو واسطے تیار ہو یوں اور ہا ہتاب کو خلیفہ آفتاب کا کیا ہے اور عدد برسوں کے اور حساب مقرر اور مدتیں اسی کے ساتھ متعلق کیں اور احکام شرعیہ کے اندازہ اسی سے مقرر کئے گئے پس اگر آدمی اپنے حال کو سوچے یقیناً جانے کہ مجکو کسی حالت میں زمین اور آسمان سے چارہ نہیں اور اسیواسطے وجوہ فضل ہونے ایک کے دوسرے سے متعارض ہیں بعضی وجوہ سے زمین کی افضلیت معلوم ہوتی ہے اور بعضی سے آسمان کی اگر آسمان اس جہت سے بزرگی کہے کہ عبادت گاہ فرشتوں کی ہے اور خالی گناہ سے اور سقف محفوظ ہے اور برکت کے ساتھ موصوف ہے اور اُسکے ستاروں کو شعاعیں تاثیر قوی زمین کی چیزوں میں کرتی ہیں اور موثر اشرف ہوتا ہے متاثر سے اور اسیواسطے ذکر آسمان کا جا بجا قرآن میں زمین سے مقدم ہے زمین بھی اس جہت سے بزرگی رکھتی ہے کہ فانہ کعبہ عظمت والا اور مسجد اقصے زمین میں ہے اور مادہ پیدائش انبیو نکا اور دفن ہونا پاک بدنوں اُنکے کا اسی میں ہے خصوصاً آدمی کے حق میں مادر شفیق کا حکم رکھتی ہے بلکہ ماں ایک قسم کی غذا کہ دودھ ہے اُسکو دیتی ہے اور زمین طرح طرح کی غذائیں نفیس کہلاتی ہے اور اسی سبب سے ہے کہ جب آدمی کو حکم ہوتا ہے کہ ماں کے پیٹ میں سے نکل بکمال خوشی کے اس حکم کو قبول کرتا ہے اور سر کی طرف سے باہر آتا ہے اور جسوقت کہ حکم ہوتا ہے

کہ دنیا سے نکل کر ہرگز اپنے پانوں سے نہیں جاتا ہے یہانتک کہ موکل قبض روحوں کے کھینچکر لیجاتے ہیں اور یہی سبب ہے کہ اس آیت میں ذکر زمین کا اوپر ذکر آسمان کے مقدم فرمایا ہے اور آسمان اور زمین کو ہر چند بندوں کے حق میں عمدہ نعمتیں بنائی ہیں لیکن ان دونوں کو جدا جدا نہیں چھوڑا بلکہ دونوں کو آپس میں ربط دیا اور قوت ایک کی دوسرے کی طرف پہونچائی تاکہ ترکیب سے آثار نعمتوں کے ظاہر ہوویں وَاَنْزَلَ یعنی اور نازل فرمایا ہے مِنَ السَّمَآءِ یعنی بعضی اوضاع آسمانی سے حرکتوں کو اکب میں خصوصًا آفتاب کی حرکت میں مَآءً یعنی پانی کو واسطے اوگانے سبزیوں طرح طرح کی کہ اُٹھانے والیاں مواد طرح طرح کے میووں کی ہیں فَاَخْرَجَ بِهٖ یعنی پس نکالا بسبب اُس پانی کے کہ قوت فاعلہ کہی اور زمین میں قوت قابلہ سونپی گئی ہے تاکہ بسبب جمع ہونے ان دونوں قوتوں کے پیدا کرے مِنَ الثَّمَرٰتِ یعنی بعض میووں کی سے رِزْقًا لَّكُمْ یعنی رزق واسطے تمہارے اور طریق اُتارنے پانی کا اوضاع آسمانی سے یہ ہے کہ جب آفتاب ساقط قوت پنی کے قریب سمت راس کسی ملک اور شہر کے ہو پہنچتا ہے گرمی اور خشکی اُس ملک میں شدت قبول کرتی ہے اور ہوا اُس زمین کے میں تخلخل پیدا ہوتا ہے اور غبار اُٹھتے ہیں اور اگر اُس ملک کے گرد کوئی ٹکڑا دریائے شور کا ہو اُس دریا کے اجزا میں تبخیر پیدا ہوتی ہے اور بخارات اُٹھتے ہیں اور آبادی کی جگہ اور شہروں سے دھوئیں جمع ہو کر اوپر کو جاتے ہیں اور یہ تینوں چیزیں کہ غبار اور بخار اور دھواں ہے مابین زمین اور آسمان کے جمع ہوتے ہیں پس موسم گرمی میں کہ تپش غالب ہووے اور بخارات طوبت والے کہ تر ہوں غبار غالب ہوتا ہے اور بگولے اُٹھتے ہیں اور ہوائیں ہولناک تیز چلتی ہیں اور جب آفتاب نقطۂ انقلاب صیفی سے پھرتا ہے اور روز بروز سمت راس اُس ملک کے سے دور ہو جاتا ہے اُن غبارات اور دخانات میں طراوت پیدا ہوتی ہے اور بسبب گرمی کے کہ پہلے سے مابین آسمان اور زمین کے تھی رقت اور لطافت اُن میں آجاتی ہے اور بیچ ولایتوں گرم سیر کے کہ متصل دریا شور کے کناروں کے ہے موسم برشکال کا ظاہر ہوتا ہے پس ارواح مدبرہ جو ہیں یعنی فرشتے کہ ابر پر متعین ہیں حکم ہوتا ہے کہ ان قنیوں چیزوں کو ساتھ تحریک ہوا کے طبقۂ زمہریر تک لیجا کر تفریح دیں اور بعد تفریح کے اُنکو ابر کریں یعنی برساویں پس بیچ حالت تفریح کے غبار خام کا خاصیت اُن پر غالب ہے مانند سودا سودا اور یہ کے پختہ ہو کر پانی ہو جاتے ہیں اور مستعد برسنے کے بنجاتے ہیں اور اُس جگہ صورت ہانڈی کے پکنے کی بہم پہونچتی ہے اس طرح سے کہ سردی طبقۂ زمہریری کی باہر کی طرف سے ابر میں کہ تین جز یعنی غبار اور بخار اور دخان سے مرکب ہے تاثیر کرتی ہے اور قاعدہ حکمت کا ہے کہ سردی اور گرمی آپس میں جیسا کہ موضوع اور محل میں تضاد رکھتے ہیں مکان میں بھی ضدیت رکھتے ہیں اور اسی سبب سے ہے کہ اندر زمین کا جاڑوں میں گرم ہوتا ہے بہ نسبت ظاہر کے اور گرمیوں میں بالعکس اسکا ہے اور پانی کوؤں کا جاڑوں میں گرم ہوتا ہے اور گرمیوں میں سرد بس گرمی دھوؤں کی ابر کے باہر سے بھاگ کر اندر کی طرف پوشیدہ ہوتی ہے اور فرشتے کہ ابر کے اوپر موکل ہیں اُس گرمی کو بجائے حرارت غریزیہ معدہ اور آلات غذا کے فرار و بیرون روشن کرتی ہیں اور یہ روشن کرنا حقیقت بجلی کی ہے اور اس وقت میں ابر کو مانند ایک ہانڈی کے مقرر کرنا چاہیئے کہ اُسکو پکانے کے واسطے چولھے پر کہیں فرق یہی ہے کہ حرارت پکانے والی ہانڈی کی باہر سے پکاتی ہے اور حرارت پکانے والی ابر کی اندر کی طرف سے پکاتی ہے مانند معدہ اور جگر کے اور ہنگام کہ پکانے میں ضرور ہے کہ ترشے کی مدد سے ہووالا خشک چیزوں آگ کی گرمی سے جل جاتی ہیں اور راکھ ہو جاتی ہیں اور بسبب واسطے غذاؤں کے پکانے میں پانی وغیرہ ڈالتے ہیں اور بغیر اسکے غذا حل جاتی ہے اور ایسے ہی دانے اور غلے اور اور چیزیں سخت کہ خشک ہوں جب تک کہ پانی ہمراہ اُنکے نہو پکنا اُنکا نہیں ہو سکتا اسیواسطے ابر کے پکانے میں عبارات کہ بجائے دانوں اور غلوں کے مقرر کرتے ہیں اور بخارات کی رطوبت کو بجائے رطوبت پانی کے اور گرمی دھوؤں کی بجائے آگ کے اور قاعدہ مقررہ حکمت کا ہے کہ جو قوت حرارت کو جمع کرے اوپر مسلط کرتے ہیں وقت تاثیر اُس کی کے آواز جوش کرنے کی اور شور اُس جسم رطب کے اجزا میں ظاہر ہوتا ہے جیسا کہ ہانڈی پکنے کے وقت معلوم ہوتا ہے ایسے ہی ابر میں وہ شور آواز رعد کی سمجھنی چاہیئے اور جیسا کہ ہانڈی میں کبھی زیادہ آواز ہونے لگتی ہے کبھی کم ایسے ہی اس جگہ اور جیسا کہ پکانے میں ہنوائی حاجت آگ کے روشن کرنے میں پڑتی ہے ایسی اس جگہ بھی واسطے جمع کرنے اور جڑ کرنے ٹکڑے بادلو نکے ہوائیں مسلط کی گئیں اور اس درمیان میں کبھی بسبب شدت بھڑکنے شعلے دھوؤں کے ہوا کے زور سے کوئی ٹکڑا کوڈ کر زمین پر گرتا ہے جیسا کہ پتنگاری اوپر چولہے میں سے اوڑتے ہیں اور اس شرارہ کو کہ ابر میں سے جدا ہو کر گرتا ہے صاعقہ سمجھنا چاہیئے اور ہنگام کہ نضج کامل ہوتا ہے اور بخارات میں رقت اور سیلان بکمال درجہ کا آجاتا ہے برسنا مینہ کا اور جاری ہونا ندیوں کا ہو جاتا ہے جیسا کہ منضجات اور سہلات میں آزمایا گیا ہے کہ بعد نضج کامل کے تحریک ضعیف سے بھی اخلاط کا نکلنا شروع ہو جاتا ہے اور اس جگہ جاننا چاہیئے کہ اسکی خانہ زیر مدار کار کے اوپر منحصر کرنے ہوا کو تو اول وقت میں ضرورت ہے اول واسطے اُٹھانے غبارات اور بخارات اور دخانات کے اور جمع کرنے ان تینوں کے اس میدان میں کہ زمین اور آسمان کے بیچ میں ہے بعد اُسکے واسطے پیدا کرنے تری کے بخارات رطوبت دار کو پانی کی جگہوں اور دریاؤں سے لانا پہلی قسم کی ہواؤں کو مثیرات کہتے ہیں کہ فتثیر سحابا یا شان اُن کی ہے اور دوسری قسم کی ہواؤں کو لواقح بولتے ہیں کہ بمنزلہ تخم کے رطوبت کو منتشر کرتی ہیں مانند تلقیح کھجور کے درخت کے واَرسلنا الریٰح لواقح (یعنی چلادیں ہم نے ہوائیں اس بھری صفت اُن کی ہے بعد اُسکے واسطے برابر کرنے ٹکڑے بادلوں کے بھی ہوا کو ہونا ضرور ہے تاکہ اثر نضج کا برابر قبول کریں اور اس قسم کی ہوائیں بھی لواقح میں داخل ہیں بعد اُسکے واسطے پیدا کرنے سوراخوں کے درمیان ٹکڑے بادلو نکے اور کھولنے مسام اُنکے کے تاکہ پانی خوب طرح جاری ہو بھی ہوائیں ضرور ہیں اور اس قسم کی ہواؤں کو بھی مثیرات نام کہتے ہیں اور کبھی اتفاق ایسا پڑتا ہے کہ ہر ملک کے موسم

---

۱۲ مراد جو سے خلو ہے کہ درمیان آسمان اور زمین کے ہے ۱۲ منہ یعنے شگوفہ نمودرت کا دہ کے اندر ڈالنا ۱۲

میں مینہ کے قطرہ بعد جُدا ہونیکے ابر سے راستہ میں ہوا سرد کھا کر جم جاتے ہیں اور اولے ہو کر گرتے ہیں پس یہ فعل بھی ہواؤں کا ہے اور فصل ربیع میں تمام ہم ابر کا جم کر ایک پہاڑ اولوں کا ہو جاتا ہے اور سبب اسکا یہ ہے کہ جاڑوں کے موسم میں باہر کی طرف ابر کی بسبب سردی ہوا، عالم کے سفر ہوتی ہے اور سردی سے مسام بند ہو جاتے ہیں اور مسام کے بند ہونے سے گرمی بادل کی اندر گھٹی ہوئی رہتی ہے پس جب تک کہ قطرے مینہ کے بادل کے اندر رہتے ہیں رقیق اور پتلے ہوتے ہیں اور جس وقت اُس سے وہ قطرے جدا ہوتے ہیں بسبب سردی ہوا کے جم کر گرتے ہیں اور موسم ربیع میں بسبب گرمی ہوا باہر کے بادل کے باہر کی طرف گرم ہوتی ہے اور بسبب تضاد و مکافی کے اجزا سرد ہوا کے بادل کے اندر کی طرف پوشیدہ رہتی ہیں اور باطن ابر کا بسبب سردی اُنکے جم کر گھٹا رہتا ہے جس وقت بعضے فرشتوں کو حکم ہوتا ہے کہ ہوا کو اور پرا کے مساط کرے ہیں اور وہ ہوا اُن اجزا جمے ہوؤں کو پھاڑتی ہے اسیواسطے ربیع کے موسم میں وقت برسنے اولوں کے شور بہت سُنا جاتا ہے بلکہ نوبت قلع اور قمع سخت کی پہونچتی ہے اور سورۂ نور میں اسی حالت ربیعی کی طرف اشارہ فرمایا ہے ۔ اس آیت میں وینزل من السماء من جبال فیھا من برد فیصیب بہ من یشاء ویصرفہ عن یشاء یکاد سنا برقہ یذھب بالابصار یعنے اُتارتا ہے آسمان سے جو پہاڑ ہیں اولوں کے پھر وہ ڈالتا ہے جس پر چاہے اور بچا دیتا ہے جس سے چاہے ابھی اُس کی کوند بجلی کی لیجاوے آنکھیں ۔ اور وجہ خدت چمکنے بجلی کی اُس وقت میں ہوتی ہے کہ شعاع بجلی کی شفاف پرکہ وہ ابر جما ہوا ہے پڑتی ہے پس چمک اُس کی دوچند ہو جاتی ہے اور آنکھ کو خیرگی[1] حاصل ہوتی ہے اور حالت مشبہ حالت خمور پیدا ہو جاتی ہے اور صیبا بادل جو ہوا ان اسباب کے ساتھ معلق کھڑا رہتا ہے ایسا ہی کبھی بادل پتلا بسبب شدت رطوبت ہوا کے بغیر بضیز یادہ کے بہنے کی صورت پیدا کر کے مانند دریا کے معلق درمیان زمین اور آسمان کے کھڑا رہتا ہے گویا ہوا عالم کی طبقہ زمہریری میں تمام پانی بن گئی بسبب تصرف ارواح مدبرہ کے نیچے کو نہیں جاری ہوتے اور جس وقت ہوا تند اُس دریا معلق پر گذرتی ہے قطرات میثار کو اُن دریا سے پھواروں کی مانند ڈالتی ہے اور اس حالت کو تشریح کہتے ہیں کہ درمیان موسم بارش کے ظاہر ہوتی ہے جیسا کہ وقت چلنے ہوا تیز کے دریا کے کناروں یا چشمہ یا تالاب پر ایسی ہی شکل نمودار ہوتی ہے اور یہی ہے طریق نزول مینہ کا بیچ ولایت گرم سیر کے کہ متصل دریا بار شور کے ہو جو ولایات سرد سیر ہیں پس اُس جگہ میں طریق اور ہے اور وہ یہ ہے کہ جب آفتاب سمت راس الحمل شہروں کے سے موسم خریف میں بہت دُور چلا جاتا ہے ہوا جو اُس جگہ کی یعنی میدان کی کہ مابین زمین اور آسمان کے ہے متکاثف ہو کر یعنی غلیظ بصورت ابر کے دکھلائی دیتی ہے اور جم کر یخ ہو جاتی ہے مانند پانی کے کہ وقت زیادہ سردی کے جم جاتا ہے جس وقت ہوا تیز اُس پر مسلط ہوتی ہے ٹکڑے ٹکڑے اُس ہوا جمی ہوئی کے گرتے ہیں کہ اُسکو برف کہتے ہیں اور جب وقت انقلاب شتوی سے پھرتا ہے یعنی وقت سفری کم ہونے کا آتا جاتا ہے اور قریب اعتدال ربیعی کے پہونچتا ہے اور گرمی پیدا کرتا ہے وہ ہوا جمی ہوئی پانی ہو کر زمین پر بہتی ہے اور فصل ربیع میں اُن ولایتوں میں بارش کثرت سے ہوتی ہے گویا وہ مینہ تنقیہ ہوا کا برف کے مادہ سے کرتا ہے اور گرمیوں کے موسم میں اُن ولایتوں میں بسبب دُور رہنے آفتاب کے سمت راس سے یعنی ولایتیں سمت سرد سیر میں آفتاب سر پر نہیں آتا ہے ایسی گرمی نہیں ہوتی ہے کہ سبب تحلل زمین کا ہووے اور بخارات اور غبارات وہاں سے اُٹھیں اسی وسطے ان شہروں میں بادلو گولے بھی نہیں اُٹھتے اور برف نکلا بھی نہیں ہوتا ہے اور بھی جاننا چاہیئے کہ زور شور کا رخانہ بارش اور برف کا اکثر نیچے پھرنے آفتاب کے انقلاب صیفی سے موسم برشکال میں اور بعد پھرنیکے انقلاب شتوی سے موسم زمستان میں ہوتا ہے اور اعتدال ربیعی سے انقلاب صیفی تک وارتدال خریفی سے انقلاب شتوی تک یہ کارخانہ اتنا زور نہیں کہتا ہے بلکہ اگر کبھی کبھی مینہ کا برسنا اور برف کا گرنا ان وقتوں میں ہوتا ہے نادر اور خلاف عادت ہے اور سبب اسکا یہ ہے کہ بغیر حرارت شدیدہ کے کہ تابستان میں اول نہووے تاثیر حرارت شعاع آفتاب کے بخارات کے اُٹھانے میں اور غبارات کے رقیق کرنے میں ظاہر نہیں ہوتی اور ایسے ہی بدون قوی اور خشکی کمال درجہ کے موسم زمستان میں تاثیر دُور ہونے آفتاب کے بیچ چار مہینے بخارات اور ہواؤں کے متصور نہیں ہوتی یہ جو کچھ کہ بیان اسباب اس کارخانہ کا ہوا موافق شرع اور عقل کے معلوم ہوتا ہے اور سوائے ان اسبابوں اور طریقوں کے اور اسباب اور طریق بھی کہ قابل ہوں سبب برسنے مینہ اور گرنے برف اور اولوں کے ہوتے ہیں اور وہ اسباب بھی بہت ہیں پس جو کوئی احاطہ اسباب اس کارخانہ کا ارادہ کرے ناتمام ہے و للہ خزاین السمٰوٰت و الارض ولکن المنافقین لا یفقھون باقی رہا اس جگہ ایک سوال مشہور کہ ثمرات جمع قلت ہے کہ دلالت اور پر تین کے دس تک کرتی ہے اور حال یہ ہے کہ میوے بہت ہیں استعمال جمع قلت کا باوجود بقدر کثرت کے کیونکر جائز ہو۔

جواب اسکا یہ ہے کہ کریم صاحب بخشش اور عطار کامل کا بہت کو تھوڑا جانتا ہے اس سبب سے صیغہ جمع قلت کا لائے کہ یہ تمام میوے طرح طرح کے تمہاری نظروں میں بہت دکھلائی دیتے ہیں بہ نسبت بخشش اور عطا اُسکی کے تھوڑی اور حقیر ہیں اور جو کہ صاحب کشاف نے بیچ جواب اس سوال کے ذکر کیا ہے کہ عبارت اُسکی یہ ہے انما قیل الثمرات علی القلۃ وان کان الثمر المخرج بھا کثیرا لانہ قصد بالثمرات جماعۃ الثمرۃ التی فی قولھم ادرکت ثمرۃ بستانہ یریدون ثمارہ کقولھم للقصیدۃ الکلمۃ یعنی سوا کے نہیں کہا گیا الثمرات اوپر دون جمع قلت کی اور اگر چہ ثمر کہ نکلتے ہیں آسمان کے پانی سے بہت سارے ہیں اسواسطے کہ قصد کیا گیا ساتھ ثمرات کے جماعۃ ثمرہ کی کہ بیچ قول اُنکے ادرکت ثمرۃ بستانہ ارادہ رکھتے ہیں ثمارہ کیطرح کہ قول اُنکا القصیدۃ کلمۃ۔ اور حاصل اسکا یہ ہے کہ لفظ ثمرات گویا فائدہ جمع کا دیتا ہے اور یعنی جماعات ثمرات کے ہے پس یہ جواب اس سوال کے دفع کرنے میں کافی نہیں ہو سکتا

[1] یعنے خیرگی آنکھ کی کہ سبب چمک برق یا بسبب سفید چیز دیکھنے کے ہو ۱۲

کہ لفظ ثمرات کا ہر چند اس تقدیر پر دلالت اوپر قلت فردوں شمار نہیں کرتا ہے لیکن دلالت اوپر قلت عدد جماعات ثمار کے بالاشبہ رکھتا ہے اور یہ خلاف واقع کے ہے اور منافی مقام بیان کثرت کے ہے اسواسطے کہ جماعتوں کی بھی کثرت ہے ۔ اور اس جگہ جاننا چاہیئے کہ حق تعالیٰ نے ان دو آیتوں میں پانچ چیز نعمتوں اپنی میں کہ املیں وحدانیت اسکی کی ہیں اپنے بندوں کے اوپر شمار کریں اول پیدائش آدمیوں کی ہر وقت دوسری پیدائش باپ دادوں اُسکے کی اور ان دونوں نعمتوں کو ایک جا ذکر فرمایا اور آیت کو ختم فرمایا ۔ تیسری پیدائش زمین کی چوتھی پیدائش آسمان کی پانچویں وہ چیز کہ دونوں سے حاصل ہوئی کہ آسمان سے پانی کو نازل فرمایا اور زمین سے بسبب اس پانی کے میووں کو اگایا اور انکو رزق مخلوقات کا ٹھہرایا اور یہ تینوں نعمتیں دوسری آیت میں ایک جگہ لائے وجہ اس جدا جدا بیان کرنے اور ترتیب کی کیا ہے وجہ اسکی یہ ہے کہ دونوں نعمتیں اقسام روحانی سے ہیں اور تینوں نعمتیں اخیر کی عالم اجسام سے ہیں پہلی دونوں نعمتوں کو مقدم اور ایک جگہ لاسے ذکر کیا کہ انسان کو بہ نسبت تمام چیزوں کے اپنے نفس اپنے سے زیادہ قرب ہوتا ہے بعد اُسکے اپنے اصول کے ساتھ یعنے باپ دادا وغیرہ اور غیر نعمتوں میں بھی ترتیب عنایت کی ۔ اسواسطے کہ زمین مکان اور جائے قرار بنی آدم کی ہے بیٹھنا اُٹھنا اور جاگنا اور سونا انکا اسی پر ہے اور کسی وقت میں اُس سے غافل نہیں ہوتے ہیں پھر جب نظر اُٹھاتے ہیں آسمان کو دیکھتے ہیں کہ مثال ایک قبہ کے اُنکے سر پر سایہ ڈالے ہوئے ہے اور انوار اور شعاعیں طرح طرح کی اُس سے چمک رہی ہیں پھر اُس چیز کو کہ مجموع ان دونوں صحن اور چھت سے پیدا ہوتی ہے بیان فرمایا اسواسطے کہ یہ تہہ مرکب کا بعد مرتبہ سایہ کے ہے آور بھی چاہیئے جانا کہ بیٹھنے کو مہ اندیشوں نے لفظ فراش کے سے دلیل سبات کے اور پکڑی ہے کہ زمین اُونچی نہیں ہے اسواسطے کہ کرہ کو فرش نہیں کہہ سکتے اور یہ استدلال نہایت پوچ ہے بسبب اسکے کہ زمین کا فرش ہونا اس قسم کا نہیں کہ اُسکو منزلہ توشک اور بستر کے اور قالین اور شطرنجی کے ٹھہرایا جاوے اور ایسا قیاس کرنا کمال غفلت ہے فرش کیواسطے لازم نہیں کہ سطح ہموار سی ہو زمین باوجود گردیت اور دور ہونے کے بسبب اسکے کہ جسم اُسکا بڑا ہے اور اطراف انکی آپس میں نہایت دُور دُور ہیں اور بلندی اور پستی انکی نظر میں نہیں آتی ہے بمنزلہ قالیت فرش ہونے کی کہتی ہے اور باوجود اسکے دلائل قوی اور قطعی اوپر گردیت اُسکی کے قائم ہیں اور جو کہ سبب لیلوں عقلیہ اس معاملے کے سے زیادہ دلیل ظاہر ہے یہ ہے کہ طلوع اور غروب تمام اہل مشرق پر مقدم اور طلوع اور غروب اہل مغرب کے ہوتا ہے اور اہل شمال اور جنوب کے تقطب ظاہر کا زیادہ ارتفاع ہوتا ہے اور قطب خفی کا زیادہ انحطاط ہوتا ہے جس صورت میں نہایت شمال کیطرف ہوں کمال درجہ کو پہونچیں تو بالعکس ہوتا ہے دلیل ہیئت اور گردیت زمین کے ہے اسواسطے کہ اگر زمین سطح ہوتی تقدم اور تاخر طلوع اور غروب کا اور ارتفاع اور انحطاط دونوں قطبوں کا کیسوں ہوتا اور جو اسیواسطے فقہانے فتاوی میں لکھا ہے کہ اگر اردو بھائی طلوع آفتاب کے وقت مریں ایک چین میں اور دوسرا اندلس میں بلکہ جو قدیم اور تاخر طلوع اور غروب کا اور ارتفاع اور انحطاط دونوں قطبوں کا کیسوں ہوتا اور جو اسیواسطے فقہانے فتاوی میں لکھا ہے کہ اگر اردو بھائی طلوع آفتاب کے وقت مریں ایک چین میں اور دوسرا اندلس میں بلکہ جو قدیم اور تاخر ہو وہ پہلے وارث پہنچے کا ہوتا ہے اور پہلا وارث دوسرے کا نہ ہوگا اسواسطے کہ چین میں آفتاب پہلے نکلتا ہے اور اندلس پیچھے پس موت بلاد چینی کی مقدم ہوا دوسرا قندی کی موت سے ہے اور دلائل شرعیہ سے ہے کہ اس مطلب پر ہیں اُنمیں سے ظاہر دلیل یہ ہے کہ اوقات نماز کے اور اوضاع آفتاب کے مقرر کئے ہیں اور جو ہر کہ تمام مکلفین کو کہ اطراف زمین میں ہیں وہ لازم ہوئے ہیں شامل ہو اور یہ صورت بغیر گردیت زمین کے درست نہیں ہوتی اور بھی جاننا چاہیئے کہ اس آیت میں صریح معلوم ہوتا ہے کہ رزق خاص ساتھ غذ بنی آدم کے نہیں بلکہ جس چیز کے ساتھ نفع اُٹھاویں رزق ہے اسواسطے کہ یہ جمع مقام بیان کرنے عموم نعمت کے لغایت درجہ مناسب نہیں آور بھی جانا چاہیئے کہ مفسرین سلف سے ایسا منقول ہے کہ پانی مینہ کا آسمان سے آتا ہے نہ ابر سے اور بادل صرف ایک سطلہ ہے مانند زبال کے جیسا کہ ابو الشیخ نے کتاب العظمت میں حضرت حسن بصری سے روایت کی ہے کہ اُن سے پوچھا پانی مینہ کا آسمان سے آتا ہے یا ابر سے فرمایا آسمان سے ابر فقط علامت ہے اس سے زیادہ نہیں اور پانی آسمان سے ہے آور کعب احبار سے روایت کی ہے کہ التہاب غمر دال المطر اگر مینہ ہوتا پانی آسمان کا وقت برسنے کے اسقدر شدت کرتا کہ زمین پھٹ جاتی آور ایسے ہی خالد بن معدان سے روایت کی ہے کہ مینہ عرش کے نیچے سے آتا ہے اور علی الترتیب ساتوں آسمان سے گذرتا ہے یہانتک کہ نیچے کے آسمان میں جمع ہوتا ہے اور اُس جگہ سے ابر کو جذب کرکے اپنی طرف کھینچتا ہے آور یہ کہ یہ ایسی فعل کی ہے کہ نیچہ کا پانی ساتویں آسمان سے ہے اور خالد بن یزید سے روایت کی ہے کہ مینہ دو قسم ہے ایک قسم اُس سے آسمان سے آتا ہے اور ایک قسم اُس سے ہے کہ ابر پانی کو سمندر سے پی لیتا ہے اور جب بہ عدد زیادہ پی لیتا ہے کہ سکو زمین پر ڈالتا ہے پس جو قسم مینہ کی کہ دریا میں سے ہے اُسمیں قوت روئیدگی کی نہیں کوئی شے اُس سے زمین سے نہیں اُگتی آور جو قسم کہ آسمان سے ہے اُسمیں قوت اُگانے اور پیدا کرنیکی ہے آور حقیقت ان قولوں کی یہ ہے کہ پیدائش بادل کی بالاشبہ درمیان آسمان اور زمین کے ہے اور استحالہ ابخرات اور تجارات کا بھی اسی جگہ ہوتا ہے لیکن ہرگاہ کہ اکثر چڑھنا بخارات کا دریائے شور سے ہوتا ہے اور عدد اور برق بسبب پھیل جانے اور تفرق قطعے عبارات کے ہوتے ہیں کہہ سکتے ہیں کہ ابر نے دریا سے پانی پیا اور بسبب عدد اور برق کے زمین پر برسا اور اصل اس کا رفانہ کی اوضاع آسمانی سے اور افعال فرشتوں ساتوں آسمانوں کے سے ماخوذ ہے کہ ساتھ حکم قضا و عرشی کے تدبیر اس کام کی کرتے ہیں پس تمام عبارتیں مطابق ہوئیں اور حقیقت میں تمام کارخانہ عالم کے اگر چہ ظاہر میں ساتھ اسباب طبعیہ سافلہ کے متعلق دکھلائی دیتے ہیں لیکن تاثیر قضا عرش کی ہے کہ اُن اسباب کو جمع کرکے اُن کارخانوں کی طرف مصروف کرتی ہے خصوصاً پیدائش زمین اور آسمان کی اور بوجھ کہ ترکیب قوتوں فاعلہ اور قابلہ اُن دونوں کی سے نمودار ہوتا ہے بلاشبہ تاثیر یک الٰہی کی ہے اور اللہ تعالیٰ ساتھ اُن انعامات کے متفرد ہے کہ کوئی اس انتظام میں شریک نہیں سکتا نہیں پس ہندو نچاہیئے کہ انواع انعامات کے شکر میں عبادت بھی خاص اُسی کے واسطے کریں اور دوسرے کو شریک نہ کریں فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا یعنی نہ ٹھہراؤ تم خدا کے ہمسر اُن کو استحقاق عبادت میں اُسکے ساتھ شریک مقرر کرو جیسے اسکے کہ اہمیت میں یکسی صفات کمال میں برابر اُسکے اعتقاد کرو وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ یعنی حال یہ ہے کہ تم جانتے ہو کہ نہ کسو اور باپ دادوں تمہارے کو اور آسمان اور زمین کو سوا اُس کے

دوسرے نے پیدا نہیں کیا ہے اور مینہ کو سوا اُسکے دوسرے نے نہیں اُتارا اور میووں کو سوا اُسکے دوسرے نے زمین سے نہیں نکالا اور یہ بات ظاہر ہے کہ تفرد انعام میں موجب تفرد کا شکر میں ہے پس اقتضاء کرتا دین اسلام کا مقتضاے باران وغیرہ کا ہے اسواسطے کہ خود مینہ اور بھی مبدأ اُسکا کہ آسمان ہے اور بھی منتہا اُسکا کہ زمین ہے اور بھی ثمرۂ اُسکا کہ محصول رزق کا ہے اُسی کے قبضہ قدرت میں ہو اور مینکو مینہ سے چاہ نہیں پس جو قبلیں کہ تمنے واسطے بھاگنے اپنے کے دین اسلام سے بنائی تھی اُلٹی تمہارے واسطے مضر ہوئی اور واسطے فراغت دری دین اسلام کی ہوئی اس لگچا جاننا چاہیئے کہ کوئی شخص جہان میں ایسا نہیں کہ شریک خدا کا وجوب الوجود اور علم اور قدرت اور حکمت میں اعتقاد کرے لیکن بہت فرقوں نے اور چیزوں میں غفلت کی رہ سے اللہ تعالی کیواسطے شریک مقرر کئے ہیں اور جسوقت کہ ہم طرح غور کریں اُن چیزوں کی شرکت سے اُن چار صفتوں میں بھی اعتقاد و فکرت کا آجاتا ہے پس حقیقت میں اعتقاد شرک کا مناقض اور منافی اعتقاد وحدانیت ان چار صفتوں میں ہے کہ امر کو بعد تحقیق اور تفتیش کے ہر شخص مسلم رکھتا ہے پس مشرکین اپنی زبان سے آپ ملزم ہونگے تفصیل شرک کی کہ جہان میں موجود ہے کہ ایک گروہ جہاں کے واسطے دو خالق قرار دیتے ہیں ایک حکیم ہے کہ پیدا کرنیوالا نیکیو کا ہے اور ایک سفیہ کہ پیدا کرنیوالا بدیوں کا ہے اور اس گروہ کو مونیہ کہتے ہیں اور بطلان اس مذہب کا اُنہیں کی زبان سے معلوم ہوتا ہے اسواسطے کہ وہ سفیہ پیدا کیا ہوا کس کا ہے اگر پیدا کیا صانع حکیم کا ہے پس صادر ہونا شر کا حکیم سے لازم آیا اور اگر خود بخود پیدا ہوا ہے پس واجب الوجود ہوا اور واجب الوجود کو کمال علم اور کمال قدرت اور کمال حکمت لازم ہے یکیونکر ہو کہ واجب الوجود جاہل اور بیوقوف ہو آور قدرہ دوسرا کہ اپنے تئیں کہتے ہیں اُنکا اعتقاد یہ ہے کہ ہر چیز واجب الوجود اور علم اور قدرت اور حکمت خاص خدا کیواسطے ہے لیکن اُس نے جہان کے کارخانو نکو آسمان کے ستارو نکو ڈے رکھا ہے اور تدبیر خیر اور شر کی اُنہیں کے حوالہ کی ہے پس ہمکو چاہیئے کہ ارواح اُن ستاونکے واسطے نہایت تعظیم بجالاویں اور کمال تعظیم عبادت ہے تاکہ کارروائی ہماری کریں اور اگر کامذہب بھی ان کی زبان سے باطل ہوتا ہے اسواسطے کہ اگر خدا تعالی کی عبادت ہماری جانتا ہے پس یہ عبادت کو اکب کی بغواور بتعلیل ہوئی اسواسطے کہ تقرب ہمکو بسبب عبادت کے اللہ تعالی کے جناب میں حاصل ہو پس ہمکو ساتھ توسل ارواح ان کواکب کی کیا حاجت ہے اور اگر اللہ تعالی ہماری عبادت کو نہیں جانتا ہے پس اُسکے علم میں قصور پڑا اور اُسکا علم کامل نہوا اور بھی ستارے اگر خود بخود کارروائی ہماری کرتے ہیں پس قدرت میں خدا کے ساتھ برابر ہوگئے اور شرک قدرت میں لازم آیا اور اگر بسبب قدرت دینے خدا کے کارروائی کرتے ہیں پس ہمکو کیا ضرور ہے کہ ان واسطوں کی طرف رجوع کریں اسواسطے کہ قدرت اللہ تعالی کی نے جیسا کہ اُسکو واسطے اور وسیلے کارروائی ہماری کے مقرر کئے ہیں ایسا ہی خواہش فیضرسانی ہماری کی اُنکے دلوں میں ڈالنا اُسکا کام ہے فرقہ تیسرا ہنود کا کہتے ہیں کہ روحانیات عنصریہ کہ مدبر جہان کے کامو نکی ہیں رنگ برنگ کی صورتیں رکھتی ہیں اور ہمسے پوشیدہ اور مخفی رہتی ہیں پس ہمکو چاہیئے کہ صورتیں اُن روحانیات کی سونے چاندی پیتل وغیرہ کی بنا کر تعظیم کے ساتھ پیش آویں تاکہ یہ روحانیات ہم سے راضی ہووینگی جو تھا فرقہ پیر پرستو کا کہتے ہیں کہ جو کوئی بزرگ شخص کہ بسبب کمال ریاضت کے اور مجاہدے کے مستجاب الدعوات اور مقبول لشفاعۃ عبداللہ ہوا تھا اس جہان سے گذرتا ہے اُسکی روح کو قوت بڑی اور وسعت نہایت ہم پہونچتی ہے جو کوئی صورت اُسکی کو برنج کرے یا اُسکی نشست برخاست کی جگہ یا اُسکی گور پر سجدہ و تذلل کرے روح اُسکی بسبب وسعت اور اطلاق کے اُسکی اوپر مطلع ہوا دنیا اور آخرت میں اُسکے حق میں شفاعت کرے یا نچواں گروہ جاہلوں میں سے کہتے ہیں کہ حق تعالی اپنی ذات میں پاک ہے اسباب سے کہ کوئی اُسکی عبادت کرے پس طریق عبادت اُسکی کا یہ ہے کہ کسی کو مخلوقات اسکی سے قبلہ تو جہ اپنی کا کیا جاوے تاکہ توجہ ہماری طرف اُسی قبلہ کی بعینہ توجہ طرف خدا کی ہووے اور وہ مخلوق کہ صلاحیت قبلہ ہونے کی رکھے ساتھ ایک جنس کے خاص نہیں بلکہ جو چیز کہ خواص عجیبہ وغریبہ اُسمیں موجود ہوں قبلہ ہو سکتا ہے جیسا کہ پانی گنگا کا دریاؤں میں اور درخت تلسی کا درختوں میں سے اور لوہا پرسی قیاس کے حیوانات اور نباتات اور معادن اور پہاڑوں اور پرپوں سے قبلے اپنے ٹھہرائے ہیں اور یہی ہے مذہب عوام ہنود کا یہ تفصیل اُن آدمیونکی ہے کہ عبادت میں دوسرو نکو خدا کے ساتھ شریک کرتے ہیں اور شریک کرنیوالے سوائے عبادت کے اور چیزوں میں پس وہ لوگ بہت ہیں بعضے اُنسے وہ ہیں کہ ذکر کرنے میں اور نکو خدا کے ساتھ برابر کرتے ہیں اور نام دوسرے کا مانند نام خدا کے تقرب کی راہ سے ذکر کرتے ہیں اور بعضے اُن سے وہ لوگ ہیں کہ ترجیح او ندر اور قربانیوں میں خدا کے ساتھ دوسرو نکو شریک کرتے ہیں اور بعضے اُن سے وہ آدمی ہیں کہ نام کہتے ہیں بندہ فلاں اور عبد فلاں کہتے ہیں اور یہ شرک فی التسمیہ ہے اور بعضے اُن سے وہ لوگ ہیں کہ اوسطے رفع بلا و نکے دوسرو نکو طلبتے ہیں ایسے ہی واسطے حاصل کرنے منافع کے دوسرو نکی بجا لاتے ہیں مستقل سمجھ کر یہ اس طرح سے کہ توسل اُن دوسروں سے کریں کہ یہ شرک نہیں اور بعضے اُن سے وہ آدمی ہیں کہ نام دوسرے کو خدا کے نام کے ساتھ بیچ مقام عموم علم اور قدرت کے برابر کرتے ہیں چنانچہ نسائی اور ابن ماجہ نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ ایک اُن ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا کہ ما شاء اللہ وشئت یعنی جو چیز کہ خدا نے چاہی اور تم چاہو ہو جاویگی آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا جعلتنی للہ ندا بل ما شاء اللہ وحدہ یعنی مقرر کیا تو نے مجھکو اللہ کا شریک بلکہ خدا کی ہی مشیت سے ہر چیز ہوتی ہے اور امام احمد اور ابو داؤد اور نسائی اور ابن ماجہ نے خدیفہ الیمان سے روایت کی ہے کہ آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا ہے لا تقولوا ما شاء اللہ وشاء فلان قولوا ما شاء اللہ ثم شاء فلان یعنی نہ کہو تم وہ چیز کہ چاہی اللہ نے اور چاہی فلانے نے کہو تم کہ جو چیز چاہی اللہ نے پھر چاہی فلانے اس جگہ جاننا چاہیئے کہ جیسا کہ عبادت غیر خدا کی مطلقاً شرک و کفر ہے تابعداری غیر اللہ کی بھی بالاستقلال کفر ہے اور بمعنی اطاعت غیر کے کہ بالاستقلال ہو یہ نہ سمجھے کہ جو شخص ہمو نجانے والا احکام الہی کا ہے بلکہ حاکم خود بخود سمجھ کر پٹہ اطاعت اُسکی گردن میں ڈالے اور تقلید اُسکی لازم جانے اور باوجود ظاہر ہونے مخالفت حکم اُسکے کے ساتھ حکم خدا کے اُسکے اتباع سے

نفی شرک فی التسمیہ

مانند ہے اور یہ بھی ایک قسم شرک ہے کہ بیچ آیت اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ والمسیح ابن مریم کے یعنی مقرر کیا عالموں اور راہبوں اپنے کو پرش کرنے سوا اللہ کے اور مسیح بیٹے مریم کو برائی اسکی بیان فرمائی ہے پس وہ لوگ کہ اطاعت اُن کی ساتھ حکم خدا کے فرض ہے چھ گروہ ہیں بعضے اُن میں سے پیغمبر ہیں کہ اطاعت اُن کی حقیقت میں اطاعت خدا کی ہے اسواسطے کہ اطلاع اوپر وحی اور نواہی اللہ تعالیٰ بغیر وسیلہ اُنکے کے نہیں ہو سکتی اسواسطے کہ خلق کو بسبب دوری اور حجاب کے ممکن نہیں کہ علوم بچے اپنے پروردگار سے بلاواسطہ سمجھیں روح پیغمبر کی نے سبب مشاہدۂ حق کے نہایت مناسبت جناب الٰہی سے حاصل کری اور نفس اُسکے نے بسبب مخالطت خلق کے رتبہ بشریت کا کہا تا قلب اُسکا روح اُس کی سے کلمات ربانیہ کو اخذ کرے اور قوائے نفسانی میں القا اُن کلمات کو کرے، اور خلق اُسکے واسطے سے بسبب ربط جنسیت کے قبول اُن کلمات کو کرے اور اسی واسطے اطاعت اُن کی مقید ساتھ اُسکے ہے اور اوامر اور نواہی اُنکی رسالت کی جہت سے اتفاقی گئی ہوں نہ مطلق اور اسی واسطے بیچ قبول کرنے مشورہ اور احکام جہتادیہ پیغمبر علیہ السلام کے بھی زیادہ گنجائش کی گئی ہے بریرہ رضی اللہ عنہا کو پہلے فرمایا کہ رجوع اپنی کو اختیار کرے اور جب اُس نے پوچھا کہ یہ حکم رسالت کا ہے یا سفارش کا اور اصلاح ناموافقت کی فرمایا حکم رسالت کا نہیں بلکہ بطریق سفارش اور مشورہ کے کہتا ہوں خواہ تو قبول کر خواہ کر اور بھی فرمایا ہے انتم اعلم بامور دنیاکم اذا امرتکم بامر من امور دینکم فخذوا بہ یعنی تم خوب جاننے والے ہو باتیں دنیا اپنی کی جو صفت حکم کی کروں میں تمکو ساتھ کسی چیز کے دین کی چیزوں میں سے پس پکڑو اُسکو اور بعضے اُن میں سے مجتہدین شریعت اور مشیوخ طریقت کے ہیں کہ حکم اُنکا اور پر طریق واجب تخییر کے بھی لازم الاتباع عوام کے اوپر ہے اسواسطے کہ سمجھنا اسرار شریعت کی اور دقائق طریقت کی ہم ذمہ ہے فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون یعنی پس پوچھو اہل ذکر سے اگر تم نہیں جانتے اور بعضے اُن میں سلاطین اولوالامر اور اہل خدمت ہیں جیسا کہ قاضی اور محتسب اور حکام کہ اوامر اور نواہی اُن کی بھی معاملات روزمرہ میں واجب الاتباع ہیں رعایا کے حق میں اور بعضے اُن میں سے طوہر ہے بی بی کے حق میں اور انہیں سے والدین ہیں بیچ حق اولاد کے اور انہیں میں سے مالک ہے بیچ حق مملوک کے لیکن اطاعت ان پانچ فرقوں کی مشروط اور مقیدہ ہے بشرط اسکے کہ اوامر اور نواہی ان کی مخالف شرع کے نہوں اسواسطے فرمایا ہے لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق نہیں تابعداری لایق ہے کسی مخلوق کی بیچ گناہ خالق کے اور بھی فرمایا ہے اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شئ فردوہ الی اللہ والرسول یعنی مانو حکم اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور حکم مانو اُنکا جو اختیار والے ہیں تم میں پھر اگر جھگڑ پڑو گے کسی چیز میں تو اُسکو رجوع کرو طرف اللہ کے اور رسول کے، وجہ فرق کی اطاعت اور عبادت میں کہ اطاعت غیر کے ساتھ شرطوں اُسکی کے احکام شرعیہ میں جائز بلکہ واجب ہے اور عبادت غیر اللہ تعالیٰ کی کسی حال میں روا نہیں کہی ہے کہ اطاعت کسے کہتے ہیں بجالانا حکم اُس شخص کا ہے کہ وہ لایق حکم چلانے کے ہے اور لیاقت حکم کی سوا اللہ کے نیابۃً، وہ نہیں بھی ہے مثل رسول کے اور حکم کے بخلاف عبادت کے کہ حقیقت اسکی نیاز ذلیل ہونا ہے اور یہ اسی کے واسطے شایان ہے کہ کمال درجہ کی عظمت رکھتا ہو اور یہ منحصر اللہ تعالیٰ کی ذات میں ہے اور بس اور جو جاہل کہ اطاعت اور عبادت کے معنوں میں فرق نہیں کرتے ہیں بسبب اسکے شبہ اور حیرانی میں پڑتے ہیں اور شرکین ہر فرقہ کے الزام دیتے ہیں کہ تبرک ہر نمد پوش اور ہر مرد میں ہے اسواسطے کہ اطاعت غیر اللہ کی تمام دینوں میں جائز ہے مثل اطاعت پیغمبر اور درست اور صحیح اور حاکم کے اور مطاع ہونا سوائے عظمت اور مرتبہ کے متصور نہیں پس اعتقاد مشارکت کا عظمت میں لازم آوے، اور یہ نہیں سمجھتے کہ مطاع ہونا بھی عظمت ذاتی لازم نہیں اور معبود ہونے کو عظمت ذاتی کہ نہایت درجہ کو پہونچی ہو لازم ہے پس قیاس عبادت کا اطاعت کے اوپر قیاس مع الفارق ہے جیسے کلام کا یہ ہے کہ حقیقت عبادت تقاضا ذات حضرت خالق کا ہے اور بندہ کی ذات بھی عبادت کرنیکو مقتضی ہے اور انعام اور احسان اللہ تعالیٰ کا کہ بندوں کے اوپر ہے یہ بھی تقاضا عبادت کو کرتا ہے پس حکمت اپنی میں ہے ذات سے چارہ نہو اور ہرگاہ کہ عبادت موقوف پر غیر نیازی اور امر کے ہے اور اوامر الٰہی چار طریق سے معلوم ہوتے ہیں کتاب اللہ سے سنت پیغمبر کی یا اجماع مجتہدین کا یا قیاس جلی اور اصل اس سب میں کتاب اللہ ہے پس کتاب اللہ کا نازل کرنا ضرور ہوا اور ہرگاہ کہ شان کتاب کی سوائے دُور کرنے شک اور شبہ کے اُس سے تمام نہیں ہوتی ہے طریق اُس ازالہ کا ارشاد فرماتے ہیں وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا یعنی اگر ہو تم شک اور شبہ میں اُس چیز سے کہ اُتاری ہم نے اُوپر بندہ اپنے کے اور اس جگہ لفظ نزلنا کا فرمایا اور انزلنا ذکر نہ کیا اسواسطے کہ منشا شک اور شبہ کا فرود کا حقیقت قرآن میں تنزیل تھا اور وجہ اسکی یہ ہے کہ تنزیل لغت عرب میں دلالت اوپر تدریج کے کرتی ہے اور کافر جب دیکھتے تھے کہ آنحضرت علیہ السلام بیچ جواب ہر سوال کے اور موافق ہر واقعہ کے ایک آیت قرآن کی لاتے ہیں اسسبات سے اُنکو شبہ پیدا ہوتا تھا کہ مبادا مانند دوسرے شاعروں کے کہ بمقتضائے وقت ہر وقت کے مخالیف کہتے ہیں یہ کلام بھی کلام آنحضرت کا ہو کہ اپنی طرف سے بنالیا ہو نہ کلام الٰہی اسواسطے کہ کلام الٰہی اگر ہوتے تمام ایک فعہ خدا کی طرف سے اُنکے اوپر نازل ہوتے، جیسے کہ توریت اور انجیل۔ پس گو یا حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تمکو بسبب اسطرح کے آہستہ نے قرآن کے کلام الٰہی ہونے میں شبہ ہو تیں علاج اُسکا یہ ہے کہ تم بھی تو تیس فکر اپنی کو جمع کرو اور لفظ کی ترکیب اور نظم معانی میں کوشش بہت کر کے بتبع اس کلام کا کرو اسواسطے کہ اس شخص کو خوب جاننے ہو کہ چالیس برس تک محض امی تھا اور عمر بھر میں کبھی ایک بیت بھی موزوں نہیں کی اور ایک فقرہ نثر کا نہیں لکھا اور تم سب مشاق اس کام کے اور اُستاد اور زبانہ کے ہو اور سلیقہ تالیف کرنے خطبوں بڑے بڑے کا اور قصیدوں مضمون کا رکھتے ہو اور اگر تم سے بتبع اس کلام کا نہو سکے یعنے اسرار اسکے معلوم نہ ہو سکیں فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ پس لاؤ تم ایک سورۃ ایسی کلام سے کہ ادنے درجہ اُسکا ایک آیت ہو اور مانند اس کلام کے نہایت فصاحت و بلاغت

میں ہوا اور ہر ترکیب کی ترکیبوں میں سے اوپر موقع اپنے کے واقع ہوئی ہو اور ہر شبہ اور ہر مجاز اور ہر کنایہ کو اوچن، و لطافت اُسکی کے لایا گیا ہو اور باوجود ان سب امور کے تناقض اور تشتت کلموں اور اخلاق ترکیبوں سے سلامت اور پاک ہو تا کہ معلوم ہووے کہ یہ کلام بھی تالیف بشری سے ہے اور یہ طریقہ شعری سے صادر ہوئی اور یہ بات بھی تمہاری سہل ہے واسطے کہنے کی گئی والا اس کلام میں سوائے فصاحت اور بلاغت کے اور چیزیں بھی ہیں کہ اگر تتبع اُن کا تم سے طلب کیا جائے بہت مشکل تمہارے اوپر پڑ جاوے اول یہ کہ طریقہ اس کلام کا مخالف کلام بشر کے طریقوں سے ہے خصوصاً مسطورہ اور مطلع سورتوں کے دوسرے یہ کہ متناقض اور اختلاف سے مبرا اور پاک ہے تیسرے یہ کہ شامل ہے غیب کی خبروں پر کہ قصے گذرے ہوئے پہلے قرنوں کے بے مطالعہ کتابکے اور جو وہ کرنے تواریخ کے اُسمیں بالتفصیل مذکور ہیں اور آئندہ کی خبریں بھی صراحۃً اور کہیں اشارۃً اُس سے معلوم ہوتے ہیں اور وہ خبریں جیسا اُس میں مذکور ہیں واقع ہوتی ہیں پھر جب اس کلام میں ہم تامل کریں معلوم ہوتا ہے کہ کلام اللہ کے ایسے مضامین ہیں کہ آدمی سے رعایت کمال فصاحت کی اُس میں نہیں ہو سکتی اور چند موانع اُسکے واسطے اس امر سے موجود ہیں اور باوجود اسکے فصاحت اُس کی نہایتکے درجہ کو پہونچی اس جگہ سے ظاہر ہوا کہ سوائے قادر مطلق کے کام کسی کا نہیں کہ باوجود موانع کے ایسا کلام کہ کمال درجہ فصاحت اور بلاغت کا اُسمیں پایا جائے تالیف کیا ہو اور بعضے اُن موانع میں سے یہ ہے کہ فصاحت عرب کی اور اور لوگوں کی اکثر اُن چیزوں کے وصف میں ہوتی ہے کہ دیکھی اور سنی ہوں مثل شتر کے اور گھوڑے کے اور غلام اور لونڈی کے اور زن اور فرزند کے اور باد شاہت کے اور جنگ اور لوٹ کے اور مانند اُسکے اور اس کلام میں ان چیزوں کا ذکر قدر قلیل ہے بیشتر اس کلام میں ذکر اُن چیزوں کا ہے کہ کسی نے اُنکو نہ دیکھا ہے اور نہ سنا ہے اور ایسی چیزوں کے بیان میں رعایت تشبیہات دقیقہ اور استعارات بلیغہ کے مقدور کسی فرقہ کا نہیں اور بعض اُن موانع میں سے یہ ہے کہ اس کلام میں رعایت صدق کی اور پرہیز کرنا کذب سے کمال درجہ کا موجود ہے اور باوجود اسکے فصاحت کا ملہ اسمیں پائی جاتی ہے اور نظم اور نثر اگر اُس میں رعایت صدق کی اور احتراز کذب اور مبالغہ سے کیا جاوے رکاکت اور خساست پیدا کرتی ہے اور اسواسطے کہا ہے کہ احسن الشعر اکذبہ یعنی جس قدر شعر میں مبالغہ بہت ہو اُسی قدر لطف پیدا کرتا ہے اور بعض اُن موانع میں سے یہ ہے کہ کوئی شخص خواہ شعر کی تالیف کرے خواہ نثر کو لکھے جس وقت کلام اپنے میں بیان قصہ کا یا باندھنا مضمون کا مکرر کرتا ہے کلام اُسکے میں دوسری بار میں بہ نسبت پہلی مرتبہ کے حسن کم ہو جاتا ہے اور نقصان قبول کرتا ہے اور اس کلام میں جس جگہ تکرار فرمایا ہے زیادہ لطف پایا جاتا ہے اور بعض اُن موانع میں سے یہ ہے کہ کلام جو قطعۂ طویل ہوتی ہے رعایت فصاحت اور بلاغت کی اُسمیں بہت دشوار پڑتی ہے اور ضرور کہ بعض جملوں میں اعلیٰ رتبہ سے گر جاتا ہے اور یہ کلام باوجود اس طول کے کسی جگہ درجہ اعلیٰ سے نہیں گرا اور بعض اُن موانع میں سے یہ ہے کہ مضامین اس کلام کے واجب کرنا عیانوں شاقہ کا اور حرام کرنا لذتوں اور خواہشوں نفسانی کا اور برانگیختہ کرنا آدمیوں کا اوپر بے رغبتی دنیا کے اور خوف کرنا ناموت کا اور صبر کرنا مصیبتوں پر اور یاد کرنا موت کا اور توجہ کرنی طرف آخرت کے اور ظاہر ہے کہ ان امور کے بیان کرنے میں دائرہ بلاغت کا تنگ ہوتا ہے اور بعض اُن موانع میں سے یہ ہے کہ جو قطعۂ یا نثر بنانے والا ہے بعضے مضمون میں داخل زیادہ کرتا ہے بعضے بیچ بیان کو نئے سن معشوقوں کے قدرت تمام رکھتے ہیں اور بعضے مجلس طرب و خمر کے بیان میں اور بعضے بیچ بیان لڑائی کے اور بعضے ہجو کے اسی واسطے عرب کے اُستادوں نے کہا ہے کہ امرالقیس بیچ بیان حسن ہجو تو نکے اور گھوڑوں کی صفت میں بے نظیر ہے اور نابغہ لڑائی کا مضمون خوب باندھتا ہے اور اعشی مجلس شراب و طرب اور قیس اور تمامی کو خوب بیان کرتا ہے اور زہیر غرض مطلب و اظہار مطلع میں قدرت خوب رکھتا ہے اور اس کلام کو جو اچھی طرح دیکھیں ہم ہر فن میں بے نظیر ہے ترغیب کے اندر ایک آیت کافی ہے کہ فلا تعلم نفس ما اخفی لھم من قرۃ اعین پس نہیں جانتا کوئی نفس اُس چیز کو کہ چھپا رکھی ہے واسطے اُنکے جو ٹھنڈک ہے آنکھوں کی اور خوف دلانے میں یہ آیت کہ وخاب کل جبار عنید من ورائہ جھنم ویسقی من ماء صدید یتجرعہ ولا یسیغہ و یاتیہ الموت من کل مکان وما ھو بمیت یعنی نامراد ہوا جو سرکش ضد کرنیوالا پیچھے اُسکے دوزخ ہے اور پلا دیگے اُسکو پانی پیپ کا گھونٹ گھونٹ لینا ہے اُسکو اور نگلے سے نہیں اُتار سکتا ہے اور چلی آتی ہے اُسپر موت ہر جگہ سے اور وہ نہیں مرتا اور زجر اور توبیخ میں فکلا اخذنا بذنبہ فمنھم من ارسلنا علیہ حاصبا ومنھم من اخذتہ الصیحۃ و منھم من خسفنا بہ الارض ومنھم من اغرقنا یعنی پس سب کو پکڑا ہے بسبب گناہ اُنکے کے پس بعضوں کے اوپر بھیجے ہم نے پتھر اور بعضوں کو اُن میں سے پکڑ اچنگھاڑنے اور بعضوں کو اُن میں سے دھنسایا ہے زمین میں اور بعضوں کو ڈبو دیا اور وعظ اور عبرت میں یہ آیہ افرایت متعناھم سنین ثم جاء ھم ما کانوا یوعدون ما اغنی عنھم ما کانوا یتمتعون یعنی بھلا دیکھا اگر نفع اُٹھانے دیا ہے انکو کئی برس پھر بھیجا اُنپر جسکا اُن سے وعدہ تھا کب کام آویگا اُنکے وہ جیز کہ نفع اُٹھاتے ہے اور البتہ میں یہ آیت اللہ یعلم ما تحمل کل انثی وما تغیض الارحام وما تزداد وکل شیء عندہ بمقدار عالم الغیب والشھادۃ الکبیر المتعال یعنی اللہ جانتا ہے جو پیٹ میں کہتی ہے ہر مادہ اور جو کرتے ہیں پیٹ اور جو بڑھتے ہیں، اور ہر ہر چیز کی ہے اُسکے پاس گنتی جانتے والا تجھیے، اور کھلے کا سب سے بڑا بلند اور بعض اُن موانع سے یہ ہے کہ یہ کلام اصل سب علموں کی ہے مثل علم عقائد اور علم مناظرہ کہ اہل دین کو انسے ساتھ ہوا اور مثل علم اصول فقہ اور علم فقہ اور علم احوال اور علم اخلاق کے علاوہ انکے اور بھی ہیں اور اس قسم کے غوض محض بیان کرنے میں بلاغت اختیار کرنی مقدور ہر شعر بنانے والے سے کہ مبلغ ہو فرمایش کریں کہ ایک مسئلے منطق کے عبارت رنگین میں لکھے یا ایک دو مسئلے فرائض کے ساتھ کلام بلیغ کے ادا کرے ہرگز اسکو ممکن نہ ہوگا ایسی چیزوں سے یقیناً دریافت کرینگے کہ یہ کلام کلام بشر کا نہیں کلام الٰہی ہے اور اگر باوجود اسکے کہ تتبع اس کلام کے سے عاجز آؤ اور شک اور شبہ تمہارا دور نہ ہو اور کہو تم کہ شاید سوائے ہمارے دوسرا اوپر اسکے قدرت رکھتا ہو گا ہم عاجز ہوں تب اطلاع اسکا بھی ہم کہتے ہیں اور وہ

یہ ہے کہ جن مخلوقات کی قدرت کاملہ اور علم شامل اعتقاد کرتے ہوئے کے ساتھ منعانت ہو ہو وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ یعنی تضرع اور زاری کے ساتھ بلاؤ تم معبودوں اپنے کو سوائے خدا کے تاکہ اس کام میں مدد تمہاری کریں اور حل اس مشکل کی کریں اور انکے معبودوں کو شہدا کہو وجہ سے کہتے ہیں اول یہ کہ شہدا جمع شہید کی ہے اور شہید ماخوذ ہے شہود سے اور شہود کے معنی حضور کے ہیں اور انکو اعتقاد ایسا تھا کہ ہمارے معبود کو ایسا علم احاطہ کرنیوالا ہے اور قدرت کاملہ حاصل ہے کہ جو کوئی انکی گوشی قت میں اوقات سے یا کسی مکان میں مکانوں میں سے پکارے اور فریاد کرے اور مدد چاہے حاضر ہوتے ہیں اور امداد اور اعانت کرتے ہیں اور وہ مشکل حل ہوتی ہے اور اس واسطے کہ یہ اعتقاد خاص انکے ساتھ تھا شہدا کی اضافت انکی طرف کی دوسری یہ کہ شہید ماخوذ شہادت سے اور مشرکین اپنے معبودوں کے حق میں کہتے تھے کہ هٰٓؤُلَآءِ يَشْهَدُوْنَ لَنَا عِنْدَ اللّٰهِ یعنی یہ گواہی دینگے ہمارے واسطے اللہ کے پاس اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ یعنی اگر ہم سچے اس اعتقاد میں کہ معبودوں ہمارے کو منصب حضور اور مشکل کشائی کا یا منصب شفاعت اور شہادت کا عنداللہ حاصل ہے بس اگر باوجود اس تعانت اور استمداد کے بھی مدعا تمہارا حاصل نہو پس جانو تم کہ مذہب تمہارا دور طریق سے باطل ہوا ایک یہ کہ تم منکر اعجاز قرآن کے ہو اور اسکو کلام بشری کہتے ہو جواب ثابت ہوا کہ یہ کلام معجز بشر کا نہیں دوسرے یہ کہ معبودوں اپنے کو مشکل کشا اور عقدہ کشا جز اول کل کا تم جانتے ہو اور وہ سب جھوٹ نکلا اور بعضے مفسرین نے شہدا کو یعنی گواہوں کے لیا ہے اور وجہ ربط اس کلام کی پہلے کلام سے اس طرح تقریر کی کہ اگر بقدر ایک سورت کے مانند اس کلام کے تالیف کرکے جمع عقلا اور مجلس مقابلہ اور معارضہ میں پڑھوگے اور یہ گمان تم کو ہو کہ سامان تعصب کے راہ سے مکابرہ کریں اور تمہارا کلام کہ حقیقت میں مانند اس کلام کے ہے مثل نہ اعتقاد کریں اور کہیں کہ یہ اسکو نہیں ہو پہنچتا پس تدبیر دوسری کرو تم اور گواہ معتبر اپنے شاعروں اور خبر نویسوں میں سے کہ تمہارے نزدیک گواہی انکی معتبر ہو اس مجلس میں حاضر کرو تاکہ گواہی دیویں کہ وہ کلام لایا ہوا تمہارا برابر اس کلام کے ہے اور اس صورت میں لفظ من دون اللہ کا سوائے زیادہ کیا ہے کہ خدا گواہ مقرر کرنا ہر شخص عاجز کی عادت ہے خواہ سچا ہو خواہ جھوٹا پس قطع نزاع کی نہو سکتی اسواسطے کہ اطلاع اوپر گواہی اسکی قطعاً اور یقیناً ممکن نہیں مگر معجزہ سے یا وحی سے اور اوپر پہلی تقریر کے لازم آتا ہے تسلسل اور اوپر تقدیر دوسری کے دور لازم آتا ہے باقی رہے اس جگہ گئی سوالات کہ ظاہر وارد ہوتے ہیں اور دفع کرنا انکا واجب ہے اول یہ کہ پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کلام میں ساتھ لفظ عبدنا کے سوا کسطرح ذکر فرمایا لفظ نبینا اور رسولنا کسواسطے ارشاد نکیا کہ مناسب مقام کے ہوتا اسواسطے کہ نزول کتاب کا نہیں ہوتا ہے مگر اوپر رسول اور نبی کے جواب اسکا یہ ہے کہ منصب رسالت اور نبوت کا بہ سبب ظاہر بندگی اور کمال عبودیت کے حاصل ہوتا ہے وذکر الاصل یعنی عن ذکر الفرع یعنی ذکر اصل کا بے ہر و کرتا ہے ذکر فرع کے سے اور کیا اچھا شعر ہے کہ کہا گیا ؎ ولم غلامیت کردیا خیر و بلند ؎ میر ولایت شود بندہ کہ سلطاں خرید پس واسطے ظاہر کرنے شرف عبودیت کے لفظ عبدنا کا مناسب زیادہ ہوا جیسا کہ بیچ انزل بعبدہ الکتاب نزل الفرقان علی عبدہ اور در آیتوں کے سی امر کی رعایت کیگئی دوسرا یہ ہے کہ قرآن میں بعضی آیتیں بطریق نقل کے کلام دوسروں کے سے لائے ہیں پس اگر وہ آیتیں انہیں عبارتوں کے ساتھ ہیں کہ انسے صادر ہوئی تھیں پس اعجاز قرآن کا ثابت نہوا اسواسطے کہ کلام بشر کا بھی ساتھ اس وجہ بلاغت کے پہونچے اور اگر ان عبارتوں کے ساتھ انسے صادر نہوئی تھیں پس خبر مطابق واقع نہوئی اور نہ مطابق ہونا خبر الٰہی کا واقع کے ساتھ محال ہے جواب اسکا یہ ہے کہ حکایت کلام دو طریق سے ہے اول یہ کہ اسکا کہا ہو بعینہ لاویں اور کسی وجہ کا اسمیں تغیر و تبدل نہو جیسا کہ ہفتقاس میں کہ احکام طلاق اور عتاق اور اقرار اور انکار اور وصیت کے ہوں بعینہ عبارت قائل کی لاتے ہیں یا کلام لوگوں کو انہیں کے لغت کے ساتھ نقل کرتے ہیں دوسرا طریق یہ ہے کہ نقل بالمعنی کریں اور دوسرو نکے سو معنی کو عبارت تمہیں جیسے دیویں جیسا کہ منشی لوگ احکام بادشاہی لکھتے ہیں اور قبالہ لکھنے والے اور خطوط لکھنے والے اور محضر لکھنے والے بھی یہی کام کرتے ہیں پس حکایات اور قصص قرآنی بھی دوسری قسم میں داخل ہیں دوسروں کے کلام کو اپنی عبارت میں نقل فرمایا ہے اور ایسا ہی بعض جا بندوں کی زبان پر اوپر وجہ تعلیم اور تلقین کے ارشاد فرمایا ہے مثل ایاک نعبد و ایاک نستعین اور ایسی جگہ صدق خبر میں مطابقت معنی کی واقع کے ساتھ کافی ہے مطابقت الفاظ کی درکار نہیں۔ تیسرا یہ ہے کہ وقوع شک و شبہ کا کافروں کو قرآن کی حقیقت میں یقینی تھا امر یقینی کو ساتھ حرف شک کے کہ وہ ان ہی کس نکتہ کے واسطے لائے جواب اسکا یہ ہے کہ واسطے ظاہر ہونے دلائل اعجاز قرآن کے کہ شک و شبہ کو جڑ سے اکھیڑتے ہیں امر یقینی کو مشکوک قرار دیا اور حرف شک کا استعمال کیا جو تھا یہ ہے کہ مخاطب شک مثل نہیں تاکہ اس سے حجت کی درخواست کریں اسواسطے کہ حجت اوپر مدعی کے ہے نہ اوپر منکر کے اور منکر کے مقابلہ میں اپنی طرف سے حجت لانی چاہیئے پس طلب کرنا معارضہ قرآن کا منکروں سے کس وجہ سے کیا گیا جواب اسکا یہ ہے کہ جو شخص اعجاز قرآن کا منکر ہوا گویا اس نے دعوے کیا کہ تالیف مثل اس کلام کے مقدور آدمی کا ہے اور اس دعوی دعوی نفسی کے طالب کرنا حجت مدعی سے ضرور ہوا جیسا کہ کہا ہے ؎ بیت باتنیں بیہودہ گوئی می تواں گفتن اگر ؎ قوتے داری بگو ورقدرتے داری بیار ؎ یا بخواں یہ ہے کہ جو کوئی کسی چیز میں شک کرتا ہے اسکے حال میں حکم نہیں ہوتا ہے اور صدق اور کذب لواحق حکم کے سے ہے پس در میان وان کنتم فی ریب اور ان کنتم صادقین کے کس وجہ سے ربط ہے جواب اسکا یہ ہے کہ ان کنتم صادقین میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ ساتھ ان کنتم فی ریب کے مرتبط ہو اور اس تقدیر کے یہ سوال متوجہ ہوتا ہے اور مرفع اسکا یہ ہے جو کوئی اعجاز قرآن میں شک کرتا ہے پس گویا خبر دیتا ہے ساتھ اس بات کے کہ قرآن تالیف بشر کی ہو سکتی ہے اور یہ کلام ضمنی کا ذب ہے پس بنظر اسی کلام ضمنی کے ان کنتم صادقین فرمایا دوسرا احتمال یہ ہے کہ مرتبط ساتھ دعوا شہدا کم

؎ اسواسطے کہ اس معجزہ میں کلام سچا دیگی اسکی نبوت کے واسطے اور معجزہ چاہیئے وللہ الفیاض اور وحی سے ثابت کرنا بعینہ دعوے سے دعوے کو ثابت کرنا ہے ۱۲

من دون اللہ کے ہو اور اور اس تقدیر کے مراد یہ ہے کہ اگر تم اس دعوے میں سچے ہو کہ معبود ہمارے فریاد ہماری کو پہونچتے ہیں اور مشکلات ہماری حل کرتے ہیں پس اس وقت واسطے دور کرنے شک اور حیرت اپنی کے اپنے نہیں بلاؤ پس سوال صل سے متوجہ نہیں ہوتا ہے بیچ اس ہونگے کے چاہیئے جاننا کہ ضمیر من مثلہ کی طرف بھیری ہے اور معنی اس طرح مقرر کئے کہ لاؤ تم بقدر ایک سورت کے مانند اس[1] بندہ ہمارے کے کرامی محض ہے اور شرک اور شرکی بالکل نہیں کی، اور تفسیر اگرچہ اس مقام میں محمل ہے لیکن ضمیر کا بہ موجب دائرہ اعجاز کے تنگ کرنا ہے اور دوسرے مقاموں میں دوسری آیتیں مخالف اس تفسیر کے ہیں منجملہ اُنکے سورہ یونس میں فاتوا بسورۃ من مثلہ اور بیچ سورۂ ہود کے فاتوا بعشر سور مثلہ اور بیچ سورہ اسرا کے قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یاتوا بمثل ھذا القرآن لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا خلاصہ یہ ہے کہ طلب معارضہ قرآن کی ہر فرد بشر اور جن سے واقع ہوئی اور اس جگہ کہ خاطبین ہم فوجت کا اس ہنر میں مارتے تھے خطاب اونہیں کے ساتھ خاص ہوا اور یہ بھی اُنکو اجازت دیگئی کہ دوسروں کو بھی اپنے شامل کر لو اور ارشاد کیا کہ وادعوا شھداء کم من دون اللہ بلکہ بعد ظاہر ہونے عجز اُن کے معارضہ سے اور اصرار کرنے کے اوپر انکار کے تدبیر دوسری کا بھی ارشاد ہوا کہ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا یعنی پس اگر نکر سکو یہ کام باوجود مبالغہ ہمارے کے بیچ طلب کرنے اور مشہور ہونے عجز تمہارے کے فصاحت اور بلاغت میں اور حرص تمہاری کے اور معارضہ اور مقابلہ کے وَلَنْ تَفْعَلُوْا یعنی اور ہرگز نہ کر سکینگے اس کام کو بواسطے کہ مخالف کے لازم دینے میں یہ امر سہل کافی تھا اور تمنے اس امر کو چھوڑ دیا اور لڑائی اور فساد اور ہلاک کرنا اپنی جانوں کا اور دوسروں کا اور جلا وطنی اور خرابی ملک اپنے کی اور سوا اسکے اور قباحتیں اختیار کیں اور یہ بات عقل سے بعید ہے پس ہرگاہ کہ تمنے ایسی چیزوں مشکل کو اختیار کیا اور اس مرسہل سے کنارہ کیا بالیقین معلوم ہوا کہ یہ کام سہل نہیں بلکہ تمہاری قدرت سے خارج ہے پس نہیں ہے یہ مگر کلام الٰہی پس ایمان اُسکے ساتھ لانا ضرور ہے اور تم اب تک شک و شبہ میں ہو اور راہ عناد کی چلے جاتے ہو اور عناد کر نیوالے کے واسطے آگ وعدہ کی ہے پس فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُھَا النَّاسُ وَالْحِجَارَۃُ یعنی پس بچو تم اُس آگ سے جلانے والی سے کہ ایندھن اُسکا آدمی اور پتھر ہیں اور آگ غصۂ الٰہی کی ہے کہ سبب روشن ہونے اُس آگ کا ابتدا جنس آدمیوں کے کفار ہیں اور جنس مخلوقات دوسری میں سے بُت ہیں کہ اکثر پتھر سے بناتے ہیں اور بُت تمہیں عبادت میں ساتھ خدائے عزوجل کے برابر کرتے ہیں اور تو نے اور چاندی کہ معبود دنیا کے طلب کرنیوالوں کا ہے اور شہوت اور حصہ کہ مطلوب شہوت پرستوں اور درندوں کی خصلت والوں کا ہے پتھر اور آدمی میں داخل ہے جیسا کہ پوشیدہ نہیں اور ساتھ اسی تقریر کے دفع ہوا سوال کہ نہایت دشوار ہے اور اس مقام میں اُسکو ملا یا کرتے ہیں اور حاصل اسکا یہ ہے کہ وقودھا الناس والحجارۃ کہ علامت ممیزہ اُس آگ کی مقرر کی ہے کس راہ سے ہے اگر مراد یہ ہے کہ ابتدا میں روشن ہونا اُس آگ کا ساتھ اُن دونوں چیزوں کے پایا گیا پس یہ خلاف واقع ہے اسواسطے کہ احادیث صحیحہ میں وارد ہے کہ اوقد علی النار الف عام حتی ابیضت ثم اوقد علیھا الف عام حتی احمرت ثم اوقد علیھا الف عام حتی اسودت فھی سوداء مظلمۃ یعنی روشن کی گئی ایک ہزار برس یہانتک کہ سفید ہوگئی پھر روشن کی گئی ہزار برس یہانتک کہ سرخ ہوگئی پھر روشن کی گئی ہزار برس یہانتک کہ سیاہ ہوگئی پس اب وہ سیاہ تاریک ہے اُس وقت آدمی اور پتھر کہاں تھے کہ ایندھن اُسکا ہوتے اور اگر مراد یہ ہے کہ آدمیوں اور پتھروں کو جلاوینگی پس ہر ایک آگ یہی خاصیت رکھتی ہے کہ جو چیز اُسمیں ڈالیں بقدر استعداد قابل کے باعتبار جلانے اور گرم کرنے کے متغیر کرتی ہے دوزخ کی آگ کی کیا خصوصیت ہے اور بیان دفع اس سوال کا یہ ہے کہ آگ دوزخ کی ظہور آگ الٰہی کا ہے کہ روشن[2] ہوئی اسکا ابتدا اور اصالۃً بسبب کفر اور بت پرستی کے وقوع میں آیا اور ارکان اس کارہ بدکی دو چیزیں ہیں آدمی اور بُت کہ ایک عابد ہے اور دوسرا معبود اور یہ روشن ہونا اور بھڑکنا اُس آگ کا بسبب گناہوں کے رجوع اُسکا بھی طرف قوتوں فاسدہ انسانیہ کے ہے پس اس وجہ سے بھی ایندھن اُس آگ کا آدمی ہوتے ہیں اور بعضے مفسرین نے ایسا کہا ہے کہ بسبب کثرت اور ہجوم آدمیوں کے کہ اُس آگ میں ہونگے گویا ایسا ہے کہ بجائے لکڑیوں کے یہی گروہ ایندھن اُس آگ کا ہے پس کلام کی بنا اوپر تشبیہ کے ہے اور اس جگہ ایک سوال اور ہے کہ اس سورت میں النار التی وقودھا الناس والحجارۃ بطریق موصول اور صلہ کے لائے ہیں اور اس طریق کے واسطے علم مخاطب کا پہلے سے درکار ہے اور بیچ سورہ تحریم کے نار اوقودھا الناس والحجارۃ بطریق موصوف اور صفت کے ارشاد ہوا اور اس طریق کو بھی مخاطب کا پہلے سے چاہیئے پس وجہ تطبیق کی یہ ہے کہ سورہ تحریم پہلے اس سورت سے اُتری ہو اس سورت میں مخاطبین کو علم ایسی آگ کا صفت اُسکی یہ ہو حاصل تھا پس لفظ نار کا نکرہ کرکے لائے ہیں اور موصوف اس صفت کے ساتھ کیا اور بیچ وقت نزول اس سورت کے کہ بعد اُسکے ہوئی اُس نار کو کہ علم اُسکا آگیا ساتھ ترکیب موصول اور صلہ کے یاد دلایا اور بعض مفسرین سلف سے منقول ہے کہ اُنہوں نے حجارہ کو اوپر حجارہ کبریت کے منطبق کیا ہے نہ اوپر بتوں کے لیکن قرآن کی آیتیں اکثر مجملوں دلالت اوپر کرتی ہیں کہ مراد حجاروں سے بُت ہیں جیسا کہ آیا ہے انکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جھنم اور مانند اسکے اور اس سے زیادہ بعید یہ ہے کہ حجارہ کہ معمول کیا جاوے اوپر لوں سخت اہل قسوۃ کے اور اس آیۃ کو کہ ثم قست قلوبکم من بعد ذلک فھی کالحجارۃ او اشد قسوۃ بطریق شاہد کے لایا جاوے اس واسطے کہ دل سخت اہل قسوۃ کے ناس کے اندر داخل ہیں پس حاجت اعادہ اُسکے کی نہیں مگر اسطرح پر کہ تخصیص بعد تعمیم کہیں اور یہ اس مقام میں چنداں جہاں نہیں اور بعضے مفسرین اس مقام میں اور شبہ کرتے ہیں کہ آگ دوزخ کی کہ نمونہ آگ قہر الٰہی کا ہے کیسا کہ اشتعال شدید آدمیوں کے اشتعال قبول کرتی ہے ایسی ہے بلکہ زیادہ اس سے ساتھ افعال قبیحہ شیطانوں کے برانگیختہ ہوتی ہے پس تخصیص اُس کی اس جگہ کس واسطے ہے۔

[1] یعنی ہم میں سے کوئی شخص ہی محض مانند حضرت صلعم کے ہو اُس سے ایک سورت قرآن کی بمنوالہ ۱۲ [2] یعنی ہوا آگ سے اگر اس آیت میں مذکور ہے آگ غصۂ الٰہی کی ہے اور غصۂ الٰہی کا باعث کفر اور سبب انہیں چیزوں کے ہے ۱۲

جواب اسکا یہ ہے کہ محاطبین ہرگاہ کہ جنس آدمیوں کی سے تھے اُن کو اُسی آگ سے ڈرانا چاہیئے کہ جو افعال شنیعہ آدمیوں کے سے مشتعل ہوئی اور ہوتی ہے کو لُوا بگلہ اور آگ بھی ہے کہ دو قسم ہے (الشیاطین وکفار الجن یعنی بندھن اُسکا آدمی کافر جن ہیں اور غرارت اور ندرت آگ بھی اسی میں ہے کہ آدمی اور تجمر اندھن اُس آگ کا ہوئے ہیں اور جن اور شیاطین چونکہ ناری ہیں اور زیادہ اُنکا آگ ہی ہے پس اُن کے آگ کا روشن کرنا کچھ عجیب و غریب نہیں اور تحقیق مقام کی یہ ہے کہ حرارت آگ کی تابع صورت نوعیہ اُسکی کے ہے کہ وہ ظل روحانیت اور ملکوت اُسکے کا ہے اور اگر صورتیں نوعیہ کہ ظل روحانیات اور ملکوت ہر جسم کے بلکہ ہر جوہر اور عرض کی ہیں دو میان میں نہ ہوویں تمام اجسام خواص میں بلبر ابر ایکدیگر سریکے ہو جاویں اور بالکل امتیاز آپس میں نہ رہے اور روحانیت آگ شہری کی آگ قہر آلہی سے ہے کہ بعد تنزل کے مراتب کثیرہ میں نفس کے مرتبہ میں غضب کی صورت میں ظاہر ہوئی اور ایسی اغلاط اور اسہو کے جلانے میں مؤثر پڑتی ہے کہ نار جہانمیہ اُسقدر لکڑی کے جلانے میں تاثیر نہیں کرتی ہے اور ہر گاہ کہ قیاس کنی ان احکام روحانیہ ہر چیز کی غالب ہوویگی وہ آگ درد پہونچانے اور دوام تاثیر میں نیا کی آگ سے ان گنت درجے زیادہ ہو جاویگی اور یہی ہے مضمون حدیث صحیح کا ھذا جزء من سبعین جزء من نار جہنم یعنی یہ آگ دنیا کی مثل جزو ہفتا دم کے ہے اور وہ آگ قیامت کے دن کافروں سے دُور نہ ہوگی کہ روشن کر کے تیار کرہیں گے بلکہ آثار جلانے اُسکے کے بعد مرنیکے بھی برابر پہونچیں گے اسواسطے کہ اُعِدَّتْ لِلْکٰفِرِیْنَ یعنی تیار کیگئی ہے واسطے عذاب دینے اُنکے کے پہلے اُن کی پیدائش سے اور پہلے کفر اور گناہوں اُنکے سے اسواسطے کہ وہ آگ اور کچھ نہیں مگر شرر قہر آلہی کا اور غصہ اُسکا اور یہ کافر ذلل سے غداکے غصہ میں ہیں اس جگہ جاننا چاہیئے کہ مجھ پر کہ نے اُس آگ کے سے واسطے کافروں کے یہ بات لازم نہیں آتی ہے کہ سوائے کافروں کے اور گناہگاروں اور اہل کبائر کو اُسکے ساتھ عذاب نکریں جیسا کہ بنانے بندیخانہ کے سے واسطے چوروں کے لازم نہیں آتا ہے کہ قرضداروں اور اہل حقوق کو اُس میں قید نہ کریں یا بنانے گھر کے سے اپنی سکونت کیواسطے لازم نہیں آتا ہے کہ مہانو کو اُس گھر میں جگہ نہ دیویں یا کریہ داروں اور عاریت لینے والوں کو اُس میں نہ اُترنے دیویں پس تمسک معتزلہ اور خوارج کا اس آیت سے واسطے اسکے کہ اہل کبائر کو ہمیشہ عذاب میں رکھیں باطل اور بیوجہ ہے بدلیل اسکے کہ بہشت کی صفت میں اعدت للمتقین فرمایا ہے اور اس میں لڑکا اور مجنون بھی داخل ہونگے اور معتزلہ اور خوارج کے نزدیک بھی داخل ہونگے اور لڑکے اور مجانین مستحق نہیں ہیں بلکہ لفظ اعدت کا کہ ہمنی کے صیغہ کے ساتھ واقع ہوا ہے بدلیل صریح اہل سنت کی ہے اُوپر اسکے کہ بہشت اور دوزخ مخلوق ہو چکی ہیں اور تیار ہیں جیسا کہ احادیث متواترہ اسکی اور پر شاہد ہیں اور معتزلہ برخلاف اسکے اصرار رکھتے ہیں اور اس جگہ میں ایک سوال ہے جو الطلبہ اور وہ یہ ہے کہ اس آیت میں اول آدمیوں اور پھر اُنکو اندھن دوزخ کا فرمایا پھر فرمایا ہے کہ وہ آگ تیار کیگئی ہے کافروں واسطے اور جس وقت کافر عذاب دیئے گئے آگ کے ساتھ ہونگے پھر اور آدمی کون ہیں کہ وہ اُسکا ایندھن ہونگے جواب اُسکا یہ ہے کہ جب معرفہ کو بعد معرفہ کے لاتے ہیں تو تعدد کے اوپر دلالت کرتا ہے جیسا کہ جا مانی زید فاکرمت الجائی جاری اور زید ایک شے ہے پس کافر ذکر کئے گئے اور وہ آدمی کہ ایندھن آگ کا ہیں خصوص وہ دونوں کا ایک ہے اور سر گاہ کہ خوض فی الکلام میں تاکید اور تقید کرنا آدمیو کا ساتھ عبادت اور توحید کے تھا اور اس ذکر میں ذکر اعجاز قرآن کا اور طلب کرنا معارضہ منکروں اُسکے کا آیا اور یہ صورت عاجز ہونیکے معارضہ سے اور اصرار کرنیکے اوپر انکار کے ڈرانا آگ دوزخ کی سے ذکر ہوا موافق قاعدہ حکمت کے تہذیب نفس کی لازم آتی کہ جو آدمی اس کلام سے راہ پانے والے ہوئے اور مطابع و امر و نواہی اُسکے اُنہوں نے عمل کیا ہوا کے تئیں خوش خبری لذتوں بہشتی کی اور راحت دائمی کی دی جاوے تاکہ ڈرانے کے ساتھ خوش کرنا بھی جمع ہو جاوے اور رجا اور خوف مل جاویں اعتدال قوتوں کیفیتوں کا سننے والوں کے میں پیدا ہووے اور یہی ہے عادت الٰہی اس کلام مجید میں کہ وعدہ کو وعید کے ساتھ ملایا ہے اور کسی چیز میں ایسا مرکے اوپر کفایت نہیں کی ہے تاکہ خوشخبری اور ڈرانا دونوں باہم میں جمع ہو کر برابری دونوں کیفیتوں خوف اور رجا کی کرتی رہیں اور وہ دونوں بازو ایمان کو بسبب اُڑنے اور چرخنے کا قریب مرتبوں میں اور باعث اصلاح کرنے جو نفس کا ہے برابر ایک دوسرے کے کیا جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ لو وزن خوف المومن و رجاہ لاعتدلا یعنی اگر تولے جاویں خوف اور رجا مومن کے البتہ برابر آویں اسواسطے بطریق عطف اُوپر یا ایھا الناس اعبدوا والی یا اوپر انذر ھم کا انذار الموصوفہ کے کہ بعد اعدت للکافرین کے مقدر ہے اور شاید مترلف ہیں کہ اُوپر اُس آگ سے ڈرانو اُس آگ سے ڈرانا یا اُوپر یا ایھا الناس اعبدوا کے یعنی اُن کو خوشخبری دی اُن لوگو کو کہ ایمان لائے ہیں ساتھ اس کتاب کے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ یعنی اُنہوں نے کام اچھے اور اچھا کام وہی ہے کہ اس کتاب میں امر کئے واسطے ہمارے یا نہی فرمع اس کتاب کی میں سے کسی فرع نے اُسکے اوپر دلالت کی ہو اور فرع اس کتاب کی سنت پیغمبر کی اور اجماع مجتہدین کا اور قیاس جلی ہیں لَهُمْ جَنّٰتٌ یعنی ساتھ اثبات کے کہ واسطے اُنکے ہیں باغ یا عتبار مرتبے ایمان کے اور مواقع عملوں شائستہ اُنکے کے اور اُن باغوں میں سے ایک کا نام جنت الفردوس ہے اور دوسرے کا نام جنت عدن اور تیسرے کا نام جنت الماوی آور چوتھے کا نام دار الخلد آور پانچویں کا نام دار السلام آور ساتویں کا نام دار المقام آور آٹھویں کا نام جنت نعیم آور یہ عطا ہونا بہشتو کا بدلے اُس چیز کے ہے کہ باطن اُنکے میں بسبب ایمان کے معارف حقہ اور خصائل پاکیزہ مانند باغوں کے مرتب ہوئے تھے اور وہ باغ ہمیشہ سرسبز اور تر و تازہ ہیں اسواسطے کہ تجلی ہی صورتیں تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ یعنی جاری ہیں نیچے درختوں اُن باغوں کے نہریں جیسا کہ نہریں حکمت ایمانی کی باطن اُنکے سے اوپر باغوں اُن کی کے جاری ہوئی تھیں اور فیض اُنکا بھی پیوستہ تھا اور اُسوقت میں کہ وہ نیک لوگ اُن باغوں میں داخل ہونگے اور لذتیں اُس جگہ کی استعمال کرینگے اُنکو معلوم ہوگا کہ بسبب ان گناہگاروں کی بدلہ اسی ایمان اور عمل صالح کا ہے تاکہ لذت اُن کی بسبب اس جاننے کے دوچند ہووے اور قدر ایمان اور عمل شائستہ کی اُنکے ذہنوں میں بڑھ جاوے اور اگر یہ امر اُن کو معلوم نہ ہو تو ان نعمتوں کو بھی مانند نعمتوں دنیا کے تعتیل انہا کے تصور

کریں اور لذت جزا پانے کی معلوم نکریں دلیل اس جاننے اُنکے کی یہ ہے کہ کُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا یعنی جو وقت کہ روزی دیئے جاویں اُن باغوں سے مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا یعنی جنس میوہ کی سے رزق خواہ جسمی ہو یا عقلی یا خیالی قَالُوْا هٰذَا الَّذِیْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ اُس چیز کی ہے کہ ہمکو عنایت کی تھی پہلے اس سے دنیا میں یعنی مقامات اور احوال کہ ثمرے ایمان اور اعمال نیک ہمارے کھے تھے اور ہرگاہ کہ ہر عمل کے ثمرے بے نہایت اُنکے باطن میں پیدا ہوئے تھے اور یہ تمام ثمرے باوجود تشابہ اور تماثل کے کہ بسبب اتحاد منشا کے کہتے تھے کیفیتیں اُن کی بسبب قوی ہونے اور لاحق ہونے وسعت اور رسوخ کے آپس میں ایک دوسرے سے بڑھی ہوئی تھیں وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا یعنی اور دیئے جاویں گے اُس رزق کو ہمرنگ اور ہم صورت اور باوجود اسکے لذتوں میں تفاوت ہوگا یعنی لذتیں جدا جدا ہونگی تا کہ تشابہ منشا کا اور تفاوت آثار کا دونوں برقرار رہیں اور کثر مفسرین نے هٰذَا الَّذِیْ رُزِقْنَا کو اوپر یہ عیت اور جنسیت کے حمل کیا ہے نہ اوپر حراست کے اور اُنکے اوپر ایک اشکال محکم وارد ہوتا ہے اسواسطے کہ لفظ کلما کا تمام افراد رزق اخروی کو گھیرنے والا ہے اور ظاہر ہے کہ اول خمیں یہ قول اُنسے متصور نہیں ہوسکتا ہے اسواسطے کہ پہلے اس سے کبھی رزق اخروی اُنکو نہیں عنایت ہوا تھا تا کہ پہلے رزق کو شش کسی اور رزق کے کیا جاوے اور اسی واسطے بعضے مفسرین نے رزقنا من قبل کو اوپر رزق دنیوی کے حمل کیا ہے اور یہ بھی مستقیم نہیں ہوتا ہے اسواسطے کہ اس صورت میں لازم آتا ہے کہ آخرت میں کوئی نعمت غیر نعمت دنیوی کے موجود نہو اور حال یہ ہے کہ آیتیں اور حدیثیں بے شمار اس بات کے اوپر دلالت کرتی ہیں کہ آخرت میں بہت نعمتیں نادیدہ اور ناشنیدہ بھی ہونگی منجملہ اُنکے یہ آیت ہے فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ اور حدیث اَعْدَدْتُ لِعِبَادِیَ الصَّالِحِیْنَ مَا لَا عَیْنٌ رَاَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ اور واسطے انہیں دو احتمال کے متاخرین میں سے ایک جامعنے رزقنا من قبل کو عام کیا ہے کہ خواہ دنیا میں ہو خواہ آخرت میں پس اول مرتبہ میں رزق دنیوی کو لیا کر بیگے اور دوسرے مرتبہ میں رزق اخروی کو لیکن یہ توجیہ باوجود تکلف کے کہ اس میں ہی مطلقاً درست نہیں ہوتی ہے اسواسطے کہ اکثر افراد بہشتیوں کے مفلس اور مساکین ہے بایں ہونگے اُنکو دنیا میں زیادہ قدرت یا محتاج الیہ سے عنایت نہیں ہوا تھا پس بہشت کی نعمتیں دیکھکر کونسی نعمتوں کو یاد کرینگے کہ اُنکو پہونچی تھیں اور باوجود اسکے بار بار لانے اُنہیں چیزوں کے لذت کم ہوجاتی ہے اور خواہش اُنکی طرف نہیں رہتی ہے گو منافع اور مزہ میں تفاوت ہو اسواسطے کہ مثل مشہور ہے ؎ چو حلوا بیاک بار خوردن دوبس ✦ پس صحیح یہی ہے کہ حمل هٰذَا الَّذِیْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ میں حمل جزا کا اوپر مجزی علیہ کے ہے نہ حمل نوع کا اوپر فرد کے اور جو احتمال کہ درمیان جزا اور مجزی علیہ کے واقع میں متحقق ہے قوی زیادہ سے اُس اتحاد سے کہ درمیان فرد اور نوع کے نظر ظاہر میں ... معلوم ہوتا ہے اسواسطے کہ جز حقیقت میں ظہور مجزی علیہ کا ہے بہ اعتبار مرتبے کے اور یہ جو دریافت کرنے اس امر کے کہ یہ نعمت ظہور اُس عمل کا ہے کہ دنیا میں ہم سے صادر ہوا تھا ایسی لذت اور لطف حاصل ہوتا ہے کہ حد بیان سے زیادہ ہے اور وقت کھانے میں کہ آدمی کو اپنے مالوفات سے انسیت بہت ہوتی ہے اور مالوف چیزوں کیطرف رغبت اور میلان بہت کرتا ہے پس یہ اُسوقت میں ہے کہ مزاج معتاد اور قوتیں شہوانیہ پہلی حالت پر ہوویں اور ہرگاہ کہ اس صورت میں نشاء ثانی میں مزاج بدلا جاوے اور قوت شہویہ نے بسبب کمال علو پانے کے ترقی قبول کی ہو بعد اسکے آدمی کو پابند مالوف سابقہ اپنے کا جاننا نادانی ہے البتہ اسقدر حضرت حسن بصری اور تابعین سے منقول ہے کہ میوے بہشت کے صورت میں یکرنگ ہونگے اور مزہ میں مختلف اور جد اجد الیکن ان بزرگوں نے آیت کو اسپر حمل نہیں کیا ہے بلکہ بیان واقع فرمایا ہے اسواسطے کہ یہ طریق بھی لذت کے طریقوں اور خوش آنے شے کے ہے بعضے وقتوں میں آور لفظ انہار کا کہ اس جگہ مطلق واقع ہوا ہے احتمال رکھتا ہے کہ مجمول اوپر اس تفصیل کے ہو کہ سورۂ محمد میں مذکور ہوگی اور وہ یہ ہے کہ نہریں بہشت کی چار قسم پر ہونگی بعضی پانی کی نہریں اور بعضی شہد کی نہریں اور بعضی دودھ کی نہریں اور بعضی شراب کی نہریں اور احتمال ہے کہ اس جگہ فقط نہریں پانی کی مراد ہوں اسواسطے کہ سرسبزی درختوں اور تروتازگی اُن کی اسی سے ہی نہریں پانی کی کام میں لاتے ہیں اور بہشتیوں کے پینے کے واسطے وہی چار نہریں کہ موافق خواہشوں مختلف کے اُن سے کھاویں اور پیوینگے مہیا ہیں اور بعضے کا رگیر کہتے ہیں کہ درختوں کو بھی ساتھ دودھ اور شہد اور شراب کے نربیت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ نرمی اور چکناہٹ درخت کی میوہ میں دودھ کے پینے سے زیادہ ہوتی ہے اور حلاوت شہد کے پینے سے بڑھتی ہے اور تفریح طبیعت کی شراب کے پینے سے حاصل ہوتی ہے اور یہ اس صورت کے بہشت کے درختوں کی نربیت کیواسطے چار نہریں کام میں آتی ہیں اور جس وقت مقام سکونت اور رکھانا پینا بہشتیوں کا اس خوبی کے ساتھ بیان فرمایا اور یہ بھی ارشاد کیا کہ یہ لذتیں اور نعمتیں اُنکو اعمال کے بدلے میں دی جاوینگی تا کہ زحمت اور خوشی اُنکی بڑھے اور قاعدہ ہے کہ بغیر یاروں موافق کے اور محبوں دل فریب کے نعمت مکدر ہوجاتی ہے اسیواسطے ارشاد ہوتا ہے کہ واسطے کامل اور پورا کرنے خوشی اُنکی کے ہم صحبت موافق بھی دیئے جاوینگے وَلَهُمْ فِیْهَا یعنی اور واسطے اُنکے اُن باغوں اور نہروں اور میووں میں بدلے اُن اخلاق الہیہ کے کہ اپنے اندر لازم جوہر روح اپنی کا کیا تھا اور متخلق اُن اخلاق کے ساتھ ہوئے تھے کہ از روئے عبارتوں اور اشارتوں اس کتاب کی سے اُنکے تئیں سمجھتے تھے اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ یعنی عورتیں پاک اور صاف اخلاق رویہ سے اور نجاستوں بول اور براز اور حیض اور نفاس سے اور ناک کی رطوبت اور مومنہ کی رطوبت اور میل اور بدبو اور سوا اسکے اور چیزوں سے کہ طبیعت اُن سے نفرت کرتی ہے اور باوجود ان نعمتوں کے اگر خوف دُور

ل۱ یعنی جو وقت بہشت میں اُنکو رزق عطا ہوگا کہینگے یہ رزق مثل اُسی رزق کے ہے کہ ہمیں اس سے اسی جگہ ملحوظ اُس سے ہوچکے ہیں اور ان اکثر کے نزدیک رزقنا من قبل سے بھی مراد رزق بہشت کا ہے ۱۲

ل۲ لیکن مجزی علیہ اعمال ہیں ۱۲ سابق نعمتیں من الذی رزقنا من قبل سے ماورے مقامات اور احوال ہیں اور یہ خود مجزی علیہ نہیں بلکہ اُنکی نوع کی جزا ہیں ۱۲

ہو جانے اور ٹھہر جانے ان نعمتوں کا اور خوف موت کا بھی ہو وہ سب نعمتیں مدد رہ جاویں جیسا کہ کہنے والے نے کہا ہے ؎ مراد دمنزل جاناں چنیں دہند بمن ۔ عیش چوں نہ ہم ۔ جرس فریاد میدارد کہ بربندید محملہا ۔ اسی واسطے اُنکے لئے نہیں اس قسم کے خوف سے امن کلی نصیب ہوگا وَهُمْ فِيهَا خَالِدُونَ اور وہ لوگ اُن باغوں میں کہ بھری ہوئی نعمت کے ہیں ہمیشہ ہیں گے اسواسطے کہ روحانیت اُنکے محبوں پڑنے اور ہیئتیں ایمان اور عملوں کی اوپر روحوں اور دلوں اُنکے کے غالب ہوئیں پس جسم اُنکے بسبب غلبہ روحانیتکے قابل فنا کے نہرے اور روح اور دل اُنکے ساتھ آثار ایمان اور اعمال کے ہمیشہ لذت پانیوالے اور خوش ہیں گے اس جگہ محققین نے کہا ہے کہ آدمی کو تین چیزیں دریافت کرنی ضرور ہیں اوّل مبدا را پنا کہ کہاں سے آیا ہوں اور کیا تھا میں دوسری معاش اپنی کہ کہاں سے کھاتا ہوں اور کہاں سے پیتا ہوں تیسری معاد اپنی کہ آخر کار میر کیا ہے اور ان آیتوں میں تینوں چیزوں کو یاد دلایا ہے اور مبدا رکے بیان میں فقط اسقدر فرمایا ہے کہ الذی خلقکم یعنے وہ ذات ہے کہ پیدا کیا تمکو اسواسطے کہ زیادہ اس سے کہنا اُس کی حقیقت کا ممکن نہیں اور بیان معاش کا آیت الذی جعل لکم الارض فراشا والسماء بنا میں مرتفقا لکم تک کچھ تھوڑی تفصیل کے ساتھ ارشاد ہوا اسواسطے کہ معاش اپنی کو ہر کوئی سمجھ سکتا ہے اور بیان معاد دونوں فرقوں کے فاتقوا النار التی سے خالدون تک نہایت بسط کیا اسواسطے کہ اس مبحث کو معاش کے اوپر قیاس کر کر اگر سمجھا جاہیں نہیں سمجھتے ہیں پس زیادہ تر حاجت بیان کی بڑی اور حساب اس قسم میں ثابت کرنا اعجاز قرآن کا اور تقریر مسلّم حقیقت اُس کی مذکور ہوئی تو جواب معارضہ کافروں کا کہ مناظرہ کے وقت وارد کرتے ہیں بطریق جواب سوال مقدر کے ذکر کرنا بھی ضرور پڑا نکہ دفع شبہ کا باقامت حجت کے ساتھ ملکر کام کو تمام کرے تقریر معارضہ مقدر کی کافروں کی طرف سے کہ بیخ باطل کرنے حقیت قرآن کے کہتے تھے یہ ہے کہ ہر چند ہم مقابلہ کرنے قرآن کے اور تتبع کی سے عاجز ہیں اور یہ تسلیم ہے کہ یہ کلام بشری نہیں کلام الٰہی ہے لیکن ہمارے واسطے ایک دلیل دوسری ہے اور پاس باتکے کہ یہ کلام کلام بشری ہی کلام الٰہی نہیں اور وہ یہ ہے کہ بزرگ لوگ ذکر کرنے اشیا حقیر کے سے اپنے کلام میں پرہیز کرتے ہیں اور شائستہ اپنی باتوں میں ذکر نہیں کرتے ہیں اور حق تعالیٰ نے کہ سب بزرگوں سے بزرگ ہے کسواسطے اپنے کلام میں ذکر مکھی اور مکڑی کا فرمایا ہے سو وہ جمع کے آخر میں اور واسطہ سورہ عنکبوت کے واسطے تحقیر ہتوں اور پوجنے والوں اُن کے کے پس ذکر اُن چیزوں کا دلالت کرتا ہے اوپر اس بات کے کہ یہ کلام کلام الٰہی نہیں اسواسطے کہ ایسا ذکر لائق عظمت اسکی کے نہیں اور تقریر جواب اس معارضہ کی یہ ہے کہ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيِۦٓ اَنْ يَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا یعنی تحقیق خدا تعالیٰ شرم نہیں کرتا ہے اسبات سے کہ بیان کرے بیخ کلام اپنے کے جس مثل کو کہ چاہے خواہ حقیر ہو خواہ خطیر ہو اسواسطے کہ غرض تمثیل سے وہ ہے کہ معنی معقول کسی سبب ضعف عوام کے جیسی طرح ذہن نشین نہیں ہوتے اور جسوقت معنی معقول کو بیخ صورت محسوس کے ظاہر کریں وہم کی گنجائش سے خلاصی حاصل ہوتی ہے اور ادراک اُس معنی معقول کا بکمال وضوح کے میسر ہو جاتا ہے اور اس غرض میں حقارت اور عظمت اُس شے کی کہ بیخ مقام تمثیل کے لاتے ہیں برابر ہے بلکہ تمثیل میں وجہ یہ ہے کہ موافق مثل لہ کے ہو اگر حقیر ہی حقیر ہو اور اگر صاحب عظمت ہے صاحب عظمت چاہیئے البتہ اس قدر بزرگ لوگ و صاحب عظمت اپنے کلام میں رعایت کرتے ہیں کہ ذکر فحش سے اور لانے تمثیلات کے سے کہ فحش باتیں آ سمیں ہوں حیا کرتے ہیں اور قرآن مجید میں بھی اس ادب کی کمال مرحمہ کے ساتھ تعلیم فرمائی ہے جس جگہ مذکور جماع یا بعضائے مستورہ انسان کا ہے کنایہ اور طریق ابہام کے ادا ہوا ہے کافروں کو اس حیا نمونہ کا ساتھ تمثیل بہ اشیا حقیر کے اشتباہ بڑا اور قیاس مع الفارق کے اعتراض کیا اور واقع میں ذکر مشبہ یا حقیر کا حس مقام میں کہ مقتضی ذکر اُنکے کا ہو کمال بلاغت اور عین فصاحت ہے برابر ہے کہ وہ شے حقیر بَعُوضَةً فَمَا فَوْقَهَا یعنے مچھر ہو بس اوپر اُسکے اور پرے سے اُوپر ہونا دو احتمال رکھے ایک یہ کہ اُوپر اُس سے یعنی زیادہ اُس سے جثہ میں ہو جیسا کہ مکھی اور عنکبوت اور ٹڈی اُسکے دوسرے یہ کہ اوپر اُس سے چھوٹا پن میں ہو اور حقارت میں مانند پرِ پشہ کے کہ حدیث شریف میں تمثیل دنیا کی اُسکے ساتھ فرمائی ہے جس جگہ ارشاد کیا ہے لو کانت الدنیا تعدل عند اللہ جناح بعوضۃ لما سقی کافرا منہ شربۃ یعنی اگر دنیا کی اللہ کے نزدیک پشہ کے پر کی برابر بھی قدر ہوتی کسی کافر کو اس سے ایک گھونٹ پانی کا بھی نہ دیتا اور عرب میں مشہور ہے کہ ما ابق و ماشی و ما احل الجراد و ما تحتہ اور فارسی کی مثال میں ہے کہ از بستن پائے پشہ چہ کشاید و علی ہذا القیاس حاصل یہ ہے کہ خوبی تمثیل کی موقوف اوپر کمال مطابقت کے ہے برسیل تمثیل کے اور درمیان اُس شے کے کہ تمثیل جسکی لئے ہیں اگر یہ مطابقت اور وجہ کمال کے متحقق ہو حسن کلام کا اور بلاغت اُس کی زیادہ ہووے اور اگر مطابقت اچھی طرح نہ ہو کلام کی بلاغت میں قصور آجاویگا اور یہ بات ظاہر ہے کہ مطابق اشیاء حقیر کے نہیں ہوتی مگر شے حقیر پس چھوڑ دینا تمثیل کا ساتھ امور حقیر کے اُس مقام میں کہ مناسب تحقیر اور اہانت کے ہے سبب نقصان بلاغت کا ہے کلام الٰہی اُس سے مبرا ہے اور بسبب اُس حقارت کی تمثیل چھوڑ دینے اور اُس معنی کو بغیر مثال کے لانا بجانے مطلب کے ظاہر کرنے کے میں فعل ڈالتا ہے اسی واسطے کہا ہے کہ الاصنام مصادیق الاقوال ہی تمثیلیں چراغ ہیں تولو کے اور ظاہر ہے کہ چراغ خواہ سونے کا ہو خواہ مٹی کا روشنی میں فرق نہیں رکھتا ہے پس جیا کرنی تمثیل کے ساتھ اشیا حقیر کے کسی حال میں ہے اور اگر کافر کہیں کہ جیا نکہ نہ فی خدائے تعالیٰ کی تمثیلات حقیر سے کوئی دلیل سے ثابت ہے اگر اسی کلام کے ساتھ تمسک پکڑتے ہو پس مصادرہ لازم آتا ہے اسواسطے کہ بیخ ہونے اس کلام کے کلام الٰہی اب تک بحث ہے اوسی کے ساتھ ثابت کرنا کہ یہ کلام کلام الٰہی ہے اثبات الشیء بنفسہ ہے ہم کہتے ہیں اس مطلب کو اور کتابوں سے کہ انکا کلام الٰہی ہونا اور ملت الوہیت کے نزدیک بھی مسلم ہے ثابت کرو تب ہیں مثل انجیل مقدس کے کہ اس کتاب بزرگ میں اشیا حقیر کے ساتھ تمثیل فرمائی ہے مثل زوان کے کہ لغت ہندی میں نمنہ کو کہتے ہیں اور نمنہ ایک دانہ کا نام گیہوں میں

لکڑ کاٹتا ہے اور اُسکو خراب کر دیتا ہے اور مثل رائی کے دانہ کے اور مانند چہانگی کے اور مثل بڑے کے اور مانند کھجور کے لکڑی کے اور تھجر کے کھجڑے کے اور مثل نمونہ ورنکے جس جگہ فرمایا ہے تمثیل ملکوت آسمانی کی مانند اُس شخص کے ہے کہ کھیت اپنے میں گیہوں بوئے حس وقت سو گیا ایک دشمن آیا اور گیہوں کے درمیان میں بہت سارے تنمنے بکھیر کر چلا گیا جب کھیتی اُگی اور سبز ہوئی غلاموں اور خادموں اُس شخص کے نے دیکھا کہ تنمنہ کے درخت گیہوں پر غالب ہیں عرض کی کہ اے سردار ہمارے اس کھیت میں گیہوں خالص بہنے بوئے تھے یا درخت کہاں سے پیدا ہو گئے اگر فرماوے تنمنے کے درختوں کو گیہوں کے بیچ میں سے اُکھیڑ ڈالیں اُس شخص نے فرمایا کہ اگر اسوقت تم دیئے اُکھیڑنے لگے پڑو گے ہمراہ اُسکے اچھے گیہوں بھی اُکھڑ جاوینگے ان دونوں کو بھیڑو دو تا کہ دونوں ملے ہوئے پرورش پاویں وبیاہی کیا جسوقت کاٹنے کا زمانہ آیا کاٹنے والونکو فرمایا کہ تنمنے کے درختوں کو جدا کرو اور اُسکے گٹھے باندھ کر آگ میں جلا دو اور جو اچھے خالص گیہوں ہیں اُسکا انبار گاہ دو اور بیان کرتا ہوں کہ واسطے تمہارے اس تمثیل کو وہ مرد جنے گیہوں خالص بوے تھے ابو البشر یعنی حضرت آدم علیہ السلام ہے اور کھیت اُنکا دنیا ہے اور گیہوں پاک اور صاف اچھے شخص ہیں کہ خدا کی بندگی کرتے ہیں اور دشمن جنے تنمنے کے ڈالے گیہوؤں میں بکھیرے ابلیس ہے اور یہ دانہ گناہ اور معاصی ہیں کہ ابلیس اُنکو بوتا ہے اور کاٹنے والے فرشتے ہیں کہ اجل کے آنے تک نیک اور بد کو یکساں پرورش کرتے ہیں اور جسوقت اجل آتی ہے تنکے دانونکو گیہوں سے جدا کرتے ہیں بدوں کو طرف معذب کے لیجاتے ہیں اور نیکوں کو عالم بالا میں بھیجتے ہیں یعنی جب بدوں کو آگ دوزخ میں لیجاتی ہے اُسکا گریہ زاری ہوتی ہے اور نیکوں کا ذکر و تسبیح اور نیک لوگ جس وقت ہمارے مثلوں کو سنتے ہیں کان سننے والا ہو پس چاہیئے کہ کان کہے تمثیل دوسری اسلئے تمہارے بیان کرتا ہوں کہ ملکوت آسمانی کے ساتھ بہت مناسب ہے ایک شخص نے دانہ رائی کا لیا کہ سب دانوں سے چھوٹا ہے اور اُسکو اپنے کھیت میں بویا جب وہ دانہ اُگا اور درخت بڑا ہوا یہانتک کہ اور مزکاریوں کے درخت سے بلند ہوا اور جانور آسمان سے آئے اور اُس کی شاخوں میں اُنہوں نے گھونسلے بنائے یہی تمثیل ہے ہدایت کی جو کوئی طرف ہدایت کے دعوت کرتا ہے خدا تعالیٰ اجر اُسکے کو بڑھاتا ہے اور ذکر اُسکے کو بلند کرتا ہے اور جو کوئی اُس ہدایت کے ساتھ راہ پاتا ہے اُسکو نجات حاصل ہوتی ہے اور یہی انجیل مقدس میں فرمایا ہے کہ تم مانند چہلمی کے ہو کہ اچھا اچھا اُس میں سے نکل آتا ہے اور ردی کو پھینکا جاتا ہے ایسا نہو کہ حکمت تمہارے دلوں سے نکل جاوے اور کینے تمہارے سینوں میں باقی رہیں اور یہ بھی فرمایا ہے کہ دل تمہارے مانند کنکریوں کے ہیں کہ نہ اُسکو آگ پکاتی ہے اور نہ پانی نرم کرتا ہے اور نہ ہوا اُنکو ہلاتی ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ اے بندو خدا کے اگلے دن کے ذخیرہ کا فکر کرو اور جانوروں کا حال نگہو کہ لباس صوف اور ریشم کا اُنکو دیا ہے اور رزق اُنکا اُنکو پہونچاتا ہے نہ سوت کاتتے ہیں اور نہ کہیتی کرتے ہیں اور بعضے جانور تجھ کے اندر اور لکڑی کے اندر ہوتے ہیں کون ہے کہ اُس جگہ اُنکو لباس اور رزق پہونچاتا ہے مگر خدا تعالیٰ آیا نہیں سمجھتے ہو تم اور بھی فرمایا ہے زنبور و مکو اپنی جگہ سے نہ اڑاؤ پس کاٹیں گی تمکو ایسے ہی بیوقوفوں اور بیعقلوں کے ساتھ تمکرار کرو تا کہ بوشنام نہ دیویں اتنے حاصل یہ ہے کہ حق تعالیٰ پیدا کرنے والا بڑے چھوٹے کا ہے اور جس چیز کو پیدا کیا ہے حکمت اُس کی اُسمیں ظاہر ہے پس تمثیل ہر شے کے ساتھ کہ جسمیں حکمت اور نفع ہو بہتر اور نیک ہے بلکہ چھوٹی چیزوں میں کہ جسم اور قد اُنکے نہایت بیہودے ہیں اگر حکمت بڑی اور نفع عمدہ ظاہر ہو نہایت عجیب ہووے جیسا کہ رشتہ کی پیدائش میں کتنی عجیب چیزیں پائی جاتی ہیں کہ باوجود اس چھوٹے جسم ہونیکے تمام اعضا ہاتھی کے کہ نہایت بڑا ہے اُسمیں موجود ہیں اور کچھ زائد بھی ہے اور مچھر کی سونڈ میں یہ عجیب بات ہے کہ باوجود چھوٹی ہونیکے اور نرم ہونیکے اگر بھینس کے چمڑے میں یا ہاتھی کے چھوہارے تو ایسی چلی جاتی ہے جیسا کہ حلوے میں اونگلی اور بھید اس کا یہ ہے کہ اُسکے طرفوں کے سر میں سمیت کارہدی ہے کہ بسبب اُسکے ایسی سخت چیزوں کے اندر مچھ جاتی ہے پس اللہ تعالیٰ حکیم ہے تمثیل ساتھ اشیا حقیر کے کہ مومن میں حکمتیں رکھی ہوئی ہیں ہرگز ترک نہیں فرماتا ہے لیکن سننے والے کلام الٰہی کے دو قسم ہوتے ہیں ایک قسم اہل ایمان ہیں کہ قول اُنکا معتبر ہے۔ باسواسطے کہ موافق عقل کے چلتے ہیں اور قسم دوسری کفار ہیں کہ قول اُنکا معتبر نہیں اسواسطے کہ عناد کی راہ سے برخلاف مقتضائے عقل کے چلتے ہیں فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَیَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ یعنی پس اہل وہ آدمی کہ ایمان لائے ہیں پس وہ جانتے ہیں کہ وہ تمثیل سچی آئی ہوئی ہے اُنکے پروردگار کی طرف سے باسواسطے کہ بیان خست کسی چیز کا اور حقارت اُسکی کا بغیر تمثیل کے ساتھ حقیر اور خسیس شے کے نہیں ہو سکتا اگر اُس مقام میں بڑی بڑی چیزونکے ساتھ تمثیل نہ دیویں تو نفع پڑتی ہے اور پروردگار کہ تمام اشیاے کے مراتب کو جانتا ہے اور ہر چیز کو اپنے رتبہ میں رکھتا ہے ہرگز خلاف اُسکا نہ کریگا وَاَمَّا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَیَقُوْلُوْنَ یعنی اور بہر وہ آدمی کہ کافر ہوے ہیں کہتے ہیں باوجود اسکے کہ مطابقت مثال کی مثل لہ کے ساتھ جانتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس شے کی تمثیل سوائے شے حقیر کے نہیں ہو سکتی مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ یعنی کس کا ارادہ کیا ہے اللہ نے باوجود یکہ علمت اُسکی بے نہایت ہے بِهٰذَا مَثَلًا یعنی ساتھ مثل حقیر کے اُس چیز حقیر کے مثال تا کہ سبب ہدایت کا ہو اور حال یہ ہے کہ یہ شے حقیر مناسب علمت اُسکی کے نہیں اور یہ نہیں سمجھتے ہیں کہ خال ایسی چاہیئے کہ مطابق مثل لہ کی ہو علمت اور حقارت میں نہ مطابق بمثل کے کہ ذکر کریں الامثال کا ہے البتہ حق تعالیٰ نے بسبب لانے اُن حقیر چیزونکے قرآن کی تمثیلوں میں ارادہ ایک امر عظیم کا فرمایا ہے اور وہ کیا ہے امتیاز ہونے درمیان مردمنوں اور کافرونکے اسواسطے کہ فیصل ہو یعنی گمراہ کرتا ہے بسبب اُس مثال کے باوجود اسکے کہ وہ فی نفسہ سبب ہدایت کا ہے کَثِیْرًا یعنی بہت آدمیونکو کہ غلط فہمی سے تمثیل حقیر چیزوں کی کو ساتھ حقیر چیزونکے مثل عظیم القدر کی شان سے نامناسب جانتے ہیں اور ایسے گروہ بہت ہیں لیکن کثرت اُنکی کچھ اعتبار نہیں کرتی ہے تا کہ قول اُنکا سنا جاوے یا بدت اطلاع اُنکے کو شمار میں لایا جاوے وَیَهْدِیْ بِهٖ كَثِیْرًا یعنی اور ہدایت کرتا ہے بسبب اُس مثال کے بہت آدمیونکو اسواسطے کہ بسبب اُس مثال کے حقارت بعضی چیزونکی اُنکے ذہنوں میں ظاہر

ہوتی ہے اور اُن چیزوں سے پرہیز کرتے ہیں اور یہ کسطرح ہو کہ اُن چیزوں کی عبادت کریں اور اس جگہ ایک سوال ہے جو الطلب اور وہ یہ ہے کہ راہ پانیوالوں کو اور بہت جگہ قرآن میں فاست کے ساتھ وصف فرمایا ہے جیسا کہ بیچ آیت منهم المومنون و اکثرهم الفاسقون یعنی بعضے اُن میں مسلمان ہیں اور بہت ان میں فاسق ہیں اور بیچ آیت و قلیل من عبادی الشکور یعنی تھوڑے ہیں بندوں میرے سے شکر کرنیوالے اور بیچ آیت الا الذین امنوا وعملوا الصلحت وقلیل ما هم اس جگہ دونوں فرقوں کو موصوف بکثرت کیا اور فرمایا کہ یضل به کثیرا و یهدی به کثیرا اور یہاں ہر میں تخالف کلاموں کا معلوم ہوتا ہے پس جو تطبیق کی کیا ہو جواب اسکا یہ ہے کہ کبھی چیز باعتبار ذات اپنی کے کثیر ہوتی ہے لیکن بہ نسبت چیز دوسری کے کہ اُس سے کثیر ہے اُسکو قلیل کہتے ہیں حال راہ پانے والوں کا بھی یہی ہے کہ اپنی جگہ بہت ہیں لیکن بہ نسبت گمراہوں کے تھوڑے ہیں اس جگہ حال مہتدین کی باعتبار ذات اُنکی کے کہ بہت ہیں ذکر فرمایا ہے اور دوسری جگہ میں حال مہتدین کا بہ نسبت غیر مہتدین کے پس آپس میں تعارض نہیں علاوہ اسکے ہر چند کہ راہ پانیوالے عدد میں تھوڑے ہیں اُنپر درحقیقت میں زیادہ ہیں جیسا کہ کہا ہے **بیت** ان الکرام کثیر فی البلاد وان + قلوا کما غیرهم قل وان کثروا + اور سوال دوسرا ہے جواب طلب اور وہ یہ ہے کہ ذکر راہ پانیوالوں کا سوا سطے مقدم ذکر اور حال یہ ہے کہ شرافت اُنہیں کی تقدیم کو چاہتی ہے اور اسی واسطے اکثر جگہ قرآن میں ذکر نیکوں کا بدوں کے ذکر پر مقدم ہے جواب سوق اس کلام واسطے رد کرنے کلام کافروں کے نہ کہ واسطے باطل کرنے اعجاز قرآن کے اس شبہہ کے ساتھ تمسک پکڑتے زبان طعن کی دراز کرتے ہیں اور گمراہ ہوتے ہیں پس پہلے بیان حال اُنکے کا منظور ہو اور اسیواسطے اس کلام میں بہ نسبت کلام سابق کے کہ فاما الذین امنوا واما الذین کفروا ہے شر اور غیر ترتیب لف کے اختیار فرمایا ہے یعنی فاما الذین امنوا اور واما الذین کفروا میں موصول کا ذکر پہلے ہے اور کافروں کا پیچھے اور فضل یہ کثیر اور بیہدی بہ کثیرا میں بالعکس ہے اور یہ ہدایت اور گمراہی کہ سبب نزول قرآن اور تمثیلات اُس کی کے آدمیوں کو بطریق حاصل ہوتی ہے یعنی کبھی ہدایت اور کبھی گمراہی تحکم کی جہت سے اور ترجیح بلا مرجح نہیں بلکہ نزول قرآن کا اصل میں سبب ہدایت کا ہوا نہ سبب گمراہی کا لیکن بشرط صحت مزاج مدرک کے اور قصور استعداد سامعہ کا مانع ہے اور اسی واسطے جو شخاص کہ صحیح المزاج اور کامل الاستعداد ہیں اُنکے حق میں نزول قرآن کا سبب گمراہی کا نہیں ہوتا ہے و مَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ یعنی اور گمراہ نہیں کرتا ہے خدا بسبب تمثیل کے ساتھ اشیا حقیرہ کے کہ قرآن میں نازل فرماتا ہے مگر فاسقوں کو کہ حد عقل اور حد شرع سے نکلے ہوئے ہیں اور استعداد حق بات سمجھنے کی اُن میں نہیں آپ یہاں جاننا چاہئے کہ لفظ فاسق کا عرف قرآن میں دو معنی رکھتا ہے ایک اُن دو معنوں سے کہ اہل شرع کے عرف میں رائج اور مشہور ہیں ایک یہ کہ کوئی شخص حکم الٰہی بجا نہ لاوے اور مرتکب کبیرہ یا اصرار کرنیوالا صغیرہ پر ہو اور تدارک اُسکا ساتھ توبہ کے نہ کرے اور ایسا شخص اہل سنت کے نزدیک مسلمان ہے مگر گنہ گار ہے امید نجات اور عفو تقصیر اُسکی کے اور قبولیت شفاعت کی اُسکے حق میں کہنی چاہیئے اور نکاح اور وراثت دینے میں مثل اور مسلمانوں کے اُسکو شمار میں کہیں اور بعد مرنیکے سکو مسلمانوں کے غسل و کفن اور نماز اُسکے جنازہ پر پڑھیں اور مسلمانوں کی قبروں میں دفن کریں اور لعنت اور برأت اور بغض اُس سے دین کی جہت سے حرام ہے بلکہ مدد کرنی اُسکے ساتھ استغفار اور فاتحہ اور درود اور صدقات اور خیرات کی کہنی چاہیئے اور نزدیک خارجیوں کے ایسا شخص کافر ہے اسلام سے نکلا ہوا اور معتزلوں کے نزدیک مؤمن اور کافر کے درمیان میں ہے نہ بالکل مؤمن ہے اور نہ بالکل کافر فرمایا ہے اُنکے نزدیک قابل بالمعنی کے نہیں وہ کہتے ہیں کہ ایسے شخص کے پیچھے نماز درست نہیں اگر پڑھی ہو اعادہ کرنا اُسکا فرض ہے اور دوسرے معنی یہ ہیں کہ جو شخص کفر میں حد سے گذرے اور سرکشی اور عناد اختیار کرے اور دیدہ و دانستہ انکار حق بات کا کرے اور اس آیت میں کہ بئس الاسم الفسوق بعد الایمان یعنی برا گنہ فسق ہے بعد ایمان کے پہلے معنی میں مستعمل ہوا اور یہ بیچ آیت ان المنافقین هم الفاسقون یعنی تحقیق منافقین ہی فاسق ہیں اور بیچ آیت منهم المومنون و اکثرهم الفاسقون کے دوسرے معنی میں مستعمل ہے اور اس آیہ میں بھی دوسرے معنی مراد ہیں سوا سطے کہ فاسق بمعنی پہلے کے بالکل مزاج اُسکا ابتک فاسد نہیں ہوا حکم مریض کا رکھتا ہے کہ طبع اُسکا ماضی ہے اور مزاج روح حیوانی کا بسبب اعتقاد صحیح کے درست ہے تاثیر نصیحتوں اور تمثیلوں سے نفع پاتا ہے اور اصلی قبول کرتا ہے بخلاف فاسق کے کہ ساتھ دوسرے معنی کے ہے کفر اُسکا حد جہل بسیط سے نچا وزکر کے جہل مرکب کی حد کو پہونچا قرآن تمثیلات سے اُنکی نسبت مزاج فاسد اُسکے کے ایسی ہیں جیسا کہ غذا اچھی نسبت مزاج مریض کے کہ معدہ میں جا کر باعث زیادہ مرض و فساد کا ہوتی ہے اور اگر کسی کو شبہہ ہو کہ فاسق مطلق خصوصاً دہ فاسق کہ ساتھ صفت آئندہ کے متصف ہیں خود گمراہ ہیں پس گمراہ کرنا گمراہوں کا اُسکے کیا معنی ہیں کہ اُنمیں تحصیل حاصل کی ہے ہم اُسکے جواب میں کہتے ہیں کہ یہ تحصیل گمراہی کے مانند مرتب ہدایت کے انتہا نہیں رکھتے ہیں ایک مرتبہ سے طرف دوسرے مرتبہ کے ترقی ہوتی ہے پہلے قرآن کے انکار کرنے سے اور تمثیلوں اُسکی سے اور پھر بعد نزول قرآن کے اور زیادہ انکار کرنے اُسکا اور گمراہی دوسرے مرتبہ کی حاصل کی کہ بیشتر اُسکو حاصل تھی واسطے استعداد بڑھنے گمراہی کی اُسمیں موجود تھی اُسوقت میں اُترنے سورہ کے اسواسطے کہ یہ فاسق اَلَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ یعنی وہ آدمی ہیں کہ توڑتے ہیں عہد کو خدا کے ساتھ باندھا ہے بعد پختہ کرنے اُس عہد کے اس جگہ یہ نہ چاہیئے کہ ہر شخص نے کلمہ اسلام کا زبان پر جاری کیا اور ہاتھ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے یا ساتھ کسی خلیفہ نے اُسکے خلیفوں میں سے بیعت کی اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا ہوا دانستہ کہ تصور کیا پس اُس شخص نے خدا کے ساتھ عہد باندھا کہ جو حکم اور احکام اُسکے بواسطہ اس پیغمبر کے میری طرف پہونچے سب قبول کئے اور جو وقت پیغمبر صلعم کی صحبت میں پہونچا کہ اُنہیں سیرو شمائل اسکی کی مطالعہ کیں اور پورے ضلع اور اطوار اُسکے کہ دلیل حقانیت اُسکی کی ہیں مطلع ہوا اور جو حجت

اُسکے اور کرتیں اور دیانت سستی کی دیکھیں اور نہیں اُس عہد کو پختہ کیا بعد اس حالت کے اگر معاذ اللہ شبہ اسلام میں اُسکے دل میں آوے اور بسبب اُس شبہ کے طعن بیچ احکام شرعیہ کے شروع کرے یقین ہے کہ شخص حد عقل اور شرع سے خارج ہوا اور اعلیٰ مرتبہ گمراہی میں ترقی کی کہ پہلے مسلمان ہونے سے اور دیکھنے پیغمبر اور معجزات یا سننے اوضاع امر اطوار اُسکے سے حاصل تھا اس حالت ظاہر سے اور اس بات سے کہ یہ شخص ادنیٰ حد کفر سے خارج ہوا اور طرف اعلیٰ حد کفر کے پہونچا اور بعضے مفسرین نے اس عہد کو اور پر عہد الست ہر بنی آدم کے حمل کیا ہے اور کہا ہے کہ تمام وحیں آسمانی کی بعد پیدائش حضرت آدم علیہ السلام کے اُنکی پشت سے نکالکر ان چیونٹیوں کے بھیلا دیں اور علم حق تعالیٰ کی وحدانیت کا اُنکے اندر کر دیا یا اُنسے ساتھ مضمون اُسکے کے اقرار کروایا پس اُن سوقت تمام روحوں نے اپنے پروردگار سے عہد باندھا کہ اُسکے ساتھ کسیکو شریک نہ کریں گے اور اُسکی طاعت سے قدم باہر نہ نکالینگے اور میثاق اُس عہد کا اور محکم کرنا اُسکا وحی سے ہے اول قائم کرنا توحید کی دلیلوں کا تاکہ اُنکی عقلیں ہر اس طریق سے کہ اگر عقلوں اپنی کو دیموکے پروں سے مجرد کریں اور دلیلوں کو معلوم کریں اور دیکھیں ہیں یعنی اشہد ہم علی انفسہم کے دوسرے بھیجنا رسولوں کا واسطے یاد دلانے اُن عہد کے اور دور کرنے شبہات وہمیہ کے اور تو ڑنا اُس عہد کا یہ ہے کہ اسقدر بیچ تقلید باپ دادوں اپنے کے اور پیروی کرنے خواہشوں نفسانی کے مشغول ہوویں اور لذتیں بدنی اور زینتیں دنیا کے فائدہ نہ کو ایسا اختیار کریں کہ وہ علم فطری اُن سے محجوب ہووے اور حال یہ ہو کہ وہ علم نہ کہا جاوے اور اسکو معلوم نہ کریں اور جو گن تاکیدوں کے کہ بیچ اس عہد کے گئیں اُنکو توڑ ڈالیں اور خلاف اُسکے اصرار کریں یقین ہے کہ کمال سرکشی اور عناد اُنکا نہایت ہووے اور حال یہ ہو کہ وہ لوگ اوپر اسی قدر کے کفایت نہیں کرتے ہیں بلکہ وَيَقْطَعُونَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ یعنی اور قطع کرتے ہیں اُس علاقہ کو کہ حکم فرمایا ہے اللہ نے ساتھ اس بات کے کہ اُس علاقہ کو ملایا جاوے اور وہ علاقہ کہ روح کو ساتھ مبادی عالیہ اور گروہ جبروت اور ملکوت کے ہے اور قطع کرنا اُسکا بسبب مستغرق ہونیکے شہوات میں اور محبت کرنے جو ہر دنیاوی کے اور پیروی کرنے اور پیامبروں کے دوسرا وہ کہ ساتھ حضرات انبیاؤں اور مرشدوں اور اعظموں کے باعتبار صلبیت انسانی کے متحقق ہے اور قطع کرنا اُس علاقہ کا بسبب عصابیت کفار اور مبتدعوں کے اور ضعف اُنکے اور سبب طعن کرنے کے بیچ اوضاع اور اطوار نیکو اُنکے ہے تیسرا علاقہ قرابت اور رحم کا ہے اور قطع کرنا اُنکا کئی طرح پر ہے ایک بسبب ترک کرنے ملاقات کے اور بسبب حاظہ ہونیکے حیوقات میں کہ امید وار حضور کے ہووے مثل شادی اور ماتم اور بیمار پرسی اور دیدنی کے دوسرے بعاعت ترک کرنے احسان اور دوستی کے تیسرے بسبب ایذا پہونچانے قریبوں کے اور قطع کرنا اُن علایق کا باوجود اسکے کہ یہ علاقہ عقل اور شرع کے موافق ہیں دلیل جمیع ہے اوپر اسکے کہ یہ شخص دائرہ عقل شرع سے نکلا وَيُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ یعنی اور فساد کرتے ہیں زمین میں کئی وجہ سے اُول یہ کہ آمیزی ایمان سے نفرت دلاتے ہیں اور مسلمانوں کے مخالفوں کو اور پیدائی اُن کی کے اور غالب ہونے ہیں اور کافر ہونیکو مسلمانوں کے اور پر مطلع کرتے ہیں اور غریب صحابہ اور نیک لوگوں کے مومنوں کو شہور کرتے ہیں تاکہ آدمی تا فہم صحبت پیغمبر اور خوبی دین کی سے بداعتقاد ہوویں دوسرے یہ کہ طمع مال اور احسان کی دیکر بدکیشوں اور مبتدع بدعتیں اُنمیوں میں رائج کرتے ہیں تیسرے یہ کہ واسطے شہوت فانی اور خصلت اپنے کے بے باکی کر کے قتل کرنا اور زخمی کرنا اور مارنا اور بیشمار دینا اور تاوان لینا اور لے لینا مال کا کرتے ہیں اور تاخت ہونا جانور کا اور مواشی اور کھیتوں کا اور قطع طریق اور حکام بسبب اُسکے وقوع میں آتا ہے اور ان چیزوں سے زمین کا فساد ہے لیکن ان باتوں سے قصد اپنے کو کردہ الخ نہ تھا دین حق کی اور تحقیق اہل صلاح اور نیک لوگوں کی ہے نہیں پہونچتے ہیں بلکہ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ یعنی یہ لوگ ٹوٹے میں ہیں کہ رأس المال اپنا کہ وہ فطرت تھی اور بسبب اُسکے تو ضع ٹیڑے نہ کرنے دنیا کی تھی کہ دنیا میں فائدے کن سے اُنکے اُٹھاتے اور آخرت میں لذتیں بہشت کی حاصل ہوتیں بالکل برباد کئے اور بدلے اُسکے اُن ہلکات کو کہ بدولت نیکے بضوت سانپ اور بچھوؤں کے نمودار ہونگے خریدا اور بیچ حق اُنکے کے وہی مثل درست آئی کہ اعطے درھم واخذ اجرۃ یعنی دیا موتی کو اور لیا ایک اینٹ کو اور اگر تتبع اس قرآن کی سے تم عاجز ہوئے اور معبود اور مشکل کشا ئے علمی بارہ تمہاری سے عاجز آئے پس معاملہ ہوا کہ اس قرآن کو کلام الٰہی جانکر انکار کرتے ہو پس یہ انکار کرنا اگر کرنا خدا کے ساتھ ہے اور کفر کرنا خدا کے ساتھ باوجود واقفیت حال اپنے کے کہ ابتدا اور انتہا میں اس طرح ہی متصور نہیں کَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ کس طرح کفر کرتے ہو تم ساتھ اللہ کے وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا یعنی اور حال یہ ہے کہ تھے تم عنصر بیجان اسکے کہ کچھ حس و حرکت تمہارے میں تھی پہلے تم عناصر تھے بعد اُس سے نطفہ بعد اُس سے نباتات اور اب کی ہوئے بعد اُس سے نطفہ بعد اُس سے گوشت کے ٹکڑے اور اس حالت میں عنایت الٰہی طرف تمہارے متوجہ ہوئی فَاَحْيَاكُمْ یعنی پس زندہ کیا تمکو ساتھ جسم کے سو جسے کے یہاں تک کہ حواس و حرکت تم میں پیدا ہوئی لیکن ابھی تک تم کو عقل عنایت نہ کی تھی مردہ اور جاہل تھے پھر عقل کا تم کو بخشی اور زندگی دوسری تمہارے نہیں ہوئی اور تا بیچ جاننے اُن چیزوں کے عقل کو ہاں نہیں پہونچی ہے مانند مردہ کے تھے پھر کتاب اور تمہارے نازل فرمائی اور پیغمبر کی زبان سے اُس کتاب کا بیان کروایا اور زندگی دوسری بخشی ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ یعنی پھر مارینگا تمکو لیکن سو واسطے نہیں مارتا ہے کہ پھر تمکو زندہ نہیں کرینگا بلکہ سوا سطے دنیا میں مارتا ہے کہ اس گھر تنگ فانی کے واسطے گھر دار آخرت پیدا کرنے کے لیکن ذکر اُسکا نہیں کیا کیونکہ اُسکا ذکر اگلے جملہ میں ہے ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ پھر زندہ کرے گا تمکو حیوقت کہ صور پھونکا جاویگا اور یہ زندگی مانند پہلی زندگی کے نہیں اسواسطے کہ پہلی زندگی میں خالق اپنے سے محجوب تھے اور اس زندگی میں بحجاب بالکل منقطع ہوگا ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ یعنی پھر طرف اُسکے مجموع کروائے جاؤ گے تم پس جو کوئی ابتدا سے انتہا تک مرہون احسان اور موقوف انعام سمجھا ہوا در حالت میں کہ کام اُسکا اُسی کے ساتھ سرانجام پاوے اُس سے کیونکر ہو سکے کہ کفر ساتھ ایسے منعم کے اختیار کرے باقی رہے اس جگہ یہ سوال جواب طلب ہیں پہلا یہ کہ جملہ ماضیہ حیوقت حال واقع ہوئے ضرور ہے تقدیر قد سے اور خلاصہ فکا

وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ بِاللّٰهِ کے کیا ربط ہے ظاہر یہ ہے کہ حال ہوا در حال ہونے اُسکے میں کئی وجہ سے اشکال آتا ہے اول یہ کہ جملہ ماضیہ حیوقت حال واقع ہوئے ضرور ہے تقدیر قد سے اور خلاصہ فکا

وہ ہے کہ ماضی کو حال سے نزدیک کرتا ہے اور بنا اُنکا ماؤں کے پیٹ میں بغیر جان کے یا ماضی بعید ہے لفظ قد کا اُسکے اوپر نہیں سکتا ہے جواب یہ ہے کہ کبھی ماضی بعید کو قریب بنا کر تے ہیں اور لفظ قد کا اُسکے اوپر داخل کرتے ہیں جیسا کہ یہ کیف تکذب وقد قال رسول اللہ المومن لا یکذب یعنی کس طرح جھوٹ بولیں ہم حالانکہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مومن نہیں جھوٹ بولتا ہے ہرگاہ کہ فرمانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس حدیث کو ذہن میں محفوظ ہے قریب باعتبار کیا گیا ہے اگرچہ ماضی بعید ہے ایسے ہی اس جگہ ہرگاہ کہ ساعتیں حیات کی اور زمانہ تھا کا نشانی شمار جلا جاتا ہے اگرچہ دور ہے نزدیک دکھلائی دیتا ہے دوسرا یہ کہ اوپر اس تقدیر کے عطف ثُمَّ یُمِیْتُکُمْ ثُمَّ یُحْیِیْکُمْ ثُمَّ اِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ کا اُوپر وکنتم امواتا کے شکل جوابی اسلوب کے یہ بالکل آگے آنیوالے ہیں اگر اُوپر اُسکے معطوف ہوں پھی حال ہو جاویں اور مستقبل محض حال نہیں ہو سکتا ہے صاحب کشاف نے اس اشکال سے اس طرح پر جواب دیا ہے کہ فقط جملہ ماضویہ حال نہیں بلکہ تمام قصہ حال واقع ہوا ہے پس گویا یہ ارشاد ہوتا ہے کہ کیف تکفرون باللہ وقصتکم ھذہ القصۃ لیکن اس جواب میں ابتک خدشہ باقی ہے اسواسطے کہ جو قصہ اوپر امر مستقبل کے شامل ہونا ثابت ہوا مجموع اُسکے کا بیچ حالت دجو بحال کے شکل دکھلائی دیتا ہے اور حال ہونیکے واسطے ضرور ہے کہ عامل وہ الحال وہ حال کا زمانہ مقارن ہو اسیواسطے کہ توجیہ کرنے والوں عبارت کشاف کے نے ایسا اختیار کیا ہے کہ مجموع قصہ کا حال واقع ہوا ہے باعتبار معلومیت کے نہ باعتبار وقوع کے اور علم ساتھ اس قصہ کے مقارن عامل کے ہے اور اس جواب میں بھی خدشہ باقی ہے اور وہ یہ ہے کہ کافروں کا اسکا علم نہیں اور اگر بعضے دیدہ ودانستہ مکابرہ کرتے ہوں یہ بھی احتمال ہے لیکن اُن میں سے دوسری بار زندہ ہونیکا اور رجوع کرنیکا یقین نہیں رکھتے تھے اور بعضے پچھلے مفسروں نے ایسا کہا ہے کہ اسجگہ مستقبلات باعتبار معنی ثم کے اول ساتھ ماضی کے ہیں اسواسطے کہ معنی ثم کے عطف مع تراخی کے ہیں معنی کلام کے یہ ہوئے کہ فاحیاکم و تراخی اماتتہ و تراخی احیاکم و تراخی رجوعکم الیہ یعنی پس زندہ کیا تم کو اور تراخی ہوا زمانہ اُسکا اور تراخی ہوا جلانا اُسکا تمہارے تئیں اور تراخی ہوا رجوع تمہارا طرف اُسکے اور اس وجہ میں بھی خدشہ باقی ہے اسواسطے کہ تراخی ان امور کو بیچ نہونے کفر کے دخل نہیں اور باوجود اسکے تراخی کہ مدلول ثم کا ہے معنی حرفی ہیں کہ ہرگز استقلال نہیں رکھتے ہیں بلکہ بنفسہ مرآۃ ملاحظہ غیر کی ہے اور حال کو چاہیئے کہ معنی مستقل ہوں اور اگر معنی حرفی کو بیچ حکم معنی اسمی کے لیویں اور وصف اور حال میں استعمال کیا جاوے پس کچھ خرق معنی حرفی اور اسمی میں نہیں ہوتا ہے پس سب سے صحیح توجیہ یہ ہے کہ جملہ وکنتم امواتا فاحیاکم کا منقطع کلام کا ہے اور ثم یُمِیْتُکُمْ معطوف اوپر جملہ کیف تکفرون باللہ کے اور حاصل کلام کا یہ ہے کہ باوجود جاننے ابتدا حال اپنے کے کفر تم سے نہایت بعید ہے اور اگر باوجود اس تمام جاننے کے کفر قبول کرتے ہو پس تمکو پھر موت اور حیات دوسری درپیش ہے منجملہ اس کفر کی اُس موت و حیات میں تم بیچکو گے سوال دوسرا یہ ہے کہ بیچ فاحیاکم کے استعمال فا کا کیا اور معطوفات اُسکے میں لفظ ثم کا لائے ان دونوں میں فرق کیا ہے جواب اسکا یہ ہے کہ جو موت بیچ وکنتم امواتا کے مذکور ہے وہی ہے کہ نطفہ کے واسطے پشت پدر میں اور جنین کیواسطے ماں کے پیٹ میں ہوتی ہے یعنی نہونا حیات کا اور عدم حیات ممتد رہے وقت احیا تک پس زندہ کرنا اُسکے متصل ہوا اور محض خول فا کا ہو گیا اور امانت احیا سے بہت پیچھے ہے گو کہ حیات[1] سے تراخی نہو اور ایسے ہی احیا دوسرا بھی امانت سے بہت متراخی ہے گو کہ موت سے متراخی نہو اور ایسے ہی رجوع الی اللہ احیا دوسری سے متراخی ہے پس محل ثم کا ہوا سوال نہیں یہ ہے کہ بعضے مفسر بیچ ثم یحییکم کو اُسکے اوپر حمل کیا ہے کہ قبر میں واسطے سوال منکر اور نکیر کے ہوگا اور ثم الیہ ترجعون کو اس احیا پر حمل کیا ہے کہ دن حشر کے ہوگا واسطے ثواب اور عذاب کے یہ توجیہ درست ہے یا کسیطرح کا اسمیں خلل ہے جواب اسکا یہ ہے کہ یہ توجیہ ہر چند من حیث اللفظ محتمل ہے لیکن من حیث المعنی چند اشکال نہیں اسواسطے کہ اگر حیات قبر کی کو حیات حقیقی اعتبار کیا جاوے پس بیچ وقت بعث اور نشر کے اُنا حیات دوسری کا اوپر اُس حیات کے کہ قبر میں ہو چکی درست نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ زندہ کو زندہ کرنا بیمعنی ہے پس ضرور ایک بات دو چیزوں میں سے اختیار کرنی چاہیئے یا قائل ہونا چاہیئے موت دوسری کا کہ قبر میں ہوا اور یہ خلاف اجماع کا ہے اور بھی خلاف اسلوب اس کلام کا ہے اسواسطے کہ اس صورت میں ایسا فرمانا چاہیئے تھا کہ ثم یحییکم ثم یمیتکم ثم الیہ ترجعون یا قائل ہونا اسکا چاہیئے کہ حیات بعث کی مجازی کی ہے حقیقی نہیں وھو صریح البطلان بلکہ تحقیق یہ ہے کہ حیات کی معنی کیا ہے تعلق پکڑنا روح کا ساتھ بدن کے اور قبر میں ہرگز تعلق روح کا ساتھ بدن کے نہیں یعنی طول عرصہ کا نہوگا بلکہ ادراک و شعور روح کا کہ بعد مفارقت کے بدن سے اُسکو باقی رہتا ہے اسی کو حیات قرار دیا ہے پس رہا حیات قبر کا اور حیات مجازی کے متعین ہے اور پس سوال چوتھا یہ کہ بعضے آدمیوں کو ساتھ دلیل نصوص قرانی کے تین بار موت پر پیش آئی مثل حضرت عزیر علیہ السلام کے کہ اُنکو سو برس تک مراہوا رکھکر پھر زندہ کیا پھر موت دوسری کو قیامت تک ہیگی جھٹلائی اور ایسے ہی وہ آدمی کہ بنی اسرائیل میں سے تھے اور وبا کے ڈر سے بھاگ کر چلے گئے تھے اللہ حکم دیموتوا پھر اُنکو زندہ کیا اور ایسے ہی وہ آدمی بنی اسرائیل میں سے کہ ہمراہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے میقات میں گئے تھے بجلی سے مر گئے تھے بعد اُسکے پھر اُنکو زندہ کیا جیسا کہ بیچ اس سورت کے آتا ہے ثم بعثناکم من بعد موتکم اور حسب بعد ہر موت کے احیا لازم ہے پس اس جماعت کو احیا بھی تین مرتبہ واقع ہوا اس آیت میں مطلقاً دو موت اور دو حیات پر کفایت کرنی کس طرح درست سمجھی جواب اسکا یہ ہے کہ عادت میں دو موت اور دو حیات سے زیادہ نہیں اور جگہ مذکور اُن نعمتوں اور تصرفات کا ہے کہ موافق عادت کے کثیر الوقوع ہیں اور اہل دنیا میں پائی جاتی ہیں اور موت اور حیات زیادہ دو بار سے خاص بعضے افراد اور بعض جماعات میں ہے کلیہ نہیں اور باوجود اسکے علم ساتھ موت اور حیات کے زیادہ دو بار سے مختلفین کو حاصل نہیں اسواسطے کہ بیشتر لوگ

[1] یعنی فصل زندگی کا بسبب ڈالنے روح کے ایک وقت خاص میں ہو چکا اعتزام کو نہیں اور اس فصل سے کہ حیات پائی گئی دوسرے اسکا اتصال امانت سے پایا جاتا ہے ایسے ہی حال امانت اور موت کا ہے ۱۲

اور پچھلوں پہلی اُمتوں نے خبردار نہ تھے پس اُنکے خطاب میں ذکر زائد کا ہے وجہ تھا اس جگہ جاننا چاہیئے کہ اس آیت میں بڑے مقاصد عمدہ علم عقائد کے دلیلوں کے ساتھ مذکور ہیں سامع کو چاہیئے کہ اُن مقاصد کو مع دلیلوں کے معلوم کرے تقصد پہلا یہ کہ عالم کا پیدا کرنیوالا ہے دانا اور توانا اور زندہ اور سننے والا اور دیکھنے والا اور غیر محتاج ماسوا کے اپنے سے اور اُنہیں مقاصد سے ہے کہ قدرت جلانے اور مارنے کی غیر اُسکے کو حاصل نہیں آور اونہیں مقاصد سے ہے کہ حشر اور نشر حق ہے اسواسطے کہ دوسری بار کام کرنا پہلی دفعہ سے آسان ہوتا ہے اور اُنہیں مقاصد سے ہے کہ حق تعالےٰ نے بندوں اپنے کو ساتھ امر اور نہی کے تکلیف دی ہے اور اسباب خوف اور رجا کا عالم آخرت میں اُنکے واسطے تیار کیا ہے اور اُنہیں مقاصد سے ہے کہ دنیا میں زہد اور بے رغبتی اختیار چاہیئے کی اسواسطے کہ بعد اس زندگی کے موت درپیش ہے اور یہ زندگی ساتھ موت کے بدل ہوگی اور جو فسے کہ اس حالت میں ہے خواہ مال خواہ اولاد خواہ گھر اور باغ کہ واسطے نفع اس نفع کی کے میں تمام اُس سے دُور کئے جاوینگے یہانتک کہ بعد موت کے مالک کسی چیز کا نہ رہے گا اور زمانیں کوئی اثر اور نشان اُس سے نہ چھوڑینگے مدت دراز تلک میں گذار یگا کہ ہر چند اُسکو آواز دیتے ہیں جواب نہیں دیتا ہے اور ہر چند اُس سے پوچھتے ہیں بات نہیں کہتا ہے اور ساتھ اس مرتبہ کے دلوں سے محو ہو جاتا ہے کہ اقرار کو پروا زیارت اُسکی کی نہیں رہتی ہے اور کہنے والے اُسکو مطلق فراموش کر دیتے ہیں جیسا کہ کہنے والے نے کہا ہے **بیت** دو بیتم جگر کہ روز سے کباب ؛ کہ میگفت کو نندہ با رباب ؛ در بغا کہ بے مایہ گل روشکفد نوبہار ؛ بسا تیر دی ماہ واوی بہشت ؛ بیاید کہ ماخاک باشیم خشت ؛ اور جبکہ حالت اس حیات کی ایسی ہے پس قابل اسکے نہیں کہ دل اسکے ساتھ باندھا جاوے اور اُسکو اوپر زندگی ہمیشگی کے آگے آتی ہے اختیار کیا جاوے اور اگر کافر کہیں کہ ہر چند خدائے تعالیٰ جلانے والا اور مارنے والا ہمارا ہوا لیکن کسی طرح حق اُسکا اور پر ہمارے ثابت نہیں تاکہ ہمکو کفران نعمت اُس کی کا اور التجا طف غیر اُسکے کے ضرر ہو اسواسطے کہ زندگی اور موت ہماری اُس کی طرف سے قصد اور اختیار کی راہ سے نہیں بلکہ اسباب وجود ہمارے کہ اُس سے صادر ہوئے اور وہ اسباب فنتہ اس نہج پر بہم ہو گئے کہ ہم موجود ہو گئے ابتدا ءً اللہ تعالیٰ کو قصد پیدا کرنے ہمارے کا نہ تھا تاکہ ہمارے اوپر منت اُسکی ہوتی ہم کہتے ہیں یہ اعتقاد تمہارا غلط ہے اسواسطے کہ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ یعنی ذات پاک وہ ہے کہ مقدر کیا واسطے تمہارے پیدائش تمہاری مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا یعنی وہ چیز کہ بیچ زمین کے ہے تمام جیسا کہ غذائیں ستھری اور خوشبوئیں پاکیزہ اور آوازیں دلپسند اور صورتیں زیبا اور لذت کی چیزیں موافق خواہشوں کے اور بعضی زمین کی چیزوں کو حاصل کرنیکا کیا جیسا کہ تیر اور کمان اور جال اور شست شکار کے واسطے اور کاٹنے اور لوہا اور بیل اور رسی کھیتی کے واسطے اور درختوں کے بونے کے واسطے اور بعضی چیزوں کو وسیلہ تکلیفوں کے دُور کرنیکا اور آرام اور قرار حاصل ہونیکا کہا جیسے کہ مکان اور خیمہ واسطے دُور کرنے گرمی اور سردی کے اور دوا واسطے دُور کرنے بیماری کے اور بعضی چیزوں کو واسطے حاصل ہونے عبرت اور سوچ اور سمجھ کے پیدا کیا مانند موت اور بیماری کے اور شفقت اور درد کے اور موت میں فائدہ دوسرا بھی ہے کہ اگر پہلے لوگ نہ مرتے اور پچھلے پیدا ہوتے جاتے زمین واسطے معاش اس جماعت کثیر کے تنگ ہو جاتی اور لڑائی اور جھگڑے بے شمار رفع ہوتے اور پہلے لوگ یا سے اعلیٰ مرتبہ غالب پر قائم رہتے اور پچھلے لذت ریاست اور حکمرانی سے محروم رہتے اور ایسے ہی شقتوں اور تکلیفوں میں بھی فائدے ہیں اور عمدہ فائدہ اُن میں سے یہ ہے کہ اگر مشقت نہ ہوتی کار ہائے اسباب دفع کرنے اُس مشقت کا اور سرانجام کرنیوالوں اُن اسباب کا معطل رہتا مثلاً اگر چوکیدار کیا کام کرتا اور اگر خوف عظیم کا نہ ہوتا قلعہ اور قلعہ بان بیکار رہتے اور ایسے ہی اگر مشقت سردی کی نہ ہوتی شال بننے والے معطل رہتے اور اگر گرمی نہ ہوتی خس خانہ اور پنکھا کھینچنے والے بیکار رہتے اور اگر بھوک نہ ہوتی باورچی کیا کام کرتا اور اگر پیاس نہ ہوتی آبدار اور سقہ بیکار رہتا اور اگر مرض نہ ہوتا دوا اور طبیب اور عطار اور فصاد اور جمیع سب راگاں ہوتے اور بعضی چیزوں کو اسباب جلب کرنے کمالات کا کیا ہے مانند حواس باطن کے اور حواس ظاہر کے اور ممد اور معاون ان امور کے جیسا کہ دوات اور قلم اور کاغذ اور سیاہی اور اُستاد اور معلم اور بعضی چیزوں کو واسطے ثابت کرنے عذر تقصیر کے پیدا کیا ہے مثل نسیان اور خطا کے حاصل یہ ہے جو کچھ کہ جہان میں ہے تمام آدمیوں کے کام میں صرف ہوتا ہے یہانتک کہ زہر قاتل وہ بھی بعضی دواؤں کے کام آتا ہے اور پہلی پیدائش آدمی کی سے ان چیزوں کو مقدر کرنا دلیل صریح ہے اوپر اثبات کے کہ آخر کام میں ایک مخلوق کو پیدا کرینگے کہ ان چیزوں کو کام میں لاوینگی اور صرف کرینگی جیسا کہ پیدائش آدمی کی اور محتاج کرنا اُسکا طرف اُن تمام چیزوں کے دلیل صریح ہے اوپر اس بات کے کہ آدمی میں اسرار ان سب چیزوں کے سوپنے گئے ہیں والا صرف اُسکا ان چیزوں میں اور استعمال کرنا اُن چیزوں کو اور بوجہ مناسب حکمت کے متصور نہ ہوتا اور جب یہ چیزیں کہ مقدر ہیں خود بخود زمین سے ظاہر نہیں ہو سکتیں اسواسطے کہ زمین قابل محض ہے اور قابل محض اس کو کہی چیز بالفعل نہیں ہوتی ہے واسطے کامل کرنے منفعت تمہاری کے عنایت سمری فرمائی ثُمَّ اسْتَوٰی اِلَی السَّمَآءِ یعنی پھر متوجہ ہوا طرف پیدائش آسمان کے اسواسطے کہ آسمان متضمن ہے اسباب حاصل کرنے اُن چیزوں کا کہ زمین میں ہیں فَسَوّٰهُنَّ پس ٹھیک کیا اُن آسمانوں کو اس طرح سے کہ کہیں سوراخ یا شگاف اور ٹیڑھا پن اُس میں نہ ہا اور اعتدال کلی حاصل ہوا سَبْعَ سَمٰوٰتٍ یعنی سات آسمان تاکہ کواکب سیارہ اُن میں حرکت کریں اور حرکتوں اُنکی سے طرح طرح کے اوضاع ظاہر ہوویں اور اُن اوضاع سے جو چیزیں کہ زمین میں مخفی ہوں ظہور کریں مثل ریزش مینہ کے اور بچانیوں اور دانوں اور نباتوں اور گھاس کا ساتھ آنا کے اور رنگت دینے اور میزہ اور خواص ساتھ ملا دینے کے اور ستاروں کے آور تبدل چاروں فصلوں کا ساتھ قرب اور بُعد آنا کے اور ایسے ہی غلے اور میوے ہر موسم کے اور اعتدال طرفین سامان درست کرنے ہر موسم کے کہ تکلیفات اُسکی دفع ہوویں جیسا کہ عمارتیں مضبوط بارش کے وقت اور لباس گرم سردی کے موسم میں وعلی ہذا القیاس اور وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ یعنی اللہ تعالیٰ ہر چیز کا جاننے والا ہے

بیان علم الٰہی کا محیط ہونے ہر چیز کے اور اس کے کلام میں اُن اوراد میں سے کہ اگر کوئی پڑھے تو اس کا نفع ہے

جو ہم چکے اور زمین کی چیزوں میں بجز آگ کے دوسری شے نہیں اور آگ کو اگر ہمیشہ پاس رکھو نقصان پہونچاتی ہے اور آسمان کے متعلق ایسے نہیں اور علاوہ اسکے آگ کی روشنی ہر وقت باقی نہیں بلکہ بعجلت لکڑیوں وغیرہ کی دم بدم پیتی رہتی ہے اور آدمی میں جیسا کہ اسرار تمام زمین کی چیزوں کے رکھے ہیں اور بسبب اسکے تمام چیزوں زمین کی سے نفع اٹھاتا ہے ایسا ہی اسرار تمام آسمانی چیزوں کے اسکے اندر رکھ دیئے ہیں تاکہ آسمان کی چیزوں سے بھی نفع اٹھاوے اور ایک قسم نفع کی کہ بسبب فائدوں کے عدد ہے اور بھی ہے اور کل چیزوں سے وہ نفع حاصل ہو سکتا خواہ مخلوقات سفلی ہوں خواہ مخلوقات علوی مگر یہ نفع خاص نوع انسان کے واسطے ہے اور وہ خاص نفع یہ ہے کہ انسان جلیل بڑے بڑے ساتوں شانیوں قدرت اور دلیلوں الوہیت اللہ تعالیٰ کے جیسا کہ طرف اس نفع کے اشارہ فرمایا ہے بقولہ آیت سنریھم ایاتنا فی الافاق وفی انفسھم حتی یتبین لھم انہ الحق یعنے اب ہم دکھاوینگے اپنے نمونے دنیا میں اور اُن کی جانوں میں تاکہ کھل جاوے اُنپر کہ یہ بات ٹھیک ہے اور ایک اور نفع کہ وہ بھی خاص انسان کے واسطے ہے یہ ہے کہ لذتیں کھانے اور پینے اور میووں اور شکار اور سواریوں کی کہ دیکھتا ہے اور سنتا ہے قیاس کرتا ہے بہشت کی نعمتوں کو اور اسباب وحشت اور تکلیفات کے جیسا کہ غم اور خوف اور بجلی اور آگ اور پھاڑنے والے جانور اور طوق اور زنجیر اور سانپ اور بچھو دیکھکر اور سنکر دوزخ کے عذاب کو اُنپر قیاس کرتا ہے اور تخصیص سات آسمان کی کہ اس مقام میں مذکور ہے اسواسطے ہے کہ آثار سفلی کہ نوع انسانی کو اور اکثر ذکر ہیں بسبب نہیں سات آسمانوں کے اور ستاروں اُنکے جیسے والا جملیں ان سب چیزوں کی ارواح مدبرہ عرش اور کرسی سے پیدا ہوئی ہیں اور بڑا نفع انسان کا بلکہ ہر مخلوق کا انہیں سے ہے لیکن ہر مرتبہ کا ارتباط موجودات سفلی کا اُنکے ساتھ ظاہر میں ہوگئی بغیر اسبات کے کہ مقصود بالذات ہو اسواسطے کہ اللہ تعالیٰ ساتھ ربط دینے تمام چیزوں کے اُنکے اسباب کے ساتھ دانا ہے وَھُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ یعنی اور وہ ساتھ ہر چیز کے دانا ہے پس جو چیزیں کہ زمین اور آسمان میں ہیں جانتا ہے اور ملائکہ اُن سب چیزوں کے آدمی کے اندر رکھنے کی طاقت رکھتا ہے اور ایسے ہی موت کے مردہ کے تمام اجزاؤں کو جانتا ہے پس جمع کرنا اجزاء مردہ کے واسطے دوبارہ پیدا کرنے کے اُسکے نزدیک ایک آسان کام ہے اور بھی جو کہ مقتضائے ہر عمل کا ہے کہ جزا اُسکی اچھی ہے یا بُری اُسکو بھی جانتا ہے اور ترک کرنے اُن نعمتوں کے سے چیز لازم ہے اُسکو بھی جانتا ہے پس معلوم کرنا آدمی کا اُن سب چیزوں کو خواہ مخواہ اُنکی طرف لاتا ہے کہ نا شکری اُنکی نکرے اور انکار احکام منزلہ اُسکے کام اُس سے سزا نہ ہو اس جگہ دو سوال ہیں کہ جواب چاہیئے اول یہ کہ خلق لکم ما فی الارض جمیعاً اسپر دلالت کرتا ہے کہ جو کچھ زمین میں ہے ہر کسی کے واسطے نفع لینا اُسکا مباح ہے جیسا کہ مذہب باحتیوں کا ہے اور حال یہ ہے کہ حرام چیزوں کی حرمت سب شریعتوں میں قطعاً ثابت ہوئی ہے جواب اسکا یہ ہے کہ پیدائش تمام چیزوں کی واسطے انتفاع سب آدمیوں کے تقاضا اس بات کو کرتی ہے کہ ہر چیز سے ہر شخص نفع اُٹھاوے بلکہ اس آیت میں کہ مقابلہ جمیع ما فی الارض کا ساتھ تمام بنی آدم کے ہے اُسکو تقاضا کرتا ہے کہ افراد اول کی اور پہلے افراد دوسری کے منقسم ہوگی یعنی کسی شے سے کوئی نفع اُٹھاوے اور کسی سے کوئی پس جو چیز کثیر کا حق اُسمیں معین ہوا اور کسی سبب سے اُسکی ملکیت میں آئے نفع پکڑنا اُس سے دوسرے کو بغیر اجازت صاحب حق کے روا نہو اور ایسے ہی نفع پانا بنی آدم کا جمیع ما فی الارض سے ان بات کو بھی تقاضا نہیں کرتا ہے کہ ہر کسی کو ہر چیز سے ہر قسم کا نفع لینا روا ہو بلکہ ایک شے کے نفع کئی طرح کے ہوتے ہیں اور ہر ایک طریق نفع اُٹھانے میں شرع کی طرف رجوع کرنا چاہیئے مثلاً جو انتفاع کہ زوجہ سے ہے وطی کے ساتھ ہے اور انتفاع ماں اور بہن کی طرف سے باعتبار شفقت اور امداد کے ہے اور انتفاع پانی سے ساتھ پینے کے ہے اور انتفاع آگ سے ساتھ پکانے کے ہے بلکہ لام کے لام کا نفع اُسمیں موجود ہے دلیل صریح اس بات پر ہے کہ ان سب چیزوں کا نفع اپنے استعمال میں لاؤ نہ ضرر اپنے میں یعنی جس وجہ سے شے نافع ہو اُس وجہ سے استعمال میں لاؤ اور جس وجہ سے ضرر دینی یا دنیوی اُسمیں ہو اُس سے بچاؤ اور ضرر دو قسم ہے دنیوی اور دینی ضرر دنیوی کو اہل تجربہ جانتے ہیں اور سمجھتے ہیں اور ضرر دینی سوائے تعلیم نبیا کے معلوم نہیں ہو سکتی اسواسطے کہ وقت ظہور ضرر دینی کا آخرت ہے اور وہ وقت کسی نے ابتک نہیں دیکھا تاکہ مجربہ اُس ضرر کا اُسکو ہوتا پس طریق معرفت ضرر کا بجز اسکے نہیں کہ پیغمبروں سے سنا جاوے اور یقین کیا جاوے اور اسی سبب سے ہے کہ تحریم محرمات کی سب شریعتوں میں موجود ہے اور اگر کوئی کہے کہ بعضی چیزیں زمین کی ایسی ہیں کہ شرع میں نفع اُسکا بالکل باطل ہے اور ان مقوم کی جنس سے نکال دیا ہے جیسا کہ خمر اور خنزیر پس ایسی چیزوں سے نفع کیونکر متصور ہو ہم جواب دیتے ہیں جیسا کہ زمین کی چیزیں بعضی اس قسم کی پیدا کی ہیں کہ بے قدر محض ہیں ایسے ہی بنی آدم میں ایک ایسا فرقہ پیدا کیا ہے کہ عند اللہ بے قدر محض ہیں وہ فرقہ ساتھ اُن چیزوں بے قدر کے منتفع ہوتا ہے مثل مطہور ہے ہر گندہ پر مکھی راگندہ خوری ست اور نزدیک عقل اور اہل شرع کے جو وقت اُس جماعت بیقدر کو ان چیزوں کے ساتھ نفع اُٹھاتے دیکھیں اور ضرر انکا بھی تقاضا اُس انتفاع کو کرے اور وہ لوگ اپنے تئیں موافق حکم شرع کے اُس سے بند کریں بہت بڑا نفع حاصل ہوتا ہے کہ صبر کے ثواب کے مستحق ہونگے واغانا یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب یعنی دیا جاویگا صبر کرنیوالوں کو ثواب اُنکا بے شمار دوسرے یہ ہے کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ پیدائش اُس چیز کی کہ بیچ زمین کے ہے مقدم اوپر پیدائش آسمانوں کے ہے اور یہی مضمون سورہ حم السجدہ میں صراحت کے ساتھ مذکور ہے اور وہ سورہ والا نازعات میں مذکور ہے کہ والارض بعد ذالک دحٰھا صراحۃً دلالت کرتا ہے کہ دحو زمین کا یعنی چوڑا کرنا اور بچھانا اُسکا بعد پیدائش آسمان کے اور برابر کرنے اُسکے کے بلکہ بعد ترکتوں ساتوں آسمانوں کے ہے اور بعد

موجود ہونے دن، اور رات کے، اور یہ ظاہر ہے کہ پیدائش زمین، اور اُس چیز کی کہ زمین میں ہے بجز پھیلانے زمین کے ممکن نہیں پس دونوں آیتوں کے مضمون میں تعارض اور تناقض ہوا اور وجہ
اسکے یہی خلل ہے کہ خلق لکم ما فی الارض جس سے کہ دلالت اوپر اسکے کرتا ہے کہ جو کچھ زمین میں ہے ابتدا پیدائش اُسکی سے خطاب تک متقدم اوپر تسویہ آسمانوں کے ہے اسواسطے کہ
ثم استوی الی السماء، بعد خلق لکم ما فی الارض کے مذکور ہے۔ اور اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ آسمان کی پیدائش پیچھے ہوئی اور یہ بات مخالف حس اور بداہت کے ہے قطع نظر اس سے کہ معارض
دوسری آیت کے ساتھ ہو جواب اسکا یہ ہے کہ خلق لکم ما فی الارض یعنی قدر لکم کے سمجھنا چاہیئے اور ایسے ہی سورۂ سجدہ میں وجعل فیہا رواسی من فوقہا وبارک فیہا وقدر
فیہا اقواتہا اسو سکے کہ پیدائش جمیع ما فی الارض کی بدون حرکتوں آسمانی کے واقع نہیں پس تسویہ آسمانوں کا متاخر نہیں ہو سکتا ہے اور بعضے مفسرین نے کہا ہے کہ حوذ میں کا
متاخر پیدائش آسمان کی سے ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ تسویہ آسمان کا زمین کی پیدائش سے پیچھے ہے اور یہ قول مفسرین کے سبب غفلت کرنے عموم ما فی الارض جمیعا کی سے ناشی ہیں
اور اس آیت کے مضمون سے بھی غفلت ہے ورفع سمکہا فسویہا واغطش لیلہا واخرج ضحیہا والارض بعد ذلک دحہا البتہ یہ احتمال ہے کہ اول زمین کو نہایت چھوٹا سا پیدا کیا ہو
اُس میں انہوں پہاڑوں کے اور برکت نہروں اور چشموں کی رکھدی ہو اور قوت حیوانوں کی اُسمیں مقدر کی ہوں بعد اُسکے طرف آسمان کے متوجہ ہو کر اور اُسکو سات آسمان بنا کر گوش
میں لاکر نور اور ظلمت رات دن کی ظاہر کر کے پھر زمین کو بچھا کر چوڑا اور فریخ کیا ہو اوپر اس احتمال کے سب آیتیں مطابق ہوتی ہیں مگر ملق الارض جمیعا کو مخصوص اصول معاون اور
اور نباتات کے ساتھ کر ناظر رہے یعنی مادے معادن اور نباتات کے پیدا کئے اور اگر تمام چیزیں زمین کی مراد لیں وہی خلل لازم آویگا کہ آسمانوں کی پیدائش سے پہلے زمین کی چیزیں پیدا ہوئیں
اور یہ بعید ہے اور حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے تائید اسی احتمال کی منقول ہے کہ فرمایا ہے خلق اللہ الارض فی موضع البیت کھیأۃ الفہر علیہا دخان ملتزق بہا ثم اصعد الدخان
وخلق منہ السموات وامسک الفہر فی موضعہ وبسط منہ الارض فذلک قولہ کانتا رتقا یعنی پیدا کیا اللہ تعالی نے زمین کو بیت اللہ کی مانند ایک غلولہ پتھر کے
کہ اوپر اُسکے دھواں لپٹا ہوا تھا پھر بلند کیا دھویں کو اور پیدا کئے اُس سے سب آسمان اور ٹھیرا رکھا اُس غلولہ کو اپنی جگہ اور پھیلائی اُس سے زمین پس یہی ہے مضمون قول
اُسکے کہ کانتا رتقا یعنے تھے آسمان اور زمین مونہ بند سے یعنی ایک چیز تھے اِس جگہ میں کتنے فائدے جاننے چاہئیں اول یہ کہ ساتھ روایت سدی کے ابن عباس رضی اللہ عنہ
سے ایسا منقول ہے کہ پہلے پیدائش آسمان اور زمین کی سے دو چیزیں موجود تھیں عرش اور پانی جب ارادہ الٰہی ساتھ پیدائش آسمان اور زمین کے متعلق ہوا پانی سے ایک دھواں اٹھا اور
سبب اُس دھویں اُٹھنے کا بعضی روایتوں میں ایسا آیا ہے کہ ہوا کو اُسکے اوپر مسلط کیا اور بسبب اُس ہوا کے پانی میں موج اور جنبش پیدا ہوئی اور بسبب سختی حرکت کے گرمی پانی میں موجود ہوئی اور
اس سبب سے دھواں پیدا ہوا اور اس دھویں نے اوپر کی طرف کو صعود کیا اور وہی دھواں مادہ آسمان کا ہوا کہ دوسری آیت میں اُسکی طرف اشارہ ہے ثم استوی الی السماء وہی دخان
پھر تھوڑے سے پانی میں خشکی اور تحجر پیدا ہوا اور وہ مادہ زمین کی پیدائش کا ہوا پس پہلے اُس زمین کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے سات زمینیں بنائیں بعد اُسکے طرف مادۂ آسمان کے متوجہ ہوا اور اُسکے
سات آسمان بنائے اور ان روایتوں میں پیدائش زمین کی چار دن میں اس تفصیل کے ساتھ ذکر کی ہے کہ یکشنبہ کے دن ابتدا پیدائش دھویں کی کہ مادہ آسمان کا ہے اور پیدائش کچھ جمی ہوئی کہ مادہ
زمین کا ہے وقوع میں آئی اور دوشنبہ کے دن زمین کو سات ٹکڑے بنایا اور سہ شنبہ کے دن پہاڑ و نخوز مین پر قائم کیا اور نہر و نکو جاری کیا اور چہار شنبہ کے دن درختوں کو اگایا اور قوت جانور و نکا
کہ دانہ اور گھاس ہے اُنمیں پیدا کیا اور پنجشنبہ کے دن آسمان کے مادہ کی طرف متوجہ ہوا اور اُسکو سات آسمان کئے اور جمعہ کے دن ہر آسمان میں ستارے پیدا کئے اور گوش ہر ستارے کی مقرر فرمائی اور
فرشتوں کو واسطے کار بار ہر ایک آسمان کے قائم کیا پس تمام پیدائش جہان کی چھ دن میں اس تفصیل کے ساتھ پائی گئی جیسا کہ سورۂ حم السجدہ میں اس تفصیل کی طرف اشارہ فرمایا لیکن ایک اشکال اسجگہ آتا ہے
اور وہ یہ ہے کہ وجود رات دن کا آفتاب کے طلوع اور غروب پر موقوف ہے پس پہلے پیدائش آسمان اور زمین سے رات دن کا ہونا کیونکر ہو سکے بعضے علماء نے جواب اس اشکال کا ایسا دیا ہے کہ مراد ان
دنوں سے حقیقت دنوں کی مراد نہیں بلکہ اتنی مدت مراد ہے یعنی تمام پیدائش جہان کی اتنی مدت میں واقع ہوئی کہ اگر اُس مدت کو اوپر مدت رات دن کے قیاس کریں چھ دن حساب میں ہوئیں
اور بعضے علماء نے ایسا کہا ہے کہ رات دن جیسا کہ طلوع اور غروب آفتاب کے سبب سے ہوتا ہے ایسے ہی اور حرکتوں اور حوادثات سے بھی متصور ہے پس احتمال ہے کہ پہلی پیدائش آسمان اور زمین کی
سے نور عرش کا کسی وقت میں پھیل جاتا ہو اور اُس وقت کو دن کہیں اور کسی وقت میں چھپ جاتا ہو اور اُس وقت کو رات قرار دیں جیسا کہ اب بھی بعضے مقاموں میں رات دن اِس حساب سے
نہیں ہوتا ہے جیسا کہ ارض تسعین میں رات دن اور ہی طرح سے ہے کہ چھ مہینے رات اور چھ مہینے دن شمار میں آتا ہے پس اول عمل سے آخر سنبلہ تک سکون کہتے ہیں اور اول میزان سے
آخر حوت تک اُسکو رات ٹھیرانے ہیں، سو قیاس پر جب کہ آفتاب موجود نہ تھا اور حرکتوں اور حوادث کے ساتھ تعیین رات اور دن کی ہوئی ہو اور اسی حساب سے پیدائش تمام جہان کی چھ دن کی
مدت میں ہوئی ہو اور محققین اسکے اوپر ہیں جیسا کہ رات اور دن بسبب حرکات سابقہ کے معین ہوتے ہیں ایسے ہی بسبب حرکات لاحقہ کے بھی معین ہو سکتے ہیں پس جس مدت میں پیدائش آسمان
اور زمین کی ہے اسی مدت کا نام دن رکھدیا اور پیدائش اُسکی اُسی کے ساتھ محدود اور مختص ہوئی جب ایک کام کیا ایک دن ہو گیا دوسرا کام کیا دوسرا دن ہوا پس دنوں کے معنی وقعاتیکے ہیں
یعنی چھ بار توجہ اُسکی ہوئی دو بار توجہ طرف آسمان کے ہوئی ایک بار واسطے جدا کرنے مادہ اُسکے کے ہیولا مشترکہ سے کہ اُسکو پانی کے ساتھ تعبیر فرمایا ہے اور دوسری بار توجہ اُسکی طرف واسطے

فارسے ترجمہ پیدائش آسمان اور زمین کے

ڈالنے صورتوں اُنکی کے ہوئی کہ وجود ستاروں اور ترتیب سات آسمانوں اور صادر ہونا حرکتوں خاص خاص تمام آسمانوں کا بطفیل اُنہیں صورتوں کے ہے اور چار دفعہ توجہ طرف زمین کے پائی گئی ایک بار واسطے جدا کرنے مادہ سفلیات کے اور دوسری بار واسطے پیدا کرنے صور بسیطہ کے اور تیسری بار واسطے افاضہ صور معدنیہ کے اور چوتھی بار واسطے القائے صور نباتیہ کے کہ اکثر قوت حیوانات کی اُس سے حاصل ہوتی ہے اب یہاں بیان کرتے ہیں کہ صحیح مسلم اور تاریخ بخاری اور صحیح نسائی اور دوسری کتابوں حدیث میں ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اُسکا پکڑا اور اوپر اُ مخلوقوں اُنکی کے شمار کیا اور فرمایا خلق اللہ تربۃ یوم السبت وخلق فیہا الجبال یوم الاحد وخلق الشجر یوم الاثنین وخلق المکروہ یوم الثلثاء وخلق النور یوم الاربعاء وبث فیہا الدواب یوم الخمیس وخلق آدم یوم الجمعۃ بعد العصر یعنی پیدا کیا اللہ نے زمین کو ہفتہ کے دن اور پیدا کئے اُسمیں پہاڑ یکشنبہ کے دن اور پیدا کئے درخت دوشنبہ کے دن اور پیدا کیں مکروہ چیزیں سہ شنبہ کے دن اور پھیلائے بیچ اُسکے چوپائے چہارشنبہ کے دن اور پیدا کیا آدم کو دن جمعہ کے بعد عصر کے اور اس روایت اور پہلی روایت میں ظاہر میں تعارض اور تناقض ہے جواب اسکا یہ ہے کہ اس حدیث میں بیان ابتدا پیدائش آسمان اور زمین کا نہیں بلکہ بیان پیدائش زمین کی چیزوں کا ہے کہ یہ پیدائش بارہ روز ہو بلکہ اُن کی پیدائش میں آپس میں فاصلہ پڑا ہوا جو فائدہ دوسرا یہ کہ آسمانوں کی ذاتیں اور جوہر اُنکے مغائر ہیں جوہر مبنی کے ہیں پس وہ کہ بیچ روایتوں بیچ ابن انس اور سلمان فارسی اور کعب احبار کے واقع ہوا ہے کہ آسمان دنیا کا ایک موج سے معلق کھڑی ہوئی اور آسمان دوسرا چاندی سفید کا ہے آسمان تیسرا لوہے کا ہے اور چوتھا آسمان تانبے کا اور پانچواں سونے کا اور چھٹا زمرد سبز کا اور ساتواں یاقوت سرخ کا اور دوسری روایتوں میں بھی مانند اسکے ہے ان سب کی بنا اوپر تشبیہ کے ہے یعنی اُن جواہر کو اگر دنیا کے جواہر پر قیاس کریں یہ تشبیہ دیکھتے ہیں اور اسی واسطے ان روایتوں میں اختلاف بہت آیا ہے اور یہ دلیل ہے اس بات کی کہ کلام کی بنا اُوپر تشبیہ کے ہے فائدہ تیسرا کہ اہل حکمت نے بمقتضائے حرکتوں معلومہ اپنی کے مقرر کیا ہے کہ آسمان کے نو طبقے ہیں پہلے آسمان کو اوپر کی طرف سے فلک الافلاک کہتے ہیں اور یہ کہ یں روزمرہ کی طلوع اور غروب آفتاب کا اور اور ستاروں کا کہ ہر خاص اور عام جانتے ہیں اُسی کی طرف نسبت کرتے ہیں اور دوسرے طبقہ کو فلک الثوابت کہتے ہیں اور حرکتیں آہستہ آہستہ شمالی کی بسبب اُن کی صورتوں اور برجوں کے اور منزلوں کے بیچ بیش ہوتی ہیں اُس کی طرف نسبت کرتے ہیں اور دوسرے آسمان دوسرے ہیں کہ سات ستارہ سیارہ کہ ایک ایک ستارہ ہر ایک آسمان میں علی التقریب ثابت کرتے ہیں اور وہ ترتیب یہ ہے بلیت قمر است وعطارد ونہرہ + شمس ومریخ ومشتری وزحل + اور ہرگاہ کہ دلیلیں نقلیہ تمام دلالت اسکے اوپر کرتی ہیں کہ عدد آسمان کے سات ہیں پس واسطے تطبیق کے درمیان معلومات اپنی کے اور اوراق نقلیہ کے کہتے ہیں کہ اُن دو آسمان کو عرش اور کرسی کہتے ہیں لیکن یہ سب مبنی اوپر تکلفاتکے ہیں جیسا کہ پوشیدہ نہیں اور یہ احتمال ہے کہ ان ساتوں آسمانوں کا ایک فرشتہ مدبر ساتھ حرکت یومیہ کے سب کو حرکت دیتا ہو اور تمام ستارے ثوابت آسمان زحل کی پشت کے اوپر گڑے ہوئے ہوں اور زحل آسمان کے مثابے میں ثابت ہو پس سات آسمان سے زیادہ ثابت نہ ہونگے اور وہ کہ عرش اور کرسی کے اوصاف میں بیچ روایات شرعیہ کے آیا منطبق اوپر اُن دو آسمانوں کے کہ معلوم قرار دیتے ہیں نہیں ہو سکتا پس بہتر یہ ہے کہ عدد آسمانوں کے سات اعتقاد کرنے چاہئیں اور عرش اور کرسی سوا اُنکے ثابت ہوویں ابو الشیخ نے حضرت امیر المومنین علی مرتضی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی ہے کہ نام آسمان دنیا کا رفیع ہے اور نام آسمان ساتویں کا مرلم اور ابن المنذر نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ سبیں السموات التی فیہ العرش وسبیں الارضین الٰی اتم علیہا وابن ابی حاتم نے وہیع بن سے روایت کی ہے کہ سمعت علیا ذات یوم یحلف والذی خلق السماء من دخان وماء اور بیہقی نے کتاب الاسماء والصفات میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ تفکروا فی کل شیٔ ولا تفکروا فی ذات اللہ فان بین السماء السابعۃ الی کرسیہ سبعۃ الاف نور وھو فوق ذلک یعنی فکر کرو تم بیچ ہر شے کے اور نہ فکر کرو تم بیچ ذات اللہ کے اسواسطے کہ درمیان ساتویں آسمان کے کرسی تک سات ہزار نور ہیں اور وہ فوق اُسکے ہیں اور اس جگہ میں جاننا چاہئے کہ تعدد عرش اور کرسی کا یعنی جدا جدا ہونا اُنکا بیک دلیل سے ثابت نہیں بلکہ بہت دلیلوں سے ایسا سمجھا جاتا ہے کہ ساتوں آسمانوں کے اوپر بہت فاصلہ سے انوار بیشمار موجود ہیں ایک جسم نورانی ہے کہ اُسی جسم کا کبھی عرش نام فرمایا ہے اور کبھی کرسی اور وہ ذی جسم تمام آسمانوں اور زمین کو گھیرنے والا ہے جیسا کہ بیچ آیت وسع کرسیہ السموات والارض میں بھی اس طرف اشارہ ہے اور واللہ اعلم حاصل یہ ہے آدمی کو کہ ساتھ ایسی شرافت کے ممتاز فرمایا اور تمام مافی الارض کو اُسکے واسطے پیدا کیا اور ساتوں آسمان کو واسطے کار و بار اُسکے کے درست کیا اس سبب سے ہے کہ وہ جمع کرنیوالا دونوں اسرار یعنی اسرار خدائی اور اسرار عالم کا اور قابل اللہ تعالیٰ کی خلافت کے ہے اور پر تمام عالم کے رہنے والوں کے اسواسطے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوقات طرح طرح کی پیدا کی ہیں بعضی علوی اور بعضی سفلی اور وہ باوجود خالق ہونے اور مالک ہونے کے بے احتیاج ایسا ہے کہ کسی شے کے ساتھ آپ نفع نہیں اُٹھاتا اور کچھ اُسکو غرض نہیں اسواسطے کہ اگر وہ بھی کسی چیز کے ساتھ نفع اُٹھاوے احتیاج اُسکو لازم ہووے اور محتاج ہونا منافی صمدیت اُس کی کے ہے پس ضرور ہوا کہ کوئی مخلوقات اُسکی کے ایسی مخلوق ہو کہ ساتھ اخلاق الٰہی کے متخلق اور ساتھ اوصاف اُسکے متصف ہو اور تعظیم اور عبادت کرنا اور امر اور نواہی اُس کی کا اور سیاست مخلوقات کی اور تدبیرات کاموں اُنکے کی اور نگاہ رکھنا انتظام خلق کا اور مشغول کرنا اُنکا ساتھ بندگی خدا تعالیٰ کے اُس سے ہو سکے والا یہ تمام مخلوقات طرح طرح کی معطل اور بیکار رہیں اور یہ حکمت کے خلاف ہے پس اس تدبیر سے گویا اس خلیفہ کے سبب سے تمام چیزوں کے فائدے اور نفعے اُس نے ظاہر کئے جیسا کہ

کہنے والے نے کہا ہے بیت سرمدکہ عندلیب ست پروائے زر ندارد ۔ یا رش گل راست وگل راکیک مشت زر ضرور ست ۔ اور جب ایسا ہوا پس خلیفہ کے حق میں یہ بات ضرور ہوئی کہ بعد پیدائش تمام انواع کے پیدا ہوتا کہ نفع اُٹھانا تمام مخلوقات سے اُسکو حاصل ہو ۔ اور دوسری چیزیں جہاں کی مانند مصالح اور اسباب جانگی کے کہ گھر والیکو اُن سے گریز نہیں پہلے موجود ہونے اُسکے سے تیار ہوکر ساتھ زبان استعداد اُن کی کے خلیفہ کی خواستگار ہوئیں اور زبان حال اُن کی اس کلام کے ساتھ بولنے والی ہو کہ مصرع متی تترکب الفاتحۃ المسرحۃ ۔ اور وہ شخص کہ قابل اُن امور کے ہو بجز انسان کے نہیں اسواسطے کہ انسان کے پیدا ہونے سے پہلے جن چیزوں کو شعور اور ارادہ دیا ہے دو قسم سے زیادہ موجود نہ تھیں فرشتے اور جن ۔ اور فرشتے اسباک کے لائق نہیں ہیں کہ تمام اشیا علوی اور سفلی سے نفع اُٹھاویں اسواسطے کہ بہت حاجتوں سے وہ بری ہیں عورت اور فرزند اور کھانا اور پہننا اور جو چیزیں اُنکے لوازم سے ہیں اُنکو درکار نہیں کہ شہوت اور غضب نہیں کہتے ہیں اور جن ہر چند کہ شہوت اور غضب کہتے ہیں لیکن قوت خیالیہ اور قوت عقلیہ اُن کی کے غالب ہے یہانتک کہ جس چیز کو خیال کرتے ہیں اُسکو واقعی جانتے ہیں مانند اُلو کو نیکے کہ ہاتھ کے اوپر سوار ہوکر اپنے تئیں حقیقت میں سوار گھوڑے کا جانتے ہیں اور لکڑی کی سواری کو گھوڑا سچا سمجھتے ہیں پس جو اگر تمام مخلوقات کو اُنکے نفع میں خرچ کیا جاوے بجز تخیل کے منافع کاملہ انجام اُن سے نہ ہوگا اور مقصود یہ ہے کہ حقیقت منفعتیں اُن چیزوں کی بے کم وکاست ظہور پکڑیں اور علاوہ اسکے جن ایک مثال پر قایم اور باقی نہیں رہتے ہیں اور اُنکے حرکات اور سکنات بسبب غلبہ خیال اور رنگ برنگ ہونے قولوں اور فعلوں اُنکے کے بدلتے رہتے ہیں پس آثار دائمی کہ ثبات اور بقا اُن میں پایا جاوے اُنکے اندر ممکن نہیں جیسا کہ کہا ہے شعر فخاندن وم علی حال تکون بھا ۔ کاتلون تعتوبھا الغول ۔ بلکہ اگر نظر بغور کیجاوے تو ظاہر ہووے کہ رتبہ جنوں کا بہ نسبت رتبہ دیوں کے ایسا ہے جیسا کہ رتبہ نقالوں اور بہروپیوں کا بہ نسبت اُن لوگوں کے جن کی نقلیں قولوں اور فعلوں اور شکلوں اور لباسوں کی کرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ عرس التکحل فی العینین کا لکحل اور بھی جنوں کو بسبب لطافت بدنی اور قدرت فرار اور نفوذ کرنیکی تنگ جگہوں اور سام باریک میں اور بسبب غلبہ ناریت کے اور مزاج اُنکی کے متصف ہونا ساتھ تمام اخلاق الٰہیہ کے مثل صبر کے اور حلم کے اور متانت نفس کے اور مانند اُسکے کے ممکن نہیں اور اکثر چیزوں کی طرف ۔ جیسا کہ قلعہ اور حویلی اور عمارتیں اور ہتیار اور مانند اُنکے حاجت اُنکو نہیں اور نہ ایسی چیزوں سے اُنکو انتفاع ہے پس یہ فرقہ مانند فرشتوں کے منافع تمام مخلوقات کا اُنکے استعمال میں لاسکتے جیسا متصف ہونا ساتھ تمام صفات بانیہ اور تخلق ہونا ساتھ تمام اخلاق الٰہیہ کے اُنکے تئیں میسر نہیں پس تمام مخلوقات میں سے آدمی کو لیاقت اس منصب کی ہوئی اور اگر کوئی انکار اس امر کا کرے اُسکے روبرو قصہ حضرت آدم کا یاد دلا ۔ وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ یعنے اور یاد دلا اُسوقت کو کہ فرمایا پروردگار تیرے نے واسطے ظاہر کرنے فضیلت آدم کی پہلے پیدائش اُس کی سے تاکہ بعد پیدا ہونے اُسکے کے کوئی اُسکو نظر حقارت سے نہ دیکھے اور نابعدری حکم اُس کے سے عار نکرے لِلْمَلٰٓئِكَةِ یعنی فرشتوں کو اسواسطے کہ منافع تمام مخلوقات کے حقیقت میں فرشتوں کے ہاتھ میں بسبب اسکے کہ محافظت مخلوق کی اور ظاہر ہونا خواص اُنکے کا اللہ تعالیٰ نے ہمیں لے سپرد کیا ہے اگر گردش آسمانوں کی بھی حوالہ اُنکے ہے پس تمام جہان بمنزلہ ایک آباد شہر کے ہے کہ فرشتوں کے ہاتھ میں سونپ رکھا ہے اور اُسکے عامل اور کارکن اُنہیں کو مقرر کیا گیا اور جب تک یہ فرشتے اطاعت خلیفہ حق کی نکریں نصرف اُس خلیفہ کا کسی چیز میں جاری نہو ۔ مثلاً اگر انسان تخم زمین میں بووے جبتک کہ وہ فرشتے کہ اُسکے اُگانے پر متعین ہیں اطاعت اُوسکی نکریں کھیتی اور درخت زمین سے نہ نکلے اور معنی خلافت کے تحقق نہوں اور کیا دکھیا اُسکا برابر ہو جاوے اور جس وقت یہ فرقہ تابعداری اور اطاعت قبول کرے پھر کسی چیز سے نافرمانی اور سرکشی متصور نہو اسواسطے کہ زمام اختیار کی اُنہیں کے ہاتھ میں ہے اور حیوانات اور جن ہر چند کہ بعض ارادہ اور اختیار رکھتے ہیں لیکن فرشتوں کی تسخیر کے مقابلہ میں وہ ارادہ اور اختیار اُن کا بالکل باطل اور لغو ہو جاتا ہے جیسا کہ جن وقت حاضر ہونے سوکلوں کے لاچار ہوتے ہیں اور جانور سائیسوں کے ہاتھ میں عاجز بنتے ہیں پس جسوقت کہ قبول کرو انا خلافت حضرت آدم علیہ السلام کا تمام جہان کے رہنے والوں سے منظور تھا اول فرشتوں کو اُسکی طرف جھکایا اور تابعدار کیا تاکہ اور چیزیں چار و ناچار اُسکی طرف جھکیں اسی واسطے بس وقت خلافت آدمیوں کی حضرت سلیمان علی نبینا وعلیہ السلام کے وقت میں اپنے کمال کو پہونچی جن اور ہوا اور مخلوقات بے سر کو فرشتوں نے چار و ناچار فرمانبردار کیا اور حکم اُوپر اُن مخلوقات کے چلایا بلکہ بیچ شرع محمد حضرت آدم علی نبینا وعلیہ السلام کے بھی جانوروں سے اسی طرح کی تسخیر سے ظاہر ہوئی تھی جیسا کہ تواریخ میں مذکور ہے اور اسواسطے سب موجودات میں سے خطاب خاص فرشتوں کی طرف فرمایا اور ارشاد کیا کہ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً یعنی تحقیق بنانیوالا ہوں زمین میں ایک خلیفہ کہ خلافت میری کرے زمین کی ۔ اور چیزوں میں بغیر تصرف کرنے اسباب اُنکے میں کہ آسمان سے اُنکا ربط ہے متصور نہیں پس ہر چند وہ خلیفہ عناصر زمین کے سے پیدا ہوا اور کون اور فساد کی جگہ ٹھہرایا اُسمیں موضع آسمانی ہیں ہم پھر کہیں گے کہ بسبب اُس روح کے آسمان کے رہنے والوں اور ستاروں کے موکلوں پر حکم چلاوے اور اُنکو اپنے کام میں مصروف کرے جیسا کہ کہنے والے نے کہا ہے بیت گدائے مصطبہ ایم کیکہ وقت مستی میں ۔ بہ کہ نازبر فلک وحکم برستارہ کنم ۔ اور طریق خلافت دینے کا اُس خلیفہ کو یہ تھا کہ موضع اُسکی کا نمونہ صفات اپنی کا عطا فرمایا یعنی علم اور حکمت کہ اُسمیں کہ رہو یا کم مراد و دریافت کرنے کلیات اور قاعدوں کے سے ہے اور ارادہ اور اختیار دیا کہ بسبب ارادہ کلیہ کے برانگیختہ ہوتا ہے اور قصد کرتا ہے کہ نظامات کلیہ جہان میں ظاہر ہوں اور مدتوں تک باقی رہیں اور سمع اور بصر اور کلام عنایت کیا بیچ پورا کرنے اس مراد کے اور سرانجام پہونچانے اس مہم کے صرف ہوتے ہیں پھر اُسکو قدرت دی کہ نمونہ قدرت اُس کی کا ہے ساتھ اسطرح کے کہ جیسا مقدمہ کا ملا الٰہی بسبب ہے موجود ہونے چیزوں کی کہ جنکے آثار واقع میں ثابت اور قائم ہیں ایسے ہی قدرت اس خلیفہ کی سے بسبب جمع اور تفریق اور تحلیل اور ترکیب وغیرہ کے بہت چیزیں بلیاقی

ہیں اور اسوجہ سے وہ مصنوعات مختلفۃ الآثار موجود ہوتے ہیں کہ مدتوں تک باقی رہتے ہیں پس بیچ تمام صفتوں اور آثاروں کے نمونہ صفات الٰہی کا ہوا اور معنی خلافت کے تحقق ہوئے اور علم و حکمت اس مرتبہ کو پہونچا کہ قواعد کلیہ ہر نظام کے دریافت کئے اور علم کیمیا اور ہدلنے کانوں کی چیزوں کا اور سوا اسکے آسخراج کیا گویا محافظت انتظام بدون انسانی اور حیوانی اور زبانی اور معدنی کو اپنے قابو میں لیا بلکہ نظام اصلاح نفس اور ترقی بخشنے مرتبہ آسمانی کے پست درجہ سے اور سلسلہ کے نزدیک مراتب سلوک کا بھی مالک ہوا اور بسبب اس علم شریف کے ملکوت آسمان میں بھی تصرف کرنا پکڑا اور طریق مسخر کرنے ستاروں کی قوتوں کا اور نابعد کرنا موکلوں کا بھی جانا اور اس مرتبہ کی قدرت کو پہونچا کہ مختلف چیزوں کو جمع کر کے ایک شے مرکب بنالی جیسا کہ شہد اور سرکہ سے سکنجبین درست ہو جاتی ہے اور شورہ اور گندک سے بارود اور قند اور ملہل سے شربت اور تفریق اجزا چیزوں کی بھی کر لیتا ہے یعنے بعضے جزء جدا ہو جاویں بعضوں سے جیسا کہ عبدالرزاق نے عجیبت اور جمع بیت کا بار الجمین سے اور عبدالرزاق سمیت کا زہر دار چیزوں سے کشتہ کر کے اور بعضے اجزا رشیائی تحلیل بھی کر سکتا ہے جیسا کہ گلاب اور عرقیات کے کھینچنے سے اور جدا جدا دواؤں کو اس طرح ترکیب کر لیتا ہے کہ نیا مزاج اُن پر آجاتا ہے جیسا کہ تریاق فاروق اور معجون طیوس اور بعضی چیزوں میں تصرف اپنا کر کے صورتیں نئی ڈالتا ہے جیسا کہ برتن اور اقسام زیور کے کہ کانوں کی چیزوں سے بناتے ہیں اور توپ اور بندوق کہ انہیں چیزوں سے تیار کرتے ہیں اور خواص نئے نئے کہ زیادہ حد سے ظہور میں آتے ہیں اور سمع اور بصر میں ایسی گنجائش پیدا کی کہ آلات رصدیہ کی استعانت سے آسمان کے اور پستاروں کو شمار کر لیا اور مقدار ہر کتیں جسموں علویہ کی یہانتک کہ دقیقے اور ثانیہ ثالثہ دیکھنے شروع کئے اور ساتھ استعانت آلات موسیقی کے مسموعات سے حظ حاصل کئے اور اُن مسموعات سے کہ مراد نغموں مختلف سے ہے لذتیں اور کیفیتیں جدا جدا پیدا ہوئیں کہ قوت سامعہ آدمی کی اُس سے بہرہ مند ہوئی اور کلام میں بھی ایسی وسعت اور تعمق کہنا ہے کہ نہایت اسکی ظاہر نہیں طرح طرح کے مضمون کوئی ہجو کا اور کوئی مدح کا اور کوئی معشوق کے حسن کا بیان کرنے لگا اور نمونہ قدرت الٰہی کا کہ طرح طرح کی چیزوں میں باعتبار جمع اور تفریق اور ترکیب اور تحلیل اور حکایت اور تصویر کے ظاہر کرتا تھا بعینہ لفظ اور معنی میں جاری کر کے کارخانہ درست کیا کہ ایسا طریق بجز انسان کے اور مخلوقات کے خیال میں نہیں گنجایش کہنا ہے عالم نقط اور معنی کا ایک نمونہ عالم اجسام اور اعراض کا کیا پھر واسطے محافظت الفاظ غیر قارہ کے کہ ان وجود کو قیام نہیں ایسی تدبیر سوچی کہ ساتھ صناعت قلم اور کاغذ کے اُن امور غیر قارہ کو ثبات اور دوام دیا اور اُن الفاظوں کے نقشوں کو قائم مقام اُنکے کیا اور اس امر میں ایسا حرکیا کہ حرف منقوط اور غیر منقوط اور متحرک اور ساکن بلکہ اظہار اور اخفار کا اور دقائق خفیہ سب کی شکلیں مخصوص کر دیں تاکہ جو شخص کہ دور ہے وہ بھی معلوم کر لے اور ہر گاہ کہ مدار اس خلافت کا دو چیزوں پر تھا اول علم ساتھ قواعد اور کلیات ہر نظام کی نظامات الٰہیہ سے دوسرے متوجہ کرنا قصد اور اختیار کا موافق اُس نظام کے تاکہ حکایت اُس نظام کی کرے یا محافظت اور باقی رکھنے اُسکے میں کوشش کرے گذر فرشتوں کو یہ بات حاصل ہونی ممکن نہیں سواسطے کہ دلالا نکو علم قواعد اور کلیات ہر نظام کا حاصل نہیں ہو سکتا ہے غایت کمال اُن فرشتوں کا یہی ہے کہ جن خدمات اور نظامات کے واسطے مقرر ہیں اُنہیں کے قواعد اور کلیات کو پہچانتے ہیں دوسرے نظام کا اُنکو علم نہیں حاصل قوت بصریہ کے کہ آدمی کے بدن میں ہے نظام صوت اور متعلقات اُسکے سے بے خبر محض ہے یا قوت سمعیہ کہ نظام رنگتوں سے مطلق غافل ہے اور اوسی قیاس کے تمام قوتیں اور حواس کہ ہر ایک کام کے ساتھ مشغول ہے اگر دوسرے کار کے ساتھ مشغول ہو سلسلہ اُس کام کا برہم ہو جاوے اور ثانیاً قصد و اختیار موافق معلومات اپنی کے بھی اُنکو ممکن نہیں اسواسطے کہ اُنکو اختیار موافق طور اُنکے کے نہیں دیا ہے بلکہ موقوف اپنی مرضی پر رکھا ہے اور تابع حکم اپنے کا کیا ہے کما قال لا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَھُمْ یُسْئَلُوْنَ یعنی نہیں پوچھتے ہیں ہم مگر ساتھ حکم رب تیرے کے لا یعصون اللّٰہ ما امرھم ویفعلون ما یؤمرون یعنی نافرمانی نہیں کرتے ہیں اللہ کی اُس چیز میں کہ امر کیا اُنکو اللہ نے اور کرتے ہیں وہ چیز کہ حکم کئے جاتے ہیں اور فاعل اس منصب کے وہی کہ اختیار اُسکا طور اُسکے جبلتوں بلکہ ارادہ اپنا تابع ارادہ اُسکے کا کریں یہاں تک کہ جس چیز کا ارادہ کرے خود سر انجام اُسکا فرما کر اُسکے عوارف کو دیں اور نافرمانی اور مخالفت حکم اُس کے کی بھی اُس سے متصور ہو اور یہی اسقدر قابل صور ہوس انسان کے قابل خلافت اُنکی کے نہیں ہیں لیکن فرشتوں نے لفظ انی جاعل فی الارض خلیفہ سے سمجھا کہ جب یہ خلیفہ زمین میں پیدا ہوئے اور عناصر مختلفہ زمین کے سے نفع اُٹھاوے ضرور ہے کہ خواہش لذات سفلیہ کی جبلت اُس کی میں کہی جاوے کہ مادہ اسکا بھی اس خواہش کو چاہتا ہے اور بھی غرض کہ خلافت اُس کی سے منظور ہے یعنی انتفاع بنا زمین کی چیزوں سے بجز اس نوع خواہش کے سر انجام نہیں ہوتی ہے پس اسمیں قوت شہویہ زور و شور کے ساتھ ہوگی اور قوت غضبیہ بھی واسطے دفع کرنے مزاحم اور معارض کے جوش کریگی تقاضا بعضے جزیوں اُسکے کا بلکہ تقاضا صورت جامعہ اُسکے کا ہے اور یہ دونوں قوتیں ایسی ہیں کہ بسبب اسکے برہم ہونا نظام صالحہ کا ہو گا اسی واسطے بطریق استفسار دریافت سے جناب الٰہی میں قَالُوْا اَتَجْعَلُ فِیْھَا یعنی عرض کی فرشتوں نے کہ پیدا کرنا خلیفہ کا زمین میں اگر محض اس واسطے ہے کہ زمین کو آباد کرے اور اصلاح اُسکی کرے پس یہ امر بغیر محتاج ہونے اُسکے کے طرف اشیائے زمین کے ممکن نہیں اور جبکہ ایسا ہے تو اُسکو اصباح مطلق ہیولیٰ کی طرف بڑی قوت شہویہ جوش میں آئی اور جسوقت دوسرا شخص نفع اور لذت لینے سے ساتھ اُن چیزوں کے مزاحمت کرے پس قوت غضبیہ حرکت میں سوار ہوگی اور نوبت قتل اور جدال کی پہونچے گی پس یہ کارنامہ تم کا خلیفہ واسطے عمارت اور اصلاح زمین کے بیچ نظر ہماری کے موافق حکمت تیری کے نہیں دکھلائی دیتا ہے اَتَجْعَلُ فِیْھَا یعنی آیا متصرف کرے تو اُس زمین میں مَنْ یُّفْسِدُ فِیْھَا یعنی اُس کو کہ فساد کرے اُس میں اور سواسطے کہ وجود اُسکا عناصر مختلفہ سے کہ داعی طرف لذات سفلیہ کی ہیں موقع ہیں آوے گا اور ہر گاہ کہ نمونہ صفات کا مانند تیری کے اُسکی روح میں تجلی فرماوے گا اُن سب کو بیچ کارلذتوں سفلیہ کے صرف کر دیگا اور پیروی شہوت کی کر کے اُن صفات پاک کو ساتھ کدورت کے ملوث کر دیگا مثلاً علم اور حکمت اُسکا بیچ لذتوں نفسانی کے ساتھ طرح طرح

کے حیلوں اور تدبیروں شیطانی کے خرچ ہوگا اور قدرت اُس کی بیچ تمام ناکولات اور شربات اور سائر سحر منہ کے خرچ ہوگی اور ارادہ اور اختیار اُسکا ساتھ گناہوں اور قبایح کے متعلق ہوگا
و بیچ و بصر اُس کی بیچ سننے باجوں اور نسبت اوچش خوری اور سخر انہوں کے اور دیکھنے لڑکوں اور عورتونکے ناگاں ہوگی اور کلام اُس کی بیچ تعریف اور خوشامد مشرکوں کی اور بیجا اور مذمت نیکو کی
اور جبڑ کہنے اور گالیاں دینے اور لعن اور طعن کے خرچ ہوگی پس ایسی مخلوق کو کہ بندہ شہوت اور غضب کا ہو نہ ایسی صفات کا بخشنا ایسی مثال ہے کہ قلادہ جواہر اور مروارید کا کتے کے گلے میں
ڈالنا اور یہ مخلوق ساتھ تقاضا جزر نار یت یعنی کے کہ اُسکے بدن میں ہے اور بپاسی قدر کے کفایت نکریگا بلکہ جس وقت کوئی ہم جنس اُسکا واسطے حاصل کرنے لذتوں اپنی کے اُسکے ساتھ مزاحمت کریگا
اُس غصہ اُسکے کی روشن ہوگی اور واسطے جنگ اور قتال کے مستعد ہوگا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ یعنی اور کریگا بہت سے خون جانوروں پہنے والونکو واسطے گوشت کے کہانے اور پوست لینے
اُنکے کے مارینگا اور جانوروں اُڑنے والونکو بلکہ دریائی مچھلیونکو واسطے بازی اور شکار کے ہلاک کریگا اور اپنے ہم جنسونکو واسطے ملک اور مال کے مار یگا تاکہ میرے شریک نہو جاویں اور ظاہر ہے کہ
سب مخلوقات زمین سے بہتر زی روح ہیں اور حیوان کے تمام جزوں سے بہتر خون ہے کہ جزو قریب بدن ہونیکے واسطے یہی ہے اور جب کہ ایسی جنس عزیز اور شریف کو ساتھ اس بے باکی کے ضائع
کرے اور توقع اصلاحی اُس سے کیا کہنی چاہیئے اور اگر پیدا کرنے خلیفہ کے سے منظور یہ ہے کہ پروردگار اپنے کو ساتھ کمالات اُسکے کے پہچانے اور نقصان اور قصور سے اُسکو پاک جانے
اور کمالات اور پاکی اُسکی زبان سے ظاہر کرے پس ہم اس کام میں کیا قصور رکھتے ہیں وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ یعنی ہم سب تسبیح کرتے ہیں ذات پاک کی بلی ہوئی ساتھ حمد تیری کے کہ اور یہ کمالات
ذات تیری کے ہو پس حق ذات اور صفات تیری کا ادا کرتے ہیں اور ادا کرنا حق ذات کا ساتھ تسبیح کے اور ادائے حق صفات کا ساتھ حمد کے وَنُقَدِّسُ یعنی اور بھی پاک جانتے ہیں ہم افعال
تیرے کو بسبب اسکے کہ خلاف حکمت کا اور عبث اور مفسدہ اُسمیں پڑے اور یہ تسبیح اور تقدیس اور حمد اور پہ کمالات ذاتیہ تیری کے ہم سے صادر ہوتی ہے اَلَّا یعنی محض واسطے تیرے ہے دوسرکو اُسمیں
شرکت نہیں بخلاف اس مخلوق ارضی کے کہ جسوقت کہ بندہ حرص اور ہوا اپنی کا ہوگا جس طرف سے حاصل ہونا مطلب اپنے کا سوچے گا تسبیح اور تقدیس اور حمد اور شکر اپنا اُسی طرف صروف
کریگا اور سب اسباب کی فکر میں ایسا مشغول ہوگا کہ سبب سے غافل ہوگا پس ہماری نظر میں پیدا کرنا ایسی مخلوق کا اور دینا اُسکو منصب خلافت کا کسی وجہ سے موافق حکمت کے نہیں کھلائی دیتا ہے
حق تعالیٰ نے بیچ جواب اس عرض ملائکہ کے قَالَ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ یعنی فرمایا البتہ جانتا ہوں میں قصور تسبیح اور تقدیس تمہاری کا اور قابل ہونا تمہارا واسطے خلافت تیری کے اور تمام عالم کے اور واسطے
ظہور نقشہائے سمائر لطیفہ اور قہر یہ تیری کا مَا لَا تَعْلَمُوْنَ یعنی وہ کہ تم نہیں جانتے ہو اسواسطے کہ معنی خلافت آئینہ اور تجلی اوصاف ربانیہ کی خواص ہیئات اجتماعیہ ترکیبیہ کی سے ہے پس
ایسی ترکیب چاہیئے کہ جمع کرنیوالی دونوں عالم کی ہو اور شہوت اور غصہ کا ہونا بھی اُسمیں ضرور ہے کہ تعلق روح کا بدن کے ساتھ بدون ان دونوں کے باقی نہیں رہتا اور قوت عقلیہ پاک کا ہونا بھی
اُس میں لابد ہے کہ کائنات کی چیزوں کی حکایت اور صورت نظام کل کی اُس میں متصور ہو اور نتیجے ان تینوں قوتوں کی ترکیبے کے ظہور میں آویں اور ظاہر ہے کہ ہر ایک طبقہ ملائکہ کے تئیں پر
کمالات اپنے کے حاصل ہے پس حمد اُن کی انہیں کمالات کے مقابلہ میں ہوگی نہ مقابلہ اُن کمالات کے اوپر یا نیچے اُنکے ہوں اور ایسی ہی تسبیح اور تقدیس بھی وقوع میں آویگی مگر مفید انہیں
نقصانوں کے ساتھ رد ضد اُن کمالات کی ہیں اور دوسرے نقصانوں سے تقدیس نکریں گی پس نہ مقرر کرنا خلیفہ جامع کا ملائکہ کی تقریر اُس سے کہ بیچ وقت مشورہ کے آنہوں نے ظاہر کیا شائل
اُس کی ایسی ہے کہ قوی اور جوارح کسی شخص کے عرض کریں کہ حاجت پرورش غلام کی نہیں ہم سب کفایت کرتے ہیں یہ نہ سمجھے کہ غلام تربیت یافتہ منتظم ہر ایک کار پر مالک اور مربی اپنے کا ہوگا اور
قوی اور جوارح اُسکے فقط ایک شان ظاہر کر سکتے ہیں پس وجود اُنکے سے بیچ حصول ہیئت جامعہ کے کفایت نہیں ہو سکتی اور فرشتوں نے فساد اور بربادیاں قوت شہوت و غضب انسان
کی ذکر کیں مگر ان دونوں قوتوں میں جو دو چیزیں نفع کی تھیں اُن سے غفلت قبول کی یعنی نکو نہ سوچا اول یہ کہ بسبب شہوت اُسکی کو رخانہ حق میں صرف ہوئے کیا کیا نتیجے عمدے اُس سے ظہور میں
آتے ہیں کہ ہر گز نر شتوں کے حوصلہ میں گذریں مثل عالیہ عشق آہی کا اور جوش کرنا محبت کا اور ایسے ہی جو حقیقت تسبیح کی کہ ذکر خفی ہے اُسکی کا ذکر خانہ تو ہیں صرف ہونے جانبازی اور تہلکہ اور جہاد اور غیرت دین کی
وقوع میں آوے سو یہ کہ اگر جہان میں بلیاں اور قباحتیں موجود نہوں معنی تکلیف اور بعثت رسولونکی اور آزمانا اُنکا اور کارخانہ جزا اور امر اور نہی اور ترغیب و ترہیب اور وعدہ اور وعید کا تمام ہم ہو اور صورت
مجازات کی آخرت میں اور آبادی دار الثواب و عقاب کی متحقق نہو اور یہ تمام شیئوں آہیہ بیچ پہ دوں کی پوشیدگی کے اور معطل ہیں جیسا کہ کہتے ہے کہا ہے بیت درکار خانہ عشق از کفر ناگزیر است ✤
دوزخ کرا بسوزد گر بولہب نباشد ✤ اور یہی کہا ہے بیت قاتلش غازی و مقتولش بود شہید اب ✤ بیچ کافر ادریں دنیا چشم کم مبیں ✤ باقی رہے یہ فائدے کہ اُنکی اطلاع کرنی اور اُنکے خبردار
اول یہ کہ جب ارادہ الٰہی نے واسطے پیدا کرنے اس مخلوق کے اور دینے منصب خلافت کے اُسکے تئیں تعلق پکڑا اس غرض کا فرشتوں سے کس وجہ سے تھا اور اس امر کی فرشتوں کو خبر کرنے سے کیا حاصل
تھا اور اُن سے بطور مشورہ کرنیکے خبر کرنی کیا طور تھی اور حقیقت مشورہ کی مدد چاہنی غیر کی عقل سے ہے اور حق تعالیٰ ہر چیز میں دوسروں سے بے پرواہ ہے کہ اُن سے ساتھ کسی کے مشورہ کرے جواب اس کا
یہ ہے حقیقت خلافت کی جیسا کہ تفسیر میں مذکور ہوئی یہ ہے کہ نفع اُٹھانا جہان کا (چیزوں سے) اور تصرف کرنا اُن میں سے اور فرشتوں کے ہاتھ میں ہیں جیسا اگر گذرا اس عامل اور کارکن
اس آبادی کے فرشتے ہیں اور دوسری چیزیں مانند آلات اور اسباب کے ہیں پس پہلے تم کرنے خلیفہ کے سے کہ جسکی اطاعت فرشتوں پر واجب ہو اُنکو اطلاع دینی اور واسطے اطاعت حکم اُس کے
شکر کرنا ضرور تھا سو واسطے کہ اگر بلا اس کے اُنکے اوپر خلیفہ بنایا جاتا استحقاق خلافت اُس کی میں قدح کرتے اور سلسلہ اطاعت کا کما ینبغی سر انجام ہوتا اور ہو گا کہ پہلی پیدائش اُسکی سے شبہ

اُنکا دُور کیا بعد اُسکے اطاعت میں ساتھ کمال رغبت کے رجوع ہونگے ۱۲ بعضے مفسرین نے کہا ہے اس معاملہ میں منظور یہ ہے کہ بندے اس بات کو جان لیویں کہ عمدہ کاموں میں مشورہ کرنا اُن کام والوں کے ضرور ہے اسواسطے کہ حق تعالیٰ نے باوجود بے احتیاجی کے مشورہ کیا اور خطاب کو ساتھ صورت مشورہ کے القا فرمایا پس بندے کہ بسبب نقصان عقل کے اور عدم علم ہونے کے ساتھ انجام کاموں کے بالکل محیط طرف مشورہ کے ہیں ہرگز ۱۲ مترجم کہتا ہے ملخاب من ۱ ستیثار و لا ندم من استشار یعنی بے بہرہ نہ ہوا وہ شخص جس نے استخارہ کیا اور پشیمان نہ ہوا وہ شخص جس نے مشورہ کی اور بعضے صوفیہ نے کہا ہے کہ جو چیز جہان میں حادث ہوتی ہے اُس کی ایک صورت ہے پہلے پیدا ہونے اُسکے سے بیچ عالم قضا کے پھر لوح محفوظ میں پھر لوح محو و اثبات میں کہ اُسکو اکثر مستعجالوں شرع میں تعبیر ساتھ سمار و نیا کے بھی فرماتے ہیں پس لفظ قال ربک للملئکۃ کا نسبت ہے نزول صورت اس ارادہ کے سے بیچ ان مراتب کے بے اُسکے کہ کلام اور اظہار اور شور و درمیان میں آوے جیسا کہ آدمی کو اپنے جان میں تامل کرنا طرف بھیدا اُن مرتبوں کے ہوتا ہے اسواسطے کہ جو چیز اوپر اعضا اور جوارح آدمی کے کہ عالم کون اور شہادت اُنکی کے ہیں نحوہ قول خواہ فعل ظاہر ہوتے ہیں اول اُسکا وجود مرتبہ روح میں ہوتا ہے کہ ماوٰی الغیب الغیب سکا ہے پھر قلب سکے میں کہ غیب الغیب سکا ہے پھر قوائے نفسانیہ اُسکے میں کہ غیب حالی اور سمار دنیا اُسکا ہے پھر اوپر جوارح اور اعضا کے ظاہر ہوتا ہے فائدہ دوسرا یہ کہ حقیقت میں فرشتہ کہ اُسکو لغت عربی میں ملک کہتے ہیں آدمیو کو باوجود اتفاق ہونیکے اور پثابت ہونے اُس حقیقت کے اختلاف بہت ہے اکثر مسلمان اور یہود او نصاریٰ اس طرف گئے ہیں کہ فرشتے اجسام لطیفہ نورانیہ ہیں اور حق تعالےٰ نے اُنکو قدرت بخشی ہے کہ بسبب اُسکے طاقت رکھتے ہیں کہ جس شکل میں چاہیں اپنے تئیں ظاہر کریں اور بجا ہے کہ نبیوں کے کشف کی راہ سے اُن صورتوں کے اوپر مطلع ہوتے ہیں اور بعضے اوقات حاجتوں اور ضرورتوں انکو بھی عجیب عجیب شکلیں اور آثار نادر بنانے واسطے حل مشکلوں کے اور کفایت کرنے مہموں کے ظاہر ہوتے ہیں جیسا کہ زیچہ تواریخ حکماء کے لکھا ہوا ہے کہ جالینوس کو ایک فرقہ دردِ جگر لاحق ہوا ہر چند کہ معالجے طرح طرح کے کئے اچھا نہ ہوا یکدن خواب میں دیکھا کہ گویا ایک شخص نورانی شکل اُسکو فرماتا ہے کہ فصد اُس گل کی کرا و پشت داہنے ہاتھ تیرے کے ہے درمیان انگوٹھے اور انگشت شہادت کے اس بیماری کے مفید ہوگی بعد سے اُٹھا اُس رگ کو ڈھونڈھ کر فصد کرائی اور اچھا ہوا اور شریعتوں میں تواتر کے رستہ سے ثابت ہوا ہے کہ کثرت فرشتوں کی اس حد کے ساتھ ہے کہ اوپر کثرت دوسری مخلوقات کے اُسکو قیاس نکرنا چاہیئے حدیث شریف میں وارد ہے کہ بولتا ہے اوپر چرچر کرتا ہے آسمان اور لائق ہے اُسکو کہ آواز کرے، اسواسطے کہ آسمان میں کسی جگہ ایک قدم کی جگہ نہیں کہ اُس جگہ فرشتہ نہو مشغول ہے وہ فرشتہ سجدے کے یا رکوع کے اور جو کچھ حال خدمتوں اس گروہ کا احادیث صحیحہ سے ثبوت کو پہونچا ہے یہ ہے کہ بعضے اُن میں سے عرش کے اُٹھانیوالے ہیں اور بعضے اُن سے بڑے فرشتے ہیں کہ کام عمدہ اُن کی تدبیر کے ساتھ متعلق ہیں مانند حضرت جبرئیل علیہ السلام کے کہ صاحب علم جی کے ہیں اور حضرت میکائیل کہ صاحب رزق و غذا کے ہیں اور حضرت عزرائیل کہ صاحب لوح محفوظ اور صاحب صور نفخ ارواح کے ہیں اور حضرت عزرائیل کہ ملک الموت ہیں اور بعضے اُنمیں سے خازن بہشت کے ہیں اور بعض اُنمیں سے دوزخ کے اوپر موکل ہیں اور بعضے اُن سے محافظت کرنیوالے بنی آدم کے ہیں آفتوں اور بلاؤں سے اور بعضے اُن میں سے اعمال بنی آدم کے لکھنے والے ہیں اور بعضے اُن سے موکل ہیں واسطے محافظت نظام اس جہان کے جیسا کہ ملک الجبال اور ملک البحار اس جگہ میں جاننا چاہئے کہ جمہور علمائے دین نے اجماع کیا ہے اسپر کہ فرشتے ہر قسم کے گناہوں سے محفوظ اور معصوم ہیں اور آیتیں صریح اس مضمون پر گواہ ہیں جیسا کہ قولہ تعالیٰ بل عباد مکرمون لا یسبقونہ بالقول وھم بامرہ یعملون یعنی بلکہ بندے ہیں عزت دیئے گئے نہیں پیشدستی کرتے ہیں بات میں اور وہ ساتھ حکم اُسکے کے کام کرتے ہیں اور دوسری آیتیں اس جنس کی بہت ہیں اور اس قصہ میں یعنی حضرت آدمؑ کے قصہ میں خلاف اس عقیدہ کا یعنی معصوم ہونا فرشتوں کا نام گناہوں سے کئی وجہ سے ظاہر میں معلوم ہوتا ہے یہ کہ فرقہ معتزلہ نے اسی قصہ کے ساتھ دلیل پکڑکر عصمت فرشتوں کا انکار کیا ہے منجملہ اُن وجوہ کے یہ ہے کہ فرشتوں نے یہ لفظ کہا اتجعل فیھا من یفسد فیھا اور یہ طریق اعتراض کا ہے اور یہ قرینہ کرنا اوپر فرقہ مذکورہ کے ہے کہ بیشک اوپر فرشتوں کے گناہ ہے کہ بنی آدم کی نسبت قتل اور فساد کی طرف کیا ہے اور غیبت کی قسم سے ہے اور غیبت کبائر سے ہے اور اُنہیں میں سے ہے کہ اپنی تعریف میں طول کلامی کی کہ نحن نسبح بحمدک ونقدس لک کہا اور یہ اعتراض اوپر تعجب اور خود پسندی کے کرتی ہے اور اُنہیں میں سے یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے اُن سے فرمایا کہ ان کنتم صدقین یعنی اگر تم سچے ہیں معلوم ہوا کہ وہ جھوٹے تھے اور انہیں میں سے یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے انی اعلم غیب السموات والارض یعنی اعلم بما تعلم سے کہ میں جانتا ہوں جو بھی چیزیں آسمانوں اور زمین کی اور اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتوں کو اس بات میں شک و شبہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کو علم تمام چیزوں کا ہے اور اُنہیں میں سے یہ ہے کہ قول فرشتوں کا سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا یعنی تسبیح کرتے ہیں تیری نہیں علم واسطے ہمارے مگر اُسقدر کہ سکھلایا تو نے اور یہ بیان عذر اور توبہ کے دلالت کرتا ہے اور عذر اور توبہ قبیل گناہ کی ہے اور جمہور علما نے ان وجوہ کا جواب دیا ہے کہ غرض فرشتوں کی کہنے اس قول کے سے کہ اتجعل فیھا من یفسد فیھا یہ تھی کہ اعتراض اوپر خدائے تعالیٰ کے کریں بلکہ بیان اس بات کا ہو کہ ہمارے تئیں وجہ حکمت کی اس ارادہ میں معلوم نہیں ہوتی ہے تو شفی ہماری فرمانی چاہیئے اور اشکال بیان کرنا یعنی جو شبہ دل میں آوے اُسکو ظاہر کرنا واسطے جواب معلوم کرنے اُسکے کے بے ادبی نہیں ہے جیسا کہ شاگرد و کا اُستادوں کے ساتھ یہی معاملہ ہوتا رہتا ہے اور فائدہ ہر عاقل کا ہے کہ جو کسی کے حق میں حکمت کاملہ کا اعتقاد رکھتا ہے اور اُس سے کوئی ایسا فعل معلوم کرے کہ وجہ حکمت کی اُسکو معلوم نہو بے اختیار تعجب کی راہ سے اُس سے دریافت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ بھید پوشیدہ اس محل میں کیا ہے اور غیبت بنی آدم کی اس سوال میں پائی گئی محض شبہ جواز،

میں آیا تھا اُسکے بیان کرنیکے لئے سزد ہوئی حقارت اور اہانت کے ارادہ سے نہیں اور قیم غیبت کا حلال ہے جیسا کہ استفتا کے وقت اور واسطے بیان کرنے صورت مسئلہ کے حال بیان کرنا کسی شخص کا درست ہے وعنہ ما ورد فی الحدیث الصحیح ان ھذا زوجۃ ابی سفیان قالت لبضرۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ابا سفیان رجل شحیح ای بخیل مسلت وہم یمنعہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن ھذہ الغیبۃ یعنی اسی قسم سے ہے وہ کہ آیا ہے بزیج حدیث صحیح کے تحقیق ہندہ بی بی ابی سفیان کی نے کہا رو برو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ تحقیق ابا سفیان مرد شحیح ہے یعنی بخیل ہے مسک وثر منع کیا اُسکو آنحضرت صلعم نے اس غیبت سے اور تعریف اپنی کہ فرشتوں نے بیان کی خود پسندی کی راہ سے نہ تھی بلکہ واسطے بیان کرنے عذر اس سوال کے حال اپنا بیان کردہ یعنی سوال ہمارا اس وجہ سے نہیں کہ تیری پاکی اور کمال حکمت میں کچھ ہمکو شک اور شبہ ہو اسواسطے کہ ہم ہمیشہ سلف تسبیح اور تقدیس اور حمد اور شکر تیری کے مشغول ہیں بلکہ سوال ہمارا محض واسطے طلب کرنے وجہ حکمت کے ہے کہ یہ بھید پوشیدہ ہم پر ظاہر ہو جاوے اور فرمایا حق تعالیٰ کا اُنکے تئیں انی اعلم ما لا تعلمون جو مضمون اس کلام کا ہے وہ اُنکے صراحۃ نہیں کرتا بلکہ مراد یہ ہے کہ تم تسبیح اور تقدیس اپنی کے تئیں اور حمد اور شکر اپنے کو کامل جانتے ہو اور ایسا نہیں اور اگر کسی شے خلاف واقع کی اپنی غلط فہمی سے کوئی شخص مطابق واقع کے جانکر خبر دے اسکو ایسا جھوٹا کہنے والے کی مذمت اُسکے سبب کے پایا دے نہیں کہیں گے بلکہ ایسی صورت میں اگر اُس خبر کو قسم کے ساتھ بھی تاکید کرے جب بھی وہ شخص باخود نہ ہوگا جیسا کہ زیج تفسیر آیہ لا یؤاخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم کر کے آوینگا انشاء اللہ تعالیٰ اور ایسے ہی فرمایا اللہ تعالیٰ کا اُنکو الم اقل لکم انی اعلم غیب السموات والارض اور بیشک وشبہ اُنکے دلالت نہیں کرتا ہے بلکہ اوپر یاد دلانے اُنکے کے اُس چیز کو کہ پہلے جانتے تھے اور سوال کے وقت اُس سے غافل ہوئے تھے اور ایسے ہی کہنا اُن کا سبحانک لا علم لنا اگر اعتذار اور توبہ ہے دلالت اسپر نہیں کرتا ہے کہ صدور گناہ کا اُنسے ہو بلکہ دلالت اوپر وقوع ترک اولیٰ کے کرتا ہے اسواسطے کہ سوال کرنا اور پوچھنا اللہ تعالیٰ کے فعلوں کی حکمتیں اہل کمال کی شان سے نہیں ایمان اجمالی اُنکا حکمت الٰہی کے ساتھ مقتضی ہے کہ ایسے سوالات نہ کریں کہ بخل اللہ تعالیٰ کی جدی جدی حکمت ہیں دریافت کریں فائدہ تیسرا یہ ہے کہ انی جاعل فی الارض خلیفۃ اور اسطرح ارشاد فرمایا اور اسطرح نفرمایا کہ خالق فی الارض خلیفہ اور حال یہ ہے کہ خلقکم ما فی الارض کے مناسب یہی لفظ تھا کہ جاعل کی جگہ خالق فرماتے جیسا کہ اور جا بھی اسی قسم کا ارشاد ہوا ہے انی خالق بشرا من طین جواب یہ ہے کہ منظور اس جگہ بیان بنی آدم کو خلافت دینے کا ہے اور خلافت کے معنی بغیر دو چیزوں کے موجود نہیں ایک تبسم عنصری کہ عالم خلق سے ہے دوسرے روح آسمانی کہ عالم امر سے ہے پس لفظ خالق اس مقام میں مناسب نہ تھا کہ وہ ایک ہی چیز کے اوپر دلالت کرتا ہے اور اور مقاموں میں منظور بیان خلافت کا نہیں بلکہ محض بیان خلقت اُس کی کا ہے اسواسطے اُن مقاموں میں لفظ خالق کا مناسب ہوا فائدہ چوتھا خلیفہ وہ ہے کہ سجادہ نشین کسی شخص کا ہو اور حکایت قولوں اور فعلوں اُسکے کی کرے یہاں وہ کون ہے کہ جسکا خلیفہ ہونا قرار دیا ہے جواب محققین کے نزدیک ذات پاک حق تعالیٰ کی ہے اور انسان خلیفۂ سکا زمین میں ہے جیسا کہ بعضے آدمیوں کی صراحۃ کلام الٰہی سے خلافت ثابت ہوتی ہے چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام کے حق میں ارشاد ہوا ہے یا داؤد انا جعلناک خلیفۃ فی الارض فاحکم بین الناس بالحق یعنی اے داؤد بنایا ہمنے تجکو خلیفہ زمین میں پس حکم کر تو آدمیوں میں ساتھ حق کے اور بنو یک بعضے مفسرین کے خلافت سے مراد یہ ہے کہ خلیفہ جنوں کے ہوئے کہ حضرت آدم کی پیدائش سے پہلے کئی ہزار برس زمین میں قابض اور متصرف تھے اور زمین کے منافع کو اپنی حاجتوں میں خرچ کرتے تھے اور روایتوں میں ابن عباس اور دوسرے صحابہ سے بھی یہ قصہ جنوں کے تصرف کا اور اُنکے فتنہ اور فساد کا آپس میں مشہور اور منقول ہے جیسا کہ الحاکم نے اسکو صحیح کیا ہے فائدہ پانچواں یہ کہ خلافت الٰہی صرف حضرت آدم علیہ السلام پر نہیں بلکہ تمام نوع انسان کے واسطے ثابت ہے اور کوئی وقت ایسا نہیں کہ تمام نوع بنی آدم کی فاسد ہو جاوے اور طریق حق سے باہر نکلے جیسا کہ خلافت پیغمبر علیہ السلام کی مجموع اس امت میں من حیث المجموع کے واسطے ثابت ہے اور اسیواسطے اجماع اس امت کا خطا سے محفوظ ہے اور حضرت آدم کی خصوصیت اسواسطے ہے کہ اُسوقت میں انسان کا وجود منحصر اُنہیں کی ذات شریف میں تھا بعد اُسکے اس کمال نے کثرت اور شیوع پیدا کیا کہ خلافت منحصر ایک شخص پر نہ رہی لیکن باوجود تکثر کے یہ ضرور نہیں کہ ہر شخص انسانی کو رتبہ خلافت کا حاصل ہو بلکہ مجموع من حیث المجموع میں پایا جاتا ہے اور اس تقدیر پر بسبب جود کفار اور فساق کے اور بدوضعی اُن کی کے یہ معنی خلافت مجموع کے کسی طرح کا اشکال نہیں آتا ہے اور اگر ہر ہر فرد کے واسطے خلافت آپہی ثابت کیجائے تو صحیح نہیں اسواسطے کہ خلافت عبارت ہے تمام منافع جہان کے حاصل کرنے سے اور استخراج حقائق صناعیہ کے سے مع خواص اور آثار اُنکے کے اور یہ معنی ہر فرد انسانی میں ثابت نہیں اور یہ ظاہر ہے پس ہر فرد خلیفہ اُسکا نہیں ہو سکتا ہے اور لفظ خلیفہ کا کہ مفرد واقع ہوا ہے اعتبار ثابت کرنا خلافت کا ہے کہ وہ حقیقت وحدانیہ مشترک تمام افراد وں اس نوع کی میں ہے اور نہیں تو لفظ جمع کا فرماتے فائدہ پھٹا یہ ہے کہ علماء کا اختلاف اور پراس بات کے ہے کہ فرشتوں نے کہاں سے جانا کہ یخلیفہ زمین فساد اور خونریزی کریگا بعضے علماء نے کہا ہے کہ فرشتوں نے حال آدمیوں کا اور جال جنوں کے قیاس کیا اور ان امور کی آدمیوں کی طرف نسبت کی جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ جب حق تعالیٰ نے فرشتوں کو فرمایا کہ انی جاعل فی الارض خلیفۃ اُنہوں نے عرض کیا کہ ربنا وما یکون الخلیفۃ یعنی اے رب ہمارے اور کیا ہوگا خلیفہ تعالیٰ نے فرمایا یکون لہ ذریۃ یفسدون فی الارض ویتحاسدون ویقتل بعضھم بعضا یعنی ہوگی واسطے اُسکے اولاد کہ فساد کرینگی زمین میں اور حسد کرینگی آپس میں اور بعد اُسکے فرشتوں نے عرض کیا اتجعل فیہا من یفسد فیہا ویسفک الدماء اور یہ توجیہ ابن مسعود سے اور ابو صالح سے منقول ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ خاص فرشتوں کو اوپر لوح محفوظ کے اطلاع تھی اور علم فرشتوں نے اپنے سوا دیگر بعضی چیزوں لوح محفوظ کی کہی ہوئی کو پھر کیا اس سبب سے پیدائش خلیفہ کی یعنی انسان اور فعال شنیعہ اُسکے بھی معلوم ہوئے بلکہ بعضی قوتیں میں ایسا دیکھا ہے کہ جب حق تعالیٰ نے آگ کو پیدا کیا فرشتوں کو اُسکے دیکھنے سے بہت خوف آیا عرض کیا کہ یہ شے کسواسطے پیدا کی ہے۔

حق تعالیٰ نے فرمایا واسطے گنا ہگاروں اور نافرمبرداروں کے اور اُسوقت میں سوائے فرشتوں کے کوئی مخلوق صاحب شعور اور صاحب ارادہ موجود نہیں جیسا شاید وہ ہوگا کہ انی جاعل فی الارض خلیفہ۔ اس سے انہوں نے جان لیا کہ معصیت اور نافرمانی اسی مخلوق سے صادر ہوگی اور بعضوں نے کہا ہے جبکہ خلیفہ نائب خدا کا ہوا بیچ احکام جاری کرنے کے اور وہ بات ظاہر ہے کہ احتیاج حاکم کی نہیں ہوتی مگر وقت تنازع اور تظالم کے پس لفظ خلیفہ کے سے التزاماً معلوم ہوا کہ فساد اور شر موجود ہوگا اور دوسری اسی کی زد شتوں نے کیونکر جان معلوم کیا ہے یاد کرنی چاہیئے فائدہ ساتواں اس آیت سے معلوم ہوا کہ خونریزی اور فساد زمین میں خدا کے نزدیک بڑا گناہ ہے اور فرشتوں کے نزدیک بھی اور اسواسطے اس گناہ کو خلیفہ کی بُرائی اور خرابی ذکر کرنے سے اللہ کی جناب میں عرض کیا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ باوجود نقصان عقل کے وجود بہت حکمت فعلوں الٰہی کی تفصیلاً دریافت کرنی ایک قسم کی بے ادبی ہے فائدہ آٹھواں اس مقام پر تتمہ اس قصہ کا محذوف ہے اور حذف اسواسطے کیا کہ کچھ غرض اُسکے تمام کرنے میں متعلق نہ تھی بلکہ جس شے سے لیاقت خلافت کی معلوم ہوتی تھی اوسکو دخل اس امر میں تھا تمام قصہ میں سے اسکا بیان کیا اور تمام قصہ یہ ہے کہ ابوالشیخ اور محدثین نے آنحضرت علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جب حق تعالیٰ نے چاہا کہ آدم کو پیدا کرے جبرئیل کو بھیجا اور فرمایا کہ تمام روئے زمین سے خواہ سفید ہو خواہ سیاہ خواہ سرخ خواہ سورخ خواہ شیریں خواہ تلخ خاک کی مٹھی بھر لاؤ۔ اس مشت خاک سے ایک مخلوق پیدا کروں گا جبتوقت جبرئیل زمین کے پاس گیا اور چاہا کہ ایک مشت خاک اُٹھالے زمین نے پوچھا کہ کسواسطے مجھے تو اتنی مٹی کم کرتا ہے جبرئیل نے کہا کہ حق تعالیٰ مجھسے ایک مخلوق پیدا کریگا کہ خلافت زمین کی اُسکو پہنچے گا اور وہ ایسا اکبر گنہگار اور ثواب و عقاب میں وہ پڑیگا زمین نے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کی عزت کے ساتھ پناہ پکڑتی ہوں اسبات سے کہ ایک مشت مجھسے اٹھالے تو کچھ اُس سے جہنم میں جلے جبرئیل پھرا اور عرض کی کہ بارخدایا زمین نے ساتھ عزت تیری کے پناہ پکڑی میں تیرے نام اور عزت کے ادب سے مٹی نہ اٹھا سکا اور خالی پھر آیا حق تعالیٰ نے میکائیل کو بھیجا میکائیل بھی اسی طرح پھرا پھر اسرافیل کو بھیجا وہ بھی اسی طرح پھرا پھر ملک الموت کو بھیجا ملک الموت نے زاری زمین کی اور عاجزی نہ سُنی اور کہا کہ میں تابعدار اللہ کے حکم کا ہوں تیرے زاری کرنے سے اطاعت اللہ کے حکم کی نہیں چھوڑتا ہوں حق تعالیٰ نے روحوں کے قبض کرنے کا کام اسیواسطے اُسکو سونپا اور فرمایا کہ اس مشت خاک کو جس جگہ کہ خانہ کعبہ فی الحال موجود ہے جمع کرو بعد اُسکے فرشتوں کو حکم ہوا کہ اُس خاک کا گارا بناویں اور چالیس دن تک اُس خاک پر مینہ برسا نتالیس دن تو غم اور رنج کا مینہ برسا اور ایک دن خوشی کا مینہ اور اسی سبب سے ہے کہ آدمی کو غم اور الم بہت رہتے ہیں اور خوشی کم ہوتی ہے بعد اُسکے اُس کیچڑ کو خشک کیا جیسے کمہار کا کچا برتن خشک ہوتا ہے اور ہوسکے چلنے سے آواز کرتا ہے اور جگہ اسکو فرمایا ہے صلصال کالفخار بعد اُسکے فرشتوں کو حکم ہوا کہ اُس خشک گارے کو درمیان مکہ اور طائف کے وادی نعمان میں کہ متصل عرفات کے ہے لیجا کر ڈالیں اور حق تعالیٰ نے دست قدرت اپنے سے اُس گارے کو قالب آدمی کا بنایا اور صورت اسکی فرشتوں نے کہ کبھی ایسی صورت نہ دیکھی تھی تعجب سے آس پاس اُسکے پھرتے تھے اور خوبصورتی اُسکی سے حیران ہوتے تھے ابلیس بھی اُس قالب کو دیکھنے کیواسطے آیا اور گرد اُسکے پھرا اور کہا کہ لاقل اسسے کیا تعجب کرتے ہو کہ ایک جسم ہے کہ اندر سے خالی ہے اور جگہ جگہ اندر اُسکے خلل ہیں بغیر پُر کرنے کے اندر وہ اُسکا سیر نہیں ہوسکتا اور بسبب ضعف کے زمین پر گر پڑے اور اگر سیر ہو جاوے تو پھر اُسکے کھینچے لگیں اور چلنے پھرنے میں سُستی پیدا ہو جسے اس قالب خاکی کے کسی حال میں کچھ کام نہ ہوگا مگر سینہ اُسکے میں بائیں طرف ایک حجرہ ہے بغیر دروازے کا اُسکو میں نہیں جانتا ہوں کہ کیا چیز اُس میں پوشیدہ ہے شاید کہ وہی مقام لطیفہ ربانی کا ہو کہ بسبب اُسکے استحقاق خلافت کا حاصل کرے بعد اُسکے حکم سوچ کو ہوا کہ اُس قالب میں آگ دے اور اُسکے گڑھوں میں بھر جاوے جب سوچ قالب کے پاس پہونچی اور دیکھا کہ مجسمہ تاریک ہے اُسکے اندر جانے سے جھجکی اُسکو اللہ تعالیٰ کے حکم سے جبرئیل قالب میں داخل کیا تب سوچ سر میں آئی تھی کہ حضرت آدم کو چھینک آئی اور الہام سے کلمہ الحمد للہ زبان سے نکالا حق تعالیٰ نے جواب میں فرمایا کہ یرحمک اللہ جبنے کہ روایت کیا اُسکو حاکم نے اور صحیح کیا اُسکو ابن عباس سے اور بیہقی نے دلایت کی کتاب الاسماء والصفات میں ابن مسعود سے اور ابو محمد محدثین نے دوسرے صحابہ سے روایت کی ہے کہ جب سوچ حضرت آدم کی مرتک پہونچی تھی کود کر اُٹھے چونکہ نیچے کے دھڑ میں ابھی تک نہ آئی تھی اسواسطے زمین پر گر پڑے حق تعالیٰ نے فرمایا کہ خلق الانسان من عجل یعنی پیدا کیا انسان شتابی سے بعد اُسکے جب تمام بدن میں سوچ پھیل گئی حکم ہوا کہ فرشتوں کے پاس جاؤ اُنکے اوپر سلام علیک کرو اور دیکھو کہ تحیہ تحکیہ کیا جواب دیتے ہیں حضرت آدم علیہ السلام فرشتوں کی طرف گزرے اور کہا السلام علیکم فرشتوں نے کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ حکم ہوا کہ یہی کلمات تحیت تیری اور تحیت اولاد تیری کے مقرر کئے ہمنے حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا کہ خداوندا میری ذریت کیا ہے فرمایا کہ ذریت تیری دونوں ہاتھوں میرے میں ہے ان دونوں ہاتھوں میں سے جسکو تو چاہے اُسی میں سے پہلے تجکو دکھلاؤں حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا کہ اول بیٹے داہنا ہاتھ پروردگار اپنے کا اختیار کیا اور دونوں ہاتھ پروردگار میرے کے سیدھے ہیں حق تعالیٰ نے پہلے داہنا ہاتھ حضرت آدم علیہ السلام کی پشت پر پھیرا اور پشت اُن کی سے جس قدر نیک بخت قیامت تک پیدا ہونگے اُنکی صورتیں حضرت آدم کو دکھلادیں پھر دوسرا ہاتھ حضرت کی پشت پر پھیرا اور بدبختوں کو نکالا اور صورتیں اُن کی دکھائیں جب حضرت آدم علیہ السلام نے صورتیں اولاد اپنی کی دیکھیں کہ مختلف ہیں اُن میں سے بعضے خوبصورت ہیں اور بعضے بدشکل اور بعضے تو انگر اور بعضے مفلس اور بعضے بلے قد کے اور بعضے چھوٹے اور بعضے صحیح الاعضا اور بعضے اندھے اور بعضے لُولے وغیرہ عرض کیا کہ بارخدایا یہ سب بندے تیرے ہیں سب کو کیساں کسواسطے پیدا نہ کیا تو نے حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر اُن کو کیساں بنانا میں کوئی شکر میرا نکرتا اور اب کہ اُن میں تفاوت واقع ہوا ہر کوئی اُس نعمت کو جو اُسکے واسطے مقابل ہے پہچانیگا اور شکر میرا کریگا بعد اُسکے نبیوں کو دیکھا کہ بسبب یا دتی نور کے کہ اُن کی پیشانی میں چمک رہا تھا سب کے درمیان میں ممتاز تھے اور نسبت اور پیغمبروں کے حضرت داؤد کی پیشانی کا نور زیادہ چمکتا تھا حضرت آدم کو بہت خوش معلوم ہوا اور وجہ اُسکی یہ تھی کہ حضرت داؤد علیہ السلام سب نبیوں میں سے ایک خطا میں گرفتار ہوئے تھے اور نادم ہوئے تھے اور استغفار سے اس قدر کیا کہ کسی بشر سے ویسا تدارک ممکن نہیں پس نور نبوت نکی کا نور توبہ اور ندامت کے ساتھ ملکر زیادہ تر روشن ہوا اور حضرت

آدم علیہ السلام کو بھی ایسا ہی حال درپیش ہوا کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں گرفتار ہوئے اور اُنہوں نے بھی اُسکا تارک توبہ اور ندامت اور استغفار اور گریہ یا اور زاری سے قرار واقعی کیا اسواسطے نور داؤدی کو ساتھ نور حضرت آدم کے کمال مناسبت زیادہ ہوتی ہے محبت بڑھتی جاتی ہے حاصل ہوئی اور جسقدر حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت داؤد کا نور دیکھکر عرض کیا کہ بارخدایا یہ بندہ تیرا کون ہے اور کیا نام رکھا ہے ارشاد ہوا کہ یہ بیٹا تیرا داؤد ہے عرض کی کہ عمر اسکی کتنی ہے ارشاد ہوا کہ ساٹھ برس کی عرض کیا کہ عمر میری کسقدر ہے فرمایا کہ ہزار برس کی عرض کیا کہ میری عمر میں سے چالیس برس کم کرکے اسکی عمر میں زیادہ کردے اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کی عمر میں چالیس برس باقی ہے ملک الموت اور بھی اُسکے روبرو آکر حاضر ہوئے اور کہا کہ وقت رخصت تمہارے کا پہونچا حضرت آدم علیہ السلام نے کہا کہ ابھی عمر میری میں چالیس برس باقی ہیں فرشتوں نے کہا کہ وہ چالیس برس تمنے اپنے بیٹے داؤد کو دیدیئے ہیں حضرت آدم علیہ السلام نے کہا کہ مجکو یاد نہیں کہ کسی کو میںنے اپنی عمر دی ہو اور کوئی شخص کسی کو عمر اپنی نہیں دیا کرتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت آدم نے معاملہ لین دین کا فراموش کیا اور منکر ہوئے یہی سبب اُن کی اولاد میں بھی باقی ہے اور کسی وقت سے حکم ہوا کہ جو کوئی کسی کو کوئی چیز دیوے چاہیئے کہ ہبہ نامہ لکھے اور شاہدی اور گواہی کرے تاکہ عند الحاجت کام میں آوے اور امام احمد اور ابن ابی شیبہ نے حضرت حسن بصری سے روایت کی ہے کہ جب حق تعالیٰ نے حضرت آدم کو اولاد اُنکی دکھلائی فرشتوں نے عرض کیا کہ بارخدایا اس جماعت کثیر کی زمین میں گنجایش ہوگی حق تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے واسطے حکم کرنے اُنکے کے ایک چیز ٹھہرا رکھی ہے اور وہ موت ہے فرشتوں نے عرض کیا کہ اگر موت اپنی کو یہ دیکھیں گے تو ہرگز زندگانی اُنکو گوارا نہوگی اور سبب یاد کرنے موت کے عیش انکا بالکل تلخ ہوگا اور نخ عم رات دن گذرنیکا حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اُنکے غافل کرنیکے واسطے طول امل اور امیدیں بڑی بڑی اُنکے دل میں ڈالدونگا کہ سبب اُسکے موت سے غافل ہیں گے اور صحاح ستہ میں اور اور کتابوں میں حدیث کی میں آیا ہے کہ حق تعالیٰ نے حضرت آدم کو ہر ایک قسم کی مٹی سے پیدا کیا ہے اور اسی جہت سے آدمی رنگیں مختلف ہوتے ہیں کوئی سرخ کوئی سفید اور کوئی سیاہ اور طبیعت اور خلق میں بھی بموجب اُنکی مٹی کے کوئی سخت کوئی نیک کوئی بد کوئی خبیث کوئی طیب اور بعضی نے کتاب الاسرار والصفات میں اسی معنے سے روایت کی ہے کہ فرشتے اس خلیفہ کے پیدا ہونے سے نہایت ڈرتے تھے کہ جب یہ خلیفہ ہمارے اوپر حکم چلاوے گا ساتھ اسکے کیا معاملہ ہوگا اور کسطرح کیا جاویگا ابلیس آیا اور حضرت آدم کے پتلے کو دیکھا اور ہر ایک عضو کو علیحدہ علیحدہ نظر میں لایا کہا کہ لا تر هبوا من هذا فان ركبت عليه لاهلكته یعنی نہ ڈرو تم اس سے اسواسطے کہ رب تمہارا بے پرواہ ہے اور یہ اندر سے خالی ہے اگر میں مسلط کیا جاؤں اوپر اسکے البتہ ہلاک کردوں اسکو اور ڈالی ہے ابو ہریرہؓ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ ہوا اور بلا اور شہوت کو چالیس دن تک حضرت آدم کی مٹی میں غمیر کیا ہے اور صحیح مسلم اور دوسری صحاح میں مروی ہے کہ آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ہر بیسٹ نوں میں دن جمعہ کا ہی اسواسطے کہ اسی دن میں حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا ہے اور اسی دن بہشت میں انکو داخل کیا ہے اور اُسی دن بہشت سے نکالکر زمین پر ڈالا ہے اور اسی دن حضرت آدم نے وفات پائی ہے اور اُسی دن قیامت ہوگی تو رد روایت میں امام احمد اور طبرانی اور ابو محمد ثعلبی کی آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بہشتی جو صفت کہ بہشت میں اور دیگے بغیر ڈاڑھی کے ہونگے اور بدن پر بھی بال نہونگے اور رنگ اُنکا سرخ و سفید اور سر کے بال بیچدار اور آنکھیں انکی سرگیں گویا کہ تیئیس برس کے ہیں اور سب آدمی حضرت آدم کی صورت پر ہونگے اور قد اُنکا ساٹھ ہاتھ کا اعوض ہی مناسب لمبا ہوگا اور ابن سعید اور ابن جریر اور ابن ابی حاتم اور ابن عساکر اپنی تاریخ میں ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام روئے زمین سے پیدا کیا ہے خواہ شور ہو خواہ شیریں جس میں شیریں جز کی غلبہ ہے اُنکو زمین نیک بختی کی طرف مجھکے گا اگرچہ ماں اور باپ اُسکے کافر ہوں اور جس کسی میں اولاد اُنکی سے شور جزو غالب ہوگا وہ آخر میں بدبختی کی طرف مجھکے گا اگرچہ نیکی کا مبتدا ہوا ہو اور جسطرح پیدا کیا ہے حضرت آدم سے خلافت سونے زمین کی تھی اور خلافت کو دو چیز لازم ہیں اول جاننا صفات اور افعال اُسکے کا جسکی طرف سے خلیفہ ہے تاکہ موافق اُن صفات اور افعال کے اپنی طرف سے انتظام کرے۔ دوسرے جاننا اُن چیزوں کا کہ زیر حکم خلافت اُنکی کے داخل ہیں تاکہ ہر چیز کے ساتھ وہ معاملہ کرے کہ اُسکے واسطے مناسب ہے جیسا کہ کاٹھ کو پیر میں اور کفش کو سر پر استعمال نہیں کرتے ہیں پس حضرت آدم علیہ السلام کو تعلیم اسماء الٰہی اور اسماء مخلوقات کی ضرور ہوئی کہ ساتھ اسماء الٰہی کے بیچ حقایق کائنات کے تصرف کرے اسی واسطے حق تعالیٰ نے بعد پیدائش حضرت آدم علیہ السلام کے اس علم کو اُنکے دل میں ڈالا بے اسکے کہ کلمہ اور کلام اور صوت اور حرف درمیان میں ہو وَعَلَّمَ اٰدَمَ یعنی تعلیم فرمایا آدم علیہ السلام کو اسطرح پر کہ اُنکے دل میں ڈالا کہ فلاں چیز کا فلانا نام ہے اور فلانی چیز کا فلانا نام اور بعضے علماء اس مقام میں شبہہ کرتے ہیں کہ تعلیم ہم کا موقوف اوپر جاننے بعضوں لفظوں کے ہے اسواسطے کہ تعلیم عبارت اُس سے ہے کہ بتلادیں فلانی چیز کا فلانا نام اور اس چیز کا یہ نام اور بغیر جاننے معانی لغوات اس جملے کے محکوم نہیں پس چاہیئے کہ حضرت آدم کی تعلیم میں دو لازم آوے اسواسطے کہ تعلیم اسماء کی موقوف اوپر جاننے بعضے اسموں کے ہے اور جاننا ان اسموں کا موقوف اوپر تعلیم کے اور اس شبہہ کے جواب میں یہ کہا ہے کہ تعلیم اسماء کی حضرت آدم کو ساتھ دو وجہ کے تھی قدر ضرورتی اُس نے کہ جس کے سبب سے خطاب اُسنے کیا جاوے اور افادہ اور استفادہ اُسپر موقوف ہو بلا وسطہ حروف اور صوت کے اور بغیر تکلم اور کلام کے اُنکے دل میں ڈالے اور باقی الفاظ معلوم کے واسطے سے بیان کیا اور اس جواب میں تطویل بلا طائل ہے اول سے ہی کہنا چاہیئے کہ تعلیم واسطے الفاظ کے نفی ملکہ جاننے القائی القلب کے اور اس وضع کی تعلیم بعضے الفاظ کی اگرچہ وقت پیدائش کے بھی تھی کہ اب تک شروع اُنکے نیچے کے دہڑ میں نہ آئی تھی کہ جبیک کے بعد شکر میں اُلحمد للہ کہا اور اُسکے جواب میں رحمک اللہ سنا لیکن بعد پیدائش اُنکے تعلیم عام اور شامل ہوئی اَلْاَسْمَآءَ كُلَّهَا یعنی نام سب چیزونکے جیسا کہ ابن عباس نے فرمایا ہے علمہ اسم کل شی حتی القصعۃ و القصیعۃ یعنی اُنکو بتلایا اُسکو نام ہر شے کا یہانتک کہ پیالہ اور پیالی کا اور سعید بن جبیر نے کہا ہے حتی البعیر والبقرۃ الشاۃ یعنی یہانتک کہ اونٹ اور بیل اور بکری اور تعلیم اسموں کی اسواسطے کی گئی کہ نام عبارت اُس لفظ سے

ہے کہ دلالت کرے اور تحقیقت کے اور مقصود فائدہ دینا علم خلائق کا تھا تاکہ کام خلافت کا سلسلہ انجام کو پہنچے اور نام مکرر اُن چیزوں میں سے ہے جن کے سبب سے امتیاز خلائق کا ہوتا ہے اور یہی منظور تھا کہ خواص تمام چیزوں کے اور نفع اور نقصان اُنکے سکھلائے جاویں اور طریق استعمال اُن خواص کا بھی اور مقدمہ اس تعلیم کا یعنی وہ چیز کہ تعلیم اُس پر موقوف ہے کہ اول اُسکو نام ہر چیز کا تعلیم کریں تاکہ وقت بیان کرنے اس بات کے کہ فلانی چیز فلانی خاصیت رکھتی ہے اور فلانا نفع اُس سے لینا چاہیئے اور فلانا ضرر اُس سے دور کرنا چاہیئے آسانی سے معلوم ہو جاوے اور زیادہ تر حاجت طوالت کی بڑے اس مقام میں جاننا چاہیئے کہ فرشتوں اور آدمیوں کے درمیان میں بالاتمیاز کہ جسکے سبب سے فرشتے پر فوقیت حاصل کی فقط تعلیم اسموں اور معرفت حقیقتوں اشیاء اور خواص اور منافع اور ضرر اُنکے کے نہیں اسواسطے کہ قطعاً ثابت ہے کہ پہلے پیدائش حضرت آدم علیہ السلام کے فرشتوں کو بھی خطاب الٰہی ہوتا تھا کہ فلانی چیز اس طرح کرو جیسا کہ اسی قصہ میں گذرا کہ پہلے جبرئیل علیہ السلام کو واسطے لینے ایک مشت مٹی کے لوٹے زمین پر بھیجا اور بعد اُسکے دوسرے فرشتوں کو پس اگر فرشتوں کو علم حقیقتوں اور اصول ان حقیقتوں کا حاصل ہوتا کچھ آدمی کہ خلوقات کے حق میں صدر ہوا تا کیونکر بجا لا سکتے بلکہ امتیاز آدم کی فرشتوں سے ساتھ دو وجہ کے ہے اول یہ ہے کہ پہلے پیدائش حضرت آدم علیہ السلام کی سے فرشتوں کو علم ہر چیز کے ناموں کا حاصل تھا بلکہ علم انکا مخصر تھا بعضی چیزوں میں کہ تعلق اُن کی فرشتوں سے کچھ تھیں دوسری حقیقتوں اور اسموں سے کچھ کار و کنایہ تعلق نہ تھا اور اطلاع بھی اُنکو اس امر کی نہ تھی بخلاف حضرت آدم علیہ السلام کے کہ اُنکو بسبب خلیفہ بنانے کے تعلیم عام کی گئی تاکہ منفعت حقیقت اور حضرت اُسکی سے آگاہ ہو دوں جیسا کہ حاکم نے اور ابن عساکر نے مرفوعاً روایت کی ہے کہ آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو اسماء کی تعلیم میں ہزار حرفتیں طرح طرح کی حرفتوں میں سے تعلیم فرمائیں اور ارشاد کیا کہ اولاد اپنی کو کہ بسائے آدم کہ اگر تم صبر نکر سکو دنیا سے پس دنیا کو ان حرفتوں کے ساتھ طلب کرو اور دنیا کو دین کے ساتھ طلب نکرو اسواسطے کہ دین خالص واسطے میرے ہے اور ولے اُوپر اُس شخص کے کہ دنیا کو ساتھ دین کے طلب کرے آدھی ہے اور ابو نعیم نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ امثلت بنی امتی فی الماء والطین یعنی تصویریں امت میری کی پانی اور مٹی میں بنا کر مجکو دکھلائیں دفعات الاسماء کلہا آدم علم اسماء کلہا اور سکھلائے مجکو تمام چیزوں کے نام جیسا کہ سکھلائے آدمؑ کو نام سب چیزوں کے اور اس آیت میں کہ لفظ کلہا کہ واسطے تاکید عموم اسماء کے زیادہ کیا ہے اسی نکتہ کے واسطے ہے کہ امتیاز آدم علیہ السلام کی فرشتوں سے بہ سبب تعلیم عام کے تھی نہ بسبب فقط تعلیم اسماء کے دوسری وجہ یہ ہے کہ تعلیم عام ہی ابتداءً خاص ساتھ حضرت آدم علیہ السلام کے تھی اور بعد اسکے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے فرشتوں کو ہر ہر چیز کے ناموں سے خبردی اور فرشتوں نے استعمال ہر چیز کا حضرت آدم اور اُن کی اولاد سے سنا بسطے فرشتوں نے جیسا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام اور اور بڑے فرشتے اُنہوں نے تمام ہر چیز کے معلوم کر لئے اسواسطے کہ قطعاً یہ بات شریعتوں سے ثابت ہے کہ حضرت جبرئیلؑ اور دوسرے فرشتے بڑے بڑے رہبر و انبیاؤں کے آتے تھے اور ہر چیز میں بحث اور تفتیش کرتے تھے اور امور مختلفہ کا ذکر آتا تھا اور کسی وقت افادہ اور استفادہ اور کہنے سننے میں عاجز نہیں ہوئے اور بسبات کو نہیں پوچھے کہ فلانا کس چیز کا نام ہے اور اس لفظ کے کیا معنی ہیں اور حقیقت فلانی چیز کی کیا ہے البتہ تعلیم ابتداءً خاص حضرت آدمؑ کو ہوئی تاکہ زیادتی علم انکی فرشتوں کے اُوپر خصوصاً اُس علم کی کہ تعلق ساتھ سیاست اور خلافت کے رکھتا ہے ظاہر ہووے اسواسطے اور پر محض تعلیم حضرت آدم علیہ السلام کے کفایت نہ ہوئی بلکہ ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ یعنی پیش کیا حق تعالیٰ نے اُن ناموں کو اور فرشتوں کے ساتھ اس طریق کے کہ تصویریں اُن چیزوں کی کہ نام اُنکے حضرت آدم علیہ السلام کو تعلیم فرمائے تھے فرشتوں کو دکھلائیں فقال اَنْۢبِـُٔوْنِيْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ یعنی پس فرمایا کہ خبر دو مجکو اسموں ان چیزوں کے اسواسطے کہ اگر اپنی اُن چیزوں کی کہ وہ چیزیں جو تمیز دینے والی ہے نام سے اور واسطے استحقاق خلافت کے معرفت حقایق کے اور امتیاز کرنا نمیں شرط ہے اگر تمہارے تئیں لوگ اُن چیزوں کے خبر ہوگی دعویٰ استحقاق خلافت کا تم سے ممکن ہوگا اور اگر تم ان چیزوں کے ناموں سے بے خبر ہو خلافت کہ عبارت ہے تصرف کرنے سے تمام چیزوں میں اور تم سے کسی طرح سرانجام نہ سکا ہووے گا اور ہر چند کہ گمنے ظاہر میں استحقاق خلافت کا دعویٰ نہیں کیا ہے لیکن تمہارے کلام سے دعویٰ لازم آیا پس فرشتوں اس دعوے کی ثابت کردن اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اگر ہو تم سچے بیچ کلام اپنے کے کہ نحن نسبح بحمدک ونقدس لک اسواسطے کہ معنی اس کلام کے یہ ہیں کہ تسبیح اور تقدیس ہماری کمال کے مرتبہ کو پہونچی اور شکر کہ ہمارا نہایت کے مرتبہ کو ملا اور رخا ہر ہے کہ کمال تسبیح اور تقدیس کا یہ ہے کہ ساتھ تمام اسماء الٰہی کے ہو اور ایسے ہی نہایت حمد اور شکر کی یہ ہے کہ مقابل ہر نعمان اور نعمتہائے الٰہی کے ہو اور اسواسطے کہ علم تمام اسماء الٰہی کا اور تمام اسماء کونی اور علم تمام کمالات اور نعمتوں الٰہی کا درکار ہے اور یہ علم بدون جاننے تمام حقیقتوں جہاں کے تفصیلاً متصور نہیں اور درمیان حقیقتوں کے امتیاز بہت وجوہ سے ہے ادنیٰ وجہ کا یہ ہے کہ نام اُن کا جان لے اگر بتفصیل بھی امتیاز نکر سکے حاصل نہ ہو اپس دعوی تسبیح اور تقدیس علی الاطلاق کا اور حمد کا بلکل تم سے کیونکر درست ہو سکتا ہے یہاں کئی بحثیں ہیں کہ مفسرین اُن بحثوں کو اس مقام میں ذکر کرتے ہیں اول تو کیا کثر عالموں نے اس آیت سے دلیل پکڑی ہے اور اسکے کہ مقرر کرنا الفاظ کا معانی کے واسطے خدا کی طرف سے ہے اسواسطے کہ اس آیت میں فرمایا ہے کہ وعلم آدم الاسماء کلہا اور اگر واضع الفاظ کا معانی کے واسطے آدم یا اولاد آدم کے ہوتے تعلیم اسماء میں اللہ کی طرف سے کچھ حاصل نہ ہوتا لیکن اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وضع لغات کے وقت پیدائش آدم علیہ السلام کی تہی بلکہ بہت پہلے اس سے تھی اور واقع میں اسی طرح ہے اسواسطے کہ پہلے پیدائش حضرت آدم علیہ السلام کی سے نام فرشتوں کے اور اور چیزوں کے بھی کہ جن چیزوں کے سلسلہ انجام کو اپنے سے فرشتوں کو خطاب ہوتا تھا معروف تھے اور کلام کرنے فرشتوں کے آپس میں اور سمجھنا مضمون کلام الہیہ کا واسطے الفاظ کے موجود تھا چاہیئے حضرت آدمؑ کی پیدائش سے تھا اور جو لوگ کہ وضع لغات کے ساتھ اصلاح آدم اور اولاد سے دیتے ہیں فرشتوں کے کلاموں کے آپس میں کرتے ہیں شاید وہ غافل ہیں اور یہ کہنا انکا کہ معنی تعلیم اسماء کی حضرت آدمؑ کے تئیں یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ نے انکے دل میں

خواہش ڈالدی کہ متوجہ طرف وضع الفاظ کے ہوں پھر طریق وضع کا انکو سکھلا دیا جیسا کہ معنی وعلمہ صنعۃ قلوس کے عربی ہیں یعنی سکھلادیا ہنے انکو پیشہ زرہ بنانے کا واسطے تمہارے یعنی پہنے دل میں زرہ بنانے کا واعیہ ان کا یا پھر طریق اُسکے بنانے کا تعلیم کیا فساد اُسکا ظاہر ہے اسواسطے کہ تکلیف دینے فرشتوں کو ساتھ اسکے کہ الفاظ اور معانی اصطلاحیہ آدمیوں کے سے خبر و قبل تکلیف مالایطاق کے سے ہوگی باوجود اسکے کہ کچھ حاصل بھی نہیں اسواسطے کہ اگر کوئی کسی کی مصطلح سے واقف نہ ہو اُسکے علم میں کیا تصور و دخل مرسے کو اُسپر کیا قوت والا عرب کے عالموں پر اسبب جاننے مصطلح تر کو نکے تصور لازم آوے اور ترکو نکو انکے اوپر فوقیت ہو البتہ بسبب جاننے علم لغات اور اسکے کہ علم الٰہی میں واسطے معانی مخصوصہ کے مقرر تھے علامت قصور کی ہے اور جاننا اُسکا دلیل ترجیح اور فوقیت کی اسواسطے کہ بقدر احاطہ معلومات الٰہی کا زیادہ ہوگا اُسی قدر منا سبت اور شبیہ جناب باری کے ساتھ بہت ہوگی اور زیادتی تشبیہ کی جناب الٰہی کے ساتھ سبب کمال فوقیت مخلوق کا ہے دوسرے یہ کہ ضمیر ثم عرضہم کی ظاہر اس طرح ہے کہ رجوع طرف سماء کے کرے باعتبار سمیات کے اور سمیات اسماء کی ذوی العقول اور غیر ذوی العقول دونوں ہیں اس ضمیر کو کہ خاص مذکر کریں ذوی العقول کے ساتھ ہے کس واسطے لائے جواب اسکا یہ ہے کہ عرض کرنا سمیات کا فرشتوں پر باعتبار جماعت ظاہری کے نہ تھا کہ اصل ظاہر مجنے مذکر یا و تانیث اور عقل اور غیر عقل کا ہے بلکہ باعتبار وجود یعنی اور ملکوتی کے تھا کہ تمام مخلوقات باعتبار اُس وجود کے عاقل اور مدرک اور بر تذکیر اور تانیث سے ہیں البتہ بسبب نہولنے تانیث کے الفاظ اور صیغے تذکیر کے اُنکے واسطے بولے جاتے ہیں جیسا کہ فرشتوں بھی حق میں بھی اسی اعتبار سے الفاظ تذکیر کے اُنکے واسطے بولے جاتے ہیں بعینہ کہ فرشتوں حق میں بھی اسی عتبار سے الفاظ تذکیر کے استعمال کئے گئے ہیں تیسرے یہ کہ صیغہ امر کا بیچ اہنونی کے واسطے عاجز کرنے اور الزام دینے کے ہے نہ واسطے تکلیف اور حکم کرنے کے پس جن شخصوں نے بسبب اس صیغہ کے تکلیف مالایطاق جائز کہی ہے اُنہوں نے خطا کی ہے اور اسی واسطے فرشتوں نے بمجرد سننے اس امر اور مخاطبہ کے عاجزی اپنی شروع کی اس طریق سے کہ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ یعنی کہا اُنہوں نے پاک جانتے ہیں ہم تجکو اے پروردگار ہمارے اس بات سے کہ تیرے علم میں کچھ تصور ہو یا تیرے فعل میں کوئی بات عبث واقع ہو اور خلاف حکمت کے وقوع میں آوے اور سوال ہمارا فقط واسطے طلب ہدایت اور ارشاد کے تھا اسواسطے کہ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا یعنی کوئی علم حاصل نہیں ہوتا ہے ہمکو مگر اُس قدر کہ تو نے تعلیم فرمایا ہمکو اور اسی سبب سے ہنے وجہ حکمت پیدا کرنے اس خلیفہ کی نجانی اور تسبیح اور تقدیس اور حمد اور شکر اپنے کو کامل جانا اور بحرفت حقیقتوں اشیا کی تفصیلا اور بہ تمیزات اُنکی ہمکو حاصل ہوئی اور نام بھی اُن چیزوں کے کہ جملہ تمیزات کے ہیں جنہے نہ جانے اور ہمکو جناب تیری سے ابتدا علوم حاصل ہو گئے اگر کچھ جگہ اعتراض کی نہیں اسواسطے کہ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ یعنی تحقیق تو نہایت دانا ہے اور تو جانتا ہے کہ حقیقتیں ہماری ایسی نہیں کہ یا علم بالواسطہ تیرے معلوم کریں اسواسطے اس مخلوق کو خلیفہ اپنا کیا تو نے اور قدرت اور حکمت طرح طرح فعلوں کے دی تو نے اور ہمکو واسطے بولکر نے مرادوں اور خدمتوں اُس کی کے مامور کیا تا کہ ہم بھی واسطے اس خلیفہ کے اور خدمت اُسکی کے اوپر اُن فعلوں اور حقیقتوں کے مطلع ہوں واسطے کہ تو الْحَكِيْمُ یعنی صاحب حکمت کامل کا ہے ساتھ اس تدبیر کے ہماری حقیقتوں کو بھی ان علموں سے بہرہ مند کر یگا جب حق تعالیٰ نے ملائکہ سے عجز اور زاری اور اقرار کرنا اُنکا ساتھ علم اور حکمت اپنی کے پسند کیا فَقَالَ يٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ یعنی فرمایا کہ اے آدم خبر دے ان فرشتوں کو اگرچہ خالی ہونے علاقتوں حیوانی کے تو اُسے بہت کم ہے اور مقرر ہے کہ جس قدر بحر زیادہ ہوئے اطلاع حقیقتوں کے اور بھی زیادہ ہو یا اَسْمَآئِهِمْ یعنی ساتھ ناموں اُن چیزوں کے فرشتوں کو بتلائے ہنے اسواسطے کہ ان چیزوں کا علم ساتھ خواص اور ضرروں اُنکے نفعوں کے حاصل نہیں ہو سکتا اگر ساتھ عقل کے کہ وہم اور شہوت اور غضب کے ساتھ ملی ہوئی نہ ہو اور یہ بات خاص تیرے ہی میں پائی جاتی ہے حضرت آدم علیہ السلام نے جب یہ حکم سنا بیان اُن حقیقتوں اور ہموں اور حقیقتوں اُنکی کا روبرو فرشتوں کے شروع کیا اور نام ہر چیز کا ساتھ تمام خواص اور نافیر کے اُنپر ظاہر کئے فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ یعنی جب بتلا دیے حضرت آدم علیہ السلام نے فرشتوں کو نام اُنکے باوجودیکہ وہ چیزیں بے شمار اور بے انتہا تھیں اور اس بیان کرنے میں کچھ غلطی نہیں ہوئی فرشتے کمال علم آدم علیہ السلام کے سے حیران ہوئے اور سوقت میں قَالَ یعنے فرمایا حقتعالیٰ نے واسطے تاکید کرنے امر خلافت آدم علیہ السلام کے فرشتوں سے اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ یعنی تحقیق جانتا ہوں میں اُن چیزوں کو کہ تم نہیں جانتے اور غرض میری اس کلام سے یہ ہے کہ میں جانتا ہوں غَيْبَ السَّمٰوٰتِ یعنی اُن چیزوں کو جو عالم علوی میں پوشیدہ ہیں جیسا کہ احوال ثوابت و سیارات اور جو کتبیں آسمانوں کی معہ تمام آثار اور خواص اُنکے کے باوجود یکہ تم فرشتے عالم علوی کے ہنے والے ہو تو کو نہیں جانتے ہو اور یہ شخص باوجود یکہ عالم سفلی کی مخلوقات میں سے ہے اُن سب کو جانتا ہے اور قرانات صغری اور کبری اور وسطی اور عظمی اور کسوف اور خسوف اور دوکر اور ضیاع ستاروں کے کہ اُنکے پیدا ہونے سے ہزاروں برس پہلے تھے یہ جانتا ہے اور ہر ایک کے نام بیان کرتا ہے اور احکام اُنکے ضیاع کے خواہ باعتبار انفراد کے خواہ باعتبار اجتماع کے نکالتا ہے وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ یعنی اور بھی جانتا ہوں میں وہ چیز کہ پوشیدہ ہے عالم سفلی میں ہر چند کہ عالم سفلی جسکی نزدیک بہت ظاہر ہے لیکن ہرگز طریق پیدا ہونے نباتات کا اور بدل ڈالنا معدنیات کا اور طریق پیدائش حیوانوں عجیب شکل کا اور خائہ تے تعفیل اور تسفیح سے شے مرکب کو جیسا کہ گاڑی بیلوں کی کہ ایک حقیقت مرکب ہے انسان اور لکڑی اور حیوان اور لوہے سے معلوم نہیں آدمی شخص اس قسم کی چیزیں پوشیدہ بہت جانتا ہے اور ایسی چیزیں بنا سکتا ہے کہ علم تمہارا اُنکے نام تک بھی نہیں پہنچتا ہے باوجود یکہ تعلقات سفلی سے کم عقل اور ادراک کی مانع ہیں بالکل تم پاک ہو وَاَعْلَمُ مَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ یعنی اور جانتا ہوں میں اُس چیز کو کہ تم ظاہر کرتے تھے یعنی تسبیح اور تقدیس اور معرفت اسمار الٰہی کی جسقدر کہ استعداد اور حوصلہ تمہارا ہے وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ یعنی اور وہ چیز کہ تم سکو پوشیدہ رکھتے تھے یعنی بہت کام اور قوتیں تمہاری ایسی تھیں کہ ہرگز تمکو اطلاع نہ تھی کہ اُن قوتوں اور فعلوں کو اللہ تعالیٰ نے ہمارے اندر رکھ چھوڑا ہے جیسا کہ آدمیوں کی صورت بنانی رحم میں اور خدمت سجدہ کی اور اُنس پکڑنا ساتھ ذکر الٰہی کے اور حاضر ہونا بیچ مکانوں متبرکہ اصلی کے اور اعانت اور مدد کرنی خانہ یوں اور حاجیوں کی اور مخاطبہ اہل قہار اور مخاطبہ اہل قہار اور سمار الٰہی کا اور پہونچانا ثواب اونچوں کا زندوں کی طرف سے مردہ کو اور پہونچانا نیک علموں کا اور ترقی دینی خدا کے رستہ چلنے والوں کو اور خدمت کرنی تجلیات شہودی کی بیچ عالم مثال کے کہ واسطے کاملوں کے اس خلیفہ کی ولدیت سے ہونیوالی

اور آثار ناوی اور کتابوں الٰہیہ کا اور قرائن کہ شارعوں اور رسولوں اور ملتوں اور طریقوں اور مذہبوں کا اور اسی قسم کی چیزیں اور حال یہ ہے کہ سب چیزیں بالقوہ تمہارے اندر وجود نہیں اور ظہور ان چیزوں کا موقوف اُوپر وجود اس خلیفہ کے ہونے کہا تھا کہ واسطے اس خلیفہ کے تم اُن چیزوں پر خبردار ہو اور تم بسبب اس خلیفہ کے اُن کمالات بالقوہ کو اپنے تصرف میں لاؤ گے اب یہ خلیفہ پیدا ہوا اور اُس نے تمام کہ خبری اور تمنے جانا کہ ہنے کیا کیا چیزیں تمہارے اندر کہیں پس یہ حق خلیفہ کا تمہاری گردن پر بہت بڑا ہے کہ تم کو حقیقت اپنی سے آگاہ کیا اور باعث زیادہ نزدیکی تمہاری کا جناب الٰہی میں ہوا لازم یہ ہے کہ تم اس خلیفہ کو مانند استاد اور مرشد کے سمجھو اور ادب تعظیم اُس کی بجالاؤ اب اس جگہ کئی بحثیں ہیں اول یہ کہ جب ملائکہ کو اشیاء کی حقیقتوں کا علم بطفیل حضرت آدم علیہ السلام کے حاصل ہوا پس کو اسطے علم نہ فرمایا اور انبئہم کہا جیسا کہ انبئونی کہا تھا جواب اسکا یہ ہے کہ کسب اور حاصل کرنا علم کا اور مشق کرنا مکمل استاد سے یہ خاصیت انسان کی ہے فرشتوں کو یہ ترقی ممکن نہیں اسواسطے کہ سب کمالات فرشتوں کے اُنکے وجود کے ساتھ پائے جاتے ہیں البتہ حضرت آدم علیہ السلام کے طفیل سے ہر قسم کی فرشتوں کو اُنکی جنس مدرکات میں سے بہت چیزوں کا اور اُنکے پہلے حاصل تھا حاصل ہوا لیکن یہ کثرت معلومات کی بسبب ترقی مرتبہ علم کا نہیں ہوتی ہے جیسے کہ قوت بصر کی آدمی میں کہ بسبب کثرت بینائی کے مرتبہ اُسکا تم میں زیادتی نہیں قبول کرتا ہے بلکہ باوجود کثرت بینائی کے اُسکو ممکن نہیں کہ سوائے دیکھنے کی شے کے اور چیز کو قبول کرلے ایسے ہی حال فرشتوں کا بیچ زیادہ ہونے معلومات اپنی کے طفیل حضرت آدم علیہ السلام اور واسطے اسی نکتہ کے انباء ھم باسمائھم فرمایا اور علم ھم باسمائھم نہ فرمایا دوسری بحث یہ ہے کہ یہ آیت اور یہ قصہ دلیل ظاہر ہے اوپر فضیلت اور شرف علم کے اسواسطے کہ جو بیچ علم کے ہو کمال کے اگر اور کوئی چیز سوائے علم کے اس حد کی شرافت رکھتے البتہ بیچ مقام بیان کرنے فضیلت حضرت آدم علیہ السلام کی اوپر فرشتوں کے اُس چیز کو پیش کرتے اور بھی اس قصہ سے معلوم ہوا کہ ملائکہ باوجود اسکے کہ رہنے والے مکان قدس کے ہیں اور عبادت اور اخلاص اُنکا زیادہ عبادت اور اخلاص اُدمیوں کی سے ہے اور طہارت اور عصمت اُنکی جوہر ذات کو لازم ہے اور ہر امر میں لا یعصون اللہ ما امرھم ویفعلون ما یؤمرون یعنی نافرمانی نہیں کرتے اللہ کی اُس چیز میں حکم کیا اُنکو اللہ نے وہ کرتے ہیں اُس چیز کو کہ امر کئے گئے شان اُنکی ہے اور اوصاف ثابتہ کے اور ملکہ اور کمال اور سواری اُمر جو بیچ سفلی اور علوی کے ہیں سفر اصلی ہیں کہ جو بیچ تمام کے ہیں اور جو بیچ ناقص کے ہیں سفر نقصی ہیں اور یہ سفر عشر اُنکا ہی نصیب ہیں اور سفر عشر اُنکا ہی نصیب ہیں اور سفر عشر اُنکا ہی نصیب ہیں اور

اس تفصیل عالم کا جاہل کی طرف ہے اور اسی واسطے حدیث شریف میں علم کو دیگر عبادت کے بار بار ساتھ عبارتوں مختلفہ کے ترجیح دی ہے اور حق تعالیٰ نے بھی ہر مقام تفصیل بعضے نبیوں کے اوپر بعضے کو اسی صفت اور شاخوں اسکی کے ترجیح فرمایا ہے خصوصاً سات آدمیوں کو نبیوں میں سے سبب علم کے صراحۃً تفضیل دی ہے حضرت آدم علیہ السلام کو سبب علم لغت کے کہ فرمایا وعلم آدم الاسماء کلہا اور حضرت خضرؑ کو ساتھ علم فراست کے وعلمناہ من لدنا علما اور حضرت یوسفؑ کو ساتھ علم تعبیر کے کہ وعلمتنی من تاویل الاحادیث اور حضرت داؤدؑ کو ساتھ علم صنعت کے وعلمنٰہ صنعۃ لبوس لکم اور حضرت سلیمانؑ کو سبب جاننے زبان جانوروں کی کہ علمنا منطق الطیر اور حضرت عیسیٰؑ کو ساتھ علم توریت اور انجیل کے کہ ویعلمہ الکتاب والحکمۃ والتوریۃ والانجیل اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ علم اسرار کے کہ وعلمک مالم تکن تعلم علماً نے کہا ہے کہ ان سات علم نے بیچ حق ان سات پیغمبر کے عجیب ثمرے ظاہر کئے ہیں حضرت آدمؑ کو ان کے علم نے فرشتوں سے سجدہ کروایا اور حضرت خضرؑ کو انکے علم نے اُستادی حضرت موسیٰ جیسے پیغمبر کی عنایت ہوئی اور حضرت یوسفؑ کو انکے علم نے بادشاہی زمین مصر کی دلوائی اور حضرت سلیمانؑ کو انکے علم نے ملکہ سبا جیسی عورت مالدار اور صاحب مرتبہ اور ملک وارث کرسی کی بخشی اور حضرت داؤدؑ کو انکے علم نے طرفہ پاسدان اور بادشاہ کے بیچوں بیچ بٹھایا اور حضرت عیسیٰؑ کو انکے علم نے تہمت اُن کی ماں سے دُور کرائی اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انکے علم نے ساتھ خلافت اور شفاعت عظمیٰ کے سرفراز کیا اہل کاشف کہتے ہیں کہ حضرت آدمؑ کو نام مخلوقات کے جاننے نے سجود فرشتوں کا کیا اور حضرت یوسفؑ کو جاننے تاویل خواب کی نے دنیا کی قید سے نجات بخشی اگر مفسر اس آیت کو تاویل کتاب الٰہی کی بند بخاری شہیوں اور بند بخانہ آخرت کے سے نجات بخشنے کے بعد پر حکایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کسی بڑے وزیر سے ملازمت بادشاہ کی حاصل کی اور بادشاہ سے چاہا کہ موافق دستور اور خواصوں کے محلکو بھی خدمت حضور کی عنایت ہو بادشاہ نے فرمایا کہ اول علم حاصل کرنا قابل میری حضور کے ہووے تو وہ شخص حضرت امام محمد زاہد رحمہ اللہ کے پاس آیا اور تحصیل علم کی شروع کی بعد سکے کہ لذت علم کی اسکو حاصل ہوئی اور آفتیں بادشاہ کی صحبت کی جانیں بادشاہ نے اسکو بلایا اور امتحان کیا اور بعد امتحان کے کہا کہ اب قابل خدمت میری کے ہوا اور طلب علم سے بس کرا اور میری خدمت میں مشغول ہو اُس شخص نے عرض کیا کہ میں تو لائق تمہاری خدمت کے تھا تمنے قبول نکیا اور اب میں لائق خدمت خدا کے ہوا اسکو نہیں قبول کرتا ہوں کہا ہے کہ فضیلت علم کیواسطے یہی بس ہے کہ کہتے تعلیم یافتہ کا انکار ضلال ہے محض برکت تعلیم سے یہ بات حاصل ہوئی باوجود اسکے کہ کتا ہمیں میں نجس ہے چیونٹی ضعیف کو حق تعالیٰ نے کیسے بڑے مرتبہ والا ہے ساتھ برکت ایک نکتہ علم کے اُسقدر پسند کیا کہ اُس نکتہ کو زبان اُسکی سے بیچ کلام اپنے کے نقل فرمایا اور تمام سورہ کی نسبت طرف اُسی چیونٹی کے کی اور سورۃ النمل نام رکھا اور وہ نکتہ یہ ہے کہ لشکر انبیاؤں کے وہ بدہ دوانستہ اوپر چیونٹی ضعیف کے بھی ظلم نہیں کرتے ہیں جیسا کہ زبان اُس کی سے نقل فرمایا کہ یحطمنکم سلیمان وجنودہ وھم لا یشعرون یعنی نہ پیس ڈالے پاؤں میں تمکو سلیمان اور لشکر اُسکا اور اُنکو خبر نہ ہو یعنی بے خبری میں اُنکے پیروں تلے نہ آجاؤ والا جانکہ یہ نہیں کرینگے پس قدر صحبت انبیاؤں کی جاننی چاہیئے کہ صحبت سرسری اُن کی لشکر یونکو میسر ہوتی ہے اسقدر روشن کرنے باطن کے میں تاثیر کرتی ہے اور ظلم کرنے میں موثر ہے کہ وہ بدانسہ چیونٹی ضعیف پر بھی ظلم نہیں کرنے ہیں پس ولے اوپر حال اُن لوگوں کے کہ مصاحبوں قدیمی پیغمبر کے ظالم اور غاصب حقوق خاندان پیغمبر اپنے کا بیان کرتے ہیں عقل اُن بیوقوفوں کی اُس چیونٹی کی طرح سے بھی کم ہے اور انتقاد ان نفاق پیشوں کا بیچ حق پیغمبر اپنے کے ہزاروں درجہ سست انتقاد مثل اُس چیونٹی سے بھی کہ بیچ حق سلیمان کے رکھتی تھی اور جو آیتیں قرآن کی کہ علم اور علماء کی فضیلت میں آئی ہیں بہت ہیں کہ انشاء اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اپنے مقام میں بیان کیا جاویگا اور جو کچھ لایق اس مقام کے ہے یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے خوف اور ڈر اپنے خاص نصیب علماء کے کیا ہے اور فرمایا ہے انما یخشی اللہ من عبادہ العلمٰؤا یعنی سوا اسکے نہیں ڈرتے ہیں اللہ سے اور بندوں اسکے سے علماء اور دوسری جگہ بہشت کو حصہ ڈرنیوالوں کا کیا ہے اور فرمایا ہے کہ ذالک لمن خشی ربہ یعنی یہ واسطے اُن لوگوں کے کہ ڈرتے ہیں رب اپنے سے پس تمام ان دونوں آیتوں سے معلوم ہوا کہ بہشت خاص حصہ عالموں کا ہے اور سبب اسکا یہ ہے کہ علماء حق تعالیٰ نے اپنے خوف کے ساتھ خاص کیا ہے اور جو شخص کسی چیز کو بچالے محال ہے کہ وہ شخص اُس شے کی سبب خوف اُس چیز کا نہیں ہوتا ہے بلکہ تمیز چیزوں اور بھی ثمرہ جاننے ذات اسکی کے ہے ثمرہ میں اسکا خوف اور ڈر حاصل ہو اول یہ کہ اُسکو قادر تو جان لے اسواسطے کہ ہر ایک بادشاہ جانتا ہے کہ رعیت میری اوپر افعال قبیحہ میرے کے مطلع ہے اور اُن فعلوں کو مکروہ اور معیوب جانتی لیکن بادشاہ باقی رعیت سے ڈرتا نہیں اسواسطے کہ جانتا ہے اُنکو قدرت مقابلہ اور باز رکھنے میرے کی نہیں دوسرے یہ بھی جانے کہ میرے حال سے یہ آگاہ ہے اسواسطے کہ اگر کوئی چور بادشاہ کے خزانہ میں سے کچھ چوری اُسکو یقیناً معلوم ہے کہ بادشاہ مجاز ہے سزا دے سکتا ہے لیکن جانتا ہے کہ بادشاہ کو میرے حال سے خبر نہیں اس جہت سے نہیں ڈرتا ہے تیسرے یہ کہ اُسکو یہ بھی سمجھے کہ حکمت اور دانائی سے کام کرتا ہے اور ایسی قدرو حشمت کا اسکو پاس ہے اسواسطے کہ سخرے آدمی بادشاہوں کے سامنے بُری باتیں کرتے ہیں اور خود بادشاہ اندر میروں کو گالیاں دیتے ہیں اور خوب جانتے ہیں کہ بادشاہ اور امیر ہماری ان باتوں کو جانتے ہیں اور منع اور تنبیہ کرنے پر بھی اُنکو قدرت ہے لیکن بسبب ہلکا پن اور کم ظرفی کی بُری باتوں اور گالیوں سے راضی اور خوش رہتے ہیں اسواسطے ہرگز نہیں پکڑتے ہیں پس ثابت ہوا کہ ڈرنا بندہ کا خدا سے نہیں ہوتا ہے جبتک کہ یہ نجانے کہ خدا ہر چیز کو دیکھ رہا ہے اور ہر چیز پر اُسکو قدرت ہے اور حکمت والا ہے اور مخفیہ نہیں کہ ہمارے بُرے کاموں کو پسند کرے

حکایت

حاصل یہ ہے کہ پہلے پہلے جہان میں علم کی فضیلت ظاہر ہوئی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو منصب استادی فرشتوں کا بسبب اسی فضیلت کے حاصل ہوا اور حق تعالیٰ نے حق استادی کا فرشتوں سے ادا کروایا اور نہایت درجہ کی تعظیم ان کی فرشتوں سے کروائی جیسا کہ بسطے بیان اسباب کے ذرا پیچھے وَاِذْ قُلْنَا یعنی اور یاد دلاؤ ان کا فرو کو کہ باوجود عاجز ہونے کے تبع اس کلام سے فرمانبردار نہیں ہوتے ہیں اور خشوع اور خضوع سے رجوع نہیں لاتے اور ٹیڑھی راہ چلتے ہیں اُس وقت کو کہ کہا ہم نے بعد اسکے کہ فرشتے بیان کرنے ناموں اشیاء کے سے عاجز ہوئے آدم نے رسے نام ہر ایک کے بتلا دیئے اور خلافت اُس کی بلاد اسطہ جناب الٰہی کی طرف سے ثابت ہوئی جیسا کہ سبب عاجز ہونے ان کافروں کے تبع اس قرآن کی سے نبوت تیری اور تعلیم قرآن کی بلاد اسطہ ثابت ہوئی لِلْمَلٰٓئِكَةِ یعنی تمام فرشتوں علوی اور سفلی کو سوائے کے خلافت اور فضیلت آدم کی ثابت ہوئی ہیں ملائکہ سے خاص سفلی مراد ہیں بلاوجہ خلاف رواتیوں کے ہے جیسا کہ ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے ضمرہ سے روایت کی ہے کہ اُس نے کہا سمعت من یذکر ان اول الملئکۃ خر ساجدا لله حین امرت الملئکۃ باسجود لادم اسرافیل فاثابه الله بذلك الكتب القرآن فی جبهته یعنی سنا میں نے اُس شخص کو کہ بیان کرتا تھا تحقیق پہلا فرشتوں سے کہ سجدہ میں گرا واسطے اللہ کے جس وقت حکم ہوا فرشتوں کو سجدہ کرنیکے واسطے اسرافیل تھا پس جزا دیا اللہ تعالیٰ نے اُسکو بسبب اس عبادت کے یہ کہ لکھا گیا قرآن بیچ پیشانی اُس کی کے اور ابن عساکر نے عمر بن عبد العزیز سے روایت کی ہے کہ جب حق تعالیٰ نے فرشتوں کو آدم کے سجدہ کو فرمایا پہلے سب سے کہ سجدہ کیا اسرافیل تھا حق تعالیٰ نے اُسکو بدلے اس عبادت کے بخشا کہ تمام قرآن کو اُس کی پیشانی میں لکھا اور باوجود اسکے دوسری آیت قرآن مجید میں ہے کہ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ اور سجدہ عموم اور استغراق میں صریح ہے کہ تخصیص اسکی حد تعریف کو پہنچتی ہے اور صحیح واقعی ہے جیسا کہ فرشتوں سفلی کو بوجود اس خلیفہ کے سے وسعت کمالات کی حاصل ہوئی فرشتوں علوی کو بھی کمالات عالیہ نصیب ہوئے کارخانہ بہشت جہنم کا اور قائم کرنا شر جیسا کو اور قائم کرنا شر جیسا کو اور عذاب دینا انتقام دنیوی متکبروں اور سرکشوں سے لینا اور کارخانہ مجازات اخروی کا جیسے کارخانہ سلوک الی اللہ کا توبہ دلانا سے لیکر فنا اور بقا تک اور کارخانہ تجلیات اور تدلیات کا اور قائم کرنا شعائر اللہ کا یہ تمام امور تحت خدمت علویوں کے ہیں جیسا کہ سفلی خادم اس خلیفہ کے ہیں اور علویوں نے بھی خدمت اس خلیفہ کی سے حظ کامل اٹھایا ہے اور خلیفہ نسبت اُنکے بھی بتبدیل بعض اسم کا ہوا اور حکم کعبہ کا اُس نے پیدا کیا اور اُسی واسطے تمام فرشتے خواہ علوی ہوں خواہ سفلی مخاطب ساتھ اس خطاب کے ہوئے کہ اُسْجُدُوْا لِاٰدَمَ یعنی سجدہ کرو تم آدم کو ساتھ اسطرح کے کہ اُسکو قبلہ سجدہ اپنے کا مقرر کرو تا کہ دلیل ہو واسطے اطاعت کرنے تمہاری کے احکام چاہے کی کہ بیچ حق اس خلیفہ کے فرماد یگے گویا اوں سے بسبب اُس سجدہ کے تمکو معلوم ہوا تابعداری امر الٰہی کی کہ واسطے خود تموں اس خلیفہ کے مقرر فرمایا ہے اور اُس نے اُمر دیے گی حاصل مجھے جیسا کہ بادشاہ جب کسی کو اپنی جگہ پر ولیعہد یا خلیفہ کرتا ہے فلک کے سرداروں کو حکم کرتا ہے کہ نذر دیل اسکو دیویں اور تعظیم بجالاویں تا کہ دلیل ہو واسطے کہ فرمانبرداری اُن کی اوامر میں ہو لیکن اس طرح کا قبلہ بنانا مخلوقات کا واسطے بعضی مخلوقات کے حکمت الٰہی میں مشروط ساتھ دو چیزوں کے ہے اول یہ کہ ہم جنس اپنا ہو ملکہ غیر جنس اپنا ہو اسواسطے جس صورت میں کہ قبلہ ہم جنس اپنا ہو کما ینبغی تعظیم کی نہ ہوگی اور تو ہم شرکت اور عقاد استقلال کا پیدا ہو جاوے گا مانند سجدہ کے واسطے تصویروں صلحا کے کہ آدمیوں اور جنوں کی جنس کے تھے اور آدمی اور جن اس امر میں ایک جنس ہیں اسواسطے کہ حکام یکلیفی ہیں دونوں شریک ہیں دوسرے یہ کہ قبلہ بنانا ساتھ امر الٰہی کے ہو نہ ساتھ احسان عقلی کے یعنی عقل جسکو پسند کرے اُسکو قبلہ بنالے اسواسطے کہ کسی چیز کو وسیلہ تقرب الی اللہ کا ٹھہرانا موقوف ہے بر ظاہر ہونے شان الٰہی کے ہے کہ اس وقت میں شان خداکی فلانے طور پر ہے اور ایسی شے نہیں کہ عقل کسی مخلوق کی خود بخود اُسکو دریافت کرے بس جس جگہ یہ دونوں شرطیں متحقق ہوں اُسکو قبلہ توجہ کا کرنا شرع میں جائز بلکہ واجب ہے جیسا کہ بیت مقدس اور صخرہ بیت المقدس کا جنوں اور انسانوں کے حق میں اور مثل حضرت آدم علیہ السلام کے بیچ حق فرشتوں کے کہ فرشتے جنس آدمی کے [illegible] سے لازم نہیں آتا ہے کہ قبلہ افضل ہو اُس شخص سے جو کہ قبلہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اسواسطے کہ قطعا معلوم ہے کہ کعبہ معظمہ جناب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل تھا یہود کے قبلہ بنانے حضرت آدم علیہ السلام کے واسطے واسطے فرشتوں کے پس ہوا [illegible] فضیلت حضرت آدم کے اوپر سب فرشتوں کے [illegible] جواب نہیں چلے اور جبکہ فرشتے علویوں اور سفلیوں کو واسطے اطاعت اور فرمانبرداری کے [illegible] اور اکرام اس خلیفہ کے حکم ہوا کہ بعض اُس وقت میں فرشتے گروہ [illegible] معلوم نہ تھا بسبب اس کے کہ [illegible] فرشتوں کے مثل [illegible] ہوا اِلَّآ اِبْلِيْسَ یعنی مگر ابلیس نہ سجدہ کیا اُس نے [illegible] تھا اور بسبب کمال اختلاط کے [illegible] زمین داخل تھا اور بسبب بار رہنے اُسکے کا حضرت آدم کے سجدہ سے وہ تھا کہ کئی ہزار برس [illegible] پیدائش حضرت آدم کی سے اولاد جان کی زمین میں قابض اور متصرف تھے اور حیوانات دنیا کی زمین کی سے بقدر استعداد اپنی کے نفع اُٹھاتے تھے اور آسمان پر بھی اپنے اور پھرتے تھے بلکہ جنوں کے گروہ سے فتنہ اور فساد اور خونریزی بہت ہوئی آسمان سے دنیا کے فرشتے جو کہ مامور تھے کہ [illegible] زمین کے اوپر سے [illegible] زمین کی اولاد [illegible] سے پاک ہو آسمان سے نہ [illegible] فرشتوں نے زمین پر اگر بہت مار ڈالے اور بہت بھاگ کر جزیرے اور پہاڑوں میں چھپ گئے [illegible] اُنمیں بھی سے تھا اور اُسکا نام عزازیل تھا اور بباعث کثرت علم اور عبادت کے [illegible] سب جنوں سے ممتاز رہتا تھا ہمراہ فرشتوں کے آسمان دنیا پر گیا اور غدر اپنا بیان کیا کہ میں اس خونریزی میں جان کی ودیعت کے ساتھ شریک نہیں ہوا حق تعالیٰ نے اُسکو بسبب شفاعت آسمان کے [illegible] شعوں کے کالنے اور مارنے سے محفوظ رکھا اُس بسبب اس طمع کے کہ حسب تمام جنوں کو نکالا گیا پس فقط میں اُن کی [illegible] زمین پر قابض اور متصرف رہو بجائے زیادہ کوشش عبادت میں شروع [illegible] حضرت آسمان سے دنیا کے فرشتوں کو کوئی حکم جناب الٰہی کی طرف سے پہونچتا تھا کہ فلانی ہم میں ایسا اور ایسا عالم تر و پیدا ہوا ہے [illegible] سے آگے اور زیادہ اُس ہم میں دور تھا اور سرانجام کرنا تھا بہ [illegible] تک کہ آسمان دنیا کے فرشتوں میں [illegible] قدر اور منزلت حاصل ہوئی اور اپنے دل میں امیدوار منصب خلافت کا رہتا تھا کہ حکم [illegible] فرشتوں کو

پہونچا کہ انی جاعل فی الارض خلیفۃ اسوقت سے اس نے جانا کہ یہ منصب مجکو نہ دینگے اور وہ سب بندگی اور عبادت کہ دیا سے کرتا تھا برباد ہوگئی اسواسطے رگ حسد اور رشک اسکے نے جوش کیا کہ کر دیے تو لے قدر اس خلیفہ کی رہنا تھا جب حکم سجدہ کا سنا بے پردہ مخالفت کی یہاں تک کہ آبی یعنی ہٹ رہا سجدہ کرنے سے واسطے حضرت آدم علیہ السلام کے اور یہ انکار اس ساہ سے نہ تھا کہ حکمت طلب کرے یا شاگرد بنے بلکہ اپنے تئیں حضرت آدم سے بہتر جانا تھا و استکبر بمعنے تکبر قبول کیا اور آپ کو بڑا سمجھا اس بات سے کہ مجکو باوجود اسکے کہ آگ روشن سے پیدا ہوا ہوں اور سالہا سال عبادت اور بندگی میں مشغول رہا اور بیچ سرانجام کرنے احکام کے بہت کوششیں بجالایا حکم کریں کہ ایسی مخلوق کو کہ میلی مٹی سے قالب اسکا میرے سامنے تیار کیا اور بھی تک کوئی کام بڑا اور مہم شائستہ اس سے وقوع میں نہیں آئی اور کہوڑا کہ اسکا بندگی میں خاص ہوا میں سجدہ کروں اور تابعداری اس کی میں اختیار کروں صریح خلاف حکمت اور نا قدردانی اور ضائع کرنا سخ خدمت میری کا ہے اور اس استکبار نے رفتہ رفتہ اس حد کو پہونچایا کہ اس حکم الٰہی کو خلاف حکمت کے کہنا پکڑا اور انکار پر ہتر ہونے اس امر کا کیا و کان من الکفرین اور ہوا وہ اکھا کہ نیا لو نسے خدا کیساتھ اسواسطے کہ انکار حقیقت امتثال قطعی آلہی کے کا کیا اور جو کوئی انکار امر الٰہی کا کرے اس وجہ سے کہ ماننا اور بجالانا اسکا واجب نہیں وہ شخص کافر ہے جیسا کہ انکار وجوب نماز اور زکوۃ وغیرہ کا پس منکروں اس قرآن کے کو تو سمجھا کہ جب ایک حکم قطعی کے انکار سے ابلیس کافر اور ملعون ہوا تم کہ انکار تمام قرآن کا کرتے ہو باوجود یکہ اس معاملہ میں عاجز بھی ہو گئے اور یقیناً جان چکے کہ یہ کلام الٰہی ہے کس حد کے کفر اور ملعونیت کو پہونچو گے باقی رہیں اس جگہ بحثیں کتنی کہ اس مقام کی تفسیر سے علاقہ رکھتی ہیں اول یہ کہ ان آیتوں سے ایسا سمجھا جاتا ہے کہ حکم سجدہ کا بعد پیدائش حضرت آدمؑ اور تعلیم اسماء کی اور بعد ظہور عجز بیان کرنے اُن اسماء کے سے ہوا اور دوسری آیتوں سے کہ حضرت آدمؑ کے قصہ میں اور سورتوں میں آئی ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پہلے پیدائش حضرت آدم علیہ السلام کی سے فرشتوں کو فرمایا تھا فاذا سویتہ ونفخت فیہ من روحی فقعوا لہ ساجدین یعنی پس جس وقت درست کر لوں میں اسکو اور پھونکوں اس میں روح اپنی پس گر پڑو اسکے واسطے سجدہ میں اور بھی ان آیتوں کا ساتھ آیتوں دوسری کے سجدہ کے وقت میں تعارض ہے اسواسطے کہ ان آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مجرد پھونکنے روح کے فرشتوں کو حکم کیا تھا کہ سجدہ کر و اور اس جگہ سے ثابت ہوتا ہے کہ سجدہ کا حکم بہت پیچھے اُس سے ہوا تھا جواب پہلے تعارض کا پہلے پیدائش حضرت آدم کے سے بھی حکم ہوا تھا کہ حضرت آدم کو بعد پیدائش کے سجدہ کریں لیکن وجوب اور اسجدہ کا دوسرے امر سے ثابت ہوا جیسا کہ لڑکے نو آموز کو پہلے آفتاب کے پھرنے سے کہتے ہیں کہ جب آفتاب پھرے وضو کر اور نماز ادا کر اور بعد پھرنے آفتاب کے پھر اسکو تقید کریں کہ اب وقت نماز کا پہونچا دھو کر اور نماز پڑھ آخر دفع تعارض دوسرے کا یہ ہے کہ مراد نفخ روح سے ظاہر ہونا آثار اُس نفخ کا ہے بیچ عقلوں فرشتوں کے اور اثر نفخ خاص روح الٰہی کا کہ گھیر لینے والی شانوں الٰہی کی ہوگی اور اُسی روح کے سبب قابلیت خلافت کی آدمؑ کو حاصل ہوئی اُنکے نزدیک اُس وقت میں پایا گیا کہ تعلیم اسماء کی جو حضرت آدم کے واسطے حاصل ہوئی تھی ملاحظہ کی اور اپنے اندر یہ جمعیت اور استعداب نہ پایا اور باوجود اسکے بیچ اس مقام کے تصریح اس امر کی نہیں کہ قصہ سجدہ کا بعد قصہ تعلیم اسماء اور عاجز فرشتوں کے ہوا ہو البتہ ترتیب بیان قصوں کی کر ساتھ پیدائش آدمی کے تعلق رکھتی ہے اس امر کو تقاضا کرتی ہے اور احتمال ہے کہ قصہ پہلے کو ترتیب بیانی میں متاخر لائے ہوں تحث دوسری یہ ہے کہ حقیقت سجدہ کی پہونچانا پیشانی کا اوپر زمین کے ہے اور یہ معنی شرع میں واسطے غیر خدا کے جائز نہیں اور اس جگہ میں فرشتوں کو ساتھ ادا کرنے اسی فعل کے واسطے حضرت آدم کے امر فرمایا ہے وجہ اس امر کی کیا ہے جواب اسکا یہ ہے کہ پیشانی کو زمین پر پہونچانا دو طرح سے ہوتا ہے ایک یہ کہ واسطے ادا کرنے حق معبودیت کے ہو اور یہ قسم سب نبیوں میں اور سب ملتوں میں واسطے غیر خدا کے حرام اور ممنوع ہے اور کبھی جائز نہیں ہوئی اسواسطے کہ محرمات عقلی سے ہے اور محرمات عقلی ساتھ بدلنے دینوں اور ملتوں کے نہیں بدلتے ہیں اور دلیل اُسکی یہ ہے کہ اس قسم کی تعظیم نہایت تذلل کے اوپر دلالت کرتی ہے اور نہایت تذلل اُس کسی کے واسطے لائق ہے کہ نہایت بڑائی میں ہو اور نہایت بڑائی یہ ہے کہ ذاتی ہو اور عشرت ذاتی خاص خدا کے واسطے ہے اوکسی مخلوق میں پائی نہیں جاتی ہے دوسرے یہ کہ واسطے تکریم اور تبجیل کے ہو مانند سلام کے اور سر جھکانے کے اور یہ سجدہ بسبب خلاف رسموں اور ملتوں اور تبدل فروق کے مختلف ہے کبھی جائز ہے اور کبھی حرام پہلی امتوں میں جائز تھا جیسا کہ بیچ قصہ حضرت یوسفؑ اور بھائیوں اُنکے کے وقوع میں آیا کہ خود والدہ مسجد اپنے گرے واسطے اُسکے سجدہ کرنے والے اور ہماری شریعت میں یہ طریق درمیان مخلوقات کے کہ آپس میں کیا جاوے حرام اور ممنوع ہے ساتھ دلیل حدیثوں متواترہ کے اس امر میں وارد ہوئی ہیں اور بیچ فرشتوں کو اسواسطے حضرت آدم علیہ السلام کے اسی طریق کا تھا اسواسطے کہ بسبب تعلیم اسماء کے حضرت آدم کا احسان اور فوقیت اُن کی اوپر فرشتوں کے حاصل ہوئی تھی اور فرشتوں کی طرف سے پہلے اُنکی پیدائش سے بے ادبی ہوئی تھی واسطے مکافات اُس احسان اور کفارے اُس بے ادبی کے ملائکہ کو حکم اس نوع کی تعظیم اور تکریم کا کیا بحث تیسری یہ ہے بعضے مفسروں ظاہر بین نے ابلیس کو فرشتوں میں سے گنا ہے ساتھ اس دلیل کے کہ وہ اگر فرشتوں سے نہ ہوتا حکم سجدہ کا اسکو شامل نہ ہوتا اور بیچ ترک کرنے سجدہ کے ملامت اور عتاب بھی اُسکی طرف متوجہ نہ ہوتا اسواسطے کہ حکم سجدہ کا خاص فرشتوں کے تھا اور بھی استثنا اُسکا ملائکہ سے کہ بیچ فسجدوا الا ابلیس کے وارد ہے متصل نہیں ہوتا ہے اسواسطے استثنا غیر جنس کا متصل نہیں ہوتا ہے اور اصل استثنا میں اتصال ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ ابلیس فرشتہ نہ تھا جیسا کہ تفسیروں میں گذرا اور بیچ سورہ کہف کے اُسکے حق میں صریح فرمایا ہے کہ کان من الجن اور سورہ سبا میں بھی قریب صریح کے ہے کہ ویوم نحشرھم جمیعا ثم نقول للملئکۃ اھولاء ایاکم کانوا یعبدون قالوا سبحانک انت ولینا من دونھم بل کانوا یعبدون الجن اور بھی قرآن مجید میں ابلیس کے واسطے ذریت ثابت فرمائی

ہے کہ اقتتخذونہ وذریتہ اولیاء من دونی اور فرشتوں سے واسطے کہ ذریت یعنی اولاد نر اور مادہ کے ملنے سے پیدا ہوتی ہے اور فرشتوں میں مادہ یعنی مونث موجود نہیں جیسا کہ حق تعالیٰ نے بیچ مقام انکار کے فرمایا ہے کہ وجعلوا الملئکۃ الذین ھم عباد الرحمن اناثا یعنی اوغیر کیا انہوں نے فرشتوں کو کہ وہ بندی رحمن کی ہیں عورتیں، اور علاوہ اسکے فرشتوں کو بجا ساتھ عصمت اور طہارت کے وصف فرمایا ہے اور حال ابلیس کا سراسر مخالف ان دونوں صفتوں کے ہے اور یہ بات اُن کی کہ حکم سجدہ کا خاص واسطے فرشتوں کے تھا ابلیس یہ صحیح ہے لیکن اصالتاً حکم فرشتوں کو تھا اور جن خصوصاً ابلیس بطریق تبعیت کے اُس حکم میں داخل ہوئے تھے جیسا کہ بادشاہ سپاہیوں کے اوپر کوئی حکم فرماتا ہے اُنکے شمول میں حکم سائیسوں اور فراشوں اور درباتوں وغیرہ پر بھی ہو جاتا ہے اور واسطے تبعیت کے استثنا ابلیس کا فرشتوں سے بطریق اتصال کے صحیح ہوتا ہے بحث چوتھی یہ ہے کہ ایک جماعت مفسرین نے اس قصہ سے دلیل پکڑی ہے اور پر اسباب کے کہ حضرت آدم تمام فرشتوں سے خواہ ملوی ہوں خواہ سفلی افضل تھے اسواسطے کہ حکم کرنا فرشتوں کو واسطے سجود حضرت آدم کے بغیر اسکے کہ حضرت آدم کو اوپر اُنکے فضیلت ہووے خلاف حکمت کے ہے لیکن یہ استدلال اُس وقت صحیح ہوتا ہے کہ سجود حقیقۃً حرفی حضرت آدمؑ کے ہووے، اور غرض سجود حضرت آدم کے سے قبلہ بنانا اُنکا تھا ابلیس یہ استدلال صحیح نہیں اسواسطے کہ قبلہ کو یہ بات لازم نہیں کہ مستقبل سے افضل ہو والالازم آتا ہے کہ کعبہ ہمیشہ سے افضل ہو وھو خلاف الاجماع یعنی یہ خلاف اجماع کے ہے تحقیق باچیں یہ ہے کہ اس قصہ میں دلیل واضح ہے اور بفضیلت سجدہ کے اور جتنے کام تعظیم کے واسطے مقرر ہیں اُن میں سے سجدہ کی شان اور رتبہ بڑا ہے اسواسطے کہ ترک ایک سجدہ کے سے کہ بندہ کیواسطے اُسکا حکم کیا تھا ابلیس کو اس حد کو پہونچایا کہ مستحق لعنت ہمیشگی کا ہوا پس ترک کرنا بہت سے سجدوں کا اللہ تعالیٰ نے اپنے واسطے مقرر کئے ہیں کس حد کو پہونچاویگا۔ بیچ روایتوں کے آیا ہے کہ جسوقت دوزخ کو عرصات قیامت میں حاضر کریں اور اگ کی بھڑکے اُسوقت پُل صراط واسطے فرق کے درمیان مسلمان اور کافر اور مخلص اور منافق کے حکم سجدہ کا ہوگا خاص مسلمانوں کو سجدہ میسر ہوگا اور کافر اور منافق جب چاہیں کہ گریں پشت اُن کی مانند تختہ لوہے کے ہو جاویگی یعنی نیچے نہ جھکے گی اور حکم ہو نیچے کا گا واماتازوا الیوم ایھا المجرمون پس معلوم ہوا کہ یہی سجدہ ہے کہ واسطے امتحان دوست اور دشمن اور کافر اور مومن کے مقرر ہوا ابتدا میں بھی اُسی کے ساتھ امتحان فرمایا، اور آخر میں بھی اُسی کے ساتھ امتحان فرماوینگے اور حدیث شریف میں وارد ہے جب ہر مسلمان خدا کیواسطے سجدہ میں جاتا ہے شیطان خاک اپنے سر پر ڈالتا ہے اور واویلا کرتا ہے، اور کہتا ہے کہ اس آدم کو خدا نے سجدہ کا حکم کیا اور بجا لایا پس اُسکو بہشت نصیب ہوا اور مجکو سجود کے واسطے فرمایا اور بینے انکار کیا پس مجکو دوزخ ملا اور اسی جگہ سے معلوم ہوا کہ غیر کے واسطے سجدہ کرنا علامت کفر کی ہے، اسواسطے کہ آدمی زادی کی شرافت یہی ہے کہ فرزند آدم کا ہے اور آدم کو یہ شرافت حاصل ہوئی کہ اُسکے سجدہ کرنے سے ابلیس ملعون ہوا اگر یہ فرزند ناخلف اس فعل کو واسطے دوسرے کے بجالاوے شرافت پدری اپنی کو برباد کرے ابن ابی الدنیا سکائ الشیطان میں ابن عمرؓ سے روایت لائے ہیں کہ ایک ابلیس نے حضرت موسیٰ سے التجا کی اور کہا کہ اے موسیٰ اللہ تعالیٰ نے تجکو اپنی رسالت کیواسطے پسند کیا، اور ساتھ تیرے ہم کلام ہوا اور میں گنہگار ہوں اور چاہتا ہوں کہ توبہ کروں میں شفاعت میری کر تاکہ حق تعالیٰ توبہ میری قبول کرے حضرت موسیٰ نے فرمایا کہ البتہ جناب الٰہی میں عاکر تا ہوں کہ توبہ تیری قبول کرے حضرت موسیٰ دعا میں مشغول ہوئے جناب الٰہی سے حکم ہوا کہ حق تعالیٰ نے توبہ اسکی بسبب شفاعت تیری کے قبول کی مگر یہ کہ حضرت آدم کی قبر کیطرف سجدہ کرے تاکہ عفو تقصیر تیری کا ہو حضرت موسیٰ نے یہ بات ابلیس سے کہی اُس نے جواب میں کہا کہ جب آدم زندہ تھا سجدہ اُسکو نہیں کیا اب مردہ کو کیونکر سجدہ کروں پھر ابلیس نے حضرت موسیٰ سے کہا کہ میرے اوپر تمہارا حق ثابت ہو گیا کہ تمنے میری شفاعت کی میں بھی تمکو ایک فائدے کی بات بتاتا ہوں تاکہ امت اپنی کو سمجھا دو کہ میری سرزنش سے تین جگہوں میں بہت خبردار رہو کہ انہیں تینوں میں آدمیوں کو جزاب کرتا ہوں اول بیچ حالت غصے کے کہ اسوقت آدمی کے اندر بجائے خون کے دوڑتا ہوں اور آنکھ اور کان اور زبان اور ہاتھ پاؤں آدمی کو اُسکے اختیار سے باہر نکالتا ہوں اور جو چاہتا ہوں اُس سے کراتا ہوں دوسرے بیچ حالت جہاد اور لڑائی کے کافروں کے ساتھ میں کہ اُسوقت خیال گھر بار اور عورت اور فرزند کا دل میں ڈالتا ہوں اور اُسکو ایسے ایسے خیال دلا کر لڑائی کے میدان سے بھگاتا ہوں تیسرے وقت خلوت کے ساتھ اُس وقت میں کہ نئی نئی رنگ برنگ کا ظاہر کرتا ہوں اور دونوں کے دلوں میں طرح طرح کے فریب ڈالتا ہوں کہ ارادہ گناہ کا یہ دونوں کریں آور ابن المنذر نے عمادہ بن اسیہ سے روایت کی ہے کہ سب سے پہلا جو گناہ جہان میں ہوا ہے حسد ہے ابلیس کو حسد آدم علیہ السلام کے نے ایسا تباہ کیا کہ نافرمانی اللہ کے حکم کی کی اور ملعون ہوا خلاصہ یہ ہے کہ بعد اس قصہ کے حضرت آدم علیہ السلام تنہا زمین میں پھرتے تھے اور ہر جانور کو غیر جنس اپنا دیکھکر اُس سے گھبراتے تھے اور یہ آرزو اپنے دل میں کرتے تھے کہ کاش کوئی شخص ہم جنس میرا پیدا ہوکہ اُس کی صحبت سے اس بکھڑوں میں حق تعالیٰ نے یہ خواہش دیکھکر رحمت فرمائی اور دوسرے جمعہ کو کہ حضرت آدمؑ سوقت سوتے تھے فرشتو نکو فرمایا کہ بائیں پسلی انکی چاک کرو اور اُس جگہ سے ایک خوبصورت عورت نکالو کہ ایک لحظہ میں قد اور قامت اُسکا درست ہوا پھر اُس پسلی چپری ہوئی کو ملا دیا اور اس چپرنے سے کچھ درد اور تکلیف حضرت آدم کو معلوم نہیں ہوئی جب حضرت آدم جاگے دیکھا کہ ہم جنس میرا دوسرا شخص برابر بیٹھا ہے پوچھا کہ تو کون ہے حکم الٰہی پہونچا کہ یہ لونڈی ہماری ہے نام اُسکا حوا تیری اُنس اور دل لگی کو پیدا کیا ہے حضرت آدم علیہ السلام نے چاہا کہ ہاتھ اپنا ان پر ڈالیں حکم ہوا کہ ہاتھ اُسکے اوپر نہ پہونچا جب تک کہ مہر اُسکا ادا نہ کرے حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کی کہ مہر اُسکا کیا ہے حکم ہوا کہ مہر اُسکا یہ ہے کہ اوپر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اور اوپر آل اُسکی کے دس مرتبہ درود بھیجے تو حضرت آدمؑ نے عرض کیا کہ محمدؐ کون ہے حکم ہوا کہ خاتم النبیین اولاد تیری میں سے ہے اور اگر اسکی پیدائش منظور نہ ہوتی تجکو پیدا نہ کرتا میں حضرت آدم علیہ السلام نے دس بار اُوپر محمدؐ اور آل اُنکی کے درود بھیجا اور فرشتے گواہ ہوئے اور عقد نکاح اُنکے درمیان میں منعقد ہوا بعد اسکے پیچھے پھر اسی جمعہ کے حق تعالیٰ نے فرشتوں کو بھیجا کہ حضرت آدم کو اور حضرت حوا کو ساتھ زیوروں گوناگوں کے کہ باز و بند لاکر منبد اور خلخال سنہری اور دستانے یاقوت کے اور مروارید کے جڑے ہوئے ہیں اور طرح طرح کے لباس سوائے

تمام ابلیس کا حضرت موسیٰ کے پاس

بیان پیدائش حضرت حوا کا

سلطنت آراستہ اور سنوار کر ایک سنہری تخت پر بٹھا کر بادشاہوں کی مانند اُٹھا کر بہشت میں داخل کریں وَقُلْنَا یٰٓاٰدَمُ یعنی اور کہا ہمنے اے آدم ہر چند کہ ہمنے تجکو واسطے خلافت زمین اور عمارت اُسکی کے پیدا کیا لیکن تجکو وضع خلافت کی اور طریق عمارت کا معلوم نہیں ہو سکتا ہے مگر جب کتنی مدت بہشت میں رہے اور وہاں کی چیزوں کو ملاحظہ کرے نمونے اُن چیزوں کے زمین میں تیار کیے تو آبادی زمین کی بعضے تخموں اور بعضے آلات کے اوپر بھی موقوف ہے اور یہ چیزیں بہشت میں موجود ہیں اور دوسری جگہ نہیں پائی جاتی ہیں پس تجھکو چاہیئے کہ اندر باغبان کے کہ اُسکو واسطے کشتکار زمین افتادہ کے یا باغ لگانے کے قرار دیا جاوے اور باغبان جبتک سیر باغوں اور جھیلوں کی نہ کرے اور وضع درخت لگانے اور تخم بونے اور جاری کرنے نہروں اور نالیوں کے اور طریق پیوند وغیرہ کے نہ دیکھے کبھی اُس سے سرانجام اس مہم کا ممکن نہیں یا مانند میر عمارت کے مقرر کیا جاوے کہ اُسکو مالک واسطے تعمیر قلعہ اور حویلی کے کسی جگہ میں حکم فرماوے اور جبتک کہ وہ میر عمارت نقشہ قلعوں اور مکانات خاوند اپنے کا ملاحظہ نکرے بنوانا قلعہ کا اور رکھنا ہر چوں وغیرہ کا اُس میں ممکن نہ ہو کیونکہ مقصد بہشت کے جانے کا کرے تو اور فقط چلنے پھرنے پر کفایت نہیں بلکہ چند مدت بطریق وطن بنانے کے اِسْکُنْ اَنْتَ یعنی سکونت اختیار کر اُس جگہ کی تاکہ کیفیت تعمیر کی اور سرانجام کام باغ کا اور جاری کرنا پانی کا اور نہروں اور چشموں کا دیکھے تو اور یہ کام محض تجھسے سرانجام نہوگا بلکہ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ یعنی اور عورت تیری بھی سکونت کرے بہشت میں واسطے دو سبب کے ایک یہ کہ چیزہائیش زمین میں عورتوں کے دیکھ کر پیشہ مثل آرائش مکان اور زیبائش نیت اور طریق استعمال زیور اور پوشاک وغیرہ کے بہشت کی چیزیں دیکھکر سیکھے اور موافق اُسکے زمین پر عمل کرے اور آبادی دونوں طرح کی خواہ مردوں کی وضع کی یا عورتوں کی ہو تحقیق ہو سے اور اگر عورت تیری ان چیزوں کو نہ جانتی تمام زمین ایسی ہو جاویگی جیسا گھر میں عورتیں نہ ہوں یا اگر ہوویں تو بیہودہ ہوں اسواسطے کہ مردوں کے عورتوں کے کام سرانجام نہیں ہو سکتے دوسرے اگر عورت تیری ہمراہ تیرے بہشت میں نہو خاطر تیری اُس کی طرف لگی رہے گی دل جمعی سے رہنا تیرا بہشت میں نہ ہوگا اسواسطے کہ آدمی بہشت میں نہ ہوگا علاوہ اسکے کہ آدمی وطن اپنا اسی جگہ کو جانتا ہے جس جگہ عورت اور فرزند اُسکے ہوویں اور بغیر دل جمعی کے سے رہتے ہوئے معلوم کرنا حقیقتوں اُس جگہ کا ممکن نہ ہو کہا اور تم دونوں کو چاہیئے کہ بہشت کے رہنے میں فقط میووں کے دیکھنے پر کفایت نکرو اسواسطے کہ حقیقت مأکولات و مشروبات کی سوائے کھانے اور پینے اور حریانت کرنے مزے اور خوشبوؤں کے اور خواص اور نفع اور ضرر بغیر تجربہ کے حاصل نہیں ہوتے ہیں بلکہ چاہیئے کہ تم اُس جگہ کے میووں میں تصرف کرو تاکہ کیفیتیں اُن میووں کی یاد کرو تم وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا یعنی اور کھاؤ تم اُس بہشت سے کہانا بہت فراخ سے اسواسطے کہ فقط چکھنے مأکولات اور مشروبات کے سے جبتک کہ سیری اُنسے نہو اچھی طرح خواص اور نفع اور ضرر اُنکے دریافت نہیں ہوتے اور جبکہ ہر طبقہ بہشت کا آب ہوا اور دوسری طرح کی کہ ہے اور مکانات اور حویلیاں اور محل ہر طبقہ کے رنگ برنگ اور جدا جدا ہوں تو تم دونوں کو چاہیئے کہ فقط اوپر سکونت ایک طبقہ اور کھانے میووں ایک قطعہ کے اُس میں سے کفایت نکرو بلکہ حَيْثُ شِئْتُمَا یعنی جس جگہ جاہو تم سکونت کرو اور اُسکے میووں میں تصرف کرو تاکہ تم طبقے بہشت کے سمجھ تمام چیزوں بہشت کا بھی اور ہر چیز کا اُنکا باحاطہ عالم کے ساتھ دیکھ جاؤ اور پر ہیز کرنا اُن چیزوں نفسانی اور سرنجوبات طبعی تمہارے اوپر شاق نہ ہو اور وہ چیز منع کی ہوئی یعنی یہ کہ تبع عقلی اور طبعی اُسیں ہو بلکہ اُس جنس سے ہو کہ تبع عقلی اور طبعی نہ ہو یا بلکہ اجتناب قبائح عقلی اور طبعی سے جبلت انسانی کا تقاضا ہی کرتا ہم اُس شجر کی فرمانبرداری ہمیں نہیں معلوم ہوتی ہی اسواسطے تمکو کہتا ہوں اور اُس درخت کو بہت نے بے انتہا درختوں میں سے اپنے اوپر حرام جانو اور بے تحقیق کرنے وجہ ضرر اُس درخت کی پہنچنا اُس سے لازم سمجھو وَلَا تَقْرَبَا یعنی اور نزدیک مت ہو تم چرجانا کہ اُس سے کچھ توڑ کر کھالو هٰذِهِ الشَّجَرَةَ یعنی اُس درخت کی طرف اور کسی درخت کی طرف بہشت کے درختوں میں اشارہ نہ فرمایا اور تعیین کرنی اُس درخت کی کہ گیہوں کا درخت یا انگور کا درخت یا سوا اسکے ہے جیسا کہ روایتیں ان سب کی آتی ہیں ضرور نہیں اکثر روایتوں میں یہ ہے کہ وہ درخت گیہوں کا تھا اور ابن عباس اور دوسرے صحابہ نے اسی کو اختیار کیا ہے اور وہب بن منبہ نے ایسا کہا ہے کہ ہر ہر دانہ اُس گیہوں کا بیل کے گردہ کے برابر تھا اور سکہ سے نرم اور شہد سے میٹھا تھا اور ابن مسعود اور جعدبن ہبیرہ سے منقول ہے کہ وہ درخت انگور کا تھا اور کہا ہے اُنہوں نے کہ اُسی درخت کے پھل سے بڑی بڑی نشہ کی چیزیں بناتے ہیں اور دنیا میں باعث فتنہ اور فساد کا ہوتا ہے اور موجب بے عقلی اور بے حیائی اور ظاہر ہونے ستر عورت کا ہوتا ہے اور قتادہ سے روایت ہے کہ وہ درخت انجیر کا تھا اور ابن السائب نے یزید بن عبداللہ بن قسیط سے روایت کی ہے کہ وہ درخت ترنج کا تھا اور ابن ابی حاتم نے اور ابو الشیخ نے ابی العالیہ سے روایت کی ہے کہ وہ ایسا درخت تھا کہ جو کوئی اُس سے کچھ کھائے بے حاجت پاخانہ کی اُسکو ہووے اور یہ بھی ضرور نہیں کہ وجہ حکمت حرام کرنے اُسکی دریافت کیجاوے اور کچھ فائدہ نہ سکا نہیں بلکہ غرض کے واسطے مضر ہے اسواسطے کہ نفس اس تحریم سے عادت کروائی حضرت آدم علیہ السلام اور بی بی حوا کی تھی تاکہ زمین میں وقت تکلیف اور حرام کرنے شبہات اور محبوبات کے کہ ضرر عقلی اور طبعی اُنکا معلوم نہوا اُن چیزوں کے چھوڑنے میں حیلہ اور توقف نکریں اور فرمانبرداری حکم الٰہی کی کریں اور اگر وجہ حکمت حرام کرنے کی معلوم کرلیں اور نزدیک اُنکے اور اولاد اُنکی کے حرمت عقلی اور ذاتی محرمات کی ظاہر ہو پس یہ ترک کرنا اُنکا فقط واسطے فرمانبرداری حکم شرعی کے نہوا بلکہ حسن اور قبح عقلی اور طبعی بھی اُسکے ساتھ ملکر یا کہ عقل اور طبع بھی اُنکی مانع آئی اور اُسی واسطے منع اُس سیوے کے کھانے کی میں کوئی وجہ ضرر عقلی یا طبعی بیان نہیں فرمائی بلکہ یوں ارشاد ہوا کہ اگر تم اُس درخت کے پاس جاؤ گے یا اُسمیں سے کھاؤ گے پر خلافی میرے حکم کی تم سے سرزد ہوگی فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ پس ہو جاؤ گے ظلم کرنیوالوں میں سے اسواسطے کہ ظلم نام حق تلفی کا ہے اور حق مالک کا یہ ہے کہ یہ مملوک اُسکے کہنے سے موقوف جاوے نکرے اور ایسا مالک کہ پردہ غیبی کے سے تمکو وجود میں لایا اور پھر تمکو نام ہر چیز وجے سکھلائے اور جو سب سے بہتر مخلوق کہ فرشتے ہیں اُنکے اوپر تمکو فوقیت دی کہ تمکو عبادت اُنکی کا تمکو بنا بچار اسلئے سکھلائے اُن خلافت

زمین کے جرم خاص اپنے میں کہ وہ بہشت ہے سکونت تمکو دی اور وہاں کی چیزوں سے نفع لینے میں اجازت عام دی اور فقط ایک قسم کے درخت سے منع فرمایا اور اگر تم اُس سے اجتناب نکروگے اور بغیر مرضی ہماری کے اُسکو کھاؤ گے کس قدر اُسکے حقوق تلف کروگے اور جب شیطان نے معلوم کیا کہ اسوقت تک اُنکو کسی طرح کی تکلیف شاق ندی تھی اور ہر طرف سے ہر چیز کی اجازت تھی تمکو اور فریب نہ دیا جاتا تھا اسواسطے کہ صدور گناہ کا اور ذلت کا اُسوقت ہوتا ہے کہ شرع کی طرف سے کچھ قید ہو اور اُن کو کوئی چیز منع نہیں اب اُنکو تھوڑی سی تنگی آگے آئی ہے کہ ایک چیز بہشت کی سے اُنکو منع کیا ہے سو بیقابو نہ ہو گیا پس فکر بہکانے اُنکے کا اب شروع کیا حضرت آدم اور حوا کے روبرو گیا اور کہا کہ کچھ تم جانتے ہو کہ انجام کار تمہارا کیا ہوگا اور بسبب اس تعظیم اور تکریم کے فریفتہ مت ہو آخر کار واسطے تمہارے موت ہے حضرت آدم نے پوچھا کہ موت کیا ہے شیطان نے اپنے تئیں مردہ جانور کی صورت بنا کر اُنکے روبرو ڈالدیا اور جس طور سے کہ جانمندی نے وقت حالت غوغہ کی اور ہاتھ پاؤں مارنے کی اور منہ کھلنے کی ہوتی ہے اُنکو دکھلایا بجز دیکھنے اس حالت کے ہول اور خوف حضرت آدم پر غالب ہوا پوچھا کہ اس حالت سے محفوظ رہنے کی تدبیر کیا ہے شیطان نے کہا کہ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى یعنی میں نشان دیتا ہوں تمکو ایک درخت کا کہ جو کوئی اُس سے کچھ کھالے ہرگز مردہ نہوگا اور بادشاہت اُس کی فنا نہوویگی اُنہوں نے کہا کہ وہ درخت کونسا ہے شیطان نے اُسی درخت کو بتایا جسے اللہ تعالیٰ نے اُنکو منع کیا تھا کہ وہ یہی درخت ہے اُنہوں نے کہا کہ یہ درخت تو فنا کا ہے درخت ہمیشگی کا نہیں ہے اور یہ درخت سبب زوال ملک کا ہے سبب دوام کا نہیں بلکہ سبب رسوائی اور باعث دُور کرتے کا خدا کی جناب سے ہے اور موجب قرب اور وجاہت کا نہیں اسواسطے کہ اللہ تعالیٰ نے تمکو اُس درخت کے نزدیک جانے سے منع فرمایا ہے اگر اس سخت میں یہ فائدے ہوتے تمکو اُسکے پاس جانے سے کیوں منع فرماتا کہ وہ ارحم الراحمین ہے شیطان نے کہا کہ مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ یعنی حق تعالیٰ نے تمکو اس درخت سے اسواسطے منع نہیں فرمایا ہے کہ اسکے میوہ کھانے سے کچھ تمکو ضرر پہونچیگا بلکہ اسواسطے منع فرمایا ہے کہ تم اس درخت کے میوہ کھانے سے فرشتوں کی مانند ہو جاؤ گے اگر ہرگز خدا کی یاد سے غافل نہیں ہوتے ہیں اور کھانے پینے اور عورت اور بچوں کی فکر میں نہیں رہتے ہیں اور تمکو اگر یہ حالت حاصل ہو جاویگی زمین کی خلافت کا تم سے انجام نہو سکے گا اسیواسطے اللہ چاہتا ہے کہ تمکو کھانے پینے اور زن و فرزند کی فکر میں مشغول رکھے اور ایک مدت یاد اپنی سے تمکو غافل کرے تاکہ تم سے کام خلافت کا لیوے پس حقیقت میں ارادہ اللہ تعالیٰ کا یہ ہے کہ تم اُس سے دُور رہو اور کھانا اس درخت کے میوے کا سبب قرب اور اتصال آہی کا ہے پس اس منع کرنے کی مثال ایسی ہے کہ بادشاہ کسی شخص کو اگر کہیں بھیجتا ہے تو وہ شخص خدمت حضور سے دور رہتا ہے ما اسواسطے منع فرماتا ہے کہ سبب کھانے میوہ اس درخت کے بہشت سے نکلنا تمہارا نہو سکے گا اور بہشت میں موت نہیں ہے اور ارادہ اللہ تعالیٰ کا یہ ہے کہ تمکو وضع اور آئین خلافت بہشت کے رہنے سے یاد دلا کر دنیا کی طرف بھیجے اور اُس جگہ موت اور فوت تمکو لاحق ہووے تاکہ ہر طرح کے گروہ تمہاری نسل سے زمین پر ظاہر ہووے اور یہ قرب کہ اب جناب باری کے ساتھ تمکو میسر ہے جاتا رہے حاصل کلام یہ ہے کہ یہی تنزہی اور ارشادی ہے مخالفت اس نہی کی واسطے حاصل کرنے مرتبہ کے کہ جو اعلیٰ امتثال نہی کے مرتبے سے ہو مضائقہ نہیں حضرت آدم اور حوا کو بسبب سننے باتوں فریبانہ کے دل میں تردد پیدا ہوا اور شک شیطان نے قسمیں بہت سی کھائیں کہ میں محض ارادہ خیر خواہی تمہاری کا رکھتا ہوں اسواسطے کہ ایک بے ادبی مجھ سے تمہاری جناب میں ہوئی ہے کہ مجھ پر حسد نہیں کیا اور بسبب اُسکے ملعون ہوا اب چاہتا ہوں کہ آلودگی اُس بے ادبی کی اپنے سے دھوؤں میں اور تمکو ایسے مرتبہ کی طرف پہونچاؤں کہ تمام عمر شکر گزاری میری کرتے رہو حضرت آدم کے دل میں آیا کہ مخلوق کو جرأت نہیں کہ جھوٹی قسم اللہ تعالیٰ کی اس تاکید سے کھاوے البتہ اُس شخص نے سچ کہا ہوگا فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا یعنی بس بھلا دیا اُن دونوں کو شیطان نے اُس درخت کے پہنچنے سے اس طرح پر کہ پہلے مورد کے آگے لایا اور سکو کہا کہ بہشت میں جاکر اپنے تئیں روبرو آدم اور حوا کے آراستہ کرکے رقص کرے جسکو اُن دونوں نے تماشے میں فریفتہ ہوئے آہستہ آہستہ اُسکے پاس سے ہٹ کر اپنے تئیں بہشت کی دیوار تک پہونچایا جسوقت دونوں بہشت کی دیوار کے پاس پہونچے ساپ کے پاس جاکر اُسکے نہر میں بیٹھا اور کہا کہ مجکو بہشت کی دیوار پر پہونچا دے دیوار پر چڑھکر حضرت آدم اور حوا سے ملاقات کی اور صحبت سے منع فرمایا تھا اُسکے کھانے کی رغبت دلائی اور وسوسہ شروع کیا اور یہ حیلہ شیطان نے اُن دونوں کی ملاقات کے لئے اسواسطے کیا تھا کہ بعد انکار سجدہ کے حق تعالیٰ نے اُسکو بہشت سے نکالا تھا اور بہشت کے دربانوں کو حکم تھا کہ اندر بہشت کے نہ آنے دیویں اس تدبیر سے چاہا کہ آدم اور حوا کو بھی اُس مکان سے نکالے فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ پس نکالا اُس نے اُن دونوں کو اُس چیز سے کہ وہ اُسمیں میوے نفیس کھاتے تھے اور لذتیں مرغوب اور خوش ہوائیں اور سایہ باغوں کا اور نہریں جاری اور نعمتیں طرح طرح کی میسر تھیں آور کیفیت نکالنے حضرت آدم اور حوا کی بہشت سے اور کھانا اُس درخت سے اور برہنہ ہو جانا اُنکا لباس بہشتی سے اور حیران اور سرگردان ہونا اُنکا لباس عریانی سے اور ڈھونڈھنا درختوں کے پتوں کا واسطے پوشش شرمگاہ کے کلام اشتر کی اور سورتوں میں مذکور ہے اس سورت میں واسطے ظاہر کرنے بڑائی گناہ کے اسی قدر فرمایا کہ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا یعنی اور کہا ہمنے آدم اور حوا کو اور اولاد ان کی کو اللہ تعالیٰ نے اُن کی نسل میں مقدر کر دیا تھا اور شیطان کو کہ اترو تم بہشت سے اسواسطے کہ بہشت گناہ کی جگہ نہیں لائق گنہگار نکے دارالتکلیف ہے یعنی دنیا کہ سراسر جگہ رنج اور شقت کی ہے اور دنیا رنج اور شقت کے مرتبوں میں عداوت آپس کی ہے کہ دنیا میں بھی مضرت اُس کی ہے اور دین میں بھی مضرت اور یہ تم کو اندیشہ ہے اسواسطے کہ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ یعنی بعضا تمہارا بعض کا دشمن ہے جیسا کہ شیطان ہمیشہ بسبب عداوت کے درپے گمراہ کرنے آدمی کے ہے اور آدمی ہمیشہ درپے ذلیل کرنے شیطان کے پس درمیان ان دونوں کے دشمنی دینی اور شرعی ہے جیسا کہ آدمی اور سانپ اور طاؤس میں دشمنی طبعی ہے اور اولاد آدم کو ہر چند کہ آپس میں بیگانگت اور تحاسد جنسی ہے لیکن بعضے نہیں سب بسبب ایمان شیطان کے رہ خیلطنت کی اختیار کرتے ہیں لیکن آپس میں بسبب طبیعت کے ایذا رسانی ہم جنس اپنے کی ہوتی ہے اور دشمن بنتے ہیں اور بعضے اُن میں سے سانپ کی طبیعت قبطل کرتے

ہیں اور قوت سبعیہ اور غضبیہ اُن کی پہچان کرتی ہے اور عادت نہیں دی خلق اللہ کی اُنکے اندر ہو جاتی ہے اور بعضے اُنمیں سے طائیس کی طبیعت کرتے ہیں کہ شہوت پرستی اور آرائش اپنی اور خود پسندی اور پندار اُنکے اندر بڑھتا ہے اور اپنی ہمجنسوں کا حسد اور کینہ اور بغض کا شیوہ اختیار کرتے ہیں اور اسی واسطے اُنکو بعد نکلنے کے بہشت سے جلد ہی رجوع اسکی طرف نہیں اسواسطے کہ بہشت جگہ بغض اور عداوت اور دشمنوں کے جمع ہونے کی نہیں بلکہ بود و باش تمہاری زمین میں ہے وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ یعنی اور تمہارے واسطے ہے زمین میں ٹھہرنا ایک مدت وزراو لسبب اس تقرار کے امید تمہاری بڑھ جاویگی اور دروازہ حرص کا کھل جاویگا ہر ایک اپنی زندگی بڑی خیال کرکے دوسرے سے لڑ جاویگا اور اسباب شمنی کے آپس میں موجود ہونگے وَمَتَاعٌ یعنی اور نفع لینا ہے زمینی چیزوں سے اور وہ نفع پکڑنا طرح طرح کی خواہشوں نفسانی میں تمکو پہنچا ہوگا اور فکر پھر بہشت میں جانیکا تمہارے دل سے بالکل بھلا دیگا لیکن یہ قرار پکڑنا اور نفع اُٹھانا ہمیشہ نہیں ہے گا بلکہ منقطع ہو جاویگا اِلَىٰ حِينٍ یعنی ایک وقت معین تک کہ وہ وقت موت کا ہے ہر شخص کے حق میں اور وقت قیامت کا ہے بنسبت تمام خلق کے اور جب حضرت آدم نے یہ خطاب عتاب کا سنا اور بہشت کے نکلنے کی خبر پائی بہت اُنکو حاصل ہوئی اور گریہ اور زاری کرتے تھے کہ حسرت الٰہی اُنکو پہنچے فَتَلَقَّىٰ آدَمُ یعنی پس سیکھا آدم نے مِن رَّبِّهِ یعنی الہام پروردگار اپنے سے كَلِمَاتٍ یعنی کتنے کلمہ کہ سبب قبولیت توبہ اُنکی کے ہوئے اور وہ کلمہ یہ ہیں کہ ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا وترحمنا لنکونن من الخسرین اور طبرانی نے معجم صغیر میں اور حکم اور ابونعیم اور بیہقی نے حضرت میر المومنین عمر بن الخطاب سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب حضرت آدم سے یہ گناہ سرزد ہوا اور انپر عتاب الٰہی نازل ہوا تو یہ قبول ہونے میں حیران تھے کہا تھے میں اُنکو یاد آیا کہ مجکو جو وقت خدا تعالیٰ نے پیدا کیا تھا اور روح خاص میرے اندر پھونکی تھی اُسوقت میں نے اپنے سر کو عرش کی طرف اُٹھایا تھا اُس جگہ لکھا دیکھا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ قدر کسی شخص کی اسکے نزدیک برابر قدر اُس شخص کے نہیں کہ نام اُسکا اپنے نام کے ساتھ برابر لکھا ہے تدبر یہ ہے کہ جسکی اُسی شخص کے سوال مغفرت کا کردں میں پس دعا میں کہا اسئلک بحق محمد ان غفرت لی تو حق تعالیٰ نے اُنکی بخشش کی اور وحی بھیجی کہ محمد کو کہاں سے جانا تونے اُنہونی تمام ماجرا عرض کیا حکم ہوا کہ اے آدم محمد سب پیغمبروں سے پچھلا پیغمبر ہے اولاد تیری میں سے اور اگر وہ نہ ہوتا تجکو نہ پیدا کرتا میں اس جگہ سے جانا چاہیئے کہ فقہ کی کتابوں میں مذکور ہے کہ مکاحکہ نے میں لفظ بحق فلاں کالانا مکروہ ہے اسواسطے کہ کسی کا اور خدا کے حق نہیں ہوتا ہے اور تفصیل مقام کی یہ ہے کہ معتزلہ کے نزدیک کہ مذہب کو اُنکے فعلوں میں خالق سمجھتے ہیں جزا اُن فعلونکی حقیقۃً حق بندہ کا اور اوپر مذہب اہل سنت وجماعت کے افعال بندوں کے مخلوق خدا کے ہیں پس بندہ کو بسبب اُن فعلوں کے کوئی حق حقیقۃً ثابت نہیں بلکہ باعتبار وعدہ اور رحمت کہ اپنی فرمایے مقرر کیا کہ حدیث صحیح میں آیا ہے کہ من امن باللہ ورسولہ واقام الصلوۃ وصام رمضان کان حقا علی اللہ ان یدخلہ الجنۃ ھاجر فی سبیل اللہ او جلس فی ارضہ التی ولد فیھا یعنی جو شخص ایمان لایا ساتھ اللہ کے اور رسول اُسکے کے اور ادا کیا اُس نے نماز کو اور روزے رمضان کے ہو گیا حق اُسکا اللہ کے اوپر یہ کہ داخل کرے اُسکو بہشت میں ہجرت کرے اللہ کے راستے میں یا بیٹھے بیچ زمین اپنی کے جسپر کہ پیدا ہوا ہے اور بھی حدیث صحیح میں معاذ بن جبل سے آیا ہے ھل تدری ما حق العباد علی اللہ الی اخرہ پس حدیث حضرت آدمؑ کی تو بہیں لفظ حق کا آیا ہے محمول اُوپر اُسی حق جعلی اور تفصیلی کے ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے تقرر کر دیا ہے یہ کہ حقیقۃً حق ہے اور وہ کہ فقہ کی کتابوں میں جس سے منع کیا ہے حق حقیقی ہے اور زمانہ سابق میں مذہب معتزلہ کی کثرت تھی اور استعمال اس لفظ کے سے وہم اُنکے مذہب کا جاتا تھا فقہا نے مطلقاً استعمال اس لفظ کے سے منع فرمایا ہے تاکہ خیال کسی کا اُس مذہب کی طرف نہ جاوے یہ تقریر موافق قرارداد علماء ظاہر کی ہے اور اہل تحقیق نے ایسا کہا ہے کہ ہر ایک کے واسطے کاملین بنی آدم سے ایک قسم ہے اسماء الٰہی سے کہ تربیت اُسکی فرماتا ہے پس سوال کرنا ساتھ حق کامل کے اشارہ اُسی اسم کی طرف ہے اگر کوئی شخص وقت استعمال اس لفظ کے اس معنی کا لحاظ نہ کرے لائق ملامت اور عتاب کے نہیں اور طبرانی نے معجم اوسط میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا ہے کہ جب وقت تو بہ حضرت آدم علیہ السلام کا پہونچا حضرت آدم سامنے کعبہ کے کھڑے ہو کر دو رکعت نماز پڑھی اور ساتھ انعام الٰہی کے یہ عاؤں کی زبان سے جاری ہوئی اللھم انت تعلم سریرتی وعلانیتی فاقبل معذرتی وتعلم حاجتی فاعطنی سؤلی وتعلم ما فی نفسی فاغفر لی ذنبی اللھم انی اسالک ایمانا یباشر قلبی ویقینا صادقا حتی اعلم انہ لا یصیبنی الا ما کتبت لی وارضنی بما قسمت لی حق تعالیٰ نے طرف اُنکے وحی بھیجی کہ تو نے تیری قبول ہوئی اور عاتیری مستجاب ہوئی اور جو کوئی تیری اولاد میں سے ساتھ اس دعا کے توسل پکڑیگا دعا اُس کا حاصل ہوگا اور اس حدیث کو ارزقی نے بیچ تاریخ مکہ اور جندی نے بیچ فضائل مکہ کے اور بیہقی نے بیچ کتاب الدعوۃ اپنی کے بہ بیدہ اسلمی سے ساتھ اسنادوں متعددہ کے روایت کی ہے اور عبد بن حمید ساتھ روایت ضحاک کے ابن عباس سے لایا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام دو سو برس تک تو اپنی خطا کی فکر میں گریہ زاری کرتے رہے ایک روز کہ درست بنا چیٹائی پر رکھکر اور سر زانو میں ڈالکر مشغول رونے کے تھے کہ ناگاہ جبرئیل وارد ہوئے اور اس قدر گریہ و زاری حضرت آدمؑ نے اُس میں تاثیر کی کہ وحشی رونا آگیا اور پوچھا کہ اسقدر گریہ اور زاری تمہاری کس واسطے ہے حضرت آدم علیہ السلام نے کہا کہ میں تضرع اور زاری کسطرح نہ کروں کہ خدائے تعالیٰ نے مجکو بسبب شامت اس گناہ کے بلندی آسمان سے زمین کی پستی میں دار الدنیا اور دار المقامہ بیچ دار الرنا کے گرایا اور نعمت کے گھر سے باہر کرکے بیچ اور بلا کے گھر میں پہونچایا اور مقام جاودی اور ہمیشگی سے بیچ عمل فنا کے لایا ہے جبرئیل اگر شمار اس مصیبت کے شمار کرنا چاہوں بس یہ بات تحکیم کہ مکان سے باہر ہے حضرت جبرئیل نے بارگاہ الٰہی میں بہ حقیقت عرض کی حکم ہوا کہ آگے آدم کے جاؤ اور کہو کہ میری نعمتونکو کہ سفدر تجکو عطا ہوئیں یاد کر اول دست قدرت اپنے سے تجکو پیدا کیا پھر میرے قالب میں روح حاصل اپنی کو پھونکا پھر اپنے فرشتوں سے تجکو سجدہ کرایا اور تو نے ان نعمتوں میری کی قدر نہ جانی اور حکم میرے کی نافرمانی کی حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کی الہٰنا اے پروردگار مجھسے یہ قصور سرزد ہوئی حکم ہو چکا کہ رحمت میری غصہ میرے پر غالب ہے آواز تیری سنی میں نے تضرع اور زاری تیری پر رحم کیا میں نے اور قصور تیری سے درگذر کی ان کلمونکو کہہ لا الٰہ الا انت سبحانک وبحمدک عملت سوءا وظلمت نفسی فاغفر لی ذنوبی

انک انت خیر الغافرین لا الٰہ الا انت سبحانک وبحمدک عملت سوء وظلمت نفسی فاغفرلی انک انت خیر الراحمین لا الٰہ الا انت سبحانک وبحمدک عملت سوء وظلمت نفسی فتب علی انک انت التواب الرحیم اور ساتھ روایت ابن المنذر کے حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے یا لفاظ مع اس زیادتی کے اللھم انی اسالک بجاہ محمد عبدک وکرامتہ علیک ان تغفر لی خطیئتی وارد ہوئی اور ابتدا روعا میں لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ ھو علی کل شئ قدیر تک بھی وارد ہوا اور ساتھ روایت ابن مسعود کے خطیب نے ابن عساکر مرفوعاً ایسا لائے ہیں کہ جب حضرت آدم شامت اس گناہ سے نکلکر زمین پر پڑے رنگ انکا سیاہ ہوگیا تھا جب وقت توبہ انکی کا پہونچا حکم ہوا کہ تیرہویں تاریخ چاند کی روزہ رکھ انہوں نے اس دن روزہ رکھا اور غیر حصہ انکے بدن کا حالت اصلی پر آیا پھر فرمایا کہ تاریخ چودہویں کو بھی روزہ رکھ انہوں نے اسدن بھی روزہ رکھا اور ایک حصہ رنگ اور درست ہوا پھر تاریخ پندرہویں کو بھی حکم ہوا اور روزہ رکھا اور تمام بدن رنگ اصلی پر آیا بعد اسکے پندرہ روز اور پڑے اور اولاد انکی کے فرض ہوئے حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ تک لیکن ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ تینوں روزے واسطے کامل کرنے توبہ کے ہونگے اسواسطے کہ صحیح روایتوں میں آیا ہے کہ قبول ہوا توبہ اُن کی کا عاشورہ کا دن ہے اور ابن عساکر نے ابن عباس رضی سے روایت کی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے بعد اسکے کہ بہشت سے نکلے اور زمین پر گرے اس قدر گریہ اور زاری کی کہ اگر گریہ اور زاری تمام بنی آدم کی اور گریہ کرنا حضرت داؤد علیہ السلام کا ساتھ اُسکے برابر کریں گریہ اور زاری حضرت آدمؑ کی زیادہ ہوجاوے اور ابیہقی نے شعب الایمان میں بریدہ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ لو وزن دموع آدم بجمیع دموع ولدہ لرجح دموعہ علی جمیع دموع ولدہ یعنی اگر برابر کئے جاویں اشک آدم کے ساتھ تمام اشک اولاد اُسکی کے البتہ زیادہ ہووے اشک آدم کے اوپر تمام اشک اولاد اُسکی کے اور امام احمد کتاب الزہد میں حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے لائے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کے پیٹھ اس گناہ ہونے سے یہ حالت تھی کہ موت انکی روبرو آنکھوں کے رہتی تھی اور امید انکی پس پشت جیسا گناہ صادر ہوا امید اُن کی آنکھ کے روبرو ہوئی اور اصل کو پس پشت ڈالا اور ابن عساکر مجاہد سے روایت لایا ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کو علم کھانے کا ہوا حضرت جبرئیل اور حضرت میکائیل علیہما السلام آئے اور تاج کو سر اُنکے سے اُٹھایا اور کمر بند یعنی پٹکا انکی کمر سے کھولا اور انکو برہنہ کیا اور عربی زبان اُنسے موقوف کرادی اور بجائے اُسکے زبان سریانی جاری کی بعد قبولیت توبہ سے پھر حکم ہوا عربی زبان میں باتیں کرتے رہیں حاصل کلام بعد کثرت دعا کے حضرت آدم علیہ السلام کی جناب الٰہی میں مستجاب ہوئی فَتَابَ عَلَيْهِ یعنی پس رجوع رحمت کی ساتھ حق تعالیٰ نے طرف اُسکے کی اور توبہ اُس کی قبول فرمائی آیندہ کو گناہوں سے معصوم کیا اور یہ بسبب کمال رحمت اور عنایت اُسکی کی سے اسواسطے کہ اِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ یعنی تحقیق اللہ تعالیٰ وہ ہے کہ قبول کرتا ہے توبہ بندوں کا ہے اور بے شمار مہربان کہ بار بار گناہ اُنکے بخشتا ہے اور باوجود کمال رحمت اور عنایت کے کہ اوپر کامل بندوں اپنے کے رکھتا ہے اور خصوصاً حضرت آدم کے اوپر اُنکو بہ مجرد قبول کرنے توبہ کے نور آبہشت کے اندر نہ لیا بلکہ قُلْنَا اهْبِطُوا یعنی کہا ہمنے کہ اترو بھی اُسی جگہ پر جو یہاں تمکو اُتارا ہے مِنْهَا یعنی بہشت سے دُور پڑے ہوئے جَمِيعًا یعنی سب کے سب اگر تم کو اس طرف بہشت کے اُٹھاویں تمہاری اولاد میں تفرقہ لازم آوے اسواسطے کہ نیک لوگ پیروی حضرت آدم علیہ السلام کی کرکے مستحق بہشت کے ہوجاویں اور بہشت میں اُنکو پہونچایا جاوے اور بدوں کو کہ برخلاف حضرت آدم کے طریقہ اختیار کیا دنیا میں چھوڑا جاوے یا دوزخ میں ڈالا جاوے اور یہ تفرقہ منافی غرض کے ہے کہ نیچے اُتارنے میں تھی اسواسطے کہ مقصود زمین میں لانے سے تکلیف احکام کی اور امتحان کرنا ساتھ اور انہی کے فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُم مِّنِّي هُدًى یعنی پس اگر ثابت ہووے یا تم کو آوے تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت کہ لائل عقلیہ اور معجزوں قولیہ وفعلیہ سے میری طرف سے ہمارا اسکا یقینی ہو فَمَن تَبِعَ هُدَايَ پس جو کوئی تابعداری کرے اُس ہدایت کی میری ہدایت جان کر فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ یعنی پس کچھ ڈر اُوپر اُنکے نہیں اس بات کا کہ وہ اپنے دین اور دنیا میں برطرف ہوویں بایں ہمہ شیطان کے وسوسے بعضے اوضاع کاوہ یہ اور بستعداد راضیہ سے صورت پکڑی ہو یعنی اُن کی ہدایت کو ایسے احتمالوں سے کچھ خلل نہیں پہونچے گا بلکہ اُس ہدایت پر مضبوط رہیں گے اسواسطے کہ یہ علوم عادیہ کے اس قسم کے احتمالات ضرر نہیں کرتے ہیں کما لا یخفی وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ یعنی اور نہ ہونگے غمناک ہرگز اور نہ ہونے سکونت بہشت کے اور لذتوں اُس کی سے کہ اُنکے اپنے ہاتھ سے نکل گئی اسواسطے کہ پھر اُنکو بعد مفارقت بدن کے جمیع بہشت کی طرف میسر ہوگا اور خوشی اور لذتیں پوری پوری اُنکو ہمیشہ کیواسطے میسر ہونگی وَالَّذِينَ كَفَرُوا یعنی اور وہ لوگ کہ جنہوں نے انکار کیا اُس ہدایت میری کا اور احتمالات بعیدہ کو اپنے دل میں راہ دی اور جو بات باطلہ اپنے ذہن میں محکم کئے وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا یعنی اور نسبت جھوٹ کی کرے طرف علماء متوں اور نبیوں کے بھیجی ہوئی ہماری کے کہ بسبب اُن نشانیوں کے صدق یقین ہوتا ہے پس وہ محروم ہوئے اسباب سے کہ پھر بہشت کو دیکھیں اور مقام نزول اپنے سے کہ وہ زمین ہے ترقی کریں بایں مقام سے بی اُنکو نیچے ڈالا جاوے اسواسطے کہ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ یعنی یہ گروہ بد دوزخ کے ہیں کہ گرفتار صحبت اُس کی سے فجاءۃ ہونگے اور اُس جگہ سے انتقال نہ کرینگے بلکہ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ یعنی وہ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے اسواسطے کہ امتحان تمام نہیں ہوتا ہے مگر ساتھ وعدہ عذاب ہمیشگی کے اسواسطے کہ عذاب وخوف ہم جانبوں کو یکسو نہیں لاتا ہے اور اس سے نہیں ڈرتا ہے اور جبکہ وعدہ عذاب ہمیشگی کا وقوع میں آیا پھر لوٹا کرنا اُس وعدہ کا لازم ہوا کہ خلاف وعدہ کا کرنا نقصان اور عیب ہے اور جناب الٰہی نقصان اور عیب سے پاک اور برتر ہے باقی رہیں اس قصہ میں چند بخشیں کہ بیان کرنا انکا ضرور ہے اول یہ کہ حق تعالیٰ نے سکونت بہشت کی اصالۃً حضرت آدم کے حق میں فرمائی اور زوجہ اُن کی کو حضرت حوا تھیں تابع اُنکے کیا کہ اسکن انت وزوجک اور بیچ کھانے میوہ کے دونو کو بالاصالۃ خطاب فرمایا کہ کلا منھا رغدا حیث شئتما اور ایسے ہی منع کرنے میں نزدیکی درخت ممنوع کے سے دونو کو شریک کیا نکتہ اس طریق میں یہ ہے کہ مقرر کرنا مکان سکونت کا مرد کے اعتبار میں ہوتا ہے عورت کو اُس میں دخل نہیں جس جگہ چاہے اُسکو لیجاوے اور کھانے اور پینے اور منہیات کے بچنے میں دونوں برابر ہیں کوئی تابع دوسرے کا نہیں دوسرے یہ کہ وزوجک عطف اور ضمیر مکن کے ہے پس چاہیئے کہ بسکن طرف زوجک کے بھی مسند ہوا ہو اور حال یہ ہے کہ صیغہ امر حاضر کی اسناد طرف اسم ظاہر کے جائز نہیں جواب اسکا یہ ہے کہ عطف سبب شرکت کا اصل سبب

میں ہوتا ہے کیفیت نسبت میں نہیں ہوتا ہے دلیل اسکی یہ ہے کہ جاءنی زید لاعمرو درست ہے باوجودیکہ معطوف علیہ میں نسبت ثبوتی ہے اور معطوف میں نفی ہے اور ایسے ہی قاست ہند وزید معطوف علیہ کا عامل صیغہ ماضی ہے اور معطوف ہے مذکر عامل اسکا صیغہ مونث کا نہیں ہو سکتا ہے سطح جائز نہیں کہ قامت زید کہا جاوے اس جگہ بھی اسکن انت وزوجك ساقطہ معنی اسکن انت ولتسکن زوجات کے سمجھنا چاہیئے تیسرے یہ کہ جو بہشت کہ حضرت آدم کو اس میں داخل کیا تھا وہی بہشت ہے کہ دن قیامت کے بہشتیوں کو اس میں داخل کیا جاوے گا کوئی اور جگہ ہے زمین میں کہ مانند بہشت کے اسمیں درخت میوہ دار اور چشمے اور نہریں قمیص صحیح یہ ہے کہ وہی بہشت ہے کہ قیامت کے دن ہوگی اور بہت احادیث اور آثار اسی کے اوپر دلالت کرتی ہیں اور وہ کہ بعضوں نے کہا ہے کہ پیدائش حضرت آدم کی زمین میں تھی اگر اس بہشت میں لیجاتے البتہ اس قصہ میں یہی ذکر ہوتا کہ آسمان کی طرف اٹھکر دوبارہ بھیجے گئے اور یہ کہیں ذکر نہیں ہیں جواب اس کا یہ ہے کہ اس جگہ بغرض منازل اس سفر کے ذکر کرنیکی نہیں مدعا اور مطلب ذکر مقصد کا ہے کہ وہ بہشت ہے اسواسطے اوپر ذکر مقصد کے کفایت کی بخلاف سفر معراج محمدی کے علی صاحبہ الصلوۃ والسلام کہ اس سفر میں ہر منزل میں وقایع عجیبہ اور ملاقات نبیوں کی معجوں سے اور ہر آسمان کے فرشتوں سے تھی اس ہیئت معراج کی حدیثوں میں تفصیل اُن منزلوں کی مذکور ہوئی چونکہ یہ کہ اس سورہ میں وکلا منها رغدا حرف واؤ کے ساتھ مذکور ہے اور سورہ اعراف میں اسی قصہ میں فکلا حرف فا کے ساتھ وجہ اس فرق کی کیا ہے جواب اسکا یہ ہے کہ پہلے نبیوں کے قصے جابجا کلام اللہ میں مناسب ہر جگہ کے مکرر ہوئے ہیں اور بیان کرنے اُس قصہ میں مقتضا اُس مقام کے رعایت فرمائی ہے اس سورہ میں قصہ حضرت آدمؑ کا باعتبار خلافت اُنکی کے زمین میں مذکور ہوا اور خلافت بسبب سکونت زمین کے ہے اور واسطے تعلیم کرنے طریقہ سکونت زمین کے اور نفع لینے اُسکی چیزوں کے سکونت بہشت کی بھی مذکور ہوئی لیں سکونت مقصود اولی ہے بوسیلہ اکل و شرب کا نہیں اگر اس جگہ میں فکلا فرماتے معلوم ہوتا کہ سکونت واسطے کھانے میووں کے تھی اور یہی مقصود بالذات تھا اور سورہ اعراف میں سابق اور لاحق سے ذکر تیار کرنیکے اسباب معیشت کا آدمیوں کے واسطے ہے اور اکثر یہ امر کھانے اور پینے سے تعلق رکھتا ہے چنانچہ بیشتر اس قصہ سے بھی وجعلنا لکم فیها معایش فرمایا ہے اور بعد اسکے بھی کلوا واشربوا ولا تسرفوا ارشاد ہوا اور حلال کرنا طیبات رزق کا بیان کیا پس اس جگہ قصہ حضرت آدمؑ کا باعتبار جودت معاش اور خوبی کھانے اور پینے کے مذکور ہوا اور اسواسطے تاریلنا لباس بہشتی کا حضرت آدمؑ سے اور عوض اُسکے الہام کرنا طریق لباس دنیاوی کا تفصیلا وارد فرمایا پس مقصود بالذات اُس سورہ میں کھانا اور پینا میووں بہشتی کا ہے اور سکونت بہشت کی بوسیلہ کھانے اور پینے کے پس لانا فا کا بیچ ذکر اکل کے اُس جگہ ضرور پڑا اور بسبب واسطے مقصود بالذات کھانا اور پینا ہے فراغی کھانے کی اُس جگہ میں ذکر نہیں فرمائی اور اور پراسی قدر کے کفایت کی کہ فکلا من حیث شئتما اور اس جگہ میں کہ کھانا مقصود تھا فراغی کھانے کے ساتھ ذکر رغدا کا متطور ہوا اسواسطے کہ جو چیز مقصود ہوتی ہے خود بخود کثرت اور فراغی اُس کی لازم آتی ہے حاجت تاکید کی نہیں ہوتی پانچویں یہ کہ لا تقربا صیغہ نہی کا ہے اور نہی اللہ کی طرف سے دو طرح سے وارد ہوتی ہے اول بطریق تحریم شرعی کے کہ اُسکے کرنے میں ضرر دینی ہوتا ہے اور اُسکا ارتکاب غذاب سے دُور ڈالتا ہے دوسرے اس طرح پر کہ اُسکے کرنے میں مضرت دنیوی ہوتی ہے اُسکے بچانے کیواسطے نہی کی ہو جیسا کہ بیع ولا تاما ان تکتبوه صغیرا او کبیرا الی اجله یعنی کاہلی نکرو اُسکے لکھنے سے چھوٹا ہو یا بڑا اُسکے وعدہ تک اور شہادت اسکی اور بھی ہیں پس پہلے طریق میں خلاف اُس نہی کا کرنا موجب گناہ کا ہوتا ہے اور کرنیوالیکو حاجت توبہ اور استغفار کی ہوتی ہے اور نہی دوسری میں ان چیزوں کے کرنیسے کچھ لازم نہیں آتا ہے بلکہ ترک اولے اور خلاف مصلحت کا لازم ہوتا ہے اور علماء نے اس میں اختلاف کیا ہے کہ یہ نہی کونسے قبیل سے تھی ایک گروہ اسکی طرف گیا ہے کہ وہ دوسرے قبیل سے تھی لیکن صحیح یہ ہے کہ پہلی قسم سے تھی اسواسطے کہ لا تقربا دلالت کرتا ہے اوپر منع نزدیک ہونے اُس درخت کے سے اور کھانا تو بڑی چیز ہے اور اسقدر تاکید اُسکے بچنے میں نہیں ہوتی ہے جو کہ واسطے احتیاط مضرت دنیوی کے ہو اور اسواسطے یہ صیغہ محرمات شدیدہ میں مستعمل ہوتا ہے جیسا کہ لا تقربوا الزنا اور لا تقربوا مال الیتیم اور لا تقربوهن حتی یطهرن اور لفظ فتکونا من الظلمین کا بھی موید یہی کہا ہے اور کھانا بہشت سے اس گناہ کے سبب سے اور گریہ اور زاری حضرت آدم علیہ السلام کی خوف اُسکے سے اور لفظین توبکی اور لفظ فتاب علیه اور ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا وترحمنا لنکونن من الخاسرین کا سب دلیلیں ترجیح اسی قول کی ہیں جسنے یہ کہا ہے کہ جب کھانا درخت ممنوع کا موافق قول صحیح کے معصیت ہوا پس حضرت آدم علیہ السلام سے گناہ کا ہونا لازم آیا اور یہ خلاف قاعدہ عصمت انبیاء کے ہے بعضے مفسرین نے جواب اس شبہ کا ایسا کہا ہے کہ گناہ اُن سے نبوت سے پہلے ہوا تھا اسواسطے کہ مرتبہ نبوت کا بعد اُترنے کے زمین میں حاصل ہوا لیکن یہ جواب قوی نہیں اسواسطے کہ مرتبہ نبوت کا اُنکو بوجہ پیدائش کے حاصل تھا اور دلیل اُسکی تعلیم کرنا اسماء کا بلاواسطہ اور حکم کرنا فرشتوں کو واسطے سجدہ کرنے کے اور سجدہ کرنا تمام فرشتوں کا واسطے غیر نبی کے بہت بعید ہے اور طبرانی اور ابو الشیخ اور ابن ابی شیبہ نے ابوذر سے روایت کی ہے کہ قلت یارسول اللہ ارایت آدم کان نبیا قال نعم کان نبیا مکلما قال اللہ قبلا قال له یا آدم اسکن انت وزوجك الجنة یعنی کہا میں نے تجھ کو کیا آدم تھے نبی فرمایا ہاں تھے نبی اور رسول اور مکلم اللہ نے واسطے اُسکے اے آدم رہ تو اور بی بی تیری بہشت میں اور ابن ہتی نے شعب الایمان میں حضرت حسن بصری سے روایت کی کہ قال موسی رب کیف یستطیع آدم ان یودی شکر ما صنعته خلقته بیدك ونفخت فیه من روحك واسکنته جنتك وامرت الملئکة بسجودہ واله فقال یا موسی علم ان ذلك منی محمد فی علیه فکان ذلك شکرا لما صنعت الیه یعنی کہا موسی نے اے رب کیسے کر سکتا ہے آدم طاقت کہ ادا کرے شکر اُس چیز کا کہ کیا ساتھ اُسکے پیدا کیا تو نے اُسکو ساتھ ہاتھ اپنے کے اور پھونکی تو نے اُسمیں روح اپنی اور رکھا تو نے اُسکو اپنی بہشت میں اور حکم کیا تو نے فرشتوں کو پس سجدہ کیا انہوں نے اُسکو پس فرمایا اللہ نے اے موسی جانتا آدم نے کہ یہ سب باتیں میری طرف سے ہیں پس حمد کی اُس چیز کا کہ کی میں نے ساتھ اُسکے اور اکثر مفسرے اکثر محققین اس طرف گئے ہیں کہ صادر ہونا اس گناہ کا حضرت

آدم سے باطراق زلت کے تھا اور معنی زلت کے یہ ہیں کہ کوئی شخص امر مباح کا یا بندگی کا ارادہ کرے اور بسبب غفلت اور بے احتیاطی کے اُس امر مباح یا مستحب میں اُس سے خلاف شرع کوئی امر ظہور میں آوے پس صورت اس عمل کی بصورت گناہ کی ہے اور حقیقت میں طاعت یا مباح ہے حضرت آدم علیہ السلام کو بسبب قسم کھانے ابلیس کے اور تقریر فریب اُسکی کے ایسا معلوم ہوا کہ مجکو اس سخت کے بہانے سے وسیلے خلافت زمین کے منع فرمایا ہے اور اگر اس سخت سے کچھ کھا لونگا اور بڑا رتبہ خلافت زمین کی سے زیادہ مجکو حاصل ہوگا اس واسطے جرات اُسکے کھانے پر کی اور جو عقوبت لباس مزیور بہشت کا اُن سے چھن گیا تب جانا کہ یہ میری خطا پر تھی اور کھانا درخت ممنوع سے بسبب ناراضامندی خدا تعالیٰ کا ہوا اسواسطے توبہ اور استغفار میں کوشش کی اور یہی ہے شان کامل لوگوں کی کہ تھوڑے گناہ کو بہت جانتے ہیں اور اوپر بزرگ والی یا بے احتیاطی کے جزع اور فزع کرتے ہیں ساتویں یہ کہ سورہ اعراف میں مذکور ہے کہ شیطان لعین جو وقت حضرت آدم کے سجدے سے انکار کیا بہشت سے اُسکو نہ نکالا تھا اور حضرت آدم بہشت میں رہتے تھے پس شیطان نے کیونکر حضرت آدم کے وسوسہ ڈالدیا اور درخت ممنوع کے کھانے پر اُکسایا جواب اسکا یہ ہے کہ بیشتر تفسیر آیت میں گذرا کہ بسبب طاؤس رسانی کے اُس لعین نے انجام اس کام کا کیا اور اہل ملہ نے بہ تخصیص ان دو جانور کے کہ شیطان نے انہیں دو نکے واسطے سے کوسلے یہ گمان کیا اُسکی یہ وجہ لکھی ہے کہ شیطان ہر چند سعی اور کوشش کرے کہ آدمی کو نیکی کے سلسلے سے دور ڈالے اور گمراہی کے راستے میں چلاوے مگر مطلب ہرگز حاصل نہیں ہوتا ہے جب تک قوت شہویہ اور قوت غضبیہ اُسکی اپنے تابو میں نہیں کرلیتا ہے اسواسطے کہ ان دونوں قوتوں آدمی کے نفس پر غالب ہیں اور طاؤس مظہر قوت شہویہ کا ہے اور سانپ مظہر قوت غضبیہ کا جیسا کہ شیطان مظہر قوت وہمیہ کا ہے اور اکثر تسلط شہوتوں کا خارج بدن سے ہوا اور تسلط غضب کا داخل بدن سے پس صورت وسوسہ شیطان نے اس طرح سے ظہور کیا کہ طاؤس کو باہر سے بھیجا اور سانپ کو وسیلہ بہشت کی دیوار پر آنے کا کیا اگر لفاو ہو ظرف اسباب کے قوت غضبیہ ساتھ سکان روح اول کے زیادہ تر زور دیک ہے بہ نسبت قوت شہویہ کے آنکھوں یہ کہ اهبطوا صیغہ جمع کا ہے اور بہشت میں سوائے حضرت آدم اور حوا کے دو سرا قابل نکالنے کے نہ تھا پس چاہیئے تھا کہ اهبطا فرماتے جواب اسکا یہ ہے کہ اس جگہ خطاب تمام نوع آدمیو کے واسطے تھا اور یہ دونوں اصل اس نوع کے تھے پس بہ سبب خطاب ان دونوں کے صیغہ جمع کا لائے تاکہ دلالت کرے اُوپر اسکے کہ منظور تکانا تمام نوع تمہاری کا ہے اور بعضے مفسرین نے کہا ہے کہ ابلیس اور سانپ اور طاؤس بھی اس خطاب میں شریک ہیں تیسرے یہ کہ اس قصہ میں عجیب عبرتے اور بڑی نصیحت ہے بنی آدم کیواسطے پس چاہیئے پرہیز کرنے گناہ کے جیسا کہ کہنے والے نے کہا ہے بیت یا ناظرا برتوا بعین مراقد + ومشاهدا للامر غیر مشاهد + تصل الذنوب الی الذنوب وترتجی + درك الجنان ونیل اجر العابد + السیت ان الله اخرج ادما + منها الی الدنیا بذنب واحد خلاصہ ان شعر و نکایہ ہے کہ اے شخص آنکھیں تیری غفلت کی نیند میں بھری ہوئی ہیں اور جو شے لایق دیکھنے کے نہیں اُسکو دیکھتا ہے تو اور گناہو نکو گویا ہو نیکے ساتھ ملاتا چلا جاتا ہے اور پھر امید رکھتا ہے کہ درجے بہشت کے مجکو ملیں اور ثواب عبادت کرنیوالوں کا حاصل ہوا یا جھول گیا تجکو اللہ تعالیٰ نے کمال یا آدم کو بہشت سے طرف دنیا کے بسبب ایک گناہ کے دسویں یہ کہ ایک بار قلنا اهبطوا فرمایا اور طلب اس سے خارج کرنا بہشت سے تھا اور وہ معلوم ہوا دوسری بار ذکر کرنیکی کیا حاجت تھی کہ قلنا اهبطوا منها جمیعا ارشاد ہوا جواب اسکا یہ ہے کہ پہلی بار حکم واسطے نکالنے کہ بہشت سے تھا اور دوسری بار واسطے تقسیم ہونیکے زمین میں اور قطع کرنے توہم شنابی جمع کرنیکی طرف بہشت کے تاکہ بسبب قبول ہونے توبہ کے یہ آرزو نکریں کہ پھر بہشت میں آجاویں اور اس جنگلی نعمتوں سے لذت اُٹھاویں گیارہویں یہ کہ اما حرف شک کا ہے اور نون تاکید ثقیلہ کہ یا تیتکم میں موجود ہے دلالت اوپر تیقن کے کرتا ہے جمع کرنا درمیان شک اور یقین کے طرح ہوسکے جواب اسکا یہ ہے کہ آنا ہدایت کا الہ کی طرف سے کہ یقینی ہے بہ نسبت سننے والو کے متکوک تھا اس واسطے حرف شک کا لائے پس گویا اوپر ایمان یقینی کے داخل ہوا یعنے اگر نزدیک تمہارے متحقق ہوا نا ہدایت کا میری طرف سے اور سننے والوں کے نزدیک متشکوک تھا اور قاعدہ علم معانی کا ہے کہ اسباب میں جزم اور عدم جزم سامع کا بھی معتبر ہے پس تاکید جعل کے ساتھ نون ثقیلہ کی اس جہت سے ہے کہ وقوع فعل کا نزدیک سامع کے متشکوک ہے پس شک باعتبار سامع کے ہوا اور یقین باعتبار متکلم کے اور جمع ہونا شک و یقین کا ایک شخص ملی نسبت کے محال ہے نہ بہ نسبت دو شخصو کے بارہویں یہ کہ حقیقت تو یہ کی تین چیز سے مرکب ہے تو اول علم اور دوسرے حال اور تیسرے عمل اُنپر تکلم پس جاننا ضرر گناہ کا ہے اور اسات کا کہ یہ گناہ درمیان بندہ اور درمیان رحمت الٰہی کے حجاب واقع ہوا اور جسکو یہ بات ہمیشہ نشین ہوئی ہیں طریق اُسکے دل میں طریق اُسکے قراری بسبب فوت ہونے محبوب کے ہمیشہ رہتی ہے اور ناسف اور ندم کا ہے آنا ہے جس کے باعث یہ چیز اُسکو حاصل ہوئی اور تیسرے ایک حال ہے دل کے احوالات سے کہ اُسکو ندامت کہتے ہیں اور حالت کا تعلق ساتھ تینوں زمانو کے ہے تعلق اُسکا ساتھ زمانہ ماضی کے اسطرح ہے کہ تلافی مافات کی کیجاوے اور کفارہ اور قضا ادا کرے اگر قابل کفارہ اور قضا کے ہو اور تعلق اُسکا زمانہ حال کے ساتھ اسطرح ہے کہ ترک کیا جاوے جو منہی کوئی بطور اور تعلق اُسکا ساتھ زمانہ آیندہ کے اسطرح ہے کہ پختہ ارادہ کرلے اس بات کا کہ کبھی ہرگز پھر نہ کروں پس مجموع ان امور کا آدمی کو حاصل نہیں ہوتا ہے مگر بالتوفیق خدا تعالیٰ کے اور مہربانی اُسکی کے اور اسواسطے لفظ توبہ کا مصدر کرنیکی فرمایا کہ انه هو التواب الرحیم یعنی تحقیق وہی ہے بہت قبول کرنیوالا توبہ کا مہربان اور معنی تاکید کے تواب میں یہ ہیں کہ آدمی کی طبیعت بار بار قبول کرنے عذر کے سے رکتی ہے بخلاف خدا تعالیٰ کے کہ ہر وقت دروازہ توبہ کا اُس کی جناب میں کھلا ہوا ہے اور بھی آدمی کثرت گناہ کی سے عاجز ہو جاتا ہے اور جواب دیتا ہے بخلاف جناب باری کے کہ جسقدر گناہگار زیادہ ہوں جوش رحمت اُسکی کا زیادہ تر ہوتا ہے حضرت ذی النون مصری سے پوچھا کہ حقیقت توبہ کی کیا ہے کہا توبہ چھ چیزوں سے مرکب ہے اوّل ندامت اوپر گناہوں گذشتہ کے دوسرے ارادہ محکم کرنا کہ زنہار آئندہ میں اس گناہ کو نہیں کرنے کا تیسرے اوا کرنا ہر فرض کا جو فوت ہوا چوتھے ادا کرنے حقوق مخلوقات کے خواہ حقوق جانی ہوں یا حقوق مالی پانچویں گلا دینا اُس گوشت اور خون کا جو حرام سے پیدا ہوا چھٹے چکھانا اُس تین تلخی بندگیوں کی جیسا کہ علاوت گناہ کی چکھائی تھی ساتویں یہ کہ معنی خوف کی ایک لم ہے کہ نفس آدمی کو مکروہات کی توقع سے حاصل ہوتا ہے یعنی آدمی کے ذہن میں یہ چیز جاتا ہے کہ خلافی نہ کی مجکو پہونچے گی اور معنی حزن کے

ایک لطیفہ ہے کہ نفس آدمی کو بسبب علم کے مرغوب شے کے باخوف ہونے کے مطلب کے لاحق ہوتا ہے اور اس آیت میں نفی خوف کی مقدم اور نفی حزن کے خرابی اسواسطے کہ معنی نفی خوف کی سلامت رہنا تمام آفتوں سے ہے اور معنی نفی کے پہونچنا ساتھ امور کے اور دور ہونا آفتوں کا مراد کے حاصل ہونے سے پہلے چاہیئے اور اوپر تفسیر کے یہ شبہ لازم آتا ہے کہ بجز واتباع ہدایت کے خوف و حزن بالکل کیونکر جاتا ہے اسواسطے کہ بجود اتباع ہدایت کے بھی خوف باقی ہے کہ شاید تقدیر کی تحریر غالب آوے اور سعادت اسکی ساتھ شقاوت کے بدل جاوے جبتک کہ مسکل گلماتوس سے کہ موت و قبر اور اٹھنا بعد مرنے کے اور کھڑا ہونا موقف کا اور ظاہر ہونا اعمال کا اور قائم ہونا میزان کا اور جب تک پل صراط پر سے سلامتی سے نہ گزرے اطمینان اور امن حاصل ہونا محال ہے اور اسیسوسطے ہول روز قیامت کا کافروں فاسقوں اور مسلمانوں گنہگاروں اور مرسلین کو بھی ہوگا اور دلیل اسکی قول اللہ تعالے کا ہے کہ تذھل کل مرضعۃ عما ارضعت وتضع کل ذات حمل حملھا وترے الناس سکاری وما ھم بسکاری یعنی جسدن اسکو دیکھو گے بھول جاویگی ہر دودھ پلانیوالی اپنی پلائی کو اور ڈالدیگی ہر پیٹ والی اپنا پیٹ اور دیکھیگے لوگوں کو نشہ اور نہیں ہیں وہ نشہ میں پر عذاب اللہ کا سخت ہے فکیف تتقون ان کفرتم یوما یجعل الولدان شیبا یعنی پھر کیونکر بچوگے اگر منکر ہوگئے اسدن جو کر ڈالے لڑکوں کو بوڑھا یعنے اتنا بڑا دن ہوگا کہ لڑکے بوڑھے ہوجاوینگے اگرچہ وہاں جیسے ہیں ویسے ہی رہیں گے یوم یجمع اللہ الرسل فیقول ماذا اجبتم یعنی جسدن اللہ جمع کریگا رسولوں کو پھر کہے گا تم کو کیا جواب ملا فلنسئلن الذین ارسل الیھم ولنسئلن المرسلین یعنی پس البتہ پوچھیں گے ہم انسے جنکے پاس رسول بھیجے تھے اور البتہ پوچھیں گے رسولوں سے بلکہ اکثر علماء نے لکھا ہے کہ اہل بہشت کو بعد داخل ہونے بہشت کے بھی خوف جلال الٰہی اور عظمت اس کی کا باقی رہیگا جواب کہا ہے کہ خوف اور حزن آخرت میں نہوگا اور اتباع ہدایت کا دم واپسیں تک موجب بشارت جمالی کا ہونا ہی اسطرح پر کہ ہر معاملہ میں آسانی انکے ساتھ کیجاویگی اور اپنے مطلبوں اور مرادوں کو پہونچیں جیسا کہ دوسری آیت میں مذکور ہے ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملئکۃ ان لا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون یعنی تحقیق جنہوں نے کہا رب ہمارا اللہ ہے پھر اسی پر مہرے ہے اوپر اترتے ہیں فرشتے کہ تم نہ ڈرو اور نہ غم کھاؤ اور خوشی سنو اس بہشت کی جسکا تمکو وعدہ تھا اور لاحق ہونا خوف عام کا آخرت میں دو سطلے دہشت سختیوں قیامت کے ہوگا اور قیامت کی دہشت ایسی ہوگی کہ بسبب اسکے جو کہ بشارت جمالی حاصل ہوئی تھی وہ بھی فراموش ہوجائیگی لیکن ہرگاہ کہ وہ خوف سریع الزوال ہوگا یہ خوف نہیں رہے گا لایحزنھم الفزع الاکبر وتتلقھم الملئکۃ ھذا یومکم الذی کنتم توعدون یعنی نہ غم ہوگا انکو اس بڑی گھبراہٹ میں اور لینے آوینگے انکو فرشتے کہ یہ دن تمہارا ہے جسکا تم سے وعدہ تھا اور دہشت جلال الٰہی کے نہیں خوف رکھنا چاہیئے اور نہ وہ موجب غم اور اندوہ کا ہے پس باقی رہنا دہشت جلال الٰہی کا بہشت کے اندر منافی نفی خوف کے نہیں اور کیا اچھا ہے وہ کہ کہا گیا **نظم** بملیے برگ گلے خوشہ رنگ در منقار و داشت ۔ ہندران برگ و نوا خوش نالہائے زار داشت ۔ گفتم اش در یاد و چیست ۔ گفت مارا طلوہ معشوق بر ایں کار داشت ✣ اور اسی واسطے اہل تدقیق نے کہا ہے کہ خوف کو جو وقت سلخلفظ علی کے استعمال کرتے ہیں معنی الم اور ضرر کے اسمیں عایت کئے جاتے ہیں اور جو لوگ کہ اتباع ہدایت کا کرتے ہیں انکو اس قسم کا خوف نہوگا اگر انکو خوف ہے وہ بھی انکے نفع کے واسطے ہے کہ اس خوف سے ترقی درجوں کی اور زیادہ ہونا ثواب کا ہے کا ہے ولمن خاف مقام ربہ جنتان اور اسی واسطے لاخوف علھم ارشاد نہ کیا بلکہ لاخوف علیھم فرمایا اور ایسے ہی خوف جلال الٰہی کا بھی اس خوف میں داخل نکرنا چاہیئے کہ خوف جلال الٰہی کا باعث ضرر و تعب کا نہیں جیسا کہ خوف باب ادب استاد اور پیر کا کہ باطیع برانگیختہ کرنیوالا اور پرداد دینے کے ہے اور بنا اسکی اوپر توقع یا خوف ہونے کے کسی شفعت کے نہیں اور مناسب اس مقام کے ہے جو کہ شیخ ابوالحسن خرقی علیہ الرحمتہ نے ایک قاعدہ کلیہ مقرر کیا ہے اور وہ یہ کہ تمام چیزوں میں خواہ سعادت خواہ شقاوت خواہ ایمان خواہ کفر خواہ ہدایت خواہ ضلالت اعتبار خاتمہ پر کیا ہے پس کافر اللہ کے نزدیک وہ ہے کہ موت اس کی کفر پر ہو اور مومن وہ ہے کہ جو ساتھ ایمان کے اس جہان سے جاوے پس تابع ہدایت کا اس آیت میں وہی ہے کہ ختم اسکا اوپر ہدایت کے ہوا نہ وہ شخص کہ بفعل اسنے مرتبہ نیک خصلتی کا اور خاتمہ اسکا مستور ہے چودھویں یہ کہ متعلقات اس قصہ کے موافق حدیث کے کئی چیزیں ہیں منجملہ انکے یہ ہے کہ اول حضرت حوا نے فریب شیطان کا کھایا اور بعد اسکے انکے مشورہ سے حضرت آدم نے اس خطا کو اختیار کیا جیسا کہ حاکم اور بیہقی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ قال اللہ لادم ما حملک علی ان اکلت من الشجرۃ التی نھیتک عنھا قال یارب زینتہ لی حواء قال فرنت حواء عند ذلک فقیل لھا علیک الرنۃ وعلی بناتک یعنی کہا اللہ نے آدم سے کیا شے باعث ہوئی اوپر اسکے کہ کھایا تو نے اس درخت سے کہ منع کیا تھا میں نے تجکو اسکے کھانے سے کہا اے رب زینت دلائی اس کی تجکو حوا نے کہا پس چیخ ماری حوا نے پس کہا گیا واسطے اسکے اور تیرے جننا اور اولاد پہ لڑکیوں تیری کے اور دار قطنی نے کتاب الافراد میں حضرت امیر المومنین عمر بن الخطاب سے روایت کی ہے عن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ بعث جبریل الی حوا حین حمیت فادت رطھا فجاء منی دم لا اعرفہ فاذا ھا لا دمینک ولا بعلنہ لک کفارۃ وطھورا یعنی روایت ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کہ کہا اللہ نے کہ جب حیض آئی حوا کو بھیجا اللہ تعالی نے جبرئیل کو طرف حوا کے جو طرف خون آیا تھا اسکو پس پکارا اسنے رب اپنے کو کہ آیا تجکو خون نہیں پہچانتی ہوں میں اسکو پس پکارا اللہ نے اسکو البتہ خون جاری کرونگا تیرا اور بولاد تیری کا اور البتہ مقرر کرونگا میں واسطے تیرے کفارہ اور پاک کرنا کچھ سے اور صحیح ستین ساتھ روایت ابوہریرہ کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ لو کا ھبوا اسرائیل لم یخنز اللحم ولو کا حوا لم یخن انثی زوجھا الدھر یعنی اگر نہوتے بنی اسرائیل نہ سڑتا گوشت اور اگر نہوتی حوا نہ خیانت کرتی کوئی عورت خاوند اپنے کی تمام وقت اور دیبقی نے دلائل النبوۃ میں اور خطیب نے تاریخ کے ساتھ روایت ابن عمر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی ہے کہ فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فضلت علی آدم بخصلتان کان شیطانی مسلما وشیطان نکا فرا وازواجی عونا لی علی دینی وزوجتہ عونا لہ علی خطیئتہ یعنے فضیلت دیگئی ہیں اوپر آدم کے ساتھ دو فضیلتو نکے ہوگیا شیطان میرا مسلمان اور شیطان اسکا کافر اور جورئیں میری مددگار میری ہیں اور جورئیں اسکے اور عورت اسکی مددگار ہوئی اوپر

لہ یعنی خوف مضر نہوگا۔

خطا اُسکی کے اور منجملہ اُنکے یہ بھی ہے کہ جگہ اُترنے حضرت آدم کی موافق اکثر روایتوں کے ملک ہند میں ہے اُسکو وہ بتاتے ہیں اور علم اور سبق ساتھ روایت ابن عباس کے لائے ہیں کہ حضرت امیر المومنین مرتضیٰ علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے کچھ جانتے ہو تم کہ زمین ہند کی خوشبوئیں کس واسطے ہے تو دم تمہکی خوشبوئیں جیسا کہ عود اور جوزاوہ تفل حاصل اسی زمین کے ساتھ کیوں ہیں وجہ اُسکی یہ ہے کہ جب حضرت آدمؑ اُس زمین میں اُترے بہشت کے درختوں کے پتے اُنکے بدن پر تھے ہوا نے اُن پتوں کو منتشر کر دیا جس وقت پکے کوئی پتا اُن پتوں میں سے پہونچا اور اُس درخت سے چمٹ گیا خوشبو اُس میں پیدا ہو گئی اور حضرت حوا سولہ کنڑ واتیوں کے جدہ میں گریں اور ابلیس رجیم جنگل بلیسان کے کنئی کوس بصرہ سے ہے اور سانپ اُنجگہ کہ اصفہان بالفعل آباد ہے جب حضرت آدم کو واسطے توبہ کے حج خانہ کعبہ کا فرمایا اور وہ حج سے فارغ ہوئے حضرت حوا کے ساتھ ملاقات ہوئی اور تو الد اور تناسل جاری ہوا اور انہیں سے یہ سب وہ ہیں جو بہشت تیں قسم کے سوے جنت کے ہمراہ اُنکے اترے کہ وہ زمین میں تھے جیسا کہ ابن ابی حاتم نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ اهبطوا آدم بثلثين صنفا من فاكهة الجنة منها ما يؤكل داخله وخارجه ومنها ما يؤكل داخله ويطرح خارجه ومنها ما يؤكل خارجه ويطرح داخله یعنی اُتارے گئے آدم ساتھ تیس قسم کے میوں جنت کے سے بعضے اُن میں سے وہ تھے کہ کھایا جاتا ہے اندر اُنکا اور باہر اُنکا بھی اور بعضے اُن میں سے وہ ہیں کہ کھایا جاتا ہے اندر اُنکا اور پھینکا جاتا ہے باہر اُنکا اور بعضے انہیں سے وہ ہیں کہ کھایا جاتا ہے باہر اُنکا اور پھینکا جاتا ہے اندر اُنکا اور بعضی روایتوں میں تعیین اُن میووں کی بھی آئی ہے کہ عجوہ اور ترنج اور موز اُن میں سے تھا اور بھی ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے ابن عباسؓ سے اور ابن عساکر نے تاریخ اپنی میں ساتھ سند صحیح کے سلمان فارسی سے روایت کی ہے کہ قال رسول الله صلى الله عليه وسلم آدم اهبط بالهند ومعه السندل في الكليتان والمطرفة والهبطت حواء بجدة یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آدم اُتارے گئے ہند میں اور ہمراہ اُنکے تین اوزار لوہار کے تھے یعنی اہرن اور جس سے لوہے کو پکڑتے ہیں اور ہتوڑا اور اُتاری گئی حوا جدہ کے اور ساتھ روایت ابن جریج کے وارد ہوا ہے کہ حجر اسود بھی ہمراہ حضرت آدم کے بہشت سے آیا ہے اور عصا موسیٰ علیہ السلام کا ہمراہ اُنکے بہشت سے آیا اور وہ عصا آدم کے درخت کا تھا کہ یہ بھی بہشت کے درختوں میں سے تھا طول اُسکا سی گز تھا موافق قدحضرت موسیٰ علیہ السلام کے اور جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حج خانہ کعبہ کا اور کیا حجر اسود کو اُوپر پہاڑ ابو قبیس کے رکھا اور وہ پتھر اندھیری اتوں میں چاند کی مانند چمکتا تھا جہاں تک شعاع اُس کی پڑی حد حرم کی مقرر ہو گئی آخر طبرانی اور ابو نعیم اور ابن عساکر ساتھ روایت ابو ہریرہ کے لائے ہیں کہ جب حضرت آدم بہشت سے نکلکر زمین پر پڑے کمال وحشت اُنکو تھی حضرت جبرئیل نے آکر آواز بلند سے اذان کہی جب کہ اکمل پر پہونچے کہ اشهد ان محمدا رسول الله تو حضرت آدم کو یہ سنتے ہی نام کے انس اور اطمینان حاصل ہوا اور وحشت دور ہوئی اور انہیں سے یہ ہے کہ ابن حاتم نے روایت کی ہے کہ حضرت آدم نے وقت اترنے دنیا میں بہشت سے دونوں ہاتھ اُوپر دونوں زانو اپنے کے رکھے تھے اور سر اپنا درمیان دونوں زانو کے رکھکر شرمندگی کی نیند دن بھی ڈالی تھی اور ابلیس نے اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو نیچہ بنا کر ان دونوں کو اپنی کوکھ پر رکھا تھا اور سر اپنا آسمان کی طرف بلند کر کے شکل حیرت زدوں کے متحیر ہوتے ہیں نیچے اُترا تھا اور ابن ابی شیبہ نے بسند ضعیف اپنی کے حمید بن ہلال سے روایت کی ہے کہ ہاتھ اپنا ہنی گاہ پر رکھنا نمازیں اسی سبب سے مکروہ ہے کہ ابلیس رجیم وقت زمین کے آنے کے اسی شکل پر آیا تھا اور ابن ابی حاتم نے سدی سے روایت کی ہے کہ جب حضرت آدم بہشت سے نکلے ہوئے تخم طرح طرح کے دیئے لیکن حضرت آدم بعد اُترنے کے اُن تخموں کو سبب غم اور الم گناہ کے اور توبہ کی فکر میں بھول گئے کہ کون کون سے درخت کے تھے ابلیس نے اُسوقت میں فرصت پاکر ہاتھ اپنا اُن تخموں پر پہونچایا جس تخم کو ہاتھ اُسکا لگا بے منفعت ہو گیا اور سمیت پیدا ہو گئی اور جو اُسکے ہاتھ سے محفوظ رہا منفعت اُس کی برقرار رہی اور انہیں میں سے یہ ہے کہ حضرت آدم کو بہشت میں کبھی حاجت برازکی نہ ہوئی تھی جب زمین پر آئے اول اول میوہ بھی کا کھایا اور پر انکو حاجت پاخانہ کی شکم میں معلوم ہوئی نہایت حیران ہوئے بائیں دائیں دوڑتے تھے اور یہ نہیں جانتے تھے کہ کیونکر یہ حاجت رفع ہو تب جبرئیل آئے اور انکو طریق قضا حاجت کا تعلیم کیا جب آپنے براز میں بدبو سونگھی گریہ اور زاری اُنپر غالب ہوئی شروع اسی غم میں روئے کذا رواه ابن ابي الدنيا في كتاب البكاء عن امير المومنين علي بن ابيطالب رضي الله عنه واخرجه ابن عساكر من طريق جعفر بن محمد عن ابيه عن جده قال قال النبي صلى الله عليه وسلم ان الله لما خلق الدنيا امر ها فجاءها ولا فضة فلما اهبط آدم وحواء اترل معهما ذهبا وفضة فسلكه بنابيع في الارض منفعته لذريتهما یعنی بیہقی نے روایت کیا ہے اسکو ابن ابی الدنیا نے بیچ کتاب بکا کے امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے اور نکالا ہے ابن عساکر نے طریق جعفر بن محمد سے کہ روایت کی اُس نے باپ اپنے سے اور باپ اُسکے نے دادا اُسکے سے کہ کہا اُس نے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تحقیق اللہ تعالیٰ نے ہرگاہ پیدا کیا دنیا کو نہ پیدا کیا تھا اُسمیں سونا اور نہ چاندی پس ہرگاہ کہ اُتارے گئے آدم اور حوا اُتارا ساتھ اُنکے سونا اور چاندی پس جاری کئے اُسکے چشمے زمین میں واسطے اولاد اُن دونو کے کہ بعد اُنکے ہونگے اور دیلمی نے مسند فردوس میں ساتھ روایت انس بن مالک کے آنحضرت سے نقل کی ہے کہ اول من حاك آدم یعنی پہلے پہلے کام بننے کا حضرت آدم نے شروع کیا اور حاکم نے ابن عباس سے روایت کی ہے اور ابن عساکر نے بھی کہ كان آدم حراثا یعنی حضرت آدم مشغول ساتھ کھیتی کے تھے اور معاش اپنی اسی پیشہ سے حاصل کرتے تھے اور حضرت نوح علی نبینا بڑھئی تھے اور حضرت ادریس علیہ السلام درزی اور حضرت ہود اور حضرت صالح دونوں تجارت کرتے تھے اور حضرت ایوب بھی رعیت کرتے تھے اور حضرت شعیب صاحب مواشی کے تھے اور اولاد مواشی کی سے اور دودھ سے اور پشم اُن کی سے معاش اپنی کرتے تھے اور حضرت لوط بھی زراعت کرتے تھے اور حضرت موسیٰ نے چند مدت تک بکریاں چرائیں اور حضرت داؤد زرہ بنایا کرتے تھے اور حضرت سلیمان علیہ السلام خواص تھے اور خواص وہ ہے کہ درخت کے پتوں سے کوئی چیز بُنتے مثل زنبیل اور بوریا اور بیچتے کے اور باوجود اسکے کہ انکو باوشاہت تمام زمین کی تھی سوا کسب اپنے کھانے کے نہیں کھاتے تھے اور ہر مہینے میں نو دن روزہ رکھتے تھے تین روز اول چاند کے اور تین روز درمیان سے اور تین اخیر چاند کے اور باوجود اس زہد کے اُنکے تئیں قوت بشری اس مرتبہ کی تھی کہ سات سو کنیز اور تین سو عورتیں منکوحہ اُنکے گھر میں تھیں اور حضرت عیسیٰ سیاحی کرتے تھے اور سطح کا پیشہ نہیں کرتے اور کہتے تھے کہ جیسے کہا باشت کا تکلو ہلایا ہے وہی کہا ہا

شام کا بھی کھلاؤ بچھاؤ اور جو کھانا شام کا کھلاتا ہے کھانا چاشت کا بھی کھلاؤ بچھاؤ اور باوجود اس تمام سیر اور سفر کے تمام رات جاگتے اور دن کو روزہ رکھتے اور حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا پیشہ جہاد کا تھا۔ حق تعالیٰ نے آخر عمر میں رزق اُنکا نیچے سایہ نیزہ اُنکے کے کیا تھا اور اُن سب میں سے یہ ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام مقبول التوبہ ہوئے حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور پکارا کہ اے جانور زمین کے مخلوقات نے تمہارے اوپر خلیفہ کو بھیجا ہے پس اطاعت اور فرمانبرداری اُسکی کرو جانوروں دریا کے سر اپنا اُٹھایا اور اطاعت اور فرمانبرداری ظاہر کی اور جانور جنگل کے تمام گروہ اگر حضرت آدم کے آگے کھڑے ہوئے حضرت آدم علیہ السلام ہر ہر جانور کو آگے اپنے بلاتے تھے اور اوپر سوار ہو کر بیٹھے اُسکی کے ہاتھ پھیرتے تھے جو جانور جنگل کا پاس حضرت آدم علیہ السلام کے آیا اور ہاتھ اُنکا اُس جانور پر پہونچا اہلی اور خانگی ہوا کہ معاش اُس کی آدمیوں میں ہوجیسا اگر گھوڑا اور اونٹ اور بیل بکری اور کتا اور بلی اور مرغ کسی نے اپنے تئیں ہموار رکھا اور پاس حضرت آدم علیہ السلام کے نہ آیا اور برکت ہاتھ اُنکے کی پہلی وحشی رہا کہ نہ کسی آدم سے نفرت کرتا ہے جیسا نیل گاؤ اور گورخر اور ہرن اور سوئے اسکے اور اُن میں سے یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے بعد توبہ کے جناب الٰہی میں عرض کی کہ بارخدایا یہ بندہ تیرا کہ ابلیس ہے درمیان میرے اور تیرے عداوت مستحکم ہوئی اگر تو اعانت میری اور اولاد میری کی نکرے تو ہمکو قدرت مقابلہ اُسکے کی نہوگی حق تعالیٰ نے فرمایا کہ جو شخص اولاد تیری میں سے پیدا ہوگا اُسکے ساتھ ایک فرشتہ اپنے فرشتوں میں سے مقرر کرینگے تا اُسکو وسوسہ اس دشمن کے سے منع کرے حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کی کہ بارخدایا اس سے بھی زیادہ اعانت چاہتا ہوں حق تعالیٰ نے فرمایا کہ در وازہ توبہ کا واسطے اولاد تیری کے کھلا ہوا رکھیں گے جبتک کہ روح بدن میں ہے توبہ مقبول ہے حضرت آدم علیہ السلام نے کہا کہ اب تک کفایت ہوئی جب ابلیس نے یہ حلاوت دیکھا ساتھ کمال تضرع وزاری کے جناب الٰہی میں عرض کی کہ بارخدایا اس بندہ اپنے کی کہ دشمن میرا ہے اسقدر اعانت کی اب کس طرح مجھکو قدرت اُسکے بہکانے پر ہوگی میری بھی مدد فرما حق تعالیٰ نے فرمایا کہ ہمراہ ہر ایک شخص کے اُسکی اولاد میں سے تیرا بھی ایک فرزند پیدا ہوگا کہ تمام عمر اُسکے گمراہ کرنے میں مصروف رہے گا ابلیس نے عرض کی کہ بارخدایا اس سے بھی زیادہ مدد اپنی چاہتا ہوں حق تعالیٰ نے فرمایا کہ تجکو اور اولاد تیری کو ایسی قدرت دی کہ خون کی جگہ رگ اور پوست بنی آدم میں چلیں اور سینہ اولاد اُنکے میں اپنا گھر بنالیویں ابلیس نے عرض کی کہ اس سے بھی زیادہ اعانت چاہتا ہوں حق تعالیٰ نے فرمایا کہ تجکو اور اولاد تیری کو اسی قدرت دی کہ اوپر ہر شخص کے جینے آدم سے تمام فوج اور لشکر اپنا خواہ سوار خواہ پیادہ جمع کرے تو اور طرف سے اُوپر اُسکے ہجوم کرے اور بیچ مالوں اور اولاد اُنکی کے شریک ہووے تو لکل ارواہ ابن ابی الدنیا فی مکائد الشیطان وابن المنذر عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ یعنی جیسا کہ روایت کیا اسکو ابن ابی دنیا نے بیچ مکائد الشیطان کے اور ابن المنذر نے روایت کیا جابر بن عبداللہ سے اور انہیں میں سے یہ ہے کہ امام احمد اور بیہقی نے سلمان فارسی سے اور ابن عساکر نے حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت آدم کو بعد توبہ کے وحی ہوئی کہ چار باتوں کو یاد رکھو اور ہر ایک کو اپنی اولاد میں سے پہونچاؤ ایک اُن چار میں سے حق میرا ذمہ تیرے ہے اور دوسرا حق تیرا جو دمہ میرے ہے اور تیسرا معاملہ کہ درمیان میرے اور درمیان تیرے ہے اور چوتھا معاملہ کہ درمیان تیرے اور درمیان خلق کے رہیں حق میرا ذمہ تیرے ہے بس یہ ہے کہ تو عبادت کرے اور ساتھ میرے کسی شے کو شریک نکرے اور جو حق تیرا میرے ذمہ ہے پس ہے یہ کہ جزا عملوں تیرے کی تمام اور کمال تیرے تئیں پہونچاؤں میں اور کسی طرح کا ظلم و نقصان اُس جزا میں نکروں اور رہا تیرے معاملہ کہ درمیان میرے اور تیرے جاری ہے پس وہ یہ ہے کہ تیری طرف سے سوال اور دُعا اور میری طرف سے قبولیت اور عطا اور رہا تیرے معاملہ کہ درمیان تیرے اور درمیان خلق کے ہے پس وہ یہ ہے کہ جو چیز اپنے اوپر نہ پسند کرے تو دوسروں کے اوپر بھی مت پسند کر اور جو چیز چاہے تو کہ آدمی میرے ساتھ کریں تو بھی ویسا ہی آدمیو کے ساتھ کر اور انہیں میں سے یہ ہے کہ خطیب ابن عساکر نے انس بن مالک سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ حضرت آدم آخر عمر میں جبکہ اولاد اور اولاد کی اولاد اُن کی چالیس ہزار کی تھی نوبت پہونچی خاموشی اختیار کی اور قلعہ کلام کا التزام کیا اسواسطے تمام اولاد اُنکے پاس جمع ہوئی اور عرض کی کہ اے باپ ہمارے تمہارے سے کلام نہیں کرتے ہم اگر ہم سے بسبب تمہارے کچھ تقصیر اور گناہ صادر ہوا ہو اُس کی اطلاع کرو تاکہ ہم توبہ اُس سے کریں حضرت آدم نے اُسوقت میں کلام کیا اور کہا کہ اے بیٹو میرے حق تعالیٰ نے مجکو بسبب شامت گناہ میرے کے بہشت سے نکالکر زمین پر ڈالا اور تمام عمر میری اسی تپے تاب میں گذری کہ ساتھ کسی حیلہ کے اپنے تئیں پھر اُسی مکان میں پہونچاؤں اُسوقت مجکو وحی آئی کہ اقل الکلام حتی ترجع الی الجواری یعنی باتیں کم کر تاکہ پھر طرف جنگی میری کے پہونچے تو اور ابن صباح نے بیچ امالی اپنی کے محمد بن المنصر سے روایت کی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے جناب الٰہی میں عرض کی کہ بارخدایا میں چاہتا ہوں کہ تمام عمر میری کے تیری حمد اور تسبیح میں گذرے لیکن تونے کھیتی اور حرفت میں ایسا مشغول کیا کہ اُس سے فرصت نہیں پس مجکو ایسی چیز تعلیم کر کہ تسبیح اور حمد تمام خلق کی اُسمیں جمع ہو حق تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ وقت صبح اور شام کے ان کلمو کو تین بار کہہ الحمد للہ رب العالمین حمداً یوافی نعمہ ویکافی من یزید کرم اسواسطے کہ یہ کلمہ شامل سب تسبیح کی حمد اور تسبیح کو ہیں ابو الشیخ نے قتادہ سے روایت کی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے تمام عمر مدینہ کا پانی پیا زمین کا پانی ہر گز نہ پیا اور ابن ابی شیبہ نے کعب احبار سے روایت کی ہے کہ اول روپیہ اور اشرفی حضرت آدم نے بنایا تھا اور سونے اور چاندی کو چیز دگر کی قیمت میں موضوع دیا اور ابن سعد اور حاکم اور دوسرے محمد بن ابی حبیب اور ابو نعیم

باپ تمہارے کیا کرتے ہیں ویسے ہی تم بھی اپنے مردوں کے ساتھ کرتے رہو حضرت جبرئیل خوشبوؤں سے مانند ارگجہ کے اور کفن بہشت کے کپڑوں اور بیر کے پتے بہشت کی بیریوں میں سے لائے اور حضرت آدم علیہ السلام کو غسل دیا اور کفن پہنایا اور بعد اسکے حنوط ملا اور بعد اسکے انکو اٹھا کر کعبہ میں لیگئے اور پھر انکے نماز پڑھی اور متصل مسجد خیف کے دفن کیا اور دارقطنی نے بیچ سند اپنی کے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ صلی جبریل علی آدم وکبر علیہ اربعا صلے جبریل بالملئکۃ یومئذ فی مسجد الخیف واخذ من قبل القبلۃ ولحد لہ وسم قبرہ یعنی حضرت جبرئیل نے اوپر جنازہ حضرت آدم علیہ السلام کے امام ہو کر نماز پڑھی اور چار تکبیریں کہیں اسمدن بیچ مسجد خیف کے اور بدن اُنکا قبلہ کی طرف سے قبر میں لٹائے اور قبر اُن کی بغلی کی اور بعد دفن کرنیکے قبر اُنکی کو ڈھلواں کوہان اونٹ کی شکل پر بنایا اور ابن عباس ابی بن کعب سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ واسطے حضرت آدم علیہ السلام کے قبر بغلی بنائی اور با عتبار حد وطاق کے اُنکو غسل دیا اور ابن عاکر بطاخ راسانی سے لایا ہے کہ حضرت ہود علیہ السلام نے سات روز تک اوپر حضرت آدم علیہ السلام کے ماتم رکھا اور گریہ وزاری کرتی تھیں اور ابو الشیخ اور ابن عدی اور ابن عاکر نے جابر بن عبداللہ سے روایت کی ہے کہ کوئی آدمی اہل بہشت سے نہوگا مگر اُسکو اُس جگہ اُسکے نام کے ساتھ بلا دینگے مگر حضرت آدم علیہ السلام کو نہ اُنکو اُنکی کنیت سے اُسجگہ بلا دینگے اور کہیں گے کہ اے محمد اور کرسی بہشتی کے منہہ پر ڈاڑھی اور مونچھیں ہونگی مگر حضرت آدم علیہ السلام کہ اُن کی ڈاڑھی لمبی ناف تک ہوگی اور بیہقی نے دلائل النبوۃ میں حضرت امیر المومنین مرتضے علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی ہے کہ قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اھل الجنۃ لیست لھم لحی الا ادم فانہ یکنی ابا محمد تعظیما لہ وتوقیرا یعنی کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اہل بہشت کے واسطے کہ نیستیں ہونگی مگر آدم پس تحقیق اُن کی کنیت ابو محمد ہوگی واسطے تعظیم اور توقیر کے اور ابو الشیخ نے اسی مضمون کو بکر بن عبداللہ المزنی سے روایت کی ہے اور ابن عساکر نے غالب بن عبداللہ عقیلی سے لئے ہیں کہ کنیت آدم کی ابو البشر ہے دنیا میں اور ابو محمد ہے جنت میں اور ابو الشیخ نے خالد بن معدان سے روایت کی ہے کہ آدم حضرت آدم علیہ السلام کا بیٹا تھا اور بعد مرنیکے اُنکو اُٹھا کر فرشتہ کعبہ کے پاس لائے تھے اور ڈیڑھ سو آدمی اُنکی اولاد میں سے نوبت نبوت اُٹھانیکی خدا تعیں مقرر تھے اور ابو الشیخ نے مجاہد سے روایت کی ہے کہ قبر حضرت آدم علیہ السلام کی منا میں ہے بیچ مقام مسجد خیف کے اور قبر حضرت حوا علیہا السلام کی جدہ میں ہے اور آنہیں میں سے یہ ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کو فرمایا کہ فاما یاتینکم منی ھدی فمن تبع ھدای فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون ابلیس نے جناب الہی میں عرض کی کہ بار خدایا آدم کو وعدہ کرامت کا فرمایا تونے اور واسطے اولاد اُسکی کے کتاب اور رسول اور علم اور جگہ رہنے اُنکے کی اور کھانا اور پینا اور شراب اور آواز خوش عنایت فرمائی تونے مجکو فرمایا کہ ان چیزوں میں سے کیا دیا تونے حق تعالی نے فرمایا کہ کتاب تیری وشم ہے یعنے نیلا کرنا بدن کا ساتھ سوئی کے اور قرآن تیرا ضعر ہے اور رسول تیرے کاہن اور برہمن اور کشیش اور مرد خواں اور علم تیرا ہر دار کہ اُسکے وقع کرنیکے وقت نام خدا کا نہ لیا گیا ہو اور پتے تیرے کی چیز جو چیز ست کہ نیلی ہو جیسا کہ پانی بھنگ کا اور پانی پوست کا اور شراب اور مانند اسکے اور جگہ بہنے تیرے کی حمام ہے اور باتیں تیری جھوٹے قصے اور مؤذن تیرا مزامیر اور بربط اور سجد تیری بازار ہے اور آفار تیری آواز گھنٹے کی اور جال تیکار تیرے کاھونیں ہیں ابلیس نے کہا کہ اے رب میرے یہ سب باتیں کافی شافی ہیں اپنی معاش میں مجکو اور تخلوقات اُن چیزوں سے بھی ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام تو سا ابن سے دور ہوئے انکو بسبب اُسکے کمال وشست حاصل ہوئی حق سبحانہ تعالی نے اُنکو حکم فرمایا کہ جس جگہ اب کعبہ ہے ایک گھر تیار کرو مانند بیت المعمور کے کہ آسمان میں کعبہ فرشتوں کا ہے اور گرد اُسکے طواف کرو جیسا کہ فرشتے گرد بیت المعمور کے طواف کرتے ہیں حضرت آدم جیسا کہ فرشتو نکو انہوں نے طواف کرتے ہوئے دیکھا تھا اُسی طرح طواف فادہ کعبہ کا کرتے تھے اور نماز اُس کی طرف پڑھتے تھے جیسا کہ فرشتے بیت المعمور کی طرف پڑھتے تھے روایت کیا اُسکو طبرانی نے عبداللہ بن عمر سے اور بیہقی نے شعب الایمان میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ حضرت آدم نے ہندوستان کی زمین سے پیادہ پا کئے ہیں اور منجملہ اُن چیزوں کے یہ بھی ہے کہ بیچ صحیح بخاری و مسلم اور باقی صحاح ستہ میں اصل اس قصہ کا مذکور ہے اور بیہقی نے اسماء وصفات میں اور واحدی نے کتاب الشریعہ میں اور ابو داؤد نے ایسا ذکر کیا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد کیا کہ حضرت موسی علیہ السلام نے جناب الہی میں عرض کی کہ بار خدایا حضرت آدم سے میری ملاقات کروا دے تاکہ اُن سے زیادت کروں کہ انہوں نے مجکو اور اپنے تئیں بہشت سے کسواسطے نکلوایا اور تخت اور بلاد زمین نیا کے اندر جھنایا حق تعالی نے احکو اُن سے ملوایا حضرت موسی علیہ السلام نے بطور اعتراض کے حضرت آدم سے کہا کہ آپ وہی آدم ہو کہ حق تعالی نے موح خاص اپنی تمہارے اندر پھونکنے نام کو سجدہ کرا دیا اور بہشت اپنی میں تمہاری سکونت مقرر کی حضرت آدم نے کہا کہ ہاں میں ہی آدم ہوں حضرت موسی نے کہا کہ کس کیا سبب ہوا کہ بہشت سے تم نکلے اور مجکو بھی نکالا اور زمین پر ڈالے حضرت آدم نے جب یہ اعتراض سنا ابن سے دلیا تو کو ہے انہوں نے کہا میں موسی ہوں حضرت آدم نے کہا وہی موسی ہے کہ خدا کے ساتھ تو نے باتیں کیں ہیں اور تختہ پیغمبر ہر گزیدہ اپنا کیا ہے اور رتبہ نجات کا تجکو عطا کیا اور توریت عنایت کی حضرت موسی نے کہا کہ ہاں میں ہی موسی ہوں حضرت آدم علیہ السلام نے کہا پس بیچ کہہ کہ توریت میری پیدائش سے کتنی مدت پہلے لکھی گئی تھی حضرت موسی نے کہا کہ دو ہزار برس پہلے تم سے لکھی گئی تھی پھر حضرت آدم نے کہا کہ کیا توریت میں یہ بات لکھی ہوئی ہے کہ وعصی ادم ربہ فغوی یا نہیں یعنی نافرمانی کی آدم نے رب اپنے کی حضرت موسی نے کہا ہاں پس کسواسطے مجکو ملامت کرتا ہے اور پر اس امر کے کہ میری پیدائش سے دو ہزار برس پہلے اُسکو لکھدیا اور مقدر کر دیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد نقل کرنے اس قصہ کے فرمایا کہ حضرت آدم حضرت موسی پر غالب ہوئے اور حضرت موسی خاموش ہوئے اور اس قصہ میں عوام لوگونکو ایک بڑا اعتراض ہاتھ لگا کہ اگر ایسی گفتگو صحیح ہونا لازم آتا ہے کہ ہر شخص بدکار جو اُسکو نصیحت کرے ایسی ہی باتیں کرنے لگے اور اپنے نصیحت کرنیوالے کو خاموش کر دے اور باب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا بالکل مسدود ہو جائے اسواسطے کہ وہ بدکار کہنے لگے کہ تو بھی اور وہی پہلے سے ہی ہماری تقدیر میں لکھی گئی اور جو تقدیر میں ہی ہو کہا اُسکا کرنا مجکو خواہ مخواہ پڑیگا بلکہ تقدیر میں ہی جیز لکھی گئی ہے جو ہم کرینگے خواہ اختیار سے خواہ بغیر اختیار کے اور جواب اس اعتراض کا یہ ہے کہ حضرت موسی کی غرض یہ تھی کہ سبب اُس تقصیر کے حضرت آدم کے اوپر انکار کرنیکا ہوا سواسطے کہ انکا گرانا کا وقت تکلیف کے ہوتا ہے اور حضرت آدم اُسوقت مکلف تھے اسواسطے کہ بعد مرنیکے وہ آدمی مکلف نہیں ہتا ہے اور

گنہگار اُس وقت لایق سرزنش کے ہوتا ہے کہ قصد جرات گناہ کے اوپر کرے یا لاعلمی گناہ پر ہوا وحضرت آدم سے یہ گناہ اپنے ارادہ اور خامندی سے صادر نہوا تھا بلکہ اتفاقاً سرزد ہو گیا بلکہ غرض حضرت موسیٰؑ کی سوال کرنے سے یہ تھی کہ آدم سے گناہ کس سبب سے صادر ہوا تھا پس حضرت آدمؑ نے تقدیر کے حوالے کیا اور طریقہ شریعت کا یہی ہے کہ جو شخص اپنے گناہ سے توبہ کر چکے سرزنش اور طعن اُسکو نہ کرنا چاہیئے اسواسطے کہ وہ خود نادم اپنے گناہ پر ہے لایق سرزنش اور طعن کے وہی گنہ گار ہے کہ اپنے گناہ پر نادم نہوا اور پھر ارادہ گناہ کر بیٹھا اگر کوئی کہے کہ اگر بنا پر ادے اور ایک عارف کی زبانی منگایا کہ لغزش انبیاؤں کی اگرچہ گناہ کی نسل میں ہوتی ہے لیکن اُسکے اندر بھید اور حکمتیں ہوتی ہیں پس طعن کرنا اُس شخص کا کام ہے جو بے خبر ہو اور اسرار اور مکتوب سے واقف نہو اور حضرت موسیٰ ایسے شخص تھے کہ ناواقف ہوں بواسطے حضرت آدمؑ نے حضرت موسیٰ کی بہت سی تعریف کرکے الزام دیا کہ اقتلوا من علی الی قد قدر علی قبل ان اخلق ایا اس علامت کرتا ہے تو مجھکو اوپر اسی شے کے کہ مقدر ہو چکی پہلے پیدائش میری سے پس حاصل کلام حضرت آدم علیہ السلام کا یہ ہے کہ حضرت موسےٰ سے کہا کہ تم سے باوجود اسکے کہ عارف کامل ہو یہ بات بعید ہے کہ اُس لغزش میری میں کہ سرّ حکمت سے میری طرف منسوب کرو اور کیم کی حکمتوں کہ اُسکے اندر ہیں تم غافل ہو ملو اور اسبات کو جانو کہ اسواسطے اُس نے مجھکو پیدا کیا کہ خلافت زمین کی مجھکو عنایت کرے اور احکام تکلیفیہ میری اولاد میں جاری ہوں اگر وہ گناہ مجھ سے سرزد نہوتا یہ کارخانہ کسطرح سے ہوتا اور کیا اچھا کہنے والے نے کہا ہے بیت کار بایکا نرا قیاس از خود مگیر ؎ گرچہ ماند در نوشتن شیر و سیر + اور حضرت موسیٰ کے اس قسم کے اعتراض بہت ہیں کہ اپنے کمال کی راہ سے کہتے تھے اور کچھ نقصان کی بات اُنکے حق میں تھی نجملہ اُم کے حضرت خضر کے قصہ میں تین باتوں کا انکار کیا پڑا تھا چنانچہ وہ حکایتیں سورہ کہف کے آخر میں مذکور ہیں واللہ اعلم اور جبکہ ان باتوں سے فراغت ہوئی یعنی اثبات نبوت کا بہ سبب عاجز ہونے کفار کے بنانے مثل قرآن کے سے پھر یاد دلانا حال ابلیس کا کہ باوجود ثابت ہونے خلافت حضرت آدم کی نص صریح سے اور عاجز ہونے تمام فرشتوں کے روبرو حضرت آدم کے بیان کرنے نام چیزوں کے سے فرمانبرداری اُس نے قبول نہ کی اور انکار اور تکبر کیا پھر یاد دلانا اُس عہد کا کہ حضرت آدم اور اولاد انکی سے بعد قبول ہونے توبہ اُن کی کے زمین میں لیا تھا بعد اسکے بھی ضرور ہوا کہ بنی اسرائیل کو وہ عہد بھی یاد دلانے چاہیئے کہ اُنکے باپ دادوں نے خدا سے کئے تھے اور اسکی کئی وجہ سے بیشک ضرورت ہے اول یہ کہ بنی اسرائیل تمام آدمیوں سے ممتاز تھے نبیوں کے پہچاننے میں کہ یہ لوگ نبیوں کی علامتیں خوب جانتے تھے بسبب اسکے کہ حضرت یعقوب سے حضرت عیسےٰ تک چار ہزار پیغمبر ان میں ہوئے تھے اور بعضے پیغمبر بادشاہوں کی صورت میں گذرے ہیں جیسے کہ حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام اور بعضے عالموں اور شائخوں کی صورت میں جیسے کہ حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ اور بعضے وزیروں اور مشیروں ملک کی صورت میں جیسے کہ حضرت شمویل اور بعضے زاہدوں اور راہبوں کی صورت میں جیسے کہ حضرت یونس پس ان باتوں سے مختصر ایک وضع اور ایک شکل میں نہ سمجھیں بلکہ یہ بات جانیں کہ انبیا کئی وضع پر ہوتے ہیں اور پیغمبر آخر الزمان پر بھی جبھی حق سمجھکر ایمان لاویں اور فرمانبردار ہوں تاکہ اُنکے ایمان لانے سے اور لوگ بھی کہ بنکو شناخت پیغمبری کی نہیں ہے اس نبی پر ایمان لاویں اور بحق سمجھیں اور سوا اسکے اُنکے پاس کتب الٰہی موجود ہیں اور سوا اسکے اور دلیلیں بھی ہیں کہ اُن سے برحق ہونا اس نبی کا معلوم ہوتا ہے اور جو وقت کہ مدعی اور عاطیہ محکمہ میں حاضر ہوں اور نوبت ادائے شہادت کی پہونچے گواہوں کے ذمہ گواہی دینی فرض ہوتی ہے پس فرقہ بنی اسرائیل تمام آدمیوں کے درمیان سے ایسے ہیں جیسے کہ وفد کے متصدی ہوتے ہیں کہ ہر شخص کی خدمت اور عہدہ اور صحت اور سقم اُسکے سے واقف ہوتے ہیں اور اُن کی بات معتبر ہوتی ہے اور گواہی مقبول ہوتی ہے اگر ایسے لوگ حاجت کے وقت حق بات ظاہر نہ کریں بال حق تعالیٰ کا گواہ اور آدمیوں سے بھی سرزد ہو اُن کی گواہی پر ثابت ہوتا ہے اور اُنکے سکوت کرنے سے ناواقفوں کو بھی شک پڑتا ہے اور گمان کرتے ہیں کہ اگر یہ شخص اپنے دعوی میں سچا ہوتا یہ آدمی کہ اُنکو حال خوب معلوم ہے اسکے چپ ہونے کی گواہی دیتے دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر حضرت آدم سے لیکر اسوقت تک بیشمار آدمی ہوئے ہیں لیکن ہر وقت بعضے اشخاص انہیں سے منتخب ہوتے رہے ہیں اول حضرت نوح کے وقت میں کہ تمام آدمی شرک اور بت پرستی میں مبتلا ہو گئے تھے اور اسقدر ضلالت و جہل اُنکے محکم ہو گئے تھے کہ قریب ہزار سال کے حضرت نوح اُنکو سمجھاتے رہے لیکن دستی پر نہ آئے اللہ تعالیٰ نے سب کو بہ قلم محو کرکے خاصہ اولاد حضرت نوح کو باقی رکھا اور اُن سے منتخب کیا دوسرے حضرت ابراہیم کے وقت میں کہ پرستش ستارہ و بت تمام آدمی گرفتار تھے اور بابند اسباب کے اسقدر ہو گئے تھے کہ مسبب حقیقی سے بالکل غافل ہو گئے تھے حضرت ابراہیم کے نابعد اولاد نوح کو کہ خفا تھے ممتاز کیا اور واسطے اُنکے طریق خاص جیسے کہ نقد اور نسل جنابت کا اور اور قسم کی ظاہر اور برتی اور چیز خانہ کعبہ کا اور قربانی حیوانات کی اور عقیقہ اولاد کا اور اور رسمیں و طاعتیں کہ ہر حال میں اللہ کیطرف متوجہ رہیں ان میں بھی اولاد میں بھی مقرر فرمائی پھر حضرت موسیٰ کے وقت میں بنی اسرائیل کو کہ حضرت ابراہیم کی اولاد میں سے تھے منتخب کیا اور اُنکو دفتر دار دینا بنایا تاکہ کتابوں الٰہی اور کلام الٰہی کے محافظ رہیں اور وحی کے فرشتوں کی بھی نہیں پر آمد رفت رہے اور پیغمبر بھی اسی گروہ میں سے ہوتے رہے بعد اسکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں بہ عنایت طرف فرقہ قریش کے بنی اسمٰعیل میں سے کہ یہی حضرت ابراہیم کی اولاد میں ہیں متوجہ ہوئی اور اُنکو منتخب کیا لیکن انتقال اس منصب کا بنی اسرائیل کو بہت شاق ہوا اور رگ حسد اُنکی نے جنبش کی پس لازم سمجھا جائے کہ اول بنی اسرائیل کو اُنکے عیبوں پر مطلع کیا جائے تاکہ اُنکو بھی اور اوروں کو بھی بات معلوم ہو جاوے کہ اس گروہ کی استعداد بالکل ناقابل نبی ہی اور لایق اس منصب کے نہ ہے تاکہ ظاہر بینوں کی نظر میں پیمبر ملاوٹ نہ سمجھا جائے یہ بڑی حکمت کی راہ سے جانیں تیسری وجہ یہ ہے کہ جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ میں تشریف رکھتے تھے اکثر مناظرہ اور گفتگو قریش کے ساتھ رہتی تھی اسواسطے کہ اُس جگہ سوا اُس گروہ کے اور کوئی نہیں رہتا تھا اور جو وقت مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی اکثر صحبت اور گفتگو بنی اسرائیل سے ہوئی اور تمام عرب بسی مرکے منتظر تھے اسواسطے کہ بنی اسرائیل کو اہل کتاب اور واقف ان امور کے جانتے تھے اور جو وقت بنی اسرائیل اس پیغمبر سے پھرتے اور نافرمانی قبول نہ کی اس کے ایمان لانے کا ہوا کرا وے دیمو کے دل میں شبہ اور شک آجائے اس شبہ کے دفع کرنے کے واسطے بنی اسرائیل کی پہلی برائیوں کا بیان ہوا تاکہ لوگوں کے نزدیک قول اور فعل اُنکے کا اعتبار نہ رہے اور یہ لوگ قابل اس اضلال کے نہ رہیں چوتھی وجہ یہ ہے کہ تمام گروہوں سے بنی اسرائیل کو بڑا فخر تھا کہ ہم میں سے پیغمبر ہوتے چلے آئے ہیں اور جو کوئی فخر بسبب باپ دادوں اپنے کے کرے اُسکو چاہیئے کہ اول اپنے نفس کو سنوارے اور یہ بیان ظاہری اور باطنی اُسکی دور کرے تاکہ لایق اس قول کے کہ الاول مع لایبہ دلیل صحت نسب کے فخر آئے کی ہاتی جائے والا حال اُسکا مخالف دعوے اُنکے کا ہوگا اور خود اپنی زبان سے الزام کہا ہوگا اسواسطے پہلے نام آدمیوں کو خطاب فرمایا کہ یا بنی آدم

فائدہ یہ آیت بنی اسرائیل کے حق میں ہے

اعبدوا اور بعضیں کہ عام رکھنے کے واسطے تھیں جیسے کہ پیدائش زمین اور آسمان سے لیکر پیدائش حضرت آدم علیہ السلام تک اور مراد نزول کرنا اُنکا بہشت سے یا خلیفہ کرنا اُنکا زمین میں یا دلائیں بعد اسکے خاص خطاب بنی اسرائیل کو کیا اور بعضیں کہ خاص اُنکے ذرگانکو عطا کی تھیں اور اُنہوں نے نا شکری کی اور اپنی وضع اور طور بدلڈالی سب باتیں یاد دلائیں جیسے کہ فرمائے ہیں یا بنی اِسرآئیل یعنی اے بیٹو یعقوب کے کہ وہ بیٹا اسحاق کا اور اسحاق بیٹا ابراہیم کا ہے اور اسرائیل نام حضرت یعقوب کا ہے اور معنی اسرا کے عبرانی زبان میں بندہ کے ہیں اور ئیل یعنی اللہ کے ہے پس معنی اس کلمہ کے عبداللہ ہوئے اور عبدبن حمید نے بوجہ تجویز روایت کی ذکر اسمہ نام اُنکا کر حضرت اسحاق نے رکھا تھا یعقوب تھا اسواسطے کہ حضرت یعقوب اور حضرت عیص ایک حمل سے دونوں پیدا ہوئے تھے حضرت عیص اوّل پیدا ہوئے اور حضرت یعقوب پیچھے اسواسطے حضرت اسحاق نے نام اُن کا یعقوب رکھا کہ عیص کے عقب میں پیدا ہوئے اور معنی یعقوب کے عبرانی زبان میں پیچھے آنے والے کے ہیں اور یہی نام اُنکا باقی رہا کہ قریب جوانی کے پہونچے ایکدن حضرت اسحاق خلوت خانہ میں گئے اور دروازہ پر جھلا دیا تاکہ کوئی نامحرم خاص وقت میں اندر نہ آوے اور مناجات الٰہی میں تشویش نہ ڈالے دفعۃً ایک فرشتہ مقرب فرشتوں میں سے آدمی کی صورت بنکر حضرت اسحاق کی زیارت کے واسطے آیا اور چاہا کہ خلوت خانہ میں جاوے اُنھوں نے اُسکے ساتھ وسوسۂ پانی کی اور آنے نہ دیا یہانتک کہ حضرت اسحاق اندر سے نکلے اور جب حال دیکھا کہ فرشتہ سے مقابلہ کرتے ہیں اُنہوں نے فرشتہ سے عذر کیا اُس فرشتہ نے حضرت یعقوب کو بہت سراہا اور آفرین کی کہ حق خدمت کا ایسا ہی بجالانا چاہیئے اور حضرت اسحاق سے کہا کہ اس فرزند کا تمہارے نام کیا ہے اُنہوں نے کہا یعقوب فرشتہ نے کہا کہو میری طرف سے نام اس فرزند کا اسرئیل کہو اسواسطے کہ ہماری زبان میں اسرا کے معنی بزرگ بندے کے ہیں اور سئیل یعنی خدا کے اور یہ فرزند ہمارا مراد خدا کا ہے کہ ہرگز پاس کسی کا نہیں کرتا ہے اُسوقت سے نام اُنکا اسرائیل مشہور ہوا اور اسیواسطے یا نام فرشتہ نے نام کے ساتھ ملتا جا جیسے کہ جبرئیل اور میکائیل اور خطاب کے وقت اسطرح فرمایا کہ یا ابا یعقوب تاکہ اشارہ اُسکی طرف ہووے اے بنی اسرائیل تم بیٹے اُس مرد خدا کے ہو کہ مقبول خدا کا تھا اور اپنے باپ کی فرمانبرداری کیواسطے کسی کی پروا نکی اور پاس کسی چیز کا نہ کیا تم کو بھی چاہیئے کہ موفی الوعد سر بیہ کے خدا کے عہد پورا کرنے میں اور بجالانے حکم اُسکے میں پروا دنیا کے چیلے جانکی نکرو اور زوال مرتبہ اور ریاست کے سے نہ ڈرو اور اگر اسکام میں تم قصور کروگے مخالفت طریقہ باپ اپنے کی کروگے اور صحت نسب اپنے میں خلل ڈالوگے اور حاکم نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انبیا جو ذکر کرنے میں آتے ہیں اور مشہور ہیں علاوہ اسکے اسرئیل میں سے ہیں مگر یوس پیغمبر حضرت لوط اور حضرت ہود اور حضرت صالح اور حضرت شعیب اور حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل اور حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور بھی نقل کی ہے کہ کوئی پیغمبر ایسا نہیں جسکے دو نام قرآن میں آئے ہیں مگر حضرت یعقوب اور حضرت عیسےٰ علیہما السلام کہ حضرت یعقوب کا نام اسرائیل بھی ذکر کیا اور حضرت عیسےٰ کو مسیح بھی کہتے ہیں لیکن یہ تلاش ناقص ہے اسواسطے کہ حضرت یونس کو ذوالنون بھی فرمایا ہے مگر یہ کہا جاوے کہ ذوالنون علماتوں اور لقبوں میں سے ہے نام نہیں اور بیان پہلے اولاد حضرت یعقوب کا ہے کہ اُنکے باپ حضرت اسحاق نے حضرت لوذی کی لڑکی سے نکاح کیا تھا اور اُس بی بی سے دو بیٹے ایک حمل سے پیدا ہوئے تھے اور جب حضرت اسحاق کی قرب پہونچی دونوں بیٹوں کو اپنی مسجد میں سجادہ نشین کیا اور الہام پایا تھا وحی آئی اور حضرت اسحاق علیہ السلام حضرت عیص کو بہت چاہتے تھے اور بی بی اُنکی حضرت یعقوب کو بہت دوست رکھتی تھی ایکدن حضرت اسحاق نے آخر عمر اپنی میں حضرت عیص کو فرمایا کہ وقت خاص میرا مرنیہ ہوا ور شکار لیوا کر واسطے تیرے دعا کروں میں یہ بات اُنکی بی بی نے سنی اور حضرت یعقوب کو لباس حضرت عیص کا پہنا کر بھیجا اور کہا کہ آواز اپنی عیص کی آواز سے شباہ کر کے پکاریو کہ میں حاضر ہوں جو وعدہ دعا کا میرے واسطے کیا ہے پورا کرو اور حضرت اسحاق آخیر عمر میں ضعف بصارت ہو گیا تھا جبکہ حضرت یعقوب شکار لیکر اس لباس میں مع بروہ حضرت اسحاق کے گئے حضرت اسحاق نے واسطے اُنکے اور اُنھوں نے دعا کی اور حضرت اسحاق خیر عمر کی اور بعد اسکے بہت کتنی دیر کے بعد حضرت عیص آئے اور اُنہوں نے دعا کروانی چاہی حضرت اسحاق نے فرمایا کہ اُسوقت خاص میں بیٹھتا تو آیا تھا اور میں نے دعا کر دی ہے حضرت عیص نے کہا تجکو نبوت تیری اولاد میں جاری دیکھے بعد کتنی دیر کے حضرت عیص آئے اور کہا کہ دعا کر دو اسوقت خاص میں بیٹھتا تو آیا تھا اور میں نے دعا کر دی ہے حضرت عیص نے کہا تجکو نبوت نہیں بعد تحقیق کو بیٹے معلوم ہوا کہ یعقوب علیہ السلام آکر برکت دعا اُنکی لیگئے حضرت اسحاقؑ نے اسواسطے حضرت عیص علیہ السلام کے دعا دوسری فرمائی کہ حتعالیٰ تیری نسل سے بادشاہ کتا رہیگا اور جب حضرت اسحاقؑ کی وفات نزدیک پہونچی دونوں بیٹوں اپنے کو وصیتیں فرمائیں لیکن مسجد اور سجادہ حوالہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے کیا اس سبب سے حضرت عیص کو حضرت یعقوب سے کدورت خاطر ہو گئی تھی بعد انتقال حضرت اسحاقؑ کے تمام مال پر حضرت عیص متصرف ہوئے اور آدمیوں کا رہوء انہیں کی طرف ہوا اور حضرت یعقوب فقیر اور بے مایہ رہے حضرت یعقوب کی ماں سحر جال اس وضع پر دیکھا حضرت یعقوب علیہ السلام کو کہا کہ اس جگہ بود و باش تمہاری مناسب نہیں بھائی میرا کہ نام اُسکا لایان ہے اُسکے پاس جاؤ اُسکے گھر میں کئی لڑکیاں ہیں اور آدمی مالدار ہے ایک لڑکی کا نکاح تمہارے ساتھ کر دیگا اور تمکو معاش کی طرف سے فراغت حاصل ہوگی جب حضرت یعقوب علیہ السلام لایان کے یعنی اپنے ماموں کے پاس پہونچے تو وہ اُنکے آنیسے بہت خوش ہوا اور حال اُنکی والدہ اور اُنکے بھائی کا دریافت کیا تمام حقیقت اُنہوں نے بیان کی لایان کو بہت اندیشہ ہوا کہ کہیں یہ فرزند میرا ہے اور تمام اموال نے گھر کے ان کے حوالہ کئے اور بڑی بیٹی اپنی سے شادی اُنکی کر دی چار بیٹے اس لڑکی سے پیدا ہوئے روبیل دوم شمعون اور لاوی اور یہوداہ بعد اُسکے وہ لڑکی فوت ہوئی لایان نے اپنی دوسری لڑکی کا اُنکے ساتھ نکاح کر دیا اُنسے بھی دو بیٹے پیدا ہوئے اور یہ بھی مر گئیں لایان نے تیسری لڑکی کا اُنکے ساتھ نکاح کر دیا دو بیٹے اور ایک لڑکی اُن سے پیدا ہوئی اور وہ بھی مر گئیں لایان نے اپنی چوتھی لڑکی کہ اُسکا راحیل نام تھا اُنکے ساتھ اُسکا بھی نکاح کر دیا اور یہی لڑکی والدہ حضرت یوسف علیہ السلام اور بن یامین کی تھی اور اُسوقت میں غم حضرت یعقوبؑ کی جالیس سن کو پہونچی تھی اور طرف اُنکے وحی آئی کہ بیشمار کی اور کنعان کی طرف جاؤ اور وہاں کے آدمیونکو دین ابا و اجداد اپنے کا تلقین کر یہ حقیقت لایان سے کہی لایا سمجھ شکر کا بجالایا اور کہا ہر چند کہ جدائی تیری اور جدائی لڑکی کی سے اور بہت شاق ہے لیکن تمہارا جدی زیادہ مقدم اور پرضامندی میری کے ہے اب جو کچھ چاہے تو میرے مال میں سے لے حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ مجکو مال کی کچھ حاجت نہیں لیکن اہل و عیال میرے کو ہمراہ میرے رخصت کر لایان نے لڑکی اپنی کو مع فرزندوں کے رخصت کیا اور بہت سا مویشی اور بانسوں اونٹ اور بانسو خچر اور غلام بہت سے واسطے خدمت درگاہ کہنے جانوروں کے اور نقد اور بیشمار بہت اکٹھا دی جب متوجہ طرف کنعان کے ہوئے اور یہ خبر عیص کو پہونچی اول جوش و خروش بہت کیا اور مقابلہ اور لڑائی کا

واسطے تیار ہوا آخر صلح کر لی اور حضرت یعقوب علیہ السلام سے اچھی طرح ملاقات کی اور کمال ادب سے اُن سے دعا درخواست کی کہ حق تعالیٰ سے تمنا کرو کہ بسبب نبوت کے میرے اور پرورش دی ہے واسطے میرے دعا کرے نسل میری سے بھی پیغمبر پیدا ہو۔ آخر حضرت یعقوب نے فرمایا کہ تمہاری پشت سے ایوب پیغمبر پیدا ہوگا اور ذوالقرنین بادشاہ نیک بخت کہ مالک مشرق اور مغرب کا پیدا ہوگا بعد اُس کے حضرت عیصؑ اور حضرت یعقوبؑ آپس میں خصومت ہوئی اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے شہر کنعان میں رحیل سے حضرت یوسف اور بنیامین پیدا ہوئے اور حضرت یوسف علیہ السلام دو برس کے تھے کہ راحیل فوت ہوئی لابان نے یہ اجرا سنا پانچویں لڑکی اپنی کہ چھوٹی تھی بہت پیار کے ساتھ واسطے اُس کے بھیجی اور حضرت یوسف علیہ السلام کو اُس نے پرورش کیا اور تمام فرزند حضرت یعقوبؑ کے بارہ ہیں اور ہر ایک بیٹے سے بہت سی نسل چلی اور بنی اسرائیل تمام بارہ قبیلے ہیں۔ اس خطاب میں اُن سب کو شریک کر کے فرماتے ہیں کہ اے اولاد یعقوب کی تقاضا کمال تابعداری ابا اور اجداد اپنے کا یہ ہے کہ کوئی لحظہ نافرمانی میری سے خالی نہ رہو تم جیسا کہ امت مرحومہ مصطفوی کو فرمایا ہے کیا ایھا الذین اٰمنوا اذکروا اللہ ذکرا کثیرا فاذکرونی اذکرکم اور اگر سنعداد تمہاری اس حد کو نہ پہونچے کہ بواسطہ یاد میری کرو بسبب تقدم ذکر کو کہ اذکروا نعمتی التی انعمت علیکم یعنی یاد کرو میری وہ نعمت میری کہ انعام کیں میں تمہارے اوپر اور فائدہ اس قید کا یہ ہے کہ جو نعمتیں کہ خاص نہوں بلکہ عام ہوں کہ انکو اور اوروں کو بھی عطا ہوئی ہوں زیادہ تر دل میں نہیں سماتی ہیں اور بسبب شرکت ادنیٰ اور اعلیٰ کے وہ نعمت بے قدر معلوم ہوتی ہے اسواسطے درج مقام شکر کے ملاحظہ خاص نعمت کا آنکو کرایا اور ہر چند کہ لفظ نعمت کا مفرد ہے لیکن مراد جنس نعمت کی ہے یعنی کوئی نعمت ہو اور تفصیل اس جنس کی اس سورۃ میں اور دوسری سورتوں میں مذکور ہوگی منجملہ اُن نعمتوں کے نجات پانی فرعونیوں کے ہاتھ سے اور نجملہ اُنکے بچھاڑنا دریا کا سانپان ابر کا جنگل تیہ میں واسطے اُنکے اور اُنکا زمانہ اور سلوی کا اور جاری کرنا بارہ چشمہ کا ایک پتھر سے اور بھیجنا پیغمبر پے در پے اور اُتارنا کتابوں کا اُن کی زبان میں اور اُنکی خاندان میں اور تمام کائنات میں اُنکی ہی فرقت شمنوں سے اور خوارکرنا اُنکو سبب تقصیروں سے اور غفلت میں چھوڑنا پھر بھیجنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو واسطے ہدایت اُنکی کے اور یہ تمامی جملہ نعمتوں میں سے ہیں کہ خاص اُنہیں کے واسطے ہیں اور کسی فرقہ کے نہیں بنی آدم میں سے اس قسم کی خوارق عادتیں کثرت سے اور اس قسم کی تنبیہیں اور تحذیریں اور تعلیمیں اللہ کی جناب سے عطا نہیں ہوئیں پس گویا سب امتوں سے اس فرقہ کو انعام دیا اور ہر چند کہ اکثر نعمتیں اوپر بزرگوں اور باپ دادوں اُنکے کے خصوص لیکن جو نعمت کہ باپ دادوں کے اوپر ہوتی ہے بیٹوں کے حق میں بالتبع ہوتی ہے اسواسطے کہ اگر وہ نعمتیں نہ ہوتیں نسل اُن کی جاری نہ ہوتی اور بیٹے پیدا نہ ہوتے اور یہ بھی ہر کہ بیٹوں کو سبب ایسے باپ دادوں کے نعمتیں عطا ہوئی ہیں بڑا فخر اور مباہات ہے اور یہ بھی ہے کہ جو سعادت بیٹے پاجائیں کہ ہمارے باپ دادو کو نعمتیں بطفیل اُنکے ملیں آنہی کے اوپر سر کریں اور روگردانی کی کفر سے حاصل ہوئی تھیں اُنکو بھی نجابت ہوگی کہ ہم بھی طریقہ باپ دادوں کا اختیار کریں اور یہ امر مقرر ہے کہ ہر ایک بیٹے کی جبلت میں اتباع طریقہ باپ دادوں کا ہوتا ہے پس یاد کرنا اُن نعمتوں کا کہ باپ دادوں اُنکے کو عطا ہوئی تھیں اُنکو بھی طمع اُن نعمتوں کی میں ڈالتا ہے اور یہ طمع ظاہر کرنے مخالفت حکم الٰہی کے سے اور توڑنے عہد کے سے منع کرے گی اور اسواسطے کہا ہے کہ الا انسان عبید الاحسان اور بیچ یاد دلانے ان نعمتوں کے تاکید دوسرے بھی منظور ہیں ایک فائدہ یہ ہے کہ بیان کرنا پیغمبر علیہ السلام کا ان نعمتوں کو دلیل نبوت اُس کی ہی ہے کہ بغیر مطالعہ کسی کتاب کے اور مخالطت اہل کتاب کے ان قصوں کو بیان کرتا ہے اور یہ بھی فائدہ ہے کہ جسقدر نعمتیں بہت ہوتی ہیں ناشکرائی نعم کی سے اور گناہ سے زیادہ تر خوف اور مہیب ہوتی ہے اور مجرائی مخالفت کی معلوم ہوتی ہے اور کم درجہ یہ ہے کہ حیا کرنی مخالفت منعم کی سے ہر عاقل کی جبلت میں ہے اور سب فائدے مؤید معاون مدعا کے ہیں کہ وہ ثابت کرنا نبوت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا اور اصلاح کرنا فرقہ بنی اسرائیل کا ہے اور یہ بھی نعمتیں باعث بڑائی اور بزرگی کا ہیں جیسا کہ بزرگی حضرت آدم کی بسبب سجدہ فرشتوں اور سکونت بہشت کے حاصل ہوئی تھی مگر بزرگی حضرت آدم کی میں بسبب ادنیٰ لغزش کے کہ صورہ ایک درخت ممنوع کا کھالیا تھا خلل آگیا انکی بزرگی میں اگر ان سے کفران نعمت کا ہوگا دور ہونا والی سمجھنا چاہیئے اور قطع نظر اس سے کہ یاد کرنا ان نعمتوں کا باعث مخالفت چھوڑنا کا ہونے تم سے عہد بھی اور پرظاہر کرنے حق کے لیا ہے اور جو کوئی کسی کے ساتھ عہد کر لیتا ہے اگرچہ وہ منعم نہو اور اُس کی طرف سے نعمت نہ پہنچی ہو پورا کرنا عہد کا ہر فرقہ بنی آدم کے نزدیک واجب ہوتا ہے پس تمکو چاہیئے کہ اگر پاکر نے ہمارے نعمتوں کے غافل ہو اُس میں عہد ہمارے کو یاد کرو وَاَوْفُوْا بِعَهْدِیْ یعنی وفا کرو تم عہد ہمارا کہ تم سے لیا ہے اسواسطے کہ وہ عہد ہمارا مضبوطی میں کمتر اُس عہد سے نہیں کہ آدم سے بہشت کے اندر کیا تھا کہ درخت منع کئے ہوئے سے بچیو اور کمتر اُس عہد سے بھی نہیں کہ نوح سے توبہ کے اور سکونت زمین کے لیا تھا کہ جسوقت ہدایت ہماری طرف سے آوے تابعداری اُس ہدایت کی لازم جانو اسواسطے کہ اگر تم میرا عہد پورا کرو گے اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ یعنی میں بھی پورا کرونگا وہ عہد کہ دینے تمکو دیا ہے کہ خوف اور غم تم سے دُور کر دوں اور گناہ تمہارے بخشوں اور نیکیاں تمہاری دوچند کروں اور تکلیفیں سخت تم سے دور کروں اور بہشت کہ مسکن تمہارے باپ دادوں کا تھا اور بسبب شامت گناہ کے اُسکے ہاتھ سے نکل گیا تھا پھر تمہارے نصیب کروں اور تفصیل اس عہد کی کہ جو بنی اسرائیل سے ہوا سورۂ مائدہ میں اس آیت کے اندر ہے ولقد اخذ اللہ میثاق بنی اسرائیل وبعثنا منھم اثنی عشر نقیبا الخ تک کہ یہ ہے لاکفرن عنکم سیاٰتکم اور سورۂ اعراف میں بھی ان آیتوں میں ہے یا بنی اٰدم اما یاتینکم رسل منکم یقصون علیکم اٰیاتی فمن اتقی واصلح فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون اور یہ آیت کہ الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونہ مکتوبا عندھم فی التورٰۃ والانجیل الخ تک مذکور ہے اور حال ہے کہ مراد اس عہد سے وہی عہد ہے کہ وقت اُترنے حضرت آدم کے لیا تھا کہ فاما یاتینکم منی ھدی فمن تبع ھدای فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون اور بھیجنا ہر نبی پہلے سے لیا تائید اور نصرت پچھلے نبی کی کہ ہے جیسا کہ درج سورۂ آل عمران کے مذکور ہے واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما اٰتیتکم من کتاب وحکمۃ ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم الخ تک اور مراد ہے کہ تمام طول اُس کا جیسا کہ درج سورۂ آل عمران کے مذکور ہے کہ واذ اخذ اللہ، میثاق الذین اوتوا الکتاب لتبیننہ للناس ولا تکتمونہ اسواسطے کہ جو عہد کہ عام سے لیا جاتا ہے خاص کے اوپر بھی لازم ہوتا ہے اور جو عہد کہ پیغمبر سے لیا جاتا ہے امت کے اوپر بھی لازم ہوتا ہے پس اوپر ذمہ بنی اسرائیل کے چار عہد الٰہی جب اول وہ عہد کہ خاص انہیں سے لیا ہے اور ہر چند کہ اس عہد میں یہ ذکر نہیں کہ خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر ایمان لاویں بلکہ مضمون اُسکا عام اور شامل ہے سب لوگوں کے ساتھ ایمان لاویں تائید اور تصدیق اُنکی کریں فرض نماز کو قائم کریں زکوٰۃ کو ادا کریں اور انفاقات مالی بجالاویں لیکن بعد حاصل ہونے اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی رسولوں کے زمرہ

میں داخل ہیں اور انہیں علم کا حکم فرماتے ہیں پس ایمان سابقہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اور تقویت اور تائید اُن کی بھی بمقتضائے اُس عہد کے بنی اسرائیل کے ذمہ واجب ہوئی اور مذکور اس عہد کا سورہ مائدہ کے اول میں ہے دوسرا عہد کہ خاص واسطے اتباع نبی امی علیہ السلام کے لیا ہے اور نہ کور اُسکا سورہ اعراف میں ہے تیسرا وہ عہد کہ تمام انبیاء سابقین سے واسطے تائید اور تصدیق پچھلے نبیوں کے لیا ہے اور ہر گاہ کہ بنی اسرائیل کے گروہ میں بہت نبی گذرے ہیں اور بنی اسرائیل اپنے تئیں اُن نبیوں کی بہت میں گنتے ہیں پس وہ کرامت و مرمت اُنکے اور پر لازم الوفا ہوا اور مذکور اس عہد کا بیچ وسط سورہ آل عمران کے ہے جو تیسرا عہد کہ علی الاعموم تمام بنی آدم کی اولاد سے لیا ہے جیسا کہ اس جگہ مذکور ہوا یا سب عالم سے لیا ہے جیسا کہ آخر سورۂ آل عمران میں مذکور ہے کہ یہ عہد بھی بنی اسرائیل کے فرقہ پر کہ اپنے تئیں حضرت آدم کی اولاد میں سے اور عالم کے گروہ سے گنتے ہیں لازم الوفا ہوا پس اس جگہ بنی اسرائیل سے پورا کرنا ان چاروں عہدوں کا طلب کیا گیا اول اس تقریب کہ وفا کرنا عہد کا تقاضا جبلت انسانی کا ہے اگر اس میں قصور کرو گے تو انسانیت کے دائرہ سے خارج کیے جاؤ گے اور خانیا اُس طرح سے کہ ہر عہد کے مقابلہ میں بیٹے بھی عہد دیا ہے اگر تم کو موقع بیچ پورا کرنے اُن عہدوں میرے کے ہو پس طریقہ اُسکے حاصل کرنے کا پورا کرنا عہد کا ہے پس گو ایسا ارشاد ہوا کہ وفا کرنا عہد کا جانوری اور سخن بروری اپنی سے نہ کرو اور طریقہ اور معاملہ سوداگری کا چھوڑ دو کہ اس طرف سے کچھ دینا اور اُس طرف سے دس گنا لینا پاؤ اور اگر تمہارے دل میں یہ بات آوے کہ منفعتوں کا حاصل کرنا اگر چہ بہت ہوں اُس وقت خوب ہوتا ہے کہ خوش خرمی کا خاطر ہو اور ہمکو اُن عہدوں کے پورا کرنے میں بہت ضرر معلوم ہوتے ہیں ایک ضرر یہ ہے کہ مرتبہ اور ریاست ہماری ہم میں جاتی رہے یہ بھی ضرر ہے کہ تعدد زیادیں اور منفعتوں اور سخنے کے ہم سب ہمارے ہکو دیتے ہیں یا کم تسلم موقوف ہو جاویں اور یہ بھی ضرر ہے کہ اگر توریت اور انجیل کے احکام ہم پر توقف کریں مثلاً کہ اگر ہم کرتے ہیں بالکل بند ہو جاویں اسواسطے کہ مدت صورت منسوخ ہونے ان دونوں کتابوں کے کوئی ہم سے اُن احکام کو اُس میں مندرج ہیں دریافت نہ کریگا اور یہ بھی ضرر ہے کہ ناخوشی قوم اور قبیلہ اور اقربا کی ہم سے ہوگی اور جدائی اور ترک کرنا تناصر اور مدد کرنی رشتہ داروں کی کہ بسبب توسیع کے اور قرابت کے ہے ظہور میں آویگی اور اسی کی مانند اور ضرر بھی ہیں پس بیچ پورا کرنے اُن عہدوں کے اگر چہ منفعتیں ہیں ان بڑے نقصانوں سے خوف کرتے ہیں اور عاقل کا کام یہی ہے کہ جس چیز میں نفع بھی ہو اور ضرر بھی ہو اُس سے بچکے ہم کہتے ہیں جیسا کہ ان عہدوں کے پورا کرنے میں تھوڑے ضرر ہمکو اندیشہ کرتے ہو پس چاہیئے کہ جو مضرتیں نہ پورا کرنے عہدوں میں ہیں کہ وہ ہزاروں مرجان مضرتوں سے زیادہ ہیں اندیشہ کرو اسواسطے کہ بیچ صورت بیوفائی کے ہم تم سے ناخوش ہونگے اور ناخوشی ہماری دنیا اور آخرت کا ہے پس ان دونوں قسموں کی مضرتوں کو آپس میں برابر کرو کہ اُسکے درمیان میں تفاوت آسمان اور زمین کا ہے بلکہ دنیا کی مضرتوں سے نہ ڈرو کہ اہل سمری فرماندی ہو سکتی ہے وَاِیَّایَ فَارْهَبُوْنِ یعنی ناخوشی میری سے البتہ ڈرو اسواسطے کہ وہ منفعتیں دنیا کی اُنکی عوض میں نہیں ہو سکتی ہیں جیسا کہ کہا ہے بیت لکل شیٔ اذا فارقته عوض ولیس اللہ ان فارقت من عوض۔ اس جگہ جاننا چاہیئے کہ معنی رہبت کے لغت عرب میں ڈرنا ہے تقصیر کرنے سے ڈرنا مجھ کسی کے حق کے اور یہ ڈرنا عذاب اُسکے سے ہے اور یہ نصیب اہل ظاہر کا ہے یا ڈرنا جلال اُسکے سے ہے اور وہ لائق اہل دل کے ہے اور خوف بہلا دل کے ہے اور خوف دوسرا وہ نہیں ہو سکتا ہے اور خوف دوسرا وہ نہیں ہو سکتا ہے یعنی خوف جلال اُسکے کا ہر وقت موجود رہتا ہے اور اسی واسطے وَایَّایَ فَارْهَبُوْنِ فرمایا یعنی اس کلام میں خوف اپنے جلال کا بیان کیا اور اس طرح نہ کہا کہ ومن عقابی فارهبوا یعنی اور عذاب میرے سے ڈرو اور یہ بھی جاننا چاہیئے کہ اہل کتاب پہلے سے ساتھ رجوع خلائق کے مالوف تھے اور ندیدے از بیاذیں اور تجنے آدمیوں سے علوم اور تعلیم کے حیلے بہتے تھے ترک کرنا اُس دین کا اُنکے اوپر بہت شاق تھا اور صبر اور اس مشقت کے اور متابعت کرنی پیغمبر آخر الزماں کی آسان سے پایا جاوے سبب زیادتی ثواب کا ہے اللہ کے نزدیک اور اسی واسطے بیچ حق مومنین اہل کتاب کے سورۂ قصص میں ارشاد ہوا کہ اولئک یوتون اجرهم مرتین بما صبروا یعنی یہ لوگ دیئے جاوینگے اجر اپنا دوبار بسبب صبر اُنکے کے اور صحیحین میں ساتھ روایت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تین شخصوں کو ثواب دوگنا جناب الٰہی سے عطا ہوگا اول جو کوئی کہ اہل کتاب میں سے اسلام کے ساتھ مشرف ہو دوسرا وہ شخص کہ لونڈی مدخولہ اپنی کو آزاد کر کے پھر اپنے نکاح میں لاوے تیسرا وہ غلام کہ بندگی خدا کی بھی بجا لاوے اور اپنے مولیٰ کی خدمت میں بھی قصور نکرے پس فرقہ بنی اسرائیل کو جیسا کہ بیچ تابعداری نبی آخر الزماں کے مشقت بہت کھینچنی پڑیگی ایسی توقع ثواب کی بھی زیادہ کہنی چاہیئے مصرعہ ہم بیشتر مشقت زیادہ ہم بیشتر اجر۔ اور مشقت کو نظر میں لانا اور بڑی بڑی منفعتوں کو جو ہم نے تم کو دی ہیں چشم پوشی کرنی اور انحطار عالی ہمت کا کام نہیں جیسا کہ کہتے ہیں کہ کہا ہے شعر نهون علینا فی المعالی نفوسنا ومن خطب الحسناء لم یغله المهر اور اگر ہم سے عہد نہ لیتا میں کے ساتھ اس پیغمبر کے ایمان لاؤ اور ہیں کتاب کو سچا مانو پھر بھی تمہارے ذمہ واجب تھا کہ اس کتاب پر ایمان لاتے تم اسواسطے کہ جو موافق حق کے ہو البتہ حق ہے اور یہ کلام عاقل کا نہیں کہ جس چیز کو حق جانے اور جو چیز کے موافق ہو اُسکا انکار کرے اسواسطے کہ اس صورت میں انکار حق کا لازم آتا ہے پس تم اس پیغمبر کو برحق جانو وَاٰمَنُوْا بِمَا اَنْزَلْتُ اور ایمان لاؤ تم ساتھ اُس کتاب کے کہ اُتاری میں نے اور نکو تحقیقاً معلوم ہو کہ میری اُتاری ہوئی ہے اسواسطے کہ معجزہ ہے اور یہ بھی معلوم ہو کہ سراسر ہدایت ہے اسواسطے کہ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ یعنی موافق ہے اُس چیز کو کہ ہمو تمہارے ہے یعنی توریت اور انجیل اور زبور اور موافق ہے ساتھ معجزوں پہلے نبیوں کے بیچ اعتقادات اور اوصفات اور احوال ملائکہ کے اور نبیوں کے قصوں میں اور بہشت اور دوزخ کے ذکر میں اور توحید اور عبادت کے امر میں اور کبائر کی نہی میں اور جس چیز میں اُسکو مخالفت کتابوں اہل کی جانتے ہو یعنی منسوخ ہونا بعض حکموں توریت اور انجیل کا پس اگر تامل کرو یہ بھی دلیل موافقت کی اور شاہد تصدیق اُسکی کی ہے اسواسطے کہ اس کتاب میں جا بجا ذکر کو ہے کہ دین موسیٰ اور دین عیسیٰ کا حق ہے اور احکام توریت و انجیل کے لیے وقت میں حق تھے پس ایمان لانا ساتھ قرآن کے تاکید کرتا ہے ایمان لانے کو ساتھ توریت اور انجیل کے بیچ احکام خصوصہ اُنکے کے اور اُن کتابوں میں خوش خبری اس پیغمبر کے آنیکی اور اس کتاب کے اُترنے کی بھی موجود ہے اور یہ بھی مذکور ہے کہ بسبب آنے اس پیغمبر کے اور نازل ہونے اسکتاب کے تکلیفات شاقہ اور احکام بھاری تم سے رفع ہونگے پس اگر یہ پیغمبر اور یہ کتاب اُن تکلیفوں کو منسوخ نکرے تو وعدہ خلافی اللہ تعالیٰ

بیان مناسبت

ل اسواسطے ہر شے کے موقوف جدا ہو جاوے تو اُس سے عوض ہے اور نہیں ہے واسطے اللہ کے اگر تو مُبدد ہووے کوئی عوض ۱۲

کی متصور ہوگی پس بسبب نسخ کرنیکے تصدیق اُن کتابوں کی کرتی ہے اور واسطے اسی نکتہ کے صراحۃً اس طرح فرمایا کہ امنوا بالقرآن وھٰذا الکتاب بلکہ طریق کنایت کا اختیار کیا اسواسطے کہ کنایت میں مبالغہ زیادہ ہوتا ہے صریح سے اور اس کنایت سے سلطنت وجوب ایمان کی بھی سمجھی جاتی ہے اور اگر ہم کو اس قرآن میں اور اس پیغمبر پر ایمان لانے میں باوجود قائم ہونے دلیل عقلی کے اور تمسک بعہد کے کچھ شبہ باقی ہے تو ایسا نہ کرو کہ پہلے ہی مرتبہ میں سلسلہ انکار اور تکذیب کے پیش آؤ بلکہ سوچو ایمان لیکے اپنی کتابوں کی طرف رجوع کرو اور احوال اس قرآن اور اس پیغمبر کا جیسا کہ اُن کتابوں میں بلکہا ہے مطابق کرو کہ شان عقل الوہی یہی ہے وَلَا تَكُونُوا أَوَّلَ كَافِرٍ بِهِ یعنی اور تم ہو تم اول اُن آدمیوں میں سے کہ دیدہ و دانستہ حق پوشی اسکی کریں اسواسطے کہ دوسرے فرقے اہل کتاب کے تابعداری تمہاری کرکے انکار اور تکذیب کرینگے اور وبال انکا تمہاری گردن پر پڑیگا اور سوتت تک کہ منکر کہن کہ اور قرائن نے کہ انکار اور تکذیب اس پیغمبر کی اور اس قرآن کی کی ہے وہ دانستہ حق پوشی نہیں کی بلکہ بسبب جہل اور بے خبری اپنی کے اور جہالت اور نادانی کے سبب ہیں لایق اسکے نہیں کہ کوئی پیروی اُنکی کرے بخلاف تمہارے کہ باوجود واقف ہونے احوال اس پیغمبر کے سے اور اس قرآن کے سے تم حق پوشی کرکے حق کو چھپاؤگے تو حقیقت کفر کی کہ حق پوشی ہے پہلے تم سے وقوع میں وہی گالگھی تم سے پہلے بھی اوروں سے سرزد ہوا ہے اور سوا اسکے کفر اہل مکہ کا خاص اسی قرآن کے ساتھ نہ تھا بلکہ توحید اور معاد اور تمام پیغمبروں اور تمام کتابوں الٰہیہ کا انکو انکار تھا اور تم اپنے زعم میں ان سب چیزوں کو برحق سمجھکر خاص اسی قرآن کے منکر ہونے ہو پس تم خاص انکار کرنیوالوں قرآن کے سے اول شمار کئے جاؤگے اور یہ امر بہت بعید ہے اسواسطے کہ جو کچھ اس قرآن کے اندر توحید اور نبوت اور معاد اور خوبی عبادت اور بُرائی گناہ کی ہے سب کو سچ تصور کرکے پھر انکار اس کا کرتے ہو اور دلیل تعصب کی ہے، اور منشا کہن کہ چونکہ سب چیزوں کے منکر تھے اگر قرآن میں ان چیزوں کا ذکر سنکر یقین کریں اور انکار کے ساتھ پیش آویں چنداں بعید نہیں کہ انکار مضمونوں اس کتاب کے سے انکار کتاب کا بھی لازم آتا ہے اور اگر تصدیق تمام مضمونوں کتاب کی کرکے پھر انکار کتاب کا کریں دلیل تعصب اور عناد کی ہے اور اگر کہو تم کہ ہر چند یہ کتاب منافی وعدہ توریت اور انجیل کے نازل ہوئی ہے اور آیتیں توریت اور انجیل کی کہ پیغمبر آنیکے وعدہ اس کتاب کا ہے ہمارے پاس موجود ہیں لیکن اگر اور اُن آیتوں کے عمل کریں یا سنا اور مرتبہ ہمارا بالکل فوت ہوجاتا ہے بلکہ کارخانے معاش ہماری کے درہم برہم ہوجنکے لیئے ٹلسلے اس ضرورت اور عموم بلوے کے اُن آیتوں کے اوپر ہم سے عمل نہیں ہوسکتا ہے اسواسطے کہ حرج کے سبب سے تکلیف ساقط ہوتی ہے جواب اسکا یہ ہے یہ سب اسواسطے ہے کہ دنیا کے ضرر کو بہت بڑا سمجھتے ہو اور اُنکا خوف کرتے ہو اور نا خوشی ہماری سے نہیں ڈرتے اور دنیا کے فائدوں کو آخرت کے فائدوں سے افضل سمجھتے ہو اور یہ کام نہایت قبیح ہے اور توریت اور انجیل پر ایمان رکھنا اُس کی واردات بیں ساتھ توریت اور انجیل کے رہکر تم سے دست بردار ہونا چاہتے ہو اس کام سے دست بردار ہونا اور خریدکر میری آیتوں کو دنیا کی تھوڑی قیمت سے کہ بہ نسبت ثواب اُن آیتوں کے کوئی شے نہیں اور باوجود اسکے سب فانی ہے اور کوئی طائل قلیل کو اور کثیر کے اور فانی کو اور باقی کے ترجیح نہیں دیتا ہے وَإِيَّايَ فَاتَّقُونِ یعنی اور ناخوشی میری سے چاہیئے کہ پرہیز کرو تم اور مرتبہ اور ریاست کے پہلے جانے کا اندیشہ کرو اسواسطے کہ جو فضل اُسکا تم کو یہ منجانب خوشنودی میری کے حاصل ہوسکتا ہے اور میری خوشنودی سے ریاست و مرتبہ بدل نہیں ہوسکتا ہے باقی اس جگہ ایک اہل علم نے کہا ہے کہ اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ نہ خریدو تم بدلے آیتوں میرے کے تھوڑی قیمت اسکے کہ اسکے کیا معنی ہیں اسواسطے کہ عرف میں رائج اسطرح پر کہ قیمت سے اسباب خریدتے ہیں یہ کہ اسباب یوں اور قیمت کو خریدیں پس اگر آیتوں کو متاع فرض کیا جائے اسطرح کہنا چاہیئے فلا تبیعوا ایاتی بثمن قلیل یعنی مت بیچو تم آیتوں ہماری کو ساتھ قیمت تھوڑی کے اور اگر آیتوں کو قیمت فرض کریں پس اسطرح کہنا چاہیئے کہ ولا تشتروا بایاتی متاعا قلیلا یعنی مت خریدو آیتیں ہماری دیگر متاع تھوڑی کو اور جو کہ ترکیبوں سے یہ علوم ہے تو تنبیہ اسکی کیا ہے جواب اسکا یہ ہے کہ اکثر مقصود بالذات آدمی کے کیونکے حاصل ہونا فائدوں آخرت کا ہے کہ سبب فضل مزدی خدا اور ہر دائمہ داری اُس کی کے میسر ہوتے ہیں پس حقیقت میں بیچے گئے فائدے آخرت کے ہیں کہ اہل کتاب کے بدلے میں خوبیں اور تحفے اور ہدیے اور حصے مقرر کئے ہوئے اور کھیتیاں اور بیچ اور اعانت اور نصرت اور بیوی اور قرابت کے فائدے یعنے تھے اور فائدے دنیا کے مقصود بالذات نہیں ہیں بلکہ ذریعے آخرت کے حاصل کرنیکے ہیں جیسا کہ کہا ہے الدنیا مزرعۃ الاخرۃ یعنی دنیا کھیتی آخرت کی ہے پس حقیقت میں دنیا اور جو چیزیں دنیا کی ہیں بمنزلہ قدری کے ہے کہ قیمت اور چیز وں کی جن سے نفع اُٹھایا جاسکے ہوسکتی ہیں اور خود نفع نہیں ہیں اور ہرگاہ کہ اہل کتاب نے فائدے آخرت کے برابر کرکے ان فائدوں دنیا ہونیوالوں کو مقصود بالذات تجھے اُسکی عوض میں لیا گویا اُنہوں نے معاملہ الٹا کرلیا کہ جس چیز کو دنیا تھا اُسکو بیچا اور جس چیز کو لینا تھا اُسکو دیدیا پس اللہ تعالیٰ نے موافق نظر فہمی اُنکی کے ایسی ترکیب شاہ فرمائی کہ ولا تشتروا بایاتی ثمنا قلیلا گویا اسی اشارہ فرماتے ہیں کہ آیتیں میری اپنی تھیں کہ انکو بیچکر کسی چیز کے حاصل کرنیکا کرتے بلکہ مقصود بالذات تھیں اور اگر اُنکے عوض میں کوئی چیز ایسی بھی پاتے کہ قابل ذخیرہ بقا کے ہوتی تو بھی صورت معاملہ کی درست ہوتی لیکن تمنے اُسکے عوض میں ایسی چیز لی کہ فانی اور چلی جانیوالی ہے کہ تم قیمت کا نہیں پاتے اور دیدینے کے لائق ہے لینے کے لائق نہیں جیسا کہ حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے + قل اولع الناس فی الدنیا بایاربعۃ + اکل وشرب وملبوس ومناکح + ومرجع الکل ان فاقرت فیہ الی رؤث وبول ومطرح ومقضی حر۔ یہاں جاننا چاہیئے کہ ہر چند یہ آیت ظاہر میں نصیحت ہی علماء یہود کے واسطے ہے لیکن زجر واسطے چند فریق اہل اسکے بھی ہے کہ عوض آیتوں الٰہی کے تھوڑی سی قیمت لیتے ہیں اور وہ قیمت عظمی برباد کرتے ہیں۔ فرقہ پہلا علماء سوء کا کہ سبب حب نفسانی کے دنیا اور اہل دنیا کے ساتھ خلط کرتے ہیں اور واسطے جاہ کرنے اور عزت کرنے ناجائز باتوں اُنکی کے رواجتیں غیر معتبرہ اور غیر مروجہ نکالتے ہیں یہانتک کہ اس حیلہ سے باعث اور شہوتوں اور لذتوں اُنکی کے ہوتے ہیں فرقہ دوسرا خاضیون کا رشوت کھاتے ہیں اور مقدموں بے باک کا کہ حکم شرع کے بدلتے ہیں اور مدعی کو مدعا علیہ اور مدعا علیہ کو مدعی قرار دیتے ہیں۔ فرقہ تیسرا بادشاہان اور سرداروں ظالم کا کہ ذرا ظلم کو ظلم نہیں جنتے ہیں اور برے احوال کا رندوں اور قصیدوں اور کارپردازوں اپنے کے اطلاع اور تفتیش نہیں رکھتے ہیں اگرچہ رعایا پر تعدی کریں فرقہ چوتھا وزیروں اور مشیروں فخر کا کہ بیچ تھیلی کرنے مالوں کی اور خراج لینے رعایا سے خوف آخرت کا نہیں کرتے کہ موافق حکم خدا اور رسول کے لینا چاہیئے فرقہ پانچواں علم پڑھنیوالوں اور وعظ کہنے والوں کا کہ عوض اُنکی

سکھلانے احکام الٰہی سے حاصل کرنا دنیا کا مطلوب ہوا اور جس شخص سے امید فائدے کی ہو اس کی طرف خوب متوجہ ہوں اور جس جگہ توقع نفع کی ہو بے پروائی اور بدخلقی کریں لیکن فرقہ تعلیم کرنیوالے لڑکوں کو کار لڑکوں کے پڑھانے کیواسطے نوکر رکھتے ہیں وہ اس گروہ میں داخل نہیں اسواسطے کہ لڑکوں کی عوض تعلیم اُن کی کا نہیں ہے بلکہ وہ شمار اجرت محنت اُن کی کا ہے کہ صبح سے شام تک اپنے گھر سے علیحدہ رکھکر اور اپنا کام وکاج معاش کا چھوڑ کر لڑکوں کے ڈھنگوں کے اوپر جان فشانی کرتے ہیں اور جیسا کہ چرواہے اپنی بکریوں کو جنگل جنگل سے گھیر گھار کے اکٹھا کرتے ہیں ایسے ہی معلم لڑکوں کے بھی جمع کر کے احتیاط سے رکھتے ہیں البتہ یہ بات واقعی ہے کہ جو شخص فقط تعلیم قرآن اور حدیث اور فقہ کے اوپر بغیر مقرر کرنے مکان یا وقت کے اجورہ طلب کرے اس فرقہ میں شمار کیا جاویگا اور بیچ اجرت باستے اذان اور خطبے کے اختلاف علماء کا ہی بھتیرے یہ کہتے ہیں کہ یہ چیز بھی عبادت میں ہیں اور اُجرت لینے سے عبادت کا ثواب جاتا رہتا ہے بیل سواسطے یا جرت اور براس عبادت کے نہیں بلکہ اور براد اکرنے اُس عبادت کے بیچ مکان خاص یا وقت خاص کے اور یہ خصوصیت داخل عبادت نہیں ہیں اسواسطے وہ اجرت جائز ہے اور تحقیق یہ ہے کہ پہلے زمانہ میں امام اور خطیب اور مؤذن خالص خدا کے واسطے یہ کام اختیار کرتے تھے اور قاضی اور مفتی اور محتسب اور خزانچی اور عشر اور زکوٰۃ کے جمع کرنے والے اسی بنا سے اپنے کاموں میں مشغول رہتے تھے اور جو وقت اُس زمانہ میں سلطین عادل نے دیکھا کہ ان لوگوں نے اللہ کے واسطے ان کاموں کو اختیار کر رکھا ہے اُنکی معاش کے واسطے مسلمانوں کے مالوں میں سے تنخواہ مقرر کیجائے اور اجرت کے طور پر مقرر نہیں کرتے تھے رفتہ رفتہ کہ سستی اسلام کی ہوتی گئی ان کا موکوں بھی مثل اور پیشوں کے ایک صورت معاش کی مقرر کر لی سواسطے اس زمانہ میں وجہ معاش کی مشکوک ہے بلکہ فریب حرام کے ہے حتی المقدور بچنا اس سے ضرور ہے۔ باقی رہا ایک اور مسئلہ کہ اُجرت لینی اور پر تعویذ اور منتر کے کہ قرآن میں سے ہو اور یہ بالاجماع جائز ہے اور نص اسکے جواز پر آئی ہے جیسا کہ حدیثیں صحیحہ بخاری اور مسلم نے اُسکے جواز میں ذکر کیں اور کتابوں معتبرہ میں بھی اسکا ذکر ہے اور علماء محققین نے ایک قاعدہ مقرر کیا ہے کہ بہت کام کا ہے اُنہوں نے کہا ہے کہ جو چیز بالکل عبادت ہے خواہ فرض عین ہو خواہ فرض کفایہ خواہ سنت موکدہ اُسکے اوپر اجرت لینی جائز نہیں جیسا کہ تعلیم قرآن اور حدیث اور فقہ کی اور تیسرا ہے ساتھ نہاد اور نماز اور روزہ اور تلاوت اور ذکر اور تسبیح کے اور جو چیز کہ کسی وجہ سے عبادت نہیں اور وہ سیا محض ہے اُسکے اوپر اجرت لینی جائز ہے جیسا کہ افسوں کرنا ساتھ تعویذ لکھنا اور مانند اسکے اور جو عبادت ہیں کہ سبب مقرر کرنے مدت کے یا تخصیص مکان کے مباح ہوتی ہیں اُنکے اوپر بھی اجرت لینی جائز ہے جیسا کہ تعلیم قرآن کی لڑکوں کو فقط تعلیم قرآن ہی نہیں بلکہ صبح سے شام تک گھر پر بیٹھنا اور خبرداری اُنکی کرنی کہ دنگہ اور شرارت نکریں بھی اُسکے ساتھ ہوتے ہیں اور یہ چیزیں عبادت نہیں اور یہ بھی جاننا چاہیئے کہ جیسا کہ اوپر عبادتوں اور بندگیوں کے اجرت لینی روا نہیں ایسے ہی اوپر چھوڑنے کے بھی اجرت لینی جائز نہیں اور یہ بھی اجرت کے حکم میں ہے کہ منصب کے واسطے محرمات سے بچے رہیں کہ اگر ہم محرمات سے بچیں گے منصب سے جہاں جاویگا کو ظاہر میں اجرت نہیں دو تین آدمیوں کو ملتے دیکھا گیا کہ جبتک قضا اور افتا کے عہدہ پر متعین نہ ہوئے اور مراہر کے سننے سے نہایت کنارہ کش تھے بلکہ فقط سننے آواز سماع سے بھی اجتناب کرتے تھے جبکہ اس عہدہ سے معزول ہوئے تذکار کتابات کا بخوبی عمل میں لائے باقی رہیں اس جگہ کی بحثیں کہ مفسرین اس مقام میں بیان جھگڑتے ہیں اول یہ کہ بنی اسرائیل کو فرمایا کہ تم پہلے ساتھ اس کتاب کے نہو اور حال یہ ہے کہ بنی اسرائیل کا پہلے کافر ہونا ممکن نہ تھا اور منع فعل کی جب ہوتے کہ ممکن ہو اسواسطے کہ آدمی کو نہیں کہہ سکتے کہ اوپر آسمان کے مت اُڑ اور بنی اسرائیل کا اول کافر ہونا اس سبب سے نہیں کہ پہلے اُنسے مکہ کے مشرکوں نے اور قریش نے دس برس تک کفر اختیار کیا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کو طرح طرح کی تکلیفیں دیتے تھے جواب اسکا یہ ہے کہ تفسیر میں گذر کا کہ مراد کافر سے اس جگہ دیدہ و دانستہ حق بات کا چھپانے والا اور یہ معنی سوائے اہل کتاب کے اوروں میں ممکن الحصول نہیں اور اہل کتاب میں سے پہلے دعوت اس دین کی اسی فرقہ بنی اسرائیل کی طرف پہونچی کہ جن سے خطاب اس کلام کا ہے اور دوسرے مفسر نے ایسا کہا ہے کہ اس جگہ لفظ مثل کا محذوف ہے اصل میں یا تکونوا مثل اول کافر بہ ہے یعنی ہوتم مانند پہلے کافر وں کے ساتھ اسکے ہوا اور حاصل یہ ہے کہ تم باوجود جاننے نعت اس پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی اور حقیقت قرآن کی مانند کفار مکہ کے نہو تم اور بعضوں نے کہا ہے کہ من اھل الکتاب اس عبارت میں مقدر ہے اصل میں اس طرح تھا کہ ولا تکونوا اول کافر بہ من اھل الکتاب یعنی اور نہو تم پہلے کافر وں اہل کتاب میں سے اسواسطے کہ بنی اسرائیل قرآن کے انکار کرنے میں ساتھ ہیں اہل کتاب اور بعضوں نے کہا کہ ضمیر ہ کی طرف ما معکم کے بھرتی ہے یعنی طرف ما انزلت کے یعنی تم اول اُن لوگوں میں سے نہو کہ ساتھ کتاب اپنی کے کافر ہیں اسواسطے کہ کفر تمہارا ساتھ اس قرآن کے موجب کفر تمہارے کا ساتھ کتاب اپنی کے ہے اور تب جہان میں ایسا نہیں گذرا ہے کہ ایسی کتاب کے کافر ہوا ہو میں اگر تم یہ کام کرو گے اول مرتبہ میں کافر ہوگے اور بعضوں نے کہا ہے کہ مراد اول کافر سے وہ ہے کہ بھرد سننے اس قرآن کے کفر قبول کرے بنے اسکے کہ اس حال میں تامل اور غور کرے اور عقل اپنی سے سوچے دوسری بحث یہ ہے کہ لا تکونوا اول کافر بہ سے بطریق مفہوم مخالف کے سمجھا جاتا ہے کہ کافر ہونا اُنکا جائز ہے لیکن اول کافر نہونا چاہیئے اور ایسے ہی لا تشتروا بایاتی ثمنا قلیلا بھی اسی راہ سے دلالت کرتا ہے اگرچہ کثیر ہو توضرر نہیں جواب اسکا یہ ہے کہ مفہوم مخالف کا موقوف ہے اس قرار پر کہ منطوق صریح اُوپر خلاف اُسکے کا دال نہو اور اس جگہ میں اسنوا بما انزلت اور دوسری آیتیں بہت دلالت اوپر حرمت کفر کے مطلقاً کرتی ہیں علاوہ اسکے دلالت مفہوم مخالف کی کلیہ بھی نہیں جیسا کہ در میان لا تاکلوا الربوا اضعافاً مضاعفۃ اور فم السموات بغیر عمد ترونھا کے کہا ہے بحث تیسری یہ کہ پہلی آیت کو خاتمہ کیا ساتھ فارھبون کے اور دوسری آیت کو ساتھ فاتقون کے اور حال یہ ہے کہ معنی رہبت اور تقوا کے ایک ہیں یعنی ڈرنا اور پرہیز کرنا تخصیص کرنے میں ایک لفظ کے ساتھ ایک آیت اور دوسرے لفظ کے ساتھ دوسری آیت کی کیا نکتہ ہے جواب اسکا یہ ہے کہ آیت پہلی میں اب تک بنی اسرائیل کو صریح خطاب ساتھ ایمان کے نہیں ہوا تھا پس گویا ابھی تک یہود بت اپنی پر باقی ہیں اور یہود یوں کی اصطلح میں خدا سے ڈرنے کو رہبت اور رہبانیت کہتے ہیں اور خدا سے ڈرنے والے کو اُن کی اصطلح میں راہب اور رہبان کہتے ہیں پس اُس آیت کے آخر میں خطاب ساتھ لفظ اصطلاحی اُنکے کے مناسب ہوا اور ہر گاہ کہ دوسری آیت میں ساتھ صریح ایمان کے اور مومنین کی عرف میں جو شخص کہ خدا سے ڈرتا ہے اُسکو متقی کہتے ہیں اور یہ پرہیزگاری

اور دین میں احتیاط کرنے کا نام تقویٰ کہتے ہیں اسی واسطے اس آیت میں خطاب ساتھ لفظ تقوی کے مناسب زیادہ ہوا تا کہ اشارہ ہو طرف اسکے کہ جس شخص نے ایک دین اور مذہب ترک کیا اور دوسرے مذہب میں داخل ہوا اُسکو چاہیئے کہ استعمال کرنے اُن لفظوں کے سے کہ پہلے دین میں مروج تھے احتراز کرے اور جو لفاظ کہ مروج ہیں اپنے اس دین کے میں اُنکو برتے تا کہ التباس اور اشتباہ واقع نہ ہو اور بعضے مفسروں نے کہا ہے کہ اگرچہ رہبت اور اتقا دونوں بیچ معنی پرہیز اور احتراز کے آپس میں شریک ہیں لیکن رہبت اکثر اس جگہ استعمال کی جاتی ہے کہ جائز الوقوع ہو یعنی رہبت خوف ایسی شے کو کہتے ہیں کہ اُس شے کا ہونا جائز ہو یقین اُسکے ہونے کا ہو یا نہ ہو اور اتقا اُس جگہ بولا جاتا ہے کہ اُس شے کا ہونا یقینی ہو پس بیچ پہلی آیت کے اُنکے سامنے ایمان اس کتاب کے امر فرمایا تھا اُنکے ذہن میں عذاب پر کفر کے جائز تھا یقینی نہ تھا اور دوسری آیت میں کہ اُنکو ساتھ ایمان کے قرآن کے بامور فرمایا اور قرآن میں وعدہ ہو چکا کہ کافروں کو یقیناً عذاب ہوگا لہٰذا یہ امر ساتھ اتقا کے مامور ہوا۔ بحث چوتھی یہ ہے کہ یہاں تک بنی اسرائیل کو عقائد اور کل اصول دین کے کام فرمایا اور دو طریق سے راہ ہدایت کی کہ ایک پورا کرنا عہد کا ہے اور دوسرا اتباع اصل کا اُنکو فرماتے ہیں کہ جیسا اوپر تمہارے واجب ہے کہ اپنے تئیں گمراہی سے بچاؤ اور اوپر اس کتاب کے ایمان لاؤ اور عمل کرنے سے اُوپر اُن آیتوں کے کہ تمہارے پاس موجود ہیں بیچ شان اِن پیغمبر اور اس قرآن کے تمہارے پاس موجود ہیں بسبب خیال دُور رہنے مرتبہ اور ریاست کے دل کو نہ بھیجاؤ اور ایسے ہی ذمہ تمہارے واجب ہے کہ دوسروں کو اغوا اور گمراہ اور بہکانے اور گمراہ کرنے کے دو طریق میں کبھی وہ نہ دیکھی وہ اسواسطے کہ جس شخص نے دلیل ہدایت کی سنی بس اُسکے گمراہ کرنیکا طریق یہ ہے کہ اُسکو اُس دلیل میں شبہ ڈالیں تا کہ نزدیک اُس شخص کے حق اور باطل مل جاوے اور اُسکو تشویش ہو جاوے اور جس شخص نے اصل سے دلیل ہدایت کی نہ سنی ہو پس اُسکے گمراہ کرنے کا طریق یہ ہے کہ ہدایت کی دلیلیں اُس سے پوشیدہ کریں اور اُسکو دلیل تک نہ پہونچنے ہی دیں اور اوسطے مع اُن دونوں طریقوں کے فرماتے ہیں کہ وَلَا تَلْبِسُوا یعنی اور مشتبہ اور خلط عوام اپنے کے اوپر کرو الْحَقَّ یعنی سچی بات کو اور وہ یہ ہے کہ عوام لوگ توریت اور انجیل اور دوسری کتابوں الہیہ کی آیتوں سے سوائے عبارت اُنکی اور مطابق سیاق اور سباق کے مطلب سمجھتے ہیں اور اُنکے مضمونوں سے بے آخر الزمان کا اور قرآن کا برحق ہونا اُنکے ذہن میں بیٹھتا ہے بِالْبَاطِلِ یعنی ساتھ تاویل باطل اپنی کہ اُس میں حاجت ہمارے کی یا اپنی غیر تحقیقی کی طرف لیجانے کی یا مخالفت سیاق اور سباق کی پڑے جیسا کہ بہت فرقے گمراہ اس سبب سے ہی مثل خارجیوں اور رافضیوں اور معتزلوں اور قدریوں اور ملحد نچے ایسی چیزیں قرآن کی طرف نسبت کرتے ہیں اور جتنی صورتیں حق بات کے ملانے کی ساتھ باطل کے ہیں تمام اس نبی اور منصب اہل ہیں یعنی صورت یہ ہے کہ کوئی لفظ کسی قصہ کی روایت میں اپنی طرف سے بڑھائیں جیسا کہ شیعوں نے حرکت کی ہے کہ ساتھ حدیث جن میں اجتیش اسامہ کے لفظ لعن اللہ من تخلف عنھا کا زیادہ کر لیا ہے اور بیچ حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ کے لفظ وانصر من نصرہ واخذل من خذلہ کا بڑھا لیا ہے اور اُنہیں صورتوں میں سے یہ ہے کہ کسی لفظ قریب المخرج کے ساتھ دوسرے لفظ کو بدل کریں جیسا کہ نواصب اور خوارج نے بیچ حدیث انما سمی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ کے لفظ ہارون کو ساتھ قاذون کے بدل کیا ہے اور اُنہیں صورتوں میں سے یہ ہے کہ حدیث یا قرآن میں کوئی لفظ بہم کو بے دلیل کے اپنی خواہش سے معین کر لیں جیسا کہ فرقہ شیعہ نے قرطاس کی حدیث میں کہ قالوا الھجر استفھموہ آیا ہے قال تھم روایت کیا ہے اور رافضیوں نے خوارج نے بیچ حدیث علی رضی اللہ عنہ کے کہ وان آل ابی قلافی لیسوا لی بولیاء انما اولیائی المتقون ہے لفظ آل ابی طالب کا روایت کیا ہے اور رافضیوں نے بیچ حدیث ما اظن فلانا ولا فلانا یعرفان من امر دیننا شیئا کے ما اظن ابا بکر وعمر روایت کیا ہے اور تمام کلمے حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ کے اقتضی علی کرم اللہ وجہہ کے کہ بیچ حق تینوں معاند کے کہ باعث وہ رنگ جمل اور صفین اور نہروان کے تھے فیئے تھے اور بے خلافائے ثلثہ اور حضرت طلحہ اور حضرت زبیر کی طرف رجوع کرتے ہیں اور انہیں صورتوں میں سے ہے کہ اشارہ کسی شے کی طرف ہو اور اصل شاہ کو دوسری چیز پر منطبق کریں جیسا کہ رافضیوں نے بیچ اصل کے کہ الا ان الفتنۃ ھھنا من حیث یطلع قرن الشیطان کہ اشارہ مشرق کی طرف کر کے ارشاد کیا تھا اشارہ کو طرف حجرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیگئے وعلی ھذا القیاس وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ یعنی اور مت چھپاؤ حق کو اس طرح پر کہ جو نصوص توریت اور انجیل اور کتب الہیہ کی کہ اور پس پیغمبر اور پس قرآن کے دلالت کرتی ہیں عام لوگوں کے پوشیدہ کیا ہو اور بجز دس ناواقف اور قلت تلاوت کے اگر اُن نصوص پر گذرتے ہوا آہستہ پڑھتے ہوا اور اُس کتاب کو دکھلاتے ہیں جس میں وہ نصوص موجود ہیں اگر وہ ظاہر ہوں اُنپر ہاتھ رکھ لیتے ہو جیسا کہ یہود یوں نے جب کہ آیت میں یہی کلام کیا تھا اور اگر کوئی تم سے پوچھے کہ تمکے کونسی آیت توریت اور انجیل میں بیچ شان اس کتاب اور اس پیغمبر کے دیکھی ہے تو اُسکی ہرگز نہ کہنا کہ ہمنے نہیں دیکھی اور سُنی یا سمجھی یا نہیں جنانچہ رافضیوں نے بیچ نصوص بیچ البلاغہ کے یہی کام کیا ہے کہ جو نص مدح اور تعریف میں نزدیک سے متواتر ہے عوام اپنے سے پوشیدہ کرتے ہیں اور حق کے چھپانیکی یک وصورت یہی ہے کہ معین نہ کریں جیسا کہ جامع نہج البلاغہ سید رضی نے لعد ابا بکر کو لعد فلاں کہ کے نقل کیا خلاصہ یہ ہے کہ اوپر مدعا کے واجب کا کوئی وجہ بہکانے اور گمراہ کرنیکی اپنے اوپر نہ کریں جیسا کہ ذمہ کے واجب ہے کہ خود راہ پانے والے ہوں ایسے ہی اسرائیل تم کو بھی لازم ہے کہ ان دونوں طریق اغوا کے سے پرہیز کرو وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ یعنی اور حال یہ ہے کہ تم جانتے ہو کہ حق حق ہے اور باطل باطل ہے حق کو چھپانا نہ چاہیئے اور باطل کو ہرگز حق کہکر کے ظاہر نہ چاہیئے کرنا اور یہ تیسرا واسطے زجر خدا کی ہے کہ کبھی مشتبہ کرنا ساتھ باطل کے اور پوشیدہ کرنا حق کا خطا فہمی کی راہ سے بھی کہ کبھی بیچ عرف عوام الوسکے خطا اجتہادی کہتے ہیں ہوتا ہے اور یہ پوشیدہ کرنا حق کا محل ایسا عقاب سخت کا نہیں کہ طرف پہنچانے بلکہ اسمیں تفصیل ہے کہ اگر صاحب اُس خطا کے نے بیچ تلاش کرنے حق اور رجوع کرنے اسباب پانے کے کوشش کمال بعضی کی اور ذہن اُسکا طرف صرف حق کے نہ پہنچا معذور ہے بلکہ اجر دیا جاویگا اور اگر بیچ دریافت کرنے حق کے موفق مقصود اپنے کے کوشش نہ کی اور ساتھ فکر سرسری کے قناعت کر کے خطا کی البتہ وہ مستحق عتاب اور ملامت کا ہوگا لیکن باوجود اسکے نوبت طرف نار کے نہیں پہونچے گی بخلاف اس صورت کے کہ حق پوشی اور فریب دیدہ دانستہ کیا کہ وہ کفر کی طرف پہونچاویگا اور بعضے مفسرین نے کہا ہے کہ معنی وانتم لا تعلمون کے یہ ہیں کہ تم قباحت اس فعل کی جانتے ہو اور جنہیں حق پوشی اور تلبیس باوجود جاننے قباحت اُسکی کے بھی حرام ہے لیکن باعث جاننے کے نہایت قبیح ہوتی ہے جیسا کہ زہر کو جانکر کھانا پس یہ قید واسطے بیان کرنے زیادتی قباحت اس فعل کی ہے اُسجگہ

جاننا چاہیے کہ اکثر عوام جانتے ہیں کہ تحصیل علم دینی کے ساتھ خوف اس مضرت کی مضرت اور جہل میں رہنا بہتر ہے واسطے کہ عالم کے حق میں باوجود علم جاننے کے احکام شرع کے کہ فلانی چیز واجب ہے اور فلانی حرام ثابت ہے اُن لوگوں کی کرنی زیادہ بُرائی ہے بہ نسبت جاہلوں کے کہ اُنسے مخالف احکام شرع کے دانستہ ظاہر ہوتے ہیں پس علم حاصل کرنے میں وبال بہت بڑی گردن پر لینا ہے اور علم نہ سیکھنے میں اس وبال سے امن ہے اور واسطے تائید اس اعتقاد اپنے کے حدیث ابو الدرداء اور ابن مسعود کی کہ بیچ مصنف ابن ابی شیبہ و کتاب ابو نعیم احمد کے موجود ہے لکھتے ہیں کہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ویل لمن لا یعلم مرۃ وویل سبع مرات لمن یعلم ولا یعمل یعنی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وبال ہے واسطے اُس شخص کے کہ نہیں علم رکھتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکے حق میں یہ لفظ کہا ہے فرمایا پیغمبر ہمارا اگر چاہیے اللہ تعالیٰ البتہ عالم کو عذاب کرے گا اور وبال ہے واسطے اُس شخص کے کہ علم رکھتا ہے اور عمل نہیں کرتا ہے اور اسکے واسطے سات بار فرمایا اور سزا دو گنا کرنا اُس شخص کا ہے کہ تحقیق میں وبال جہل کا زیادہ ہے وبال جہل سے واسطے اسکے کہ بہیں ہر دو فرض ترک ہوئے ایک علم اور دوسرا عمل اور علم بے عمل میں ایک شے فرض ترک ہوئی کہ وہ عمل ہے پس موافق ذکر اوپر ترک دو فرض کے کیا چاہیے زیادہ سخت اور بڑا ہے اُس مواخذہ سے کہ اوپر ترک ایک فرض کے نظر زیادتی رابطہ یہ بات ہے کہ باوجود علم کے عمل نہ کرنا عقل کے نزدیک بہت قبیح دکھلائی دیتا ہے اور وہ سبب کے نزدیک جہل معذور ہوتا ہے لیکن کوئی وقت کہ تحصیل اُس علم کی ضرور نہ ہو اور اگر تحصیل اُس علم کی ضرور ہی ہو پس وہ سبب کے نزدیک بھی وہ جاہل زیادہ تر مطعون اور ملامت کیا گیا ہے جیسا کہ کوئی شخص اپنے باپ کو نہ پہچانے اور اُسکے ساتھ معاملہ غلاموں کا کرے یا اور دینی کو نہ پہچانے اور اُسکے ساتھ معاملہ نوکر کا کرے اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ جاہل کے حق میں ایک دفعہ حق یاد اور عالم بے عمل کے حق میں سات بار پس یہ بات اوپر کم ہونے عذاب جاہل کے دلالت نہیں کرتی ہے بلکہ اوپر کثرت عتاب اور ملامت علم بے عمل کے کرتی ہے کہ حکم فعل میں ملامت ہو سکتی ہے اور جاہل کے اوپر فقط ملامت نہ ہو تحصیل کرنے علم کے ہے جیسا کہ کافر بسبب انکار کرنے دین کے نماز روزہ اور زکوٰۃ اور حج اور اسی جیسا کے سوا اندہ سے چھوٹ جاتا ہے مگر جو عذاب کہ ایسا ہی ترک کرنے سے پیغمبر سے ہزاروں حصہ سخت زیادہ عذاب ترک کرنے واجبات اور محرمات کے سے ہے ایسے ہی اس بات کا سمجھنا چاہیئے کہ ایک دلیل جاہل کا زیادہ سخت ہے ہزار دلیل عالم بے عمل کے سے اور ایک ظریف نے اس شبہ کو اس شخص سے سنکر اُسکے جواب میں کہا کہ یہ بھی برکت علم کی ہے کہ وبال جاہل کا عالم بے عمل کے سے ہے اس حدیث سے تجھکر پس شبہ جہل کے بسبب اس شبہ کے انتفا اقرار کرنا ہے ساتھ فضیلت علم کے اور اسواسطے اگر عالم اس مسئلہ کا ساتھ اس حدیث کے حاصل ہوتا تو پیشہ کبھی اس میں نہ گذرتا اور اس حیلہ سے تصنیف عذاب اُسکے کی کب معلوم ہوتی اور پھر کیونکر حتی ہر مسئلہ کو واسطے صحیح کرنے مقام مذکور دریافت کرنے کا ہی اور اگر اُسکو کرنے سے حکم فرمایا اب بیان فرماتے ہیں کہ اگر تو نے ساتھ اس کتاب کے اور اس پیغمبر کی تصدیق کر کے اور حق بات کے چھپانے سے اور خلط کرنے اُسکے سے بچ بازرہے فقط اسقدر سے نجات تمہاری حاصل نہیں ہوتی ہے جب تک احکام اس کتاب کے نمانو اور اس پیغمبر کی اطاعت نہ کرو اور اپنے تئیں اُسکے گروہ میں داخل نہ کرو اسواسطے کہ عمل کرنا اُس کتاب منسوخ پر گھٹ طریق کی تغیر اور تبدیل نہ ہوا اور حق پوشی بھی اُس میں نہ ہوا جائز بلکہ اوپر تمہارے لازم ہے کہ شریعت اُس رسول میں پیروی اسی کتاب اور اسی پیغمبر کی کرو تم اسواسطے کہ بعضے فضائل اور منجبات جو اس جنس سے ہوتے ہیں گویا کہ شعار دین ہوئے ہیں اور اُنکا نہ کرنا علامت قبول کرنے اُس دین کی ہوتی ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے واسطے نماز کہ تنہا نہ پڑھو واذا کعوا مَعَ الرّٰکِعِیْنَ یعنی اور نماز ساتھ جماعت کے پڑھو ہمراہ اور نماز یوں کے واسطے لائق شان غریب زیادہ ہوتا ہے تنہا پڑھنے سے اور جماعت کی نماز خاصہ اسی دین کی ہے اور دنیوں میں نہیں اور اس مقام میں نماز کے لفظ رکوع کے ساتھ بیان کیا واسطے اسکے کہ یہودیوں کی نماز میں رکوع نہیں اور رکوع عالمہ اسی اُمت کا ہے پس گویا ایسا ارشاد ہوا کہ نماز کو مسلمانوں کے طور پر پڑھو رکوع کے ساتھ اور رکوع کو اس خوبی کے ساتھ ادا کرو کہ ایسا معلوم ہو کہ مقصود بالذات رکوع ہی ہے تاکہ تمہیں ہمارے ساتھ دین اسلام کے یقینی ہو اور اس سے اکثر لشافعیوں دلیل پکڑی ہے کہ کافر کو تکلیف فروع کی حالت میں جیسا کہ تکلیف ایمان کی ہے ایسی ہی تکلیف اور عبادتوں کی جیسا کہ نماز اور روزہ اور زکوٰۃ بھی ثابت ہے اور حنفیہ جواب دیتے ہیں کہ یہ خطاب بعد خطاب ایمان کے ہے گویا ایسا فرماتے ہیں کہ اول ایمان لاؤ بعد اُس کے نماز پڑھو اور زکوٰۃ دو لیکن حرف واؤ کا واسطے مطلق جمع کے ہے اوپر اس ترتیب اور ترتیب کے دلالت نہیں کرتا ہے اور تحقیق یہ ہے کہ حنفیہ کے نزدیک خطاب کفار کا ساتھ عبادتوں کے فقط ہوا ساتھ خطاب ایمان کے ہو کچھ مضائقہ نہیں رکھتا ہے اسواسطے کہ خطاب ساتھ مجموع ایمان اور عبادتوں کے ہے نہ ساتھ صرف عبادتوں کے اور بعضے حنفیہ نے لفظ اقیموا الصلوٰۃ اور اٰتوا الزکوٰۃ کو اوپر قبول کرنے اسلام اور نماز اور زکوٰۃ اور اعتقاد فرضیت انکی کو حمل کیا ہے لیکن یہ معنی درست نہیں ہے تو ہیں اسواسطے کہ قبول کرنا نماز اور زکوٰۃ اور اعتقاد فرضیت اُن کی کا بیچ مضمون اٰمنوا بما انزلت مصدق لما معکم کے داخل ہے حاجت تکرار کی نہیں اور بعضے علما ظاہر کے سبب نقصان اس آیت کے اس طرف گئے ہیں کہ تنہا نماز پڑھنی جائز نہیں طلب کرنا جماعت کا نماز میں فرض ہے اور بعضے علمانے واسطے باطل کرنے تمسک اُنکے کے کہا ہے کہ قدیم اہل الحرمین کی سے ثبوت جماعت کا نہیں ہوتا ہے مقصود یہ ہے کہ ہمراہ مسلمانوں کے تم بھی بطور اُنکے نماز پڑھو کہیں میں کوئی ہونہ یہ کہ تحریمہ اور ادا میں بھی ساتھ ہو جیسا کہ جماعت کے اندر ہوتا ہے اور حاصل کلام یہ ہے کہ لفظ مع کا دلالت اوپر واجب ہونے موافقت کے ساتھ مسلمانوں کے کیا ہے خواہ ارکان اور ہیئت نماز میں ہو خواہ بیچ ادا اور تحریمہ کے لیکن تحقیق یہ ہے کہ ہر امر واسطے وجوب کے نہیں بلکہ لفظ کا رکھو کا دلالت اور اسی قدر کے کرتا ہے کہ جماعت تمہیں مطلوب ہے گو واجب نہو خصوصاً جس وقت دلیل دوسری اوپر عدم وجوب کے دلالت کرے اگر کوئی اور وجوب کے حمل نہ چاہیے کرنا اور وہ دلیل یہ ہے کہ قدرت اوپر جماعت کے دوسروں کے اوپر موقوف ہے کہ ایک شخص سے جماعت نہیں ہو سکتی ہے اور بسبب خبر کے قدرت ہونی حقیقہ قدرت نہیں اور تکلیف بے قدرت کی نہیں ہوتی ہے پس اگر جماعت فرض ہو تکلیف بے قدرت کے لازم آوے اور بعضے کو یہ نظر دوں نے اس دلیل میں نقص اور قدح کیا ہے کہ جمعہ کی نماز میں جماعت بالاجماع فرض ہے اگر قدرت اوپر جماعت کے متعلق ساتھ غیر کے ہے اور قدرت بالغیر حقیقت میں قدرت نہیں پس جمعہ کی نماز میں کس واسطے تکلیف بے قدرت کے ہوئی اور جواب اسکا یہ ہے کہ فرضیت نماز جمعہ کی اوپر تقدیر ہم ہونے جماعت جماعت کے ہے اور بیچ صورت نہ منعقد ہونے جماعت کے جمعہ فرض نہیں ہوتا ہے اور اوپر حاضر ہونے

جماعت کے امام کو اور پر امامت کے اور مقتدیوں نواد پر اقتدا کے ذات اپنی سے قدرت حاصل ہے پس تکلیف بغیر قدرت کے متحقق نہیں اور اسی واسطے جو اندھا کہ بغیر ہاتھ پکڑنے والے کے مسجد تک نہیں پہونچ سکتا ہے نماز جمعہ کی اُس سے ساقط ہے اسواسطے کہ قدرت اُنکی متعلق ساتھ غیر کے ہے نہ اپنی ذات سے حاصل ہے کہ جماعت نماز پنجگانہ میں ہر آدمی کے اوپر سنت مؤکدہ ہے کہ بغیر عذر کے جیسا کہ بیماری یا سفر یا مینہ یا کیچڑ یا ہوائے سرد اور تیز ہرگز ترک نہ کرے اور اُوپر کل مسلمانوں کے فرض کفایہ ہے اگر آدمی شہر کے سب جماعت کے چھوڑنے پر اصرار کریں گنہگار ہوتے ہیں اسواسطے کہ سنت شعائر دین ہے جیسا کہ اذان اور جو سنتیں کہ اس جنس کے ہوں چاہیئے کہ کسی وقت بالکل متروک نہ ہوں والا امتیاز اور فرق دین کا اور دنیا سے کم ہوگا اور پھر کہا کہ بنی اسرائیل کو بلکہ اکثر علما ظاہر بین کو شبہ اس مقام میں آیا ہے اور کہتے ہیں کہ جو وقت تعلیم کرنے دین اور حکم الٰہی میں قصور کریں اور حق پوشی نہ کریں پھر ہمکو حاجت نہیں کہ آپ بھی موافق اُن حکموں کے عمل کریں اسواسطے کہ ہمارے فرمانے اور تعلیم ہماری سے بہت آدمی اُن حکموں پر عمل کرتے ہیں اور وہ سب اعمال ہمارے اعمالنامے میں لکھے چلتے ہیں ساتھ حکم الدال علی الخیر کفاعلہ کے راہ بتلانے والا اوپر نیک کام کے مثل کرنیوالے اُسکے کہ ہے مثلاً نماز سب نماز پڑھنے والوں کی کہ بسبب تعلیم ہماری کے پڑھتے ہیں گو بانماز ہماری ہے اور ایسے ہی روزہ اور زکوٰۃ اور تلاوت اور ذکر اور دعا اس غلط فہمی اُن کی کا یہ ہے کہ شریعت کے کاموں کو اوپر اعمال مالی اور خدمت بدنی کے قیاس کرتے ہیں جیسا کہ کسی کے کہنے سے کسی شخص کو کچھ مال دیدیا یا خدمت ہاتھ پاؤں سے لڑکی تو یہ شخص کہ یہ مال دیا ہے یا خدمت کی ہے اُس کہنے والے کی ہوتی ہے اور اسپر ثواب ملتا ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ تو نے یہ کام کیا اور فلانے تیرے یہ نفع جسکو پہونچا اُسکو کچھ فائدہ نہیں ہوگا اور یہ اسلئے کہ بسبب انتظام اُسکے حاصل ہوا ہے پاک ہوگا اور اسواسطے دُور کرنے اس شبہ کے بسبب غلط فہمی کے آیا ہا بترتیب تمامی کے فرماتے ہیں وَاكْثَرُ وْنَ النَّاسِ يَالْبِرِّ یعنی آیا حکم کرتے ہو تو دیگر لوگوں کو نیکی کے عمل ادا کرنے نماز اور دینے زکوٰۃ کے اور پورا کرنے عہد کے اور ظاہر کرنے حق کے وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ یعنی اور بھلاتے ہو اپنے نفسوں کو اپنے نفسوں کو نیکی کی طرف متوجہ نہیں کرتے ہو اور اصلاح کی میں مشغول نہیں ہوتے ہو اور اپنے نفسوں کے حال سے ایسے غافل ہو کہ تو چیز بھول گئے ہو ہرگز اسکو یاد نہیں کرتے ہو اور نفلت میں گزرا تے چلے جاتے ہو وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ یعنی اور حال یہ ہے کہ تم ہمیشہ تلاوت کرتے ہو کتاب الٰہی کی اور دوسرے لوگ اُس کتاب کو تم سے سنکر اُسپر مضمون اُسکے کے عمل کرتے ہیں پس حق تمہارا یہ ہے کہ سب سے زیادہ اور سب سے پہلے بیچ عمل مضمون اُسکے کے کوشش کرو اور کتاب الٰہی میں بھی جاہیئے کہ ہو جو کوئی بخلاف حکم الٰہی کے عمل کرے اور قول اُسکا مخالف عمل اُسکے کے ہو وہ شخص مستحق وبال اور عذاب کا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں اسی امر کے من مقام میں ارشاد فرمایا ہے اوس بیچ اس آیت کے اور دوسرے بیچ آیت لم تقولون مالا تفعلون اور بیچ آیت احادیل ان خالفکم الی ما انھاکم عنہ کے اور عاقل سے بہت بعید ہے کہ بیچ اصلاح حال غیر کے کوشش کرے اور ہلاکت نفس اپنے کی سے چشم پوشی کرے اور ہمیشہ تلاوت کتاب الٰہی کی کرے اور ہرگز موافق اُسکے عمل نہ کرے اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ یعنی آیا پس تم نہیں سمجھتے موجودگی کتاب الٰہی کے اور بیانی کلام اپنے کی اور حال یہ ہے کہ صریحہ عقل اور مبرہنات ارکام کے دلالت کرتی ہے اسواسطے کہ مقصود اہم بالمعروف اور نہی عن المنکر سے وہ ہے کہ دوسرے لوگ مصلحت اپنی کو جانیں اور ضرر اپنے سے یقین اور ظاہر ہے کہ مصلحت نفس اپنے کی سمجھنی اور دور کرنا مضرت اُس کی کا جاننا زیادہ تر مطلوب اور وثوق حصول اور دُور کرنے مضرت کے سے ہوگا اور اوزر کہ نصیحت دے اور اپنے تئیں نصیحت کرنیوالا وہ ہے ایسی چیز کا اختیار کر رہا ہے کہ اسکو عقل صحیح قبول نہیں کرتی ہے اور بھی ایسی تم کی صحبت ہی سبب بگڑنے اور وقعت نہ ہونے کے ہے اور اسواسطے کہ سننے والے نہیں کہ اگر ان چیزوں کی خبر کرنیوالے کے نزدیک پسند ہوتی اور یہ ڈھانا اور تاکید اُسکی سچی ہوتی تو آپ کے اسواسطے برنشان اسکے عمل کرتا اس معلوم ہوا کہ یہ نصیحتیں اُسکی بے اصل ہیں اور یہ شبہ اُنکا باعث بلکا جاننے دین کے ہوگا اور جرات کرنیکا اور گرنا ہونے ہوتا ہے اور جو نصیحت و وعظ سے غرض ہو یہ بات اُسکے خلاف ہے اور صاحب عقل ایسا کام نہیں کرتے کہ ہمین اُس کلام میں غرض اُسکی کو تو ڈھانا الٰہی اور اسی قسم کا واعظ کہ عمل اُسکا مخالف قول اُسکے کے ہو تو اُسکے کلام میں بھی تاثیر نہیں ہوتی اور بات اُسکی دل کو نہیں لگتی اور آدمی اُس کی بات کو قبول نہیں کرتے ہیں پس تمام محنت اُس کی آواز میونکے نصیحت کرنیمیں اُنگاں پڑتی ہی اور کیا کیا اُسکا برباد ہوتا ہے اسقدر میں جاننا چاہیئے کہ بعضے ظاہر بینوں نے اس آیت کے ساتھ اور سورہ صف میں کہ لم تقولون مالا تفعلون کے دلیل پکڑی ہے اور یہ اسواسطے کہ گنہگار کو جائز نہیں کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرے اور یہ صحیح نہیں بلکہ حق یہ ہے کہ آدمی کو دو چیزوں کا حکم ہے کہ آپ بھی گناہ کو چھوڑے اور دوسرے کو بھی اُس سے ہٹاوے اور اگر آپ اُس گناہ کو نہ چھوڑا دوسرے کو نصیحت کرتے سے قی نکرمی کہ ایک حکم کے چھوڑنے سے لازم نہیں آتا ہے کہ دوسرا حکم اُسکے ذمہ سے ساقط ہو جاوے اور عتاب اور مذمت کہ ان آیتوں میں آئی ہے واسطے ترک کرنے واعظ کے وعظ سے نہیں بلکہ اسواسطے ہے کہ پہلے اپنے نفس کو پاک اور کامل کرے اور فائدہ مقرر کیا ہوا اُصول کا ہے کہ جب انکار مجموع دو چیزوں کا ہے کہ جب انکار مجموع دو چیزوں کی متوجہ ہوتا ہے ہر ہر چیز پر علی وجہ التوزیع جیسا کہ سمجھا جاتا ہے اسی قاعدے کے واقف اس آیت میں بھی انکار اور مجموع امر کرنے نہی کے ہے اگرچہ یہ انکار بسبب بھلانے نفس اپنے کے ہے اور بھولانے نفس اپنے ہی کے ہوا البتہ دن قیامت کے بلکہ دنیا میں بھی اس حکم عالم بے عمل کی فضیحت اور رسوائی بہت ہوگی جیسا کہ معراج کی حدیث میں ساتھ روایت انس بن مالک رضہ کے تمام صحاح ستہ میں موجود و وارد ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں نے معراج کی رات میں ایک گروہ دیکھا کہ آگے ہونٹوں کو اُنکی کاٹا جاتا ہے اور ہر دفعہ کاٹنے سے وہ جوں کا توں درست ہو جاتے ہیں پھر وہ ہونٹ کاٹنے درست ہو جاتے ہیں حضرت جبرئیل سے پوچھا کہ یہ جماعت کن لوگوں کی ہے کہا جبرئیل نے کہ یہ واعظ کہنے والے میری امت کے ہیں کہ آدمیوں کو نیکی کے واسطے کہتے تھے اور اپنے تئیں فراموش کرتے تھے اور صحیحین میں ساتھ روایت اسامہ بن زید کے آنحضرت صلعم سے وارد ہے کہ قیامت کے دن ایک آدمی کو لاکر دوزخ میں ڈالیں گے اور انتڑیاں اُسکی کل کر باہر گر پڑینگی وہ شخص اُن انتڑیونکو لیکر پھرتا ہوا چکر کریگا جیسا گدھا چکی کا چکی کے گرد پھرتا ہے اور دوزخی اُسکے پاس آکر کہینگے کہ اے فلانے تجھکو کس بلا نے مارا تو ہمکو نیک باتیں بتلایا کرتا تھا اور مجھے کام منع کرتا تھا وہ کہیگا میں تمکو نیکی کہتا تھا

فضیلت علم
فضیلت عمل
فضیلت علم

اور آپ نہیں کرتا تھا اور منکو منع کرتا تھا اور آپ اُس چیز کو کرتا تھا اور خطیب ابن النجار ساتھ روایت جابر کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے لائے ہیں کہ قیامت کے دن ایک گروہ بہشتیوں کا دوزخ کے آدمیوں کی طرف گزریگا اور آواز دینگے اُن کو فلانے وفلانے تمکو کیا ہوا کہ دوزخ میں پڑے اور ہم تمہاری تعلیم سے بہشت میں لائے وہ جواب دینگے کہ ہم کو تعلیم کہتے تھے اور آپ عمل نہیں کرتے تھے اور طبرانی اور خطیب اور ابن عساکر نے جندب بن عبداللہ بجلی سے اور ابو ہریرہ سلمی سے اور ایک عطفانی سے ساتھ سنا صحیح کے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے عالم بے عمل ایسا ہے جیسے کہ چراغ کی بتی کہ اپنے تئیں جلاتی ہے اور دوسرے کو روشنی بخشتی ہے اور ہم نگاہ کو پورا کرنا عہد کا اور ظاہر کرنا حق نماز کا اور چھوڑنا دین لوف کا اور تابعداری کرنی نئے دین کی اور ادا کرنا نماز کا بطریق ہمیشگی کے اور رعایت جماعت کی اور دینا زکوٰۃ کا کھلے دل سے نفس کے اوپر بہت شاق ہے اور بہت بھاری ہے اسواسطے فرماتے ہیں کہ اگر عمل کرنا اُن چیزوں کا جو اوپر لکھ چکے ہوخود تم سے نہ ہو سکے اور مشکل معلوم ہو دے پس علاج اسکا یہ ہے کہ یہ علائق اتعال کرو وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّابِرِ وَالصَّلٰوةِ یعنی اوطلب مدد کی کرو تم اوپر اُن کاموں کے ساتھ کہ مشکل ہیں ساتھ صبر اور نماز کے اور صبر پس تین قسم ہے اول صبر اوپر شقت بندگی کے مبدا اُٹھانے اسواسطے نماز اور غسل اور وضو کے بیچ وقت سردی کے اور جانا مسجد میں گرمی کیوقت اور امیر میرے میں اور اوپر کسی قیاس کے اور عبادتیں دوسرے صبر کرنا کی لذتوں سے کہ بے اختیار طبیعت انکی طرف رغبہ بھی ہوتی ہے تیسرے صبر کرنا اوپر مصیبت تک کہ اپنے تئیں جزع اور تسخ اور شکایت اور اور مرکوں نام رضیہ سے بزور بچاوے اور جب آدمی نے ان تینوں عالتوں میں اپنے تئیں صبر کی عادت فقیار کی یقین ہے کہ ہر حال میں مالک نفس اپنے کا ہوگا اور نفس اُسکا مغلوب اور عقل اُس کی غالب ہوئی اور یہ سب چیز اُس پر آسان ہونگی پس صبر تنہائی اور ورزش اور پرہیز سے حفظ صحت اور اس مرض سے رہنا ہے ایسے ہی صبر سے ایمان سلامت رہتا ہے اور اسی واسطے حدیث شریف میں وارد ہوا کہ الایمان نصف فان نصف فی الصبر ونصف فی الشکر یعنی ایمان کے دو ٹکڑے ہیں بلکہ ٹکڑا بیچ صبر کے اور ایک ٹکڑا بیچ شکر کے روایت کیا اس حدیث کو بیہقی نے بیچ شعب الایمان کے حضرت انس سے مرفوعاً گویا اس حدیث میں اشارہ فرماتے ہیں باہات کا کہ ایمان بمنزلہ صحت کے ہے اور صحت دو چیزوں سے حاصل ہوتی ہے پرہیز اور دوا پرہیز صبر ہے اور دوا شکر ہی اور ہر گاہ کہ پرہیز نہ ہو دوا کچھ فائدہ نہیں کرتی ہے اور پرہیز مرتفع دو طرح بھی متصور پڑتا ہے حضرت امیر المومنین مرتضے علی کرم اللہ وجہ نے صبر کو جو عظم ایمان کا فرد اول ہے مبدا کا ابن ابی شیبہ نے بیچ کتاب الایمان کے اور بیہقی نے تمسے روایت کی ہے کہ الصبر من الایمان بمنزلۃ الراس من الجسد اذا قطع الراس ان تعلق الجسد لا ایمان لمن لا صبر لہ یعنی صبر کو ایمان سے ایسی نسبت ہے جیسا کہ سر کو بدن سے جو قت کاٹا جاوے سر گر جاتی ہے وہ چیز بدن میں ہے اور نہیں ایمان اُسکے واسطے جس شخص کے بیچ کے واسطے صبر نہیں اور اسواسطے حدیث شریف میں بھی ساتھ روایت عبید بن عمیر لیثی کے موافق قول حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کے آیا ہے کہ ایکدن ایک شخص آگے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے آیا اور پوچھکر یا ما الایمان قال الصبر والسماحۃ یعنی یا رسول اللہ کیا ہے ایمان فرمایا آپنے صبر اور سماحت اور بھی صحیح ستہ میں روایت ہے کہ ما اعطی احد عطاء خیرا لہ واسع من الصبر یعنی نہیں دیا گیا کوئی شخص عطا کہ بہتر ہو صبر سے اور ابن ابی الدنیا اور بیہقی نے حسن بصری سے روایت کی ہے کہ ایک دن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنے گھر سے نکلے اور اپنے یاروں کو فرمایا کہ تم میں سے کوئی چاہتا ہے کہ اُسکو خدا تعالیٰ بغیر سیکھنے کے علم عطا کرے اور بغیر راہ چلنے کے رستہ ہدایت کا سکھلاوے اور کوئی تم میں چاہتا ہے کہ تعالیٰ اُسکی کو تونگری کو کھووے اور اُسکو بینیاز کرے یاروں نے عرض کیا کہ ہر شخص ہم میں سے یہی چاہتا ہے فرمایا کہ جو کوئی دنیا میں زہد قبول کرے اللہ تعالیٰ اُسکو تونگر کرے اُسکو بغیر سیکھنے کے علم عطا فرماتا ہے اور بغیر ہدایت کے اُسکو رشد و جاہ دانا اور آگاہ تم کو بھیجے میرے آدمی پیدا ہونگے کہ باوجود شامت اُن کی بغیر قتل اور تکہ کے رفق دینے اُنکے بغیر خلق اللہ کے برقرار ہوگی اور ثروت اُنکی بغیر تنگی دین کے اور ہیروی خواہش نفس اُنکے کی حاصل ہوگی میں جو کوئی تم میں سے اُسوقت کو پاوے اور بفقر فاقے کے صبر کرے اور دولت کی سے بے تمنا ہوئے اور بدنامی اُنکی کے صبر کرے اور محبت اُن کی سے دست بردار ہو اور بذلت اپنی کے صبر کرے اور عزت کو چھوڑے اور غرض اسکی بیچ اُن امور کے سوائے رضامندی خدا کے چیز دوسری نہو حق تعالیٰ اُسکو ثواب بچاس ولی کا عنایت کرے علاوہ حکیم ترمذی نوادر الاصول میں ساتھ روایت ابن عباس کے لائے ہیں کہ ایکدن شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا بعد پس پشت آنحضرت کے سوار تھا فرمایا کہ میں تجھکو کوئی چیز نہ نفع دینے والی ہو تم کو نہ سکھلاؤں میں نے کہا البتہ فرما علیک بالعفاف نعم خلیل المومن والحلم وزینہ والعقل جلیلہ الرفق اخوہ والصبر امیر جنودہ یعنی لازم کرے علم کو تحقیق علم دوست خیر خواہ مومن کا ہے اور حلم بمنزلہ وزیر اُسکے کے ہے اور عقل بمنزلہ راہبر اُسکے کے ہے اور رفق یعنی تواضع اور نرمخوئی بمنزلہ بھائی اُسکے کے ہے اور صبر بمنزلہ امیر لشکر اور صبر اُسکے کے ہے کہ کوئی ہم بدون اعانت اُسکی کے فتح نہیں ہوتی ہے اور بیہقی نے اشعث بن سلامہ سے روایت کی ہے کہ اُنہوں نے بواسطہ اسکے سنا آنحضرت نے ایک شخص کو یاروں اپنے سے کہ ہمیشہ ایکی مجلس میں جاتا ہوتا تھا چند روزہ نہ دیکھا حال اُسکا دریافت فرمایا یوں کہا کہ اُس طرف لے پہاڑ میں گوشہ اختیار کیا ہے اور عبادت میں مشغول ہوا ہے فرمایا کہ اُسکو خبر سناؤ جو شخص آنحضرت کی خدمت میں ہو پھر جانا اُسکا کیا باعث ہوا کہ پہاڑ میں جا کر گوشہ اختیار کرلیا تو نے اور مسلمانوں کی صحبت چھوڑ دی اُسنے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مدت سے صحبت آپکی چھوڑ رکھی ہے فرمایا کہ صبر نہ آدمی کا بیچ ایک صحبت سے ملنا نو بیچ اور کرامات اُس صحبت کے اپنے اوپر گوار کرنے کے اور مسلمانوں کی صحبت کے کہ خلوت میں مجھکر ساٹھ برس تک بجالاوے اور بخاری نے کتاب الادب میں اور ترمذی اور ابن ماجہ نے ساتھ روایت عبداللہ بن عمرو کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ جو مسلمان آدمیوں کے ساتھ ملا رہے اور اُنکی ایذاؤں پر صبر کرے بہتر ہے اُس مسلمان سے کہ اُنکی ایذاؤں پر صبر نہ کرے اور اُن کی صحبت کو چھوڑے پس اسطاعت اُسکی واطاعت سے ہے طریق پہلا کہ نصیب عوام کی ہے کہ جب کوئی حاجت در پیش آوے اور کوئی چارہ اُسکا نجانے اور سر انجام اُسکا نہ کرسکیں اسطے پاس ہونے اُس مسئلے کے مسجد میں جاویں اور دو گانہ ادا کریں اور دعا میں مشغول ہوں اور اس طریق کو ترمذی اور دوسری صحاح نے اُس شخص پر روایت کیا ہے کہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کان لہ حاجۃ الی اللہ او الی احد من بنی ادم فلیتوضا فلیحسن الوضوء ثم لیصل رکعتین ثم لیثن علی اللہ ولیصل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم لیقل لا الہ الا اللہ الحلیم الکریم سبحان اللہ رب العرش العظیم اسئلک موجبات

رَحْمَتِكَ وَغَرَائِمَ مَغْفِرَتِكَ وَالْغَنِيمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ وَالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ إِثْمٍ لَا تَدَعْ لِي ذَنْبًا إِلَّا غَفَرْتَهُ وَلَا هَمًّا إِلَّا فَرَّجْتَهُ وَلَا حَاجَةً هِيَ لَكَ رِضًى إِلَّا قَضَيْتَهَا يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ یعنی کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص کہ چاہے اُسکو حاجت طرف اللہ کے یا طرف کسی آدمی کے پس چاہیئے کہ وضو کرے اچھی طرح وضو کو پھر چاہیئے کہ پڑھے دو رکعتیں پس چاہیئے کہ ثنا بھیجے اوپر اللہ کے اور چاہیئے کہ درود بھیجے اوپر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پس چاہیئے کہ کہے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الخ تو ترک اور فائدہ اس طریق کی استعانت کا یہ ہے کہ آدمی کو اوکوئی حاجت دینی کی حاجتوں میں سے اسکو بھی طرف کسیکے اور سبب حاصل کرنے اسباب اُسکے کے سنغرق نکرے اور باعث غفلت کا خدا کی طرف سے نہو جاوے بلکہ پیش آنا حاجتوں دنیاوی کا اُسکے حق میں حکم نماز کا بچڑے اور نظر اُس کی اوسباب سے منقطع ہو کر خالص سبب الاسباب کے ساتھ تعلق ہو اور یہ ہر گاہ کہ تمام اسباب اُسکے قبضہ قدرت میں ہیں اور اُسی کے ارادہ سے علیحدہ ہو جاتے ہیں تمام اسباب کے رجوع کرے فرغت حاصل آوے اور خصوصیت اسباب کی کہ اکثر باعث حسد و بغض اور طول امل و مداہنہ کی اُن آدمیوں کا جنکی طرف سے حصول اُن اسباب کا متوقع ہے نظر سے ساقط ہو جاوے اور ہم ہونا اسباب کا بلحاظ وزوال مرتبہ و ریاست کے عقل کے نزدیک ہلکا معلوم ہو اور چھوڑنا اُن کا دشوار نہو اور طریق دوسرا یہ ہے کہ بیچ استعانت کے ساتھ نماز کی حاصل ہونا مطلب کا بلحاظ میں نہیں ہوتا ہے بلکہ کھینچنا نفس کا ساتھ تعلم قوت کے طرف جناب کبریا خدائے تعالیٰ کے ہوتا ہے اور اسلئے کہ اکثر اوقات بیچ استعانت کے نماز کی حاصل نہیں ہوتا ہے اور اکثر یہ بسبب تنزل رسوم کے طرف شہوتوں کے ہوتی ہیں اسباب شہوتوں کے ہوتی ہیں جب کہ سوا اس عالم سے طرف عالم بالا کے کھینچا جاوے اور استغراق بیچ لذت مکالمہ و مناجات الٰہی کے اور حضور انوار جلال اسمعال اُسکے کی حاصل ہووے اور طرف سے غفلت آجاوے اور دنیا کی چیزوں سے خواہ درکار اُسکی ہوں یا نہیں خبر ہو جاوے جیسا کہ غمی ہاتھ کی ٹوٹی ہوئی کو وقت سینے زخم کے کیا ہوتے ہلی ہوئی اُسکی کے کوئی چیز خشک کی کھانے میں تلخ درد زخم اور ٹوٹ جانے ہڈی کے سے بیخبر ہوتے ہیں اسی جگہ جب چاہیئے دنیاوی نفس بیچ کشائش اپنی کے ڈالیں چاہیئے کہ اُسکو بیچ مطالعہ حسن محبوب حقیقی کے مشغول کریں تاکہ بسبب لذتوں مشاہدہ اُس جمال کے اپنے تئیں اور چیزوں کو فراموش کرے اور بسبب اُٹھانے لذتوں کے مکروہات اُسکی نظر میں خفیف دکھلائی دیویں اور بطریق اکثر معمول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی وہ ساتھ ذات پاک انہی کے یہی طریق برتتے تھے اور اس طریق کا نام قلندریہ کہتے ہیں کہ واسطے غفلت کے امور دنیا کے باوجود آوردگی کے کوئی علیج بہتر اس سے نہیں طریق خوف دلانے اور ڈرانے کا اور بیچ بنانا حسن آخرت کا اور بقا اُسکی اور قبح دنیا اور فنا اُس کی کا طریق وخواہ ہے کہ بہ کسی کو آسانی سے میسر نہیں ہو سکتا ہے اور شیطان بسبب لفاکہ نے شہوتوں اور وسوسوں کے اس لوگ چلنے سے اکثر شخصوں کو اکثر وقتوں میں مانع آتا ہے جیسا کہ کہنے والے نے کہا ہے **بیت** صمارہ ظلمت رسن داد بن نائی کہ دراز دوہ و بیم را و رسم پارسائی ہ پس یہ حکم شغل کا بیچ ہی جیسا کہ اصل اور اثبات یا اسم ذات کو واسطے پہنچنے کے شوق اور وجد کرنے نعروں کے تریاق مجرب ہے امام احمد اور ابو داؤد نے عذیفہ بن یمان سے روایت کی ہے کہ کان النبی صلے اللہ علیہ وسلم اذا حزنہ امر فزع الی الصلوٰۃ یعنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب غمگین ہوتے تھے اور کوئی امر درپیش آتا تھا تو التجا کرتے تھے طرف نماز کے اور نسائی اور ابن راجہ نے ساتھ روایت صہیب رومی کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ کان الانبیاء یفزعون الی فزعوا الی الصلوٰۃ اور ابن عساکر اور ابن ابی الدنیا ساتھ روایت ابی الدرداء کے لائے ہیں کہ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کانت لیلۃ یلج کان مفزعہا الی المسجد حتی تسکن واذا حلت فی السماء حدثین کسوف شمس او قمر کان مفزعہ الی الصلوٰۃ حتی یجلی یعنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو وقت رات کی ہوتی تھی رات کو ہو بخت واسطے اُسکے التجا کرتے تھے طرف مسجد کے یہانتک کہ ٹھہر جاتی تھی اور جو وقت پیدا ہوتا تھا آسمان میں کوئی جیسا گہن سورج یا چاند کا جمع کرتے تھے آپ طرف نماز کے یہانتک کہ صاف ہو جاتا تھا اور محب الدین طبری ساتھ روایت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے لایا ہے کہ جو وقت آنحضرت کے گھر میں فاقہ ہوتا تھا تو رات کو کچھ نہ کھاتے تھے اور بھوکے غلبہ کرتی تھی تو بار بار مسجد میں جاتے تھے اور نماز میں مشغول ہوتے تھے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ایک بیٹا اُنکے بیٹوں میں سے قریب مرنے کے ہوا اُنکو خبر ہوئی مگر خبر کے نماز میں مشغول ہوئے اور السامنا نماز میں استغراق کیا اور طول بجالائے کہ اُنکو کچھ خبر نہ ہوئی یہانتک کہ اُس لڑکے کو دفن کر کے آئے تو سوسو بوچھا فرمایا کہ مجلہ محبت اس لڑکے کی غالب تھی صبر اور پر مصیبت اُسکی کے تکرکنا میں لاچار حکم خدا کے ساتھ طرف نماز کے التجا کیا گیا میں اور تجربہ ہوا میں گویا اشارہ فرمایا طرف اسباب کے کہ نماز کو صبر سے اسوسلے کہ اس آیت میں ہو تکرار کیا یعنی جب صبر سے کار برآری نہو نماز میں کمال استغراق کے ساتھ التجا لیجاوے کہ وسوسوں عقل اور وہم کے سے بے خبر کرتی ہے اور رجوع کو ساتھ لانوں حضور کے پہنچتی ہے یہانتک کہ نجائش کسی خطرہ اور خیال کی اُسمیں نہیں رہتی ہے ای واسطے طریق پہلا استعانت بچڑنے فاقہ کے ساتھ واسطے عوام کے بیچ کسوف و خسوف اور نماز استسقا کے کہ وقت شدت قحط کے شروع ہے ظاہر کیا اور اس طریق دوسرے واسطے اُن لوگوں کے ہے کہ خاص اپنے تئیں واسطے اُنکے ظہر یا جیسا کہ فرماتے ہیں وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ یعنی اور تحقیق دل اور تمام شغول ظاہر اور باطن کے ہو در محبت مرتبہ بحر ریاست عبودیت اور فرمانبرداری اور مالک بنیاکے فنا دور کرے لِذِکْرِیْ یعنی اللہ تعالیٰ کی اور بجاری ہی بسی سے نہیں ہوتی ہے اِلَّا عَلَی الْخَاشِعِیْنَ یعنی مگر اُس گروہ سے کہ نگونسار تواضع اور خضوع اور رجوع الی اللہ کے ہوئے ہیں اور نفس اُنکا ساتھ توجہ الی اللہ کے تسکین قبول کرتا ہے اسواسطے کہ نماز اُنکے حق میں قرۃ العین ہے یعنی ٹھنڈک آنکھ کی جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بار فرماتے تھے وقرۃ عینی فی الصلوٰۃ اور جو وقت نماز میں گئے شاہد ہوتی تھا اور میسر ہوا اور بیچ لذت اُس مشاہدہ کے سب چیز و خوفراموش کی اور مدت دراز تک تراس لذت کا اُنکے نفسوں میں باقی رہا اور اگر بعضو کو یہ رتبہ حاصل نہو یا اُنکے نصیب نہو ہو سکتا ہے کہ اَلَّذِیْنَ یَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ یعنی وہ لوگ خیال کرتے ہیں بیچ وقت مشغولی نماز کے کہ وہ بیچ نماز کے ملاقات پروردگار اپنے کی کرتے ہیں اپنے تئیں کو دیکھتا ہے گو وہ اُسکو نہ دیکھیں اسکی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص بادشاہ کے دربار میں ساتھ اس وضع کے حاضر ہو کہ بادشاہ کو نہ دیکھے لا البتہ لذت حضور کی اُسکو حاصل ہوگی اور یہی خیال کرتے ہیں وَاَنَّهُمْ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ یعنی اور تحقیق وہ طرف پروردگار اپنے کے بیچ نماز کے بعضو کر نیوالے ہیں اور جب کسی کو رجوع طرف کسی شخص کے ہونا ہے ضرور ہے تفقدیں کہ چھوٹی چھوٹی چیزوں سے حاصل ہوتی ہیں نظر اپنی سے ڈالدیگا اور نہو تو میں بالکل دور ہو جاوینگی جیسا کہ کہنے

ٹالے نے کہا ہے بیت ہر آئینہ عشق یکے در دلش گرفت قرار ۔ ہزار بار و اور حدیث صحیح میں کہ بیچ صحیحین کے مذکور ہے کہ الاحسان ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک یعنی نیک کرنا عبادت میں ایسا خیال کرے تو کہ میں معبود اپنے کو دیکھتا ہوں پس اگر یہ بات تجکو میسر نہیں ہوتی تو تجکو چاہیئے کہ وہ تجکو دیکھتا ہے اور یہ بھی حضور میں کفایت کرتا ہے اور لذت بخشتا ہے اور ہر گاہ کہ تجکو یہ نسبت بنی اسرائیل کو طریق حاصل کرنے ایمان اور تقوی کا متلایا کہ وہ ہمہ اوقات و ہمہ احوال حضور اللہ تعالی کے ہے اور یہ طریق بہت مشکل اور بھاری ہے اسلیئے بیان فرمائے ہیں کہ اگر یہ راہ چلنا تم سے ممکن نہو تو راہ دوسری آسان زیادہ اُس سے تجکو بتلاتا ہوں اور وہ راہ شکر خدا کی ہے اسواسطے کہ حقیقت شکر کی لاحظہ کرنا نعمتوں منعم حقیقی کا ہے اور ملاحظہ نعمتوں کا باعث کثرت محبت کا ہے ساتھ منعم کے جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ جبلت القلوب علی حب من احسن الیہا یعنی پیدا کئے گئے ہیں دل اوپر محبت اُس شخص کے کہ احسان کرے طرف اُسکے اور کمال محبت مفید لذت ہی ہے کہ لذتوں اور خواہشوں کی چیزوں سے کامل اور قوی تر ہوتی ہے اور بلا اس لذت کے سب لذتیں کمتر ہوتی ہیں جیسا کہ بچہ خطاب فرما کر ارشاد کرتے ہیں یَابَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اذْکُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتُ عَلَیْکُمْ یعنی اے بیٹو یعقوب کے یاد کرو تم اُس نعمت میری کو کہ انعام کیا ہے میں تم اوپر تمہارا وہ ہے کہ بیچ شکر اُس نعمت کے اعمال نیکہ بجالاؤ اور اگر بلاحظہ دوسری نعمتوں سے عاجز آؤ تم نعمتوں کہ تمام نعمتوں کی جمع کرنیوالی ہے بلاحظہ کرو اور وہ نعمت ہے کہ چنیدہ تمکو سب فرقوں بنی آدم کے سے ممتاز اور مستثنے کیا ہے وَاَنِّیْ فَضَّلْتُکُمْ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ یعنی اور یہ کہ فضیلت دی میں نے تمکو اوپر تمام عالموں کے اسواسطے کہ تمہارے گروہ میں سے چار ہزار پیغمبر پیدا کئے ہیں اور توریت اور زبور اور انجیل اور دو صحیفے ابراہیم اور شیث کے اور بیچ ہاتھ تمہارے کے آئے ہیں اور بادشاہ عادل اور عالم باعمل بیچ تمہارے موجود کے پس تم سب فرقوں بنی آدم کے سے ساتھ اس بزرگی کے ممتاز ہوئے کہ کوئی فرقہ دوسرا اوسوقت تک جاگہ نزول وحی الہی کا اور مخزن کتابوں آسمانی کا اور جاننے والا اسرار احکام شرعیہ کا واقف اوضاع و اطوار نبیوں اور فرشتوں کے نہیں ہوسکا اور یہی فضیلت تمکو اور تمام موجودات کے اوسوقت تک حاصل ہے پس حق اوپر تمہارے یہ ہے کہ اوسوقت میں کہ وقت نزول کتاب جدید کا اور نبوت سید المرسلین کا ہے بھی سب خلق سے افضل ہو تم اور بیچ نصرت اس دین اور فرامبتر اوری اس کتاب اولین پیغمبری رہو تم تاکہ فضیلت تمہاری اوپر تمام عالموں کا اوسوقت کے بھی باقی رہے اور اس مرتبہ اور منصب کے ایسے کے کارخانہ ظرافت کا ہے اسکے معزول نہو تم مفسرین خطا ہر بر بیچ مضمون اس لفظ کے کہ فضیلت دی بنی اسرائیل کی اوپر تمام عالم کے ہے تردد کرتے ہیں اور حال یہ ہے کہ کچھ جگہ نزدیک نہیں اسواسطے کہ جسوقت فرقہ بنی اسرائیل کا پیدا ہوا ہے وقت خطاب تک کوئی فرقہ بیچ ان فضیلتوں کے ساتھ اُنکے شریک نہیں ہوا ہے آوے یہ بات کہ بعد کے بنی اسرائیل نے دعوت اس پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی قبول نکی اور ایمان اس کتاب کا اُنکو میسر نہ ہوا اس منصب کے گرے اور مانند اوآدمیوں کے ہوئے لیکن وقت مضمون کلام سے خارج ہے اسواسطے کہ تفضیل بنی اسرائیل کی اوپر تمام عالموں کے اوسوقت میں اس لفظ سے سمجھی نہیں جاتی ہے تاکہ محل نکال کا ہو اور تفصیل مجموع فرقہ بنی اسرائیل کی اوپر فرقوں سوا کے بیچ فضیلتوں بیان کئے ہوؤں کے قطعی ہے گو کہ بعضے نادان فرقے کے نے بسبب شامت نفس اپنے کے اُس فضیلت اپنی کو برباد کیا اور غافل السالفین کو پہونچے جیسا کہ قارون اور سامری اسواسطے کہ تفضیل کل فرقہ میں یہ ضرور نہیں کہ ہر ہر فرد اس فرقہ کا اور فرقوں سے افضل ہو جیسا کہ فضیلت فرقہ سادات کی باقی امت پر اس بات کو نہیں چاہتی کہ ہر شخص اس فرقہ کا غیر اپنے سے افضل ہو اسی مثالوں میں نظر ہدایت مجموعی کی طرف ہوتی ہے نہ ہر ہر فرد کی طرف اور اگر بنی اسرائیل کہیں کہ پہلوں ہمارے نے شکر ان نعمتوں کا بجا نہیں ادا کر لیا ہے اور اس مرتبہ کو بہو بچ گئے ہیں کہ اب جو کوئی اولاد امجد میں سے ہو اُنکے ساتھ وسیلہ بڑے اُس کو خوف باپ سے کا نہیں اور اُنکی شفاعت اُسکے حق میں کافی ہے جو نظر حرمت آبا کی کہ ہمارے بزرگوں کے حال پر مصروف ہوئی ہماری نجات میں کارگر ہوگی کہ نام اُنکا ہم لیتے ہیں اور نسل اُنکی سے ہیں کہتے ہیں ہم کہ ساتھ اس خیال کے فریفتہ مت ہو اور آخرت کے دن کو دنیا کے دن پر قیاس مت کرو وَاتَّقُوْا یَوْمًا یعنی اور ڈرو تم اُس دن سے کہ لَا تَجْزِیْ نَفْسٌ یعنی ادا نہیں کرنیکا کوئی نفس اگرچہ کیسا ہی کامل اور نہایت شکر گذار منعم حقیقی کا اور مقرب اُسکی درگاہ کا ہوا ہو عَنْ نَّفْسٍ کسی شخص کی طرف سے گو بیٹا حقیقی اُسکا ہو یا تمام عمر نام اُسکا لیا ہو اپنے تئیں اُسکی طرف نسبت کیا ہو اگر چہ شخص ناشکر ہے اور طریق کفر کا اختیار کیا ہو شَیْئًا یعنی کسی چیز کو حقوق شکر کے سے جو ذمہ اُسکے واجب الادا ہیں یعنی جو حق اُسکے ذمہ تھا دوسرے شخص پر حق اُسکی طرف سے ادا کرے اسواسطے کہ اوسوقت میں اپنا شکر دوسرے کو دینا ممکن نہیں وَلَا یُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ یعنی اور قبول کی جاوے گی اُس نفس شکر گذار سے سفارش اُس نفس تقصیر کرنیوالے کے حق میں جو ناشکر اور کافر ہوا وَلَا یُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ یعنی اور نہ لیا جاویگا اُس نفس شکر گذار سے فدیہ یعنی ناشکر اور کافر سے جو حق نعمتی اور ناشکری خدا کی ہوئی ہے اُسکے بدلے میں کوئی چیز دوسری دیوے گرانقدر سے گرانقدر وَلَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ یعنی اور نہ دان لوگوں کے اسواسطے کہ تقصیر شکر میں کرتے ہیں کوئی مددگار ہو کہ زور اور غلبہ سے عذاب کو اُن سے رفع کرے اور رستے دفع کرنے عذاب کے منحصر ان چار چیزوں میں ہیں یا ساتھ قہر اور غلبہ کے جیسے کہ کوئی زور سے اُس عذاب کو بڑھاوے اور سکو نصرت کہتے ہیں اور یا بغیر قہر اور غلبہ کے ہے اور وہ دو قسم ہے یا مفت بدون دینے کسی چیز کے خلاص کراوے اور یہ شفاعت ہے اور یا ساتھ دینے کسی چیز کے اور وہ بھی دو قسم ہے یا ساتھ دینے اُس چیز کے ہے کہ ذمہ اُسکے واجب تھی بعینہ جیسا کہ ادا کرنا قرض کا اور تاوان اور مال مصادرہ کا یا ساتھ دینے عوض کے خلاصی کراوے اور اُسکا نام فدیہ ہے اور ہر گاہ کہ یہ چاروں سلسلے خلاصی کے آخرت میں نیست و نابود ہیں پس بھروسا کرنا اُن میں غیر بیہودہ وجہ ہے اس مقام میں جاننا چاہیئے کہ منکران انکار شفاعت میں اُن آیتوں سے دلیل پکڑتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دن قیامت کے شفاعت ہوگی لیکن یہ نہیں سمجھتے ہیں کہ اس آیت میں نفی شفاعت کی اُسکے واسطے ہے کہ جس پر ہرگز شکر نعمت الہی کا نکیا ہو اور ایسا شخص اوکوئی نہیں مگر کافر اور شفاعت بیچ حق کافر کے بالاجماع مقبول نہیں ہے اُس میں جگہ بحث اور نزاع کی نہیں باقی رہی اس جگہ کئی سوال جواب طلب ہیں اول یہ کہ بیچ نفی شفاعت اور فدیہ کے تاکید ساتھ ضمیر کے نفرمائی اور بیچ نفی نصرت کے تاکید ساتھ لفظ ہم کے ارشاد کی اس طریق کے بدلنے میں کیا نکتہ ہے جواب اسکا یہ ہے کہ لانا ضمیر کا بیچ ایسے مقام کے فائدہ حصر کا دیتا ہے جیسا کہ بیچ بحث ما انا قلتک معذرہ ہے پس معنی کلام کے یہ ہوگئے کہ نصرت نہ دینی مخصوص ساتھ کے فروتنے ہے اور مسلمانوں کے واسطے اُن میں نصرت ہوگی

اسواسطے کہ انتقام انکا اُنکے دشمنوسے قرار واقعی پس گے جیسا کہ دوسری آیتوں میں صراحۃ مذکور ہے کہ انا لننصر رسلنا والذین امنوا فی الحیوۃ الدنیا ویوم یقوم الاشہاد ویوم لا ینفع الظلمین معذرتہم ولہم اللعنۃ ولہم سوء الدار یعنی تحقیق نصرت کرینگے ہم رسولوں اپنے کی اور اُن لوگوں کی جو ایمان لائے ہیں دنیا میں اور روز قیامت جس روز کہ کھڑے ہونگے گواہ اور نہ قبول کرنا شفاعت کافروں کا بحکم ہوا اور لینا فدیہ اور چھٹی کا کسی واسطے خواہ مؤمن ہو خواہ کافر خواہ صالح ہو خواہ فاسق ہرگز نہ ہونگے اس واسطے جگہ ضمیر حصر کی ہے اگر سوال دوسرا پیدا ہو کہ اس آیت میں قبول شفاعت کو اور فدیہ لینے کے مقدم فرمایا اور دوسری آیتوں میں کہ ترتیب اسکے برعکس ہے تو اسکے دو جواب ہیں ایک یہ کہ ترتیب میں نکتہ کیا ہے جواب اسکا یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی بلا میں گرفتار ہوتا ہے اور چاہتا ہے کہ خلاصی اُسکی کسی کے ہوتے ہیں کوشش اُن کی اسی ترتیب کے ساتھ ہوتی ہے کہ اول جو اُسکے ذمہ حق ہے اُسکے ادا کرنے میں کوشش کرتے ہیں جب اس تدبیر سے بھی عاجز ہوتے ہیں کچھ عوض اور فدیہ اُس کی خلاصی کا دیتے ہیں اگر یہ بھی کارگر نہیں ہوتا سب بھائی اور عزیز جمع ہو کر سفارش کرتے ہیں اور اگر اس سے بھی کام نہ چلے تو اُسکے چھڑانے کی امید نہیں رہتی اور دوسرا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں یہ ترتیب کہ کثیر الوقوع تھی منظور ہوئی اور چونکہ بعضے شخص محبت مال کی دل میں بہت رکھتے ہیں اور کم ہمت ہوتے ہیں اور سفارش کرنیوالوں کا احسان اُٹھانا اور عار اُس کی اقتدا کرنی نسبت مال خرچ کرنیکے خفیف سمجھتے ہیں اور جب تک ہو سکتا ہے مال کو بچانے میں مانگے ناموس باقی رہے یا نہ رہے ایسے گونہ کا قاعدہ یہ ہے کہ اول حیلہ سفارش اور سیکا کھڑا کرتے ہیں بعد اُسکے جب دیکھتے ہیں کہ بسبب اس حیلہ کے کارسازی ہوئی لاچاری سے فدیہ دینے پر مستعد ہوتے ہیں اسیواسطے دوسری آیت میں یہ ترتیب کہی تاکہ اشارہ طرف حال ولوں فریق کے ہو جاوے لیکن کثرت کی رعایت کر کے پہلی ترتیب کو مقدم کیا اور دوسری ترتیب کو موخر فرمایا کہ نادر الوقوع ہے اور کلام پست ہمتوں کا ہے قابل تقدیم کے نہیں سوال تیسرا یہ ہے کہ بیچ مقام نفس شفاعت اور نفی فدیہ کے اوپر چیز مفرد کے کفایت فرمائی ہے اور بیچ مقام آخر کے ضمیر جمع کی لائے اور اس طرح نفرمایا ولا ینصرا احدا احدا جواب اسکا یہ ہے کہ نصرت کو تو ہمراہ لازم ہے کہ تنہا ایک شخص کسی کی نصرت نہیں کر سکتا ہے اور جب اشخاص دو سے زیادہ قصد نصرت کے واسطے نصرت کے جمع ہوتے ہیں ہر ایک ہر ایک کی مدد کرتا ہے پس مدد کرنیوالے بھی بہت ہوئے تو نصرت جتنی کی وہ بھی بہت ہوئے اس نکتہ کے واسطے ضمیر جمع کی جمع کر کے لائے گویا اشارہ فرماتے ہیں طرف اس بات کے کہ اگر سب گنہ گار مل کر چاہیں کہ کوئی اُنکی نصرت کرے اور اس صورت میں نصرت اُنکی سہل ہو کر خود ہم جماعت کثیر ہیں قوت مقابلہ کی رکھتے ہیں چاہیئے کہ دوسرا شخص اس حال میں اُنکی نصرت کو قبول کرے لیکن اسپر بھی کوئی قبول نہ کریگا چاہیئے اسکے کہ تن تنہا نصرت کا خواہاں اور طالب ہو اُس کی نصرت کرنی بہت مشکل ہے سوال چوتھا یہ ہے کہ یہ آیت بظاہر دلالت کرتی ہے اوپر اسکے کہ شفاعت کسی کے واسطے نہ ہوا سواسطے لفظ نفس کا دو جگہ اور شیئا کا عام واقع ہوا پھر اسپر نفس میں تعمیم نفس شفاعت کرنیوالے کی ہوئی اور دوسرے نفس میں تعمیم اُس کی کہ جسکے واسطے شفاعت ہو اور شیئا میں تعمیم اُس چیز کی کہ جس میں شفاعت کیجاوے حاصل یہ ہوا کہ کوئی شفاعت کرنیوالا کسی شخص کا اور کسی امر کے واسطے شفاعت نکرے اور حال یہ ہے کہ اہل ملت کا اتفاق ہے اسبات پر کہ فی الجملہ شفاعت ضرور ہوگی بعترلہ بیچ حق خیر صاحب کبیرہ کے شفاعت جائز رکھتے ہیں اور اہل سنت صاحب کبیرہ کے حق میں بھی کہتے ہیں الا کافر کو کوئی شخص قابل شفاعت کا نہیں جانتا ہے جواب اسکا یہ ہے کہ آیتیں اور بہت حدیثیں شفاعت کے ہونے پر دلالت کرتی ہیں پس تخصیص اس آیت کی ضرور ہے اہل سنت کہتے ہیں کہ خاص کافر کی شفاعت نہ ہوگی اھ کہتے ہیں کہ معنی اس آیت کے یہ ہیں کہ شفاعت بے حکم الٰہی کے اُس کو قبول نہ ہوگی سلف دلیل اسکے کہ بہت آیتوں میں نفس شفاعت کو مقید ساتھ اس قید کے فرمایا ہے مانند یومئذ لا تنفع الشفاعۃ الا من اذن لہ الرحمن ورضی لہ قولا ومن ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ ومن حمیم ولا شفیع یطاع ولا تنفع الشفاعۃ عندہ الا لمن اذن لہ اور حدیثوں متواترہ سے ثابت ہوتا ہے کہ سوا کافر کے بیچ حق گنہگار کے بحکم شفاعت کا ہوگا پس معلوم ہوا کہ بالکل محروم شفاعت سے فقط کافر ہیں اور مناسب مقام کے بھی نفی اسی شفاعت کی ہے اسواسطے کہ اس کلام کو واسطے رد کرنے خیال فاسد اہل کتاب کے اور جو ہم مذہب اُنکے ہیں لائے ہیں کہ یہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ہمکو والد بھینکی ہیں اور فرقہ کے ساتھ توسل ہمارا ہے ہمکو خوف مواخذہ اور باز پرس کا نہیں ہے اور جانتے ہیں کہ باوجود کفر اور دوسری بدیوں کے بھی بزرگ ہمارے ہمکو عذاب آخرت سے چھڑا لیں گے اور طریق دور کرنے اس خیال کا یہ ہے کہ جو شفاعت کہ ہمارے ذہن میں ہے اُسکے اوپر نہ رہیو مت ہو اسواسطے کہ ایسی شفاعت اُسدن میں نہیں ہونیکی بلکہ شفاعت ہر شفیع کی اُسدن میں موقوف اوحکم الٰہی کے ہوگی اور جبکہ شفاعت اوپر حکم الٰہی کے ہوئی جگہ اتہا کی نہ رہی اسواسطے کہ فقط وسیلہ شفیع کا اس امر میں کفایت نہ کریگا بلکہ حکم الٰہی بھی مدار ہے اور اُسکا دونوں طرح احتمال ہے چاہے ہو اور چاہے نہ ہو پس چاہیئے کہ محض توسل کے ساتھ نازاں مت ہو کہ یہ توسل سبب متصل نہیں واسطے بعضے مفسرین نے ضمیر منہا کی بیوم لا یقبل منہا شفاعۃ ولا یوخذ منہا عدل اُنکی طرف نفس تصویر ادراک کی ہے اور یوں کہتے منہا تقید شفاعت بہ نفسہ کے یعنی قبول نہ ہوگی وہ شفاعت کہ اس نفس تصویر ادراک کے وسیلہ اور فریاد اور زاری اور عاجزی اسکی سے وہم کیجاوے جیسا کہ دنیا میں ہوتا ہے اور اس صورت میں اگلی پچھلی ضمیروں میں انتشار بھی نہیں ہوتا باقی سب چیزیں ایک شئے کی طرف جمع ہو جاوینگی اور نفی شفاعت کی بھی بالکل لازم نہیں آتی ہے اور اگر حقیقت شفاعت کی غور سے معلوم کریں نہ مذہب اہل سنت کا مانند آفتاب کے روشن ہوتا ہے اسواسطے کہ حقیقت شفاعت کی یہ ہے کہ کمال نفس کا بالمناسبہ کا کشادگی پیدا کرے اور نقصان نفس ناقصہ کے تمیں اپنے اندر لے اور نقصان اُنکا بیچ محض کمال اُنکے کے جاوے پس مدار شفاعت کی اور دو چیز کے ہے اول سبات ہر کہ کامل ہو گا کمال منتشر اور فرمان روا ہو جاوے کہ تا قیامت کے دن حاصل نہ ہونے اُسکے کا محض عنایت اور فضل اپنے سے بسبب قبول کرنے عمل اور کوشش کی کے وعدہ کیا ہے اسواسطے کہ انتہا عمل اور کوشش کا حاصل کر نا کمالات کا ہے اسواسطے کہ اُن کمالات میں پیرو اپنے کو بھی داخل کرے کہ اُنکے نقصانوں کو چھپالے اور کمال کے رنگ میں ظاہر کرے اور یہ تبعہ فقط اُسکے فضل پر موقوف ہے اور اسی بسط اور احاطہ پر ہی کہ شریعت میں اذن اور حکم کے ساتھ تعبیر فرمایا ہے دوسرے جو نا قصہ کا تابعداری کرنیوالوں اہل کمال میں سے اور یہ امر بغیر ایمان اور صحت عقائد کے محال ہے اور سکوت شریعت میں ساتھ اس عبارت کے تجویز فرمایا ہے کہ فرار منافق کو ایسے شفاعت نہیں جیسا کہ بیچ

فصل بیان شفاعت

آیت ماکان للنبی والذین آمنوا ان یستغفروا للمشرکین ولو کانوا اولی قربی یعنی نہیں لائق ہے واسطے نبی اور مسلمانوں کے کہ مغفرت چاہیں واسطے مشرکوں کے اگرچہ اُن کے قرابتی ہوں اور ولا یصل علی احد منھم مات ابدا ولا تقم علی قبرہ انھم کفروا باللہ ورسولہ کے معنی یہ ہیں نہ دعا کر تو واسطے کسی کے اُن میں سے کہ مرگیا ہمیشہ اور نہ کھڑا ہو اوپر قبر اُسکی کے تحقیق یہ لوگ منکر ہیں اللہ کے اور رسول اُسکے کے اور جو تحقیق فلاسفہ کے نے تحقیق معنی شفاعت کے کہے ہیں وہ بھی تائید کرنے والے اسی تقریر کے ہیں کہا ہے اُنہوں نے کہ حصول واجب الوجود کا فیض عام ہی قصور جو کچھ ہے قابل کی طرف سے ہے اور جائز ہے یہ بات کہ کسی فرد کو افراد میں سے صلاحیت فیض لینے کی بلا واسطہ جناب الٰہی سے نہ ہو اور وہ فرد اس کا ملین کے واسطے سے اُس فیض کو قبول کر سکتا ہے پس وسائل قابل درمیان اُس شخص کے اور ذات عام الفیض باری کی ہو جاتے ہیں اور یہی مثال ایسی ہے کہ آفتاب روشن نہیں کرتا بلکہ مقابل اپنے کو اور آفتاب کے فیض میں مقابلہ ضرور ہے یعنی جس شے پر اُسکی روشنی پڑے اُسکے سامنے ہو اور بعضی چیزیں جو اُسکے مقابل میں نہیں ہوتی ہیں جیسا کہ گھر کی چھت اس فیض سے وہ محروم ہے لیکن جب ایک طشت بھرا ہوا پانی صاف کا آفتاب میں رکھیں شعاع آفتاب کی اُس پانی صاف سے طرف چھت کے منعکس ہوگی اور اُسکو روشن کریگی پس ارواح انبیاء کے مانند پانی صاف کے درمیانی ہیں واسطے بخشش الٰہی کے جیسا کہ پانی صاف شعاع آفتاب کو طرف چھت کے پہونچا دیتا ہے ایسی ہی یہ روحیں رحمت الٰہی کو عام مسلمانوں کی طرف پہونچاتی ہیں مگر اسپر بھی استعداد قبولیت نور کی شرط ہے یہانتک کہ اگر چھت استعداد روشن ہونیکی مطلق نہ رکھے تو پانی صاف کی وساطت سے بھی روشن نہ ہوگی مانند اس فرد کے کہ استعداد اُسکی برہم ہو کر بے نصیب ہوگی اور ہر چند کہ چھت مقابلہ آفتاب سے محروم ہے لیکن وسط پانی کے مقابلہ میں ساتھ کمال حصہ کے ہے اور بسبب اسی مقابلہ کے چھت کی روشنی پائی گئی اور جو کوئی کہ ایمان ساتھ نبیوں کے نہ رکھے مانند اُس چھت کے ہے کہ ساتھ پانی صاف کے بھی مقابلہ اُسکو حاصل نہیں اس صورت میں پانی کے سبب سے بھی روشنی اُس چھت کی تصور کرنی خیال خام ہے حاصل یہ ہے کہ نبی اسرائیل کو مانند اس خیال خام کے کہ رکھتے ہیں ماپوس کرنے کے واسطے تاکید نعمتونکی اور ڈرکر بعضی نعمتونکا کہ اُنکے اسلاف پر مبذول ہوئی تھیں یاد دلاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تم سب نعمتوں میں سے اُن نعمتونکو یاد کرو کہ نمونہ دن قیامت کا تھا اور کوئی شخص زندوں اور مردوں سے تمہاری فریاد کو نہیں پہونچتا تھا اور ساتھ کسی وجہ کے اعانت اور امداد کی وجوہ سے خلاصی تمہاری نہیں ہو سکتی تھی وَاِذْ نَجَّیْنٰکُمْ یعنی اور یاد کرو تم اُس وقت کو کہ جسنے خلاص کیا اور نجات دی جسنے تمکو ساتھ قوت اپنی کے نہ کسی اور یا باپ دادوں تمہارے اور یار دوستوں تمہارے کے اور واسطے اشارہ کرنے کمال قوت کے ضمیر جمع کی کہ صیغہ جمع متکلم مع الغیر کا ہے اختیار فرمایا ہے والتزام رجوع یا بنی اسرائیل پہلے سے اس جگہ یک صیغہ متکلم واحد کا مستعمل ہوا تاکہ توحید طرف باری تعالےٰ کے بہ جمع لشکر کے اور ایمان لانے کے ساتھ آیتوں منزلہ اُسکی کے سمجھی جاوے۔ مِنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ یعنی ساتھوں یا بعون فرعون کے سے کہ بے شمار تھے اور ذکر تابعین کا کیا باوجود زمرے کے کہ باعث بدسلوکی کا اصل میں فرعون تھا واسطے اشارہ کے ہے طرف اسکے کہ بوجہ ساتھ کسی فرقہ کے بدی کا ارادہ کرنا ہے اور وزیر و امیر اور اوتابعین باطن میں خیر خواہ اُس فرقہ کے ہوں تو اس صورت میں مصیبت اُنکی اہل ہوتی ہے اسواسطے کہ ارادہ اُس بدی کا بغیر شارکت اور معاونت ملازمین کے چندان پیش نہیں جاتا ہے اور اس تابعین فرعون کے نے بھی فرعون سے زیادہ مکر اور بد اندیشی اس فرقہ کے باندھی تھی اور بسبب سرپرخاش ہونیکے یَسُوْمُوْنَکُمْ یعنی پہونچاتے تھے تم لوگوں کو سُوْٓءَ الْعَذَابِ یعنی برا سخت عذاب اس طرح سے کہ یُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَکُمْ یعنی بہت ذبح کرتے تھے بیٹوں تمہارے کے اور یہ عذاب سخت تر عذابوں میں سے ہے اسواسطے کہ ہلاک کرنا بیٹوں کا صعب نیست اور نابود ہونے اُس فرقہ کا ہے اور یہی ہے کہ اگر مرد رہیں عیشت عورتونکی بہت مکدر ہوتی ہے اسواسطے کہ کسب و تلاش معاش کی ذمہ مرد کے ہے اور بھی قتل کرنا اولاد کا بعد اسکے کہ اگو شش اور مشقت مدت تک بہ حمل اور پیٹ میں رہنے اُسکے کھینچی ہو اور وقت پیدا ہونے اُسکے کی امید قوی بہ نفع لینے کے اُس سے ہووے موجب نہایت کاہش روح کا ہے اور بھی جنس بیٹیکی باعتبار جبلت زیادہ محبوب اور مرغوب ہے جنس لڑکی کی سے یہانتک کہ عرب کہا کرتے تھے بیت مرد ران ما لھا تالث حیوۃ البنین وموت البنات یس بہ ذبح کرنے بیٹوں کے درعقل بھی ہے اور رو طبیعی بھی ہے اور رو انوالم کمال شدت کو پہونچے اور کاش توابع فرعون کے تمام اولاد تمہاری کو خواہ لڑکے خواہ لڑکیاں قتل کرتے کہ بسبب اُسکے بعضی مصیبتیں ہلکی ہوتیں لیکن وہ فقط لڑکو کو مارتے تھے وَیَسْتَحْیُوْنَ نِسَآءَکُمْ یعنی اور زندہ چھوڑتے تھے لڑکیوں تمہاری کو اور لڑکیاں ہر چند کہ بتدا پیدائش میں محو بے مصرف ہوتی ہیں اور بیاری بیاری باتوں سے فرلفتہ کرتیں لیکن بعد جوانی کے کہ وہ لڑکیاں بالغ ہوئیں اور ناکتخدا باقی رہیں طرح طرح کی نگہداشت کی طرف سے بھی سخت اخراجات اور مفقود الکم اور بھی اس جہت سے کہ دشمنی کے تحت میں آوینگی اور نہایت ذلت اور عدالاحق ہوگی باعث کمال غم اور الم کا ہونگی اور اسلئے جتلانے اسی نکتہ کے کہ وبستحیون نساءکم فرمایا اور یذبحون (جسکا مکرر نفرمایا) اور تفصیل اس مقام کی یہ ہے کہ کمال مشقت اور رنج بیٹوں کے مرنے کا بیچ وقت صغر سنی کے ہے کہ اُنتک قابل عقوق اور نافرمانی کے نہیں ہوئے اور امید منفعت کی اُن سے بجمیع الوجوہ برقرار ہے اور میل طبیعت کا اُنکی حرکتونکی طرف بدرجہ کمال اور نہایت مشقت اور رنج بیچ زندگی لڑکیونکے اور وقت بلوغ اُنکے کے ہر کہ اس وقت میں طبیعت نکی طرف مائل نہیں رہتی ہے جیسی کہ حالت لڑکا پن میں طبیعت کو خوش آتی تھیں اور طرح کی ذلتیں اور خرابیاں جنسے تہوم کرتی ہیں پس اگر ین یذبحون (جسکا مکرر وبستحیون نساءکم فرمانے سے بتانا کہ یذبحون بتانا کہ یذبحون بتانا کہ یذبحون فرمانے سے یہ شدت عذاب کی مفہوم نہ ہوتی بات تو ایک سوال جواب طلب وہ یہ ہے کہ اس سورۃ میں یذبحون بدون واو کے واقع ہوا اور سورۂ اعراف میں بھی یقتلون بغیر واو کے مانند اسی سورۃ کے واقع ہوا اور سورۂ ابراہیم میں ویذبحون واو کے ساتھ آیا ہے وجہ اسکی کیا ہے جواب اُسکا یہ ہے کہ وسیمونکم سوء العذاب کو اس سورۃ میں اور سورۂ اعراف میں ساتھ قتل اور ذبح کرنا اور بعد اُسکے کے تفسیر فرمایا ہے پس حاجت واو کی نہیں بلکہ واو کا لانا محل مطلب سے اسواسطے کہ تفسیر اور تفسیر

دونوں ایک چیز ہیں درمیان اُنکے مغائرت نہیں تاکہ گنجائش حرف واو کی ہو اور سورۂ ابراہیم میں یہ مونکم سوء العذاب سے اور تکلیفات شاقہ مراد کہی ہیں کہ فرعون کے متعلقین سے بعض فرقہ بنی اسرائیل کے قبطی تھے بعضی اُن تکلیفاتوں میں سے یہ ہیں کہ جو لوگ اُن میں سے بر بست و رفوت والے تھے اُنکو خدمت چھوڑنے کے اُٹھا دیکی بیاہ و نہیں کو اسطے عمارت باغوں اور عبادت فرعون کے مقرر کی تھی یہانتک کہ ہاتھوں اور گردنوں پر ختم ہو گئے تھے اور پٹھیلیں اُن کی بھی مجروح ہو گئی تھیں اور جو لوگ اُن میں کمزور تھے اُنکو واسطے لیجانے چھوٹے چھوٹے پتھروں کے اور گارے کے قرار دیا تھا اور بعضونکو ان میں سے واسطے بنانے کچی اینٹوں اور پکانے اُنکے کے آوہ میں معین کیا تھا اور جوان سب سے ضعیف ہوتا تھا اور کسی کام میں نہیں آتا تھا اُسکے سر پر جزیہ مقرر کیا تھا کہ سال بسال اور ماہ بماہ اور کرے اور بنی اسرائیل کی عورتونکو بطریق بیگار کے واسطے کاتنے کے کتان کے اور بننے کپڑوں کتانی کے اور بعضونکو واسطے اور کاموں ذلیل اور ناچیز ونکے ٹھہرایا تھا یہانتک کہ مرد اور عورتیں بنی اسرائیل کی اس حالت سخت میں آرزو موت کی کرتی تھیں اور زندگی اپنی سے بیزار ہوئی تھیں اور یہ بات ظاہر ہے کہ مارنا بیٹو نکا اور یہ چیزیں آپس میں مغائر ہیں واسطے تکے درمیان مفہوم جمع نون جملونکے لانا حرف واو کا کہ دلالت اُوپر لیکے کرتا ہے ضرور پڑا تا رہی یہ بات کہ اس جگہ کو واسطے جملہ بدا بجون کو تفسیر لیسومونکم کی گردانا اور سورۂ ابراہیم میں کو واسطے تفسیر مقرر کیا اور مغائر اُسکے ٹھہرایا اور بلاؤں میں شمار کیا پس وجہ اسکی یہ ہے کہ اس سورہ میں اور سورہ اعراف میں یہ دونوں جملے جملہ کلام الٰہی کے سے واقع ہوئے اور حق تعالیٰ کو بسبب کمال مہربانی اور رحمت کے کلام اور جمال بندو سے رکھتا ہے شمار کرنا نعمتوں اور بلاؤں کا منظور تر پڑا واسطے کہ یاد دلانا بلا کا یہی ایک قسم کا عذاب ہے اور سورۂ ابراہیم میں یہ دونوں جملے حضرت موسیٰ کے کلام میں واقع ہوئے اور حضرت موسیٰ کو حکم تھا کہ تمام نعمتوں اور شقتوں کو بنی اسرائیل کو یاد دلاویں کہ فرمایا ذکرھم بایام اللہ اور یہی کلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہمعصروں اپنے کے تھا کہ تمام شقتوں اور نعمتوں سے واقف تھے اور یہ کلام بخلاف سابقین کے بنی اسرائیل کے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھے کہ ہرگز انھوں نے مشقتیں نہ دیکھی نہیں بلکہ اکثر انہیں سے اُن مشقتوں اور نعمتوں سے واقف ہی تھے مگر مشقت قتل بچوں کی کہ یہ حال ان میں بطریق تواتر کے رائج اور مشہور ہوا تھا ضرور اسی مشقت کا فقط ظاہر کرنا منظور ہوا اور حقیقت میں یہ بڑی مشقتوں میں سے اور خلاصہ بلاؤ نکا تھا جیسا کہ فرماتے ہیں وَفِیْ ذٰلِکُمْ یعنی اور بیچ اس کے کہ مارنا بیٹو نکا اور باقی کہنا لڑکیونکا ہوا بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ عَظِیْمٌ یعنی آزمایش تھی یہ پروردگار تمہارے سے بہت بڑی واسطے کہ ساتھ اس مرتبہ کے مسلط کرنا دشمن کا کہ بیٹو نکو جو سے عزیز ہیں مبادا کرے موجب کمال لذت اور رسوائی اور رنج اور اندوہ کا ہے اور یہ تمام واسطے تھا کہ خلاصی بعد اس بلا عظیم کے تمہاری نظر میں عظمت پیدا کرے اور قدر اُس نعمت کی جانو تم اور یہی سمجھو کہ جو کوئی بلا سخت پر صبر کرے مستحق بڑی جزا کا ہوتا ہے خصوصاً بیچ دار الجزا کے اور یہ بھی جانو تم کہ سوائے ذات پاک خدائے تعالیٰ کے دنیا کی سختیوں میں بھی کوئی کام نہیں آتا ہے اسواسطے کہ اُن وقت میں کوئی زندوں اور مردوں میں تمہاری فریاد کو نہ پہونچا اور نہ تمکو ہاتھ فرعون اور فرعونیونکے سے ساتھ زور اور غلبہ کے خلاص کیا اور نہ بدلے تمہارے اور کسیکو اس سختیوں اُٹھا نیکو لاوے یا اوسکو سختیں تمہاری اپنے اوپر لیں پس جبکہ دنیا میں کہ وقت اعانت اور نصرت ایک سر کیا ہے کوئی تمہارے کام نہ آیا آخرت میں کہ وقت نفسی نفسی کا ہے تو قع امداد اور اعانت کی غیر سے کہنی خیال خام تمہارا ہے اور وبہ عداوت فرعون اور فرعونیونکی ساتھ فرقہ بنی اسرائیل کے یہی فرعون کہ نام اُسکا ولید بن مصعب تھا اور اُسکا واسطے روشن چہرہ اُسکے کے قابوس لقب کیا تھا اسواسطے کہ قابوس بیگاری زردشن کو کہتے ہیں اور اسواسطے کہ وہ بادشاہ ملک مصر کا تھا اُسکو فرعون کہتے تھے کہ اس لفظ کے معنی قبیلوں کے لغت میں بادشاہ کے ہیں جیسا کہ لفظ سلطان کا بیچ لغت عرب کے اور لفظ شاہ کا بیچ لغت فارسی کے اور لفظ راجہ کا بیچ لغت ہندی کے جب ملک مصر پر قابض ہوا اور سامان مرتبہ اور حشمت کا اُسکو میسر ہوا تو سب سے پہلے یہ بات ٹھہرائی کہ تمام عالیانی سے لیکر اعلیٰ تک میرے واسطے سجدہ کیا کریں چنانچہ اول اُسکو ہامان نے سجدہ کیا بعد اُسکے اور امیروں اور سرداروں نے سجدہ کیا اور جو لوگ دُور دُور تخت اُسکے سے بیٹھتے تھے اُنکے واسطے تصویریں اپنی شکل کی سونے کی بنوا کر اور تختوں ہاتھی دانت اور آبنوس اور چاندی کی قائم کر کے اور گرد اگرد اُن درختوں کے درخت سنہری تن کے کہ پتی اُنکی زمرد سے بنائی اور ہر ہر شاخ اُنکی کے جانور چاندی کے تیار کر کے اور چونچ اُن جانورونکی یاقوت جواہر سے درست کر کے جھلا دیئے اور ہر جانور میں ایسی ترکیب کی تھی کہ جو تخت اُسکو خادم اُس تخت کے حرکت دیتے اُنکے پیٹ میں سے یہ آواز نکلتی کہ اے لوگو فرعون خداوند تمہارا ہے واسطے اُسکے سجدہ کرو اس آواز کو سنکر آدمی قصبوں اور گاؤں کے بے اختیار سجدہ کرنے لگے اور جو وقت تمام اہل مصر فرعون کی پرستش میں گرفتار ہو گئے بنی اسرائیل نے اُنکی اور سجدہ نکیا فرعون نے مزاروں اُنکے کو بلوا کر تنبیہ سے کہا کہ تم میرے واسطے سجدہ نہیں کرتے ہو اور میری تصویر وتخت بھی نہیں پوجتے ہو معلوم ہوتا ہے کہ زندگانی تمہارے اوپر بھاری ہے اور مجلو کو اور میری تصویر کو سجدہ نہ کرو گے تو کو ساتھ طرح طرح کے عذاب کے تکلیف دونگا یہ کہا اور جلاد ونکو معہ تمام سامان عذاب کر نیکے اپنے روبرو بلایا اور بنی اسرائیل کو ڈرایا بنی اسرائیل کے سرداروں نے کہا کہ عذاب فرعون کا زیادہ ایک ساعت سے نہ رہیگا اور عذاب خدائے تعالیٰ کا ہمیشہ رہنے والا ہے بہتر یہ ہے کہ فرعون کے عذاب پر صبر کرو اور اُسکے واسطے سجدہ نکرو تمام فرقہ بنی اسرائیل کے نے اوپر اسی ارادہ کے اتفاق کیا اور فرعون سے ظاہر کہا کہ ہمکو سوائے خدائے تعالیٰ کے دوسرے کو جائز نہیں ہم ہرگز تجکو سجدہ نکرینگے جو چاہے سو کر فرعون نے تانبے کی دیگیں اور لوہے کی منگوا کر اور اُن دیگوں میں زیتون کا تیل اور گندک ڈلوا کر آگ پر کہلکہ گرم ہو گئیں اور تیل اور گندک جوش کرنے لگی بنی اسرائیل کو اُن دیگوں میں ڈلوانا تھا اور جلوا تا تھا اور بنی اسرائیل ہرگز اسکو سجدہ نہ کرتے تھے اور اس عذاب پر صبر کرتے تھے اور کہتے تھے کہ پروردگار ہمارا وہی خدا ہے کہ پروردگار ابراہیم و اسحاق اور یعقوب کا تھا ہمارا ولی اور پرورندگار اپنے کے ایمان کہتے ہیں یہانتک کہ انبوہ کثیر بنی اسرائیل سے جلائے گئے ہامان کہ وزیر فرعون کا تھا واسطے سفارش کے اُٹھا اور عرض کیا کہ بادشاہ ابھی اُنکو مہلت فراوے تاکہ سوچ سمجھ کر حکم بادشاہ کا قبول

بیان اقسام مغائرت کہ فرعون بنی اسرائیل کو دیتا تھا

بیان وجہ تسمیہ فرعون اور فرعونیوں کے ساتھ فرقہ بنی اسرائیل کے

کریں فرعون اُسکے کہنے سے جانے سے باز رہا لیکن اس فرقہ پر بیگاریں کہ پہلے ذکر آچکا ہو چکا مقرر کیں یہانتک کہ فرعون نے تین رات دن خواب ہشت ناک اور وحشت میں ڈالنے والے دیکھے کہتے ہیں کہ ایک آگ اُسکو خواب میں نظر آئی کہ تمام شہر مصر اور قبطیونکی ملک کو جلاتی ہوئی چلی آتی ہے اور جبکہ محلہ بنی اسرائیل میں گذرتی ہے کسی کو نہیں جلاتی ہے اور بنی اسرائیل کے محلہ میں سے ایک بڑا اژدہا نکلا اور فرعون کے اُوپر دوڑکر اُسکے تخت کے اُوپر سے اوندھا ڈالدیا فجر کو اُٹھا تو نجومیوں اور تعبیر دینے والونکو جمع کرکے تعبیر اس خواب کی پوچھی سبنے کہا کہ بنی اسرائیل میں ایک لڑکا پیدا ہوگا کہ اُسکے سبب سے بادشاہت تیری زوال قبول کریگی فرعون نے جب یہ تعبیر سنی کہ تو ال شہر کو بلوا کر حکم فرمایا کہ ایک ہزار پیادہ بنی اسرائیل کے محلہ میں مقرر کرے اور ہزار دائیاں ہمراہ اُن کے کہ جس نالکہ بنی اسرائیل کے گھروں میں تلاش کریں اور جس گھر میں دیکھیں کہ بیٹا پیدا ہوا اُسکو مار ڈالیں اور لڑکیوں کو چھوڑ دیں چونکہ جسکے حکم فرعون کے دو برس تک کسی طرح کا ظلم بنی اسرائیل پر جاری رہا جب تیسرا سال ہوا عاقمہ نام عمران کی بی بی کا تھا اور عمران بنی لاوی کے سرداروں میں سے تھا اور لاوی بڑا بیٹا حضرت یعقوب علیہ السلام کا پانچ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نانا تھا جب عاقمہ کے پیٹ میں رہے اور دائیاں فرعون کی ہر روز اُنکے گھر میں اور پیادے دروازے پر تلاش کیا کرتے تھے جب تولد حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قریب ہوا ایک دائی نے فرعون کی دائیوں میں احتیاط کے واسطے اُنکے گھر میں رہنا اختیار کیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام رات کے وقت پیدا ہوئے بحر پیدا ہونیکے کہ آنکھ دائی کی اُنکے چہرہ مبارک پر پڑی بے اختیار محبت اُنکی نے اُسکے دل میں غلبہ کیا اور ہر چند چاہا کہ اُنکو مامے ہرگز قادر نہ ہوئی آخر نالکہ اس لڑکے کے ماننے کیواسطے نہیں چلتا ہے اسکی تدبیر کیا ہے انکی ماں نے کہا کہ ہمارے پڑوس میں ایک بکری کا نفع کرنیوالا ہے ایک بکرا بکری کے گوشت کا اُس سے لاکر اور ایک ہانڈی میں ڈالکر بیاد و نکو دکھلائے کہ انجگر لڑکا پیدا ہوا تھا جسنے اُسکو مار ڈالا اور اُسکے دبانے کیواسطے جنگل میں جاتی ہوں صبح کیوقت کہ پیادے تحقیق کرنیکے واسطے آئے دائی نکلی اور پیادوں کو ہانڈی سربند ھی ہوئی دکھلادی کہ یہ لڑکا اس گھر میں پیدا ہوا تھا جسنے اسکو مارا ہے اور جنگل میں لے جاتی ہوں۔ پیادے کہ دائیونکے کہنے پر اعتبار رکھتے تھے زیادہ تحقیق نکی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام گھر میں رہے لیکن فرعون کو نجومیوں اور تعبیر دینے والوں نے جمع ہوکر خبر پہنچائی کہ وہ لڑکا پیدا ہوا ہے اور ستاوے اُسکے نے مطلع کیا خبردار رہنا چاہیئے اور تلاش کرنی ضرور ہے فرعون نے کہ تو ال کو تقید کی اور اُس نے پیادوں کے اوپر نہایت سختی کی پیادوں نے کہا کہ ہمنے ایک گھر میں زیادہ تحقیق نہیں کی ہے دائی کے کہنے پر بھروسا کر لیا ہے اگر فرماؤ اُس گھر کے اندر جاویں اور تلاش کریں اور دائیونکے کہنے پر بھروسا نہ کریں کہ تو ال نے فرمایا جلدی جاؤ اور بے پردہ گھر میں گھس جاؤ تاکہ اگر لڑکے کو چھپا لیا ہو ظاہر ہو جاوے پیادے بغیر اطلاع کے عمران کے گھر میں آئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بڑی بہن اپنی کی گود میں کہ مریم نام تھا تھے بہن اُن کی نے جب دیکھا کہ پیادے شور کرتے ہوئے اندر گھر کے آئے حضرت موسیٰ کو تنور میں ڈالدیا اور تنور اُسوقت گرم تھا اور روشن تھا اور اپنے دل میں یہ خیال کیا کہ اگر یہ لڑکا ظاہر ہو جاوے گا تمام گھر کے آدمی مارے جاوینگے اور یہ لڑکا بھی مارا جاویگا اور اگر اس لڑکے کو تنور میں ڈالوں فقط جان اس لڑکے کی جاویگی لیکن اور آدمیونکی کہ گھر میں جان بچ رہیگی پیادوں نے تمام گھر تلاش کیا کسی جگہ نشان لڑکے کا نپایا اور تنور کو بھی ہاتھا ندیکھا اور پسر آکر پیچھے گئے والدہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کہ اس حادثہ میں نہایت خوف سے بیخود ہو گئی تھیں بیٹی اپنی سے بعد افاقہ کے حال دریافت کیا کہ اُس لڑکے کو کہاں ڈالا تو نے اُس نے کہا کہ اضطراب کے سبب سے تنور میں ڈالا ماں اُنکی بہت غمناک ہوئیں اور تنور پر آکر دیکھا کہ تنور شعلے مار رہا ہے اُسوقت زندگی اُنکی سے مایوس ہوئیں یکایک تنور کے اندر سے آواز آئی کہ اے ماں غم مت کھا کہ حق تعالیٰ نے اس آگ کو میرے اوپر سرد کیا ہے جیسا کہ اوپر ابراہیم علیہ السلام دادا میرے پر سرد کیا تھا والدہ اُن کی حیران ہو گئیں اور کہا کہ اب کیا تدبیر ہے کہ تجھکو تنور سے باہر نکالوں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ ہاتھ اپنا دراز کرکے تنور سے مجھکو نکال لے کہ ہاتھ تیرے کو اس آگ سے کچھ ضرر نہ پہونچیگا اور اُسوقت جس عمر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی چالیس دن کی ہوئی تھی۔ بعد اسکے کہ اماں اُنکی نے تنور سے اُنکو نکالا اپنے گھر کے لوگوں سے مشورہ کیا کہ یہ ہر چند عجائب قدرت الٰہی کے سے ہے آخر لڑکا ہے آواز نکالیگا اور پیادے فرعون کے جا بجا گھر گھر تلاش کرتے پھرتے ہیں آواز اسکی سنیں گے اور مجھکو اور اسکو مار ڈالینگے بہتر یہ ہے کہ اس لڑکے کو صندوقچہ میں رکھکر دریائے نیل میں چھوڑ دیں تاکہ گانوں میں سے کسی گانوں میں پہنچ جاویگا کسی کے ہاتھ لگیگا اور زندہ رہیگا اور ہم بھی خوف فرعونیوں سے نجات پاوینگے گھر کے لوگ سب اس مشورہ پر متفق ہوئے اور ایک بڑھئی کو کہ سانوم اُسکا نام تھا بوشیدہ بلا کر لائے اور کہا کہ مجھکو ایک صندوقچہ کہ طول اور عرض اُسکا مقدر بتا دیتا ہوں جب اپنے گھر میں پہونچا سنا کہ منادی فرعون کا پھرتا ہے کہ جو شخص مجھکو اُس لڑکے کا پتا بتلاوے کہ ان دنوں میں بنی اسرائیل میں پیدا ہوا ہے اُسکو ایسا اور دنیا انعام ملیگا بڑھئی کے تئیں لالچ طمع کی جوش میں آئی اور جا کر تو ال کے روبرو یا جزاظہار کرے ابھی قدم دروازہ سے باہر نہ رکھا تھا کہ اندھا ہو گیا اور دونوں پاؤں اُسکے شمعوں تک نہیں میں دھنس گئے اور غیب سے ایک آواز اُسکی آگر اس بھید کو کسی سے تو نے کہا فی الفور زمین میں تجکو غرق کر دینگے بڑھئی نے توبہ نصوح کی اور اندھے ہونے اور دھنس جانے زمین سے نجات پائی اور اپنے گھر میں آکر راتوں رات صندوقچہ موافق فرمایش والدہ حضرت موسیٰ کے تیار کیا اور بہ یحیٰ اُس صندوقچہ میں طرف آسمان کے کھولکر رات ہی کو بروالدہ حضرت موسیٰ کی والدہ نے خطیر یم جو کہ اُسکے روبرو لاس اُس نے کہا کہ میں دل اور جان سے مرید و معتقد اس لڑکے کا ہوں میں بالکل مجبور ہی اس لڑکے کے کام پر نہ لوگا مگر اتنا چاہتا ہوں کہ مجھکو اُس لڑکے کی زیارت سے مشرف کرو حضرت موسیٰ علیہ السلام

حالات سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا

کی ماں نے حضرت موسیٰؑ کو اُسے دکھلایا اُس نے انکہیں اپنی اُنکے قدموں پر ملیں اور خصت ہوا اول جو شخص کہ ایمان حضرت موسیٰؑ پر لایا تھا یہی شبر ہی تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے دن میں توقف کیا جو دوسری رات آئی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو غسل دیا اور خوشبو لی اور کپڑے نئے پہنائے اور مُحصندوقچہ میں رکھکر گریہ اور زاری کرتی ہوئی رودنیل کے کنارے پر گئیں یکایک ابلیس لعین بیچ صورت اژدہے سیاہ بہت بڑے کے نمودار ہوا اور کہا کہ اگر اُس لڑکے کو دریا میں ڈالیگی ایک لقمہ اُسکا کرجاونگا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ بہت عاقل تھیں معلوم کرلیا کہ اگر یہ اژدہا اصلی ہوتا اگویائی ورکلام نہیں کہاں ہوتی معلوم ہوتا ہے کہ یہ شیطان ہے اُسکے کہنے کا خیال نکیا اور اُسکو دریا میں ڈالدیا اور کمال غم اور الم میں بھری ہوئیں اپنے گھر کو آئیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہمشیرہ کو کہا کہ اگر میری زندگی چاہتی ہے تو پیچھے اس صندوقچہ کے جاوے دیکھتی رہ کہ کہاں جاتا ہے اگر شہر کے کنارے علیحدہ چلا گیا خاطر ہماری جمع ہوگی اور اگر شہر کے آدمیوں میں سے کسی نے اس صندوقچہ کو دیکھکر اُٹھا لیا یقین ہے کہ بادشاہ کے پاس لیجاوے گا ہمشیرہ حضرت موسیٰؑ کی صندوقچہ کو نظر کرتی ہوئی دریا کے کنارہ پر چلتی تھی اور شل انجام بیچ دور سے دیکھتی چلی جاتی تھی کہتے ہیں کہ پیدا ہونے حضرت موسیٰؑ تک بارہ ہزار لڑکے بنی اسرائیل کے قتل کئے گئے تھے اور نوے ہزار حمل بخوف اسکے کہ مبادا لڑکا پیدا ہو اور فرعونیوں کو ہلاک کرے گرائے گئے تھے اور یہ سب تدبیریں فرعون کی تقدیر الٰہی کے مقابلہ میں کچھ بھی کارگر نہ ہوئیں القصہ وہ صندوقچہ دریائے نیل سے نکلکر اُس نہر میں کہ فرعون کے باغ میں لیگیا تھا اور تمام شاہ قدرت ہماری کا دیکھ کہ اُسکو کس تدبیر سے پاس تدبیر پہونچاتے ہیں اور اگر کوسولوں الوالعزم سے کرینگے القصہ جب فرعون نے دیکھا کہ ایک لڑکا حال کا پیدا ہوا صندوقچہ میں کھلا ہوا ہے ہامان وزیر اپنے کو بلایا اور کہا یہ وہی لڑکا ہے کہ نجومی مجھکو اسسے ڈراتے تھے میرے اقبال کو دیکھ کر اسطور خود بخود پاس ہمارے آیا اب اسکو مار ڈالو عورت فرعون کی کہ آسیہ نام اُسکا تھا مجرد دیکھنے جمال جہاں آرائے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے فریفتہ ہوئی اور کہا کہ اُس سے گناہ کو ساتھ نمان فاسد کے مت مارو اور زنہار ہمنے وہ کہ شاید ہمارے کام میں آوے یا اُسکو بیٹا اپنا بنالیں کہ ہمارے بیٹا نہیں ہے فرعون نے بسبب صرار عورت اپنی کے حضرت موسیٰ کے مارنے سے ہاتھ کھینچا اور فرعون کی بی بی نے اُسکو بیٹا اپنا کرلیا اور حکم کیا کہ دائیوں کو واسطے اُس لڑکے کے لاویں جس دائی کو لاتے تھے حضرت موسیٰ دودھ اُسکا نہیں پیتے تھے یہانتک کہ بہن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نے کہ اُنکے حال کے معلوم کرنیکے واسطے بار بار فرعون کے دروازہ پر جاتی تھی یہ ماجرا سنکر کہا کہ میں ایک دائی بتلاتی ہوں کہ لڑکو نکے پرورش کرنیکے طریق خوب جانتی ہے اور اسکام میں بیشبل بے اسسے کریہ نزع کا اُس دائی کا دودھ پی لیگا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کو بلا کر لیگئی حضرت موسیٰ اپنی ماں کا دودھ پینے لگے فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی ایک شہر فی اُس دلالے کے جین کی روزینہ مقرر کیا اور کہا کہ اس لڑکے کو میری دائی دودھ پلاتی رہے حدیث غرائب میں ہے کہ شہان غازیوں امت میری کی کہ بادشاہ اور وزیر اور میر سے ماہیانہ سالیانہ لیتے ہیں اور بیچ تیاری ہماب جہاد کے خرچ کرتے ہیں اور نیت اُنکی خالص خدا کے واسطے ہے مانند والدہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہے کہ فرعون سے روزینہ لیتی تھیں اور اپنے بیٹے کو دودھ دیتی تھیں آور اس حدیث میں اشارہ ہے طرف ایک بڑے قاعدہ کے قاعدوں کلیہ فقہ کے سے یعنی اُجرت عبادت کے اوپر ایسی ایسی صورت میں جانکہ نیت خالص خدا کیواسطے ہو اور ملنا نہ ملنا اُجرت کا برابر ہو اور اس عبادت کو اپنا کام سمجھے خواہ کوئی اوپر اُسکے اجرت دے یا نہ دے اور اگر اُس عبادت کو شل اور پیشوں اور مزدوریونکے کہ دنیا میں برتی جاتی ہیں اجرت ہی کے لیئے پر معین کرے کہ اگر اجرت دیویں تو عبادت کیجاوے نہیں تو چھوڑی جاوے پس وہ محض مزدوری ہی ثواب اسمیں کچھ نہیں بلکہ خوف عذاب کا ہے کہ کام دین کا دنیا کے واسطے کیا اور آخرت کو ساتھ ادنیٰ شئے کے بیچا القصہ آسیہ عورت فرعون کی نے حضرت موسیٰ کیواسطے ایک گہوارہ سونے کا تخوں سے تیار کروایا اور اُنکو ساتھ کمال عزت اور بزرگی کے رکھا اور دو برس تک حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں فرعون کے گھر میں اُنکو دودھ پلایا جب دو برس کے بعد دودھ اُنکا چھڑایا آسیہ نے اُنکو ایک خچر جڑا ہوا زر کا اور کئی تخت اور نفیس چیزوں اور تحفوں کے دیکر رخصت کیا اور حضرت موسیٰؑ کی اپنے پاس پرورش کرنی شروع کی جب حضرت موسیٰ علیہ السلام تین برس کے ہوئے ایک روز فرعون انکو اپنی گودی میں لئے ہوئے کھلا رہا تھا کہ دفعۃً حضرت موسیٰ نے اسکی ڈاڑھی پکڑکے اپنے ہاتھ سے خوب کھینچی اور فرعون کے مونہ پر زور سے طمانچہ مارا فرعون خفا ہوا اور آسیہ سے کہا کہ میں نہیں کہتا تھا کہ یہ لڑکا وہی دشمن میرا ہے کہ جس سے ڈرتا تھا میں اور تو نے مجکو مارنے نہیں دیا اب بھی اسسے ہاتھ اُٹھا آسیہ نے کہا کہ تجکو ایسا خیال میں ہے لڑکو ایسی حرکتیں بے تمیزی کی بہت ہوتی ہیں انکی حرکتو کو دشمنی کا خیال نکیا چاہ دے فرعون نے کہا اس لڑکے کو اور لڑکوں پر قیاس مت کر اس لڑکے کے قیافہ سے تمیز اور عقل اسکی بڑے آدمیونکی تمیز اور عقل سے بھی زیادہ علوم ہوتی ہے اور برکت اس سچے بچکی کی ہی نادانی سے نہیں کی آسیہ نے کہا کہ اس عمر میں تمیز اور عقل کہاں ہو یکبہ کہ میں امتحان اسکا کرتی ہوں فرمایا کہ ایک طشت سونے کا آگ سے بھرا ہوا اور دوسرا طشت جواہر کی کام مروارید اور یاقوت سے بھرا ہوا لاویں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے دونوں طشت لائے اور اُن سے کہا کہ ان دونوں میں سے جو تجکو اچھا معلوم ہو اُٹھالے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ہاتھ اپنا طرف طشت مرواریدا ور یاقوت کے دراز کیا حضرت جبرئیل نے آکر ہاتھ اُنکا لگ کے طشت میں ڈالدیا اور ایک دہکتا ہوا کوئلہ اُسمیں سے اُٹھا کر اُنکے مونہ میں رکھدیا یہانتک کہ زبان ان کی جل گئی اور اُسی وقت سے لکنت اُنکی زبان میں پیدا ہوئی آسیہ نے فرعون سے کہا کہ تمیز اور عقل اس لڑکے کی دیکھی تو نے بعد اسکے جب حضرت موسیٰؑ آٹھ برس کے ہوئے ایک دن بعد فرعون کے مسجد میں بیٹھے تھے

سیاہ حاشیہ لکھنے آخرت کا اور عداوت کے

بیکایک فرعون نے خبر بان سے کہا کہ فرعون جنگی ہمارے کو کھول پہلے ایک مرغ آیا اور اُس نے دونوں بازو اپنے ہلا کر آواز کی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ سچ کہا تو نے فرعون نے پوچھا کہ اس نے کیا کہا حضرت موسیٰ نے کہا کہ اس نے پروردگار اپنے کی تسبیح کی اس عبارت میں کہ پاک ہے وہ خداوند کہ جسنے ایک چرواہے کے لڑکے کو اتنی مدت دراز تک دولت اور حشمت کے ساتھ نواز اور طرح طرح کی نعمتیں اُسکو عطا فرمائیں باوجود یکہ وہ بیچ مقابلہ ہر نعمت کے کفران اور ناشکری کرتا ہے فرعون نے کہا کہ اے موسیٰ مرغ کو ان باتوں سے کیا کام تو اپنی طرف سے یہ طوطیا بندی کرتا ہے حضرت موسیٰ نے مرغ کو آواز دی کہ آ اور ایسی بولی بول کہ سب عالم اور خاص سمجھ لیں مرغ روبرو آیا اور زبان فصیح کے ساتھ اُسی بات کو خوب کھول کر بیان کیا چہرہ فرعون کا بدل گیا اور نہایت ڈرا ہان وزیر اُسکا حاضر تھا عرض کی کہ یہ مرغ کو کسی نے سحر کیا ہے فرمانا چاہئے کہ اسکو ذبح کریں جب کشتو کو ذبح کیا حق تعالیٰ نے چیڑا سمیں روح ڈالدی اور ہوا میں اُڑ کر چلا گیا اور آدمیوں کی نظروں سے غائب ہوا اور جب حضرت موسیٰ نوبرس کے ہوئے ایکدن فرعون نے آکو مہربانی کی راہ سے اپنے تخت پر بٹھلایا اور تمام امیر اور وزیر گرد اگرد تخت کے کھڑے تھے فرعون نے موافق عادت اپنی کے کہ بجائے تاج کے اُسکے سر میں عبر رہی تھی کفر کے کلمے کہنے شروع کئے حضرت موسیٰ علیہ السلام غصہ میں بھر گئے اور تخت سے نیچے اُترے فرعون نے کہا کہ کہاں جاتا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک لات اس تخت پر ماری کہ وہ پائے تخت کے ٹوٹ گئے اور تخت اُلٹا ہو گیا اور فرعون تخت سے گر پڑا اور اُسکی ناک میں سے خون بہت بہا اور دربار کے آدمیوں نے لوہا پڑا حضرت موسیٰ جلدی سے بھاگ کر آسمیے پاس آئے اور اُس قصہ کی اسکو اطلاع کی فرعون جب اندر محل کے آیا اور دیکھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام آسکے پاس بیٹھے ہوئے ہیں فرعون نے آسیہ سے غصہ کرنا شروع کیا کہ تو نے مجکو اس لڑکے کو پالنے نہیں دیا اور اب یہ لڑکا بہت شور پشتی کرتا ہے آسیہ نے کہا کہ لڑکے چھوٹے ہیں میں ماں باپ کے اوپر خوبیاں کیا کرتے ہیں کچھ شکایت کی جگہ نہیں بلکہ دلیل اسکی برعکس ہے بعد بلوغ کے اور تمیز ہونیکے یہ شوخی اور زور ماں باپ کے دشمنوں پر کریگا اور سب امیر اور وزیر اسکی ہیبت سے تیرے روبرو جرے رہینگے بعد اُسکے دسترخوان چنا اور خاصہ حاضر کیا فرعون کھانا کھاتا تھا اور حضرت موسیٰ بھی ہمراہ اُسکے کہانا کھاتے تھے اتفاقاً ایک چھوہارا بجز اتمام اور کمال تنور میں جو خاص کر کے واسطے فرعون کے لائے تھے حضرت موسیٰ نے اُس بکرے کو نرما کر قم باذن اللہ وہ بکرا اُٹھکر دوڑنے لگا فرعون نہایت متعجب ہوا آسیہ کہا کہ یہ سب باتیں واسطے باقی رہنے ملک و دولت تیری کے کام میں آوینگی اس لڑکے کو غنیمت جان بعد اُسکے فرعون حضرت موسیٰ سے طریق اور کیا چلتا تھا اور اُن سے کچھ تعرض نکرتا تھا یہانتک کہ حضرت موسیٰ قمیس ۲۳ برس کے ہوئے ایکدن نیل کے کنارے پر جا کر اور وضو کر کے نماز پڑھتے تھے دفعۃً ایک شخص فرعون کے خواصوں میں سے اُس جگہ گذرا کہا اس طرح کی عبادت کسکے واسطے کرتے ہو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا واسطے آقا اور خاوند کے اُس نے کہا کہ تمو آقا اور خاوند نہیں اپنے باپ فرعون کی عبادت کرو قم کو یہی کافی ہے حضرت موسیٰ نے فرمایا کہ او پیر تیرے اور پیر فرعون کے بھی لعنت خدا کی ہو جیسوا اُس نے کہا کہ میں فرعون کو اس بڑھ کی اطلاع کرتا ہوں حضرت موسیٰ نے فرمایا کہ اے زمین اسکو پکڑ لے زمین اسکو نوٹک نگل گئی اور ہرگز نہچھوڑا یہانتک کہ قسم غلیظ اور سخت اُسنے کہائی کہ میں ہرگز اسبات کی فرعون سے خبر نہیں کرینگا بعد اُسکے زمین سے خلاص ہو کر چلا گیا لیکن عبادت اور نماز کی بات فرعون کے خاصوں میں پھیل گئی اور رفتہ رفتہ خبر فرعون کو پہونچی فرعون نے کہا کہ جو وقت موسیٰ نماز اور عبادت میں مشغول ہو مجکو خبر کیجو ایک شخص فرعون کے خواصوں سے منتظر وقت کا رہا جب دیکھا کہ حضرت موسیٰ نے نماز شروع کی جا کر فرعون سے خبر کی فرعون خود آیا اور دیکھا رہا یہانتک کہ حضرت موسیٰ نماز سے فارغ ہوئے فرعون نے پوچھا کہ اے موسیٰ یہ پرستش کسکے واسطے تھی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ واسطے اُس آقا اپنے کے کہ مجکو کھلاتا ہے اور پلاتا ہے اور پرورش کرتا ہے اور پرورش کرتا ہے فرعون نے کہا سچ کہتا ہے تو وہ میں ہوں کہ یہ کام کرتا ہوں حاصل یہ ہے کہ حضرت موسیٰ بعد اسکے بنی اسرائیل کے بڑی غروں والو کیساتھ روبرو اپنے بلاتے تھے اور اُنکے ساتھ صحبت رکھتے اور اُنہیں کے ساتھ انس اور الفت کرتے اور یہ امر فرعونیوں کے اوپر بہت شاق ہوتا تھا یہانتک کہ ایکدن بنی اسرائیل کے سردار و کو اپنی مجلس میں جمع فرما کر پوچھا کہ تمسے تم فرعون کے عذاب میں گرفتار ہو انہوں نے کہا کہ بہت مدت سے اسی عذاب میں گرفتار ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ عذاب تم پر اللہ کیطرف سے بسبب گناہوں تمہارے کے تمکو چاہیئے کہ نذر اپنے اوپر لازم کرو تا کہ حق تعالیٰ یہ عذاب تمسے رفع کرے وہ نذر پوری کریں سنے کہا کہ ہم روزہ اور نماز اور سکینو کا کھلانا بہت شاق رکھتے ہیں فرمایا کہ ایک چیز اپنے اوپر قبول کر لو کہ ان سب باتو کے قائم مقام ہو جاویگی اور وہ یہ ہے کہ اطاعت اپنے پروردگار کی کرو اور نافرمانی اُسکی نکرو سبنے کہا کہ ساتھ جان اور دل کے ہمنے قبول کیا بعد اسکے حضرت موسیٰ سے فرمایا کہ میں نے سُنا ہے کہ زمانہ پہلے میں اللہ تعالیٰ نے ایک بت پرستو کی جماعت میں پیغمبر بھیجا تھا اُنہوں نے قدر اُس پیغمبر کی نہجانی اور واسطے اُس پیغمبر کے ڈھیر لکڑ یو کا جمع کر کے اُس میں آگ روشن کی اور اُس پیغمبر کو اُس آگ میں ڈلا دیا اُس آگ نے اسکو کچھ ضرر نہ کیا یہ قصہ کسطرح تھا اُنہوں نے کہا کہ وہ پیغمبر خود ہمارے اور تمہارے حضرت ابراہیم تھے حضرت موسیٰ نے فرمایا کہ تمہارے جد کے طرز پر ہو اور ایذا فرعون اور فرعونیوں کی سے نہ ڈرو تم کہ حق تعالیٰ شر انکی کو تمسے دفع کریگا اور جب حضرت موسیٰ علیہ السلام تیس برس کے ہوئے ایکدن راستے میں چلے جاتے تھے کہ یکایک ایک بادہ فرعون کے پیادوں میں سے کہ وزارت غذ فرعون کا باورچی خانہ کا تھا گٹھا لکڑیو کا اسرائیلی کے سر پر سے کھینچتا تھا اور کہتا تھا کہ اس گٹھے کو بادشاہ کے واسطے چھانٹ میں پہونچاؤں اسرائیلی نے جب حضرت موسیٰ کو دیکھا فریاد خبر فریاد کی حضرت موسیٰ نے ہر چند کہ مکو ظلم سے منع کیا باز نہ آیا ناچار ایک مکا اسکی پیشانی پر مارا وہ پیادہ مر گیا اسرائیلی خلاص ہو کر اپنے گھر گیا اور یہ خبر فرعون کو پہونچی فرعون نے کہا کہ یہ جھوٹ ہے موسیٰ نے اسرائیلی کی حمایت کے واسطے قبطی کو نہ مارا ہوگا دوسرے دن پھر ایسا ہی اتفاق پڑا کہ اسی اسرائیلی کے اوپر دوسرا قبطی ظلم کر رہا تھا اُس نے پھر حضرت موسیٰ سے فریاد کی حضرت موسیٰ نے اول اسی اسرائیلی کو تنبیہ کی اور جھڑکا یعنے ایک مرتبہ تو نے مجھے ایک قبطی کو مروایا آج پھر تو ہی حرکت کرنے لگا بعد اسکے چاہا کہ اس قبطی سے اُسکو خلاص کرو دیں اسرائیلی نے جانا کہ مجکو مارنے کیلئے موسیٰ آج مجکو مارنا چاہتا ہے تو

اور کل تو نے فلانے شخص کو مارڈالا بازار کے تمام آدمیوں نے فرعون کے روبرو گواہی دی کہ قاتل قبطی کے موسیٰ علیہ السلام ہیں اور قبطے کے تمام سرداروں نے فرعون سے درخواست کی کہ موسیٰ کو ہمارے حوالہ فرما تاکہ اسکو قبطی کے بدلے میں مارڈالیں فرعون نے یہ حکم قتل حضرت موسیٰ کے کہا تھا تو صرف اتنا کہ ایک شخص قبطیوں میں سے کہ نام اُسکا حرقیل تھا اور ایمان لایا تھا اور حال اُسکا سورہ حم المدنی میں انشاء اللہ مذکور ہوگا دوڑا ہوا آیا اور حضرت موسیٰ کو آگاہ کیا کہ تمام امیراور رئیس قبطے کے درپے مارنے تمہارے کے ہیں تمہارے حق میں مصلحت یہ ہے کہ چند روز اس شہر سے باہر جاؤ حضرت موسیٰ اس خبر کے سننے سے بے توشہ اور بے سواری مصر سے نکلے اور راہ مدین کی لی راستے میں ایک چرواہے سے ملاقات ہوئی پوشاک تفیس اپنی کہ پہن رہے تھے اُسکو دیدی اور جبہ بالوکھا اور کملی اُس چرواہے کی پہن کے روانہ ہوئے یہانتک کہ ساتویں دن مدین میں پہونچے اور راہ کے درمیان تمام دن دو شیر ہمراہ رہتے تھے اور راستے کے وقت درندوں اور سانپ وغیرہ موذی جانوروں سے اُنکی محافظت کرتے بعد پہونچنے مدین کے حضرت شعیب علیہ السلام کے نبینا وعلیہ السلام کے گھر میں ٹھہر گئے اور اُنکی لڑکی سے نکاح کیا جیسا کہ سورۂ قصص میں تفصیل اُس قصہ کی مسطور ہے اور بعد دس برس کے کہ حضرت شعیب کی خدمت میں گذارے پھر مصر کو ارادہ کیا راستہ کے درمیان ساتھ نبوت اور رسالت کے مشرف ہوئے اور مصر میں چالیس برس تک ساتھ فرعون اور فرعونیوں کے مقابلہ اور مخاصمہ کیا اور معجزے بڑے بڑے دکھلانے میں مشغول رہے جیسا کہ سورۂ اعراف میں مذکور ہے اور جب حضرت موسیٰ علیہ السلام ایمان فرعون اور قبطیوں کے سے مایوس ہوئے جناب الٰہی میں عرض کی کہ بارخدایا کوئی تدبیر اور حیلہ بھیجو تعالیم کہ بنی اسرائیل کو قبطیوں کے ہاتھ سے چھڑاؤں تاکہ عبادت تیری بے خوف اور نڈر ہو کر کریں حق تعالیٰ نے طرف اُنکے وحی بھیجی کہ اب تدبیر یہ ہے کہ بنی اسرائیل کو جمع کر کے راتوں رات کوچ کرو قدم اور اگر فرعون تمہارے پیچھے آوے گا اُسکو ہلاک کر دینگے اُنہوں نے بنی اسرائیل کے سرداروں سے یہ تدبیر ارشاد کی سرداروں نے تمام گروہ اپنے کو کہ شہر میں تھے آگاہ کیا اور جو شخص بنی اسرائیل میں سے قبطیوں کے پاس تھا خواہ بطریق نوکری تھا یا کسی نے بیٹا بنالیا تھا یا اور کسی طرح کا تعلق رکھتا تھا سب کو ٹھکرا ایک جگہ جمع ہو گئے فرعون اس جمع ہونے اُنکے سے وہم میں پڑا اور پوچھا کہ یہ حرکت کس واسطے ہوئی بنی اسرائیل کے سرداروں نے کہا کہ ہمارے اندر دن عاشورہ کا ہے اور حضرت آدم علیہ السلام اُسی دن پیدا ہوئے تھے اور یہ دن متبرک عید کا دن ہے ہم چاہتے ہیں کہ سب ایک جگہ جمع ہو کر شہر سے باہر عبادت خدا کی بجالاویں اور رسمیں اپنی عید کی قائم کریں فرعون نے اجازت دی اور عوام بنی اسرائیل نے زینت کیواسطے زیور اور پوشاک بہت قبطیوں سے عاریتاً لے لئے اور عید کے بہانہ سے خیمے اور ڈیرے شہر کے باہر کھڑے کئے یہانتک کہ جب سب جمع ہو گئے پچھلی رات حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام نے اُن کو کوچ کروایا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پیچھے اُنکے تھے اور حضرت ہارون آگے یہانتک کہ جنگل میں جا پڑے اور راہ بھول گئے ہر چند کہ بائیں دائیں جاتے تھے سرزغ راہ کا نہیں پاتے تھے اور انبوہ بنی اسرائیل کا بقدر چھ لاکھ ہو ستر ہزار آدمیوں کے ہو گیا تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے بڑی بڑی عمر والوں کو بلایا اور پوچھا کہ کیا سبب ہے راستہ معلوم نہیں ہوتا ہے اور یہ راستہ شایع عام ہو بارہا اس راستہ میں تم نے بھی آمد رفت کی ہے؟ اُنہوں نے عرض کی کہ اصل قصہ یہ ہے کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کی وفات نزدیک پہونچی وصیت فرمائی اور اولاد اپنی اور اولاد بھائیوں اپنے کے سے عہد اور پیمان لیا کہ جب تم مصر سے باہر جاؤ تابوت میرے کو ہمراہ لیکر جائیو اور جس جگہ باپ دادے میرے دفن ہوئے ہیں اُسی جگہ مجکو پہونچائیو تا الحال کہ مصر سے نکلے آئے اور تابوت اُنکا ساتھ نہیں اُٹھایا ہے غیب کی طرف سے راستہ بند ہو گیا ہے اور معلوم نہیں ہوتا ہے پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا کہ قبر مبارک اُن کی کہاں ہے تاکہ تابوت اُنکا نکالیں اور ہمراہ لیویں بنی اسرائیل کے بہت بڑی بڑی عمر والوں نے کہا کہ اُن کی قبر کی جگہ ہم نہیں جانتے ہیں لیکن یہ وصیت اُنکی باپ دادوں اپنے سے سنی ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام اُٹھے اور بنی اسرائیل کے لشکر میں منادی کروائی کہ قسم خدا کی دیتا ہوں کہ جسکو جگہ قبر حضرت یوسف علیہ السلام کی معلوم ہو روبرو میرے آوے اور خبر دے کسی نے اقرار نکیا مگر ایک بڑھیا عورت نے کہا کہ میں اُن کی قبر کی جگہ سچی جانتی ہوں لیکن میرے ساتھ عہد کرو کہ اگر میں قبر اُنکی بتلادوں جو چاہوں مجکو ملے اور مراد میری حاصل ہو حضرت موسیٰ نے توقف، و تامل کیا خدا کی طرف سے وحی آئی کہ اسکے ساتھ عہد کرلے اور جو وہ چاہے اُسکے حوالہ کر بڑھیا نے کہا کہ مطلب میرا دو چیزیں ہیں اور ایک آخرت میں مطلب دنیا کا یہ ہے کہ میں نہایت ضعیف ہو گئی ہوں طاقت چلنے کی مجھ میں نہیں ہے جگہ سواری پر بٹھلاؤ اور مصر سے ہمراہ اپنے لیچلو اور مطلب آخرت کا یہ ہے کہ بہشت میں ہمراہ تمہارے رہے ہوں میں حضرت موسیٰ نے دونوں چیزیں قبول فرمائیں بعد اُسکے اُس بڑھیا نے بتلادیا کہ قبر اُنکی عین نیل کے پانی کے اندر فلانی جگہ ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام اُس مقام میں گئے اور صندوق آہنگار سنگ مرمر کا تھا دو دل سے نکالا اور آپ اُسکو اُٹھا کر آگے اُس لشکر کے لیجاتے تھے اور ہر منزل ظاہر ہوتا جاتا تھا اس درمیان میں فجر طلوع ہوئی اور فرعون کے جاسوسوں نے اُسکو خبر پہونچائی کہ بنی اسرائیل جس مقام میں عید کے واسطے جمع ہوئے تھے راتوں رات کوچ کر کے چلے گئے فرعون کے دل میں آگ غصہ کی روشن ہوئی اور نقیبوں اپنے کو گرد و نواح شہر کے قصبوں اور گانوں میں بھیجا کہ سوار عمدہ تیز گھوڑوں والے حاضر ہوویں اور آپ بھی اپنی فوجوں کے ہمراہ سوار ہو کر اشراق کے وقت پیچھا کیا اور بہت انبوہ ہمراہ تھا کہتے ہیں کہ ستر ہزار سوار ملبق گھوڑوں کے مقدمۃ الجیش یعنے پیش رو لشکر اُسکے کے تھے اور ایک لاکھ سوار تیر انداز اور اسی قدر نیزہ باز اور سیقل گیر زیر دار فرعون کی رکاب میں چلتے تھے آ لقصہ بنی اسرائیل نہایت جلدی سے روانہ ہوئے اور دوڑتے ہوئے دریائے قلزم کے کنارہ پر پہونچے اور قلزم نام ایک شہر کا ہے اُس کے کنارے پر دریا جاری ہے اور متصل اسی شہر کے انتہا اس دریا کی ہوئی ہے اسیواسطے اس دریا کو اسکی طرف نسبت کرتے ہیں والا یہ دریا اصل میں ایک شاخ ہے سمندر کی شاخوں میں سے کہ دریائے حبش کے شہروں اور عرب کے گذرتی ہے اور اُسکو خلیج احمر کہتے ہیں جیسا کہ دوسری خلیج کو کہ درمیان فارس اور عرب کے حائل ہے خلیج فارس کہتے ہیں اور طول اس خلیج احمر کا جنوب سے طرف شمال کے

فی بیان حضرت موسیٰ کا فرعون کا لاؤ لشکر اور فرعون کا غرق ہونا اور بنی اسرائیل کا دریا سے گذرنا

چار ہو اور ساحل فرسنگ ہے اور عرض اُسکا اول میں بقدر ساحل فرسنگ ہے اور اخیر کی طرف سے عرض اُسکا کمتر ہوتا جاتا ہے اور مصر سے کہ دار السلطنت اُس جگہ کا ہے یہ خلیج تین دن کا راستہ ہے جنگل میں اور رویل بیچ جانب غربی شہر مصر کے ہے اور شہر جانب شرقی نیل کے ہے اور اوپر ضلع غربی اس خلیج کے اکنہ شہر بربر کے آباد ہیں اور بعضے شہر حبشہ کے بھی ہیں اور اوپر ضلع شرقی اس خلیج کے اکثر سواحل عرب کے واقع ہیں اُنہیں میں فرضہ کہ ساحل مدینہ منورہ کا ہے اور قافلے مصر اور حبشہ کے حجاز کی طرف اسی بندر سے عبور کرتے ہیں پھر سواحل یمن کے جدہ سے لیکر عدن تک اور پرکنارہ شرقی اسی خلیج کے ہیں اور اس خلیج کے وسط میں بعضے شہر کہ تعلق مصر کے ساتھ رکھتے ہیں بھی آباد ہیں تجملہ اُنہیں کے ہے وساط کہ جیلخا نہ مصر کا ہے جیسا کہ قلعہ گوالیار کا ہندوستان میں غلہ وغیرہ کشتی پر مصر سے اُس میں لیجاتے ہیں اور محافظ اُس قلعہ کے مصر کے حاکم کی طرف سے رہتے ہیں اور شہر قلزم کہ منتہا اس کا ہے طول اسکا بعد یعنی ساٹھ اور چار درجہ ہے اور عرض اُسکا کطل یعنی تیس درجہ اور بیس دقیقہ جب بنی اسرائیل اُس دریا کے کنارے پر پہونچے اور پانی کو نہایت زور اور شور میں دیکھا حیران ہوئے اور کہا کہ اتنی کشتیاں ایک جگہ کہاں سے میسر آوینگی کہ ہم جلدی سے ہر دریا سے اُتر جاویں اور اسی اثنا میں کہ آفتاب بھی طلوع ہوا اور دن روشن ہو گیا یکبارگی سے آواز گھوڑوں کی سنی جب خوب غور کیا معلوم ہوا کہ فرعون معہ تمام لشکر اپنے کے بھیجا ہے ہوئے چلا آتا ہے اور متقدمۃ الجیش اُسکا ہامون وزیر ہوا تھا اور یا نوبتی اسرائیل کے پیچھوں گئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے اور کہا کہ اب عدے تمہارے کہاں ہیں یہ فرعون پیچھے ہمارے آیا اور در بارہ ہمارے ہے سامنے ہے نہ یہ طاقت ہے کہ فرعون کا مقابلہ کریں اور نہ قدرت اسکی ہے کہ دریا سے خلاص ہوویں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ مایوس مت ہو امداد الٰہی ہمارہ ہے مشکل آسان کریگا اس پہیلان میں حضرت موسیٰؑ کو وحی آئی کہ عصا اپنا دریا پر مارو اور کہو کہ پھٹ جا تو اور بھکو رستہ دے حضرت موسیٰؑ نے ایک بار عصا مارا اور اسمیں طرح کہ بارہ دریا ہو گیا پھر حکم آیا کہ دریا کو اُسی کیفیت کے ساتھ آوا ہے حضرت موسیٰؑ نے دوسری بار عصا مارا اور فرمایا کہ پھٹ جا تو لے ابو خالد ضحاک کے حکم سے وہ در یا پھٹ گیا اور بارہ رستہ بنگئے اس میں ظاہر ہو گئے صدیث شریف میں ہے کہ حق تعالےٰ نے اُس ہوا کو اور آفتاب کو دریا پر مسلط کر دیا تھا ہوا پانی کے اندر سے نازلہ کی مانند نکلی اور پانی کو جدا جدا کر کے ٹھہرا کر دیا اور آفتاب نے دریائی زمین کو خشک کر دیا تا کہ بنی اسرائیل آسانی سے چلے جاویں بعد اسکے حضرت موسیٰؑ نے بنی اسرائیل کو فرمایا کہ دریا میں آؤ اور نکل جاویں بسبب سستی اعتقاد اپنے کے جرأت نکرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہمکو کیا اعتبار ہے کہ ہمارے نکلتے تک پانی اسی طرح پر اپنی جگہ کو آوے ایسا نہ ہو کہ ہم راستے کے درمیان میں ہیں اور دریا آپس میں ملجاوے اور ہمکو غرق کر دے حضرت یوشعؑ نے پہلے گھوڑا اپنا ڈالا بعد اُسکے حضرت ہارونؑ آئے اور روانہ ہوئے جب بنی اسرائیل نے دیکھا کہ گذر سے چلے جاتے ہیں ناچار دریا میں آئے اور بارہ قوم بنی اسرائیل کی بارہ رستوں میں سے کہ دریا کے اندر ہو گئے تھے داخل ہوئی یہانتک کہ سب پیچھے حضرت موسیٰ اپنی قوم کو لیکر دریا میں داخل ہوئے حضرت موسیٰؑ کے گروہ نے کہا کہ اے موسیٰ ہم کیا جانتے ہیں کہ دوسرے گروہوں پر کیا گذری رات سے بسبب اسکے کہ تو ہمارہ ہے اطمینان کہتے ہیں لیکن اپنے بھائیوں کی طرف سے ہمکو اطمینان نہیں کہ بادپانی اُنکے اوپر سل گیا ہو حضرت موسیٰؑ نے جناب الٰہی میں عرض کی کہ بارخدایا انکی بُری خصلتوں پر میری مدد فرما حق تعالیٰ نے فرمایا کہ پانی کی دیوار دیکھ روزن جالی کی مانند پیدا کیے ہر گروہ دوسرا گروہ دیکھتے تھے کہ چلے جاتے ہیں یہانتک کہ سالمی سے دریا کے کنارے پر آئے اس اثنا میں فرعون ساتھ لشکر کے دریا کے کنارے پر پہونچا اور دیکھا کہ دریا میں رستے راستے ہو رہے ہیں اور دریا درمیان میں پیوند کی مانند جا بجا کھڑا ہے حیران ہوا اور اپنے لشکر والوں سے کہا کہ یہ میرا اقبال ہے کہ دریا میرے واسطے ایسا ہو گیا تا کہ اپنے غلاموں بھاگے ہوئے کو پکڑوں اور مذبذہ اپنے ہاتھ میں لاؤں اگر غرق ہو جاتے کام میرے معطل ہو جاتے لیکن اپنے دل میں ڈرتا تھا کہ بہتیرا دریا کا محل اعتبار نہیں مبادا گذرتے ہوئے درمیان میں کہیں ہو جاوے اور سب کو غرق کر دے اور ہامان کہ وزیر اُسکا تھا وہ بھی دریا کے اندر آنے سے منع کرتا تھا اور عرض کرتا تھا کہ جلدی نکرنی چاہیئے کشتیاں جمع کرتے ہیں اور سہولیت سے ہم اُترینگے اور اُس جگہ میں جگہ ہو گئے قید کرینگے اسی حالت میں جبرئیلؑ بادیان کہ اوپر فرعون کے ست گھوڑے کے آگے سوار ہوئے اور اُس گھوڑی پر کہ اُس کے دامن میں ڈالدیا فرعون کا گھوڑا بے اختیار گھوڑی کی بو سونگھ کر دریا میں گھس گیا اور لشکر والوں نے جب دیکھا کہ بادشاہ خود دریا میں داخل ہوا ہے ہڑبڑ سے ہجوم کر کے آگئے اور اُترنا شروع کیا یہانتک کہ فرعون اور تمام لشکر کنارے کے پاس پہنچا اُسوقت حکم آیا دریا کو کہ جلدی مل جا یکبارگی دریا نے موجیں مارنی شروع کیں اور تمام پانی میں ڈوب گئے اور بنی اسرائیل اس تمام ماجرا کو دوسرے کنارہ پر کھڑے ہوئے تماشا دیکھ رہے تھے اور جس جگہ میں گذرنا بنی اسرائیل کا اور ہلاکت خصوں کی تھی عرض اُس دریا کا اُسوقت نہایت تھوڑا ہو گیا تھا بقدر چار فرسخ کے حوض کا مساحۃ تھا کہ آدھے دن میں قطع ہوئے اور یہ قصہ عاشورے کے دن واقع ہوا جیسا کہ حدیث صحیح میں ہے ساتھ روایت انس بن مالک کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فلق البحر یعنی اسی یوم عاشورا یعنی پھاڑا گیا دریا اسطے بنی اسرائیل کے دن عاشورا کے اور صحیحین میں ساتھ روایت ابن عباس کے مروی ہے کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے دیکھا کہ یہود یوں کے اکثر دن روزہ رکھا ہے فرمایا کہ کیا سبب ہے آجکے دن تمنے روزہ کہا ہے انہوں نے کہا کہ آج دن عاشورا کا ہے اسی دن میں حق تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو نجات دی ہے اور فرعون کو غرق کیا حضرت موسیٰؑ اس دن میں بطریق شکر کے روزہ رکھتے تھے ہم بھی اُن کی پیروی کے واسطے روزہ رکھتے ہیں آنحضرتؐ نے اپنے یاروں سے فرمایا کہ ہمکو زیادہ لائق ہے اُن سے کہ بسبب پیروی حضرت موسیٰؑ کے روزہ رکھیں اور آدمیوں کو بھی روزہ کیواسطے فرمایا لیکن آخر عمر میں فرماتے تھے کہ اگر میں سال آئندہ تک زندہ رہا ہمراہ دن عاشر کے نویں تاریخ کو بھی روزہ رکھونگا کہ مشابہت یہود یوں کی لازم نہ آوے حق تعالیٰ دریا کی چیز کو کہ بڑا معجزہ تھا بطریق نعمت و تکمیل کے بنی اسرائیل کو یاد دلاتا ہے اور فرماتا ہے کہ وَاِذْ فَرَقْنَا یعنی اور یاد کرو تم واسطے بچانے قدر نعمت کے کہ وہ نجات فرعون کے عذاب سے تھی خاصکر واقعہ دوسرے کو گویا نعمت دوسری بالاستقلال ہے سوائے نجات کے

---

۵ اھل اس جگہ کا نام ہے کہ جو پانی کے پاس ہوتی ہے ۱۲

فرعون سے اسوقت میں کہ چیرا ہمنے بکم یعنی بسبب پہونچنے تمہارے کے دریا کے کنارہ پر اور مضطرب ہونے تمہارے کے اور واسطے کے حقیقت میں باعث چیرنے دریا کا بھی تمہارا ہی کہ مارنا عصا کا بطریق آلہ ہونے کے سبب قریب ہوا البحر یعنی دریا قلزم کو اور بحر لغت میں دریا بخوبی اور اُسکے مگرمچھوں کو کہتے ہیں اور متعارف بحر کا اگر کسی جگہ شیریں پانی اور شیریں ندیوں میں آگیا ہو بطریق مجاز کے اُن کو نہریں کہتے ہیں اور بحر نہیں کہتے اور ہمنے اس نعمت میں باوجود اسی قدر کے کفایت نہیں کی کہ نقطہ بھٹ جانا دریا کا تمکو دکھلادیں بلکہ پورا کرنا نعمت کا فرمایا ہمنے فَاَنْجَيْنٰكُمْ یعنی پس نجات دی ہمنے تمکو پانی دریا کا اسی شکل پر کہ بھٹا ہوا تھا محفوظ رکھا اور ہوا کو اُسکے اوپر مسلط کیا تاکہ آپس میں ملنے نہ دے یہانتک کہ تم سب ساتھ سلامتی کے اوپر کنارے کے پہونچے اور ڈوبنے کے خوف سے امن میں رہے اور اسکے ضمن میں تمام شبہوں سے کہ بیچ وجود صانع مختار کے یا بیچ نبوت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے آوے سب دفع ہوگئے پھر اسقدر بھی کفایت نہ کی ہمنے بلکہ تمکو اُس ہلاکت کی جگہ سے نجات دی اور دشمن تمہارے کو تمہاری آنکھوں کے سامنے اُسی ہلاکت کی جگہ میں ہلاک کیا ہمنے وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ یعنی اور غرق کیا ہمنے تابعداروں فرعون کے کو تاکہ تمکو خوشی کے اوپر خوشی زیادہ ہو اور کچھ اثر خوف کا اُس سے تمہارے دل میں باقی نہ رہے اور اندوہ اور غم جدائی وطن کا کہ وہ مصر تھا بھی تمہارے دل میں نہ رہے اور بسبب نعمتیں اس طرح تمکو عطا کیں کہ تمہارے تئیں کچھ شک و شبہ اور احتمال صدق اور کذب خبر کا دل میں نگذرے اور اسی واسطے ان سب چیزوں کو تمہارے روبرو کیا ہمنے وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ یعنی اور تم دیکھتے تھے پس اس قسم کی بڑی نعمتوں کا شکر بھی بڑا چاہیئے اور وہ یہ ہے کہ تم بیچ دریا عبادت خداوند اپنے کے محوطہ لگاؤ اور دشمنوں اُسکے کو کہ نفس اور شیطان اور محبت خلق اور دنیا کی ہے اُس دریا روزگار میں غرق کرو بسبب تزکیہ اور تصفیہ اور دور کرنے علاقوں کے باقی رہا اس جگہ ایک سوال کہ اہل تفسیر کے دل میں گذرتا ہے اور وہ یہ ہے کہ مضمون واذ نجيتنا كم من آل فرعون کا اور مضمون واذ فرقنا بكم البحر کا ایک چیز ہے اور حصل اسکا نجات فرعون سے اس ایک مضمون کو دو نعمتیں کو واسطے ظہرائیں اور دو آیتوں میں کو واسطے ذکر فرمانے جواب اس سوال کا عین تفسیر میں بطریق اشارہ کے مذکور ہوا کہ نجات دینے فرعون سے مختلف رنگتوں میں تھے اور خاص چیز دریا کا کہ بڑا معجزہ ہے دوسری نعمت ہے مثلاً کسی شخص کو حق تعالیٰ رزق وافر پہونچاوے اور اصلاح اور دفع فکر اُس سے دُور کرے اگر بیچ مقام احسان کرنے کے اس طرح فرماوے کہ واذکروا نعمتی علیکم اذ رزقتکم ونجیتکم من الفقر والاحتیاج کلام تام ہے پھر اگر رزق پہونچانے کو کہ بطریق دست غیب کے ہو بے منت مخلوق اور بے شقت اور رنج کے نعمت دوسری ٹہرا کر فرماوے کہ واذکروا نعمتی علیکم اذ اخرجت علیکم الرزق من الغیب بلا منة المخلوق ولا مقاساة تعب ومشقة منكم یہ کلام اور ہے کہ فی نفسہ مستقل اور تمام ہے ہر ایک کو ان دونوں کلاموں کے جدا جدا کرنا بیچ مقام شمار کرنے نعمتوں کے مناسب اور حسبان ہے اور بعضے مفسرین طرف اسکے گئے ہیں کہ پہلی آیت میں ذکر نعمت نجات دینے کا ہے پکڑ اور قہر فرعون کے سے کہ بجز وجوہ حضرت موسیٰ کے اور آثار اُنکا بنی اسرائیل میں تمام ہوا۔ اسواسطے کہ بنی اسرائیل بعد آنے حضرت موسیٰ کے اُن تکلیفوں اور زیر چاقیوں اُسکی سے خلاص ہوئے بلکہ مقابل اُسکے ہوگئے اور دوسری آیت میں مذکور اُس نعمت کا ہے کہ بیچ وقت نکلنے مصر کے غلبہ لشکر فرعون کے سے بسبب پار ہونے دریا کے خلاص ہوئے اور بسبب غرق ہونے اُسکے اور لشکر والوں اُسکے کے خوف آئندہ کا بھی اُنکے دلوں سے دُور ہوا اور سب طرح سے مطمئن ہوئے حکایت کہتے ہیں کہ ایک عورت بنی اسرائیل میں سے بچپلی رات کو واسطے لانے پانی کے دریا کے اوپر گئی برتن اپنا بھر رہی تھی کہ فرعون کی ڈاڑھی کہ جواہر اور مروارید میں جڑی ہوئی تھی اُسکے ہاتھ میں آگئی اُس نے مال اُسکی ڈاڑھی کے جڑے اُکھیڑے اور جواہر اُس میں سے نکال لئے اتفاق سے یہی عورت تھی کہ فرعون کے محل میں اُسکو مزدوری کیواسطے لیجاتے تھے اور مزدوری اُس نے نپائی تھی ایک ہاتف نے آواز دی کہ خذی اجرک یعنی لے تو مزدوری اپنی یہ آواز اُسکے کان میں بڑی اور آدمیوں میں اگر نقل کی اور ڈاڑھی فرعون کی اور جواہر اور مروارید اُنکو دکھلائے آذیو نکو یقین ہوا کہ انجام کار ظلم کا خواری ہے اور آخر مظلوم کیواسطے رستگاری اور جب بنی اسرائیل خوف فرعون اور فرعونیوں کے سے بالکلیہ مطمئن ہوچکے حضرت موسیٰؑ نے اُنکو یاد دلایا کہ تم نے نذر کی تھی کہ اگر حق تعالیٰ ہمکو شر فرعون کے لوگوں سے خلاص کرے بیچ اطاعت اُسکی کے ہم کوشش کرینگے اب وہ نذر بجالاؤ بنی اسرائیل نے کہا کہ بکو یہ بات جان اول سے قبول ہے لیکن ہمکو حکام الٰہی اور اوامر و نواہی کی اطلاع نہیں تاکہ قدم بیچ راستے اطاعت اُسکی کے رکھیں چاہیئے کہ ایک کتاب اللہ تعالیٰ کے پاس سے ہمارے واسطے لاوے تو تاکہ موافق اُسکے حکم بجالاویں حضرت موسیٰؑ نے اس امر کو جناب الٰہی میں عرض کیا حکم آیا کہ تم کوہ طور میں کہ مقام عطا ہونے رسالت تمہاری کا ہے حاضر ہو اور ایک مہینے تاک کہ مدت تیس دن کی ہے روزہ رکھو اور اعتکاف کرو بعد اسکے تمکو کتاب تمام اوامر اور نواہی اُسمیں ہو دینگے دیوینگے حضرت موسیٰؑ مطابق ارشاد کے بنی اسرائیل کو چھوڑ کر اور حضرت ہارون کو اور بڑے خلیفہ کرکے آپ طرف کوہ طور کے روانہ ہوئے اور بعد پاک کرنے بدن اور کپڑوں کے اُس پہاڑ میں معتکف ہوئے اور شروع اعتکاف اُنکے کا ذی القعدہ کا تھا جب اعتکاف اُنکا تمام ہوا اور ایک دن باقی رہا اُنکو بسبب وضو کے مسواک کے بوسے سونا اپنے کی متغیر دکھلائی دی اسواسطے استعمال مسواک کا کیا عیب کی طرف سے حکم آیا کہ یہ بوئے ناخوش نزدیک ہمارے بہتر مشک کی بُو سے تھی اس بو کو واسطے تو نے دُور کیا اب بیچ اس تقصیر کے دس راتیں اور اعتکاف کرو دسویں من ذی الحجہ کے کہ دن عید الضحے کا ہے تمکو کتاب دونگا اور کلام بھی ہمارے سے کروں گا حضرت موسیٰؑ نے اعتکاف دس راتوں کا اور فرمایا اور اُس مقام میں ٹہرے لیکن اُنکے پیچھے بنی اسرائیل میں بڑا حادثہ واقع ہوا اور سبب اُسکا یہ تھا کہ بنی اسرائیل کے لشکر میں ایک شخص کہ نام اُسکا موسیٰ بیٹا ظفر کا تھا بسامرہ میں سنار گری کے ہنر میں اور قالب بنانے میں نہایت اُستاد اور ماہر تھا جس دن کہ فرعون غرق ہوا اور حضرت جبرئیل ماديان پر سوار ہوکر دریا کے کنارے پر پھرتے تھے اُس نے دیکھا تھا کہ جس جگہ نقش سم اُس مادیان

بیان جانے حضرت موسیٰ کا کوہ طور کے واسطے مناجات کے اور اختیار کرنا اُنکا ایک گوسالہ کا واسطے پوجنے کے

کا پہونچنا تھا سرنہ ہوتی تھی اس جہت سے جان لیا تھا کہ اثر حیات کا بیچ نقش سم اس ماد یان کے ہے اس واسطے تھوڑی سی خاک اُس گھوڑی کے پانو کے نیچے سے اُٹھا کہ بطریق تبرک کے احتیاط سے اپنے پاس رکھتا تھا اور جو وقت بنی اسرائیل دریا سے اُتر کر جنگل میں پڑے گذر اُنکا ایک قوم پر ہوا کہ گاؤ پرست تھی اور صورتیں گاؤ کی بیچ وغیرہ سے بنا کر پوجتے تھے بنی اسرائیل کو یہ صورت پرستی نہایت خوش آئی تھی جیسا کہ حضرت موسیٰ سے درخواست کی تھی کہ ہمارے واسطے بھی صورت پروردگار ہمارے کی بناوے تا کہ حق عبادت اُسکی کا اچھی طرح سے بجالاویں حضرت موسیٰ نے اُن کو اور پاس سوال کے زجر اور توبیخ فرمائی تھی لیکن سامری نے معلوم کیا تھا کہ اس گروہ کو صورت پرستی مرغوب طبع ہے جو وقت کہ حضرت موسیٰ کوہ طور پر تشریف لیگئے بنی اسرائیل کے سرداروں نے بیچ خدمت حضرت ہارون کی حاضر ہو کر عرض کی کہ ہنگے جو وقت مصر سے نکلے تھے عید کی زینت کے بہانہ سے بہت زیور قبطیوں کا مانگ لیا تھا اب اسی زیور کا کیا حکم ہے حضرت ہارون نے فرمایا کہ اُس تمام زیور کو ایک گڑھے میں ڈالکر آگ دیدو جو کچھ جل جاوے اور رہا کہ اُسکی باقی رہے زمین میں دفن کر دو اسواسطے کہ یہ مال کافروں کا ہے جانا چاہئے اس مقام میں بعضے فقہا اعتراض کرتے ہیں کہ بنی اسرائیل شہر مصر میں متامن تھے اور بلحاظ قبطیوں کے پناہ پکڑتے تھے متامنوں کو حربیوں کا مال لینا جائز نہیں اور اگر بنی اسرائیل نے معصیت کی وہ سے یہ امر اختیار کیا تھا حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کو بھی اسپر اطلاع تھی کسواسطے اُنکو اس حرکت سے منع نہ فرمایا جواب اس اشکال کا یہ ہے کہ متامن ہونا بنی اسرائیل کا شہر مصر کے مسلم نہیں بلکہ وہ قیدی تھے کہ زبردستی اور تعدی سے فرعون نے اُنکو نکلنے سے بندکر رکھا تھا ہر روز ظلم قبطیوں کا کھینچتے تھے اور رنج اور مشقت اُن کی طرف سے دیکھتے تھے اور قبطیوں کا دست کمال حیلہ جوئی کا جس طرح مل سکے خواہ گدائی سے خواہ چوری سے ہیلیوں اور اگر بالفرض متامن بھی تھے زیور اور مال اُنکو لیجانے کی ضرورت تھی اسواسطے کہ اگر وقت بھاگنے کے عارت کرکے پھیرنے میں مشغول ہوتے گرفتار ہو جاتے القصہ سامری نے بنی اسرائیل سے کہا کہ یہ سب زیور مجھکو دیدو اگر کوئی طلسم عجیب اس سے بناؤں گا ہوں کہ عصائے موسیٰ سے بھی بہتر ہو اور بعد اسکے تمکو ساتھ موسیٰ کے دعوی ہمسری اور برابری کا حاصل ہوگا اور موسیٰ کو تمہارے اوپر بزرگی اور زیادتی نہ رہیگی بنی اسرائیل نے تمام اُس زیور کو حوالہ اُسکے کیا سامری نے سونا جدا کیا اور جواہر اور یاقوت کو جدا سونے کا ایک بچھڑا بنایا نہایت خوبصورت اور جواہر اور یاقوت کو بجائے کانوں اور آنکھوں اور پونچھ اور زانو اور قدم کے موافق قرینہ کے قائم کیا اور شکم اُسکا خالی چھوڑا اور اس خالی جگہ میں قبضہ خاک حضرت جبرئیل کے گھوڑے کے سُم کے نیچے سے لی تھی ڈالی بچھڑا بسبب تاثیر اُس خاک کے چلنے لگا اور ایک آواز کی مانند بیلوں کے سامری نے کہا کہ دیکھو پروردگار تمہارے نے بیچ صورت اس گوسالہ کے ظہور فرمایا اور تمہارے خیموں میں آیا ہے اور موسیٰ خدا کو ڈھونڈتا ہوا بیہودہ پر دوڑتا پھرتا ہے بنی اسرائیل نے کہا کہ سچ کہتا ہے تو تیس دن گذر گئے کہ موسیٰ نے وعدہ پھرنے کا کیا تھا اور ابھی تک نہیں آیا معلوم ہوتا ہے کہ اپنے خدا کو اس جگہ پایا قریب کوہ طور کے بنی اسرائیل میں سے بسبب بہکانے سامری کے عبادت اُس بچھڑے کی کرنے لگے اور موافق مثل مشہور کے کہ بد آنچہ آدمی کند بوزنہ ہم بگرد اگرد اُس گوسالہ کے گوشہ نشین ہوئے اور سامری نے ایک بڑا خیمہ اور اُس گوسالہ کے کھڑا کیا اور فروش اور سامان تکلف اُس جگہ ڈالا اور گرد اس خیمہ کے نوبت بجانی شروع کی اور اُس گوسالہ کے سامنے گانا بجانا ساتھ چنگ و رباب کے مقرر کیا اور مرد اور عورتیں تماشے کے واسطے جمع ہونے لگیں اور بازار شیطان کا خوب گرم ہوا اور حضرت موسیٰ کو بہاڑ پر دسویں ذی الحجہ کی وقت چاشت کے بارہ تختیاں زمرد کی کہ اُسکے اوپر توریت لکھی ہوئی تھی عطا ہوئیں اور کلام کہ سب نصیحتیں اور تکلیفیں تھیں سیان میں آئے اور بعد اسکے خدا وند عالم نے فرمایا کہ قوم تیری نے بعد تیرے عجب کفران نعمت اختیار کیا ہے جو کچھ فرعون نے اُن سے درخواست کیا تھا کہ بجا لاویں جواب نہ دیا اُسکے اسواسطے کہ تعظیم بادشاہ قدرت والے کی کہ نفع اور نقصان پہونچا سکتا ہے تھوڑی بہت عقل میں آتی ہے اور گھڑے بے عقل کی کہ حماقت اور بیوقوفی میں ضرب المثل ہے کسی وجہ سے تعظیم لایق نہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام بسبب سننے اس خبر وحشت اثر کے بے اختیار طرف لشکر کے روانہ ہوئے اور اول حضرت ہارون پر غصہ اور سختی شروع کی کہ تمنے کسواسطے یہ حرکت قبیحہ اُنکو کرنے دی حضرت ہارون نے فرمایا ہاں فعل نالائستہ سے منع کیا لیکن اُنہوں نے کہا ان نہ برح علیہ عاکفین حتی یرجع الینا موسی یعنی ہم گرگز اعتکاف کرا اوپر اس گوسالہ کے ہے موقوف نکرینگے جبتک کہ حضرت موسیٰ ہماری طرف آوے اور حزن اور قبح اس فعل کا ہمکو بیان کرے بعد اُسکے حضرت موسیٰ طرف اُس گوسالہ کے متوجہ ہوئے اور اُسکو آگ میں جلایا اور خاک اُسکی کو دریا میں اُڑایا بچھڑے کے پوجنے والے خفیف جانتے تھے اور اُس پانی کو بطریق تبرک کے لاتے تھے اور پیتے تھے کہتے ہیں کہ گروہ جنی اسرائیل کا بیچ مقدمہ اس گوسالہ کے تین قسم ہوئے ایک گروہ وہ ہے کہ بسبب بہکانے سامری کے فریفتہ ہو کر عبادت اُس گوسالہ کی بجالائے اور دوسرا گروہ وہ ہے کہ حضرت ہارون کے ہمراہ طریق امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا عمل میں لائے اور تیسرا گروہ وہ ہے کہ خاموش اور توقف تھے اور نہ انکار کرتے تھے اور نہ یکام اُن سے سرزد ہوتا تھا پہلا اور تیسرا گروہ عرصہ عتاب الٰہی میں آئے اور دوسرا گروہ سلامت رہا حق تعالیٰ اس نعمت عظمٰی کو باوجود اسقدر گستاخی کے ذرعونیوں کی گستاخی سے بہت کم ہے اور اُنکو اُس حرکت کے سبب غرق کیا تھا اور اُن کی گستاخی کو معاف کیا یاد دلاتا ہے وَاِذْ وٰعَدْنَا یعنی اور یاد دلا اُسوقت کو کہ ہمنے ساتھ موسیٰ علیہ السلام کے وعدہ کیا اور ہر چند کہ اکثر مواعدت کا صدور وعدہ کا جانبین سے چاہتا ہے لیکن اس جگہ یہ لفظ مفارقت اور عاقبت اللص کے قبیلہ سے ہے یعنی مشارکت کے معنی سے مجرد ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دونوں طرف سے وعدہ تحقیق ہو حضرت موسیٰ کی طرف سے وعدہ پورا کرنے اعتکاف کا اور حق تعالیٰ کی طرف سے وعدہ کتاب دینے کا اور یہ وعدہ مقرر کیا گیا تھا ساتھ اس مدت کے کہ اربعین لیلۃ یعنی چالیس رات اور اکثر روایتوں میں آیا ہے کہ تیس راتیں ذی القعدہ کے مہینے سے نہیں اور دس راتیں اول ذی الحجہ سے اور دسواں دن کتاب کے دینے کا وقت تھا اسی واسطے اربعین یوما فرمایا والاسواں دن

بھی اعتکاف کے دنوں میں داخل ہو جاتا اور وہ حلال نہیں اور بعضے محققین نے کہا کہ ہر گاہ کہ رات وقت عبادت اور خلوت کا ہے اور ریاضت والے اکثر اسی وقت میں اپنے کام میں مشغول ہوتے ہیں اسیواسطے خاصکر ذکر رات کو فرمایا اور یہ بھی ہے کہ مہینے عرب کے اوپر سیر اور گردش چاند کے مقرر ہیں اور ابتداء اسکا ہلال سے لیتے ہیں اور یہ معنی خاص رات ہی کے سلطنہ ہے اور موسیٰ اصل لغت میں عبرانی ہے کہ معرب ہو گیا ہے کہتے ہیں کہ اصل اسکی موشا تھی یعنی پانی کے ہے اور شا بمعنی درخت کے اور چونکہ حضرت موسیٰ کو فرعون نے نہر میں درختوں کے نیچے پایا تھا یہ نام اُسکے واسطے مقرر کیا اور عربی زبان میں یا کو واو کے ساتھ اور ژ شین کو سین کے ساتھ بدل کیا موسیٰ ہوا عدد چالیس کو بہت مقاموں میں اعتبار ہے اور اسی واسطے حدیث میں آیا ہے کہ من اخلص للہ اربعین صباحا ظھرت ینابیع الحکمۃ من قلبہ علی لسانہ یعنے جو شخص کہ خلوص کرے اللہ کے واسطے چالیس دن ظاہر ہونگے چشمے حکمت کے دل اُسکے سے اور پر زبان اُسکی کے اور بھی آیا ہے کہ خمرت طین آدم اربعین صباحا کہ خمیر کیا گیا مٹی آدم کو چالیس دن اور بھی بچہ آدمی کا پیٹ میں اتنی ہی مدت میں ایک حال سے طرف دوسرے حال کے انتقال کرتا ہے چالیس روز تک نطفہ رہتا ہے اور چالیس دن تک خون بستہ اور چالیس دن تک گوشت کا ٹکڑا بعد اس سے قابل نفخ روح الٰہی کا ہوتا ہے اور اسی جگہ سے ہے کہ تمام صوفیہ رحمۃ اللہ علیہم نے چلہ کو ریاضت اور خلوت کے واسطے مقرر کیا ہے اسواسطے کہ قصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سے معلوم ہوا کہ اتنی مدت ریاضت کرنے سے ترقی ہوتی ہے ادنیٰ حال سے طرف اعلیٰ حال کے آئے ہم اور اس مطلب کے کہ اس آیت میں چالیس رات کا وعدہ مذکور ہے اور سورۂ اعراف میں وعدہ تیس رات کا ظاہر میں یہ تناقض ہے جواب اسکا یہ ہے کہ اس آیۃ میں بطریق اجمال کے تمام مدت خلوت اُنکی کی سنہ ۱۳۱ اور زیادتی کے ذکر فرمائی اور سورۂ اعراف میں بطریق تفصیل کے اصل وعدہ کو کہ تیس رات تھیں اور پھر مدت دس روز کی کہ بسبب بو قت مسواک کرنے کے گناہ میں زیادہ ہوئی تھی جدا جدا یاد فرمایا ہے پس تناقض نہیں اسواسطے کہ بیچ اجمال اور تفصیل کے مخالفت نہیں ہوتی ہے مثال اس کی ایسی ہے کہ کوئی شخص چالیس درم قرض کسی کا اپنے ذمہ رکھتا ہو اگر یہ کہے کہ میں چالیس درم قرض رکھتا ہوں اجمال صحیح ہے اور اگر اس طرح کہے کہ میں نے تیس درم بابت فلانے کے اُس سے لئے تھے اور دس درم بابت فلانے کے یہ تفصیل بھی درست ہے خصوصاً کہ سورہ اعراف کی آیت میں حاصل اس تفصیل کا بھی مذکور ہے کہ فتم میقات ربہ اربعین لیلۃ باقی رہا اس مقام میں ایک سوال جواب طلب اور وہ یہ ہے کہ اربعین لیلۃ کا محل باعتبار ترکیب نحوی کے کیا ہے مفعول نہیں ہو سکتا ہے اسواسطے کہ جو چیز موعود ہے خدا کیطرف سے کتاب کا دینا تھا اور حضرت موسیٰ کیطرف سے پورا کرنا اعتکاف کا اور ظرف بھی نہیں ہو سکتا ہے اسواسطے کہ وعدہ دونوں طرف سے چالیس دن تک تھا کہ چالیس دن تک وعدہ کرتے رہیں جواب اسکا یہ ہے کہ اربعین لیلۃ ظرف ہے لیکن واعدنا کا نہیں بلکہ واعدنا کے مفعول کا ہے اور وہ محذوف ہے تقدیر میں یہ ہے کہ واعدنا موسیٰ معاملۃ عند انقضای اربعین لیلۃ آرے لفظ انقضا کا بھی محذوف ہے اور اربعین لیلۃ کو بسبب مجاورت کے مجازاً قائم مقام اُسکے کر دیا جیسا کہ عرف میں کہتے ہیں کہ آج چالیس دن ہوئے کہ فلانا آیا ہے مراد یہ ہے کہ انقضائے چالیس دن کا ہے اور نسب حضرت موسیٰ کا یہ ہے کہ وہ بیٹے عمران بن یصہر بن قاحث بن لاوی بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام کے تھے اور لاوی تیسرے بیٹے حضرت یعقوب علیہ السلام تھے پس حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اوپر فرقہ بنی اسرائیل کے بھی ریاست حقیقی تھی کہ پیغمبر اولوالعزم تھے اور ریاست عرفی بھی اسواسطے کہ عرف عام میں ریاست اور سرداری بڑے کو ہوا کرتی ہے اور جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کتاب لانے کے واسطے سب ہی اسرائیل کی طرف سے اللہ تعالےٰ کے حضور میں گئے تھے ان سب کو مناسب یہ تھا کہ انتظار اُنکی کرتے اور بنا طریق بخالفے سے بچتے اور بزرگوں تمہارے سے نے اے بنی اسرائیل برخلاف اس طریق کے کہ ادنیٰ آدمیوں کا معمول ہے عمل میں لائے اسواسطے کہ معمول یہ ہے کہ جو کوئی معزز کسی گروہ کا حاکم یا بادشاہ کے پاس واسطے عرض کسی مطلب کے جاتا ہے دوسرے لوگ پاس اُس نہیں لیتے کی کرتے ہیں اور ہرگز خلاف اور اختلاف نہیں کرتے بلکہ تتمے ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِهٖ یعنی بعد جانے موسیٰ اور قرار چالیس دن کے بنا لیا تتمے بچھڑے کو بعد موسیٰ کے اور اُس کی غیبت میں اسواسطے کہ موسیٰ جب تک درمیان تمہارے تھا تکلو عبادت فرعون اور ہامان کی سے باز رکھتا تھا حالانکہ فرعون اور ہامان کو ظاہر میں ایک بلخ کی قدرت اور اختیار نفع اور ضرر کا تھا پرستش گو سالہ بیقل کی سے کس طرح ممانعت نکرتا اور لفظ ثم کا اصل میں واسطے تراخی زمانہ کے ہے اور اس جگہ واسطے بعید جاننے مضمون مابعد کے ماقبل کے مضمون سے مستعمل ہوا گویا کسی شخص نے کہا کہ سردار اپنے کو واسطے عرض مطلب اور درخواست عرض کے ہمارے حضور میں بھیجو اور آپ غیبت اُس سردار کی میں مخالفت مرضی ہماری کے کام کرو بلکہ تکلو لازم تھا کہ ہرگز مخالفت ہماری تم سے سرزد نہ ہوتی اور اتخاذ افتعال ہے اخذ سے ماخوذ ہے ہمزہ کو بعد تاءتین کے تا کے ساتھ بدل کر کے تا کو تا میں ادغام کیا اور ہمزہ گاہ کہ افتعال کے صیغہ پر یہ لفظ بہت آیا ہے عربوں نے وہم کیا کہ شاید تا اصلی ہو اور تخذ یتخذ سے ماخوذ ہوا اور اسی واسطے تخذ یتخذ کو بھی استعمال کرنا پڑا اور اتخاذ کے فعل نے عربوں کے نزدیک حکم افعال مجہول کا لے لیا ہے کہ اوپر مبتدا اور خبر کے داخل ہوتا ہے اور دونوں کو اوپر مفعولیت کے نصب دیتا ہے اگر اس استعمال کو اس جگہ مقرر کریں پس دوسرا مفعول محذوف مانیں گے اور تقدیر عبادت کی اسطرح ہوگی ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ اِلٰهًا اور معانی وانہوں نے وجہ حذف کرنے مفعول ثانی کی اس جگہ جاننا تصریح اس مرتبہ قبیح کا مقرر کی ہے اور اگر اس استعمال کے موافق نہ ٹھیرا دیں بلکہ اتخاذ کو ساتھ معنی بنانے کے لیویں اس صورت میں ایک ہی مفعول کہ موجود ہے کفایت کرتا ہے اور اس تقدیر پر بعضے اہل معانی کے دل میں شبہ گذرا ہے کہ فقط بنانے بچھڑے کا محل انکار کا نہ تھا کہ اُسکے بنانے سے منع فرمایا ہو اور علاوہ اسکے بنانا گو سالہ کا خاص سامری کا کام تھا باقی بنی اسرائیل اُس میں شریک نہ تھے بخلاف معبود ٹھیرانے گو سالہ کے کہ سب اُسمیں شریک تھے پس جواب اسکا یہ ہے کہ انکا انکر نہ نام مطلق گو سالہ کا مقصود نہیں بلکہ اُسی گو سالہ معین کا ہے جیسا کہ لام عہد سے سمجھا جاتا ہے اور گو سالہ معہود معبود تھا سو اسکے یہ ہے کہ تصویر بنانی بھی محرمات سے ہے محض بنانا گو سالہ کا بھی

بیان تحقیق لفظ موسیٰ کی

بیان تحقیق چالیس دن کی مدت کے واسطے عبادت کے

بیان مناسبت حضرت موسیٰ کو بنی اسرائیل سے

محل انکار کا ہو سکتا ہے اور ہر چند کہ قالب گوسالہ کا سامری نے تیار کیا تھا لیکن اُنکی امداد و اعانت سے یہ بات اُس سے ہوئی تھی کہ زر و جواہر سے بھرا کر اُسکو دیا تھا اور اس فعل میں اُن کے شریک ہے اور حسن بصری سے ابن ابی حاتم نے بسبب تفسیر اپنی کے روایت کی ہے کہ نام اُس گوسالہ کا بہبوث تھا ظاہر اس نام میں عبث ہوئے شرک ہی تھا اور اسیواسطے حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ کاش تم گوسالہ کو محض واسطے لہو و لعب مقرر کرتے اور مانند اور کھیلوں اور تصویروں کے لڑکے جنسے کھیلتے ہیں حقیر اور ذلیل رکھتے لیکن تمنے اس گوسالہ کی صورت کو معبود جانا ٹھہرایا وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ یعنی اور حال یہ ہے کہ تم نہایت ظلم کرتے تھے اسواسطے کہ عبادت کمال درجہ کی تعظیم کا نام ہے اور یہ خاص حق علیم و حکیم کا ہے گوسالہ کی صورت کے واسطے کہ بیل کا بچہ ہے تم بجالائے اور رمز سکو روا رکھا اور یہ امر ظاہر ہے کہ تمام مخلوقات الٰہی سے بیل ضرب المثل ہے حماقت اور نافہمی میں اور بچہ بیل سے بھی کم ہے اسمیں زیادہ تر بے شعوری پائی گئی پس ایک ادنی اور حقیر کے واسطے کمال تعظیم کہ خدا کا حق تھا تم بجالائے اس جہت سے ظلم تمہارا عظیم تر اور بہت قبیح ظلم فرعون کے تابعین سے کئی مرتبہ کر کے ہے خصوصاً کہ تم سے یہ ظلم بعد ایمان اور معرفت ناقصہ کے وجود میں آیا اور فرعون کے لوگوں سے کفر اور جہل کی حالت میں اہل تحقیق نے کہا ہے کہ ہر قوم کے واسطے ایک ایک گوسالہ ہے کہ اُس کی پرستش میں مشغول ہیں اگرچہ ظاہر میں اپنے تئیں مسلمان اور دیندار جانتے ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں بھی اشارہ اس امر کی طرف آیا ہے جس جگہ کہ فرمایا ہے تعس عبدالدینار و عبدالدرھم و عبدالخمیص ان اعطی رضی وان لم یعط سخط یعنی بُرا حال ہے اُس شخص کا کہ بندۂ درہم یا بندۂ روپیہ کا یا بندہ شال اور کپڑے خوبصورت کا ہے اگر اُسکو خدا کی طرف سے یہ چیزیں عطا ہوں خوش ہوتا ہے والا ناخوش رہتا ہے اور شکایت کا دروازہ کھولتا ہے اس جگہ میں جاننا چاہئے کہ بنی اسرائیل باوجود دیکھنے اُن معجزات ظاہر اور خوارق روشن کے کہ بلا اختیار اُنکے دل میں یقین آگیا تھا اور یقین کرنے میں سلخہ صانع قادر مختار کے پس سامری کی شعبدہ بازی سے فریفتہ ہو کر دفعۃً یہ یقین جاتا رہا اور حضرت موسیٰ کی نبوت میں متردد ہو گئے اور اُنکے پیچھے ہونے میں شک کرنے لگے اور بیچ حال اخواے تکی کے گرفتار ہو گئے علما اسکی وجہ بیان کرنے میں مختلف ہیں بعضوں نے اس کی وجہیں کہا ہے کہ سامری نے بنی اسرائیل کے ذہنوں میں ایسے ایسے شبہے منقش کر دیئے کہ حضرت موسیٰ کو قدرت اور پر اس خوارق عجیبہ کے ساتھ امداد و اعانت طلسمات اور نیرنجات کے حاصل ہوئی ہے پس ممکن بھی چاہیئے کہ کوئی اور ظلم اور نیرنج محل طلسم ہو نیرنج کے بنا دقوم اور حضرت موسیٰ کیساتھ برابر ہو تم اور جمہور علما اس طرف گئے ہیں کہ اکثر جہال بنی اسرائیل کا مذہب جلولی تھا یعنی کہتے تھے کہ ذات پروردگار بعضے جسموں میں حلول کرتی ہے اور اُنکے اندر پیر جاتی ہے سامری نے ایسے آدمیوں کو یہ بات سمجھائی اور فریفتہ کیا کہ پروردگار تمہارے نے بیچ صورت اس گوسالہ کے ظہور کیا ہے اور آواز اور حرکت اُسکی کو کہ اول نقطہ ایک سونے کا پتلا تھا دلیل اپنے دعوے کی مقرر کی مثال اسکی جیسے کہ ہنود جس جگہ کوئی شئے عجیب دیکھتے ہیں اُسمیں اللہ تعالیٰ کا حلول اعتقاد کر کے پرستش اور تعظیم نہایت درجہ کی اُسکے واسطے کرتے ہیں اور آیتیں اور حدیثیں بہت جمہور کے قول کے ساتھ منافات رکھتی ہیں اور پہلے قول کے ساتھ تائید کرتی ہیں تجملہ اُنکے یہ ہے کہ سامری نے کہا ھٰذَا اِلٰھُکُمْ وَاِلٰہُ مُوْسٰی فَنَسِیَ یعنی یہ ہے معبود تمہارا اور معبود موسیٰ کا پس بھول گیا موسیٰ اور بعضی دلیلوں میں سے یہ بھی ہے کہ گرداگرد اُسکے بطریق عبادت کے معتکف ہوتے تھے اور تعظیم اُسکی بجالاتے تھے۔ اور طلسمات اور نیرنجات کے ساتھ ایسا معاملہ کا معمول نہیں ہوا اُسکے اور بھی دلائل اور شواہد ہیں حاصل کلام یہ ہے کہ بعمل شنیع بنی اسرائیل کا کہ تمام اقسام کفر کی سے بدتر قسم ہے مقتضی اسکا تھا کہ اُنکو فی الفور نیست اور نابود کریں اور فرصت توبہ کی بھی نہ دیں اور گنجائش عذر اور معذرت کی نجھوڑیں لیکن حق تعالیٰ بسبب کمال مہربانی اور رحمت اپنی کے کہ اصالۃً طرف حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کے متوجہ تھے اور بقلیل اُنکے بنی اسرائیل کو بھی پہونچتے تھے اُنکو واحدہ عاجلہ دنیا و بہ نفرایا اور ہلاک نہ کیا جیسا کہ فرماتے ہیں ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْکُمْ یعنی پھر معاف کر دیا ہے تم سے اور تکو فی الفور ساتھ عذاب متواصل کے کہ بالکل نیست اور نابود کر دے ہلاک نہ کیا جیسے کہ فرعونیوں کو بسبب عدل حکمی کے کہ اس کے کہ تمکو بالکل ہلاک کر دیا مِنْ بَعْدِ ذٰلِکَ یعنی پیچھے بنانے بچھڑے اور پرستش اُس صورت بیجان کی کرنے سے بعد ایمان لانے اور دیکھنے معجزوں اور بڑی بڑی نشانیوں کے صادر ہوئی اور یہ گناہ اُنکا نہایت بڑا اور سست تھا اسی واسطے قابل اسکے ہوا کہ اشارہ بعید اُسکی طرف کیا جاوے لیکن یہ سب اسواسطے تھا کہ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ یعنی تاکہ شاید تم آئندہ کو شکر نعمتوں الٰہی کا بجالاؤ اور تحمل مشقتوں کا اللہ تعالیٰ کی عبادت میں گوارا کر و اسواسطے کہ ابھی تک استعداد گروہ تمہارے کا بالکل زائل نہیں ہوا تم سے تو قبیح تھی کہ نیک و صالح پیدا ہوں اور بیچ کام معرفت و عبادت کے قیام کریں بخلاف قوم فرعون کے کہ استعداد اُنکا مطلق زائل ہو گیا تھا کوئی نہیں قابل تحمل اُنت معرفت اور عبادت کا رہا تھا اور لعل اگر یہ لغت عرب میں اُس جگہ مستعمل ہوتا ہے کہ امید مرجو شے وہ شے حاصل ہو یا نہو لیکن کلام الٰہی میں بہت جگہ یقین کے مقام میں مستعمل ہوتا ہے جیسا کہ اس جگہ بھی اسی قسم کا ہے اسواسطے کہ بنی اسرائیل بعد اسکے معتدبہ علوم الٰہی کے اور حامل معارف اُسکی کے ہوئے اور درمیان اُنکے ہزاروں نبی اور شہید اور صالحین پیدا ہوئے اور رہبر اور راہنما ظاہر ہوئے اور خدا کے کاموں میں مصروف ہے اور اس جگہ ایک نکال ہے نہایت سخت اور وہ یہ ہے کہ پرستش گوسالہ کی بلاشبہ کفر تھی بلکہ بسبب اقسام کفر کی سے قبیح اور کفر قابل معاف ہونیکے نہیں اور بغیر توبہ کے بخشا نہیں جاتا ہے اور اگر اس طرح کہا جاوے کہ ایسا لفظ کہ دلالت توبہ کے اوپر کرتا ہے اس جگہ مقدر ہے جیسا کہ جمہور مفسرین نے اسی طرح کہا ہے اور کہا ہے کہ تقدیر کلام کی یہ ہے کہ ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْکُمْ حِیْنَ تُبْتُمْ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ نعمۃ العفو اس صورت میں لازم آتا ہے کہ مضمون اس آیت کا اور مضمون آیت فتاب علیکم انہ ھو التواب الرحیم کا ایک چیز ہوا اور مضمون آیت فتاب علیکم کا بمضمون اس آیت کے کہ ذکر نکال ارمیفائدہ ہوا اسواسطے کہ یقام مقام نعمتونیکے شمار کرنے کا ہے اور اس آیت میں سوائے قبول توبہ کے کوئی نعمت مذکور نہیں اور جواب اس اشکال کا آیت کی تفسیر میں اشارۃً گذرا کہ مراد عفو سے ترک کرنا مواخذہ کا ہے کہ دنیا میں بالکل اُنکو خبیث اور نابود کرے نہ چھوڑنا مواخذہ اخروی کا اور کفر میں یہ بات ہو سکتی ہے کہ دنیا میں من میں

رہے جیسا کہ کفار امت مصطفویہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کی اسی نعمت میں شریک ہیں کہ کفر کرتے ہیں اور دنیا میں ہلاکت عذاب کے سبب سے نہیں ہوتی گو یا کہ مواخذہ اخروی باقی ہے اور اگلی آیت میں قبول کرنا توبہ بنی اسرائیل کا مذکور ہے اور تعلیم طریق اُس توبہ کی کہ آنا گناہ کے بالکل محو کرے اور دنیا اور آخرت میں اُسکے ضرر سے بخوف ہو جاوے اور ان دونوں باتوں میں بڑا فرق ہے پھر فرماتے ہیں کہ واسطے تعلیم طریق شکر نعمتوں کے نعمت دوسری کہ بہت بڑی اور بزرگ ہے عطا کی بنے اور بسبب اس تمہارے گناہ قبیح کے اُس نعمت کو تم سے پھیر لیا بنے پس اُس نعمت عظمیٰ کو یاد کرو وَاِذْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ یعنی اور یاد کرو تم اُس وقت کو کہ دی ہمنے موسیٰ کو کتاب اور وہ توریت مقدسہ ہے کہ تمام قواعد شکر گذاری کے اُسمیں موجود ہیں اگر شکر گذار بموجب اُن قواعد کے عمل کریں اور شکر حق کا بجالاویں وَالْفُرْقَانَ یعنی اور بھی دی ہمنے موسیٰ کو وہ چیز کہ باعث فرق کا ہو درمیان اہل حق اور اہل باطل کے اور وہ شعائر دین اور ارکان شرع کے ہیں کہ بسبب بجالانے اُنکے کے موافق اور مخالف کے نزدیک معلوم ہو جاتا ہے کہ فلانا اس دین میں آیا اور فلانا اس دین سے باہر گیا مثل تعظیم روز دوشنبہ اور روزہ رکھنے اُس دن کے اور معطل رہنا اُس دن میں دنیا کے کاموں سے اور سوا اسکے اور رسمیں اور عبدیں دین یہودیت کی اور ترک کرنا گوشت اور دودھ اور گھی، اونٹ کا اور ختنہ اور ذبح اور قربانی کا اور اس دین میں مانند اُنکے یہ چیزیں ہیں اذان اور نماز جمعہ اور جماعتیں اور عیدین اور ختنہ وغیرہ اور بعضے مفسرین اس طرف گئے ہیں کہ مراد فرقان سے وہی توریت مقدسہ ہے اور عطف واسطے تغائر صفت کے ہے باوجود متحد ہونے ذات کے جیسا کہ عرب کہتے ہیں راَیت الغیث واللیث اے رایت الرجل الذی ھو جواد کالغیث وشجاع کاللیث اس مثال میں غیث اور لیث ایک شخص سے مراد ہے لیکن ہر کلمہ کا یہ دونوں لفظ باعتبار معنی کے کہ وہ سخاوت اور شجاعت ہے مختلف تھے اسواسطے حرف عطف کا اُنکے درمیان میں لایا گیا اور بعضوں نے کہا ہے کہ مراد فرقان سے معجزے موسیٰ ہیں کہ درمیان کافر اور مومن کے فرق کرتے تھے اور ہر تقدیر پر عطا کرنا کتاب و فرقان کا ساتھ جس معنی کے ہو کچھ حضرت موسیٰ کو دور کار نہ تھا مگر اسواسطے کہ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ یعنی تاکہ شاید راہ پاؤ ساتھ آئین شکر گذاری کے اور یہ نعمت دوسری تمہارے اوپر ہوئی اسی واسطے حضرت موسیٰ نے جناب الٰہی میں عرض کی ہے الٰہی انعمت علی النعم السوابغ واھم تنی بشکرھا وانا شاکر لھا ایاک نعمتہ منک فقال اللہ تعالیٰ یا موسیٰ حسبے من عبدی ان یعلم ان ما بہ من نعمۃ فمنی یعنی اے بار خدایا انعام کی تو نے میرے اوپر نعمتیں پوری پوری اور حکم کیا تو نے مجکو ساتھ شکر اُنکے کے اور سوا اسکے نہیں کہ شکر کرنا میرا تیرے تئیں یہ بھی ایک نعمت ہے تیری طرف سے پس فرمایا اللہ تعالیٰ نے اے موسیٰ کفایت ہے مجکو بندہ اپنے سے یہ بات کہ جان لے اس امر کو کہ تحقیق جو چیز کہ جو مت اُسکے پاس ہے پس وہ میری ہی طرف سے ہے حاصل یہ ہے کہ بندہ کا شکر یہی ہے کہ جو مت اُسکو حاصل ہے اللہ ہی کی طرف سے اُسکو سمجھے، اور حضرت داؤد نے اس مضمون کو ایسا بیان فرمایا ہے کہ سبحان من جعل اعتراف العبد بالعجز عن شکرہ شکرا کما جعل اعترافہ بمعرفتہ معرفۃ یعنی پاکی ہے اُس ذات کو کہ ٹھیرایا اقرار بندہ کا ساتھ عاجز ہونے کے شکر اپنے سے شکر ٹھیرایا اقرار اُسکا ساتھ عجز کے، معرفت اپنی سے معرفت اپنی اور یہ دونوں حدیثیں معالم میں نیچے اسی آیت کے مذکور ہیں اور منجملہ ہدایت اس کتابکے اور بڑا فرق کرنیوالی درمیان سچے اور جھوٹے کے تو بھی کہ قتل کرنا نفس کا بسبب گناہ گوسالہ پرستی کے مقرر ہوئی پس اُس ہدایت عمدہ کو یاد کرو وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ یعنی اور یاد کرو اُس وقت کو کہ موسیٰ نے قوم اپنی سے کہا از راہ شفقت اور غمخواری کے اسواسطے کہ آدمی کو اپنی قوم کی طرف توجہ ہوتی ہے اور علاج بیماری اپنی کا جانتا ہے اور اگر کوئی بیماری اپنی کا جانتا ہے اور عنایت کے اُنکو اس مرض پر خبردار کرتا ہے یَا قَوْمِ اے قوم میری مقتضائے شفقت ہم قوم ہونے کا یہ ہے کہ تمکو اوپر بیماری باطنی اور طریق علاج اُسکے کے آگاہ کردوں میں یہ ہے تم کہ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ یعنی تحقیق تم نے ظلم کیا ہے اپر جانوں اپنی کے بسبب بنانے گوسالہ کے اسواسطے کہ ہر گاہ کہ روبرو تمہارے سامری نے زر قبطیوں کے گوسالہ تیار کیا اور تمنے اُسکی دینے زر وغیرہ سے امداد اور اعانت کی اور اسواسطے آواز کرنے اور ظاہر ہونے اثر حیات کے بسبب ڈالنے اُس خاک کے کہ نیچے سم گھوڑی حضرت جبرئیل علیہ السلام کے اور خاصیت زندہ کرنیکی اُسمیں جانکر اُٹھائی تھی دیدہ و دانستہ اُسکو تمنے معبود بنالیا اور اللہ تعالیٰ کا سا جانا اُسمیں اعتقاد کیا پس گویا دعویٰ اس امر کا کیا کہ ہنے حیات اپنے معبود میں ڈالی اور ہر چند کہ آواز کرنی اُس گوسالہ کی ایک امر عجیب خارق عادت تھا لیکن جو موجب فعل عجیب خارق عادت کا کسی حکمت اور تدبیر کو کسی کے ہاتھ کے کام سے ظاہر ہونا ہو سو اُسکو امر غیبی جاننا عقل سلیم کے خلاف ہے اور اسی واسطے افعال عجیبہ جادوگروں اور نظر بندوں اور بازیگروں وغیرہ کے صاحب عقلوں کی نظر میں کسی طرح کی قدر اور منزلت نہیں رکھتے ہیں ایسی چیز ہاتھ کی بنائی ہوئی کو معبود ہونے سے کیا مناسبت اور لیاقت سے کیا ربط کہ فرعون اور ہامان کے مرتبہ سے بھی نہایت کمتر تھی یہ بات سنکر موسیٰ کی قوم نے کہا کہ اب کیا کرنا چاہیئے تا کہ عذاب اس ظلم سے نجات پاویں حضرت موسیٰ نے فرمایا فَتُوْبُوْٓا اِلٰى بَارِئِكُمْ یعنی پس توبہ کرو تم متوجہ ہو کر طرف خالق تراش اپنے کے کہ وہ جناب حق تعالیٰ کی ہے جعل شانہ تا کہ جانیں تمہاری آلودگی اس ظلم کی سے پاک کرے اسواسطے کہ ظلم تمہاری جانوں میں گھس گیا اور مخلوط ہوا اور بسبب محبت اُس گوسالہ کے جانیں تمہاری آفت ناک ہو گئیں اور یاری اصل میں تراشنے والے قلم وغیرہ کو کہتے ہیں اور اختیار کرنا اس نام کا اس جگہ اور نام موں الٰہی سے اسی واسطے ہے کہ انہوں نے خدا کے قالب تراش کے۔ تمثیل میں صورا قالب تراش مقرر کیا تھا اور لفظ الی بارئکم کا زیادہ کرنا اسواسطے ہے کہ یہ توبہ ریا کے طور سے نہو اسواسطے کہ توبہ طرف خدا کے وہی توبہ ہے کہ دل کی تہ میں سے ہو اور اگر زبان سے ظاہر میں فقط توبہ کی جاوے وہ توبہ فقط آدمیوں کی ہے نہ طرف خدا کے فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ یعنی پس مار ڈالو تم اپنے تئیں اور جانیں اپنی قالب بدنوں سے جدا کرو تا کہ کفارہ اُس گناہ تمہارے کا ہو سکے کہ دھوکے کی جان بیچ قالب اپنے ہاتھ کے بنائے ہوئے میں ڈالی تمنے اور اُسکو معبود اپنا ٹھیرایا اور علما کا اس میں اختلاف ہے کہ مارڈالنا اپنا بھی توبہ اُنکے واسطے تھی یا یہ تتمہ توبہ کا تھا جیسا کہ بیچ حق قاتل عمد کے کہ قصداً کسی کو ناحق مار ڈالے فرعت میں توبہ

اُسکی مقبول نہیں مگر اس طرح پر کہ اپنی جان کو مقتول کے وارثوں کے ہاتھ میں سونپ دے اگر چاہیں بخشدیں اور اگر چاہیں مار ڈالیں اور اس قسم کا اپنے تئیں ہلاک کرنا ہر چند کہ ظاہر عقل کے نزدیک بہت قبیح اور زبون کہلائی دیتا ہے لیکن ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ عِنْدَ بَارِئِکُمْ یعنی یہ عظیم بہتر ہے واسطے تمہارے نزدیک قالبًا شئے قابل تمہارے کے اسواسطے کہ دلالت کرتا ہے اوپر کمال محبت تمہاری کے ساتھ مسکے کہ اُسکے رستے میں جان اپنی دی تمنے اور بھی دلالت کرتا ہے اس بات پر کہ قالبًا شئے کو سلم رکھا تمنے اور جان کے بیچ اگر نیکو کہ وہی کرتا ہے تصدیق کیا تمنے اور ساتھ حکم کے اُسکی اُمانت کو پھر اُسکو دیدیا اور بسبب اس محبت اور تابعداری کے عذاب ہمیشگی آخرت سے خلاص ہوجاؤ گے اور نضر اور تخفیف دین کی کتنی ہی سخت ہو آخرت کے عذاب سے بہت ہلکی ہے بلکہ متنابی کو کہ جس کی حد ہو ساتھ غیر متناہی کے کہ جسکی حد نہو کچھ مناسبت نہیں اور موت ضرور آنیوالی ہے پس سختی قتل کی تحمل کرنے میں کسی طرح کا ضرر نہیں ہے مگر آگے پیچھے ہونیکا اور وہ بھی حرف مبہم ہے اسواسطے کہ جیسا کہ موت مقرر ہے وقت اُس موت کا بھی تقدیر میں لکھدیا ہے حقیقت میں کمی بیشی نہیں اور جب بنی اسرائیل نے بیطریق توبہ کا کہ حضرت موسیٰؑ سے تھا قبول کیا حضرت موسیٰؑ نے اُنسے عہد اور پیمان محکم لیا کہ بچھڑے کے پوجنے والے اپنے اپنے گھروں سے بے ہتیار اور بغیر خود اور زرہ کے آویں اور اوپر دروازوں اپنے کے زانو مار بیٹھ جاویں اور بیٹھیں اپنی زانوؤں سے ہاتھ باندھ لیں اور سروں اپنے کو زانو پر رکھ لیویں اور زخم تلوار کا اپنے سر پر لیویں اور زانو بند کھولیں اور بدن کو نہ ہلاویں اور ہاتھ اور پانوں نہ ماریں اور جو کوئی ان شرطوں میں سے عدول کریگا تو یہ اسکی قبول نہیں بعد اسکے جب سراسر دن ہوا صبح کے وقت حضرت ہارون کو فرمایا کہ بارہ ہزار آدمیوں کو بنی اسرائیل میں سے کہ جنہوں نے گوسالہ پرستی کی تھی اور جنہوں نے انکار اس فعل قبیح کے حضرت ہارون کے شریک نہ تھے شمشیر پہنا کر اکٹھا کر لیجاؤ اور قتل کرنا اُنکا شروع کرو اور آپ ایک مکان بلند پر کھڑے ہوکر دیکھا کرتے تھے کہ یا معاشر بنی اسرائیل ان اخوانکم اتوکم شاھرین سیوفھم یدرون ان یقتلوکم فتقوا اللہ واصبروا یعنی اے گروہ بنی اسرائیل کے تحقیق بھائی تمہارے آئے تمہارے اوپر تلواریں کھینچے ہوئے چاہتے ہیں کہ قتل کریں تمکو پس ڈرو تم اللہ سے اور صبر کرو اور حضرت حسن بصری سے منقول ہے کہ تین گروہ بنی اسرائیل میں سے دو گروہ کو حکم ہوا تھا کہ آپس میں قاتل اور مقتول ہو دیں جنہوں نے گوسالہ پرستی کی تھی اُنکو حکم ہوا کہ مقتول ہوں اور جنہوں نے پرستش اُسکی کی تھی اور انکار اُسکا کیا تھا اُنکو حکم ہوا تھا کہ وہ قتل کریں تاکہ توبہ انکا کرنے کی کہ اُنسے سرزد ہوا ہے حاصل ہو اور جنہوں نے گوسالہ پرستی نہیں کی تھی اور اس کام کو بُرا سمجھتے تھے اس تو بہ میں شریک نہوئے اسواسطے کہ وہ محتاج توبہ کے نہ تھے اور اور قوانیوں میں آیا ہے کہ جب اُنے والوں نے دیکھا کہ جنکے قتل کرنیکے واسطے حکم ہوا ہے بھائی اور بھتیجے اور عجائبے اور اوزدیکی اور دوست ہمارے ہیں قتل کرنے میں تردد کیا اور بباعث شفقت طبیعی کے اُنکے ہاتھ نہ اُٹھے حق تعالیٰ نے ایک سیاہ غبار بھیجا یا کہ کوئی کسیکو نہ دیکھتا تھا بے دھڑک مارنا شروع کیا اور حکم طبیعت کا مانع قتل سے نہ ہوا یہانتک کہ صبح سے اخیر دن تک ستر ہزار آدمی مقتول ہوئے اور عورتیں اور بچے بنی اسرائیل کے حضرت موسیٰ کے روبرو فریاد کرنے لگے حضرت موسیٰؑ نے سر بسجدہ کے دعائی حکم ہوا کہ توبہ تمہاری قبول ہوئی جو مارا گیا اُسنے مرتبہ شہادت کا پایا اور جو کوئی زندہ رہا وہ بھی گناہ سے پاک ہوا اس مقام میں جاننا چاہیئے کہ لفظ فاقتلوا انفسکم کا ظاہر میں اسپر دلالت کرتا ہے کہ اُنہوں نے اپنے تئیں آپ مارا جیسا کہ بعضے مفسرین طرف ظاہر اس آیتکے گئے ہیں لیکن روایتیں اس قصے کی سب کی سب مخالف اس ظاہر کے ہیں پس حقیقت کلام کی مراد نہیں یا تو اول اور پر اسناد مجازی کے ہے کہ اسناد قتل کی طرف سبب محکم کے مجازی ہے یعنی ہر گاہ کہ قاتلین کو قدرت اوپر قتل کرنے کے دیدی گویا آپ ہی اپنے نفسوں کے قاتل ہوئے یا انفسکم سے باعتبار رسمی توجیہ کے آپ ہی مراد ہوں اور معنی تجاری لینے پر اور نہیں دلالت کرتے ہیں اور اوپر ہر تقدیر کے بنی اسرائیل پر تو بتشکل بجا لائے جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ فتاب علیکم یعنی جب تمنے یہ کام کیا تو بہ تمہاری قبول ہوئی پس قبول کیا اللہ تعالیٰ نے تو بہ تمہاری کو اگرچہ گناہ تمہارا بحکم ترگناہ آل فرعون تھا اسواسطے کہ تمنے بعد ایمان کے یہ کفر کیا تھا اِنَّہٗ ھُوَ التَّوَّابُ یعنی تحقیق وہ اللہ بیچ قبول کرنے توبہ کے بسیار ہے یہانتک کہ اس عمل ناشائستہ پر کہ آل فرعون کو اُس کفر پر معذب کیا تھا بھی توبہ قبول فرمائی اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو بندہ صدق دل سے توبہ کرتا ہے اور اوپر گناہ کے نادم ہوتا ہے حق تعالیٰ اُسکی توبہ قبول فرماتا ہے اگرچہ انبیدن میں ستر بار اُس گناہ کو کرے اور یہ بواسطے ہے کہ اللہ تعالیٰ الْخَیْرُ یعنی بہت مہربان ہے اوپر بندوں اپنے کے کہ بسبب تحمل اذیت ایک عاصی کے کرامت ہمیشگی کی عنایت فرماتا ہے اور یہ توبہ بنی اسرائیل کی ایک ہدایت عمدہ تھی کہ اُنسے درمیان محق اور مبطل کے فرق کر دیا اور اُنکے بزرگوں کے اس ہدایت کو باوجودیکہ مشقت اُس میں تھی کمال رضامندی اور خوشی سے قبول کیا اور جو گروہ بنی اسرائیل کا کہ خطاب کئے گئے ساتھ اس کلام کے ہیں اور حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ہیں ہرگز زبان سے بھی توبہ نہیں کرتے ہیں اور عبادت اس شریعت کی باوجود کثرت فضائل کے قبول نہیں کرتے ہیں اور یہی کفران نعمت کے اندر اصل اسی قبیلہ سے ہے اور اس آیت میں خبردار کرتا ہے تمام اُمت کو کہ توبہ اور ندامت سے قول کو نہ چھپاویں اسواسطے کہ امت حضرت موسیٰؑ کی نے اس توبہ میں باوجود نہایت مشقت اُسکے کے تن دیا اور انکار نہ کیا اور تم سے سوائے ندامت کے اور کچھ طلب نہیں کرتے ڈھیل کرنی بہت بعید ہے حاصل یہ ہے کہ بنی اسرائیل نے باوجود دیکھنے ان آیتوں بروسکے اور چمکنے ان عذابوں کے ورپے کے ہرگز حق شکر کا ادا نہ کیا بلکہ پھر بھی اُسی بے ادبیوں اور بدچلنیوں اپنی میں گرفتار رہے اور سب سے زیادہ بے ادبی یہ تھی کہ ہر گز ساتھ ہدایت حضرت موسیٰؑ اور فرمان اُنکے کے کہ بنی اسرائیل کے پاس ہو نچا تھا کفایت نکی بہانتک کہ درخواست کی تم سب ان مکھوں کو اپنے کانوں سے جناب الٰہی سے سنیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تم سب کے سب عاجز ہو یہ بات چاہتے ہو یا جو بعضے سمجھدار تم میں سے ہیں اگر بلاواسطہ دو اپنے کانوں سے سنکر آویں یقین کرلو گے انہوں نے کہا کہ جو گروہ بڑا نیکبختوں ہمارے میں سے کہ خبران کی تواتر کی حد کو پہونچی اور عقل کے نزدیک اتفاق اُنکا جھوٹ پر محال ہو اگر ایسے لوگ بلاواسطہ جناب الٰہی سے سنکر آویں البتہ ہم یقین کرینگے حضرت موسیٰ نے فرمایا کہ بس ایک جماعت کو تم میں معتبر اور ثقہ چوں چنکر ہمراہ میرے کرو اُنہوں نے اپنے نیک بختوں کو بقدر ستر آدمیوں کے چنکر اس کام کو بواسطے تقرر کیا

حضرت موسیٰؑ نے اُنکو فرمایا کہ تم سب غسل کرو اور تمام گناہوں سے توبہ صوح کرو اور تین تین روز سے کپڑوا اور تسبیح اور تہلیل میں مشغول ہو وہ لوگ بموجب ارشاد حضرت موسیٰؑ کے عمل میں لائے اُسوقت حضرت موسیٰؑ احکام لیکر کوہ طور پر روانہ ہوئے اور جناب الٰہی میں عرض کی کہ بار خدایا یہ گروہ نیکوکار بخشوں کا تیرے بندوں میں سے بیچ شوق سننے کلام تیرے کے آئے ہیں اُنکے ساتھ کلام فرماحق تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کی التجا قبول فرمائی اور جب حضرت موسیٰؑ نزدیک پہاڑ کے پہونچے ایک چھوٹا ستون نور کا ابر سفید کی شکل میں کہ تبیل اور ٹھنڈا ہو نمودار ہوا اور آہستہ آہستہ پھیلتا گیا اور فراخ ہوا اور تمام پہاڑ کو گھیر لیا اور اُس نور میں حضرت موسیٰؑ غرق ہوئے اور بنی اسرائیل کے گروہ کو پہاڑ کے نیچے کھڑا کر دیا اور فرمایا یہاں کلام الٰہی سنو تم وہ کلام الٰہی اپنے کانوں سے سُنتے تھے جو حضرت موسیٰؑ کو خطاب ہوتا تھا اور اسوقت وہی آتا تھا اُنہوں نے فریاد کی کہ یہ تمام خطاب طرف حضرت موسیٰؑ کے ہے ہمکو بھی اس نعمت سے حصہ ملے یکایک ایک بجلی نور کی طرف اُنکے کوندی اور یہ کلام اُس بجلی نور کی سے اُنکے کان میں پہونچی کہ انی انا اللہ لا الٰہ الا انا فاعبدونی واخر جتکم من ارض مصر فاعبدونی ولا تعبدوا غیری یعنی تحقیق میں اللہ ہوں نہیں کوئی معبود مگر میں صاحب کر کا نکالا تمکو مینے زمین مصر کی سے پس عبادت کرو میری اور نہ پوجو کیسکو سوائے میرے بعد اسکے کلام منقطع ہوئی اور حضرت موسیٰؑ اُس ابر میں غرق ہو گئے جسمیں ابر صاف ہو گیا حضرت موسیٰؑ آئے اور اُس گروہ سے کہا کہ کلام الٰہی کو سُنا اور احکام اُس کے سمجھے اُنہوں نے ساتھ شبہ واہمیہ کے دلیل پکڑی اور کہا کہ ہمکو کیونکر معلوم ہووے کہ یہ کلام خدا کے تھے شاید اکوئی شیطان یا کوئی جن اس ابر میں سے آواز کرتا ہو پس یہ اعتقاد کہ یہ کلام کلام خدا کی ہے محض تیری تقلید اور تیرے کہتے سے کہیں ہم اور اگر تیرے کہنے کا ہمکو یقین ہوتا تو پہلے ہی یقین کر لیتے علاج اسکا یہ ہے کہ ہمکو خدا کی صورت دکھلا اور اُس صورت سے ہم آواز سنیں اور یقین کریں کہ یہ آواز شیطان یا جن کی نہیں پس یہ بے ادبی حضرت موسیٰ کے حق میں بچھڑے کی عبادت سے بھی زیادہ واقع ہوئی اور بسبب اس بے ادبی کے پہلے لوگ تمہارے مستحق عذاب کے ہوئے کہ قبل سے زیادہ ہوا اور باوجود اسکے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کی دعا سے یہ گناہ معاف کر دیا اور اُس عذاب آئے ہوئے کو بعد بہو رچ جانے کے ساتھ کمال کرم اپنے کے اُٹھا یا اور طرف اسی قصہ کے اشارہ فرماتا ہے اس آیت میں کہ وَاِذْ قُلْتُمْ یٰمُوْسٰی یعنی اور یاد کرو تم اُسوقت کو کہ کہا تم نے اے موسیٰ لَنْ نُّؤْمِنَ لَکَ یعنی یقین نکرینگے ہم اوپر کہنے تیرے کے کہ جو کچھ ہم سنتے ہیں کلام کلام خدا کی ہے حَتّٰی نَرَی اللّٰہَ جَھْرَۃً یعنی یہانتک کہ دیکھیں ہم خدا کو ساتھ صورت اور شکل کے جیسا کہ آواز بلند اپنے کانوں سے ہم سنتے ہیں نہ جیسا کہ درویش اور عارف شہود اور مشاہدہ میں پاتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ ہم اُسکو خیال کی بنا دقوں پر جانتے ہیں اور اوپر اُسکے اعتماد نہیں رکھتے ہیں اور نہ جیسا کہ آخرت میں دیدار کا وعدہ ہے کہ بلا کیف میسر ہوگا اسواسطے کہ وہ دیدار بلا کیف ہماری عقلوں ناقصہ میں دیدار نہیں دیدار وہی ہے کہ ظاہر میں ساتھ صورت اور شکل کے محدود سب طرفوں میں ہو یا جاوے جیسا کہ آواز بلند کانوں سے سنی جاتی ہے پس حق تعالیٰ نے اوپر اس بے ادبی بزرگوں تمہارے کے غصہ فرمایا بسبب دو وجہ کے اوّل یہ کہ کہا اُنہوں نے کہ حضرت موسیٰ کے کہنے پر ہم یقین نکرینگے حالانکہ ایسے رسول کو کہ تصدیق اُسکی بسبب معجزوں کے ہو گئی ہو یقین نکرنا بنیاد کفر کی ہے خصوصاً بحضور اور سننے کلام کے دوسرے یہ کہ حتی نری اللہ جھرۃ کہا اگر اسطرح کہتے کہ ہم آرزومند اللہ تعالیٰ کی رویت کے ہیں ہمکو دیدار اپنا دکھلا تب بھی محل غضب کا نہوتا اسواسطے کہ رویت اللہ عالی کی دنیا میں بھی محال نہیں اور اُسکے طلب کرنے پر غصہ اور عتاب نہیں جواب اسکا اسی قدر تھا کہ تم اسوقت قابل اس نعمت کے نہیں ہو آخرت میں کہ آلودگیوں اور نجاستوں سے پاک ہو گے دیکھو گے کہ رویت آخرت کی نصیب عام مسلمانوں کے ہے اور رویت دنیوی مخصوص ساتھ خاصوں درگاہ کے بلکہ ساتھ خواص اُنکے شامل جناب پیغمبر آخر الزمان علیہ الف الف صلوٰۃ والف الف سلام کے لیکن ان لوگوں نے دیدار اللہ کا دنیا کے اندر صورت اور شکل کے بیزار ہیں چاہا اور اسی چیز سے غصہ خدا کا انپر ہوا فَاَخَذَتْکُمُ الصّٰعِقَۃُ یعنی پکڑا تمکو صاعقہ نے اور وہ ایک آگ ہے کہ آسمان کی طرف سے آوے اور اکثر ابر میں ہوتی ہے اور اگرچہ یہ صاعقہ جو اُنکے اوپر گری تھی یہ بجلی تھی کہ اُسکے اندر گرپڑتی ہے اسواسطے کہ یہ آگ ہوتی ہے اور وہ بجلی نور کی تھی کہ اُس ابر میں چمکتی تھی بسبب غصہ کے اُنکے اوپر گری اور ساموں کے راستوں سے اُنکے بدنوں میں گھس گئی اور اُن کو ہلاک کیا ایکدم چونکہ شباہت اور مناسبت تمام ہلاک کرنے والے میں صاعقہ حقیقی کے ساتھ اسکو بھی اس جہت سے اُنکا صاعقہ نام کہا اور بعضے مفسرین صاعقہ کو مصدر معنی کا قرار دیا ہے جیسا کہ کاذبۃ اور عافیۃ اور معنی اُسکے یہ ہوئی اوپر شکے آنے میں لیکن صحیح تر اور نسبت کے ہونے کو وہی بجلی کوندنے والی نور کی اوپر آگ کے گرپڑی اور بے حس اور بے حرکت کیا پس اگر یعنی بیہوشی اور غشی کے بھی لیا جاوے جب بھی بسبب اُسی بجلی نور کے تھا کہ ساتھ صاعقہ آسمانی کے شباہت کی پکتی تھی بلکہ صاعقہ آسمانی سے قوی اور آنسے زیادہ بھی سواسطے کہ صاعقہ جو شہود ہے ایکدفعہ میں اسقدر آدمیونکو نہیں مار ڈالتی ہے اکثر وقتوں آدمیونکو قتل کرتی ہے اور بھی بھاگنا اس صاعقہ سے بہت اور سایہ اور مکان تک نیچے ممکن ہے اور اُس بجلی کے کوندنے والی نہ طبیعی تھی اسکے اختیاری تھی کہ حرکت اسکی اختیاری تھی اگر یہ گرگیا اُس نے تم کو پکڑ لیا وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ یعنی اور تم دیکھتے تھے اُنہوں نے اُس صاعقہ کا اور ہلاک ہونا بعضوں کا بسبب اُسکے اور ہر گز تم سے بھاگ نہ سکے اور جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایسا واقعہ دیکھا جناب الٰہی میں تضرع اور زاری شروع کی اور عرض کی کہ باخدایا میں کس منہ سے بنی اسرائیل کے سامنے جاؤنگا کہ بڑے بیوقوف اور نیکبخت لوگ ہوا تھے اُسکے لوگوں نے اُنکو لایا تھا سب ہلاک ہوئے اور اسکے بنی اسرائیل مجکو چھوڑ جاتیں گے اور کہینگے کہ پہلے تو تم دعویٰ ہم کلام ہونے کا خدا کے ساتھ کیا تھا اب ہونگے گروہ کوسی کمزور اور بیہودہ سے ہلاک کیے آ بیٹھا کہ بسبب ظاہر ہونے جھوٹ کے ذرہ وہوس باوجود ان گستاخیونکے کہ اُن سے سرزد ہوئیں اُنکے اوپر بخشش کر اور از سر نو اُنکو زندہ کر پس ہمنے حضرت موسیٰ کی دعا قبول کی ثُمَّ بَعَثْنٰکُمْ یعنی پھیر زندہ کیا ہم نے تمکو مِنْ بَعْدِ مَوْتِکُمْ یعنی پیچھے مرنے تمہارے کہ حقیقی تھا اور خوشی اور سکتہ کی جس سے تمہا لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ یعنی تاکہ شاید تم آئندہ کو شکر نعمت اس جی اُٹھنے اور زندہ کرنے سوتے پیچھے کا بجالاؤ اور یہ نجات اپنی زیادہ تر ہے اس نجات دینے سے کہ بیشتر فرعون کے لوگوں سے اور

عذاب گوسالہ پرستی کے سے وقوع میں آئی اور مفسرین نے اختلاف کیا ہے اسمیں کہ یہ واقعہ گوسالہ پرستی سے پہلے ہوا تھا یا بعد اُسکے ایک گروہ اس طرف گیا ہے کہ گوسالہ پرستی سے پہلے تھا اور دلیل اسکی یہ ہے کہ سورۂ نساء میں آیا ہے یسالک اھل الکتاب ان تنزل علیھم کتابا من السمآء فقد سالوا اکبر من ذالک فقالوا ارنا اللہ جھرۃ فاخذتھم الصاعقۃ بظلمھم ثم اتخذوا العجل من بعد ما جاءتھم البینات یعنی اور سوال کرتے ہیں تجھ سے اہل کتاب اس بات کا کہ اتارے تو اوپر اُنکے کتاب آسمان سے پس تحقیق طلب کرتے تھے موسیٰ سے بھی بڑی بات پس کہا تھا انہوں نے دکھلا دے ہمکو اللہ تعالیٰ کو ظاہر پس پکڑ لیا اُنکو بجلی نے بسبب ظلم اُنکے کے پھر ٹھیرا لیا اُنہوں نے بچھڑے کو بعد اسکے دلیلیں روشن کے پاس اُنکے اور اکثر مفسرین اور اہل قصص نے کہا ہے کہ یہ قصہ بعد گوسالہ پرستی کے تھا بلکہ حضرت موسیٰ اس جماعت کو واسطے عذر گوسالہ پرستی کے کوہ طور پر لے گئے تھے اور وہ لوگ عذر بدتر گزشتہ سے عمل میں لائے اور دلیل اُنکی کہ اس سورہ میں اور سورۂ اعراف اور اور سورتوں میں موجود ہے اسواسطے کہ اکثر ترتیب قصہ کری میں ترتیب مانی باعتبار وقوع کے بھی ملحوظ ہوئی ہے اور سورۂ نساء میں کہ کلمہ ثم کا واسطے ترتیب ذکری کے موضوع ہے واسطے فائدہ دینے ترتیب بیانی اور ترقی کے ادنی سے طرف اعلیٰ کے سمجھا ہے جیسا کہ قول شاعر میں شعر ان من ساد ثم ساد ابوہ ثم قد ساد قبل ذلک جد مستعمل ہوا اور کلام الٰہی میں بھی کثیر الوقوع ہے اور اس مقام میں جاننا چاہیئے کہ منکرین رویت اللہ تعالیٰ کی آخرت میں ہو یا دنیا میں اس آیت سے تمسک پکڑتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر دیدار اللہ تعالیٰ کا ممکن ہوتا سوال کرنا اُسکا سبب اتنے غضب کا نہ ہوتا لیکن تفسیر آیت میں معلوم ہو چکا کہ سبب غصہ کا دو چیز تھیں اول کلمہ لن نؤمن لک کا کہ صریح کفر ہے دوسرے قید جھرۃ کی رویت میں کہ محض سرکشی اور بے ادبی ہے اور فقط سوال رویت کا محل غضب کا نہیں تا کہ تمسک اُنکا درست ہوتا بلکہ جب حضرت موسیٰ نے دوسری بار اپنے واسطے رویت طلب فرمائی اور عرض کی کہ رب ارنی انظر الیک جواب اُسکے میں سوائے بیطاقتی کے کہ دنیاوی ہے تحمل اُسکا نہ کر سکے اور کچھ ارشاد نہ ہوا اور فرمایا لن ترانی ولکن انظر الی الجبل فان استقر مکانہ فسوف ترانی القصہ بنی اسرائیل نے باوجود دیکھنے اس نعمت کے بھی شکر گزاری نہ کی جیسا کہ اور نعمتوں کا بھی شکر نہ کیا اور عنایت الٰہی اُنکے حال پر بسبب حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کے جاری رہی اور موقوف نہ ہوئی اور اعانت اور نجات بنی اُنکی بعد اسکے بھی کہ اسقدر ناشکریاں عمل میں لائے ہوتی رہی خصوصاً جبکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ان سب امور سے فارغ ہوئے بنی اسرائیل کے لشکر میں پہونچے اور بحکم الٰہی ہو چکا یا کہ بحکم تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ زمین شام کی کہ مدفن حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اولاد اُن کی کا ہے اور بیت المقدس بھی اُس جگہ ہے بہ تعالیٰ نے کہ ایک قوم جبار ہونکی تھی خلاص کرو اور اُنکے ساتھ جہاد کرو اور اُسی زمین میں وطن اپنا مقرر کرو اور مصر کو چھوڑ دو اور بھید اس حکم میں یہ تھا کہ بنی اسرائیل جب تک مصر میں تھے عیش فرعون اور اُسکے لوگوں کا کسطرح طرح کے باغوں اور کھیتیوں اور خزانوں اور نہروں اور نہروں اور رنگا رنگ میں مصروف تھے دیکھتے تھے اور جب فرعون اور اُسکے لوگ ہلاک ہوئے اور اُنکو اور اُنکے ملک پر اُس ملک سیر حاصل کے اختیار حاصل ہو گیا تو اس بات کا تھا کہ وہ بھی اُس عیش و عشرت میں مشغول ہو کر آرام میں آجاویں گے اور جہاد اور اللہ کے دشمنوں کے ساتھ لڑنے سے اور ریاضتوں سے اور عبادتوں سے دل چھوڑ دینگے اور نکمل اور سستی اختیار کرینگے اور یہ بھی ہے تا کہ خالص اور صاف ظاہر ہو جائے کہ حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو فرعون پر غالب ہونے سے یہ غرض تھی کہ اُسکے ملک پر مسلط ہوں اور ترفہ اور عزت دنیا کی خاص کر بنی اسرائیل جیسا کہ فرعون کو اُنکی طرف بھی خیال دلانے کا تھا اور بار بار کہتا تھا کہ ان ھذا لساحران یریدان ان یخرجاکم من ارضکم بسحرھما یعنی تحقیق یہ دونوں البتہ جادوگر ہیں ارادہ رکھتے ہیں یہ اسبات کا کہ نکالدیں یہ دونوں تمکو تمہیں سے تمہارے ملک سے اپنے کے اور اسطرح بھی کہتا تھا ان ھذا لساحر علیم یریدان یخرجکم من ارضکم بسحرھما اس آیت کا مطلب بھی یہی ہے پس حق تعالیٰ نے چاہا کہ اُنکو کسی جہت سے ملک اور دل خوش ہونے سے نفع نہ ہو اور بے رغبتی اُن کی دنیا اور متاع دنیا کی سے ظاہر ہو وے اور بعد اُنکے خلیفوں اُنکے کو بھی یہی بات منظور ہو اور اُنکو لوگ سُن اور دنیا دار نہ بنکے حیلہ باز خیال کریں اور علم بنی اسرائیل کو کہ دنیا کی محبت میں پھنسے ہوئے تھے اور نکلنا زمین مصر کی سے کہ تقریب دو دن کے ہاتھ میں آگیا تھا بہت شاق اور گراں دکھلائی دیا اول اس حکم کو نہ مانا پھر جب جبراً و قہراً حکم ہوا تو ناچار ہو گئے اور ایک یہ بھی ہے کہ جسوقت ایسے جنگل میں کہ بے سایہ اور بے گھاس کے خطا جاڑے گرمی آفتاب کی سے شکایت شروع کی اور غلہ اور کھانیکی چیز ہمراہ نہ تھی بھوک کے بیتاب ہوئے حق تعالیٰ نے اُنکو موسیٰ کی دعا سے ان دونوں آفتوں کے نجات دی اور عجیب عجیب خرق عادتیں ظاہر کیں چنانچہ اشارہ ان نعمتوں کی طرف فرماتے ہیں اس آیت میں کہ وظللنا علیکم الغمام یعنی اور سایہ کیا ہمنے اوپر تمہارے ابر سفید کہ بار یک اور ٹھنڈا تھا واسطے دور کرنے گرمی آفتاب کے بسبب دعا حضرت موسیٰ کے جسوقت کہ شکایت گرمی کی اُن سے کی تھی اور نعمت پہلی نعمتوں سے عمدہ تھی اسواسطے کہ اسوقت بسبب علم و حلم کے کہ تم سے بابت جہاد کرنے کے عمالقہ سے سرزد ہوئی مستحق عتاب الٰہی کے ہوئے تم پس یہ محل محل مقام اور عقوبت کا تھا اُس محل میں یہ نعمت عطا کرنی کمال شکر گزاری کو چاہتی ہے اور حضرت ابن عباس سے ایسا منقول ہے کہ یہ غمام اور ابر ایسا نہ تھا جو اور ابروں میں مشہور ہے بلکہ اُس ابر سے زیادہ پاکیزہ اور ٹھنڈا تھا اور یہ غمام وہی ہے کہ جنگ بدر کے دن فرشتے اُس میں اُترے تھے اور مجاہد سے یہ منقول ہے کہ ھو الغمام الذی یاتی اللہ فیہ یوم القیمۃ ولیس بالسحاب یعنی یہ غمام وہ غمام نہ تھا جس میں آویگا اللہ تعالیٰ دن قیامت کے اور نہیں تھا وہ ابر بس ان دو اقوال سے مراد یہ ہے کہ ابر کی پیدائش دو طرح سے ہے ایک طبیعی متعارف ہے کہ بسبب جمع ہونے بخارات اور دخان اور منجمد ہونے اُنکے کے ظاہر ہوتا ہے دوسرے غیر طبیعی خلاف عادت کہ عالم مثال کی طرف سے اس جہان میں ظاہر ہو گیا تھا اور وہ غمام کہ سائبان بنی اسرائیل کا تیہ کے میدان میں تھا دوسری قسم میں سے تھا نہ پہلی قسم سے اور یہ مراد نہیں کہ وہ غمام بعینہ غمام روز قیامت

یا غمام روز بدر کا تھا اُسکو خوب طرح سمجھنا چاہیئے اور مفسرین اور اہل قصص نے لکھا ہے کہ بہرہ سائبان ابر کے اور نعمتیں بھی اُس سفر اور سرگردانی میں دے رکھی تھیں اُنہیں نعمتوں سے ایک یہ بھی تھی کہ رات کیوقت ایک ستون نور کا اُنکے لشکر میں کھڑا ہو جاتا تھا کہ اُسکی روشنی میں کام کرتے اور چلتے پھرتے تھے اور یہ بھی تھی کہ کپڑے اُنکے پُرانے اور میلے نہیں ہوتے تھے اور یہ بھی تھی کہ ناخن اور بال اُنکے نہیں بڑھتے تھے کہ حاجت کترنے اور مونڈنے کی پڑے اور یہ بھی تھی کہ جو بچہ اُس سفر میں پیدا ہوتا تھا کپڑا بھی اُسکے بدن پر پیدا ہوتا تھا اور جیسا کہ ناخن اور بال بڑھتے ہیں بیاہی وہ کپڑا بدن پر بڑھتا جاتا تھا گویا مادہ ناخن اور بال کا اس کپڑے کی طرف آگیا تھا اور ناخن اور بال کا بڑھنا موقوف ہو گیا تھا وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ یعنی اُتارا ہم نے اوپر تمہارے آسمان سے من کو واسطے نجات تمہاری کے عذاب بھوک اور پیاس کے سے کہ صبح صادق کے وقت سے آفتاب کے طلوع تک برف کی مانند برستی تھی اور لشکر کے آدمی چادروں اور کپڑوں پر لیتے اور جمع کرتے کھاتے ہیں کہ واسطے ہر ایک آدمی کے بقدر ایک صاع کے کہ قریب چار سیر اس ملک کے ہوتا ہے جمع ہوتی اور تمام دن مانند تند اور شکر کے اُسکو کھاتے اور چہار وناچار برابر برستی بلکہ جمعہ کے دن اسقدر برستی کہ ہر ایک آدمی کو دو دن کے واسطے کفایت کرے اور ہفتہ کے دن بالکل نہ برستی چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے لشکر والوں کو حکم کر دیا تھا کہ جمعہ کے دن دو چند برے لگی چاہیئے کہ ہفتہ کے دن کیواسطے بھی ذخیرہ کر لو کہ اُس دن نہیں برستے کی اور ایکدن سے زیادہ ذخیرہ کرنا جو اتفاقیت من کی بیع اصطلاحی محققین محل کا کیہ ہے کہ بخار اور دھواں جب جدا جدا زمین سے آسمان کی طرف جاتے ہیں ابر اور بجلی اور رعد اور تارے ٹوٹنے والے اور دُم دار ستارے وغیرہ پیدا ہوتے ہیں جیسا کہ تفصیل اُسکی اپنے موضع میں مشروح ہے اور سو وہ فاتحہ کی تفسیر میں بھی رب العالمین کے بیان میں کچھ ذکر اُسکا آگیا اور جسوقت بخار اور دھواں آپس میں ملجاتے ہیں اور زمین سے آسمان کی طرف جاتے ہیں پس اگر دھواں لطیف اور صاف ہو اور رطوبت غالب ہو جاوے اور حرارت ساتھ اعتدال کے اُس میں تاثیر کرے شیرینی اُسمیں پیدا ہو جاتی ہے اور برف کی مانند اُلٹ کر زمین پر گرتی ہے اور سکونجبین کہتے ہیں اور اگر خشکی غالب ہو اور حرارت اعتدال کے ساتھ تاثیر کرے اُسکو خشک انجبین کہتے ہیں اور اگر رطوبت اور یبوست دونوں ساتھ اعتدال کے ہوں اور نا تاثیر حرارت کی بھی اعتدال کے ساتھ ہو اُسکو شیرخشت اور شیر خشک کہتے ہیں اور اگر بخار اور دھواں دونوں لطیف الجوہر ہوں اور اعتدال کے ساتھ حرارت ہمیں تاثیر کرے اُسکو من کہتے ہیں اور اگر حرارت کم ہو یا بالکل نہ ہو اُسکو شبنم کہتے ہیں کہ کچھ مزہ اُسمیں نہیں ہوتا ہے اور بالفعل طبیبوں کی اصطلاح میں من کا لفظ عام ہے جو شبنم کہ درخت یا پتھر پر گرے اور مزہ اور مزاج اُسمیں پایا جاوے سب کا نام من ہے جیسا کہ ترنجبین اور خرخشت اور گزانگبین اور بید انجبین اور اندیخہ اور خاصیت من کی جسکی حقیقت مذکور ہوئی یہ ہے کہ گرم ہے درجہ اول میں اور رطوبت اور یبوست میں معتدل ہے سینہ کو مفید ہے اور پھیپھڑے کی رطوبت کو دور کرتی ہے اور خشونت بلغمی کو نرم کرے اور بدکھانی کہ رطوبت کے سبب سے ہوا سکو دور کرے اور معدہ کی استرخا کو نفع کرے اور طبیعت کو مضبوط رکھے اور زرد پانی کو فائدہ دیوے اگر اُسکے واسطے اُسکو بیوں اور شکم کے اوپر ضماد کریں اور اُسی واسطے سفر کرنیوالوں کو کہ پانی مختلف پیتے ہیں بہت نفع کرتی ہے اور جو برابر کھاتا ہے بلغم کو پاک کرے اور بلغم اُسکے باہر کرے اور بواسطے وسوسہ والوں اور بالخولیا والوں اور صرع والوں کو مفید پڑتی ہے اور اسی نکتہ کیواسطے اُمت کو حکم فرمایا ہے کہ سلوا ربکم ان یطعمنا ما تنبت الارض یعنی سوال کرو تم اپنے پروردگار سے کہ کھلاوے ہم کو ما کہ اُگتا ہے زمین سے یعنی ترکاری اور ساگ اور کھیرا اور ککڑی اور گیہوں اور مسور اور لہسن اور پیاز اور دال اور ان سب چیزوں کو کہ اُگتی ہیں زمین سے اور اُنکے دانوں کو صاف کرنے تاکہ شبنم اور ہوا کی رطوبت اُنکے دانوں کو خراب نہ کر

اور اگر نہ ہوتے بنی اسرائیل نگندہ ہوتا گوشت اور طبلوں نے سمانی کے حوال میں لکھا ہے کہ ایک جانور ہے کہ دریا میں سے پیدا ہوتا ہے اور اُسکو قتیل الرعد بھی کہتے ہیں اسواسطے کہ جب آواز رعد کی سنتا ہے مرجاتا ہے اور یہ بسبب کمال ضعف دل اُسکے کے ہر تحمل سخت آواز سننے کا نہیں کہتا ہے اور پتا اس جانور کا بطریق تعوق کے استعمال کرنا واسطے صرع کے بہت مفید کہا ہے اور خون اُسکا کان میں ٹپکانا کان کا درد دُور کر دیتا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ اگر اس جانور کو ہمیشہ کھاوے دل سخت کو نرم کرے اور اسی نکتہ کیواسطے اُتارا اس جانور کا اور کھلانا گوشت اسکا بنی اسرائیل کو منظور تھی ہوا تاکہ بسبب کھانے من کے معتقد اُنکے پاک ہوں اور بسبب کھانے گوشت اُس جانور کے دل اُنکے نرم ہوں اور اخلاق اور اعمال اُنکے درست ہوں اور سرگین اس جانور کا بہت شابہت رکھتا ہے ساتھ سرگین کنجشک کے شکل میں اور جثہ اس جانور کا قریب چھوٹے مرغ کے ہوتا ہے اور مزاج میں اُس کے لطیف ہے اور میلان گرمی کی طرف رکھتا ہے اور کیموس جید پیدا کرے اور خوش فی الفقہ ہووے اور تندرستوں اور کم قوتوں کو غذا خوب بخشے اور گوشت اُسکا سنگ گردہ اور مثانہ کو کالے اور ادرار بول کا کرتا ہے اور زبان شیرازی میں اس جانور کو آرو ہی کہتے ہیں اور عجیب تر یہ کہ بنی اسرائیل سے اس نعمت عمدہ کے اوپر تشکر بہت ہماری طلب نہیں کیا تھا اور تکلیف مشکل اُس کے اوپر ندی تھی جیسا کہ بیچ نعمت نجات دینے کے گناہ گوسالہ پرستی کے سے قتل نفس کا طلب کیا تھا ہنسے یا بیچ گناہ سوال بے ادبانہ کے کہ ارنا اللہ جھ کہا تھا ساتھ گرانی بجلی کے تنبیہ کی تھی بلکہ کہا ہنسے اُنکو کہ شکر اس نعمت کا یہی ہے کہ کلوا من طیبات ما رزقنا کُم یعنی کھاؤ پاکیزہ اُن چیزوں سے کہ روزی دی ہنے تمکو اور کھانے کے اوپر کفایت کرو دلیل اسکو خیرہ نہ کرو اور اسکو کسی اور شے سے بدلو بھی نہیں اسواسطے کہ بات مخالف تشکر کے ہے لیکن بنی اسرائیل باوجود یکہ یہ شکر بہت آسان تھا بجا نہ لائے اور ذخیرہ کیا یہانتک کہ گوشت گندہ ہوا اور پشکرا لونیکے دباغ بدلوئے اُس گوشت گندہ کی سے پریشان ہوئے اور بلا اُسکا بھی کیا اور کہا کہ ہم سے اوپر ایک خوراک آسمانی کے صبر نہیں ہو سکتا ہے ہمارے واسطے خورا کیں زمین کی جنس سیر اور ترکاریوں اور گیہوں اور لکڑی اور پیازا دلہن اور ماندہ اُسکے سے چاہیے اور بسبب اس ناشکری کے سرکشی اور نافرمانی میں بڑے اور اپنے تئیں رنج اور مشقت میں ڈالا وَمَا ظَلَمُوْنَا یعنی اور ظلم نہ کیا اوپر ہمارے بسبب اس ناشکری کے اگرچہ فیض ہمارے کا دروازہ اُنہوں نے بند کیا اور شان رزاقی کی کہ ہے وسیلہ اسباب کے ظاہر ہوئی تھی پوشیدہ کی لیکن پوشیدہ ہونے ایک شان کے سے بے نہایت خانوں ہماری میں سے عظمت اور جلال ہمارا کم نہیں ہو جاتا ہے وَلٰکِنْ کَانُوْٓا اَنْفُسَہُمْ یَظْلِمُوْنَ اور لیکن تھے وہ کہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے اور اپنے تئیں قابلیت اس فیض بڑے کی سے محروم رکھتے تھے جیسا کہ اس زمانہ میں نعمت نبوت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی قدر نہیں جانتے ہیں اور ناشکری کرتے ہیں اور جو کام کہ نہایت سہل اور آسان ہیں بیچ مقام شکر اس بخشش بڑی کے بجا نہیں لاتے ہیں اور قبول کرنے اس فیض عام کے سے اپنے تئیں محروم رکھتے ہیں باقی رہے اس جگہ دو سوال جو اطلب اول یہ کہ شروع ہر قصہ کا چاہیے قصوں میں سے ساتھ لفظ آذ کے تھا اس قصہ میں کہ ابتدا اسکی وَظَلَّلْنَا عَلَیْکُمُ الْغَمَامَ ہے کو اسواسطے ساتھ کلمہ اذ کے شروع نہ فرمایا جواب یہ کہ لفظ وظللنا کا معطوف اوپر لفظ اسکے ہے کہ وہ منزول نعم کا واقع ہوا اور تتمہ نعمت نجات دینے کا صاعقہ سے ہے یعنی باوجود کمال بے ادبی کے سوال رویت میں کہ تم سے سرزد ہوئی تھی ہمنے عذاب کو تم سے موقوف کیا اور پھر از سر نو زندہ کیا اور سائبان ابر کا واسطے تمہارے مقرر کیا اور کھانا آسمان سے تمہارا کہ بالکل آنا تمہارا کہ بغضب کے سے نجات پاؤ مثال اسکی یہ ہے کہ ایک شخص کو جیلخانہ سے نکالیں اور پھر اُسکو حمام میں بھیجیں اور ایک حویلی واسطے رہنے اُسکے کے مقرر کریں اور خلعت اُسکو پہناویں اور ایک خوان بھرا ہوا کھانے کا بطریق الوش کے اُسکے واسطے مقرر کریں کہ یہ سب ایک نعمت ہے تتمہ نعمت بندیخانہ سے نکالنے کا اسی واسطے کلمہ اذ کا اس مقام میں نہیں لائے اور اگر سایہ کرنا ابر کا نعمت علیحدہ مستقل ہوتی البتہ اُسکو ساتھ کلمہ اذ کے شروع فرماتے اور بھی سایہ کرنا ابر کا اور اُتارنا من اور سلوی کا ہر چند کہ نعمتیں عمدہ ہیں لیکن یہ نعمتیں اُسوقت میں اُنکو ملیں کہ ویرانہ جنگل میں کہ دانہ پانی اُس جگہ تنہا سکونت اُن کی ہوئی اور اصلا کسی طرف سے یہ تکلیف آنیوالی نہیں پس بالاستقلال نعمتیں اُن کو شمار کرنا بنی اسرائیل کو ممکن تھا کہ اس طرح کہہ دیتے کہ یہ نعمتیں اُسوقت ہمکو درکار ہوئیں کہ بسبب فرمانے تیرے کے جنگل بیابان میں سرگردان ہوئے اور بے گہر اور بھوکے پیاسے اسمیں آپڑے اگر یہ تکلیف ہم پر نہ ہوتی کسواسطے محتاج ان چیزوں کے ہوتے باغ اور چمن زمینوں کے ہمارے سایہ کرنیکے واسطے کیا کم تھے اور کھیتیاں اور میوے مصر کے لذت میں کیا ناقص تھے بخلاف طلب پانی کے کہ آیندہ اس کو نعمت مستقلہ بیان فرمایا اسواسطے کہ موافق توجہوں تورت کے وہ واقعہ تکلیف سفر شام کے سے پیشتر تھا دوسرا سوال یہ ہے کہ اس سورہ بقر اور سورۂ اعراف اور سورۂ توبہ اور سورہ روم میں اس عبارت کو اس طرح لائے ہیں یعنی پہلے لفظ انفسہم کے سے لفظ کانوا کو زیادہ کیا ہے اور سورۂ آل عمران میں ولکن انفسہم یظلمون ارشاد ہوا بغیر لفظ کانوا کے بدلنا اس طریق کا کس نکتہ کیواسطے ہے جواب اسکا یہ ہے کہ ان سورتوں میں اُن آدمیوں کے حال سے خبر دیتے ہیں کہ پہلے ہو چکے اور سورۂ آل عمران میں خبر کسی کے حال سے نہیں بلکہ خبر لبشل ہی کسی وقت میں ہو گو حال ہی میں ہو خواہ استقبال میں ہو اسواسطے لفظ کانوا کا اُس شے پر دلالت کرتا ہے کہ پہلے ہو چکی ہو اور اس جگہ حذف فرمایا اس مقام میں جانتا چاہیے کہ جہاں سے ذکر نعمتوں کا بنی اسرائیل کو عنایت ہوئیں تھیں اس نعمت تک کہ آتارنا من اور سلوی کا ہی آیا ہے وہ نعمتیں ہیں کہ شکر بھی اُنکے بڑے بڑے مقرر فرمائے تھے مثلاً اوپر نجات دینے کے ذعون کے ہاتھ سے اور دریا کے پھاڑنے پر اطاعت اوامر اور نواہی تورت کی اور خوست اور نجیرت دینے کتاب و فرقان کے بجا لانا اُن احکام کا طلب کیا اور بعد نجات کے گوسالہ پرستی اور سوال بے ادبانہ رویت عیانی کی سے قتل نفس کا اور ہلاکت بسبب صاعقہ کے اور جہاد ساتھ عمالقہ کے اور خلاص کرنا بیت المقدس کا اور زمین شام کا اُنکے ہاتھ سے مقرر ہوا اور جہاد بھی حقیقت میں قتل نفس کا اور ہلاکت میں ڈالنا تھا اور یہ سب چیزیں شاق اور گراں تھیں کہ اُنکی طبیعت گوارا نہیں کرتی تھی

بخلاف نعمت من اور سلوٰی کے کہ اُسکے اوپر شکر نہایت سہل طلب کیا تھا اور وہ یہ تھا کہ نہ ذخیرہ کرو اور نہ بدلو اُسکو دوسری شئے سے اور یہی اُن سے نہو سکا اور اُسپر نہ ٹھیرے اب شاو فرماتے ہیں طرف اسکے کہ اس شکر میں یعنی بدلنے اُسکے میں دوسری شئے سے ایک قسم کی مشقت تھی کہ ایک ہی چیز پر اصلاً یکسوہی کھانے پر آدمی اگر عادت کر لے طبیعت پر ناگوار ہوتا ہے اور نفرت کرتی ہے لیکن بندگوں تمہارے نے اے بنی اسرائیل دوسری نعمت کا بھی شکر ادا کیا باوجود اسکے کہ بالکل اُس میں نوع اُس مشقت نہ تھی اور وہ فقط ایک بار سجدہ کرنا اور ایک کلمہ زبان سے کہنا شکر اُسکا مقرر کیا تھا اُس نعمت اور اذا شکری اُسکی کو یاد کرو وَاِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ یعنی اور یاد کرو تم اُسوقت کو کہ کہا ہمنے بزرگوں تمہارے کو کہ آؤ تم اس گانو میں بعد اسکے کہ من اور سلوٰی کھانے اور سایہ ابر اور سفر جنگل سے عاجز ہو گئے تھے اور اختلاف سے اسمیں کہ یہ گانو کونسا گانو تھا صحیح یہ ہے کہ ریحا تھا اور وہ گانو عمالقہ کے رہنے کی جگہ تھی اور سبب قریب یہ ہو پہنچے لشکر بنی اسرائیل کے وہاں کے رہنے والے اُس گانو کو خالی کر کے چلے گئے تھے اور غلے اور میوے اُسمیں بہت تھے اور بعضوں نے کہا ہے کہ یہ گانو شہر بیت المقدس تھا لیکن یہ قول صحیح نہیں اسواسطے کہ اہل قصص کا اجماع ہے اسپر کہ بنی اسرائیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت میں بیت المقدس میں داخل نہیں ہوئے اور منشا اس شبہ کا یہ ہے کہ باب حطہ ایک دروازہ ہے بیت المقدس کے دروازوں میں سے کہ مشہور اور معروف ہے اور اب تک آباد اور زیارت گاہ ہے اور جو کوئی واسطے استغفار کرنا ہونے اُس مسجد میں آتا ہے اُسی دروازہ سے آتا ہے اور وہاں مجاورؤں کی زبانی مشہور ہے کہ داخل ہونا اس دروازہ کا موجب پاک ہونے کا گناہ سے ہے حالانکہ یہ دروازہ بعد بنا بیت المقدس کے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے وقت میں تیار ہوا آباد ہوا حضرت موسیٰؑ کے عہد میں نہ بیت المقدس تھا اور نہ یہ دروازہ تھا الحاصل یہ ہے کہ حضرت سلیمان اور پچھلے نبیوں نے بسبب وحی کے یا کشف کے اس دروازہ کو اُس گانو کے دروازہ کے ساتھ مشابہت دیکر باب حطہ لقب کیا ہو کہ خاصیت میں دونوں مناسب ہوں حاصل کلام یہ ہے کہ بنی اسرائیل کو بسبب طلات سفری اور نوراک آسمانی کے حکم ہوا کہ اُس گانو میں جاکر داخل ہوں اور فرمایا کہ فَكُلُوْا مِنْهَا یعنی پس کھاؤ تم غلوں اور میووں اور اور لذت کی چیزوں اُس گانو کی سے حَيْثُ شِئْتُمْ یعنی جس جگہ چاہو خواہ اُس گانو میں اور خواہ اپنے لشکر میں لاکر اور زیادہ کرنا لفظ حیث شئتم کا اسکی سطے ہوا تاکہ یہ نہ سمجھیں کہ کھانا غلے اور میوے گانو کے اندر ہی درست ہیں باہر اُس سے درست نہیں اور اگر پھر لشکر کی طرف آویں سوائے اُسی خوراک آسمانی کے حلال نہیں اور اُن چیزوں کے کہانیکا کچھ اندازہ بھی کہ انتہای کھاؤ زیادہ اس سے نہو عیب اکہ ضعف کیواسطے سدرمق سے تجاوز نکرنا چاہیئے بلکہ رَغَدًا یعنی کھانا پیٹ بھر کر خوب طرح سے لیکن پہلے ملنے اس نعمت کے سے شکر بھی بجالاؤ وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا یعنی آؤتم دروازہ اُس گانو کے سجدہ کرتے ہوئے اور یہ شکر بدنی ہے وَقُوْلُوْا یعنی اور کہو تم ساتھ زبان کے تاکہ تو بہ اور شکر زبانی بھی ادا ہو کہ مطلب ہمارا حِطَّةٌ یعنی معاف ہونا گناہ کا ہو اور جو وقت یہ دونوں عمل بدنی اور زبانی ندامت قلبی کے ساتھ کہ وہ موجود ہے جمع ہو جاوینگے تو بہ تمہاری صحیح اور مقبول ہو جاویگی پس نَغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ یعنی البتہ بخشینگے ہم گناہ تمہارے اور آلودگی گناہوں کی سے پاک کرینگے اور اس دروازہ کو تمہارے حق میں حکم کعبہ کا دینگے اطواف اسکا اور سجدہ اسکی طرف دور کر نیوالا گناہوں کا ہو کہ اسپر بخشنے گناہوں کے اور نہیں کی کہ بوجہ گناہوں اُنکے گناہ بخشے جاویں اور گناہ نکرنے والوں کو کچھ ترقی نہو بلکہ وَسَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ یعنی اور البتہ زیادتی ثواب اور رضامندی کرینگے بسبب اُن دونو عملوں کے نیکوں کی تمہاروں کے واسطے کہ جو گناہوں سے پاک تھے اسواسطے کہ جو چیز رفع گناہ کو چھپا دیتی ہیں جب گناہ نیاپوں درجوں کو بلند کر دیتی ہیں چاہیئے جانا کہ اس آیت سے کئی فائدے نکلتے ہیں اول یہ کہ بیچ توبہ کے استغفار کرنی زبان سے اور بدن سے نماز اور سجدہ بجالانا پوسے کہ نوالے تو بہ کے ہیں اور ہر چند کہ حقیقت توبہ کی کہ ندامت اور پرگناہ کے کہ زمانہ ماضی میں ہو چکا اور چھوڑنا گناہ کا فی الحال اور قصد عدم اور ارادہ قطعی چھوڑنے گناہ کا زمانہ آیندہ میں ہے اور یہ سب تعلق دل کے ساتھ رکھتے ہیں لیکن صفت دل کی جب قوی ہو جاتی ہے جوارح اور زبان پر بھی بغیر ظاہر ہوئے نہیں رہتی ہے اور اسواسطے حدیث شریف میں صلوٰۃ التوبہ اور استغفار بھی وقت توبہ کے تعلیم فرمائی ہے دوسرے یہ کہ علماء نے لکھا ہے کہ جب کوئی شخص کسی گناہ کرنے میں آدمیوں میں مشہور ہو جاتا ہے اور آدمیوں کو اُسکے گناہ پر اطلاع ہو جاتی ہے پس اُسکو لازم ہے کہ توبہ ظاہر کرے اور آدمیوں کو اپنی توبہ پر واقف کرے اور جو لوگ کہ ثقہ اور صالح ہیں اُنکو گواہ کرے اور صدقوں اور نمازوں پر قائم ہو لیکن یہ چیزیں اسواسطے نہیں کہ توبہ بغیر ان چیزوں کے تمام نہیں ہوتی ہے اسواسطے کہ توبہ گونگے کی کہ چل پھر نہیں سکتا ہے بھی مقبول ہے اگرچہ اُسکو قدرت بولنے یا چلنے پھرنے کی نہیں بلکہ یہ واسطے اطلاع دینے آدمیوں کے اوپر توبہ اپنی کے ہے تاکہ وہ جان لیویں کہ گناہ کیا اور اوپر سیدھے راستے دین کے چلا تاکہ تہمت اُسکے دینے دور ہو جاوے اور آدمی بدگمانی نہ کرنے تہمت اُس کی سے باز رہیں اور ایسے ہی جو شخص بیچ کسی مذہب باطل کے مبتلا اور تم ہوا پھر اُسکو حق بات ظاہر ہو جاوے اُسکو لازم ہے کہ جو آدمی اُسکے حال سے واقف ہو گئے تھے اس مذہب سے پھرنے کی اُنکو خبر کر دے انہیں جو کہ واسطے تیسرے یہ کہ جو مقام متبرک جاوے وہ زیارت اور رحمت الٰہی کے ہوئے ہیں یا بعضے خاندان قدیم کہ اہل صلاح اور تقویٰ کے ہیں ایسی خاصیت اُن میں پیدا ہو جاتی ہے کہ اُن میں توبہ کرنی اور بندگی بجالانی باعث جلدی قبول ہونے اور حاصل ہونے نیک ثمروں کا ہوا ہی جگہ سے ہے کہ ابن مردویہ نے ابو سعید خدری سے حکایت کی ہے کہ ہم ایکدن بدیوانحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رات کو قت کسی غزوہ یا سفر میں چلتے تھے جب پچھلی رات ہوئی بیچ نشیبہ ایک پہاڑ کے گذرے کہ اُسکو ذات الحنظل کہتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ما مثل هذه الغية الا مثل الباب الذی قال الله لبنی اسرائیل ادخلوا الباب سجدا وقولوا حطة نغفر لكم خطاياكم یعنی نہیں ہے حال اس گھاٹی کا مگر مثل حال اُس دروازہ کے کہ کہا اللہ تعالیٰ نے واسطے بنی اسرائیل کے داخل ہو تم دروازہ میں سجدہ کرتے ہوئے اور کہو تم حطہ بخشیں گے ہم گناہ تمہارے اور ابو یعلی صحیح کے حضرت علی مرتضےٰ کرم اللہ وجہہ سے

یہاں نور مرکز کے

الا یا کہ انما مثلنا فی ھذہ کالامۃ کسفینۃ نوح و کباب حطۃ فی بنی اسرائیل یعنی مثال ہماری اس امت میں مثال کشتی نوح اور دروازہ حطہ کی ہے اسواسطے کہ نجات طوفان نفس اور شیطان کے اور صحیح ہونا توبہ کا اور پوشیدہ اور معاف ہونا گناہ کا بسبب داخل ہونے اس دروازے کے اولیاؤ بنی سلسلوں میں متعلق انہیں بزرگوں کے ساتھ رہتے ہیں اور انتہا انہیں کی طرف ہے ہمارے ظاہر اور کوشش ہے کہ سلسلے سلوک کے اور بیعت اور توبہ کے طرف اسی خاندان کے پہونچتے ہیں القصہ بنی اسرائیل عہد شکر اس نعمت کے سے بھی باوجود آسانی کے باہر نہ نکلے اور شکر ادا نہ کیا بلکہ ایک جماعت کثیر نے اُن میں سے بہت بے ادبی کی اور توبہ اور استغفار کی جگہ میں طرح سخر اپن اور ہنسی کا اختیار کیا جیسا کہ فرماتا ہے فَبَدَّلَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا پس بدل ڈالا اُن آدمیوں کہ ظالم تھے اُن میں سے استغفار کے ساتھ سخر اپن کے جبکہ کہی اُنہوں نے قَوْلًا غَیْرَ الَّذِیْ قِیْلَ لَھُمْ یعنی کلام کہ مغائرت تمام رکھتے تھے اُس کلام کے ساتھ کہ کہے گئے تھے اُنہیں بحکم یعنی بالکل مخالف تھے اسواسطے کہ جو اُنسے کہے گئے تھے مضمون اُسکا طلب بخشش گناہوں کی اور استغفار تھا اور اُنہوں نے جو کہا مضمون اُسکا بعد توجیہ اور تکلف اضمار کے طلب کرنے دنیا کے اور رغبت کرنے غلوں اور اناجوں میں تھے یا محض استہزا اور سخر تھا اور کاش نقطہ تبدل لفظی کا کرتے اور بجائے حطہ کے تب علینا یا اغفر لنا یا اعف عنا کہتے کہ اسقدر برائی ہمیں نہ تھی اسواسطے کہ لفظ تو بالکل مغائر ایسے مقام میں مضائقہ نہیں لیکن اُنہوں نے تبدل معنوی اختیار کیا اور بالکل مخالفت حکم الٰہی کی کی اکثر مفسرین نے لکھا ہے کہ حطہ کی جگہ حطی سمقاثا کہا کہ اُنکی زبان میں معنی اُسکے حنطۃ حمراء کے تھے یعنی گیہوں سرخ اسپر بیچ صحیحین دوسری صحاح میں ساتھ روایت ابوہریرہ کے صحت کو پہونچا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیل لبنی اسرائیل ادخلوا الباب سجدا وقولوا حطۃ ندخلوا یغفرلکم خطیئاتکم سنزید المحسنین فبدل الذین ظلموا منھم قولا غیر الذی قیل لھم فدخلوا یزحفون علی استاھھم وقالوا حبۃ فی شعیرۃ یعنی کہا گیا واسطے بنی اسرائیل کے کہ آؤتم دروازہ میں سجدہ کرتے ہوئے اور کہو تم حطۃ بیس داخل ہوئے اس حال میں کہ چلتے تھے اوپر سرینوں اپنی کے اور کہتے تھے حنطۃ فی شعیرۃ یعنی گیہوں بیچ جو کے اس مقام میں جانا چاہیئے کہ اس آیت سے بعضے عملیا رشافعیہ نے دلیل پکڑی ہے کہ تحریمہ نماز کی بغیر لفظ اللہ اکبر کے جیسا کہ سبحان اللہ اور الحمد للہ اور اللہ اعظم اور اجل درست نہیں اسواسطے کہ بسبب بدلنے لفظ کے موجب عتاب کے ہوئے اور بعضے اہل ظواہر نے کہا ہے کہ بدلنا ہر لفظ ذکر کا جس مقام میں آیا ہے درست نہیں یہانتک بسبب بدلنے لفظ ذکر کے سے فساد نماز کا حکم کرتے ہیں اور اس تبدیل کو موجب طعن اور سخت مذمت کا کہتے ہیں لیکن تفسیر میں معلوم ہوا کہ مغائرت کلام کی ساتھ دوسرے کلام کے مدار اُسکے اوپر مغائرت مضمون کے ہے نہ اوپر فقط مغائرت لفظی کے پس اگر فقط تبدیل لفظی ہو جاوے اور معنی ایک یا قریب ہوں محل طعن اور عتاب کا معلوم نہیں ہوتا ہے واللہ اعلم باقی رہے اگلے کئی سوال کہ جواب طلب ہیں اول یہ کہ اس سورہ میں واذ قلنا فرمایا ہے اور سورہ اعراف میں واذ قیل لھم اسکنوا الخ فعلوں کے بدلنے میں کیا نکتہ ہے جواب اسکا یہ ہے کہ اس سورہ میں جہاں سے یا بنی اسرائیل اذکروا نعمتی التی انعمت علیکم شروع ہے فعلوں کو طرف ضمیر متکلم کے نسبت کی ہے جیسا کہ ظاہر ہے اس جگہ بھی مناسب ہوا کہ اس قول کو بھی ہر چند کہ حضرت موسیٰ کی زبان سے کہلایا تھا اپنی طرف نسبت فرماویں تاکہ کمال بے ادبی بنی اسرائیل کی ظاہر ہو جو کہ ہمارے کہنے کے مقابلہ میں تمسخر کے ساتھ پیش آئے اور اس تمسخر کا مزہ اُنہوں نے چکھ لیا اور سورۂ اعراف میں رسالت الٰہی کلام کی اس مضمون کے واسطے ہے کہ حضرت موسیٰ کی قوم وہ اگر وہ بھی امۃ یھدون بالحق وبہ یعدلون امۃ ضالۃ جائرۃ یعنی ایک جماعت ہدایت حق کی کرتی تھی اور آپ بھی اُسکے ساتھ عمل کرتی تھی اور دوسرا گروہ گمراہ تھا اور ظلم کرنیوالا اور اسی تقریب دو طرح کا اختلاف اور تفرقہ اُنکا حضرت موسیٰ کے عہد میں ہوا تھا یا دو فرقہ ایک فرقہ بنی اسرائیل کی قوم کا کہ بارہ گروہ اُنکے تھے اور ہر ایک گروہ کا شیعہ علیحدہ علیحدہ پتھر سے جاری تھا دوسرا اختلاف حال اُنکے کا کہ وقت دخول قریہ کا تھا کہ بعضے موافق حکم کے بجا لائے اور بعضوں نے کمال بے ادبی اختیار کی اور بیچ اس غرض کے کہنا خدا کا بلا واسطہ اور کہنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا برابر تھا باوجود اسکے قرینوں سے معلوم ہے کہ کہنے والا کون ہے اور کس کے فرمانے سے کہا ہے پس ابہام رفع ہو گیا دوسرا سوال یہ ہے کہ اس سورہ میں ادخلوا فرمایا اور سورہ اعراف میں اسکنوا جواب اسکا یہ ہے کہ سیاق اس آیت کا اس سورہ میں بیچ کھانے والا کون ہے اور کس کے فرمانے سے کہا ہے پس ابہام رفع ہو گیا دوسرا سوال یہ ہے کہ اس سورہ میں ادخلوا فرمایا اور سورہ اعراف میں اسکنوا جواب اسکا یہ ہے کہ سیاق اس آیت کا اس سورہ میں بیچ اختلاف کے پس لفظ اسکنوا کا مناسب ہوا اور یہی اُس سورہ میں سکونت قریہ کی بھی مقصود بالذات بیان فرمائی اسواسطے جیسا کہ وہ لوگ من اور سلویٰ کے کھانے سے ناخوشی ظاہر کرتے تھے سکونت خیموں اور پڑیوں کی سے بھی عاجز ہوئے تھے اور ہر گاہ کہ دخول مقدم ہے اُوپر سکونت کے اور سورہ بقر بھی مقدم ہے اور پر سورۂ اعراف کے پس دخول کو سورہ بقرہ میں ذکر کیا اور سورہ اعراف میں سکونت کو تیسرا سوال یہ ہے کہ اسجگہ فکلوا فا کے ساتھ لائے اور سورہ اعراف میں و کلوا واؤ کے ساتھ یہ فرق کس جہت سے ہے جواب اسکا یہ ہے کہ اس جگہ میں لفظ دخول کا ذکر فرمایا ہے اور دخول گانو کا مقصود بالذات نہیں ہوتا ہے بقصود بالذات چیز دوسری چاہیئے کہ دخول کے اوپر مترتب ہو اور وہ چیز کہ دخول کے اوپر مترتب اور بعد اُسکے بھی کھانا اناجوں اور غلوں کا ہے پس یہ لفظ لانا کہ مترتب کے اوپر دلالت کرے اور وہ لفظ فا کی ہے ضرور ہوا اور سورۂ اعراف میں ہر گاہ کہ لفظ اسکنوا کا لائے اور سکونت قریہ کی مقصود بالذات ہوتی ہے اور سکے کسی چیز دوسری کا نہیں اسواسطے مناسب ہوا کہ کھانا دانوں اور غلوں اسجگہ کا بطریق عطف کے کہ مجرد ترتب سے ہو بیان فرماویں چوتھا سوال یہ ہے کہ اسجگہ یہ لفظ رغدا کا زیادہ کیا ہے اور اعراف میں اس لفظ کو گرد یا وجہ اسکی

کیا ہی جواب اسکا یہ ہے کہ اس سورہ میں مقصود بالذات اجازت دانوں اور خلول اور فراخی کرنی انکے کی ٹھیرائی ہے پس تاکید اُسکے ساتھ لفظ رغداً کی مناسب ہوئی اور سورہ اعراف میں سکونت مقصود بالذات ہے اور کھانا اسواسطے مباح ہوا کہ سکونت بغیر اسکے نہیں ہوتی ہے واللہ ورسولہ یقول یقول الضرورۃ یعنی جو چیز ضروری ہی بقدر ضرورت کے اُسکو مقرر کیا جاتا ہی پس رغداً کا لانا مناسب نہ ہوا اور بھی دخول ہونا کسی بلغ سیوہ وارمس مستلزم اس بات کو نہیں کہ وہاں جاکر شکم سیری ہو اسواسطے کہ شکم سیری کی وہ جگہ ہے جس مقام میں ہوتا ہو اور سکونت کسی مکان میں مستلزم اس امر کو ہے کہ اُس مکان کے کھانے سے سیری حاصل ہو اسواسطے کہ جس جگہ کوئی ہمیشہ رہتا ہے کھانا پینا اُسکا اُسی جگہ ہوتا ہے اور مکان میں اکل اور شرب نہیں ہوتا پس ہر گاہ کہ لفظ دخول اور سکونت کا کہ دونوں سورتوں میں مذکور ہے ایک حال نہیں اسواسطے ایک جگہ من رغداً کا ذکر مناسب ہوا اور دوسری جگہ حذف اُسکا پایا تو اس سوال کا یہ ہے کہ اس جگہ خطایا لکم فرمایا اور سورہ اعراف میں موافق بعضے قرارت کے خطیئاتکم تاکہ جواب اسکا یہ ہے کہ خطایا جمع کثرت ہی اور خطیئات کہ جمع قلت کے صیغوں میں سے ہی اور جبکہ اس سورۃ میں قول کو اللہ تعالی نے اپنی طرف نسبت کیا یعنی قلنا فرمایا اور لایق جناب پاک ارحم الراحمین اور اکرم الاکرمین کے یہ ہے کہ بسبب ایک سجدہ اور ایک دعا کے بیشمار گناہ بخشدے پس ایسا لفظ لانا کہ کثرت کے اوپر دلالت کرے مناسب ہوا اور اعراف میں قول کو نسبت اپنی طرف نہیں فرمائی ہے اُس جگہ لفظ کثرت کا لانا ضرور نہ تھا اور یہاں سے دوسرا نکتہ واسطے ذکر کرنے من رغداً کے اس سورۃ میں اور حذف کرنا اُس سورت میں ظاہر ہوا اچھا سوال یہ ہے کہ اس سورۃ میں دخول باب کو مقدم اور قول حطۃ کے فرمایا ہے اور اعراف میں بالعکس کیا یہ تبدیل عنوان کی کس واسطے ہی جواب اسکا یہ ہے کہ مخاطبین دو قسم کے تھے ایک گناہ کرنیوالے اور دوسرے نیکی کرنیوالے محسن کو لایق یہ ہے کہ عبادت اور بندگی کو مقدم کرے اور توبہ اور معافی کرنا تقصیر دکا بعد اُسکے بجالاوے تاکہ کسر نفسی اور دور کرنا خود پسندی اور خود بینی کا حاصل ہووے اور گنہ گار کو لایق بلکہ واجب ہے کہ اول صدق دل سے توبہ نصوح بجالاوے بعد اُسکے قدم بیخ بندگی اور عاجزی کے رکھے تاکہ وہ طاعت اور عاجزی مقبول ہووے اور سورۂ اعراف میں جو چیز لایق حال گنہ گاروں کے ہی اُسکی رعایت اسواسطے کہ اُس سورۃ میں اکثر مذکور پہلی امتوں کے گمراہی و شکایت اور اس سورۃ میں جو ترتیب کہ لایق حال نیکوکاروں اور صالحین کے تھی مناسب ہوئی اسواسطے کہ اس سورۃ میں اکثر صفتیں متقیوں اور نیک بختوں کی بیان ہیں آور بھی اس سورۃ میں ہر گاہ کہ ذکر دخول کا پہلے گذرا پس مناسب ہوا کہ اول کیفیت دخول کی بیان کریں اور اس سورۃ میں ذکر سکونت کا ہی دخول کی کیفیت کو اُسکے ساتھ چنداں تعلق نہیں ساتواں سوال یہ کہ اس سورۃ میں وسنزید المحسنین ساتھ لفظ واؤ کے لائے ہیں اور سورہ اعراف میں سنزید ساتھ حذف واو کے یہ فرق کسواسطے ہے جواب اسکا یہ ہے کہ اس سورۃ میں ہر گاہ کہ دخول ہونا دروازہ میں کہ بندگی اور عبادت کی جنس سے تھا مقدم ہوا اور لفظ حطۃ کا کہ توبہ اور استغفار کی جنس سے تھا نزدیک اُسکے ذکر کیا دونوں فعل ملکر گویا ایک چیز ہوئی پس توبہ کی تاثیر اولاً گناہوں کے دُور کرنیکے واسطے اور ثانیاً واسطے بلند کرنے درجے نیک بختوں کے ہوئی جیسے کہ قاعدہ مستعمل دواؤں اور تنقیہ کا ہے بخلاف اعراف کے کہ تحول حطۃ کا کہ جنس توبہ اور استغفار کی سے ہے مقدم ہوا پس بیخ دُور کرنے مرض گناہ کی تاثیر کے بعد اسکے کہ دخول باب کا آیا اور جنس عبادت کی بیخ بلند کرنے درجوں اور زیادتی ثواب کے مفید ہوا پس دونوں جزائیں اوپر دونوں فعلوں کے منقسم ہوئیں حرف واو کی گنجایش رہی اور اس جگہ نکتہ دوسرا بھی لفظی ہی اور وہ یہ ہے کہ درمیان واذ قلنا کے کہ صیغہ متکلم مع الغیر کا ہے اور درمیان وسنزید کی کہ یہ بھی وہی صیغہ ہے اتصال باعتبار لفظ کے موجود ہے پس مناسبت عطف کی پوری گئی بخلاف اعراف کے کہ اُس جگہ واذ قیل آیا ہے سنزید کا عطف اُسکے اوپر کرنا مناسب تھا اور یہ نکتہ اُسکے اوپر مبنی ہے کہ سنزید اور یغفر لکم خطایاکم کے معطوف نہیں جیسے کہ واقع میں بھی اسطرح ہے اسواسطے اگر اُسپر معطوف ہوتا سنزید کی جگہ سنزد جزم کے ساتھ ہوتا تاکہ جواب امر کا ہوجاتا جیسا کہ معطوف علیہ جواب امر کا ہے آٹھواں سوال یہ ہے کہ اعراف میں فبدل الذین ظلموا منھم ساتھ زیادتی لفظ منھم کے فرمایا ہے اور اس جگہ اُس لفظ کو حذف کیا اس تغیر کی کیا وجہ ہے جواب اسکا یہ ہے کہ اعراف میں پہلے یہ عبارت گزر گئی کہ من قومہ موسی امۃ یھدون بالحق وبہ یعدلون اُس جگہ اُس بیخ تخصیص سے سب کو ظالم نہ تھے دونوں کلاموں میں مخالفت ہوجاتی اور اس سورۃ میں اول میں کسی طرح کا تفرقہ اور تمیز نہیں گذری پس حاجت لفظ منھم کی نہ پڑی نواں سوال یہ ہے کہ اس سورۃ میں واسطے بیان کرنے عذاب کے فانزلنا آیا ہے اور اعراف میں فارسلنا یہ فرق کس وجہ سے ہے جواب اسکا یہ ہے کہ اس سورۃ میں اول سے ذکر انزال کتاب کا ہی اور یہانتک اکثر لفظ انزال کا مستعمل ہوا جیسا کہ قریب گذرا ہے وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى اس عذاب کو بھی بطریق استہزا کے اُسی قبیلہ سے مقرر کیا گویا اس عذاب کو خوان مہمانی کے ساتھ تشبیہ دیکر اس لفظ کو ذکر فرمایا اور سورہ اعراف میں اول سے لفظ ارسال کا مذکور ہے جیسے کہ بیخ فلنرسلن الذین ارسل الیھم ولنسئلن المرسلین کے اور بیخ قصوں پہلی امتوں اور قصہ فرعون کے پس لفظ ارسال کا کہ دلالت اوپر تسلط کے کرتا ہے مناسب ہوا اور بھی لفظ انزال کا اول حدوث کا فائدہ دیتا ہے اور لفظ ارسال کا دلالت کرتا ہے اوپر تسلط عذاب کے اُنکے اوپر اور اُکھیڑنے جڑ کی کے بالکلیہ پس اس سورۃ میں کہ مقدم اور پہلی سورۂ اعراف کے ہے ذکر ابتدا نزول عذاب کا مناسب ہوا اور سورۂ اعراف میں ذکر انجام کام کا دسواں سوال یہ ہی کہ اسجگہ بما کانوا یفسقون ذکر فرمایا ہے اور اعراف میں یظلمون بجائے یفسقون کے ارشاد ہوا اس فرق کا کیا نکتہ ہے جواب اسکا یہ ہے کہ یہ فعل اُنکا ظلم تھا اپنے حق میں کہ بسبب اُسکے غضب الٰہی میں داخل ہوتے تھے اور فسق تھا بہ نسبت دین خدائے پس دونوں سورتوں میں دونوں صفتیں قبیح اس فعل کی یاد فرمائیں آور وجہ تخصیص اس سورۃ کی ساتھ ذکر فسق کے یہ ہے کہ ظلم انکا اپنے حق میں تھوڑا سا پہلے اس سورۃ میں گذرا بیچ آیت وما ظلمونا ولکن کانوا انفسھم یظلمون کے اگر اس جگہ بھی یہی لفظ مذکور ہوتا موجب تکرار کا ہوتا بخلاف اعراف کے کہ تمہید اُسکے وصف اُنکے

ساتھ ظلم کے نہیں گذرے اس جہت سے افادہ اس معنی کا مناسب ہوا القصہ بنی اسرائیل کو وبا نے اس قدر اور اتنا کہ چشم نمائی ضرور تھی اسی واسطے اُن سے درگذر نہیں کی ہمنے بلکہ نسبت بے ادبی کی چکھائی فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا یعنی پس اُتارے ہمنے اوپر اُن آدمیوں کے کہ یہ بے ادبی کی تھی اور سخت اور بہت بڑا کیا نہ اوپر وہ رہنے کے بے گناہ تھے رِجْزًا یعنی عذاب سخت مِنَ السَّمَآءِ یعنی آسمان سے کہ سب نالوں سے بڑا اور بلند ہے اور من اور سلوی بھی اسی جگہ سے اُن کو عنایت ہوتا تھا بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ یعنی بسبب اُس کے کہ عادت فسق کی اُنہوں نے کی تھی اور خوگر ہوئے تھے ساتھ فسق کے کہ حقیقت اُسکی باہر ہونا بندگی خدا اور دین اُسکے سے ہے اکثر مفسرین نے کہا ہے کہ وہ عذاب طاعون کا تھا اور سبب اُس طاعون کے چوبیس ہزار آدمی بنی اسرائیل میں سے ایک دن میں مر گئے اور اتنا یا اُسکا آسمان سے اس طرح پر تھا کہ ہوا زہر آلود آسمان کی طرف سے آئی اور سانسوں کے رستوں سے بدن میں آکر مزاج موج کا فاسد کر دیا اور خون میں بہت پیدا کر کے بیچ مغابن اور نرم جگہوں بدن کے دفع کیا یہانتک کہ طاعون ظاہر ہوئی اور بسبب کثرت اُسکی کے گردل کے اندر پہونچی ہلاک ہوئے اور صحیح مسلم اور بائی صحاح ستہ میں موجود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ طاعون رجز ہے اور بقیہ اُس عذاب کا ہے کہ پہلے لوگ سابقہ اُسکے عذاب دیئے گئے ہیں بسبب بڑے کسی شہر اور ملک میں اور تم اُس شہر اور ملک میں ہو اُس ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ شہر اور ملک سے مت بھاگو اور اگر شہر تم کو کسی ملک یا شہر میں وبا پڑی ہوئی ہے پیش اُس شہر اور ملک میں جاؤ بھی نہیں اور اسواسطے کہ وہاں کے بھاگنا قصداً انہی ہے اور مخالف توکل اور تسلیم کے ہے اور دوسری صورت میں یعنی جس جگہ وبا پڑی ہوئی ہے اُس جگہ جانے میں برأت کرنی اور پرہیز کرنی اوپر عذاب الٰہی کے اور پیش دستی کرنی اوپر قضاء اُسکے ہے اور بھی حدیث صحیح میں وارد ہوا ہے کہ جس وقت وبا کسی جگہ پڑے اور آدمی اُس جگہ کے نہ بھاگیں اور صبر کریں اور خدا تعالیٰ سے اوپر اس صبر کے توقع اجر کی رکھیں حق تعالیٰ اُن کو شہید دوسرے مرنے کو پہونچاوے اگرچہ وہ زندہ بھی رہیں اور اس جگہ بیچ خاطر ظاہر بینوں کے ایک اشکال اور شبہ گذرتا ہے کہ بھاگنا قحط اور بلاؤں سے بلاشبہ شریعت میں جائز ہے جیسا اُسکو مشہور ہے کہ الفرار عما لا یطاق من سنن المرسلین یعنی بھاگنا اس چیز سے کہ طاقت اُٹھانے اُسکے کی نہو سے مرسلین کی سنت ہے دبا اور طاعون کو سب بلاؤں سے سخت ہے کیوسطے بھاگنا اس سے شریعت میں منع کیا ہے جواب اسکا دو طرح سے ہے اول یہ کہ وبا اور طاعون کی صورت میں اکثر شہر والے خصوصاً اپنے نزدیکی اور کنبے والے اور دوست اور جان پہچان بیمار ہوتے ہیں اگر وہ سبکو بھاگنے کیواسطے اجازت ہوتی ان بیماروں کی بیمارداری کون کرتا اب اپنی جان کے خوف سے کہ نہایت شریر ہے بھاگ کر چلے جاتے اور بیمار لوگ کمال تکلیف سے مرجاتے اور تجہیز تکفین کہنچنے میں ایسے وقت میں خدمت بیماروں کی نہ ہونے اور تجویز نے خاطر اُنکی اور اوعا جزوں کی دشکستہ پایوں کی نے کہ بالکل طاقت بھاگنے کی نہیں رکھتے ہیں حکم جہاد کا پیدا کیا ہے اور اسی جگہ کے ٹھہرنے میں ایسا ثواب ہے جیسے کہ جہاد کی صف میں ٹھہرنے اور قائم رہنے کا ثواب ہے بخلاف وبا اور بلاؤں کے مثل قحط اور خوف دشمن کے کہ وہاں کے بھاگنے سے یہ نفع اور قباحت نہیں پائی جاتی ہے بلکہ فقیر اور مفلس قحط میں سب سے پہلے بھاگتے ہیں اور دشمن کا خوف مالدار اور نکو ہوتا ہے اگر غریب تنہا پڑے رہیں مالدار بھاگ جاویں اُنکو کوئی نہیں ستاویگا اور وبا کی صورت میں لاچار آدمی اگر پڑے رہیں اور سوسے لوگ بھاگ جاویں وہ لوگ بسبب تنہائی اور تکلیف کے مرجاویگے پس وبا اور قحط وغیرہ میں فرق ہو گیا دوسری وجہ یہ ہے کہ طاعون اور وبا اثر خبیث روحوں جنوں کا ہے کہ یکبارگی واسطے ایذا دیوینکے خواہ غیر مسلمان ہوں خواہ مسلمان منتشر ہو کر اس قسم کی اذیت پہونچاتے ہیں پس اُنکے مقابلہ سے بھاگنا دلیل ڈرنے کی اُنسے ہے اور صبر کرنا اور قائم رہنا باعث ذلت اور توڑنے تحویت انکی کا پس اس سبب سے بھی اُس حکم جہاد کا اور صبر کرنا بیچ لڑائی کفار کے پیدا کیا اور حدیث شریف میں بھی اس طرف اشارہ ہے جگہ کہ طاعون کے حق میں فرمایا ہے کہ فناء امتی وحز اعدائی کما فی من الجن یعنی پس تحقیق وہ طاعون فنا کرنے والی میری امت کی اور ہر کانا کہ شمار میں ہیں سے اور ہر کانا کہ شمار میں ہیں سے کہ بنی اسرائیل پر جناب الٰہی کی طرف سے ہو سکتی تھیں اور وہ نا شکری کرتے تھے فراغت ہوئی اب اوقعتیں یاد دلاتے ہیں کہ ہر چند ان میں ناشکری ہوئی لیکن تفرقہ اور اختلاف اور جانبداری کہ ہر فساد اور اختلاف مدہوتی ہے ظہور میں آیا اور وہ یہ ہے کہ سبھوں نے پانی نہ پایا اور تشنہ ہوئے اور نسبت اسل مرکی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اور ہر ایک نے حضرت موسیٰ کے جناب الٰہی میں واسطے دور کرنے پیاس اُنکی کے دعا فرمائی جیسا کہ فرماتے ہیں وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى یعنی اور یاد کرو قوم اُسوقت کو کہ مانگا حضرت موسیٰ نے اور بایں طلب کیا لِقَوْمِهٖ یعنی واسطے قوم اپنی کے کہ بنی اسرائیل تھی نہ واسطے تمام جہان کے اسواسطے کہ محتاج پانی کی اور اگر فقدان پانی کی اُنہیں کی قوم تھی اور اس خاص کرنے میں اشارہ ہوا واسطے بیان اُسکے کہ طریق پانی اُنکے کا کنوں جشموں کے تھے کیوسطے اور بند آسمان سے کیوں نہ اترا جیسا کہ بیچ وقت ہفتاد پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے پیغمبروں کے دعوے میں آیا تھا وجہ اسکی یہی ہے کہ بغیر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے طلب کیا تھا پس باقی ہمنے کہا آسمان سے آتا یا اور علم ہوتا ہے عنایت فرمایا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خاص اپنی قوم کے واسطے طلب کیا تھا اسیواسطے اُنکو پانی خاص ایک چشمہ سے نکال دیا اور استسقا سنت موکدہ تمام پیغمبروں کی ہے کہ قحط کے وقت پانی کیواسطے خدا سے دعا کرتے ہیں اور حقیقت اُسکی استغفار اور توبہ اور ظاہر کرنا عجز اور احتیاج کا ہے اور بطریق مسنون اُسکا طریقہ کی کتابوں میں مذکور اور لکھا ہوا ہے پس قبول کی ہمنے دعا حضرت موسیٰ کی فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ یعنی پس کہا ہمنے موسیٰ کو کہ مار ساتھ عصا اپنے کے پتھر کو اور عصا حضرت موسیٰ کا درخت آس نہشت کے سے تھا طول اُسکا بقدر دس ہاتھ آدمی کے کہ برابر قد حضرت موسیٰ کے ہوتا تھا اور دو شاخہ رکھتا تھا اور وہ دونوں شاخیں مثال دو شعل کے تاریکی رات کو چمکتی تھیں تمثیل میں یہ عصا حضرت آدم علیہ السلام بہشت سے لائے تھے اور بطریق وراثت کے انبیا کے ہاتھ میں پہونچتا تھا یہانتک کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اُنکے بیٹے کو کہ مدین نام تھا پہونچا اور اُن سے ساتھ کئی واسطے کے حضرت شعیب علیہ السلام کو پہونچا اور حضرت شعیب نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیا تھا اور اختلاف ہوا ہیں کہ مراد پتھر سے پتھر معین ہے یعنی کوئی پتھر پس حضرت موسیٰ جس پتھر کو چاہتے تھے اُسپر عصا مارتے تھے اور پانی نکلتا تھا جیسے

بیان طاعون جو عذاب تھا بنی اسرائیل کے اور وبا سے

علیہ السلام حضرت موسیٰ

کہ حسن بصری اور وہب بن منبہ نے کہا ہے اور الف لام جنسی ہے اور اشارہ اسکا طرف ایک جنس کے ہے پس اس صورت میں یہ معجزہ بھی عصا کے اترنے بغیر واسطے تجھ کے یا وہ پتھر معین تھا اور روایتیں بھی قول ثابت ہوا ہے کہ وہ پتھر معین تھا کہ حضرت موسیٰ نے اسکو ایک تھیلے میں رکھ چھوڑا تھا اور وقت حاجت کے اُس سے یہ کام لیتے تھے بعضے کہتے ہیں کہ یہ وہ پتھر تھا کہ کپڑے حضرت موسیٰ کے لیکر بھاگ گیا تھا چنانچہ قصہ اسکا سورۂ احزاب میں بطریق اشارہ کے مذکور ہے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا کہ اس پتھر کو اُٹھا لو اور احتیاط سے کہ یہ پتھر بھی وقت میں خدا کی قدرتوں میں سے بڑی قدرت ظاہر کریگا اور عمدہ معجزہ تمہارے معجزوں میں سے ہوگا اور بعضے کہتے ہیں کہ اور پتھر تھا کہ حضرت موسیٰ طور پر سے اُٹھا لائے تھے اور بعضے کہتے ہیں کہ یہ پتھر بھی اصل میں بہشت کا تھا اور ہمراہ حضرت آدم علیہ السلام کے دنیا میں پہونچا اور وراثت کی راہ سے طرف حضرت شعیب کے پہونچا تھا اور انہوں نے ہمراہ عصا کے وہ پتھر بھی دیا تھا بہر تقدیر وہ پتھر سنگ مرمر کا تھا ایک ایک گز چوڑائی سے اور بارہ سطح اُس میں تھیں ہر سطح محیط رکھتا تھا اور دو سطح نیچے اور برابر چار سطح اور تھیں کہ ہر ایک سطح سے تین تین چشمے جاری ہوتے تھے اور عطا اور وہب سے منقول ہے کہ حضرت موسیٰ بارہ مرتبہ عصا کو اوپر بارہ چشمے کے مارتے تھے پس ہر جگہ سے مورث کے پستان کا سا سر ظاہر ہوتا تھا اول عرق سا آتا اور پھر قطرہ قطرہ ٹپکتا اور پھر پانی بہنے لگتا تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے لشکر کے لوگوں کو کہ بارہ گروہ تھے فرمایا تھا کہ بارہ گز چوڑے عمیق کھود لیویں تاکہ پانی ہر چشمہ کا اُس گڑھے میں جمع ہووے اور اس سے پیویں اور جب اُس پتھر کو وقت کوچ کے اُٹھاتے تھے خشک ہوتا تھا اور پانی بند ہو جاتا گویا مارنا حضرت موسیٰ کا اُس پتھر کو ساتھ عصا کے باعث پیدا کرنے قوت کا اُس پتھر میں ہوتا تھا کہ بسبب اُسکے وہ فعل عجیب صادر ہوتے تھے اول جذب کرنا ہوا پاس والی کا پے در پے دوسرے برلنا اُس ہوا کا ساتھ صورت پانی کے بسبب کثرت سردی پیدا کرنیکے اور اس قسم کے خواص عجیب پتھروں میں بہت دیکھے اور سنے جاتے ہیں جیسا کہ جذب لوہے کا پتھر مقناطیس کے اور جیسے کہ خواص جزر اطرد وغیرہ میں لکھتے ہیں انہ عجیب زیادہ اس سے یہ ہے کہ صحیحین میں ساتھ روایت انس بن مالک اور ابو جحیفہ کے مروی ہوا ہے کہ ایکدن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مقام زوراء میں تشریف رکھتے تھے ایک برتن چھوٹا پانی سے بھرا ہوا واسطے وضو کے آگے آنحضرت علیہ السلام کے رکھا پانی انگشتیوں مبارک سے فوارہ کی مانند جوش کرتا تھا اور بہت آدمی اُس پانی سے وضو کرتے تھے اور بعضے تبرک کے واسطے نوش کرتے تھے قتادہ کہتا ہے انس رضی اللہ عنہ کے میں نے انہوں سے پوچھا کہ کتنے آدمی تھے جنہوں نے اُس پانی سے وضو کیا انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تین سو یا قریب تین سو کے القصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بموجب ارشاد الٰہی کے اُس پتھر کو ساتھ عصا کے مارا فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا یعنی پس جاری ہوئے اُس پتھر سے بارہ چشمے اور اُس پتھر کے چار دہنہ تھے ہر ایک دہنہ سے تین چشمے جاری ہوتے کہ بنی اسرائیل کے بھی اتنے گروہ تھے تاکہ وقت پینے پانی اور پلانے چوپایوں کے جھگڑا نہ کریں اور واسطے دور کرنے اسی تنازع کے تفریق چشموں کی اس طرح بھی ہوئی کہ ایک دن ایک گروہ ایک چشمے سے پانی پیوے اور دوسرے دن دوسرا گروہ دوسرے چشمے سے بلکہ چشمے بھی علیحدہ مقرر کئے گئے تاکہ ہر ایک گروہ ہر روز ایک چشمے سے پانی کے واسطے آوے بموجب کہ قولہ تعالیٰ قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَشْرَبَهُمْ یعنی تحقیق جانا ہر ایک گروہ نے جگہ پانی پینا اپنے کی کہ نشانہ موسیٰ پتھر کا فلانی طرف سے ہمارا چشمہ ہے اور یہ فرق اور اختلاف پانی غیبی کے جوش کرنے میں اسواسطے تھا کہ حسب تفاق بنی اسرائیل کا ایک پانی پینے کی جگہ پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں باوجود کہ وہ اُن کے ملانے والے تھے بسبب قصور تعہد اُن کی کے ممکن ہو بعد وفات حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کہ ظاہری حمیت اُن کی بھی برہم ہو گئی اجتماع اُنکا اور پر ایک شریعت کے کیا ممکن ہے باقی رہا اس مقام میں ایک سوال جو طالب علم وہ یہ ہے کہ فا التفسیر حرف معطف ہے اور تراخی کے نہیں ہوسکتا ہے اسواسطے کہ حرف فا کا موضوع واسطے تعقیب بلا مہلت کے ہے یعنی اگرچہ معطوف کا رتبہ پیچھے ہو لیکن بیچ میں فصل نہ ہو اور انفجار ملا ہوا سا تھ قول کے ہو پھر اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تعقیب اور مخرجہ فکے ہے یعنی فضربہ بعصاہ فانفجرت وجہ اس عذف کی کیا ہے جواب اسکا یہ ہے کہ جب ہوگئی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے معلوم ہونے کی جہت سے ہر گز بیچ بیان لانے اس امر کے توقف نفرمایا اور فی الفور جو کچھ فرمایا گیا عمل میں لائے اور فرمانبرداری اُن کی حکم الٰہی کی ایسی قطعی اور یقینی ہوگی کہ حاجت ذکر اور تصریح کرنے کی نہیں بلکہ بیچ میں تمام ہیئت کے وارد ہونا امر الٰہی کا کفایت کرتا ہے سبب ذکر کرنے اطاعت اُس امر کے سے مفہومیت اُن کی کے گنا ہوئے اور بعضے وقت بلسب اس امر کے بھی پوچھتے ہیں کہ اس سورہ میں فانفجرت واقع ہوا اور سورہ اعراف میں فانبجست اور انفجار شدت سے جاری ہونیکو کہتے ہیں اور انبجاس تھوڑے سے بہنے کو وجہ فرق کی کیا ہے جواب اسکا یہ ہے کہ پہلے مذکور ہوا یعنی اُس پتھر میں اول انبجاس ہوتا تھا بعد اُسکے انفجار اور اس سورت میں ہر گاہ ذکر استسقا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہے پروردگار نے اسے اور وہ بہت قوی ہے استسقا امت کی پیغمبر اپنے سے لاچار نہایت کار اور ذخیرہ سکا کہ انفجار ہے اور دلالت اوپر تمام قویت اور عنایت عام کے کرنا بہت مناسب ہوا اور اسیواسطے لفظ فقلنا کا کہ مدلول قول سریع کا ہے اس موقع میں لائے اور سورہ اعراف میں ہر گاہ کہ ذکر استسقا بنی اسرائیل کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہے ذکر شروع قبولیت دعا کا کہ تھوڑا تھوڑا سا تو شروع ہی کافی ہوا اور اسی واسطے اُس جگہ لفظ واوحینا کا کہ یعنی اشارہ خفیہ کے ہے لائے القصہ اُن سے اور پاس نعمت کے کوئی شکر سوائے پر ہیزگر کے گناہوں سے درخواست نہ کیا اور فرمایا کُلُوا وَاشْرَبُوا یعنی کھاؤ تم طعام سے جو کہ وہ من اور سلویٰ ہے اور پیو تم پانی پتھر کے چشموں سے کہ ساختہ پرداختہ تمہارے نہیں بلکہ تمکو پہونچتا ہے بمن ورزقنا اللہ یعنی روزی خاص خدا کی ہے کہ بلا واسطہ اسباب و ترک دو تمہاری کے آتا ہے اور اس کھانے اور پینے کو باعث ناشکر گزاری اور عدول حکمی اُسکی کا نہ ٹھہراؤ بلکہ اسکو مدد اوپر بندگی اُسکی کے کرو اور ذلیل اوپر عنایت و کرم اُسکے کے مقرر کرو وَلَا تَعْثَوْا اور نہ تباہی نہ کرو اس قسم کی کہ اثر اُسکا پھیلجاوے

فِی الْاَرْضِ یعنی زمین میں طالانکہ تم سبب تفرقہ اور اختلاف کے ہو گئے ہو مُفْسِدِیْنَ یعنی فساد کرنے والے لیکن یہ فساد تمہارا بالکل پوشیدہ ہے بیج دلوں تمہارے کے اور چونکہ موجب فساد استعلاء تمہاری تھا اسکا ذکر نہیں پر نہیں ہو چکا اور بیج مفعولوں تمہارے کے ظہور نہیں کرتا اگر یہ احتیاط نہ کرو گے ہی فساد بشدت تمام ظہور پذیر ہو گا اور ایک جہان کو خراب کر چکا پس معلوم ہوا کہ نعمتیں الٰہی بیج حق ہر دگوں تمہارے کے ہے بنی اسرائیل سبب زیادتی فساد اُنکے کا ہوا ہے اور اسی سبب سے ہے کہ بعد مبعوث ہونے اس پیغمبر علیہ السلام کے زیادہ تر حال اُنکا تباہ ہوا باقی رہے اگلے دو سوال اول یہ کہ لا تعثوا مشتق ہے عثی سے اور عثی یعنی مبالغہ کرنے کے فساد میں ہی پوچھ کر مفسرین کا جدا جدا کیے کرار ہو گیا جواب اسکا یہ ہے کہ لا تعثوا صیغہ فعل کا ہے دلالت اوپر حدوث اور پیدا ہونے فساد کے کرتا ہے اور مفسدین کہ صیغہ اسم کا ہے دلالت اوپر ثبوت اُسکے کے کرتا ہے پس حاصل کلام کا ایسا ہوا کہ لا تعثوا المبالغۃ فی الافساد حال کو نکہ تا متین فی الافساد گویا ایسا فرمایا ہے مبنی کہ تمہارا مطلق فساد سے خوف نہیں اسواسطے کہ فساد نے تمہارے دلوں میں جڑ پکڑ لیا ہے لیکن احتیاط کرو کہ وہ فساد زیادتی نہ قبول کرے اور مبالغہ کو نہ پہونچے اور وجہ اُسکی تفسیر میں گزری دوسرا یہ ہے کہ بحسب ظاہر کے ایسا مناسب معلوم ہوا کہ نعمت جاری ہونے چشموں کی تبخیر سے بھی ہمراہ سایہ کرنے ابر اور اُتارنے من اور سلوی کے ذکر فرماتے تاکہ رفع تمام حاجتوں اُنکی کا کہ سفر میں درپیش آتی تھیں کھانے اور پینے اور سایہ پکڑنے سے ایک جگہ مذکور ہو جاتیں کہ سب ایک جنس سے ہیں اس نعمت کو جدا بیان کرنا اور سایہ ابر کا اور انزال من اور سلوی کا ایک جگہ لانا اور بیچ تتمہ نعمت نجات کے مقدم ہونا عقد سے دال ہے اس پر کیا نکتہ ہے جواب اسکا یہ ہے کہ ہر گاہ کہ یہ امر عقد اُنکے اوپر آسمان کی طرف سے ابر بعید کے درمیان سے کہ وہ غمام ہو کا تھا گرمی تھی اس بیچ تتمہ نعمت نجات کی سے اسی نعمت سے ذکر اسکا کہ بجائے اُسی غمام کو کہ سبب ہلاک کا ہوا تھا اور کسی آسمان کو کہ جائے صدور اس آفت جان کا ہوا تھا از راہ کرم اور عنایت کے تمہارے کام میں لایا محصور ہونا کہ زیادہ تر حد تک کہ اُس غمام نے مکو گرمی آفتاب کی سے محفوظ رکھا اور اُس آسمان نے اوپر تمہارے من اور سلوی برسایا مناسب ہوا بخلاف نعمت جاری ہونے چشمے کے پتھر سے کہ نعمت زمینی تھی نہ آسمانی اور ابر اور آسمان سے کچھ تعلق اُسکو نہ تھا اور بھی یہ نعمت یعنی پتھر کا چشمہ کا ہمیشہ رہنا اور ساتھ ہونا تمہارے ہر چند کہ ظاہر میں نعمت تھی لیکن دلیل خلاف اور تفرقہ اُمت کے اوپر دلونکی بھی تھی پس یہ ایک امر مستقل تھا خبر دینے والا اسکا ساتھ کہ درمیان اُنکے اختلاف اور تفرقہ امورات میں موجود ہو گا اور سبب اُسکے مصدر فساد کے ہونے کے خلاف تعلیل غمام اور نزال من اور سلوی کے کہ سب اُن میں شریک تھا اور کسی طرح کا تفرق اور اختلاف نہیں رکھتے تھے اور اسواسطے اوپر ذکر اس نعمت کے شمار نعمتونکی ختم فرمائی اور آئندہ ذکر قصور استعداد اُمتی کا اور مختلف ہونا اُنکا نبیوں سے اور نافرمانی الٰہی کی اور رجوع اُنکا طرف پستی کے کرنے سے بار بار سرزد ہوتا تھا بیان فرماتے ہیں اور ارشاد کرتے ہیں کہ نعمتیں ذکر کی گئیں اس واسطے اُنکے حق میں سبب کفر اور تفرقہ کا ہوئیں تھیں کہ یہ نعمتیں تمام امور سماویہ اور خصوصاً نص شریف میں اور اُنکے صبر کرنا اُن نعمتوں پر شاق اور گراں ہوا اسواسطے کہ طبیعتیں اُن کی مائل ادنیٰ اور زمین کی چیزونکی طرف تھیں اور بالکل اعلیٰ ہمتی سے اُنکو حصہ نہ تھا اپنچہ اسی نکتہ کی طرف اشارہ کرنیکے واسطے کئی وجہ سے یاد دلاتا ہے اول کہ وَاِذْ قُلْتُمْ یا مُوْسٰی لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰی طَعَامٍ وَّاحِدٍ یعنی اُس وقت کو کہ کہا تم نے اے موسیٰ نہیں ہیں ہم صبر کرنیوالے اوپر ایک ہی طعام کے یعنی من اور سلوی کے ایک پیغمبر اولوالعزم کو ناحق بیکار ایذا دینا اور ستانا اُسکے اور اُسکے ہمراہ مومنین کا ہم تمہارے کاموں کا بھی بکمال بے ادبی تھا اسواسطے کہ کہا تم نے لَنْ نَّصْبِرَ یعنی ہم گز صبر نہ کرینگے اور ایسا کلام دلالت کرتا ہے اُوپر اُنکے کہ صبر تو کر سکتے ہیں لیکن نصبر کرنے والا اس لفظ کی جگہ لن نستطیع الصبر یا لا یمکن منا الصبر کہنا چاہیئے تھا یعنی نہیں طاقت رکھتے ہیں ہم صبر کی یا نہیں ممکن ہے ہم سے صبر علی طعام واحد یعنی اوپر ایک جنس کے کہ ہمیشہ ایک ہی کھانا کھاتے ہیں اور سبب اُسکے کہ یہ من ہمیشہ آسمان سے آتا ہے کئی وجہ سے اول یہ کہ وہ کھانا آسمانی ہے اسواسطے کہ یہ من جم جاتا ہے وہ شیرینی ہے کہ بیچ بھٹے طلوع ہوا کے مزہ اور مزاج پیدا کر کے گرتی ہے اور سلوی بھی جانور ہے اڑنے والا ہے کہ ہوا اُسکو غذا کر پالتی ہے اور ہم زمین کی پیدائش ہیں ہمارے تئیں چاہیئے کہ غذا بھی ایسی چیز سے ہو کہ مناسب ہو ہمارے مزاج کے دوسرے یہ کہ ہمیشگی کرنی اور پکانے ایک قسم طعام کے ثابت کیا مارتی ہے اور ہم کو ضعیف کرتی ہے تیسرے یہ کہ اس طعام کی عادت ہو گئی ہے اور ہر چند کہ اعلیٰ اور شریف ہو والا مرغوب نہیں ہوا ہے تحقیق کہ کھانا عادت پڑا ہوا مرغوب ہوتا ہے چوتھے یہ کہ دیہات کے زمیندار کو کھانا شہر کے رہنیوالے کا کھانے سے اور شہر والے کو کھانا دیہات کے زمیندار کا مرغوب نہیں ہوتا ہے پانچویں یہ کہ کھانا عادت پڑا ہوا مرغوب ہوتا ہے ہر چند کہ ادنیٰ اور خسیس ہو اور اسی وجہ سے ہے کہ دیہات کے زمیندار کو کھانا شہر والے کا کھانے سے اور شہر والے کو کھانا دیہات کے زمیندار کا مرغوب نہیں ہوتی ہیں اور اُن سے حکم یہ تو اُن کی نہیں ہوتی لیکن طریق نقل اور مزہ بدلنے کیواسطے ایک دو مرتبہ کبھی ایسا ہو اور اس مقام میں ایک سوال ہے کہ من اور سلوی کو دو کھانے کہنے سے ایک کو بتانا کہ اسواسطے کہ یا جواب اسکا یہ ہے کہ عدد وحدت سے کنایت میں نہ کور ہے وحدت خود ہی اور جنسی نہیں بلکہ وحدت تذکاری ہے یعنی ہر روز وہی کھانا تھا ہے اگر چہ دو جنسیں تھیں دوسرا جواب یہ ہے کہ کھانے اگرچہ مختلف ہوں اور ہر روز وہی کہا نے استعمال میں آویں لیکن اُنکو ایک کہا جاتا ہے اور اس وحدت اعتباری کو جمع وحدت حقیقی کے استعمال کرتے ہیں اور بعضے مفسرین کہا ہے کہ ثلج کے ساتھ ملتا ہی ایک کھانا ہوتا ہے مثل قلیہ و خشکا اور ثرید اور بریج اور روٹی اور کباب لیکن اس جواب میں خدشہ ہے اسواسطے کہ من اور سلوی تو ہمیشہ ملتے تھے تاکہ ایک کو طعام اور دوسرے کو سالن ٹھہرایا جاوے القصہ بنی اسرائیل ہمیشہ کھانے کے سے عاجز آئے اور کہا کہ فَادْعُ لَنَا یس مو سا سے آسانی ہماری کے دَرْتَبَّكَ یعنی درخواست کر اپنے رب سے کہ ہمارے واسطے عنایت اُسکی متوجہ تیرے حال پر ہیں اور میرے طفیل سے ہماری بھی پرورش فرماتا ہے اور اس اضافت میں بھی ہوئے بیگانگی کی آتی ہے کہ اُنہوں نے فَادْعُ لَنَا رَبَّنَا کہا یعنی تا کہ نکالے واسطے ہمارے کے بے اسباب ظاہری کے مثل جو تنے جوئے اور پانی پینے وغیرہ کے اسواسطے کہ یہ چیزیں حالت سفر اور سرگردانی اور مقام عام کوچ کرنے میں ممکن نہیں ہیں چاہیئے کہ بطریق خلاف عادت کے جیسا کہ من اور سلوی آسمان سے برستا ہے جو وقت لشکر ہمارا کسی جگہ پہونچے اُس جگہ ہو جود اور تیار پاویں مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ یعنی اُن چیزوں سے کہ اُگاتی ہے اُلحو زمین مِنْۢ بَقْلِهَا یعنی ساگ و سبزی

اپنی سے مثل خرفہ اور پالک کے کہ اُسکو اسفاناخ کہتے ہیں اور مثل مینتھی کے کہ اُسکو حلبہ کہتے ہیں اور سبزی یعنے ترکاری کہا نیکی دو قسم ہے ایک قسم وہ ہے کہ اُسکو پکا کھانا بھی رائج اور متعارف ہے مثل پودینہ اور دھنیہ اور جو دارو ترہ تیزک اور گن نے کے اور اس قسم کو احرار البقول کہتے ہیں اور دوسری قسم یہ ہے کہ اُسکو پکا کر کھاتے ہیں اور کچا نہیں کھاتے مثل مینتھی اور پالک اور بتھوا وغیرہ کے اور ساگ سبزی کو طلب کرنے میں اسواسطے مقدم کیا کہ جو چیز وقت نہ ملنے کھانے کے سریع النفع زمین کی چیزوں میں سے ہو یہی جنس ہے کہ تنہا کھائی جاتی ہے اور انتظار دانہ اور غلہ اور میوہ کے خصوصاً احرار البقول کہ اُن میں حاجت چوش دینے اور نمک ڈالنے کی بھی نہیں ہوتی ہے اور لقدموا ہے وَقِثَّائِهَا یعنی اور خیار اُس زمین کا خواہ خیار دراز ہو کہ اُسکو ہندی میں ککڑی کہتے ہیں یا چھوٹا خیار ہو کہ اُسکو کھیرا کہتے ہیں اور جنس بھی کچھ کھائی جاتی ہے اور قائم مقام غذا کے ہوتی ہے اور کچا کر بھی بطریق سالن کے استعمال کرتے ہیں اور نفع عمدہ ظاہر میں یہی ہے وَفُوْمِهَا یعنی اور گیہوں اُس زمین کے سے کہ نفع اُسکا محتاج طرف پسینے اور پکانے کے ہے وَعَدَسِهَا یعنی اور مسور اُسکی سے کہ روٹی کے ساتھ سالن کے کام میں آتی ہے اور اُسکے دانہ کو حاجت چھیلنے کی بھی نہیں بلکہ لذت بن چھلی کی زیادہ ہوتی ہے بہ نسبت چھلی ہوئی کے بخلاف اور دانوں کے مثل چنے اور ماش وغیرہ کے کہ اکثر اُنکو حاجت طرف چھیلنے اور صاف کرنیکے بڑتی ہے وَبَصَلِهَا یعنی اور پیاز اُس زمین کی سے کہ سبب خوشبوئی کے جملہ تمام سالنوں کی کرتی ہے اور آپ بھی بھنے وقت سالن کی جگہ استعمال میں آتی ہے اور بعضے مفسرین نے فصحا میں سے فوم کو لہسن کے معنی میں لیا ہے بسبل کی مناسبت کیواسطے اسواسطے کہ اصل میں یہ کلمہ فوم کا ثوم تھا فا کو ثا سے بدل کرتے ہیں بالعکس بھی جیسا کہ قرء الدال لوہیں شروع الدال لو کہتے ہیں اور جدث کہ بمعنی قبر کے ہے اُسکو حدث بول دیتے ہیں اور اگر اس طرح نہ کہیں پس فوم کو فنا کے ساتھ ہے اُسکے معنی نقطہ گیہوں کے ہیں آبو محجن ثقفی نے کہا ہے شعر قل کنت احسبنی کاعین واحد فادم المدینۃ عن زراعۃ فوم اور عرب بیچ مقام طلب کرنے نان گندم کے کہتے ہیں کہ ثوموا لنا ای اخبزوا لنا خبز الحنطۃ یعنی پکاؤ تم واسطے ہمارے روٹی گیہوں کی اور اتصال اُسکا عدس کے ساتھ اور حدائق کا بسبل سے بھی دلالت اسی بات پر کرتا ہے کہ فا اُسمیں اصلی ہے اور معنی گیہوں کے ہے البتہ اس قدر ہے کہ قرارت عبداللہ بن مسعود کی میں وثومها بجائے وفومها کے آیا ہے اور اس قرارت میں لہسن کے ہی معنی متعین ہیں ابوبکر بن ابی الدنیا نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ فرماتے تھے قرارت بہتر میرے نزدیک قرارت زید بن ثابت کی ہے مگر سولہ حرفوں میں قرارت ابن مسعود کی اختیار کرتا ہوں اُنہیں میں سے من بقلها و قثائها و ثومها ہے اور ظاہر اسبب اختیار کرنے اس حرف کا ابن مسعود کی قرارت میں سے بسبب ایک شبہ کے ہے کہ اُن کی خاطر میں گذرا ہے اور وہی شبہ ایک جماعت پچھلے مفسرین کے ذہن میں بھی آیا ہے اور وہ یہ ہے کہ بیچ آخر اس آیت کے ادنی اور خسیس کہا نکو کہ بنی اسرائیل نے طلب کئے تھے فرمایا ہے اور ساگ اور خیار اور مسور اور پیاز یہ بھی ردی کھانوں میں سے ہیں اور گیہوں عمدہ اناجوں سے ہے اُسکو ردی کہانوں میں کیونکر داخل کیا جاوے پس سو اسکے نہیں کہ اس جگہ فابدل ثا سے ہوا اور ثوم یعنی لہسن کے ہے کہ ردی ہونا اُسکا پوشیدہ نہیں اور حل اس شبہ کا یہ ہے کہ جو ہر گیہوں کا فی نفسہ بلاشبہ اعلی اناجوں میں سے ہے لیکن جب ساگ اور پیاز اور مسور اور ککڑی سے کہائی جاوے ادنی ہو جاتا ہے اسواسطے کہ اعلی اور ادنی ہونا گیہوں کا تابع سالن کے ہے جیسا ہوا گر نفیس سالن ہووے ہی نفیس ہوتا ہے اور اگر خسیس ہووے خسیس ہوتا ہے اسی واسطے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے جواب میں قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِیْ هُوَ اَدْنٰی یعنے فرمایا کہ آیا چاہتے ہو کہ بدل لے لو اس چیز کو وہ ادنی ہے قدر میں بھی اور قیمت میں بھی اور فائدہ اور نفع کی جہت سے بھی اور مزہ اور لذت کی جہت سے بھی بِالَّذِیْ هُوَ خَیْرٌ یعنی بعوض اُس چیز کے کہ وہ بہتر ہے باعتبار اُن وصفوں کے اور ہرچند کہ یہ بدل لینا فی نفسہ گناہ شرعی نہیں اسواسطے کہ سنو اور مزہ کا طلب اور چیز وں سے بڑی لیکن خیر میں پست ہمتی اور کم حوصلگی اُنکی طرف لینے دنیا کے بدل آخرت کے اور اختیار کرنے غیر بعیت منسوخہ کے بدل غیر بعیت مقبولہ کے کمینہ لوگی اور اسی قیاس پر ہر محل میں سمجھنی اور نیچے گرنا عادت اُنکی ہو جاویگی اور علی ہمتوں کے کام سے باز رہیں گے پس میں غرض اس طلب کی جناب الٰہی میں یہ نکلی گا کہ یہ مطلب قابل عرض کے نہیں اگرچہ بادصف تنبیہ اور خلانے کے اوپر طلب اور خواہش ان کہانوں ردی کے اصرار کرتے ہوئے علاج اسکا یہ ہے اِهْبِطُوْا مِصْرًا یعنی اُترو کسی شہر میں شام کے شہروں میں سے اور مراد اس مصر سے مصر فرعون کا نہیں اسواسطے کہ جو عزام شہر معین کا ہے وہ غیر منصرف ہے نون اُسکے اوپر داخل نہیں ہوتی ہے جیسے کہ فرمایا ہے ادْخُلُوْا مِصْرَ قال ادخلوا مصرا ان شاء اللّٰه آمنین اگرچہ موافق قاعدہ ہندوا بنا تنوین اُسکا جائز ہے جیسا کہ کتابوں نحوی میں مذکور ہے فَاِنَّ لَكُمْ یعنی پس تحقیق واسطے تمہارے سیر ہوگا اُس شہر میں مَا سَاَلْتُمْ یعنی وہ چیز کہ سوال کی ہے تمنے مسور اور پیاز وغیرہ سے بغیر حاجت دعا کسی کے اور محل لائق نہیں کہ ایسا سوال جناب الٰہی میں کروں پس بنی اسرائیل کو ہمیشہ میراث ان وسیع طرف پستی اور کم ہمتی کے لازم رہا جبکہ کہ آدمی عالی ہمت اور بڑے حوصلہ والے اُن میں موجود رہے مثل حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون اور حضرت یوشع اور اور انبیا عالی قدر کے اور اُن نبیوں کے اور حکم اُنکے غالب ہے پست ہمتی اُن کی اسقدر تاثیر نہیں کرتی تھی اور جب یہ لوگ عالی ہمت اُن میں رہے خصلت ردی کہ طبیعت اُن کی میں سمائی ہوئی تھی اُنہوں نے ظہور کیا اور کاہلی اور کم حوصلگی لوگوں کے اختیار کرے اور خواہش طرف پستی اور بونے جوتنے کے کی اور عزیمت گری اختیار کی اور جہاد اور لڑائی کفار سے اور جہیں لینے شہروں کے دیکھ ڈھونکے ہاتھ سے دل چھپایا یہاں تک کہ ستاون زمیدار دل کو بھی کرنے والوں کے ذلیل اور ہلکے ہوئے اور جاہت اور وجاہت اور رعب باقی نہ رہا اور اُن فقہ نے بعد غالب ہونے جالوت کے اُنکے اوپر اور بعد واقعہ بخت نصر اور سنجار یب کے کمال سوخ پیدا کیا وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ یعنی اور ماندہ خیمہ کے مار گئی اُوپر اُنکے ذلت اور فقر پس ذلت اس جہت سے کہ ہمیشہ زیر دست ظالموں اور نصاریٰ کے رہتے ہیں اور خود عالم کسی جگہ کے نہیں ہوتے ہیں اُن محتاج اسواسطے رہتے ہیں کہ

کہ سبب بھرنے تاوان اور مصادرات اور ادا کرنے خراج اور عشر وغیرہ کے جمع انکا زیادہ آمدنی سے رہتا ہے اور اگر کبھی کسی کو انہیں سے تونگری بھی حاصل ہوتی ہے پھر بھی باعث خوف مصادرات اور پکڑے بادشاہی کے اپنے تئیں مانند مفلسوں ناچیز کے پہننے اوکھانے میں ٹوٹا حال ظاہر کرتا ہے تاکہ حکام سکو مالدار جانکر مال اُسکا کسی حیلہ سے نہ چھین لیویں اور ذلت اور فقر انکا بر افراط اور فقر سلاطین نہیں اسواسطے کہ مسلمانوں کو اسکے صبر کرنے پر خوشخبری خدا کی اور بلند ہونا درجوں کا حاصل ہوتا ہے اور سبب دخول بہشت کا اور تخفیف حساب کا ہے اور انکو یہ بات حاصل نہیں بلکہ یہ سبب اس ذلت و فقر کے زیادہ تر رضائے الٰہی سے دُور پڑے وَبَآءُوْ یعنی پھرے اس مرتبہ بلند سے کہ بفضیل انبیا اور صلحا کے اُنکو حاصل ہوا تھا طرف ذلت اور فقر ذاتی اپنے کے جیسا کہ کوئی سفر سے اپنے گھر کی طرف پھرتا ہے بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ یعنی بسبب غصہ کے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصیب اُنکے ہوا کہ قہر اپنا اُنکے اوپر مسلط فرمایا اور لطف اور عنایت ظاہری اور باطنی اپنی اُن سے باز رکھی اور اسی سبب سے ہے کہ فقر انکی جبلت میں بیٹھ گیا ہے اور ایمان انکو ہرگز میسر نہیں ہوتا ہے اور جہالت قبیحہ اُنکو جو کچھ اسی سبب سے لاحق نہیں ہوئی تھی کہ طعام زمین کا آسمان کے طعام سے بدل لیا اور لگے ستانے خیال صبیہ و ابیاں کو حضرت موسیٰ کے زمانہ میں اُنسے صادر ہوئی تھیں بلکہ ہمیشہ سے یہی حال اُنکا رہا اور استعداد باطل ہوتا رہا اور اعمال بُرے بُرے اور گناہ سخت اُنسے صادر ہوتے رہے اور اسی سبب سے یہ لوگ مستحق اس خرابی کے ہوئے جیسا کہ فرماتے ہیں ذٰلِكَ یعنی یہ ذلت اور فقر غضب الٰہی کے ساتھ ملا ہوا تھا بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ یعنی بسبب یہ کہ وہ انکار کرتے تھے ساتھ آیتوں خدا کے اور جو آیتیں کہ توریت میں مخالف خواہش نفس اُنکے کے ہوتی تھیں اُنکو نہ مانتے تھے اور تغییر اور تحریف لفظی یا معنوی کرتے تھے اور آیتیں صحیفوں دوسرے نبیوں کے اور زبور اور انجیل کے بھی اسی طریق پر انکار کرتے تھے یہانتک کہ قرآن کی آیتوں کے بھی منکر ہوئے اور جو آیتیں روشن کہ ہر پیغمبر کے ہاتھ سے معجزوں کی جنس سے ہوتی تھیں اُنکو نسبت طرف سے اور کہانت اور استدراج کے کرتے تھے اور یقین نہیں رکھتے تھے وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ یعنی اور قتل کرتے تھے پیغمبروں کو جیسا کہ حضرت شعیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جنہوں نے گمان میں دار پر کھینچا اور پیغمبر آخر زماں کو سحر کیا اور زہر دیا اور جو جیسے اُنسے ہوسکے نفس مبارک کے قتل کرنیکے واسطے کام میں لائے اور حدیث شریف میں کہ اُم سکوم، امام احمد نے ابن مسعود سے روایت کیا ہے اور وارد ہوا ہے کہ اشد الناس عذابا رجل قتله نبی او قتل نبیا او امام ضلالة او ممثل من المثلین یعنی سخت تر بااعتبار عذاب کے اور آدمیوں سے وہ شخص ہے کہ اُسکو پیغمبر نے قتل کیا ہو یا اُس نے کسی پیغمبر کو قتل کیا ہو یا پیشوا گمراہی کا گذرا ہو کہ بسبب اغوا اُسکے کے بہت آدمی گمراہی میں پڑے ہوں یا تصویر بنانیوالا جاندار کی پس بیچ حق اُن لوگوں کے اسباب غضب کے بشدت تمام جمع ہوئے تھے کہ کفر بھی کرتے تھے اور قتل بھی کہ وہ بھی بعد کفر کے سب کبیروں سے بڑا کبیرہ ہے اور قتل کی قسموں میں سے بھی جو کہ بہت بدتر ہوتا تھا اختیار کرتے تھے یعنی قتل کرنا پیغمبر کا اس امر پر موقوف کرنا ہدایت کا کہ خدا کی طرف سے تھی اور انکا شکری سے بہتر نعمتوں کی اور بند کرنا دروازے فیض کا ہے کہ توقع نفع عام کی اُس سے تھی اور وہ بھی بِغَيْرِ الْحَقِّ یعنے بغیر سبب شرعی کے اُنکے گمان میں بھی اسواسطے کہ فی نفسہ قتل پیغمبر کا بلا موجب شرعی کے ہونا ہے لیکن کبھی بسبب شبہ کے کہ منکر کے ذہن میں ہوتا ہے ناحق ہونا اُسکے نزدیک یقینی نہیں ہوتا ہے اور اس جگہ اس قسم کا شبہ بھی نظر انداختہ ہوتا تھے اور اگر کسی کو استبعاد اس بات کا خاطر میں گذرے کہ وہ بھی اخبار اہل کتاب تھے اور دعویٰ ایمان کا اوپر حضرت موسیٰ اور اور پیغمبروں کے کرتے تھے اُن سے یہ کیونکر ہو سکے کہ سب موجب شرعی اور غیر شبہ کے اوپر کفر صریح اور مارنے پیغمبروں کے پیش دستی کریں کہتے ہیں ہم ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا یعنی یہ جرأت اُنکی اوپر کفر کے اور قتل کرنے پیغمبروں کے اُن سے اسلئے تھی کہ نافرمانی کی اُنہوں نے پیغمبروں کی اور آہستہ آہستہ خصلت نافرمانی کی بیچ اُنکے محکم ہوئی اور گناہ کرنے میں ایک دو مرتبہ پر کفایت نہیں کرتے تھے کہ جلدی تدارک اُسکا ساتھ توبہ اور ندامت کے ہوسکے بلکہ اس گناہ میں کمال مبالغہ کرتے تھے وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ یعنی اور تھے وہ تجاوز حد کرتے تھے بیچ گناہ کے پس گناہ ہونکو بہتر جانتے تھے اور جو کوئی اُنکے تئیں گناہ ہونے سے منع اور تنبیہ کرتا تھا اُسکو دشمن سمجھتے اور جو آیتیں الٰہی کی دلالت اوپر قباحت اُن گناہوں کے کرتی تھیں تاویل باطل سے دفع کرتے تھے یہانتک کہ رفتہ رفتہ پیغمبر تکو کہ جو گناہوں سے منع کرنے میں مبالغہ کرتے تھے ماڈو الا اور کتاب الٰہی کی آیتوں کا صریح انکار کیا اور یہ شامت گناہ کی ہے کہ آہستہ آہستہ اعتقاد میں بھی فتور بلکہ تغییر اور تبدیل پیدا کرتا ہے اور اسی واسطے علما ربانی گناہوں کی مداومت اور لذت اور عادت پکڑنے اُنکی سے نہایت تاکید کے ساتھ منع کرتے ہیں کہ رفتہ رفتہ اچھا معلوم ہونا گناہوں کا اور برائی اُنکی جو اُس منع کرنے دل میں بیٹھ جاتی ہے اور یہانتک خیر کو نوبت پہونچ جاتی ہے کہ شرع کے حکم کو بھی مکروہ جاننے لگتا ہے اور کفر کی حد کو پہونچاتا ہے جیسا کہ کہا ہے من تهاون بالآداب عوقب بحرمان السنة ومن تهاون بالسنة عوقب بحرمان الفرائض ومن تهاون بالفرائض عوقب بحرمان المعرفة یعنی جسنے خفیف جانا ادب کی باتوں کو عذاب دیا جاویگا ساتھ محروم ہونے سنت کے اور جسنے خفیف جانا اور سستی کی سنت کے عذاب دیا جاویگا ساتھ محروم ہونیکے فرضوں کے اور جسنے کہ سستی کی فرضوں کے عذاب دیا جاویگا ساتھ محروم ہونیکے معرفت کے باقی رہے یہ امر کہ کیونکر کسی کو حاجت جواب کی کہنے میں آوے کہ بنی اسرائیل نے کہا تھا کہ ہم اوپر ایک قسم کے کھانے کے صبر نکریں گے ہمارے ذائقہ بدلنے اور تفنن طبیعت کیواسطے دوسرا کھانا زمین کے کھانوں کی جنس سے چاہیے کھلا ہمکو اس دعا کا کیا یہ تھا کہ ہمراہ من اور سلویٰ کے کوئی کھانا دوسرا زمین کا بھی آتا رہے نہ یہ کہ من اور سلویٰ مطلق موقوف ہو جاوے اور اُسکے بدلے میں طعام زمین کا منگا دیجئے غرض انکی جمع کرنا دونوں کھانوں کا تھا نہ استبدال ایک کا ساتھ دوسرے کے کلام اُنکے کو استبدال کے اوپر کیواسطے حمل فرمایا اور اس طرح کیوں اُنکو کہا کہ اتستبدلون الذی هو ادنی بالذی هو خیر جواب اسکا یہ ہے کہ جب اُنہوں نے ناخوشی اپنی طعام آسمانی سے بیان کی اور یہ بھی کہا کہ فادع لنا ربك یخرج لنا مما تنبت الارض من بقلها وقثائها الخ اس سے صریح معلوم ہوا کہ وہ بعد اسکے یا طعام آسمانی کو مطلق

نہ کہا ویگے کہ اس سے عاجز آئے ہیں یا بقدر شکم سیری کے نہ کہا ویگے بلکہ طعام زمینی سے شکم سیر ہونگے اور یہ بات ظاہر ہے کہ شکم آدمی کا سوا اُس اندازہ کے زیادہ غذا کو اُٹھا نہیں سکتا ہے جس وقت قصہ ہوا سا ایک کھانا کھاتا ہی دوسرا کھانا اُسی تعدیم کہا دیگا پس تبدیل اونی کی عوض علی کے لازم آئی گو بعضے کہانے میں ہو دھرا سوال یہ ہے کہ ہبوط لغت میں نیچے آنا بلندی سے طرف پستی کے ہی سفر سے شہر میں آنیکو ہبوط کسواسطے فرمایا کہ اھبطوا مصرا جواب اسکا یہ ہے کہ لشکر جب تک سفر میں ہوتا ہے سوار یونکے اوپر سوار ہوتا ہے اور مال اور اسباب اُنٹونکی پشت پر یا خچروں پر لدا ہوا ہوتا ہے اور خیمے ڈیرے بھی چوپایوں پر کہے ہوئے ہوتے ہیں اور جب شہر میں پہونچتے ہیں ان سب کو بلندی سے طرف پستی کے نقل کرتے ہیں اور آپ بھی سواری سے نیچے اُترتے ہیں اس سبب سے سفر سے شہر میں آنیکو ساتھ ہبوط اور نزول اور فرود گش کرنے اور اُترنے کے تعبیر کرتے ہیں اور یہی اس انتقال میں ہبوط معنوی بھی تھا کہ علو ہمتی سے طرف پست ہمتی کے انتقال کرتے تھے اور مرتبہ بلند طعام آسمانی کے سے طعام زمینی کی پستی میں نزول کرتے تھے پس استعمال لفظ ہبوط کا بہت مناسب ہوا تیسرا سوال یہ ہے کہ اس سورۃ میں ویقتلون النبیین بغیر الحق فرمایا ہے لفظ حق کو معرف باللام کرکے لئے اور سورۂ آل عمران میں بغیر حق ارشاد فرمایا یعنے لفظ حق کو نکرہ کرکے لائے جو اب اسکا یہ ہے کہ حق معلوم نزدیک تمام اہل کتاب کے کہ جسکے سبب سے آدمی کو قتل کیا جاتا ہے ایک ان تین چیزوں میں سے ہے مرتد ہونا یا قتل ناحق کرنا یا زنا بعد محصن ہونے کے یعنی عاقل بالغ عالم والا نکاح کرے پس اس جگہ کہ حق کو معرف کرکے لائے اشارہ طرف حق معلوم کے ہے اور سورۂ آل عمران میں کہ حق کو نکرہ کرکے لائے غرض یہ ہے کہ کوئی حق نہایت معلوم اور نہ حق دوسرا اُنکے زعم میں اور وجہ فرق کی کہ اس سورہ میں خاص حق ذکر کیا اور اُس سورۂ میں عام کی نفی کی یہ ہے کہ اس جگہ خاص ذکر بُرائی بنی اسرائیل کا کیا ہے کہ وہ اہل کتاب تھے اور اُنسے قتل نبیوں کا سرزد ہونا نہایت قبیح ہے بخلاف سورۂ آل عمران کے کہ اُس مقام میں کلام خاص ساتھ فرقہ بنی اسرائیل کے نہیں بلکہ بطریق عموم کے فائدہ کلیہ رشاد ہوتا ہے اُس جگہ ذکر کرنا حق خاص کا بلا وجہ ہے اور ہر چند کہ اصرار کرنا اوپر کبائر کے کفر کی طرف لیجاتا ہے جیسا کہ فرقہ یہود میں یہی بات پائی گئی لیکن اگر ایمان ساتھ قصد کے اور دون آخرت کے درست کرکے لاویں تمام کفر کی قسموں کو محو کر دیتا ہے اور شاد ہوتا ہے اور اگر عمل صالح بھی ایمان کے ساتھ مل جاوے تمام اقسام خوف و غم کے دُور کرتا ہے پس کوئی کافر اور گنہگار بعد ایمان لانے کے قبول ہونے توبہ سے مایوس نہ ہووے چنانچہ فرماتے ہیں اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یعنی تحقیق وہ آدمی کہ ایمان لائے ہیں ساتھ دہان کے اور دل سے اس دین کو سچا نہیں جانتے ہیں ہر چند کہ کفر اُنکا بہت مذموم ہے اسواسطے کہ باوجود کفر کے ارادہ فریب دینے خدا اور رسول کا بھی کرتے ہیں چنانچہ ابتدائے سورہ میں بُرائی حال اُنکے کی گذری وَالَّذِیْنَ ھَادُوْا یعنی اور وہ لوگ کہ یہودی ہوئے ہر چند کہ بُرائیاں اُنکی بھی عملوں میں اور عقادوں اور اخلاق میں حد سے زیادہ ہیں چنانچہ اسرار کفر اُنکے کا یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کو جسمانی اور بصورت انسان کے اعتقاد کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہر چند ذات باریتعالیٰ کی جسمیت سے پاک ہے لیکن تعلق اُسکا جسم کے ساتھ ضرور ہے ہر گز بغیر جسم کے نہیں رہتا ہے اور وہ جسم اُسکو لازم ہے کہ جسم شعاعی اور نورانی کے مانند شعاع کے کبھی جمع ہوتا ہے اور کبھی پراگندہ اور اسی سبب سے ہی کہ آواز اور کلام پکار کر کرنا اور طور سینا پر اُترنا اور ایک جگہ سے دوسری جگہ چلا جانا اور ہاتھ اپنے سے تو ریت کا لکھنا اور عرش کے اوپر استوا کرنا یعنی ٹھہرنا اور قرار پکڑنا اور جواز رویت کا کسی جہت میں ہونا اور طوفان نوحؑ کے اُوپر رونا اور ہنسی اور اندوہ اور غم اور خوشی ذات باری کے حق میں جائز رکھتے ہیں اور ان چیزوں کا اُسکے اوپر اطلاق کرتے ہیں بعد اُسکے نبیوں کے حق میں بدگمانی اور تہمت گناہ کی بھی بہت رکھتے ہیں یہانتک کہ حضرت موسیٰ پر تہمت حضرت ہارون کے قتل کی کرتے ہیں اور صریح کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ نے حضرت ہارون کے اُوپر حسد کرتے تھے اور بعضے اُن میں سے کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پیغمبر نہ تھے بلکہ ولی تھے اور ولایت کو افضل نبوت سے جانتے ہیں اور خیال اُنکے میں یہ بات ٹھہر گئی ہے کہ معنی نبوت کے محض اٹھی گری اور بھونچانا خدا کے پیغام کا ہے اور قرب الٰہی اور مرتبہ اللہ کے نزدیک ہونا اس خدمت میں درکار نہیں اور حضرت ہارون کو بھی حضرت موسیٰؑ کے ساتھ نبوت میں شریک نہیں جانتے تھے بلکہ خلیفہ سمجھا کہتے تھے اور گوسالہ بنانے کو حضرت ہارون کی طرف نسبت کرتے ہیں اور حضرت داؤد علیہ السلام کو اوریا[1] کے قتل کی تہمت لگاتے ہیں اور حضرت سلیمان کو کہتے تھے طلسم اور نیرنج کرتے تھے اور تسخیر جنوں کی جانتے تھے اور رجعت نبیوں کی جائز کہتے ہیں اور جو آیتیں توریت کی پیغمبر آخر الزماں کی حقیت پر صریح دلالت کرتی ہیں اُن میں تاویل فاسد کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان آیتوں سے تسلط اور ملک اُنکا ثابت ہوتا ہے نبوت اور رسالت نہیں ثابت ہوتی ہے اور شروع ہونا شریعت کا ہرگز جائز نہیں جانتے ہیں بلکہ خدا کی شریعت منحصر حضرت موسیٰؑ کی شریعت میں جانتے ہیں اور یہ بات کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ سے پیشتر کوئی شریعت نہ تھی اور بعد اُنکے کوئی بھی شریعت نہ ہوگی اور اسیواسطے حضرت عیسیٰؑ کی نبوت کا بھی انکار کرتے ہیں اور حضرت مریم کے حق میں تہمتیں باطلہ بیان کرتے ہیں اور لقب یہود کا حضرت موسیٰؑ علیہ السلام کے کلام سے اپنے واسطے تراشا ہے کہ اُنہوں نے وقت مناجات اور طلب حق کے جناب الٰہی سے اِنَّا ھُدْنَا اِلَیْکَ کہا تھا یعنی ہمنے تو بہ اور رجوع کی طرف تیرے وَالنَّصَارٰی یعنی اور نصاریٰ اور لفظ نصاریٰ کا اصل میں جمع نصران کی ہے مثل سکاریٰ اور سکران کے اور نصران بمعنی ناصر کے ہے اور اس لقب کو نرسایوں نے اپنے واسطے مقرر کیا ہے اسواسطے کہ حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب استمداد یہودیوں سے چاہی تھی کہا تھا من انصاری الی اللہ اور حواریوں نے جواب میں کہا تھا نحن انصار اللہ اور اس فرقہ نے بھی اعتقاد اور عملوں میں بہت خبط کیا ہے اور زیادہ تر خبط اُنکا بیچ حال نزول حضرت عیسےٰ علیہ السلام اور اتصال روح اُنکی کا ساتھ بدن اُنکے کے ہے

[1] اور یا ایک شخص تھا کہ حضرت داؤدؑ نے اسکو کافروں کے مقابلہ کیواسطے بھیجا تھا اور وہاں وہ شہید ہو گیا اور اُس کی منکوحہ سے بعد شہادت اُس کی کے نکاح کر لیا تھا ۱۲

پھر خبط بیچ بیان حال پڑھنے اُنکے کے طرف علم کلوکے اور اتصال سوم اُنکی کے احوال میں اور بیچ بیان ان دونوں کی شیعتوں کے عجیب عجیب کفر کی باتیں درمیان میں لاتے ہیں کہ کان سننے ان کفریات کے سے کمال تنفر کرتے ہیں اور یہ دونوں فرقے معاند کے حال میں بھی کم اختیار کرتے ہیں کہ اکثر یہودی کہتے ہیں کہ جو کچھ توریت اور زبور اور دوسری کتابوں آسمانی میں وعید اور خوف دلانا آیا ہو غیر کو ہے محض واسطے اور لوگوں کے ہے سوا آل فرقہ نبی اسرائیل کے کہ اُنکو بسبب شفاعت آبا و اجداد اپنے کے بڑے بڑے نبی ذوی القدر گذرے ہیں اندیشہ نہیں اور کسی طرح کا خوف اس وعید سے نہیں کہتے ہیں اور اکثر نصاریٰ کہتے ہیں کہ مقدمہ جزا اور دار و گیر حساب دن قیامت کے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے سپرد ہوگی بلکہ دن جزا کا محض حضرت عیسےٰ کے ظاہر ہونے کا دن جانتے ہیں اور اسی جہت سے کمال تسلی رکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے تابعین کو بغیر پرستش کے بہشت کی نعمتوں سے سرفراز فرماویگے وَالصَّابِئِيْنَ یعنی اور بے دین کہ ساتھ کسی دین آسمانی کے مقید نہیں ہیں اور خلاصہ مذہب اُنکے کا یہ ہے کہ آدمی کو سعادت حاصل کرنے میں کسی بغیر پیامبر مرشد کی حاجت نہیں روحانیات کہ آسمانوں اور عنصروں اور موالید ثلثہ کے واسطے مدبر ہیں اُن کی تکمیل اور پرورش کے کفایت کرتے ہیں لیکن آدمی کو چاہیئے کہ روحانیات سے مناسبت پیدا کرے تاکہ فیض اُن سے لیوے اور طریق مناسبت پیدا کرنیکا ساتھ روحانیات کے یہ ہے کہ اُنکے نام پر سکلیں اور شکلیں بنائی جاویں اور اُن قوتوں کی کمال تعظیم بجالائی جاوے اور اُن روحانیات کے نام اور وصف اُنکے روبرو اُن قوتوں کے بیان کئے جاویں اور اسی سبب سے بعضے لوگ اس فرقہ میں سے آفتاب اور چاند اور ستاروں کو سجدہ کرتے ہیں اور بعضے اُن میں سے ان ستاروں کے نام پر صورتیں تراشتے ہیں اور اُسکو قبلہ اپنا بناتے ہیں اور کلدانیین ایک گروہ ہے ان میں سے اُنکی یہی روش تھی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اُنکے مقابلہ کیواسطے بھیجے گئے اور فرقہ ہرنانیین اور ابادیان کا کہ اُنہیں میں سے ہیں بعضے بزرگوں اپنے کو پیغمبر جانتے ہیں اور اکثر صابئین حنفی نماز پڑھتے ہیں اور جنابت سے غسل کرتے ہیں اور میت کے ہاتھ لگانے سے بھی غسل واجب جانتے ہیں اور کھانا گوشت گدھے کا اور کتے کا اور خنزیر کا جانوروں میں سے حرام جانتے ہیں اونٹ اور کبوتر اور بیاز اور باقلا اور ماہی وغیرہ کو بھی حرام جانتے ہیں اور شراب کا پینا جائز کرتے ہیں لیکن مستی کہ شراب سے ہو اُسکو حرام جانتے ہیں اور ختنوں کو بھی حرام جانتے ہیں اور طلاق بغیر حکم حاکم کے درست نہیں جلنے ہیں اور مرد کے واسطے زیادہ ایک عورت سے روا نہیں کہتے ہیں اور صورتیں اور تبوئے بنانے میں بار بکیاں خرچ کرتے ہیں ہیکل عقل اور ہیکل سیاست اور ہیکل صورت اور ہیکل نفس کی کہ جواہر عقلیہ وجانیہ ہیں نکل مدور بناتے ہیں اور ہیکل زحل کی مسدس اور ہیکل مشتری کی مثلث اور ہیکل مریخ کی مربع مستطیل اور ہیکل آفتاب کی مربع اور ہیکل زہرہ کی مثلث مربع کے جوف میں اور ہیکل عطارد کی مربع مستطیل مثلث کے جوف میں اور ہیکل مہتاب کی ثمن ہشت پہلو اور قیامت کے منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ جنتی ولائتیں آباد ہیں ہر ایک ولایت چھتیس ہزار اور چار سو پچیس برس تک باقی رہتی ہے بعد اس مدت کے جو دی سوم اُسکے اندر ہیں خواہ انسان خواہ اور حیوانات بالکل فنا ہوتے ہیں اور از سر نو ایک جوڑہ ہر حیوان کا اور ایسے ہی) انسان کا بھی ایک جوڑا پیدا ہوتا ہے اور توالد اور تناسل ہوتا رہتا ہے اور دورہ پورا ہوتا ہے پھر اسی طرح سے دورہ اور شروع ہوتا ہے اور پہلے سب فنا ہوتے ہیں اور از سر نو اور پیدا ہوتے ہیں وعلی ہذا القیاس اور جلانا مردوں کا اور اُٹھانا قبروں میں سے آدمیوں کا اسکا بالکل انکار کرتے ہیں اور ثواب و عذاب کو انہیں دو دنیں بطریق تناسخ کے جاننے ہیں حاصل یہ ہے کہ ہر ایک سے ان چاروں فرقوں سے باوجود کمال دوری کے اللہ کے راستے سے حکم گندہ اور بُرے ہوئے کھانے کا بکڑا ہے کہ ظاہر میں توقع اصلاح اُسکی کی کسی وجہ سے نہیں لیکن کمال عنایت آہی ہے کہ مَنْ اٰمَنَ یعنی جو کوئی ایمان لاوے اُن میں سے دل سے ساتھ اخلاص کے بِاللّٰهِ یعنی ساتھ خدا کے بغیر شبیہ اور بغیر تعطیل اور بے تشریک کے یعنے اللہ کو نہ کسی شے کے ساتھ تشبیہ دیوے کہ جسم وغیرہ اُسکے واسطے ثابت کرے اور نہ معطل کہے اور نہ کوئی شریک اُسکا ٹھہراوے وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ یعنے اور بھی ایمان لاوے ساتھ دن پچھلے کے کہ دن جزا کا ہے اور ایمان خدا کیساتھ بغیر ایمان لانے کے ساتھ اُس دن کے تمام نہیں ہوتا ہے اسواسطے کہ جو کوئی ایمان ساتھ اُسدن کے نہ رکھے ہمیشگی پرورش اُسکی کا اور عام ہونے قدرت اور کمال حکمت اور عدل اُسکے کا منکر ہے اور ایمان ساتھ کتابوں اور رسولوں اور فرشتوں کے ان دونوں ایمان کیواسطے لازم ہے اسواسطے کہ نہ وہ ایمان بغیر وسیلہ رسولوں اور فرشتوں کے معلوم نہیں ہوسکتے ہیں اور بغیر کتابوں آسمانی کے علم ساتھ اُسکے باقی نہیں رہ سکتا ہے اسی جہت سے ان تینوں چیزوں کا جدا بیان کیا اور واقع میں اسطرح ہے کہ سکو ایمان مبدا اور معاد کے ساتھ کما حقہ نصیب ہوا بغیر رسولوں اور فرشتوں اور کتابوں کے میسر نہیں ہوا اور محض ایمان بھی ساتھ مبدا اور معاد اور وسائط کے ہرچند کہ بیچ امید نجات کے تا غیر عظیم رکھتا ہے لیکن واسطے نجات کلی کے چیز دوسری بھی چاہیئے جیسے کہ فرماتے ہیں وَعَمِلَ صَالِحًا یعنی عمل کیا عمل شائستہ اور عمل شائستہ میں یہ بات ضرور ہے کہ نلغ کو لے لیوے اور فسخ کو ترک کرے اور احکام الٰہیہ کو بیچ مقابلہ مصلحتوں عقلی کے ترجیح دے اور جب ہر ایک گروہ ان چاروں گروہوں میں سے ایمان درست کیا اور عمل اس قاعدہ کے ساتھ بجالائے فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ یعنی پس واسطے اُنکے ہے اجر کامل اُنکا کہ اگر ابتدا سے اس وقت تک اور اُسکے مداومت کرتے یہی اجر پاتے عِنْدَ رَبِّهِمْ یعنی نزدیک پروردگار اُنکے کے ایمان اور عمل اُنکے کی حریت فرماتا ہے اس حد تک کہ ایمان ایک لمحہ اور عمل صالح ایک ساعت کے تئیں مثانیوا الاکفار اور فسق تمام عمر کا کرتا ہے اور اس ایمان اور عمل صالح ایک ساعت کے کے سبب حسن تربیت اپنی کے موافق ایمان اور عمل صالح عمر بھر کے بہو پہنچاتا ہے پس کمال مہربانی اور رحمت اُسکی بندوں کے حال پر ہے کہ تھوڑی سی نیکی پر ثواب تمام عمر کی نیکی کا عنایت کرے وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ یعنی اور نہیں ہے خوف اوپر اُنکے تاثیر پہلی فکر کی سے کہ مبادا موجب نقصان اجر کا ہووے اسواسطے کہ بسبب عنایت اُسکی کے پچھلے عمل اُنکے نے بعض عمر کے ایمان کو برابر ایمان تمام عمر کے کیا وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ یعنی اور وہ

غمناک ہو دیکھے بسبب فوت ہونے عمل صالح کے کہ ایام کفر میں اس عمل سے محروم تھے اسواسطے کہ عنایت الٰہی اور پرورش اُسکی نے پہلے عمل نے تدارک پہلے کا بھی کیا باقی رہا اس مقام میں ایک سوال کہ جواب اُس کے کی حاجت ہے اور وہ یہ ہے کہ اس سورہ میں ذکر نصاریٰ کا صابئین کے ذکر پر مقدم فرمایا اور سورۂ حج میں صابئین کو نصاریٰ کے مقدم کیا ہے اور سورۂ حج میں صابئین کو اور نصاریٰ کے مقدم کیا ہے اور سورۂ مائدہ میں لفظاً صابئین کو مقدم فرمایا ہے اور تقدیراً موخر اسواسطے کہ تقدیر کلام کی اُس جگہ اسطرح ہے کذالک الصابئون کذالک یعنی من اٰمن باللّٰہ الخ خبر ان الذین اٰمنوا والذین ھادوا والنصاریٰ کی ہے اور صابئون کی خبر محذوف ہے یعنی کذلک پس تقدیر میں صابئون پیچھے ہو گیا اور باعتبار لفظ کے نصاریٰ سے مقدم ہے وجہ اس تفنن عبارت اور جدا جدا لانیکی کیا ہے جواب اسکا یہ ہے کہ کلام اس سورۃ میں ساتھ بنی اسرائیل کے ہے اور خطاب طرف اہل کتاب کے ہے اور نصاریٰ بھی اصل میں بنی اسرائیل میں سے پیدا ہوئے ہیں اور اہل کتاب بھی ہیں اور صابئون بنی اسرائیل نہیں ہیں شرافت کی جہت سے نصاریٰ کا ذکر مقدم ہوا اور سورۂ حج میں بیان قطع اختلاف کا ہے کہ فرقوں گمراہ کا ساتھ اہل حق کے ہے پس جن شخصوں کی تنازع اور مخالفت بہت تھی اُنکا ذکر مقدم ہوا اور اسی واسطے یہود کو صابئین پر بھی مقدم کیا حالانکہ صابئین کا زمانہ بیشتر ہے زمانہ یہود کے سے اس جہت سے کہ یہودی زیادہ تر مسلمانوں سے مخالفت اور دشمنی رکھتے تھے بعد اُسکے صابئین کا رتبہ ہے کہ ہرگز ساتھ کسی دین اور شریعت کے آشنا نہیں ہوئے بعد اُسکے نصاریٰ کہ بیچ برحق جاننے اکثر رسولوں اور کتابوں کے مسلمانوں کے شریک ہیں بعد اُنکے مجوسی کہ اُنکے تئیں شبہ کتاب کا ہے بعد اُسکے مشرکین کہ ہرگز دعوے کتاب کا نہیں کرتے ہیں اور مخالف سب دینوں کے ہیں اور یہ بھی کہنا ممکن ہے کہ صابئین ہر چند کہ موحد ہیں اور کسی وجہ سے شرک نہیں کرتے ہیں لیکن اس قول میں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے روحانیات میں حلول کیا ہے یعنی اُنکے اندر سما گئی ہے اور روحانیات کے حلول اُن شکلوں اور بتوں میں کہ اپنے ہاتھ سے بنالتے ہیں کیا ہے نصاریٰ سے بھی بڑھکر اور پیشوا اُنکے ہوئے ہیں گویا نصاریٰ نے مذہب حلولی اُنہیں سے سیکھا ہے بخلاف یہود کے کہ مذہب اُنکا حلول سے دُور ہے پس بہت اُستاد ہونے صابئین کے اور شاگرد ہونے نصاریٰ کے صابئین کو مقدم فرمایا اور سورۂ مائدہ میں رعایت دونوں امر کی فرمائی کہ لفظ کے اعتبار سے مقدم کیا اور معنی میں موخر لائے اور جو کہ وہب بن منبہ سے بیچ تفسیر ابن ابی حاتم کے مروی ہے کہ الصابی الذی یعرف اللہ وحدہ ولیست لہ شریعۃ یعمل بھا ولم یحدث کفرا یعنی صابی وہ شخص ہے کہ اللہ کو جانتا ہے اور اسباب کا اُسکو عقیدہ ہے کہ اللہ کی کوئی شریعت نہیں کہ اُسکے اوپر عمل کیا جاوے اور نہ کوئی کفر اُس نے پیدا کیا اور ابی الربداء سے بھی اُسی تفسیر میں کہ الصابئون قوم بالعراق یکفرون بالنبیین کلھم مطابق اُسکے ہے جو کہ ہماری تفسیر میں مذکور ہوا اور متقدمین مفسرین سے سوا اُس قول کے اور قول بہت بیچ بیان مذہب صابئین کے منقول ہیں لیکن کوئی مطابق نہیں پڑتا ہے ساتھ اُن اقوال کے کہ اصحاب ملل و نحل نے لکھے ہیں منجملہ اُنکے جو کہ سعید بن جبیر سے مروی ہے کہ الصائبۃ منزلۃ بین النصرانیۃ والمجوسیۃ یعنے صائبہ مرتبہ ہے بیچ نصرانیہ اور مجوسیہ کے اور ابو العالیہ سے منقول ہے کہ الصابئون قوم من اھل الکتاب یقرؤن الزبور یعنی صابئون ایک گروہ ہے اہل کتاب سے کہ پڑھتے ہیں زبور کو اور سدی سے منقول ہے کہ الصابئون طائفۃ من اھل الکتاب یعنی صابئون ایک گروہ ہے اہل کتاب سے اور قتادہ سے منقول ہے کہ الصابئون قوم یعبدون الملئکۃ ویصلون الی غیر القبلۃ ویقرؤن الزبور یعنی صابئون ایک قوم ہیں کہ پرستش کرتے ہیں فرشتوں کی اور نماز پڑھتے ہیں طرف غیر قبلہ کے اور پڑھتے ہیں زبور کو اس جگہ میں جاننا چاہیئے کہ جیسے منطوق اس آیت کا دلالت کرتا ہے اوپر قبول ہونے ایمان اور عمل صالح کے ہر کافر کے اگرچہ بدتر از انواع کفر اور فسق کا مرتکب ہوا ہو ایسے ہی مفہوم اس آیت کا دلالت کرتا ہے اوپر نہ قبول ہونے ایسے ایمان کے کہ جن چیزوں کے ساتھ ایمان لانا واجب ہے بعضی چیزوں کے ساتھ ان میں سے ایمان لاوے اور بعضوں کے ساتھ نہ لاوے بلکہ ایمان جب قبول ہوگا کہ کل ان چیزوں کے ساتھ ایمان لاوے اور اُنکے اوپر بھی دلالت کرتا ہے کہ تمام عبادتیں خواہ بدنی ہوں خواہ مالی اگر کفر کے وقت اور بغیر ایمان کے کی جاویں مقبول نہیں چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمان کو بھی ارشاد فرمایا تھا جسوقت کہ سلمان فارسی مسلمان ہوئے تھے اور اُنہوں نے اپنی کا حال اور بڑی بڑی سخت عبادتیں اور استدراج اُنکے آنحضرت کے روبرو بیان کئے تھے اور یہی آیت واسطے تصدیق کلام مبارک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نازل ہوئی تھی جیسے کہ جریر کی روایت میں کہ مجاہد سے بیچ قصہ سلمان فارسی کے کہ وہ قصہ بہت طویل ہے مذکور ہے کہ حضرت سلمان نے آنحضرت سے سوال کیا تھا نصاریٰ اور عملوں اُنکے کا پس آنحضرت نے اُنکے جواب میں نرمایا تھا کہ نہیں مرے وہ اوپر اسلام کے اور اُسی قصہ میں یہ بھی مذکور ہے کہ بعد سوال اُنکے کے اُنہی یہ آیت ان الذین اٰمنوا والذین ھادوا واپس بلایا آنحضرت نے سلمان کو پس فرمایا اُنہی یہ آیت تیرے ہمراہ یہود نے حق میں پھر فرمایا آنحضرت صلعم نے جو شخص ہمارا اور دین عیسیٰ کے قبل اسکے کہ سنا میرے تئیں پس وہ اوپر خیر کے اور جس شخص نے کہ سنا مجکو اور خلایا ایمان ساتھ میرے پس تحقیق وہ ہلاک ہوا القصہ بنی اسرائیل نے اس استبدال میں نافرمانی خدا کی شروع کی تھی اور آخر کو بے پردہ مخالفت ظاہر کی جیسا کہ جو مخالفت اُن سے ظاہر ہوئی تھی یاد دلاتے ہیں کہ وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَکُمْ یعنی اور یاد کرو تم اُسوقت کو کہ لیا ہم نے عہد محکم تم سے اسبات پر کہ احکام سخت اور مشکل توریت کے قبول کرو اور اطاعت احکام کی سے گردن پھیرو اور تم نے جب یہ کیا کہ احکام توریت کے بہت بھاری اور سخت ہیں اُن تکلیفات کے قبول کرنے سے انکار کیا حالانکہ مشیر اُس کے کمال مبالغہ اور تاکید سے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے درخواست کی تھی کہ ہمارے پاس شریعت اور دین نہیں ہے چاہیئے کہ ہمارے واسطے ایک کتاب آوے اور اس کتاب میں قاعدے شریعت کے اور طریقے طاعت و عبادت کے مفصل مذکور ہوں تاکہ موفق اُسکے عمل کرنے اوپر حضرت موسیٰ نے کئی بار تم سے عہد اور پیمان مضبوط کیا تھا اگر

میں خدا کیطرف سے تمہارے واسطے ایسی کتاب لائے کہ تکلیفات اور احکام اسمیں ہوویں البتہ اُسکو قبول کرنا تم پر بھاری اور جب تمنے بعد لانے اُس کتاب کے قبول کرنے اُسکے سے توقف کیا اور عہد اور پیمان دینے سے بھی سستی کی ہمنے تمسے زبردستی قبول کروایا وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ یعنی اور اُٹھایا ہمنے اوپر سروں تمہارے کے پہاڑ کو اور طور لغت میں پہاڑ کو کہتے ہیں کہ جس میں سبزہ اور درخت ہو جیسا کہ ابن جریر اور ابن حاتم اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ الطور ما نبت من الجبال مما لم ینبت فلیس بطور یعنی طور وہ پہاڑ ہے جس میں سبزہ ہو اور جسمیں سبزہ نہ ہو وہ طور نہیں لیکن مراد اس جگہ ایک پہاڑ معین ہے اور وہ پہاڑ وہی پہاڑ ہے کہ توریت اُس جگہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دی تھی حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حکم ہوا کہ اُس پہاڑ کو اپنی جگہ سے پروں اپنے پر اُٹھا کر لائے اور قدم کے فاصلہ سے بنی اسرائیل کے سر پر کھڑا کر دیا کہتے ہیں کہ گرد لشکر گاہ کا اُسوقت میں طول اور عرض میں ایک فرسنگ تھا اور پہاڑ بھی اتنا ہی لمبا چوڑا تھا جب بنی اسرائیل نے پہاڑ کو اوپر سروں اپنے کے دیکھا ڈرے اور سجدہ میں گرے لیکن ایک طرف پیشانی کی زمین پر رکھدی تھی اور دوسری طرف ایک آنکھ سے پہاڑ کو دیکھ رہے تھے کہ بادا ہمارے سر پر گر پڑے اسی سبب سے بنی اسرائیل میں طور سجدہ کا اسی وضع پر ٹیڑھا ناک اُس حالت ہونا لاک کو یاد دلاوے اور بعد کھڑا کرنے پہاڑ کے تمہارے سروں پر کہا ہمنے خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ یعنی پکڑو تم اُس چیز کو کہ دیا ہمنے تمکو تکلیفات شاقہ سے کہ توریت میں ہیں اور حقیقت میں عطا ہماری ہی بِقُوَّةٍ یعنی ساتھ تمام کوشش کے جیسے کہ دنیا کے حاصل کرنے میں نہایت درجہ کی کوشش کرتے ہو اور واسطے نفع دنیا کے کہ قلیل ہے اُسکی سختیوں کے اُٹھانے میں نہایت مشقت کرتے ہو حالانکہ تکلیفات شرعیہ کی عقل سلیم کے نزدیک اُن دنیاکی سختیوں سے بہت مرغوب اور مقصود ہیں اسواسطے کہ ان تکلیفوں کے اُٹھانے میں نفع بہت بڑا ہے پس جب اسلاف اور بزرگوں تمہارے نے جس چیز کو کمال آرزو اور خواہش سے طلب کیا تھا بسبب مشکل اور بھاری ہونیکے انکار کیا اور پھر گئے یہانتک کہ بسبب کہنے کے پہاڑ کے اُنکے سروں پر اُنکو ڈرایا ہم نے اور صدہا لاچاری اور اکراہ کو بھوگنا پڑا ہم سے کیا بعید ہے کہ متاخرین اور پیروی اس پیغمبر آخر الزماں کی بسبب فضیحت ہونے رشوتوں اور نذروں اور نیازوں کے جاہلوں اپنے سے لینے تھے اور بہم ہونے ریاست اور مرتبہ اپنے کے ترک کر دادر منکر ہو جاؤ یہانتک کہ تمکو ساتھ قتل کرنے اور لوٹنے اور قید کرنے اور جلاوطنی کے نہ ڈراویں اطاعت اُس کی بجا نہ لاؤ حالانکہ اگر تامل کرو متابعت اُس پیغمبر کی بھی مجملہ اُنہیں تکالیف کے سے ہے کہ نیچے اُس پہاڑ کے قبول کی تھی تمنے اور اُسی واسطے ہم تم سے کفایت فقط عہد لینے کی اور عمل کرنے ظاہر توریت کے نکی تھی بلکہ کہا تھا ہمنے وَاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ یعنی اور یاد کرو تم بار بار اُس چیز کو کہ درمیان اُن تکلیفوں کے ہے فائدہ دوں اور بھیدوں اور حکمتوں سے لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ یعنی تاکہ ہو تم بسبب اُن کے اور فکر کے مرتبہ تقویٰ کا حاصل کرو اور مخالفت حکموں الٰہی کے سے ہر زمانہ میں جس پیغمبر کی زبان سے سنو پرہیز کرو باقی رہا اس جگہ ایک اشکال قوی اور وہ یہ ہے کہ بنائے تکلیفات الٰہی کی اوپر اختیار بندوں کے ہے اور زبردستی اور جبر کرنا بیچ قبول کرنے اُن تکلیفوں کے مخالف غرض تکلیف کے ہے اسواسطے کہ منظور تکلیف دینے بندوں کے ساتھ احکام اور امر اور نہی کے امتحان اور آزمائش اُنکی ہی تاکہ ظاہر ہو جاوے کہ کونسا ان میں سے خوشی اور رغبت اپنی سے مطابق اُسکے عمل کرتا ہے اور کونسا ساتھ اختیار اور ارادہ اپنے کے راہ عصیان اور نافرمانی کا چلتا ہے تاکہ موافق اُسکے جزا دیا جاوے اور جس صورت میں زبردستی اور لاچاری سے ایک چیز کروائی جاوے خواہش اور رغبت بالکل سلب ہوتی ہے اور مطیع نافرمان سے جُدا نہیں ہو سکتا ہے اسواسطے کہ یہ بات انسان کی جبلت میں پڑی ہوئی ہے کہ وقت خوف جان اور مال کے ہونے خاندان اپنے کے ہر چیز کو خواہ نخواہ قبول کرتا ہے اور طرف اسی بات کے اشارہ فرمایا ہے اور دوسری آیت میں لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ یعنی زبردستی کرنی بیچ دین کے اور ظاہر ہے کہ طور کا اُٹھانا اُنکے سروں پر اس موقع کے ساتھ نہایت مضطر کرنا اور زبردستی پر تسلیم کروانا بنی اسرائیل سے احکام توریت کے اس طرح سے کیا فائدہ رکھتے تھے کہ حقیقت میں قبول کرنا نہ تھا جواب اسکا یہ ہے کہ بنی اسرائیل نے پہلے اس قسم کی خواہش اور رغبت اپنی سے بارہا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے درخواست کی تھی کہ ایک کتاب جس میں احکام الٰہی ہوں ہمارے پاس لاؤ تاکہ ہو جب اُسکے ہم عمل کریں اور اس امر پر حضرت موسیٰ نے اُن سے عہد و پیمان محکم لیئے تھے اور جب کتاب آئی اور احکام اُسکے مخالف خواہش اپنی کے دیکھے انکار کیا اور اُسکے قبول کرنے سے سر پھیر لیا حقیقت میں اُنہوں نے عہد شکنی کی اور اپنے اقرار سے پھرے سبب اُٹھانے پہاڑ کے اُس عہد شکنی سے باز نہ رہا اور اوپر بدعہدی کے ڈرایا پس اکراہ دین اور ایمان میں نہوا بلکہ ڈرانا اُنکا اوپر ایک حرکت ناشائستہ اُن کی کے وقوع میں آیا مثل قتل کرنے حدود اور تعزیر کے مسلمانوں کے حق میں کہ ہرگز اکراہ کے قبیل سے نہیں تاکہ تکلیف کے بشدت ہونے میں کوئی خلل پڑے مثال اُسکی یہ ہے کہ کسی شخص نے کسی شخص سے عہد کیا ہو کہ جو کچھ اس شادی یا اس عمارت میں تیرا مال خرچ ہووہ میرے ذمہ ہے اور جسوقت فرد جمع اور خرچ اس شادی یا عمارت کی ملاحظہ کرے پھر جاوے اور کہے کہ اسقدر اپنے ذمہ پر نہیں لونگا پس یہ صریح عہد شکنی اور بدمعاملی ہی اُسکو تنبیہ اور خوف دلانے سے پہلے عہد پر پھیر جاوے اور اقرار اول کے ساتھ پکڑا جاوے اور بعضے مفسروں نے جواب میں کہا ہے کہ جو کافر ذمی اور معاہد ہو اُسکے اوپر جبر کرنا واسطے اسلام کے جائز ہے اور لڑائی اور جہاد اور لوٹ مار کہ بادشاہ اسلام حربیوں کے ساتھ کرتے ہیں تمام اکراہ کے قبیلہ سے ہیں پس آیہ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ کے ساتھ آیت قتال کی منسوخ ہوئی اور اکراہ ذمیوں اور معاہد و کافروں کے اوپر کہ عہد شکنی کرتے ہیں اور عہد شکنی حرام ہے اور مخالف اس امر کو بھی ہی کہ دشمنوں و مایدین یعنی چھوڑو تم اُنکو ساتھ دینوں اُنکے کے پس اس سے بھی اُنکے اوپر اکراہ حرام ہوتا ہے علاوہ اسکے آیہ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ میں نفی اکراہ کی بندوں کی طرف سے ہے کہ کوئی بندہ دوسرے بندہ پر اکراہ اور زبردستی نکرے اسواسطے کہ یہ نفی ساتھ معنی نہی کے ہے یعنی لَا تُكْرِهُوا اَحَدًا فِي الدِّيْنِ زبردستی نکرو کسی پر دین کے معاملہ میں اور طور کا کہ اگر دنیا اُن کے

سروں پر بفضل خدا کا سایہ فگن ہیں وہ دخل نہیں اسواسطے کہ یہ فضل خاص بندوں کے واسطے ہے بہرحال بندگوں تمہارے نے وہ عہد اور پیمان دیئے اور احکام توریت کے اور تکلیفیں اُس کی قبول کیں ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ یعنی پھر پھر گئے تم ظاہر اور باطن توریت کے سے نہ احکام توریت کے بجالائے تم اور نہ سچ مُس پیغمبر کی متابعت کی تم نے جس سے کہ متابعت ان فنونکی مدلول ہاتھی توریت کی تھی یعنے اُسکے مضمون سے بھی جانتی تھی مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ یعنی بعد ان تاکیدوں سخت کے اور لینے عہدوں اور پیمانوں محکم کے کہ عقل کے نزدیک بھی اور اہل کتاب شرع کے نزدیک بھی مخالفت اُن عہدوں کی مذموم اور قبیح ہے فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ کہ یعنی پس اگر نہ ہوتا فضل اللہ کا اور رحمت اللہ کی تمپر ہرگز تقصیریں تمہاری معاف نکرتا اور توبہ تمہاری قبول نہ فرماتا اور ایمان تمہارا اس پیغمبر کے ساتھ صحیح نکرتا پس لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ یعنی البتہ ہوجاتے تم خسارہ کھانے والوں میں لیکن عنایت خداوندی ہے کہ ابتک بھی تمہارے اوپر دروازہ توبہ کا کھول رہا ہے اور ایمان اور عمل صالح تمہارے کو لایق قبولیت کے کیا ہے پس چاہیئے تمکو کہ زیادہ کاری اپنی کو ثابت نکرو اور ہرگز ڈوانہ رکھو کہ اس پیغمبر پر فی الحال دوامر فرض تمہارے کی منحصر ہے اور اُسی کی متابعت سے حاصل ہے انکار کرو اور اُسی انکار پر مرو اور اگر تم کو یہ بات بعید معلوم ہووے کہ ایک شخص کی متابعت نکرنے سے کہ وہ ہماری جنس سے ہے کیا بے نصیبی اور نقصان فضل اور رحمت اللہ کی ہم سے دُور ہوجاوینگی ہم بہت پیغمبروں کی تعلیم کرتے تھے اور بہت شریعتوں کے ساتھ کہ منسوخ ہوگئیں عمل کرتے رہے ہیں کہ اس بعید سمجھنے کی کوئی وجہ نہیں تمہارے ہی گروہ میں سے ایسے آدمی تھے کہ تم سے وعدے میں بہت بڑے تھے سبب ترک کرنے ایک حکم کے کہ توریت کے حکموں میں سے تھا ان پیغمبر کی متابعت نکرنے سے بہت حصہ کم تھا زیاکاری اور بے نصیبی ہمیشگی کی اپنے واسطے جمع کی اور قیامت لعنت اور مسخ کی اپنے بدن پر راستہ کی وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا یعنی اور تحقیق تم جانتے ہو اُن لوگو کو کہ زیادتی کی اُنہوں نے بسبب نکار مچھلیوں دریا کی مُسْلِمُوْنَ فِي السَّبْتِ یعنے فرقہ تمہارے سے تھے ہفتہ کے دن میں کہ اُن کو توریت میں حکم ہوا تھا اس بات کا کہ اُسدن کوئی دنیا کا کام نہ کرو اور خالص اللہ کی عبادت میں مشغول ہو اور وہ گروہ بنی اسرائیل میں سے تھا کہ شہر ایلیا میں رہتے تھے اور وہ شہر دریا کے کنارہ پر تھا اور امتحان اللہ کو اُنکا منظور تھا اسواسطے ہفتہ کے دن بہت مچھلیاں پانی کے اوپر ظاہر ہوتی تھیں اور اُسدن بسبب حرام ہونے نکار کا نہیں کرسکتے تھے کہ جال یا سشت کے ساتھ پکڑیں اور مچھلیوں کے کھانے کی حسرت میں رہتے تھے اور دریا کے قریب رہنے والو کو بہت مرغوب ہوتی ہیں مانند مچھلی بے آب کے تڑپتے تھے اور جن غنبہ کا چلا جاتا مچھلیاں پوشیدہ ہوجاتی تھیں اور ہرگز نام اور نشان مچھلی کا معلوم نہیں ہوتا تھا جس وقت اس حسرت میں بیتاب ہوئے مشورا اُس کا آپس میں کیا کہ حیلہ شرعی اُٹھایا جاوے تا کہ حرام فعل سے باز رہیں اور مچھلی کے شکار سے بھی محروم نہ رہیں جو لوگ اُن میں بڑے ذی عقل تھے اُنہوں نے یہ حیلہ نکالا کہ جمعہ کے دن شام کیوقت دریا کے کنارے پر گڑھے کھودتے تھے اور ہفتہ کے دن کہ مچھلیوں کا آنا شروع ہوتا تھا دریا سے اُن گڑھوں تک نالیاں بناتے تھے کہ پانی دریا کا اُن نالیوں کے رستہ سے اُن گڑھوں میں بھر جاتا اور پانی کے ہمراہ مچھلیاں بھی اُن گڑھوں میں جلی آتیں اور جب مچھلیاں خوب بھر جاتیں تو اُن نالیوں کو بند کردیتے تا کہ پھر دریا میں نہ چلی جاویں اور جب اتوار کا دن یکشنبہ کا ہوتا اُن مچھلیو نکو جال اور شست اور ہاتھوں سے اُن گڑھوں میں سے پکڑ لیتے اور اپنے گھروں میں لیجاتے اور کھاتے اور فروخت کرتے اور کہتے کہ ہفتہ کے دن مچھلیوں کو پانی سے نہیں نکالا ہے بلکہ پانی میں گاہ رکھتے تھے پس اُن نکار مچھلی کا ہفتہ کا دن ہمارے اوپر ثابت نہیں ہوتا ہے یکشنبہ کے دن کہ شکار مچھلی کا حلال ہے اُنکو پانی سے ہم باہر نکالتے ہیں اور جب اللہ تعالےٰ نے اس بُرے کام پر فی الحال پکڑا اُنہوں نے جانا کہ یہ عمل حلال ہے کہتے ہیں کہ چالیس برس یا ستر برس تک یہ عمل اُنمیں رائج رہا یہانتک کہ عہد نبوت اور خلافت حضرت داؤد علیہ السلام کا ہوا پھر حضرت داؤد علیہ السلام نے اُنکے حال پر مطلع ہوکر بند اور نصیحت فرمائی اور ارشاد کیا کہ بند کرنا نالہا اُن نالیو کو اور روکنا مچھلیو کو اگر سکے نے بند ہی شکار ہے کہ ہفتہ کے دن کرتے ہو تم ہرگز یہ عمل نکرو تم والا نہ سخت عذاب میں گرفتار ہوگے وہ اس عمل سے باز نہ آئے اور کہا کہ ہم ہرسوں اور قرنوں سے اس حیلہ سے شکار کرتے ہیں اور بسبب فروخت کرنے اُسکی ہڈی اور دانت اور چربی وغیرہ مچھلیو کی سے نوگر ہوگئے ہیں اور ایک جمعہ معاش کی ہنے حاصل کی ہے اُسکو ہم نہیں چھوڑتے ہیں حضرت داؤد علیہ السلام نے اُنکے اوپر بد دعا اور لعنت فرمائی حق تعالیٰ نے دعا حضرت داؤد علیہ السلام کی قبول فرمائی اور اُن سے انتقام لیا جیسا کہ فرماتے ہیں فَقُلْنَا لَهُمْ یعنی پس کہا ہمنے اُنکے تئیں كُوْنُوْا قِرَدَةً یعنی ہوجاؤ تم بندر اور یہ کہنا ایجاد اور تکوین کا ہے اور کہنا تکلیف کا نہیں جیسا کہ اور جگہ شرعی میں ہوتا ہے تاکہ اُسمیں قدرت مکلف کی درکار ہوتی اور صفت انمیں راسخ ہوجاوے کہ وہی گوشت مچھلیو کا اُنکے شکم میں فاسد ہوا اور بادہ خبیثہ جذام کا ہوا اور ایک دعوہ اُن کی جلد پر ظاہر ہوگئے ہو کر پوست اُنکے تئیں مثل پوست بندر کی کھڑی اور اُنکی بیٹھو نیچی غم اور چہرک جانا ظاہر ہوا اور رنگ چہرہ کا جل گیا اور اصل بال اُنکے گر گئے اور شکل چہرہ کی بدل گئی جیسا کہ وقت غلبہ جذام کے ہوجاتی ہے اور باوجود اسکے قوت بولنے کی بھی اُن سے زائل ہوئی اور فہم اور شعور انسانی باقی رہا یعنی سب باتیں سمجھتے تھے آپس میں کہتے تھے اور روتے تھے اور بعد تین دن کے سب ہلاک ہوئے اور مرگئے اور کاش خوش شکل بندر ہوتے کہ آدمی کو بسبب پسند ہونے حرکتوں اُنکی کے پرورش کرتے ہیں اور کہتے اچھے اچھے کہلاتے ہیں اور پٹے سنہری اور کپڑے ریشمیں پہناتے ہیں اور اپنے ہمراہ رکھتے ہیں اصل مانند لڑکے یا لونکے اُن کو چاہتے ہیں لیکن ہوگئے وہ بندر اس حال میں کہ تھے وہ خَاسِئِيْنَ یعنی خوار اور ذلیل بسبب گندہ ہونے خلط کا کال کے اور بدبو آتی ہے بدن اُنکے سے اور جو کوئی دُور سے واسطے عبرت کے اُنکے دیکھنے کو آتا تھا اور انکو علم اور سرزنش کرتا تھا کمال حسرت سے سر ہلاتے تھے اور دیکھتے تھے حدیثوں میں آیا ہے کہ اُس شہر کے لوگ وقت پھیلنے اس عمل بد کے تین گروہ ہوئے تھے بقدر بارہ ہزار آدمیو نکے اُن میں سے نصیحت کرنیوالے تھے اور اس کام سے اُنکو منع کرتے اور حق امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا بجالاتے تھے یہانتک کہ وہ میان اپنے اور محلہ اُس گروہ بدذات کے ایک دیوار کھینچی گئی تھی اور سکونت وہ میان سے

فائدہ: کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ حیلہ شرعی کرنا جائز ہے اور یہ حیلہ جو کیا گیا تھا اس میں کوئی امر ناجائز نہ تھا اس لئے اس پر عذاب نہیں ہوا

اُنکے پاس نہیں جانے دیتے تھے اور نہ کسیکو اُنمیں سے اپنے پاس نے دیتے اور قریب ستر ہزار آدمیوں کے مچھلی کے شکار میں گرفتار تھے اور ایک جماعت دونوں کام نکرتی تھی اور خاموش تھی بلکہ نصیحت کرنیوالوں کو کہتی تھی کہ تم عبث اس جماعت خون منہ کو لگے ہوئے کو وعظ اور نصیحت کرتے ہو پس ہوگا نصیحت کرنیوالے تھے اُنہوں نے بہرہ وجوہ نجات پائی اور جو نکار میں مبتلا تھے وہ سب مسخ ہوکر ہلاک ہوگئے اور جو کہ خاموش تھے اُنکے حق میں اختلاف ہے نقل ہے کہ ایک دن حضرت ابن عباس اس قصہ کو سورۂ اعراف میں پڑھتے تھے اور روتے تھے اور آدمی اُنکے آگے حیران بیٹھے ہوئے تھے اور اُنکے رونے کے سبب سے تعجب کرتے تھے یکایک عکرمہ کہ چیلہ خاص اُنکا تھا دروازہ سے آیا اور پوچھا کہ یا حضرت سبب اس رونے کا کیا ہے فرمایا کہ میں اس قصہ میں تامل کرتا تھا میرے دل میں گذرا کہ مچھلی کے شکار کرنے والوں کو یہ آفت پہونچی اور جو لوگ نصیحت اور منع کرنے میں مشغول رہے نص قرآن سے نجات اُن کی ثابت ہوئی حال خاموش رہنے والوں کا کیا ہوگا ہرگاہ کہ یہ خیال آتا ہے کہ مبادا اُنکو بھی حق تعالیٰ نے مواخذہ میں شریک اُنہیں گناہ کنیوالوں کے کیا ہو اسواسطے کہ اُنہوں نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ترک کیا تھا خوف میرے اوپر غالب ہوتا ہے اور بے اختیار رونا آتا ہے اکثر شخصوں سے اس قسم کا سکوت اور سستی صادر ہوتی ہے عکرمہ نے تمام جرأت کرکے کہا کہ یا حضرت حکم خاموش رہنے والوں کا حکم وعظ کہنے والوں کا ہے بلاشبہ اُنہوں نے بھی نجات پائی حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا اس رونے کو کر دل سے کہتا ہے تو نا کہ خاطر میری تسلی پکڑے عکرمہ نے کہا کہ بابا دم سے سناہے اور شرع میں بھی مقرر ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرض کفایہ ہے اور فرض کفایہ میں بعد الاتیان بعض کا حکم بجالانے کل کا رکھتا ہے جس وقت ایک جماعت نے اُن میں سے امر بالمعروف کیا سبکے ذمہ سے ساقط ہوا اور جو کہ ساکت تھے اُنکو ماخذہ نہ ہوا اگر سبکے سب سکوت کرتے البتہ گنہ گار ہونے میں شریک ہوتے اور نصیحت کرنیوالوں کو اسواسطے وہ منع کرتے تھے کہ اُنکے نصیحت قبول کرنے سے مایوس ہوئے تھے منع اُن کی سستی کی راہ سے اور رضامندی گناہ کے سبب سے نہ تھی حضرت ابن عباس بسبب سننے اس کلام کے نہایت خوش ہوئے اور اُٹھے اور عکرمہ کی پیشانی کو بوسہ دیا اور اُسکو بغل میں لیا اور برابر اپنے بٹھایا البتہ غلام اور کم اصل بھی عالموں کو مالکو صحبت میں یاست مین اور دنیا کی پیدا کرتے ہیں اور کیا اچھا ہے کہ کہا گیا ہے بیت دناغلامیت کرد یا پیہ سرو بلند ۔ میر لایت شود بندہ کہ سلطاں خرید ۔ باقی رہا اس جگہ ایک سوال جو اطلب کو درمیان اہل معانی کے مشہور ہے اور وہ یہ ہے کہ دلان علمتم الذین اعتدوا منکم فی السبت خبر اس بات کی ہے کہ مخاطبین اصحاب سبت کے قصہ کو جانتے تھے اور اسمیں شک نہیں کہ ساتھ حکم المرء اعلم بحالۃ کے یعنی آدمی اپنے حال کو خوب جانتا ہے مخاطبین اپنے تئیں جانتے تھے کہ ہم اس قصہ کو جانتے ہیں پس یہ اخبار اسواسطے بجالانے مخاطبین کے خود نہیں ہوسکتی ہے اور ایسے ہی اسبات کا جتلانا بھی مفید نہیں کہ متکلم اس حکم کو جانتا ہے اسواسطے کہ ہر شخص جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سب چیزیں جانتا ہے اور متکلم اس جگہ وہ ہے پس فائدہ خبر دینے کا کہ علم مخاطب کا ساتھ حکم کے ہے اور لازم فائدہ خبر کا کہ وہ اعلام مخاطب کا ہے ساتھ علم متکلم کے اس اخبار میں دونوں مفقود ہیں پس یہ خبر صحیح نہوئی اسواسطے کہ خالی دونوں فائدوں سے ہے جواب اسکا یہ ہے کہ علم ہونا مخاطبوں کا ساتھ اس قصہ کے اُسکے واسطے ایک لازم ہے وہ کیا عبرت پکڑنی اور پند پذیر ہونا ہے اور مراد اس جگہ اخبار سے افادہ لزوم اُس لازم کا ہے پس گویا معنی کلام کے یہ ہیں کہ قد لزم منکم العبرۃ ووجب علیکم القول عن المعصیۃ حین علمتم بھذہ القصۃ یعنی لازم ہوئی تمکو عبرت اور واجب ہوا اوپر تمہارے بچنا گناہ سے جبوقت جانا تمنے اس قصہ کو اور باعتبار معنی تمکی عنہ کے مقصود اس اخبار سے بھی فائدہ دینا ثبوت حکم کا مخاطب کو ہے کہ فائدہ خبر کا ہے اور اخبار میں فائدہ خبر کا بھی بالقصد اصلی صریحی اُسکے کے مقصود ہوتا ہے اور کبھی باعتبار معنی کنائی کے قصد کیا جاتا ہے جیسا کہ درمیان کلام الماغت فرجام نبوی کے دو وجہ کے حق میں آیا ہے کہ ان اللہ دعانی واسطے اس دو وجہ کے چلکنا ہے اور لگنا کنایت استحباب مضمضہ کی سے بعد کھانے اُسکے کے ہے اور فائدہ اخبار کا بھی ہے والا معنی ظاہری اُسکے ہر شخص کو معلوم ہیں حاجت ذکر کرنے اُسکے کی نہیں اور مثل اسی کے دوسری حدیث شریف میں آیا ہے ان ابراھیم ابنی وانہ مات فی الذی کفایت اندوہگین اور غمناک ہونے سے ہے اور سوا اسکے اور مثالیں ایسی بہت ہیں آدمی پر اس جواب کے سوال دوسرا پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ معنی کنائی کے بیان کرنے میں حاجت تاکید قسمی کی کہ لام وملنہ اُسکے اور پر دلالت کرتا ہے اور ضرورت تاکید کے ساتھ لام اور قد کی کیا ہے اور لانا جملہ کا کہ مؤکد کے ساتھ ان تاکیدوں کے ہو کیا درکار تھا جواب اسکا یہ ہے کہ جب اُنہوں نے عبرت نہ کہی اور حذر گناہ سے نہیں کرتے تھے گویا حقیقت میں انکار لزوم عبرت اور وجوب حذر کا گناہوں کے کرتے تھے اس جہت سے انکو نادانی منزلہ منکر اصرار کرنے والے کے ٹھہرا کر کلام کو ایسی تاکیدوں کے ساتھ مؤکد فرمایا آئے ہم طرف اسکے کہ بعضے بیوقوف فرقہ معتزلہ نے اس مسخ وقعی کا کہ تواتر سے ثابت ہے انکار کیا ہے اور ظاہر اس آیت کی تاویل کی ہے کہ مراد مسخ معنوی ہے یعنی تبدیل لوں اور عقلوں کی جیسا کہ حق میں اور کافروں کے اسی معنی کو نہتم اور طبع کے ساتھ تعبیر کیا ہے اور اور آیت میں آیا ہے کمثل الحمار یحمل اسفارا یعنی مثال اسکی کی کہ اُٹھاوے کتابوں کو اور دوسری آیت میں فمثلہ کمثل الکلب یعنی مثال اُسکی مثال کتے کی ہے منزلہ اُسکے ہے کہ استاد شاگرد کو ذہن اپنے کو کہے کہ گویا کہ ایسا ہے اور باعث انکار کرنے مسخ حقیقی کا اور وجہ تاویل کا ایک شبہ ہے کہ اُنکے دل میں گذرا ہے اور وہ یہ ہے کہ مسخ حقیقی انسان کو انسانیت سے باہر کرتا ہے اور حیوانوں کی جنس میں داخل کرتا ہے پر ہر صورت میں قابل عذاب چکھنے کے اور جزا پانے کے نہیں رہتے ہیں اسواسطے کہ عذاب کا چکھنا اور پانا جزا کا شرط اُسکی انسانیت ہے جنانچہ تکلیف کی یہی شرط ہے اسواسطے کہ جزا کا ملنا تکلیف کا ثمرہ ہے وھاھنا شرط الاصل شرط الفرع یعنی اور جو چیز شرط اصل کی ہے شرط فرع کی بھی ہے جواب اس شبہ کا یہ ہے کہ اس جگہ تین چیزیں جدی جدی ہیں ایک مسخ حقیقی دوسری مسخ صوری تیسری مسخ معنوی پس مسخ حقیقی باطل ہے جیسے مسخ معنوی نہیں لازم آتا ہے چاہیئے کہ مسخ صوری ہوجاوے یعنی صورت ظاہری بدل جاوے اور انسانیت باقی رہے تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ حقیقت انسان کی تکمل محسوس اور عوارض اور صفتیں اس شکل خاص کی نہیں ہیں بلکہ جس صورت میں تبدل فہمی کا لاغری کیا تھ یا جوانی کا بڑھاپے کے ساتھ ہو یا سوا اسکے اور طرح ہو لازم آتا ہے کہ تبدل حقیقت کا ہوجاوے پس جس وقت اس شکل

ظاہری کو باطل کرکے بجائے اُسکے ترکیب اور شکل بندر کی پیدا کردی حقیقت انسان کی متبدل نہوئی بلکہ شکل انسانی کے مدرک اُسکی ان عوارض پر بھی وہ جاتی رہی اور اسکی جائے اور اعراض مثل بولنے والی کی پیدا کردی پس اسجگہ مسخ شکل انسانی کا ہوا اور روح انسانی کہ حقیقت انسانی اُسکے سبب سے قائم ہے وہ موجود تھی اور عقل اور فہم بھی بحیثیت خود باقی رہا تاکہ اپنی ملنے صورت اور خلقت سے اور مکروہ جاننے اُسکے سے اور نہ قادر ہونے سے اوپر گویائی کے بلکہ معدوم ہونے تمام خواص انسانی کے سے کہ تعلق اس شکل کے ساتھ رکھتے تھے غمناک ہو اور یہ معنی عذاب اور جزا کے متحقق ہونیکو منع معنوی بھی ظاہر ہے کہ تبدل بعضی صفات نفسانیہ کا ضرور ہوگا جیسے کہ تغیر دکاوت کا یعنی تیز فہمی کا ساتھ بلادت کے یعنی کم فہمی کے اور تبدل قناعت کا ساتھ حرص کے اور بلادت کا ساتھ خباثت کے وعلی ہذا القیاس اور عقل کے نزدیک بدلجانا صفات نفسانیہ و صفات محسوسہ یعنی ظاہر کی صفتوں کا برابر ہے کچھ فرق نہیں کرتا ایک کا یقین کرنا اور دوسرے کا انکار کرنا مسخ معنوی کا افزدہ اُس مقام میں جاننا چاہیئے کہ وہ لوگ کہ مسخ ہوگئے تھے تمام بعد مسخ کے ہلاک ہوئے ہیں اور نسل اُنکی باقی نہیں ہی اور یہ بندر کہ فی الحال موجود ہیں اُن کی نسل سے نہیں ہیں بلکہ یہ الگ بندر ہیں جیسے اور حیوانات اور یہی بات صحیح ہے باعتبار نقل اور عقل کے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی اخیر کو یہی منکشف ہوا ابتدا سے تک کہ مخلوقیت احکام آخرت اور دنیا میں اُن شخصوں کی جن کی صورت مسخ ہوگئی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر منکشف نہوئی تھی بعضے مسخ کئے ہوؤں کی نسل باقی رہنے میں تردد فرماتے تھے چنانچہ جو بوجہ کے حق میں آیا کہ اونٹ کا دودھ نہیں پیتے ہیں مبادا فرقہ بنی اسرائیل میں سے ہوں کہ مسخ ہوکر یہ صورت اُنکی ہوگئی ہو حضرت ابن عباس اور ابن جریر اور ابن ابی حاتم رضی اللہ عنہم نے طرق صحیحہ کے ساتھ روایت کی ہے کہ امر بعض مسخ قط فوق ثلثۃ ایام ولم یاکل ولم یشرب ولم یعش یعنی نہ زندہ رہا کوئی مسخ کیا ہوا ہرگز زیادہ تین دن سے اور نہ کھایا اور پیا اور نہ اولاد اُنکی ہوئی القصہ بنی اسرائیل کو یہ قصہ گذرا ہوا نکے خبر کرنیکو فرماتے ہیں کہ جب ترک کرنے متابعت ایکے حکم کے حکموں غیر شریعت خود کی سے سبب طمع نکالنے مجملی کے کہ کچھ مالیت نہ تھی اسقدر خشم ہوا جیسے تو نے متابعت ایسے پیغمبر اور انکار کرنے اصل شریعت اُسکی سے کہ ناسخ تمام شریعتوں پہلی کی ہی بسبب طمع نکالنے شوق اور نذروں اور فتوحنے کا رزقوں اپنے سے لیئے ہیں اور اُس پاسا اور مرتبہ اپنے کو پہ قرار کیئے ہیں کسقدر ٹوٹا اور خسارہ ہوگا اور ہنے تمہارے بزرگوں میں اس واقعہ کو محض عبرت کے واسطے ظاہر فرمایا تھا فجعلنٰھا نکالا یعنی پس ہنے مقرر کیا تھا اسواقعہ اور اس عذاب کو نکالا یعنے سبب عبرت اور باز رہنے کا گناہ ہوسکے چنانچہ نکال حقیقی کہ زنجیر کو کہتے ہیں چلنے اور دوڑنے سے باز رکھتی ہے اور جیسا کہ آدمیو کو اس قسم کے عذاب دینے سے مقصود کیا ہوتا ہے کہ تشفی غصہ کی اور دور کرنی اذیت دل کی اعاصی سے مقام کے دون نظارہ میں ہوتا ہی کرتے ہیں ہمکو یہ مقصود نہیں تھا اسواسطے کہ عزت اور کبریائی ہماری ایسے ہوسے منزہ ہے اور یہ عبرت اور منع کرنا گناہوں سے فقط اُنہیں شخصو کے واسطے نہ تھا جو اُسوقت میں موجود تھے بلکہ عام لوگو کے واسطے ہر مقام اور عذاب کے عادی ہیں جیسے کہ ہلاک کرنا وبا اور قحط اور غرق اور حرق کے ساتھ نہایت کرتی نہیں بلکہ عبرت عام کا ارادہ ہنے کیا لِمَا بَیْنَ یَدَیْهَا یعنی واسطے اُن شہروں اور گاؤں کے کہ روبرو اُس شہر کے اُس زمانہ میں موجود تھے اور مرتکب گناہ ہونے ہوتے تھے وَمَا خَلْفَهَا یعنی اور اُن شہروں اور گاؤں کے کہ پس پشت اُس شہر کے تھے اور نسبت زمانی یا مکانی رکھتے تھے یعنی اُس شہر کے پاس تھے بلکہ اُس سے غائب تھے یا اُس زمانہ میں تھے پیچھے اُس سے موجود ہونگے اور مرتکب گناہ ہونیکے ہوتے تھے اسواسطے کہ یہ واقعہ عجیب غریب بسبب نے کے آدمی اُسکی نقلیں و حکایتیں کرکے مشہور کرینگے اور اُسکو تواریخو میں لکھینگے اور تا جراور سوداگر دور دور کے شہروں میں پہنچا دینگے تاکہ عبرت عام متحقق ہووے وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِیْنَ یعنی اور سبب نصیحت کا واسطے متقیوں کے کہ تقویٰ کی جہت سے گناہ کرنے سے باز رہے ہوں لیکن نفوس اُنکے بحکم جبلت بشریہ کے میلان گناہ کی طرف کرتے ہیں ہر گاہ کہ اس واقعہ میں تامل کرینگے تقویٰ کی حد سے باہر نہ جاوینگے اور یہ واقعہ اُنکے حق میں بمنزلہ وعظ کرنیوالے کے ہوگا کہ سبب خوف دلانے اور ڈرانے کے طریق مستقیم سے نہ پھریں اور فرق درمیان کمال اور موعظہ کے کہ اول کو واسطے گمنہگاروں کے مقرر کیا اور موعظہ واسطے متقیو کے اس جہت سے ہے کہ کمال مانع فعلی ہی اور موعظہ مانع قولی اور مانع فعلی اقوی ہی مانع قولی سے گناہ کرنیوالو کو بغیر منع قوی کے نہیں باز رکھ سکتے اور متقیو کو منع قولی بھی کفایت ہے جیسا کہ لکھا گیا العبد یقرع بالعصا والحر تکفیہ الملامۃ غلام کو مار لکڑی کی اور آزاد کو ملامت بھی کفایت کرتی ہی اور اس مقام میں ایک نکتہ بھی حاجت بیان کی رکھتا ہی کہ قردۃ جمع غیر ذوی العقول کی صفت نہیں لاتے کہ اصیغہ آتا ہی خواہ مفرد خواہ جمع پس موافق اس قاعدہ کے قردۃ خاسات اور خاسئۃ فرمانا چاہیئے تھا خاسئین کہ صیغہ ذوی العقول کا ہی کسواسطے ارشاد ہوا جواب کا یہ ہے کہ خاسئین اس جگہ صفت قردۃ کی واقع نہیں ہوئی تاکہ موافق اُس قاعدہ کے تانیث مس کی ضرور ہوتی بلکہ حال ہی ہو کونوا کی ضمیر سے پس معنی اس طرح ہوئے کُوْنُوْا قِرَدَةً حال کو نکرہ اسلئے لائے العبد یقرع بالعصا والحر تکفیہ الملامۃ غلام کو مار لکڑی کی سے

محلہ کے لوگوں سے خون بہا لیوے بنا بریں حکم قسامہ کا ہماری شریعت میں ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اُن محلہ والوں سے پوچھا اُنہوں نے بالکل انکار کیا حضرت موسیٰؑ نے بیچ جاری کرنے حکم قسامہ کے اور لینے سو گندے کے اُن محلہ والوں سے توقف فرمایا اور جناب الٰہی میں عالی کہ حقیقت حال کی مظاہر ہو حق تعالیٰ نے اُنکی طرف وحی بھیجی اور حضرت موسیٰ نے مضمون اُس وحی کا بنی اسرائیل کے سترہ اُنکو جمع کر کر سنا دیا کہ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَۃً یعنے تحقیق خدائے تعالیٰ فرماتا ہے تمکو کہ ذبح کرو تم ایک گاؤ کو اور ایک پارچہ گوشت اُس گاؤ کا اُس مقتول پر مارو تم کہ زندہ ہو جاویگا اور اپنے قاتل کا نشان دیگا اور یہ طریق سوا سطے اختیار فرمایا کہ اگر وحی کی راہ سے نام قاتل کا معین کر کے خبر دیتے تو یہ جماعت بیباک حضرت موسیٰؑ کو تہمت جھوٹ اور بہتان کی لگا دیتی اور گرداب ضرر کفر کے میں پڑتی اور پھر اُنکو عذاب کے ساتھ چشم نمائی کرنی ضرور ہوتی اسی واسطے معجزہ زندہ کرنے مردے کا بسبب مارنے ایک عضو کے مردہ کے اعضاؤں سے کہ ہرگز علاقہ سببیت اور مسببیت کا کسی کے خیال میں نہیں گزرتا ہے اوّل اُنکو دکھلایا بعد اُسکے مقتول کی زبان سے کہ تا وہ عالم غیب سے آیا ہے اور دار الجزا کو دیکھ کر پھرا ہے البتہ بات اسکی سچی ہوگی تعیین قاتل کی کر دیگا اگر قاتل بھی اسکا انکار کرے تو وہ مقتول خود اُسکے قرینوں سے ثابت کر دیگا اور جب واقع میں قاتل اُس مقتول کا سوائے وارث اُسکے کے اور نہ تھا اور وہ مقتول بھی سوا اُسکے کوئی وارث اپنا نہ رکھتا تھا اور قاعدہ شرعی ہے کہ قصاص کا لینا بغیر دعوی وارثی کے درست نہیں اگر حضرت موسیٰؑ وحی کی راہ سے قاتل اُنکا معلوم کر کے نام قاتل کا بتاتے تو جب بھی لینا قصاص کا ہرگز ممکن نہ ہوتا اب ہم اسی مطلب پر آئے زندہ کرنا میت کا بسبب مارنے گوشت گاؤ کے محض اللہ کے فعل سے تھا اور علاقہ سببیت اور مسببیت کا ان میں تھا بس کسواسطے تخصیص اس جانور کے ذبح کرنے میں ہوئی جواب مؤثر تھا اس میں یہی منظور تھا کہ ایک مرد نیک کے بیٹے کو کہ اُسکو جوالا اللہ کے کر کے آپ اس جہان سے رخصت ہوا تھا اور سوائے ایک بچھڑے گاؤ کے کوئی میراث اُس بیٹے کیواسطے نچھوڑی تھی فراروا قعی فائدہ اور نفع ہو کہ تمام عمر اُس نفع سے وبہ عیشت اپنی کی حاصل کرے اور اسی جانور کو زمین کے زندہ کرنے اور آباد کرنے اور درختوں کے اور جو تنے بونے اور پانی دینے کے دخل بہت ہے اور اصل بیدائش آدمی کی مٹی ہے اور سبزی اور درخت اصل غذا اُسکی ہے بس اس جانور کو اسواسطے خصوصیت زیادہ تر ہوئی اور اگر زندہ ہی گاؤ کے لگانے سے بغیر ذبح کرنے کے یہ میت زندہ ہو جاتی ہرگز نفع اُس مسکین کا کہ بسبب نفع خدا تھا نہ پہونچتا اور علاوہ اسکے میت کو یہ کہنے لگانے سے زندہ ہو جانا زیادہ تعجب ہے، نسبت زندہ کے میت لگانے سے تامل کلام بنی اسرائیل نے اس حکم صریح سے روگردانی کی اور ساتھ کمال بے ادبی کے ساتھ حضرت موسیٰ کے قَالُوْٓا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا یعنی کہا انہوں نے کہ آیا بناتا ہے تو ہمکو مسخرہ ہم پوچھتے ہیں کہ قاتل اس مردہ کا بیان کرو اور تم کہتے ہو کہ ایک گاؤ کو ذبح کرو اس سوال اور جواب میں کیا مناسبت ہے بے جان کرنے ایک جاندار کے سے قاتل اس مقتول کا کیونکر معلوم ہوگا اور بسبب اس روگردانی کے فرقہ بنی اسرائیل نے کمال دوری اپنے اجداد کی تضع سے کہ جسکے ساتھ فخر کرتے ہیں عامل کی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حق تعالیٰ نے خواب میں فرمایا کہ اپنے بیٹے کو ہمارے واسطے ذبح کر وہ فوراً مستعد اس بات کے ہوئے اور جب یہ بیٹے اپنے سے کہا اُنہوں نے بھی بے تامل اور بے توقف گردن رکھدی اور یہ نہ کہا کہ مدار خواب کا خیال پر ہے اور یہ لوگ گاؤ کے ذبح کرنے میں اس قدر تردد اور توقف عمل میں لائے یہاں سے اطاعت اور فرمان برداری اُن کی بعد اور حکموں الٰہی کے اسی پر قیاس کرنی چاہیئے اب ہم پھر اُسی مطلب پر آئے کہ یہ کلام اُن کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے موجب کفر کا ہوا یا نہ ہوا علماء کا اسمیں اختلاف ہے بعضے کہتے ہیں کہ وہ کافر ہوئے اسواسطے کہ یہ کلام اُنکا اگر شک کی راہ سے قدرت الٰہی میں زندہ کرنے مردوں کے صادر ہوا پس صریح کفر ہے اور اگر موسیٰؑ پر تہمت وحی کی رکھی تو یہ بھی کفر ہے اور صحیح یہ ہے کہ ان دونوں باتو نمیں سے کوئی باعث اس کلام کا نہ تھا بلکہ اس جواب میں تعجب کرتے تھے کہ ہرگز سوال کے ساتھ مطابقت جواب کی اُنکے ذہن میں نہیں آتی تھی بطریق تشبیہ کے کہا کہ گویا ہمارے ساتھ خوش طبعی اور تمسخر کرتا ہے اور جانتا ہے کہ انبیا کا مطائبہ اور ہنسی اُنہوں نے جائز جانکر یہ کلام کہے ہوں ہر چند کہ انبیا ایسے امور ہنسی وغیرہ سے پاک ہیں کہ ایسے مقام میں خوش طبعی اور بازی کریں لیکن اُنکو یہ بلندی منصب کی معلوم نہ ہوئی ہوگی اور سیواسطے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اُنکے جواب میں قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ اَنْ اَکُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِیْنَ یعنی کہا پناہ پکڑتا ہوں میں ساتھ اللہ کے اسبات سے کہ ہوں میں جاہلوں سے اور جواب کو مطابق سوال کے ملاؤں میں یا وقت حکم چاہنے کے کسی دعوے کے اور طلب کرنے قصاص کے استہزا کروں میں بلکہ اگر انبیا سے خوش طبعی بھی واسطے ظاہر کرنے تفریح طبیعت کے وقوع میں آتی ہے غیر مقام میں تبلیغ احکام اور قطع خصومات کے واقع ہوتی ہے چنانچہ جناب پیغمبر آخر الزماں سے بھی اس قسم کی خوش طبعیاں پسندیدہ منقول ہیں اور جنس جہل اور نادانی کی سے نہیں اسواسطے کہ اوپر موقع اپنے کے جہل نہ ہو کہ بے موقع افعال اپنے پر کرے اور حوصلہ کشادگی اور تفریح طبیعت کی منظور ہو قصہ اُس کا کہ اے القصہ بنی اسرائیل نے جب جانا کہ شاید گاؤ کے ذبح کرنے میں کوئی خاصیت ہوگی کہ بسبب مارنے ٹکڑے گوشت اُسکے کے ساتھ مردہ کے وہ مردہ زندہ ہو جاوے، اور ہر گاؤ میں یہ خاصیت نہیں لاچار اُس عجیب گاؤ کے اوصاف تحقیق کرنے میں دُور دُور گئے اور حدیث شریف میں روایت ابو ہریرہ اور اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سے وارد ہوا ہے کہ گر بنی اسرائیل کوئی گاؤ پکڑ کر ذبح کر دیتے کفایت کرتا لیکن اُنہوں نے اپنے اوپر سختی گیری کی حق تعالیٰ نے بھی اُنکے اوپر سخت گیری فرمائی اور حقیقت میں جناب الٰہی کو مالک اُس گاؤ کے کو بہت بڑا نفع پہونچانا منظور تھا اور اسیواسطے بنی اسرائیل کے دل میں اُلاکر قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ یُبَیِّنْ لَّنَا مَا هِیَ یعنے کہا اُنہوں نے کہ عاکر ہمارے واسطے پروردگار اپنے سے تا کہ بیان کرے ہمارے واسطے کہ حقیقت اُس گاؤ کی کیا ہے اسواسطے کہ حقیقت متعارفہ اس گاؤ کی یہ خاصیت نہیں کہ بستی ہے اور بقرہ وحشی میں بھی جس کو نیل گاؤ کہتے ہیں یہ خاصیت نہیں اور نہ پہاڑ کی گاؤ میں کہ جسکو سورگاؤ کہتے ہیں اور دریائی گاؤ میں بھی یہ خاصیت نہیں پس ضرور ہے جس گاؤ میں یہ خاصیت ہے اُسکی حقیقت اور ہی سوا اُن صفتوں کے کہ مشہور ہیں گو نام میں شریک ہیں جیسے ہیر باغی اور ہیر جنگلی کہ ہر ایک خواص اور آثار جدا جدا

ہیں گو نام میں شریک ہیں اور اسی تقریر سے دفع ہوتا ہے وہ سوال کہ اہل تفسیر اس مقام میں وارد کرتے ہیں حاصل اسکا یہ ہے کہ سوال ساتھ لفظ ما کے لغت عرب میں واسطے طلب حقیقت کسی چیز کے ہوتا ہے اور تعریف حقیقت کی نہیں ہوتی ہے مگر ساتھ اجزا اور مقومات حدیہ اسکے کے یا ساتھ خواص اور لوازم نوعیہ اسکی کے نہ ساتھ صفات مفارقہ کے پس جواب مطابق سوال کے نہیں ہوتا ہے اور باوجود اسکے بالقطع معلوم ہے کہ غرض بنی اسرائیل کی اس سوال سے طلب کرنی ماہیت نوعیہ اسکی تھی واسطے کے سوا تھا انہوں نے کہ وہ بقرہ ہے اور اجزا حدیہ کی بھی طلب نظر تھی واسطے کہ حقیقت گاؤ کی بھی جانتے تھے پس سوال تھا مگر شخصات سے اور سوال شخصات غیر ذوی العقول کے ساتھ لفظ آ کے ہوتا ہے نہ ساتھ لفظ ما کے اور اس سوال کے جواب میں کہتے ہیں کس شاید انہوں نے حقیقت شخصیہ کو بجائے حقیقت نوعیہ کے قائم کر کے ساتھ لفظ ما کے سوال کیا اسواسطے کہ شخص مباحث ہو شخص کیواسطے بھی حقیقت ہے سوائے حقیقت نوعیہ کے یا آما ہے اسواسطے کہ اکثر سوال جزئیات اور عوارض مشخصہ انکی سے ذوی العقول میں ساتھ لفظ من کے آتا ہے جیسا کہ کہتے ہیں کہ من زید و من عمرو اور ہر گاہ کہ منظور آنجگہ سوال جزئی غیر ذوی العقول کے سے تھا لفظ کا بجائے من کے لائے آخر الامر پھیر دفع ہونے اس سوال کی یہ ہے کہ انہوں نے جب یہ خواص عجیبہ اس گاؤ کی سنے گمان کیا کہ حقیقت اس گاؤ کی من پر حقیقت گاؤ متعارف کی ہے اگرچہ کسی صورت اور نام گاؤ کا سا ہے اسی واسطے ساتھ لفظ ماہی کے سوال کیا پس حضرت موسیٰ نے واسطے کھولنے اس معنی کے پھر جناب الٰہی سے مانگی اور بعد اسکے کہ جناب الٰہی سے نشان اس گاؤ کا معلوم کیا قَالَ یعنی کہا حضرت موسیٰ نے کہ وہ گاؤ جدی حقیقت گاؤ متعارف کی حقیقت سے نہیں کہتی ہے اور یہ خاصیت عجیبہ باعتبار خصوصیت ماہیت یا باعتبار کسی صفت کے نہیں آئی اِنَّهٗ یَقُوْلُ یعنی تحقیق حق تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّهَا یعنی تحقیق وہ گاؤ کہ علم الٰہی میں معین واسطے ذبح کے ہے اور ارادہ الٰہی نے تعلق پکڑا ہے ساتھ ذبح کرنے میں کے بواسطہ مارنے ٹکڑے اس گاؤ کے اوپر بدن اس میت کے بَقَرَةٌ یعنی ایک گاؤ ہے انہیں گاؤں عرفی میں سے اور خلاف انکی جنس کی نہیں اور نہ کوئی صفت کمال کی اس میں ہے کہ جسکے سبب خاصیت عجیبہ اس میں ظاہر ہو سے اور نہ باعتبار سن اور عمر کے ایک کمال میں پایا جاتا ہے اسواسطے کہ لَا فَارِضٌ وَّلَا بِكْرٌ یعنی نہ اسکی بڑی عمر ہے کہ بسبب ناتوانی کے سخت کام بیلوں کے اس سے نہ ہو سکیں اور نہ عمر اسکی ایسی چھوٹی ہے کہ ابتک بکر ہے مادہ بکر اسطرح پر ہوتا ہے کہ بچہ اسکے پیدا نہ ہوا ہو اور نہ اس طرح پر ہوتا ہے کہ مادہ پسوار نہ ہوا ہو اسواسطے کہ بسبب نوعمری کے شوخی اور سرکشی اسکی طبیعت میں ہوتی ہے پس بخوبی کام اس سے نہیں لے سکتے اور جیسا کہ بالکل ضعیف اور نوجوان نہیں ایسے ہی نہ بڑھاپے کی طرف مائل ہے اور نہ جوانی کی طرف بلکہ ہوا ہے بلکہ عَوَانٌ بَيْنَ ذٰلِكَ یعنی میانہ سال ہے کہ جسکو ادھیڑ کہتے ہیں اور انجگہ چند سوال جواب طلب ہیں اول کیہ مدلول لا فارض و لا بکر کا بعینہ مدلول عوان کا ہے پس عوان کے ذکر کرنیکی کیا حاجت ہے پھر عوان اور بین ذالک کا بھی ایک مطلب ہے پس تکرار پر تکرار لازم آتا ہے جواب اسکا اسطرح پر ہے کہ مدلول لا فارض و لا بکر کا یہ ہے کہ نہ بڑی عمر اس کی ہے اور نہ جوان ہے اور یہ بات چھوٹے بچہ کو بھی کہہ سکتے ہیں اور میانہ سال کو بھی شامل ہے پس ذکر عوان کا پہلے احتمال کے دفع کرنیکے واسطے کیا اور میانہ سال ہونا بھی عام تھا کہ عین وسط حقیقی میں ہو یا مائل بڑھاپے یا جوانی کی طرف ہو واسطے معین کرنے اس بات کے کہ وسط حقیقی کے مرتبہ میں تھا لفظ بین ذالک کا لانا ضرور ہوا پس کسی وجہ سے تکرار نہیں دوسرا سوال یہ ہے کہ خاصہ لفظ بین کا یہ ہے کہ مدخول اسکا صرف ایک چیز نہ ہو بلکہ کئی چیزیں ہوں اور انجگہ لفظ ذالک کا اور پھر داخل ہوا ہے اور وہ ایک ہی شے ہے جواب اسکا یہ ہے کہ کئی چیز ہونا مضاف الیہ بین کا اعم ہے اس سے کہ لفظاً ہو یا معناً اور انجگہ تعدد معنوی موجود ہے اس واسطے کہ لفظ ذالک کا اشارہ طرف دو چیزوں کے ہے یعنے فارض اور بکر تیسرا سوال یہ ہے کہ یہ گاؤ دو حال سے خالی نہیں نر تھا یا مادہ اگر نر تھا پس لا بکر اسکے حق میں کہنا کیا ضرور ہے اسواسطے کہ ہر ایک نر لا بکر ہی ہے اور حیوانات میں کمر کے معنی یہ ہیں کہ اسکے بچہ پیدا نہ ہوا ہو اور باعتبار تقابل عدم ملکہ کے صلاحیت پیدا ہونے کی اسمیں ضرور ہے اور نر بالکل بچہ جننے کا صالح نہیں پس بکر کے ساتھ متصف نہیں ہو سکتا ہے اور علاوہ اسکے کہ ضمیر ان نیتیں کی ابتدائے قصہ سے انتہا تک برابر کلام الٰہی میں موجود ہیں یہ بھی نہ ہونیکو منع کرتی ہیں اور اگر اسکو مادہ ٹھیرایا جاوے پس صفت لا بکر کی اور ضمیر میں درست ہو جاتی ہیں لیکن لَا ذَلُوْلٌ تُثِيْرُ الْاَرْضَ وَلَا تَسْقِى الْحَرْثَ صفت ممیزہ انکی نہیں ہو سکتی ہے اسواسطے کہ ہر مادہ گاؤ باعتبار عرف و عادت کے صلاحیت ہل میں چلنے اور پانی کھینچنے کی نہیں رکھتی ہے گو باعتبار عقل کے ممکن ہو جواب اسکا یہ ہے کہ ظن غالب یہ ہے کہ وہ گاؤ نر گاؤ ہو اور تانیث ضمیر کی باعتبار لفظ بقرہ کے ہے اسواسطے کہ بقرہ مؤنث لفظی ہے اگرچہ انمیں واسطے وحدت کے ہے نہ واسطے تانیث کے مثل تمر قہ اور حمامۃ اور عصفورۃ کے اور اسی کی مانند اور لفظ بھی ہیں جن میں فارق درمیان جنس اور واحد کے تا ہو اور قاعدہ لغت عرب کا یہ ہے کہ جب مذکر کو ساتھ لفظ مؤنث کے تعبیر کرتے ہیں ضمیر کو مؤنث کر کے لاتے ہیں جیسے کہ لفظ دابہ کا اگرچہ اس سے گھوڑا مراد نہیں اسکی ضمیر کو مؤنث کر دیتے اور بکر کا استعمال نر میں بھی ہو جاتا ہے اور معنی یہ ہیں کہ مادہ کے اوپر نر کو دا ہوا اور اسکو حاملہ نہ کر وایا ہو اور ازانجملہ تعلق حرث ضمنی کا عادت اور عرف میں بکارت نر ونکی سے بہت کم اور نادر ہے لغت والے بیچ مقام تحقیق معنی بکر کے بادوں کی بکارت کا فقط ذکر کرتے ہیں اور بکارت نر ونکی بیان نہیں کرتے ہیں اور بعضے مفسرین اسطرف گئے ہیں کہ یہ گاؤ مادہ تھی بسبب تانیث ضمیروں اور وصف بکارت کے اور نہ عدم مطابقت وصف لا ذلول لا تسقی الحرث کا اسواسطے کہ انہوں نے جواب دیا ہے کہ عرف اور عادت ہر زمانہ میں اور ہر ایک شہر میں مختلف ہوتی ہے شاید اس زمانہ میں اور اس شہر میں استعمال نر میں اور مادہ گاؤں کا بھی قلبہ رانی اور آب کشی میں رائج ہو گا بالجملہ حضرت موسیٰ نے بنی اسرائیل کو بعد اس نشان کے فرمایا کہ تم خیال اس گاؤ کے خواص اور صفتوں کا نکرو بلکہ اپنا طرف فرمانبرداری الٰہی کے دوڑاؤ اور سمجھ لو کہ یہ خواص اشیاؤں میں کہدیئے ہیں اسکو دیکھو فَذَبَحُوْهَا وَمَا كَادُوْا یعنی پس بجالاؤ تم اس بیچرہ کو کہ فرمایا جاتا ہے تمکو جناب الٰہی کی طرف سے کہ پیدا کرنا خواص اور عجائب اسکی کی خواہش کیساتھ تعلق کرتا ہے اور جسوقت وہ چاہیگا یہ خواص عجیب پیدا کریگا لیکن

بنی اسرائیل کو اتنے نشان دینے حضرت موسیٰ کے سے تسلی اور تشفی ہوئی اور پھر سوال کرنے لگے قَالُوا یعنی کہا اُنہوں نے کہ کمال جانور کا جیسا کہ سبب سن اور سال کے ہوتا ہے باعتبار رنگ و صورت کے بھی ہوتا ہے ادْعُ لَنَا رَبَّكَ یُبَیِّنْ لَّنَا مَا لَوْنُهَا یعنی دعا کر واسطے ہمارے جناب الٰہی میں کہ بیان کرے ہمارے واسطے کہ اے رنگ اُس گاؤ کا تا کہ جانیں ہم کہ رنگ و صورت میں بھی اُسکا کمال ہے کہ باعث اس خاصیت عجیبہ کا ہو اہی قَالَ اِنَّهٗ یَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَآءُ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا یعنی کہا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہ البتہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ تحقیق وہ گاؤ زرد رنگ ہی اور صاف اور تیز ہے زردی اُسکی اور یہ رنگ جانور کی رنگتوں میں سے بہتر رنگ ہی واسطے کہ بسبب اُسی رنگ کے تَسُرُّ النَّاظِرِیْنَ یعنی خوش کرتی ہی وہ گاؤ دیکھنے والوں کو اُسکے دیکھنے سے لطف حاصل ہوتا ہی اور ہر رنگ زرد خالص میں خاصیت ہے کہ بہ تفریح خاطر اور دور کرنے غموں کے نفع کرتا ہے طبرانی اور خطیب و دیلمی نے حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت کی ہی کہ جو کوئی پاپوش زرد پہنے وہ شخص خوش رہتا ہی جبتک کہ وہ جوتی اُسکے پیر میں ہے اور تفسیروں میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی ہی کہ وہ فرماتے تھے من لبس نعلا صفراء قل همه یعنی جو کوئی پہنے پاپوش زرد کم ہوتا ہے غم اُسکا اور بعضی روایتیں آیا ہے کہ جو کوئی سات جوڑے پاپوش زرد رنگ کے پے در پے پہنے غم اور رنج اُسکا دور ہو جاوے حاصل یہ ہے کہ پانچوں رنگ یعنی سرخی اور زردی اور سیاہی اور سفیدی اور سبزی جو جو خواص کہتے ہیں مؤلف قیاس و اوسع اُن کو ثابت کیا ہی عرب میں مشہور ہے کہ الحمرة اجمل والصفرة اشكل والخضرة انيل والسواد اهول والبياض افضل یعنی سرخی جمال رکھتی ہے اور زردی نظریں خوش معلوم ہوتی ہے اور سبزی موجب بزرگی اور وقر کا ہے اور سیاہی ہولناک ہی اور سفیدی خوبی اور فضیلت کہتی ہے اور لغت عرب میں وقت بیان کرنے تیزی اور صفائی ہر ایک رنگ کے علیحدہ علیحدہ لفظ اُسکی تاکید کیلئے لاتے ہیں کہ احمر قانی و اصفر فاقع و اسود حالک و اخضر دارق و ناضر و ابیض ناصع پس معنی نقوع کے صفائی اور تیزی زرد زردرنگت کے ہیں دوسرے رنگ میں استعمال کیا جائز نہیں اتقصہ بنی اسرائیل باوجود نشان دینے زرد رنگ اُس گاؤ کے پھر بھی سوال کرنے سے باز نہ رہے قَالُوا یعنی کہا اُنھوں نے کہ پھر چند کمال اُسکا باعتبار اُس اور سال اور باعتبار رنگت اور جمال کے معلوم کیا لیکن یہ کمال بہت گاووں میں پایا جاتا ہے ایک خاص فرد کیونکر معلوم ہووے کہ جس میں یہ خاصیت عجیب ہمارے دلنشین ہو پس ادْعُ لَنَا رَبَّكَ یُبَیِّنْ لَّنَا مَا هِیَ یعنے دعا کر ہمارے واسطے پروردگار اپنے سے تا کہ بیان کرے ہمارے واسطے کہ حقیقت شخصیۂ گاؤ کی کیا ہی کہ جسکے سبب سے یہ خاصہ اُسمیں موجود ہوا واسطے کہ اِنَّ الْبَقَرَ تَشٰبَهَ عَلَیْنَا یعنی تحقیق بہت گاؤ کی مشابہ ایک دوسرے کے ہوئی اور جس اور خیال ہمارے کے کوئی مرجح اس خاصہ عجیبہ کا ان تخصیصات سے ہماری نظر میں نہیں آتا وَاِنَّآ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُوْنَ یعنے اگر چاہے اللہ تعالیٰ البتہ راہ پاوینگے ہم اور مطلع ہو جاوینگے اور پر اُسکے کہ مبدا اور منشا اس خاصیت عجیب کا اُسمیں یہ ہے پھر واسطے متابعت تمہارے فرمودہ کے سرگرم ہونگے اور بصیرت حاصل کر کے اتباع حکم تمہارے کا کرینگے حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر بنی اسرائیل کلمہ انشاء اللہ کا نہ کہتے ہرگز اُس گاؤ کو معلوم کرتے اور لشفی اُن کی خاطر کی نہوتی اس کلمہ کی برکت سے حیرت اور تردد سے خلاص ہوئے آنجاکہ سے معلوم ہوا کہ استعانت ساتھ اس کلمہ مبارک کے ہر عمل نیک میں کہ جسکے حاصل ہونے کی غرض ہو نیک اور مستحسن ہے اور قریب باستحباب شرعی کے ہے۔ پر واسطے نہ ہو کہ اس کلمہ کے کہنے سے استعانت ہے ساتھ خدائے عزوجل کے اور بھی جو الگرنا کامو نکا طرف شیت اُسکی کے اور بھی اقرار اور اعتراف ہی ساتھ قدرت اُسکی کے اور پورا ہونے ارادہ اُسکے کے اور ان دونوں امر میں دُرستی اعتقاد اور عمل کی ہے قَالَ اِنَّهٗ یَقُوْلُ یعنی کہا حضرت موسیٰ نے تحقیق حق تعالیٰ فرماتا ہے ایسا مرجح کہ ذہن نشین تمہارے ہو اور جو جو اس خاصیت عجیب کا اُسمیں ہی دو چیزیں ہیں اوّل ہونا اُس گاؤ کا اوپر صرف عزت اپنی کے کہ ہرگز بوجہ کھیتیں اور اور کاموں بنی آدم کے میں ذلیل نہوئی دوسرے سب عیبوں سے کہ اُس قسم میں ہوتے ہیں پاک ہی کچھ عیب اُسمیں لَّا ذَلُوْلٌ یعنی تحقیق وہ گاؤ ہرگز کبھی کسی کام میں پکڑی نہیں گئی اور ذلیل نہوئی اسطرح پر کہ تُثِیْرُ الْاَرْضَ یعنے کھیتے اور پرکرے زمین کو جو تنے یا بوجھ کھینچنے سے وَلَا تَسْقِی الْحَرْثَ یعنی اور نہ پانی دیتی ہی کھیتی کو اور نہ ڈول کو کوئے سے کھینچتی ہے مُسَلَّمَةٌ یعنی سلامت ہے اس بات سے کہ آدمیوں کے ہاتھ میں آکر کسی کام میں ذلیل ہوئی ہو یا بدن اُسکے کو کاٹنے یا سوراخ کرنے یا داغ دینے سے نشان ہو نچایا ہو جیسا کہ اور جانوروں میں کرتے ہیں اس حد تک کہ لَا شِیَةَ فِیْهَا یعنی نہیں ہی کوئی داغ اور رنگ کا بدن میں بالکل برابر زرد رنگت تمام جسم کی ہے اور اگر آدمیوں کے کام میں مستعمل ہوتی تو ضرور کہیں نشان اور رنگ کا اُسکے بدن میں پایا جاتا جیسا کہ اور جانوروں میں پایا جاتا ہے کہ کام میں لانے سے داغ مخالف نظر میں آتا ہے قَالُوا الْـٰٔنَ یعنی کہا اُنھوں نے یعنی بنی اسرائیل نے کہ اب وقت آیا اور آن محل میں نام ایک تھوڑے سے تھوڑے زمانہ کا ہی کہ جسکی تقسیم نہو سکے خواہ وہ جزء غیر متقسم زمانہ ماضی میں فرض کیا جاوے یا زمانہ آئندہ میں لیکن جب اس لفظ پر الف لام عہد کا لاتے ہیں مراد اُس سے ایک جزء معین ہوتا ہے کہ متکلم اور مخاطب کو وہ معلوم ہوا اور اسوقت ہر ایک جزء کے اوپر استعمال نہیں ہوتا ہے اور بعد داخل ہونے لام عہد کے اس لفظ کا مانند ظروف غیر متمکنہ کے استعمال کرتے ہیں اور ہمیشہ منصوب لاتے ہیں جیسا کہ الیوم و الساعۃ میں بھی اسی طرح عمل میں آتا ہی جِئْتَ بِالْحَقِّ یعنے لایا تو بات درست کو فی الحقیقت سبب پیدا کرنے اُس صفت کا اُس میں بھی ہی اور اب تردد ہمارا بالکل دور ہوا واسطے کہ فیضان حیات کا عالم غیب سے سب حیوانوں میں اول اوپر روح حیوانی کے ہوتا ہے اور بواسطہ اُس روح کے اثر حیات کا تمام بدن کے اجزا گوشت اور پوست وغیرہ میں پہونچتا ہے اور حیوانات دو قسم ہیں وحشی اور اہلی حیات وحشیوں کی متعدی نہیں یعنی دوسرے کی طرف پہونچے بلکہ اُنہیں کی ذات کو لازم ہی اثر حیات اُنکی کا اور ان انسان کے کہ اُن سے نفرت رکھتے ہیں اور بھاگتے ہیں یا دور سے ملنے آدمی کے ہوتے ہیں کہ سطح پہونچے پس جو حیات کہ فیض اُسکا انسان کو پہونچے اور اُسکو زندہ کرے نہیں ہو سکتی مگر حیات جانور اہلی کی اور اہلی جانور وہ ہے جسکے حیات غیبی بعضی صورتوں میں بغیر اسباب ظاہری مثل نطفہ پڑنے اور تربیت رحم کے قبول کی ہی ہماری نظر میں گاؤ کا بدن ہی کہ حضرت موسیٰ کے وقت میں بچھڑے اسامری کا سبب

ڈالنے خاک سم گھوڑی جبرئیل علیہ السلام کے زندہ اور بولنے والا ہو گیا تھا پس زندہ کرنا مردہ ہمارے کا بواسطہ ایسی حیات کے کہ گاؤ کے بدن پر ناقض ہوئی ہے موافق حکمت الٰہی کے ہے پھر وہ گاؤ آدمی کے استعمال میں آتی ہیں اور انکے بدنوں میں پڑنے اور ذلیل کرنے اور سواری کرنے اور دفع ونیرہ سے تصرف کرتے ہیں اور اپنے کاموں میں دوڑاتے ہیں اس سبب سے صرف حیات غیبیہ ہی پر نہیں رہتے بلکہ روح حیوانی اُنکی اصفائی اور قوت پر باقی رہتی ہے اور قوت پر باقی رہتی ہے تاکہ بے واسطہ زندہ کرنے میت کا ہو گو جتنا اور پانی پینے وغیرہ کے پیدا ہوئی کہ اُنکے بدن میں دخل ہے اور ظاہر سامان حیات غیبیہ کے ہیں روح حیوانی اپنی اصفائی اور قوت پر باقی رہنگی اور بھی ایسی گاؤ کہ زرد رنگ صاف بے داغ اور خدمت آدمیوں اور حقارت اور ذلیل کرنے اُنکے سے مبرا اور معزز ہوگی اس عزت کی جہت سے کہ کسی کے زیر حکم نہیں ہوئی کمال مشابہت اُسکو ساتھ گوسالہ سامری کے پیدا ہوئی کہ اُسکو خالص زر سے بنایا تھا اور کمال تعظیم اور توقیر سے نگاہ رکھا تھا اور وہ گوسالہ ہمارے سامنے گویا ہوتا تھا اور آثار حیات غیبیہ کے اُس سے ظاہر ہوتے تھے پس موافق اس قضیہ کے کہ حکم المثلین واحد یعنی حکم دو شکلوں کا ایک ہوتا ہے ظاہر ہونا اس اثر کا یعنی زندہ ہو جانا میت کا اُسکے واسطے سے ذہن میں بیٹھ گیا اور اگر کوئی کہے کہ حیات انسانی کو ساتھ حیات انسانی کے مناسبت زیادہ ہے بہ نسبت مناسبت حیات حیوانی کے ساتھ حیات انسانی کے پس زندہ کرنا اس میت کا اس طرح کیوں نہ کیا کہ کسی آدمی کو اس میت کے بدن سے لگا دیتے کہتے ہیں ہم کہ لگانا اجزا آدمی یا اور حیوان کا کسی میت کے بدن سے سبب زندہ کرنے اُس میت کا نہیں ہو سکتا ہے مگر اس طرح کہ اُس زندہ کی روح حکماً مردہ کے بدن میں چلی آوے پس اس صورت میں ایک آدمی کے ملانے سے دوسرا آدمی مریگا اور اُسکی ایسی شکل ہو جاویگی کہ بنی قصراً و ھدم مصراً یعنی بنایا ایک محل اور گرایا ایک شہر اسواسطے کہ مارنا انسان کا بے وجہ شرعی کے کسی طرح روا نہیں اور اور حیوان کے مار ڈالنے سے بسبب ذبح کرنے اُسکے کے ساتھ نام خدا کے کچھ قباحت نہیں بلکہ ایک قسم کی عبادت ہے اور جبکہ نقل کرنا حیات انسانی کا ساتھ حکم شرع کے متعذر ہوا لاچار بہ نقل حیات اُس حیوان کا کیا گیا کہ انسان کے ساتھ کمال مشابہت رکھتا ہے بیچ قبول حیات کے عالم غیب کے مدت حمل اُس کے کی برابر ہے جو حمل انسان کی ہے اور اسی سبب ہے کہ دودھ اُسکا سب دودھوں سے بہتر ہوتا ہے اور مدت حمل کی برابر ہونے سے بھی معلوم ہوا کہ اسکی روح بھی اتنے دنوں میں انسان کی روح پڑتی ہے اور بدن اُسکا بھی اتنے ہی دنوں میں پورا ہوتا ہے القصہ جب بنی اسرائیل کو بقدر فہم اور استعداد اپنی کے طلائم اور پر وجوہ حکمت الٰہی کے اس امر میں حاصل ہوئی بیچ تلاش ایسی گاؤ کے کہ جسمیں صفتیں ہوں سرگرم ہوئے اور جستجو کرنے لگے اتفاقاً ایک گاؤ کو ایسی صفتوں کے ساتھ موصوف ہوتی فقط ایک گاؤ تھی کسی نواح میں آوے قصہ اُس گاؤ کا یہ تھا کہ بنی اسرائیل کے اندر ایک مرد بہت نیکبخت تھا اور اُسکے ایک لڑکا بہت برس اور اُس مرد صالح کے پاس بسبب حوادث زمانہ کے سوائے ایک بچھڑے گاؤ کے کوئی چیز مال کی جنس سے باقی نہ رہی تھی اُس بچھڑے کو پکڑا اور ہمراہ اُسکی گردن پر لگا کر ساتھ نام خدا ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحاق اور یعقوب علیہم السلام کے تبرک پکڑنے کے جنگل میں چھوڑ دیا اور کہا کہ بار خدایا میں نے اس بچھڑے کو اپنے بیٹے تیرے واسطے تیرے پاس امانت چھوڑا ہے جبتک کہ میرا بیٹا جوان ہو اور یہ بچھڑا اُسکے کام میں آوے بعد اُسکے وہ شخص مر گیا اور وہ بچھڑا اُس جنگل میں چرتا تھا اور درختوں کے پتوں سے پرورش پاتا تھا اور بسبب غنا بینا آہی کے آفت درندونکی سے محفوظ رہتا تھا اور جو وقت جنگل سے آتا تھا بہت ساری باندھ کر لاتا اور شام کے وقت بازار میں بیچتا اور قیمت اُن لکڑیونکی بھی تین حصہ کرتا ایک حصہ خدا کے واسطے دیتا اور ایک حصہ آپ کھاتا اور ایک حصہ اپنی ماں کے پاس چھوڑتا اور ایک مدت اسی کام میں مشغول رہا یہانتک کہ اسکی ماں اُس سے کہا کہ تیرا باپ تیرے واسطے ایک بچھڑا جنگل میں چھوڑ گیا تھا اور ساتھ نام خدا کے ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحاق اور یعقوب کے امانت کہہ گیا تھا اب وہ بچھڑا جوان ہوا ہوگا شاید اس میں خوبی ہو شل اور نوجوانوں جانورونکے اور ضعیف ہے مانند بوڑھے جانورونکے تو چاہیئے کہ اُس بچھڑے کو جنگل میں لاکر لکڑیاں کہ جنگل میں لاتا ہے اسلئے کہ لایا کر تاکہ بیٹھے تیری ہر روز لکڑیاں لاتے لاتے زخمی نہ ہو جاوے اُس لڑکے نے کہا کہ علامت اُس بچھڑے کی کیا ہے ماں نے کہا کہ اُس جنگل میں جاؤں اور کسی غیر شخص کی گاؤ کو پکڑا لاؤں اور وہ مجھکو حلال نہ ہو اُسکی ماں نے کہا کہ رنگ اُسکا صاف زرد ہے چمکتا ہوا اور اگر کوئی اُسکو دور سے دیکھے ایسا خیال کرے کہ شعاع آفتاب کی اُسکے پوست میں سے نکلتی ہے اور اسی واسطے ہم نے نام اُسکا زرین رکھا تھا لڑکے نے کہا ابتک بھی ہیں یقیناً اُس بچھڑے کو نہیں پہچانا مبادا کہیں دوسرا گاؤ بھی اسی رنگت کا اور کسی کا اُس جنگل میں چرتا ہو اُس کی ماں نے کہا کہ دوسری گاؤ کی نشانی یہ ہے کہ آدمی کو دیکھکر بھاگتا ہے اور ہرگز تابعدار نہیں ہوتا ہے اور پاس نہیں آتا ہے جب اُسکو دور سے دیکھے تو اسطرح کہکر پکاریو کہ اے گاؤ بنام خدائے ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحاق اور یعقوب علیہم السلام کے فرمانبردار ہو اور میرے پاس آ لڑکا یہ علامت معلوم کرکے اُس جنگل کی طرف روانہ ہوا دیکھا کہ ایک گاؤ ایسی ہی جنگل میں چرتی ہے اُس لڑکے نے اُسی طرح سے کہ ماں نے اُسکو تعلیم کیا تھا آواز دی وہ گاؤ جو اگاہ کو چھوڑ کر پاس اُس لڑکے کے آکر کھڑی ہوئی اُس لڑکے کو ماں نے اسکی وصیت کی تھی کہ تو گردن اُس گاؤ کی پکڑ کر کھینچ لانا اور اُسکے اوپر سوار نہ ہونا کہ انسان کے تصرف میں آوے اور مستعمل نہ ہو سو کے مبادا بسبب استعمال آدمی کے برکت اُس کی جاتی رہے لڑکا موافق وصیت والدہ اپنی کے گردن اُس کی پکڑ کر کھینچنے لگا وہ گاؤ اللہ کے حکم سے بولنے لگی اور کہا اے جوان نیکبخت میرے اوپر سوار ہونا کہ آسانی سے اپنے گھر پہونچے تو کہ یہاں سے گھر تیرا کیدن کا رستہ ہے اس لڑکے نے کہا کہ والدہ میری نے تیرے اوپر سواری کا مجکو حکم نہیں دیا ہے بلکہ کہا ہے کہ گردن اُسکی کھینچ کر لائیو گاؤ نے کہا کہ آفرین باد اور شاباش میں تیری آزمایش کرتی تھی اگر تو میرے اوپر سوار ہوتا تجکو اپنی پیٹھ پر سے ڈال کر بھاگ جاتی یہ فرمانبرداری تیری ہی سبب سے ہے کہ تو اپنی والدہ کے ساتھ حسان

کرتا ہے اور اُس کی عقل کام نہیں کرتا ہے۔ درمیان اس راہ کے ابلیس لعین ایک مسافر کی شکل میں اس لڑکے کے ساتھ ملا اور کہا اے جوان تو بہت نیکبخت معلوم ہوتا ہے اور تجھکو ایک حادثہ پیش آیا اس شکل میں میری مدد کر اُس طرف پہاڑ کے ایک قطار گاؤ دنبی رکھتا ہوں اور اُنمیں چرواتا تھا یکایک مجکو خواہش قضا حاجت کی ہوئی اس پہاڑ میں قضا حاجت کیواسطے گیا تھا اب میرے شکم میں درد اُٹھا ہے کہ رستہ چلنے سے حیران ہوں چاہتا ہوں کہ اپنے مال کی طرف جاؤں اگر تو فراموے تو میں اس گاؤ پر سوار ہو کر جاؤں اور اسکی مزدوری میں ایک گاؤ بہت عمدہ اپنی گاؤ دل میں سے چنکر تجکو دونگا پس میرا بھی اسمیں نفع ہوگا اور تیرا بھی بہت نفع ہے اور کسی طرح سے تیری گاؤ کو تکلیف نہیں پہنچائیگا اُس لڑکے نے کہا کہ والدہ میری نے نوحیکر سوار ہونیکو منع فرمایا ہے میرے تئیں کرایہ لیکر کس طرح سوار کروں ابلیس نے کہا تیری ماں کو کیا عقل ہے تجکو چاہیئے کہ اپنی عقل سے بھلائی بُرائی اس کام کی سوچ اور اپنا نفع ہاتھ سے نہجا اور نصیحت میری مان لے کر سراسر خیر خواہی تیری کرتا ہوں لڑکے نے کہا کہ میں ہرگز نافرمانی والدہ اپنی کی نہیں کرینگا اور شیطان نے پھیر اُسکا یہانتک کیا کہ وہ لڑکا عاجز ہوا اور آواز بلند سے کہا کہ اے فدائے ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحاق اور یعقوب کے اس فریق بدذات کے ہاتھ سے مجھکو نجات دے ابلیس نے جب یہ آواز سنی ایک جانور کی صورت بنکر جلدی سے اُڑ گیا اُس گاؤ نے اس جوان سے کہا کہ کچھ جانتا ہے یہ کون تھا یہ ابلیس ملعون تھا جانتا تھا کہ کسی حیلہ سے میرے اوپر سوار ہوا مرتبہ اپنی سواری کے برکت میری دُور کردے اور پھر تیرے کام میں آؤں اور جیکہ نام خدائے ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحاق اور یعقوب کا لیا تو نے فریاد کی تھوڑے ایک فرشتہ واسطے دُور کرنے اس شیطان کے حاضر ہوا اور شیطان گھبراکر اپنے تئیں جانور کی صورت بناکر اُڑ گیا القصہ وقت شام کے وہ جوان گاؤ کو پکڑکر وہ اپنی والدہ کے لایا اور اُسکو اُس حقیقت عجیب اور دوبار بولنے گاؤ کے سے مطلع کیا اور اُسکی ماں نے کہا کہ یہ گاؤ ایسی نہیں کہ اُسکو بیچکر لاوے اور جسے حق تعظیم اسکا بجا نہ لایا جاویگا یہ ہے کہ اس گاؤ کو بیچدالیں تاکہ اگر اور کوئی اس گاؤ کو نہیں سے نگاہ نہ کریگا تو وبال اُسکا اُسی کی گردن پر ہوگا اور تجھکو بھی چند روز تکلیفیں پہنچنے کی محنت سے نراغت حاصل ہوگی جب فجر ہوئی یہ جوان گاؤ کو لیکر گھر سے نکلا اور نخاس کی طرف گیا اور اپنی ماں سے پوچھا کہ کس قیمت کو اس گاؤ کو فروخت کروں کہا قیمت اس گاؤ کی اس شہر میں اسوقت تین دینار ہیں کہ قریب چودہ روپیہ کے ہوتے تھے لیکن یہ گاؤ عجیب ہے اگر تجھے کوئی اس قیمت کو خریدنی چاہے تو یہ شرط اُس سے کر لیجیو کہ اگر والدہ میری اس قیمت پر راضی ہوگی تو دونگا والا نہ دونگا اور ایکدفعہ نہ بیچا لیجیو خدا تعالیٰ نے واسطے قیمت مقرر کرنے اُس گاؤ کے ایک فرشتہ کو بھیجا کہ رستہ میں اس جوان سے ملا اور کہا کہ یہ جوان اس گاؤ کو کتنی قیمت کو بیچتا ہے تو جوان نے کہا تو کیا دیتا ہے فرشتے نے کہا کہ تین دینار جوان نے کہا بشرطیکہ والدہ میری راضی ہووے ساتھ تین دینار کے فروخت کرونگا فرشتے نے کہا یہ شرط موقوف کر اور چھ دینار مجھسے لے جوان نے کہا کہ چھ دینار میں بھی یہی شرط ہے فرشتے نے کہا کہ بارہ دینارے اور یہ شرط موقوف کر جوان نے کہا کہ اے عزیز اگر برابر اس گاؤ کے سونا خالص نہ دیگا تو بغیر مرضی والدہ اپنی کے اسکو نہیں بیچنے کا تو جب کہ سوا اسکے دوسری کرتا ہے فرشتہ نے کہا میں آدمی نہیں ہوں تیرے امتحان کو بھیجا گیا تھا کہ کیسی اطاعت اپنی ماں کی کرتا ہے تو اب اس گاؤ کو اپنے گھر لیجا اور بازار میں کسی کو نہ دکھلانا بنی اسرائیل کو ایک اقعہ درپیش ہوا ہے اور علیم اسکا مویٰ عمران کے بیٹے نے کہا ہے پیغمبر اُنکا ہی طرح پر وحی کرتا ہے کہ ایسی گاؤ ذبح کر بنی اسرائیل تجھکو اور تلاش میں ہیں اور سوائے گاؤ تیری کے کوئی گاؤ ساتھ اوصاف مفتوحہ کے متصف نہیں اگر بنی اسرائیل تجھسے اس گاؤ کو طلب کریں ہرگز اُنکے ہاتھ نہ بیچیو یہانتک کہ سونا اس گاؤ کے چمڑے میں بھر کر تیرے حوالہ نکریں کہ تمام عمر وبقیہ عیشت سے تجکو فراغت ہووے اور آدمی جانیں کہ جو کوئی عیال اپنی کو خوار خدا کے کرجاتا ہے خدا تعالیٰ اس طرح پر وحی کرتا ہے اور جو کوئی مال یتیم خدا کی امانت میں چھوڑتا ہے خدا تعالیٰ اسطرح اُسکو بڑھاتا ہے یہ جوان اُس گاؤ کو پکڑکر اپنے گھر لایا اور تمام ماجرا اپنی ماں کے سامنے ظاہر کیا رفتہ رفتہ خبر اس گاؤ کی شہر میں شہر ہوئی اور بنی اسرائیل اُسکے خریدنے کیواسطے اُسکے گھر پر جمع ہوئے اور قیمت اُس گاؤ کی بڑھانے لگے وہ جوان اور مال اُسکی راضی نہوتے تھے یہانتک کہ یہ بات مقرر ہوئی کہ اُس گاؤ کا چمڑا بعد ذبح کرنے اور جدا کرنیکے سونے سے بھر کر اُنکے حوالہ کریں اُس جوان اور اُسکی ماں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ضامن لیکر گاؤ کو بنی اسرائیل کے ہاتھ میں سونپا فَذَبَحُوْهَا یعنی پس ذبح کیا بنی اسرائیل نے اُس گاؤ کو اور ذبح عبارت ہے کاٹنے گلے کے سے تھوڑی کے پاس اور بکری اور گائے اور بھینس وغیرہ میں یوں ہی اسمنوں ہے اور نحر کہتے ہیں کاٹنا گلے کا سینہ کے پاس سے اور منظور وہ نالوں میں کاٹنا حلقوم اور مری اور شہ رگ کا ہے لیکن گردن اونٹ کی لمبی ہوتی ہے اگر اوپر کی طرف سے اُسکا گلا کاٹیں دیر میں جان اُسکی نکلے اور تکلیف ہو سو اسطے کہ بسہولت خون کے کسیواری روح حیوانی کی بدل اور جگر اور گُردے کے گرداگرد میں ہیں اسواسطے اونٹ کے اندر نحر آیا ہے اور اگر اونٹ کو بھی کوئی اُوپر کیطرف سے ذبح کرلے جائز ہے لیکن ترک اولیٰ اور تغیر غیب ہے وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ یعنی اور نزدیک تھے بنی اسرائیل کہ اس کام کو کریں اسواسطے کہ سوال پر سوال واسطے طلب کرنے بیان خصوصیتوں اُس گاؤ کے لاتے تھے یہانتک کہ سلسلۂ اُنکی تفتیش کا منقطع نہوتا تھا اور یہی بسبب گرانی قیمت اُس گاؤ کے خرچ کرنے اسقدر زر کثیر کے بخل کرتے تھے اور اسباب سے بھی ڈرتے تھے کہ مبادا مقتول بعد زندہ ہونیکے کسی کا نام لیوے اور بسبب موافی کا ہوا در قصاص لینا اُسے دشوار ہو لیکن حق تعالیٰ نے اُن سے چارو ناچار یہ کام کروایا اور اگر بنی اسرائیل کہیں کہ اسلاف ہمارے نے اس معاملہ میں وحی الٰہی سے زور گرفتاری نہیں کی بلکہ جب حضرت موسیٰ نے قاتل کے ظاہر ہونے کیلئے ذبح کرنا گاؤ کا ٹھہرایا اور ظاہر میں کچھ مناسبت وضعی تعجب کی راہ سے اتنا اُنہوں نے توقف کیا اگر پہلے ہی سے حضرت موسیٰ قاتل کو معین کر دیتے اسلاف ہمارے ہرگز اعتراض نکرتے کہتے ہیں ہم یہ سب غلط ہے بلکہ اسلاف اور بزرگ ہمارے ابتدا قصہ سے اقرار وحی الٰہی کا کرتے تھے اور اسباب کو بعید جانتے تھے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بسبب وحی کے اس امر غریب پر اطلاع ہوگی والا ایک دو کہہ کر تہمت خون کی نہ اٹھاتے اور قاتل خود اقرار کرتا اور اگر اسکو یقین نہیں کہتے ہو تو پس بلا کر دو تم سے قصہ کو وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا لیتے اور یاد کرو تم اُس وقت کو کہ

مار ڈالا تھا اس کو کہ نام اسکا عامیل تھا اور ہر چند کہ مارنیوالا ایک شخص تم میں سے تھا لیکن جب بقتل وہ میان تمہارے واقع ہوا اور تحقیق قاتل کی سے تمنے سستی کی گویا تم سب شریک قتل کے ہوئے اور کشش ایک ہی گناہ قتل کا تمہارے اندر ہوتا لیکن تمنے اور گناہ بھی اسکے اوپر زیادہ کیا فَادّٰرَاْتُمْ فِیْهَا یعنی پس تم ایک دوسرے پر ڈالتے تھے اور ہر شخص کہتا تھا کہ فلانے نے یہ کام کیا ہے دینے نہیں گیا اور اصل اس صیغہ کی تدارأتم ہے تا کو دال میں ادغام کیا اور حقیقی ہمزہ وصل کی پڑھی تَدّٰرَاْءَ یعنی تدافع کرے ہے یعنی ایک دوسرے کو دفع کرے اور بیچ کو سے پہاڑ کے ڈالے پس یہ تدارء گناہ دوسرا ہوا کہ تہمت ناحق آپس میں کرتے تھے اور دلیل اس بات کی ہوئی کہ تمہارے تئیں وحی آنیکا طرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بقین کامل نہیں تھا اور اطلاع ہو جانی قاتل کی اسکے تئیں غیب کیطرف سے بعید جانتے تھے وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ یعنی اور خدا تعالیٰ باہر لانیوالا ہی پردہ پوشیدگی سے مَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ یعنی اس خبر کو کہ تم چھپاتے تھے یعنی حال قاتل اور نفاق اور سستی یقین اپنے کی اور بسوا سطے حضرت موسیٰ کو نفرباکر نام قاتل کا بیان کریں کہ مبادا تم کو تکذیب کرو اور قاتل جھوٹی قسم کھائے کہ اپنے نہیں مارا ہی پس پھر مقدمہ پردہ میں رہے اور عادت الٰہی اسطرح جاری ہی کہ جب کوئی بندہ اسکے بندوں میں سے کسی چیز پر پھینگی کوتاہی خواہ وہ چیز نیک ہو یا بد البتہ اسکو حق تعالیٰ آدمیوں پر ظاہر کر دیتا ہی اور حال اسکا برخلاف اسکے کہ ایک بار بندوں کو کوئی تقصیر سرزد ہوئی اور اسکے اوپر ندامت کرے اور اسکے پچھتانے نے گوشش کرے کہ حق تعالیٰ بھی اسکو اپنی رحمت سے پوشیدہ رکھتا ہی اور پردہ دری اسکی نہیں کرتا ہے بیچ مستدرک حاکم کے باسطہ سند صحیح کے ابو سعید خدری سے روایت آئی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم علیہ وسلم فرماتے تھے لو ان رجلا عمل عملا فی صخرۃ صماء لا باب لھا ولا کوۃ خرج عملہ الی الناس کائنا ما کان حاصل اس حدیث کا یہ ہے کہ اگر کوئی پتھر کے اندر کہ اسمیں کوئی دروازہ ہو اور نہ سوراخ ہو کچھ عمل کرے وہ عمل بھی اسکا آدمیوں پر ظاہر ہو جاتا ہی کوئی عمل ہو وے اور بیہقی نے حضرت امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کانت لہ سریرۃ صالحۃ وسیئۃ اظھر اللہ علیہ ردا یعرف بہ او کما قال بیہقی نے والموقوف اصح یعنی اور موقوف حدیث صحیح ہوتی اور ابو الشیخ نے باسطہ سند ضعیف کے انس ابن مالک رضؓ سے روایت کی ہی کہ ایک دن آنحضرت علیہ السلام نے اپنے یاروں سے فرمایا کہ مومن کون ہی عرض کی کہ خدا اور رسول اسکا بہتر جانتا ہی فرمایا مومن وہ ہی کہ حق تعالیٰ اسکو اس جہان سے نہیں لیجاتا ہی یہانتک کہ خدا تعالیٰ کانوں اسکے کو بھروہ دیتا ہے اس ثنا اور صفت کہ اپنے اسکی ہی اور اگر کوئی بندہ خدا کے بندوں میں سے عمل تقویٰ کا بجالاوے ایسے گہرے اندر کہ سترگہ پوش کے اندر ہو اور ہر طرح کا دروازہ لوہے کا ہو البتہ اس بندہ کو حق تعالیٰ چادر عمل اسکے کی پہناتا ہی یہانتک کہ لوگ اسکے عمل کو بیان کرتے ہیں اور جسقدر وہ کرتا ہی اس سے زیادہ اسکی طرف نسبت کرتے ہیں صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ظاہر ہونا اور مشہور ہونا عمل اسکے کا بدلہ اسکے تقویٰ کا ہو گیا زیادتی کی کیا وجہ ہے فرمایا کہ مرتقی اگر قدرت پاوے اپنے مقدور سے زیادہ عمل کرے حق تعالیٰ اسکو اس نسبت کے بدے میں زیادتی شہرت کی عطا فرماتا ہی پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فاجر اور بدبخت کون ہی صحابہ نے کہا خدا اور رسول بہتر جانتے ہیں فرمایا کہ فاجر وہ ہے کہ ہیشہ اس جہان کا جانیوالا بدی اپنی کانوں اپنے سے سنے گا اگر کوئی بندہ خدا کے بندوں میں سے ایسے گھر میں کہ سترگہروں کے اندر ہو اور ہر ہر گھر پر لوہے کا دروازہ بند کیا ہو اور مرا کام کرے البتہ حق تعالیٰ عمل اسکے کی اسکو پہناتا ہی یہانتک کہ آدمی اس عمل کو ذکر کریں اور زیادہ اس سے کہ جسقدر کہ تاہے اس کی طرف نسبت کریں صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اگر وجہ زیادہ گوئی کی کیا ہی فرمایا مرد فاجر مستعد اسکا ہوتا ہی کہ اگر مقدور پاوے فسق اور برائی زیادہ کرے حق تعالیٰ اسی نیت کے بدلہ میں یہ زیادہ گوئی کرواتا ہے باقی رہا اس جگہ یہ سوال مشہور محوی اور وہ یہ ہی کہ مخرج صیغہ اسم فاعل کا ہی اور مالکتم تکتمون میں اس سے عمل کیا ہی اوپر مفعولیت کے حالانکہ بمعنی ماضی کے ہے اسواسطے کہ اخراج مکتومات بنی اسرائیل کو خصوصاً بیچ مقدمہ قتل عامیل مذکور کے ہزاروں برس گذرے اور اسم فاعل کے عمل کی شرط ہے کہ حال یا استقبال کے معنی اسمیں ہوں اس جگہ بغیر موجود ہونے شرط کے کواسطے عمل کیا جواب کا یہ ہے کہ نکالنا اور ظاہر کرنا مکتومات بنی اسرائیل کا ہر چند کہ وقت خطاب کے نسبت سے ماضی ہے لیکن بنسبت وقت تدافع اور اختلاف کے مستقبل ہے اور معنی استقبال کا ہونا کہ بسبب اسکے اسم فاعل کا صحیح ہو جاوے بنسبت وقت خطاب کے ضرور نہیں بلکہ بنسبت وقت اس واقعہ کے کہ پہلے ہو چکا ہے در کار ہے لیکن اس جواب پر ایک اور سوال وارد ہوتا ہے کہ جملہ واللہ مخرج کا حال ہی فاداراتم کی ضمیر سے پس مضمون اس جملہ کا چاہیئے کہ تدافع اور اختلاف کے وقت موجود ہوا اور مقارن اس کے ہونہ بعد اسکے اور بلا شک اخراج مکتومات کا وقت تدافع اور اختلاف کے نتہا بلکہ بعد اسکے ہوا جواب اسکا یہ ہے کہ یہ جملہ حال مقدرہ ہی جیسا کہ بیچ آیت وکلبھم باسط ذراعیہ بالوصید کے حکایت حال کی فرمائی ہیں اور یہ بھی احتمال ہی کہ یہ جملہ معترضہ ہو پس اشکال وارد نہیں ہوتا ہے القصہ باسطے ظاہر کرنے قاتل کے بہتے تکو حکم کیا ساتھ ذبح کرنے گاؤ کے اور جب ذبح کا گاؤ ہو گیا فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ یعنی پس کہا ہمنے کہ مارو اسم نفس مقتول کو اور مذکر کرنا ضمیر کا باعتبار قتیل کے ہے اور نکتہ نہ لانے ضمیر مؤنث کی اظہار لفظ نفس کا چاہتا ہے یہ کہ مارنا نفس کا کہ بدن میت سے جدا ہے ممکن نہیں پس اگر بضمیر ہوا فرمانے ظاہر میں تکلیف مالا یطاق کرنے اور حاجت تاویل کی پڑتی بخلاف قتل کے کہ باعث ندمت اور عذاب کا وہی قتل ہے کہ نفس کے اوپر ہوا ہی اور اسی قتل نے تعلق اس نفس کا بدن سے دور کیا ہی بلکہ حقیقت میں یہی قتل ہی اور بس بِبَعْضِهَا یعنی کے کسی عضو کے ساتھ اس گاؤ کے اضمامیع تا کہ زندہ ہو جاوے اور اپنے قاتل کی خبر دے اور اس سے قصاص طلب کرے اور اسمیں خلاف ہے کہ وہ کونسا عضو تھا بعضے کہتے ہیں کہ زبان اس گاؤ کی تھی اسواسطے کہ مقتول زندہ کرنے اس میت کے محض بلانا اس مردہ کا تھا اور یہ بات زبان کے ساتھ بہت مناسب ہے

فائدہ بیان فعل مضارع کا

فائدہ بیان مبہم کا

اور بعضوں نے کہا ہے کہ عجب الذنب نام ہڈی کا ہے جانوروں کی دُم پر پیدا ہوتی ہے اسیواسطے حدیث شریف میں آیا ہے کہ حشر تک تمام بدن آدمی اور حیوانوں کے گل جائینگے اور چوراچورا ہوجاویگے مگر یہ ہڈی باقی رہیگی اور اسی ہڈی سے مُردوں کا نیا بدن بنانا شروع کرینگے اور اصل بدن کی یہی ہڈی ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ دو ابھی ران اُس گاؤ کی تھی کہ حرکت اکثر اُسی طرف سے شروع ہوتی ہے اور بعضوں نے کہا ہے دونوں شانوں کے درمیان میں ایک ٹکڑا گوشت کا تھا اکثر جگہ پہنچے شروع حیوانی کی کہ حوالی قلب اور جگر میں منتشر ہے وہی ہے اور صحیح یہ ہے کہ کوئی ٹکڑا مقرر نہ تھا بلکہ اُنکو اختیار تھا کہ جس ٹکڑے کو ماریں حق تعالیٰ وقت مارنے اُسکے کے اوپر بدن مردہ کے اُسکو زندہ کرے لیکن جسوقت کہ اُس گاؤ کو ذبح کیا ہوگا کسی نے زبان کو کسی نے ران کو اور کسی نے اور ٹکڑے کو مارا ہوگا نقل کرینوالوں نے اس سب کو نقل کیا اور جانا کہ یہ سب اللہ کے حکم سے تھا القصہ جب ذبح کرنے گاؤ کے اُس مردہ کو ساتھ اعضا اُسکے کے مارا اور وہ زندہ ہوا اور کھڑا ہوا اور اُسکے حلق کی رگوں میں سے خوارہ کی مانند خون اُبلتا تھا اور اپنے مانیوالیکا نام بتادیا کہ فلانے نے میرے تئیں مارا ہے تاکہ میرے مال کا وارث ہو حضرت موسیٰؑ نے اُس قاتل سے اقرار کروالیا اور بعد اقرار کے اُس سے قصاص اُسکا لیا اور اُسی وقت سے حکم شریعت کا ایسا ہوگیا کہ قاتل میراث مقتول کی سے محروم رہے گو آپسمیں باپ بیٹا ہوں یا بھائی بھائی ہوں یا اور طرح کی قرابت ہو حدیث شریف میں آیا ہے کہ فَاوَرِثَ قَاتِلَ بعد صاحب البقر یعنی نہیں وارث ہوا کوئی قاتل بعد صاحب بقرہ کے باقی رہا اس جگہ ایک سوال جواب طلب اور وہ یہ ہے کہ ذکر اقرار کروانے حضرت موسیٰؑ کا قاتل سے حدیثوں میں نہیں آیا ہے اور مقتول کے کہنے سے قصاص نہیں لے سکتے اکثر اہل نقہ نے جواب اس سوال کا اس طرح دیا ہے کہ جب مقتول بعد مرنیکے زندہ ہوا تھا اور حال برزخ اور نمونہ عذاب آخرت کا دیکھکر آیا قول اُسکا برابر دو گواہوں معتبر کے بلکہ اُس سے بڑھکر ہوگیا البتہ جبتک کہ مقتول نہیں مرا ہے اور حال برزخ کا اُس نے نہیں دیکھا احتمال صدق اور کذب کا اُسکے کلام میں پایا جاتا ہے اور کہنا اُسکا بیچ معین کرنے قاتل کے معتبر نہیں ہوتا ہے لیکن موافق قاعدہ کلامیہ کے اس جواب میں خدشہ قوی ہے اسواسطے کہ اہل کلام نے معجزات کی بحث میں ایسی تقریر کی ہے کہ اگر پیغمبر کی دعا سے مردہ زندہ ہوا اور اوپر حق ہونے نبوت اُس پیغمبر کے گواہی دیوے یا تکذیب اُس پیغمبر کی کرے معتبر نہیں بلکہ معجزہ اُس پیغمبر کا فقط زندہ کرنا میت کا ہوگا اُسکی خواہ موافق دعوے نبوت کے ہو یا مخالف اُسکے دخل نہیں اسواسطے کہ میت جسوقت زندہ ہوئی عقل اور شعور اور خیال اور وہم انسانی کہ محل خطا کا معرفت کے بیچ میں حاصل ہوا اور حکم اُسکا حکم اور آدمیو کا ہے کہ گواہی اُنکی کا نہیں آتی ہے اور اگر گواہی جانور یا پتھر یا درخت پیغمبر کی دعا سے بولنے لگے اور گواہی اوپر حقیت دعوے نبوت کے دیوے معتبر ہے اور اگر تکذیب کرے تو بھی معتبر ہے اور نبوت کے دعوے کرنیوالیکی اسکے سبب سے اہانت ہوجاویگی جیسی کہ اہانت بسبب گذاب غیر کی ہوئی تھی اسواسطے کہ کلام جمادات اور حیوانات کے خیال وہم کی بناوٹ سے نہیں بلکہ کلام اُنکے کلام غیبی ہیں احتمال صدق اور کذب کی اُسمیں گنجائش نہیں پس موافق اس قاعدہ کے چاہیئے کہ کلام مردہ کی بعد حیات کے محتمل صدق اور کذب کی ہوں کہ جھوٹ اور لاطائل بیچ کلام کے شیوہ انسان کا ہے اور کہنا اُسکا بیچ تعیین قاتل کے معتبر ہوگا جب تک خود قاتل اقرار نکرے پس جواب صحیح یہ ہے کہ جب حق تعالیٰ نے اُنکو واسطے ذبح بقرہ کے امر فرمایا اور کہا کہ اسسبب سے بعض اعضا اسکے کے مردہ زندہ ہوجاویگا اور حال قال کے سے خبر دیگا پس حقیقت میں گواہی اور سچا ہونے اُس مردہ خالص کی اللہ کی طرف سے ثابت ہوئی اسواسطے اُس مقتول کے کہنے سے قصاص لینا قاتل سے درست ہوا اور کچھ حاجت اقرار قاتل کی نہیں اور اور مردوں کو اسپر قیاس نکرنا چاہیئے کہ اسکا صدق نص سے ثابت ہوا خاص کر اس چیز میں گواہی اُنہوں نے اور اس جواب کی حاجت اُس وقت ہے کہ بعد دیکھنے اس معجزہ روشن اور حالات ہولناک کے قاتل نے خود اقرار نہ کیا ہو اور یہ بات بعید معلوم ہوتی ہے ظن غالب یہ ہے کہ قاتل نے بھی اقرار یا سکوت کے قائم مقام اقرار کے ہے کیا ہو اور حدیث میں آیا ہے کہ بیچ زمانہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک لڑکی انصار میں کی کہ زیور چاندی کا گلے اور ہاتھوں اور پاؤں میں پہنے ہوئے تھی کہیںکے کیواسطے باہر چلی گئی ایک یہودی مردود نے جنگل میں اُسکو مارڈالا اور زیور اُسکا لیگیا جب اُسکے وارثوں کو خبر ہوئی تمکو دو کرکے اُس لڑکی کو پایا اور بانک بانک حق اُسمیں باقی تھی کہ روبرو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسکو لائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ محلہ والونکا نام اُسکے سامنے لیتے جاؤ کہ فلانے نے تجکو مارا ہے یا فلانے نے یہانتک کہ نام اُس یہودی کا لیا سر اُسکا ہلادیا اور اشارا کیا کہ اُس نے مارا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس یہودی کو بلاکر قصاص لیا اور بعضی روایتوں میں آیا ہے کہ اُس یہودی نے بھی اقرار کیا پس احتمال ہے کہ اُس قاتل نے جس سے حضرت موسیٰؑ نے قصاص لیا تھا اُس نے بھی اقرار کیا ہو اور بعضی روایتوں میں ذکر اقرار اُسکے کا ساقط ہو اب حکم اس مسئلہ کا معلوم کرنا چاہیئے اور شریعت حضرت موسیٰؑ کی بھی اسی طرح حکم میں مطابق ہے شریعت کے ہی بنا پر توریت مقدسہ سے یہی بات سمجھی جاتی ہے اگر مردہ کا نشان قتل اور زخم کا اُسمیں پایا جاتا ہو اور کسی جگہ پڑا ہوا ہو اور قاتل اُسکا معلوم نہ ہو تو بدیک امام اعظم رضی اللہ عنہ کے اُس محلہ والوں یا اُس گاؤں والوں سے جسمیں مقتول پڑا ہوا ہے اور اگر جنگل میں پڑا ہوا ہے جو گاؤں کہ قریب اُسکے ہو پچاس قسمیں مکیجئے آدمی معتبر کو خدا کی قسم دینی چاہیئے کہ نہیں مارا ہے اس مقتول کو اور نہ اُسکے قاتل کی ہمکو خبر ہے اگر اُن میں تخمیناً کہائی اُن محلہ والوں یا گاؤں والوں سے دیت لینی چاہیئے اور اگر قسم کھانے سے انہوں نے انکار کیا تو بحد قید رکھنا چاہیئے تاکہ قسم کھاویں یا قاتل کا تحقیق کرکے نشان بویں کہ بقدر جماعت کثیر ایک محلہ یا ایک گاؤں کی ایسے واقعہ سے کہ اُس محلہ یا گانوں میں ہوا ہے بجز قاتل نہیں ہوسکتی تو امام شافعی کے نزدیک اسمیں تفصیل ہے اگر تہمت قتل کی اور پر جماعت اُس محلہ یا گاؤ بھے ہوا طرح سے ظن غالب ہوکہ قاتل وہی ہے جیسا کہ کوئی جماعت گھر میں یا جنگل میں جمع تھی بعد اُسکے متفرق ہوئی اور ایک شخص کو زخمی چھوڑ گئی یا گاؤں والے اس مقتول سے عداوت رکھتے تھے اور عداوت تامی اُسکے ساتھ مشہور تھی پس مقتول کے ولیونکو کہنا چاہیئے کہ پچاس آدمی اُس جماعت میں سے ایک ایک کا نام لیکر قسم کہاویں کہ فلانا قاتل اس شخص کا ہے اور بعد قسم کھانے اُنکے اُس شخص کے مال سے دیت دلائی جاوے اور قصاص نہیں اور امام احمد کہتے ہیں کہ اگر دعوے کرنیوالے جو بیچ قتل عمد کو قسم کھانے سے ثابت کریں قصاص لینا چاہیئے

اور اگر تہمت نہ ہو پس بحکم امام اعظم رضی اللہ عنہ کے اُن محلہ والوں یا اُس گاؤں والوں سے قسمیں لیکر اور دیت دلوا کر خلاص کرنا چاہیئے القصہ حق تعالیٰ نے بعد حکم کرنیکے واسطے ذبح گاؤ کے اور اسنے بعض اعضا اُسکے میت کے ساتھ اور زندہ ہونے اُس مردہ کے اور خبر دینے اُسکے کے قاتل اپنے کی اور پھر مر جانے اُسکے کے بنی اسرائیل کے گروہ کو فرمایا کَذٰلِکَ یُحْیِی اللّٰہُ الْمَوْتٰی یعنی جیسا کہ اس مردہ کو محض اپنی قدرت سے دوبارہ تمہارے زندہ کیا اور کلام اُسکے سنے تمنے ویسے ہی زندہ کر یگا اللہ مردوں کو روز دیک نفخ صور کے نہ بسبب اُس نفخ کے اور نہ بسبب کسی اور شئے کے سببوں میں سے بلکہ واسطے محض جزا دینے اور قائم کرنے عدل اور جاری کرنے قصاص کے واسطے کہ اس جگہ بھی حق آنگانے اعضائے گاؤ ذبح کی ہوئی کے ساتھ بدن میت کے کوئی سبب نافع نہ ہوا اور یہ بات ظاہر ہے کہ اگانا میت کا ساتھ مارنے کے سبب حیات کا نہیں ہوتا ہے لیکن عدل اور انتقام لینا قاتل سے منظور تھا اور اولیا مقتول کو تشفی بخشنی جن سے اسکے حاصل نہ ہوتی تھی ارادہ الٰہی نے تعلق اُسکے ساتھ کیا مردہ کو زندہ کرکے زبان اُسکی سے تعیین قاتل کی اور عوض قصاص کا کروائے اور قاتل کو اُسکے بدلے میں مارنے کا حکم فرمائے اور یہی بات بیچ آخرت کے واسطے قائم کرنے عدل اعلم اور بدلہ لینے تمام ظالموں سے باعث قوی اور پند ذکرنے مردوں کے ہے وَیُرِیْکُمْ اٰیٰتِہٖ لَعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ یعنی اور دکھلاتا ہے تمکو حق تعالیٰ نشان قدرت اور حکمت اور عدالت اپنی کے تاکہ تم سمجھو اور فکر کرو پس تمام اُن نشانوں میں کہ اس قصہ سے ظاہر ہوئے کتنی چیزیں بکار آمد ہیں اوّل یہ کہ جب ارنے اعضا ایک میت کے سے اور پھر اعضا میت دوسری کے حصول حیات کا ہوا یقیناً معلوم ہوا کہ موثر عالم کے پیدا کرنے میں فقط ذات سبب کی ہی اسباب مؤثر نہیں ہیں دوسرے یہ کہ جب کوئی چاہے کہ کوئی فیض عالم غیب سے اوپر اپنے یا خاندان اپنے کے نازل کرے پس طریق اُسکا یہ ہے کہ اول ذبح اور قربانی اور اونیکیاں اور خیرات کرے تاکہ اُسکی برکت سے مطلب اُسکا حاصل ہو سوئے تیسرے یہ کہ سخت گیری اپنی طرف سے موجب سخت گیری کا اللہ کی طرف سے ہے اور جلدی کرنی ذبح فرمانبرداری اوامر اور نواہی الٰہی کے موجب سہولت اور آسانی اور مقبولی کا ہی پند تھے یہ کہ نیتوں کے اوپر حق تعالیٰ مہربانی اور رحمت اپنی کرتا ہے بس ساتھ حکم مخلوقات یا خلاق الاشیاء کے رعایت کرنی حال تبدیل مسمّا نفت کرنی فال اُنکی اور نفع کرنا نیتوں اُنکی سے اوپر تمام خلائق کے لازم ہی یا نچویں یہ کہ جس نے عیال اپنی کو خدا کے اوپر چھوڑا اور مال اپنے کو بیچ محافظت خدا کے اور پناہ اُسکی کے سونپا حق تعالیٰ اُسکی تمہیں طبع کے اوپر نفع بخشتا ہے یہ کہ احسان کرنا والدین کے ساتھ اور خدمت کرنی اُنکی موجب نزول رحمت اور برکت کا جناب الٰہی کی طرف سے ہے ساتویں یہ کہ جو مال کہ اللہ کے واسطے خرچ کریں اور اُسکے عوض میں امید ثواب بڑے کی کرنہیں چاہیئے کہ بہتر از نفیس مالوں میں سے ہو اور دلپسند اور بیش قیمت ہو جیسا کہ یہ گاؤ تھی اور بسبب واسطے قربانی کے حق میں بڑی تاکید آئی ہے لاغر اور عیب دار نہ ہو آٹھویں یہ کہ بنی اسرائیل کو نہایت درجہ عبرت ہو جائے کہ جب گوسالہ زرین کو سامری نے بنایا تھا بغیر حکم الٰہی کے تعظیم اُس کی کی اُسکے عوض میں ستر ہزار آدمیوں دُستوں اور گانوں کا قتل کرنا لازم ہوا تا کہ تو صحیح ہوئی اور اس گاؤ زرین کو اللہ نے حکم سے بہت سا زر خرچ کرکے خرید اور حکم الٰہی سے ذبح کیا باعث ظاہر ہونے اس معجزہ عجیبہ کا ہوا کہ اُسکے عضو کے مارنے سے مردہ زندہ ہو گیا تا کہ معلوم کرلو کہ گوسالہ پرستی بسبب مخالفت حکم الٰہی کے موجب اس وبال اور عذاب کا ہوا اور گاؤ کشی میں بسبب تابعداری حکم الٰہی کے اسقدر برکت ظاہر ہوئی اور کیا اچھا کہا ہے کسی نے بیت بے حکم شرع آب خوردن خطاست۔

وگرخوں بفتوئی بریزی رواست ۔ باقی رہا اس جگہ ایک سوال جواب طلب اور وہ یہ ہے کہ پہلے ذکر عاصی کے ماسے جانے کا کسواسطے ذکر کیا کہ شروع اس قصہ کا وہاں سے تھا اور بقرہ کا ذبح کرنا اُس کے پیچھے تھا جاہیئے تھا کہ ذکر اُسکا بھی بعد میں ہوتا اسمیں کیا نکتہ ہے جواب لطیف اس سوال کا عنوان تفسیر میں گذرا تامل کرنا چاہیئے اجمالہ جواب یہ ہے کہ اگر اسطرح ذکر کرتے تمام ایک قصہ ہو جاتا اور یہ غرض کہ منظور تھی حاصل نہ ہوتی اسواسطے کہ غرض بیان کرنے اس قصہ کے سے اس مقام میں اولایہ ہے کہ بزرگوں تمہارے نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بیچ ہو چھانے یک حکم الٰہی کے کہ حکمت اُسکی اُنکے فہم ناقص میں نہ آتی تھی تہمت استہزا اور مسخری لگا دیتے تھے اور پھر اُس حکم کی جلد بیچ بجا آوری نکی بیکبار بالکل وہ دکھا دشروع ہے اور یہ بات اسپر دلالت کرتی ہے کہ تو دیکھا ئے وحی الٰہی کی چنداں شے تھی اور حضرت موسیٰ کے فرمانے کو سا صاب میں لائے اور یہی بیماری سخت پہلی امتوں کو تھی کہ اپنے نبیوں کی نسبت سے ضعیف الاعتقاد ہوتے تھے اور مصلحتیں عقلی کو مقدم اور پر حکام فرعیہ کے کرتی تھی اور تیسرا نکتہ یہ کہ تم ساتھ اس مرتبہ کے بدافعال ہوئے ہو کہ بزرگوں تمہارے نے جس نامزد سے قتل نفس محرمہ کا کیا تھا ایک بیچ سر کی تہمت لگائی تھی اور بیچ پوشیدہ کرنے اس قصہ کے کوشش بھی کی تھی حالانکہ وحی نازل ہوتی تھی اور ایسا پیغمبر اولوالعزم اُن میں موجود تھا پس باعتبار جدا جدا ہونے ان دو غرضوں کے اور مقدم ہونے پہلی غرض کے دوسری سے اس قصہ کو ٹکڑے ٹکڑے کرکے بیان کیا مگر اس تقریم سے شبہ اسبات کا پڑا کہ کوئی شخص جدا جدا کرنے اس قصہ کے سے ایک قصہ کو دوسرا قصہ سمجھکر غلطی میں پڑے سو علاج اُسکا کردیا ہے کہ ضمیر بعضہا کی جمع عائد بقرہ کی کرکے گویا کہ اس سے تصریح ایک قصہ ہونیکی کی ہے واللہ تعالیٰ اعلم بأسرار کلامہ اور بھی اس جگہ جانا چاہیئے کہ قاتل خواہ عمداً ہو یا خطأً ہو محروم ہونے میراث مقتول سے ہے اور جمہور علماء کا اس بات میں ہے کہ اگر قاتل حق پدر یا دیگر مقتول ناحق پر پھر بھی حرمان میراث کا ہوتا ہے یا نہیں امام اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر عادل باغی کو مارے یا کسی کسی شخص پر حملہ کیا اور پھر حملہ کیا تھا اُس شخص نے حملہ کرنیوالے کو مار ڈالا میراث سے محروم نہیں ہوتا ہے اور امام شافعی کہتے ہیں کہ اس صورت میں بھی میراث سے محروم ہوتا ہے گناہ اور عذاب نہ ہونیکا تک بنی اسرائیل کی عادت کا بیان کہ احکام الٰہی کا ہمیشہ کرتے رہے ختم ہوا اب فرماتے ہیں کہ زیادہ تر عجب حال تمہارے سے یہ ہے کہ جو چیز سبب نرم ہونے دل اور قبول کرنے نصیحت کی ہوتی ہے تمہارے حق میں وہی شے سبب سختی اور نہ ماننے نصیحت کا ہو جاتی ہے اسواسطے کہ تم حضرت موسیٰ کے عہد میں کبھی کافر ہوتے تھے اور کبھی ایمان لاتے تھے اور کبھی گناہ کرتے تھے اور کبھی توبہ و ندامت کرتے تھے اور کبھی عہد شکنی تم سے ہوتی تھی اور کبھی اُس عہد کو محکم اور مضبوط کرتے تھے اور کبھی پیغمبر اپنے کو کہتے تھے کہ انتخذنا ھزوا اور کبھی اطاعت اور فرمانبرداری اُسکی کی آرزو کرتے تھے کہ واذا انشاہ اللہ لمھتدون بدل مختلف حالتوں میں اور جدی جدی

رکھتیں تمہارے دلوں میں فی الجملہ نرمی تھی اور صلاحیت قبول کرنے نصیحت اور خیر خواہی کی تم میں تھی اور بیماری تمہاری ہر چند کہ سخت ہوتی تھی تخفیف بھی قبول کرتے تھے اور سوء مزاجی تمہاری مستحکم تھی ثُمَّ یعنے پھر بعد واقع ہونے واقعات ذکر کئے گئے کے اور شاہد کرنے آیتوں روشن کے کہ ہر ایک نشانی اُن میں سے سمجھنے میں اور نصیحت پانے میں گویا ایک نسخہ جامعہ تھا علی الخصوص دیکھنا زندہ ہو جانا مردہ کا دنیا میں واسطے قصاص کے اور قائم کرنے عدل کے دلیل روشن تھی اور پر حیات اُخروی کے واسطے جزا دینے کے قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ یعنی سخت اور بے دہڑک ہوگئے دل تمہارے مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ یعنی بعد ان تمام معجزوں اور نشانیوں کے کہ سبب نرم ہو جانے دلوں کے اور قبول کرنے وعظ اور نصیحت کے تھی فَهِيَ یعنی پس وہ دل سختی میں کَالْحِجَارَةِ یعنی مانند پتھر کے ہیں مانند لوہے کے اسواسطے کہ لوہا آگ میں نرم ہو جاتا ہے اور دل تمہارے بسبب آگ خوف اور ہیبت کے بھی نرم نہیں ہوتے ہیں اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً یعنی یا وہ زیادہ سخت ہیں پتھر سے یعنی میں پہلے کے بھی قابل نہیں کہ وہ کہو پتھر کے ساتھ تشبیہ دی جاوے، اسواسطے وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ یعنی اور تحقیق بعضی جنس پتھر کی سے جیسا کہ پہاڑ ہے لَمَا یَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ یعنی البتہ البتہ جاری ہیں کہ جاری ہوتی ہیں اُنسے نہریں اور ندیاں چنانچہ کوہ سوالمکس اور مانند اُسکے ایسے ہیں جیسے کہ اجزا اُس پہاڑ کے بدکر وہ یہاں بنجاتے ہیں اور ہوا ہو کر پانی بنجاتے ہیں اور ہوا کو دوسری طرف سے اپنی طرف کھینچتے ہیں اور اُس ہوا کھینچی ہوئی کو بسبب قوت سردی کے کہ اُن میں موجود ہے پانی بنا دیتے ہیں یا اس طریق سے کہ ابخرے بہت اندر زمین کے جمع ہوتے ہیں اور ہر گاہ نسبت بہار سخت کے کہ زمین کے اوپر ہے اُن ابخرو نکو سامات اور راستے نہیں ملتے کہ جلدی سے زمین کے اندر سے نکلکر اوپر چلے آویں لاچار زور کر کے اُس پہاڑ کو جگہ جگہ سے پھاڑ کر نکلتے ہیں اور بسبب اس حرکت کے وہ ابخرے پانی ہو جاتے ہیں اور پہاڑ کے اندر جگہ جگہ پانی جمع ہونے لگتا ہے اور پانی زیادہ ہوتے ہوتے زمین کو پہاڑ کر بہنے لگتا ہے نہریں بنجاتی ہیں یا اس طریق سے کہ بعضے پتھر بسبب اسکے کہ روح اُنمیں اندر ہے پیغام الٰہی کہ نبیوں کے واسطے سے طرف اُنکے پہونچتا ہے اُسکے بجالانیکے واسطے ہوا کو پانی کے ساتھ بدل ڈالتے ہیں اور جیسا کہ پہاڑوں سے نہریں جاری ہو جاتی ہیں اُن پتھروں سے ویسی ہی نہریں جاری ہو جاتی ہیں جیسا کہ حضرت موسیٰ کے پتھر میں کہ عصا کے مارنے سے چشمے جاری ہوئے تھے دیکھا ہے اور سُنا ہے تمنے وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا یَشَّقَّقُ یعنے اور تحقیق جنس پتھر سے البتہ وہ ہے کہ پھٹ جاتے ہیں بسبب زور کرنے پانی تیز کے اُس کے نیچے سے آوے فَیَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ یعنی پس نکل آتا ہے اُس سے پانی اگر پتھر سست چلنے والا ہو جیسا کہ وہ نشان میں دیکھا جاتا ہے کہ چشمے ہلکے ہلکے چلتے ہیں کہ مادہ اُنکا پتھر کے نیچے سے آتا ہے اور فرق اس صورت میں اور پہلی صورت میں کئی طرح سے ہو جیسے کہ تفسیر کی عبارت سے معلوم ہو چکا اور عمدہ فرق یہ ہے کہ پہلی صورت میں چشمے چھوٹے چھوٹے جگہ جگہ پیدا ہوتے ہیں اور جو مادہ کہ پہاڑ کے اندر رُکا ہوا ہے بصورت پانی کے منقلب ہو کر اُن میں سے نکلتا ہے اور دوسری صورت میں شگاف و راز چھوٹے عرض کا ایک ہی جگہ میں بسبب آنے مادہ کے عقب پہاڑ کے سے پیدا ہوتا ہے اور وہی مادہ کہ پیچھے سے زور کر کے آتا ہے ٹپک ٹپک کر نکلتا ہے وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا یَهْبِطُ اور تحقیق جنس پتھر کی سے وہ چیز ہے کہ گرتا ہے پہاڑ کے اوپر سے نیچے مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ بسبب خوف اللہ کے اور دل تمہارے نرم بھی نہیں ہوتے ہیں حیف جائیگہ پانی ہووں اور نہ پھٹتے ہیں کہ اُنکے اندر نصیحت اور وعظ داخل ہو جیسے چاہئے اسکے کہ اثر وعظ اور نصیحت کا نہیں پیدا ہوئے اور وہاں سے اثر اُسکا اعضا کی طرف پہنچے اور نخوت اور تکبر اُنکا گھٹتا ہی باوجود یکہ حوادث اور مصائب سخت وارد ہوتے رہتے ہیں یہ ہی حال دلوں تمہارے کا اور صفتوں تمہاری کا وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ اور نہیں ہے خدا غافل اُس چیز سے کہ کرتے ہو تم بدن کے کاموں سے اور انہیں کاموں کے سبب سے دلوں تمہارے کا بھی احوال ظاہر ہوتا ہے پس دل بھی تمہارے اندر سے خراب ہیں اور ایسے ہی اعمال اور احوال باطن تمہارا برا ہے اس آیت کا بیان کیا جاوے کہ یہ بیں افعال اور آثار پتھروں کے کہ دلالت بر نرمی کے کرتے ہیں اور نہیں ہے خدا غافل علوم افعال تمہارے سے کہ تمام آثار سنگدلی اور سختی کے ہیں بالکل نرمی کا نشان نہیں باقی ہیں اگرچہ چند باتیں کہ اُنکی تحقیق ضرور ہے اوّل یہ کہ پتھروں کو ساتھ صفت خشیۃ کے کہ بمعنی ترس کے ہے موصوف کیا ہے اور خوف اور ڈر بغیر حیات اور عقل کے نہیں ہوتا ہے اور پتھر ان دونوں صفتوں سے خالی ہیں پس وصف اُنکے ساتھ اس صفت کے کس طرح درست ہو سکتے ہیں جواب نزدیک اہل سنت اور جماعت کے تمام جمادات اور حیوانات کے اندر روح مجرد ہے کہ ساتھ لفظ ملکوت کل شئی کے بیچ آیت فسبحان الذی بیدہ ملکوت کل شئی کے اُس تعبیر فرمائی ہے اور وہ روح مجرد شعور اور ادراک اور حیوۃ کو بھی کہتے ہیں اور صلوٰۃ اور تسبیح جمادات اور حیوانات کی کہ بہت جگہ کلام الٰہی میں ذکر اُسکا آیا ہے جیسے کہ کل قد علم صلوتہ وتسبیحہ وان من شئی الا یسبح بحمدہ ولکن لا تفقہون تسبیحہ ہم ساتھ اُسی روح کے ہے لیکن اُس روح کو علاقہ تدبیر اور تصرف کا اُنکے بدنوں میں نہیں اور نہ اثر اُسکا روح حیوانی کے واسطے سے پہونچتا ہے بلکہ مانند وحوں فرشتوں کے کہ اپنے بدنوں میں بلا واسطہ روح حیوانی کے تصرف کرتے ہیں یہ روحیں بھی یہ قوت اور روشنی اپنی جسم خاص پر اُلقی ہیں اور اُسوقت میں اُس جسم سے افعال شعور اور ارادہ کے صادر ہوتے ہیں اور تعلق دائمی نہیں ہے تاکہ حامل تکلیف اور ثواب اور عذاب کے ہوں اور آخرت میں ظہور آثار ان روحوں کا اپنے بدنوں میں ہمیشہ ہوگا اور اسی سبب سے گواہی دینگے اور کلام کرینگے اور شاہد اہل بہشت کے بہشتیوں کی آواز کا جواب دینگے اور اس جہان میں کہ حکم روح کا اُن میں غالب نہیں ساتھ قوت نفس قدسیہ کے تعلق پر توہ پڑا ہے اور پھر پوشیدہ ہو جاتی ہے اور بھی ہر گاہ وہ خوش اور چھوٹے حیوانوں بے زبان کے ساتھ نبیو نکے کلام کی ہے اور نبیو نکے فرمانے سے کلام اور ادائے شہادت اور جواب دینا اور فرمانبرداری اُنکے حکمو نکی کی ہوا اور بقدر تواتر کے ایسے امور نبیوں علیہم السلام سے منقول ہوئے منجملہ اُن امور کے یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اوپر پہاڑ بیشر کے تشریف لیجاتے تھے اور کفار آنحضرت کے تجسس میں تھے پہاڑ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ اس جگہ سے نیچے اُترو کہ میری پشت پر سے تم کو پکڑ لیں گے شرمندگی حاصل ہو صحیح مسلم میں روایت جابر بن سمرہ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صحت کو پہونچا کہ فرمایا آنحضرت نے میں ایک پتھر کو کہ مکہ میں ہے پہچانتا ہوں میں ایک پتھر کو کہ مکہ میں ہے بیشتر نبوت کے میرے اوپر سلام کرتا تھا اور حضرت حسن

علی کرم اللہ وجہہ سے بھی سلام کرنا مکہ کے پتھر و کا اُوپر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منقول ہوا اور صحت کو پہونچا اور صحیحین میں ساتھ روایت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے آیا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو احد کا پہاڑ نظر آیا فرمایا کہ ھذا جبل یحبنا ویحبہ اور صحیحین میں ساتھ روایت ابوہریرہ اور صحابہ کے آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قصد ایک بیل کا بیان فرماتے تھے کہ اسکو ایک شخص پکڑے ہوئے لیجاتا تھا اُسکے دل میں آیا کہ اوپر سوار ہو جاؤں اُس بیل نے کہا کہ مجکو حق تعالیٰ نے سواری کے واسطے پیدا نہیں کیا ہے واسطے کھیتی کے پیدا کیا ہے اور لوگ اسکو بھی حدیث شریف میں آیا ہے اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں موجود ہے اور صحیحین میں ساتھ چند روایتوں کے ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان اور حضرت علی اور حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم حرا کے پہاڑ پر تشریف رکھتے تھے کہ اُس پہاڑ کے پتھر وں نے بطور زلزلہ کے ہلنا شروع کیا آنحضرت علیہ السلام نے اُس پتھر کو لات ماری اور فرمایا کہ ادب سے رہ اسواسطے کہ تیری پشت پر اور کوئی نہیں مگر پیغمبر اور صدیق اور کئی شہید مجرد فرمانے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پہاڑ ٹھہر گیا اور آواز کرنا ستون حنانہ کا بسبب مفارقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر مشہور ہے کہ حاجت بیان کی نہیں اور رونا اُس ستون کا اور خاموش ہو جانا اُسکا بعد شفقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صریح دلالت اُسکے شعور اور حیات پر کرتا ہے اور سب آیتوں میں یہ آیت زیادہ تر اس امر پر دلالت کرتی ہے اور تاویل بھی انہیں ہیں کہ لو انزلنا ھذا القرآن علی جبل لرایتہ خاشعا متصدعا من خشیۃ اللہ اور یہ اسکے اور دلیلیں بھی ظاہر اور روشن ہیں دوسری بات یہ ہے کہ اگر مراد اس آیت سے طعن کرنا کفار اور فجار سنگدل کا ہے اس طرح کے پتھر خدا کے حکم کو بجالاتے ہیں اور اُس سے ڈرتے ہیں اور تم اُسکے حکم کو بجا نہیں لاتے ہو اور نہ اُس سے ڈرتے ہو پس یہ مطلب ظاہر نہیں اسواسطے کہ جو امر خود بخود جبلت میں پیدا ہو جاوے اور طبیعت اُسکو تقاضا کرے نہ انسان اسی شئے سے انکار کرتا ہے اور نہ پتھر اور نہ درخت آواز اور انہی شعر یا نکلنے خوف شرع کا قبول کرنا پتھروں اور درختوں اور جمادات سے تکلیف قبول کرنے اُسکے کے الزام دے سکیں اور سبب قبول کرنے اُسکے کے انکو پتھر وں سے زیادہ سخت کہا جاتا جواب اسکا یہ ہے کہ طبیعت کے الہام کا قبول کرنا ہر چند پتھروں اور فاجر دل سنگدلوں میں برابر ہے لیکن پتھر میں کمال فرمانبرداری اسی قدر کافی ہے کہ اُسکی خلقت میں عقل اور شعور اور حس اور حرکت نہیں رکھی گئی قبول کرنا حکم الٰہی کو گو طبیعت کے تقاضے سے ہو بڑے تعجب اور کمال کی بات ہے اور کفار اور فجار سنگدلی میں کہ سب طرح کی عقل اور شعور اور سمجھ رکھتے ہیں اُنکے واسطے الہامات طبیعی کا قبول کرنا اور تقاضائے جبلت سے امر الٰہی کو مان لینا بعید نہیں اور یہ بات پایہ اعتبار سے ساقط ہے اسواسطے کہ کمال انسان کا اسی میں ہے کہ موافقت الہام ناموسی کی کرے اور جو احکام شرع کے رسولوں اور پیغمبروں اُنکے کے واسطے سے پہونچتے ہیں اپنے اختیار سے اُنکو قبول کرے اور عمل میں لاوے پس جمادات اپنے کمال کو پہونچ جاتے ہیں اور جو الہام کہ لائق اُنکے ہے اُسکی فرمانبرداری کرتے ہیں اور فجار سنگدل حد کمال اپنے کو نہیں پہونچتے ہیں اور فرمانبرداری اُس الہام کی کہ لائق اُنکے ہے نہیں کرتے ہیں پس قساوت اور سختی میں پتھر سے بھی زیادہ سخت ہیں اور اسکی مثال ایسی ہے کہ کہتے ہیں کہ اس سال میں موسم گرمی کا زیادہ گرم ہے موسم جاڑے کے سے یعنی گرمی اُسکی شدت اور کمال میں زیادہ تر ہے سردی جاڑے کی سے جو کہ موافق اُس موسم کے ہے تیسری یہ بات ہے کہ کفار سنگدل سے اور پتھروں کے درمیان میں فرق کے واسطے تین قسم کے پتھر ذکر کئے ہیں حالانکہ ذکر ایک قسم کا بھی اسباتکے واسطے کافی تھا اس الخطاب کی کیا وجہ ہے جواب ذکر تین قسم کے پتھر کا اشارہ ہے طرف معرفت سلوکیہ کے اسواسطے کہ نزدیک اہل سلوک کے تمام دل چار مرتبہ پر ہیں اول وہ دل ہے کہ نور الٰہی میں ڈوبا ہوا ہو اور علم کے دریا میں فنا ہوا ہو اور اُس دل میں نہریں معرفت کی جوش کرتی ہیں اور سب لوگ دلوں اراڈہ موڈنے والوں کی اور فیض چاہنے والوں کی ہوا اور ایسے دل اہل اللہ اور سابقین کے دل ہیں اور ایکدل ایسا ہے کہ دریائے علم سے سیر ہو کر باعث نفع خلائق کا ہوا اور یہی علماء راسخین کے ہیں تیسرے وہ دل ہے کہ فرمانبرداری اور اطاعت میں مشغول ہے اور ریل زاہدوں اور عابدوں کے میں اور کمتر حال پتھر کا یہ ہے کہ اللہ کے خوف سے نیچے کو گر پڑے یعنے فرمانبرداری کرے حکم طبیعی کی کہ اللہ نے اُسکے اوپر حکم کیا ہے اور حکم طبیعت اُس کی کلا ہی ہے کہ میل مرکز کی طرف کرے یعنی بسبب بھاری ہونے کے نیچے کو جاوے اور جب اس حد سے گذرتا ہے پانی کو رستہ دیتا ہے اور بسبب لطافت جوہر کے مسام باریک اُس میں پیدا ہوتے ہیں کہ ترشح پانی کا اُسکے اندر سے ممکن ہو پھر جب اس حد سے بھی بڑھتا ہے تو قوت تحمیل کرنے ہوا کو پانی کی طرف پیدا ہو جاتی ہے اور سامان جاری ہونے نہر و کا اُس میں بہم پہونچا ہے چوتھا دل غیر متاثر یعنی اثر قبول نہ کرے اور بسبب کال سرکشی اور غرور کے جو خو فہ ہوتا ہے اور فیض علمی کو قبول نہیں کرتا ہے اور اطاعت کی طرف نہیں آتا ہے اور ایسا دل کفار اور فجار کا اور کوئی چیز سخت مثل لوہے کے پتھر وغیرہ کی اُسکے ساتھ مشابہت کرتی ہے تو حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو خیر اللہ تعالیٰ نے مجکو عنایت کی ہے یعنی ہدایت اور علم ماندہ ہے مجکو کفر سے زمین پر برسنا ہے پس جو ٹکڑا زمین کا کہ پاک اور پاکیزہ اور نرم ہے پانی کو پی لیتا ہے اور گھاس وغیرہ بہت اُس میں پیدا ہوتی ہے اور یہ بسبب اُسکے نفع عام ہونے کے اور دوسرا ٹکڑا کہ سخت و چٹان ہے پانی اُسکے اندر ٹھہر جاتا ہے اُس سے بھی نفع آدمیوں کو پہونچتا ہے کہ پانی پیتے ہیں اور کھیتیوں کو بھی پانی دیتے اور مواشی وغیرہ کو پلاتے ہیں اور ایک قطعہ زمین کا کہ شور اور بھوار ہے نہ پانی کی طرف اُسمیں باقی رہتی ہے اور نہ اُسمیں کچھ گھاس پیدا ہوتا ہے اور کسی کے کام میں پانی اُسکا آتا ہے اور ایسی ہی مثال اُس شخص کی کہ ہدایت کو قبول کیا اور آپ بھی علم حاصل کیا اور دوسرے کو بھی تعلیم کیا اور مثال اُسکی کہ اُس طرف سر بھی نہ اُٹھایا اور کسی طرح سے نفع بھی نہ لیا اور بعضے مفسرین اس طرح سے کہتے ہیں کہ یہ تینوں قسم کے پتھر امثالے ہیں طرف تاثیر دل آہنی کے کہ عیب آہنوں کے پتھروں میں ظہور پکڑتا ہے یں وان من الحجارۃ لما یتفجر منہ الانھار اشارہ ہے طرف اُس پتھر کے کہ بسبب مارنے عصائے موسیٰ کے بارہ چشمے اُس میں ظاہر ہوتے تھے اور وان منھا لما یشقق فیخرج منہ الماء اشارہ ہے طرف اُس پتھر کے کہ واسطے بند کرنے سیل عرم کے اُسکو عقر کیا تھا اللہ کے حکم سے پھٹ کر سیل کے پانی کو رستہ دیا تاکہ ملک سبا کا خراب کرے اور و

ان منها الما یهبط من خشیة الله اشارہ ہے طرف پتھر سجیل کے کہ اللہ کے حکم سے آسمان کی طرف سے کرا اور لوط کی قوم کو زیر زبر کیا چوتھی بات یہ ہے کہ کلمۃ ذو کا شک کے واسطے ہے اور علام الغیوب کے کلام میں جگہ شک کی کیا ہے جواب اسکا یہ ہے کہ کلمہ او کا اکثر شک کیواسطے نہیں بلکہ واسطے تخییر کے ہے یعنے جو سننے والا اُنکے حال کا ہے اُسکو اختیار ہے کہ اصل سختی اُنکی کا اعتبار کرکے اُنکے دلو کو پتھر کے ساتھ تشبیہ دیوے یا سختی کے مرتبہ کا تصور کرے کہ کس مرتبہ کی سختی ہے پتھر کی سختی سے زیادہ جانکر اس تشبیہ کو چھوڑ دیا اور باعتبار سختی کے پتھر سے زیادہ ہونیکا اُنکے واسطے حکم کرے اور اگر کہا جاوے کہ تخییر انشاء رات میں ہوتی ہے نہ اخبار میں جواب اسکا یہ ہے کہ ہر انشا کو ایک خبر ضمنی لازم ہے جیسے کہ ہر ایک خبر کو انشا بھی لاحق ہوتی ہے پس کبھی باعتبار تقاضے مقام کے لازم ضمنی کی طرف نظر کرتے ہیں اور جو اعتبار کرلایق اُس حال کے ہے اُسکی عایت کرتے ہیں پانچویں یہ ہے کہ اشد قسوۃ کس واسطے کہا حالانکہ اس فعل سے اسم تفضیل کا وزن بھی ممکن تھا یعنی قسی کہہ سکتے تھے لفظ اشد یا اکثر یا ازید کا اُس جگہ لایا کہ اتے ہیں کہ فعل لتفضیل کا وزن اُس جگہ ممکن نہو جیسے الوان اور عیوب میں جواب اسکا یہ ہے کہ دلالت قسی کی اوپر زیادتی قساوت کے دلالت اجمالی ہے اور دلالت اشد قوۃ کی دلالت تفضیلی اس مقام میں کہ بیان شناعت حال اُنکے کا ہے دلالت تفضیلی مناسب ہوئی اور اقسی اور اشد قسوہ کے معنی میں فرق بھی ہے لیکن باریک کہ قسی اوپر زیادتی قسوۃ کے دلالت کرتا ہے خواہ کیفیت کی حیثیت سے ہو یا کمیت کی حیثیت سے ہو اور اشد قسوہ خاص زیادتی کیفیت کے اوپر دلالت کرتا ہے اور بیان مقصود بھی یہی ہے اور اس مقام سے معلوم ہوا کہ جو قوت منظور بیان زیادتی کمیت کی ہو اُس جگہ اکثر یا ازید کہنا چاہیئے اور جس جگہ منظور بیان زیادتی کیفیت کا ہو اشد یا اقوی کہنا چاہیئے اور افعل التفضیل خاص ساتھ زیادتی کیفیت کے ہے اور زیادتی کمیت کے بلکہ احتمال دونو کا رکھتی ہے اور اسکا استعمال اُس جگہ آتا ہے کہ ابہام منظور ہو اور بیان خاص کمیت یا کیفیت کا نہو چھٹی بات یہ ہے کہ دان من الحجارۃ لما یتفجر منه الانهار کلام اسکے ظاہر میں بیان اُن لوگوں کا ہے جو کہ قاسیہ اور سخت ہیں اسواسطے کہ پتھروں کے ساتھ تشبیہ اُنہیں کی ہے نہ اُن لوگوں کی نرم ہیں لیکن اتنی بات ہے کہ جن کا خوف کے ساتھ خطاب اور کلام ہوا ہے قسوۃ اُنکی اعلیٰ اور انتہا درجہ کو پہونچ گئی ہے اور اُنکے دل سختی میں عالم اور سخت لوہے سے بڑھگئے ہیں اور اسی سبب سے اُنکے دلو کی تشبیہ پتھر کے ساتھ اولیٰ نہیں بلکہ پتھر سے سختی اُن کی زیادہ ہے پس یہ تینوں صفتیں سخت دلوں کی تصور کرنی چاہئیں کہ جو کہ ایسے دلوں میں تین مرتبہ تحقق ہونگے اور اس جگہ قلوب صافیہ کے اندر ان تینوں صفتوں کا تصور نہ چاہیئے اور بیان اُن کی صفتوں کا کہ اہل سلوک سے منقول ہے پہلے ہو چکا ہے جواب اسکا یہ ہے کہ دلو نکے مرتبے سختی کی حالت میں بھی مختلف ہیں جیسے کہ صفائی میں مختلف ہوتے ہیں اسواسطے کہ بعضے قلوب قاسیہ میں بھی چشمے جاری ہوتے ہیں اور دل اُن لوگوں کے ہیں کہ مدت تک لذتوں اور خواہشوں نفسانی کو چھوڑ دیتے ہیں اور بسبب اس چھوڑنیکے فی الجملہ انوار روح کے اُنکے اوپر خالی جانے ہیں اور بعضی باتیں اُنسے بھی خلاف عادت کے کرامات کے ساتھ ظاہر ہوتی ہیں جیسے کہ ہند کے بعضے راہبو نمیں دیکھی جاتی ہیں اور اُنہیں میں سے بعضی ایسی ہوتی ہیں کہ شل پانی کے غیب کے علم کا رستہ اُنمیں ہو جاتا ہے اور اُن علم کا آنا جانا رہتا ہے اور ایسے ہی دل اُن لوگونکے ہیں کہ بشریت کے پردہ کو بھاڑ کر ایک پرتو عالم روح اور ملکوت سے اُنکو گھیر لیتا ہے اور اسی جہت سے بعضی باتیں الٰہی اور معانی اُس جہان کی کہ تعقل میں نہ آتی ہیں ظہور ہو جاتی ہیں جیسے کہ حکمائے اشراقیین کا یہی حال ہے اور بعضے اُنمیں سے ایسی ہوتے ہیں کہ خوف اور ڈر خدا کا اُن میں آجاتا ہے اور ایسے ہی دل اُن لوگونکے ہیں کہ بسبب قرب بعضی احوال کے پس پشت حجابوں کے سے عکس کسی کیفیت کا کیفیتونمیں سے ظہور پاتا ہے اور اُس کیفیت سے لبریز ہو کر خوف اور ڈر دلوں میں موجود ہوتا ہے اور صفتیں مرتبہ اگرچہ مسلمانوں اور کافروں میں بھی پائی جاتی ہیں لیکن بغیر توجہ کے طرف عالم غیب کے اور ریاضتوں اور عبادتوں اور تصفیہ روح کے حاصل نہیں ہوتی ہیں اور ایسا واسطے جو لوگ کہ فاسق ہیں گو کسی دین کے ہوں ان باتوں سے محروم ہیں کہ وہ اہل غفلت اور غرور کے ہیں اور طرف اُنہوں نے اپنا رخ نہیں اُٹھایا ہے اور فرق مسلمانوں اور کافروں میں اعتقاد ہے کہ جو وقت یہ مرتبہ دونو کو حاصل ہوتا ہے اُسوقت مسلمانونکے مرتبہ کی تائید ساتھ نور ایمان کے ہوتی ہے اور اسکے سبب سے قبولیت اور ترقی درجوں کی اور رضا مندی ملاء اعلیٰ کے اندر بانٹی جاتی ہے اور جب کافروں میں یہ مراتب پائے جاویں تو اُنکی تائید ساتھ نور ایمان کے نہیں ہوتی ہے اور قبولیت اور رضا مندی جماعت اعلیٰ کی بھی اُنکو میسر نہیں ہوتی حاصل یہ ہے کہ کشف و غیرہ اور ظاہر ہونا خرق عادتونکا کچھ خاص مسلمانوں ہی کیواسطے نہیں بلکہ یہ انوار روحیہ میں اور سب جاہل ہونے اُنکے کا تصفیہ باطنی کا ہے اور ترک کرنا لذتوں کا اور مجرد ہونا علایق سے ہی اسلام اُنکی شرط نہیں اور کیا اچھا کسینے کہا ہے **بیت** صفا باز بخشد باطن نیز گاہے جمع سیگردد بہ بروبالوعدا پھول دیتا ہے شیشہ تماشا کرن ۵ اور اہل اسلام کیواسطے جو خاص چیز ہے وہ یہ ہے کہ احکام شریعت میں محکم قدم ہونا اور حاصل کرنی رضا مندی عالم ملکوت اُنکی اور فیضان انوار اُس عالم کا حاصل ہونا انتہی کلامہ سرزنش بنی اسرائیل کی سے ساتھ یاد دلانے حالات بزرگوں اُنکے کے کہ دمبدم تعدی اور تکبر میں بڑھتی جاتی تھی اور سبقد نعمتیں الٰہی اور معجزے نبیوں کے دیکھتے تھے کفران اور شکری کرتے تھے اور تہمت اور بے اعتباری اُنکی شرع کے حکموں پر زیادہ تر ہوتی تھی ذکر نعمت پاتی اب مسلمانونکو خطاب فرماتے ہیں کہ اے یعنی اے مسلمانو تم جانتے ہو اُنکی قساوت کو کہ جسقدر دلیلیں کثرت سے اُنکے اوپر قائم کیجاتی تھیں اسقدر کفر اور تحریر میں بڑھتے جاتے تھے پھر چاہتے ہو کہ وعظ اور نصیحت سے اُنکو راستہ پر لاؤ اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ یُّؤْمِنُوْا لَكُمْ یعنی پس طمع رکھتے ہو کہ ایمان لاویں یہ لوگ کہ تمہارے زمانہ میں اُنہیں میں کے ہیں ساتھ دلیلوں اور نصیحتوں تمہاری کے وَقَدْ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ یعنی اور حال یہ ہے کہ تھا ایک فرقہ اُن میں سے پہلے زمانہ میں کہ تب پیغمبر تمہارے مبعوث نہوئے تھے اور طالب اُنکی رہا ست کے نشے اور ملتے حکم المعاصرۃ اصل المنافرۃ یعنی بعضے ہونا اہل تنافر کی کسی وجہ سے نفرت اُس پیغمبر سے نہیں آئی تھی اور تعصب اور جانبداری کہ نظر کے وقت اہل علم ظاہری کو ہوتی ہے لاحق نہ ہوئی تھی اور باوجود اسکے يَسْمَعُوْنَ كَلَامَ اللّٰهِ یعنے سنتے تھے کلام خدا کے تورینے کہ اُس سے برحق ہونا پیغمبر تمہارے اور دین تمہارے کا معلوم ہوتا تھا اور کثرت بزرگیوں اور فضیلتوں تمہاری کی ثابت ہوتی

فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ تحریف کرتے تھے اُس کلام کو کبھی لفظ اُسکے بدل ڈالتے تھے چانچہ بجائے حبۃ فی شعرۃ کے حنطۃ فی شعیرۃ کہتے تھے بجائے حطۃ کے حنطۃ کہتے تھے بجائے سجدا کے زحفا کہتے تھے بجائے حطۃ کے شعرۃ کہتے تھے چانچہ بجائے ربعۃ مائۃ الی الطول کے طوالا لکھدیا اور کبھی تاویل فاسد اُسکی کرتے تھے چنانچہ فضائل اور کرامات امت مصطفوی کو اور صلاحیت اور خوبی طوار اُنکے کو کہ توریت اور زبور میں مذکور ہی اور بواسطہ اوصاف نبوی اور بواسطہ تنظام امور نبوی اور بواسطہ تدبیر الٰہی کے ساتھ تقدیر کے اور تسلط اور غلبہ اور اقبال ظاہری کے عمل کرتے تھے مِّنَ الَّذِيْنَ عَاقَلُوْهُ یعنی بعد اسکے کہ سمجھے تھے اُنہوں نے لفظ اور معنی اُس کلام کے بواسطے کہ اگر اُس کلام کے لفظوں کے سننے میں شبہ پڑتا ایک لفظ کی جگہ دوسرا لفظ سمجھتے یا معنی میں شبہ پڑتا تو اُس کلام کے معنی سمجھتے البتہ معذور ہوتے لیکن اُنہوں نے بعد جانتے کے کہ یہ لفظ ہی اور یہ معنی ہیں لفظ دوسرا اصلی لفظ کی جگہ لائے کہ بالکل اُس لفظ کو توریت کے لفظ سے مشابہت نہیں یا معنی اپنی طرف سے تراش لئے کہ ہرگز لفظ اصلی اُس معنی کے اوپر دلالت نہیں کرتا تھا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ یعنی اور وہ جانتے تھے تحریف کے وقت کہ یہ لفظ توریت کا نہیں ہی یا یہ معنی ہرگز خدا کی مراد نہیں بس کسی وجہ سے تحریف کرنے میں معذور نہ تھے اسواسطے کہ عذر کلام کی تحریف میں دو وجہ سے ہو سکتا تھا یا سننے کے وقت لفظ اور معنی کو اپنی طرح سمجھے یا وقت نقل کرنے اُس کلام کے لفظ اور معنی اُسکے ذہن سے فراموش ہو جاویں اور اُنکو ان دو عذروں میں سے ایک بھی میسر نہ تھا پس اُنکی شامل ایسی ہوئی کہ کسی شخص نے کسی لکھنے والے کی بیچ میں کہا ہو کہ یسمع عنا یقال لہ اللھم غلبا لیسمع ویکتب غلبا ما یفھم ویقرء غلبا ما یکتب یا تو سمع غلبا یعنی سنتا ہی غیر اُس شے کا کہ کہا جاتا ہی اُس سے اور سمجھتا ہے غیر اُس شے کا کہ سنتا ہے اور کہتا ہی غیر اُس شے کا کہ سمجھتا ہی اور پڑھتا ہی غیر اُس شے کا کہ لکھتا ہی اور ترجمہ کرتا ہی غیر اُس شے کا کہ پڑھتا ہی احتمال ہی کہ اس طرح تفسیر کیجائے کہ تحریف کرتے ہیں اور حال یہ کہ جانتے ہیں کہ کلام الٰہی کی تحریف کرنیوں کے قصد ہم سخت عتاب الٰہی کے ہوتے ہیں اور بُرے کام کو باوجود اسکے کہ بُرائی اُسکی خوب طرح نزدیک اُسکے روشن ہو عمل میں لانا بہت بُرا ہے اس سے کہ بُرائی اُس کام کی اُسکو معلوم نہ ہو اور اُسکو کرے اور روایتوں میں آیا ہی کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام واسطے تصدیق احکام توریت کے ستر آدمیوں کو بنی اسرائیل میں سے چنا اپنے لیگئے اور اُنہوں نے بلا واسطہ اپنے کانوں سے اور بغیر اپنے لشکر اور قوم میں آکر بیان کیا کہ ہمنے سمجھے سے یہ بھی سنا تھا کہ ان استطعتم ان تفعلوا ھذہ الاشیاء فافعلوا وان لم تفعلوا فلا باس یعنے اگر ہو سکے تم سے پس کو بجا لاؤ اور اگر نہ کرو کچھ بھی کچھ ڈر نہیں پس اُنہوں نے ان لفظوں کو بجائے ان لفظوں کے زیادہ کیا اور بجائے کلام الٰہی کے کہ سنا تھا اُسکو تحریف کے ساتھ بدل ڈالا اور مراد اس فریق سے کہ اس آیت میں مذکور ہے وہی گروہ ہی کہ جو کچھ اپنے کانوں سے سنتا تھا اُسمیں اپنی طرف سے اور زیادہ کرلیا حاصل یہ کہ نکموں آدمیوں کے تمہارے زمانہ میں ہیں اور بسبب بعد ہمعصر ہونیکے کمال فطرت سے کہتے ہیں اپنے بزرگوں کی بیروی میں نہایت سرگرم ہیں کیا توقع اس بات کی ہی کہ وعظ اور نصیحت تمہارے ایمان لاویں اگر تمہارے دل میں اسطرح آوے کہ یہ طرف اُنکے بزرگوں کے ہوئی تھی اور جو ہمارے زمانہ میں لوگ ہیں ویسے نہیں اسواسطے کہ ہمارے وعظ اور ایمان کا اقرار کرتے ہیں بلکہ اپنے بزرگوں کی تحریف کو زبان سے ظاہر کرتے ہیں پس نکموں اس اظہار میں پہچانا تو اُنکے ایمان کا بھی یقین کرو اسواسطے کہ یہ لوگ بہت چہلتے ہیں اور جو کوئی اُن سے ایمان ایمان کی باتیں یا تحریف بزرگوں کی ظاہر کرتا ہی اُسکو خلوت میں نہایت ملامت کرتے ہیں اور دلیل اسکی یہ ہی کہ ایک جماعت اُن میں سے وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا یعنی اور جب ملاقات کرتے ہیں ساتھ مسلمانوں کے کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں اور بڑین تمہارے کے اور اپنے دل میں اُن کو سچا جانتے ہیں لیکن ظاہر میں اُن سے کہتے ہیں اپنے باپ دادا کو نہیں چھوڑ سکتے ہیں اسواسطے کہ اپنے اقارب اور بزرگوں سے ڈرتے ہیں اور اسواسطے ظاہر میں توریت کے حکم پر عمل کرتے ہیں وَاِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ اور جب تنہائی میں جاتے ہیں جیسے اُن میں سے کوئی جماعت اُن میں سے جو پہلے نعت اس پیغمبر کی صفت اس دین کے ہیں طرف دوسرے کے یعنی زبان سے اظہار تحریف بزرگوں اپنے کا ہوا اور موجود ہونے نعت اس پیغمبر کا اور صحت اُن کے کا اقرار کیا اور اُس خلوت میں کوئی مسلمانوں میں سے نہیں ہوتا ہی قَالُوْٓا اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ یعنی کہوں بتاتے ہو تم مسلمانو تحکو بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ یعنی اُن چیز کو کہ کہولدی ہی اللہ نے تمہارے اُوپر علم کے خزانوں کہ توریت اور زبور اور دوسرے صحیفوں میں کہی ہوئی ہیں اور اُن سے سمجھی جاتی ہی تعظیم اُس پیغمبر کی اور صحت سالت اُسکی کی اور فضیلت اور بڑائی اُمت اُسکی کی اور بیان اور عہد کہ تم سے لیا ہی اور قبول کرنے حکموں اُسکے کے اور مدد کرنے دین اُسکے کے لِيُحَآجُّوْكُمْ بِهٖ تاکہ انجام کام کا یہ ہو کہ یہ مسلمان ساتھ اس حجت اور دست آویز کے تمہارے ساتھ مقابلہ کریں اور تکو خفیف اور ملزم کریں عِنْدَ رَبِّكُمْ یعنے نزدیک پروردگار تمہارے کے کہ کسی سے حجت اور دست آویز طلب کر گیا یا تم اپنی طرف سے حجت تلقین کرتے ہو اپنے اوپر فَلَا تَعْقِلُوْنَ یعنی نہیں سمجھتے ہو کہ انجام احکام کا کیا ہی ان سرسری باتوں تمہاری سے نہ دست آویز محکم ہو جاویگی اس مقام میں جاننا چاہیئے کہ اکثر مفسرین نے عند ربکم کے معنی میں بہت تردد کیا ہی اور ایسی ویسی توجیہ کی ہی کہ مطلب سے بہت دور ہیں اور وجہ تردد کی یہ ہی کہ اگر اُنکو خوف رسوائی اپنی کا نہ ہوتا کے دن پروردگار اپنے کے باعث اس کلام کا ہونا ہمیں اسکی کوئی وجہ نہیں اسواسطے کہ حق تعالیٰ تمام جھوٹوں اور دلیلوں اور مرتکبوں کو جانتا ہے نہ ظاہر کرنے سے خوف کس طرح فرو ہو گیا لیکن تحقیق یہ ہی کہ اُنکو منظور انکار کرنے سے یہ تھا کہ اگر ہم اپنی زبان سے اقرار کرلیں گے کہ یہ پیغمبر اور دین برحق ہی اُسمیں رہ یہ رسوائی اور فضیحت قیامت کے دن اگلے پچھلوں میں اللہ کے سامنے ہوگی اور جب تک کہ نہ اقرار نہیں کیا فقط جانتے حاکم کے سے حجتوں اور دلیلوں کو مُستقر فضیحت اور رسوائی نہیں چنانچہ دنیاوی معاملات میں بھی جو بیمار ہی کہ اگر کوئی شخص اپنی زبان سے کسی کے حق کا اقرار کرے یا مست آویز لکھدے اور پھر وہ حاکم کے انکار کرے نہایت رسوا ہوتا ہی اور اگر آپ حاکم اُسکو جانتا ہی یا اور گواہوں سے حق ثابت ہوتا ہی تنکر کو اسقدر رسوائی اور فضیحت نہیں ہوتی ہی اور جو لوگ کہ اس تفرقہ سے غافل ہیں کبھی عند ربکم کو ساتھ معنی فی کتاب ربکم کے لیتے ہیں اور کبھی ساتھ معنی فی حکم ربکم کے اور کبھی ساتھ معنی بلسنکم و بین ربکم کے اور یہ سب تاویلیں بعید اور احتمال ضعیف ہیں جیسا کہ ظاہر ہی اور بعید ہونے ان تاویلوں کی دلیل یہ ہے کہ حق تعالیٰ اُنکے انکار پر انکار فرماتا ہی کہ آیا نہیں جانتے کہ اگر اُنہوں نے ان چیز کو چھپایا تو اُنکے اوپر مجھ سے مواخذہ ہوگی اور خدا کبھی بھول نہیں جاتا ہی اور نہیں جانتے ہیں اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ یعنی اسبات کو کہ حق تعالیٰ جانتا ہی

اُس چیز کو کہ پوشیدہ کرتے ہیں اور اُس چیز کو کہ ظاہر کرتے ہیں پس اگر وہ چاہے تمام جنیں مسلمانوں کو خود بخود بلا دے کہ فلانی فلانی دست آویز تمہاری فلانی کتاب میں موجود ہے اُس دست آویز سے اُنکو ملزم کرو اور یہ بات بھی ہی کہ صرف حق تعالیٰ جاننے والا ظاہر اور پوشیدہ کا ہے پس اُنکے انکار کو بھی کہ خلوت میں ظاہر کرتے ہیں تمہارے اوپر ظاہر فرمایا یہانتک کہ وہ چیز عام تمہارے ہاتھ میں آئی اسواسطے کہ جبتک اُنہوں نے خلوت میں انکار نہ کیا تھا فقط ظاہر کر نیولونکی زبان سے اظہار پایا گیا تھا اور جبلے وہ بھی انکار نہ کیا اُنکی زبان سے بھی اظہار پایا گیا پس تمام اظہار کر نیوالے ہوئے اور مسلمانوں کو کہنے کی جگہ ہاتھ آئی کہ تم سب اقرار کر نیوالے ہو بعضے ہمارے سامنے اور بعضے خلوت میں پس انکار میں زیادہ تر فضیحت اور رسوائی اُنکی ہوئی پس مثال انکے انکار کی اُس احمق کی سی ہی کہ فرمن المطر وقوف تحت المیزاب بیٹھے بھاگا مینہ سے اور کھڑا ہوا نیچے پرنالہ کے چال اُنکے عالموں کا ہے کہ اپنے زعم میں کتاب ڈالی اور قطعہ دی میں کمال کہتے ہیں اور بسبب حماقت کے یہ بات نہیں سمجھتے کہ جب معاملہ خدا کیساتھ ہے اُسکے نزدیک ظاہر کرنا اور چھپانا ایک سا ہی وَمِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ اور بعضے اُن میں سے اُمی ہیں کہ بالکل لکھنا پڑھنا نہیں جانتے ہیں جیسے کہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے ہیں ویسے ہی ہیں اور اسی واسطے اُنکو نسبت مائی کی طرف کیجاتی ہی اور اُمی کہتے ہیں آما ہی اگر وہ بیٹے فقط ماں کے ہی باپ نہیں رکھتے ہیں کہ اُنکی تربیت کرتا اور لکھنا پڑھنا سکھلاتا حالت اُن کی ایسی ہے کہ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ یعنی کچھ نہیں جانتے ہیں کتاب کو نہ لفظ اُسکے بھجانتے ہیں اور نہ معنی اُسکے سمجھتے ہیں اور یہ وصف اسکے اپنے تئیں اہل کتاب کہتے ہیں اِلَّآ اَمَانِيَّ مگر کتنی آرزوئیں کہ کتاب کے تحریف کر نیولوں سے سُنی ہیں اور نحو موفق خواہش دلی اپنے کے پاکر خاطر نشین کیا ہے اور اپنے زعم میں اُن آرزوؤں کو خلاصہ مضمون کتاب کا جانکر خوش ہوتے ہیں کہ ہمنے لب لباب کتاب کا نکال لیا ہی اور نہیں آرزوؤں میں سے ایک یہ ہے کہ ہمکو اللہ کے ساتھ علاقہ سوائے بندگی اور مخلوقی کے کہ تمام لوگونمیں مشترک ہی اور بھی ہی کہ اللہ کے محبوب ہیں اور اللہ نے ہمکو بیٹا کر لیا ہی پس جو گناہ ہم سے ہوتا ہی حق تعالیٰ بسبب آل محبت اور شفقت کے درگذر کرتا ہے دوسری آرزو ہے کہ باپ دادا ہمارے بڑے بڑے مرتبہ والے ہوگئے ہیں اور خدا تعالیٰ کے نزدیک ایسی ریشہ داسی اُنہوں نے پیدا کر لی ہے کہ مرضی اُسکی کو بدل سکتے ہیں اگر بالفرض ہمکو مواخذہ لگتا ہو تو کبھی ہوگا باپ دادا ہمارے کوشش کر کے ہمکو چھڑا لیں گے تیسری یہ ہے کہ یہود کے گروہ کو سات دن یا چالیس دن سے زیادہ عذاب نہ ہوگا جو تھی یہ کہ شریعت یہود کی قیامت تک واجب العمل ہے اور منسوخ ہونیوالی نہیں پانچویں یہ کہ بیشمار انبیاء اور رسالت کا بنی اسرائیل کے خاندان میں ہی اور وہی لیاقت ہرگز اس کام کی نہیں چنانچہ عوام اور جاہلوں کو قدیمی خاندان سلطنت میں بھی یہی اعتقاد ہے اور اسی قسم کی دوسری جھوٹی باتیں بھی بسبب تقلید کے اُنکے ذہنوں میں سمجھی ہوئی ہیں مگر اس اعتقاد تقلیدی میں کہ علمائے بے عمل نے اپنے سے حاصل کیا ہے کفر سے خلاص نہیں ہوتے ہیں اور معذور نہیں ہونگے اسواسطے کہ لوگ جانتے ہیں کہ علما ہمارے جھوٹ بولتے ہیں اور جب اُنکے جھوٹ اور رشوت ستانی کا دنیا کے معاملات میں تجربہ کرتے ہیں پس اُنکو خود اپنے عالموں کے کہنے کا یقین نہیں تاکہ معذور ہوں وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ اور نہیں ہیں وہ مگر یہ گمان قوی کرتے ہیں اور عقائد اُنکا عقائد پسندیدہ ہے کہ ظن غالب ہو جاتا ہے اور اُسکا اصول حرجن میں اعتبار نہیں جب تک یقین کامل نہو پس علما اور جہلا اُنکی گمراہی اور ناکارہ حال میں دونوں برابر ہیں اسواسطے کہ علم پر فرض ہے کہ موافق علم اپنے کے عمل کرے اور جھوٹ بولنے اور تحریف کرنے کتاب کی سے احتراز کرے اور عامی کیا دیر فرض ہے کہ فقط تقلید اور ظن کے اوپر کفایت نہ کرے بلکہ یقین کے حاصل کرنیکا ارادہ کرے البتہ اتنا فرق ہی کہ عذاب جاہلوں کا اُن عالموں کی نسبت سے جنہوں نے اُنہ جاہلوں کو گمراہ کیا ہلکا ہوگا اسواسطے کہ عذاب جاہلوں کا محض گمراہی کے سبب ہی اور عذاب عالموں کا بسبب گمراہی اور گمراہ کرنیکے ہی فَوَيْلٌ یعنی مرجاحل ہی لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ اُن عالموں کا کہ لکھتے ہیں کتاب تحریف کی ہوئی کو اپنے ہاتھوں سے باوجود اسکے کہ جانتے ہیں کہ ہماری تحریف کی ہوئی ہی اور زیادتی کرنا لفظ باپیں ہاتھ کا واسطے بیان کرنے زیادتی قبح فعل اُنکے کی ہی کہ اگر فعل بسبب نادانی اور بیخبری کے اُس نسخے کی کہ تحریف کرتے کہ دوسرے نے اسکو پہلے زمانہ میں تحریف کیا ہوتا تو بقدر تحریف جہال کے نہوتے یہ خود آپ ہی تحریف کرتے کیا اپنے ہاتھ سے لکھتے ہیں ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا پھر کہتے ہیں کہ یہ لکھا ہوا ہمارا وہی ہے جو نازل ہوا ہے مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ یعنی اللہ کے پاس سے پس دو وجہ سے گناہ عظیم کے مرتکب ہوئے اول یہ کہ کلام محرف کو کتاب میں لکھتے ہیں کہ محض لکھنا اُسکا گناہ کبیرہ ہے اسواسطے کہ اگر وہ لکھا ہوا کسی کے ہاتھ آیا وہ شخص سب کو کلام الٰہی سمجھے گا اور گمراہ ہوگا گو اُنہوں نے نہ کہا ہو کہ یہ کلام خدا کا ہی اور اسی سبب سے اگر تفسیر اور ترجمہ اور شمار آیتوں کا اور محل نزول سور تونکا اور علامت وقف اور ربع اور نصف اور عشر اور خمس کی اس طرح لکھی جائیں کہ قرآن کی عبارت میں اور اس میں فرق نہ معلوم ہو حرام ہے بلکہ اس طرح کہ معلوم ہو جاوے کہ یہ قرآن میں داخل نہیں دوسرے یہ کہ بعد لکھنے اس تحریف شدہ کے نسبت اُس کی خدا کی طرف کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کلام الٰہی ہے کہ صریح افترا کرنا خدا پر ہے پھر اور وجہ سے بھی اس نوشت وخواند میں مرتکب بڑے گناہ کے ہوتے ہیں اسواسطے کہ یہ بے ایما نیاں نہیں کرتے مگر لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا یعنی اسواسطے کہ خریدیں ہمارے اس لکھنے کے قیمت تھوڑی کیا تحریف سے خاطرداری مزاجوں اور دنیاداروں اپنے کی منظور ہوتی تھی یا لینا رشوت کا جاہلوں سے کہ موافق مطلب اُنکے کے کتاب سے روایتیں لکھدیتے تھے اور کمال یہ کہ تھوڑے سے لفع کو کہ فنا ہونیوالا ہی بمنظر عظیم ہمیشہ باقی رہنے والے کے بدلے میں لیتے تھے فَوَيْلٌ پس مرجاحل ہی اُن لوگونکا اس چیز سے کہ لکھا ہی اُنھوں نے اُنکے لئے وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ اور مرجاحل ہی اُنکا اس چیز سے کہ کماتے ہیں ہاتھ سے اس لکھنے اور بتلانے کے رشوت دنیا کی کہ تھوڑے دنوں میں فنا ہونیوالی ہی باقی رہیگی کبھی باقی نہیں تحقیق طلب ہیں اوّل یہ کہ دلیل لغت عرب میں ایسا کلیہ ہے کہ معصیت زیادہ ہو تو عذاب بھی بسبب اُسکے زیادہ ہوتا ہی یا نہیں دوسرے یہ کہ اگر ایسا کلیہ ہو تو معصیت کبھی خلاص نہو اور زیادہ تر گرفتار ہوتا جاوے اور وعید اوپر اس بھی بسبب معصیت زیادہ ہو تو اسطرح عمل کرتے ہیں لیکن اُن میں منظور م

اور خواہش خلاصی اُس مصیبت زدہ کی مصیبت سے ہوتی ہے اور ویب مرادف اور ہم معنی ویل کا ہے اسکا استعمال بھی بدخواہی کے مقام میں ہے ابو نعیم بیچ کتاب دلائل النبوۃ کے میرالمومنین حضرت مرتضےٰ علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کرتے ہیں الویح والویل بلدان فاما الویح فباب رحمۃ واما الویل فباب عذاب یعنی ویح اور ویل دو دروازے ہیں پس ویح پس دروازہ رحمت کا ہے اور ویل پس دروازہ عذاب کا ہے اور ابراہیم عربی نے بیچ فوائد اپنے کے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ سے روایت کی ہے کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے کلام اور خطاب فرماتے تھے اور محکوم بحالت کہانے اس کلمہ کے سننے سے بہت مضطراب کیا اور تنگدل ہوئی فرمایا کہ اے سرخاک ویحک اور ویسک رحمت ہے اس سے تنگدل مت ہو لیکن ویل سے تنگدل ہو حاصل یہ ہے کہ یہ کلمہ کلام الٰہی میں ہے بعضے گروہ کافروں اور فاجروں کے حق میں وارد ہوا ہے قیامت کے دن اس وعید کا پورا کرنا کئی کئی طرح سے ظہور پکڑیگا اور یہود و محرفین کتاب کے حق میں ایک پہاڑ آگ کا ظاہر ہوکر نیز گر پڑیگا اور اُنکا جسم پاش پاش کر دیگا جیسے کہ اُمنہوں نے کتاب اللہ کو تحریف سے پاش پاش اور جدا جدا کر دیا ہے اور کافروں متکبروں کے حق میں ایک غار کی صورت میں نمودار ہوگا اور اُنکو اُسکے قعر میں جو بغض تکبر اور خود پسندی سے گرایا جاویگا اور بیچ حق چودھریوں بے دین کے کہ اپنے گروہ پر ظلم اور ستم کرتے ہیں ایک پتھر کی صورت میں ظاہر ہوگا اور وہ پتھر نہایت گرم اور دہکتا ہوا ہوگا اور اُن لوگوں کو اُس پتھر پر چڑھاویں اور اُتاریں گے اور فاسقوں کے حق میں خصوصاً شراب خواروں کے داسطے ایک ندی ہیتی ہوئی کی صورت میں ظاہر ہوگا کہ اُس ندی میں زرد پانی بدبودار دغدغہ کے بدن کا جاری ہوگا اور اُنکو اُس ندی کا پانی پلایا جاویگا اور امام احمد اور ترمذی بیچ باب صفۃ النار کے اور ابو یعلی اور طبرانی اور ابن حبان بیچ صحیح اپنی کے اور حاکم بیچ مستدرک کے اور بیہقی بیچ کتاب البعث کے بسند روایت ابو سعید خدری وغیرہ کے لائے ہیں کہ آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا ہے ویل نام ایک کوے کا ہے جہنم میں کہ کافروں کو اُسکی ڈالیں گے اور چالیس برس تک نیچے چلے جاویگے تب بھی عمق اُسکا تمام نہیں ہوگا اور ابن جریر نے حضرت امیرالمومنین عثمان رضی اللہ عنہ سے بیچ تفسیر فویل لھم مما کتبت ایدیھم کے نقل کی ہے کہ آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا کہ ویل ایک پہاڑ ہے آگ کا اور وہ وہی پہاڑ ہے کہ گریگا اوپر یہود کے اسواسطے کہ اُنہوں نے تحریف کیا ہے توریت کو اور زیادتی اور کمی کی ہے کلام الٰہی میں اور زید بن اوفی اور ابن مردویہ نے بسند صحیح خاص سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ ویل ایک بڑا تھاگ کا ہے کہ اُسکو ویل کہتے ہیں چودھریوں بے دین اور جماعت داروں بے ایمان کو اُس پر اتاریں اور چڑھاویں گے اور طبرانی اور بیہقی نے کتاب البعث میں ابن مسعود سے اور ابن ابی حاتم نے نعمان بن بشیر سے روایت کی ہے کہ ویل نام ایک نالہ کا ہے کہ دوزخ میں ہے بہتا ہے اور اُس میں بسبب اعذر زرد پانی دوزخیوں کا جاری ہے اور صحیحین کی حدیث میں آیا ہے کہ جو کوئی شراب خواری میں بغیر توبہ کے مرا تو وہ للہ کے حق ہے کہ اُسکو نہر طینۃ الخبال کے پانی دوزخیوں کے بدلو کا پلاویگا اور عبداللہ بن مبارک نے بیچ کتاب الزہد کے اور بیہقی نے بیچ کتاب البعث کے عطاء بن یسار سے روایت کی ہے کہ ویل نام ایک نالہ کا ہے دوزخ میں کہ اگر دنیا کے پہاڑوں کو اُسکے اندر ڈالیں تو گرمی اُسکی سے پگھل کر پانی ہو جاویں دوسری یہ جب اس کلام میں منظور بیان اسبات کا تھا کہ محرفین کا عذاب یا دہم ہی امیونکے عذاب سے پس چاہیئے تھا کہ زیادتی کی تینوں وجہوں کو ذکر فرماتے فقط دو وجہوں پر کہ مما کتبت ایدیھم و مما یکسبون میں کسواسطے کفایت کی اور یقولون من عند اللہ کو کسواسطے ساقط فرمایا جواب اسکا یہ ہے کہ کہنا کلام محرف کا کتاب میں محض اسواسطے تھا کہ جاہل لوگونسے کہیں ھذا من عند اللہ یعنی یہ اُنکے پاس سے ہی اور مطلب ان بدبختوں کا اس حرکت سے یہی گفتار نابکار تھی اور جو کہ نقط کہنے سے بغیر کہنے کے کچھ فائدہ مرتب ہوتا ہے کہ دوسرے کو اشتباہ واقع ہو جاوے کہ یہ کلام الٰہی ہے نہ اُنکے خیال میں تھا اور نہ اسکا ارادہ تھا اور نہ اتنک مرتب ہوا تھا اور اُسکا جرم قطعی تھا اسواسطے اس لکھنے اور کہنے کو ایک گناہ اعتبار کیا اور پہلی خبر کو ان دونوں میں سے بیان کیا یعنی لکھنے کو اسواسطے کہ جب لکھتے ہے یہی مقصود تھا اور اس کہنے ہی کی نسبت لکھا ہے گویا کہکر فراغت پائی پس بعد ذکر لکھنے کے کچھ حاجت نہیں کہ کہنے کا ذکر کریں تیسری بات یہ ہے کہ مناسب ایسا معلوم ہوتا تھا کہ فویل لھم مما کتبت ایدیھم وویل لھم مما یکسبون فرماتے یعنی دونوں جگہ صیغہ ماضی کا لاتے اور اگر حکایات حال گذرے ہوئے کو اسواسطے حاضر کرنے اُس حال قبیح کے مدنظر کرکے مضارع کو بجائے ماضی کے لاتے پس دونو جگہ یہی مناسب تھا یعنی مضارع کے صیغہ دونوں جگہ ہوتے اسطرح کہ فویل لھم مما یکتبون بایدیھم وویل لھم مما یکسبون جیسے کہ صدر آیت میں اسطرح فرمایا ہے جواب اسکا یہ ہے کہ جب کتابت اُنکی ایک بار ہو چکی اور اُس کلام محرف کو ایک دفعہ میں لکھکر چھوڑ دیا تعبیر اسکی ساتھ صیغہ ماضی کے مناسب ہوئی اور رشوت ستانی اُن کی تمام نہیں ہو چکی بلکہ ہر ہر طالب اس مضمون کا اُسکے آگے آتا تھا اُسی نہج محرف سے نشان دیتے اور موافق اُس کی خواہش کے بیان کرتے پس تعبیر اسکی ساتھ صیغہ مضارع کے کہ دلالت اوپر استمرار تجددی کے کرتا ہے ضرور ہوئی اور معمول تحریف کرنیوالوں کا تو یہی کتابت اور جعلسازی اور فبان اور بدذاتی بتانے والوں کا اور میرے چھوٹی کمر نیوالو نکا یہی حال ہے اور ایکبار ان چیزوں غریب کی کو درست کرکے رکھ چھوڑتے ہیں اور وقت حاجت کے اُسی سے مطلب اپنا حاصل کرتے ہیں چوتھی یہ ہے کہ صدر آیت میں یعنی اول میں فویل للذین یکتبون الکتاب بایدیھم واقع ہوا ہے پس تکرار اسی مضمون کا آخر آیت میں کسواسطے فرمایا جواب اسکا یہ ہے کہ مطلب شروع آیت کا اور اخیر آیت کا جداجدا ہے دو وجہ سے اول یہ کہ صدر آیت سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ موصوف ان صفتونکے ساتھ ہیں حال بد رکھتے ہیں اور یہ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ ان صفات کو بھی بیچ برائی انجام اُنکے کے دخل ہے یا نہیں اسواسطے کہ احتمال ہے کہ ذکر ان صفتونکا محض علامت اور پہچاننے کیواسطے ہو جیسے کہ اس مثال میں یا غلام اعط درھما صاحب الثوب الاحمر یعنی اے غلام دے تو ایک درہم سرخ کپڑے والیکو یہاں سرخ ہونا کپڑے کا محض نشان بتلانے کیواسطے ذکر کیا ہے اور دینے نہ دینے میں اسکو دخل نہیں اخیر آیت سے دخل ان صفتو کا بدرجائی انکی میں معلوم ہوتا ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ اگرچہ موافق اس قاعدہ کے کہ تعلیق الحکم بالوصف فیشعر بالعلیۃ یعنی معلق کرنا حکم کا ساتھ وصف کے شعر ہے ساتھ علت ہونے اس حکم کے واسطے اس حکم کے دخل ان صفتونکا بیچ طرائی حال اُنکے کے

شروع آیت سے بھی سمجھا جاتا ہے لیکن یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مجموع دونوں صفتوں کا اس امر میں دخل ہے اور یہ بات نہیں سمجھی جاتی کہ ہر ہر صفت کو علیحدہ علیحدہ اس امر میں دخل ہو بغیر زیادتی عذاب کے امیونکہ عذاب سے دو وجہوں سے سمجھی نہیں جاتی مگر آخر آیت سے یہ بات سمجھی جاتی ہے کہ مقابل ہر حجت کے کلمہ دلیل کا لائے ہیں یا تجویں یہ ہے کہ بعضے پہلے سفسطوں میں سے کہ ظاہر بین ہیں مضمون اس آیت کا دیکھکر کہ ظاہر میں اُسکے اندر ذکر تحریف اور افترا اور تعین ثمن قلیل کا کہ کس جنس سے ہے اور کونسی چیز پر ہے آیا عوض کا غذ اور سیاہی اور قلم اور محنت کتابت کے ہے یا عوض مضمون کے کہ اس سے مستنبط ہوتا ہے اُسمیں موجود نہ تھا قائل اس بات کے ہوئے ہیں کہ خرید فروخت قرآن کی حرام ہے عبدالرزاق اور ابن ابی داؤد نے بیچ مصاحف کے ابراہیم نخعی سے اور اُنہوں نے اُس سے روایت کی ہے کہ کہتے تھے ان یکرہ ان تکتب المصاحف بالاجرۃ یعنی مکروہ ہے کہ لکھے جاویں قرآن ساتھ اجرت کے اور اس آیت کو استدلال کے مقام میں پڑھتے تھے لویل الذین یکتبون بایدیہم الی آخرہا اور ابوالضحی سے روایت کی ہے کہ اُنہوں نے کہا کہ تین آدمیوں کو فقہ کے بزرگوں میں سے مسئلہ خریدنے قرآن کا رواج دیا کہا عبداللہ بن یزید خطمی اور مسروق بن الاجدع اور شریح تینوں نے کہا کہ لا تاخذ علی الکتاب ثمنا یعنی نہ لے تو اوبر کتابت کے ثمن اور ابن ابی الدنیا نے طریق قتادہ کے سے زرارہ بن اوفی سے اُنہوں نے طرف سے روایت کی ہے کہ میں بیچ فرخ شہر ستر کے ہمراہ ابوموسیٰ اشعری کے حاضر تھا اُس مجلس میں دو دو پٹہ کتان کے پائے مینے اور ایک صندوقچہ جو ہاتھ کہ میں کوئی کتاب کتب الٰہی سے توریت یا زبور یا انجیل تھی اور ہمارے لشکر میں ایک شخص مزدور تھا قوم نصاریٰ سے اُس نے کہا اس صندوقچہ کو میرے ہاتھ فروخت کرو کہ قرآن اندر سمجھنے والا اس کتاب کا میں ہوں اور اُسکا نعم نام تھا پس مسلمانوں نے اسبات کو مکروہ جانا کہ اُسکے ہاتھ کتاب نثر کو بیچیں صندوقچہ کو بعوض دو درم کے اُسکے ہاتھ فروخت کیا اور اُس کتاب کو بغیر قیمت اُسکے حوالہ کیا قتادہ کہ راوی اس قصہ کا ہے کہتا تھا کہ اسی جگہ سے کراہیت و فرخت کرنے قرآنوں کی ثابت ہے اسواسطے کہ ابوموسیٰ اشعری اور یاروں نے اُنکے نے کتاب الٰہی کا فروخت کرنا جائز نکیا اور ابن ابی داؤد نے بھی سعید بن مسیب اور حسن بصری سے روایت کی ہے کہ یہ دونو بزرگ بیع مصحف کی مکروہ کہتے تھے اور حماد بن ابی سلیمان شاگرد حضرت امام اعظم سے نقل لائے ہیں کہ ایک شخص نے اُن سے پوچھا کہ قرآن کے فروخت کرنیں کیا فرماتے ہو جواب دیا کہ بیع نحمی خریدوا فروخت قرآن کو مکروہ کہتے تھے اور ساتھ توریت سالم کے لایا ہے کہ عبداللہ بن عمر جب بازار میں گذرتے تھے اور سنتے تھے کہ کوئی قرآن بیچتا ہے فرماتے تھے کہ بُری تجارت ہے یہ تجارت اور ساتھ روایت سعید بن جبیر کے لائے ہیں کہ ابن عمر فرماتے تھے کاشکے میری زندگی میں کوئی حاکم پیدا ہووے کہ ہاتھ کاٹنے کا حکم قرآن کے بیچنے والو کے واسطے دے اور کراہیت اس تجارت کی حضرت امیرالمومنین عمر اور ابن مسعود سے بھی منقول ہے بیچ کتاب ابن ابی داؤد کے کہ کتاب المصاحف نام اُسکا مشہور ہے اور عبداللہ بن شقیق عقیلی سے عبدالرزاق اور ابن ابی داؤد نقل لائے ہیں کہ کان اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یکرہون فی بیع المصاحف وبرونہ عظیما یعنے اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشدد کرتے تھے بیچ بیع مصاحف کے اور دیکھتے تھے اُسکے تئیں بڑا گناہ اور مراد حضرت امام زین العابدین نے روایت کی ہے کہ صحابہ کے زمانہ میں بیچنا مصاحف کا مروج نہ تھا عادت ایسی تھی کہ جسکو لکھوانا قرآن کا منظور ہوتا تھا خالی ورق اور دوات قلم لیکر متصل منبر کے بیٹھتا تھا جو مسلمان کہ آتا اُس سے استدعا لکھنے کی کرتا جو کوئی لکھنا جانتا ایک ورق لکھکر دیتا پھر دوسرے سے اسی طرح لکھوا تا اسی طریق سے چند روز میں کلام اللہ تمام ہو جاتا اور عطا اور اوتا جیسے بیچ بھی یہی مضمون مروی ہوا ہے حاصل یہ ہے اسقدر خود صحیح ہے کہ قرآن کا لکھکر بھیجنا یا اُجرت اُسکے لکھنے کی لینا چاروں خلیفوں کے عہد تک نہ تھا اور اللہ کے واسطے لکھتے تھے پہلی یہ بدعت ضرر زمانہ معاویہ بن سفیان میں رواج ہوئی چنانچہ ابوعبید وغیرہ نے ابومحمر تابعی سے کہ شاگرد ابن عباس کے ہیں روایت کی ہے لیکن یہ بدعت حسنہ ہے بدعت سیئہ نہیں ابتدا میں اُس وقت کے علماء نے انکار کیا تھا اور اسی آیت کو تمسک پکڑا تھا جب اور علماؤں نے غور و تامل کی کوئی وجہ حرمت کی اُس میں نہ پائی تو اُسکے جواز پر اجماع ہو گیا اور اس آیت سے حرمت اُسکی ثابت نہیں ہوتی ہے اسواسطے کہ اگر مراد لیشتروا بہ ثمنا قلیلا سے لینا اُجرت کتابت کا یا قیمت کاغذ اور سیاہی کا ہوتا لفظ ثم یقولون ہذا من عند اللہ محض ضائع اور لغو ہو جاتا اور اسی واسطے ابن عباس اور محمد بن الحنفیہ نے اُسکے مباح ہونیکا فتوی دیا ہے ابن ابی داؤد نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ اُن سے اس مسئلہ کا حکم پوچھا فرمایا کہ لا باس انما یاخذ وزا جورا یدیہم یعنی نہیں ہے ڈر سوا اسکے نہیں کہ لیتے ہیں مزدوری یا ثمن اپنے کی اور محمد بن الحنفیہ سے نقل لائے ہیں کہ کہا اُنہوں نے لا باس ان اسابیع الورق وعمل یدیہ یعنی نہیں ہے کچھ اندیشہ اس میں فقط بیع ورق اور عمل ہاتھوں اپنے کی ہے اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ لا باس بشراء المصاحف وان یعطی الاجر علی کتابتہا یعنی نہیں خوف ہے بیچ خریدنے قرآنوں کے اور دیئے جانے اُجرت کے اوپر لکھائی اُوس کی کے اور حسن بصری اور طرف سے بھی صحیح منقول ہوئی ہیں آیا ہے کہ اُنہوں نے رجوع اس مذہب سے کیا جیسے کہ کتاب المصاحف میں موجود ہے اور زیادہ عجب یہ ہے کہ ابن عبداللہ اور بعضے اور فقہاؤں سے مروی ہے کہ خریدنا قرآن کا جائز کرتے تھے اور بیچ اُسکی کو حرام اور مکروہ جانتے تھے اسواسطے کہ اس آیت میں لفظ اشتراکا بمعنی بیع کے ہے ساتھ دلیل قلیلا کے لیکن جو چیز کہ بیع اُس کی حرام مطلق ہو خریدنا اُسکا بھی جائز نہیں اسواسطے کہ خریدنا باعث بیع کا ہوتا ہے حاصل یہ ہے کہ اہمیت اس معاملہ کی خواہ باعتبار ضرر کے ابتدا میں سلف کے اندر بے تعمق اور غور کرنے کے رائج ہو گئی تھی اور جیکو یہ حکم جاتا رہا اور اجماع اُسکی صحت پر منعقد ہو لا یہ ہے کہ جب جہال علماء بنی اسرائیل کا سقط اس مرتبہ کے خراب ہوا کہ علانیہ واسطے عرضوں دنیاوی کے تحریف کتاب کی کرتے ہیں اور جہال علماء لوگوں کا اُن کی تقلید کرنے میں اس حد کو پہونچا کہ طمع ایمان کی اُنسے باقی نہ رہی اور سب انہیں سے خواہ مخواہ علما ہوں خواہ جہلا ہوں گناہ کرنے میں اور تحریف کتاب اور تقلید اپنے پیشواؤں میں باوجود اسکے کہ قول اُنکے حق ضعیف دلیلوں قطعی کے ہیں بہت جرأت اور بے باکی کرتے ہیں اور کہتے ہیں ہر چند کہ کسی طرح کا دلیل اور باب عذاب کے بکثرت ہر طرف سے ہمارے اوپر ہجوم کریں لیکن ہمکو کچھ خوف نہیں اسواسطے کہ عذاب ہمکو نہ ہوگا مگر تھوڑی مدت وَقَالُوْا اور کہا اُن سبھے یعنی

علمانے افترا پردازی سے اور عالموں نے تقلید اُنکی سے کہ لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ یعنے ہرگز نہ پہونچیگی ہمکو آگ دوزخ کی اگرچہ ہم مرتکب طرح طرح کے کفر اور تحلیل محرمات کے ہوں اور انکار فروضوں کا کریں اِلَّا اَیَّامًا مَّعْدُوْدَةً مگر دن شمار کئے گئے اور اس میں علمانے اختلاف کیا ہی کہ کتنے دن تھے بعضوں نے کہا ہی کہ سات دن اسواسطے کہ مدت پیدائش نوع انسانی کی سات ہزار برس ہیں کلام الٰہی میں آیا ہی کہ وان یوما عند ربك كالف سنة مما تعدون یعنی تحقیق یوم نزدیک رب تیرے کے مثل ہزار برس کے ہی اُس سے کہ شمار کرتے ہو پس ہر یوم ہزار برس کے ایک دن عذاب کا ہوگا اور بعضوں نے کہا ہے کہ چالیس دن اسواسطے کہ بزرگ ہمارے اتنی ہی مدت کہ میقات حضرت موسیٰؑ کا تھا انوار اور برکتوں نبوی سے محروم ہے اور گوسالہ پرستی میں گرفتار ہوئے تھے اور وہ بڑا سخت کفر انواع کفر سے تہا جبکہ چالیس دن کی مدت میں اثر اُسکا زائل ہوا اور گناہ اور کفر کی باتو کا اتنی مدت میں کیونکر اثر زائل ہوگا اور بعضوں نے کہا ہے کہ قید چالیس برس کی اسواسطے لگائی کہ مدت سرگردانی ہماری کی جنکل تیہ میں اسیقدر تھی اور یہ وجہ بھی ہی کہ نبیونکے صحیفونمیں ہنے سُنا ہی کہ مابین دوکناروں جہنم کے بقدر چالیس دن کے فاصلہ ہے اور جبکہ دن قیامت کے ہمکو آگ میں ڈالیں گے ہم اپنے باپ دادونکی شفاعت کے زور سے اس سرے پل کے سے دوسرے سرے تک گذرے ہوئے چلے جاوینگے اور اتنی مدت میں اُس مسافت کو قطع کرلینگے اور اگر عذاب دوزخ ہمکو ہوگا تو اتنی مدت سے تجاوز نہ کریگا اور بعضے کہتے تھے کہ جتنی عمر بعد سن بلوغ کے ہوگی کہ جسکو اُسنے روزوں عذاب ہوگا کہ اتنی ہی مدت سن بلوغت کی دنیا میں گناہ کرنے کی ہی زیادہ بڑھنا عذاب کا اتنی مدت سے مقتضی عدل الٰہی کا نہیں اور بعضے ان میں سے یونانی فلاسفہ سے سیکھکر کہتے ہیں کہ روحیں اگرچہ بسبب تعلقات بدنی کے بُرے کام کرنے سے کمدل ہوتی ہیں لیکن اصل میں پاک صاف اور نورانی ہیں اور جب ان بدنوں سے مفارقت کرینگی بُرے کاموں کے نتیجے اپنے اندر پائیں گی اور متالم ہونگی اور یہی اُنکے واسطے عذاب ہی اور جسوقت آثار اُن تعلقات عارضی کے بالکل فراموش ہوجاوینگے پھر عذاب سے خلاص ہوجاوینگے اور رجوع طرف حالت اصلی اپنی کے کرینگی مثل پانی کے کہ بالطبع سرد ہے اگر بچے اُسکے آگ روشن کریں گرم ہوجاتا ہے اور جب آگ پرے اُتارتے ہیں تو اثر اُس آگ کا مدت تک باقی رہتا ہی اور بعد اُس مدت کے طبیعت اصلی پر آجاتا ہی اور برودت کیطرف میل کرتا ہے کہ مقتضائے اصل کا ہی اور یہ سب خیالات فاسد اُنکے ہیں اور وجہ ران کا یہ نہیں اسواسطے کہ روحیں بسبب خلاق ذمیمہ اور سیئہ کے ایسی کثیف ہوجاتی ہیں اور آئینہ استعداد انکی کا اس طرح کا زنگ پکڑ لیتا ہی کہ ہرگز قابل اصلاح کے نہیں رہتی ہیں اور کفر میں اسقدر رسوخ ہے کہ طبیعت کو تصرف اور رجوع کرنے سے اصلی حالت کی طرف معطل کرتا ہی باقی اس مقام میں ایک سوال ہے جو طالب اور وہ یہ ہے کہ یہ صفت جمع غیر ذوی العقول کے صیغہ واحد مؤنث اور جمع مؤنث کا لانا دونو صحیح ہیں پس ایاما معدودة اور ایاما معدودات دونو جائز ہیں اس سورۃ میں پہلا صیغہ اور سورۂ آل عمران میں دوسرا صیغہ کسواسطے ذکر کیا اور دونوں سورتوں میں کیساں کسواسطے نفرمایا یا بالعکس کردیتے جواب یہ ہے کہ ہر چند مدلول دونوں صیغوں کا ایک ہے لیکن پہلے صیغہ کی صورۃ مفرد کی ہی پس دلالت اوپر وحدت کے کرتا ہی اور دوسرا صیغہ جمع کی صورت ہی پس دلالت اوپر کثرت کے کرتا ہی اس سورۃ میں مذکور کیا ہے کہ اُسنے طمع ایمان کی مت رکھو کہ یہ لوگ ایسا اعتقاد فاسد رکھتے ہیں اسواسطے کہ وقالوا لن تمسنا النار باعتبار عطف کے فاختصوا بالذکر کے تحت میں داخل ہی اور اس غرض کے بیان کرنے کیواسطے ذکر تقلیل مدت عذاب کا صورۃً اور معنیً مناسب بلیوہ ہی اور سورۂ آل عمران میں مذکور اسکا ہی کہ وہ کفر کرتے ہیں ساتھ آیتوں خدا کے اور نبیوں اللہ وعظو کو ناحق مارتے ہیں بغیر ایک فرقہ اُن میں سے کہ اُنکی کتاب میں آیا ہی وگردان ہوتا ہے اور یہ باتیں جرأت کے سبب سے نہیں بلکہ اعتقاد فاسد کی جہت سے ہیں اور جبکہ اُس جگہ پر بہت فعل اس قسم کے کہ موجب عذاب شدید کے ہیں شمار کئے گئے تو لازم آیا کہ بیچ مدت عذاب کے بھی کثرت لفظی اور صوری ملاحظہ فرماویں گو باعتبار معنی کے قلت ہو اسواسطے کہ مبتدا رخصال زیادہ ہوں جزا اُن کی بھی کثیر چاہیئے اگرچہ معنی کے باعتبار ہو صورۃً کثیر نہوں خود غایت رکھنی چاہیئے اور علاوہ اسکے سورۂ آل عمران میں لفظ اذا جمعناهم کا آیا ہی پس صیغہ جمع کا لانا مناسب اسکے ہوا حاصل یہ ہے کہ پیغمبر وقت کے تمیں فرماتے ہیں کہ اگر اس قسم کا اعتقاد واہی رویہ تیرے ذکر کریں تو بے پروا ہی لیونے ایمان اور عمل صالح سے بیان کریں اُنکے جواب میں قُلْ یعنی کہہ کہ متقرر کرلینی مدت عذاب کی کہ اسقدر آخرت میں ہمکو عذاب ہوگا اُس قبیل سے نہیں کہ عقل خود بخود اُس کی طرف راہ پاوے پس تمنے یقین اسبات کا کسی دلیل سمعی سے لیا ہوگا اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا یعنی لے لیا ہی تمنے اللہ سے پیمان کہ تمکو کفر اور گناہوں تمہارے پر زیادہ کئی روز سے عذاب نہ کرے پس بتا اس بات کا دو کہ کونسی کتاب میں ہی تاکہ یہ بھی دیکھیں اور اقرار کریں اور اگرچہ اللہ تعالیٰ ہے عہد لینے کی حاجت نہیں فقط کہدینا اُسکا بھی کفایت ہے اسواسطے کہ نبرس کی سچی ہی اگر اُس نے اسبات کو کہہ لیا ہو یہی بمنزلہ عہد کے ہے فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗ یعنی پس ہرگز خلاف نکریگا خدائے تعالیٰ اس عہد کو کہ تم پنے کو اسواسطے کہ خبر اُس کی کلام ازلی اُسکا ہے اور کذب کلام میں بڑا نقصان ہوتا ہے کہ ہرگز خدائے تعالیٰ کی صفتوں میں اُسکو دخل نہیں ہوسکتا اور جو کہ بعضے ظاہر بینوں نے کہا ہی کہ وعدہ نیک میں خلاف کرنا نقصان ہے اور وعید میں خلاف کرنا کرم اور لطف ہے اس قول کی بنا اسپر ہے کہ غائب کو حاضر پر قیاس کریں اللہ تعالیٰ کے حق میں کہ سب عیبوں اور نقصانوں سے پاک ہے مطلق خبر کا خلاف کرنا خواہ نیک ہو خواہ بد نقصان ہے اسواسطے کہ اُسکے لطف اور کرم کی راہیں بہت ہیں بعید نہیں کہ معاملہ لطف اور کرم کا بھی کرے اور وعید اپنے میں بھی خلاف نکرے بخلاف آدمیو کے کہ بسبب عجز بشری کے بغیر خلاف کرنیکے بیچ وعید کے اُنکو لطف اور کرم کرنا ممکن نہیں ہوتا پس اُنکے حق میں وعید کے خلاف کرنے میں اگرچہ ایکسطرح کا نقصان ہے مگر پورا کرنے وعید میں اس سے زیادہ نقصان ہے سو اسکے حق میں یہی کمال ہی کہ جسے نقصان کو اختیار نکریں اور اللہ تعالیٰ کے حق میں اپنی وعید کا کرنا پس اقتدر کی وعید میں اور اوروں کی

کے وعید میں فرق ہے اور اگر کسی نص کا کہ جس سے یقینیت مت کی معلوم ہو نشان نہیں ملتے ہو پس معلوم ہوا کہ بات بے دلیل کہتے ہو اور بات بے دلیل کسی کی بھی نہ چاہیئے اور یہ بہت ہی بڑا جرم کہ خدا کے اوپر اُم تقولون علی اللہ مالا تعلمون یعنی افترا کرو اللہ پر مہ پیر کر نہیں جانتے ہو اور بڑا شک تمہارا اس دعوی میں ساتھ اُس حدیث کے ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام سے تمہارے خبیث میں منقول ہے مضمون اُسکا یہ ہے کہ حق تعالی نے حضرت یعقوب کے ساتھ عہد باندھا ہے کہ اُنکے بیٹوں کو عذاب نکرونگا مگر تحلۃ لایمانکم یعنی بواسطے پورا کرنے قسم اپنی کے اور یہ حدیث اول تو خود صحیح نہیں کہ حضرت یعقوب نے اس طرح فرمایا ہو سند اُسکی معتبر نہیں دوسرے یہ کہ تم نے کہاں سے جانا کہ مراد حضرت یعقوب کے بیٹوں سے تمام فرقہ بنی اسرائیل کا ہے بلکہ ظاہر یہ ہے کہ مراد بیٹوں سے صلبی بیٹے اُنکے ہیں اسواسطے کہ اطلاق بیٹوں کا متعارف اسی معنی میں ہے تیسرے یہ کہ عذاب نکرنا اُنکی بیٹوں کا بھی ساتھ وجہ شرعی کے تھا اسواسطے کہ بیٹوں اُنکے نے توبہ صحیح کی اور ندامت قوی عمل میں لائے اُن گناہوں سے کہ بیچ حق حضرت یعقوبؑ کے اور بیچ حق حضرت یوسفؑ کے اُنسے سرزد ہوئے تھے چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ میں مذکور ہے کہ اُنہوں نے حضرت یعقوبؑ کی خدمت میں اقرار اپنے گناہ کا کیا اور استغفار اُنسے طلب کی پس حق اللہ اور حق العباد دونوں اُنکے ذمہ سے ساقط ہوئے اگر تم بھی اسطرح کی توبہ نصوح کرو اور حق تلفی سے ندامت کرو اور اسوقت کے پیغمبر سے اپنے حق میں استغفار طلب کرو تو البتہ تم بھی اس بشارت میں داخل ہو جاؤ گے اور عنبتک کی یہ باتیں بجا نہ لاؤ گے معاملہ خدا کا تمہارے ساتھ اصل قاعدہ پر نہ ہوگا چنانچہ بیان فرماتے ہیں بلی یعنی ایسا نہیں کہ تمکو کفر اور گناہوں پر عذاب ہمیشگی کا نہ ہو اسواسطے کہ کفر قابل بخشش کے نہیں اور قاعدہ مقررہ شریعت کا ہے کہ من کسب سیئۃ یعنی جو کوئی کسب کرے گناہ کو اگرچہ وہ گناہ صغیرہ ہو اور تحریف کتاب اور رشوت لینے سے کم ہو اور لفظ سیئۃ کا اصل میں سیوئۃ تھا سا یسوء سے کہ واوی ہے نہ یائی واو کو یا کیا اور یا کو یا میں ادغام کیا سیئۃ ہوا وَأَحَاطَتْ بِهِ خَطِيئَتُهُ اور گھیرا اُسکو گناہ اُسکے نے اور احاطہ کی یہ ہے کہ اول اثر اُس گناہ کا جو اوپر سے دل کی طرف پہونچے اور لذت اُس سے بہت اُٹھائے بعد اُس کے خوبی اُس گناہ کی اُسکے دل میں معلوم ہونے لگیگی اور اُس کی برائی کا انکا ذہن میں مٹھ جاویگا پس کفر لازم آویگا اور عنبتک یہاں نہ ہوگا احاطہ متحقق نہ ہوگا اسواسطے کہ معنی احاطہ کے یہیں کہ انسان کو ہر طرف سے گھیر لے اور انسان اُس سے خلاص ہونیکی قدرت نہ رکھتا ہو اور گناہ کو جبتک نیک اور مسیح نہیں جانتا ہے تب تک اُس نے اُسکے دلکو نہیں پکڑا ہے اور نہ زیغ کو تحریف نہیں کیا ہے اور خلاصی اُس سے ساتھ توبہ اور رجوع کے ممکن ہے اور جبکو گناہ نے گھیر لیا کافر ہوا فَأُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ اور یہ لوگ اصحاب النار ہیں یعنی ملازم دوزخ کے ہیں کہ ہرگز اُس سے جدا نہیں ہوتے ہیں هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ یعنی وہ لوگ اُس دوزخ میں ہمیشہ رہنے والے ہیں بے انتہا مدت تک ہرگز اُس کی مدت نہیں اور یہ کیونکر ہو سکے کہ چند روز اُسکی رہت ٹھہرائی جاوے جیسے کہ ونہ اعتقاد کرتے ہیں اسواسطے کہ جبتک وہ گناہ کرتے تھے اور قول سے اُس سے بزار ہوتے تھے اور اُسکے اوپر ندامت کرتے تھے دل اُنکا گناہگار تھا پس گناہ نے اُنکو احاطہ نہ کیا تھا اور نہ بندگیاں اُنکی غرط ہوئی تھیں توقع یہ کی تھی کہ بعد چکھنے عذاب کے خلاص ہو جاویں اب جبکہ اصلی کی نہ رہی اور کسواسطے عذاب اُنکو ہمیشہ رہنے کا ہے اور اُنکے مقابلہ میں مومنین صالحین کا ذکر فرمایا وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ یعنی وہ لوگ کہ ایمان لائے اور اعمال شائستہ کئے پس دل بھی اُنکے گناہ سے پاک ہیں اور بدن اُنکے بھی عمل صالح کے نور سے منور اور روشن ہیں ناچار أُولَئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ یعنی یہ لوگ ملازم بہشت کے ہیں کہ جائے پاکیزہ اور مقدس ہو هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ یعنی وہ اُسمیں ہمیشہ رہنے والے ہیں پس جیسے کہ جزا فرقہ اول کی دائمی غیر فنا ہی ہے جزا فرقہ دوسرے کی بھی ایسی ہی دائمی ہونا چاہیئے اسواسطے کہ پہلے فریق میں ایمان اور عمل صالح دونوں نہیں ہیں اور دوسرے فریق میں دونوں ہیں لیکن وہ لوگ کہ ایمان کہتے ہیں اور نیک عمل نہیں کہتے ہیں جزا اُنکی ہمرتبہ اصلی ہوئی دونوں فرقوں کی جزا کے ہے لیکن ساتھ اس صورت کے کہ اول اُنکو عذاب دے لینگے بعد اُسکے بہشت کی طرف لیجاوینگے اور اگر یہ بات بالعکس ہوتی یعنی پہلے بہشت میں داخل کرتے بعد اُسکے دوزخ میں ڈالدیتے خلاف حکمت کے ہوتا کہ فرق کئے ہوئے کو گرانا چاہیئے اور جو کوئی نیک عمل کہے اور ایمان نہ رکھے ظاہر میں لسان اجتماع ہے لیکن درحقیقت سے کہ عمل صالح کا عمل صالح ہونا شرط ایمان کے ساتھ ہے واذا فات الشرط فات المشروط یعنے جسوقت فوت ہوئی شرط فوت ہوا مشروط اور اسیواسطے صدقہ اور خیرات جو کفار کرتے ہیں اُنکو عمل صالح کہنا چاہیئے اگرچہ ظاہر صورت میں مشابہت عمل صالح کے ساتھ اُنکو ہے جیسے کہ لکڑی کے گھوڑے کی صورت اور قالین کے شیر کی صورت مشابہت اصلی گھوڑے اور شیر کے ساتھ رکھتی ہے اور اسیواسطے اُنکے عمل نے حق میں آباء کفار اُنکے کسراب بقیعۃ یحسبہ الظمآن ماء یعنے اعمال اُنکے مانند ریت کے اسخبل ہیں پیدہ پیدہ چلتا ہے جانتا ہے پیاسا اُسکو پانی حاصل کلام کا یہ ہے کہ نظام عالم کا تمام نہیں ہوتا ہے مگر وعدہ ثواب ہمیشہ کا اور عذاب ہمیشہ کا پایا جاوے اور یہ وعدہ ایسا ہے کہ پورا کرنا اُس کا لازم ہے اور ہرگز خلاف اُسکا ممکن نہیں اگر احتمال خلاف کا ہو تو کوئی ثواب کی بات کو نہ اختیار کرے اور نہ عذاب کی باتوں سے ڈرے حضرت ابن عباس سے عہدکی تفسیر میں منقول ہے کہ فرمایا ہے کہ مراد کلمہ طیبہ ہے یعنی اگر اس کلمہ کو بے شک کئے کہہ گے اور جان دل سے قبول کرو گے پس امید وار انقطاع عذاب کے ہو تم اور ذریت اور جماعت اسواسطے کہ جو کوئی کلمہ بغیر کفر اور شرک کے اعتقاد کے کہہ وہ شخص عذاب الٰہی سے خلاص ہوتا ہے موافق حکم اور عہد خدا تعالی کے اور اگر بغیر کلمہ کے یہ سمجھے ہو کہ خدا تعالی اُنکو عذاب سے نجات دیدیگا یں یہ خدا کے اُوپر جھوٹ باندھنا ہے جانا چاہیئے کہ بڑا علطی اور تحریف فرقہ بنی اسرائیل کا اس اعتقاد فاسد میں یہ تھا کہ ہر خبر شریعت میں گذشتہ ہو بکے دو مرتبہ کہ یہ ایک مرتبہ یہ کہ اعتقاد میں موافق ملت حقہ کے ہو دوسرے یہ کہ ہر خبر میں ظاہر پر رہنا چاہیئے خلاف اُسکے یقیناً جانتا ہے کہ خراب پینی اور زنا کرنا اور چوری کرنی اور بدکاری اور غصب مال غیر کا حرام ہے اور ان کاموں کے کرنے سے اُسکے دل میں خوف عذاب الٰہی کا ہے اور یہ باوجود اسکے اُس سے ہرگز نہ ہوتی ہیں ہاں اس قدر ہوتا ہے کہ خائف اور خجل اور پشیمان نام رکھا ہے اور اسکے واسطے آخرت میں عذاب منقطع ہونا دل میں گذرا ہے یعنی ایسے عملوں پر عذاب ہمیشہ نہیں ہے اسواسطے کہ اعتقاد

درست اُسکا رائگاں نجاویگا وعذاب دائمی سے نجات پاویگا دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ اعتقاد میں بھی مخالفت ہو اور جو چیز کہ نفس الامر میں ثابت ہے خواہ آپہیات سے ہو اور خواہ معاد سے اور خواہ شعائر اللہ سے جیسے کہ کتاب الٰہی اور رسول اُسکے اور خواہ حکموں متواتر اور مشہور اُس دین کے سے ہو اُنکا انکار کرے اور اس مرتبہ کو کفر اور زندقہ اور الحاد کہتے ہیں اور اُسکے اُوپر وہی عذاب ہمیشگی کا آخرت میں فرمایا اور ان دونوں مرتبوں کو مسلمانوں کی اصطلاح میں ساتھ اس عبارت کے تعبیر کرتے ہیں کہ الفاسق لایخلد فی النار والکافر مخلد فی النار یعنے فاسق ہمیشہ نہیں رہنے کا آگ میں اور کافر ہمیشہ رہیگا آگ میں اور ہر زمانہ میں جو شریعت ہوتی تھی جو اُسکے موافق ہوتا تھا اُسکو کہتے تھے کہ یہ شخص مومن ہے اور عذاب دائمی سے اُسکو نجات ہوگی اور جو اُسکے مخالف ہوتا تھا اُسکو کہتے تھے کہ یہ شخص ہمیشہ دوزخ میں رہیگا پس بنی اسرائیل کے زمانہ میں کہ ملت ملت یہود یہ تھی اور اس ملت کے اوپر بنی اسرائیل قائم تھے اسواسطے یہ عبارت کہی گئی کہ بنی اسرائیل کو عذاب دائمی نہ ہوگا اور جو لوگ سوا اُنکے ہیں اُنکو عذاب دائمی ہوگا اور اس گروہ نے بسبب جہالت اور کم فہمی کے عنوان اور سخنوں میں فرق نہ کیا اور یہ سمجھا کہ یہ حکم ہمارے ہی واسطے خاص ہے اور ایسا کہنے لگے کہ لن تمسنا النار الا ایاما معدودۃ حق تعالیٰ نے جواب میں اس شبہ کے اول آیہ بل من کسب سیئۃ کا جاہدی کیا اور طلب دلیل کی کی کہ اتخذتم عند اللہ عھدا اسواسطے کہ اصل کلام میں تخصیص بنی اسرائیل کی اور امم یہود کی نہیں بلکہ نصوص الٰہیہ میں مطلق ذکر اہل حق کا اور اُسوقت کے دین کی پیروی کرنیوالوں کا تھا اور جب اُسوقت میں سوائے بنی اسرائیل اور یہود کے یہ صفت اوروں میں نہیں اُنہوں نے اُن نصوصوں سے اپنے ہی فرقہ کی تخصیص سمجھی پس نص صریح غیر مراد ان کے عہد عبارت اُس سے ہے اس بات میں پائی نہیں گئی اور نص مؤول سوا فہم فہم اپنی کے قابل اس بات کے نہیں کہ اعتقادوں اور اصول دین اور بحث معاد میں تمسک اُسکے ساتھ جائز ہو اور اسی واسطے فرمایا کہ اتقولون علی اللہ مالا تعلمون آوّلاً اُنکو تحقیق بیان کرکے رفع شبہ کا کیا اور فرمایا کہ احاطہ کرنا خطاؤں کا نفس کو کہ عبارت فاسد ہونے علم اور عمل سے ہے اور خراب ہو جانا عقیدہ اور فعلوں کا اس حد تک کہ برابر ایک زندگ کے بھی ایمان نرہے موجب ہمیشگی عذاب کا ہی حق فرقہ میں کہ یہ بات پائی جاوے کچھ تخصیص کسی کی نہیں گو کہ زبان سے کلمہ بھی کہتا رہے اور دعوی مومن داری کا بھی کرے سمجھنا چاہیئے کہ مہلک جاننا گناہ کا کفر ہے اور معنی بتباحت کے یہ ہیں کہ دل میں خوف اور ڈر عذاب اُس گناہ کا نرہے اور بُرائی اُسکی اعتقاد اُسکے میں دور ہو گو جانے کہ اُس گناہ کو شرع میں حرام کیا ہی اور اُسکے کرنے سے سخت منع فرمایا ہی اور زبان سے بھی اقرار کرے کہ یہ گناہ گناہ ہی اسواسطے کہ معنی اتباحت کے مباح جاننے کے ہیں اور جب خوف عذاب اُس گناہ کا دل سے جاتا رہا اعتقاد وہ وہ گناہ مباح ہوا اور معاملہ مباحوں کا ساساتھ اُس گناہ کے وقوع میں آیا اور بعضے فقہا ظاہر بین سمجھتے ہیں کہ اتباحت اُسے کہتے ہیں کہ انکار اُس کی حرمت کا کرے یعنی اسطرح سمجھے کہ اسکی شرع میں وارد نہیں ہوئی ہی اور یہ بات نادر الوقوع ہی ہزارویں حدیثوں اور آیتوں کے بعد تحقیق میں اسی قدر کافی ہی اور انکار اور رد حرمت محکمی کا شرع میں دل یا زبان سے ضرور نہیں بہت وقت آدمی ایسا اعتقاد کرتا ہے کہ شرع میں حرمت اس فعل کی محض واسطے مصلحت عام کے ہوئی ہی مگر رسم فاسد پھیل جاوے اور رفتہ رفتہ اور قباحت کی طرف نہ پہونچ جاوے اور واسطے ڈرانے اور خوف دلانے کے وعدہ عذاب کا کیا ہے والا فی نفسہ یہ فعل کسی وجہ سے قباحت نہیں رکھتا ہی اور عذاب اُسکے اوپر مترتب نہیں ہوتا ہی اس فرق کو خاطر میں نگاہ کرنا چاہیئے کہ اکثر حدیثوں اور آیتوں کے سمجھنے میں کام آویگا اور یہ بھی جاننا چاہیئے کہ اہل تبصرہ کو اس مسئلہ میں اختلاف ہی بعضے ان میں سے گناہ کبیرہ کو نیوالے کے لئے وعید قطعی دائمی ثابت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر صاحب کبیرہ کا بے توبہ مرنے کے حکم اُسکا کافر ہونا کا ہی اور یہی مذہب معتزلوں اور خارجیوں کا ہی چنانچہ کہا معتزلہ کہتے ہیں کہ یہ شخص مرتبوں کے درمیان میں ہی اور خارجی کہتے ہیں کہ وہ کافر ہے لیکن جب ایمان سے نکلا معتزلہ کے نزدیک بھی کافروں کے ساتھ میں داخل ہوا پس اُسکو اُنکے نزدیک مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ چاہیئے کیا اور اُسپر جنازہ کی نماز بھی پڑھنی نہ چاہیئے اور اُسکے واسطے صدقہ اور فاتحہ اور درود اور تلاوت قرآن بھی نہ کرنی چاہیئے اسواسطے کہ یہ سب باتیں ایمان والوں کے واسطے ہیں اور ان چیزوں کے واسطے ایمان شرط ہے واذا فات الشرط فات المشروط یعنی جسوقت فوت ہوئی شرط فوت ہوا مشروط اور بعضے اُن میں سے ایسے ہیں کہ اُسکے واسطے وعید قطعی ثابت کرتے ہیں اور کہتے ہیں اگر کبیرہ گناہ معاف نہیں ہوگا اور اُسکے کرنیوالے کو ضرور عذاب ہوگا لیکن عذاب اُسکا ہمیشہ کو منقطع ہو جاویگا اور بہشت میں داخل ہوگا اور یہی مذہب اشعریہ اور ماتریدی اور دوسرے جاہلوں بیوقوف کا اور بعضے کہتے ہیں کہ اسطرح کی حق میں کوئی وعید نہیں جتنی وعیدیں قرآن اور حدیثوں میں آئی ہیں کفار کے حق میں ہیں کہ اُنکے ساتھ اُنہی کی تکفیر بھی موجود ہے اور جو شخص ایمان سے مرگیا اُسکو گناہ سے کچھ ضرور نہ ہوگا اور قول اُنکا یہ ہی کہ لا یضر مع الایمان معصیۃ کما لا ینفع مع الکفر طاعۃ یعنی نہیں ضرر کرتا ایمان کے ساتھ کوئی گناہ جیسا کہ نہیں نفع کرتی ہی کفر کے ساتھ بندگی اور یہی قول معتزلہ کا رسوا کرے اُنکو اللہ تعالیٰ اور اُسکے حق میں صحیح حدیث میں آیا ہے کہ صنفان من اُمتی لیس لھما فی الاسلام نصیب المرجیۃ والقدریۃ یعنی دو فرقے میری اُمت میں ایسے ہیں کہ نہیں اسطے اُنکے حصہ اسلام میں ایک مرجیہ دوسرا قدریہ اور مذہب صحیح کہ صحابہ اور تابعین نے اُسکو مقرر کیا ایمان کیا ہی اور اہل سنت اور جماعت نے اسی کو اختیار کیا ہی یہ ہے کہ ایمان مکمل کبیرہ کا قابل معافی کا ہی اگر چاہے تو بہ سے اور نا تو بہ اور مسلمانوں کے اُسکو بھی مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جاوے اور اُسکے حق میں نماز جنازہ اور استغفار اور اضافت ساتھ صدقہ وغیرہ کے کیجاوے اور شفاعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اور رحمت آلٰہی کی اُسکے واسطے امید کہنی چاہیئے بلکہ یقین کہنا چاہیئے کہ حق تعالیٰ ساتھ رحمت بے غایت اپنی کے یا بسبب شفاعت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بعضے کبیرہ والوں کو بخشدیگا گو بعضوں کو عذاب بھی کرے اور یقین اسبات کا کرنا چاہیئے کہ جس کے کہ یوں میں سے عذاب کریگا عذاب اُسکا ہمیشہ نہ ہوگا اور غیر کو منقطع ہو جاویگا تحقیق عذاب

ہمیشگی کا کوئی گناہ ہوگا گفر کے نہیں لیکن یہ معلوم نہیں کہ کبیرہ نیچے اور کسقدر عذاب ہوگا اور یہ بھی معلوم نہیں کہ کونسے گناہ کبیرہ کر نیوالیکو عذاب ہوگا اور کونسے کو بالکل معاف ہوجاویگا اِس سبب سے ہم امید اور خوف میں ہیں اور آیہ یوسی اور بے خوف ہو جانا نہیں اور قرآن کی تدقیق ما تہدان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذالک لمن یشاء اور سوا اسکے نص صریح ہیں اسی مذہب کے واسطے اور کلام اشعری جابجا بھرا ہوا ہے اِن معنوں سے کہ کان اللہ عفوا غفورا اور حیما وکریما اور اگر حدیثوں کو دیکھیں تو یہ مضمون حد تواتر کو پہونچ جاویگا اور اسی واسطے یحیی بن معاذ رازی نے اپنی مناجات میں فرمایا ہے کہ الٰہی جب ایمان ایک ساعت کا ستر برس کے کفر کو نیست اور نابود کرے پس ایمان ستر برس کا کسطرح گناہ ایک ساعت کے کو نیست اور نابود نکریگا اور بھی جبکہ آتیں اور حدیثیں اوپر وعدہ اور وعید کے صراحۃ دونو پر دلالت کرتی ہیں اور جمع کرنا متناقضین کا محال ہے ضرور تطبیق دینی چاہیئے اور تطبیق دینے میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ پہلے بندہ کو ثواب عنایت کریں اور نعمتیں دیویں بعد اُسکے عذاب میں گرفتار کریں اور یہ بات خلاف حکم کے ہے اور خلاف حکمت کے بھی ہے اور خلاف کرم کے بھی ہے کہ نوازے ہوئے کو گرانا نہ چاہیئے دوسرے یہ کہ اول اُس کو عذاب میں گرفتار کریں جبکہ سزائے عمل بدلنے کی چکھ کر حیرت پکڑے بعد اُسکے ساتھ بخشش اور کرم کے بخشدیں اور یہی بات موافق حکمت کے ہے اور موافق قاعدۂ کرم کے پس یہی معین ہوئی اور مذہب بھی یہی ہے جسکے طرفدار معتزلہ ہیں اس مقام میں کہتے ہیں کہ ہر چند مذہب اہل سنت کا قریب بادب ہے اسواسطے کہ یہ لوگ حق تعالیٰ کی دونوں صفتیں جلال بھی اور جلال بھی عفو بھی اور انتقام بھی لطف بھی اور قہر بھی ثابت کرتے ہیں اور کسی صفت کو ان دونو صفتوں میں سے بندوں کے حق میں واجب نہیں جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ فاعل ہے یفعل ما یشاء ویحکم ما یرید اور تعین نہیں کرتے ہیں کہ فلانا واجب العفو ہے اور فلانا واجب العقاب اسواسطے کہ اللہ تعالیٰ کے فعلوں کو غرضوں اور باعثوں سے بہتر جانتے ہیں لیکن مذہب معتزلہ کا قریب باحتیاط ہے اسواسطے کہ باوجود امن واقعی کے ڈرنا اور اندیشہ ناک رہنا بہتر ہے اس سے کہ باوجود خوف واقعی کے نڈر اور مطمئن کر دینا لیکن اس کلام میں غلط ہے اسواسطے کہ احتیاط اہل سنت ہی کے مذہب میں ہے اسواسطے کہ یہ لوگ تعیین نہیں کرتے ہیں کہ قابل عفو کا کون ہے اور انتقام کے لائق کونسا ہے دونوں فرقہ کو بغیر تخصیص کے ثابت کرتے ہیں پس ہر ایک شخص کے دل میں خوف باقی ہے بخلاف مذہب معتزلہ کے کہ صغیرہ والے کے حق میں اُنکے نزدیک کچھ خوف نہیں اور کبیرہ والے کے حق میں بالکل یاس ہے اور ایسی حیثیت بھی اچھی نہیں کہ علم سے ناامید کرنا ہے اور اسی بہت سے بڑے اُنکے بہتغفار اور صدقات اور نیکیوں کی شفاعت سے کہ وسیلہ قوی نجات کا ہے محروم بیٹھے ہیں ایسی احتیاط کہ باعث محروم کرنیکی بڑے بڑے نفسوں سے ہو اور وہ نفسے بھی اُس شے کے اندر ہوں جس میں کہ احتیاط منظور ہے نہایت مذموم اور قبیح ہے سب عقلمندوں کے نزدیک واللہ الہادی علیہ توکلی واعتمادی یعنی اللہ ہدایت کرنیوالا ہے اُسی کے اوپر بھروسا میرا اور اعتماد میرا اور اگر یہی اسرائیل باوجود عاجز ہونے لانے دلیل یمنی کے سے اور پر دعوے اپنے کے اور باوجود سننے قاعدہ کلیہ کے کہ متفق علیہ تمام شریعتوں اور دینوں کا ہے اور ناس سے ہمیشگی عذاب کی اُنکے واسطے ثابت ہوتی ہے اپنے دعوے سے دست بردار نہوں پس انکو ازروئے کتاب اُن کی کے ملزم کرا سواسطے کہ اُنہوں نے واسطے قبول کرنے بعضے حکموں کے اُس کتاب میں عہد اور پیمان محکم کرلئے تھے اور اُن سب عہد و نکو اُنہوں نے توڑ ڈالا اور عادت الٰہی میں یہ بات محال ہے کہ ایسے محکم عہدوں اور پیمانوں کے توڑنے پر چند روز عذاب کر کے چھوڑ دیں علی الخصوص جب کہ اُنہوں نے عہد شکنی کی حلاوت پکڑی ہو اور اُنکی طبیعتوں میں بات بیٹھ گئی ہو اسواسطے کہ موافق اس قاعدہ کے کہ العادۃ طبیعۃ ثانیۃ اگر عمر ابدی بھی اُنکی ہو جاوے ہرگز اُس سے باز نہ آویں پس اُنکی نسبت میں یہ بات پڑی ہوئی ہے کہ ان سخت گناہوں پر ہمیشہ ہم قائم رہیں اور گناہ دائمی پر موافق فہم اُنکی کے بھی عذاب دائمی واجب ہے اور اسواسطے الزام اُنکے کہ ہم وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ یعنی اور یاد کرو تم اُس وقت کو کہ لیا ہم نے عہد محکم بنی اسرائیل سے اور پرزور کر کے یہ عہد اُنکے اندر اور واسطے زیادتی تاکید اور مضبوطی اُس عہد کے بطور امر کرنے کے اُسکے ہمنے طلب نہیں کی بلکہ بطریق اخبار کے کہ مسلمان بیچ خلاصی کرنے اُسکے کے تکذیب[1] خبر خدا تعالیٰ کی سے ڈرتا ہی کہا ہمنے کہ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰہَ یعنی عبادت نکروگے مگر خدا کی خالص پس یہ عہد دو تکلیفوں کو متضمن ہوا ایک یہ کہ خدا کی عبادت کرو دوسرے یہ کہ غیر کی عبادت کر کر اور پہلی تکلیف موقوف اسباب پر ہے کہ خدا کو جانو تم اور جبکہ جاننا اُنکی ذات کا محال ہے پس جاننا اُسکا بطریق ہے کہ اُسکو صفتوں کمال کے ساتھ پہچانو اور جو بات کہ اُسکے حق میں ضرور ہے اُسکا اعتقاد کرو جیسے کہ عموم علم اور عموم قدرت کا یعنی ہر معلوم کا اُسکو علم ہے ہر وجہ سے اور ہر وقت اور قدرت اُس کی ہر شے پر کہ ممکن ہے ثابت ہے آوے نا قدرہونا ارادہ اُسکے کا یعنی جس شے کا ارادہ کرے وہ ہو جاوے اور سننا اور دیکھنا قولوں اور فعلوں بندوں کا اور امر اور نہی اور جو چیز کہ اُسکے حق میں محال ہے اُسکا بھی اعتقاد کرو اس طرح سے کہ اُسکی ذات اس سے مبرا ہے جیسے کہ عجز اور جہل اور بداہت اور بیہودہ پن کہ ایک شے کو مثلاً جانے کہ یہ ایسی ہے اور خبر اُسکے بہتر ہونیکی دیوے بعد چند روز کے یہ سوجھ جاوے کہ وہ شے بُری ہے اللہ تعالیٰ کی شان سے ایسا امر محال ہے اسواسطے کہ اُسمیں جہل اُسکا ثابت ہوتا ہے اور نسخ کو اُسکے اوپر قیاس کرنا چاہئے اسواسطے کہ نسخ کی صورت میں اللہ کے نزدیک ایک چیز کا حکم ایک مدت معین تک ہوتا ہے جیسے کسی کی مدت اور بھی اُس حکم کو بدل ڈالا اور منسوخ کیا اور بھی تکلیف پہلی موقوف ہے اوپر جاننے کیفیت عبادت کے اور وقتوں اُسکے کے اور یہ جاننا بغیر وحی اور رسالت کے نہیں ہو سکتا ہے پس لازم ہوا کہ نبیوں اور کتابوں الٰہی اور فرشتوں کے کہ اُن کی وساطت سے وحی آتی ہے موافق نفس الامر کے بھی ظن غالب ہو اور تکلیف دوسری موقوف ہے اوپر بچنے کے ریا اور شرک سے اور غالب کہنے محبت ماسوا کے اللہ کے دل میں پس الزام ان چیزوں سے بھی لازم ہوا

[1] یعنی اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے اس بات کی کہ تم اس کام کو نہیں کروگے پس اگر وہ اُس کام کو کرلیں لازم آوے کہ اللہ کی خبر کا کذب ہو جاوے نعوذ باللہ منہ ۱۲

حوالہ اس کا اوپر ہے

بیان حقوق والدین کا

اور بھی کہا چاہئے کہ وَالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا یعنی ساتھ ماں باپ کے احسان کرو قسم بڑا احسان کرنا کہ سب قسموں احسان کی کو شامل ہو اور وہ تین قسم ہے اول ترک کرنا ایذا رسانی اُنکی کا خواہ قولی ہو خواہ فعلی دوسرے خدمت اُنکی کرنی بدن سے اور مال سے تیسرے حاضر ہونا اُنکی خدمت میں جو وقت کہ بلاویں یہی قسم واجب مطلق ہے اور اسواسطے اُسکے ترک کرنے میں عقوق اور نافرمانی سخت لازم آتی ہے اور قسم دوسری مشروط ہے ساتھ اس شرط کے کہ ماں باپ محتاج ہوں اور اُسکو قدرت ہو پس گروہ محتاج نہیں یا اُسکو طاقت نہیں سو اس صورت میں واجب نہیں قسم تیسری بھی مشروط ہے ساتھ اس شرط کے کہ اُنکی خدمت کے حاضر ہونے میں کوئی فساد شرعی نہ پایا جاوے والا حاضر ہونا واجب نہیں اور اگر ماں باپ یا ایک اُن میں سے فرماویں کہ نفل بندگی کو چھوڑ دے اور ہمارے پاس حاضر ہو ماں باپ کی فرمانبرداری کرنی اُسوقت مقدم ہے اور اگر فرمایں کہ واجبات کو چھوڑ دے یا واسطے حج فرض کے مت جا اس بات میں اُنکا نہ ماننا گناہ نہیں اور اگر نہیں موکد کو مثل جماعت اور روزہ خوف کے ترک کرا دیں صحیح یہ ہے کہ اُنکی ایک نہ دو بار ترک کرا دیں اطاعت اُنکی کرے اور اگر عادت اسی کی کر لیں تب اُنکے حکم کو قبول نہ کرے حاصل کو قبول اُن کے حکم کو تعالیٰ نے پیچھے عبادت اپنی کے ماں باپ کا حق ساتھ بیان کیا کئی وجہ سے اوّل یہ کہ والدین جیسے کہ سبب پرورش اور تربیت اولاد اپنی کے ہیں ایسے ہی سبب پیدائش اولاد کے اور واسطے فیض ایجاد الٰہی کے ہیں اور حدوث والدین کے کوئی شخص یا تنہا کہے اگر دوسرا شخص سہیم بیت اور پرورش کا ہو جاوے مگر سبب جدّ کا ہرگز نہیں ہو سکتا ہے پس انعام کی کا بعد انعام خدا کے ماں باپ کے انعام سے بڑھکر نہیں دوسرے یہ کہ انعام والدین کا زیادہ تر شابہت المدرکے انعام کے ساتھ رکھتا ہے اسواسطے کہ جیسا کہ انعام الٰہی اس جہت سے نہیں کہ کچھ مجھکو اسکا عوض ملے ایسے ہی ماں باپ بھی اولاد کی پرورش کرنے میں تعریف یا شکریہ یا ثواب نہیں چاہتے ہیں بخلاف انعام دوسرے آدمیوں کے کہ البتہ کوئی غرض اُسمیں ہوتی ہے تیسرے یہ کہ جیسے حق تعالیٰ انعام کرنے اور بندہ اپنے کے ملول نہیں ہوتا ہے اگرچہ بندہ عاصی اور نافرمان بردار ہو ایسے ہی ماں باپ بھی شفقت اور خیر خواہی اولاد کی سے ملول نہیں ہوتے ہیں اگرچہ اولاد نافرمان ہو چوتھے یہ کہ والدین کو کمال مناسبت ساتھ ذات واحد حقیقی کے ہے جیسے کہ خدائی کا رتبہ سوا ایک ذات مقدس کے نہیں ممکن ہے ایسے ہی رتبہ پدری اور مادری کا بھی سوائے ایک آدمی کے نہیں ہو سکتا ہے پانچویں یہ کہ اولاد کے حق میں جو کمال کہ ممکن ہو اولاد کیواسطے ماں باپ آرزو کرتے ہیں بلکہ اولاد کی ترقی اپنے اوپر بھی ہر حال میں چاہتے ہیں اور کسی نیک چیز میں اُوپر اُسکے حسد نہیں لیجاتے ہیں اور خاصیت سوائے والدین کے کسی میں نہیں اور اسیواسطے ہے کہ تعظیم والدین کی تمام شریعتوں اور دینوں میں واجب بلکہ بنا سبب اور محبت اور میل والدین کا طرفین اولاد کے ذاتی ہے جیسی حیوانوں میں بھی کہ بے شعور ہیں یا باوجود جیسی کہ محبت حق تعالیٰ کی بھی ساتھ بندے کے ذاتی ہے اور اسی واسطے کافر دونے کے حق میں بھی بسبب ہیبت سوں اور نازل کرنے کتابوں کے اور قائم کرنے دلیلوں اور دور کرنے عذروں کے مقرر ہے اور اس آیت میں کہ والدین کو مطلق بے قید ایمان کے ذکر کیا ہے اشارہ ہے طرف یہ مسائل کے کہ ماں باپ ہر چند کافر یا منافق یا فاسق اور فاجر ہوں اولاد کو چاہئے کہ اُنکے ساتھ بھی رہے لطف اور احسان کا چلے اور اسی سبب سے ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام نے بیچ تلطفین باپ اپنے کے رہتہ نرمی کا اختیار کیا جیسا کہ سورۂ مریم میں بیان اسکا ہے اور جب حنظلہ کہ صحابی جلیل القدر ہیں اور اُنکا باپ ابو عامر راہب تھا اور بڑا کافر شدید العناد تھا اُسکے قتل کرنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اُنہوں نے رخصت چاہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رخصت باپ کے قتل کرنیکی نہ دی باوجود یکہ وہ کافر واجب القتل تھا اور طریق احسان کرنیکا ساتھ والدین کے باوجود اُنکے کہ صحیح حدیثوں میں مروی ہے کہ دل سے اُنکی دوستی رکھے اور کلام اور پرسش اور نشست اور برخاست میں ادب کے طریقے عادت کرے مثلاً چلنے میں آگے نہ چلے اور کلام میں نام لیکر نہ بلاوے بلکہ تعظیم کے لفظوں سے جیسے کہ یا سیدی یا ابتی کے واسطے اور یا سیدتی یا امی کے واسطے اور یا ابتی اور یا امی کہکر بلاوے اور ایسے ہی اپنے تئیں حتی المقدور اُن کی خدمت میں خرچ کرے اور ہر کام اور بات میں اُنکی فرمانبرداری کا ارادہ کرے اور وقات عزیز اور مال نفیس اُن سے دریغ نہ رکھے اور بعد مرنیکے بیچ جاری کرنے وصیت اُنکی کے معروف ہر اور بیچ دعا نیک و استغفار کے اُنکو یاد رکھے اور واسطے اُنکے خیرات اور صدقات بھیجے اور ہر ایک جمعہ کے اندر قبر اُنکی کی زیارت کرے اور سورۂ یٰسین پڑھکر ثواب اُسکا اُن کی روح کو بخشے اور جو آدمی کہ اُنکے ساتھ دوستی رکھتے تھے یا قرابت رکھتے ہوں اُنکے ساتھ بھلائی اور سلوک کرے اور جو کوئی ماں باپ کسی شخص کے ساتھ دینے لینے میں کام رکھتے ہوں یہ بھی اُسکے ساتھ دیسا ہی کرے کہ جیسا والدین کا انہوں کام رکھنے تھا تمام ہوا بیچ سورہ اسرا کے درمیان کئی کلموں کے ارشاد فرمایا ہے کہ فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا یعنی اور بھی کہا ہے کہ احسان کرو تم طرف دو کی القرابے یعنی صاحب قرابت کے اور احسان کو تابع احسان الدین کے کیا واسطے کہ جو قرابت جہان میں ہے یا بواسطہ ماں اور باپ کے ہے یا دونوں کے واسطے سے جیسے بھائی حقیقی یا دو بہنیں حقیقی یا ایک کے واسطے سے یعنی فقط ماں کی جہت سے یا باپ کی وہ جیسے کہ بہن پدری یا بھائی علاتی یا بھائی یا بھوپی کہ باپ کی طرف سے قرابت اُنکی ہے یا جیسے بھائی اُنہیں نہیں نہیں اور خالہ کہ والدہ کی طرف سے قرابت رکھتے ہیں پس تمام ذوی القربیٰ والدین کے ساتھ قرابت میں شریک ہیں اور فرق بھی ہے کہ والدین یا بلا صالۂ سلسلہ وجود قریب ہیں اور اور لوگ بالتبع اور اسی واسطے اصل احسان میں شریک ہیں اور احسان کو تعلق صلہ رحم کے تعبیر کیا گیا ہے اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ الرحم شجنۃ من الرحمن یعنی قرابت ایک شعبہ ہے شاخوں ظہور اسم رحمٰن کی سے گویا رحمت الٰہی نے اُن کو ظہور کرتی ہے اور اسیواسطے حق تعالیٰ نے قرابت کو فرمایا ہے من وصلک وصلتہ ومن قطعک قطعتہ یعنی جو کوئی ساتھ تیری سلوک نیک کرے میں بھی اُسکے ساتھ سلوک نیک کروں اور جو کوئی تیرے ساتھ سلوک بد کرے میں اُسکے ساتھ سلوک بدکروں اور مصلحت عقلی بھی تقاضا کرتی ہے کہ آدمی اپنے اقارب کے ساتھ احسان کی راہ جاری رکھے اسواسطے کہ آدمی کو شادی اور غمی میں اور کار بار و تنہائی میں بغیر خویش کے اور ہمراہ ہونے دوستوں کے اور رسیدن اعانت مالی اور خدمت بدنی کی دوستی کام کی نہیں ہوتی ہے اور ہر کسیکو ہر کسیکے ہر قسم کی مدد کرنے ممکن نہیں پس ضرور ہوا کہ جن

بیان حقوق ذوی القربیٰ کا

شخصوں کے اندر میل جلی اور الفت طبعی آپس میں ہے یہ سلوک لازم کیا طریقہ احسان کا بتاتے تاکہ انتظام اُن چیزوں کا جن میں حاجت اجتماع اور مدد اور معاونت کی بڑی ہے بہم پہنچے اسجگہ چاہیے جانا تاکہ قرابت والے دو قسم کے ہیں ایک قسم کے قرابت والے ایسے ہیں کہ قرابت محرمیت کی کہتے ہیں یعنی نکاح اُنسے حرام ہے جیسے کہ چچا اور ماموں اور خالو اور بھائی اور بہن اور اولاد بھائیوں کی اور بہنوں کی اور احسان کرنا ساتھ اس قسم کے فرض ہے تارک اُسکا گنہگار ہے اور دوسری قسم ایسے قرابت والے ہیں کہ محرمیت نہیں رکھتے ہیں جیسے کہ اولاد چچاؤں کی اور اولاد ماموؤں کی اور اولاد پھوپھیوں کی اور اولاد خالاؤں کی اور احسان اُنکے ساتھ کرنا سنت موکدہ ہے لیکن سنت یہ احسان ہے کہ امداد اور اعانت اور خبر گیری اُنکی کیجاوے اور جو احسان کہ بمعنی ترک ایذا کے ہے پس بنسبت اُنکے فرض ہے بلکہ بہ نسبت تمام مسلمانوں کے یعنی ہر کسی مسلمان کو ایذا پہونچانی حرام ہے اور بھی جاننا چاہیئے کہ اگلا ایک سوال مشہور ہے حاصل اُسکا یہ ہے کہ اس آیت میں یتامیٰ اور مساکین کو ساتھ صیغہ جمع کے لائے ہیں اور اہل قرابت کو کہ وہ بھی بہت ہیں ساتھ صیغہ مفرد کے اُلجھوڑ کر کیا اور سطرح نہ کہا کہ و ذوی القربیٰ اسمیں کیا نکتہ ہے جواب اسکا یہ ہے کہ تمام اہل قرابت کو بمنزلہ ایک شخص کے مقرر کر کے صیغہ مفرد کا لائے تاکہ اشارہ اسات کی طرف ہو جاوے کہ اہل قرابت کو برابر سمجھے اور کسی قسم کی بیشی سلوک کرنے میں نکرے۔ تاکہ کسیکو دوسرے کا حال بیشکم و کشت نہو بخلاف یتیموں اور مسکینوں کے کہ اُسجگہ ضرور نہیں کہ سب کو برابر سمجھے اگر کسی مصلحت کے واسطے کمی و بیشی بھی کیجاوے حرام نہیں اور سوال دوسرا بھی ہو تا ہے کہ اسی سورہ میں ذوی القربیٰ بغیر اعادہ جار کے حرف با کا ہے ارشاد ہوا اور سورہ نساء میں و بذی القربیٰ ساتھ اعادہ حرف جر کے اس فرق میں کیا نکتہ ہے جواب اسکا یہ ہے کہ اس سورہ میں ذکر اُس عہد کا ہے کہ بنی اسرائیل سے لیا تھا اور بنی اسرائیل سب کم استعداد می اپنی کے بجز والدین کے کسی کا حق نہیں سمجھتے تھے پس واسطے سمجھانے اُنکے کے ذی القربیٰ کو والدین کے حکم میں داخل کر دیا اسواسطے کہ تمام ذوی القربیٰ ساتھ ماں باپ کے اتصال رکھتے ہیں خواہ دونوں کے ساتھ خواہ ایک کے ساتھ والمتصل بالمتصل متصل پس ساقط کرنا حرف با کا کہ دلالت اوپر استقلال اور علیحدگی کے کرتا ہے اور یہ فائدہ اتصال کے سے ضرور ہوا اور سورہ نساء میں خطاب بطرف امت مصطفےٰ ہے علی صاحبہا السلام والتحیۃ اور وہ سبب کمال معرفت اور فراخی استعداد کے حق ہر ذی حق کا بالاستقلال سمجھتے تھے پس لانا حرف با کا کہ دلالت اوپر استقلال کے کرتا ہے مناسب ہوا اور بھی بنا کلام کی اس سورہ میں اوپر اختصار کے ہے اسواسطے کہ مقصود اصلی یاد دلانا عہد کا ہے نہ تکلیف بالفعل کی اور اسی واسطے توحید کے مقام میں بھی اوپر صیغہ نفی اور اثبات کے کفایت فرمائی کہ اسطرح ارشاد کیا ہے لا تعبدون الا اللہ پس حذف با کا کہ یہ بھی موجب اختصار کا ہے رعایت کیا گیا تاکہ تسق اور طرز کلام کے مناسب ہے اور سورۂ نساء میں تفصیل تکلیفات کی ہے اور اسواسطے اُس جگہ توحید کو ساتھ دو عبارتوں مستقلہ کے ادا فرمایا ہے کہ واعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ شیئاً اور ربط بیان حق ہاؤنکے بھی تطویل مظہر کہی کہ والجار ذی القربیٰ والجار الجنب والصاحب بالجنب وابن السبیل وما ملکت ایمانکم پس لانا حرف با کا اُس جگہ ضرور ہوا تاکہ خلاف تسق کا نہو جاوے ورنہ اگر تامل کیا جاوے معلوم ہو تا ہے کہ سورہ نساء میں ذی القربیٰ کو بالاصالۃ ذی حق کیا اور جار ذی القربیٰ اور جار جنب اور صاحب بالجنب کو تابع اور قاربت کی کیا ہے اور اس سورہ میں والدین کو اصالۃ ذی حق مقرر کیا اور ذی القربیٰ کو تابع کی کیا پس اسواسطے اُس جگہ لانا حرف با کا اور اسجگہ حذف کرنا مناسب ہوا یعنی اور فرمایا ہے کہ احسان کرو تم طرف الیتامیٰ یعنے یتیموں کے خواہ جنس مرد و نکی سے ہوں یا عورتوں کی سے اور یتیم عرف شرع میں نابالغ طفل کو کہتے ہیں کہ جس کا باپ مر گیا ہو یا گم ہو گیا ہو خواہ ماں اسکی زندہ ہو یا نہو اور اگر بالغ بھی نہو زیادہ تر مستحق احسان کا ہوتا ہے اور جانور و نمیں یتیم وہ جانور ہے جسکی ماں مر گیا ہو اور یتیم جو اسر اور نفیس چیزوں میں وہ ہے کہ نظیر اپنی نہ رکھے جیسے کہ کہتے ہیں درّ یتیم یتیم کی جمع یتامیٰ کی ہے حال آنکہ جمع فعیل کی اوپر فعالی کے نہیں آتی ہے لیکن ہر گاہ کہ یتیم آفت زدہ ہے اسواسطے اسکی جمع ایسی ہی لائے جیسی کہ اوقات زدوں کی لاتے ہیں مثل وجاعی اور حجاعی کے اور صاحب کشاف نے کہا ہے کہ یتیم اگرچہ صفت ہے لیکن اسکو علم اسماء غالبہ کا دیدیا ہے مثل صاحب اور فارس کے اور جمع اُس کی موافق جمع اُن کی کے آتی ہے پس اصل میں جمع یتامیٰ تھی قلب مکانی کر کے یتامیٰ بنا لیا اور احسان اور یتیم کے دو قسم ہے ایک قسم وہ ہے کہ اوپر والوں اُسکے کے واجب ہے مثل حفاظت مال اسکی کے کہ روز بروز زیادہ ہو وے بسبب تجارت یا زراعت کے تاکہ قدر نفقہ اور ضروریات اُسکی کے اُس سے نکل آوے اور خبر گیری اُسکی خوراک اور پوشاک وغیرہ سے اور تعلیم علم اور کتابت اور تلقین آداب کے کمالی نمی اور خیر خواہی سے اور دوسری قسم وہ ہے کہ اوپر عام مومنوں کے واجب ہے اور وہ ترک کرنا ایذا اسکی کا اور نرمی اور مہربانی اُسکے ساتھ کرنی اور مجلسوں اور محفلوں میں خود بیک اپنے بٹھلانا اور یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرنا اور اسکو مانند فرزند کے گودی میں لینا اور محبت ظاہر کرنی اور حق قسم پہلا اسواسطے تاریخ حق اقارب اور والدین کے ہوا کہ جب شخص یتیم ہوا اور باپ اُسکا مرا تو حق تعالیٰ نے سب بندوں کو حکم کیا کہ اُس کے ساتھ باپ کا طریق برتیں اور اُسکو مانند اپنے بیٹے کے سمجھیں تاکہ عجز حکمی کہ بسبب موت باپ کے اُسکو لاحق ہوا تھا ساتھ اس قوت تحقیقی کے کہ نرادوں آدمی اُسکے باپ کی جگہ موجود ہوتے دور ہو گیا پس یتیم بھی قرابت شرعی کہنا ہی جیسے کہ ذوی القربیٰ قرابت عرفی کہتے ہیں و اما یعنی اور بھی کہا ہے کہ احسان کرو طرف والمساکین یعنی مسکینوں اور فقیروں کی بسبب اُنکی عجزی اور محتاجی فی الحال کے حکم یتیموں کا رکھتے ہیں گو یتیم بچے قوت اور طاقت کسب کی نہیں رکھتے ہیں اور یہ رکھتے ہیں اور اسی سبب سے یتیم کو مقدم اور مسکینوں کے کیا ہے جسجگہ کلام الٰہی میں آیا ہے اسواسطے کہ بیچ یتیموں کے عجز استقبالی اور عجز استقبالی دونوں موجود ہیں بخلاف مسکینوں کے اور مسکین عرف قرآن میں وہ شخص ہے کہ آمدنی اسکی

لہ یعنی احسان کرو ساتھ ہمسایہ گے کہ قریب رہتا ہے یعنی دروازہ اُسکا نزدیک دروازہ کے ساتھ ملا ہوا ہو اور احسان کرو تم ساتھ ہمسایہ دور کے کہ دروازے دونوں کے ملے ہوئے نہوں اور بعضوں نے جار ذی القربیٰ سے مراد ہمسایہ قرابت والا اور جار جنب سے مراد ہمسایہ اجنبی سے لی ہے اور احسان کرو تم ساتھ رفیق برابر کے کہ نماز کیوقت کسی مسجد میں دونوں ایک جگہ جا ویں یا بازار دونوں کی تجربہ و فروخت کا ایک ہو یا وعظ کی مجلس میں ایک جگہ اتفاق اجتماع کا ہو جاوے اور احسان کرو تم ساتھ مسافر کے اور احسان کرو تم ساتھ اُن شخصوں کے کہ ملک تمہارے میں ہیں ۱۲

کمتر خرچ سے بھی گو مال بھی رکھتا ہو اور پیشہ بھی کرتا ہو اور قلیل آمدنی کی کشتی توڑی تھی وہ لوگ مسکین تھے اور وہ کشتی اُنکی ملک میں تھی اور اُس سے اپنی کمائی کرتے تھے اور یہ دلیل بھی ہے کہ سورۂ کا اقسم میں بیچ بیان شدت فقر کے مسکیناذا متربۃ فرمایا ہے اگر صرف لفظ مسکین کا اوپر نہو نے کسی شے کے دلالت کرنا حاجت اس قید کی نہیں موصوف ساکین کیساتھ احسان کرنیکا حکم ہوا فقیر کے واسطے بالاولی یہ بات ثابت ہوگئی اسواسطے کہ فقیر زیادہ تر محتاج مسکین سے ہے وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا یعنی کہو ہم ساتھ آدمیونکے بات نیک کہ باعث دل خوشی اُنکی کا ہو اسواسطے کہ تمام لوگونکے حق میں احسان فعلی میسر نہیں ہوسکتا ہے اسواسطے کہ احسان فعلی اگر خدمت بدن کی ہے شرط اُسکی طاقت ہے اور خدمت طاقت ہوتی ہے کہ تمام آدمیونکی خدمت بدنی کیا کرے یہ بات آدمی کے امکان سے باہر ہے اور اگر امداد مالی ہے یہ موقوف مال کے اُوپر ہے کہ حاجت اپنی سے زیادہ موجود ہو اور ہر شخص کو اسقدر مال کہ سب کی حاجتونکو کفایت کرسکے ہاتھ نہیں آتا پس ضرور ہوا کہ عوام کے حق میں احسان قولی کے کفایت کرنی چاہیئے اور احسان قولی کے فرد شریف میں کئی مرتبے ہیں اوّل بیچ وقت سلام کے سلام علیک مسنون کہے اور سلام کے جواب میں اور لفظ بھی زیادہ کرے دوسرے یہ کہ نیک بات کے بتلانے میں اور بُری بات سے روکنے میں نرمی اور آہستگی کرے لڑائی جھگڑے سے پیش آوے اور سمجھانے کا طریق عمل میں لاوے چنانچہ کسی بزرگ کی نقل ہے کہ اُنھوں نے کسی شخص کو دیکھا آداب درشتیں وضو کی بجا نہیں لاتا ہے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ تمہارے زیر و بیش وضو کو دیکھوں اور تم مجھکو خوب غور سے دیکھو کہ مبادا مجھسے کوئی ادب وضو کا فوت نہو جاوے اور ایسا سمجھانا بھی خلوت میں ہو برملا لوگونکے روبرو کرے تیسرے یہ کہ بیچ وقت ملاقات کے بوستی اپنی ظاہر کرے اور احوال اُسکا پوچھا کرے اور شادی اور غم میں شرکت اپنی بیان کرے لیکن اسقدر بیان کرے کہ سچ سچ ہو مبالغہ بہت نکرے چوتھے یہ کہ بیچ وقت بلانے اُسکے کے یا ذکر کرنے اُسکے کے اچھا نام اور اچھا لقب اُنکا اور بزبان کسے لاوے اور جس نام یا لقب سے ناخوش ہو اُس سے پرہیز کرے اپنے اوپر اسکو لازم بھی عایت سچ کی کرے اور جھوٹ نکہے پانچویں یہ کہ غائبانہ اُسکو خوبی کے ساتھ یاد کرے اور سچی تعریف اُسکے اور بروبیان کرے اور اُسکی فضیلتیں ظاہر کرے مگر جھوٹ اور مبالغہ سے بچے چھٹے یہ کہ بیچ وقت مشورہ کے مصلحو نیک بتلانے سے دریغ نکرے ساتویں یہ کہ اگر کسیکو دیکھے کہ ناواقفیت کوئی خرابی یا نقصان میں گرفتار ہوتا ہے اور یہ شخص طریق نجات کا اُس خرابی یا نقصان سے جانتا ہے چاہیئے کہ کمال حسن خلق اور عنایت ادب کی اُسکو بتلاوے یا کوئی اندھا راستہ میں چلا جاتا ہے اور کسی گڑھے یا کوئے میں قریب گرنے کے ہے یا کوئی شخص راستہ بھولگیا ہے یا کوئی اپنی شے کسی شخص نے گم کردی ہے اور وہ ڈھونڈھ رہا ہے اور نشان اُسکے سے بیخبر ہے یا کسی شخص کو خریدار کسی جناب کا منظور ہے یا بیچنا کسی کا چاہتا ہے اور اُسکو ان چیزونمیں دخل نہیں ایسے ہی کوئی علم کی بات پوچھتا ہے یا کسی شبہ کا دین کے امر میں دور کرنا چاہتا ہے وعلی ہذا القیاس سو ایسی باتونکے سوجھانے میں کوشش کرے اور اکثر ایسے معاملوں میں کار دنیا کے ساتھ میں بھی موجب اجر اور ثواب کا ہے اور اسیواسطے وقولوا للناس حسنا فرمایا ہے اور ساتھ قید ایمان اور اسلام کے مقید نہیں کیا مگر شروع ساتھ سلام علیک کے کرنا خاص مسلمانونکے واسطے ہے اور اس جگہ جانا چاہیئے کہ معنی حسن کے اس آیت میں یہ نہیں کہ مخاطبکے نزدیک سب جہت سے مستحسن اور نیک ہو والا اکثر جگہ مستحبی امرونمیں اور خلاف مشروع کے لازم آوے اسواسطے کہ اکثر آدمی جو چیز کو موافق خواہش اپنی کے ہو اُسکو اچھا جانتے ہیں گو کہ مخالف شرع اور منافی آئین دینداری کے ہو بلکہ معنی اسکے یہ ہیں کہ فی نفسہ وہ شے اُسکے حق میں نیک ہو اور ایسے طریق سے اُسکو بتلائی جاوے کہ دل اُسکی اُسکی نہ ہو اور عار اُسکو لاحق نہ ہو پس آیت میں امرونمیں مستحبی کرنیوالوں اور خوشامدیوں کے کلام خوشامد پر دلیل نہیں اگرچہ مصاحبوں بے فہم کے نزدیک بہت اچھی معلوم ہوتی ہے لیکن عند اللہ مذموم اور بُری ہے جیسی فی نفسہ مسخ ہوئی اور اس آیت میں لفظ حسن کا آیا ہے لفظ تحسن کی کانہیں ہے اور تحسن کے معنی یہ ہیں کہ دوسرا اُسکو نیک سمجھے اور اس جگہ ایک مغالطہ بڑا پیش آیا ہے اکثر آدمیونکو درمیان مداہنت اور حسن خلق اور درمیان مداہنت کے فرق ظاہر نہیں ہوا مدارات اور حسن خلق ہر مسلمان کے ساتھ بلکہ کافر کے ساتھ بھی بہتر ہے اور مداہنت اور خوشامد مذموم اور قبیح ہے اور باایں ہمہ آدمیونکے نزدیک ان میں امتیاز اور فرق نہیں اور جو کوئی حسن خلق سے آدمیونکے پیش آوے مداہنت اور خوشامد سمجھتے ہیں اور فرق انمیں اسطرح پر ہے کہ تواضع اور نیک خلقی عبارت اس سے ہے کہ اپنے نفس کے حق میں خفت اور سہولت اختیار کرتی اور اُسکا اہتمام نکرنا اسطرح سے کہ اپنے نفس کو بڑا نہ سمجھے اور نفسانیت سے کام نکرے اور جو تقصیر کسی سے اُسکے حق میں ہو جاوے اسسے درگذر کرنی اور مداہنت اُسے کہتے ہیں کہ امرونمیں سستی اور نرمی اختیار کرنی اور باوجود دیکھنے اور سننے امور خلاف شرع کے اور قولوں نامرضیۂ الٰہی کے سختی نکرنی اور دین اپنے کو ہلکا کرنا اور جو حق کہ شرع اور دین میں واجب ہے اُسکے ادا کرنے میں سستی کرنی اور اگر کسی شخص سے اُسکے ساتھ دینے مقام کے نہو نا بلکہ نیک روش اُس سے اختیار کرنی بقدر حسن خلق اور مدارات کے سے ہو اور اگر کوئی شخص مخالف شرع کی حرکت کرنا ہے یا تعظیم دین کی چھوڑتا ہے اُسکے ساتھ ہو جانا اور ناخوشی ظاہر نکرنی اور اُس کی بات کو رد نہ کرنا اُس کا نام داخل حسن خلق اور مدارات میں تلف کرنا حق اپنے کا ہے واسطے رضامندی اور لداری دوسرے کے اور مداہنت میں تلف کرنا حق شرع کا ہے واسطے اسی غرض فاسد کے اور ان دونوکے درمیان میں بڑا فرق ہے ایک دوسرے کے ساتھ منضبط نہیں ہوتا ہے جبکہ یہ فرق معلوم ہوا پس چاہیئے جانتا کہ کلام کرنے آدمیونکے بیچ امور دینی کے اور دنیا بھی دو قسم ہے یا ساتھ کافر ونکے ہو یا مانند دعوت اسلام کے اور بجگہ نرم گوئی اور لجاجی معتبر ہے ساتھ دلیل اسکے کہ خدا تعالیٰ نے جب حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علی نبینا وعلیہما السلام کو رسول بنا کر روبرو فرعون کے بھیجا ارشاد فرمایا کہ قولا لہ قولا لینا لعلہ یتذکر او یخشی یعنی کہو تم اُس سے بات نرم شاید کہ نصیحت قبول کرے یا خدا سے ڈرے اور ساتھ دلیل اُسکے کہ درمیان روح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق تعالیٰ نے فرمایا ہے فبما رحمۃ من اللہ لنت لھم ولو کنت فظا غلیظ القلب لانفضوا من حولک یعنی کمال مہربانی خدا کی ہے کہ خود بخود نرم طبیعت ہو گیا ہے تو واسطے نافضوں اور کافر ونکے اور اگر سخت گو اور سخت دل ہوتا تو البتہ صحبت تیری سے بھاگ جاتے اور بات تیری نہ سنتے دوسرے یہ کہ کلام ہو ساتھ فاسقونکے اور اُن

لوگوں کے کہ اسلام کے حقوق میں کوتاہی کرتے ہیں اس جگہ بھی عایت ادب اور حسن خلق اور نرم گوئی کی کرنی چاہیئے کہ ابھی طرح سے امر شرع کا اُن سے کہے اور گناہ کی بات سے روکے جیسے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا ہے ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ یعنی بلاتوقف رستہ سب پنے کے ساتھ دانائی اور اچھی نصیحت کے اور یہی فرمایا ہے ادفع بالتی ھی احسن یا کلام سرد دنیاوی میں ہے جیسے کہ تقاضا کرنا قرض کا اور طلب کرنا حق اپنا غاصب اور امانت دار سے اسمیں بھی نزدیک شخص عاقل کے جبتک کہ غرض نرمی اور آہستگی سے حاصل ہو سکے سختی کرنی نہایت قبیح اور مذموم ہے اسی واسطے حدیث میں آیا ہے ما دخل الرفق فی شئ الا زانہ وما دخل الخرق فی شئ الا شانہ یعنی نہیں داخل ہوئی نرمی ہیچ کسی شے کے مگر زینت دیدی اُسکو اور نہیں داخل ہوئی سختی ہیچ کسی شے کے مگر معیوب کردیا اُسکو پس ثابت ہوا کہ بات نیک اور نرم کہنی کچھ غائض نہیں اہل اسلام اور اہل صلاح کے نہیں بلکہ ہر طرح کے آدمی کیساتھ مقدمات دینی اور دنیا کی میں طریق حسن خلقی اور ادب اور تواضع کا چلانا تحسین ہے مگر جگہ کہ بغیر سختی اور بدخلقی کے کام دین اور دنیا کا نہ نکلے یا حق خلق اُسجگہ ساقط ہو سہولت اور خوشامد کے مل جانے ایسی جگہ قصد و اختیار کرنا مضائقہ نہیں اور اس آیت کا بھی محل یہی ہے کہ یا ایھا النبی جاھد الکفار والمنافقین واغلظ علیھم یعنی اے نبی جہاد کر تو ساتھ کافروں اور منافقوں کے اور سختی کر اوپر اُنکے اور حضرت امام محمد باقر رض سے منقول ہے کہ یہ ہیچ تفسیر وقولوا للناس حسنا کے فرمایا ہے کہ قولوا للناس ما تحبون ان یقال لکم یعنی کہو تم ساتھ آدمیوں کے ایسی بات کہ اگر تم سے کوئی ایسی بات کہے بُرا نہ مانو اور خوش ہو اور تفصیل اسکی یہ ہے کہ تمام کاموں میں خواہ دینی ہوں جیسے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر یا دنیا کے ہوں جیسے کہ تقاضا کرنا قرض کا اور طلب کرنا حق اپنے کا چاہیئے کہ یہ شخص اپنے تئیں حریف ٹھیرالے اور دوسرے کو شریک اپنے فوراً اور بعد اُسکے سوچے کہ مجکو کلام کیسے اچھے معلوم ہونگے جسوقت دوسرا شخص مجسے امر بالمعروف یا نہی عن المنکر یا تقاضا قرض وغیرہ کا کرے پس اس صورت میں جو بات اسکو پسند ہو ویسی ہی دوسرے کہے اور ہرگاہ کہ بیان حقوق بندوں کے سے کہ اس عہد میں مندرج ہیں فرغت ہوئی اللہ تعالیٰ نے طلب حقوق اپنے کی بھی فرمائی کو اقیموا الصلوٰۃ یعنی اور قائم کرو نماز کو اور سیدھی کرو اُسکو اس طرح سے کہ بسطرح کی کجی اُسمیں نہ کرے اسواسطے کہ نماز بھی عبادت ہے کہ دل کی عبادت اُسکے اندر ہے اور زبان اور ہاتھ پاؤں کو بھی وَاٰتُوا الزَّکوٰۃَ یعنی اور دو تم زکوٰۃ کو کہ چالیسواں حصہ چاندی اور سونے میں اور اور چیزوں میں قیمت اُنکی ہیں سے مغرب ہے بشرطیکہ گذر جائے ایک برس کے اور مواشی اور کھیتی میں حصہ مختلف ہے باعتبار ہر جنس اور صنف کے جیسے کہ فقہ کی کتابوں میں مذکور ہے اسواسطے کہ یہ عبادت ہر چند کہ ظاہر میں خدا کا حق ہے لیکن حقیقت میں حق بندوں کا ہے اور زکوٰۃ ایسی شے ہے کہ ہیچ نیک کرنے اخلاق اور دور کرنے خصلتوں بخل کے اسکو کمال دخل ہے اور اسی سبب سے اللہ جل جلالہ اور وہ یہ ہے کہ اس عہد میں اول توحید کا ذکر کیا بعد اُسکے آدمیوں کے حق بیان کئے بعد اُسکے نماز اور زکوٰۃ کا بیان فرمایا پس اس بیان میں انتظار لازم آیا اسواسطے کہ اگر منظور مقدم کرنا حق العباد کا تھا اس جہت سے کہ حق العباد بڑا سخت ہے اور نگاہ رکھنا اُسکا بہت مقصود ہے اور اُسکے اندر عہد شکنی کرنی نہایت قبیح پس چاہیئے تھا کہ توحید کو بھی موخر ذکر کرتے اور ہمراہ نماز اور زکوٰۃ کے لاتے اور اگر منظور مقدم کرنا حق اللہ کا تھا اس واسطے کہ اصل یہی ہے پس نماز اور زکوٰۃ کو بھی ہمراہ توحید کے ذکر کرنا چاہیئے تھا اور اسجگہ بعضے حقوق الٰہی کو مقدم کیا اور بعضوں کو موخر کیا اسکی کیا وجہ ہے جواب اسکا یہ ہے کہ اصل میں منظور تقدیم حق العباد کی ہے اسواسطے کہ بندے بسبب بقتضاے اپنے کے ملٹنے حقوق اپنے سے دردناک ہوتے ہیں اور تکلیف پہونچی ہے اور اللہ تعالیٰ احتیاج سے پاک ہے اگر اُسکے حق میں کوئی قصور کرے اُسکو کچھ ضرر اور نقصان نہیں پہونچتا ہے لیکن توحید تمام حقوق الٰہی سے بڑھکر ہے اسواسطے کہ شرط قبول ہونے تمام بندگیوں کی ہے خواہ وہ بندگی متعلق ساتھ حقوق بندوں کے ہو یا ساتھ حقوق الٰہی کے پس تمام حقوق کی یہ شرط ہے اور شرط کو تقدم طبیعی اور پرشرط وہ کے ہے اسی واسطے مقدم کرنا توحید کا اور تمام چیزوں کے لازم آیا اور بعد توحید کے حقوق العباد کو اور پر حقوق اللہ کے مقدم کیا تاکہ تاکید ادا کرنے حقوق العباد کی سمجھی جاوے اور سوال دوسرا بھی ہے کہ احسان کرنا ساتھ یتیموں اور مسکینوں اور ذوی القربیٰ کے زکوٰۃ میں داخل ہوا جداً ذکر کرنے اُسکے کی کیا حاجت تھی جواب اسکا یہ ہے کہ احسان کرنا اسکا ساتھ یتیموں اور مسکینوں اور اہل قرابت کے جیسے کہ بیشتر تفسیر اسکی میں اشارہ ہوا اہم ہے اس بات سے کہ ساتھ مال کے ہو یا ساتھ اور طرح کے اور جس صورت میں مال کے ساتھ ہو وہ بھی عام ہے اس سے کہ ہیچ قدر نصاب کے ہو یا اس سے کمتر میں اور اگر قدر نصاب میں ہو وہ بھی عام ہے اس سے کہ زکوٰۃ میں سائب کیا جاوے یا سوائے زکوٰۃ کے پس اس احسان کو کہ جس میں الام تیوں کا عموم ہے زکوٰۃ کے دینے میں داخل نکرنا چاہیئے البتہ ایک طریق احسان کھنے کا اُنکے ساتھ یہ بھی ہے کہ زکوٰۃ مال کی بھی اُنکی طرف خرچ کیجاوے اور یہ بات بھی ہے کہ احسان قرابتیوں اور یتیموں کے ساتھ ذکر کرنے میں اللہ کو منظور یہ ہے کہ خاص ان شخصوں کی طرف توجہ اور مہربانی مصروف ہے جس طرح ہو اور جس ہیچ پر ہو اور زکوٰۃ کے دینے میں منظور یہ ہے کہ خرچ کرنا مال کا خدا کی راہ میں ارادہ کریں اسکی واسطے احسان پہلا کامل کرنے فضیلت عدالت کے قبیلہ سے ہے اور احسان دوسرا یعنے زکوٰۃ کا دینا واسطے حاصل کرنے صفت جوانمردی اور مروت کے ہے اور پہلا احسان حقوق العباد سے ہے اور دوسرا حقوق اللہ سے حاصل کلام یہ ہے کہ جب عہد یاد دلانے سے فرغت ہوئی اور وہ عہد کہ مشتمل اور پراُنکے تکلیفوں کے ہے اور جمع کرنیوالا ہے تمام انواع تکلیفات کو اسواسطے کہ تکلیف یا بدنی ہے یا مالی ہے اور ہر ایک نہیں سے یا عام ہے یا خاص بدنی عام عبارت مطلق ہے کہ آدمی تمام اعطا اور قوتوں اپنی کو مستعد بجالانے حکم اور امر الٰہی کا کرکے منتظر ہے مانند غلام کے کہ روبرو خواندنے اپنے کے بارادہ بجالانے حکم اُسکے کے ٹکٹکی باندھے ہوا ہے اور طرف اس تکلیف کے اشارہ کیا ساتھ اس لفظ کے کہ لا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰہَ اور تکلیف بدنی کہ خاص ہے نماز ہے کہ خاص شرطوں اور کونوں میں اور خاص شرطوں اور کونوں میں کے مقرر ہوئی ہے اور تکلیف خواص مالی زکوٰۃ ہے اسواسطے کہ زکوٰۃ خاص ہے ساتھ مال کے نصاب کے اور ساتھ گذرنے برس کے اور ساتھ مستحقوں معلوم کے اور ساتھ منصوص معین کے اور تکلیف مالی عام کہ شرط اُسکی قدرت ہے اور سبب اُسکا یا نسبے یا بغیر نسبے نسب تین حال سے خالی نہیں یا سائب ہے جیسے کہ والدین یا مقارن ہو جیسے کہ اولاد تیسرے یہ کہ لاحق ہو جیسے کہ یتیم بچے کا اگر کچھ کسی سے اُنکی قرابت نہو مگر شارع نے بسبب مرحمانے باپ کے بحکم نبز الولد الدام مسلمانوں کے ٹھہرایا ہے تاکہ سب لوگ مہربانی اور شفقت کریں اوپر تکلیف

مالی کہ بدون نرسے پائی جاوے اسکے دو سبب ہو سکتے ہیں یا احتیاج اور مفلسی کے سبب مال خرچ کیا جاوے جیسے کہ مسکینوں کی خدمت کرنے میں یا ہم جنس ہونا یعنی شرکت آدمی ہونے میں لیکن یہ بات تمام آدمیوں کے ساتھ پائی جاتی ہے اور تمام آدمیوں پر مال کے ساتھ جہاں کہ ممکن نہیں پس اُنکے ساتھ میں سوائے احسان جملی اور خوبی خلاق کے اور کسی سبب نہیں ہو سکتی جیسے کہ حدیث شریف میں آیا ہے انکم لن تسعوا الناس باموالکم ولکن تسعوھم باخلاقکم یعنی تم سے ممکن نہیں کہ ساتھ مال اپنے کے تمام آدمیوں کے ساتھ سلوک کر سکو لیکن چاہیئے کہ ساتھ اخلاق اپنے کے سب کے ساتھ پیش آؤ اب بطریق توبیخ اور عتاب کے بنی اسرائیل کے فرقے کو فرماتے ہیں کہ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ یعنی پھر موند پھیر لینے اس عہد سے باوجود مضبوط اور محکم کرنے اُسکے کے اور تمام اُن آٹھوں تکلیفوں کو ضائع کیا اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ مگر تھوڑی سی جماعت تم میں سے جیسے عبداللہ بن سلام اور اسکے رفیق یعنی اللہ عنہ کے اور اُنکے جنہوں نے متابعت پیغمبر قبل اپنے کی اختیار کی اور بیچ توحید اور ادا کرنے حقوق العباد اور حقوق اللہ کے راسخ قدم ہوئے پس باوجود کہ توڑ ڈالنے اس عہد محکم اور ضائع کرنے اُن آٹھ تکلیفوں عمدہ کے کس طرح توقع اس بات کی کیجئے ہو کہ تمکو زیادہ چند روز سے عذاب ہو حالانکہ بعضی تکلیفیں ان میں ایسی ہیں کہ اُنکے چھوڑنے سے عذاب بڑی ہوئے جیسے کہ توحید اور بعضی ایسی ہیں کہ اُنکے چھوڑنے سے مدت دراز تک فرق میں ہو جیسے کہ نافرمانی والدین کی اور ترک کرنا نماز کا اور کاہل ہونا اسکے تدارک اُس کو ادا کرنے کی اور اُس عہد شکنی کو ساتھ اصلاح کے بدلنے لیکن تم روز بروز اس عہد شکنی میں ترقی کرتے ہو وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ یعنے اور تمنے مونہ پھیر لیا ہے سے عادت پکڑلی ہے اور موافق اس قول کے العادۃ طبیعۃ الثانیۃ اتنے اس روگردانی کا بیچ ہو رہنفسوں تمہارے کے محکم ہو گیا ہے اور عنصر اسود مزاج مستحکم کے قابل علاج کے نہیں رہا آور اگر بنی اسرائیل اس زمانہ کے کہیں کہ روگردانی اور نافرمانی اور توڑنا اس عہد کا تمام گروہ ہمارے سے نہیں ہوا بلکہ بہت لوگ ہمارے فرقہ میں سے بیچ توحید الٰہی اور ادا کرنے توحید کے ثابت قدم ہیں خصوصاً ہم لوگ کہ اس زمانہ اور اس مکان میں ہیں بیچ ادا کرنے تکلیفات شرعی کے فضول نہیں کرتے ہیں پس اسکے جواب میں فرماتے ہیں کہ وَلَقَدْ جَآءَكُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ یعنی اور البتہ تحقیق آیا ہے تمہارے پاس موسیٰ ساتھ دلائل اور معجزات کے پھر بنا لیا تمنے بچھڑا اُسکے پیچھے اور تم ظالم ہو اور یاد کرو وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ یعنی اور یاد کرو اُس وقت کو کہ لیا تھا ہمنے عہد تمہارا محکم اُوپر اسکے کہ لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ یعنی آپس میں خونریزی نہ کرو گے آور اس عہد کو بھی مانند عہد توحید کے خیر کیصوتیں میں لئے تاکہ جانو تم کہ خون کرنا ایک مہیب کا قریب کفر اور شرک کے ہے بیچ برائی اور قبائح حسنہ کے اور بسوائے اسکے الحاکات ہی میں یہ بات مقرر ہے کہ بعد شرک کے سب کبیروں سے بڑا کبیرہ ناحق خون کر دینا ہی اور مثل پہلے حکم کے اور حکم بھی بہت تاکید کیساتھ نکو کیا ہے کہ وَلَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ یعنی نکالو تم ہم مذہبوں اپنے کو گھروں اپنے سے اسواسطے کہ جلاوطنی عار کی آفت ہے قریب مرنے کے پس بیچ حکم خونریزی کے ہی اور ایسے بڑے بڑے گناہ ہونے کے نہ میں اور باوجود یکہ عہد اور پیمان اُنکے چھوڑ دینے کے کرتے ہیں نہایت سخت عذاب مدت دراز تک سمجھنا چاہیئے اور قریب عذاب کفر اور شرک کے ان گناہوں کے عذاب کو تصور کریں اور نکالنا آدمی کا اپنے گھر سے کسی طریق پر ہوتا ہے ادنیٰ اُنکا یہ کہ کوئی شخص کسی کے ہمسایہ میں اگر رہے اور یہ شخص اُسکو ستانا اور تکلیف دینی شروع کرے یہانتک کہ وہ لاچار ہو کر اُس گھر کو چھوڑ دے پس جیسے اُس شخص نے اپنے گھر سے نکالا ہی حق تعالیٰ بسبب اسکے موذی گھر اُسکے سے کہ وہ بہشت سے نکالے گا اور تمنے اس عہد کو قبول کر لیا ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ یعنی پھر تم نے اقرار بھی کر لیا کہ ہمنے اس عہد کو اپنے اوپر لازم کر لیا اور قبول کر لیا وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ یعنے اور تم اس پر موجود ہو ساتھ اس اقرار کرنیوں کے اور انکار اُسکا نہیں کرتے ہو ثُمَّ یعنی پھر بعد اس اقرار اور گواہی کے اَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ یعنی تم کہ اسوقت ہر عالم ہو توڑتے ہو تم دونوں عہد کو کہ حق تعالیٰ نے ساتھ بزرگوں تمہارے کے نہایت تاکید کے ساتھ لیا تھا اور بطریق اخبار کے اُسکو ذکر کیا تھا اور یہ عہد شکنی تمہاری مشابہت ساتھ تکذیب خبر الٰہی کے رکھتی ہی العیاذ باللہ منہ اسواسطے کہ تم تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ یعنی مارتے ہو تم گروہ ہم مذہب اپنے کو کہ حقیقت میں اپنے تئیں مارتے ہو اسواسطے کہ ساتھ حکم شرع کے قصاص نہارے اُوپر واجب ہوتا ہی اور واجب القتل ہوتے ہو اور صورت اس قتل کی اس طرح سے تھی کہ بیچ گروہ و نواح مدینہ منورہ کے دو فرقے یہود کے بستے تھے بنو قریظہ اور بنو نضیر اور اندر مدینہ منورہ کے بھی دو فرقے انصار کے بستے تھے اوس اور خزرج اور بنو قریظہ نے اوس کے ساتھ عہد کر لیا تھا کہ ہم تمہارے شریک ہیں اور بنو نضیر خزرج کے کیساتھ ہم تسم ہوئے تھے اور جسوقت درمیان اوس اور خزرج کے جنگ بدال ہوتا بنو قریظہ اوس کیمدد کو جاتے اور بنو نضیر خزرج کیساتھ اور آپس ایک دیگر کے ستمگر کو مارتے اور قتل کرتے بنو قریظہ کے ہاتھ سے بہت سے بنو نضیر مارے جاتے اور بنو نضیر کے ہاتھ سے بہت سے بنو قریظہ مارے جاتے اور یہ معاملہ اُنکا اسیسال سے جاری تھا اور ہرگز ندارک اُسکا نہیں کرتے تھے اور اس کام سے ندامت عمل میں لاتے تھے اور کاہش و پاسی قدر کے تم کفایت کرتے لیکن تم اور بھی اُسکے اوپر بڑھاتے ہو وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ یعنی نکالتے ہو تم ایک فرقہ کو گروہ ہم مذہب اپنے سے اُنکے گھروں سے اور وہ گروہ وہ بھی تھے کہ لڑائی میں مغلوب ہوتے تھے اور سوار اُنکے مارے جاتے اور یہ لوگ اُس گروہ کو ضعیف جانکر اور بتعلقات اُنکے کے متصرف ہوتے اور اگر تم کو ہم پر تصرف ہوتا گروہ ہم مذہب اپنے کو نہیں مارتے ہو بلکہ اسکے بدلے میں ظلم و تَظٰهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ یعنی اور ستی اور مدد دیتے ہو اوپر پاپ ڈالنے اور نکالنے ہم مذہبوں اپنے کے ساتھ اسی فعل کے کہ فی نفسہ وہ گناہ ہی اور بیچ حق برادری اپنے کے تعدی ہے اور ظاہر ہے کہ جیسے کہ ظلم حرام ہے مدد کرنی ظالم کی اور ظلم اُسکے کے بھی حرام ہی اور بجگہ ایک خطبہ قوی ہی کہ اصل میں بیشہ بعنوان ہونے اوپر کیا گیا ہی اسواسطے کہ وہ اللہ کے اوپر عدل کرنا واجب کہتے ہیں اور بجگہ ہمارے اور بھی ہو سکتا ہے کہ اگر مددگاری ظالم کی حرام ہے اپنے حق تعالیٰ کو اسواسطے ظالم کو اور ظلم کے قدرت دیتا ہی جواب اسکا یہ ہو کہ جیسے حق تعالیٰ نے قدرت ظلم کی ظالم کو بخشی ہی ویسے ہی اُسکو ظلم سے منع بھی فرمایا ہی اور اُسکے حق میں سخت وعید کیا ہی بخلاف آدمی کے کہ جو وقت مددگاری کی ظالم کی کرے زیادہ تر باعث ظلم کرانے پر ہوتا ہے اور ظلم اُس کی نظر میں نیک کہلائی دیتا ہے اور اگر حق تعالیٰ ظالم کو قدرت اور ظلم کے نہ دیتا معاملہ تکلیف و امتحان کا موجود نہ ہوتا اور مدار جزائے نیک

اور بدکا اسی کے اوپر ہے اور جو وقت بندوں کو قدرت ظلم کے اُوپر نہ ہوتی پس ناروا رہنا بندوں کا ظلم سے بسبب بے مقدوری کے ہونا بسبب ایمان اور تابعداری حکم کے اور جبکہ آدمی کو ساتھ آدمی دوسرے کے ایسی قدرت دینے کی تکلیف کے اندر حاجت نہیں ناچار آدمیوں کے درمیان میں آپس میں امداد اور اعانت کرنی ظلم کی متعلقات حرام اور ممنوع ہوئی اور عجب یہ ہے کہ بیچارے اور جلاوطن کرنے ہم جنسوں اپنے کے ساتھ مدد نہیں کرتے ہو وَاِنْ یَّاْتُوْکُمْ اُسٰرٰی تُفٰدُوْهُمْ یعنی اگر آتے ہیں آگے تمہارے ہم مذہب قیدی ہو کر فدیہ لاکر قید سے خلاص کرا لیتے ہو مثلاً اول اور آخر میں کی لڑائی میں اگر کوئی بنو قریظہ سے بیچ ہاتھ خزرجیوں کے اسیر ہوتا تھا جو نضیر اُسکو خرید کر کے آزاد کر دیتے اور اگر بنو نضیر میں سے کوئی بیچ ہاتھ اوسیوں کے گرفتار ہوتا بنو قریظہ اُسکو زر دیکر خلاص کرواتے اور اگر کوئی اُنسے کہتا کہ تم آپس میں جنگ اور قتال کرتے ہو اور ایک دوسرے کو جلاوطن کرتے ہو پھر قیدیوں کو زر دیکر کیوں چھڑاتے ہو جواب میں کہتے کہ ہمکو خدا تعالیٰ نے یہی حکم فرمایا ہے کہ جو وقت دین کے بھائیوں ہمارے سے کسیکے ہاتھ میں قیدی دیکھیں ہم اُسکو ہر طرح چھڑا لیویں اور لڑائی ہماری آپس میں محض بسبب دنیاداری کے ہے اسواسطے کہ اگر لڑائی کر نیسے بیٹھ رہیں ملعون ہو جاویں اور ننگ ہمکو لاحق ہو جاوے کہ جسکے ساتھ پہلے عہد کر لیا ہے اُنکی مدد نہ کی اور وہ بھی حاجت کے وقت ہماری مدد نہ کرینگے اور نظام ہمارے دنیا کے کاموں کا جاتا رہیگا حق تعالیٰ جواب دیتے کو باطل فرماتا ہے کہ جیسا کہ خلاص کروانا برادر دینی کا مخالفوں کی قید سے اوپر ہمارے فرض تھا اور تم اُسکو بجالائے تھے اور اسیواسطے عہد شکنیوں کے بیان میں اُسکو بیان نہیں کیا ایسے ہی لڑائی اور خونریزی بھی آپس میں تم پر تمہارے حرام تھی وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَیْکُمْ اِخْرَاجُهُمْ یعنی حال یہ ہے کہ تم پر اُنکا جلاوطن کرنا بھی حرام ہے اور تمہارے لئے اُنکا اخراج ہوا قتل کرنا اور مدد اوپر قتل کے کرنی بالاولیٰ حرام ہوا اور اُن چیزوں کو بے دشک عمل میں لاتے ہو پس معلوم ہوا کہ تم عمل کرتے ہو موافق بعضے عہدوں کے اور توڑتے ہو بعضے عہدوں کو اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْکِتٰبِ یعنی آیا پس ایمان لاتے ہو ساتھ بعضے حکموں کتاب اپنی کے اور انکار کرتے ہو ساتھ بعضے حکموں کتاب اپنی کے کفار خلاص کروانا بعضے قیدیوں کا ہاتھ ظالموں کے ہاتھ سے وَتَکْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ یعنی اور کفر کرتے ہو تم ساتھ بعضے حکموں اُسی کتاب کے کہ قتل کرنا اور جلاوطن کرنا ہم نہ ہوں اپنے کا پس حالانکہ ایمان لانا ساتھ کتاب کے مخیر نہیں یعنی جبتک کل کتاب کے اوپر ایمان لاؤ گے مومن نہ ہو گے بلکہ اسطرح سمجھنا چاہیئے کہ اگر ایک حکم بھی کتاب اپنی کا انکار کر دو گے بالکل کافر ہو گے پس جبکہ ایک حکم کا انکار کتاب کے حکموں سے کفر ہے فَمَا جَزَآءُ مَنْ یَّفْعَلُ ذٰلِکَ یعنی پس کیا ہے جزا اُس شخص کی کہ یہ کام کرے خواہ کسی گروہ کا ہو خصوصاً منکم یعنی تم میں سے کہ اپنے تئیں اہل کتاب اور اتباعلدی کرنیوالوں اُس کتاب کی سے کہتے ہو خود انصاف کرو تم اور ظاہر ہے کہ جزا کفر کی نہیں اِلَّا خِزْیٌ یعنی مگر ذلت تک رسوا کہ بسبب اُسکے تنگی کی جاتی ہے فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا یعنی زندگی دنیا کی میں میسا جزیہ لینا ساتھ ذلت کے اور خراج لینا ساتھ مار ڈالنے کے اور نہ قبول کرنی گواہی اُسکی اور شدت و قباحت محمد احمد سے خلیل اور حقیر کرنا اور جبکہ قتل کرنا اور قید کرنا اور لوٹنا مال کا اور جلاوطن کرنا گھروں کا چنانچہ بنو قریظہ اور بنو نضیر پر آنحضرت صلعم اور مسلمانوں کے ہاتھ سے یہی حال واقع ہوا کہ تمام بنو قریظہ کو قتل فرمایا اور عورتوں اور بچوں اُنکے کو لونڈی اور غلام بنالیا اور بنو نضیر کو ساتھ کمال رسوائی کے جلاوطن کیا یہانتک کہ بھاگ کر خیبر کو چلے گئے اور پھر خیبر میں سردار اُنکے مقتول ہوئے اور عورتیں قید میں پڑیں اور باقی رہے ہوئے کہ بیچی گئے نیوالے اور خدمتی مسلمانوں کے ہوئے اور بسبب باتیں اسواسطے ہوئیں کہ اُنہوں نے خدا کے عہد کو توڑ کر پاس خاطر اُن لوگوں کی جنکے ساتھ عہد کر لیا تھا پس خدا کے عہد کو ہلکا اور حقیر جانا اور کاش اُنکے تئیں اور پراسی سزا کے کفایت ہوتی لیکن دنیا اور آخرت دنیا کی ایک دن تمام ہو جاویگی وَیَوْمَ الْقِیٰمَةِ یُرَدُّوْنَ اِلٰٓی اَشَدِّ الْعَذَابِ یعنی اور دن قیامت کے پھیرے جاوینگے طرف سخت ترین عذاب کے کہ مثل عذاب دنیا کے بعد مدت معین کے موقوف ہو نیوالا نہیں اسواسطے کہ یہ لوگ خدا کے عہد توڑنے میں مبالغہ کرتے تھے اور وہ عہد نہایت محکم اور مضبوط تھے اگرچہ حق تعالیٰ اُنکے عذاب کرنے میں مبالغہ نہ فرماوے جاہلو تمکے دیکھ میں آوے کہ اللہ تعالیٰ اُنکے حال سے غافل ہے وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ اور نہیں ہے خدا غافل اُس چیز سے کہ تم کرتے ہو کہ بارہا عہدوں اُسکے کو توڑتے ہو اور باوجود سختی اور آسمانی اپنی کا اللہ تعالیٰ کے حق پر مقدم رکھتے ہو اور کسطرح آخرت میں سخت تر عذاب میں گرفتار نہوں اسواسطے کہ بسبب اُسکے اُنہوں نے کوئی چیز آخرت کے نفع کی اپنے واسطے باقی نہیں کہی اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا بِالْاٰخِرَةِ یعنی یہ لوگ وہ گروہ بے عقل ہیں کہ خریدا اُنہوں نے زندگانی دنیا کی بدلے آخرت کے جسوقت حکم ہم عہدیوں اپنے کا قبول کیا اور حکم خدا کا خلاف مرضی اُنکے اور جبکہ کہ آخرت کو پیچھے ڈالا پھر کیا تو تخفیف کسی نفع کی آخرت کے نفسوں اُنکے سے کہیں فَلَا یُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ پس سبک نکیا جاویگا اُن سے عذاب اسواسطے کہ سبک ہونا عذاب کا بھی ایک نوع کا نفع اخروی ہے کہ بسبب عنایت الٰہی کے متحقق ہوتا ہے وَلَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ یعنی اور نہ اُنکے تئیں کوئی مدد کریگا کہ عذاب خدا کے کو ساتھ زور کے اُنسے دفع کرے جیسے کہ دنیا میں ہم عہدیوں اپنے سے ہی توقع رکھتے تھے پس معلوم ہوا کہ وہ لوگ موافق اقرار اور گواہی اپنی کے مستحق سخت عذاب نار کے ہیں اور اپنے قول کو کہ لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَیَّامًا مَّعْدُوْدَةً ہو جھوٹا کرتے ہیں اچھا جاننا چاہیئے کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص بعضے حکم شریعت کے کو موافق طبیعت اور عادت اُس کی کے ہوں قبول کرے اور جو کہ مخالف طبیعت اور عادت اُسکی کے ہو اُسکے قبول کرنے میں قصور کرے۔ سو ایسا عمل کچھ کام نہیں آویگا مثلاً ایک شخص ہے کہ شراب کو اپنے مزاج کے مضر جانکر یا مخالف وضع خاندان اپنے کے دیکھکر چھوڑ دے اور زنا کو پوشیدہ پوشیدہ کرتا رہے پس چھوڑنا شراب کا اُسکے حق میں موجب نجات کا نہوا اسواسطے بسبب اتباع شریعت کے اُسکو نہ چھوڑا ہاں اگر بمقتضائے طبیعت اور رسم کے پیروی شریعت کی کرے لیکن کوئی بات مخالف ظاہر کے بھی نکرے البتہ اُسمیں مصالح رسم کی ہو سکتی ہے اور اسواسطے علماء اس قسم کی عبادت میں مختلف ہیں بعضے کہتے ہیں کہ ایسی بندگی سے کہ ریا کی جہت سے ہو گناہ کہ جسمیں صفائی ہو بہتر ہے **بیت** جرعہ کہ رخت ما بجوئم صفا کشد ۔ بہتر طاعتے کہ بعجب آلیند اور بعضوں کے کہا ہے کہ طاعت ریاوالی بہتر گناہ بے توبہ سے ہے اور فیصلہ درمیان دونوں گروہوں کے یہ ہے کہ اصلی نفس اور تہذیب کی میں گناہ کہ جسمیں ندامت اور خجالت ہو بہتر اُس بندگی سے کہ

کہ ساتھ خود پسندی اور ریا کے ہو اور بیچ اصلاح رسم و رواج شریعت کے بندگی ریا والی گناہ سے بہتر ہے واللہ اعلم اور اگر کہو تم کہ یہ سب عہد شکنیاں ہماری بیچ قتل ہونے جنسوں کے اور ڈرانے کے طالوتی اور سوا اسکے اور چیزوں میں متحقق ہوئیں لیکن انکے سبب سے کفر نہیں ہو گیا اصل میں یہ چیزیں فسق میں شمار کیجاتی ہیں اور عذاب فاسق کا اخیر کو موقوف ہو جاتا ہے اور ہمیشہ نہیں رہنے کا کہتے ہیں ہم قطع ہو جاتا عذاب فاسق کا اس صورت میں ہے کہ کفر کی طرف بیچ نہ گیا ہو مخالف اس فسق تمہارے کے کہ انکار بعضے احکام الٰہی کا اسمیں پایا گیا اور کفر کی حد کو پہونچ گیا اور احاطہ خطیئہ کی نوبت پہونچی اور اگر اس سے بھی قطع نظر کریں پس عہد ایمان کا ساتھ پیغمبروں کے کہ ممیز توحید کے ہے اسکو توڑ ڈالا بہانک کر حوض ایمان کے کہ پیغمبروں کے اوپر لانا چاہیئے ہم محمد قتل کر ڈالا الخ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ یعنی اور البتہ دی ہمنے موسیٰ کو کتاب کہ توریت تھی اور اس کتاب میں تمام عہد اور پیمان الٰہی مذکور تھے اور سب عہدوں سے بڑا عہد یہ تھا کہ ہر وقت کے پیغمبروں کی اطاعت کریں اور ساتھ انکے ایمان لاویں اور راہ تعظیم اور توقیر کی انکے ساتھ جاری رکھو حضرت ابن عباس سے منقول ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تختیاں توریت کی عنایت ہوئیں حضرت موسیٰ نے اپنے زور طاقت انکے اٹھانے کی بھی تحقیق کر لے واسطے ایک ایک آیت کے اٹھانے ایک فرشتہ مقرر کیا وہ بھی نہ اٹھا سکے بعد اسکے ایک ایک بحر پر ایک ایک فرشتہ بھیجا وہ بھی نہ اٹھا سکے جب حضرت موسیٰ کو اور فرشتوں کو عظمت اور ثقل معنوی اس کتاب کی معلوم ہوئی اور قدر انکی انکے ذہنوں میں جاگزین ہوئی حضرت موسیٰ کو حکم ہوا کہ الواح پر تیرے اٹھانا اس کتاب کا بکار ہا کا کہ گے حضرت موسیٰ اسکو اٹھا کر بنی اسرائیل کے پاس لائے وَقَفَّيْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ اور لائے ہم پیچھے حضرت موسیٰ کے بہت رسولوں کو حضرت یوشع اور حضرت الیاس اور حضرت الیسع اور حضرت شمویل اور حضرت داؤد اور حضرت سلیمان اور حضرت شعیا اور حضرت ارمیا اور حضرت یونس اور حضرت عزیر اور حضرت حزقیل اور حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ اور سوا انکے چار ہزار آدمی تھے اور سب اوپر شریعت حضرت موسیٰ کے چلتے رہے اور مقصود بھیجنے انکے سے جاری کرنے احکام اس شریعت کے تھے کہ بسبب کاہل اور سست نبی اسرائیل کے محو ہو جاتے تھے اور بسبب تحریفات عالموں بے عمل کے بدل جاتے تھے پس پیرو ہیچ نبی اسرائیل کے مانند علمائے ربانیین اور مجددین اس امت کے ہیں جیسے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ان اللہ تعالیٰ یبعث بھذہ الامۃ علی راس کل مائۃ من یجدد لھا دینھا یعنے تحقیق اللہ تعالیٰ پیدا کریگا اس امت میں ہر صدی پر ایسا شخص کہ تازہ کریگا اس امت کے واسطے دین اسکا پس تم میں ایسے لوگ ہیچ کہ انہوں نے ان پیغامبروں میں سے بعضوں کو جیسے کہ حضرت یحییٰ اور حضرت زکریا جان سے مارڈالا اور اگر کہو تم کہ یہ پیغمبر ایسے بھی بڑے بڑے نہ تھے جیسے کہ حضرت موسیٰ کہتے تھے اسواسطے ہمارے بزرگوں کو انکے اندر شبہ پڑا اور بسبب غلط فہمی کے ہم نے انکو تکذیب کی اور مار ڈالا ہم کہتے ہیں کہ بعد اسکے اور پیغمبر بڑے بڑے مجزے تمکو دکھلائے اور تمنے ہرگز یقین نہ کیا وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ بیان اور دیئے ہمنے عیسیٰ مریم کے بیٹے کو معجزے روشن جیسے کہ زندہ کرنا مردہ کا اور اچھا کرنا مادر زاد کا اور برص والے کا اور پیدا کرنا پرند جانور کا اور خبر دینی غیب کی اور خود بخود سے کہنا تورات کی اور دوسوا اسکے کہ حضرت موسیٰ کے معجزوں کے کم نہ تھے بلکہ باعتبار بعض وجوہ کے زیادہ معلوم ہوتے تھے خصوصاً اس وجہ سے کہ ایک چیز خاص حضرت عیسیٰ کو دی تھی اور حضرت موسیٰ کو اس قسم کا معجزہ نہیں دیا تھا اور وہ یہ ہے کہ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ میں یعنی اور مدد دی ہمنے عیسیٰ کو ساتھ روح القدس کے اور روح القدس نام اس الٰہی کا ہے کہ حضرت عیسیٰ ساتھ اسکے مردہ کو زندہ کرتے تھے اور یا وہ کلمہ جبیہا تھا جسے پھیرنے اور دم کرنے کے اجرا کرتے تھے اور بعضوں نے کہا ہے کہ روح القدس نام جبرئیل کا ہے اور وجہ جب حکم الٰہی کے ہمیشہ حضرت عیسیٰ کی رفاقت اور اعانت میں رہتے تھے اور بعضوں نے کہا ہے کہ روح القدس عبارت روح پاک سے ہے کہ بیچ بدن حضرت عیسیٰ کے پھونکی گئی تھی اور اور روحوں کی وجہ سے ممتاز تھی اور اضافت الٰہی کی طرف قدس کے حاصل الوجود کے تعلیم ہے یا روح کلی کی کہ عوارض بشری کو کہتے ہیں حاصل یہ ہے کہ تائید کی ہمنے روح القدس کے باعث کلمی ہونے کے جو حضرت عیسیٰ کے خواص میں سے تھی پس اس کی تکذیب کی کسی وجہ سے معذور نہوئی اور عیسیٰ لغت عبرانی میں یعنی یسوع کے ہے اور متی اور مرقس نے یسوع کے بجائے یشوع لکھا ہے اور مریم لغت عبرانی میں یعنی خادم کے ہے اور مراد اسکی ہیکل ہے جو مقدس کہلاتا ہے اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُكُمُ یعنے ساتھ اس حکم کے کہ نہیں چاہتے تھے دل تمہارے اس حکم کو اسْتَكْبَرْتُمْ تکبر کرتے تھے تم قبول کرنے اسکے سے فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ پس بعضوں کو ان میں سے تکذیب کرتے تھے وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ یعنی اور ایک گروہ کو انہیں سے قتل کرتے تھے تم مانند حضرت شعیا اور حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کے اپنے زعم میں اگرچہ حقیقت میں انکے اوپر سبقت نہوئے لیکن ان کی شبیہ کو اور شخص تھام کر پہنچیا اور مانند پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ ایکبار تکریا اور ایکبار زہر دیا اور ایکبار دیوار کے نیچے فریب سے بٹھلا کر چاہا کہ ایک پتھر بھاری اوپر سے انکے اوپر ڈالدیں لیکن حق تعالیٰ نے ہر حال میں انکو محفوظ رکھا اور اسی نکتہ کے جتلانے کیواسطے قتلتم نفرمایا بلکہ صیغہ مضارع کا لائے اسواسطے کہ ابتک وہ بیچ فکر قتل پیغمبروں کے تھے اور حدیث صحیح میں آیا ہے کہ اثر زہر کا کجپری کے گوشت میں خیبر میں کھایا تھا ہر برس عود کرتا ہے اور اسکے سبب سے درگئے کا اور خناق پیدا ہوتا ہے یہانتک کہ اسی سوقت معلوم کرتا ہوں کہ بسبب اثر اسکے کے رگ میری جان کی چیری گئی پس حقیقت میں وفات اس نبی کی بھی نسبت قتل انکے کے بھی اوس سے پہونچ کا ارشاد کہ اس آیت میں بیان فرمایا تھا نہایت بلاغت اسکے اندر پائی گئی گویا ارشاد فرماتے ہیں کہ دصف سالت کی تمہارے نزدیک ایک شے تکذیب اور قتل میں سے تقاضا کرتی ہے تکذیب یا قتل اور یہ نہایت جہالت کے ساتھ بہترین مخلوقات کے بدترین معاملات سے پیش آؤ تم اور حدیث صحیح میں آیا ہے کہ آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اے روح القدس جبرئیل ہے اور بخاری اور دوسری صحاح میں موجود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسطے حسان شاعر کے منبر مسجد میں رکھواتے تھے اور اشعار انکے کہ بیچ جواب شاعروں کفار کے کہتے تھے سنتے تھے اور اسکے حق میں دعا فرماتے تھے کہ اللھم ایدہ بروح القدس پس معلوم ہوا کہ تائید روح القدس کی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعضی اسکے آدمیوں کو بطفیل متابعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ایمان لانے

علیہ السلام اسطے حسان رضی اللہ عنہ کے منبر مسجد میں رکھواتے تھے اور اشعار انکے کہ کفار کے مشاعروں کے جواب میں ہوتے تھے سنتے تھے ۱۲

ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نصیب ہوتی تھی پس اُن حضرت کو تائید اُن کی بالادلی حاصل ہوگی اور ابن حبان نے ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ روح القدس میرے سینہ میں پھونک مارتا ہے کہ کوئی جاندار نہیں مرتا ہے جبتک کہ پورا نہیں کر لیتا ہے رزق اپنا پس ڈھونڈنے میں بہت کد و کاوش نکرو اور روح القدس کی صحبت سے خوش ہیں سے پرکہ زبیر بن بکار نے بیچ کتاب اخبار المدینہ کے حضرت حسن بصری سے روایت کی ہے کہ جس شخص کے ساتھ روح القدس ہمکلام ہوتا ہے زمین کو حکم نہیں کہ گوشت اُسکا کھا وے باقی رہا اس جگہ ایک سوال کہ اہل تفسیر و اوکر تے ہیں اور وہ یہ ہے کہ کان بتم کو ساتھ صیغہ جمع کے اور تقتلون کو ساتھ صیغہ مضارع کے کس واسطے لائے ہیں جواب اسکا یہ ہے کہ تکذیب پیغمبر کی ایسی شے تھی کہ ہو چکی اور قتل اُن کا پیغمبروں کو ابھی تک تمام نہیں ہوا واسطے کہ دیرے قتل سے افضل پیغمبر نے ہیں پس گویا ابتک مشغول قتل کے ساتھ ہیں اور ہر چند کہ قتل پیغمبر کا بھی مستلزم تکذیب اُنکی کا ہے اور جبتک کہ قتل باقی ہے تکذیب بھی باقی ہے لیکن تکذیب پیغمبر کی ابتدائے بعثت اُس کی میں حادث ہوتی ہے اور ایکدفعہ ہو چکی بخلاف قتل کے کہ بارہا اسباب کے بار بار تیار ہونے سے لازم نہیں آتا ہے کہ تکذیب نئی حادث نہ ہوتی ہے بلکہ باقی رہنا تکذیب پہلی کا کفایت کرتا ہے اسی نکتہ کو واسطے تغییر اسلوب کی کی والسر اعلم وَقَالُوا یعنے اور کہتے ہیں یہودی پیغمبر کے قتل کرنیکے عذر میں کہ ہمارے نزدیک صدق اُنکا ثابت نہیں ہوا ہر چند عوام اور جاہل لوگ بسبب نہ سمجھنے خارق عادتوں اُنکی کے فریب کھا کر سچا جانتے تھے اور اُن کی طرف میل کرتے تھے لیکن ہم ہر سہ اپنے میں اعتقاد تصلب کہتے ہیں کہ ہرگز ساتھ اس جوز اور حیز کے فریب نہیں کھاتے ہیں اور ہرگز طرف کسی شخص کے کہ برخلاف مذہب اور آئین ہمارے کے ہو ہر چند کہ خارق اور کرامات اُس سے صادر ہوں رجوع نہ کرینگے اور فرمانبرداری اُسکی نہ اُٹھاویگے اور مسابات میں اس حد کو ہم پہونچے ہیں کہ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ یعنی دل ہمارے بیچ غلاف کے ہیں خوشامد اور چاپلوسی اور صفائی تقریر کی اُن میں اثر نہیں کرتی ہے اور فریب کی باتوں اور کرشمے دکھلانے سے تردد اور شبہ میں نہیں پڑتے ہیں حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ مقدور سطح نہیں بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ یعنی بلکہ لعنت کی ہے اُنکے تئیں اللہ تعالیٰ نے اور حمت اپنی سے دور ڈالا ہے اور حق باتکے سمجھنے کی اور قبول کرنے اُسکے کی اُنکے دل میں جگہ نہیں دی ہے اسی سبب سے ہے کہ نصیحت کرنیوالونکی طرف رجوع نہیں کرتے ہیں اور حق بات نہیں سنتے ہیں پس اُنکے تئیں شتابہ ہو گویا کہ تصلب باطل کو تصلب حق سے جدا نہیں کرتے ہیں جو چیز کہ اکثر حاصل ہے یعنی باطل اور ناحق شے کے اوپر جمے ہوئے ہیں اور اُسکے اوپر متحکم ہیں اور دعویٰ تصلب حق کا کرتے ہیں اور وہ اُنکو بالکل حاصل نہیں اور معنی تصلب حق کے یہ ہیں کہ دین حق کو توتے پکڑے اور ہر گز طرق دین اور آئین دوسرے کی نظر نہ کرے اور اوپر فریب اور دھوکے بازیوں شیطانوں اور استدراجات جوگیوں اور راہبوں کے کان نہ لگاوے اور بسبب پیش افی خصیتوں اور اتفاقوں کے بیچ خویش و بن اپنے کے کسیطرح کی ٹھوکر و تردد و پیدا نہ کرے اور یہ بات تمام دنیوں کے اندر مسلم ہے اور ہر زمانہ میں مطلوب ہے اور معنی تصلب باطل کے یہ ہیں کہ بسبب حمیت کسم یا رعایت خاندان اپنے کے اوپر مذہب سر یکے باوجود ظاہر ہونے نقائص حقیقت اُسکی کے انکار کرے اور اپنے تئیں نیک رغیر اپنے کو کہ نیک ہو بد جانے اور یہ بات مردود اور معیوب ہے اور اُنکے تئیں ان دونوں معنی میں قیاد تصلب باطل نہیں تصلب حق جانتے ہیں یہ سبب تصلب حق ہے اُسکے کے خود پسندی اور فخر رہتے ہیں اور اگر وہ کہیں کہ جب ہم ملعون ہمیشہ کے واسطے اور راندے گئے اللہ کی جناب کے ہیں اور لیاقت قبول کرنے خطاب کی اور سمجھ حق بات کی ہمارے دلوں سے چھن گئی ہے پس ہمارے اوپر کیا گناہ ہم معذور میں تو ہم کہتے ہیں یہ عذر انکا مسموع ہی واسطے کہ اگر یہ حالت اصل سے ہوتی اور بغیر مداخلت اُنکی کے دلونمیں پیدا ہوتی البتہ یہ عذر و ہوتے لیکن یہ حالت ابتدا ارادہ جناب الٰہی کی طرف سے اُنکے اوپر خالص نہیں ہوئی بلکہ بِكُفْرِهِمْ یعنی بسبب کفر اُنکے کے کہ جسوقت ایک معجزے اور ایک پیغمبر اور ایک حکم الٰہی کا انکار کیا ایک نوع کی سختی اور سیاہی اُنکے دلونمیں موجود ہو گئی اور جب دوسری بار معجزہ دوسرے اور پیغمبر دوسرے اور حکم دوسرے کا انکار کیا وہ قساوت زیادہ ہوئی یہانتک کہ غلظت اور کثافت کی نوبت پہونچی جیسے کہ پانی کہ سرد کے موسم میں بسبب جمنے کے سرد جمنے لگتا ہے اور جب بار بار سرد ہوکر جمتا ہے سخت ہوتا جاتا ہے یہانتک کہ مانند پتھر کے سخت ہو جاتا ہے ایسے ہی اُنکے دل جسوقت زیادہ سخت ہو گئے بالکل تاثیر نہیں قبول کرتے ہیں جو کہ بندہ کے اختیار سے قسم لعل اور دوری رحمت الٰہی سے یہ نسبت اُنکے پائی جاتی ہے اسمیں جانے عذر نہیں اور اسی سبب سے ہے کہ اکثر یہود کا ساتھ کتاب اور پیغمبر اپنے کے ایمان نہیں کہتے ہیں فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ یعنی پس بہت کم ایمان لاتے ہیں ساتھ حضرت موسیٰ اور توریت کے باوجود اسکے دعویٰ ایمان کا ان دونوں کے ساتھ رہتے ہیں اور امام احمد نے ساتھ سند صحیح کے ابو سعید خدری رضی سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دل چار قسم ہیں ایک دل ایسا ہوتا ہے کہ صاف ہوا اور اسمیں چراغ چمکتا ہے اور ایک دل ایسا ہوتا ہے کہ غلاف کے اندر ڈالا ہوا ہے اور اوپر سے دھکا لپیٹ کر خوب بند کر دیا ہے اور ایک دل اوندھا کیا ہوا ہوتا ہے اور ایک ایسا ہوتا ہے کہ ایک صفحہ اُسکا سفید اور ایک صفحہ سیاہ۔ دل صاف اور روشن جیسی کہ دل نور ایمان کا ہے اور دل مخلوط الایمان دل کافر کا ہے اور دل اوندھا کیا ہوا دل منافق کا ہے کہ اس سے بعد ایمان لانے کے انکار کیا ہے اور دل دو رنگ وہ دل ہے کہ جس میں ایمان اور نفاق دونوں جمع ہوں اور مثال ایمان کی دل میں ہوتا ہے مانند سبزہ کے ہے کہ اُسکے تئیں ستھرا پانی مدد دیتا ہے اور بڑھتا ہے اور مثال نفاق کی کہ دل میں ہوتا ہے مانند قصور کے ہے کہ مدد ہم پہنچ اور خون اُس سے نکلتا ہے ان دونوں جانب سے جو طرف کہ غلبہ کرتی ہے دوسرے کے احکام کو مغلوب کرتی ہے اور مضمون اس حدیث کا ابن ابی شیبہ اور ابن ابی الدنیا اور ابن جریر نے حذیفہ رضی سے روایت کیا ہے کہ فرماتے تھے القلوب اربعۃ قلب اغلف فذلک قلب الکافر و قلب اجرد فیہ مثل السراج فی ذلک قلب المومن و قلب منکوس فذلک قلب المنافق و قلب مصفح فیہ ایمان و نفاق فمثل الایمان فیہ کمثل شجرۃ یمدھا ماء طیب و مثل النفاق کمثل قرحۃ یمدھا القیح و الدم فای المدتین غلبت علی الاخری غلبت علیہ اور حلم نے ساتھ سند صحیح کے حذیفہ رضی سے روایت کی ہے کہ گناہ کے کام اور خواہشیں نفسانی دل پر وارد ہوتی ہیں پس جس دل نے کہ انکار کیا ایک نقطہ سفید اُس دل میں پیدا ہوتا ہے اور جس دل نے کہ اقرار اُس گناہ کا کیا ایک نقطہ سیاہ اُس دل میں پیدا ہوتا ہے پھر اگر دوسری بار وہی گناہ کیا اور گناہ دریش آیا اور انکار کیا سفیدی انکی زیادہ ہو جاوے

یہانتک کہ سفیدی خالص ہوجاتی ہے پھر اُسکو کوئی گناہ نہیں ستاتا ہے اور اگر دو بار بھی انکار نہ کیا اور اُس گناہ کو کرکر لیا سیاہی اُسکی زیادہ ہوگئی یہانتک کہ رفتہ رفتہ دل زنگ آلودہ اور اوندھا ہوجاتا ہے پس حق بات کو حق نہیں سمجھتا ہے اور باطل کو باطل نہیں جانتا ہے اوسی مضمون کو بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وجہ سے روایت کیا ہے قال ان الایمان یبدو لمظة بیضاء فی القلب فکلما ازداد الایمان عظما ازداد ذلک البیاض فاذا استکمل الایمان ابیض القلب کله وان النفاق یبدو لمظة سوداء فی القلب کلما ازداد النفاق عظما ازداد ذلک السواد فاذا استکمل النفاق اسود القلب کله وایم الله لو شققتم عن قلب مومن لوجدتموه ابیض ولو شققتم عن قلب منافق لوجدتموه اسود حاصل اسکا یہ ہے کہ ایمان کے سبب سے دل میں سفیدی اور روشنی کا چمکارہ پیدا ہوتا ہے پس جسقدر ایمان بڑھتا جاتا ہے وہ سفیدی بھی زیادہ ہوتی جاتی ہے پس جسوقت ایمان کامل اور پورا ہوجاتا ہے تمام دل سفید اور نورانی ہوجاتا ہے اور نفاق کے سبب سے دل میں تھوڑی سی سیاہی آجاتی ہے اور جسقدر نفاق بڑھتا جاتا ہے سیاہی پھیلتی جاتی ہے اور جسوقت پورا منافق ہوجاتا ہے تمام دل سیاہ ہوجاتا ہے اور قسم اللہ کی اگر چیرو تم دل مومن کا البتہ پاؤگے تم اُسکو سفید اور اگر چیرو تم دل منافق کا البتہ پاؤگے تم اُسکو سیاہ اور دلیل اوپر اسکے کہ یہی معنی تعصب باطل اور حق پر چڑھی کی ہے یہ ہے کہ اُنہوں نے پیغمبر وقت اپنے کی دیدہ ودانستہ اور حیثیت اُسکی کو پہچانکر بغاوت اختیار کی اور طریق عناد کا قبول کیا اور تفصیل اُسکی یہ ہے کہ وَلَمَّا جَآءَهُمْ کِتٰبٌ یعنی اور جسوقت آئی اُنکے کتاب جانا اُنہوں نے کہ وہ کتاب من عند اللہ یعنی خدا کے پاس سے ہے اسواسطے کہ بڑے بڑے بلغا اُدمیوں میں سے معارضہ اُسکے سے عاجز ہوئے اور بھی دیکھا اُنہوں نے کہ وہ کتاب مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ یعنی موافق ہے ساتھ اُس چیز کے جو ہمراہ اُنکے ہے کتابوں پہلے نبیوں کی سے حالانکہ شخص کہ اُسکے اوپر یہ کتاب اُتری ہے بالکل اُس کتاب کی تعلیم نہ کہتا تھا خط عربی کے اُس ملک میں رائج تھا اُسکو بھی نہ لکھ سکتا تھا چہ جائیکہ خط عبرانی کی اور عبارت عربی کی کبھی ہوئی ہوئی اُسکو پڑھ بھی نہیں سکتا تھا چہ جائیکہ لغت عبری کے وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ یعنی اور تھے یہ یہودی پہلے اُترنے اس کتاب کے سے اقرار کرنیوالے ساتھ نبوت اُس شخص کے اور بزرگی اُسکی کے اوپر سب نبیو کے اسواسطے کہ بیچ اوسکے لڑائی اور خونریزی شکست اپنی کے يَسْتَفْتِحُوْنَ یعنی طلب فتح اور نصرت کی کرتے تھے جناب الٰہی سے ساتھ نام اس پیغمبر کے اور جانتے تھے کہ نام اُسکا اسقدر برکت رکھتا ہے کہ بسبب اُسکے کے اور توسل پکڑنے ساتھ اُسکے کے فتح اور نصرت حاصل ہوتی ہے عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا یعنی اوپر اُن لوگو کے کہ کفر قبول کیا اُنہوں نے بعبادت کے اور انکار پیغمبر کے بیچ اوسکے کیا پس گویا نام اُس پیغمبر کا سعودی اور مددگار تمام پیغمبر کا جانتے تھے اور یہی یقین کرتے تھے کہ پیغمبر بیچ کافر کشی اور دور کرنے دشمنوں باطلہ کے اُس عہد کو ہوچکا ہے کہ نام اُسکا قائم مقام ایک لشکر جرار کے ہے ابونعیم اور بیہقی اور حاکم نے ساتھ اسناد صحیحہ اور طرق متعددہ کے روایت کی ہے کہ یہودی مدینہ اور یہودی خیبر کے جسوقت ساتھ بت پرستوں عرب کے یعنی غطفان اور جہینہ اور عذرہ کے جنگ کرتے تھے مغلوب ہوجاتے اور شکست کھاتے لاچار ہوکر اللہ تعالیٰ اور کتاب اُنپر نازل کی کے مجموع کیا اُنہوں نے بعد تامل بہت کے دعا اپنے سپاہیوں کو تعلیم کی کہ لڑائی کے وقت میں پڑھا کریں پھر مغلوب نہوئے اور فتح پاتے تھے دعا یہ ہے اللھم ربنا انا نسالک بحق احمد النبی الامی الذی وعدتنا ان تخرجه لنا فی آخر الزمان وبکتابک الذی تنزل علیه آخوها ینزل ان تنصرنا علی اعدائنا یعنے اے رب ہمارے سوال کرتے ہیں تجھسے ساتھ حق احمد نبی امی کے ایسے نبی کہ وعدہ کیا ہے تونے ہمسے اسمیں کہ ظاہر کرے اُسکو واسطے ہمارے بیچ آخر زمانے کے اور ساتھ برکت کتاب تیری کے کہ اُتاریگا تو اوپر اُسکے پیچھے سب اُتری ہوئی کتابو کے یہ کہ غالب کرے تو ہمکو اوپر دشمنوں ہمارے کے آور بھی ان سب محدثین نے ذکر کئے گئے اور امام احمد اور طبرانی نے سلمہ بن قیس سے روایت کی ہے کہ بیچ محلہ بنی عبدالاشہل کے کہ محلہ بنی عبدالاشہل کا تھا ایک یہودی ہتا تھا ایکدن وہ یہودی اپنے گھر سے باہر آیا اور بنی عبدالاشہل کی محفل میں گیا اور کھڑا رہا اور پکار کر کہا اور میں اُن دونوں صفتیں نہ کا لے ستر کو اور بت پرستو نہیں جانتے ہو کہ بعد مرنیکے کیا ہوتا ہے ہم سب کہا کہ بارے تو کہہ کیا ہوگا کہا کہ تمام آدمی بعد موتکے زندہ ہونگے اور موزن ظاہر ہوگا اور حساب اعمال کا اور میزان موجود ہوگی اور ہر ایک کو موافق عمل اُسکے کے جزا ملیگی کہا تمنے یہ بڑی بعید بات کہتا ہے تو کیا اُمید قسم خدا کی کہ اگر بدلے آگ اُسدن کے مجکو دنیا میں بڑے نخوبیں کہ آگ سے بھرا ہوا ہو تو اُنکو جلا دیں اور آخرت کی آگ سے مجکو نجات ہوجائے میں آزمیدی ہے تمنے کہا دلیل سچے ہونے تیرے کی کیا ہے کہا دلیل اس کلام کی یہ ہے کہ مقرب ہمکو اور دین کی طرف سے ظاہر ہوگا اور جو کچھ میں کہتا ہوں تمہارے اوپر ثابت کردیگا کہا تمنے وہ پیغمبر کب ہوگا اُس یہودی نے بائیں طرف اشارہ کیا اور کہا کہ اگر اس نوجوان کی عمر بڑی ہوئے البتہ زمانہ اُس پیغمبر کا پاوے سلمہ بن قیس کہتا تھا کہ پندرہ برس گذرے کہ شہر یثرب ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مشہور ہوئی اور جسوقت آنحضرت صلعم مدینہ منورہ میں ہوچکے ہم سب ساتھ بزرگی اسلام کے مشرف ہوئے اور وہ یہودی ولیکن ساتھ ڈرنے اور بغاوت اور حسد کرنے کا ہمسے ملامت کرتے تھے اور کہتے تھے ارے فلانے تجکو کیا بلا ہوئی کہ تو کافر ہوئی تجکو وہ بات یاد نہیں کہ ہمسے کہی تھی تونے وہ کہتا تھا ہاں یاد ہے مجکو لیکن یہ شخص وہ پیغمبر موعود نہیں حاصل یہ ہے کہ یہودی پیشتر اُترنے اس پیغمبر اور اُس کتاب کے سے ساتھ وجہ کلی کے احوال صنو کا جانتے تھے یعنی چونکہ پیغمبر اور کتاب کو دیکھا نہ تھا اتنا جانتے تھے کہ ایسا پیغمبر اور ایسی کتاب کے ساتھ ہوگی اور جسوقت اُنہوں نے ان دونوں کے علم جزئی بھی حاصل ہوا یعنی مشاہدہ کرکے تشاخت کرلی فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا یعنی آئی جب اُنکے پاس وہ چیز کہ پہچان لیا اُنہوں نے اُس چیز کو اور وصف کلی اُسکے کہ بیشتر سے جانتے تھے اور اُسکے مطابق پایا ہیئت اور شکل اور جائے ولادت اور مکان اور خصلتیں اخلاق اُنکے اور واقعات کہ تیرہ برس کی مدت میں اُنکے درپیش آئے تھے ویسے ہی تھے جیسے کہ جانتے تھے اور کتاب کو اُنکے اُتاری ہوئی تھی اعجاز لفظی اور معنوی اور اوضاع شریعت اُسکی کے اور حکمتیں کمال جمعی اور غایت مصلحتیں علم کی سب میں موجود پائیں گفروا بہ یعنی منکر ہوئے اُس سے از روئے عناد اور حسد کے اور یہی ہے علامت تعصب باطل کی کہ لعنت ساتھ بھی اُسی کے آثار سے ہے اور لعنت دوسری کو لاحق ہے یہی اُسی کے

اشاد فرمیں ہے ہو فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ یعنی پس لعنت خدا کی ہو اُوپر اُن کافروں کے کہ دیدہ و دانستہ حق پوشی کرتے ہیں اور بسبب بغاوت اور عناد اور حسد کے انکار حق صریح کا کرتے ہیں حالانکہ پیغمبر اُنکے کفر کے خصوص پر بمقتضائے عہد توریت اور عہود پہلے پیغمبروں کے واجب الازم تھا کہ کمال کوشش اور سعی بلیغ نصرت اس دین اور اس پیغمبر کے صرف کریں ناکہ اُنکی قول اپنی کو بطالبہ پر کہ نے اُن عہدوں کے سے خلاص کریں پس یہ لوگ اس معاملہ میں مثل اُس غلام کے ہوئے کہ بعوض مال کے گروہ تھا اور اگر وہ مال کسب کر کے ادا کر تا خلاص ہو جاتا اور یہ بات ہو سکتی تھی لیکن اُس غلام کے عقل نے طریق خلاصی کا یہ سوچا کہ اصل سے اُس مال کا انکار اور یہ کہنے لگا کہ اس شخص کا حق جسکے ہاتھ میں میں گرو ہوں سچ اور کچھ نہیں بلکہ اُس عرصے میں یہ جھوٹا ہے اور مسک اُسکا بھی جعلی ہے ایسے ہی اُن لوگوں نے انکار نبوت اس پیغمبر اور اس دین اور ابطال حقیت اُسکی کا وسیلہ خلاص کرنے اپنے کا ذمہ ادا ئی اُن عہدوں اجب الوفا کے سے مقرر کیا پس بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ یعنی بری چیز ہے کہ خریدا اُنہوں نے ساتھ اس چیز کے جانوں اپنی کو اور سمجھے جانیں اُن کی بعوض اُن کے کلیفات شرعیہ اور پورا کرنے عہود کے کہ بابت اتباع کے اُنسے لیے گئے تھے گرو تھیں کہ اگر خلاف اسکا کریں عذاب الٰہی میں گرفتار ہوویں اُنہوں نے چاہا کہ اُن جانوں کو اُس گرو سے خلاص کریں بایں عذر غلط کے اس میں ہیں اور وہ جو غلاصی کی سو اُسکے اُنہوں نے بنائی کہ اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ یعنی یہ کہ انکار کریں علامتیں اور صفتیں پیغمبر آخر الزمان کی کہ توریت میں موجود تھیں اور ایسے ہی انکار کریں قرآن کا کہ وہی دلیل صدق اور حقیت اُسکی کی ہے تاکہ اس سبب سے نصرت اور اتباع پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا زبانہ پڑے اسواسطے کہ وجوب نصرت اور اتباع کا موقوف اوپر شناخت اس پیغمبر اور اس دین کے تھا اور متفرع اوپر عتقاد صدق اور حقیت اُسکی کے اور جبکہ یہ شناخت اور یہ عتقاد حاصل نہ ہووے وجوب بھی متحقق نہو اور کاش اُنکو جہل واقعی سے کفر اور انکار کرنا اور فی الحقیقت صدق اس رسول کا اور حقیت اس دین کی اُنکے تئیں حاصل ہوتی کہ اُس صورت میں متحق ایک غضب الٰہی کے ہوتے بسبب قصور نظر اور چھیڑنے تامل کے بیچ نصوص توریت کے اور دلائل قرآن کے جیسے کہ اوی کافر دنکے اندر ہی بات تھی لیکن ان کو گنجائش نہیں بلکہ کیا اُنہوں نے جو کچھ کیا بَغْيًا یعنی از راہ ضد کے اور مکروہ رکھنے اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ یعنی اسکا کہ اُتارے خدا تعالیٰ وحی اپنی کو کہ مِنْ فَضْلِهٖ یعنی وحی جز فضل اور لطف الٰہی سے ہی کچھ عمل نیک کی اُجرت کے نہیں اور نہ بشرائط کمال سے حاصل کر سکے پس ہو پہنچی ہے اللہ کو یہ بات کہ اُس کو نازل فرماوے عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ یعنی اوپر جس کسی کے کہ چاہے بندوں اپنے بغیر کسی عمل اور استحقاق کے پس اس انکار میں کئی وجہ سے کفر میں پڑے اول یہ کفر کیا ساتھ کتاب اپنی کے اور تکذیب نصوص کو تحریف کیا دوسرے یہ کہ کفر اور انکار کیا ساتھ قرآن کے باوجود ظاہر ہونے دلائل حقیت اسکی کے تیسرے یہ کہ انکار کیا ایک عدہ فعل کا اللہ کے افعالوں میں سے ساتھ عقل ناقص اپنی کے پس گویا اوپر خدا کے اعتراض کیا کہ وحی کو انجگہ نہ بھیجنا چاہیئے تھا چوتھے یہ کہ پیغمبر وقت کے ساتھ مسدر کے قابل رسالت کا نجانا اور اُسکے کمالوں سے آنکھ ڈھانپی اور بجز اس بات کے کہ نبی اسرائیل کے گروہ میں سے وہ نہ تھا اگرچہ کمالات خلقی اور علمی دونوں اُنمیں ہوں بمقابلے ساقط کیا اور پانچویں تعیین بعض اسباب کے کہ فرقہ بنی اسرائیل میں سے ہیں لائق مرتبہ رسالت کے جانا بس اہل کو نااہل اور نااہل کو اہل قرار دیا فَبَآءُوْ یعنی پھیرے وہ مقام سودا گری اور تجارت کے سے کہ اسے خلاص جانوں اپنی کی قصد کی تھی بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ یعنی موافق غضب اللہ کے کہ نیچے اُسکے اور غصہ ہے گویا غصہ الٰہی کو تو برابر حاصل کر کے لائے اور اس ترکیب کو عرب کے لوگ بیچ مقام بیان کثرت شے کے استعمال کرتے ہیں چنانچہ عرف میں رائج ہے کہ کہتے ہیں نور علی نور اور اس بات کی حاجت نہیں کہ فقط دو ہی قسم کا غصہ بیچوقت استعمال اُس کے کہ محفوظ کریں بلکہ کثرت قسموں غضب کی کہ پہلے کا ذکر ہو چکا بیچوقت استعمال اُسکے کے منظور ہے اور جب کہ اُنہوں نے بسبب ان وجوہات کفر کے پشتہ غصہ الٰہی کے اپنے اوپر اُٹھائے ہیں استحقاق عذاب کا قیامت کے دن یا منقطع ہوا اُس عذاب کا چند روز میں بہت بعید ہے اور کس طرح عذاب انکا ہلکا اور منقطع ہو حالانکہ اُنہوں نے بسبب قتل اور تکذیب پیغمبر کے قصد ذلیل کرنے کا اس شخص کا کیا ہے کہ حق تعالیٰ نے اُسکو دونوں جہان میں عزت دی ہے اور بسبب عطا کرنے معجزے کے اُسکو سچا کیا ہے پس قطع نظر وجوہ کثرت غضب کے سے اُنکے اندر ایک جہ غصہ کی کہ وہ کفر ہی بلاشبہ پائی جاتی ہے وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ اور اُسکے کافروں کے عذاب ہے ذلیل کرنیوالا کہ ہرگز بعد گذرنے مدت کے عزت اُنکو حاصل نہو گی اور حال پر وہ عذاب ہمیشہ اور تخفیف قبول کریگا اس جگہ سے معلوم ہوا کہ ہر عذاب ذلیل کر نیوالا نہیں ہوتا ہے جیسے کہ عذاب گنہگار اسلمانوں کا کہ محض اسطے پاک کرنے اُنکے کے آلودگی گناہوں کی سے ہے نہ واسطے اہانت اور ذلیل کرنیکے ساتھ قول اللہ تعالیٰ کے وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ یعنی اور ہے واسطے اللہ کے عزت اور رسول اُسکے کے اور اسطے مسلمانوں کے پس عذاب گنہگاروں ایمان دار کا اس قسم سے ہے جیسے کہ باپ شفیق اپنے بیٹے کے اوپر اُسکے نفع کیواسطے زجر اور توبیخ اور گوشمالی وغیرہ کرے بامتثال غصہ اور مجامعت ورائش حمام کی ہو کہ واسطے پاک کرنے اُسکے کے گرد و غبار اور میل مٹی سے کیا جاتا ہے اور سمجھا جانا چاہیئے کہ اہل کتاب کے تئیں باوجود جاننے اُنکے کے احوال اُس رسول کا اور ظاہر ہونے دلائل حقیت اُسکی کے نصوص پہلی کتابوں کے کئی چیزیں اس باتکے اوپر باعث ہوئیں کہ اُنہوں نے انکار کیا اور متابعت اور موافقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نکی اول یہ کہ بعضوں کو انہیں سے ایسا گمان تھا کہ نبی آخر الزماں جائے گا نبی اسرائیل میں سے ہوا سواسطے کہ خاندان رسالت کا یہی خاندان تھا اور جبکہ وہ احباب بنی اسمٰعیل ہیں سے تھے متابعت نبی کو گوارا نہوئی اور اکثر عوام اور جاہلوں کو بھی باعث تھا کہ خاندان پرستی شیوہ اُنکا ہے اور نصوص کی کیا تفتیش ہے دوسرے یہ کہ بعضے اُن میں سے اپنے تئیں اہل کتاب جاننے والے احکام الٰہی کے جانکر پیغمبر نکی عورت سے پیدا ہوئے اجتماع جانتے تھے اور کہتے تھے کہ اگر پیغمبر کی حاجت اس امت میں ہوتی تو ضرور کسی کو بھیجتا اُنکے اندر کتاب نہیں تو نبی اور ولی محض ہیں پس نبوت اُس پیغمبر کی خاص اسطے گروہ بنی اسرائیل کے اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکو بھی دین اپنے کی دعوت کی اور بعضے حکم اُن کی کتاب کے منسوخ کئے حسد اور سرکشی اُنکو ہوئی اور اسطے انکار نبوت اور مقابلہ اور لڑائی کے درپیش آئے تیسرے یہ کہ علما اور زہاد اُنکے نے باوجود جاننے اس باتکے کہ نبوت اس پیغمبر کی عام ہے تمام آدمیوں اور جنوں کو اور یہ کہ پیغمبر آخر الزمان بنی اسمٰعیل سے ہوگا متبی اسرائیل سے ہے اور جانے پیدائش اُس کی مکہ ہے اور قوم اُسکی قریش ہیں اندیشہ اور فکر کیا کہ اگر پہنچے اس پیغمبر کی تابعداری کر لی حشمت اور حکمرانی ہماری جاتی رہے گی اور نیز قوم

اور نذریں اور تحفے کہ رعایا اور ملکوں جہان کے سے لیتے ہیں یک نہ خست و نابود ہو جاویں گے ناچار طریق عناد اور عداوت کا اختیار کیا اور دیدہ و دانستہ سر راہ پر انکار اُسکے کیا اور قرآن مجید میں احوال ان تینوں گروہ کے جدا جدا بھی اور ملے ہوئے بھی ذکر ہوتے ہیں اور ان آیتوں میں اکثر احوال تینوں گروہ کے شامل ہیں بیان کئے اسواسطے کہ اصل مادہ شر اُنکے خود پسندی اور بڑائی اپنی ہے اور لائق رسالت کے اپنے ہی تئیں جانتا اور آپ کو پیغمبروں اور رسولوں سے مستغنی اور بے پروا سمجھتا ہے کہ فقط بغیا ان ینزل اللہ من فضلہ علی من یشاء من عبادہ کا اسی کے اوپر دلالت کرتا ہے باقی رہیں آیتیں کہ بعضی مفسرین انکا تعرض کرتے ہیں اوّل ایہ کہ لما کلمہ شرط کا ہے اور شرط کیواسطے جزا اور جواب چاہیئے اور یہ کلمہ اس آیت میں جگہ نہیں رکھتا ہے اول ربح ولما جاءھم کتاب من عند اللہ مصدق لما معھم کے اور دوسرے ربح فلما جاءھم ما عرفوا کفروا بہ کے اور جزا اسکی دوسری جگہ واقع ہوئی ہے اور پہلی جگہ ایسی کوئی چیز مذکور نہیں ہوئی کہ قابلیت جواب کی رکھے اسکی توجیہ کسطرح کرنی چاہیئے جواب اسکا یہ ہے کہ جواب لما کا یہاں جگہ محذوف ہے اور شرط اگلی اُسکا قرینہ ہے اور اصل عبارت اس طرح سے ہے ولما جاءھم کتاب من عند اللہ مصدق لما معھم عرفوا انہ حق فلما جاءھم ما عرفوا بہ کفروا بہ اور بعضے اہل عربیت نے کہا ہے کہ حقیقۃً جواب لما کا کفروا بہ ہی گو بیچ میں ظاہر کے جواب لما جاءھم ما عرفوا بہ کا ہی وجہ اسکی یہ ہے کہ لما کو پہچاننا دوسرے کے محض واسطے تاکید کے لائے ہیں بسبب طول کلام کے اور ظن اس بات کے سننے والے کو کلمہ لما کے سے کہ ابتدا آیت میں ہی غفلت ہو گئی ہو جیسا کہ ربح فلما تعجبھم ہمارا زعۃ من العذاب کے بعد لا تحسبن الذین یفرحون کے مقرر کیا گیا ہے اور اس توجیہ میں ایک خدشہ باریک ہے اور وہ یہ ہے کہ پہلے لما کو تکریر اور تاکید کیواسطے کہنا اُسوقت مناسب ہوتا ہے کہ مدلول یا بعد اُسکے کا اور مدلول بالبعد دوسرے کا ایک چیز ہو بغیر کسی بیشی کے جیسے کہ ربح لا تحسبن الذین یفرحون اور فلا تحسبنھم کے موجود ہے اور اس جگہ درمیان دو قولوں کے لولونکے مغایرت اور تفاوت ظاہر ہے اسواسطے کہ آنا کتاب کا جسمیں تصدیق پہلی خبر کی ہو مستلزم اس بات کو نہیں کہ معرفت بھی اُنکی حاصل ہو جاوے اور ظاہر ہے کہ معرفت کو حصل اور پورا کہنے کیا جاوے کہ استعداد قریب معرفت کے ہو جاوے اور سطوح کہنے میں بعد ہے اور بعضے مفسر نے اس طرح کہا ہے کہ جواب لما کا یہاں مقام میں ساتھ قرینہ جزا آئندہ کے محذوف ہے یعنی کان بئس ما اشتروا بہ انفسھم کا لفظ کفروا بہ کا ساتھ اُسکے دلالت کرتا ہے اور اس توجیہ میں بھی خلل ہے اسواسطے کہ اس سورہ میں لفظ فلما کا ساتھ فاء تفریع اور تعقیب کے بمناسبت جیسے کہ اوپر صاحبوں سلیقہ کے بپسندیدہ نہیں آور بھی تکذیب اور انتہا نہ عین کفر ہے پس ترتب ایک جزا کو اوپر دو شرطوں متغایر کے کہ ایک عام ہے اور ایک خاص لازم آتا ہے حال یہ کہ دوسری بحث یہ ہے کہ اشتر الفت عب میں بمعنی خریدنے کے ہے اور ظاہر ہے کہ یہودیوں نے بسبب کفر کے جانوں اپنی کو برا کیا نہ یہ کہ خرید اپس معنی بئسما اشتروا بہ انفسھم کے کیا ہو دینگے جواب اسکا یہ ہے کہ بیشتر ربح تفسیر اس آیت کے گذرا کہ یہودیوں نے ساتھ اس کفر کے قصد اس بات کا کیا کہ اپنی جانوں کو کہ زیادہ عہد اور پیمان اس امر کے کہ نصرت اور استماع اس پیغمبر کی کرینگے گروہ خیس خلاص کریں اور جو کوئی کسی چیز کو گرو سے چھڑاتا ہے خریداری اُس چیز کی کہتا ہی پس تعبیر کرنی اس معاملہ سے ساتھ اشتر اکے مناسب ہوئی اور بعضے مفسرین نے کہا ہے کہ اشتر وا بہ ساتھ معنی باعوا کے ہی ساتھ اس طریق کے کہ اشتری ساتھ معنی خری کے ہے یعنی مزید معنی خرید کے اور خری ساتھ معنی ربح کے ہے جیسے کہ ربح آیت وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابتغاء مرضات اللہ کے اور بیک کفر کو بسبب طمع اور حسد کے اختیار کیا گویا جانوں اپنی کو بیچ جگہ بلالت کے ڈالا اور بیچ ہاتھ سے مکلوں و دست کے بیچا لیکن اس توجیہ میں خلاف عرف اور استعمال کا لازم آتا ہے اسواسطے کہ اہل عربیت نے ایسا کہا ہے کہ اشتر ادا بتبایع استعمال عرب میں خاص خریدنے کے معنی میں آتا ہی اور بلغ اور شری خاص ساتھ معنی بیچنے کے اور مبالغت و شارت مشترک ہے دونوں معاملوں میں حاصل کلام کا دلیل ضرر اور بسبب اسکے کہ یہودیوں نے معاملہ نقصان والا محض حسد اور بغاوت کی راہ سے نہ اپنی غلط فہمی کی سے اور نہ بسبب شبہ اور شک کے بیچ نبوت اور شریعت اس پیغمبر کے یہ ہے کہ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ یعنی اور جب کہا جاتا ہے اُنکے تئیں کہ ایمان لاؤ تم ساتھ اُس چیز کے کہ اُتارا ہے اُسکو اللہ نے خواہ توریت ہو خواہ انجیل خواہ قرآن مجید اسواسطے کہ سبب وجوب ایمان کا علاقہ عبودیت اور ربوبیت کا ہی بندوں کے اوپر واجب ہی کہ اطاعت حکم خداوندی کی کرے خواہ وہ حکم اسکی طرف ہو واسطہ گروہ اپنے کے ہو نیچے یا ہو واسطہ غیر کے اور علت سب کتابوں کے اور شترک ہے بیچ جو کے قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا یعنی کہتے ہیں کہ ایمان لائے ہیں ہم ساتھ اُس چیز کے کہ اُتاری گئی ہے اوپر گروہ ہمارے کے کہ مراد بنی اسرائیل سے ہے اور اس قید لگانے سے احتراز کرتے ہیں اُس چیز سے کہ اوپر غیروں اسرائیل کے نازل ہوئی ہے مثل انجیل کے اور قرآن کے پس کفر نہ جلتے ہیں اُتارنے کتاب کو اوپر غیر بنی اسرائیل کے اور حسد کرتے ہیں اوپر اُن نعمتوں کے جنکو یہ کتابیں دی گئی ہیں وَيَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ یعنی اور منکر ہوتے ہیں اُس چیز سے کہ سوا کتاب اپنی کے ہے باوجودیکہ وہ چیز جسکے سبب سے ایمان لانا ساتھ اُسکے واجب ہے اُنکے اعتقاد کے موافق بھی پایا جاتا ہے وَهُوَ یعنی اور وہ یہ بات ہے کہ وہ کتابیں فی نفسہا الْحَقُّ یعنی سچ اور مطابق واقع کے ہیں باعتبار مضمونوں اور دلیلوں اپنی کے اور باوجود اسکے مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ یعنی موافق ہے ساتھ اُس چیز کے کہ وہ کتابیں اپنے ساتھ جانتے ہیں پس سچی چیز کا یعنی کتاب کا تبکے اوپر دعوی ایمان کا رکھتے ہیں اور نظاہر ہے کہ جب چیز فی نفسہ کے ساتھ سچی اور مطابق واقع کے ہو اور سوا اُسکے اُس شے کے ساتھ مطابق ہو جس شے کو وہ سچا جانتے ہیں پس اسی چیز کا یعنی تابصریح دلیل تعصب باطل کی اور عناد کی ہوا لان مطابق المطابق مطابق یعنے اسواسطے کہ مطابق مطابق کا مطابق ہے پس ربح کلام اُنکے کے اگر تامل کیا جاوے صریح متناقض آتا ہی اسواسطے کہ دعوی ایمان کا توریت کے ساتھ کہتے ہیں موافق توریت کے اُس کا انکار کرتے ہیں پس حقیقت میں یہ انکار انکار توریت کا ہی ہے اور ایمان ما ساتھ انجیل اور فرقان کے اُنکے اوپر لازم آتا اور ہی ہے کلام اُنکے کہ صریح متناقض اور متخالف میں ہی محتاج جواب کے نہیں اور اگر چاہیے تو کہ ربح جواب اُنکے کے مشغول ہوئے پس طریق تنزل کے اُن ہوئے اُنکے کو تسلیم کر کے جواب میں قُلْ یعنی کہہ اگر باور تمہارا ساتھ توریت کے صحیح ہی پس توریت یہ مضمون نکلتا ہی کہ ایمان لانے

کا ساتھ ہونے کے لازم ہے کہ بعد اسکے آوے پس کیا سبب ہے کہ تم ساتھ نبیوں زمانہ اپنے کے ایمان نہیں لاتے ہو اور اگر تم کو تمسک بالتوریت منع کرتا ہے اس بات سے کہ جو نبی منسوخ کرنیوالا بعضے احکام توریت کا ہے اُسکے اوپر ایمان لاؤ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْبِيَآءَ اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ یعنی پس کس واسطے قتل کرتے ہو اللہ کے پیغمبروں کو کہ پہلے ہو چکے ہیں اور کسی نے انہیں احکام توریت کے منسوخ نہیں کیا بلکہ واسطے اور وجہ دینے احکام توریت، اور تائید شریعت موسیٰ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے مبعوث ہوئے تھے مثل حضرت ضعیا اور حضرت یحییٰ علی نبینا وعلیہم السلام کے اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ یعنی اگر صحیح ہو دعوے ایمان تمہارے کا ساتھ توریت، اور شریعت حضرت موسیٰؑ کے اور احتمال ہے کہ معنی آیت کے اسطرح ہوں کہ جب کہا جاتا ہے تُو نے کہ ہم ایمان لائے ساتھ اُس چیز کے کہ اُتاری ہے اللہ نے اس ماننے میں یعنی قرآن مجید کہتے ہیں کہ ایمان لاتے ہیں ہم ساتھ اسقدر کے کہ ہمارے اوپر اُتری ہے مضمونوں اور حکموں قرآن کے سے یعنی جو حکم اُسکے شرک ہیں در میان کتابوں ہماری کے اور اس کتاب کے اور انکار ساتھ اُسکے کے سوا اُسکے مشترک ہے کہ مثل اُن احکام کے کہ منسوخ کرنیوالے توریت کے ہیں حال اُن کا نہ وہ بھی بوجہ حقیت اور تصدیق کرنے توریت کے برابر مسیقد رکے ہے جس کا وہ یقین کرتے ہیں پس آگے جواب میں کہا کہ اگر سبب جو بے ایمان کا نزدیک تمہارے یہی ہے پس جن پیغمبروں نے کہ پہلے ہو چکے ہیں اور اُنہوں نے مخالفت توریت کی نہیں کی ہے اُنکے حکم کو منسوخ نہیں کیا ہے اُنکو کس واسطے قتل کیا تمنے اگر تم ساتھ توریت کے ایمان کہتے ہو باقی رہا بیان کرنا نکتہ اس بات کا کہ تَقْتُلُوْنَ کو ساتھ صیغہ مضارع کے کس واسطے لائے ہیں حال آنکہ لفظ اس قبل کا صراحۃً دلالت کرتا ہے اوپر اسکے کہ قتل زمانہ ماضی میں ہو چکا ہے جواب اسکا یہ ہے کہ ماضی ہونا ساتھ مقتول ہونے شخص کے یہ بھی ہے حکم قتل اُس شخص کے ہے اور جسکا ارث مادہ کے لوگ، اس فعل شنیع پر لوگوں اپنے کے رضی تھے، اُنکو بھی قائل مقرر کرکے نسبت فعل مضارع کی اُنکی طرف کر دی گویا اسطرح ارشاد ہوا کہ تم کس واسطے اس زمانہ میں انبیاؤں کو قتل کرتے ہو طریق رضامندی کے ساتھ فعل جو لوگوں اپنے کے کردہ اس فعل شنیع کا کہ قتل پہلے تمہارے وجود سے ہو چکا ہے اب عمال تمہارے میں بھی لکھا جاتا ہے بلکہ کفر تمہارا منحصر اس ہی نہیں کہ بعد حضرت موسیٰ کے کتنے نبیوں کو اپنے زمانہ میں مارا ہے بلکہ حضرت موسیٰ کے زمانہ میں بھی اس سے بھی بڑھکر کفر تم سے سرزد ہوا وَلَقَدْ جَآءَكُمْ مُّوْسٰى یعنی اور تحقیق آیا تھا تمہارے پاس موسیٰ کہ اوپر شریعت اُسکی کے اپنے تئیں قائم جانتے ہو بلکہ ساتھ ہمارے ایمان شریعت اُسکی کے اور شریعت عیسیٰ کا انکار کرتے ہو بِالْبَيِّنٰتِ یعنی ساتھ معجزوں ظاہر کے مثل عصا اور ید بضیا اور بہاڑ دریا کا کہ صریح دلالت کرتے ہیں اوپر اس بات کے کہ الوہیت اور عبادت خاص خدا کے واسطے ہے جل شانہ اور دوسرا اگرچہ کیسا ہی کمال امکانی کو پہونچ گیا ہو لیاقت معبودیت کی نہیں کہتا ہے ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ یعنی پھر بنایا تمنے گوسالہ بے عقل کو مبعود مِنْۢ بَعْدِهٖ یعنی پیچھے جانے حضرت موسیٰ کے طرف کوہ طور کے کچھ سفر زیادہ نہ تھا اور وہ بھی تیس دن یا چالیس دن کہ اتنی مدت میں دلالت معجزوں کی تمہارے نزدیک اعتبار سے جاتی رہی تھی اور نہ احکام لائے تھے مُنکے منسوخ ہوتے تھے اور نہ منصب نبوت سے حضرت موسیٰؑ معزول ہو گئے تھے اور نہ خصوص جہان سے انتقال فرمایا تھا تاکہ السبب دیتیاب ہونے معلم اور مرشد کے جیسے راست چلتے تم اور اتنا دُور دینے والیکے ساتھ ہر ایک تنکے اور ٹھگا اس کے سہارا ڈھونڈتے پس اُس وقت میں ایمان تمہارا ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور شریعت اُنکی کے کہاں گیا تھا اور نیچ اس تھوڑی ہی مدت غائب ہونے حضرت موسیٰ کے حکم عدد دین کا کہ توحید اور خاص کر عبادت کا خدا کیساتھ ہے سامری کے کہنے سے کہ محض ایک سنار بنکار باز یگر تھا چھوڑ کر مخالف اُس حکم کے کہ کمال مخالفت اور بعد اُسکا طریقہ عقول اور انصاف کے سے تھا اختیار کیا اسواسطے کہ گاؤ بے عقل کو خصوصاً صورت بنائی ہوئی بچھڑے کی ساتھ جناب بوبیت کے کیا شرکت اور مشابہت و ہمکیفی اور کس طرح حضرت موسیٰ کے حکم کو منسوخ قرار دیا حال آنکہ شریعت موسوی کو قابل نسخ کے نہیں جانتے ہو تم کہ یہ بے انصافی بعید نہیں اسواسطے کہ جو کوئی خوگر کسی چیز کے ساتھ ہوتا ہے وہ چیز اُسکو بہت تفیف دکھلائی دیتی ہے وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ یعنی اور تم خوگر ہونے ہو ساتھ ظلم کے گویا ظلم تمہارے تخم میں غیر کردیا ہے اور اسی سبب سے کہ بے دھڑک یقلعی کرتے ہو بے حال تمہارے بزرگوں کا ساتھ حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام کے اور اگر چاہو تم کہ حال ایمان اُنکے کا ساتھ توریت کے معلوم کرو تم قصہ دوسرا سنو وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ یعنی اور یاد کرو تم وقت کو کہ لیا تھا ہے عہد تمہارا اور پر قبول کرنے احکام توریت کے اور صبب توریت تمہارے روبرو ہو چکی اور احکام اُسکے طبیعت اپنی پر شاق اور گراں ہو چکے اُس عہد سے پھر گئے تم اور نیچ قبول کرنے اُن حکموں کے جلد بہاڑ کا تاننے پس تکملہ قہر اور توبیخ کے اور خوف پڑا کرنے پہاڑ کے اوپر سروں تمہارے کے اُس عہد کے پھر اُس عہد کے اوپر لئے ہم وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ یعنی اور اُٹھایا ہمنے اوپر سروں تمہارے کے پہاڑ کو تاکہ سبب خوف گر پڑنے اُسکے کے عہد پنے سے نہ پھر واور کہا ہمنے ساتھ زبان حضرت موسیٰ کے کہ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ یعنی پکڑو ہم اُس چیز کو کہ دیا ہے ہمنے تم کو معلوم توریت سے اور تکلیفات شاقہ کی بِقُوَّةٍ یعنی ساتھ اُس قوت کے کہ نیچ کرتے ہو اُٹھانے مشقتوں نیاکے خرچ کرتے ہو وَاسْمَعُوْا اور سنو تو تم وہ کہی جاتی ہے ساتھ تمہارے نیچ توریت کے تاکہ کوئی چیز اور امر اور نواہی اُنکی سے فوت نہ ہو اور تمہارے حافظہ سے باہر نہ جاوے قَالُوْا یعنی کہا اُن شخصوں نے بزرگوں تمہارے میں سے کہ اُس وقت میں حاضر تھے جو وقت پہاڑ کے گرنے سے ڈرے سَمِعْنَا یعنی سنے ہمنے احکام تورینے وَعَصَيْنَا یعنی اور نافرمانبرداری کی ہمنے اُن احکام میں اسواسطے کہ ساتھ اس وضع کے قبول کرنا احکام شاقہ کا کارگر نہ ہوگا اس سبب سے کہ جبتک خوف پہاڑ کے گرنے کا ہمارے اوپر سے جاتا رہا حرف تا بعداری اور قبول کا زبان پر لاتے ہیں اور جسوقت خوف سے نڈر ہو جاوینگے اور شہوت اور غصہ کمبختی اور پر حالت اصلی اپنی کے آوینگے بے اختیار صدور گناہ کا ہم سے ہوگا اور باعث اس کلمہ کے کہنے پر ایسی حالتیں کہ وقت نہایت خوف کا اور بھول جانے شہوت کے باتوں اور غصہ کا تھا یہ تھا کہ محبت صورت پرستی کی اُنکے جوہر نفس میں مخلوط ہو گئی وَاُشْرِبُوْا یعنی اور پلائی گئی تھی محبت گوسالہ کی کہ چند روز اُسکو پوجا تھا ماننا پالنا بھولنے شرک کے کہ یکبارگی سے خالی جگہوں اور بدن کی طرفوں میں دوڑ جاتی ہیں سو تم ہو اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ یعنی اگر ہو تم ایمان لانیوالے ساتھ اُسکے کہ وہ تمام چیزیں ابتداءً اللہ کی طرف سے اُسکے حق میں آئیں تھیں تو کیسے مذموم اور مجبوب ہوتے اور مانند حیوانات کے اوپر حرکتوں اپنی کے عتاب کئے گئے ہوتے بلکہ اس حالت و جناب الٰہی سے حاصل کیا بِكُفْرِهِمْ یعنی بسبب کفر اپنے کے کہ جب ایکبار انہوں نے خدا کی آیتوں کا انکار کیا اور دشمنے

پیغمبر کو نہ مانا اُنکے دلونمیں ایک زنگ پیدا ہوگئی پھر جب بار دوسری اسی طرح سے حرکت کی مدتتک زیادہ ہوگیا یہانتک کہ رفتہ رفتہ حجاب دل بڑھکر غلیظ ہوگیا اس حدتک کہ نفرپانیکے بہوپنچے کو مانع ہوا اور مثال اسکی یہ ہو کہ کسی شخص نے پہلی بار ایک خدا مخالف کہانی کو سبب اُسکے ایک چھلی یا ایک اُسکی بنیائی پر آگئی دوسری بار وہ پرپیری کی اُسکے بعد پھر کئی بار کی یہانتک کہ جالا دلدار اُسپر آگیا اور تمام بینائی کو ڈھانپ لیا اور اندھا محض ہوگیا بس انکو کہ دعوی ایمان کا ساتھ توریت کے نہایت تاکید کرتے ہیں یہانتک کہ ایمان اپنا خصوصی کتاب مقدس میں کہتے ہیں اور کہتے ہیں نو من بما انزل علینا ویکفرون بما وراءہ اور پھر بیچ وقت قبول کرنے حکموں اُس کتاب کے ایسکلمات کفر کے کہتے ہیں انکو طریق سرزنش اور طعن کے قُلْ یعنی کہدے کہ اگر کہنا کلمہ عصینا کا اور پلادینی محبت گوسالہ کی اپنے دلونمیں ہی ایمان تمہارے کا حکم ہے پس بِئْسَمَا یَأْمُرُکُمْ بِہٖ اِیْمَانُکُمْ یعنی بہت بُری چیز ہے کہ حکم کرتا ہے اُسکے ایمان تمہارا اِنْ کُنْتُمْ مُؤْمِنِیْنَ یعنی اگر تم ایمان لانے والے ساتھ اُس کتاب مقدس کے اُسوقت میں کہ یہ کلمے کہے تمنے اور یہ شراب محبت گوسالہ کی نوش کری تمنے اور اگر ساتھ اُس کتاب کے ایمان تھا پس دعوے نو من بما انزل علینا کا باطل ہوا کہ یعنی وقت تُمنے توریت کے کفر اختیار کیا باقی رہیں اب جگہ بحثیں کئی کہ مفسرین اُسکا تعرض کرتے ہیں اول یہ کہ ظاہر آیت سے سمجھا نہیں جاتا ہے کہ بزرگوں اُنکے نے بیچ وقت بگڑکر لکھنے طور کے اُنکے سروں پر اور قبول کروانے احکام توریت کے یہ دونوں کلمے کہے ہوں یعنی سمعنا وعصینا اور یہ نہایت بعید معلوم ہوتا ہے اسواسطے کہ وہ وقت کمال تخت دُور کا تھا اُسوقت میں ظاہر کرنا کفر اور سرکشی کا موافق عادت بشری کے نہیں اسواسطے بعضے مفسرین اسطرف گئے ہیں کہ ضمیر خطاب کی راجع طرف تمام گروہ بنی اسرائیل کی ہے خواہ اصول ہوں خواہ فروع اور اُن دونوں کلموں کو تمام اس گروہ نے بطریق تقسیم کے کہا بعضوں نے ایک کلمہ کہا اور بعضوں نے دوسرا یعنی باپ دادوں اور بزرگوں نے سمعنا کہا اور بیٹوں پوتوں وغیرہ نے عصینا کہا اور اسی نکتہ کے واسطے قالوا فرمایا ہے والانا سب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قائلہ زمانے لیکن قائلہ کے کہنے میں ملحوظ اس بات کا ہوتا تھا کہ حاضر اور مخاطبین نے سمعنا کا کلمہ بھی کہا ہو حالانکہ ان سے سوائے عصیان کے دوسرے وصف متحقق نہوئے اور بعضے مفسرین نے کہا ہے کہ جو حاضر تھے وہ دو قسم تھے بعضوں نے سمعنا کہا اور بعضوں نے عصینا اور ایک جماعت نے کہا ہے کہ تمام گروہ بنی اسرائیل کے نے یہ دونوں باتیں کہیں ہیں لیکن سمعنا ساتھ زبان قال کے اور عصینا ساتھ زبان حال کے اور بعضے علماء اس طرح کہتے ہیں کہ نی الحال سنے سمعنا کہا اور بعد اسکے کہ وقت بجالانے تکلیفات کا پہونچا اور وہ تکلیفیں اوپر اُنکے شاق ہوئیں عصینا کہا فاصل کلام یہ ہے مدار اس اشکال کی اُسکے اوپر ہے کہ سمعنا دلالت اوپر اطاعت کے کرتا ہے اور عصینا برخلاف اسکے پس جمع کرنا دو کلاموں متنافیین کا عاقل شخص سے خصوصاً وقت کمال خوف اور ہراس کے ظاہر کرنا کفر کا کس طرح تجویز کیا جاوے اور اسواسطے جواب میں کہی ساتھ اختلاف قول کے یعنی بعضوں نے ایک کلمہ کہا اور بعضوں نے دوسرا اور کبھی ساتھ اختلاف زمانہ دونو قولوں کے یعنی ایک زمانہ میں ایک قول کہا اور دوسرے زمانہ میں دوسرا قول اور کبھی ساتھ اختلاف آلہ قول کے کہ حال نطقیا قال تھا دفع اس اشکال کا ارادہ کیا ہے اور تحقیق یہ ہے کہ سمعنا دلالت اوپر اطاعت کے نہیں کرتا ہے پس قول کلام نفسانی کا تھمن نافرمانی ہے گویا اس طرح کہا کہ ہم نے سنے ان احکام کو کانوں سے سنا لیکن اطاعت ان حکموں کی نہیں کرینگے پس جمع کرنا دو کلاموں متنافیین کا لازم نہ آیا اب بیان اس امر کا کرتے ہیں کہ قبول کرنا بنی اسرائیل کا کہ اُسوقت میں حاضر تھے احکام توریت کے کوبھی متواتر اور ثابت ہے اور یہ کلام ظاہر دلالت اوپر نہ قبول کرنیکے کرتا ہے اسکی کیا وجہ ہے اور بھی اُٹھانا پہاڑ کا تھمن اسطرح قبول کروانے ان احکام کے تھا اور اگر یہ لوگ یہ کلمہ کہتے پس چاہیئے تھا کہ پہاڑ کو اُنکے اوپر اُٹھا لاتا اسواسطے کہ نافرمانی کی اور قبول نہ کیا کہتے ہیں ہم کہ حقیقت امر کی یہ ہے کہ بنی اسرائیل نے باوجود دیکھنے پہاڑ کے اپنے سروں پر اول میں اُن احکام کو قبول نہ کیا اور یہ جانا کہ پہاڑ کا لانا محض ڈرانے کیواسطے حضرت موسیٰ کے اور حضرت ہارون کی شفاعت سے یہ حادثہ پہلناک مانند اوسطھادثوں کے دفع ہوجائیگا تکلیفیں شاقہ توریت کی کرسُل سے اپنے اوپر لازم کریں اُسی وقت میں یہ کلمہ کہا ہوئے کہا تھا اور جب دیکھا کہ بعد کہنے اس کلمہ کے پہاڑ زیادہ نیچے کو آیا اور نزدیک سروں کے پہونچا جانا اُنہوں نے کہ یہ ناداور نخرے ہمارے مقبول نہونگے ناچار سجدہ میں گرے اور الفاظ قبول کرنیکے کہنے لگے اور سوداعراف میں عصلا طرف قصہ کے شاوفرمایا ہے بیچ اس آیت کے کہ وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَھُمْ کَاَنَّہٗ ظُلَّۃٌ وَّظَنُّوْٓا اَنَّہٗ وَاقِعٌ بِھِمْ اِلٰی آخِرِھَا یعنی اوسوقت اُٹھایا ہے پہاڑ اُنکے اوپر جیسے سائبان اور ڈرے وہ اوپر گرنیکا اُن پر اسی تقریر سے معلوم ہوا کہ اس قصہ کا بیچ اس مقام کے بعد ذکر کرنے واذ اخذنا میثاقکم ورفعنا فوقکم الطور کے درمیان کوئی امر نہیں ہے اور یہ جانا کہ پہاڑ کا لانا محض ڈرانے کیواسطے حضرت موسیٰ کے تکرار نہیں بلکہ یہ اول قصہ کا ہے اور وہ آخر قصہ کا مانند وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَاْتُمْ فِیْھَا کے بعد واذ قال موسیٰ لقومہ ان اللہ یامرکم ان تذبحوا بقرۃ کے تفصیل اس کی یہ ہے کہ ابتدا قصہ بنی اسرائیل میں بذکر دخول واما آتینکم بقوۃ کے واذ کرو ما فیہ واقع ہوا اور وہ دلالت کرنا یاد طلب یاد کرنے کے اور یاد کہنے کے بعد سننے اور قبول کرنیکے ہوئے اور لگیگا اور سمعنا کو اسواسطے طلب سننے کے ہے اور ظاہر ہے کہ امر کرنا ساتھ سننے کے نیچ وقت عدم قبول کے ہے اور بھی اُس جگہ یہ کلام ثم تولیتم من بعد ذلک فلولا فضل اللہ علیکم ورحمتہ لکنتم من الخاسرین صریح دلالت کرتا ہے کہ وہ لوگ قبول کرکے بعد ایک مدت کے پھر گئے پس ان تمام قرینوں سے سمجھا گیا کہ اُس جگہ میں بیان حال قبول کرنے اُنکے کا ہے کہ کس طرح بعد انکار کے قبول کیا اور پھر وقت کے اوپر پھر گئے اور یہ جگہ بیان ابتدا حال اُنکے کا ہے کہ ابتک قبول نکیا تھا پس اشکال سب طرح سے دفع ہوگیا اور توہم تکرار کا بھی جاتا رہا دوسری بحث یہ ہے کہ مقتضائے ظاہر کلام کا یہ تھا کہ قلنا سمعنا وعصینا کہا جاتا جیسے کہ بیچ میثاقکم اور فوقکم اور رفعنا اور اسمعوا کہ الفاظ خطاب کے آئے ہیں ظاہر کو چھوڑکر قالوا صیغہ غائب کا کس واسطے لائے جواب کہا ہے کہ طریقہ اہل کرم اور بزرگوں کا ایسا ہے کہ آدمی گناہ کو اُسکے مُنہ پر ذکر نہیں کرتے ہیں ادب اوجہ اُسکی کو بالمشافہ اُسکی طرف نسبت نہیں کرتے ہیں بلکہ جو وقت بیان کرنا بڑے بڑے گناہوں مخاطب کا منظور ہوتا ہے التفات غیبی کی طرف کرکے عنایتاً نہ حالاً اُسکے مُنہ پر ذکر کرتے ہیں جیسے آقاؤں بڑے حوصلہ والوں کا اپنے غلاموں اور نوکروں کے ساتھ یہی معمول ہے اس جگہ بھی جب تک خدا تعالیٰ اپنی عنایت نہ کرتا مثل اخذ میثاق اور رفع طور اور امر کرنا ساتھ اخذ کے اور

سماع کے ذکر فرمانا تھا صیغہ خطاب کا بلایا اور جب نسبت ذکر اس حرف ثقیل اُلٹے کی پہونچی توجہ طرف پیغمبر اور مومنین کے فرمایا بطریق غیبت کے نقل اس حرف کی بھر جب الہام دینا اور باطل کرنا دعوے اُنکے کا اُس حرف شنیع سے ثابت ہونا منظور ہوا پھر بیچ ہُمُ سَمّٰعُوْنَ لَہُمْ کے اُنکے تئیں مخاطب کیا لیکن بواسطہ پیغمبر کے گویا بقہ خطاب موجہ در موجہ کہ اُن سے سلب ہوگیا تیسری بحث یہ ہے کہ اشراب بیچ استعمال فصحاء عرب کے دو معنی رکھتا ہی یک پلانا اور سیر کرنا اور وہ تغیر کہ گذری بنا اسکی اوپر اسی معنی کے تھی اور اس مقام میں لفظ اشراب کا لانا بہت خوب و خوش معلوم ہوتا ہے اسواسطے کہ اگر اشراب کے معنی پلانے کے ہوں پس جیسے کہ پانی زمین کو پلاتے ہیں تو اُسکے سبب سے مادہ روئیدگیوں اور سبزیوں کا زمین میں حاصل ہوتا ہے ایسے ہی محبت گوسالہ پرستی کی مادہ افعال شنیعہ اور کفر قبیحہ کا ہوئی دوسرے معنی اشراب کے کسی ایک رنگ میں آمیزش رنگ دوسرے کی یعنی جیسے کہ عرب کہتے ہیں ثوب مشرب بحمرۃ یعنی کپڑا اسرخی مائل اور اس استعارہ میں بھی حسن و لطافت پائی جاتی ہی جیسے کہ رنگ کپڑے میں گھس جاتا ہی اور اُسکے مسام میں نفوذ کرتا ہے ایسے ہی محبت گوسالہ کی نے اور حرص عبادت اُسکی نے اُنکے دلونکو رنگین کیا چوتھی بحث یہ ہے کہ لفظ اشربوا کہ صیغہ مجہول کا ہی دلالت اس بات پر کرتا ہی کہ کسی اور نے اُنکے ساتھ یہ کام کیا ہے وہ شخص کون ہے معتزلہ کہتے ہیں کہ سامری اور ابلیس نے اور آدمیونکے شیطانوں اور جنوں کے شیطانوں نے اُنکو اوپر عبادت گوسالہ کے فریفتہ کرکے ساتھ اس رنگ کے رنگین کیا اور ساتھ اس شرب کے مست کیا اور اہل سنت کہتے ہیں کہ مسبب الاسباب یکذات ہے تمام اسبابسی کی طرف بسوچ کرتے ہیں اگر ابلیس کے سبب گمراہ کرنے اُسی کے یہ کام کرتا ہی اور اگر سامری ہی اُس نے بھی اُسی کی تعلیم سے یہ صنعت سیکھی ہی پانچویں بحث یہ ہی کہ ایمان ایک صفت اور عرض ہی اور امر اور نہی کو عقل کے ساتھ تعلق ہی ایمان آمر کیونکر متصور ہوسکے لیکن جو چیز کہ باعث کسی فعل کے اوپر اور سبب اُسکا ہوتی ہی اُسکو شابہت ساتھ آمر اور حاکم کرنیوالے کے حاصل ہوتی پس اُسکی بسببت کو تعبیر ساتھ آمر کے کرتے ہیں جیسے کہ بیچ آیت ان الصلوٰۃ تنھیٰ عن الفحشاء والمنکر کے ایسے ہی تشبیہ دیکھلوۃ کو نہی کرنیوالا زرداری پہنچی بحث یہ ہے کہ اگرچہ ایمان شریف شے معظم ہی اور افعال قبیحہ کی نسبت اُسکی طرف جیسا بسماید کم بایا نکم میں موجود ہے مناسب نتھی لیکن بیچ مقام الزام خصم معاند کے تحکما نسبت اشیاء قبیحہ کی طرف اشیاء واجب التعظیم کی جائز رکھی ہی ساتویں بحث یہ ہے کہ تقریب اس کلام کی کہ ابتدا و قالوا قلوبنا غلف سے اس جگہ تک پہونچی ہی موافق قاعدوں مناظرہ کے یہ ہے کہ مضمون قلوبنا غلف کا کہ یہود بوسبب صادر ہوا تھا دعوی کمال تشدد اور سختی اپنی کا دین اپنے میں تھا کہ یہ امر نیک ہی اور حق تعالی نے اس دعوے کو اوپر اُنکے رد فرمایا ساتھ الطرد کے کہ یہ سبب آثار لعن اور سختی دل کے ہیں کہ سبب کفر تمہارے کے تمہارے دلوں پر جہانگیر ہی پس بے انتفاتی تمہاری طرف نیز دین اپنے کے اور نہ تامل کرنا دلیلوں میں تعصب باطل کے قبیل سے ہے نہ تصلب حق کی قسم سے اور علامت اسکی تین چیزیں ہیں اول یہ کہ قرآن اور پیغمبر آخر الزماں کو پہلے آنے سے نہایت سرکش اور مغلظ جانتے تھے اور ساتھ نام اُسکے کے اپنے مطلبوں میں وسیلہ ڈھونڈھتے تھے جب یہ دونوں بیچ بنی اسمٰعیل کے پیدا ہوئے اور بنی اسرائیل میں نہوئے رگ حسد تمہارے کی جنبش میں آئی اور قول تمہارا ساتھ انکار کے بدل گیا اور یہ دلیل صریح اور تعصب تمہارے کے ہے دوسرے یہ کہ تم کہتے ہو کہ سوائے تورات کے کسی کتاب کا ہمکو یقین نہیں اگرچہ وہ کتاب موافق تورات کے ہو اور یہ علامت تعصب کی ہی جیسا کہ کوئی دوست بنا اگر السماء فوقنا کہ کہے یقین کریں اور اگر کوئی دشمن اس کلام کو کہے یقین نہ کریں اور جھٹلاویں سو یہ تکذیب ہر شخص کے نزدیک باطل ہی تو اسی سبب سے ہی کہ تمنے بنی اسرائیل ہیونکو کہ ہرگز مخالفت تورات کی نہ کرتے تھے بلکہ تورات کے حکم کو بہ مضبوط کرتے تھے حمیت اور جہالت کی راہ سے قتل کردالا پس معلوم ہوا کہ مخالفت تمہاری تعصب کی راہ سے ہی نہ تصلب حق کی وجہ تیسرے یہ کہ تمہارے بزرگونے بیچ زمانہ حضرت موسی کے بھی بے انتہائیاں اور سرکشی اور اصرار اوپر محبت گوسالہ کے اور توڑنا عہدوں محکم کا کیا پس اگر انہیں حرکتونکو دین اور اسلام کی مضبوطی کہتے ہو پس یہ چیز ہے یا میان تمہارا اور ان تینوں علامتوں میں کہ درمیان تعصب باطل اور تصلب حق کے فرق کرنیوالے ہیں فرق ادنی سے طرف اعلی کے واقع ہوئی اسواسطے کہ اول دلیل حسد اُنکے کی انکار کرنا قرآن کا باوجود ظاہر ہونے قرائن صدق اُسکے کی ٹھہرائی ہی بعد اسکے ساتھ قتل کرنے اُنکے نبیوں کی باوجود اسکے کہ موافق تورات کے امر اور نہی کرتے تھے اُنکے اوپر نقض کیا ہی بعد اسکے حضرت موسی علیہ السلام نے اُنکی حیات میں ساتھ مخالفت اپنی کے امر نقض کیا ہی اور یہ اعلی مرتبہ تعصب اُنکے کا ہی اور اگر گروہ یہود کا کہیں کہ ہم اور کتابو کا کہ سوائے تورات کے ہیں اور اوپر شریعتو کا کہ سوائے شریعت موسوی کے ہے اس سببسے انکار کرتے ہیں کہ ہمارے نزدیک بعد تورات کے کتابے دوسری آسمان سے نہیں اُتری اور نہ کوئی شریعت دوسری آسمان سے آئی ہی پس کہنا ہمارا نؤمن بما انزل علینا کا واسطے احتراز کرنے نزول منزل من اللہ کے ہے اور اُس شے سے احتراز نہیں جو منزل اللہ کی طرف سے ہو اور غیر ہمارے کے سوہم قابل لعنت اور عتاب کے نہیں ہوسکتے ہیں پس بیچ جواب اُنکے کے یہ بات قُلْ یعنی کہہ اگر ایسا ہی ہے بیچ اعتقاد تمہارے کے سوائے تورات کے کوئی کتاب نہیں اُتری اور سوائے شریعت موسوی کے کوئی شریعت نہیں آئی پس چاہیئے تھا کہ گھر آخرت کا کہ مراد بہشت سے ہی اللہ کے نزدیک خالص واسطے تمہارے ہوتا اسواسطے کہ حقیت منحصر تمہارے اندر ہوئی اِنْ کانت لکم الدار الآخرۃ عند اللہ یعنی اگر ہوئی واسطے تمہارے دار آخرت کا نزدیک اللہ کے خصوصاً جبکہ وہ دار آخرت خالصۃ یعنی خاص ہو تمہارے ہی واسطے اور دوسرا اُسمیں شریک نہ ہو اور عام شرکت بھی ایسی نہیں کہ بڑے بڑے درجے خاص تمہارے واسطے ہیں گو چھوٹے چھوٹے درجوں میں اور بھی داخل ہوجاویں بلکہ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ یعنی سوائے اور آدمیونکے کہ اور آدمی اسمیں بالکل نجاویں پس چاہیئے تم کو کہ موت زیادہ ترمحبوب ہو تمہارے نزدیک زندگانی دنیا کی سے سبب اسکے کہ یہی وسیلہ ہے حاصل ہونے ایسے گھر بڑی نعمتوں والے کا اسواسطے کہ اگرچہ بسببت زندگانی دنیا کے اعمال کہ جنکے سبب سے درجے بلند ہوتے ہیں میسر ہوتی ہیں لیکن اسببت اس زندگانی کے پہونچنا طرف اُس محبوب اور مرغوب کے جلدی سے نہیں ہوتا ہے اور بسبب مرنے کے جلدی سے وصال اُسکا حاصل ہوجاتا ہی اور قاعدہ محبت کا ہی کہ دوست کو اپنے محبوب کے ایک ساعت اور ایک لحظہ کا دور رہنا مشکل پڑتا ہی اگرچہ یہ بات جانتا ہی کہ دیر آیندرست آید پس اگر یہ بات تمہارے نزدیک ثابت ہی فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ

یعنی پس آرزو کرو تم موت کی اگر ہو تم سچے اس دعوے میں اور اگر کہو تم کہ ہم اس سبب سے آرزو موت کی نہیں کرتے ہیں کہ ہمکو یقین اس بات کا حاصل نہیں کہ حسوقت آرزو موت کی کرینگے البتہ موت ہم پر آجاویگی کہتے ہیں ہم کہ اس خیال کو اپنے دل سے تم دور کرو اسواسطے کہ ہم مالک موت اور حیات کے ہیں تم سے اقرار کرتے ہیں کہ حسوقت تم آرزو موت کی کروگے بلا توقف موت کو طرف تمہارے پہنچاوینگے چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر یہودی آرزو موت کی کریں البتہ شخص ساتھ پانی ہونہ لینے کے گلا گھٹ کر اپنی جگہ مرجاوے اور زمین پر کوئی یہودی باقی نہ ہے اور وجہ اسکی یہ ہے کہ جو شئے ممکن ہو پہنچ قوت تحدی اور ظاہر کرنے معجزے کے موافق وعدۂ الٰہی کے واجب الوقوع ہوتی ہے لیکن یہ وجوب متعلق اور پر آرزو انکی کے صاحب انہوں نے آرزو نکی وجوب بھی متحقق نہ ہوا وَلَنْ يَتَمَنَّوْهُ اَبَدًا یعنی اور ہرگز آرزو موت کی نہ کرینگے کبھی جبتک کہ دنیا میں زندہ ہیں گو بعد دیکھنے موت اور دیکھنے سختیوں کے کہ موت سے بھی زیادہ ہونگی چار ناچار کہیں گے کہ یا لیتھا کانت القاضیۃ ولیتنی کنت ترابا یعنی کسی طرح وہی موت ہوجاتی اور کسی طرح ہوتا میں مٹی اسواسطے کہ یہ لوگ بسبب سچا جاننے اس نبی کے کہ تجربہ سے راست گوئی اسکی وعداور وعید میں معلوم کرلی ہے یقین جانتے ہیں کہ حسوقت ہم آرزو موت کی کرینگے موت آجاویگی اور بعد مرنیکے اللہ تعالیٰ جزا بپوری پوری دیگا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ یعنی موافق اُسکے کہ آگے بھیجا ہے ہاتھوں اُنکے نے اور ہاتھوں کی طرف نسبت اسواسطے کی کہ اکثر کام ہاتھوں سے ہوتے ہیں اور کوسواسطے حق تعالیٰ جزا کامل اور پورے کاموں اُنکے کے باوصف کمال ظلم کے کہ اُنہوں نے کیا ہی نہ دیوے وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ یعنی اور خدائے تعالیٰ داناہی ساتھ ظالموں کے یعنی اُنکو جانتا ہی اگرچہ آرزو موت کی نکریں اس سے ہزاروں فرسنگ بھاگیں البتہ اُنکو موت سخت پہونچیگی اور مرینگے اور بعد مرنیکے اپنے اعمال ناشائستہ کی جزا پاوینگے اور بیہقی نے بیچ کتاب الدلائل کے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ جب یہ پہلی آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود یوں کو جمع فرمایا کہ اگر تم اس دعوے میں سچے ہو پس ایکبار زبان سے کہو کہ اللھم امتنا تک سے بار دیا کہو ماڑالی قسم اس خدا کی کہ جان میری بیچ بقدرت اسکی کے کوئی آدمی یہ دعا نہ کریگا مگر پانی گلے اُسکے کا یا وہ شناق ہلاک ہوگا اور گلے اُنکے کو بند کریگا اور فی الفور مرجاوینگے یہود یوں نے اس کلمہ کہنے سے انکار کیا اور دوڑے اور بعد اسکے یہ آیت اوتری کہ وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ واللہ لن یتمنوہ ابدا یعنی قسم اللہ کی ہرگز آرزو نہ کرینگے موت کی ہمیشہ حاصل یہ ہے کہ یہ کلام یعنی لن یتمنوہ ابدا کہ خبر بات کی ہی کہ یہودی کسی وقت آرزو موت کی نہ کرینگے خبر غیب کی ہی اور مطابق واقع کے ہوئی اسواسطے کہ اگر وہ آرزو موت کی کرتے البتہ نقل اُسکی ہوتی بلکہ تواتر سے ثابت ہوا کہ آدمی اس قسم کے امتحان کی باتوں میں منتظر رہتے ہیں کہ کب یہ چیز ہوگی اور حسوقت وہ شئے ہو جاوے جلدی اسکو مشہور کرتے ہیں اور اگر کسی کو اس جگہ شبہ دل میں گذرے کہ آرزو اور خواہش کام دل کا ہی نہ ہوا اُسکا خلق کو کیونکر معلوم ہو سکے پس مطابقت اس خبر کی ساتھ واقع کے کس طرح ظاہر ہوگئی ہے ہم اوّل تو تمنّی کام دل کا نہیں بلکہ لغت عرب میں تمنّی اُسکو کہتے ہیں کہ کوئی شخص اپنی زبان سے آرزو کسی چیز کی ظاہر کرے اور کہے کہ کاش وہ چیز مجکو حاصل ہو اور دلیل اسکی یہ ہے کہ انبا ایسی شئے کے ساتھ معارضہ اور مقابلہ کرتے ہیں کہ ظاہر اور روشن ہو نہ مخفی اور چھپی ہوئی اور ظاہر ہے کہ دل کی باتوں پر سوائے علام الغیوب کے کوئی مطلع نہیں ہو سکتا ہے بیچ مقام مقابلہ اور ثابت کرنے حقیت کسی مسئلہ کے مسائل سے یا کسی دعوے کے دعاوی سے پر شبہ امر کے اوپر بنا کرنے خلاف غرض کے ہے اسواسطے بیچ روایتوں ابن عباس کے کہ ہمیشہ ذکر اُنکا آیا ہے گذرا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بجز کہنے کلمہ اللھم امتنا کے کفایت کی اور یہود یوں سے سوا اسکے یہ نہ کہا کہ دل میں آرزو موت کی کرو دوسرے یہ کہ سَلَّمْنَا یعنی مان لیا ہے کہ آرزو کام دل کا ہے لیکن کوئی کام دل کے کاموں سے ایسا نہیں کہ دلیل وجود اور عدم اُسکے کی افعال جوارح سے نہ لے سکیں کہ مامن عیان الا وله بیان یعنی نہیں کوئی چیز مگر واسطے اُسکے بیان ہے یعنی ہمیں ہیں اور بھاگنا مدعیو کا موت سے اور اسباب اُسکے سے بلکہ طلب زبانی موت کی سے اور ذکر لسانی اُسکی سے دلیل صریح ہے اسپر کہ اُنکے تئیں محبت موت کی بالکل دل میں نہ تھی اسواسطے کہ ساتھ آرزو کی شے کے کراہیت اُس چیز کی جمع نہیں ہوتی ہے تیسرے یہ کہ حال یہودیوں اُس وقت کا دوشق سے خالی نہتھا آرزو دلی موت کی کبھی اُنسے موجود ہوئی یا نہ ہوئی اگر نہ ہوئی پس بنہج مطابق واقع کے ہوئی اور دلیل صحت نبوت کی پائی گئی اور اگر آرزو موت کی متحقق ہوئی پس چاہیئے تھا کہ زبان سے اظہار اُس آرزو کا کرتے تاکہ بخالت الزام اور بخجل ہونے دعوے اپنے کے سے نجات پاتے عقل والے آدمی واسطے کہ آرزو کی ہے اظہار اُسکا نکرتے تب بھی خجالت اور شرمندگی طرف اپنے عائد کرتے اور کوئی عقلمند شخص ایسی حرکت خراب اختیار نہیں کرتا ہے کہ جسمیں ضرر دنیا کا بھی ہو اور ضرر دین کا بھی ہو بلکہ اگر آرزو نے دلی موت کی اُنکے تئیں نہ ہوتی اور زبان سے بھی اُسکو ظاہر کرتے نزدیک عقل اور لوگ کے پھر بھی احتمال جھوٹ کا اُسمیں باقی تھا کہ جھوٹ کو واسطے بچانے حسرت اور آبرو اور خن پروری اپنی کے ایسا شیریں جانتے ہیں پس بند رہنا یہود یو کا ظاہر کرنے اس آرزو کے سے ساتھ زبان کے دلیل صریح اسباتکے اوپر ہے کہ یہ آرزو اُنکے دل نہیں نہیں باقی رہے اسجگہ گئی سوال اسکے متحقق طلب آں ہے کہ بطریق معارضہ یا غلبے یہ کلام بعینہ مسلمانو نکے اوپر بھی وارد ہوتے تھے یہودیو نکی طرف سے اسواسطے کہ اُنکو یہ ہوتا کہ کبھی مسلمان بھی دعوے کرتے ہیں کہ بہشت اور بانیہا خاص ہمارے واسطے ہی اور کوئی فرقہ شامل یہود و نصاریٰ اور مجوس اور مشرکین کے اُسمیں نہیں داخل ہونیکا اور باوجود اسکے آرزو موت کی کرتے ہیں پس ہم بھی اگر یہ دعوی کریں کہ ہمیں موت سے بھاگیں اور اُسکو مکروہ جانیں ہمارے اور پر کیا لازم آویگا اور حل اسکا یہ ہے کہ اسجگہ دو اعتقاد ہیں اوّل یہ کہ بہشت خالص ہمارے واسطے ہی اور دوسرے فرقوں کا اُسمیں صحنہیں دوسرے یہ کہ ہم جس طرح سے ہونگے بہشت میں جاوینگے اور مجوع ان دونوں اعتقادوں سے محبت موت کی بلاشبہ لازم آتی ہی گو ہر ایک اعتقاد وعلیحدہ علیحدہ یہ بات لازم نہو بلکہ عند التحقیق بیچ لازم ہونے اس محبت کے اعتقاد دوسرا بھی کفایت کرتا ہی اور یہود یوں کو دونوں اعتقاد تھے جیسے کہ مجموع کلام اُنکے سے کہ لن یمسنا النار الا ایاما معدودۃ ولن یدخل الجنۃ الا من کان ھودا او نصاری ہی ظاہر ہوتا ہے مخالف مسلمانو نکے کہ یہ لوگ دوسرا اعتقاد

نہیں کہتے ہیں بلکہ ہمیشہ اعمال بُرے اور قوال ناشائستہ اپنے سے خوف کرتے رہتے ہیں پس یہ کلام اُنکے اوپر اُلٹ کر نہیں آتی ہے اور محبت موت کی اُنکے معاد کو لازم نہیں سو اسطے کہ کلمہ لکم الدار الآخرۃ عند اللہ خالصۃ من دون الناس کا اوپر مجموع ان دونوں مقاوہ کے دلالت کرتا ہے اسواسطے کہ لام نفع بیچ کم کے شاہد کرتا ہے طرف حاصل پہنچنے ثواب کے واسطے تمام مخاطبوں کے اور لفظ خالصۃ کا دلالت کرتا ہے اور پاس باقی کے کہ وہ ثواب عند اسے خالص ہوگا یعنی صرف ثواب ہی ثواب ہے پس معنی کلام کے یہ ہوگئے کہ اگر تمہارے نزدیک بہشت واسطے نفع فرقہ تمہارے کے ہے اور کسی طرح کا عذاب نہیں سکے داخل ہونیسے پہلے ہو گا اور دوسرا کوئی نہیں ناکہ سبب شرکت کے اُس نعمت کی پڑ انکریں پس بیچ آرزو موت کے کہ سبب سکے جلدی سے اُس نعمت کی طرف پہونچ جاؤ کیوں توقف کرتے ہو اور باوجود اسکے جو مسلمان کہ بیچ مقابلہ یہود یوں کے اوقت میں تھے مثل جناب بیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور مہاجرین اور انصار کے اُنکے نہیں ممکن تھا کہ دو وجہ سے اس قلب کا معارضہ کریں اوّل یہ کہ ہم اور بیغمبر ہمارے واسطے پہونچانے احکام شرع اور جاری کرنے احکام الٰہی کے بلکہ اسوقت میں بہ منصب عالی منحصر ہمارے اندر ہے اور اگر ہم جاہلیں اور ہلاک ہوں قیامت تک یہ بات ممکن نہیں کہ دوسرا کوئی یہ منصب عالی حاصل ہو اسواسطے کہ بیغمبر ہمارے خاتم المرسلین ہیں اور اول ایمان لانے والے ہم ہیں اگر ہم نہوں کون محض قولوں اور فعلوں بیغمبر کو اور احکام کو جو اللہ کی طرف سے آئے ہیں پہلے لوگوں کی طرف پہونچاویگا اور ایسا پہونچانا کہ حد تواتر کو پہونچے اور محبت پکڑنی اُسکے ساتھ ممکن ہو پس جو مقصود حکمت الٰہی میں ہمارے وجود سے ہی تمام نہیں ہوتا ہے مگر ساتھ زندگی ہماری کے اور اسی جہت سے ہم رضی موتے اوپر نہیں ہوتے ہیں تاکہ باطل کرنا حکمت خالق اپنے کا نکریں دوسرے یہ کہ ہر فرد اُن مسلمانوں کا جو اُسوقت میں تھے نوت کی محبت سے بھرے ہوئے تھے اور شوق لقائے الٰہی کا رکھتے تھے مانند غلام فرمانبردار کے کہ واسطے حاصل کرنے مرتبے بلند کے بے اختیار مانند مولیٰ اپنے کی چاہنے والا ہوتا ہے نہ مانند غلام بھاگے ہوئے کے کہ جو کی مانند مالک کے روبرو ہونے سے بھاگتا ہے اور نسل اور پاس محبت اور شوق اُنکے کے یہ کی جان اور مال اپنے کو بیچ جہاد کے خرچ کرتے تھے اور روحوں اپنی کو پس اُس دین کی بنا لتے تھے یہانتک کہ حق تعالیٰ نے اُنکی شان میں نازل فرمایا من المؤمنین رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ فمنھم من قضی نحبہ ومنھم من ینتظر یعنی مسلمانوں میں سے کتنے مرد ہیں سچا کر دکھایا اُس چیز کو کہ قول کیا تھا اللہ سے پھر کوئی اُن میں سے پورا کر چکا اپنا ذمہ اور کوئی انمیں سے منتظر ہے اور یہ بھی نازل فرمایا کہ ان اللہ اشتری من المؤمنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ یعنی تحقیق اللہ نے خریدلی مسلمانوں سے اُن کی جان اور مال بدلے اُسکے کے واسطے اُنکے بہشت ہے اور یہ بھی فرمایا ہے ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ یعنی اور بعضے آدمی ایسے ہیں کہ بیچتے ہیں جان اپنی واسطے طلب کرنے رضامندی اللہ کے اور حضرت امیرالمؤمنین عمر بن الخطاب سے مروی ہے کہ بعد نماز کے یہ دعا کرتے تھے اللھم ارزقنی شھادۃ فی سبیلک ووفاۃ ببلد رسولک یعنی اے بار خدایا نصیب میرے کر شہادت بیچ راستہ اپنے کے اور مرنا بیچ شہر رسول اپنے کے اور حضرت امیرالمؤمنین علی بن ابیطالب کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ کان یطوف بین الصفین فی غلالۃ یعنے درمیان دو صف لڑائی کے گھوڑے اپنے کو دواتے تھے حال آنکہ ایک کرتہ باریک عرق چین کا پہنے ہوئے تھے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے اُن کی خدمت میں عرض کیا کہ ھذا بزی الحمار بین یعنی نہیں ہے یہ لباس لڑائی کا کرتنے پہناہی اجگدزہ اور چہلتہ اور مانند اسکے چاہیئے فرمایا یا بنی لا یبالی ابوک علی الموت سقط ام سقط علیہ الموت یعنے اے بیٹے میرے نہیں پرواہ کرتا ہی باپ تیرا اوپر موتے گرے یا گرے موت اوپر اُسکے موت آوے حذیفہ بن الیمان سے مروی ہے کہ بیچ حالت نزع کے اُنکے تئیں فرحت اور خوشی بہت حاصل ہوئی اور ساتھ آواز بلند کے فرماتے تھے کہ جاء حبیب علی العاقۃ لا افلح من ندم یعنی موت کا محبوب میری بر عین انتظار اور کمال اشتیاق میں آئی اور جنے اُسکے تئیں ندامت اُٹھائی ہم کو فلاح نہ ہوئے اور عمار بن یاسر بھی صفین کی لڑائی میں یہی نعرہ مارتے تھے الآن القی الاحبۃ محمدا وحزبہ یعنی اب ملاقات کرونگا میں دوستوں سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور گروہ اُسکے سے اور جب ایکہزار اور چار سو آدمی یوسع غدر کیے دن آنحضرت کے ساتھ بیعت اور پر موتے کی حق تعالیٰ نے بیچ شان اُنکی کے یہ آیت بھیجی لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ یعنی تحقیق رضامند ہوا اللہ مسلمانوں سے جو وقت بیعت کی انہوں نے تجھ سے نیچے درخت کے حاصل کلام یہ ہے جو کوئی خصلت نیک صحابہ کے بارکی سے خصوصاً صحابہ کہ بدر اور احد میں حاضر تھے اور بیعت الرضوان کے لوگ واقف ہو یقیناً جان لے کہ یہ لوگ بیچ محبت موت فی سبیل اللہ کے طرفہ قوم راسخ اور محکم رہنے والے تھے یہانتک کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے بیچ خط اپنے کے طرف رستم بن فرخ زاد کے کہ سوار لشکر کفار کا تھا لکھا تھا کہ فان معی قوما یحبون الموت کما یحبون الاعاجم الخمر یعنی تحقیق ساتھ میرے ایسی قوم ہے کہ دوست رکھتی ہی موت کو جیسے دوست رکھتے ہیں عجم والے شراب کو اور اس لکھنے میں اشارہ باریک ہے واسطے دور کرنے استبعاد اسبات کے اسواسطے کہ حالت سکر کی بھی ایک نوع کی مشابہت رکھتی ہے ساتھ حالت موت کے کہ نشہ میں آدمی بیہوش ہو کر اس جہان سے باہر جاتا ہی اور بیچ سیر اور گرمش علم خیال کے مستغرق ہوتا ہے پس ارحالت کہ مشابہ موت کے ہے واسطے رحمت چند ساعت اور سیر عالم خیال کے دوست کہتے ہیں ہم آدمی موت کو کہ سبب وصال محبوب حقیقی اور سیر عالم ملکوت کا ہی کسواسطے دوست نہ رکھیں اور یہ بات ظاہر ہے کہ متاع دنیا کی سامنے نعمت آخرت کے نہایت قلیل ہی اور یہ قلیل بھی اوپر بہودیوں اُس زمانہ کے حملی طرف خطاب اس کلام کی ہی نہایت بغض اور بکدورتی اسواسطے کہ بعد غلبہ اسلام اور ظاہر ہونے انوار اور روشنیوں نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طرح طرح کی خرابیاں بسبب اسلام لانے اُنکے کے درپیش آئیں کہ خدا اُنکو قتل واقع ہوا اور ہمارا جانا مردوں اور مقید ہونا لڑکوں اور عورتوں کا اور غارتگری اپنے اپنے نفیس مال کی اور مقرر ہونا جزیہ اور خراج کا اور لازم ہونا ذلت اور اہانت کا اُنکو اُٹھانا پڑا پس اُنکے حق میں موت بنسبت اس حیاتکے بلاشبہ بہتر اور افضل تھی اُنکے زعم میں اور اگر یہودی کہیں کہ ہم بیچ آرزو کرنے موتکے تم سے بھی پیش قدم ہیں لیکن موت کہ وسیلہ ملنے اُس

نعمت کا ہی کہ وہ جانا طبیعت بشری کا مقتضا ہے اس سبب سے موت کی آرزو ہم کو نہیں اور اس سے ہم بھاگتے ہیں کہتے ہیں ہم جو چیز کو وسیلہ حاصل ہونے محبوب کا ہو اگر طبیعت کو وہ مکروہ معلوم ہووے لیکن صاحب عقل اُس وسیلہ کو واسطے حاصل ہونے محبوب کے ساتھ ہزاروں کے آرزو کرتا ہی مانند فصد اور حقنہ کے واسطے حاصل ہونے تندرستی اور شفا کے اسجگہ چاہیئے جاننا کہ بعضے مفسر نے بیچ تفسیر اس آیت کے اور روش اختیار کی ہی کہ اگر اشکال نہ کرے کہ اس مقام میں واؤ ہوتے ہیں بمعنات بخشتی ہی کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے بیچ طال کہنے اس دعوے اُنکے کے کہ لنا الدار الاخرۃ خالصۃ من دون الناس یعنے واسطے ہمارے ہے دار آخرت کا خالص واسطے اور وں کے طریق تحدی اور اعجاز کا جاری فرمایا ہی طریق الزام اور مناظرہ کا پس گویا ایسا ارشاد ہوا کہ اگر تم اس دعوے میں سچے ہو جاؤ پس علامت سچے ہونے تمہارے کی اسبات کو ٹھہرایا ہے کہ آرزو موت کی کرو بے اسکے کہ درمیان اس دعوے اور آرزو کے موت کے ملازمۃ واقعیہ متحقق ہو جیسے کہیں کہ اگر دعوے تیرا سچا ہے چاہیئے کہ ہاتھ اپنا اوپر سر کے رکھے تو اور ہاتھ سر پر رکھنا آسان شے ہے اگر اس کہنے کے اُوپر قرار نہ ہوا اسکا دعوی جھوٹا ہے اور اسجگہ جبکہ آرزو موت کی اُن سے نہ ہوئی اعجاز الٰہی ثابت ہوا وعند الاعجاز یصیر دعوی النبی و یبطل دعوی مخالفیہ یعنی اور وقت اعجاز کے صحیح ہوتا ہی دعوے نبی کا اور باطل ہوتا ہی دعوے مخالفوں اُسکے کا اور ظاہر ہے کہ آرزو موت کی چندان امر عجیب اور شاق نہ تھا خصوصاً جس وقت تمنا سے مراد ظاہر کرنا آرزو کا زبان سے مراد ہو پس عاجز ہونا تمام یہودیوں کا اس بات سے کہ آرزو موت کی اپنی زبان سے ظاہر کریں دلیل صریح ہوئی اور پر جھوٹے ہونے اُنکے کے بیچ اس دعوے کے اور بعضے مفسر نے اسطرح کہا ہی کہ اس دعوے اُنکے میں انکا لفظ خالصۃ کا ہی اور من دون الناس بھی ساتھ خالصۃ کے متعلق ہے پس معنی کلام کے اسطرح ہو گئے کہ اگر گھر آخرت کا واسطے تمہارے ہی نزدیک اللہ تعالیٰ کے بیچ احوال کے کہ وہ گھر بالکل عذاب سے خالص ہو یعنے پہلے اُسکے داخل ہونے سے عذاب چکھا جاوے بخلاف دوسرے آدمیوں کے کہ اُنکے تئیں مگر کہ بالکل عذاب سے بچا ہوا ہو ناممکن نہیں آنے کا یا بالکل اُس سے محروم رہیں گے یا بعد چکھنے عذاب کے اُس کی طرف جاویں گے اور ساتھ اس توجیہ کے اعتقاد دوسرا کہ پہلے نہ کور ہوا بھی اس کلام سے ظاہر اور روشن ہوا اور اُلٹنا اس کلام کا مسلمانوں کے اوپر یہودیوں کی طرف سے بھی لازم نہ آیا اسواسطے کہ مسلمان ایسا کا دعوے نہیں کرتے ہیں کہ بہشت ہمکو قطعاً بے چکھے عذاب کے ملیگا ہی بلکہ ہم کو احتمال اور خوف عذاب کا اُنکے نزدیک ہی سوال و سرایہ ہے کہ اس آیت کے اور آیت ولقد کنتم تمنوا الموت من قبل ان تلقوہ فقد رایتموہ وانتم تنظرون سے یعنی اور تحقیق تھے تم آرزو کرتے موت کی پہلے ملنے اُسکے سے سو اب دیکھا تمنے اُسکو آنکھوں کے سامنے اور مانند اُسکے اور آیتوں سے بھی معلوم ہوتا ہی کہ آرزو موت کی اور دل سے چاہنا اُسکا امر نیک اور اچھا ہی اور نشانی نجات اور دلیل شوق الٰہی کی ہی اور اسی کی تائید میں بہت حدیثیں آئی ہیں منجملہ اُنکے یہ ہی کہ ساتھ روایت عبادہ بن صامت کے آیا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی من احب لقاء اللہ احب اللہ لقاءہ ومن کرہ لقاء اللہ کرہ اللہ لقاءہ یعنی جو شخص دوست رکھتا ہے اللہ تعالیٰ ملنے اُسکے کو اور جو شخص ناخوش رکھے ملاقات اللہ کی ناخوش رکھتا ہے اللہ تعالیٰ ملاقات اُس کی اور منجملہ اُنکے یہ ہے کہ بیچ خدمت مسلمانوں اخیر زمانہ کے اور بزدلی اُنکی کے جہاد کافروں کے سے آیا ہی حب الدنیا وکراھیۃ الموت یعنے محبت دنیا کی اور ناخوش جاننا موت کا جہاد سے اُنکو روکیگا اور دلیل عقلی بھی اسی کو چاہتی ہی اسواسطے کہ مرد ایمان دار کی تمام ہمت بیچ حاصل ہونے رحمت اور عیش آخرت کے مصروف ہتی ہی اور اسکو یقین کامل ہی کہ وہ حالت آنیوالی ہی اور زندگی دنیا کی فانی ہی اور ناپائدار اور باوجود اسکے دنیا کے اندر طرح طرح کے موانع عبادت کے اور تفکرات لاحق رہتے ہیں پس باضرور نسبت آخرت کی اور رگردانی دنیا کی لذتوں سے اور ناچیز جاننا عیش اُنکا کہ اُسکو لازم ہی اگرچہ طبیعت بشری کراہیت موت کی کرے لیکن یہ کراہیت اس سبب سے نہیں کہ بے رغبتی آخرت کی لذتوں سے ہے بلکہ اس جہت سے کہ تحیات جان کندنی کی اور تکلیف نکلنے روح کی اصل دوائے بدمزہ کے کہ طبیعت کو مکروہ معلوم ہوتی ہی اور عقل کے نزدیک وہ خوب اور محبوب ہے دوسرے خوف مواخذہ کا اور پرعتاب الٰہی کا اور ڈر تقصیر وغیرہ کے پس چاہتا ہے کہ زندگی بری ہووے تاکہ نیکیاں بہت کروں اور توفیق توبہ کی نصیب ہو کر پاک صاف ہو کر اس جہان سے جاوے اور غرائس جہان کا بے زاد اور راحلہ کے نہووے اور اسی واسطے بیچ حدیث عبادہ بن الصامت کے آیا ہی کہ جب آنحضرت صلعم نے یہ کلمہ فرمایا حضرت عائشہ رضؓ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ہم سب موت کو مکروہ جانتے ہیں پس حال ہمارا کیا ہوگا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کراہیت تمہاری معتبر نہیں کہ اب تک تم کو بسبب خوف اور ڈر مواخذہ اور عتاب کے خالص لذت اُس گھر کی نظر کے سامنے نہیں ہوئی اعتبار اُسوقت کا ہی کہ وقت حاضر ہونے موت کا ہی کہ اُسوقت میں آدمی ایمان دار کو ہر طرف سے بشارت اور پرہیزگار کے پہونچتی ہی اور آثار رضامندی الٰہی اور بخشش اُسکی کے اپنے حق میں ظاہر اور بے پردہ دیکھتا ہے اُسوقت میں کوئی چیز نزدیک اُسکے محبوب زیادہ موت سے نہیں ہوتی ہی اور آخر کو ہر طرف سے اسباب اور سامان عذاب کے نمودار ہوتے ہیں اور خوف اور ڈر لاحق ہوتا ہے پس اُسوقت میں کوئی چیز اُسکے نزدیک ناخوش موت سے نہیں ہوتی ہی اور یعنی روایتوں میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیچ جواب اس سوال کے فرمایا کہ وللموت قبل لقاء اللہ یعنی کراہیت موت کی مستلزم کراہیت لقاء الٰہی کو نہیں اسواسطے کہ موت بیشتر ملاقات خدا کے سے ہے اور وسیلہ اُسکا ہی اور بہت وقت مکروہ ہوتا ہے اور مطلب محبوب مانند پینے دوائے تلخ کے کہ وسیلہ حاصل ہونے صحت کا ہی اور شمل فصد اور سہل بدمزہ کے کہ وسیلہ حاصل ہونے مال کا ہے اور بہت حدیثیں اسبات پر دلالت کرتی ہیں کہ آرزو اور خواہش موت کی حرام ہے نچاہیئے گی جیسے کہ بیچ حدیث مشہور کے کہ صحاح ستہ میں بروایت اُمسلمہ کی ہی آیا ہے کہ لا یتمنین احدکم الموت لضر نزل بہ وان کان ولا بد فلیقل اللھم احیینی ما کانت الحیوۃ خیرا لی وتوفنی اذا کان الوفاۃ خیرا لی یعنی چاہیئے کہ نہ آرزو کرے کوئی تم میں سے موت کی بسبب کسی رنج کے کہ وارد ہوا ہے اوپر اُسکے اور اگر نہایت لاچاری ہی پس چاہیئے کہ اسطرح کہے اللھم احیینی ما کانت الحیوۃ الخ اور معنی اس دعا کے یہ ہیں اے بار خدایا زندہ رکھ مجکو جب تک کہ زندگی بہتر ہے میرے حق میں اور مار ڈال مجکو جبکہ موت مرا بہتر ہو واسطے میرے پس وجہ مطابقت کی بیچ اس تعارض حدیثوں کے کیا ہے جواب اسکا یہ ہے کہ آرزو موت کی کبھی اس سبب سے ہوتی ہی کہ راحت اخروی کا شوق کمال درجہ کا دل میں ہے

اور مجرد علایق سے مانوس اور مرغوب ہے اور دلیل نجات اور غلبہ شوق الٰہی کی ہے لیکن ظاہر کرنا اس آرزو کا شرع میں جائز نہیں اسواسطے کہ بیچ اصل کے یہ آرزو اس وقت ہوتی ہے کہ آدمی مغلوب الحال ہو جاوے اور مجذوبیت کے رتبہ کو پہونچے کہ زندگی کے فائدوں سے غفلت آجاتی ہے اور یہ بات نہیں سمجھتا ہے کہ جسقدر اس دنیا میں پر ترزندہ رہونگا زیادہ اسباب توب جناب الٰہی کا حاصل ہو اور زیادتی شوق اور عبت کی حاصل ہوگی پس اگر کبھی بسبب غلبہ شوق کے یہ حالت موجود ہو جاوے تو اسکے پوشیدہ کرنے میں کوشش کرے اور زبان سے ظاہر نکرے جیسا کہ تمام آثار مغلوبیت اور مجذوبیت کے شرع میں چھپانا دا جب ہے بوجہ اس کے کہ جو صحابہ سے کہ ایسی آرزو مقبول ہے سو اسوقت میں تھی کہ اسباب موت کے حاضر ہو چکے تھے اور بقا اور زندگی دنیا کی مع اسوقت میں خوشی اور فرحت موت کے آنیکی اور حاصل ہونے مطلب کے ظاہر ہی ہے اور وہ وقت بحث سے خارج ہے اور باوجود اسکے طلب دعا اور آرزو اور خواہش اُن سے بھی منقول نہیں ہوئی محبت موت کی اور خوشی اُوپر پہونچنے اُسکے کے دوسری شے ہے اور طلب دخواست اسکی اور شے اور کبھی آرزو موت کی بسبب بے صبری کے اور کسی بلا کے بلاؤں میں سے اور تنگی حوصلہ کی اُسکے اُٹھانے سے ہوتی ہے جیسے کہ کہنے طلے نے کہا ہی شعر - الا موت یباع فاشتریہ + فھذا العیش ما لا خیر فیہ + الا رحم المھیمن روح عبد + تصدق بالوفاۃ علی اخیہ یعنی کاشکے بیچی جاتی موت پس خریدتا میں اُسکو پس یہ عیش وہ ہے کہ نہیں خیر بیچ اُسکے کاشکے رحم کرے اللہ اوپر روح بندہ کے کہ تصدق ہو جاوے بسبب مرنیکے اوپر بھائی اپنے کے اور یہ آرزو کسی وجہ سے محل عتاب اور دلیل نقصان کی ہی اسواسطے کہ آرزو موت کی دلیل جزع اور بے صبری کی اور سبب ناراض ہونے کا ساتھ مشیت ایزدی کے اور منافی توکل اور تسلیم کے ہی اور ایک نوع کفر کا بھی اسمیں آمیز ہو جاتا ہے اسواسطے کہ جو شخص آرزو موت کی کرتا ہے سمجھتا ہے کہ بعد مرنیکے جنگل قضلے کے سے خلاص ہو جاوے گا اور قدرت جناب باری کی میرے اوپر اُسی وقت تک ہے کہ جبتک زندہ ہوں جب مر جاؤنگا تحت قدرت اُسکی سے باہر ہو جاؤنگا معاذ اللہ اس اعتقاد باطل سے اور یہی آرزو ہے جسکی منع خدیدہ حدیثوں میں آئی ہے اور اُسکی برائی کی گئی ہے چنانچہ حدیث ذکر کی گئی ہیں لفظ لضر نزل بہ کا اشارہ اسی بات کی طرف کرتا ہے سوال تسلیہ یہ ہے کہ اس سورہ میں ولن یتمنوہ فرمایا ہے اور سورہ جمعہ میں ولا یتمنونہ کہا ہی ان میں فرق کس وجہ سے جواب انکا یہ ہے کہ دعوی یہودیوں کا اس سورہ میں وہ ہے کہ لنا الدار الآخرۃ خالصۃ من دون الناس یعنے بہشت اور ما نہما کا بغیر غلبہ کے ہمارے ہی واسطے ہے۔ اور دوسروں کا اسمیں حصہ نہیں اور مطلوب بالذات بہشت اور آخرت کی نعمتیں ہیں اور اسی کا حصر اُنہوں نے اپنے واسطے کیا اور سورہ جمعہ میں یہ دعوے ہے کہ نحن اولیاء اللہ من دون الناس یعنی ہم دوست خدا کے ہیں نہ دوسرے کے اور ظاہر ہے کہ دوستی خدا کی وسیلہ ملنے بہشت اور آخرت کی نعمتوں کا ہی سو حصر وسیلہ کا اپنے واسطے اجگہ کیا پس مناسب ہوا کہ اس سورہ میں دعوے اُنکے کا کمال تاکید کے ساتھ انکار کیا جاوے کہ مطلوب بالذات کا دعوے کیا تھا اور سورہ جمعہ میں بغیر تاکید کے دعوی اُنکے کا کہ انحصار وسیلہ کا ہی اور چنداں مقصود نہیں انکار کیا جاوے تاکہ فرق بیچ مطلب اور وسیلہ کے حاصل ہو اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ جو دعوی اُنکا سورہ جمعہ میں خاص ہی اس دعوے سے ہے کہ اس سورہ میں مذکور ہے اسواسطے کہ جسکو بہشت اور نعمت آخرت کی حاصل ہو لازم نہیں کہ ولی خدا کا بھی ہو اسواسطے کہ مرتبہ ولی کا قریب مرتبہ نبی کے ہے بیچ کامل ہونیکے اور قاعدہ مقررہ اہل معقول کا ہی کہ نفی عام کی زیادہ تر بعید ہے نفی خاص کی سے جیسے کہ اثبات خاص کا بعید ہے اثبات عام کے سے مثال اسکی قول ہمارا الانسان موجود اور فلان بن فلان موجود کہ انسان عام ہی اور فلان بن فلاں خاص ہے اور جبکہ دعوی پہلا یعنی انحصار نجات اور بہونچنا جنتیکے درجوں میں اپنے گروہ میں ابعد تقا دوسرے دعوے سے یعنی انحصار کرنا ولایت کا بیچ اپنے پس پہلے دعوے میں حاجت لن کے لانیکی پڑی کہ تاکید نفی میں کوئی حرف اس سے زیادہ نہیں اور دوسرے دعوے میں کفایت سلقہ اصل نفی کے کہ مدلول کلمہ لا کا ہی مناسب ہوا اور جبکہ پہلی آیت میں خبری اثبات کی کہ یہودی ہرگز آرزو موت کی نہیں کرتے ہیں تحقیق اور احتمال ہی کہ کوئی شخص آرزو دونو ضد کی بحکے اور ساتھ کسی طرف کے دو طرفوں تضاد کے سے انس اور رغبت اُسکو ہو پس نزدیک یہودیوں کے موت اور حیات ایک سال ہو نہ موت کی خواہش کرنیوالے ہوں اور نہ طلب کرنیوالے زندگی کے پس واسطے دفع کرنے اس احتمال کے فرماتے ہیں کہ کافی نہ وہ آرزو موت کی کرتے اور نہ حرص پر زندگی دنیا کی کرتے بلکہ اپنے ارادہ کی نفی کر کے موت اور حیات کو اُسکے حوالہ کر دیتے کہ جس طرح اُس کی رضا ہو اُس طرح کہے خواہ زندہ رکھے خواہ مارے چاہے حالانکہ بھی بہتر حالتوں عقبیٰ کے طالبوں کی ہی بلکہ کاملوں کے طالبوں کی لیکن جب نجربرادا متحان کرے تو ہمیشہ اُنکی برخلاف اس حال کے بھی پائے تو لَتَجِدَنَّهُمْ یعنی البتہ پاوے تو ان یہودیوں کو کہ بہشت کو خاص حصہ اپنا کہتے ہیں اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ یعنی زیادہ تر حرص کرنیوالے اوپر ایسی زندگی کے کہ نہایت بڑی اور آرام کے ساتھ ہو زیادہ تر اُس سے کہ آدمیوں کے نزدیک مدت اُس کی معتبر ہے بلکہ اُنکو حریص زیادہ پائے تو ایسی زندگی سے وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا یعنے اور اُن آدمیوں کے کہ شرک کرتے ہیں اور بہ نسبت اور آدمیوں کے بہت محبت زندگی دنیا کی رکھتے ہیں ساتھ اس مرتبہ کے کہ گویا اس امر میں خدا نسانیت کی سے نکل گئے ہیں اور گروہ آدمیوں کے سے باہر ہوئے اسواسطے کہ معاد اور آخرت کا ہرگز معتقد نہیں کہتے ہیں موت کو نہیں کہ ہمیشہ کی زندگانی دنیا کے کوئی بہتر زندگانی نہیں جانتے ہیں بہشت اخروی کا جو دنیا کا گروہ اوپر اس زندگانی کے حرص کریں جانچ یوں ہوا ہے اور یہ یہودی اپنے تئیں اہل کتاب کہتے ہیں اور اقرار اہل الجوا کا کرتے ہیں بلکہ نعمت اُس گھر کی خالص اپنے واسطے جانتے ہیں جب شرکین کی نسبت سے حرص زیادہ کریں پس انکو دوزخی ہونا اپنا نظر آتا ہے اور یہ باتیں اُن کی صرف الاف زنی ہی اور دلیل حرص ہونے اُنکے کی اور پرزندگی دنیا کے یہ ہے کہ زیادہ تر اور آدمیوں سے بیچ فکر زیادتی عمر اپنی کے رہتے ہیں اور بیچ طلب کرنے شفا کے زیادہ حد شرعی سے سعی کرتے ہیں طرف طبیب منتر پڑھنے والے اور ساحر کے جمع کرتے ہیں اور اسواسطے بقائے اس حیات کے ایمان اور دین اپنے کو برباد کر دیتے ہیں اور واسطے رفاہیت عیش اپنے کے اور نہ کہ در معنے اُسکے کے طرف سے بغیر

تفتیش ضلال اور حرام کے مال کو جمع کرکے ذخیرہ کرتے ہیں اور بالقہ اکا اخیر دم زندگی تک باقی رہتا ہی یا وصف بڑھاپے اور گر جانے دانتوں اور سفیدی بالوں کے کہ پیغام موت کے ہیں معالجات و تدبیر زیادتی عمر اپنی سے باز نہیں آتے ہیں اور دلیل اوپر زیادتی حرص اُنکی کے نسبت مشرکوں کے وہ ہے کہ یَوَدُّ اَحَدُھُمْ جینے دوست رکھتا ہی ایک اُن میں سے بیچ حق اپنے کے نزدیک حق تمام گروہ اور خاندان اپنے کے اسواسطے کہ بیچ حق تمام گروہ اور خاندان اور مذہب اپنے کے یہ آرزو اکثر شخصوں کو ہوتی ہی اور بعضوں کو نہیں ہوتی ہی لیکن اُنکے اندر ہر شخص آرزو کرتا ہے لَوْ یُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَۃٍ یعنی یہ کہ ہو جاوے ہزار برس عمر اُسکی حالانکہ جانتے ہیں کہ اس عمر میں ہرگز کسی طرح کی حلاوت زندگانی کی نہیں پاتی ہی اور ساتھ کسی عیش کے بہرہ مند نہیں ہوتے ہیں اور اپنی قوت سے کوئی کام نہیں کرسکتے ہیں مشرکین کو آرزو اسقدر عمر کی دل میں نہیں آتی ہی وجہ اسکی یہ ہے کہ مشرکین جب مرکر آخرت کے میں سنکر آخرت کے ہیں نہ وہاں کی خبر کی تربیت کرتے ہیں اور نہ شر اُس جگہ کی سے ڈرتے ہیں اور بھاگتے ہیں اور یہ لوگ جانتے ہیں کہ اُس جہان میں جزا بہر نیک اور بدکی دیجاوے گی اور ہم مستحق عذاب ہمیشگی کے ہونگے جبتک کہ دنیا میں زندہ ہیں اُس عذاب سے بچے رہیں گے پس بسبب اس آرزو کے اپنے تئیں عذاب الٰہی سے دور رکھتے ہیں وَمَا ھُوَ یعنی نہیں ہی اسقدر عمر یعنی یُمَتَّعَ حَزِحِہٖ مِنَ الْعَذَابِ یعنی دُور رکھنے والی اُس آدمی کو عذاب الٰہی سے اگر چہ موافق آرزو اُسکی کے ہو جاوے اَنْ یُّعَمَّرَ یعنی یہ کہ عمر ہزار برس کی دی جاوے اسواسطے کہ ہر چند یہ مدت طویل دکھلائی دیتی ہے لیکن جبکہ آخر کو نام ہو جاوے گی بیچ حکم تھوڑی مدت کے ہی اور شخص کو خوگر کنداور گناہ کا ہی جسقدر زیادہ دیر تر رہے زیادہ مربوط جھگڑنے کا اُٹھاتا ہے پس اسقدر بڑی عمر کفر اور گناہ میں گذارنی درحقیقت ہے اپنے تئیں عذاب سے نزدیک کرنا ہی نہ دور رکھنا عذاب اُسکے سے کہ اصلاح اعمال اپنے کی کریں اور ساتھ توبہ و ندامت کے خواہش کریں یہ امر مجھ میں نہیں وَاللّٰہُ بَصِیْرٌ بِمَا یَعْمَلُوْنَ یعنی اور خدا دیکھنے والا ہے اُس چیز کو کہ کرتے ہیں یعنی بڑھنا دیر کفر میں اور گناہوں اور نہایات کا تو وہ جمع کرنا پس اُنکو تخفیف عذاب کی کہ بیچ صورت چھوٹی ہونے عمر کے متوقع تھی بھی حاصل نہ ہوگی بلکہ بسبب زیادتی اعمال قبیحہ کے عذاب اُنکا بڑی عمر ہونے میں زیادہ تر ہوگا اور اگر عمر کمی واقع میں کو تاہی ہی بسبب اس آرزو کے کہ ہزار برس کی عمر کفر اور گناہوں میں گذارنی منجب کفر اور گناہ ہزار برس کے ہوتے ہیں اسواسطے کہ حق تعالیٰ جانتا ہی کہ اگر اسقدر اُنکی عمر ہو جاویگی اُنہیں بُرے کاموں میں گذار بیگے پس اپنے تئیں عذاب دوہنے کرتے ہیں بلکہ نزدیک کرتے ہیں اور اگر یہودی کہیں کہ ہم بغیر توریت کے ایمان نہیں لاتے ہیں تو سوائے توریت کے کسی کتاب کا یقین نہیں کرتے ہیں جو یہ صدی کی راہ سے نہیں کہ اور لوگو پر نہ کتاب نازل ہوئی بلکہ اس سبب سے ہے کہ توریت بلا واسطہ اسد کیطرف سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عنایت ہوئی تھی اور نے قرآن جبرئیل کے واسطے سے اوپر تمہارے نازل ہوتا ہی اور جبرئیل تمام فرشتوں میں سے دشمن ہمارا ہی نفس ہمارا قبول نہیں کرتا ہے کہ اوجہ احسان دشمن کا ہم اُٹھاویں پس بیچ جواب ساکت کے اُن سے قُلْ یعنی کہ اے محمد کہ جبرئیل تمہارے ساتھ دشمنی نہیں کرتا ہی بلکہ تم اسکو ساتھ خیالات فاسد اپنے کے دشمن کہتے ہو مثلاً کہتے ہو کہ جبرئیل نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اور پیغمبر شدید باتوں ہماری کی اطلاع کردی ہی اور جو تدبیر اور مشورہ پوشیدہ کہ بیچ مقابلہ اُسکے کے کرتے ہیں اُس بات سے خبردار کرتا ہی اور عذاب اُن پر کا نازل کرنے لانا ہی اور خوف و منع سخت اُنکو نہی اور دخت لصر کو مرسل سمارے اللہ سے جھٹلوا دیا اور نے ندیا یہانتک کہ وہ جوان ہوا اور سیت المقدس کو اُس نے خراب کیا اور قوم بنی اسرائیل کو قتل اور قید کیا اور جب اُس نے سب چیزیں اللہ کے حکم سے کیں اُسکو ان باتوں میں دشمن کہنا نہیں چاہیئے پس مَنْ کَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِیْلَ یعنی جو کہ ہو دشمن جبرئیل کا دشمنی اُسکی محض بے وجہ ہے فَاِنَّہٗ نَزَّلَہٗ یعنی اسواسطے کہ جبرئیل نے اُتارا ہے اس قرآن کو اور بیچ حکم اللہ کے اسلئے عداوت اُنکی کا اُسکے ساتھ عَلٰی قَلْبِکَ بِاِذْنِ اللّٰہِ یعنی اوپر دل تیرے کے محض ساتھ اذن اللہ تعالیٰ کے اور ساتھ فرمودہ اُسکے کے نہ خود بخود اور اپنی سے اسواسطے کہ جبرئیل کو سوائے منصب تبلیغ کرنے کے اور پیغام پہونچانے کے کچھ اختیار نہیں اور اسبات پر اتفاق تمام انبیا کا ہی پس وہ جو کچھ کرتا ہے اور پہونچاتا ہے ساتھ حکم خدا تعالیٰ کے کرتا ہی اور پہونچاتا ہی اور ظاہر کرنا بھیدوں تمہارے کا ردبجہ بغیر وقت کے بھی ساتھ حکم خدا کے نہ عداوت کی جہت سے ساتھ تمہارے اور باوجود اسکے اگر بالفرض جبرئیل علیہ السلام سبب کفر اور نافرمانی تمہاری کے دشمن بھی ہو اسواسطے کہ حق تعالیٰ ساتھ ذات پاک اپنی کے دشمن کافروں اور نافرمانوں کا ہی اور جبرئیل تابع مرضی اُس کی کا بھی چھوڑنا ایمان کا اور کفر کرنا ساتھ اُس چیز کے فرماری ہوئی جبرئیل کی ہی کوئی وجہ نہیں کھتا ہی اسواسطے کہ وہ اُتارا ہوا نہیں مگر مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْہِ یعنی موافق کتابوں کے پہلے اُس سے ہیں کہ اوپر حضرت موسیٰ اور انبیا بنی اسرائیل پر نازل ہوئیں ایسی نہ کرنا اُتاری ہوئی جبرئیل کی گو وہ اُتارا ہوا کتابوں پہلیوں کا ہی اور اقرار کرنا ساتھ اُسکے بعینہٖ اقرار کرنا ساتھ اُتاری ہوئی جبرئیل کے ہی اور کمال بے وقوفی اور حماقت ہے کہ اگر دوست تمہارا کہے کہ اسماء فوقنا یقین کرو اور اگر دشمن اسمد فوقنا کہے کہ یقین کرو اور اگر دوست تمہارا بادشاہ کی طرف سے کوئی حکم پہونچاوے اُسکو تو قبول کرو اور اگر دشمن اُسی حکم کو پہونچاوے تو رد کرو بلکہ اگر اُس چیز میں جو جبرئیل نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر لایا ہے اُسوقت میں تامل کرو اُس میں صفت دوسری بھی پائی جاتی ہی اسواسطے کہ وہ موافق کتاب تمہاری کے بھی ہی وَھُدًی یعنی اور ہدایت کامل زیادہ ہی ہدایت پہلی کتابوں کی سے وَبُشْرٰی لِلْمُؤْمِنِیْنَ یعنی اور بشارت ہی واسطے مسلمانوں کے پس اگر اسکو قبول کرو اور یقین کرو اُس بشارت میں داخل ہو جاؤ اور ساتھ اُس ہدایت کے ہدایت پانیوالے ہو تو بہت بڑا نفع تمکو بسبب جبرئیل کے حاصل ہو اور کمال محبت ظاہر کرو اسواسطے کہ نزدیک اور مے کے نہایت دوستی ہی کہ اسکو کوئی شخص نشاں راہ درست کا دیوے اور نزدیک شخص پریشان اور حیران اور ڈرنیوالے کے زیادہ اس سے دوستی نہیں کہ اسکو خوشوقت کریں پس جس چیز کو بسبب عداوت کا گمان کیا ہی یعنی بسبب محبت کی ہی اور یہ عذر تمہارا مانند عذر اُس احمق کے ہی کہ اُسکو کوئی کسی کوے اور جانے ہلاکت سے خلاص کیجے اور یہ راہ راستہ بتلائے اور وہ کہے کہ یہ آدمی دشمن میرا ہے میں بات اُسکی قبول نہیں کرتا ہوں اور کوے میں گرتا ہوں یا مانند عذر اُس حیران اور پریشان کے ہے کہ بسبب کمال خوف کے جان اُسکی نکلتی ہی اور اُسکے تئیں کوئی شخص خوشی پہونچاوے اور تسلی بخشے اور وہ کہے کہ میں بات اُسکی یقین نہیں کرتا ہوں اور اسی حال میں ہوگا اور جان اپنی کو برباد کرتا ہوں اور سبب نازل ہونے اس آیت کا یہی تفسیر ابن جریر اور ابن ابی حاتم اور اکثر مفسرین کی

مثل طبرانی اور بیہقی اور مسند امام احمد اور عبد بن حمید کے ایسا مروی ہوا کہ جب آنحضرت علیہ السلام نے مدینہ منورہ کے ہجرت فرمائی داخل ہوئے ایک جماعت کثیر یہودیوں میں سے واسطے تفتیش حال کے آنحضرت صلعم کے پاس آئی اور سردار انکا عبداللہ بن صوریا کہ فدک کے دانشمندوں میں سے تھا دربے امتحان کے ہوا اور پوچھا کہ اول ہم سے اپنے سونے کا حال بیان کرو کہ کس طرح سے ہے اسواسطے کہ یہ صفت نبی آخرالزماں کے سونے کی ہماری کتابوں میں لکھی ہے کہ یہ علامت ہے تیرے بیان کرنیسے معلوم ہو جاویگا کہ وہ علامت تیرے اندر موجود ہے یا نہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آنکھیں میری سوتی ہیں اور دل میرا نہیں سوتا اور غافل نہیں ہوتا ہے اگر یہی علامت ہے پس میرے اندر موجود ہے عبداللہ بن صوریا نے کہا کہ سچ کہا تو نے یہی علامت ہے اب ہم تم سے اور کسی چیز پر پوچھتے ہیں کہ اُن چیزوں کو سوائے پیغمبر کے کوئی نہیں جانتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو چاہو پوچھو لیکن تم سے ایک عہد لیتا ہوں جو کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے فرزندوں سے لیا تھا اگر میں تمکو اُن چیزوں سے خبر دوں تم ایمان لاؤ اور متابعت میری قبول کرو سب نے کہا کہ قبول ہے بعد اُسکے عبداللہ بن صوریا نے کہا کہ یہ بات بتلاؤ مشابہت اولاد کی کبھی ساتھ ماں کے ہوتی ہے اور کبھی ساتھ باپ کے کس سبب سے ہوتی ہے آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا کہ منی دونوں مرد اور عورت میں ہوتی ہے جسمی مرد کی سفید اور گاڑھی ہوتی ہے اور منی عورت کی مائل طرف زردی کے اور پتلی ہوتی ہے جسکی منی کہ اوپر ہو کر دوسرے کی منی کو نیچے پہنچا لے جائے کہ منی دونوں کی پہلے دوسرے کی منی سے قرار پکڑے اور یا غلبہ یا جزا اور مجم کے غلبہ جسکی منی کو ہو فرزند کی مشابہت اُسی کے ساتھ ہوتی ہے اگر ایک کوئی تینوں چیزوں سے مرد کی منی میں پائی جائے فرزند کو ساتھ خاندان باپکے مشابہت پیدا ہوتی ہے اور اگر عورت کی منی میں یہ چیزیں ہم ہوئیں فرزند ساتھ خاندان ماں کے ہم شکل ہوتا ہے تبعد اُس پوچھا کہ کون کون سا عضو فرزند کا مائی منی سے پیدا ہوتا ہے اور کون کون سا عضو باپ کی منی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہڈیاں اور پٹھے اور نرم ہڈیاں تمام باپ کی منی سے ہوتی ہیں اور گوشت اور خون اور بال اور ناخن ماں کی منی سے پیدا ہوتے ہیں کہا اُنہوں نے کہ سچ کہا تو نے ایسا ہی سچ کتابوں میں پیغمبروں پہلے ہمارے کے ندکور ہے اب بتلاؤ کہ جسوقت بہشتی بہشت میں داخل ہونگے پہلے پہل جہانی اُنکی کیا چیز ہوگی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوں کہا نا بہشتیوں کا مچھلی کے کلیجے کا ٹکڑا ہوگا اور بعضی روایتوں میں آیا ہے کہ گوشت نرگاؤ اور مچھلی کا ہوگا اُنہوں نے کہا کہ یہ بھی سچ ہے پھر اس سے پوچھا کہ اب خرچے ہمکو اس پینے کے سبب سے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے اوپر حرام کیا تھا آنحضرتؐ نے فرمایا کہ حضرت اسرئیل کو بیماری عرق النسا کی لاحق ہوئی اور بہت دن ہوگئے جناب الٰہی کی نذری کہ اگر مجھکو اس مرض سے نجات حاصل ہو جو کچھ کہ جنس کھانے کی سے نزدیک میرے مرغوب یا دہ ہو اُسکے اوپر حرام کرتا ہوں حق تعالیٰ نے اُنکو شفا دی اُنہوں نے گوشت اونٹ اور دودھ اونٹ کا کہ زیادہ خوب اُنکے دل کو بھایا تھا حرام کیا اور بعد اُسکے اُنکے سب بیٹوں پر یہ کہنا حرام ہوا کہا یہ بھی سچ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب نے میرا ان سوالوں کے جوابوں میں امتحان کیا اور درست گوئی میری جانی تمنے پس تمکو کیا توقف ہے کہ میرے دین میں داخل نہیں ہوتے ہو اور متابعت میری اختیار نہیں کرتے ہو کہا اُنہوں نے کہ ایک چیز باقی رہی ہے جستک کہ اُس چیز سے تسلی ہمارے دل حاصل نہیں ہوتی ہے متابعت تیری نہیں کرتے ہیں آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا کہو تم وہ چیز کونسی ہے کہا اُنہوں نے کہ ہمکو خبر ہے کہ تو کونسا فرشتہ اوپر تیرے وحی لاتا ہے اور کہ فرشتہ تیرا دشمن ہے ہمارا تیرا رہتا ہے آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ رفیق اور مگسار میرا سب فرشتوں میں سے جبرئیل ہے اور یہی ہے کہ سب فرشتوں میں سے ہمراہ ہر نبی کے رہتا ہے اور وحی طرف اُسکی لاتا ہے اس بات میں شریک سب پیغمبر بھی ہوں میں اُنہوں نے کہا ہم تیری متابعت نہیں کرینگے اسواسطے کہ جبرئیل دشمن ہمارا ہے تمام فرشتوں میں سے اگر میکائیل وحی تیرے پاس لاتا متابعت تیری کرتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبرئیل کو اس سبب سے دشمن رکھتے ہو کہا اُنہوں نے اُسکے کئی سبب ہیں اول یہ کہ قدیم سے نبوت اور رسالت ہمارے خاندان میں تھی اب جبرئیل نے اُس منصب عمدہ کو نسبت بنی اسماعیل کے مقرر کر دیا اور ہمکو اس خدمت سے معزول کیا دوسرے یہ کہ خسف اور مسخ اور عذاب اور قحط اور بیماری اُنہوں ہی نے کیا ہے اور میکائیل صاحب بارش اور روزی اور رفاہیت کا ہے تیسرے یہ کہ پیغمبر ہمارے نے ہمکو خبر دی تھی کہ بیت المقدس ہاتھ ایک شخص کے کہ بخت نصر نام اُسکا ہوگا خراب ہوگا اور وہ شخص زمین بابل اور عراق میں پیدا ہوگا اور پیدائش اُسکی فلانی تاریخ ہوگی اور جسوقت کہ اُسکی فلانی جگہ ہوگی اور بنی اسرائیل کے فرقہ کو اُس کے ہاتھ سے تباہی اور خرابی حد سے زیادہ درپیش آوے گی جب وقت پیدائش اُسکی کا پہونچا ہمارے بزرگوں نے چند آدمی اپنے معتبر خفیہ بھیجے کہ اُس لڑکے کو کسی حیلہ اور تدبیر سے ہاتھ لائیں جو قت بھیجے ہوئے آدمی ہمارے بزرگوں کے بخت نصر کے شہر میں پہونچے اور اُسکو لڑکا نہیں دیکھا پایا اور جا ہا کہ ماں جبرئیل آدمی کی صورت میں ظاہر ہوا اور اس لڑکے کو نیچے دامن اپنے کے چھپا لیا اور کہا کہ اگر یہ لڑکا وہی ہے کہ اُسکے ہاتھ سے تمکو اذیت پہونچے مقدور ہے پس تمکو اوپر ڈوانے اُسکے کے قدرت نہوگی اسواسطے کہ تقدیر بدلتی نہیں اور اگر یہ لڑکا وہ نہیں ہیں اور کو اسطے سیگناہ لڑکے کو مارتے ہو وہ آدمی کہ مارنیکو گئے تھے پھر آئے اور بخت نصر جب جوان ہوا شام اور بیت المقدس پر فوج کشی کی اور بنی اسرائیل کو زیر و زبر کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بسبب سننے اس عذر اُنکے کے سکوت کیا یہانتک ایک شخص حضرت امیرالمومنین عمر بن الخطابؓ کے واسطے دریافت حال ایک زمین کے کہ متصل مدینہ کے یہود یوں کے بھی جلتے تھے اور عادت اُنکی ایسی تھی کہ جس وقت اُس راہ سے جلتے تھے یہود یوں کے مدرسہ میں آتے تھے اور اُن سے بعضی باتیں نصیحت اور وعظ اور حکمتیں توریت کی اور پہلی کتابوں کی سنتے تھے اور تعجب کرتے تھے کہ کتب اُنہوں میں کسی موافق اُسکی اور کسی کے ہیں اُس دن بھی موافق اُسکی عادت کے اُنکے مدرسہ میں داخل ہوئے دانشمند یہود یوں کے اُس دن جمع تھے سنے مرحبا کہا اور کہا ہم تمکو بہت دوست رکھتے ہیں اور گمان غالب یہ ہے کہ تم بھی ہمکو دوست رکھتے ہوگے اسواسطے کہ کوئی تمہارے پیغمبر کے باوجود نہیں پاس ہمارے نہیں آتا ہے سوائے تمہارے کہ اکثر تشریف لاتے ہو حضرت امیرالمومنینؓ نے فرمایا کہ آمد رفت میری تمہارے پاس محبت کی راہ سے نہیں اور تم سے کہ بعضی باتیں دریافت کرتا ہوں اس سبب سے نہیں کہ تمکو اپنے دین میں کچھ شک اور شبہ باقی ہے بلکہ واسطے حاصل کرنے زیادتی بصیرت کے بسبب اُنکے دین اپنے کے پاس اپنے آتا ہوں اور نشانیاں اور علامات پیغمبر اپنے کی تمہاری کتابوں سے معلوم کرتا ہوں اور بوسیلہ ایمان میرا معرفت پکڑتا ہے

اور قبیح ہے کہ باوجود سعد رشا سائی کے کیا بلا ہوئی ہے کہ ایسے پیغمبر کے ساتھ ایمان نہیں لاتے ہو اور بیچ پیروی ہوگی کے مشرف نہیں ہوتے ہو یہود کے دانشمند نے کہا کہ اگر اصحاف ہا ریکی منابعت اس پیغمبر کی سے ایک وجہ سے ہے کہ صاحب جی اس پیغمبر کا جبرئیل ہے اور جبرئیل کو ہم دشمن رکھتے ہیں اسواسطے کہ جہان میں جو جگہ خسف اور مسخ اور عذاب آیا ہی اسی کی وساطت سے ہوا ہے اور بھی جبرئیل جاسوس عشر ہے اور سخن چینی کرتا ہی تو میرے کہ ہم چپے چپے خلوت میں کہتے ہیں سب کو بلا محمدؐ کے پاس پہونچا دیتا ہی اور یہ خفیف کرتا ہے اور میکائیل مینملانا ہے اور اورانی اور نعمتیں اُسکے ہاتھ سے پہونچتی ہیں اور جبرائیل فرشتہ ہی کہ بالکل یہ کی بات نہیں پہونچاتا ہی اگر میکائیل لا نیوالا اس می کا ہوتا البتہ ہم ایمان لاتے اور متابعت کرتے حضرت امیرالمومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تم سے دریافت کرتا ہوں کہ مرتبہ اور قرب ان دو فرشتوں کا جناب الٰہی میں کسقدر ہے؟ انہوں نے کہا کہ دونو کو کمال قرب و عزت کا حاصل ہی اصدونوں پر تعجیل الٰہی ظہور فرماتی ہے جبرئیل وہی طرف ہتا ہی اور میکائیل بائیں طرف حضرت امیرالمومنین نے فرمایا کہ پس تم گروہ بے عقل ہو اور سخت کافر ہو اسواسطے کہ جب ایسا قرب اور منزلت اللہ جل شانہٗ کی جناب میں اُنکو حاصل ہوا اُس معلوم ہوا کہ جو کوئی دشمن ایک کا انہیسے ہو دشمن دوسرے کا بھی ہوگا اور جو کوئی دشمن ان دونوکا ہو خدا کا دشمن بھی ہوگا یہ بات حضرت امیرالمومنین کی یہود یونکے اوپر بہت شاق اور گراں ہوئی اور صحبت مکدر ہوئی حضرت عمر نے اٹھکر راستے ظاہر کرنے اس مجرا کے قصد حاضر ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بیچ خدمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کیا ہنوز مجلس شریف میں یہود مجمع تھے کہ حضرت جبرئیل اس آیت کو لائے جب عمرؓ آنحضرت صلعم کی خدمت میں گئے فرمایا کہ لقد وافقك ربك یا عمر یعنی موافق تقریر تیری کے الزام دیا اللہ تعالیٰ نے یہودیونکو اور ان آیتونکو حضرتؐ نے پڑھا حضرت امیرالمومنین فرماتے تھے کہ اُسوقت سے ہمکو دین اور ایمان میں ایسی حالت ہم ہو نچی کہ اپنے تئیں مقدمات بینی میں سخت تر بیچر سے پاتا ہوں میں بیچ اس جگہ کے جانا چاہیئے کہ بیچ ذکر ان تین صفت قرآن کے اتمام میں کہ ایک مصدقا لما بین یدیه اور دوسرے هدی اور تیسرے بشری للمؤمنین ہی ایک نکتہ ہے نہایت مہم اور حاصل اُسکا یہ ہے کہ غیر کے کلام کو سننے والا تین باعث سے تصدیق کرلیتا ہی اور سچی اُسکے نزدیک ہو جاتی ہی ایک یہ کہ سننے والا اُس کلام کا مسلد متبر یکا ہے کہ جو کچھ اُسکے بزرگ کہہ گئے ہیں اُسکا شد تسکے ساتھ اعتقاد کرتا ہے اگر کوئی شخص موافق کلام بزرگوں اُسکے کہے کی انہو یقین کرے اور جو کوئی مخالف اُسکے ہو ہے ہر چند کہ دلیل عقلی بھی اُسپر قائم ہو گر اُسکو جھوٹا جانتا ہی اور بات اُسکی اُسکے ذہن میں نہیں بیٹھتی ہی دوسرے یہ کہ سننے والا کلام کا متحقق اور طالب کرنیوالا دلیل قوی اُسکے اوپر پا دیگا قبول کریگا والا انکار کریگا تیسرے یہ کہ سننے والا اُس کلام کا وہی ہی اور خبا لآتیں ہوش ہی جیسے کہ لڑکے اور عورتیں پس نزدیک اُسکے جو چیز کہ خوش اور پہچی معلوم ہو کہ دلالت اور چسپی کی مطلب کی یا رفع مضرتے بلاکے کرتی ہی بلا تامل کرنے دلیل کے واجب التصدیق ہوتی ہی اور جو چیز اُسکے نزدیک ناخوش ہو کہ دلالت اوپر امر خوفناک کے کرے اُسکو یقین نہ کریگا پس مصدقا لما بین یدیه اشارہ ہی طرف بعض

اُسکے استعمال کرتے ہیں اور اس استعمال میں حضور ذات مشار الیہ کا کفایت کرتا ہی مقدم ہونا ذکر اُسکے کا لفظ میں درکار نہیں اور بیچ وقت تلاوت قرآن کے حضور ذات قرآن کا بالبداہت متحقق ہی پس یہ استعمال صحیح ہوا جیسے کہ بیچ انا انزلناہ فی لیلۃ القدر کے معلوم ہی اور اسی سبب سے اہل عربیت بعد تتبع کرنے تر کیبوں فصحاء عرب کے کہا ہی کہ کتنی چیزوں میں ضمار قبل الذکر جائز ہی مثل آسمان اور زمین اور دن اور رات اور انگلیاں ہاتھ کی اور اونٹ کی اور بعضی مثالیں یہ ہیں وکو یلو اخذ اللہ الناس بما کسبوا ما ترک علی ظھرھا من دابۃ انما لعذاۃ بارذۃ والآن شفھن جسا اور تجحیق اسکی یہ ہی کہ ان استعمالات میں ضمیر کو بجائے اسماء اشارہ کے لاتے ہیں اور بیچ استعمال ہم اشارہ کے حضور ذات کا کافی ہی اور یہ چیز بیشتر اکثر حاضر ہوتی ہیں بطرح پر کہ اشارہ اسکی طرف صحیح ہو سکے سوال تیسرا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ساتھ کہنے اس کلام کے مامور ہوچکے پس بان انکی سے فرمانا چاہیئے تھا اس طرح پر فانہ نزلہ علی قلبی باذن اللہ علی قلبک کو بسطے فرمایا جواب اس سوال کا اکثر مفسرین نے اسطرح کہا ہی کہ لفظ خطاب کا بیچ علی قلبک کیو اسطے حکایت کلام الٰہی کی ہی گویا ایسا ارشاد ہوتا ہے کہ یہ کلام میں فرماتا ہوں طرف آدمیونکے خصوصاً طرف یہود یونکے پہونچانے پس اس صورت میں الفاظ علی قلبی کا مناسب نہیں بلکہ علی قلبک چاہیئے اور بعضے مفسرین نے کہا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مامور تھے کہ ساتھ کہنے جملہ شرطیہ کے کہ شرط اسکی موجود ہے اور جزا اسکی محذوف اور وہ یہ ہی من کان عدوا لجبریل فانہ یعادی من لا یلیق ان یعادی یعنی جو شخص عداوت کرے جبرئیل کی پس بیشک یہ شخص عداوت کرتا ہی ایسے شخص کی کہ وہ لائق عداوت کئے جانے کے نہیں اور اگلے کلام یعنی فانہ نزلہ علی قلبک باذن اللہ دلیل اس جملہ شرطیہ کی ہی اور کلام اُسکی یعنی حق تعالیٰ کی ہی اور کلام رسول کی نہیں تاکہ علی قلبی کہا جاتا سوال چوتھا یہ ہی کہ نازل کرنا قرآن مجید کا اور پہونچانا آنحضرت صلعم کے تھا نہ فقط دل کے اُوپر پس لفظ علی قلبک کہنے کی کیا وجہ ہے جواب اسکا یہ ہے کہ نزول قرآن کا اور پہونچانا شخص کے خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نہیں بلکہ عام تمام امت کو اسواسطے کہ جیسے کہ قرآن بواسطہ جبرئیل علیہ السلام کے اوپر آنحضرت صلعم کے نازل ہوا ویسے ہی بواسطہ آنحضرت صلعم کے اوپر صحابہ کے کہ آنحضرت کی زبان مبارک سے دولت سننے قرآن شریف کی اُنکے نصیب ہوئی تھی نازل ہوا اور بواسطہ اُن سننے والونکے اوپر دو مفرنکے نازل ہوا اور ایسے ہی چلا آیا ہمارے زمانہ تک فرق قلت اور کثرت وسائط کا ہی اور وہ شے کہ خاص ساتھ آنحضرت صلعم کے ہی نزول قرآن کا اور پڑھانے کے ہی یہ بات حاصل نہیں اور بیان اس ابہام کا یہ ہی کہ کلام کسی شخص کی دوسرے کی طرف دو طریق سے پہونچتی ہی ایک یہ کہ اول کان پر پہونچے اور کان سے راستہ دل پر پہونچے اور یہ طریق عام اور مطرد اور متعارف ہی اور دوسرا یہ کہ کلام اللہ کی طریق سے طرف دل کے پہونچتا ہی دوسرے یہ کہ اولاً دل پر پہونچے اور الفاظ خیال میں حاضر ہوجاویں اور یہ طریق خاص ساتھ اہل کمال کے ہی اور نادر اور قلیل ہی آنحضرت صلعم کے اور یہ قرآن مجید بواسطہ جبرئیل کے اسی طریق سے پہونچا تھا اور ایسی حیثیت سے آنحضرت صلعم کو بیچ یاد رکھنے اس کلام طویل کے ہر گز حاجت تکرار اور بار بار پڑھنے کی نہیں پڑتی تھی اور اُسکو فراموش نہ کرتے تھے والا کلام ایک دفعہ کا سنا ہوا خصوص کلام دراز ہر چند کہ کیسا ہی حافظہ قوی ہو یاد نہیں رہتا ہی بیواسطے بیان کرنے خصوصیت اس نزول کے باعث حصر کا ہی ہے لفظ علی قلبک کا لانا ضرور ہوا اب ہم متوجہ ہوتے ہیں طرف تحقیق لفظ جبرئیل کے جاننا چاہیئے کہ جبرئیل باجماع اہل عربیت کے غیر منصرف ہی بسبب علمیت اور عجمیت کے معہ شروط اسکی کے اور معنی اس نام کے موافق قول اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم کے عبداللہ ہی ساتھ اس طرح کے کہ جبر کے معنی یہ ہیں کہ بندہ بے اختیار اور مجبور خدا وند کے ہاتھ میں ہو اور ایل یعنی اللہ کے اور الی ہی روایت کیگئی ہی ابن عباس اور عکرمہ اور علقمہ اور غیر انکے سے بیچ تفسیر جریر اور ابن ابی حاتم کے لیکن دیلمی نے ابوامامہ سے مرفوعاً روایت کی ہی کہ قال قال رسول اللہ اسم جبرئیل عبداللہ واسم میکائیل عبداللہ واسم اسرافیل عبدالرحمن یعنی کہا اسنے کہ فرمایا رسول اللہ نے نام جبرئیل کا عبداللہ ہی اور نام میکائیل کا عبداللہ ہی اور نام اسرافیل کا عبدالرحمن ہے اور بیچ کتاب العظمت ابوالشیخ کے مانند اس روایت کے حضرت امام زین العابدین رضی سے بھی منقول ہے اور محتمل ہی کہ جبرئیل اور میکائیل اور اسرافیل کہ کلمہ ایل کا اُنکے آخر میں ہی اور ایل ساتھ معنی اللہ کے ہے یہ تینوں لقب تینوں فرشتونکے ہیں اور عبدالصمد اور عبدالرحمن نام اُن فرشتوں کے ہیں اور ترجمے ان لقبونکے نہیں ہیں پس تعارض نہیں رہتا ہی بیہقی نے بیچ شعب الایمان کے اور خطیب نے بیچ تفرق اور متفق کے ابن عباس کی روایت کی ہی کہ کل اسم فیہ ایل فھو معبد للہ اور ہتھیز نام اُن فرشتوں کے ایسے نہیں جیسے کہ آدمیونکے ہوتے ہیں کہ جیسے چاہیں رکھ لیں زندگی کا نام صالح بلکہ نام اُنکے توقیفی ہیں یعنی مقرر کئے ہوئے خدا کے پس ولالت اور مرتبہ کمال اُنکے کرتے ہیں بلا تشبیہ جیسے کہ لقب دیئے ہوئے باوشاہونکے کا بغیر لحوظ تخت ہیں اور اوپر منصب اور مرتبہ اُنکے کے دلالت کرتے ہیں مانند وزیر اعظم اور امیر الامرا اور میر ساماں کے اور سوا اسکے ہیں جبرئیل جو قت بمقتضائے مدلول اسمی اپنے کے وہ اہم ہیو دیونکے نزدیک بھی اللہ کی طرف سے عنایت ہو اٹھانے بیچ بقدر ساتھی کے مجبور ہوا اور زیادہ جاہیئے سمجھنا مرتبہ کا کہ اوپر مضمون اس مصرعہ کا اور بجز نیاز واجز نے ہیم + ہوا سکو ساتھ حضرت حق کے ثابت ہوئے پس عداوت اُس کی اوپر اس کام کے حقیقت میں عداوت خدا کی ہو سبب اس قصے کے اللہ نے فضل بتا کو بسطے اور پر کسی کے بندوں اپنے نے نازل فرمایا اور ظاہر ہے کہ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ یعنی جو کہ ہو شمن خدا کا اور پر اسباب کے کہ اسواسطے فضل اپنے کو اوپر کسی بندہ کے بندوں اپنے سے بے سبب ہو اور تجویز ہماری کے نازل فرمایا وَمَلٰٓئِكَتِهٖ یعنی اور شمن فرشتوں اُسکے کا بھی کہ اسواسطے ساتھ کہنے اور فرمانے اُسکے کے بیچ پہونچانے اس فضل اور فیض کے اور اُس بندہ کے سعی کرنیوالے ہوئے اگرچہ وہ فرشتے رسول نہوں وَرُسُلِهٖ یعنی اور شمن رسولوں اُسکے کا بھی کہ اسواسطے اس غیض کو اُنہونے قبول کیا اور پاس خاطر ہماری کا کیا گویا وہ رسول فرشتے نہ ہوں وَجِبْرِيْلَ یعنی اور خاصکر شمن جبرئیل کا کہ وہ بھی فرشتہ ہی اور رسول بھی ہی اور سلم قرآن کا اور ثابت کرنیوالا قرآن کا اس پیغمبر کے دل میں بھی ہی وَمِيْكَالَ یعنی اور بالخصوص شمن میکائیل کا بھی کہ بھی فرشتہ ہے اور بھی مدد اور معاون جبرئیل کا اور بھی راہی ہونیوالا ساتھ نازل کرنے قرآن کے اور قبول الہام کے اور حقیقت میں شمنی فرشتونکی اور رسولونکی عموماً اور ان دو رسولوں کی خصوصاً شمنی خدا کی ہی اسواسطے کہ شمنی محبوب کی اور بھیجے ہوئے کسی شخص کی شمنی اُس شخص کی ہوتی ہی پس اس شخص نے

اسباب عداوت خداوندی کے کئی طرف سے واسطے اپنے جمع کئے اول یہ کہ بذاتہ اللہ تعالیٰ کو دشمن کہا اور اُسکے فعل پر اعتراض کیا دوسرے یہ کہ بندوں خاص اُسکے کہ محبوبِ اُسکے ہیں اور موافق فرمودۂ اُسکے کے کام کرتے ہیں دشمن رکھا تیسرے یہ کہ خاص جبرئیل اور میکائیل کو کہ تمام فرشتوں اور فرشتوں کے رسولوں سے ممتاز ہیں دشمن کہا پس عداوت خداوندی اُسکے اُوپر اُلٹی پھر کر آئی جیسے کہ اس شخص خدا تعالیٰ کو دشمن رکھا خدا تعالیٰ اُسکو دشمن کہیگا فَاِنَّ اللّٰہَ عَدُوٌّ لِّلْکٰفِرِیْنَ یعنی اسواسطے کہ اللہ تعالیٰ دشمن کافروں کا ہے اگرچہ ایک وجہ کے کفر اختیار کریں اُنکو کوئی وجہ اسم ہونے کفر اختیار کیا اور بھی خداوند کو دشمن رکھا اور بھی فرشتوں کو اور بھی رسولوں کو اور بھی جبرئیل کو اور بھی میکائیل کو کس طرح دشمن نہ رکھے کہ کفر اُنکا سب کفروں کی تمہید سے سخت تر ہوا اِس جگہ بتانا چاہیئے کہ ذکر جبرئیل اور میکائیل کا بعد ذکر تمام فرشتوں کے اور یہ دونوں اُن میں داخل ہیں لالت اس بات پر کرتا ہے کہ اُنکو بزرگ تر ہے اور رتبہ کے بڑا مرتبہ بلند ہے کہ بالخصوص دشمنی اُنکی عداوت خدا کا ہوتا ہے گویا یہ دونوں فرشتے قطع نظر فرشتہ ہونے سے کہ موجب محبت کا ہے بڑھکر مرتبہ رکھتے ہیں کہ محبت اُنکی ایمان اور عداوت اُنکی کفر ہوتا ہے اور واسطے بیان اسی خصوصیت کے جدا کرکے نام ان دونوں فرشتوں کا یاد فرمایا والا ذکر خاص کا بعد ذکر عام کے چنداں دلکش نہ رہتا اور بھی بیچ تخصیص ذکر ان دو فرشتوں کے اس مقام میں وجہ دوسری بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ بیچ سبب نزول اس آیت کے فرقہ اظہار کی کہ جبرئیل اور میکائیل کے حق میں بعضے یہود سے سنا فرع ہوئی تھی اور یہ بیچ یہ مقام عداوت نہ کہ جبرئیل کا محافظ تھا میکائیل کا لیکن ہمکہ جبرئیل اور میکائیل آپس میں بسبب قرب ہونے بیچ حوزۂ اطلاعت پروگار اپنے کے حکم ایکدیگر کے ہیں بنظر کہنے کہ میکائیل کے ارشاد فرمایا عوض اس کے کہ عداوت جبرئیل کی بعینہ عداوت میکائیل کی ہے گو اُٹھا پہنچی ہے کہ بعینہ اپنے تئیں دشمن میکائیل کا جانیں مثل فرد قضیوں کے کہ عداوت خلفائے ثلثہ کی کہ سکتے ہیں اور اپنی زبان سے اپنے تئیں دوستدار خلیفہ چہارم کا جانتے ہیں حالانکہ عداوت اُن تینوں کی بعینہا عداوت چوتھے کی بھی ہے و لنعم ما قیل **رباعی** رابطۂ اطفا بر اعدا بہست ازلی ۔ با گفتن نزاع شاں بود شرک جلی ۔ تو دانی ایں نکتہ طفل بچہ خواں ہم ۔ کز دو مثل مفرد است ترکیب علی ۔ و اگر بھی جانا چاہیئے کہ خرد و کا بجگہ میں ساتھ معنی او کے ہے اسواسطے کہ عداوت ایک کی ان پانچوں کرکے چوہوں میں سے بیچ حاصل ہونے کفر کے کفایت کرتی ہے لیکن اس جگہ میں ایک نکتہ باریک ہے کہ اُسکے واسطے حرف او کو چھوڑکر صرف واؤ کا ذکر کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ ہر چند ظاہر میں ممکن ہے کہ شخص عداوت ایک کی ان پانچوں میں سے کہے اور عداوت دوسرے کی نہ کہے لیکن اگر تعمق نظر کا کیا جاوے عداوت ہر ایک کی ان میں سے مستلزم سب کی عداوت کو ہے پس حقیقت میں عداوت ان سب کی اکٹھی ہوتی ہے نہ جدی جدی باقی رہا اس جگہ ایک سوال جواب طلب اور وہ یہ ہے کہ اسرافیل موافق اکثر روایتوں کے افضل جبرئیل سے ہے پس عداوت اُسکی کو واسطے بالتخصیص اس جگہ ذکر نہ فرمائی جواب اسکا یہ ہے کہ اسرافیل کو تعلق دنیا کے کاموں کے کثیر الوقوع ہیں نہیں ہے مگر بواسطہ ان تین شخصوں کے کہ جبرئیل اور میکائیل اور عزرائیل ہیں پس حقیقت اسرافیل بمنزل حقیقت جنسی کے ہے کہ بالاستقلال تحصل نہیں کہتی ہے مگر بیچ ضمن انواع کے اور حقیقتین ان تینوں شخصوں کی بمنزل انواع محصلہ کے ہیں اور ظاہر اور روشن ہے یہ بات کہ معنی جنسی ساتھ محبت اور عداوت کے متعلق نہیں ہو سکتے ہیں اسواسطے کہ بسبب مطلق ہونے کے معانی متقابلہ اُسمیں جمع ہوتے ہیں اگر ایک جہت سے متعلق عداوت کے ہووے دوسری جہت سے تعلق محبت کے ساتھ بھی ہو جاوے اور بالعکس اسکے اور عزرائیل ہرگاہ کہ قبض ارواح کی اُسکے سپرد ہے اور موت کو بطبیعت ہر جاندار کی مکروہ جانتی ہے عموماً اور خصوصاً انسان پس کراہیت فعل اُسکے کی اگر عداوت کے ساتھ مشتبہ ہو جاوے گنجایش اسکی ہے بخلاف ان دو فرشتوں کے کہ حقیقت عداوت کی اُنکی نسبت متصور ہو سکتی ہے اور مشبہ عداوت کا بس عداوت الٰہی بیچ دلیل عداوت خداوندی کی ہے اَعَاذَنَا اللّٰہ منہا طبرانی اور ابو الشیخ نے بیچ کتاب العظمۃ کے اور بیہقی نے بیچ شعب الایمان کے ساتھ سند معتبر کے روایت کی ہے حضرت ابن عباس رضؓ سے کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ساتھ حضرت جبرئیلؑ کے بیچ خلوت کے بیٹھے تھے کہ ناگاہ کنارہ آسمان کا ترنا اور حضرت جبرئیل بسبب اُس ترسنے کے پیچھے اوڑ منقبض ہونے لگے اور سر اُوپر نہ رکھنا شروع کیا اور آثار تواضع اور عاجزی اور خوف اور فزع کے اُنکے اوپر ظاہر ہونے شروع ہوئے اسی حالت میں ایک فرشتہ کسی صورت میں روبرو حضرتؐ کے ظاہر ہوا اور کہا کہ اے محمدؐ پروردگار تیرا تجکو سلام فرماتا ہے اور تجکو اختیار دیتا ہے نبوت کا کہ اگر چاہے تو پیغمبر بادشاہی مانند نہ اور اگر چاہے تو پیغمبر بندگی کی مانند زیست کرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تردد کرکے حضرت جبرئیل کی طرف نظر کی حضرت جبرئیل علیہ السلام نے سر ہلا کر اشارہ فرمایا کہ بندگی اور فروتنی اختیار فرماؤ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں بندہ کی مانند زیست کروں گا بادشاہی مجکو نہیں چاہیئے وہ فرشتہ اس جواب کو سنکر اوپر آسمان کے چڑھ گیا بعد اس حال عجیب کے آنحضرت علیہ السلام نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے فرمایا کہ اے جبرئیل میں تمسے پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ فرشتہ کون ہے اور تجکو ساتھ دیکھنے اُسکے کے حالت کسواسطے ہم پہونچی اور میں نہایت حیران تھا کہ اس سوال سے بندہ جواب کہ ہو کہ کیونکر تمھارے اوپر تمہارے حالت کس سبب سے تھی جبرئیل علیہ السلام نے کہا یہ فرشتہ ہر فیل ہے جسکو حق تعالیٰ نے اسکو پیدا کیا ہے ہیشہ روبرو تجلی الٰہی کے حاضر رہتا ہے اور دونوں قدم اپنے ملا کر کمال عاجزی کے ساتھ کھڑا رہتا ہے ہرگز آنکھ اپنی اوپر کو نہیں اُٹھاتا ہے اور درمیان اُسکے اور درمیان پروردگار اُسکے کے اس حالت میں ہی ساتھ پڑے نور کے حائل ہیں مگر ایک پردے کے پلک بھی اُٹھے جلالے اور خدمت اس فرشتہ کی یہ ہے کہ لوح محفوظ اور قلم اُسکے کہی ہوئی پڑھا اور اسکو اسکی چیز دینے اطلاع دی ہر گاہ کہ ارادہ الٰہی تعلق پکڑتا ہے کہ آسمان یا زمین میں کوئی چیز موجود ہووے لوح خود بخود بلند ہو کر اس فرشتہ کے ہاتھ میں پہونچتی ہے اور یہ فرشتہ اسپر وقت لوح محفوظ میں نظر کرتا ہے اور اس امر مقدر واجب الوقوع کو دریافت کرتا ہے اگر اسکے کرنیکی کوئی چیز ہوتی ہے محکوم چیز تبلا دیتا ہے کہ اسکو کرنا چاہیئے اور اگر کوئی کام سکائیل کے متعلق ہوتا ہے میکائیل کو اُسکے کرنے کا حکم کرتا ہے اور اگر ملک الموت کے متعلق کوئی شے ہوتی ہے اُسے کہدیتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں جبرئیل سے پوچھا کہ تم کو لے کام پر مقرر میکائیل جبرئیل نے کہا کہ جلانا ہوا کا اور فتح اور شکست لشکروں کی پھر کہا میں نے میکائیل کو کیا خدمت ہے کہا مینہ کی اور تمام نباتات کی پھر کہا پینے کہ ملک الموت کو تنے کام پر مقرر ہے کہا کہ اوپر قبض کرنے ارواح کے تھکر کہا کہ جب حضرت اسرافیل نیچے آئینگے مینے جانا کہ وقت موجود ہونے قیامت کا آگیا اور گریاں میں جالت کہ میری بھی تمنے اُسی خوف کے بیٹھ گئی تھی اور بطرانی نے ساتھ سند ضعیف کے

حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ ایکدن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بتلا دیتا ہوں تمکو افضل سب فرشتوں میں سے کون ہے حضرت جبرئیل ہیں اور افضل پیغمبروں میں سے حضرت آدم ہیں اور افضل نوں میں سے دن جمعہ کا ہے اور افضل مہینوں کا ماہ رمضان ہے اور افضل راتوں میں شب قدر ہے اور افضل عورتوں میں سے مریم دختر عمران کی ہے لیکن اس مقام میں جاننا چاہیئے کہ افضلیت حضرت جبرئیل علیہ السلام کی اوپر اور فرشتوں کے اور افضلیت حضرت آدم علیہ السلام کی اوپر اور پیغمبروں کے افضلیت مطلقہ نہیں بلکہ بلحاظ اس باتکے کہ منافع خاص نوع انسانی کے اور مہمات تکمیل اسکی کے اور اصلاح معاد اذاد اس نوع کے بسبب اتارنے وحی اور شریعتوں کے اور مدد کرنی عابدوں اور زاہدوں کی بسبب انوار اور برکتوں کے اور ہلاک جباروں اور متکبروں کی انہیں کے متعلق ہیں اور ان جوہات سے ہیچ حق خاص اس نوع کے احسان اور منت انکی زائد ہے والا بھلی روایت میں گذرا کہ حضرت اسرافیل علیہ السلام بیچ قرب اور منزلت اور مطلع ہونے لوح محفوظ کی چیزوں پر سے بیش قدم ہیں بلکہ اوپر حضرت جبرئیل اور حضرت میکائیل وغیرائیل علیہم السلام کے حکمرانی کرتے ہیں اور ایسی فضیلت اور بزرگی حضرت آدم علیہ السلام کی اس سبب سے ہے کہ نیکی اعمال تمام آدمیونکے انکے اعمال نامہ میں لکھے جاتے ہیں اور اصل الاصول اس نوع کی وہی ہیں اور سب سے پہلے یہی پیدا ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اول خلافت اپنی بلاد اسطہ انہیں کو عطا فرمائی ہے اور گلوان امور سے قطع نظر کیجائے قرب اور مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ظاہر اور حاجم ہونا شفاعت کی حدیث میں صریح وارد ہوا ہے کہ آدم ومن دونہ تحت لوائی یوم القیٰمۃ یعنی آدم اور جو شخص کہ نیچے اُنسے بتحت نشان میرے کے ہونگے دن قیامت کے اور تحقیق کہ اس مسئلہ کی یہ ہے کہ اگر نظر طرف عموم اور گھیر لینے کمالات کے کیجائے بر ابر حضرت آدم علیہ السلام کے کوئی آدمی نہیں اسواسطے کہ جو کمال نوع انسانی میں ظاہر ہوا ذات انکی میں بطریق اجمال کے مندرج تھا یہانتک کہ کمال محمدی بھی اور اگر نظر طرف غلو اور بلندی درجہ کمال کے کیجائے برابر ذوات مقدس خاتم المرسلین کے کوئی شخص نہیں مثال اسکی ایسی ہے کہ کوئی جامع کمالات کپڑے کی ہو گا ڈالہ سے لیکر شیشم اور اسکے ان بکا لاکہ روئی شیشم اور اسکے مرتبہ کو نہیں پہونچتی ہے اور بیہقی نے شعب الایمان میں اور ابن ابی شیبہ نے ثابت بنانی سے روایت کی ہے اور صابونی نے بیچ کتاب المائین کے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ذکر کی ہے کہ ایک خدمتوں جبرئیل کی سے یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے اُسکو اور عرض کرنے حاجتوں آدمیوں کے مامور فرمایا ہے اگر کوئی محبوب خدا کے محبوبوں کے واسطے حصول کسی مطلب کے جناب الٰہی میں عاکرتا ہے جبرئیل عرض کرتے ہیں کہ فلانا بندہ فلانا مطلب عرض کرتا ہے حکم ہوتا ہے کہ ابھی حاجت اسکی نبدکر کہ پھر اور مطلب اُسکا حاصل نکرد یہانتک کہ دعا بہت کرے کہ مجکو آواز اُسکی اور زاری اُسکی خوش آتی ہے اور اگر کافر یا فاجر واسطے کسی مطلب کے دعا کرتا ہے حکم ہوتا ہے کہ بعدی مطلب اُسکا حاصل نکرو تاکہ سلطنہ آواز ناخوش اپنی کے مجکو ناخوش نکرے اور ابو الشیخ نے حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے اور امام احمد نے بھی روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن حضرت جبرئیل سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ تمکو اور اصلی صورت کے دیکھوں حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ فلانی ساعت میں راستے بیچ میدان بقیع الغرقد کے تشریف لاؤ تاکہ شیہ صورت بینی سے تمکو دکھلاؤں آنحضرت صلعم اُسی وقت اُس میدان میں تشریف لیگئے اور دیکھا کہ حضرت جبرئیل آسمان کی طرف سلطنہ لباس سندس یعنی دارائی کے کہ اوپر اُسکے مروارید اور یاقوت اور زمرد جڑے مجھے ہیں اور چھے سو پر رکھتے ہیں اور ان پروں میں زمرد اور یاقوت اور مروارید کے ہوئے ہیں اور ایک ایک پر ان پروں میں سے اسقدر ذراغی رکھتا تھا کہ آسمان کے کنارکو ڈھانپ لیا تھا اور ابو الشیخ نے شریح بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلعم فرماتے تھے کہ میںنے جبرئیل کو کئی طرح کی صورت میں دیکھا ہے اور اب اکثر اوقات صورت دحیہ کلبی کے دیکھتا ہوں اور بیشتر اس سے صورتوں مختلف پر ظاہر ہوتا تھا اور اکثر اوقات اُنکو ایسا دیکھتا تھا کہ کوئی شخص دحیہ کے نزدیک کے پیچھے سے دیکھتا ہے اور بیہقی نے بیچ دلائل النبوت کے روایت کی ہے کہ ایکدن حضرت عمرؓ جیتا آنحضرت صلعم کے نزدیک تھا کہ یارسول اللہ میں چاہتا ہوں کہ جبرئیل کو اوپر صورت اصلی اُنکی کے مجکو دکھلاؤ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمکو طاقت اُسکے دیکھنے کی نہوگی آنہوں نے کہا کہ میں بہت قوی دل ہوں چنچہ دیکھا آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا کہ پس بیٹھ جاؤ ناگاہ حضرت جبرئیل اُترے اور دونوں قدم اپنے اوپر ایک پتھر ٹوٹے کے کہ متصل کعبے کے رکھا ہوا تھا اور آدمی اُس پتھر پر کپڑے اپنے وقت طواف کے ڈالتے تھے کہ پہر آنحضرت صلعم نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ نظر اپنی کو اُٹھاؤ آنہوں نے نظر اپنی کو اُٹھائی اور دونوں قدم جبرئیل کے دیکھے اوغش میں گر پڑے جب ہوش میں آئے آدمیوں نے پوچھا کہ تمنے کیا دیکھا کہا آنہوں نے کہ میںنے ایک زمرد سبز دیکھا لیکن اُس زمرد میں اسقدر جھک اور روشنی تھی کہ آنکھ چندھیا گئی اور بیچوں ہو کر گر پڑا میں اور ابن المبارک نے بیچ کتاب الزہد اپنی کے ساتھ روایت ابن شہاب رضی اللہ عنہ کے لائے ہیں کہ آنحضرت صلعم ایکدن چاندنی رات میں طرف مصلے کے جاتے تھے کہ دفعۃً حضرت جبرئیل علیہ السلام بیچ نہایت چمک کے ظاہر ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیہوش ہو کر گر پڑے جب ہوش میں آئے دیکھا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آنحضرت صلعم کا اپنے سینہ پر کہے ہوئے ہیں اور ایک ہاتھ اپنا اور پر سینہ مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رکھا ہوا ہے اور ہاتھ دوسرا دہان دوشانہ آنحضرت کے پکڑے ہوئے بیٹھے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ تمکو کیا ہوا کہ بیہوش ہو گئے آنحضرت نے فرمایا کہ میں ہرگز گمان نہ کیا تھا کہ کسی مخلوق میں یہ نور اور چمک ہو حضرت جبرئیل نے فرمایا کہ اگر تم اسرافیل کو دیکھو ایک پر بیچ مشرق کے ہے اور ایک پر مغرب میں اور عرش شانہ کے اوپر ہے بہت تعجب کرو اور باوجود اس طول اور عرض جثہ کے بعضے وقت بسبب تجلی عظمت الٰہی کے سکڑ کر چھوٹی چڑیا کی مانند ہو جاتا ہے اور ابن ابی داؤد نے بیچ کتاب المصاحف کے حضرت ام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ تمام صحابیوں میں سے حضرت علیؓ اور ام المومنین ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو یہ مرتبہ حاصل تھا کہ جو باتیں حضرت جبرئیل آنحضرت صلعم کے کان مبارک میں کیا کرتے تھے یہ سنتے تھے لیکن صورت اُن کی نہیں دیکھتے تھے اور حاکم نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ میں ایک دن بیچ خلوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آیا اور حضرت جبرئیلؑ کو آنحضرتؐ کے پاس دیکھا آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اُنہوں جو کوئی سوائے نبیو کے حضرت جبرئیلؑ کو بصورتی اُنکی کے دیکھے اندیشہ ہوتا ہے لیکن میں فلئے واسطے تیرے دعا کرتا ہوں کہ زندہ رہے اخیر عمر تیری میں ہو چنانچہ حضرت ابن عباسؓ آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے اور ابو الشیخ سلطنہ روایت ابن عباسؓ کے آنحضرت صلعم لائے ہیں کہ بہشت میں ایک نہر ہے کہ سوائے جبرئیلؑ کے دوسرا کسی کا نہیں آتا حضرت جبرئیل ہر روز ایکبار غوطہ اُس نہر میں کہاتے ہیں صبعد نکلنے کے اُس سے

پانی بدن اپنے کا جھٹکتے ہیں ہر قطرہ اُنکے سے ایک فرشتہ پیدا ہوتا ہے اور یہ حدیث روایت علماء ابن ماردین کے آیا ہے کہ وہ نہر کوثر ہے اور ابن مردویہ نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلعم فرماتے تھے کہ اکثر اوقات حضرت جبرئیل آگے میرے سفید کپڑوں میں آتے تھے لیکن بجائے سنجاف کے مروارید اور یاقوت اُنکے کپڑوں پر ٹکے ہوئے ہوتے ہیں اور سر اُنکا جیسا کہ جمالی دار مروارید سے ہوتا ہے اور پر اُنکے دو لڑی موتیوں کی حمائل ہوتی ہیں اور دونوں پر اُنکے سبز اور دونوں پاؤں کسی سبز چیز سے لپٹے ہوئے ہوتے ہیں گویا موزہ سبز پہنے ہوئے ہیں اور ابو الشیخ اور ابن مردویہ ساتھ روایت انس رضی اللہ عنہ کے لائے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایکدن جبرئیل علیہ السلام سے فرمایا کہ تم کو کبھی دیدار جناب رب العزت جل شانہ کا بھی میسر آتا ہے کہا نہیں میان میرے اور دیدار اُس جناب کے ستر پردے نور کے ہوتے ہیں اگر نیچے کے پردہ کیطرف دیکھوں جل جاؤں اور طبرانی اور ابن مردویہ اور ابو نعیم نے ساتھ سند ضعیف کے ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص یہودیوں میں سے آگے آنحضرت صلعم کے آیا اور پوچھا کہ یا رسول اللہ آیا جناب حق تعالیٰ کو مخلوق اپنی سے پردہ اور حجاب بھی ہے فرمایا البتہ درمیان اُس جناب کے فرشتوں کے گروہ اگر ہے ہیں ستر حجاب نور کے ہیں اور ستر حجاب ناریکی کے اور ستر حجاب طلسج کے رفرفکے اور ستر حجاب سندس یعنی دارائی کے رفرفوں کے اور ستر حجاب مروارید سفید سے اور ستر حجاب مروارید سبز سے اور ستر حجاب طشتی ہر سے اور ستر حجاب برنج سے اور ستر حجاب پانی سے اور ستر حجاب آگ سے اور ستر حجاب اور ہیں غلمت ذاتی حق کے سے کہ وصف اُن حجابوں کی بیان میں نہیں آتی ہے اس یہودی نے کہا کہ محمد تم سچے ہو فرشتہ خدا تعالیٰ کے سے کہ بہت متصل تجلی حق تعالیٰ کے رہتا ہے آنحضرت نے فرمایا جو فرشتہ کہ بہت متصل اُس جناب کے ہے اسرافیل ہے پھر جبرائیل پھر میکائیل پھر ملک الموت اور امام احمد نے بیچ کتاب الزہد کے ابو عمران جونی سے روایت کی ہے کہ ایک دن حضرت جبرئیل علیہ السلام پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آئے اور روتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ روتے تمہارے کا کیا سبب ہے حالانکہ تم معصوم ہو اور خوف بارے کے تم مدار ہو کر اگر قسم خدا تعالیٰ کی کہ آنکھ میری خشک نہیں ہوئی ہے اُس دن سے کہ خدا تعالیٰ نے آگ دوزخ کی پیدا کی ہے کہ مبادا کوئی گناہ مجھ سے سرزد ہو جائے اور مستحق دوزخ کا ہو جاؤں اور بیچ مسند امام احمد کے ساتھ روایت انس رضی اللہ عنہ کے آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ میں کبھی حضرت میکائیل کو ہنستے ہوئے نہیں دیکھا ہے اسکا کیا سبب ہے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ جس دن سے دوزخ پیدا ہوا ہے حضرت میکائیل نہیں ہنسے ہیں اور ابو الشیخ ساتھ روایت ابن سعد کے خالد بن سعید سے لائے ہیں کہ حضرت اسرافیل بیچ ہر ساعت رات کے بارہ مرتبہ اذان کہتے ہیں ایکبار ایک ساعت میں ایک ایک اذان مقرر ہے اور اُس اذان کو تمام فرشتے ساتوں آسمان اور ساتوں زمین کے سنتے ہیں اور جن اور انسان نہیں سنتے ہیں اور آسمان کے فرشتے سب بیت المعمور کے پاس کہ مقابل خانہ کعبہ کے ہے ساتویں آسمان میں جمع ہو کر انتظار جماعت کا کرتے ہیں اور حضرت میکائیل علیہ السلام امام ہو کر نماز پڑھواتے ہیں اور حکیم ترمذی نے زید بن رفیع سے روایت کی ہے کہ ایکدن آنحضرت علیہ السلام مسواک کرتے تھے کہ یکایک حضرت جبرئیل و حضرت میکائیل دونوں تشریف لائے آدمی کی صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بطریق تحکم مسواک حضرت جبرئیل علیہ السلام کو دی حضرت جبرئیلؑ نے کہا کہ کبر کبر یعنی بڑا بڑا حکیم ترمذی کہتے ہیں کہ یعنی یہ مسواک حضرت میکائیل کو دو کہ وہ مجھ سے زیادہ بزرگ ہیں اور ابو الشیخ نے عکرمہ بن خالد سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ خدا کی مخلوقات میں سے کونسا اللہ کے نزدیک زیادہ عزیز ہے فرمایا کہ میں نہیں جانتا ہوں جب حضرت جبرئیل آئے اُنسے پوچھا اُنہوں نے کہا کہ میں بھی نہیں جانتا ہوں جب جبرئیل گئے اور پھر آئے کہا کہ سب مخلوقات سے عزیز اللہ کے نزدیک چار فرشتے ہیں جبرئیل اور میکائیل اور اسرافیل اور ملک الموت اور پیغمبر جبرئیل پس کار رخانہ نبوت اور وحی کا اور آمد و رفت پاس ہونیکے اور فتح اور شکست لشکروں میں اُنکے متعلق ہے اور میکائیلؑ ہر ایک قطرہ مینہ کا اور ہر ایک پتہ کہ زمین سے نکلتا ہے متعلق اُنکے ہے اور اسرافیل ملک الموت پس کام اُنکا قبض کرنا ہر ایک روح کا ہے خواہ جنگل میں ہو خواہ دریا میں اور اسرافیل پس دو امین خدا کا ہے درمیان اُسکے اور ان تینوں فرشتوں کے یعنی احکام الٰہی طرف اُنکے پہونچاتا ہے اور مکتوبات لوح محفوظ کے کا اُنکو نشان دیتا ہے اور ابو الشیخ ساتھ روایت جابر بن عبداللہ کے آنحضرتؐ سے لائے ہیں کہ مقام جبرئیل کا داہنی طرف تجلی الٰہی کے ہے اور مقام میکائیل کا بائیں طرف اور مقام اسرافیل کا درمیان ان دونوکے ہے بیشی روا تر بھی ابو الشیخ نے خالد بن ابی عمران سے روایت کی ہے کہ اعمال نامہ بندوں کے بھی حضرت میکائیل کے آگے پہونچتے ہیں اور ساتھ روایت ابو سعید غدری رضؓ کے لایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صاحب صور کا اسرافیل ہے اور ابو الشیخ نے اُس سے روایت کی ہے کہ لعنت گنہ گاروں کی اور رحمت مطیعوں کی اور محبوبیت محبوبوں درگاہ الٰہی کی ایک خدمت ہے کہ حضرت جبرئیل کے متعلق ہے اول اُنکو ان چیزوں کا حکم ہوتا ہے اور بواسطہ اُنکے دوسرے فرشتوں کو پہونچاتا ہے اور حاکم ساتھ روایت ابو سعید کے لایا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ پیغمبر کے دو شخص بندگان خدا سے خاص وزیر اور مشیر ہوتے ہیں اور مجھکو چار وزیر عنایت ہوئے ہیں دو وزیر آسمان والوں سے ایک جبرئیل اور دوسرا میکائیل اور دو وزیر زمین والوں سے ابو بکر اور عمرؓ اور طبرانی نے ساتھ سند معتبر کے حضرت ام المومنین ام سلمہؓ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ آسمان میں دو فرشتے ہیں ایک دن میں سے نرم خو ہے اور دوسرا تند خو یعنی حضرت جبرئیل و حضرت میکائیل اور زمین میں بھی دو پیغمبر ہیں ایک نرم خو اور دوسرا سخت خو یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام اور ابن ابی حاتم نے بیچ تفسیر اپنی کے ساتھ روایت ابن عباس کے لایا ہے کہ جبرئیل نے کہا کہ اے محمد تم کو خبر ہے کہ خدا تعالیٰ نے کیا کہا ہے کہا نہیں فرمایا کہ کہا ہے کہ جو کوئی میرے دوستوں سے دشمنی کرے میں اُسکے ساتھ لڑائی کرتا ہوں اور جو کوئی میرے دوستوں سے دوستی کرے میں اُسکے ساتھ دوستی کرتا ہوں اور میرے دوستوں میں سے ایک فرشتہ ہے کہ اگر اُسکے بازو کا ایک پر تمام آسمان والوں اور زمین والوں پر رکھا جائے تو سب کو ڈھانک لے اور اُسکے پاؤں تحت الثریٰ میں ہیں اور سر اُسکا عرش کے نیچے ہے اور اُسکے کان کے بیچ اور کندھے کے بیچ ستر ہزار برس کی راہ ہے اور اُسکے ایک بازو میں ستر ہزار زبانیں ہیں ہر زبان سے ستر ہزار لغت بولتا ہے اور اُسکے ایک بازو میں ستر ہزار صورتیں ہیں اور اُسکے ایک بازو میں ستر ہزار قلم ہیں اور اُسکے ایک بازو میں ستر ہزار دفتر ہیں اور اُسکے ایک بازو میں ستر ہزار ملک ہیں اور اُسکے ایک بازو میں ستر ہزار ملک الموت ہیں اور اُسکے ایک بازو میں ستر ہزار لشکر ہیں اور اُسکے ایک بازو میں ستر ہزار ملک ہیں اور اُسکے ایک بازو میں ستر ہزار ملک ہیں اور اُسکے ایک بازو میں ستر ہزار ملک

عرض کیا کہ یارسول اللہ حضرت ابوبکرؓ فرماتے ہیں کہ تمام نیکیاں اللہ کی طرف سے ہیں اور تمام بدیاں بندوں کی طرف سے ہیں اور حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ نیکیاں اور بدیاں سب خدا کیطرف سے ہیں بعضے لوگ حضرت ابوبکر یعنی کے کہنے پر قائل ہوئے اور بعضے بسلسلہ قول حضرت عمرؓ کے قائل ہوئے اور آپس میں جھگڑنے ہیں ہم روبرو آپکے آئے ہیں تاکہ اس مقدمہ کو فیصلہ کردو آنحضرت علیہ السلام ہنسے اور فرمایا کہ عجب اخلاق ہے کہ آسمان میں بھی ایسا ہی مناقشہ پڑگیا ہے حضرت میکائیل علیہ السلام نے موافق قول ابوبکرؓ کے کہا اور حضرت جبرئیلؑ نے موافق قول عمرؓ کے بعد اُسکے حضرت جبرئیل نے بسلسلہ حضرت میکائیل کے کہا کہ جب ہم آدمی آسمان کے رہنے والے آپس میں مختلف ہیں اہل زمین بالاولیٰ مختلف ہونگے آؤ ہم تا کہ آگے حضرت اسرافیلؑ کے یہ جھگڑا لیجاویں اور فیصلہ کرادیں حضرت اسرافیل کے روبرو یہ جھگڑا لیگئے حضرت سرافیل علیہ السلام نے انکو بھی قضا اور قدر کا بتلایا اور کہا کہ القدر خیرہ وشرہ وحلوہ ومرہ کلہ من اللہ تعالیٰ یعنی تقدیر خیر اور شر کی اور شیریں اور تلخی کی کل اللہ کی طرف سے ہی بعد اسکے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بسلسلہ ابوبکر کے فرمایا کہ یا ابوبکر اگر حق تعالیٰ چاہتا کہ کوئی نافرمانی اُسکی نکرے ابلیس کو نہ پیدا کرتا حضرت ابوبکرؓ نے عرض کی کہ صدق اللہ ورسولہ اور حلیم نے اسامہ بن عمیر ہذلی سے روایت کی کہ میں ایکدن دوگھڑی سنت نبوی کے متصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیٹھ پر بیٹھا دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دوگھڑی چھوٹی چھوٹی بڑھ کر یہ دعا فرماتے ہیں اللھم رب جبرئیل ومیکائیل واسرافیل ومحمد اعوذ بک من النار ودرک الھاویۃ من کل عین یعنی اے خدا یا رب جبرئیل اور میکائیل اور اسرافیل اور محمد کی پناہ چاہتا ہوں میں بسلسلہ تیری آگ سے اور امام احمد نے کتاب الزہد میں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہؓ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بیچ مرض موت کے جب وفات شریف قریب پہونچی بہوشی سخت لاحق ہوئی اور میر مبارک آنحضرت صلعم کا بیچ گودی میری کے تھا بار بار پانی اوپر چہرہ مبارک اُنکے چھڑکتی تھی اور بیقرار تھی میں کہ ایکدفعہ کچھ ہوش ہوا اور فرمایا کہ بیحاصل کہ بلکہ میں خدا تعالیٰ سے صحبت رفیق اعلیٰ کی چاہتا ہوں اور کہتا ہوں میں کہ ساتھ جبرئیل اور میکائیل اور اسرافیل کے صحبت رکھیں اُسوقت سے مینے جانا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعد اسکے دنیا میں نہیں رہنے کے متحمل یہ کہ مرتبہ ان تینوں فرشتوں کا بسبب قرب اور تردد کے الٰہی کے کہ بجا آوری احکام الٰہی کی بے آمیزش خواہش نفسانی اپنی کے کرتے ہیں اُس حد کو پہونچا ہے کہ عداوت اُنکے ساتھ حقیقت میں اعتراض کرنا اور افعال جناب کبریا الٰہی کے ہی پس عداوت جبرئیل کی اس جہت سے کہ قرآن مجید اور غیر قرہتی اسرائیل کے اُتارا حقیقت میں یہ عداوت ہماری ہی اسواسطے کہ آمانا کتابوں کا کام ہمارا ہے اور جبرئیل سوائے ایلچی گری کے اور کوئی منصب نہیں رکھتا ہی وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ یعنی اور تحقیق بھیجے مینے مقام علمت اپنی سے تمہاری ہیں طرف تیرے آیات یعنی آیتیں قرآنی اور ہرگز التباس اور اشتباہ آیتوں تمہاری ہوئی ہماری کا ساتھ اُنا ہے ہوئے دوسرے کے ممکن نہیں اسواسطے کہ وہ آیتیں بَيِّنٰتٍ یعنی دلیلیں کہ روشن ہیں بھی اس وجہ سے کہ اعجاز الفاظوں کا اُن میں پایا جاتا ہے کہ مثل اُسکے کسی اور سے ممکن نہیں اور اس وجہ سے بھی کہ معانی اُنکے مطابق ہیں بسلسلہ مقتضائے عقل سلیم کے اور اس وجہ سے بھی کہ موافق ہیں وہ آیتیں ساتھ کتابوں پہلے نبیوں کے کہ یہودیوں کے نزدیک بھی مسلم الثبوت ہیں پس یہود یونکو انکار ان آیتوں کا ممکن نہیں اسواسطے کہ اُنکے انکار کرنے سے انکار تمام کتابوں پہلی کا لازم آتا ہی وَمَا يَكْفُرُ بِهَآ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ یعنی اور انکار نہیں کرتے ہیں اُن آیتوں کا مگر وہ آدمی کہ کفر کے اندر حد سے بڑھے ہوئے ہیں اور ہرگز کسی کتاب کے اوپر پہلی کتابوں سے ایمان نہیں لاسکتی ہیں اور مقتضائے عقل اور نقل دونوں سے قدم انکا باہر ہے اور حضرت حسن بصریؒ سے منقول ہی کہ قرآن مجید میں جس جگہ کافر کی صفت میں فسق کا ذکر آیا ہے جیسے کہ اس آیت میں مراد اس سے وہ کفر ہوتا ہی کہ نہایت درجہ کو پہونچا ہو اس سے ثبوت کہ کوئی کفر متصور نہیں ہوسکتا جسمیں یہ فسق صفت اہل ایمان کی فرمائی ہی مراد اس سے گناہ کبیرہ ہیں اور احتمال ہے کہ معنی اسکے اسطرح ہوں کہ یہ یہودی اگرچہ ساتھ جبرئیل کے عداوت رکھتے ہیں اما اسی سبب سے کفر کے گرداب میں گرفتار ہیں لیکن یہ امر بھی موجب کفر کا ساتھ قرآن مجید کے نہیں ہوسکتا ہے اسواسطے کہ ہمنے بہت معجزے بغیر وساطت جبرئیل کے تیرے اوپر نازل کئے ہیں جیسے کہ گریستون کا اور جواب دینا درختوں کا تیرے کلام کا اور تسبیحات انگشتوں اور سر نرنوں کی اور سلام کرنا پتھر اور پہاڑ کا تیرے اور آور جواب اور سوالات اخبار یہود کے اور اور چیزیں سوا اسکے کہ مجموع اُنکا سو جب یقین صحت رسالت تیری کا ہوتا ہی اور اُن معجزوں ظاہر کا انکار نہیں کرتا ہی مگر وہ شخص کہ دائرہ دین کے سے بالکل خارج ہوا اور ساتھ کسی دین اور آئین کے گرویدہ نہ ہو دلالۃ انکار معجزوں اور نبوۃ کا کہ بڑھکر ان معجزوں سے تھے اُنکے تئیں لازم آویگا اَوَكُلَّمَا یعنی آیا انکا فسق اپنے کا کرتے ہیں یہ یہودی اور رہتے ہیں کہ ہم مقتضائے عقل اور نقل سے باہم نہیں گئے ہیں لیکن مخالف عقل اور شرع کے ہمنے کوئی حرکت نہیں کی اور اگر ہم اس انکار کو مخالف عقل اور نقل کے سمجھتے ہو خارج حساب سے کہ کلام پیغمبر کے کرتے ہو وَكُلَّمَا عٰهَدُوْا عَهْدًا یعنی اور حال یہ ہے کہ جسوقت کوئی عہد باندھتے ہیں ساتھ خدا کے یا ساتھ رسول خدا کے یا ساتھ خلق کے ساتھ اگرچہ سہل مقدمہ میں ہو نَبَذَهٗ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ یعنی پھینکتا ہے اُس عہد کو ایک فریق اُن میں سے چنانچہ اس پیغمبر کے زمانہ میں بھی بنی قریظہ اور بنی نضیر نے بارہا آنحضرت کے ساتھ عہد باندھا کہ مشرکین کی مدد لڑائی میں نہیں کرینگے اور بہ خواہ تمہارے نہیں ہونگے اور ہر دفعہ اُس عہد کو توڑا اور پاپہ دوں اُنکے سے یہ نمونہ کثرت سے وقوع میں آیا چنانچہ اسی سورہ میں بارہا گذرا وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بنی اسرائیل واذ اخذنا میثاقکم یعنی اور جسوقت کہ ہم نے لیا عہد تم سے بنی اسرائیل کا کہ نہ پوجو گے تم سوا اللہ کے اور ساتھ ماں باپ کے بھلائی کرو گے اور نزدیکوں کے ساتھ اور یتیموں کے ساتھ اور محتاجوں کے ساتھ اور کہو گے تم لوگوں کے ساتھ بھلی بات اور قائم رکھو گے نماز کو اور دیتے رہو گے زکوٰۃ کو پھر پھر گئے تم سب مگر تھوڑے تم میں سے اور تم ہو پھرنے والے اور جسوقت کہ لیا ہم نے عہد تمہارا کہ نہ خون کرو گے تم اپنوں کا اور نہ نکالو گے اپنوں کو اپنے شہروں سے پھر اقرار کیا تم نے اور تم اس پر گواہ ہو پھر تم وہ ہو کہ خون کرتے ہو اپنوں کا اور نکالتے ہو ایک فریق کو اپنوں میں سے اُنکے شہروں سے مدد کرتے ہو اُنکے اوپر ساتھ گناہ اور زیادتی کے اور اگر آویں تمہارے پاس قید ہوکر تو بدلہ دیکر چھڑا لیتے ہو اُنکو حالانکہ حرام ہی تم پر نکالنا اُنکا کیا تم ایمان لاتے ہو بعض کتاب پر اور کافر ہوتے ہو بعض کے ساتھ پس کیا بدلہ ہی اُسکا جو کرے یہ کام تم میں سے مگر رسوائی دنیا میں اور جس دن پھیرے جاویں گے طرف سخت عذاب کے اور نہیں ہی اللہ بیخبر ساتھ اُن کاموں کے کہ تم کرتے ہو یہ ہی وہ لوگ کہ خریدی ہی اُنہوں نے زندگانی دنیا کی ساتھ آخرت کے پس نہ ہلکا کیا جاویگا ساتھ اُنکے عذاب اور نہ اُنکو مدد دیجاویگی اور البتہ دی ہم نے موسیٰ کو کتاب اور پیچھے بھیجے ہم نے اُسکے پیچھے ساتھ پیغمبروں کے اور دیا ہم نے عیسیٰ بیٹے مریم کے کو معجزے روشن اور قوی کیا ہم نے اُسکو ساتھ روح القدس کے کیا جسوقت کہ آیا تمہارے پاس پیغمبر ساتھ اُسکے جو نہیں چاہتے تھے تمہارے نفس اُسکو تکبر کیا تم نے پس ایک فریق کو جھٹلایا تم نے اور ایک فریق کو مار ڈالتے ہو تم اور کہتے ہیں دل ہمارے غلاف میں ہیں بلکہ لعنت کی ہی اُنکو اللہ نے بسبب کفر اُنکے کے پس تھوڑا ہی وہ جو ایمان لاتے ہیں اور جسوقت کہ آئی اُنکے پاس کتاب اللہ کی طرف سے سچی کرنے والی اُسکی جو ساتھ اُنکے ہی اور تھے پہلے اس سے کہ فتح مانگتے تھے اوپر کافروں کے پس جسوقت کہ آیا اُنکے پاس وہ چیز کہ پہچانا اُنہوں نے اُسکو انکار کیا اُنہوں نے اُسکا پس لعنت اللہ کی اوپر کافروں کے بری ہی وہ چیز کہ بیچا اُنہوں نے ساتھ اُسکے اپنے تئیں یہ کہ انکار کریں ساتھ اُسکے جو اُتارا اللہ نے حسد سے اس واسطے کہ نازل کرتا ہی اللہ اپنے فضل سے اوپر جس پر چاہتا ہی اپنے بندوں میں سے پس پھرے وہ ساتھ غضب کے اوپر غضب کے اور واسطے کافروں کے عذاب ہی رسوا کرنیوالا اور جسوقت کہ کہا گیا اُنکو کہ ایمان لاؤ ساتھ اُسکے جو اُتارا اللہ نے کہا ہم ایمان لاتے ہیں ساتھ اُسکے جو اُتارا گیا ہم پر اور انکار کرتے ہیں ساتھ اُسکے سوا اور وہ حق ہی سچی کرنیوالی اُسکی جو ساتھ اُنکے ہی کہہ کیوں قتل کرتے تھے تم پیغمبروں کو اللہ کے پہلے اگر تھے تم ایمان لانیوالے اور البتہ آیا تمہارے پاس موسیٰ ساتھ معجزوں روشن کے پھر بنا لیا تم نے بچھڑے کو معبود پیچھے اُسکے اور تم ظالم تھے اور جسوقت کہ لیا ہم نے عہد تمہارا اور اوپر تمہارے اوپر طور کے اُٹھایا ہم نے طور کو اوپر تمہارے لو پکڑو ساتھ قوت کے جو دیا ہم نے تمکو اور سنو کہا اُنہوں نے سنا ہم نے اور نہ مانا اور پلائی گئی اُنکے دلوں میں بچھڑے کی محبت بسبب کفر اُنکے کے کہہ بری ہی وہ چیز کہ حکم کرتا ہی تمکو ساتھ اُسکے ایمان تمہارا اگر ہو تم ایمان لانیوالے کہہ اگر ہی واسطے تمہارے گھر پچھلا نزدیک اللہ کے خالص سوا اور لوگوں کے پس آرزو کرو موت کی اگر ہو تم سچے اور ہرگز نہ آرزو کرینگے اُسکی ہمیشہ بسبب اُسکے جو آگے بھیجا ہی اُنہوں نے ہاتھ اُنکے اور اللہ خبردار ہی ساتھ ظالموں کے اور البتہ تو پاوے گا اُنکو حریص تر لوگوں سے اوپر زندگانی کے اور اُن سے بھی جنہوں نے شرک کیا ہی چاہتا ہی ہر ایک اُنمیں سے کہ دی جاوے عمر ہزار برس کی اور نہیں ہی وہ دیجانا اُسکا اس سے کہ دور کرے اُسکو عذاب سے اور اللہ بینا ہی ساتھ اُسکے جو کرتے ہیں

سے ترقی منظور ہو یعنی ایک فریق گناہ عہد شکنی کا کرتے ہیں بلکہ اکثر انکے تصدیق نہیں کرتے ہیں کہ یہ اُس سے بھی بڑھکر ہے اور دلیل اوپر کفر اُنکے کے ساتھ کتاب الٰہی کے اور نکلنا اُنکا خارجہ دیکھنے سے یہ ہے اگر اُنکو ساتھ کتاب اپنی کے ایمان حاصل ہوتا اور پروین اپنے کے قائم رہتے اور پیغمبر کسی شخص کا موافق اُس کتاب کے کلام کہے یا موافق قاعدوں اُس دین کے دعوت کرے انکار نکرتے اور درپے ایذا اُسکی کے نہوتے وَلَمَّا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ یعنے پھر گاہ کہ آیا پاس اُنکے پیغمبر کہ آنا اُسکا جانتے تھے مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ یعنی اللہ کے پاس سے اسواسطے کہ معجزے اُسکے مانند معجزوں پہلے نبیوں کے دلیل قوی اور پر صدق اُسکے کے ہو اور باوجود اسکے مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ یعنی وہ پیغمبر تصدیق کرنیوالا ہے کتابوں کو کہ ہمراہ اُنکے ہے مثل توریت اور زبور وغیرہ کے اسواسطے کہ آنے اُس پیغمبر کے سے بیچ اُن کتابوں کے خبر دی ہے اگر پیغمبر آنا وہ خبر میں سچی نہوتیں پس مقتضائے حال اُنکے کا یہ تھا کہ بسبب آنے اس پیغمبر کے ایمان اُنکا ساتھ کتابوں اپنی کے زیادہ ہوتا اور وہ بالعکس کفر میں بڑے اور کتابوں اپنی کا بھی انہوں نے انکار کیا اسواسطے کہ نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ یعنی جماعت اُن میں سے کہ جنکو علم کتاب کا دیا تھا پھینکا ایک جماعت اُن اس کتاب کے معنوں کے ساتھ ربط رکھتے تھے اور اُس کتاب کو مطابق اس پیغمبر کے پہچانتے تھے كِتٰبَ اللّٰهِ یعنی کتاب اللہ کی کو کہ پیغمبر اُسکو کتاب الٰہی کی جانتے تھے اور بعضے مضمون اُسکے کا اقرار کرتے تھے گویا اس فرقے نے اُس کتاب کو پھینکا وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ یعنی پس پشت اپنی کا اصلا التفات اُسکی طرف نہیں کہتے ہیں اور لفظ اور معنی اُسکے کو نہیں دیکھتے ہیں اور جب کتاب پس پشت ہو اصلا مطالعہ اور درس اور تکرار میں کام نہیں آتی ہے پس یہ لوگ بسبب اس حرکت کے بے برکت ہوئے کہ كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ یعنی گویا کہ وہ کچھ نہیں جانتے ہیں پس جہل مطلق کو اختیار کیا اور کتاب آہی کو چھوڑا اس جگہ سے معلوم ہوا کہ انکو ساتھ کتاب اپنی کے بھی ایمان حاصل نہیں حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ یہودی توریت کو دیبا اور حریر کے غلافوں میں رکھتے تھے اور سونے اور لاجورد سے مطلا کرتے تھے لیکن حلال اُسکے کو حلال نہیں جانتے تھے اور حرام اُسکے کو حرام نہیں مانتے تھے اسواسطے حق تعالیٰ نے اُنکے حق میں فرمایا کہ اُنہوں نے کتاب آہی کو پس پشت پھینکا یا مسلمانو نہ چاہیئے کہ ایسے عمل کرنے سے ڈریں اور درپے علم اور عمل کتاب اپنی کے رہیں اللّٰهم ارزقنا کا شرح یہودی اور پراسی قدر کے کفایت کرتے لیکن اُنہوں نے کتاب آہی کو پس پشت ڈالا وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ یعنی اور پیروی کی اُن منتروں کی کہ پڑھتے تھے شیاطین جنوں اور آدمیوں کے عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ یعنی ربع عہد بادشاہت حضرت سلیمان علیہ السلام کے اور قصہ اُسکا ایسا تھا کہ حق تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو بادشاہی عام دی تھی اور تمام مخلوقات خواہ جن خواہ انسان یا جانور وحشی اور ہوا وغیرہ کل مزید حکم اُنکے کئے تھے پس اُنکے عہد میں شیاطین جنوں کے بھی آدمیوں کی صورت میں شکل ہوکر بڑے بڑے کام مثل جیسے کہ خوامی اور سنگ تراشی اور بلند عمارتیں بنانے اور حوض اور قلعے تیار کرنے اور عجیب شکلوں اور نقش کھینچنے میں مصروف رہتے تھے چنانچہ دوسری جگہ قرآن مجید میں مذکور ہے اطراس سبب کے اختلاط آدمیوں کا جنوں کے ساتھ بے پردہ کے ہوگیا تھا اور آپس میں نشست و برخاست کرتے تھے اور شیاطین آدمیوں کے سامنے عجیب و غریب کام اپنے ظاہر کرتے تھے اور منتر جن میں کہ الفاظ صریح شرک کے تھے جیسے کہ نام بتوں اور شیطانوں پہلے زمانہ کے کہ پہچانے اور کافر کرنے میں پیشوا اُنکے تھے آدمیوں کے ذہن پر چڑھتے اور بسبب بڑھنے اُنکے کے بڑی بڑی عجیب چیزیں ظاہر ہوتیں اور ان امور کے صادر ہونیکی دو وجہ تھیں اول یہ کہ جن کی پیدائش اور آدمی کی پیدائش میں بہت تفاوت ہے پس واسطے گمراہ کرنے آدمیوں کے بسبب سننے اُن منتروں کے شیاطین چیزیں عجیب و غریب ظاہر کرتے اور کسی کی گردن توڑتے اور کسی کا پانو باندھ لیتے اور کسی کے شکم کے اندر اکر درد پیدا کرتے اور بعضے وقت میں کسی آدمی کے اندر تاثیر ناشائستہ ڈالتے اور سر وقت وہ افسون اُسکے اُوپر پڑھا جاتا جو ہو دیتے اور مسحور آرام ہو جاتا تاکہ آدمی اعتقاد تاثیر اُن منتروں کا کرکے تعظیم جنوں اور شیاطین پیشوا نکی بجالاویں اور یہ بات ظاہر ہے کہ جنوں کے فعل نسبت افعال آدمیوں کے حکم خوارق عادت کا رکھتے ہیں دوسری وجہ یہ ہے کہ ارواح بعضی بیماریوں کی نسبت شرارت اور خباثت میں حکم جنوں کا پیدا کیا ہے کہ بالطبع ایسا کو چاہتے ہیں کہ ہماری عبادت اور تعظیم اور پرستش کیجاوے اور چاہتے ہیں کہ آدمی ہماری طرف مجموع کریں اور جنوں کے شیطانوں نے بعضے منتر جن میں تعظیم اور التجا طرف اُن ارواح کے کما حقہ پائی جاتی ہے آدمیوں کو تعلیم کر دیئے تھے اور بجائے اور قربانی اُن ارواح کی اور اور کام تعظیم کے اُن منتروں کے پڑھنے کے شرائط مقرر کرتے تھے تاکہ آدمی شرک اور گمراہی میں گرفتار ہوں اور آثار عجیب اُن کا موقع اور منتر سب ہوں فتنہ فتنہ یہ حرکت ناشائستہ اور عمل بدنہ مشہور ہو گیا یہانتک کہ حضرت سلیمان علی نبینا و علیہ السلام بھی اُسکے اوپر مطلع ہوئے اور آصف بن برخیا کو وزیر تھا حکم فرمایا کہ شیطانوں کو حاضر کرے جو کچھ اُنکے پاس اس قسم کی چیزیں ہیں سب کو جمع کرکے اور ملکر پھر نیچے کرسی ہماری کے دفن کریں اور بعد اسکے تفید کرد کہ شیاطین اور آدمی آپس میں نشست و برخاست نکریں اور طریقہ تعلیم اور تعلم کا اُنکے درمیان میں جاری نہ ہے یہانتک حضرت سلیمان نزدیک بہ وفات ہوئے یہی طریق باقی رہا بعد وفات حضرت سلیمان اور آصف بن برخیا کے شیطانوں نے آدمیوں کے لیے مرتبہ ہر کہ حضرت سلیمان نے سحر اور دیو کو قید کر دیا یہ تمام سلطنت حاصل کی تھی کہ ہوا اور جانور وحشی اور جن اور انس اُنکے مسخر ہو گئے تھے اور اس تمام محکومی کو اپنی کرسی کے نیچے دفن کرکے اس جہان سے چلے گئے ہیں اب تدبیر یہ ہے کہ اس مکان کو پھوڑ کر اُن کا نیو کو نکالو اور ہوا وحوش اُنکے عمل کو دنگا کہ مانند حضرت سلیمان کے تمہارے ہاتھ سے بھی عجائب و غرائبات ظاہر ہوں آدمیوں نے بسبب بہکانے اُن شیطانوں کے کتابوں کو نکال لیا اور اُن منتروں کو پڑھنا شروع کیا اور خواص عجیبوں میں سے یہانتک کہ توریت اور علوم دیگر مثل بالکل موقوف ہوا اور تمام ہمت اُنکی اور بحصل کرنے علم سحر اور افسوگری کے مصروف ہوئی اور بیشک شیطانوں نے گمراہ کرنا اُنکا منظور تھا اُن منتروں کے پڑھنے سے خوب تعلیدی کرتے اور آثار بھی خوب طرح سے اُن کام پر ظاہر ہوتے اور جو وقت شیطانوں نے دیکھا کہ اب اُنہی کے گڑھے میں گر پڑے اور اچھی طرح کتب آہیہ سے روگردانی کی بعد اُسکے اُن منتروں کے پڑھنے سے اطاعت بجا نہ لائے اور اُس کلام سے دستکش ہوئے اور وہ تاثیریں کم ہونے لگیں بسبب اس حادثہ کے کئی وجہ سے ضرر تراجیہود کے دین میں پایا گیا اول روگردانی کتابوں آہی سے کہ علاج امراض معانی کا انہیں میں تھا دوسرے اعتقاد کرنا تاثیر بتوں اور بڑے بڑے شیطانوں کے نام ہونکا اور زبان لانا منتروں اور قربانیوں کا اُنکے واسطے کہ صریح کفر اور شرک ہے تیسرے بڑھنی کرنی بیچ حق حضرت سلیمان علی نبینا و علیہ السلام کے یہانتک کہ انکا نبوت اُنکی کا کیا اور کہنے لگے کہ سلیمان ساحر تھا

زبردست جتاتا چنانچہ ان جزیرے شہروں خوشحالی سے زیادت کی ہے کہ یہودی آپس میں کہتے تھے کہ دیکھو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ حق کو ساتھ باطل کے ملاتا ہے اور سلیمان علیہ السلام کو نبیوں کے ساتھ میں ذکر کرتا ہے حالانکہ سلیمان ایک جادوگر تھا کہ بزور سحر کے ہوا کے اوپر سوار ہوتا تھا حق تعالیٰ نے دونوں گروہوں یہود یوں کے یعنی اعراض کرنا کتاب آسمانی سے اور عناد کرنا تاثیر بتوں اور شیطانوں کے نامونکی مذمت فرمائی اور برائی انکی ظاہر کی اور تشہیر انکو کہ گمان جادوگری حضرت سلیمان علیہ السلام کا تھا ساتھ اس عبارت کے رد کیا کہ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ یعنی اور ہرگز کافر نہ تھا سلیمان بسبب اعتقاد تاثیر بتوں اور شیطانوں کے نامونکے اور بجالانے نذر وقربانیوں انکی کے کہ جن پر سحر موقوف ہے اسواسطے کہ سلیمان پیغمبر تھے ساتھ اقرار ایک جماعت کثیر کے یہودیوں میں سے اور معصوم ہونا پیغمبر کا کفر سے قطعی ہے بلکہ بدیہی ہے اسواسطے کہ منصب نبوت کا ساتھ کفر کے منافی اور مخالفت صریح کہ رکھتا ہے اور مبعوث کرنا پیغمبر کو اسواسطے دور کرنے کفر کے ہے اگر خود ہی کو اختیار کرے نقصان رتبہ نبوت اُسکے کا لازم آوے وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ یعنی اور لیکن شیاطین جن وانس کہ وہ جو حضرت سلیمان کے بسبب پہنچنے جھڑے اُنکے کے ایمان لائے تھے اور مسلمانونکے گروہ میں داخل ہو گئے تھے اور جو ہر ذاتی اُنکے کے شرارت اور کفر کا خمیر تھا بعد وفات حضرت سلیمان کے بمقتضائے خبث اصلی اپنے کے كَفَرُوْا یعنی کافر ہو گئے اور تہمت جھوٹ کی اوپر سلیمان کے باندھی کہ وہ بھی سحر اور جادو کرتے تھے اور بسبب انہیں اعمال خبیثہ کے جن وانس اور وحوش اور طیور اور مخلوقات کو سخر اور تابعدار کیا تھا اور فقط اسی کہنے پر اوراعتقاد کرنے پر قناعت نکی بلکہ کہنا شروع کیا کہ يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ یعنی تعلیم کرتے تھے آدمیونکو سحر کی باتیں تاکہ اور آدمیونکو بھی اپنے کا زاہد وگرنماز اور روزہ دار آدمی ساتھ افترا اور جھوٹ اُنکے کے فریب کھا کر گمان کریں کہ سحر کے کہنے میں کچھ برائی نہیں والا انکہ پیغمبر عالیقدر کو اسواسطے ایسا کام کرنا اُس جگہ جانا چاہیئے کہ حکم سحر کا مختلف ہے اگر سحر میں قول یا فعل ایسا ہو کہ موجب کفر کا ہووے جیسے ذکر کرنا نام بتوں اور ارواح خبیثہ کا ساتھ ایسی تعظیم کے کہ لایق حضرت رب العزت کے ہے جیسے کہ ثابت کرنا عموم علم اور قدرت کا یعنی ہر شئے کا علم بالاستقلال اور ہر شئے پر قدرت اسیطرح کی اور غیب دانی اور مشکل کشائی اسی قسم کی یا وقوع بغیر اسباب یا بحذف بغیر اللہ اور دشمن اُسکے اور کوئی شئے پائی جاوے بلاشبہ وہ سحر کفر ہے اور صاحب اُسکا مرتد ہوتا ہے اور ایسے ہی جو شخص کہ اس قسم کا سحر واسطے کسی مطلب اپنے کے کرواوے دیدہ ودانستہ کا فر ہوتا ہے اور احکام مرتدونکے اُسکے اوپر جاری ہیں اگر مرد ہو تو اسکو تین دنکی مہلت دینی چاہیئے تاکہ توبہ کرے اور اُس قول اور فعل سے متبرا کرے اور بعد تین دن کے بھی اگر توبہ اُس سے درست نہ ہوئی اسکو قتل کرنا چاہیئے اور مسلمانونکے خبرستان میں اُسکو دفن کرنا نہ چاہیئے اور مسلمانونکے طریق پر اُسکی تجہیز اور تکفین بھی نہ چاہیئے اور واسطے اُسکے فاتحہ اور درود اور صدقہ نہ بھیجنے چاہییں اور اگر عورت ہو تو نزدیک امام شافعی کے بھی اُسکو بدستور مرد ونکے بعد مہلت تین دن کے مار ڈالنا چاہیئے اور نزدیک امام اعظم کے ہمیشہ اُسکو قید کرنا چاہیئے یہانتک کہ توبہ نصوح کرے اور اگر سحر میں کوئی قول یا فعل ایسا نہ ہو کہ جسکے سبب سے کفر اور ارتداد ثابت ہو لیکن کرنیوالا اُسکا دعوی کرتا ہے کہ میں بسبب سحر اپنے کے کر سکتا ہوں کہ خدائی کا کام کروں جیسے کہ بدل ڈالنا صورت آدمیونکی ساتھ صورت جانورونکے یا پتھر کو لکڑی یا لکڑی کو پتھر بنا سکتا ہوں یا کام پیغمبروں اور مجزے اُنکے کا کر سکتا ہوں جیسے کہ اڑنا ہوا میں یا طے کرنی مسافت ایک مہینے کی بیچ ایک لمحہ کے پس وہ بھی کافر اور مرتد ہوتا ہے بسبب فقط سحر کے بلکہ بسبب اس دعوے کے اور اگر کہتا ہے کہ ان اعمال اور کاموں میرے میں خاصیت ہے کہ بسبب اُسکے قتل کرنا نفس کا یا بیمار کرنا تندرست کرنا یا تندرست کرنا بیمار کرنا اور ڈرا دینا اچھے بھلے کا اور فاسد کرنا تخیل کا کر سکتا ہوں پس یہ سحر نزدیک اکثر فقہا کے فسق ہے اگر بسبب سحر اپنے کے نفس معصوم کو ہلاک کرے مانند قطاع الطریق اور خناق کے اُسکو مارنا چاہیئے اسواسطے کہ سعی کرنیوالا فساد کا ہے اور درمیان عورت اور مرد کے کہ ایسی حرکت کرے کچھ فرق نہیں اور دونو کا ایک حکم ہے یہ مذکورہ ہے کہ امام فخر الدین رازی اور امام جلال حنفیہ نے منتخب کیا ہے اور بیچ ایک قول امام اعظم سے ایسا آیا ہے کہ جب کسیکو معلوم کریں کہ جادو کرتا ہے اور ساتھ اقرار یا گواہ ہونے کے بیات ثابت ہو جاوے اُسکو مار ڈالنا چاہیئے اور توبہ اس سے طلب کرنی چاہیئے اور اگر کہے کہ میں جادو چھوڑے دیتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں اُس کی بات کو قبول نہ کرنا چاہیئے ہاں اگر کہے کہ میں ہمیشہ سحر کرتا تھا اور ایک مدت سے یہ کام چھوڑ دیا ہے تو اُسکا قبول کرنا چاہیئے اور خون نہ کرنا اُسکا چاہیئے اور نزدیک امام شافعی کے اگر کسی شخص نے سحر کیا اور بسبب سحر اُسکے کے محصور یعنی جسپر سحر کیا تھا مر گیا ساحر سے پوچھنا چاہیئے اگر اقرار کرے کہ میں نے اُسکو سحر کیا تھا اور سحر یہ اثر ہوتا ہے اُوپر اُسکے قصاص واجب ہوتا ہے اور اگر کہے کہ میں نے اُس پر جادو کیا ہے لیکن سحر میرا کبھی مار ڈالتا ہے اور کبھی نہیں مار ڈالتا ہے پس قتل شبہ عمد کا ہوا احکام شبہ عمد کے اُسپر جاری کرنے چاہییں اور اگر کہے کہ میں نے سحر کیا تھا اتفاقاً نام اُسکا موافق نام اُسکے کے پڑا یا گذر اُسکا سحر کے مقام میں ہوا اور اُس میں تاثیر اُسکی ہو گئی پس قتل خطا کا ہوا احکام خطا کے اُسپر جاری ہونگے انتہی یہ ایک شبہ ہے اکثر ذہن میں آتا ہے حاصل اُسکا یہ ہے کہ افعال خلاق عادت کے بعض ساتھ قدرت الٰہی کے صادر ہوتے ہیں اکثر اوقات اولیاء اللہ سے ظاہر ہوتے ہیں مثل بدلنے ایک شئے کے ساتھ شئے دوسری کے اور بدلنے صورت کے اور ایسے ہی وہ افعال کہ مشابہ معجزے پیغمبر کے ہیں مانند زندہ کر دینے مردے کے اور طے کرنے مسافت طویلہ کو ایک ساعت میں اور مانند اسکے بھی اولیاء اللہ سے کثیر الوقوع ہیں اور اولیاؤں کے حال لکھنے والے اُن فعلونکو اولیاؤنکی کرامتوں اور مناقب میں لکھتے ہیں پس اگر نسبت فعل الٰہی کی غیر کی طرف کفر ہو اس مقام میں بھی کفر لازم آوے اور اگر نظر طرف سبب ظاہری کے کیجاوے اور کفر نہ کہا جاوے پس سحر کے حق میں کہ سوائے حکم کفر کا اُسکے واسطے کیا ہے بلکہ دونوں اسماء الٰہی غیر کے کہ نیوالے اور پڑھنیوالے بسبب سببی اور دعوت کے عجائبات گوناگوں کی عطا کرتے ہیں اور شہادت کمال مرتبہ کی ساحر کے ساتھ کی پیدا ہوتی ہے وجہ فرق کی کیا ہے جواب کہا ہے کہ جو افعال خلاف عادت کے ہیں خواہ معجزہ پیغمبر کے ہوں خواہ اور غیر سے تمام خاص قدرت الٰہی سے صادر ہوتے ہیں اور اُسی کے ارادہ اور ایجاد سے پیدا ہوتے ہیں اور اُسمیں اولیاؤنکے افعال اور صاحبونکے افعال دونوں برابر ہیں فرق یہ ہے کہ اولیاء اللہ اور صوفہ اسماء غیر کی کرنیوالے اور غربت پڑھنیوالے اُن فعلونکو نسبت طرف غیر خدا کے نہیں کرتے ہیں بلکہ طرف قدرت الٰہی کے یا خواص اسماء اُسکے کے نسبت کرتے ہیں پس شرک لازم نہیں آتا ہے اور جادوگران فعلونکو طرف غیر خدا کے مثل اولیاء اور معجزے نسبت کرتے ہیں یا خواص متعلقہ اُن مسمیٰ کے نہیں کرتے ہیں بلکہ طرف قدرت الٰہی کے یا خواص اسماء اُسکے کے نسبت کرتے ہیں پس شرک لازم نہیں آتا ہے اور جادوگران فعلونکو طرف غیر خدا کے مثل اولیاء اور معجزے نسبت کرتے ہیں یا خواص متعلقہ اُن مسمیٰ کے نہیں کرتے ہیں بلکہ طرف قدرت الٰہی کے یا خواص اسماء اُسکے کے نسبت کرتے ہیں پس شرک لازم نہیں آتا ہے

کے نام لینے سے جانتے ہیں اور اسی واسطے اُن فعلوں کو اپنے قابو میں سمجھتے ہیں اور تحت حکم اپنے کے شمار کرتے ہیں اور اُن کاموں پر حلوان اور اجرت لیتے ہیں اور نذریں اور قربانیاں واسطے اُن اوراق تجنیہ اور اُن اصنام بالملہ کے درخواست کرتے ہیں ہیں شرک صریح للازم آتا ہے اور ہر حکم کفر کا ہوتا ہے اور اسکی مثال ایسی ہے جیسے کہ شرکین افعال عادی خدا تعالیٰ کو مانند فرزند عطا کرنے اور فراخی رزق اور شفا مرضی اور کار امور کو مثل اُنکے ہیں طرف ارواح خبیثہ اور بتوں کے نسبت کرتے ہیں اور کافر ہوتے ہیں اور موحد لوگ تاثیر اسماء الٰہی یا خواص مخلوقات اسکی سے مثل تاثیر دواؤں اور پوٹنبو کے سمجھتے ہیں تاثیر دعا نیک بندوں اُسکے سے کہ وہ بھی جانب اُسکی سے درخواست کرکے مطلب برآری کرلیتے ہیں سمجھتے ہیں پس اُنکے ایمان میں کچھ خلل نہیں پڑتا ہے ایسا ہی یہ غرض تمیز و غیرہ ہیں آپ متوجہ طرف ہوتے ہیں پھر اصل حقیقت سحر کی کیا ہے اور اقسام اسکے کتنے ہیں اور کونسی قسم اسکی موجب کفر کی ہے اور کونسی موجب فسق کی اور کونسی مباح کہ شریعت میں جائز ہے تفصیل اس بحث کی اصول چاہتی ہے مجمل اسکا یہ ہے کہ حقیقت سحر کی پیدا کرنے قدرت اور افعال عجیبہ کے کہ خلاف عادت کے ہوں ساتھ اُنکے کرنے اسباب خفیہ کے بے وسیلہ پکڑنے کے ساتھ جناب الٰہی کے بسبب عادا پڑ جانے اسکا کے اور بغیر مناسبت ان افعال کے طرف قدرت اُسکی کے اور جب اسباب خفیہ جہان میں کئی قسم ہیں تحریر بھی چند قسم ہوا اور ضبط اُن اقسام کا اسطرح ہے کہ سبب خفی یا روحانیات کی تاثیر ہے یا تاثیر جسمانیات کی اور روحانیات یا تو خاص کا یہ طائفہ ہیں مثل ارواح خبیثہ کے یا اوفاق اور روحانیات عناصر کے یا وہ روحانیات جزئیہ ہیں مثل روحانیات ارض کے اور جن اور شیاطین اور نفوس غیارقہ بنی آدم کے کہ اُن نفوس کو بعد مفارقت بدن عنصری کے کسی کلام اپنے میں ہندی لغت میں پیر کہتے ہیں ساتھ کسر با موحدہ اور سکون یا کے بسبب ترکیب جمع ہونے کیفیات مختلفہ کے ہوتی ہیں یا بسبب خواص صور نوعیہ اُنکی کے بلاواسطہ کیفیتوں کے مثل جذب کرنے مقناطیس کے لوہے کے تئیں بعد اُسکے طریق حاصل کرنے متابعت کا ساتھ روحانیات کے اور حاصل کرنے تاثیروں اُنکی کا یا ذکر کرنا اُنکے نام کا اور التجا کرنی طرف اُنکے ہی موافق شرطوں مقررکی ہوئی کے یا شکلیں اور صورتیں مناسب بناکر عمل مرغوب اُنکے بجالانے یا ایسے کلام پڑھنے کہ مفردات اُس کلام کے بغیر ملاحظہ ترکیب کے اشارہ طرف عظمت اور بزرگی کسی موجود کے کوے ارواحوں میں سے یا طرف کسی فعل عجیب کے کہ اُس سے بیچ کی نوع کے صادر ہوا ہو اور زبان خاص و عام کے ساتھ مدح اور ثنا اُسکی کے جاری کیا ایسی اقسام سحر کی اعتبار ان شقوق کے بہت ہی ہوجاوینگی لیکن جو کہ رائج اور معمول ہی کئی قسم پر ایک قسم اُنمیں سے کہ عمدہ قسموں میں سے ہے جادو بابل کا ہے کہ حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ السلام واسطے دفع کرنے فتنہ اہل بابل کے مبعوث ہوئے تھے اور اصل اس علم کی ہاروت اور ماروت سے نکلی ہے کہ بابل کے لوگوں نے اُن سے سیکھ کر کام میں لئے اور اُنکے اندر انہوں نے بہت تعمق اور تامل کیا اور کلدانیں کہ رہنے والے بابل کے تھے بہت مشغول اس علم کے تھے اور تاریخ معتبروں میں لکھا ہے کہ یہودیوں نے نمرود کے عہد میں بیچ شہر بابل کے تخمینہ کا اُسکے تھا چاہا طلسم تیار کرنے کہ عقلیں اور وہم اُنکے دریافت کرنے میں حیران رہیں ایک یہ کہ ایک بط تانبے کی بنائی تھی اور اُسمیں یہ بات رکھی تھی کہ جو قت کوئی جاسوس یا چور اُس شہر میں آتا اُس بط میں سے آواز نکلتی کہ تمام شہر والے اُس آواز کو سنتے اور جانتے کہ مقصود اُسکا یہ ہے اور اُس جاسوس اور چور کو پکڑ لیتے دوسرے ایک نقارہ تھا کہ جس کسی کی کوئی چیز گم ہوجاتی اُس نقارہ کے پاس آتا اور چوبے پسر مارتا اُس طبل میں سے آواز آتی کہ فلانی چیز تیری فلانی جگہ ہے اور جو جستجو کے ڈھونڈھی نکلتی تیسرے یہ کہ ایک آئینہ بنایا تھا اور اُس سے غائب شخص کا حال معلوم ہوجاتا تھا اسطرح سے کہ جو قت خرچ والا اُس آئینہ میں نگاہ کرتا تو اُسکو اُس غائب کی اُس آئینہ میں ظاہر ہوتی شہر میں یا جنگل یا کشتی یا پہاڑ میں جسجگہ ہوتا صورت اُسکی جس حال میں ہوتا بعینہٖ اُسمیں متمثل ہوکر آتا اگر بیمار یا تندرست یا فقیر یا مالدار یا زخمی یا مقتول ہوتا ویسا ہی نظر آتا جو تھے ایک حوض بنایا تھا کہ بیچ میں ایک دن اور پرکنارے حوض کے جش کیا کرتے تھے اور سردار اور اشراف شہر کے حاضر ہوتے جو کوئی جو کچھ چاہتا خواہ شربت قسم قسم کے خواہ انشورے لاکر اُس حوض میں گرا دیتا اور حیلہ باقی اس حوض پر آدمیوں کے لیئے واسطے کھڑے ہوتے اور حوض جس سے لگاتے ہر شخص کے واسطے پیالہ میں وہی چیز نکلتی کہ آپ اُس سے پیشتر اُس سے ڈالی ہوئی تھی یا تیسویں ایک تالاب بنایا تھا واسطے فیصلہ کرنے قصوں اور جھگڑوں کے کہ اگر دو شخصوں میں کچھ جھگڑا درمیان میں ہو جاتا اور حق ناحق معلوم نہ ہوتا اُس تالاب پر آتے اور اُسکے اندر پڑتے جو کوئی حق پر ہوتا تالاب کا پانی نافۂ اُسکی سے نیچے پہنچ آتا اور جو کوئی ناحق پر ہوتا پانی اُسکے سر پر جاتا اور اُسکو غرق کرتا اگر وہ شخص جھوٹا اپنے دعوے سے باز آتا اور نہ جاتا نجات ہوجاتی چوتھے نمرود کے محل کے دروازہ پر ایک درخت لگایا تھا کہ اُسکے سایہ کے نیچے آدمی دربار والے بیٹھتے اور جس قدر آدمی زیادہ ہوتے جاتے سایہ اُس درخت کا بھی بڑھتا جاتا یہانتک کہ اگر لاکھ آدمی ہوجاتے سایہ بھی اُسی قدر فراخ ہوتا اور جب لاکھ سے ایک آدمی بھی زیادہ ہوتا بالکل سایہ نہ رہتا اور تمام دھوپ میں ہوجاتے اور نمرود کو بھی کہ بادشاہ اُنکا تھا اس قسم کی باتوں میں بہت توغل تھا کہتے ہیں کہ یہ قسم سحر کا سب جادوؤں سے مشکل ہے اور اسکے حاصل کرنے میں بہت دقت ہے اور جسکو اس قسم کے سحر میں کمال ہوجاوے جو چاہے مخالف عادت ظاہر کرے اور موافق عادت کے کام کرے نے چنانچہ جن بیماریوں کا علاج طبیبوں کے نہوسکے مثل برص اور جذام اور زمانت اور عشق شدید سب کا علاج اُس سے ہوسکتا ہے اسواسطے کہ ساتھ استعانت روحانیات کے تدبیر کرتا ہے اور طبیب تدبیر استعانت جسمانیات کے اور کند اس صنعت کی یہ ہے کہ ہر ستارہ کو واسطے آسمان سے لیکر عناصر اور موالید تک ایک ایک نوع کہ مربوط اُسکی ہے اور تاثیریں تمام جسموں کے ساتھ طفیل ارواح کے ہیں اور جب وقوع تمام جہان کی اُس شخص کی سخر ہوئی گویا مالک جہان کا ہوگیا پس بغیر جنگ جدال کے دفع کرنا دشمنوں کا اور غلوب کرنا مفسدوں کا اُس سے ممکن ہے چنانچہ ارسطو نے حکیم برہما طوس اور بیداغوس کی نقل کی ہے کہ بیچ شہر بابل کے درمیان ان دونوں آدمیوں کے مناظرت پڑی بیداغوس نے کہا کہ تجکو میرے ساتھ کس طرح طاقت مقابلہ کی ہوئے کہ میرے اور حصل بحیر مقابلہ سے عاجز ہیں برہما طوس نے جب یہ کلام سنے بیچ محرق بنا کر استعانت ساتھ روح برج کے کی اور بیداغوس کو جلا یا اور بغیر جنگ و لڑائی کے شر اُسکی دفع ہوئی اور اور شہر و نمرود بھی اس قسم کے قصے نقل کرتے ہیں جب حضرت ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے حق تعالیٰ نے اُنکو تمام جسم اور وصل کھلا ہوا در

اور سب کو بیچ دست قدرت اُس کی کے مجبور اور بے اختیار دیکھا اور سب سے سونا پنا پھیرا اور متوجہ طرف ذات تحقیقی کے ہوئے چنانچہ سورۂ انعام میں آویگا انشاء اللہ تعالیٰ اس آیت میں وکذلک نری ابراہیم ملکوت السموات والارض تا انی وجهت وجهی للذی فطر السموات والارض حنیفا وما انا من المشرکین تک اور اس قسم کا تحکم صرف اور شرک محض ہی اسواسطے کہ بیچ شرائط اس سحر کے کہ پندرہ ہیں لکھا ہی اوّل شرط یہ ہی کہ ارواح کو دلنے اوپر مطلع جانے اور یہ گمان جہل اور عجز کا اُنکے حق میں نرے سے والا وہ ارواح اُسکے کہنے میں نہ رہینگی اور مطلب کو نہیں پہونچاوینگی اور بھی بیچ کیفیت دعوت روحانیات کو اکثر لکھتے ہیں کہ شروع ساتھ دعوت قمر کے کرے اسواسطے کہ وہ قریب عالم سفلی کے ہی اور ساتھ وسیلہ اُسکے کے دعوت عطارد کی وعلی ہذا القیاس اور دعوت قمر کی میں لکھتے ہیں کہ یہ الفاظ پڑھے ایها الملاک الکریم والسفیر الرحیم رسل الرحمة ومنازل النعمة او عطاردی دعوت میں اسطرح کہے کل ما حصل لی من الخیر فهو عندک وکل ما یندفع من الشر فهو منک اور بھی کہے ایها السید الفاضل المناطوق العالم بخفیات الامور المطلع علی السرائر وعلی هذا القیاس اور کواکب کی دعوت میں اور ظاہر ہے کہ یہ اعتقاد اور یہ قول منافی اسلام اور توحید کے اور ملت حنیفی کے ہے اُس مقام میں جانا چاہیئے کہ اہل بابل بسبب تعلیم ہاروت اور ماروت کے طریق تسخیر اور استعانت کا ساتھ تمام روحانیات کلیہ اور جزئیہ اور علویہ اور سفلیہ فلکیہ اور عنصریہ کو بسیط اور مرکبہ کے جانتے تھے اور عمل میں لاتے تھے بیہاں تک کہ روحانیات امراض اور اور روحانیات کو بھی تسخیر کرتے تھے اور اُنکے ساتھ اتصال بہم پہونچاتے تھے اور اعمال عجیبہ پیدا کرتے تھے لیکن یونان کے آدمیوں نے فقط تسخیر روحانیات علویہ کے اوپر کفایت کی تھی اور ایسا سمجھتے تھے کہ جو حوادث روحانیات علویہ مسخر ہوئیں پھر حاجت روحانیات سفلیہ کی نہیں کہ روحانیات سفلیہ میں سعی تحول کرنے اور متاخر ہونیکے کوئی منصب نہیں خاصیت اور تاثیر مخصوص ساتھ علویات کے ہی اور متقدمین ہند کی تمام روحانیات کو تسخیر کرتے ہیں اور ہر ایک سے جو کام کہ متعلق اُسکے ہے لیتے ہیں مصر ہو للناس فیما یعشقون هلی اطیب پس سحر بابل کا اس زمانہ کے ہندیوں میں موجود ہی اور یونانیوں نے بعضوں کے اوپر کفایت کی ہی اور قسم دوسری اُس سحر کی تسخیر جن اور شیطین کی ہی فقط اور یہ اصل سحر کی ہند میں طرف بڑے بڑے جوگیوں کے شمشان اور ویرانوں کے اور مسلمانوں کے تجانا کرنی پڑتی ہی اور تضرع اور زاری اُن سے کرنی اور نذریں اور قربانیاں اُنکے واسطے گذارنی اور خوشبوئیں مناسب اُنکے تھانوں کی جگہ رکھنی ضرور ہوتی ہیں اور کفر صریح لازم آتا ہی اور قسم تیسری اُنسے پیدا کرنا بیر کا ہی اور اس بھیر میں ضرورت ہوتی ہی اسبات کی کہ اول کسی انسان کو کہ قوی دل اور قوی جثہ مرگیا ہو تلاش کریں بعد اُسکے روح اُسکی کو ساتھ پڑھنے بعضے لفظوں کے جن میں ذکر بڑے بڑے شیاطین کا ہوتا ہی اور نہایت تعظیم اُنکی اُن میں بیان ہوتی ہی اپنی طرف کھینچتے ہیں اور سب قوت الفاظ اور کھینچنے والوں اور ہدایت کرنے اُس روح کو اور قابو اپنے کے کرتے ہیں کہ مانند غلام یا لونڈی کے جس چیز کیواسطے اُس سے کہا جاوے کہ سرانجام اُسکا کرتے ہیں پس یہ عمل بھی کافر بنا دیتا ہی اور قریب سحر کفر کے پہونچاتا ہی اور اکثر اس قسم کی اسواسطے کہ شہوت اور غصہ کی باتوں میں مددگاری کرتی ہیں خبیث روحیں ہوتی ہیں جیسے کہ ہنود یا فساق کی نسل اختلاط خباثت کا بھی اس عمل میں لازم آتا ہی اور قسم چوتھی اُس فاسد کا تخیل کی ہی کہ بواسطہ بعضی ارواح جنیہ کے آدمی کے خیال میں تصرف کرتے ہیں یہانتک کہ اُسکو جو چیز موجود نہیں ہولنا کہ اپنے خیال میں آتی ہوئی سے ڈرتا ہی یا حرکتیں کہ واقع میں نہیں اُنکو موجود جانتا ہی اور اس قسم کو نظر بندی اور خیال بندی کہتے ہیں اور بیچ قصہ جادوگروں فرعون کے اس آیت یخیل الیه من سحرهم انها تسعی اسی قسم کا سحر تھا مقابلہ معجزہ کے واسطے دور کرنے دلالت اُس معجزہ کے یا بیچ مقابلہ اولیاء اللہ کے جھگڑنے کیواسطے کیا جاوے حرام اور کبیرہ ہے اور ایسے ہی اگر بسبب اُس خیال بندی کے کسیکو ڈرانا یا ضرر دینا اُسکے کسی خیانت کریں بھی کبیرہ ہوتا ہی اور اس قسم کا سحر فی نفسہ کفر نہیں لیکن بسوقت تصرف بیچ خیال کسی شخص کے کرتے ہیں اُنکا کہنی طرف ارواح جنیہ کے یا ذکر کرنے ناموں بڑے بڑے جنوں کے حاجت ضرور پڑتی ہی اگرچہ اوذکر کمال جہل تعظیم کے ساتھ پایا جاوے کفر لازم آوے اور قسم پانچویں سحر اصحاب اوہام کا ہی کہ بیشتر ہنود میں اسکا رواج بہت تھا اور انام ونشان اُسکا موجود نہیں اور اُسکو تعلیق الوہم بھی کہتے ہیں اور طریق اُسکا یہ ہی کہ جو شے مطلوب ہو اُسکی صورت کو نظر کے سامنے رکھکر وہم کو واسطے حاصل کرنے اُسکے متعلق کریں اور شروع اس تعلیق کی مثل کم کرنا غذا کا اور ایک طرف ہونا آدمی سوتے اور شمل اسکے اور باتیں عمل میں لاویں تاکہ وہ مطلوب حاصل ہو اور حکم اس قسم کا یہ ہی کہ اگر کوئی غرض مباح اُسکے ساتھ ارادہ کریں جیسے جدائی ڈالنی درمیان دو زانیوں کے یا ہلاک کرنا کسی ظالم اور کافر کا بس مباح ہی اور اگر کوئی غرض ممنوع کا اسسے ارادہ ہو جیسے کہ جدائی ڈالنی درمیان میاں بی بی کے یا ہلاک کرنا نفس معصوم کا ہو حرام ہی قتل یہ ہی کہ کوئی نفسہ قبیح نہیں تابع فعل کے ہے اگر فعل مباح کیواسطے کیا ہو وہ بھی مباح ہی اور اگر فعل حرام ہو وہ بھی حرام ہی اور قسم چھٹی سحر نیرنج کا ہی بھی بسبب خوص اشیاء کے فعل عجیب صادر کرتے ہیں اور وہ خواص کسی کو معلوم نہیں ہوتے ہیں جیسے کہ کوئی چاہے کہ انگلیو کو روشن کرے تھوڑا سا بورہ کا بی سرکہ میں تر کرکے تھوڑا لحف دریائی کے ساتھ ملاوے اور انگلی پر ملے اور فقط اُس مقام میں ڈالتے ہیں بس اگر اُس مجلس میں شمع یا چراغ جلتا ہو اُن انگلیو کو آگے چراغ کے لجاویں آگ لگ جاویگی اور انگلیاں جلیں گی اور قسم ساتویں سحر حیل کا ہی کہ ساتھ استعانت آلات عجیبہ کے امور نادر پیدا کرتے ہیں اور بنانا اُن آلات کا اکثر اوپر تعمق اور ریاضتوں کے موقوف ہوتا ہی مثل حیل رسی اور آلات ساعتوں بھیجانے کے کہ اہل فرنگ بناتے ہیں اور قسم آٹھویں سحر شعبدہ بازی کا اور ہاتھ جالاکی کا ہی کہ بہت مرد اور عورتیں واسطے تعجب کرنے اُنکے ہمیشہ عمل میں لاتے ہیں اور بسبب خفی اس قسم کے سحر میں حرکتیں پوشیدہ کرنی اور دل دینا اور مثال کا جلدی سے اور یہ تینوں قسم کے سحر کفر ہیں اور حرام ہیں مگر یہ کہ کوئی غرض فاسد ارادہ کریں پس اُس سبب سے حرمت پائی جاوے گی اور مگر جانا چاہیئے کہ اکثر قسمیں سحر کی کہ ذکر ہیں۔ گوں امت محمد یہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام نے اصلاح کی ہی اور کفر اور شرک اُسکے کو دور کرکے استعمال کیا ہی پس اصلاح پہلی قسم کی دعوت علوی ہی کہ ملائکہ علویہ کو بسبب اُسکے تسخیر کرتے ہیں لیکن ساتھ استعانت اسماء عظام الٰہی کے اور قرآن کی آیتوں کے اور اصلاح قسم دوسری کی عزیمتیں اور دعوت سفلی ہی کہ نہیں بیچ سر کلات اور جنود کے تسخیر کرتے ہیں لیکن ساتھ استعانت اسماء الٰہی اور آیتوں کے بے شمار

کفار اور شرک یا تعظیم لغیر اللہ کے بلکہ ساتھ حکومت اور غلبہ کے اور اصلاح قسم تسخیری کی حاصل کرنا ربط کا ساتھ ارواح پاک صالحین اور اولیا کے ہے کہ اکثر اوقیہ طریقہ والے عمل میں لاتے ہیں اور بیچ حاجتوں اپنی اور دفع ضرر کے نفع پاتے ہیں اور بیچ طریق حاصل کرنے اس کے بھی طہارت اور تلاوت اور بھیجنا ثواب اور صدقہ کا واسطے ان ارواح کے منظور رکھتے ہیں اور اصلاح یا نچوں کی حقیقت ہمت ہے کہ اکابر مشائخ اور اولیا عظام سے واسطے حل مشکلات کے وقوع میں آئے اور تعلیق بھی متعلق ساتھ ایک کیفیت غلبی کے ہے کہ بسبب استغراق کے بیچ ملاحظہ کسی اسم کے اسماء الٰہی سے حاصل ہوئی ہے اور یہ موقوف اوپر کمال اپنی کی روح کے اور ترقی کرنے اس کے عالم سفلی سے طرف عالم علوی کے اور اصلاح قسم چھٹی کی تعلق اوغیرہ کرنا بیچ خواص آیتوں اور اسماء اور حرفوں اور عددوں اس کے اور ترکیب دینے بعضو بھی ساتھ بعضو بھی اور نقش کرنا وقتوں مبارکہ کا اور مختلف کاغذوں اور الواح مختلفۃ الخواص پر واسطے حاصل کرنے کسی مطلب نیک کے کرتے ہیں چنانچہ تعویذوں کی کتابوں اور خواص اسماء اور سور قرآن میں موجود اور شرط کے اور تسخیر کی کتابوں میں تفصیل وار بیان ہے اور بسبب تعجب اس علم کے بیچ خواص نوع سری اشیاؤں کے عنصریات سے اور خواص بروج اور درجوں اور شرف اور زوال کے بھی تعلق کرتے ہیں اور اسی کو اسرار کہا ملا دیتے ہیں۔

حاصل کلام وجہ تسمیہ سحر کی یہی ہے کہ کفر اور شرک تک پہونچاتا ہے اور اعتقاد تاثیر ستاروں اور ارواح مدبر یا ارواح خبیثہ شیاطین کا اسمیں ہوتا ہے اور موقوف اوپر التجا کرنے کے طرف غیر اللہ کے اور اسباب میں اس قسم سے مصروف ہونا اور خیال کرنا کہ عطا بعد قدرت مسبب کے سے غافل کرے ہوتا ہے جب وجہ تسمیہ کی بالکلیہ اس پر ہو جاوے تو بیچ کی ملاحل اور حرمت کی اوپر غرض تصویر کے چاہیئے ان خیرات میں دوان شر اگر تنگ ہے پس یہ بھی نیک ہے اور اگر بد ہے پس یہ بھی بد ہے اور سحر یہود کا اکثر اسمیں سے تعانت ساتھ ارواح شیاطین کے اور ذکر کرنے اسماء کے تھی یا پڑھنا منتروں کا کہ معانی اس کے جہل تھے اور صورتوں مزخرفہ و مرموزہ کے بنائی جاتی تھی اسی واسطے بیچ مقام عبرانی کے یاد فرمایا اور یہ لوگ فقط اسی کے اوپر کہ شیاطین نے بیچ عہد حضرت سلیمان کے اخذ کیا تھا اکتفا نہیں کرتے تھے بلکہ تلاش کرتے تھے اور ڈھونڈھتے تھے وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ یعنی اور اس سحر کو کہ نازل ہوا تھا اوپر دو فرشتوں کے بابل میں جنکے نام ہاروت اور ماروت اور یہی نام پہلا کر کا تھا کہ مذکور ہوا اور صریح کفر اور صریح شرک ہے اسواسطے کہ ارواح مدبرہ عالم کو برابر خدا کے جانتا ہے اور انکے واسطے وہ افعال کہ خاص اللہ تعالیٰ کیلیے ہیں جیسے کہ حمد و ثنا اور اعتقاد عموم علم اور قدرت اور غلبہ اور غلبت کا بجالانا ہے بخلاف تسخیر جن اور شیاطین کے پڑھنے منتروں مہملۃ المعانی کے کہ اسمیں احتمال تسخیر استمالی اور قہری کا بھی ہو سکتا ہے یعنی بزور اسکو سحر کر لیا اور معانی ان منتروں کے میں احتمال صحت کا اور فساد کا دونوں ہیں شرک صریح اور کفر ظاہر کا اس قسم میں حکم کرنا ثابت نہیں ہوتا ہے اور فرق بیچ سحر ہاروت اور ماروت اور بیچ سحر کلدائیں اور اہل بابل کے اسکے سیکھا تھا یہ تھا کہ ہاروت و ماروت کو یہ قدرت عطا ہوئی تھی کہ نفوس تاثیر انکی سے بغیر محنت اعمال شاقہ کے بیچ سحر کرنے ارواح کے اتصال ساتھ روح خبیث کے حاصل ہوتا تھا اور اثر اس اتصال کا بیچ جوہر روح طالب کے ثابت اور محکم ہو جاتا تھا اور کسی تدبیر سے وہ دور نہیں ہوتا تھا اور کلدائیں اور اہل بابل کے بیچ حاصل کرنے مناسبت اور اتصال کے ساتھ ارواح کے مشقتیں کھینچتے تھے اور ریاضتیں کرتے تھے اور خلوتیں اختیار کرتے تھے اور پھر بھی وہ بمقدار اور بسوخ میسر نہیں ہوتا تھا دلیل اس بات کی تاثیر قوی ہاروت اور ماروت کی یہ ہے کہ حاکم نے ساتھ سند صحیح کے اور بیہقی بیچ سنن اپنی کے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت لایا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ایک عورت دومۃ الجندل کے لوگوں میں سے بعد وفات آنحضرت صلعم کے آئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دوست رکھتی تھی اور کہتی تھی کہ مجکو آنحضرت سے کچھ ملاقات کرنا تھا افسوس کہ انہوں نے جلدت فرمائی جب میرے آئی اس سے پوچھا میں نے بابے حاجت اپنی اور سوال اپنا کہہ لیا اس نے کہا کہ میرا ایک شوہر تھا کہ میرے ساتھ بدسلوکی کرتا تھا اور ہرگز موافقت میری ساتھ اسکے نہوتی میں اس سبب سے بہت تنگدل اور پیچیدہ ہوتی تھی دفعۃً ایک بڑھیا عورت میرے گھر آئی اسے شکایت احسابات کی میں نے کی اس نے کہا اگر جو کچھ میں کہوں اس طرح کرے تو شوہر تیرا مانند غلام کے فرمانبردار تیرا ہو جائیگا کہا میں نے البتہ تیرا کہنا بجالاؤنگی جب بھیڑ لیٹ ہوئی وہ بڑھیا روبرو میرے آئی اور ساتھ اپنے دو کتے سیاہ لائی ایک کتے پر آپ سوار ہوئی اور دوسرے کتے پر مجکو سوار کیا اور چلے ہم ایک محلہ نگذر اکہ بابل کی زمین میں ہیچ نیچے کہ آجکل دو شخصو کو پاتا ویر کو اور مرنیچے کو کہ کے لٹکا رکھا ہے ان دونوں مردنے مجھسے پوچھا کہ کسواسطے آئی تو میں نے اس بڑھیا کے سکھلانے سے کہا کہ واسطے سیکھنے سحر کے آئی ہوں انہوں نے کہا کہ سحر فقط بسبب سیکھنے اسکے کافر ہوتا ہے اور اپنے گھر کو چلی جا میں نے کہا کہ میں ہرگز نہ جاؤنگی بغیر سیکھنے جادو کے وہ ہر چند مجکو منع کرتے تھے اور میں اصرار کرتی تھی جب بہت میں نے مبالغہ کیا مجھسے کہا کہ اس تنور کے پاس جا اور اسمیں پیشاب کر میں تنور کیطرف گئی لیکن اس تنور کے دیکھنے سے خوف مجھپر غالب ہوا اور مال میرے بدن سے اڑھے پھر گئی اور روبرو اسکے پہونچی ہوں اور کہا کہ میں پیشاب کر آئی انہوں نے کہا کیا دیکھا تو نے کہا میں نے کچھ نہیں پھر انہوں نے کہا تو جھوٹی ہے پیشاب تو نے نہیں کیا ہے اب بھی تیرے حق میں بہتر یہی ہے کہ اپنے گھر کو چلی جا اور کافر نہو تو میں نے کہا کہ میں ہرگز نہیں جاؤنگی انہوں نے کہا کہ جا اور تنور میں پیشاب کر پھر تنور کے پاس گئی پھر وہی حالت دہشت کی آئی یہانتک کہ تین بار اسیطرح ہوا جو بھی دفعہ جرأت کر کے اس تنور میں میں نے پیشاب کیا کیا دیکھتی ہوں کہ ایک سوار گھوڑے کا زرد پوش ہتیار بند سر سے پیر تک لوہے میں غرق میرے بدن سے نکلا اور آسمان کیطرف اڑکر چلا گیا اور میری آنکھ سے غائب ہوا انکے روبرو جاکر میں نے کیا سچ کہتی ہے یہ سوار زرد پوش ایمان تیرا تھا کہ تیرے اندر سے نکلکر چلا گیا اب جا کہ تجھپر ہرگز کامل نہ ہوگی میں نے اس بڑھیا سے کہ رفیق میری تھی کہا کہ میں جادو سے کوئی بات نہیں سیکھی اور نہ انہوں نے مجکو کچھ سکھلایا پس مطلب میرا حاصل نہوا اس بڑھیا نے کہا کہ تو نہیں جانتی ہے تعلیم ان کی اسی طرح ہوتی ہے اب جس چیز کو جس طرح کہ گئی دیسی ہی ہو جاویگی میں نے کہا کہ مجکو کس طرح یقین آوے اس بڑھیا نے کہا کہ ایک دانہ گیہوں کا لے اور زمین میں ڈالدے اور کہہ کہ زمین میں سے نکلکر سبز ہو جا جو دیسے کہنے سے سبز ہو گیا پھر کہا کہ خوشہ لے آخوشہ لے آیا پھر کہا کہ خشک ہو جا خشک ہو گیا پھر کہا میں نے کہ آٹا ہو گیا پھر کہا میں نے کہ روٹی پکی ہوئی بنجا روٹی پک کر تیار ہو گیا جب یہ حالت دیکھی جس چیز کو جو کچھ کہتی تھی ویسی ہی ہو جاتی آب میرے دل میں افسوس اور ندامت بہت اور چلے جانے ایمان اپنے کے آتی ہے اور قسم خدا کی کھاتی ہوں اے تمام مسلمانو

کی کہ ابتک مینے کسی کے حق میں بددعا نہیں کی اور نہ کروں گی اور صاف بغیر خدا کے سنکر آئی تھی کہ اُسنے کوئی تدبیر پوچھوں تاکہ ایمان میرا پھر آجاوے جبکہ اُنکو نہیں پایا مینے نہایت حیرت میں ہوں میں حضرت ام المومنین رضؓ نے فرمایا کہ اصحاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت موجود ہیں اُنکے پاس جاکر پوچھو وہ عورت سب اصحابوں کے پاس گئی اور حال اپنا بیان کیا کسی نے صحابہ سے جرأت نہ کی کہ واسطے آجانے ایمان اُسکے کوئی تدبیر بتلاوے مگر ابن عباس رضؓ نے اور بعضے اور صحابہ نے کہا کہ اگر ما اور باپ تیرے دونوں زندہ ہوں یا ایک اُن میں سے زندہ ہو تجکو کفایت ہے خدمت اُنکی بجالانا کہ ایمان تیرا لوٹ تیرے پھر آجاویگا اور ابن المنذر نے اوزاعی سے روایت کی ہے کہ وہ ہارون بن ہبار سے نقل لایا ہے کہ میں ایک دن عبدالملک بن مروان کے پاس کہ بادشاہ وقت کا تھا ملاقات کے واسطے گیا دیکھا میں نے کہ ایک شخص بیٹھا ہوا ہے کہ واسطے اُسکے سنڈوال کہی ہے اور بحکیہ کہا ہوا ہے دربار کے آدمیوں سے پوچھا مینے کہ یہ کون ہے کہ برابر بادشاہ کے مسند پر بیٹھا ہے کہا انہوں نے کہ مرد کی اُس شخص کی اس سبب سے ہے کہ ماروت اور ہاروت کو دیکھ آیا ہے کہا مینے یہی شخص اُنہوں نے کہا ہاں آگے گیا میں اور سلام کیا اور کہا مینے کہ میرے سامنے بھی قصہ ملاقات ہاروت اور ماروت کا بیان کرو بموجب اس کہنے کے اسنے اُسکی انہوں نے ساری ہوئے اور کہا کہ قصہ میرا یہ ہے کہ میں نوجوان تھا اور باپ میرا چمڑیوں میں مجکو چھوڑ کر مرگیا تھا اور وہ تمام مال میری والدہ کے ہاتھ میں تھا اور لالچ میری مجکو بہت تھا جو کچھ اس سے مانگتا دیدیتی اور بے روک جایجا صرف کرتا اور مایہ میری ہرگز مجھسے نہ پوچھتی کہ تو اس مال کو کیا کرتا ہے بہت مدت بہت گذری اور جوان ہوا میرے دل میں آیا کہ اپنی ماں سے پوچھوں میں کہ اسقدر مال میرے باپ کو کہاں سے ملا تھا جب اپنی ماں سے دریافت کیا مینے اُسنے کہا کہ اے بیٹے مجکو اس پوچھنے سے کیا مطلب ہے کہا اور عیش کرا و جسقدر اسراف چاہے تو کرا و عالل اس مال کا مت پوچھ کہ بھی اچھی بات ہے میں نے بسبب سننے اس کلام کے بہت مبالغہ کیا والدہ میری گھر کے اندر لیگئی کہ ڈیرا لوہے اُس جگہ تھے اور کہا کہ یہ سب ملک تیری ہے کئی پشت تیری کو کفایت ہے تجکو کیا ہوا ہے کہ جسب مال کی تو دریافت کرے مینے کہا کہ مجکو ضرور بالضرور نشان دینا چاہیئے کہ اسقدر مال کثیر کس چیز سے جمع ہو سکتا ہے اُسنے کہا کہ باپ تیرا ساحر تھا اور یہ تمام مال سحر اپنے سے جمع کیا تھا جب یہ بات سنی مینے اپنے دل میں فکر کیا کمال موروثی پر کفایت کرنی بے ہمت لوگوں کا کام ہے مجکو چاہیئے کہ میں بھی سحر سیکھوں اور جیسا کہ باپ میرے نے اتنا مال کثیر جمع کیا تھا میں بھی ساتھ زور بازو اور اپنے مرضی اپنی کے جمع کروں اپنی والدہ سے مینے دریافت کیا کہ کوئی شخص خاص یاروں اور رفیقوں سحر باپکے سے اس ملک میں باقی رہا ہے کہ میرے باپکے عہیدوں سے واقف ہو اور جو اعمال کہ میرے باپکے پاس تھے اُسکو بھی معلوم ہوں کہاں ہاں فلانا شخص فلانے قصبہ میں رہتا ہے مینے سامان سفر کا درست کیا اور اُس شخص کے پاس پہونچا اور نہایت ادب سے سلام کیا اور آگے اُسکے بیٹھا اُسنے مجکو نہ پہچانا اور پوچھا کہ کون ہے تو اور کہاں سے آیا تو کہا مینے فلانے شخص کا بیٹا ہوں کہ دوست تمہارا تھا جسنام میرے باپ کا سنا مجکو گلے لگایا اور بہت شفقت کی اور مرحبا کہا بعد اسکے پوچھا کہ کیا حاجت تجکو ہے اور کس مطلب کے واسطے آیا ہے تو باپ تیرا اتنا مال چھوڑ گیا ہے کہ کئی پشت تک تجکو کافی ہے اور کسی کا محتاج نہ ہوگا مینے کہا کہ واسطے اعتیلج مال کے نہیں آیا ہوں اُسنے کہا لے لڑکے ہرگز یہ خیال مت کر کہ اُس میں کچھ فلاح نہیں مینے کہا کہ میں تمہارا بھیجا نہیں چھوڑنے کا جب تک کہ مجکو مانند باپ تیرے کے جادو گر کامل نہ بنا دو وہ ہرچند نصیحت کرتا تھا میں باز نہیں آتا تھا جار ہو کر کہا کہ پھر ہرگز کہ فلانا دن اور فلانی ساعت آجاوے جسمیں دن اور وہ ساعت آئی میں تیار ہو گیا اور لیکا وعدہ کا اس سے چاہا وہ مجکو تعلیم نہ بتاتا تھا اور منع کرتا تھا اور میں اُسکا بھیجا چھوڑتا تھا یہانتک کہ لاچار ہو کر کہا کہ آتجکو ایک جگہ بھیجا ہوں لیکن خبردار آنجگہ جدا کا نام نہ لیجیو مجکو ہمراہ لیکر ایک نقطے کے اندر کہ زمین کے نیچے تھا لیگیا مینے اپنے خیال میں شمار کیا کہ میں سوا اور کتنے نیچے طے کئے اور ہر گز روشنی آفتاب کی اُس جگہ کو نہ تھی جب نیچے آن زمین کے پہونچے ہم دیکھا ہمنے کہ ہاروت اور ماروت لوہے کی زنجیروں میں بندھے ہوئے ہیں اور آنکھیں اُن کی مانند بڑی بڑی ڈالو کی اور پیر اُنکے بڑے بڑے چوڑے اور لمبے جو وقت اُنکی ہولناک صورتوں پر نظر میری پڑی بے اختیار میری زبان سے نکلا لا الٰہ الا اللہ مجھ سنسے اس کلمے کے پروں اپنے کو ہلانے لگے اور ڈھرے مارنے شروع کئے یہانتک کہ بعد ایک ساعت کے خاموش ہو گئے مینے امتحان کیا واسطے دوسری مرتبہ کہا لا الٰہ الا اللہ پھر اُن کی یہی حالت ہوئی تیسری دفعہ پھر کہا یہی حالت ہو کر خاموش آئی بعد اُسکے خاموش ہو کر کھڑا رہا میں طرف میری اُنہوں نے دیکھا اور کہا تو جنس آدمی سے ہے کہا مینے ہاں مینے اُن سے پوچھا کہ تمہارا کیا حال ہے اُنہوں نے کہا جسوقت کہ ہم عرش کے نیچے سے آئے ہیں اور اس عذاب میں گرفتار ہوئے ہیں کبھی اس کلمہ کو جسنے تیری زبان سے سنا کہ جسنے تیری زبان سے یکدم سنا مقام صلی اپنا ہمکو یاد آیا اور بے اختیار آہ نالہ بہنے کیا اب کہہ کہ کونسی امت میں سے ہے تو مینے کہا کہ امت محمد رسول اللہ صلعم کی سے اُنہوں نے کہا آیا محمد مبعوث ہو چکے کہا مینے ہاں مبعوث بھی ہو گئے اور وفات بھی پائی اُنہوں نے کہا اب مپ اُس کی امت اُس کی ہیں یا گروہ گروہ ہیں کہا مینے نہایت ایک شخص کی ہیں کہ اُمت یا خوش ہو چکے پھر پوچھا کہ آپس میں نفاق رکھتے ہیں یا اتفاق کہا مینے دونوں آپس میں نفاق رکھتے ہیں یا سب سے خوش ہو گئے پھر پوچھا کہ عمارات اور مکانات بحیثیت طبریہ تک بنگئے ہیں یا نہیں کہا مینے اب تک آبادی وہانتک نہیں ہوئی اسباب سے بھی ناخوش ہے اور سکوت کیا کہا میں نے کہ بسبب نفاق امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اور تابع ہونے ایک شخص کے واسطے ملول اور ناخوش ہو چکے تم کہا اُنہوں نے اصل اسکی یہ ہے کہ ہم قرب قیامت سے خوش ہوتے ہیں اسواسطے کہ عذاب ہمارا دنیا کی مدت تک ہے بعد قیامت ہو جائیگے عذاب موقوف ہو جاویگا اور جب تک امت محمد تابع ایک شخص کے ہے قیامت دُور ہے اور جب گروہ گروہ ہو جاویگی قیامت نزدیک ہو جاویگی اور ایسے ہی نفاق فی الامت کا بھی دلیل قرب قیامت کی ہے اور یہ بحیثیت آبادی کا بحیثیت طبریہ تک بھی علامت قرب قیامت کی ہے مینے کہا کہ مجکو کچھ وصیت کرو کہا اُنہوں نے کہ اگر تجسے ہو سکے تو امت سوکہ کا مرتکب نہ ہو میں نہ ہو یہ شخص جلالا اور اُنسے سحر نہ سیکھا اور **قصہ ہاروت اور ماروت** کا موافق اُسکے کہ ابن جریر اور ابن ابی حاتم اور حکم اور افسر نے حضرت ابن عباسؓ اور حضرت امیر المومنین مرتضٰی علی کرم اللہ وجہہ اور عبداللہ بن عمرؓ اور مجاہدؒ اور غیر اُنکے سے نقل کیا ہے کہ جب زمانہ حضرت ادریس کے بُرے اعمال بنو قابیل کے سامان کے پڑھنے لگے اور سماج کے درشتوں میں قبیل قال اباسات کی بہت ہوئی اور درشتوں

بیچ حق بنی آدم کے تحقیر اور اہانت اور لعن طعن شروع کیا حق تعالیٰ نے خطاب بیجا کہ بنی آدم میں شہوت اور غصہ رکھدیا ہے اس واسطے گناہ اُن سے ہوتے ہیں اگر تجھکو بھی زمین میں اُتارا اور شہوت اور غصہ تمہارے اندر نہ کرتے تم سے بھی گناہ ہونے لگیں فرشتوں نے کہا کہ اے پروردگار ہمارے ہم پر گناہ کے پاس نہ پھٹکے اگرچہ شہوت اور غضب ہمارے اندر کیا چاہو سے حق تعالیٰ نے فرمایا کہ تم سب اپنے درمیان میں سے دو شخصوں کو چن کر اور پسند کر کے اختیار کر لو تا کہ تم کو تحقیق کام کی معلوم کرا دوں اُنہوں نے ہاروت و ماروت کو کہ کمال عبادت اور صلاحیت میں فرشتوں کے درمیان میں ممتاز تھے منتخب کیا حق تعالیٰ نے اُنکے اندر ترکیب شہوت و غصہ کی دیکر فرمایا کہ زمین پر جاؤ اور درمیان آدمیوں کے حکومت کرو اور حق الامر اُنکو کہدیا اور شرک اور قتل اور زنا اور شراب پینے سے منع فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ تمام دن دنیا میں ہو اور قضا کے کام میں مصروف ہو اور جب شام ہو اس اسم اعظم کو پڑھ کر آسمان کے اوپر چلے آؤ پھر وقت فجر کے نیچے اترو ایک مہینے تک اسطرح آمد و رفت کرتے تھے اور زمین میں اُن کی خوب شہرت ہوئی کہ دو شخص بہت صالح بیچ فلانی جگہ کے ہیں اور معاملہ میں سچا انصاف کرتے ہیں اور فیصلہ مقدمات کا بے روا اور ریا کے کرتے ہیں ناگاہ ایک عورت زہرہ نام کہ تمام عورتوں اُس زمانہ کی سے حسن اور جمال میں ممتاز تھی اور بیچ روایت حضرت امیر المؤمنین کے ایسا آیا ہے کہ اہل فارس سے تھی اور لقب مشہور اُسکا اُس ملک میں بیدخت تھا اور بیچ لباس نفیس اور پوشاک مکلف کے اپنے شوہر کی فریادی آئے روبرو آئی۔ کہتے ہیں کہ اصل میں اُسکو شوق اسم اعظم سیکھنے کا دامنگیر ہوا تھا لیکن جبکہ قدیم سے نوگر بدکاری کی تھی اسی طریق کو وسیلہ حاصل کرنے اس مطلب کا بنایا بہرحال یہ دونوں فرشتے مجبوب دیکھنے اُسکے کے فریفتہ حسن اور جمال اُسکے کے ہوئے اور اُسکے خواہش فعل بد کی کی اُس نے کہا کہ تمہارا دین اور میرا دین باوجود اختلاف دین کے یہ معاملہ نہیں ہو سکتا ہے اور بھی شوہر میرا آدمی نہایت غیرت والا ہے اگر اُسکو معلوم ہو جاوے گا کہ میں تمہارے ساتھ نشست و برخاست کرتی ہوں مجکو مار ڈالیگا اول سیر ہو کہ بت کو سجدہ کرو اور بعد اُسکے سیر شوہر کو قتل کرو اور بعد اُسکے تمہارے ساتھ مصحبت ہونگی اُنہوں نے کہا کہ معاذ اللہ شرک اور قتل نفس کا ناحق نہایت نامرغوب ہم یہ بات ہرگز نہ کرینگے وہ عورت چلی گئی لیکن اُنکے دل میں قلق اور اضطراب محبت اُسکی نے بہت غلبہ کیا دو تین دن اُس عورت کے پاس پیغام بھیجا کہ ہم تیرے گھر مہمان ہونگے اُسنے کہا کہ سوا اور آنکھو نہ مکان خوب تیار کیا اور اپنے تئیں بہت آراستہ بنایا اور موافق عادت اپنی کے شیشے شراب کے بھی حاضر کئے جب وہ اُس مکان میں پہونچے کہا کہ اب مینے تمکو چار چیز کا اختیار دیا کہ ایک کو ان میں سے کر لو بات کو سمجھ کر و یا تم اعظم مجکو سکھلاؤ یا ایک پیالہ شراب کا پی لو آپس میں ان دو نوں نے مشورہ کیا کہ شرک اور قتل نفس کا دونوں گناہ سخت ہیں اور اسم اعظم بھید الٰہی ہے کسی سے کہنا چاہیئے اور شراب پینی گناہ سہل ہے اسی کو اختیار کرنا چاہیئے بجز اسکے کہ شراب پی مست بیعقل ہو گئے اور اس عورت کے حکم سے بُت اُسکے کو بھی سجدہ کیا اور شوہر اُسکے کو بھی مارا اور اسم اعظم بھی اُس عورت کو سکھلا دیا اور بعضی روایتوں میں ایسا آیا ہے کہ وہ عورت بسبب پیٹ بھرنے اسم اعظم کے آسمان کے اُوپر گئی حق تعالیٰ نے رفع اُس کی کو ساتھ روح ستارہ زہرہ کے متصل کیا اور ساتھ صورت زہرہ کے مسخ ہو گئی اور دونو فرشتے اُسکے ساتھ نجاسکے اور اسم اعظم اُن کی یاد سے نکل گیا جب شراب کی مستی سے ہوش میں آئے افسوس اور ندامت طرفین کی اور حق تعالیٰ نے آسمان کے فرشتو نکو اُنکے حال سے مطلع کیا اور فرمایا کہ یہ دونوں فرشتے باوجود یکہ تجلیات میری سے غائب نہیں اور کمال حضور میرا اُنکو نصیب تھا شہوت کے غلبہ سے اس گناہ میں گرفتار ہوئے آدم کہ ان کو حضور میرا میسر نہیں اور شہوت کا اُنمیں غلبہ میں غیبت سے اگر اُن سے صدور گناہوں کا ہو جاوے کیا تعجب ہے تمام فرشتوں نے اقرار اپنی خطا کا کیا اور بعد اُسکے زمین کے رہنے والونکے واسطے ساتھ استغفار کے مشغول ہوئے چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے وَ للملٰئکۃ یسبحون بحمد ربھم ویستغفرون لمن فی الارض یعنی اور فرشتے پاکی بولتے ہیں اس حال میں کہ حمد کرتے ہیں رب اپنے کی اور بخشش چاہتے ہیں اُن لوگونکی جو زمین پر رہتے ہیں حاصل یہ ہے وہ دونوں فرشتے حالت اپنی دیگر گوں دیکھکر مضطرب ہوئی اور روبرو حضرت ادریس علی نبینا وعلیہ السلام کے آئے اور حال اپنا بیان کیا اور شفاعت اپنے حق میں چاہی حضرت ادریس نے وعدہ فرمایا کہ تو قف کرو تا کہ دن جمعہ کے واسطے تمہارے جناب الٰہی میں عرض کروں گا جب دن جمعہ کا گذر گیا فرمایا کہ اس جمعہ میں تمہارے واسطے میری عرض قبول نہیں ہوئی دوسرے جمعہ تک انتظار کرو جب دوسرا جمعہ آیا حضرت ادریس نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے تمکو اختیار دیا ہے اگر چاہو تم عذاب دنیا کا اپنے واسطے قبول کرو اور اگر چاہو عذاب آخرت کے منتظر رہو دنیا میں کچھ موافذہ نہ ہوگا اُس میں مشورہ کیا کہ عذاب دنیا کا فانی ہے اور عذاب آخرت کا باقی فانی کو اختیار کرنا چاہیئے کہ تمام ہو جانے والا ہے عذاب دنیا کا اُنہوں نے اختیار کیا حق تعالیٰ نے فرشتونکو حکم فرمایا کہ اُنکے سر کے بال اور بدن کے لوہے کی زنجیروں میں سر سے پیروں تک باندھیں اور اُنکو اُٹھا کر بے مہر بیچ کوہ کے میں کہ آگ تیز اُسمیں بھڑک رہی ہے لٹکا دیں اور ایک ایک فرشتہ نوبت بنوبت آتشیں کوڑے اُنکے لگاوے جب تک کہ دنیا باقی رہے کہتے ہیں جو فرشتہ کہ کوڑے مارنے سے فارغ ہوا دوسری دفعہ نوبت اُسی کی نہیں پہونچتی ہے فرشتہ دوسرا آتا ہے اور اس کام میں مشغول ہوتا ہے اور اُنکے اوپر پیاس اسقدر مسلط کر دی ہے کہ زمانہ میں اُنکی بسبب کمال تشنگی کے منہ سے باہر نکل پڑی ہیں اور بقدر ایک بالشت کے اُنکے منہ سے پانی سرد اور خوب مثل برف کے بہتا ہے اور پھر گرم ہو نہ اُنکا اُس تک نہیں پہونچتا ہے والعیاذ باللہ من غضب اللہ اور بیضہ بیچ تفاسیر محدثین اور سنن بیہقی و مسند امام احمد اور اور کتابوں حدیث کی بسلسلہ رواتیوں متعددہ اور طرق مختلفہ کے کہ بعضے اُن میں سے صحیح ہیں مروی اور ثابت ہے لیکن مفسرین بتکلیف مثل علم رازی اور قاضی بیضاوی کے انکار اس قصہ کا کیا ہے اور کہا ہے کہ بیچ نظم قرآن کے کوئی ایسی شے نہیں کہ اس قصہ کی طرف اُس میں اشارہ نکلتا ہو تیسرے ان کتابونکی جسقدر مخالف اصول عقائد اور قواعد دین کے ہوں معتبر نہ کہنی چاہئیں اور اس قصہ میں کئی وجہ سے مخالفت اصول اور قواعد دین کی لازم آتی ہے اول یہ کہ فرشتے بالاجماع معصوم ہیں صدور گناہ کا اُن سے منافی اور مخالف عصمت ہے دوسرے یہ کہ ان دونوں فرشتونکو باوجود اگر فتار ہونیکے اس عذاب سخت میں فرصت کہاں کہ تعلیم سحر کی کریں اور آدمیونکو اُن سے کیونکر اختلاط میسر ہوتا کہ سلسلہ تعلیم اور تعلم کا درست ہو تیسرے یہ کہ عورت ہر کار کو باوجود اس خباثت کے سطح فلک کے زور سے آسمان کے اوپر چڑھ جاوے اسماء الٰہی کی دعوت کو بہت شیطان کار ہیں عمدًا انکا تلفوظی اور جہارت ہے جو تلفے مسخ اور

تبدیل صورت کی قسم عقوبت کی سے ہے اور عقوبت کے واسطے لازم ہے کہ تحقیر و اہانت اُس میں پائی جاوے اور جو وقت اُس عورت بدکار کو ستارہ روشن اور چمکنے والا بنا دیا اور آسمان کے اوپر اُسکو جگہ دی گئی اور اُسکے ہمیشہ زمین والوں پر پہونچتے ہیں موجب کمال تعظیم اُسکی کا ہوا کہ صورت انسانی میں اسقدر عظمت ہرگز متصور نہیں ہو سکتی ہے پھر کیوں یہ کہ زہرہ ستارہ مشہور ہے سبعہ سیارہ سے کہ حضرت آدم کی پیدائش سے پہلے پیدا ہوا تھا اور ذوایت اس قصہ کی سے لازم آتا ہے کہ یہ ستارہ بعد واقع ہونے اس واقعہ کے موجود ہوا ہو حالانکہ یہ اس قصہ میں فرشتوں کی زبان سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے جناب الٰہی میں عرض کی کہ ہم باوجود ترکیب شہوت اور غضب کے بھی نافرمانی نہ کرینگے حال آنکہ حق تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ اگر تمہارے اندر مانند آدمیوں کے شہوت اور غضب کو مرکب کریں تم بھی گناہ میں مبتلا ہوگے پس جو وقت فرشتوں نے بعد ارشاد حق تعالیٰ کے یہ عرض کی صریح تکذیب اور تبہیل جناب الٰہی کی لازم آئی اور یہ فعل شنیع منافی ایمان کے ہے جو چہ جائے فرشتے ہونے کے تس سبب ہیچ مانند کرنے ان دونوں فرشتوں کے وہ تھا کہ علم سحر کا بھی علوم الٰہیہ سے ہے بقا اور موجود رہنا اُس علم کا بیچ نوع انسان کے منظور نظر خداوندی کے تھا اور شان انبیاء علیہم السلام کی نہیں کہ اس قسم کے علوم ضرر دینے والے کہ بسبب اُن علوم کے منعقد تاثیرات مخلوقات کا اور غفلت تاثیر خالق کی سے دلوں میں جگہ پکڑے تبلیغ کریں جیسے کہ علوم فلسفیہ مثل یا ضیات اور طبعیات کے کہ ضرر انکا نفع اُنکے سے زیادہ ہے بھی انبیاء بیان نہیں کرتے ہیں اور اُس سے دیدہ و دانستہ سکوت فرماتے ہیں اوسکے کہ حقیقت نبوت کی دعوت خلق کی طرف حق کے ہے اور عقول اور اذہان اُنکے طرف ملاء اعلیٰ کے متوجہ کرنا اور یہ علوم اس غرض کیواسطے مخل ہوتے ہیں ایسی ضرور ہوا کہ دو فرشتوں کو واسطے تعلیم اس قسم کے علوم کے نازل فرمایا اور بیچ تعلیم سحر کے کچھ قباحت نہیں اسواسطے کہ انجام کار سحر کا یہ ہے کہ کفر ہو اور جو چیز کہ اُسکے کرنے سے کفر ہو جاوے اُس کی تعلیم کا بھی اندیشہ نہیں مثلاً اگر کوئی شخص کہے کہ اگر فلانے ستارہ کی پرستش کرے تو ایسا اثر ہوگا اور اگر فلانے شیطان کی عبادت کرے تو یہ مطلب حاصل ہوگا اور دوسرا اس کلام کو منکر معتقد نا چیز اس ستارہ کا یا مشغول ساتھ عبادت اُس شیطان کے ہوا کفر اس عبادت اور اعتقاد میں ہے اور ان باتوں کے ذکر کرنے سے کچھ کفر نہیں آتا ہے اور فقط علم سحر میں بغیر یکہ عمل اُسکے ساتھ نہ کرے فائدے بہت ہیں جیسے کہ امتیاز دمیان معجزوں نبیوں اور کرامات اولیا اور درمیان سحر جادوگروں اور ظلم اور نیرنجات اور شعبدہ کے ساتھ اسی علم کے حاصل ہوتا ہے اور جو آدمی کہ اس علم سے بے خبر ہیں ان چیزوں میں فرق نہیں کرتے ہیں بلکہ ساحروں اور شعبدہ بازوں کو مانند انبیا اور اولیا کے جانتے ہیں اور بعضے اعمال سحر کے واسطے ہلاک کرنے خدا کے دشمنوں اور الفت دوستوں اور دفع کرنے غیر ظالم کے شرعاً مستحسن ہو جاتے ہیں اور یہ بھی ہے کہ جو شخص سحر کے فوائد کو جانکر باستہال اُس کے سے بیچ محل پسندیدہ کے احتراز کرے سخن ثواب بڑے کا ہوگا باوجود قدرت گناہ کے گناہ سے باز رہے اور بھی اسوقت میں شہر بابل میں آدمیوں کو شوق اس علم کا بہت تھا اور عجیب اور غریب چیزیں سحر سے نکالی تھیں اور بسبب اس علم کے خود بینی اور غرور و تکاسر سے بڑھ گیا تھا اور اس طرف سے بالکل غافل ہوئے حکمت الٰہی مقتضی اسکی ہوئی کہ اسوقت میں عجیب دقائق اس علم کے اُنکے اوپر بسبب دو فرشتوں کے معلوم کروادے تا کہ جان لیویں کہ علم الٰہی سے کسی وقت استغنا اور بے پروائی نہیں ہو سکتی ہے اور ادراک کرنے کمال ہر فن کے سے بغیر مدد غیبی کے مجد بشری حاصل ہے مطلب یہ ہے کہ التفات طرف جناب باری کے اگرچہ اپنی پر دہیں ہو انکو میسر ہوا اور دلیل اوپر اس بات کے کہ سبب نازل کرنے ان دو فرشتوں کا یہی تھا کہ مذکور ہوا یہ ہے کہ بیچ لفظ قرآن کے وما انزل علی الملکین واقع ہوا ہے دلیل صریح اوپر نازل کرنے اس علم کے جناب الٰہی کی طرف سے ہے اور حق حال فرشتوں کے سے کہ قرآن میں مذکور ہے کہ وما یعلمان من احد حتی یقولا انما نحن فتنۃ فلا تکفر بھی سبب معلوم ہوتا ہے اسواسطے کہ یہ نصیحت اور وعظ و دلالت کرتی ہے اور اس بات کے کہ یہ دونوں فرشتے خود بخود تعلیم علم کی نہیں کرتے تھے اور بھی دلالت کرتی ہے اسپر کہ انکو منظور محض تعلیم نہیں تھی بلکہ تعلیم اور منع کرنا عمل سے بھی غرض اسی قسم کی باتیں اس قصہ کے انکار کرنیوالوں کی ہیں لیکن اگر دیوبند کو کہ اُسکے اندر وارد ہوئی ہیں تتبع کیا جاوے یقیناً معلوم ہوتا ہے کہ اس قصہ کی بھی اصل ہے اسواسطے کہ اس حال کے بیان میں بہت اخبار اور آثار مرفوع اور موقوف اسقدر آئے ہیں کہ قدر مشترک اُن سب کا ثابت ہوتا ہے کو پہونچا گو خصوصیات واقعہ کے اندر اختلاف ہو اور انکا کرنا قدر متواتر کا خوب نہیں اور اگرچہ آحاد طرق اس قصہ کی اکثر غیر معتبر اور واہی ہیں لیکن توہ ضعفا اور واہیات کا بھی موجب جمع صدق کا ہو جاتا ہے آخر وہ کہ وجہ مخالفت اس قصہ کی ساتھ قواعد دین کے ذکر کی ہیں باعتبار ظاہر کے مسلم ہیں لیکن جب خواہ تعمق کیا جاوے بوجوم کرنا اُن مخالفات کا طرف قواعد مقررہ کے ممکن ہو جس وقت صحت اس قصہ کی روایات کثیرہ سے ثابت ہو پس اُن مخالفات کی توجیہ کرنی چاہیئے اور انکار اُن روایتوں کا مناسب نہیں والا تکذیب قصہ حضرت یوسف اور حضرت داؤد علیہما السلام کی اور سوا اُنکے اور بھی بلا دلیل آویگی اور توجیہ اسطرح کر سکتے ہیں کہ عصمت فرشتوں کی گناہوں سے جب تک ہے کہ اپنی حالت پر ہیں یعنی فرشتوں کی خصلت پر اور جبکہ شہوت اور غضب کے اندر پیدا کیا بالکل فرشتہ نہ رہے پس کمال عصمت کا بھی اس صورت میں لازم نہ ہوگا جیسے کہ نفوس انبیاء اور اولیا کے کہ باوجود بشر ہیکے معصوم اور پاک ہو جاتے ہیں بسبب اصلاح شہوت اور غضب کے اظہر ہے کہ جب سوئر بدلجانے اژدہے کا بدلنا کیا بعید ہے اور بھی کہہ سکتے ہیں کہ تعلیم سحر کی عذاب کی گرفتاری کی حالت میں اگر قیاس جملہ انسانی کی طرف کریں بہت بعید معلوم ہوتی ہے لیکن کلام بیچ فرشتوں کے ہے کہ ذرا فی حوصلہ اُنکے کی معلوم ہو جاتی ہے کہ باوجود مبتلا ہونے کے بیچ عذاب دنیا کے قوی ملکیہ و نطقیہ اُنکے برقرار ہیں اور بار ہا تجربہ میں آیا ہے کہ حکیم ملکہ کسی علم کا ہوتا ہے باوجود گرفتار ہونے بلا کے طرح طرح کی بیماریوں اور دردوں کے اُس علم کی تعلیم کر سکتا ہے اور بسبب مزاولت اور ممارست کے تبلا اُس علم کا اوپر اُسکے نہایت سبک اور آسان ہوتا ہے ادنیٰ التفات سے وہ کام کرتا ہے کہ وہ سبوزنگو کمال غور اور تامل سے بھی میسر نہ ہوسکے اور ان دونوں فرشتوں کو علم سحر کے تبلانے میں اسی قسم کا ملکہ ہو خصوصاً جو وقت مسلم کہیں اس بات کو کہ اُترا آنکا زمین میں واسطے اسی تعلیم کے ہر پس عیب کی طرف سے بھی مرزا انکو اس امر میں پہونچتی ہے اور مقابلہ عذاب کے اس بات سے مانع نہیں ہوتے اور ملنا جلنا آدمیوں کا اُن دونوں فرشتوں کے ساتھ مانتے ہیں کہ اس زمانہ میں ہوتا ہے

جائز ہے کہ شیاطین اور جنوں کے واسطے سے افادہ اور استفادہ ہوئی چنانچہ قتادہ سے مروی ہے کہ ہر سال ایک شخص شیطانوں میں سے اُسکے پاس جاتا ہے اور سحر نازہ سیکھ آتا ہے اور مرد اُس کے اندر پھیلا دیتا ہے اور پہلے زمانہ میں کہ ابتدا کا زمانہ تعلیم اور تعلم کا تھا آدمی بھی اُنسے ملاقات کرتے تھے اور سحر سیکھتے تھے اور اُسکو مردوں کر کے کہہ چھوڑتے تھے اور بھی کہہ سکتے ہیں کہ ہر چند وہ عورت بدکار تھی لیکن جب شوق سیکھنے اِسم اعظم کا اُسکو ہوا اور اپنے ساتھ ہم صحبت کرنیکی اُسی کو شرط اُن دو فرشتوں سے ٹھہرا یا پس اس کام میں وہ وجہ حسن اور قبح کی مل گئیں جس باعتبار ذات کے اور قبح باعتبار صورت عمل کے جیسا کہ کوئی پیاسا کہ سبب تشنگی کے ہلاک ہوتا ہے غصب کے پانی سے کوئی شخص پیاس اُسکی بجھا دے یا بھوکے مضطر کو کھانا حرام کھلا دے ناچار منع خصوصت اصلی سے قائم مقام مخبارات صورت عمل کے ہوا لیکن حسن نیت کے سبب سے ساتھ ستارہ روشن کے متصل ہوئے اور سر اُسکا یہ ہے کہ اُس عورت نے حسن جمال اپنے کو وسیلہ حاصل کرنے قرب الٰہی کا کیا تھا لیکن بے جا اور بے محل تھا پس اُسکو حسن جمال دائمی اس طرح عنایت ہوا کہ ساتھ روح زہرہ کے اور روح اُسکی کو متصل کیا اور ساتھ جرم نورانی کے تعلق اُسکو بخشا اور بیچ چڑھ جانے ارواح آدمیوں کے اوپر آسمان کے کچھ تعجب نہیں جو موتی صالحین ہوتی ہیں اُن کی روحیں خصوصاً شہیدوں کی سات آسمان تک چڑھتی ہیں اور یہ بات مسلم ہے اور ہر چند کہ صورت کو کب کی اور مخلوقات کی نسبت سے شرافت اور عظمت کہتی ہے لیکن بہ نسبت صورت انسانی کے حقیر اور ذلیل ہے پس کسی کی نسبت سے عظمت اور کسی کی نسبت سے حقارت پائی گئی اور فرشتوں کے کلام میں بیان کرنا عزم اپنے کا اور بطلاعت اور فرمانبرداری کے ہے یعنی ہم ہر کیف تیری اطاعت کریں گے نہ تکذیب اور تعجیل جناب باری کی پس معنی کلام انکی کے یہ ہیں کہ ہم اپنی طرف سے یہ ارادہ محکم رکھتے ہیں گو واقع میں خلاف اسکا ہو جاوے اور ظاہر فرشتوں نے کلام آہی سے ایسا سمجھا ہو کہ شہوت اور غضب جنس مخلوق میں کبھی جاوے صدور عصیان کا اُسکو لازم ہے گو اپنے اختیار سے نہ ہو اور اپنی طرف سے اُنہوں نے عرض کی کہ ہم سے ساتھ اختیار اپنے کے صدور گناہ کا نہ ہوگا پس دونوں کلاموں سے رسولوں میں تناقض نہ ہوا نا کہ تکذیب اور تعجیل لازم آتی اور منع کرنا اُس عورت کا ساتھ صورت زہرہ کے معنی اُسکے یہ ہیں کہ منع اُسکی کو ساتھ روح زہرہ کے متصل کیا نہ یہ کہ پہلے سے ستارہ موجود نہ تھا پس مخالفت واقع کی لازم نہ آئی اور زہر ابن بکار اور ابن مردویہ و دیلمی نے حضرت امیر المومنین مرتضی علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی ہے کہ میں نے آنحضرتؐ سے پوچھا کہ صورتیں منع کی ہوئیں کتنی صورتیں ہیں فرمایا تیرہ قسم ہیں یعنی ہاتھی اور خرس یعنی ریچھ اور خوک یعنی سور اور بوزنہ یعنی بندر اور مار ماہی اور سوسمار یعنی گوہ اور وطواط یعنی چمگادڑ اور وعموص یعنی چھوٹا سا جانور کہ دریاؤں میں ہوتا ہے اور عرف ہندوستان میں اُسکو جلاہہ کہتے ہیں اور عنکبوت اور خرگوش اور زہرہ کہا میں نے یا رسول اللہ سبب منع اُنکے کا کیا تھا فرمایا کہ فیل ایک مرد تھا سرکش اور دو تمند کہ عادت تھا طلب دیر چہ بادی کی اُس میں تھی اور کسی بے ادبی کو نہ چھوڑتا تھا کہ ساتھ اُسکے یہ حرکت نکرتا اور خرس ایک مرد تھا مخنث کہ اپنے تئیں مانند عورتوں کے آراستہ کیا کرتا تھا اور مرد کو اپنے اوپر چڑھاتا تھا اور گرگ خوکوں کا ایک جماعت نصاریٰ سے تھی کہ نعمت نزول مائدہ کی نہ شکری کی تھی اور گروہ بندروں کا قوم یہود تھا کہ ہفتہ کے دن شکار مچھلیوں کا کرتے اور ماہی ایک آدمی دیوث تھا کہ درمیان عورت اپنی کے اور مرد کے گنجائش نہ کرتا اور سوسمار ایک بہتان تھا جنگل نشین کہ جا بجو کے قافلہ میں چوری کرتا اور وطواط ایک دختر تھا بیحد زنخوں سے چوری کرلاتا اور گزند یہ ایک مرد زنا کی تھا کہ کوئی آدمی اُسکی زبان سے نہ چھوٹا اور وعموص ایک مرد چغلخور تھا کہ بسبب چغلخوری اپنی کے درمیان دو تنوں کے جدائی ڈالتا اور عنکبوت ایک عورت تھی کہ اُس نے اپنے شوہر پر تہمت کیا تھا اور وہ مر گیا تھا اور خرگوش بھی ایک عورت تھی کہ حیض سے غسل کو طہارت نکرتی تھی اور سہیل جو کیدار تھا یمن میں کہ ہر شخص سے زبردستی کچھ لے لیتا اور زہرہ لڑکی بادشاہ کی تھی کہ ہاروت اور ماروت کو مغتون اپنا کیا تھا اور تفسیر زاہدی میں بیچ تتمہ اس قصہ کے مذکور ہے کہ فراوداها الی نفسها فابت ان تمکن من نفسها حتی یعلمها اسم الاعظم فعلمها اسم فدخلت بیتا و تطهرت ودعت الله تعالی باسمه الاعظم فمضت الی الله تعالی کوکبا فصعدت السماء یعنی پس ارادہ کیا اُن دونوں فرشتوں نے اُس عورت سے قضا حاجت اپنی کا پس ہٹ رہی وہ عورت اس بات سے کہ قادر کیوے اُن دونوں کو اوپر نفس اپنے کے مگر یہ کہ سکھلا دیں وہ دونوں مجکو اسم اعظم پس سکھلا دیا اُنہوں نے اُس عورت کو اسم اعظم پس داخل ہوئی گھر میں اور پاک ہوئی اور پکارا اُس اللہ کو ساتھ اسم اعظم اُسکے کے پس منع کر دی اللہ نے صورت اُسکی ساتھ ستارہ کے پس چڑھ گئی آسمان کو وَمَا يُعَلِّمَانِ مِنْ أَحَدٍ یعنی اور وہ دونوں فرشتے ہرگز ارادہ گمراہ کرنے آدمیوں کا نہ کرتے تھے۔ اور سحر کی تعلیم میں کفر خلائق کا اُنکو منظور تھا چنانچہ شیاطین کرتے تھے بلکہ ہرگز تعلیم نہیں کرتے تھے کسیکو یہانتک کہ اُسکو خبردار کرتے تھے اور قبح سحر کے اور نصیحت ندیتے تھے حَتّٰى یعنی یہانتک کہ اپنے تئیں ساتھ صفت حقارت کے موصوف کرتے یَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ یعنے کہتے تھے نہیں ہیں ہم گر سبب فتنہ خلق کے اسواسطے کہ خلق ہم سے سحر سیکھ کر کافر اور نافرمان ہوتی ہے پس تیرے حق میں بہتر یہ ہے کہ یہ سحر سبب کفر اور نافرمانی کا ہو اور بادہ سبب اسکا موجود ہوتا ہے تو اسکو اختیار نکر اور اگر اسکو اختیار کرتا ہے فَلَا تَكْفُرْ یعنے پس کافر مت ہو سبب اعتقاد کرنے تاثیر کو اکب اور شیاطین اور ارواح خبیثہ کے اور بسبب عبادت کرنے اُنکے کے اور بسوقت طالب اصرار کرتا تھا اور باوجود نصیحت اور پند اُنکی کے سیکھنے سے باز نہیں آتا تھا اُسکو تعلیم کرتے کہ سحر فلانے امر میں اس طرح ہوتا ہے اور فلانے مقدمہ میں اس طرح اور اس ترتیب سے تاثیر اُسکی ہوتی ہے اور اس ترتیب سے بیچ فلانے کام کے پس خدا سے ڈرا اور اُسکے عمل میں مشغول مت ہو آخر رفتہ رفتہ تاثیرات باطلہ کا اعتقاد تجھ میں آجاویگا اور تفسیر زاہدی میں اس مقام میں کہتا ہے فیقع هذا من الملکین علی وجه التحذیر و یقع عند المستمع علی جهة التعلم کما یقول الفقیه من اخذ درهما بدرهمین فقد اربی و من فعل کذا فقد زنا فیقع من الفقیه علی جهة التحذیر و من المستمع علی

وسموص یعنی کی روحیں تیرتی ہیں

علی جهة التعلم یعنی وہ ہوتی ہے تعلیم سحر کی دونوں فرشتوں سے اوپر وجہ ڈرانے کے اور واقع ہوتی ہے نزدیک سننے والے کے اور طریقہ تعلم کے جیسا کہ کہے فقیہ جو شخص لیوے ایک درم بدلے دو درم کے پس تحقیق سودا لیا اُس نے اور جو شخص ایسا کرے پس تحقیق زنا کیا اُس نے پس فقیہ سے یہ حکم اوپر طریق ڈرانے کے واقع ہوا اور سننے والے کے نزدیک تعلم اُسکا ہو گیا اور اُسی تفسیر میں کہتا ہے وانما اجاز بیان السحر لانه لا یتوصل الی اجتناب المحظور الا بعد العلم به کما لا یتوصل الی اداء الماموربه الا بعد العلم به یدل علیه قوله تعالی فاٰ لهمها فجورها وتقویٰها ای الهمنی کل نفس طاعتها لیفعلها ومعصیتها لیجتنبها وقد قبل العبر رضی الله عنه ان فلانا لا یعرف الشر فقال ذلك احد لان یقع فیه ولیس فی التعلم بالسحر اثم کما لا اثم فی العلم لصفة الکفر ونعت الملاهی والمعازف انما الاثم فی العمل به والاستعمال الا یری ان سحرة فرعون لما ترکوا الکفر والعمل بالسحر لم یوجب ذلك نقصا فی دینهم انتهی یعنی سوا اسکے نہیں کہ جائز ہے بیان سحر کا اسواسطے کہ اجتناب اور بچنا بُری بات سے نہیں ہو سکتا ہے جب تک کہ اُسکو نہ جان لے جیسے ادا امور بہ کا بغیر علم اُسکے کے نہیں ہو سکتا ہے دلالت کرتا ہے اسی بات پر قول اللہ تعالیٰ کا فالهمها فجورها وتقویٰها یعنی معلوم کرا دی نفس کو بندگی اُسکی تاکہ کرے اُسکو اور بُرائی اُسکی تاکہ بچے اُس سے اور تحقیق کہا فلانے عمر رضی اللہ عنہ سے کہ تحقیق فلانا شخص نہیں پہچانتا ہے بُرائی کو پس کہا حضرت عمر نے یہ بات لائق ہے کہ اُسمیں پائی جاوے اور نہیں ہے بیچ سیکھنے سحر کے گناہ جیسے کہ نہیں گناہ بیچ جان لینے صفت کفر کے اور وصف آلات لہو اور لعبکے سوائے اسکے نہیں کہ گناہ بیچ عمل کرنے اُسکے کے اور استعمال کرنے میں آیا نہیں دیکھا جاتا ہے کہ جادوگر فرعون کے جس وقت چھوڑ دیا اُنہوں نے کفر کو اور سحر کرنے کو کچھ اُنکے دین میں نقصان باقی نہ رہا باوجودیکہ سحر کا اُنکو علم بعد ایمان کے بھی تھا باقی رہا احمقانہ ایک سوال جواب طلب اور وہ یہ ہے کہ جب تعلیم سحر کی فرشتوں سے اور سیکھنا اُس کا آدمیوں سے ثابت ہوا پس تعلیم شیاطین اور تعلیم اُن کی میں فرق ما تعلیم شیاطین کی کو سوائے مذمت فرمائی اور موجب کفر کا گردانا اگر اس طرح فرمایا لکن الشیاطین کفروا یعلمون الناس السحر اور اس تعلیم کو موجب کفر کا نہ مقرر کیا اور مورد عتاب کا نہ کیا جواب اس سوال کا عین تفسیر آیت میں ظاہر ہوا کہ تعلیم سحر کی شیاطین سے ملی ہوئی ساتھ عمقاد نا بخبرات باطلا و ترغیب دینے عمل کے ہوتی تھی اور تعلیم فرشتوں کی واسطے پہنچوا دینا حق کے اور ملی ہوئی ساتھ نہی کے اور نصیحت کے پس فرق ظاہر ہو گیا اور مورد مدح اور ذم کا کھل گیا اور باوصف اسکے کہ سحر ہے بیہودیوں کا یا ماخوذ شیاطین سے ہے کہ حضرت سلیمان کے عہد میں رائج ہوا تھا یا ماخوذ فرشتوں سے ہے کہ بابل میں تعلیم اُسکی کرتے ہیں اور یہ دونوں قسم مذموم اور متروک ہیں اسواسطے کہ حال شیاطین کا بیچ عداوت بنی آدم کے اور اغوا اُنکی کے ہر خاص اور عام کو معلوم ہے پس جو چیز کہ اُن سے ماخوذ ہو محل اعتماد کا کیونکر ہو سکے اور فرشتے خود اس علم کے سیکھنے سے منع کرتے ہیں اور نصیحت دیتے ہیں اور یہ بیہودی ہرگز سحر اپنے سے کہ دونوں قسم نزدیک اُنکے مذموم ہیں دست بردار نہیں ہوتے ہیں فَیَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا اور یہ جملہ معطوف ہے اوپر اتبعوا کے یعنے پس سیکھتے ہیں یہ بیہودی دونوں جنس سحر کی خواہ ماخوذ شیاطین سے ہوں خواہ دونوں فرشتوں سے حال آنکہ فہم اُن دونوں قسموں کا جانتے ہیں اور محض کفایت سیکھنے کے اوپر نہیں کرتے ہیں بلکہ آدمیوں کو ضرر پہونچاتے ہیں اسواسطے کہ سیکھتے ہیں مَا یُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَیْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ یعنی اُن عمال کو کہ جدائی ڈالتے ہیں بسبب اُن عمال کے درمیان مرد اور عورت اُسکی کے اور سحر میں جدائی دو طرح سے ہو جاتی ہے اوّل ساتھ حکم شرع کے اسواسطے کہ جب کوئی عورت اور مرد میں سے مستعد سحر باطل کا ہوا کافر ہو گیا اور عورت اپنے خاوند سے اور خاوند عورت سے جدا ہو گیا اور نکاح جاتا رہا دوسرے بطریق عرف کے اسواسطے کہ بسبب اُن عمال کے موافق جاری ہونے عادت الٰہی کے درمیان شوہر اور بی بی کے بغض اور عداوت پیدا ہوتی ہے اور جدائی اُن میں ہو جاتی ہے حال آنکہ یہ جدائی گناہ کبیرہ ہے اور باعث قطع نسب صحیح کا ہوتا ہے اور مخالف حکم شرع کے ہے کہ اس عقد کے کرنے کو اور باقی رکھنے اُسکے کو فرمایا ہے پس جس چیز کا حق تعالیٰ وصل چاہتا ہے یہ لوگ اُس کو قطع کرتے ہیں اور جو کہ الد بناتا ہے یہ اُسکو توڑتے ہیں پس اس فصل قبیح میں مخالفت مرضی الٰہی کی بھی لازم آئی اور بھی فساد عالم کا بسبب ناتا ہونے اور قطع نسب کے اور بھی ضرر پہونچانا ساتھ عورت اور خاوند کے اور جبکہ سحر سے یہ عمل شنیع کرتے ہیں معلوم ہوا کہ دوسرے عمل بھی البتہ کرتے ہونگے حدیث صحیح میں آیا ہے بیچ سفن ابن ماجہ کے کہ آنحضرت فرماتے تھے کہ بہتر سفارش اور صلح کے کاموں میں سے یہ صلح ہے کہ درمیان دو شخص کے نکاح کے امر میں صلح کرے تو اور صحیح مسلم میں روایت کی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا ہے کہ شیطان ہر روز وقت صبح کے تخت اپنا پانی کے اوپر رکھتا ہے اور اپنے لوازم اور تابعین کو زمین پر واسطے خراب کرنے آدمیوں کے بھیجتا ہے اور شام کے وقت جائزہ اُنکے کا موکل لیتا ہے کہ جو کوئی ہے اُن فتنہ آدمیوں میں ڈالکر آیا ہو اُسکا تقرب اور منزلت زیادہ کرتا ہے پس کوئی اُسکے تابعین میں سے آتا ہے اور کہتا ہے کہ میں فلانے آدمی کا ایسا پیچھا لیا کہ اُسے زنا کیا یا چوری کی یا شراب پی شیطان کہتا ہے کہ کچھ نہیں کیا تو نے پھر دوسرا آتا ہے اور کہتا ہے کہ میں فلانے آدمی کو اسقدر بہکایا کہ درمیان اُسکے اور درمیان عورت اُسکی کے جدائی ڈالدی شیطان بہت خوش ہوتا ہے اور اُسکو نزدیک اپنے بلاتا ہے اور اپنی چھاتی سے لگاتا ہے اور کہتا ہے کہ بہت اچھا بیٹا ہے تو اور ابو الفرج اصفہانی بیچ کتاب اغانی کے ساتھ روایت عمرو بن دینار کے لایا ہے کہ حضرت امام حسن مجتبےٰ رضی اللہ عنہ نے بیچ باب قیس کے کو فرمایا کہ آیا نزدیک تیرے حلال ہوئی یہ بات کہ درمیان قیس اور لبنی کے جدائی ڈالی تو نے آیا نہیں سُنا ہے تو نے کہ امیر المومنین عمر بن الخطاب فرماتے تھے کہ نزدیک میرے برابر ہے کہ درمیان مرد اور عورت اُسکی کے جدائی ڈالوں میں یا دونوں کو تلوار سے ماروں میں کہ گناہ میں دونوں برابر ہیں لیکن مسلمان کو نچا چاہیئے

کہ سحر یہود یوں غیرہ کے سے دل میں خوف کر کے کہنے لگیں کہ سحر میں جبکہ ایسی ایسی تاثیریں ہیں کہ شوہر اور زوجہ کی محبت سالہا کی ایک لحظہ میں اُس کے زور سے دُور کر دیتے ہیں اور آدمیوں کے دلوں میں ایسا تصرف کرتے ہیں کہ باوجود موجود ہونے شرم و حرمت کے لوگوں اسباب محبت اور الفت کے بغض اور نفرت ڈالدیتے ہیں ہم کیونکر اس سے بچ سکیں اور اگر چہ اور قسم کے سحر سے جیسے کہ شکست دشمنوں کی یا ایک شے کا دوسری شے سے بدل جانا یا دکھلانا خارق عادت تو نہ کا بچنا ممکن بھی ہو کہ ایمان کے زور سے محفوظ رہیں اور معتقد باطل تاثیروں کے نہوں لیکن اس قسم کے سحر سے کہ دل میں تاثیر کرتا ہے اور دل کو محبت کے طرف نفرت کے پھیر دیتا ہے کس طرح بچیں مبادا ہمارے دلونکو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور خدا جل شانہ کی اور کتاب اور دین کی محبت سے پھیر دیوے اور صحبت پیغمبر کی کہ برسوں سے ہمکو حاصل ہے مفارقت اور جدائی کے ساتھ بدل کریں پس مایہ علاج ہر مرض باطنی کا ہمارے ہاتھ سے جاتا ہے اور کسی حیلہ سے اسکو دفع نکر سکیں اسواسطے کہ ہر چند یہ یہودی اور شل اُنکے ایسی تاثیریں سحر کی کرتے ہیں لیکن حقیقت میں کچھ نہیں کر سکتے ہیں سواسطے کہ سحر اور تمام اسباب جہان کے کہ بغیر حکم الٰہی کے کچھ تاثیر نہیں وَمَا هُمْ بِضَارِّينَ بِهِ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ یعنی اور نہیں ہیں یہ یہودی کہ ضرر پہونچا دیں بسبب سحر اپنے کے کسی کو مگر ساتھ ارادہ اور مشیت الٰہی کے جسوقت وہ چاہتا ہے سحر کی باتوں میں تاثیر پیدا کر دیتا ہے اور جسوقت چاہتا ہے اُن اعمال کو تاثیر سے بند کر دیتا ہے اور اسی واسطے اگر کوئی ساحر چاہے کہ اللہ کے کام کو نکو عادت کے موافق ہمیشہ ہوتے ہیں مثلاً بارش کرنے اور اناج وغیرہ پیدا کرنے کو بند کر دے یا بغیر فوج اور لشکر کے کسی ملک پر سحر کے زور سے مسلط ہو جاوے یا کسی لشکر کو ہلاک کرے نہیں کر سکتا ہے انجام کار سحر کا یہ ہے کہ ضعیف دلوں میں ساتھ ڈالنے خواہشوں اور ارادوں کے تاثیر کرتا ہے اور وہ تاثیر بھی ہمیشہ باقی نہیں رہتی ہے پس مرد مومن کو کہ ذات وحدہ لاشریک کو موثر حقیقی سمجھتا ہے کسی چیز سے سوائے خدا کے ڈرنا نہ چاہیئے کہ کل اجزای عالم اسباب و مسببات کی اُسی کے ہاتھ میں ہے بلکہ حقیقت میں سوائے تاثیر اُسکی کے کوئی تاثیر نہیں جتنے کام اور فعل ہیں اُسی کے ہیں کہ جہان میں بڑے ہونے ہیں وہم اور خیال والے جانتے ہیں کہ فلانے نے فلانا کام کیا اور یہ یہودی بیچ شغل سیکھنے انہیں دو قسم سحر کے کہ مذموم اور معیوب ہے کفایت نہیں کرتے ہیں بلکہ اوقات اپنی کو بیہودہ ضائع کرنے اور چیزونکے اس جنس سے کہ باعث روگردانی کا علم شریعت اور وحی الٰہی سے ہو صرف کرتے ہیں وَيَتَعَلَّمُونَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ یعنی اور سیکھتے ہیں اُن علومکو کہ ضرر کرتا ہے اُنکو دونوں جہانکو نہ کرے اور نفع نہیں دیتا ہے اُنکو کہ اور دونوں جہانکو اور عاقل کو چاہیئے کہ جو چیز اپنے تئیں ضرر دے اور نفع نہ کرے اُس سے احتراز کرے اُس مقام میں جانا چاہیئے کہ علم فی نفسہ مذموم نہیں اگر چہ کیسا ہی ہو اور علم مذموم نہیں ہوتا ہے بندونکے حق میں مگر ساتھ کسی وجہ کے ان تینوں وجہ سے اول یہ کہ توقع ضرر کی اُس سے ہو اپنے تئیں یا دوسرے کو جیسے کہ علم سحر کا اور طلسمات اور نجوم بھی اس قسم سے ہیں اسواسطے کہ اکثر خلق کو مضر ہے اس طرح سے کہ جب آثار عالم کے موافق اوضاع ستاروں اور آسمانوں کے دیکھتے ہیں اُنکے دل میں یہ بات آجاتی ہے کہ فلانی شے بسبب تاثیر فلانے ستارہ اور فلانے برج اور فلانے وجہ کے ہے پس امید حاصل ہونے مطلبوں کی اور خوف فوت ہونے اُسکے کا ستارہ اور برج کی جہت دل میں ٹھہر جاتا ہے اور التفات طرف مالک ضرر اور نفع کے نہیں رہتی ہے اور ایک حجاب غلیظ دل کے اُوپر آجاتا ہے کہ تعالے اللہ سے مانع ہوتا ہے دوسرے یہ کہ وہ علم اگر چہ فی نفسہ اُس علم میں ضرر نہیں لیکن یہ شخص بسبب قصور استعداد اپنی کے دقایق اور باریکیاں اُس علم کی نہیں اور دریافت کر سکتا ہے اور جب اُسکے دقایق کو نہ پہونچا جہل مرکب میں گرفتار ہوا اسی قبیل سے ہے بحث اسرار آلہیہ کی اور حکمتوں شرعیہ کی اور اکثر علوم فلسفیانہ طرف مالک ضرر اور قدر اور مسئلہ جبر اور اختیار کا اور توحید وجودی اور توحید شہودی اور علم جہنگڑے اور لڑائیو کا کہ صحابہ کے درمیان میں ہوا تھا اور علم شطحیات اولیا کا مثل کلمہ انا الحق اور سبحانی اعظم شانی کے اور مثل اسی ہے کلمات اولیا کے کہ معانی اُنکے سمجھ میں نہیں آتے ہیں جیسے کہ بعض مواضع نصوص الحکم کے اور مثل تاویلات قرآن مجید کے موافق قواعد تصوف کے اور ایسے ہی علم اشعار کا اور وصف خدا و خال کا کہ بیچ اُنکے کے رذایل اُنکے شہوت سے پُر ہوتے ہیں مکر زہر کار کہتا ہے اور ہر چیز میں تامل اور مبالغہ کرنے کا باعث ہوتا ہے تیسرے یہ کہ بیچ علوم نیک کے کہ شرعیہ ہیں تعمق و دقایل بیکار ہے اور افراط اور تفریط عمل میں لاوے شناگیچ علم عقائد اور توحید اور فلسفیات کے دخل دے اور بیچ علم فقہ کے جیسے اور روتیں ہے اصل کالے اور علم سلوک میں اشغال جو گیوں کو دخل دے اور بیچ علم دعوت اسما کے قواعد سحر اور طلسم کے ملاوے اور بیچ علم قصص انبیاؤں اور تواریخ کے ہیودیوں اور فضیوں کی سنے تاکہ باعث فساد عقائد کا ہو وعلی ہذا القیاس اور یہ سب علم اگر خلق کو ضرر کریں تعمق میں اسو نوع کہ اُن علموں سے توقع کیا جاتا ہے اُنکو حاصل نہیں ہوتا ہے اور یہودی ایسے ہی علموں میں پہنسے ہوئے تھے اور نیک علموں سے اعراض کرتے تھے اور یہ اشتغال اُنکا اس جہت سے تھا کہ ضرر اُن علموں کا نہیں جانتے تھے اور جہل اور عناد انی کی راہ سے اُن علموں کو نافع اعتقاد کرتے تھے بلکہ وَلَقَدْ عَلِمُوا لَمَنِ اشْتَرَاهُ مَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ یعنی اور تحقیق یہ یہودی جانتے تھے کہ جو کوئی خریدکرتا ہے اُس قسم کے علوم کو اور بدل اور جان اپنی کو بیچ حاصل کرنے اُسکے کے کھوتا ہے اُسکو آخرت میں کچھ نصیب نہیں اسواسطے کہ مال اُسکا رائگاں گیا اور اوقات اُسکی کہ سرمایہ کسب ثواب کا تھا بھی ضائع ہوئی اور جو چیز کہ آخرت میں کام آوے اُسکے ہاتھ سے آئی اور بیچ حق اُنکے کے اوپر بقدر نصیبی کے قناعت نہیں بلکہ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهِ أَنْفُسَهُمْ یعنی اور بہت بُری چیز ہے وہ کہ بیچا اُنہوں نے بیچ اُسکے جانوں اپنی کو اسواسطے کہ بسبب اشتغال اُن علونکے شقاوت اور بدبختی ہمیشگی کی حاصل ہوئی اور سعادت ہمیشگی کی ہاتھ سے گئی لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ یعنی کاش وہ جانتے کہ ہم سعادت ابدی کو شقاوت کے ساتھ بدل کرتے ہیں بسبب حاصل کرنے اُن علونکے لیکن وہ اسبات کو نہیں جانتے ہیں بلکہ گمان کرتے ہیں کہ اگر ہم مال اور اوقات اپنے کو بیچ درپے ہونے تحصیل ان علونکے صرف کریں نہایت کار اُسکے کا یہی ہے کہ آخرت میں ثواب کا ہلکونٹے جیسے کہ اور مباحات میں یا گمان کرتے ہیں کہ اگر تحصیل ان علوم ضرر دینے والونکی موجب عذاب ہمارے کی ہوگی وہ عذاب جلدی سے جاتا رہیگا اور تمام

ہو جاوے گا اور اس امر میں تمسک ساتھ مغفرت اپنی کے کرتے ہیں کہ لن تمسنا النار الا ایاما معدودۃ جیسی ہماری مثال اس معاملہ میں کہ جاؤں اپنی کو تھوڑے سے عذاب میں گرفتار کیا ہو یا مثل اس شخص کے ہے کہ واسطے حاصل کرنے لذت نفسانی کے شب بیداری کی یا رقص دیکھنے اور دیدار بازی میں رات کو نہ سویا اور کچھ زر بھی خرچ کیا اور تمام دن بسبب اس کے کچھ سستی اور ماندگی بدن میں یا نقصان مال میں ظاہر ہوا کچھ اس شخص کو مقابلہ اس لذت کے معلوم نہیں ہوتی کیا ہم اس نوبت کو نہیں پہونچے ہیں کہ جانیں اپنی بالکل بیچ ڈالیں اور وبال ابدی میں گرفتار رہیں اور اس تقریر سے معلوم ہوا کہ بیچ مدلول و لقد علموا اور لو کانوا یعلمون کے تناقض اور اختلاف نہیں اسواسطے کہ مدلول لقد علموا کا حاصل ہونا علم ناگہاں ہونے اس تحصیل کا آخرت کے اندر ہے یعنی آخرت میں اسکا ثواب کچھ نہ ملیگا اور مدلول لو کانوا یعلمون کا نفی علم عذاب ہمیشگی کی ہے بیچ حاصل کرنے ان علموں کے اور درمیان علم ثابت اور علم منفی کے بہت تفاوت ہے اور باوجود اسکے کہ یہ یہودی بیچ اس قسم کی غفلتوں اور روگردانیوں کے کتب آسمانی سے اور علوم محمودہ سے گرفتار ہیں لیکن عنایت الٰہی اور رحمت عام اُسکی نے دروازہ توبہ اور اصلاح کا اُنکے اوپر بند نہیں کیا تو لو انہم امنوا یعنی بالفرض یہ یہودی اگر اب بھی ایمان لاویں ساتھ کتابوں اپنی کے اور ساتھ اُس کتاب کے کہ اس قت میں نازل ہوئی ہے واتقوا یعنی اور پرہیز کریں کتب سحر اور علوم فساد کے مشغول ہونے سے لمثوبۃ یعنی البتہ ثواب اگرچہ تھوڑا ہو من عند اللہ یعنی اللہ کے پاس سے بہتر اور نافع زیادہ ہے دنیا اور تمام دنیا کی چیزوں اور نعمتوں سے جبکہ جائے اُسکے کہ اُنکے ہاتھ میں سحر بطریق اجرت یا رشوت کے کچھ حاصل ہوتا ہے یا نام اور جاہ بسبب مان علوم کے پیدا کرتے ہیں لو کانوا یعلمون یعنی کاش وہ جانتے کہ ثواب آخرت کا بہتر دنیا کے نفع اور فائدوں سے ہے باقی رہے اسجگہ چند سوال جو طالب کہ تفسیر والے اس مقام میں وارد کرتے ہیں اول یہ کہ جملہ لبئس ما شروا بہ انفسہم کا جملہ انشائیہ مصدر بساتھ فعل قوم کے ہے اور جملہ لمثوبۃ من عند اللہ خبریہ ہے پس عطف انشا کا اوپر اخبار کے لازم آیا جواب اس سوال کا موافق اس تفسیر کے کہ ہمنے اختیار کی ہے اسطرح ہے کہ یہ جملہ معطوف ہے اوپر لقد علموا کے نہ اوپر ملن اثابۃ کے اور داخل نیچے علم کے نہیں ولو انہم کانوا یعلمون کہ دلالت اور نفی علم اُنکے کرتا ہے مناقض اُسکے ہوتا ہے اور اگر کہیں کہ ولقد علموا بھی جملہ خبریہ ہے ہم کہینگے ہیں کہ لام توطیہ قسم کا ہے اور جملہ قسمیہ جملہ انشائیہ ہے خبریہ نہیں البتہ موافق تفسیر جمہور کے کہ اس جملہ کو معطوف اوپر ملن اثابۃ کے گردانتے ہیں یہ سوال متوجہ ہوتا ہے اور جواب اُسکا اس طرح کہتے ہیں کہ انشا کو بیچ اخبار کے گردانکر ساتھ تقدیر مقول فی حقہم لبئس ما شروا بہ انفسہم غیر اُسکے عطف کرتے ہیں سوال دوسرا یہ ہے کہ لو بیچ لو کانوا یعلمون کے واسطے تمنے کے ہے اور تمنی شے کی اُس وقت ہوتی ہے کہ اُوپر حصول اُس شے کے قدرت نہو پس الصمد حل شانہ سے کہ قادر مطلق ہے تمنی کس طرح متصور ہو سکے جواب اس کا یہ ہے کہ تمنی بیچ کلام الٰہی کے اُس جگہ واقع ہوتی ہے کہ اُس کلام کے اندر خطاب کرنا بشر کو ہوتا ہے جیسا کہ الفاظ شک اور ضرائے کے بھی اس کلام میں موقوف اوپر ایسی خطاب کرنے کے ہیں اور حکیم نزول اس کلام کا واسطے مخاطب کرنے بشر کے ہے روش اور تیرہ انحا گفت و گویں جاری فرمایا ہے گویا ایسا ارشاد ہوتا ہے کہ حال اُنکا بیچ یاوس ہونے کے دانش اور بنیش سے اُس حد تک پہونچا ہے کہ کہنے والا اس لفظ کا بیچ حق اُنکے کہتا ہے اور کہہ سکتے ہیں کہ تمنی بیچ کلام الٰہی کے محمول اوپر حقیقت اپنی کے نہیں بلکہ مجازاً مراد اس سے طلب شے کی ہے اور لفظ تمنی کے سے بیچ اس کلام کے مطلوب ہونا تمنی کا ثابت ہوتا ہے اور طلب کرنے امر غیر واقع کے خدا تعالیٰ کی طرف سے بعید نہیں عقل ایمان اوپر ہے اور صاحب کرتا ہے تمنی کو بیچ کلام الٰہی کے مجاز ارادہ مراد کہا ہے لیکن یہ مراد یعنی اوپر مذہب سنت اور جماعت کے صحیح نہیں اسواسطے کہ ارادہ الٰہی نزدیک اُنکے مستلزم حاصل ہونے مراد کو ہوتا ہے سوال تیسرا یہ کہ بیچ ولقد علموا کے اثبات علم کا بطریق تاکید قسمی کے فرمایا ہے اور بیچ لو کانوا یعلمون کے نفی علم کی اس حد کو پہونچائی کہ یا بوسی کے مرتبہ کو پہونچا دیا اور حکم محالات کا اُسکے واسطے مقرر کیا یعنی بظاہر آرزو اُسکی بھی ظاہر میں یہ نفی اور اثبات متناقض کہلائی دیتا ہے جواب اسکا یہ ہے کہ یہ سوال اُسوقت وارد ہوتا ہے کہ لبئس ما شروا بہ انفسہم معطوف اوپر ملن اثابۃ کے ہوتا کہ تحت علم کے داخل ہوا اور واسطے اُس تفسیر کے کہ گذری یہ جملہ قسمیہ کے ہے داخل نیچے علم کے نہیں اور جائز ہے کہ مضمون جملہ اولیٰ کا بہودیوں کو معلوم ہوا اور مضمون اس جملہ کا معلوم نہو اسواسطے کہ بیچ مضمون دونوں جملوں کے نہ اتحاد علمی ہے اور نہ تلازم علمی اسواسطے کہ مضمون جملہ پہلے کا یہ ہے کہ سعی کرنی بیچ تحصیل کے علوم ضرر دینے والوں کے کہ ضرر ڈالنے ہیں آخرت میں اُنکو نفع نہ دیگی اور مضمون اس جملہ کا یہ ہے کہ جان اپنی کو اس قسم کے علموں کی تحصیل میں صرف کرنا ثمرہ اُس کا بد ہے اور ظاہر ہے کہ نہ حاصل ہونے نفع کو کسی چیز میں حصول ضرر کا لازم نہیں مثل مباحات کے کہ نہ نفع انفرادی رکھتے ہیں اور نہ ضرر اخروی لیکن جمہور مفسرین کے اس جملہ کو معطوف اوپر ملن اثابۃ کے کیا ہے اور علم کے تحت میں اُسکو بھی داخل شمار کیا ہے پس بیچ جواب اس سوال کے ایسا کہا ہے کہ ثابت کرنا علم کا بیچ صدر جملہ پہلے کے علی سبیل التحقیق اور بیان واقعی ہے اور نفی علم کی دوسرے کلام میں حقیقۃً نہیں تاکہ تناقض ہووے بلکہ بسبب نزل کرنے عالم کے بمنزل جاہل کے ہے اسواسطے کہ جو عالم موافق علم اپنے کے نچلے جاہل کے ساتھ برابر ہے سوال چوتھا یہ کہ مثوبۃ من عند اللہ خیر جزائے شرطیہ لو انہم امنوا واتقوا کی واقع ہوئی اور جزا ایسی چاہئے کہ شرط کے اوپر موقوف ہو حال آنکہ بہتر ہونا ثواب خدا کا اُنکے ایمان اور تقوے پر موقوف نہیں اسواسطے کہ ثواب اللہ تعالیٰ کا دنیا اور مافیہا سے بہتر ہے خواہ یہودی ایمان اور تقویٰ لاویں یا نہ لاویں پس ربط درمیان اس شرط اور جزا کے کس طرح حاصل ہو جواب اسکا یہ ہے کہ ترتب جزا کا اوپر شرط کے کبھی باعتبار ثبوت واقعی کے ہوتا ہے مانند ان جاءک زید فاکرمہ اور کبھی باعتبار ثبوت علمی اور باعتبار علم کرنیکے تم

اسکے ہوتا ہے مانند وما بکم من نعمۃ فمن اللہ وان یکن بوک فقد کذبت رسل من قبلک اور اس جگہ بھی قسم ثانیہ کے قبیل سے ہے یعنی حکم کرنا ساتھ خیریت ثواب کے اور ڈر کرنا اسکا تقویٰ کے اسکے موقوف اوپر ثبوت ایمان اور تقویٰ اسکے کے ہے اور بعضے مفسرین نے کہا ہے کہ لفظ لھم کا اس قول میں محذوف ہے اور اصل میں اس طرح ہے لمثوبۃ لھم من عند اللہ ساتھ قرینہ مقام کے اور خیریت ثواب کے اگر انکو حاصل ہو موقوف اوپر ایمان اور تقویٰ انکے کے ہے واللہ اعلم اور جانچ ان یہودیوں نے کتابوں الٰہی سے تحصیل سحر اور اقسام اسکے کی اختیار کی ہے اور جانوں اپنی کو بیچ اس فعل بد کے ہلاکت میں ڈالا ہے ویسی ہی عادت اس بات کی بھی پکڑی ہے کہ بسوقت کلام او خطاب بزرگوں کے کہتے ہیں فریب کی راہ سے دو طرفی بات کہتے ہیں کہ ایک وجہ سے تعظیم اور ایک وجہ سے تحقیر اور اہانت اس میں پائی جاوے اور اس قسم کا فریب باتوں میں بسوقت بیچ خطاب بزرگوں او واجب التعظیم کے واقع ہو شاہت تام سحر کے ساتھ اُس کو ہوتی ہے کہ فعل قبیح کے تئیں کہ تحقیر اور اہانت بزرگوں کی ہے بیچ پردہ تعظیم حقیقی کے پوشیدہ اور مخفی کرتے ہیں تاکہ کوئی اُس حقارت کو نہ سمجھے جیسے کہ ساحر فعل اپنے کو بیچ پردہ خوارق اور کرامات صالحین کے مخفی کرتا ہے بس یہ لوگ بھی مرتکب سحر حقیقی کے ہوتے ہیں اور بھی مرتکب سحر لسانی کے اور مثال اس فریب اور دھوکہ بازی انکی کی یہ ہے کہ جب آنحضرت کو دیکھتے تھے اور ساتھ اُس جناب صلعم کے ہم کلام ہوتے تھے (اعنا) کہ معنی ظاہری اسکے طلب کرنے عنایت اور توجہ کروانے طرف حال اپنے کے ہے یعنی طرف حال ہمارے کے متوجہ ہو تم اور سکھو تعلیم اور ارشاد فرماؤ اور یہ بات تعظیم کے اوپر دلالت کرتی ہے اور دوسرے قبیح معنی بھی اسکے ہیں اسواسطے کہ (راعنی) بیچ لغت کے احمق کو کہتے ہیں مشتق رعونت سے ساتھ معنی حمق کے کہ ملا ہوا ہو ساتھ حمق کے اور الف بیچ آخر اسکے کے بدلا ہوا تنوین حالت نصبی کی سی ہے کہ وقف کی حالت میں وہ تنوین الف ہو جاتی ہے اور اس لفظ کو حکم منادی نکرہ کا دیکر منصوب لاتے ہیں یعنی اے احمق متکبر اکثر یہودیوں کی عرف میں ساتھ اسی قبیح معنی کے رائج اور مشہور ہوا تھا چنانچہ لفظ مطے کا ساتھ معنی بادیوں[1] کے بیچ عرف اہاش زمانہ ہمارے کے اور لفظ ثالث بالخیر کا ساتھ معنی ولد الزنا کے اور مرد مقدس ساتھ معنی احمق کے اور مسلمان لوگ اُس معنی فاسد سے بے خبر تھے جب یہود یوں سے سنا کہ اس کلمہ کو بیچ مقام خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے استعمال کرتے ہیں اُنہوں نے سمجھا کہ شاید یہ لوگ وہی کتاب ہیں بیچ تعظیم انبیاؤں کے اسی کلمہ کو منقول جانکر استعمال کرتے ہیں ہمارے تئیں بھی چاہیئے کہ اسکو استعمال کریں بسبب بے خبری اور نادانی کے اس کلمہ کو کہنے لگے پس دوسری مشابہت بھی تمسخر کی ساتھ بیچ استعمال اس کلمہ کے حاصل ہوئی کہ مسلمانوں کو طریق مخفی سے اس طرف لائے کہ کلمہ کفر کا دہان پر چلا دیں یہ جانیں کہ یہ کلمہ کفر کا ہے بلکہ سمجھیں کہ کلمہ تعظیم پیغمبر کا ہے حضرت سعد بن معاذ نے کہ انصار کے بزرگوں میں سے تھے ایکدن یہودیوں سے اس کلمہ کو سنا اور بیشتر سے یہودیوں کے ساتھ نشست و برخاست اُن کی تھی اور جانتے تھے کہ یہ لفظ اُنکے عرف میں دشنام ہے سختی اور غصہ سے اور پیش آئے اور کہا کہ اگر بار دوسری اس کلمہ کو بیچ حق اُس جناب صلعم کے تمہاری زبان سے سنونگا گردن تمہاری ماروں گا یہودیوں نے کہا کہ ہمارے اوپر کیواسطے غصہ ہوتے ہو مسلمان لوگ بھی کہ گروہ تمہارا ہے اس کلمہ کو بیچ حق آنجناب صلے اللہ علیہ وسلم کے کہتے ہیں سعد بن معاذ ناخوش ہو کر آگے آنحضرت کے پہونچے دیکھا کہ یہ آیت نازل ہوئی ہے کہ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یعنی اے ایمان والو مقتضائے ایمان تمہارے کا یہ ہے کہ تلبیس اور دھوکے کے لفظ کو مطلق ترک کرو اگرچہ تمکو قصد دھوکہ دینے کا نہو پس لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا یعنی مت کہو تم لفظ راعنا کا بیچ جناب پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے اسواسطے کہ اس لفظ میں معنی دشنام کے بھی نکلتے ہیں اور یہود یوں کو تمہارے کہنے سے سند ہاتھ آجاویگی اور معنی فاسد ارادہ کرکے اس لفظ کو استعمال کرینگے گو تمکو اُس معنی فاسد کی خبر نہو وَقُوْلُوا انْظُرْنَا یعنی اور کہو تم بدلہ اُس لفظ کے یہ لفظ یعنی انظرنا یعنی شفقت فرما اوپر ہمارے اور متوجہ ہو تو طرف حال ہمارے کے کہ معنی صحیح راعنا کا ادا کرتا ہے اور بالکل اس میں تلبیس نہیں اور بالفعل معنی اُس سے کسی کی عرف میں سمجھے نہیں جاتے ہیں وَاسْمَعُوْا یعنی اور سنو تم کلام رسول کی ساتھ کمال توجہ کے اور کانوں کو اُسکے سننے کی طرف لگاؤ اور ذہن کو حاضر کرو تاکہ حاجت اسکی نرہے کہ آنحضرت صلعم سے توجہ طرف حال اپنے کے چاہو تم اور ان دونوں کلموں سے ایک کلمہ کہو اسواسطے کہ توجہ اور کان رکھنا ذمہ شاگرد کے ہے نہ اوپر ذمہ اُستاد کے شاگرد کو چاہیئے کہ اُستاد کو بار بار ساتھ اعادہ کرنے کلام کے تنگ نہ کرے اور اول سے اپنے تئیں متوجہ کرے تاکہ تقریر اُستاد کی سے بہرہ اُٹھاوے اور کسطرح باوجود ایمان کے اس قسم کے دھوکے اور ایذا رسول علیہ السلام کی تم سے متصور ہو حال آنکہ تحقیر اور ایذا رسول کی بلاشبہ کفر ہے وَلِلْکٰفِرِیْنَ یعنی اور واسطے کافرونکے عوض ان کلماتکے کہ انکے کہنے سے ایذا رسول کی چاہتے ہیں اور مسلمانو تمکو اُسکے سبب درد دل حاصل ہونا مہیا ہے عَذَابٌ اَلِیْمٌ یعنی عذاب درد دینے والا کہ ہرگز اس ایذا اور اس درد کو اُسکے ساتھ کچھ نسبت نہیں اس مقام میں جاننا چاہیئے کہ حق تعالیٰ نے قرآن مجید اور فرقان حمید میں جا بجا اس جگہ اس امت کے مسلمانوں کو ساتھ اس لفظ کے خطاب فرمایا کہ یا ایھا الذین اٰمنوا اور یہ موضع پہلا اُن مواضع میں سے ہے اور کہا ہے کہ خطاب ساتھ مسلمانو نکے فاصلہ سی کتاب حمید کا ہے پہلی کتابوں میں خطاب طرف انبیاؤں کے ہوتا تھا کہ امتوں اپنی پر احکام پہونچاویں اور بیچ اس جگہ کے بلاواسطہ خطاب اس امت کی طرف کرتے ہیں اور یہ بات بڑے شرف کی اُنکے حق میں ہے کہ ساتھ ذریعہ افضل المرسلین کے حکم پیغمبر و نکا انکو دیا ہے اور الحمد للہ اس جگہ سے اشارۃً یہ بات سمجھنی چاہیئے کہ جب اُس وارمیں اُنکے تئیں ساتھ ایمان کے لقب فرمایا ہے اُس وار میں بھی اہل ایمان اور ارمان سے کہے جاوینگے کہ وبشر المومنین بان لھم من اللہ فضلا کبیرا یعنی خوش خبری دے مسلمانو نکو ساتھ اسکے کہ واسطے اُنکے اللہ کیطرف سے فضل بڑا ہے زوائد مسند امام احمد و شعب الایمان بیہقی اور دو کتابوں معتبرہ حدیث کی میں آیا ہے کہ ایک شخص آگے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے آیا اور کہا کہ مجکو کوئی نصیحت اور وصیت فرمائیے کہا انہوں

[1] بادیوں

نے کہا جب قرآن پڑھے تو اور اس میں اس لفظ کو سنے کہ یا ایھا الذین اٰمنوا یعنی فی الفور کان اپنے کو خوب متوجہ کرے اور ذہن اپنے کو حاضر کرا سواسطے کہ اللہ تعالیٰ بلاواسطہ طرف تیرے خطاب کرتا ہے اور کسی نیک خیر کا امر فرماتا ہے اور یا کسی چیز بد سے منع کرتا ہے اور ابو نعیم بیچ حلیۃ الاولیا کے ساتھ روایت ابن عباسؓ کے لایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب آیت کے اول میں یا ایھا الذین اٰمنوا کا لفظ آیا ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سردار اُس آیت کے ہیں لیکن ابو نعیم نے بعد روایت اس حدیث کے کہا ہے کہ اس لفظ کو کسی بیچ نسبت طرف آنحضرتؐ کے نہیں کی ہے مگر ابن ابی حاتم نے اور ہم بھی اُس سے یہ حرف لکھتے ہیں اور دوسرا راوی اُسکو کلام ابن عباس کی ٹھہرا کر روایت کرتے ہیں واللہ اعلم اور محی بیچ حلیۃ الاولیا اور کتابوں حدیث اور تفسیر کے ختمہ سے روایت لائے ہیں کہ جس جگہ قرآن میں یا ایھا الذین اٰمنوا وارد ہوا ہے ایسے مقام میں بیچ توریت اور انجیل کے یا ایھا المساکین مذکور ہوتا تھا اور یہ بھی جاننا چاہیئے کہ راعنا اور انظرنا ہر چند کہ دونوں مرادف ایک دوسرے کے ہیں اور ایک معنی کہتے ہیں لیکن ہرگاہ کہ لفظ راعنا کا شامل اور پر اُس مفسدہ کے تھا کہ مذکور ہوا اُس سے منع کرنا اور لفظ دوسرا تجویز کرنا مناسب حکمت کے ہوا پس وہ کہ بعض شافعیہ نے برخلاف مذہب حنفی کے اس مقام میں بطریق استدلال کے ذکر کیا ہے کہ ایک کلمہ کے جائز ہونے سے طرف شارع کے کسی مقام میں لازم نہیں آتا ہے کہ دوسرا کلمہ کہ مرادف اُسکا ہو بھی جائز ہو جاوے پس اگر کوئی شخص بجائے اللہ اکبر کے غلط بزرگ کہے یا الرحمٰن اجل کہے نماز اُس کی درست نہیں ہوتی ہے خوب چسپاں نہیں ہوتا ہے اسواسطے کہ کلام اُس جگہ میں ہے کہ ایک دونوں مترادفوں میں سے شامل اور پر مفسدہ کے نہو علاوہ یہ کہ بعضے حنفیوں نے ترادف کو بھی منع کیا ہے کئی وجہ سے ایک وجہ یہ ہے کہ ہر چند بحسب مدلول لغوی کے راعنا اور انظرنا ایک معنی کہتے ہیں لیکن مدلول عرفی راعنا کا دشنام اور بُرا کہنا ہے اور سیمیں کمال مخالفت اظہار کے مدلول سے پائی جاتی ہے دوسرے یہ کہ راعنا باب مفاعلہ سے ہے کہ دلالت اور پر سادات کے درمیان مخاطبین کے کرتا ہے گویا ایسا کہتے ہیں تو رعایت ہماری کر تا کہ ہم عنایت تیری بات کی کریں اور اسطرح کا خطاب سوال کی جناب میں کمال بے ادبی ہے ساتھ دلیل لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضاً کے نتیجے یہ کہ اس خطاب میں ایک نوع استعلا کا پایا جاتا ہے یعنی عنایت کر سننے کلام ہمارے کی اور غافل مت ہو اس سے اور ساتھ دوسری چیز کے مشغول مت ہو اور بیچ انظرنا کے محض سوال شفقت اور مہربانی کا ہے اور بیچ لفظ واسمعوا کے اشارہ ہے طرف اُس بات کے کہ شاگرد کو چاہیئے کہ ساتھ کمال توجہ اور التفات کے کلام اُستاد کی سنے تا کہ حاجت دوبارہ کلام کرنیکی اُسکو نہ پڑے جب کہ مسلمانوں کو اس کلمہ کے سیکھنے سے منع فرمایا اگرچہ یہودی لوگ کہ اپنے تئیں اہل کتاب جانتے ہیں اور تعظیم انبیاؤں کے مرتبے سے خوب واقف ہیں اس کلمہ کو استعمال کرتے تھے اب بیان فرماتے ہیں کہ کہنا یہود یوں کا اس کلمہ کو بیچ خطاب پیغمبر تمہارے کے اسطے غرض فاسد کے ہے تا کہ اس کلمہ کو بکلمہ کہ تم بھی استعمال کرو اور ساتھ برائی اور قباحت مضمون اس کلمہ کے خبردار ہو اور آدمیوں کے روبرو حماقت تمہاری ظاہر ہو اور عداوت منافی ہی آنا اور نے وحی کو تمہارے اوپر اسواسطے کہ جس گروہ پر اوگا وحی نازل ہو جاتی ہے کہ تیز فہم اور زرکی ہو پس گویا بیچ نظر آدمیوں کے ثابت کرتے ہیں کہ یہ فرقہ قابل کے نہیں کہ وحی الٰہی کے اُنکے اوپر نازل ہو اسواسطے کہ مَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ یعنے دوست نہیں رکھتے ہیں وہ لوگ کہ کافر ہو گئے ہیں اہل کتاب میں سے یعنی یہودی مدینہ کے وَلَا الْمُشْرِكِيْنَ یعنی اور مشرکین مکہ کے اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْكُمْ یعنی یہ کہ نازل کیا جاوے اوپر تمہارے مِنْ خَيْرٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ یعنی امر خیر کا طرف پروردگار تمہارے کے اور جبکہ قدرت اس بات کی نہیں کہتے ہیں کہ خدا کو نازل کرنے خیر کے سے اور تمہارے سے منع کر سکیں ناچار قصد کرتے ہیں کہ بے لیاقتی تمہاری آدمیوں کے نزدیک ثابت کریں اور منشا اس اثبات کا یہودی ہوئے ہیں اور قبول کرنے والے اس شبہ کے مشرکین پس اس وجہ سے تمہارے ساتھ تمسخر اور ہمام اُنکے سے کچھ فائدہ نہو گا اسواسطے کہ حسد اُنکا اُسوقت سرسبز ہوئے اور کارگر پڑے کہ نزول وحی کا خدا کیطرف سے موقوف کریں یہ بات اُنکے تئیں ممکن نہیں اسواسطے کہ اللہ تعالیٰ محکوم اُنکا نہیں وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ یعنی اور اللہ تعالیٰ خاص کرتا ہے ساتھ رحمت اپنی کے کہ نزول وحی کا بھی آثار اُس رحمت کے سے ہی مَنْ يَّشَآءُ یعنی جس کسی کے تئیں چاہے بندوں سے اگرچہ ظاہر بینوں کی نظر میں لیاقت اُس رحمت کی نہ رکھتا ہو اور اسی سبب سے کہ تو دو لعنتوں کو اہل خاندان قدیم سے اور استہزا کرتے ہیں بلکہ صاحب ہر کمال ہی کو اہل خاندان موروثی اُس کمال کی تحقیر کرتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے ہیں کہ جو کہ پہلے پہلے ہمارے بزرگوں میں سے کمال حاصل ہوا ہے باعتبار نظر ظاہر بین کے لیاقت اُس کمال کی اُسمیں نہ تھی اور یہ بھی نہیں سمجھتے ہیں کہ جس وقت حق تعالیٰ کسی کو بزرگی اور منصب عنایت فرماتا ہے اول اُس کو لیاقت اُس منصب کی بخشتا ہے خصوصاً بیچ مناصب شرعیہ اور مراتب نبیہ کے اور اسیواسطے کہا ہے مصرع بجائے خویش نیکو داند کرد کردگار مہ اور سبب اس غلط فہمی اُنکی کا یہ ہے کہ قیاس غائب کا اوپر حاضر کے کرتے ہیں اور جیسے کہ بعضے بادشاہ آدم ناشناس بعضے نالیوں کے تئیں منصب بڑے بغیر اُکمل کے بخشتے ہیں اور اس شخص سے عہدہ بڑائی اُس منصب کی نہیں ہو سکتی ہے اور بجائے پنبہ بونے کے پشم بونے کیواسطے امر کرتا ہے ایسے ہی بادشاہ بادشاہ ہو سکتا ہے اسی طرح بغیر اُکمل اور جامع کے کوئی کام کر سکتا ہو حال آنکہ یہ بادشاہ اُنکی غلطی ہے اسواسطے کہ تفضل اور احسان بندوں کا بیچ حق دوسرے بندوں کے سراسر ناقص اور ناتمام ہی اسی سبب بعضے آدمیوں کو منصب دیتے ہیں اور لیاقت اُس منصب کی نہیں رکھتے ہیں وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ یعنی اور خداصاحب فضل بزرگ کا ہے کہ حد کمال اور تمام کی سے محتجا اور مبرا ہو اور اُسکا تفضل ایسا کامل ہے کہ اُسکے نزدیک منصب کا دینا اور لیاقت منصب کی دینی برابر ہیں اور اگر یہودی واسطے تشویش خاطر مسلمانوں کے شبہ میں ڈالیں اور کہیں کہ اگر حق تعالیٰ کی طرف سے تمہارے اوپر خیر اور نیکی نازل ہوتی ہے اور یہ نزول قرآن کا انہار رحمت اُسکی سے ہے اور اگر فضل عظیم جانتے ہو پس نسخ احکام کا کہ تمہارے دین میں مکرر واقع ہوا اور ہوتا ہے اسکے کیا معنی ہیں اگر پہلا حکم تمہارے حق میں بہتر تھا پس حکم دوسرا برا ہوا اور اگر حکم دوسرا خیر تھا حکم پہلا بد ہوا اور بہت وقت

پیغمبر تمہارے کلام پر وحی آتی ہے اور کوئی کلام اُس پر اُترتا ہے اور اُسکو آپ بھی پڑھتا ہے اور دوسرے کو بھی واسطے پڑھنے اُسکے کے حکم کرتا ہے اور امیدوار ثواب کا ہوتا ہے اور کبھی وہ سب اُترے ہوئے کلام اُسکے دل سے بھول جاتے ہیں اور بالکل یاد نہیں رہتے ہیں اور امر خیر کو جیسیں ثواب کی توقع تھی کو واسطے اُس کے لیا یہ کیا رحمت ہے اور کو نسا فضل اور احسان ہے تو واسطے رفع اس شبہ کے اُن مضمون کو سمجھو اور دوسرے کو بھی سمجھا کر بیچ نسخ کے تبدیل خیر کی ساتھ خیر کے نہیں تاکہ منافات وحی کی خیریت کے ساتھ لازم آوے بلکہ ناسخ اور منسوخ دونوں خیر ہیں اسواسطے کہ مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ یعنی جس چیز کو کہتے ہیں ہم خرچ کرتے ہیں کسی آیت کو قرآن کی آیتوں سے اور حکم اُسکے کو موقوف کرتے ہیں گو کہ تلاوت اُس کی باقی ہے اور قرآن کے اندر لکھی جاوے اور حافظوں کے دلوں میں موجود ہو جیسے کہ یہ آیت وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا وَصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ کا حکم اُسکا یہ ہے کہ عدت میں ایک سال واجب ہے اور ساتھ دوسری آیت کے کہ حکم اُسکا یہ ہے کہ عدت کے اندر چار مہینے دس دن واجب ہیں منسوخ ہوا اور حال یہ کہ یہ آیت بھی قرآن مجید میں موجود ہے اور فراموش نہیں ہوئی بلکہ اوپر زبان ہر حافظ کے جاری ہے اور مثل آیت یٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً کے کہ حکم اسکا بھی منسوخ ہوا اور تلاوت اُس کی باقی ہے اور ایسی ہی آیت مصابرہ اور ٹھہرنے کی کفار کے مقابلہ میں کہ ایک کا بھاگنا نہ چاہیئے بلکہ مقابلہ میں رہے آور یہ حکم منسوخ ہے اور سورۂ انفال میں موجود ہے اور پڑھی جاوے اور ویسا ہی قیاس کے اَوْ نُنْسِهَا یعنی یا فراموش کرواویں ہم اُس آیت کو خاطر پیغمبر کی سے اور دوسرے قاریوں کی سے یہانتک کہ الفاظ نخوبی یاد نہ رہیں اور اُسکے انفاظوں میں شبہ پڑ جاوے گو اصل مضمون اور بعضے الفاظ یاد بھی رہیں خواہ حکم اس آیت کا برقرار ہو مثل آیت الشیخ والشیخۃ اذا زنیا فارجموھما البتۃ نکالا من اللہ واللہ عزیز حکیم کے حکم اسکا برقرار ہے اور الفاظ اُسکے بخوبی یاد نہیں ہے کوئی کہتا ہے کہ اُسکے آخر میں واللہ عزیز حکیم ہے اور کوئی کہتا ہے وکان اللہ عزیزا حکیما ہے اور ایسے ہی موضع اُسکا بھی نخوبی معلوم نہیں کہ کونسی سورہ میں تھا اور اسی واسطے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل کے کہنے سے اُسکو تلاوت سے موقوف فرمایا اور مانند لا ترغبوا عن اٰبائکم فانہ کفر بکم ان ترغبوا عن اٰبائکم والولد للفراش وللعاھر الحجر کے جیسے کہ روایت کیا اُسکو ابن عبدالبر نے بیچ تمہید کے عمر سے اور مانند جاھدوا کما جاھدتم اول عمرۃ کے روایت کیا اُسکو ابوعبید نے عبدالرحمن بن عوف سے اور مانند بلغوا قومنا انا لقینا ربنا فرضی عنا وارضانا کے کہ زبان شہداء بیر معونہ کے سے نکالا تھا نازل ہوا تھا روایت کیا اُسکو بخاری نے اور مسلم نے اور مانند لو کان لابن اٰدم وادٍ من ذھب لاحب الیہ ثانیا ولو کان لہ وادیان لابتغی الیھما ثالثا ولا یملأ جوف ابن اٰدم الا التراب ویتوب اللہ علی من تاب کے کہ اکثر محدثین نے اُسکو بہت صحابہ سے نقل کیا ہے اور مصحف ابی بن کعب میں بھی لکھا ہوا تھا لیکن بعضے الفاظ اُسکے مشتبہ ہوئے کہ مثل بطن اٰدم یا جوف ابن اٰدم ہے اور موضع اُسکا بھی مشتبہ ہوا کہ سورۂ احزاب میں تھا یا سورۂ براۃ میں اور صدر اسکا بھی فراموش ہوا کہ انا انزلنا المال لاقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ تھا یا چیز دوسری اور ایسی ہی آیت ان اللہ سیوید ھذا الدین برجال ما لھم فی الاٰخرۃ من خلاق کے یا یہ لفظ ہے یا قوام لا خلاق لھم روایت کیا اسکو ابوعبید وغیرہ نے ابی موسیٰ اشعری سے اور غیر اُسکے سے اور اُوپر اسی کے قیاس کیا جاوے اور خواہ حکم اُسکا بھی موقوف ہوا ہو مثل عشر رضعات معلومات یحرمن کے اول اور آخر اس آیت کا تمام فراموش ہو گیا اور اُسکا موضع بھی نسیا منسیا ہوا اور حکم اُسکا بھی موقوف ہے روایت کیا اُسکو بخاری نے حضرت عائشہؓ سے اور ابوداؤد بیچ کتاب ناسخ اور منسوخ کے اور بیہقی بیچ دلائل النبوۃ کے ساتھ روایت ہوا۔ ابن سہل بن حنیف کے لائے ہیں کہ ایک شخص انصاریں سے رات کو وقت تہجد کے واسطے اُٹھے اور بعد الحمد کے چاہا کہ جو سورۃ یاد تھی اور ہمیشہ اُسکو پڑھتے تھے پڑھیں ہرگز اوپر پڑھنے اُسکے کے قادر نہ ہوئے اور تمام سورۃ حافظہ اُسکے سے جاتی رہی سوائے بسم اللہ الرحمن الرحیم کے اوپر زبان اُن کی کے نہیں آتا تھا صبح کے وقت متعجب ہو کر دوسرے صحابہ سے پوچھا سب نے کہا کہ وہ سورۃ ہم بھی ایسے ہی بھول گئے سب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے روبرو آئے اور بطریق بیان کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس رات میں سورۂ منسوخ التلاوت ہوئی سینہ سے اور سینہ نام آدمیوں کے سا باہر گئی بلکہ نفوس لکھے ہوئے بھی جاتے رہے بہرحال ان دو طریق سے کوئی واقع ہو نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ یعنے البتہ لاتے ہیں ہم بہتر کو اُس آیت منسوخ یا فراموش ہوئی سے اَوْ مِثْلِهَا یعنی یا مانند اُس آیت منسوخ ہوئی یا فراموش ہوئی کے بیچ خوبی کے پس بیچ دونوں آیتوں منسوخ اور ناسخ کے خیر بیشہ موجود ہوتی ہے اگرچہ منسوخ میں خیریت زیادہ ہو بہ نسبت ناسخ کے بعض وقت میں تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ اگر کسی آیت کا حکم منسوخ ہوا ہے پس ناسخ اُسکا دوسری آیت ہوتی ہے کہ دوسرا حکم اُس آیت سے نکالتا ہے اور یہ حکم بہ نسبت پہلے حکم کے بہتر ہوتا ہے کہ سہل تر بیچ عمل کے ہوتا ہے مثل فاقرؤا ما تیسر من القرآن کے کہ سہل ہر قوم اللیل الا قلیلا نصفہ او انقص منہ قلیلا او زد علیہ ورتل القرآن ترتیلا سے بیچ عمل کے یا کرنے میں بھی سہل اور مصلحت وقت کے واسطے بھی زیادہ موافق ہے مثل الان خفف اللہ عنکم وعلم ان فیکم ضعفا کے عمل میں بھی سہل ہے اور مصلحت وقت کے واسطے بھی زیادہ موافق ہے کہ بیچ وقت کثرت خوجوں کے ضعیف القلب یہی آدمی درمیان میں ہوتے ہیں اگر اُنکو بھی مانند قوی کے لوگوں کے اس بات کی تکلیف دی جاوے کہ ایک آدمی بیچ مقابلہ دس آدمیوں کے ٹھہرے اور بھاگے جہاد کرنے سے ایسے لوگ دل چھپا دینگے یا اُس فعل ناسخ میں بہ نسبت فعل منسوخ کے موافقت مصلحت علیل کی زیادہ ہو گو کرنے میں سہولیت نہو جیسے معین ہزار روزہ کا بیچ ماہ رمضان کے کہ ناسخ تخییر کا ہے درمیان فدیہ دینے اور روزہ رکھنے کے یا ثواب میں زیادہ ہو گو موافقت مصلحت عامل کی نہیں

زیادہ نہوا اور عمل میں بھی سہل ہو جیسا کہ حکم جہاد کا ابتداء اسلام میں کہ ابتک جتوام بہت نہیں ہوا تھا اور آدمی جنگ آزمودہ اور مشاق آلات حرب کے دین میں داخل نہیں ہوئے تھے اور یہ حکم ناسخ آیتوں میں اور عفو کا حکم یا حکم ناسخ کا بیچ امور مذکورہ کے ماتحت حکم آیتوں منسوخہ کے ہوتا ہے اور جو آیت کہ فراموش ہو جاتی ہے پس عوض اُسکے آیت دوسری آتی ہے کہ بجائے اُسکے اس آیت کو پڑھیں اور ثواب حاصل کریں اور وہ بھی کبھی بہتر پہلی آیت سے ہوتی ہے بیچ کثرت ثواب کے اور فصاحت الفاظ کے اور بلاغت کلام میں جیسے کہ ان الدین عند اللہ الاسلام بیچ جگہ ان ذات الدین عند اللہ الحنفیۃ السمحۃ لا الیھودیۃ ولا النصرانیۃ اور کبھی مثل فراموش کی ہوتی ہے بیچ ان امور کے مانند اکثر سورتوں کے کہ آیتوں بھولی ہوئی کے بدلے میں آئی ہیں اس جگہ جاننا چاہیئے کہ نسخ بیچ احکام شرعیہ کے مانند نسخ کے بیچ احکام تکوینیہ کے ہے اور ملاحظہ کرنے حال نظام تکوینی الٰہی سے استعداد نسخ نظام شرعی کا کہ بسبب شبہ ڈالنے کافر دنیکے ذہنوں میں آتا ہے دفع ہو جاتا ہے بیان اُسکا یہ ہے احکام الٰہیہ کہ لوح محفوظ میں لکھے ہوئے ہیں خواہ جنس احکام تکوینیہ کے سے ہوں خواہ جنس احکام شرعیہ کے سے دو قسم ہیں یا خاص ہیں یا عام ہیں اور خصوصیت اُنکی یا بنسبت اشخاص کے ہے کہ وہ احکام انہیں شخصوں کے واسطے ہیں دوسروں کے واسطے نہیں یا بنسبت کسی زمانہ کے کہ اُسی وقت میں موجود ہوں اور دوسرے وقت میں موجود نہوں پس جو کہ خاص ساتھ اشخاص کے ہیں تابفنائے اشخاص کے باقی رہتے ہیں اور بعد اُسکے منسوخ ہو جاتے ہیں اور جو کہ ساتھ کسی زمانہ کے ہیں تا باقی رہنے اُس زمانہ تک وہ بھی باقی رہتے ہیں اور بعد گذر جانے اُس زمانہ کے موقوف ہوتے ہیں خواہ وہ زمانہ گذرنیوالا قلیل ہو مثل احکام منسوخہ قرآن کے خواہ طویل مثل احکام شریعتیں پہلی کے اور تغییر اور تبدیل منافی ثبوت اُن احکام کے بیچ لوح محفوظ کے نہیں اسواسطے کہ وجود انکا انہیں اوقات اور ازمان تک ثابت ہے مانند تمام احکام تکوینی کے کہ اس قسم کے ہیں جیسے کہ صحت اور مرض اور غنی اور فقیری کے کہ لوح محفوظ میں کسی شخص کی ایک وقت معین تک لکھی ہوئی ہے اُسوقت تک رہے گی بعد اُسکے منسوخ ہو جاویگی اور جو احکام عام ہیں بالکل قابل نسخ کے نہیں تا ابدالآباد باقی اور برقرار ہیں جیسے کہ حکم انسان کا اور سیدھا ہونا قد اُسکے کا اور بیچ احکام شرعی کے مثل حرف شرک اور زنا اور لواطت اور چوری کے اور اس بیان سے ظاہر ہوا کہ بیچ نسخ احکام کے خواہ کونی ہوں خواہ شرعی تغییر اور تبدیل علم الٰہی میں نہیں آئی ہے تبدیل اور تغییر ہمارے ذہنوں میں سمجھی جاتی ہے اور یہ نقصان ہمارا ہے کہ مدت حکم کی ہمکو معلوم نہیں اور غلط فہمی سے اُس حکم کو مستمر اور ہمیشہ رہنے والا جانتے ہیں اور ہر چند کہ یہ بات بیچ احکام کونی کے کہ جہان میں تغییر اور تبدیل تمام چیزونکی ہوتی رہتی ہے جائے انکار اور محل شبہ کا نہیں اسواسطے کہ ہر شخص بنی آدم سے تغیر صحت کا ساتھ مرض کے ایک بدن میں اور تغیر تونگری کا ساتھ فقیری کے ایک شخص میں اور تغیر غلبہ کا ساتھ مغلوبیت کے بیچ ایک قوم اور ایک گروہ کے اور زوال دولتوں اور سلطنتوں کا کبھی کسی قوم کے پاس اور کبھی کسی کے پاس اور ایسے ہی آبادی اور ویرانی ایک مکان اور ایک شہر کی جداجدا زمانہ میں مشاہدہ کرتا ہے اور تغیرات اور تبدیلات کو طرف بسبب خفیہ اُنکے کے نسبت کرتا ہے لیکن احکام شرعیہ میں کفار اس قوم کی تغیر اور تبدیل کو دیکھکر اور منکر ساتھ طعن اور طنز کے قائم ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ واسطے دفع اس طعن اُنکے کے ہر مسلمان کو مخاطب کر کے تلقین جواب کی کرتا ہے اور خطاب کر کے فرماتا ہے اَلَمْ تَعْلَمْ یعنی آیا نہیں جانتا تو اے صاحب عقل کے اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ یعنی اس بات کو کہ خدائے تعالیٰ اوپر سب چیزونکے قادر ہے اسواسطے کہ جہان کے اندر دیکھتا ہے تو کہ اللہ تعالیٰ ہر لحظہ اور ہر آن میں طرح طرح کے حوادث اور عجائبات رنگارنگ ظاہر کرتا ہے اور جو چیز کہ کسی کی فہم اور وہم میں نہ آوے ساتھ قدرت کاملہ اپنی کے اُسکے تئیں ساتھ احسن وجوہ کے سرانجام دیتا ہے جیسے کہ بدلنا بنی مرض کا ساتھ صحت کے اور بدلنا مفلسی اور لاچاری کا ساتھ دولت اور ثروت کے اور بھیر دینا نہایت کمزوری کو طرف قوت کے اور تغیر کرنا سلطنت کا ساتھ گدائی کے اور عزت کا ساتھ ذلت اور بے نوائی کے اور روشنی کا ساتھ تاریکی کے اور تاریکی کا ساتھ روشنی کے اور جبکہ اُسکو قدرت اس تبدیل اور تغیر کی ثابت کرتا ہے تو پس اُس کی ذات سے کیا بعید سمجھتا ہے تو کہ ایک حکم کو ساتھ دوسرے حکم کے اور ایک لفظ کو ساتھ لفظ دوسرے کے تبدیل فرماوے اور ایک حکم کو منصب شرعیہ سے معزول فرما کر دوسرے کو بجائے اُسکے قائم کرے اور ایک لفظ کو صرف تلاوت اور نظر کیے سے موخر کر کے دوسرے کو ساتھ اس مرتبہ کے سرفراز کرے اور حکم دونوں لفظوں کا بیچ مرتبہ اپنے کے متحمل اور منیک ہو اور اگر اس اجمال سے گرہ اشکال تیرے کی نہ کھلے اور زنگ آئینہ مدرکہ تیرے سے دور نہ ہو جیسے ہم پوچھتے ہیں اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰہَ لَہٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یعنی آیا نہیں جانتا ہے تو کہ واسطے خدا کے ہے بادشاہت سات آسمانونکی اور زمین کی اور ہر آسمان میں اور ہی حکم اور ہی ذکر اور ہی تدبیر مقدر فرمائی ہے اور ایسے ہی ہر زمین کے اندر لغت اور وضع دوسری اور طریق دوسرا رکھا ہے اور تمام احکام اور تدبیریں اور اوضاع اور لغات اُنہوں نے اپنے مرتبہ میں پسندیدہ اور حسن ہیں سند یونکو اصطلاح سند کی خوش معلوم ہوتی ہے ہم ہندیوں کو اصطلاح ہند کی خوش آتی ہے اور جبکہ اختلاف احکام اور تدبیرات آلہیہ کا بسبب اختلاف مکانوں کے یقین کیا تو نے اور سب کو محمود اور بہتر جانا پھر بیچ اختلاف اُن احکام اور تدبیروں کے ساتھ اختلاف اشخاص اور گروہوں اور زبانوں کے سواسطے متعبا کرتا ہے تو اور ہر حکم کو بیچ زمانہ اپنے کے اور بیچ حق اُنخاص اور مگروہ مختلف کے جائے درود اُن حکموں کی بس کسواسطے بہتر نہیں سمجھتا ہے تو اور قطع نظر اس سے جبکہ دلالت معجزات کے ثابت ہوا اور یقیناً معلوم ہوا کہ جو کچھ وہ پہونچاتا ہے بلاشبہ حکم خدا کا ہے پس بیچ قبول کرنے اُس حکم کے کہ تاریخ پہلے حکم کا ہو کوئی عذر نہیں بہتا ہے اور کس طرح بیچ فرمانبرداری حکم الٰہی کے ساتھ ان شبہوں امیہ کفار کے تردد اور شبہ کرتے ہو وَمَا لَکُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ مِنْ وَّلِیٍّ یعنی اور حال یہ ہے کہ نہیں ہے تمکو سوائے خدا کے کوئی کارساز کہ کام معاش اور معاد تمہاری کا اصلاح کرے اگر کارساز دوسرا تمہارے واسطے ہوتا گنجائش اس بات کی تھی کہ اس کارساز کو متلون مزاج اور معتمل الحکم

سمجھ کچھ چھوڑتے اور دوسرے کارسازی کی طرف رجوع کرتے اور چارہ معاش اور معاد اپنی کا اُس سے طلب کرتے وَمَا لَهُمْ فِي الْأَرْضِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ یعنی اور نہیں ہے سوائے اُسکے تمہارے تئیں کوئی یاری دینے والا کار اگر اللہ تعالیٰ اوپر نافرمانی احکام اپنے کے تم سے باز پرس کرے اور عذاب میں پکڑے وہ یاری دینے والا تم کو اُسکے ہاتھ سے چھڑا لے پس تم باوصف جاننے حکمت نسخ اور بیچارگی اپنی کے بیچ ہاتھ اُسکے کے حکم اُسکے کو حیرت میں مبتلا کر غلو و طمع اور فخار اور حرص میں ہو اور اُسکو اپنے سر اور آنکھوں پر رکھتے ہو اَمْ تُرِيدُونَ اَنْ تَسْـَٔلُوا رَسُولَكُمْ یعنی یا نہیں بلکہ تُرِیْدُوْنَ چاہتے ہو کہ سوال کرو تم اور درخواست کرو تم رسول اپنے سے تبدیل احکام الٰہی کی کہ جو کچھ پہلے فرمایا ہے اُسکو برقرار رکھے اور اُسکو نسخ نہ کرے یا جو کہ تمہارے اوپر شاق اور گراں ہے اُسکو موقوف کرے اور درخواست اس بات کی رسول سے اس جہت سے ہے کہ وہ تمہاری طرف سے اس آرزو کو جناب الٰہی میں عرض کرے اور بار بار اُسکے واسطے خدا سے کہے تاکہ موافق اُسکے اجابت ہو گیا مُوْسٰى مُوْسٰى هٰؤُلَاءِ قَبْلُ یعنی جیسے کہ سوال کئے گئے تھے موسیٰ اسی طرح پیشتر سے اسواسطے کہ موسیٰ علیہ السلام جیوقت کوئی حکم احکام الٰہی سے طرف بنی اسرائیل کے پہونچاتے تھے اور اُن کو وہ احکام مخالف نفس کے اور شاق طبیعت کے معلوم ہوتے مثل جہاد عمالقہ کے اور دینا چوتھا حصہ مال کا بیچ زکوٰۃ کے اور مانند اُسکے حضرت موسیٰ سے نہایت تاکید سے درخواست کرتے کہ جناب الٰہی میں عرض کرے کہ اُس حکم کو تبدیل کر دیوے اور بدلے اُسکے حکم دوسرا کہ سبک اور سہل ہو لاویں اور حضرت موسیٰ کثرت سوال اُنکے سے بہت دلتنگ ہوتے تھے یہانتک کہ لے محمد موسیٰ نے شکایت اُنکی معراج کی رات تیرے روبرو بھی کی اور تجھکو بھی تاکید فرمائی کہ جناب الٰہی سے پہلے پہونچنے سے طرز امت اپنی کے تخفیف احکام کے سوال کرو اور پچاس نماز دنکو طرف پانچ کے تخفیف کروائی اور ایسے ہی بیچ قصہ بقرہ کے بسبب کثرت سوالات اپنے کے بقرہ مطلقہ کو طرح طرح کی قیود کے ساتھ مقید کروا کر تنگی میں گرفتار ہوئے اسواسطے کہ ایسی بقرہ نادر اور کمیاب تھی اور ظاہر ہے کہ درخواست کرنی تبدیل حکم الٰہی کی خصوصًا فرمان برداری کرنی حکم نسخ کی اور لازم کرنا حکم منسوخ کا صریح کفر ہے اور ستم ہے زبردستی کرنے کو اور فرمائش کو اُوپر خدا کے وَمَنْ يَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ یعنی اور جسنے بدل کیا کفر کو اوپر ایمان کے فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ یعنی پس تحقیق گم کیا اُس نے راہ راست کو اسواسطے کہ حکم منسوخ اگرچہ حکم الٰہی ہے لیکن جب منسوخ ہوا ہدایت اُس میں باقی نہ رہی اور بمنزلہ اُسکے ہے کہ رستہ چلنے والا طے کئے ہوئے رستہ کو اُلٹا کر پھر اُسی رستہ پر چلنے لگے اور آگے کو نہ چلے کہ ہرگز مطلب کو نہ پہونچے گا باقی رہے اس جگہ کئی سوال جواب طلب اول یہ کہ تغییر اور تبدیل کی بیچ احکام کونسی کے مثل محبت اور مرض وغیرہ کے بہت طریق اور اسباب معلوم ہیں اور بسبب اطلاع کے اوپر اُن اسباب کے استعباد اور استعجاب دفع ہوتا ہے مثلاً معلوم ہے کہ گرموں میں برف نہیں ہوتی ہے اور جاڑوں میں حاجت پانی برسنے کی نہیں ہوتی ہے اور آدمی فلانے فلانے سبب سے غنی ہوتا ہے اور غنی بسبب فلانی فلانی چیز کے مفلس ہو جاتا ہے اور بیمار دوا کے ساتھ صحت پاتا ہے اور تندرست بد پرہیزی کے سبب بیمار ہوتا ہے لیکن تغییر اور تبدیل کی بیچ احکام شرعی کے کیا سبب اور کیا وجہ ہے اس جگہ سوائے آزمایش اور امتحان مکلفین کے کہ اطاعت کرتے ہیں یا نافرمانی اور کوئی سبب ظاہر نہیں اور یہ موجب تغییر اور تبدیل کا نہیں ہو سکتا ہے جواب اسکا یہ ہے کہ ہر چند سبب اصلی بیچ احکام شرعیہ کے بھی ہے لیکن یہ آزمایش اور امتحان محض ایسا نہیں کہ بیل اور حکمت اسکی کوئی نہو طاعت مصالح مکلفین کی اور اصلاح معاش اور معاد اُن کی کی ہے مثل تکلیف دینے طبیب کے مریض کو کہ جو چیز اُسکے تئیں نافع ہے اُسی شے کا حکم فرماتا ہے اور جو چیز اُسکو ضرر دینے والی ہے اُس شے سے نہایت منع کرتا ہے اور آزمایش مکلفین کی اس وجہ سے نہیں کہ جس طرح اتفاق ہو جاوے امتحان اُنکا کیا جاوے خواہ غایت مصالح اُنکے کی اس میں ہو یا نہو بلکہ غایت مصالح کی ضرور ہے اور جسوقت غایت مصالح معاش یہ اور معاویہ کو تکلیفین کی منظور ہوئی اور علیٰ اختلاف اغراض وحالی اُنکی کا بیش نہاد ارادہ الٰہیہ کا ہوا اس سے ضرورت اس بات کی ہوئی کہ باعتبار مختلف ہونے مصلحتوں اور امتوں اور زمانہ کے مختلف احکام کا حاصل ہو اور علما محققین نے کہا ہے کہ نسخ بیچ احکام شرعیہ سابقہ ایک جد کے چار وجہوں میں سے ہوتی ہے اول یہ کہ حکمت حکم شرعی کی جلد جلد رنگ میں ظہور کرتی ہے کبھی ایک رنگ میں ظاہر ہوتی ہے اور کبھی دوسرے رنگ میں اور جبکہ حکمتیں مختلف ہوئیں احکام موافق اُنہیں حکمتوں کے ہونگے پس ظاہر بین لوگ ظاہر کو دیکھکر احکام کو مختلف شمار کرتے ہیں اور باریک بین حکمتیں مخفیہ کو دیکھکر سب حکموں کے تئیں متحد جانتے ہیں مثلاً شباہت کفارگی اُنکی عیدوں اور عبادتوں میں یہ حکمت الٰہی اس بات کو چاہتی ہے کہ اُسکو دور کیا جاوے اور جس زمانہ میں کہ یہودی دارالاسلام کے قریب وجوار میں غالب تھے اور شنبہ کے دن کی نہایت درجہ کی تعظیم کرتے تھے مسلمانوں کو حکم ہوا کہ شنبہ کے دن اکیلا روزہ نہ رکھیں مگر جو اور دنوں کے روزے رکھیں اُنکے شمول میں اسکا بھی روزہ ہو جاوے تو مضائقہ نہیں جیسے کہ روزے ماہ رمضان کے یا ایام بیض کے اور جب یہودی اُس ملک سے نیست اور نابود ہوئے اور بالکل خوف مشابہت کا نرخ حرمت روزہ تنہا شنبہ کی منسوخ ہوئی شمل اور دنوں کے روزے کے اُس دن کا روزہ بھی مباح اور افضل ہوا دوسرے یہ کہ ارادہ الٰہی واسطے تدبیر امور جہان کے تعلق نئی نئی طرح سے پکڑتا ہے اور جدًا جدًا نقش کو چاہتا ہے کہ سابق میں وہ طور نہتھا پس بمقتضائے اُس تدبیر جدید اور نقش غریب کے بہت احکام ایسے صادر ہوئے کہ پہلی شریعتوں میں اور پہلے وقتوں میں بالکل ہمادر نہ ہوئے تھے یا برخلاف اُنکے صادر ہوئے تھے جیسے کہ بیچ وقت بعثت نبی تمام المسلمین کے تدبیر الٰہی عالم کے واسطے اس صورت میں منظور ہوئی کہ نبوت اور بادشاہت کو جمع فرماویں پس جو احکام کہ متروع ساتھ دونوں مہم کے تھے سابق ہوئے اور سائل جہاد کے اور تقسیم غنیموں کے اور خراج اور جزیہ کے اور جو مسائل اُنکے ہیں ظاہر ہوئے اور پہلے زمانہ میں کہ نبوت بادشاہت کے ساتھ بالی ہوئی تھی ایسے احکام بھی نہ تھے بلکہ خلاف اُسکے حکم ہوتا تھا مثلاً غنیمیں حلال اور فدیہ اور بنا جزیہ اور خراج کا مخالفوں سے قبول کرنے دیں کے بدل میں جائز نہتھا تیسرے یہ کہ رواج اور رسم زمانہ بعثت اس پیغمبر کے بسبب بیواج اور رسم قوم اس پیغمبر کے بعضے حکم کو چاہتے ہیں کہ مثیر اس کے بسبب نہو نہ اس سبب سے رواج اور رسم کے اُس وقت میں وہ حکم نہتھا یا اُس وقت میں وہ حکم نہتھا اور ایسے ہی مختلف ہوا جاتا ہوں اور بعضے حکم جو پہلے تھے بسبب تغیر اُس کی بھی ہے سبب نہ جاننے بعضے حکم کا ہوا اور ایسے ہی بعضے حکم کا ہوا اور ایسے ہی بعضے حکم محافظت قوانین عدالت کی

کر بس ملت کے قائم کرنے کیواسطے لعنت اُس پیغمبر کی ہوئی ہے اس تبدیل کو چاہتی ہے مثل ملت ابراہیمی علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیچ حق خاتم المرسلین کے اور اسی سبب ہے کہ انتقال کعبہ کا بانسخ استقبال بیت المقدس کا ہو گیا جو نحے کہ بیچ تبدیل احکام کے اور نقل کرنے ایک تکلیف سے طرف دوسری تکلیف کے بالتدریج سہولت ہے اسواسطے کہ انتقال کرنا باحت محنہ سے طرف تکالیف شاقہ کے اکثر نفوس کو گوارا نہیں ہوتا ہے پس ضرور ہوا کہ اول ساتھ سبک اور خفیف تکلیفوں کے خوگر کیا جاوے تاکہ رفتہ رفتہ امور شاقہ اور ثقیلہ کو بھی اُٹھا سکیں اور بیچ اس تدریج کے نسخ مکرر بھی واسطے اسی حکمت کے وارد ہوئی جیسے کہ بیچ متعہ کے آور نظاہر ہوتا اس تدریج کا عمر کی حرمت میں ظاہر ہے اور بیچ تقسیم ترکہ اور فرض اسہام کے واسطے والدین اور بنات کے بھی روشن ہی سوال دوسرا کہ تفریع اوپر اس سوال کے ہے یہ ہے کہ یہ وجوہات اوسباب واسطے نسخ کرنے احکام اور تالیف کے تسلی دینے والے خاطر کے ہوئے لیکن فراموش کرنے الفاظ قرآن کے کہ وہ محض خیر اور نفع ہی اسواسطے کہ موجب ثواب اور ذریعہ حصول قرب اور رضامندی الٰہی کا ہے کس سبب سے سمجھنا چاہیئے اور ظاہر ہے کہ جو اسباب پہلی قسم میں بیان ہو چکے بیچ نسخ تلاوت کے کہ فراموش کرنا الفاظ کا مراد نہیں ہوتی ہیں اور میل نہیں جاتی ہیں اور کچھ اسکو دخل نہیں جواب اسکا یہ ہے کہ سبب اس قسم کے نسخ کا نہایت دقیق ہے بدون تمہید مقدمہ کے ذہن لطیف نہیں ہوتا ہے اور اس مقدمہ کو سننا چاہیئے اس طرح کہ طریق القائے علوم کا یہ ہے اور طریق القائے الفاظ مرتبہ اور کلمات مولفہ کا اور ہے اسواسطے کہ القاء علوم کا اولا اوپر مدرکہ کے ہوتا ہے اور وہاں سے طرف خیال کے آتا ہے اور الفاظ نحے پیرایہ ہیں آنجز زبان کے اوپر جاری ہوتے ہیں اور طریق القاء الفاظ اور کلمات مرتبہ کا اس طرح کہ قوت خیالیہ میں اسقدر ربط اور فراخی ہو جاتی ہے کہ الفاظ اور کلمات بڑی بڑی عبارت والے اُسمیں گنجائش کر سکتے ہیں پس بیچ القائے الفاظ کے ترقی ہی باعتبار قریب ہونے اُسکے کے عالم غیب سے بنسبت القائے علوم کے کہ ایک درجہ نیچے مقام تعقل سے تنزل کر کے بیچ سر حد تخیل کے داخل ہوتا ہے اور اسیواسطے یہ نوع القاء الفاظ کا مخصوص ساتھ ملوالعزم پیغمبروں کے ہے علی الخصوص ساتھ خاتم المرسلین ص کے اسواسطے کہ اکثر وحی متلو پہلے پہل اس طرح پر آتی تھی کہ کتاب الٰہی تختیوں پر لکھی ہوئی اور پتروں پر حروف اُسکے کہدے ہوئے ہوئے پہونچتے تھے اور بیچ حق اس افضل رسولوں کے مصور بحروف عالیات کا کہ سطح القدس ہے بجائے تختیوں زبرجدی کے صفحہ خیال مقدس اُنکے کو بنا کر صورتیں حرفوں کی منقش کر دیتا تھا اور جبکہ اس قسم کا القاء بنسبت قوائے بشریہ کے نہایت نادر اور عجیب تھا ناچار بعضے اوقات میں واسطے امتحان اور عادت کروانیکے کوئی کلام مرتب القا ہوتا تھا اور باقی رہنا اُس کلام کا تختی خیال میں منظور نہ ہوتا تھا اور مثال اُس کی بلا تشبیہ یہ ہے کہ لوگوں کو ابتدا میں تعلیم کے وقت نئے نئے نمونے اور عجائب سوکے ذہن سے نکالے ہوئے اور قاعدے ہجا کے سکھلائے جاتے ہیں اور ان چیزونکے سکھلانے سے اور کچھ مطلب نہیں ہوتا ہے فقط آزمائش اور صورتیں حروفوں کی ذہن نشین کرتے ہیں ایسے ہی انجگہ بھی ہوا اور اسی واسطے فرمایا ہے سنقرئک فلا تنسی الا ما شاء اللہ یعنی قریب ہے کہ پڑھاویں ہم تجکو پس نہ بھولیگا تو مگر وہ کہ چاہے اللہ بھولانا جسکا اب اس پیرایہ کا بیان کرتے ہیں غالص نہیں الفاظوں کے بھلانے کی وجہ کیا ہے حال آنکہ مقاصد ہمین تمام آنحضرت کے یاد رکھنے میں ایک دوسرے کے برابر یا قریب قریب ہی پس یہ سوال ایسے جواب کو چاہتا ہے کہ نہایت تفصیل اور بطول اُسمیں ہو کہ اسکا بیان اس تفسیر کا گنجائش اُسکی نہیں رکھتا ہے اور اجگہ اوپر اسی اجمال کے یعنی تفصیل سے بہ قناعت کرنی چاہیئے اور اگر بعضے نکتوں کو نفس تقاضا شدید کرے اسقدر سننا چاہیئے کہ بعضے وقت میں بھول اور خوف مضمون اس وحی کا مقتضی اسکا ہوتا ہے کہ بار بار کان اُسکو سنے جیسے کہ الشیخ والشیخۃ اذا زنیا فارجموھما یعنے بوڑھا مرد اور بوڑھی عورت جبوقت زنا کرین پس سنگسار کرو تم انکو اس معنے میں بیان بہت تر عذاب کا ہو اور کبھی لفظ دوسرا کہ مختصر اور چھوٹا وحی پہلی یا پچھلی میں موجود ہوتا ہے پس حاجت اسکی نہیں ہوتی ہے اور واسطے سمجھانے فی الحال کے حاجت نازل کرنے اس لفظ کی پڑی تھی کہ فرصت تامل کرنے کی بیچ وحی سابق کے یا انتظار وحی لاحق کے نہتی مثل لا ترغبوا عن آبائکم فانہ کفر بکم ان ترغبوا عن آبائکم کے کہ اسکے بعد اس کلام کے کہ وقضی ربک ان لا تعبدوا الا ایاہ وبالوالدین احسانا انجم حاجت نہ رہی اور اسی کے مانند ہے نسخ لو کان لابن آدم وادا من ذھب کے آخر آیت تک کہ الھاکم التکاثر حتی زرتم المقابر باوجود انقضاء عبارت کے اُس سے مستغنی کرنا ہی اور کبھی تسلی اور تشفی خاطروں پژمردہ اور غم کھینچے ہوؤں کی منظور ہوتی ہی اور یہی باب سبب نازل کرنے کسی کلام کا ہوتا ہے اور بعد تسلی اور تشفی اور دور ہونے غم کے چندان حاجت طرف اُسکے نہیں رہتی ہے بلا تشبیہ ایسی مثال ہے کہ کوئی شخص کسی کی طرف رقعہ لکھے اور بعضے حاضروں میں اپنا سلام بھی اُس خط میں لکھوا دے اگر مکتوب الیہ مضمون اُس خط کا معلوم کر نیکے واسطے نقل اُس خط کی کرے البتہ اُس سلام اور عبارت کو ساقط اور حذف کر یگا اور یہی باعث نسخ کرنے بلفظہا عنا فوہ منا الخ تک کا واسطے تسلی زندوں کے مردوں کی طرف سے پیغام پہونچانا منظور تھا اور وہ ہو گیا اور ایسے ہی باقی آیتوں فراموش کی ہوؤں کو قیاس کرنا چاہیئے سوال تیسرا یہ کہ اقسام نسخ کے اصولیوں کے نزدیک تین قسم ہیں ایک یہ کہ فقط نسخ حکم کی ہو مثل آیت وجوب صدقہ کے یعنی وقت بوسنیدہ باتیں کرنے کے بیچ نجوی کے یعنی وقت پوشیدہ باتیں کرنے کے بیچ کان مبارک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اور دوسری قسم فقط نسخ تلاوت کی مثل آیت الرجم کے اور تیسری قسم نسخ دونوں چیزوں کی تلاوت کی نہیں اور حکم کی بھی مثل عشر رضعات یحرمن اور اس آیت میں اشارہ طرف دو قسم اُسکی کے فرمایا ہی اور حکم کے منسوخ ہونے کا نام نسخ کہا ہی اور نسخ تلاوت کو انسا کہا اور قسم تیسری کو نعوض نہ کیا سبب اُسکا کیا ہے جواب اسکا یہ ہے کہ حقیقت میں اقسام نسخ کی بھی وہی تین ہیں کہ مذکور ہوئیں اور قسم تیسری اُنہیں دونوں قسموں کے ملانے سے حاصل ہوئی قسم حقیقی نہیں اور اسیواسطے دونوں آیتوں کے اندر نہیں داخل ہی گویا ایسا ارشاد ہوا کہ ما ننسخ من آیۃ سواء انسیناھا او لا او ننسھا نات بخیر منھا او مثلھا اور حویداس باشارہ کایہ ہے کہ صاحب تحصیل کے کہتے ہیں کہ تقسیم کے اندر وحدت مقسم کی معتبر ہے اور اسیواسطے جمع کرنے دو قسموں کے قسم دوسرا نسخناھا او لانات بخیر منھا او مثلھا اور حویداس باشارہ کایہ ہے کہ صاحب تحصیل کے کہتے ہیں کہ تقسیم کے اندر وحدت مقسم کی معتبر ہے اور اسیواسطے جمع کرنے دو قسموں کے قسم دوسرا

برسہ پیدا نہیں ہوتی ہے والا کوئی تقسیم منحصر نہ ہے اسواسطے کہ مجموع دو قسموں کا قسم دوسری ہو جاتی ہے سوال چوتھا یہ ہے کہ جو وقت منسوخ التلاوۃ کو فراموش کیا ہے بس چاہیئے کہ وہ آیتیں بالکل فراموش ہو جاویں اور کسیکو یاد نہ رہیں حال آنکہ آیتیں منسوخ التلاوۃ اب تک یاد ہیں کہ نقل کرتے ہیں جواب یہ سکا یہ ہے کہ فراموش کروانا اُن آیتوں کا اسطرح نہیں کہ کوئی لفظ اور معنی اُسکا ذہن میں نہ رہے بلکہ معنی اُسکے یہ ہیں کہ تمام عبارت اُن آیتوں کی علی الترتیب یاد نہ رہے اور بعضے لفظوں میں یا ترتیب میں اشتباہ پڑ جاوے اور جبکہ شبہ اُسمیں پڑ گیا منزل ہونا اُسکا یقیناً ثابت نہ ہوا اور حد قرآن کی سے کہ منزل بالیقین ہے کل گیا اور بعضے محققین نے کہا ہے کہ فراموش ہونا حافظہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے سے دلیل نسخ تلاوت کی ہے لیکن یہ فراموش بچند قسم ہے ایک یہ کہ تلاوت اُس آیت کی اتنے آدمیوں کو نہیں پہونچی کہ تواتر کی حد کو پہونچیں اور پہلے ہی وہ آیت فراموش ہوئی اور دوسرے یہ کہ اگرچہ تبلیغ تلاوت کی طرف عدد تواتر کے ہوئی لیکن وقت بھولجانے حافظہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سے اوروں کے ذہن سے بھی فراموش ہوئی مگر سکے ذہنوں سے فراموش ہونا اُسکا نہیں اتنے آدمیوں کے ذہنوں سے تلاوت اُسکی فراموش ہو جاوے کہ بعد اُسکے عدد تواتر کا نہ رہے گو بعضوں کو تلاوت اُسکی یاد بھی ہو جاوے اور ان دونوں قسم میں نسخ متحقق ہے اور تیسرے یہ کہ بعد فراموش ہونے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اسقدر آدمیوں کو وہ آیت یاد رہے کہ عدد تواتر کا بسبب اُنکے باقی رہے پس یہ دلیل نسخ تلاوت کی نہیں اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بارہا بیچ بعضی آیتوں کے شبہ ہو گیا تھا جیسے کہ بیچ قرارت فجر کے سورہ روم اور اور سورتوں میں سے بہت آیتیں چھوڑ گئے تھے اور بعد نماز کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا کہ آیا تم میں ابی بن کعب تھا کہ مجکو لقمہ دیتا اور اُن آیتوں کو کہ میں چھوڑ گیا تھا یاد دلاتا اور جو وقت ابی بن کعب نے عرض کی کہ یا رسول اللہ میں حاضر تھا لیکن جانا میں کہ اُن آیتوں کو جب حضرت نے موقوف کیا شاید منسوخ ہوئیں اس سبب سے لقمہ نہیں دیا اور ارشاد فرمایا کہ انما انا بشر انسی کما تنسون فاذا نسیت فذکرونی یعنی سوا اسکے نہیں کہ میں بشر ہوں جو بولتا ہوں میں جیسے کہ تم بھولتے ہو پس جو وقت بھولوں میں پس یاد دلایا کرو مجکو اور یہ بھی فرمایا کہ اگر یہ آیتیں نسخ ہو جاتیں میں تمکو اسکی خبر دیتا هکذا رواه بعض اصحاب السنة پس معلوم ہوا کہ فراموش ہونا آیت حافظہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سے باوصف باقی رہنے اُسکے کے بیچ حافظہ جماعت کثیرہ کے کہ تواتر کی حد اُن میں پائی جاتی ہے موجب نسخ تلاوت اُسکی کا نہیں ہوتا ہے اور جو لوگ کہ علطاً فراموشی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دلیل نسخ تلاوت کی جانتے ہیں بیچ جواب اس قصہ اور امثال اسکے کہتے ہیں کہ نسیان اور شے ہے اور سہو اور ذہول یعنی غفلت اور شے ہے نسیان اُسوقت پایا جاتا ہے کہ بالکل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حافظہ میں نہ رہے اور یہ بات بیچ غیر صوفات کے موجود نہیں ہوئی اور قرارت سورہ روم وغیرہ کے اندر کہ فراموشی ہو گئی تھی فقط سہو اور شبہ تھا بالکل بھول نہ گئے تھے اور دلیل اسکی یہ ہے سنقرئک فلا تنسی الا ما شاء اللہ اور فرق سہو اور نسیان میں یہ ہے کہ بیچ مجرد سہو کے خبردار کرنا کفایت کرتا ہے کہ جو وقت مدرک نے التفات کیا اُس آیت کو حافظہ میں پاتا ہے اور نسیان میں فقط التفات اور خیال کرنے سے یاد نہیں آتی ہے جبتک منبع سرے سے الفاظ اُسکے نہ سنے اور از سر نو یاد نہ کرے اور ظاہر ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اُن مواضع میں ایسی ہی حالت عارض نہوئی تھی والا لقمہ دینا اور خبردار کرنا فائدہ نہ کرتا البتہ عرف میں احالت کو بھی بطریق مشابہت کے کبھی نسیان کہہ دیتے ہیں اور موافق اسی اطلاق عرفی کے آنحضرتؐ نے فرمایا کہ انما انا بشر انسی کما تنسون والا نسیان قرآن کا بموجب نص کی ہوئی کے یعنی سنقرئک فلا تنسی الخ آنحضرت سے محال تھا مگر جو وقت کہ ارادہ الٰہی تعلق پکڑتا ساتھ نسخ اسکی کے اور اسی تقریر سے منطبق ہوتی ہے یہ حدیث انی لا انسی ولکن انسی کے کہ بیچ بعضے نسخوں موطا کے آیا ہے فافہم اور اُن حکموں میں سے کہ علما اصول نے اس آیت سے سمجھے ہیں ایک یہ ہے کہ نسخ احکام کی جائز ہے اور یہودی اس امر میں مخالف ہیں کہتے ہیں کہ حکم شرعی کو نسخ کرنا شارع کا بایں جہت سے ہے کہ کوئی حکمت پوشیدہ جناب شارع پر ظاہر نہ تھی اور اب وہ ظاہر ہوئی پس بمالازم آوے اور بداء کے یعنی یہ کہ اللہ کے نزدیک پسندیدہ چیز ظاہر نہ تھی اور اب وہ ظاہر ہو گئی اور اُسکی نسبت سے یہ بات محال ہے اور اگر حکمت دوسری ظاہر ہوئی پس موقوف کرنا پہلے حکم کا اور لانا حکم دوسرے کا محض عبث ہوا اور عبث ہونا شارع سے کہ وہ حکیم مطلق ہے محال ہے اور مسلمان لوگ بیچ جواب اس کلام اُنکے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مالک علی الاطلاق ہے اور لا یسئل عما یفعل شان اُسکی ہے یعنی نہیں پوچھا جاویگا وہ اُس چیز سے کہ کرتا ہے اُسکو اختیار ہے کہ جو چیز چاہے اور جسطرح چاہے فرماوے اور جسوقت چاہے خلاف اُسکا فرماوے اور اُسکے حق میں یہ بات مقرر کرتی کہ اپنے افعال میں حکمت اور مصلحت کا اعتبار کرتا ہے پس اُسکو مانند اپنے پابند مخلوقات اُس کی کا جانتا ہے اور وہ اس سے پاک ہے اور اگر حکمت اور مصلحت کا بھی اعتبار کریں کہہ سکتے ہیں کہ مصلحتیں اور حکمتیں فی نفسہا بسبب اختلاف زمانہ اور مکان اور اشخاص کے مختلف ہوتی ہیں چنانچہ کھانا دوائے گرم کا سرد موسم میں اور مزاج بارد میں ضرور ہے اور موسم گرم اور مزاج گرم میں ضرر کرتا ہے اور ہر گاہ کہ زمانہ بتمامہ ازل سے ابد تک اور پر کل جزئیات کے کہ اپنے اپنے وقت میں موجود ہونے والی ہیں منطبق ہے اُنکے حق میں اولیٰ اور بہتر یہی ترتیب ہے اور مصلحت اُس کی جناب الٰہی کی طرف عائد نہیں ہوتی ہے ظاہر ہونا اور پوشیدہ ہونا اور رکنے پیچھے ہونا اور معدوم کرنا سب باتیں اہل زبان کی نسبت سے ہیں اور نسبت حق سبحانہ وتعالیٰ کے پس ازل میں سب چیزیں اپنے اپنے وقت میں موجود ہیں بے تغییر اور تبدیل کے اور خلاصہ کلام کا یہ ہے کہ علم الٰہی میں ہر حکم کی انتہا ہے لیکن مکلفین ہرگاہ کہ ہر غایت کو نہیں سمجھتے ہیں اسواسطے بقرینہ احوال کے ظن کرتے ہیں کہ یہ حکم ہمیشہ رہیگا جبتک اُس کی طرف سے بیان انتہا اُس حکم کا آتا ہے اور اُس حکم کو موقوف کرتا ہے جانتے ہیں کہ حکم پہلا منسوخ ہوا اور حکم دوسرا ناسخ

ہوا پس یہ تجدد اور تغیر اور تقدم اور تاخر بہ نسبت مکلفین قاصر العلم کے ہے اور بہ نسبت اللہ تعالیٰ کے ہر حکم اپنے وقت میں مقدر ہی بغیر ظہور اور خفا اور تقدم اور تاخر کے بہ نسبت مقدر کے اور یہ معاملہ بنقطۂ احکام شرعیہ میں نہیں بلکہ جو چیز دنیا میں ہی اس قسم کی ہی اور جو شخص تمام نقطۂ وجود کے کو کہ حوادث غیر متناہیہ متعاقبہ اُسکے اندر ہیں نظر غور اور تعمق سے مطالعہ کرے اُسکو مانند ایک کتاب کے جسکے پڑھنے والا اُس سے سطر سطر پڑھتا جاتا ہے اور ایک کلمہ کو بعد دوسرے کلمہ کے زبان سے نکالتا ہی جب کتنی سطریں یا کلمے تمام ہوتے ہیں چند کلمے اور سطریں اور پڑھنے میں آتی ہیں اور پہلی سطریں اور کلمے جیسے نقطی سے محو اور فنا ہوتے جاتے ہیں اور پیچھے ثابت ہوتے جاتے ہیں اور یہ محو اور اثبات ہمیشہ ہوتا جاتا ہے اور ساتھ اس اعتبار کے اس نسخہ کو کتاب المحو والاثبات نام رکھتے ہیں اور اگر اس کتاب کو ساتھ ہیئت مجموعی اُسکی کے مع اول و آخر کے جیسا کہ حکیم علیم نے مرتب کیا ہے ملاحظہ کرے بغیر اعتبار تلاوت اور بغیر لحاظ گذر جانے ایک کے اور آنے دوسرے کے اُسکو اس الکتاب کہتے ہیں اور اسجگہ سے ظاہر ہوئے یعنی یمحو اللہ ما یشاء و یثبت وعندہ اُم الکتاب اور بعضے محققین نے کہا ہی کہ اُس مجموع مرتب کو قضا کہتے ہیں اور اس ظہور تدریجی کا قدر نام رکھتے ہیں و لا مشاحۃ فی الاصطلاح اور یہی مسلمان جواب دیتے ہیں کہ توریت مقدسہ میں مذکور ہے کہ حضرت آدم کو حق تعالیٰ نے حکم فرمایا تھا کہ اپنی بیٹیوں کا نکاح اپنے بیٹوں کے ساتھ کردیں تاکہ نسل جاری ہے اور ضرور معلوم ہے کہ نکاح بہن کا ساتھ بھائی کے اور شریعتوں میں حرام ہوا ہی پس جب نسخ کا ہونا ثابت ہوا پھر اُسکے جواز میں کیا شبہ ہا اس مقام میں جاننا چاہیئے کہ اکثر گمان کرتے ہیں کہ بیچ صورت نسخ کے بدا لازم آتا ہے اور اس تقریر سے یہ معلوم ہوا کہ بدا اور چیز ہے اور نسخ اور شئے اسواسطے کہ نسخ میں مکلفین کی مصلحت کا بدلنا ہے باعتبار بحدوث وقتوں کے بظاہر مصلحت کا بظاہر نہ ظاہر ہے اوپر حضرت حق سبحانہ کے اور بدا میں ظہور شئے غیر ظاہر کا ہے پس درمیان دونوں کے فرق ظاہر ہوا یہاں نسخ متلزم بدا کو اُسوقت ہوتا ہی کہ اتحاد فاعل کا اور اتحاد وجہ کا اور اتحاد وقت کا اور اتحاد مکلف کا سب متحقق ہوں اور ایسی نسخ کہ جس میں چاروں شرطیں پائی جاویں محالات سے ہے اسواسطے کہ نسخ میں یا فعل مختلف ہوتا ہی مثل تحریم عید کے روزہ کے یا ایجاب نماز اُسکی کا یا وجہ فعل کی مختلف ہوتی ہی جیسے کہ عاشورہ کے دن کا روزہ بساتھ وجہ استحباب کے یا روزہ عاشورہ کے دن کا ساتھ وجہ وجوب کے یا تحریم ضرب یتیم کی ایذا کی جہت سے یا اباحت ضرب یتیم کی تادیب کی جہت سے یا وقت مختلف ہوتا ہے جیسے کہ استقبال کعبہ کا ساتھ استقبال بیت المقدس کے کہ یکبارگی نہ میں تھا اور وہ دوسرے زمانہ میں تھا یا مکلف مختلف ہوتا ہے جیسے واجب کرنا زکوٰۃ میں چوتھا حصہ مال کا اوپر یہود یونکے اور واجب کرنا چالیسواں حصہ مال زکوٰۃ کی اوپر مسلمانونکے اور تحریم مال زکوٰۃ کی واسطے غیر ہاشم کے اور اباحت اُس مال کی واسطے غیر ہاشم کے تو اسی قیاس سے ہر حکم کا اور ہر نسخ کا یہ ہے کہ بعضے اُصولیوں نے کہا ہے کہ نسخ حکم کی بغیر لانے دوسرے حکم کے اُسکے بدلے میں جائز نہیں بدلیل اس لفظ کے کہ نات بخیر منہا او مثلہا اور حق یہ ہی کہ اس لفظ سے یہ معنی سمجھے نہیں جاتے ہیں اسواسطے کہ یہ لفظ دلالت نہیں کرتا ہی مگر اس بات پر کہ نسخ آیت کے بدلے میں دوسری آیت آتی ہی اور اس بات کے کہ دوسرا حکم بھی پہلے حکم کے بدلے میں آتا ہے اسواسطے کہ یہ بات ظاہر ہے کہ جو آیت دلالت اوپر وجوب صدقہ کے بیچ حالت تجوز کے کرتی ہے ساتھ دوسری آیت کے منسوخ ہوئی اور حکم دوسرا اُسکے بدلہ میں نہیں آیا اور ایسے ہی، روزہ میں رات کو بعد سونے کے کھانا پینا وغیرہ اول میں منع تھا پھر حکم منسوخ ہوا اور آیت دوسری اُنکی کہ احل لکم لیلۃ الصیام الرفث الی نسائکم اور اُسکے بدل میں کوئی چیز اور مقرر نہیں ہوئی اور اگر حکم کو عام رکھیں کہ اباحت کو بھی شامل ہو جاوے جیسے کہ اصطلاح اصولیونکی ہی پس ہر نسخ میں بدل یا بایا جاویگا اگرچہ وجود اباحت اصلیہ کا ہو اور غالب یہ ہے کہ یہ نزاع لفظی ہے چنانچہ حکم یہ ہے کہ بعضے اصولیونے واسطے نسخ حکم کے شرط کیا ہے کہ دوسرا حکم پہلے سے خفیف ہو تنقیل اسواسطے کہ اس صورت میں خیریت اور سہولیت متحقق نہیں ہوتی ہے اور اس آیت سے سمجھا جاتا ہے کہ حکم ناسخ کا چاہیئے کہ خیر باشل ہو اور محققین کے نزدیک یہ بھی ضرور نہیں اسواسطے کہ نقل عمل کا موجب کثرت ثواب کا ہوتا ہی بس خیریت باعتبار کثرت ثواب کے متحقق ہوئی اور قطعاً معلوم ہے کہ تغییر درمیان رمضان اور دینے فدیہ کے منسوخ ہوئی اور اُسکے بدل میں روزہ علی التعیین واجب ہوا حالانکہ حکم ناسخ زیادہ ثقیل ہے حکم منسوخ سے چوتھے یہ کہ نزدیک امام شافعی کے ناسخ کتاب کا چاہیئے کہ کتاب ہو بموجب اسی لفظ کے کہ نات بخیر منہا او مثلہا اور کلام میں بہ نسبت آیت کتاب کے نہ خیر ہے اور نہ مثل ہی اور بالانصاف یہ ہے کہ نات بخیر منہا او مثلہا نہیں دلالت کرتا ہے مگر اس پر کہ حکم ناسخ یا بموجب حکم منسوخ کے بیچ کثرت ثواب یا رعایت مصالح کے یا بہتر ہوتا ہی یا مانند اُسکے ہوتا ہی نہ یہ کہ وہ ناسخ وحی متلو اور قرآن کی آیت ہو اور حقیقت میں جو حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے اوپر پیغمبر کے کسی طرح کا ہو متلو یا غیر متلو سب لایا ہوا نہ کا ہی اور یقیناً معلوم ہے کہ الا لا وصیۃ لوارث ناسخ وصیت اقربا کا ہوا اور یہ بات آیت موار یث کی سے سمجھ میں آجاتی موجب اسکا نہیں کہ ناسخ بھی بحی ہو اسواسطے کہ دلالت ناسخ کی دلالت اور روشن چاہیئے اور حکم جدید کے نہ دلالت غضہ یا نجھواں یہ کہ مفسرین اور مجتہدین کو چاہیئے کہ علم ناسخ اور منسوخ کا نکلا ہوا اور بغیر اس علم کے اُسکو جول کرنا بیچ علوم دینیہ کے نہیں جائز ہے اسواسطے کہ بدون اس علم کے علم شرعی اور غیر شرعی کو جدا نہ کر سکے گا اور بہت وقت ایسا ہو جاوے کہ حکم منسوخ کو محکم شارع کا جانکر فتوی دیگا اور غلطی میں پڑیگا اسواسطے الوجعفر محمد بن حضرت امیر المومنین مرتضی علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی ہے کہ حضرت علی ایک دن کو فہ کی مسجد میں خل بیچ دیکھا کہ ایک شخص وعظ کہتا ہے پوچھا کہ یہ کون ہے آدمیونے عرض کی کہ یہ واعظ ہے کہ آدمیونکو خدا سے ڈراتا ہی اور گناہوں سے منع کرتا ہے فرمایا کہ عرض اس شخص کی یہ ہے کہ اپنے تئیں انگشت نما آدمیونکا کرے اُس سے پوچھا کہ ناسخ اور منسوخ کو بھی جانتا ہے یا نہیں اُس نے کہا کہ یہ علم مجکو نہیں فرمایا کہ اسکو مسجد میں سے نکال دو اور داری نے بیچ مسند اپنی کے حضرت حذیفہ بن الیمان سے کہ صاحب راز پیغمبر کے تھے روایت کی کہ اُن سے کسی نے مسئلہ پوچھا اور عرض کی کہ اس ہمیں حکم فرماؤ انہوں نے کہا کہ فتوی دینے والا دو قسم کے آدمیوں میں سے ہوتا ہے اول وہ شخص کہ ناسخ اور منسوخ کو قرآن میں سے پہچانے اور

اس قسم کا شخص اس زمانہ میں حضرت امیر المومنین عمر بن الخطاب رضؓ ہی دوسرے وہ شخص کہ اُسکو قاضی بنایا ہو پارونا چار یہ کام اُسکے ذمہ پڑا تیسرے وہ احمق کہ اپنے تئیں بہ تکلف عالموں اور مفتیوں اور مجتہدوں میں داخل کرتا ہے سو میں قسم اول سے خود نہیں اور نہ دوسری قسم سے اگر ہوں تو قسم تیسری سے ہوں اس بات کو میرا دل نہیں چاہتا ہے چھپایہ کہ بیچ آیت امر تردد ان تسئلوا رسولکم کما سئل موسی من قبل کے ارشاد ہوا کہ سوال کرنا پیغمبروں سے ممنوع اور برے حال آنا بغیر سوال کرنیکے اور دریافت کرنیکے پیغمبروں سے مقدمات دین اور ایمان کے ظاہر نہیں ہوتے ہیں اور راہ باطل سے جدا نہیں ہوتی ہے اوشقی دمت کے لوگوں کی بھی حاصل نہیں ہوتی ہے پس سوال کرنا پیغمبروں کے واسطے برا ہوا اور اس سوال سے بطریق کنایہ کے منع فرمایا جواب اسکا یہ ہے کہ سوال پیغمبروں سے مطلقاً ممنوع نہیں بلکہ سوال تبدیل احکام الٰہیہ کا ممنوع ہے چنانچہ تفسیر میں گذرا البتہ جو سوال کہ مفسدہ اُسکے اندر ہو تا ہے بیچ مقدمات دین کے اسی سوال کے ساتھ ملحق ہے جیسے کہ سوال کرنا معجزہ کا بلا حاجت انکو طلب کیا جاوے جیسے کہ مشرکین کہتے تھے کہ لن نؤمن لک حتی تفجر لنا من الارض ینبوعا او تکون لک جنۃ من نخیل وعنب فتفجر الانھار خلالھا تفجیرا او تسقط السماء کما زعمت علینا کسفا او تاتی باللہ والملئکۃ قبیلا او یکون لک بیت من زخرف او ترقی فی السماء ولن نؤمن لرقیک حتی تنزل علینا کتابا نقرأہ یعنی کہا انہوں نے نہ مانیں گے تیرا کہا جبتک کہ نہ بہاوے تو ہمارے واسطے زمین سے ایک چشمہ یا ہو جاوے تیرے واسطے ایک باغ کھجور اور انگور کا پھر بہاوے تو اُسکے اندر نہریں چلا کر یا گرادے آسمان ہمپر جیسا کہ کہا کرتا ہے تو ٹکڑے ٹکڑے بالے آاللہ کو اور فرشتوں کو ضامن یا ہو جاوے تجکو ایک گھر سونے کا یا چڑھ جاوے آسمان میں اور ہم یقین نکرینگے تیرے اوپر بھی یہاں تک کہ نہ اُتار لاوے ہمپر ایک کتاب جو ہم پڑھ لیں اُسکو یا فرمایش نزول وحی کے ساتھ اُس وضع کی کہ ہم چاہتے ہیں چنانچہ اہل کتاب کہتے تھے قال اللہ تعالی یسالک اھل الکتب ان تنزل علیھم کتابا من السماء فقد سالوا موسی اکبر من ذالک فقالوا ارنا اللہ جھرۃ یعنی کہا اللہ تعالی نے رسول کرتے ہیں تجھسے اہل کتاب اس بات کا کہ اُتارے تو اوپر اُنکے کتاب آسمان سے پس تحقیق سوال کیا تھا موسی سے اس سے بڑھکر پس کہا تھا کہ دکھلا دے تو ہمکو اللہ کو سامنے یا مقرر کرنا احکام جدید اور اپنی طبیعتوں سے نکالے ہوؤں کا بغیر مرضی الٰہی کے جیسے کہ ایک گروہ جہال کے نے کہا تھا کہ یا رسول اللہ واسطے ہمارے ایک درخت تقرر فرماؤ کہ ہم بیتابوں اپنے کو اس درخت پر لٹکائیں جیسے کہ مشرکوں کے واسطے ایک درخت ہے کہ ہتیار اپنے کو اُسمیں لٹکاتے ہیں اور اُس درخت کو ذات انواط خطاب سے پاہی اور یہ قصہ کمال مشابہت رکھتا ہے ساتھ سوال جہال بنی اسرائیل کے کہ کہتے تھے واجعل لنا الھا کما لھم الھۃ یا سوال کرنا غیب کی باتوں خاص خاص کا کہ اُنکے دریافت کرنے سے کچھ فائدہ نہیں جیسے کہ بعضے ضعیف الایمان امتحان کیواسطے یا واسطے دُور کرنے کسی گمان کے پوچھتے تھے کہ عورت میری حاملہ ہے اُسکے لڑکا پیدا ہوگا یا لڑکی اور باپ میرا کون آدمی تھا اور فلانی چیز گم ہوئی کہاں ہے حاصل یہ ہے سوال ممنوع ایسا سوال ہے کہ باعتبار کسی وجہ کے وجوہات مذکورہ سے مشابہت رکھے ساتھ سوالات بنی اسرائیل کے کہ حضرت موسیٰؑ سے اُنہوں نے کئے تھے اور اس قسم کے سوال سوائے بے ادبی کے شائبہ بے ایمانی کا بھی رکھتے ہیں اور اہل کتاب کہ بیچ مقدمہ نسخ آیتوں اور الفاظ قرآن کے شبہے ہی ڈالتے ہیں حقیقت میں اُنکو یہ منظور نہیں کہ ہمکو ہدایت حاصل ہو اور شبہے ہمارے رفع ہو جاویں تاکہ ہر ایک سوال اُنکے کا جواب دیا جاوے بلکہ وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ یعنی دوست رکھتے ہیں اکثر اہل کتاب کے باوجود اسکے کہ کتاب کے واقف ہیں اور احوال پہلے نبیوں کے سے خوب واقف ہیں اور نسخ حکموں کی اُن کی کتابوں میں بھی موجود ہے جیسے کہ بیچ قصہ نکاح بہنوں کے ساتھ بھائیوں کے حضرت آدم علیہ السلام کے وقت میں اور نسخ کرنا اُنکا پہلی شریعتوں میں اور جیسے کہ بیچ قصہ مطلق گاؤ ذبح کرنے کے کہ بنی اسرائیل کو یہ حکم پہلے ہوا تھا کہ کسی گاؤ کو ذبح کر لیں تاکہ قاتل معلوم ہو جاوے بسبب سوال لایعنی کے اُنکے یہ حکم منسوخ ہوا اور گاؤ خاص کے ذبح کرنیکے واسطے امر کیا لَا يَرُدُّونَكُمْ یعنی کاش پھیریں تمکو بسبب شبہوں ڈالنے کے مِن بَعْدِ إِيمَانِكُمْ یعنی پیچھے ایمان تمہارے کے كُفَّارًا یعنی کافر ہوجاؤ تم جیسے کہ خود وہ اپنی کتاب کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور اس غرض فاسد اُن کی کا کوئی باعث اور محرک تمہاری طرف سے وقوع میں نہیں آیا بلکہ حَسَدًا مِّنْ عِندِ أَنفُسِهِم یعنی حسد کی راہ سے کہ اُنکی طرف سے پیدا ہوتا ہے بلا سبب اور اُنکو بھی تمہارے دین میں شک اور شبہ باقی نہ رہا کہ پھرنا تمہارا دین منکوک سے اُنکے زعم میں نیک اور سخن ہوتا بلکہ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ یعنی بعد اسکے کہ ظاہر ہوا ہے اُنکو حق بیچ دین تمہارے کے اور مقتضا اس ضرارت اور بدذاتی اُن کی کا یہ ہے کہ تم دہ پے انتقام لینے کے اُن سے ہو لیکن تم کو چاہیئے کہ بیچ تابعداری مرضیات الٰہی کے سرگرم رہو اور نصانیت کو اپنی طرف راہ نہ دو اور بغیر حکم اللہ تعالی کے اُنکے ساتھ مقابلہ نکرو فَاعْفُوا یعنی پس عفو کرو تم گناہ اُنکے اور طرف شبہوں واہیہ اُنکے التفات نکرو وَاصْفَحُوا یعنی درگذر کرو اُن کی جنگ جدال سے اور اُنکے سے حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ یعنی یہانتک کہ لاوے خدا تعالی حکم اور فرمان اپنا واسطے جنگ اور قتال کے اور یہ گمان مت کر و کہ اللہ تعالی نے تاخیر اس حکم کی واسطے عجز کی ذرائی اسواسطے کہ بعد دور کرنے عمران کی کے فی الحال بھی قادر ہے بلکہ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ یعنی تحقیق اللہ تعالی اوپر ہر چیز کے قادر ہے اور دور کرنا فرمان کی کا اسکی قدرت کے آگے کیا بڑا کام ہے لیکن حکمت الٰہی واسطے تاخیر اس امر کے تقاضا فرماتی ہی اسواسطے کہ اگر اسوقت حکم اُسکے ساتھ لڑنیکا حکم ہو اور حال آنکہ ابتک مشرکین عرب کے خصوصاً سردار کہ کے تہائے ساتھ نزاع اور خصومت رکھتے ہیں آدمیو نکے ذہنوں میں بدگمانی آجاویگی کہ یہ مرد نہایت بدخو ہے کہ ہمکسی سے لڑتا ہے اور طریقہ خاطرداری اور تالیف قلوب کا بالکل اس میں نہیں اور جسوقت مشرکین عرب اور سردار کہ کے بعد عاجز ہونے اور مقاتلہ کے اس دین میں داخل ہوا یا ساتھ صلح اور صفائی کے آنا جانا کریں اُسوقت طریقہ خاطرداری اور

تالیف قلوب کا بھی بغیر تمہارے کی طرف سے بھی خاص اور عام کو معلوم ہو جاوے اسوقت اُنسے انتقام اور بدلا لینا اصوب اور انسب ہے اور اگر تمکو شوق جہاد کا زیادہ ترہے پس جبتک کہ حکم جہاد کا آوے نفس کے جہاد کرنے میں مشغول ہو وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ یعنی اور قائم کرو تم نماز کو اسواسطے کہ یہ عبادت بدن کے اوپر بہت شاق ہے وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ یعنی اور دو تم زکوٰۃ کو کہ خرچ کرنا مال کا زیادہ تر نفس کے اوپر گراں اور شاق ہوتا ہے مشقت بدن کی سے اور اگر اسپر بھی تمکو قناعت نہو بلکہ اور تر مکر مجاہدہ کو دل چاہے پس بندگیاں نفل خواہ بدنی ہوں خواہ مالی بجالاؤ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ یعنی اور وہ چیز کہ آگے بھیجتے ہو تم واسطے نفع جانوں اپنی کے تم نیکی اور بھلائیونکی سے تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ یعنی البتہ پاؤگے تم نزدیک اللہ تعالیٰ کے اگرچہ بے دین لوگ اہل کتاب کے تمہارے عملونکو ضائع اور رائگاں جانیں اسواسطے کہ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ یعنی تحقیق خدا تعالیٰ جس چیز کو کرتے ہو دیکھ رہا ہے نیک نیتی اور شوق بندگی تمہاری کا جانتا ہے اور موافق اُسکے جزا دیتا ہے آس مقام میں جاننا چاہیئے کہ اکثر مفسرین نے سبب نزول دونوں آیتوں کا ایسا نقل کیا ہے کہ جب مسلمانونکو احد کی لڑائی میں شکست ہوئی تھی فحاص بن عازر اور زبیر قیس اصم ایک گروہ یہودیونمیں سے حذیفہ بن الیمان اور عمار بن یاسر سے کہا کہ دیکھو تمکو کیا آفت پہونچی اور خفیف اور ذلیل ہوئے اور شمار تمہارے اگر تم حق پر ہوتے یہ شکست تمکو نہ ہوتی پس بہتر ہے کہ طرف اُسی دین قدیمی اپنے کے رجوع کرو اور اگر پیروی پیغمبر کی چاہتے ہو ہمارے دین میں داخل ہو جاؤ کہ دین ہمارا سب دینوں سے افضل ہے اور بہکو ہدایت آسمانی مدت دراز سے ہوتی آئی ہے محمد بن مسلمہ نے اُنکے جواب میں کہا کہ تم سے پوچھتا ہوں کہ عہد کہ کوئی کیا ہے اور پیمان اہو لے نے کہا کہ عہد کا توڑنا تحت گناہ ہے ہمارا کہا کہ ایسے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد باندھا ہے کہ جبتک زندہ ہوں اُس سے نہیں پھرنے کا اور اُس سے ستگ نہیں ہونیکا یہودیوں نے کہا کہ اس سے خوب جوا ہاتھ آیا اور حذیفہ نے کہا کہ اگر مجھے حال پوچھتے ہو پس میں ساتھ خدا اپنے کے راضی ہوں اگر وہ پروردگار میرا ہے اور ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے راضی ہوں میں کہ وہ رسول میرا ہے اور ساتھ اسلام کے راضی ہوں میں کہ وہ دین میرا ہے اور ساتھ قرآن کے راضی ہوں میں کہ وہ امام اور پیشوا میرا ہے بعد اسکے مجکو پروا کسی مصیبت کی اور آفت کی نہیں جب یہ دونوں روبرو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پہونچے اور ماجرا عرض کیا آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا کہ خوب کہا تمنے اور نجات اور فلاح پانیوالے ہوئے حق تعالیٰ نے یہ دونوں آیتیں بھیجیں اور اس آیت میں مذمت حسد کی بیان ہوئی اسواسطے کہ بسبب حسد کے کافر ہونا اور گمراہ کرنا دوسرے کا چاہا اور حدیث صحیح میں آیا ہے کہ الحسد یاکل الحسنات کما تاکل النار الحطب یعنی حسد نیکیوں کو ایسا کھا جاتا ہے جیسے کہ آگ لکڑیونکو کھا لیتی ہے اور یہ بھی حدیث میں ہے کہ بعضے آدمی خدا تعالیٰ کی نعمتونکے دشمن ہوتے ہیں لوگونے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ ایسا کون بدبخت ہوگا کہ اسکی نعمتوں کا دشمن ہو فرمایا جو لوگ کہ دوسروں کی خوشحالی کو دیکھکر ناخوش ہوتے ہیں اور حسد کرتے ہیں اور علم والوں میں یہ خصلت ناشائستہ کثرت سے ہے اور وجہ اسکی یہ ہے کہ یہ لوگ اللہ کی نعمتونکی قدر خوب جانتے ہیں اور جبکہ کوئی نعمت اپنے پاس نہیں پاتے اور دوسرے کے پاس دیکھتے ہیں کمال اذیت اور رنج انکو ہوتا ہے اور انکی طبیعتوں میں حسد آجاتا ہے اور اسیواسطے مجرد یہ کہنے والوں کے کہا ہے کہ چھ گروہ بے شمار دوزخ میں جاوینگے امیر لوگ بسبب ظلم کے اور غریب لوگ بسبب تعصب اور ضدیکے اور گانوکے لوگ بسبب تکبر اور غرور کے اور تاجر لوگ بسبب خیانت کے اور جنگل کے رہنے والے بسبب جہالت کے اور علم والے بسبب حسد کے اور غرض اس کہنے والے کی یہ ہے کہ یہ خصلتیں ان لوگوں میں بیشتر پائی جاتی ہیں کوئی شخص ان قسموں کے آدمیوں میں سے ان خصلتوں سے خالی نہیں ہوتا ہے مگر جس کو اللہ محفوظ رکھے سو حاجت عتاب و پرسش کی نہیں ہوگی اور بعضی کتابوں میں اسرائیل سے منقول ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے معراج وحی الٰہی میں ایک شخص کو عرش کے سایہ میں دیکھا کہ نہایت قرب الٰہی کا اُسکو حاصل ہے عرض کی کہ بارخدایا یہ شخص کون ہے اور یہ مرتبہ اس شخص کو کس سبب سے حاصل ہوا اور کیا عمل اُسنے کیا ارشاد ہوا کہ نام اسکا رہبر و نیرے نہیں لیکن تین عمل اُسکے ہماری درگاہ میں مقبول ہوئے کہ اُسکے سبب اس مرتبہ کو اسکو ہمنے پہونچایا اوّل یہ کہ کسی نعمت کا کسی کے پاس دیکھکر حسد نہیں کرتا تھا دوسرے یہ کہ ماں اور باپ اپنے کی نافرمانی نہیں کرتا تھا تیسرے یہ چغلخوری اور بات لگانی نہیں کرتا تھا اور عبدالرحمن بن عون سے مروی ہے کہ ایک روز فضل بن مہلب کی محفل میں داخل ہوا اور فضل بن مہلب اُن دنوں صوبہ دار واسطے کا تھا اور مہنوں نے اُسکے پاس آکر یہ بات فرمائی کہ میں چاہتا ہوں کہ کچھ تجکو نصیحت کروں خبردار ہو اور سن کہ تکبر ایسا گناہ ہے کہ پہلے پہلے جہان میں یہی ہوا ہے اور شیطان بسبب اسی گناہ کے ملعون ہمیشہ کیواسطے ہوا چنانچہ حق تعالیٰ نے اُسکے حق میں فرمایا ہے فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ اِلَّا اِبْلِيْسَ اسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ اور حرص اور طمع سے اپنے تئیں بچاؤ اسواسطے کہ حرص ایسا گناہ ہے کہ آدم کو اسی باعث بہشت سے نکالا اور دنیا کی محنتوں میں ڈالا اور حسد سے بھی دور رہو کہ قابیل نے بسبب حسد ہی کے ہابیل کو مار ڈالا تھا اور عبداللہ بن الزبیر نے کہا ہے کہ حسد کسی پر کرنا نہ چاہیئے اسواسطے کہ اگر وہ شخص بہشتی ہے پر مال اور اسباب نام اور جاہ دنیا کا جنت کی نعمتوں کے روبرو نہایت بے قدر ہے پس ایسی ذلیل چیز پر کیا حسد کیا جاوے جب کہ بہشت اُسکو ملیگا یہ بھی اگر مل گیا تو مل جاوے کچھ بڑی شے نہیں اور اگر وہ شخص دوزخی ہے سو اُسکے اُوپر حسد کرنا محض بیجا ہے اسواسطے کہ انجام ان سب نعمتونکا دوزخ ہے علماء نے کہا ہے کہ حسد کے چار مرتبے ہیں علی الترتیب اوّل یہ کہ دوسرے کی نعمت کو چاہے کہ اُسکے پاس نہ رہے خواہ اُسکے پاس آوے نہ آوے اور یہ سب مرتبوں میں بڑھ کے حسد تمام مرتبہ ہے اور مسلمان صالح کے حق میں اسطرح کا حسد کرنا نہایت مذموم اور کبیرہ ہے اور کافر اور فاسق کے حق میں مباح ہے بسبب اسکے کہ اُسکو بسبب اس نعمت کے قوت اور کفر اور گناہ کے حاصل ہے دوسرا مرتبہ حسد کا یہ ہے کہ دوسرے کی نعمت مجکو مل جاوے مثلاً کسی باغ کو چاہے کہ میں مالک اُسکا ہو جاؤں اور کسی کی عورت کو چاہے کہ میرے نکاح میں آجاوے

اور ریاست کسی کی میرے پاس پہونچ جاوے اس صورت میں اصلی مطلب اُسکا یہ ہے کہ مجکو یہ چیز مل جاوے اور زوال اُسکا دوسرے کے سبب سے ہو پس مسلمان کے حق میں ایسا حسد بھی حرام ہے تیسرا مرتبہ حسد کا یہ ہے کہ دور ہونا نعمت کا دوسرے سے چاہے لیکن چونکہ وہ شخص عاجز ہے کہ اُسکو وہ نعمت حاصل نہیں آرزو کرتا ہے کہ کاش یہ نعمت دوسرے کے پاس بھی نہ ہوتی اُسکو میرے اوپر فوقیت نہ ہوتی غرض مرتبہ یہ ہے کہ آرزو اس بات کی کرے کہ جیسی نعمت اُسکے پاس ہے مجکو بھی مل جاوے اور ہرگز دُور ہونا اُس نعمت کا دوسرے سے یا جانا اُس کی نعمت کا اپنی طرف تحویل میں نہو اور اُسکو غبطہ اور تناضس کہتے ہیں اور ایسا حسد کرنا دین کی باتوں میں جیسے کہ ایمان اور نماز اور روزہ اور اسکے راستے میں خیرات کرنا اور تعلیم اور تعلم اور رشاد اور دلالت پایا جاتا ہے اور اچھا ہے بلکہ بعضے وقت واجب بھی ہو جاتا ہے اور حرام نہیں جیسے کہ قرآن مجید میں آیا ہے وفی ذلک فلیتنافس المتنافسون اور صحیحین کی حدیث میں بھی آیا ہے کہ لا حسد الا فی اثنین رجل آتاہ اللہ مالا فانفقہ فی سبیل اللہ یعنی حسد نہیں لائق ہے مگر دو شخصوں کے اوپر ایک وہ شخص کہ دیا اللہ نے اُسکو مال پس خرچ کیا اُسکو اللہ کی راہ میں اور دوسرا وہ شخص ہے کہ دیا اللہ نے اُس کو علم پس آپ بھی وہ عمل کرتا ہے اور دوسرے کو بھی سکھلاتا ہے اور یہ بھی علماء نے کہا ہے کہ اسباب حسد کے بعد تفتیش کرنے کے معلوم ہوا کہ سات چیزیں ہیں اصل سبب جیسے کا عداوت اور بغض ہے اسواسطے کہ آدمی کی جبلت میں یہ بات پڑی ہوئی ہے کہ جسوقت کسی سے اُسکو ایذا اور تکلیف پہونچتی ہے دل سے اُسکو دشمن کہتا ہے اور کینہ اُسکا دلمیں بیٹھ جاتا ہے اور ہر وقت ارادہ اسبات کا کرتا ہے کہ بدلا اُس سے لوں تاکہ تشفی مجکو حاصل ہو اور جبکہ اُس شخص کو قدرت اس بات کی نہیں ہوتی آخر کو یہ چاہتا ہے کہ غیبی مار اُس پر پڑے اور جان اور مال اُسکا تلف ہو جاوے جیسے کہ حق تعالیٰ نے ایسے حاسدوں کے حق میں فرمایا ہے کہ ان تمسسکم حسنۃ تسؤھم وان تصبکم سیئۃ یفرحوا بھا یعنی اگر پہونچے تمکو بھلائی ناخوش ہوتے ہیں اُس سے اور اگر پہونچے تمکو بُرائی خوش ہوتے ہیں اُس سے اور یہی حسد باعث تنازع اور لڑائی کا ہو جاتا ہے دوسرا سبب حسد کا تکبر اور بڑائی ہے اپنے کو ہر شخص سے منصب اور بلند مرتبہ نہیں دیکھ سکتا ہے پس چاہتا ہے کہ وہ منصب اور مرتبہ اُسکا جاتا رہے تاکہ وہ اور میں برابر ہو جاؤں اور اسی حسد کے سبب سے کفار کہتے تھے لولا نزل ھذا القرآن علی رجل من القریتین عظیم یعنی اور کیوں نہ اُترا قرآن کسی بڑے مرد پر ان دو بستیوں کے یعنی مکہ اور طائف کے سردار پر تیسرا سبب یہ ہے کہ آدمی کی جبلت میں یہ بات پڑی ہوئی ہے کہ اور لوگ میرے تابع دار رہیں اور خادم میرے ہوں اور یہ بات بدون اسکے حاصل نہیں ہوتی ہے کہ جب تک دوسرا اسکی طرف محتاج نہو اسواسطے خواہ مخواہ چاہتا ہے کہ دوسرے وہ نعمت جاتی رہے چنانچہ کفار بخصوص مسلمانوں کے کہتے تھے کہ ھؤلاء من اللہ علیھم من بیننا جو تھا سبب یہ ہے کہ تعجب آوے کسی کی نعمت پر بلکہ ترس سے کہ وہ شخص اُسکے نزدیک لیاقت اُس نعمت کی نہیں رکھتا تھا اور اسبات کو چاہتا ہے کہ وہ نعمت اُس سے جاتی رہے تاکہ تعجب دُور ہو جاوے جیسے کفار پیغمبروں کے حق میں بھی بات خیال کرتے تھے جیسے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے او عجبتم ان جاءکم ذکر من ربکم علی رجل منکم لینذرکم یعنی کیا تعجب کرتے ہو تم اسباب کہ آئی تمہارے پاس نصیحت اور ایک آدمی کے تم میں سے فاکہ ڈراوے تمکو پانچواں سبب یہ ہے کہ دوسرا شخص کی نعمت یا کمال دیکھ کر خیال کرتا ہے کہ ایسے سبب سے میرے مطلب میں قصور آ جاویگا اور اس وجہ سے چاہتا ہے کہ یہ مرتبہ اور نعمت اُس دُور ہو جاوے جیسے ہر پیشہ والے کو اپنے ہم جنس کے ساتھ یہی بات درپیش آتی ہے مثل اسی کے کہ کئی عورتیں ہوں ایک مرد کی گرد آپس میں اُسکو حسد ہوتا ہے اور ایسے ہی کئی طبیب کہ ایک شہر میں ہوں آپس میں کئی وعظ کہنے والے ایک جگہ میں چھٹا سبب یہ ہے کہ محبت ریاست کی اسبات کو چاہتی ہے کہ دوسروں کی ریاست جاتی رہے اور طبیعت میں یہ بات ہوتی ہے کہ اپنے کمال میں بے نظیر ہوں اور کوئی ہمارا ہمسر دوسرا نہ نکلے لیکن یہ بات اُسکو کبھی میسر نہیں ہوتی ہے بلکہ فوق ہونا سب سے کمالات میں اور بے مثل ہونا خاصہ ذات باری کا ہے ساتواں سبب کم ظرفی اور فرومائگی نفس کی اور بخل کمال درجہ کا ہوتا ہے کہ فیضان خدا کی نعمتوں کا دیکھکر ملول ہوتا ہے اور اپنی دولت کی سے باطن خوش ہوتا ہے اور چہ سد سب حسدوں سے بدتر ہے اور اللہ تعالیٰ سب ہی حسدوں سے پناہ دے اور جسوقت کئی چیزیں ان چیزوں میں سے جمع ہو جاویں حسد زیادہ تر ہو جاویگا اور یہودیوں کے گروہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب حضرت کے ساتھ کئی باتیں حسد کی جمع ہو گئی تھیں اپنی اسلئے حسد اُن کی طبیعتوں میں خوب محکم ہو گیا تھا چنانچہ لفظ من عند انفسھم کا اسی امر کی طرف اشارہ کرتا ہے اب اس مقام میں جاننا چاہیئے کہ حسد ایک مرض عام گیر ہے کہ قلیل لوگ اس سے خالی ہیں چنانچہ حدیث شریف میں بھی ایسا ہی مضمون آیا ہے کہ ما منا احد الا وقد حسد وما منا احد الا وھو یطمح ولکن اذا حسدت فلا تحقق واذا تطیرت فامض یعنی نہیں ہے ہم میں سے کوئی کہ حسد نکرے اور نہیں ہے کوئی ہم میں سے کہ اُلٹا نہ کرے طرف نامحوم کے لیکن جسوقت حسد کرے تو پس مت بہر اُس حسد پر بلکہ دل سے دور کر دے اُسکو اور جس وقت نظر کر بیٹھے تو نامحرم پر پس دوبارہ مت نظر کر طرف اُس کے اور علاج اس مرض روحانی کا دو چیزیں ہیں علم اور عمل لیکن علم دو قسم ہے اجمالی اور تفصیلی اجمالی یہ ہے کہ ہر چیز کو یہ جانے کہ تقدیر یا الٰہی سے یہ بات ہے اور اس عقیدہ کو اپنے دل میں حاضر رکھے کہ ما شاء اللہ کان وما لم یشا لم یکن جو چاہے اللہ سو ہو جاتا ہے اور جس کو اللہ نہ چاہے وہ نہیں ہوتا ہے اور یہ بات سمجھے کہ کسی کے ناخوش ہونے اور مکروہ جاننے سے تقدیر نہیں ٹل سکتی ہے جس کی تقدیر میں خوش حالی اور حصول نعمتوں کا ہی البتہ وہ ضرور ہو ویگا چاہے دوسرا شخص خوش ہو یا ناخوش اور علم تفصیلی یہ ہے کہ حسد کو ایسا سمجھے کہ ایمان کی آنکھ میں گویا تنکا یا خاک جا پڑے کہ آنکھ بسبب گر پڑنے ایسی چیز کے مکدر ہو جاتی ہے اسواسطے کہ حسد میں ناخوشی حکم الٰہی کی اور ناراضامندی قضا اور قدر الٰہی سے لازم آتی ہے اور اپنے بھائیوں ہم جنس کی بدخواہی کرنی پڑتی ہے اور حسد کرنیوالے کو ہر وقت کا رنج اور تکدر حواس اور وساس کا ہمیشہ رہنا حاصل ہے اور یہ بات حسد کرنیوالے کے اختیار میں نہیں

اسباب حسد کے سات چیزیں ہیں

کہ حسد کرکے کسی شخص کو کچھ ضرر پہونچا سکے نہ دین میں اور نہ دنیا میں بلکہ الٹا حسد کرنیوالا کیونکہ دنیا میں بھی ضرر ہے کہ بسبب حسد کرنے کے نعمت اسکی جاتی رہیگی اور آخرت میں بھی اُسکے واسطے ضرر ہے کہ بیظلم ہے اور جس کا حسد کرتا ہے وہ مظلوم اور قیامت میں ظالم کی نیکیاں مظلوم کو دی جاوینگی اور حکماؤں نے واسطے بیان کرنے حاسد کے ضرر کے ایک مثال ذکر کی ہے اور حقیقت میں بات اُنہوں نے درست کہی ہے کہ حسد کرنیوالے کی مثال ایسی ہے کہ کوئی اپنے دشمن کی طرف پتھر اُسکے مارنیکے واسطے چلاوے اور وہ پتھر اُلٹا پھر کر اُسی کے آگے اور ایک آنکھ تکی پھوڑ دے اور یہ بیوقوف پھر دوسری بار پتھر چلاوے پھر وہ اُلٹا پھر کے دوسری آنکھ اُسکی پھوڑ دے اور تیسری بار پھر کر سر اُسکا توڑے اور دشمن ہر دفعہ سلامت رہے اور اور لوگ اس احمق کی حرکت کو کھڑے کھڑے تماشا دیکھیں اور ہنسیں اور یہ تمام وبال حسد کا دنیا میں ہے آور عذاب آخرت کا تو بہت سخت اور باقی رہنے والا ہے اور علاج حسد کا ساتھ عمل کے اسطرح پر کہ حسد کرنیوالا محسود کے حق میں ایسے افعال کرے کہ خلاف مقتضا حسد کے ہوں مثلاً اگر حسد بدگوئی اُس کی کا باعث ہوتا ہے چاہیئے کہ ہر گوئی کی جگہ ثنا اور صفت اُس کی کرے اور اگر بہ نسبت محمود کے باعث تکبر کا ہو چاہیئے کہ اُسکو تواضع اور فروتنی اُسکے آگے کرے کہ اس حیلہ سے محبت اُس محسود کی پیدا ہو جائیگی اور حسد خود بخود زائل ہو جاویگا اسواسطے کہ محبت حسد کے مادہ کو قطع کرتی ہے اور اس مقام میں یہ بھی معلوم کرنا چاہیئے کہ جو نفرت دلی محمود کی طرف سے حاسد کو حاصل ہی سو اسباب میں سے اسکو کچھ اختیار نہیں ہے اُس نفرت کے اُوپر اُسکو مواخذہ نہوگا کما لا یکلف اللہ نفساً الا وسعہا اور تکلیف شرعی بھی بہ نسبت اُسکے نہیں بلکہ حاسد مکلف اس بات کا ہے کہ اُس نفرت دلی اپنی کو ناخوش جانے اور یہ تدبیر کرتا رہے کہ وہ نفرت جاتی رہے اور اُس نفرت کو بتکلف دل سے ہٹاوے باقی رہا اس مقام میں ایک سوال جواب طلب اور وہ یہ ہے کہ مسلمانوں کو اس آیت میں اللہ تعالیٰ خطاب کرتا ہے کہ فاعفوا واصفحوا یعنے عفو کرو کافروں سے اور درگذر کرو اور کافروں کا اسوقت میں زور اور غلبہ تھا اور معاف کرنا اور درگذر کرنا اُس جگہ ہوتا ہے کہ قدرت اور طاقت انتقام کی اُس شخص کو حاصل ہو اور مسلمانوں کو اُسوقت میں کچھ طاقت تھی تاکہ یہ بات اُن سے کہی جاتی کہ معاف کرو جواب اسکا یہ ہے کہ امر عفو کا ہر ہر مسلمان کو ہے کہ ہر کافر کو درگذر کرے اور یہ بات ممکن تھی کہ اگر کوئی کافر مسلمان کو ایذا پہونچاوے تو دو چار مسلمان اُس کی ہمراہی کرکے بدلا اُس سے لیویں سو قدرت انتقام پر متحقق ہو گئی اور علاوہ اسکے یہ بات بھی تھی کہ خدائے تعالیٰ نے وعدہ کر لیا تھا کہ مسلمانوں کو غلبہ اور فتح حاصل ہوگی اور کافروں کا غلبہ اور شوکت تھوڑے دنوں میں جاتی رہیگی پس مسلمانوں کے اعتقاد میں قدرت انتقام کی محکم ہو گئی تھی اور یقیناً جانتے تھے کہ جسوقت کافروں سے مقابلہ کرینگے فتح پاوینگے اور اسی واسطے ایک مسلمان میں سو کافروں کو جواب دیتا تھا اور کچھ خوف نہ کرتا اور بعضے مفسرین نے مراد عفو اور صفح سے یہ لی ہے کہ دعوت اسلام کی ساتھ حسن طریقے کے اور بجا آوری نصیحت اور شفقت اور نرمی کلام کی اور ترک کرنا درشت خوئی اور سختی کا ہو اور یہ معنی بلا تکلف صحیح ہو جاتے ہیں خواہ مسلمانوں کو قدرت انتقام کی ہو خواہ عجز ہو مگر لفظ حتی یاتی اللہ بامرہ کا فی الجملہ اس مراد لینے سے روکتا ہے مگر اس طرح کہا جاوے کہ امر سے مراد خلاف اولیٰ اور ترشد اور ترک کرنا نرمی اور مدارا کا ہو بسبب عناد اور سرکشی اُنکے کے واللہ اعلم اور جبکہ ان دونوں آیتوں میں مذکور ہوا کہ اکثر اہل کتاب چاہتے ہیں کہ تمہارے تئیں دین تمہارے سے پھیر دیں اور اسی غرض کے واسطے شبہ لنخ کا اور دوسرے اعتراضات واہیہ تمہارے دل میں ڈالتے ہیں اب یہ بیان اُن لوگوں کی کہ اپنے نزدیک اُنہوں نے ٹھہرا رکھی ہے بیان فرماتے ہیں کہ وَقَالُوْا یعنے واسطے پھیر دینے تمہارے کے دین اپنے سے کہتے ہیں اہل کتاب کہ وہ یہود اور نصاریٰ ہیں لَنْ یَّدْخُلَ الْجَنَّۃَ یعنی ہرگز نہ آویگا بہشت میں کوئی اگرچہ فرماں برداری احکام الٰہی کی بھی کرے اور ساتھ تمام پیغمبروں کے ایمان لاوے اور تمام عمر اپنی عبادت اور بندگی میں صرف کرے اِلَّا مَنْ کَانَ ھُوْدًا یعنی مگر وہ شخص کہ یہودی ہو اور طریق اپنا موافق اعتقاد اور عمل یہودیوں کے رکھتا ہو اسواسطے کہ اہل کتاب کا پہلا گروہ یہی ہے اور یہود اصل میں جمع ہائد کی ہے اور ہائد بمعنے توبہ کرنیوالے کے ہے چنانچہ سورۂ اعراف میں واقع ہوا ہے اِنَّا ھُدْنَا اِلَیْکَ اور یہودی توبہ کرنے میں نہایت مشکل کام عمل میں لائے تھے گوسالہ پرستی کے بہانے میں اپنی جانوں کو ہلاک کیا تھا اسواسطے یہ لقب اُنکے واسطے دیا گیا اَوْ یعنی یا کہتے ہیں کہ ہرگز بہشت میں داخل نہوگا مگر وہ شخص کہ ہووے موافق طریق نصاریٰ کے اعتقاد اور عمل اپنا درست کرے اور یہ مقولہ نصاریٰ کا تھا کہ دوسرا فرقہ اہل کتاب کا یہی ہے اور نصاریٰ جمع نصران کی ہے اور نصران اور ناصر کے ایک معنی ہیں اور حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ عہد کر لیا تھا کہ ہم تمہارے ساتھ رہینگے اور نصرت تمہاری کرینگے چنانچہ سورۂ صف اور اور سورتوں میں مذکور اسکا ہے اسواسطے یہ لقب اُنکا اور اہل کتاب کے گروہ میں سے ہر ایک گروہ ان دونوں کاموں میں سے ایک ایک کام کرتا ہے یہودی تم سے کہتے ہیں کہ بہشت میں کوئی داخل نہیں ہوگا سوا فرقہ یہودیوں کے اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ بہشت میں سوائے فرقہ نصاریٰ کے کوئی نہیں جاویگا اور غرض انکی یہ ہے کہ تمکو ترغیب دیکر اور بہشت کا شوق دل میں قدر اکثر اپنی طرف کھینچ لیں اگر یہود یوں کے کلام کی تصدیق کرو یہودی ہو جاؤ اور اگر نصاریٰ کے کلام اچھے معلوم ہوں اُن کی طرف مائل ہو جاؤ یہ اس لفظ ہود کا اکجگہ واسطے تقسیم گروہوں کے ہے یعنی گروہ اہل کتاب کے کہ یہود اور نصاریٰ ہیں ایک گروہ کا ایک مقصود ہے اور دوسرے گروہ کا دوسرا مقصود جیسا کہ اسکی مثال یہ ہے کہ ایک شہر یا ایک محلہ میں کوئی شخص مارا گیا اور شہر کے رہنے والے تعین کرنے قاتل میں مختلف ہوئے اور ہر ایک گروہ کہنے لگا کہ اس شخص کو اُنہوں نے مارا اور دوسرا گروہ پہلے گروہ سے بیزار ہو گیا تھا مندفع ہو گیا اور بیان قسم اس کا اسطرح ہے کہ کوئی اہل کتاب میں سے نہیں کہتا ہے کہ بہشت میں داخل نہیں ہونیکے مگر یہودی یا نصرانی سواسطے کہ یہودی نصاریٰ کے دین کو باطل جانتے ہیں اور نصاریٰ یہود یونکے دین کو منسوخ شمار کرتے ہیں اور اس دعوے کی اگلی آیت ہے کہ وقالت الیھود لیست النصاریٰ علیٰ شیٔ وقالت النصاریٰ لیست الیھود علیٰ شیٔ پس اہل کتاب کی طرف سے یہ کلام نقل کرنا

اور نصاریٰ کا

صحیح نہوا البتہ یہ کلام اُسوقت صحیح ہوتا کہ یہود و نصاریٰ آپس میں ایک دوسرے کو سچا سمجھتے اور اختلاف نہ کرتے چنانچہ مسلمان لوگ چاروں مذہب والوں کو برحق جانتے ہیں لیکن یہود و نصاریٰ آپس میں ایک دوسرے کی تکذیب کرتے ہیں اور طریق دور ہو جانے اس اشکال کا جیسا کہ تفسیر میں گذرا یہ ہے کہ لفظ او نصاریٰ کا ہود کے اوپر معطوف نہیں ہے تاکہ یہ بھی قول کے مقولہ میں داخل ہو تا اور مخالفت واقع کی لازم آتی بلکہ عطف اوپر مجموع مقولہ قول کے ہے اور جبکہ مدار نفرقہ کا درمیان دونوں قولوں کے یہی لفظ یہود و نصاریٰ کا تھا اور باقی اجزا کلام کے دونوں قولوں میں مشترک ہیں اعادہ اس مشترک کا تکرار محض جانکر ساقط کر دیا اور حرف او کا نصاریٰ کے اوپر داخل کر دیا چنانچہ مثال مذکور میں گذر گیا پس تقدیر کلام کی اس طرح ہے کہ وقال اھل الکتاب لن یدخل الجنۃ الا من کان ھودا وقالوا لن یدخل الجنۃ الا من کان نصاریٰ اور حاصل اس عطف کا تقسیم ان دونوں کلاموں کی اوپر مجموع اہل کتاب کے ہو گئی اور یہ مطابق واقع کے ہے اسواسطے کہ ایک فرقہ اہل کتاب سے ایک کلام کہتے ہیں اور دوسرا فرقہ دوسرا کلام اور جمہور مفسرین کا دونصاریٰ کا عطف ھود اکے اوپر جانتے ہیں اُنہوں نے دفع اس اشکال کا اس طرح سے کیا ہے کہ کلام کی بنا لف ونشر کے اوپر ہے پہلے دونوں گروہ یہود اور نصاریٰ کے قالوا کی ضمیر میں جمع کر دیئے بعد اُسکے من کان ھودا او نصاریٰ میں نشر اُسکا کیا اور اس توجیہ میں ایک خدشہ قوی ہی کہ جن چیز کو مکلف میں جمع کرتے ہیں نشر میں بھی اُنکو جمع کرتے ہیں پس اس طرح عبارت ہوئی کہ لن یدخل الجنۃ الا من کان ھودا او نصاریٰ ساتھ حرف واؤ کے نساتھ حرف واؤ کے چنانچہ تمام مثالوں لف ونشر میں اسی طرح ہوتا ہے مثلاً اس بیت میں ؎ سیب و بہ انار بہ ترتیب لف ونشر دل را دمعہ راو جگر را متوی است ؎ اور اس بیت میں کیف اسلو انت خفف وغصن ؎ وغن الحظا وقنا اور دفا اور جیسا کہ اس آیت میں ومن رحمتہ جعل لکم اللیل والنہار لتسکنوا فیہ ولتبتغوا من فضلہ ولعلکم تشکرون اگر سکا جواب اس طرح دیا جائے کہ اذ اس جگہ بمعنی واؤ کے ہے اور تعیین اس بات کی کہ قول یہودیوں کا پہلا قول ہے اور قول نصاریٰ کا دوسرا ہی ادنی التفات سامع کی سے معلوم ہو جاتا ہے اسواسطے کہ ہر ایک فرقہ ان دونوں فرقوں میں سے ایک دوسرے کو گمراہ کہتا ہی اور اپنے اپنے دین کی رغبت دلاتا ہی اور مثل اس آیت کے آیت دوسری بھی ہی کہ آخر سیپارہ کے آتی ہی اور وہ یہ ہے کہ قالوا کونوا ھودا او نصاریٰ تھتدوا حاصل کلام یہ ہے کہ مسلمان شخص کو چاہیئے کہ اس دعوے بے دلیل اُنکے سے فریب کھاوے اور یہ بات اپنے دل میں جانے کہ قالت اَمَانِیُّھُمْ یعنی یہ تمام آرزوئیں بے اصل اُنکی ہیں مانند آرزوؤں اُس شخص کی کہ تنہائی میں بیٹھکر خیالات باطلہ دل میں باندھ کر خود بخود خوش ہوئے اور اگر یہ لوگ حمایت کی راہ سے اُن آرزوؤں اپنی کو بطریق مذہب والعتقاد کے رد ہو ترے بیان اور ظاہر کر برہان اُنکے جواب میں اس طرح قُلْ یعنی کہہ کہ ہر ایک مدعی کو اپنے دعوے پر دلیل چاہیئے اور بغیر دلیل کے دعوی باطل و نامسموع ہی پس ھَاتُوْا بُرْھَانَکُمْ یعنے لاؤ تم دلیل روشن اپنے دعوے پر کوئی نص کتاب الٰہی سے یا قیاس عقلی کہ مرکب ہو مقدماتہا صادقہ سے اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ یعنی اگر ہو تم درست گو اس دعوی اپنے میں اور ھات کا لفظ اصل میں اٰت تھا کہ صیغہ امر کا ہے باب افعال سے اور مصدر اسکا ایتاء ہے یعنی آدون کے ہمزہ کو بسبب قرب مخرج کے ہاء کے ساتھ بدل کیا ھات ہو گیا اور قلب اُسکے تمام صیغوں میں آتی ہی اسطرح سے کہ ھات ھاتیا ھاتوا ھاتی ھاتیا ھاتین اور بعضے اہل عربیت اس لفظ کو اسم فعل جانتے ہیں لیکن جبکہ تصریف فعل کی سی ہی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسم فعل نہیں ہی البتہ بمقتضی موافق دلائل عقلیہ اور نقلیہ کے ثابت ہے اور زندیک تمام اہل حق کے مسلم کہ مَنْ سَلَّمَ وَجْھَہٗ لِلّٰہِ یعنے جسنے فرمانبرداری کیا اور بھکا دیا منہ اپنا واسطے خدا کے اور آدمیوں اور فرشتوں اُسکے ہمزمانہ میں اور جس پیغمبر کی زبان سے احکام الٰہی اور فرمان اُسکے سنے اپنے سر اور آنکھوں پر رکھے اور ہمارے ہی قوم اپنی کی کہ بدین ہوں اُسنے نکی اور اپنے طریق اور آئین کو دین کی بات میں دخل نہ دیا اور باوجود اسکے وَھُوَ مُحْسِنٌ یعنی وہ شخص نکوکار یعنی مرتکب افعال شنیعہ اور اعمال قبیحہ کا فَلَہٗ اَجْرُہٗ یعنی پس واسطے اُسکے ہے اجر عمل نیک اُسکے کا کہ بہشت اور نعمان الٰہی اور قرب آثار اُس جگہ کا ہی عِنْدَ رَبِّہٖ یعنی نزدیک پروردگار اُسکے کے کہ اُسکی اطاعت کی اور موافق امر اُسکے کے کام کیا اگرچہ مخالفوں کے نزدیک اُسکے واسطے کچھ اجر نہیں اور اعمال اُسکے کو حبط جانیں وَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ اور کچھ ڈر نہیں اس قسم کے لوگوں کو مخالفوں کے ڈرانے سے اور اس بات سے کہ وہ مخالفین عمل اُنکے بیفائدہ سمجھیں وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ یعنی اور نہ یہ غمگین ہونگے وہ طعن اور تشنیع مخالفوں اپنے سے اور قیل قال یہود کی اُنکی سے اسواسطے کہ اُنکو اپنے پروردگار کے ساتھ کام ہے کہ وہ قدردان ہر عمل کا ہی اور دانا ہر ایک نیت اور عقیدے کا اور خلق سے کچھ کام نہیں رکھتا اس قسم کے لوگ گروہ کے ہوں خواہ یہودی ہوں خواہ نصاریٰ یا اور کوئی مستحق دخول جنت کے ہیں اور حصر کرنا اس بات کا کہ بہشت میں فلانے ہی دین اور آئین والے داخل ہونگے باطل ہی بلکہ انحصار دخول بہشت کا ایک دین کے لوگوں کے واسطے اُسوقت متحقق ہو کہ سوا اُس دین کے تمام دین قیامت تک منسوخ ہوتے اور کوئی دین سوا اُس دین کے قیامت تک موجود نہ ہوتا اور جبکہ یہودیت اور نصرانیت میں دونوں وصف متحقق نہیں انحصار بہشت کا اُنکے اندر کسی وجہ سے صحیح نہیں اس مقام میں جاننا چاہیئے کہ اجر اثابت کرنیکے واسطے اور دور ہونے خوف اور حزن کے دو شرطیں ذکر فرمائیں اول اسلام لوجہ اللہ دوسرے احسان اکثر مفسر بمعنی اسلام لوجہ اللہ سے مراد صحیح عقائد رکھنا ہی اور دوسری سے یعنی احسان سے مراد اصلاح عمل اور نیک کرنا اُسکا لیا ہی اور بعضوں نے کہا ہی کہ یہ اسلام علاوہ اسلام عام کے ہی اسواسطے کہ اسلام عام کے معنی تصدیق کر لی ساتھ کلمہ طیبہ کے اور اقرار کرنا ساتھ اُسکے ہے اور قائم کرنا نماز اور روزہ کا اور دینا زکوٰۃ کا اور حج خانہ کعبہ کا موافق حدیث صحیح کے کہ الاسلام ان تشھد ان لا الٰہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ وتقیم الصلوۃ وتوتی الزکوۃ وتحج البیت ان استطاع الیہ سبیلا وتصوم رمضان اور جو اسلام کہ اس آیت میں مذکور ہی اُسکے معنی خاص میں اور حقیقت اُسکی یہ ہی کہ مسلمان شخص مع تمام اعضا اور قویٰ اپنے کے تمام حالات اور اوقات میں یقین کامل کے ساتھ اور طیع اور خوشی اور فرمانبردار اکامل اپنے پروردگار کا رہے اور اسی اسلام کی متعلق حضرت

فائدہ تفسیر عزیزی

ابراہیمؑ سے درخواست کی تھی کہ اس آیت میں ذکر اسکا ہی اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗۤ اَسْلِمْ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اور طرف اُسی کے اشارہ ہی حدیث نبوی میں کہ اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ یعنی مسلمان وہ ہی کہ سلامت رہیں مسلمان زبان اُسکی سے اور ہاتھ اُسکے سے اسواسطے کہ وجہ یعنی ذات کے ہے اور اگرچہ تعبیر ذات کی کبھی ساتھ گردن کے اور کبھی ساتھ سر کے اور کبھی ساتھ اور عضا کے کرتے ہیں لیکن وجہ کبھی چہرے کے ہے اس میں خصوصیت ایسی ہے کہ دوسرے عضا میں وہ خصوصیت نہیں پائی جاتی ہی اور وہ یہ ہی کہ جس پر آدمی کا اشرف عضا اُسکے کا ہی اور جسکا تمام حواس ظاہرہ اور باطنہ کا اور مقام فکر اور تخیل اور مشاعری مدرکہ اور محرکہ کا بھی ہی اور تمام عبادتوں میں سے جو بہتر ہے یعنی سجدہ ایسے عضو کے ساتھ حاصل ہوتا ہے پس عضو گویا خلیفہ اور قائم مقام ذات کے ہی اور جبکہ آدمی نے اس عضو شریف کو کسی اسطے جھکا دیا اور فرمانبردار کیا معلوم ہوا کہ تمام اعضا اور قویٰ اپنے فرمانبردار کئے اور یہ رتبہ اسلام کا حاصل نہیں ہوتا ہے جب تک کہ توکل پورا پورا اور ہر رسالتہ کے اوپر نہ ہو اور امید اور خوف اور محبت اور نفرت اپنی کو تابع امر اُسکے کے نہ کرے اور ایسے ہی جو ایمان کہ اس آیت میں مذکور ہے علاوہ اُس احسان کے ہی جو مشہور ہے اور حقیقت احسان کی یہ ہے کہ درمیان حدیث سوال جبرئیل کے آیا ہے کہ اَلْاِحْسَانُ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ یعنی یہ ہی کہ عبادت خدا کی اس طرح کرے کہ گویا اُسکو دیکھ رہا ہی تو پس اگر تو اُسکو نہیں دیکھتا ہی وہ خود تجھکو دیکھتا ہے اور دیکھنا اُسکا کافی ہی کہ تو اپنی طرح آداب عبادت کے نگاہ رکھے اور اس دیکھنے کو یہ بات لازم ہی کہ عمل اپنے میں تین طرح سے خلل نہ ہونے دے اوّل خلل نیت کا کہ بالکل نفسانیت اُس میں نہ ہو دوسرے خلل کم دہیشی کا کہ ہرگز اُس میں نہ پایا جاوے اور جس طرح وہ عمل شروع ہی اُسی طرح سے صورت اُسکی قائم رہے اور اوپر وجہ مسنون کے معہ رعایت تمام شرط اور آداب کے اُس عمل کو بجالائے اور تیسرے بعد بجالانے اُس عمل کے ایسی حرکت اور گناہ نہ کرے جسکے سبب سے اُس عمل کا ثواب کم ہو جاوے یا اصل سے جاتا رہے اور جبکہ اس طرح اُس عمل کو بجا لاویگا مستحق اجر اور ثواب کا ہوگا اور خوف اور غم عدم مقبولیت اُسکی کا زائل ہو جاویگا حاصل کلام اس آیت میں اشارہ ہے طرف اس بات کے کہ حال یہود اور نصاریٰ اُس زمانہ کا ہرگز بہتر نہیں تھا حال کے ساتھ نہیں ہاتا ہی اسواسطے کہ یہ لوگ نہ اسلام وجہ اللہ کرتے ہیں کہ احکام اُسکے کو جو ناسخ ہیں پہلے حکم کو قبول کریں اور پیغمبر وقت کے اوپر ایمان لاویں نہ جہان عمل کا نصیب اُنکے ہے اسواسطے کہ اُنہوں نے اپنی طرف سے نئے نئے حکم اختراع کئے ہیں اور جو شریعت کہ اللہ کی طرف سے مقرر ہے اُسکو بدل ڈالا پس جب تک کہ اُسی حالت پر ہیں توقع دخول بہشت کی کرنی خیال خام اُنکا ہی اور یہ بات تو بہت بعید ہے کہ خاص یہی لوگ مالک بہشت کے ہوں اور وہ سوا اُنکو بہشت میں داخل نہ ہونے دیں اَلْبَتَّهٗ طریق اپنے کو بدل ڈالیں اور بالکل فرمانبردار احکام الٰہی کے ہو جاویں اور مطابق شریعت پیغمبر وقت کے نیک عمل کریں ضرور اجر اور ثواب کے لائق ہونگے اور کس طرح سے اہل کتاب کے دعوے جھوٹے بلا طلب دلیل اور حجت کے مسموع اور مقبول ہوں اور خود آپس میں ایک دوسرے کو کاذب در جھوٹا کہتے ہیں وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَیْءٍ یعنی اور کہتے ہیں یہودی کہ نہیں ہیں نصاریٰ اوپر کسی شئے کے کہ کچھ دین اور ہدایت اُن میں نہیں بلکہ محض گمراہی پر ہیں اعتقاد اُنکا درست ہی اور عمل ہی صحیح اُنکا ہی اور یہ بات یہود ہی اسواسطے کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیغمبر نہیں جانتے ہیں اور نہ انجیل مقدس کو کتاب الٰہی سمجھتے ہیں وَقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَیْءٍ یعنی اور کہتے ہیں نصاریٰ کہ نہیں یہودی اوپر کچھ دین اور ہدایت کے اور نصاریٰ یہ کلام اسواسطے کہتے ہیں کہ توریت اور احکام اُسکے بسبب مبعوث ہونے حضرت عیسےٰ کے اور اُنکے نسخ ہونے پس اگر دونوں گروہ کے قول سچے ہوں اس صورت میں تمام اہل کتاب درجہ اعتبار سے ساقط ہوتے ہیں اور دونوں کتابوں میں سے کوئی کتاب لایق اقتدا کے نہیں رہتی ہے اور اگر ایک گروہ کے قول کو اعتبار کیا جاوے اور دوسرے کو لغو اور ساقط قرار دیا جاوے ترجیح بلا مرجح لازم آوے اسواسطے کہ دونوں گروہ اپنی اپنی کتاب کے علم میں برابر ہیں اور کسی کو اوپر دوسرے کے ترجیح نہیں وَهُمْ یعنی اور یہ لوگ خواہ یہودی خواہ نصاریٰ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ یعنی تلاوت کرتے ہیں اور پڑھتے ہیں کہ کتاب الٰہی کو جس وقت کہ ایک دوسرے کو آپس میں جھوٹا کہتے ہیں اور کتاب الٰہی کو دلیل اپنے دعوے کی ٹھہراتے ہیں پس اگر کوئی شخص چاہے کہ محض اہل کتاب کے قول سے حق اور باطل جدا کرے ہرگز یہ بات ممکن نہیں بلکہ اگر قول اُنکا معتبر ہو دونوں مذہب باطل ہو جاوینگے مذہب یہودیوں کا نصاریٰ کے قول سے اور دلائل اُنکے سے، اور مذہب نصاریٰ کا یہود یونکی دلیلوں سے اور اسی واسطے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جس وقت اس آیت کو تلاوت کرتے تھے فرماتے تھے صَدَقُوْا وَاللّٰهِ یعنی سچے ہیں یہ دونوں گروہ قسم اللہ کی یعنی اس بات میں کہ دونوں گروہ ہدایت اور دین پر قائم نہیں ہیں بلکہ ہدایت اور دین دوسرے فریق میں موجود ہے علاوہ ان دونوں طریقوں کے ہر حال بسبب اس کے کہ دونوں فریق کے قول اُنکے قابل اعتبار کے نہ رہے بلکہ اگر تامل کیا جاوے معلوم اور ظاہر ہو کہ اگر بے جا ہلوں اور مشرکین مکہ سے اہل کتاب کو کسی طرح کی موافقت نہیں اسواسطے کہ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ یعنی اسی قسم کلام نہیوده کہتے ہیں وہ آدمی کہ مطلق علم کتاب کا نہیں رکھتے ہیں جیسے کہ بت پرست لوگ و آتش پرست اور ستارہ پرست بعینہ مانند کلام اُنکے بلا تفاوت اور جبکہ علما مانند جاہلوں کے نہیوده گو ہوئے پھر کیا اعتبار رہ گیا کہ اُنکے کلام سے حق بات دریافت ہو جاوے اور علاوہ اسکے اپنے کلام بھی انہیں کے نزدیک ہوتے ہیں اسواسطے کہ یہودی جانتے ہیں کہ نصاریٰ کے بعضے اعتقاد ایسے ہی ہیں کہ انبیاء سابقین کے تھے اور بعضے اعمال توریت کے بھی یہ مانتے ہیں اور بجا لاتے ہیں اور باوجود اسکے دعویٰ کرتے ہیں کہ نصاریٰ بالکل جھوٹے ہیں اور ایسے ہی نصاریٰ بھی یہود یونکو ایسا ہی سمجھتے ہیں اور باوجود اسکے بالکل جھوٹا ہی کہتے جاتے ہیں پس دونوں گروہ اپنے نزدیک بھی اس امر میں کاذب ہوئے کہ دوسرے فریق کو لاشئے محض قرار دیا اور یہ قول ان دونوں فریق کا تعصب کی راہ سے سرزد ہوا اور تعصب کام جاہلوں سے ہی ہم کہا ہی اور اسی واسطے اگر علما تعصب کرنے لگتے ہیں پایہ اعتبار سے ساقط ہو جاتے ہیں قول ایسے علما کے قابل سند کے نہیں رہتے ہیں اور جب کہ

دونوں گروہ اہل کتاب کے بسبب کمال تعصب کے یا بسبب بیہودہ گوئی جاہلوں کے ہمرنگ ہوئے اور جاہل پہلے ہی سے بے دلیل و برہان ہیں پس اُنکے طریق میں امتیاز حق کی طرف سے محال ہوئی فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ یعنی اس خدا تعالیٰ حکم قطعی فرماویگا درمیان ان دونوں گروہ اہل کتاب کے اور جاہلوں کے قیامت کے دن کہ ہر ایک کو بقدر گمراہی اُسکے کے بیہودہ نچاویگا فِيْ مَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ یعنی جس چیز کے اندر وہ نیا میں وہ اختلاف کرتے تھے جاہل لوگ دونوں گروہ اہل کتاب کے کو باطل جانتے تھے اور اہل کتاب جاہلوں کو اور ایسے ہی دونوں گروہ اہل کتاب کے آپس میں ایکدوسرے کو کاذب و گمراہ جانتے تھے اور جبکہ حال ایسا ہے کہ معلوم ہوا پس قول اہل کتاب کا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى اپنے ہی اسی قول سے باطل ہوا اسواسطے کہ موافق قول یہود کے نصاریٰ بہشت میں نہیں جاوینگے اور موافق قول نصاریٰ کے یہودی اور جبکہ دونوں اہل کتاب ہیں دونوں کے قولوں کا اعتبار کرنا چاہیئے پس جمع بین النقیضین لازم آئی پس ثابت ہوا کہ حق الامر وراء دایفت کرنے میں قول اہل کتاب کا معتبر نہیں باقی رہے اس مقام میں کئی سوال جواب طلب اوّل یہ کہ لفظ علیٰ شئی کا نکرہ تحت نفی کے واقع ہوا اور نفی عام کی دونوں گروہ کے نزدیک صحیح نہیں اسواسطے کہ اگرچہ مذہب مخالف کا باطل ہوتا ہے لیکن شے کے نیچے اب بھی داخل ہے اور اگر قرینہ مقام شئے سے مراد شئے معتد بہ اور صحیح مراد لیجاوے پھر بھی نفی علم کی صحیح نہیں اسواسطے کہ بعضے اعتقاد نصاریٰ کے یہود یونکے نزدیک اور یہود یونکے بعضے اعتقاد نصاریٰ کے نزدیک بھی مطابق واقع کے ہیں اور صحیح اور معتمد یہ ہیں جواب یہ کہ صدر اس کلمہ کا اُن دونوں گروہ کے وقت خاصہ اور مجادلہ کے تعصب کی راہ سے ہوا تھا اور کچھ مذہب انکا نہ تھا اور اہل تعصب اس قسم کے کلمات بے اصل کو اپنے نزدیک بھی اُنکو باطل سمجھتے ہیں زبان پر لایا کرتے ہیں ابن اسحاق اور ابن جریر وغیرہما نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ جسوقت نصاریٰ نجران کے آنحضرت صلعم کی ملاقات کے واسطے آئے جو کہ ذاشمنہ یہود کے کہ آنحضرت صلعم کے قرب و جوار میں رہتے تھے وہ بھی اُنکے پیچھے کیواسطے آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور روبرو آنحضرت صلعم کے دونوں فریق نے دین اور مذہب کی باتوں میں مناظرہ اور تنازع شروع کیا رافع ابن حرملہ کہ یہود کے داشمندوں میں سے تھا اُس نے نصاریٰ سے کہا کہ تم کسی شئے پر نہیں ہو اسواسطے کہ عیسےٰ کے پیغمبر جانتے ہو اور انجیل کو کلام آہی سمجھتے ہو اور واقع نہ عیسےٰ پیغمبر تھا اور نہ انجیل کتاب آسمانی اور الغرض یہ بات سنکر ایک شخص نجران کے نصاریٰ میں سے اُٹھا اور کہا کہ تم بھی ہمارے نزدیک کسی شئے کے اوپر نہیں ہو اسواسطے کہ موسیٰؑ کو پیغمبر جانتے ہو اور توریت کو کتاب آہی کہتے ہو نہ موسیٰ پیغمبر تھا اور نہ توریت کتاب آہی آنحضرت صلعم اُن دونوں کے کلام سے بہت ناخوش ہوئے اور فرمایا کہ تعجب ہے تم دونوں اپنی اپنی کتاب کے عالم ہو اور ہر ایک کتاب میں تصدیق دوسری کتاب کی اور دوسرے پیغمبر کی موجود ہے حق تعالیٰ نے مطابق جواب آنحضرت صلعم کے یہ آیت بھیجی اور بعضے مفسرین نے اس کلام کو محمول ہر ہر گروہ کے مذہب پر کیا ہے اور اس طرح مضمون اس کلام کا بیان کیا ہے کہ مراد نصاریٰ کی نفی ہدایت یہود یونکی تھی کہ یہود اس زمانہ کے حضرت عیسےٰ کے بعد دین یہود یت پر قائم ہیں کچھ نصیب و حصہ ہدایت سے اُنکو حاصل نہیں گو پہلے نسخ ہونے اس دین کے ہدایت پر ہوں اور مراد یہود یونکی نفی ہدایت نصاریٰ کی سے یہ ہے کہ ما بالا تمیاز دین نصاریٰ کا یہود سے باطل اور بے اصل ہے یعنی کوئی شئے اُنکے مذہب میں ایسی نہیں جسکے سبب سے یہود یوں کے دین سے اُنکا دین جدا ہو گو حضرت موسیٰ اور دوسرے انبیاء پر ایمان اُنکا ہو اور احکام توریت کے بھی قبول کریں سو اس بات سے کچھ خوبی اُنکے مذہب کی نہیں نکلتی ہے اسواسطے یہ بات یہود میں موجود ہے مع اور قسم ہر زقہ کی خاص شئے کے سبب کے نکلتی ہے کہ اُسی میں وہ چیز پائی جاوے دوسرے میں نہ پائی جاوے سوال دوم یہ ہے کہ ذلک کلمہ تشبیہ کا ہے پھر کیا تکلیف تشبیہ اور کیسے کہ اسم اشارہ ہے اور یہ مرظاہر ہے کہ مشار الیہ اس جگہ وہی کلام یہاں ہے پس لفظ شامل قولہم کا محض تکرار ہو گیا اسواسطے کہ کاف تشبیہ کا مرادف مثل کے ہے اور قولہم سبحانک ذلک کے واقع ہے جواب کا سکتا ہے کہ مفسر حق کے واسطے دفع کرنے اس تکرار کے دو طریق اختیار کئے ہیں اوّل یہ کہ مثل قولہم کے لفظ کو تا کید ذلک کی مقرر کرتے ہیں اسواسطے کہ بسبب آنے موصول اور صلہ کے فاصلہ بہت درمیان میں آیا دوسرے یہ کہ ذلک اور مثل قولہم کا مدلول متغائر مقرر کرتے ہیں اسطرح کہ ذلک میں تسلیم قول کی ہے اور مثل قولہم میں تشبیہ قول کی ساتھ مقول کے یا بالعکس یا اختلاف وجہ تشبیہ میں ہے کہ ذلک سے مراد تشبیہ بطلان اور فساد میں ہے اور مثل قولہم میں وجہ تشبیہ کی جو کہ تناشی عن العلاوۃ ہے حاصل کلام یہ ہے کہ غرض لگنے اِن لفظوں سے بیان اس بات کا ہے کہ اس قول میں کئی وجہ سے ان دونوں فریق نے مشابہت ساتھ جاہلوں مشرکین کہ اور مجوس اور ہنود کے حاصل کی ہے کہ دین حق کے منکر ہوتے ہیں اور اگر یہ لوگ اپنے حال کو نہ اس کہ یں فی الفور معلوم ہو جاوے کہ بیان حق اور اتباع انبیاء کے سے ہم کمال دور ہیں اسواسطے کہ تمام داشمندوں بنی آدم کا اس امر پر اتفاق ہے کہ تعظیم مساجد کی واجب ہے اور منع کرنا اور بند کرنا ذکر اللہ سے حرام ہے اور یہ دونوں کام کرتے ہیں وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ یعنی اس بات سے کہ یاد کیا جاوے اُن میں نام پاک اُسکا خواہ دل سے خواہ زبان سے اور خواہ ساتھ تمام اعضا کے جیسے کہ نماز میں اسی طرح ہوتا ہے بلکہ ایسے کے اوپر بھی کفایت نکی اور یہ بات چاہی کہ خانہائے خدا کو بیخ و بنیاد سے اُکھیڑیں وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا اور سعی کی بیخ خراب کرنے اُن مسجدوں کے اور یہ حرکتیں فقط تعصب کی راہ سے کرتے ہیں نہ کہ مخالف ہمارے ان مسجدوں میں آنکر عبادت کرتے ہیں پس جو شخص ایسا ہو کہ کئی طرح سے ظلم اُسکے اندر پائے گئے اوّل یہ کہ انواع ظلم کے بہت ہیں ظلم اعلیٰ ظلم دنی آدھا ظلم جانی اور اعلیٰ مرتبہ ظلم کا یہ ہے کہ کسی کے گھر کو کوئی غصب کرے اور بعد اسطے وقت بیان کرنے شدت ظلم کے اس ظلم کو زبان پر لاتے ہیں کہ فلانے شخص نے فلانے کا گھر جبرن لیا اور اُسکو گھر سے نکال دیا اسواسطے کہ جب غصب گھر کا پایا گویا نصف مجالم متعلقات اُسکے کا ہوا دوسرے یہ کہ غصب کسی چیز کا بھی کئی طرح سے ہوتا ہے غصب عقار کا ہوتا ہے اور غصب منافع کا اور اعلیٰ مراتب غصب کا یہ ہے کہ جو مقام ذکر اُسکا ہوا اُسکا بھی نہ ہونے سے تیسرے یہ کہ بعد غصب کرنے کے تصرفات خاصہ کے کئی طرح سے ہوتے ہیں کبھی دعوی ملکیت کا کرتے ہیں اور کبھی دعوی عوض کا کرتے ہیں اور جب شئے

کو اصل سے خراب کردیا کمال ظلم ہوا اور یہ بات ظاہر ہے کہ تمام ظلموں سے بڑا سخت ظلم یہ ہے کہ بہ نسبت خالق اور منعم اپنے کے ظلم کرے اور جبکہ یہ لوگ بہ نسبت خالق اپنے کے اس قسم کے ظلم کے مرتکب ہوئے کہ اُسکے گھر کو غصب کریں اور نام اُسکا نہ لینے دیویں پھر اُس گھر کو خراب کریں اور گرادیویں اس سے زیادہ کون شخص ظالم ہوگا اور ایسا ظالم اہل کتاب میں سے نصاریٰ کے گروہ سے سرزد ہوا کہ جسوقت حضرت عیسےٰ کے قتل کرنیکی فکر میں ہوئے اور حضرت عیسےٰ کو آسمان پر اُٹھایا گیا نصاریٰ بارادہ تہ مقام کے طیطوس رومی کے پاس گئے اور اُسکو متعقد حضرت عیسےٰ کا بنایا اور شام کی طرف اُسکو لائے اور یہودیوں کو قتل کروایا اور یہودیوں کی دشمنی کے سبب بیت المقدس کو بھی خراب کیا اور نجاستیں اور خس و خاشاک سے بھر دیا اور کوڑا اور نجاستیں اُسی جگہ ڈالتے تھے باوجودیکہ بیت المقدس بنایا ہوا حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا تھا اور اُسیوقت سے ہمیشہ عبادت گاہ انبیاء بنی اسرائیل کا رہا اور ذکر خدا کا ہمیشہ اُس میں ہوتا تھا اور جس جگہ توریت کو پایا جلا دیا اور بیت المقدس کے بدرجہ شرق کی جانب کر جگہ مولد حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا تھا عبادت گاہ مقرر کی اور بیت المقدس تا زمانہ پھیلنے اسلام تک خراب رہا کہ آخر کو حضرت امیر المومنین عمر بن الخطاب نے اُس شہر کو فتح کیا اور بذات خود اور اصحابہ نے اُس مسجد کو نجاستوں سے پاک کیا اور پانی سے خوب طرح پاک صاف کرکے خوشبوؤں سے معطر کیا اور محل عبادت اور نماز کا اُسکو ٹھیرایا اور ایسا ہی ظلم مکہ کے جاہلوں سے بھی سرزد ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو مسجد الحرام میں آنے سے اور نماز پڑھنے سے اُس جگہ میں مانع ہوئے بلکہ کسی مسلمان کو جو نماز پڑھتے ہوئے اُس جگہ دیکھتے تھے باذیت کرتے ہوئے اُسکو گالیاں دیتے اور مارتے اگرچہ ظاہر میں عمارت اُسکی کو خراب نہ کیا لیکن جبکہ اُسکو ذکر الٰہی سے معطل کیا اور جو کوئی اُس مقام میں کھڑا اُسکو ساتھ تجاست معنوی کے آلودہ کیا پس حقیقت میں یہی خراب کرنا ہے اور ویران کرنا ہے اور یہی روش اور فرقوں کفار میں ہے جیسے کہ یہود اور مجوس اور جو کوئی ہو کہ جب کسی شہر پر اہل اسلام کے تسلط ہوتے ہیں اذان اور جماعت کو منع کرتے ہیں اور ذکر الٰہی سے معطل کرتے ہیں اور دلیل کا رخانہ مسمیں کہتے ہیں اور ہر چند کہ یہود یوں نے صریح ظلم نہیں کیا لیکن جس وقت اُنہوں نے مشرکین مکہ کی امداد کی در پردہ یہی مرتکب اس امر شنیع کے ہوئے باوجود یکہ تینوں فروکش نزدیک مسجد کی ہتک حرمت کا کرنا جائز نہیں اور ذکر الٰہی سے روکنا اور بند کرنا بُرا ہے خصوصاً مسجد نہیں کہ محض اسی کام کیلئے بنی ہوئی ہیں اور معمور ہیں بلکہ اُولٰئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ یعنی یہ گروہ نہیں جائز تھا اُنکے دین اور آئین میں بھی اَنْ يَّدْخُلُوْهَا یہ کہ داخل ہوں خدا کے گھروں میں اِلَّا خَآئِفِيْنَ یعنی مگر خوفناک اور ڈرتے ہوئے اس سبب سے کہ مبادا ہمیشہ اُس مکان کی تعظیم کرنے میں کوئی قصور ہو جاوے اور صاحب خانہ کے روبرو ہمکو شرمندگی حاصل ہو چنانچہ دیوان عام اور دیوان خاص بادشاہوں کے میں اسی طرح کا خوف ہوتا ہے دل میں ہوتا ہے اور ان ظالموں کا کیا تھکانا ہے کہ بقدر ہتک حرمت مسجد کی کرتے ہیں اور بالکل اُنکو خیال نہیں پس اس قسم کے آدمی اگر مشرک ہیں سو اُنہوں نے شرک کے ہمراہ بے ادبی کو بھی ملا لیا اور سب سے زیادہ ظالم ہوئے اور اگر بدعتی توحید اور اتباع ملت کے ہیں پس کار ان کا مخالف گفتار کے ہوا سواسطے کہ تعظیم معبود کی اُس وقت ہوگی کہ تعظیم عبادت اُس کی کی جاوے اور تعظیم عبادت کو عبادت گاہ کی تعظیم لازم ہے اور جبکہ عبادت گاہ کو خراب اور ویران کیا اُس سے انکار عبادت کا پایا گیا اور انکار عبادت سے انکار معبود کا سمجھا گیا اور جس وقت قول اُنکا مخالف فعل کا ہو خصلت نفاق کی اُنکے واسطے ثابت ہوئی اور گروہ دین ہارون کے سے باہر ہوئے ہو اس ظلم کی سخافات میں لَهُمْ فِي الدُّنْيَا یعنی واسطے اُنکے ہے دنیا میں واسطے عبرت دو طرفکے نہ اسواسطے کہ دنیا دار الجزا ہے حِزْيٌ یعنی رسوائی سخت بسبب قتل کئے جانے اور مقید کرنے اور جلا وطن کرنے کے اور پھر جانے لاکھوں مشرکوں کے اُنکا ہاتھوں سے اور منع کئے جانے اس بات سے کہ مکانات متبرکہ میں داخل ہوں مگر ڈرتے ہوئے اور خوفناک چنانچہ یہی ہا مشرکین مکہ کے حق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اور بیشتر آیا کہ فردین سال میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے صاحب شاہ جناب سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے موسم حج میں منادی کی کہ اب آئندہ کو کوئی مشرک اس مقام پاک میں داخل نہ ہو اور اگر اتفاقاً آویگا مارا جاویگا اور وقت خلافت حضرت فاروق اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے فتوحات

بعید اور متوجہ طرف اُسکے ہو فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ یعنی پس اُس مکان میں ہے حضور اللہ تعالیٰ کا اور قرب اُسکا اسواسطے کہ جناب باری عزاسمہ جسم اور جسمانی نہیں کہ اگر ایک مکان میں موجود ہو دوسرے مکان میں موجود نہو بلکہ ہر وقت ہر جگہ موجود ہے اور روحانی مقید بھی نہیں کہ بسبب تنگی حوصلہ کے ایک طرف متوجہ ہونے سے توجہ اُسکی دوسری طرف نپائی جاوے بلکہ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ یعنی تحقیق اللہ تعالیٰ فراخ حوصلہ ہے کہ کسی چیز کی فراخی کو اُسکی فراخی سے نسبت نہیں اسواسطے کہ جتنے جسم اور جسمانیات اور روحانیات ہیں اگرچہ فراخی حسّی یا معنوی اُن میں پائی جاوے مگر فراخی اُن کی خاص کسی قسم کی ہوگی علی العموم فراخی نہیں مثلاً شعاع آفتاب کی باوجود اس قدر وسعت کے غل مخروطی زمین کی میں کچھ کارگر نہیں ہوتی ہے اور فراخی حوصلہ جبرئیل کی اگل مولیٰ کہ تعلق فلک الموتک سے ہیں پیش نہیں جاتی اور اللہ تعالیٰ کی ایسی شان ہے کہ تمام فراخیوں کو کہ ممکن ہیں گو کہ غیر متناہی ہیں گھیرے ہوئے ہے اور اگر یہ فراخیاں اُسکی تمہارے ذہن میں آسکتی ہیں پس اسقدر خود یقیناً جانتا ہوگا اللہ تعالیٰ عَلِیْمٌ جاننے والا ہے تمام ظاہر اور پوشیدہ کو پس اگر حضور اُسکا ہر مقام میں تمہارے فہم میں نہیں سکتا ہے اسقدر ضرور تمکو معلوم ہے کہ ہر چیز جس مکان میں ہو تحت علم اُسکے کے ہے اور واسطے قبول کرنے عبادتوں کے اعلاء علمی اُسکا بھی کفایت کرتا ہے اور مثال اُسکی یہ ہے کہ دنیا کے بادشاہ ایک مکان میں رہتے ہیں اور حالات تمام ملک کے کہ زیر حکومت اُنکے ہے خوب طرح جانتے ہیں اور معانی موسیٰ علم کے ساتھ ہر کسی کے واسطے ولیا ہی معاملہ کرتے ہیں اور مطیع اور نافرمان سے جُدا کرتے ہیں پس خدا تعالیٰ کہ تمام بادشاہوں کا بادشاہ ہے کس طرح احوال تمام بندوں اپنے کے سے غافل رہیگا آگے رہیں اس مقام میں چند بحثیں کہ ذکر اُنکا واجب ہے اول بحث یہ ہے کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص مسجد کو ذکر اللہ اور نماز سے معطل کرے اور ویرانی ظاہری یا باطنی اُسکی کرے وہ بڑا ظالم ہے اور اجماع اہل شرع سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کفر اور شرک تمام گناہوں سے بڑا گناہ ہے اور سب ظالموں سے بڑا ظالم ہے چنانچہ آیت اَنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عظیم سے بھی اس بات کی طرف اشارہ ہے پس وجہ تطبیق کی کیا ہے کہ مسجد کی ویرانی کو بھی بڑا ظلم کہا گیا اور شرک اور کفر کو بھی بڑا ظلم ٹھیرایا جواب اسکا یہ ہے کہ ایک لحاظ سے شرک اور کفر بڑے ظالم ہیں اور دوسرے اعتبار سے خراب کرنیوالا مسجد کا بڑا ظالم ہے شرک اور کفر اس وجہ سے بڑے ظالم ہیں کہ انہوں نے اپنے نفسوں کو ہلاکت ابدی میں گرفتار کیا اور حق پروردگار اپنے کا بھی تلف کیا اور خراب کرنیوالا مسجد کا اسوجہ سے بڑا ظالم ہے کہ آدمیوں کو سعادت عظمیٰ سے محروم رکھا اور معرفت معبود کی جہاں سے معدوم کی اور شرک اور کفر ہر چند کہ معرفت توحید اور نبوت کی نہیں رکھتے ہیں لیکن معرفت معبود کی سے بالکل نہیں ہیں اور وہ تھوڑی بہت کو بھی اس سعادت سے محروم نہیں کرتے ہیں بخلاف اُس شخص کے اپنے حال کے اعتبار سے مشرک اور کافر سے بڑے ظالم ہیں اور نسبت دو سرے کے خراب کرنا مسجد کا بڑا ظالم ہے جیسے کہ ظاہر ہے اور یہ تفصیل کے مفہوم میں کہ اس مقام میں لفظ ظلم کا بزیادتی وجہ من الوجوہ کفایت کرتی ہے اور تمام اعتبارات سے زیادتی درکار نہیں پس کچھ اختلاف اور تعارض نہیں دوسری بحث یہ ہے کہ جو شخص کو خدا کے سے منع کرے اور آدمیوں کو تائم کہنے دین اور شعار شرع کے سے کسی وجہ سے بندکرے اس عید شدید میں داخل ہے ہر مسلمان کو اس بات کا کمال احتراز چاہیے اور مقدمات اور وسائل اور اسباب قریبہ اور بعیدہ اس کام کے سے نہایت احتیاط رکھے تیسری بحث یہ ہے کہ لفظ ہُمْ کا منفوہے اور اشارہ کے مقام میں لفظ اولئک سلفہ صیغہ جمع کے لانے سے یہ استعمال کس طرح سے درست ہوتا ہے جواب اسکا یہ ہے کہ اگرچہ لفظ من کا مفرد ہے لیکن جمع کے معنی میں مستعمل ہوا پس اشارہ کرنا اُسکی طرف ساتھ صیغہ جمع کے درست ہوا اور اشارہ کی جگہ صیغہ جمع کے لانے میں ایک نکتہ ہے اور وہ یہ ہے کہ اکثر مقام نحوں کا تنہائی کے وقت ہوتا ہے اور اجتماع میں کمتر خوف ہوتا ہے اور جبکہ اجتماع کے وقت میں بھی خوف متحقق ہوا معلوم ہوا کہ اسباب اُس نحوست کے کسقدر قوی اور غالب ہیں کہ اجتماع بھی اُسکا مانع نہیں چوتھی بحث یہ ہے کہ اعادہ لفظ اُنہم کا دربیان ولہم عذاب عظیم کے کس واسطے کیا باوجود یکہ چنداں درکار تھا اسواسطے کہ لہم فی الدنیا خزی وفی الاخرۃ عذاب عظیم بھی کفایت کرتا ہے اس لفظ کی زیادتی کرنے میں کیا نکتہ ہے جواب اُسکا یہ ہے کہ لفظ لَہُمْ کے دوبارہ لانے سے یہ فائدہ ہوا کہ رسوائی دنیا کی بھی خاص اُنکے واسطے ہے اور عذاب آخرت کا بھی خاص اُن کے واسطے ہے اور اگر لفظ لَہُمْ کا زیادہ نہ کرتے اس صورت میں خصاص مجموع اُس رسوائی کے بھی ہوتے اور عذاب عظیم آخرت کا عوض ظلم اور محروم رہنے آدمیوں کا اس سعادت عظمیٰ سے کہ اوروں میں یہ ظلم متحقق نہیں پایا جاتا پانچویں بحث یہ ہے کہ اضافت مساجد کی طرف خدا کے واسطے تشریف اور تعظیم کے ہے اور اگر یہ بات نہ کہیں پس مسجدیں آدمیوں کی بنائی ہوئی ہیں اور جائے سکونت موذنوں اور المونکی اور اگر یہ امر خیال کیا جاوے کہ حقیقت میں مسجدیں ملک خدا کی ہیں پس اُسطرح سے تمام جہان مملوک اور مخلوق اُسکی ہے چنانچہ فرماتے ہیں وللہ المشرق والمغرب پس یہ اضافت محض شرافت اور تعظیم کے واسطے ہے چنانچہ خانہ کعبہ بیت اللہ اور حضرت صالح کی اونٹنی کو ناقۃ اللہ فرمایا ہے اور سر اسکا یہ ہے کہ ملک ابتدائی اللہ تعالیٰ کی سب چیزوں میں یکساں ہے لیکن ان کائنات متبرکہ میں ملک ابتدائی کے ساتھ ملک اکتسابی بھی ملگئی اسواسطے کہ اول اُن مقامات کو آدمیوں کی ملکیت میں داخل کیا اور آدمیوں نے بعد مالک ہونیکے اللہ کے حکم سے برضا و رغبت حسبہ اللہ اپنی ملکیت سے نکالکر اُسکی عبادت اور ذکر کیواسطے وقف کیا جیسے کہ جانور قربانی کے اُنکا بھی یہی حال ہے پس ان مقامات کو بہ نسبت اور چیزوں کے ایک نوع کا امتیاز حاصل ہوا اور نسبت الی اللہ اُن میں زیادہ تر بہ نسبت اور مقاموں کے اسواسطے اُن مکانوں کو تشبیہاً بیوت اللہ اور خانہ خدا نام رکھتے ہیں اور اسی سبب صحیحین کی حدیث میں آیا ہے کہ احب البلاد الی اللہ مساجدھا وابغض البقاع الی اللہ اسواقھا یعنی دوست ترین

شہر کے مکانوں میں سے اللہ کے نزدیک مسجدیں ہیں اُس شہر کی اسواسطے کہ خدا وہاں جانے سے یاد آتا ہے اور ذلل کا طرف اللہ تعالیٰ کے منسوب کرتے ہیں ناخوش زیادہ شہر کے مکانوں نہیں سے بازار اُس شہر کے ہیں کہ اُسکی یاد سے دلکو روکتے ہیں اور دنیا کی باتوں میں رغبت کرتے ہیں اور وہاں جانے سے طرح طرح کی خواہشیں نفسانی طرف دل کھانا و شربت اور خرید اور فروخت اور دیکھنے لڑکوں اور عورتوں نامحرم کے پیدا ہوتی ہیں تحقیق بحث اور تحقیق یہ ہے کہ جو قوت خراب کرنیوالے مسجد کے حق میں یہ وعید شدید فرمائی بطریق مقابلہ کے سمجھا گیا کہ آباد کرنیوالے مسجدوں کے واسطے صفت عدل اور ایمان کی ثابت ہوگی چنانچہ اس آیت میں کہ انما یعمر مساجد اللہ من امن باللہ ذکراً سکا انشاء اللہ آویگا اسیلئے حدیث شریف میں آیا ہے کہ اذا رایتم الرجل یتعاھد المسجد فاشھدوا لہ بالایمان یعنی جب دیکھو تم کسی شخص کو کہ خبر گیری مسجد کی کرتا ہے اور بار بار اُس مقام متبرک میں آتا ہے پس واسطے اُسکے گواہی ایمان کی دو تم سو آگیں بحث یہ ہے کہ جو چیزیں مسجد کی تعظیم کیواسطے شرع شریف میں آئی ہیں اور وہ کئی چیزیں ہیں مسلمان شخص کو چاہیئے کہ اُن چیزوں میں سے جو ہوسکتی ہو مرتبہ نکرے اور بجالاوے تاکہ مسجد کے خراب کرنیوالوں میں داخل نہو اور آباد کرنیوالوں کے گروہ میں شمار کیا جاوے اوّل پیادہ جانا واسطے ادائے فرض کے مسجد میں قت تاریکی کے کہ حدیث صحیح میں آیا ہے کہ تاریکی کے وقت مسجد میں جانا سبب کفارہ گناہوں کا ہے اور بھی حدیث شریف میں ہے کہ جو کوئی اپنے گھر میں طہارت اور پاکیزگی اچھی طرح سے کرے پھر مسجد کی طرف بنیت ادائے فرض کے روانہ ہو ہر ہر قدم اُسکا ایک ایک کام کرتا جاتا ہے ایک قدم سے ایک گناہ دور ہوتا جاتا ہے اور دوسرے قدم سے درجہ بہشت میں بلند ہوجاتا ہے دوسرے یہ کہ مسجد کو گرد و غبار اور کوڑے سے اور تھوک اور مکروہات طبیعی اور نجاسات شرعی سے پاک رکھے اور بسبب روشن کرنے عود وغیرہ کے معطر کرے اور فرش ستھرا اور پاک بغیر تکلف کے اُس میں بچھاوے آور حدیث شریف میں ہے کہ خس و خاشاک مسجد سے دُور کرنا اور جاروب کشی اُس مکان کی کرنی بہشت کی حور کا مہر ہے لیکن اس امر میں ایسی احتیاط کرے کہ نوبت زینت کی حد سے بڑھ کر نہ ہو نیچے اور سونیکے پانی سے مطلا نکرے اور پھول بوٹے نہ نکالے اور لاجورد وغیرہ سے رنگین نکرے اسواسطے کہ ان چیزوں کے سبب سے حکم مسجد کا نہ رہے گا اور تماشا گاہ میں داخل ہوجاویگی اور اسی واسطے حضرت امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جو مسجد نبوی مقدس نئے سرے سے تعمیر کروائی معمار کو ارشاد کیا کہ اکن الناس من المطر وایاک ان تحمر او تصفر لتفتنن الناس یعنی مسجد کو اسقدر محکم کر کہ خوف ٹپکنے پانی کا دُور ہوجاوے اور خبردار ہو کہ اس مسجد کو سرخی اور زردی کے ساتھ رنگین نکرے تو کہ آدمی فتنہ میں پڑینگے اور عبادت کے وقت نقش و نگار کی طرف مشغول ہونگے اور عبادتوں میں قصور ہوگا تیسرے یہ کہ جب مسجد میں داخل ہو اگر وقت ادائے فرض کا نہیں ہے فرمایا کہ انہیں کے ادا کرنے میں مشغول ہو دو رکعت تحیت المسجد پڑھے بموجب حدیث ابی قتادہ کے کہ صحاح ستہ میں موجود ہے اذا دخل احدکم المسجد فلیرکع رکعتین قبل ان یجلس یعنے جب وقت داخل ہونیکی تم میں سے مسجد میں پس چاہیئے کہ پڑھے دو رکعتیں پیشتر بیٹھنے سے اور اگر فرض اور سنت اور نفل دیکر ادا کئے تحیت المسجد ساقط ہوئی اور اگر ایسے وقت مسجد میں جاوے کہ نماز پڑھنی اُس وقت میں ممنوع ہے جیسے کہ وقت استوا اور طلوع اور غروب کے بالاجماع یا بعد فجر اور عصر کے نزدیک حنفیہ کے پس ایسے وقت میں چاہیئے کہ ایک ساعت خفیفہ قبلہ رُو بیٹھکر ساتھ ذکر اور تسبیح کے مشغول ہو پھر اپنی حاجت کے واسطے چلا جاوے اور نماز اُس وقت پڑھے جو کچھ یہ کہ جب مسجد میں آوے داہنا پیر اول رکھے اور جب مسجد سے نکلے بایاں پیر اول نکالے اور بیچ روایت حضرت خاتون قیامت فاطمہ زہرا صلی اللہ علی ابیہا وعلیہا کے آیا ہے کہ مسجد کے داخل ہونیکے وقت کہے صلی اللہ علی محمد وسلم رب اغفر لی ذنوبی وافتح لی ابواب رحمتک اور نکلتے وقت کہے صلی اللہ علی محمد وسلم رب اغفر لی ذنوبی وافتح لی ابواب فضلک پانچویں یہ کہ بیٹھنا مسجد میں واسطے انتظاری نماز جماعت کے عبادت ہے اور ایسے ہی بعد ادا کرنے نماز کے واسطے ذکر اور تہلیل اور تسبیح کے اور حدیث صحیح میں آیا ہے کہ جب تک مصلی بعد نماز کے اپنی جگہ بیٹھا رہتا ہے فرشتے اُسکے حق میں یہ دعا کرتے رہتے ہیں اللھم اغفر لہ وارحمہ یعنی یا بار خدایا بخشدے اُسکو اور رحم کر اُسپر لیکن یہ دعا فرشتوں کی اُسوقت تک ہے کہ وضو اسکا شکستہ نہ ہوچکے یہ کہ مسجد سے مقصود اور مسجد سے مقصود معاملات دنیا کے فصل ہوجاویں وغیرہ کے نکرے اور آواز سے نکو چاہیئے کہ مسجد میں نماز سے پہلے حلقہ کرکے دنیا کی باتیں اور ہزلیات بے فائدہ اور قصے لیسروں اور بادشاہوں کے بیان نکریں بلکہ سب سے سب قبلہ کیطرف متوجہ ہوکر نماز کی شکل پر بیٹھیں اور ذکر میں مشغول ہوں اور گم ہوئی چیز کو مسجد میں آواز بلند سے نہ ڈھونڈیں بلکہ بلا سبب مسجد میں آواز بلند نکریں اور بیہودہ لڑکوں اور سودا یہ کو مسجد میں آنے نہ دیویں اور شعر کا پڑھنا مسجد میں ملاویں اور اونٹ دھام اور بلوہ اور خانہ جنگی نکریں اور فقیر کو مسجد میں سوال کرنا حرام ہے اور دین فقیر کو مسجد میں مانگتے ہیں دینا مکروہ ہے تاکہ اس فعل کی عادت نکرلیں اور شعر کا پڑھنا مسجد میں ممنوع ہے مگر وہ شعر کہ جس میں توحید باری تعالیٰ کی اور نعت پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی یا وعظ اور نصیحتیں ہوں وہ درست ہے اور عین مسجد میں گناہگار کو سیاست نخلانے کیلئے سونپنا مسجد میں بغیر ضرورت کے مکروہ ہے اور وقت حاجت کے کچھ مضائقہ نہیں اور تھوک ڈالنا مسجد میں گناہ ہے اور اگر ڈال بھی دیا جلدی سے وہاں سے اُٹھالیں اور اُس مکان کو پاک کریں اگر میں مسجد کی نہو اُس تھوک کو زمین کہو دفن کریں اور کنکر یگر کو مٹھیکر مسجد میں کام کرنا ممنوع ہے لیکن اگر معتکف ہے اور بدون پیشہ اپنے کے قوت کا سکو میسر نہیں ہوتا ہے تو اُسوقت درست ہے اور غسل اور وضو اور حجامت مسجد میں اس طرح پر کہ مستعمل پانی سے زمین اُسکی آلودہ ہوجاوے یا بال اور میل بدن کا اُسمیں گرے ممنوع ہے اور پیازلہسن کا کھاکر مسجد میں آنا اور حقہ کی بو نہ ہو میں لیکر بغیر اسکے مسجد میں جانا مکروہ ہے ساتویں یہ کہ مقدور کے موافق مسجد کی عمارت میں جس مقام میں کہ حاجت اُس کی ہے مال اور جان سے مدد کرنی ثواب عظیم ہے اور ایسے ہی درست کرنا سامان طہارت کا مثل بنانا غسلخانہ اور تعمیر جاء مسجد کی اور بدر و پانی اُسکے کی اور فرش بوریا وغیرہ کا ڈالنا اور روشن کرنا چراغ کا جبکہ کہ آدمی اُسمیں رہیں عبادت ہے اور حدیث صحیح میں ساتھ روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے آیا ہے کہ

امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ببناء المساجد فی الدور ان تطیب وتنظف یعنی حکم فرمایا رسول اللہ صلعم نے واسطے بنا مسجدوں کے مکانات میں اور ان مسجدوں کو پاک وصاف رکھنا چاہیئے اور خوشبو سے معطر کرنا چاہیئے اس مقام میں جاننا چاہیئے کہ اکثر فقہا نے لفظ اولئک ما کان لھم ان یدخلوھا الا خائفین سے استنباط کیا ہے کہ غیر اہل قبلہ کو خواہ یہودی ہوں خواہ نصاریٰ یا اور کافرین مثل ہندو اور مجوس کے مسجدوں کے آنے دینا اس وجہ اس استنباط کی یہ ہے کہ خبر ایسے مقامات میں راوح نہیں کہتے ہیں مانتد ما کان لکمان تدخلوا رسول اللہ وما کان للمشرکین ان یعمروا مساجد اللہ اور حکم نہی متعلق ساتھ کافر کے ہوتے کہ حکم تکلیفی کی تصدیق نہیں کرتا ہے گویا اس صورت میں نہی متعلق اُن لوگوں کے ساتھ ہوتی ہے جو کہ قبول کرنیوالے تکلیف کے ہیں کہ اس کافر کو کلام کرنے دیویں پس حاصل کلام کا یہ ہوگیا کہ اے مسلمانو تم کو جائز نہیں کہ اس قسم کے لوگوں کو مسجد میں آنے دو مگر جو وقت کہ مضطر اور لاچار اور ذلیل اور ڈرنے والے ہوں جیسے کہ وقت محاکمہ اور محاصرہ اور ثبات کرنے تصاص اور حد کے جس صورت میں کہ قاضی مسجد میں بیٹھا ہو اور اسی واسطے امام مالک نے موافق اس حکم مستنبط کے عمل کیا ہے اور کہتے ہیں کہ کسی کافر کو کسی وقت میں مسجد میں داخل کرنا جائز نہیں اور امام شافعی خاص کرتے ہیں اس حکم کو ساتھ مسجد الحرام کے کہ اُس مسجد پاک میں کسی وقت کسی کافر کو آنے نہ دیا چاہیئے اور دوسری مسجدوں میں اگر مسلمان لوگ کسی مصلحت اور حکمت کے واسطے آنے دیں مضائقہ نہیں اور امام اعظم فرماتے ہیں کہ آنا کافر کا سب مسجدوں میں درست ہے اسواسطے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مہمانوں کو گو کافر ہوتے مسجد میں اُتارا کرتے تھے چنانچہ ثقیف کے بلبی اور دوسرے بلبیوں کو بھی اور بھی بتواتر معلوم ہے کہ یہود اور نصاریٰ اور مشرکین بغیر پروانگی اور اذن کے آنحضرت صلعم کی ملاقات کے واسطے مسجد میں آتے تھے اور بیٹھتے تھے اور ثمامہ بن اثال حنفی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کفر کی حالت میں ایک مسجد کے ستون سے باندھ کر چھوڑ دیا تھا اور کوئی ناسخ اس عمل دائمی کا نہوا اور یہ آیت قطعاً اس حکم پر دلالت نہیں کرتی ہے اور ثبوت اس معنی کا اُس کے ظاہر نہیں اسواسطے کہ تفسیر اس آیت کی میں معنی دو حکم بیان کئے گئے اور سابق اور بقا کی زیادہ تر وہی معنی صحیح ہیں پس ان احتمالی معنی سے عمل مستمر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کس طرح نسخ ہو سکے اور بھی استثنا الا خائفین کا اس معنی کے موافق بتکلف سے درست ہوتا جانا چنانچہ ظاہر ہے بحیث آنحضور یہ ہے کہ آیت ولله المشرق والمغرب الی آخرہ ہر چند کہ واسطے تسلی اور تسکین مسلمانوں کے نازل ہوئی ہے تاکہ مسلمان بسبب بند کرنے اور روکنے اُنکے سے مسجدوں متبرکہ سے مثل مسجد الحرام اور مسجد بیت المقدس کے اور ویران اور خراب کرنے اُن مکانات متبرکہ سے ملول نہوں اور خوشی دل سے عبادت کرتے رہیں لیکن جب اس آیت سے یہ سمجھا گیا کہ حق تعالیٰ کو نسبت مسجدوں کے ساتھ برابر ہے اور اسی کا لازم آیا کہ نسبت اللہ تعالیٰ کی سب جہتوں سے بھی برابر ہے اسواسطے کہ جہات حقیقت میں اطراف مکانوں کی ہیں اور عبادت اُسکی جیسے کہ ہر مکان میں مقبول ہے ایسے ہی جس طرف کو متوجہ ہو کر بجالاوے مقبول ہے پس اس صورت میں تعین جہت قبلہ کی نماز میں محال معلوم ہوتی ہے اسلیئے مفسرین صحابہ نے اس لازم کے صحیح کرنیکے واسطے چند صورتیں بیان کی ہیں اوّل یہ کہ یہ آیت اس مقدمہ میں اُتری ہے کہ بیت المقدس کی جہت منسوخ ہوئی اور کعبہ کی طرف نماز کا حکم ہوا یعنی استقبال قبلہ کو اصل عبادت میں کہ وہ قولی الی اللہ ہے دخل نہیں بلکہ یہ استقبال محض اسلیئے درست کرنے توجہ کے عوام کے ذہنوں میں مقرر فرمائی ہے پس منسوخ کرنی استقبال ایک جہت کی طرف دوسری جہت کے تغیر اور تبدل اصل عبادت اور بندگی میں نہیں ہوتا ہے دوسرے یہ کہ جب کوئی شخص اندھیری رات میں اپنے اندازہ کے سی سمت کو جہت کعبہ معظمہ کی جانکر استقبال کرے اور اسی سمت کو نماز پڑھے اور بعد اُسکے ظاہر ہو کہ وہ سمت جہت کعبہ کی نتھی وہ نماز درست ہے اور اعادہ اُس نماز کا لازم نہیں آتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حکم کو اسی آیت سے استنباط فرما کر آدمیوں کو بتلایا جس کا اکثر صاحبوں کو سوختے گمان کیا کہ یہ آیت اسی مقدمہ میں نازل ہوئی چنانچہ ترمذی اور ابن ماجہ میں ساتھ روایت عبداللہ بن عامر بن ربیعہ کے راوی ہے کہ ہم لوگ ہمراہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک جہاد کے سفر میں تھے اور وقت رات کا تھا اور بہت تاریکی اُس رات میں تھی کہ ستارے نہیں دکھلائی دیتے تھے اور جہت قبلہ کی معلوم نہوتی تھی سب آدمیوں نے اپنی اپنی اٹکل سے نماز پڑھی اور نشان کے واسطے ہر طرف نماز پڑھی خط کھینچ دیا اور ان خطوں پر پتھر رکھدیئے تھے جب صبح ہوئی معلوم کیا کہ قبلہ کیطرف کوئی خط نہتھا ہمنے یہ ماجرا رو برو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عرض کیا اور شکایت کی کہ یا رسول اللہ ہم سبھوں نے خطا کی اور طرف سوائے قبلہ کے نماز پڑھی حق تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ تمہاری نماز درست اور مقبول ہوئی اور دار قطنی نے اسی طرح جابر بن عبداللہ سے بھی روایت کی ہے تیسرے یہ کہ ایک جماعت قدما مفسرین میں سے کہا ہے کہ پہلے متعین ہونے قبلہ سے آدمی مخیر تھے جس سمت کو چاہتے تھے نماز پڑھ لیا کرتے تھے بعد اسکے یہ حکم منسوخ ہوا لیکن سند اس تخییر کی مانند روئے روایات صحیحہ کے ثابت نہیں ہوتی ہے محض احتمال ہے البتہ قتادہ اور عبداللہ ابن زید نے کہا ہے کہ بعد شب معراج کے سوا اسکو اختیار تھا خواہ بیت المقدس کی طرف نماز پڑھے خواہ کعبہ کی طرف دونوں طرف نماز جائز تھی بعد یہ تخییر منسوخ ہوئی جو تھے یہ کہ مدلول اس آیت کا نماز ہے مسافر نوافل گذارنے کے حوالہ سواری کے اوپر پڑھے جس طرف سواری کی متوجہ ہو نماز اُسکی درست ہے اور آنحضرت صلعم نے بھی سفروں میں ایسی نماز پڑھی ہے چنانچہ صحیحین میں اور دوسری صحاح میں مروی ہے پانچویں بیہقی اور ابن ابی شیبہ نے حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی سے روایت کی ہے کہ کسی نے اُنکے روبرو یہ آیت پڑھی ولله المشرق والمغرب فاینما تولوا فثم وجه الله آنہوں نے فرمایا کہ معنی اسکے یہ ہیں کہ ما بین المشرق والمغرب قبلة اذا توجهت قبل البیت یعنی درمیان مشرق اور مغرب کے قبلہ ہے جسوقت متوجہ ہو تم طرف بیت اللہ کے پس حاصل اس آیت کا اس بات میں کہ استقبال عین کعبہ کا تخصیص کر کے ضرور نہیں بلکہ کعبہ کیطرف کو اگر نماز پڑھے کفایت ہے بعضے اہل تحقیق نے کہا ہے کہ جو موضع مقاطر کہ کا ہے اُس موضع میں جسطرف منہ اپنے کو متوجہ کرے استقبال قبلہ کا حاصل ہوتا ہے چنانچہ ہمارے ائمہ یمن ہیئت کے پوشیدہ نہیں ساتویں یہ کہ مضمون اس آیت کا اُس دعا کی حق میں ہے کہ خانہ کعبہ کے رو بجہت جس طرف سے چاہے متوجہ کعبہ کے ہو کر نماز پڑھ سکتا ہے آٹھویں یہ کہ نزول اس آیت کا بیچ حق دعا کے ہے نیچ حق نماز کے چنانچہ

حسن بصری اور مجاہد اور ضحاک رضؓ سے مروی ہے کہ سبب آیت اُدعونی استجب لکم نازل ہوئی یعنی دعا مانگو تم قبول کرونگا میں تمہاری اُدمیوں نے پوچھا کہ کس طرف متوجہ ہو کر دعا کریں اُنکے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی روایت کیا اُسکو ابن جریر نے اور ابن المنذر نے مجاہد سے اور اوروں نے بھی روایت کی ہے غیر مجاہد سے نویں یہ کہ نزول اس آیت کا حق عبادت میں نہیں بلکہ بھاگنے اور گریز کرنے میں ہے اور خطاب بیچ لفظ تو اور آدمیوں کے ہے کہ منع کرتے ہیں ذکر خدا سے اور سعی کرتے ہیں بیچ خراب کرنے مسجدوں کے اور مراد یہ ہے کہ اگر تم سوائی دنیا اور عذاب خرچ کے سے کہ تم چاہو کہ گریز ہو کر خلاص ہو جاؤ یہ بات تمہارے واسطے ممکن نہیں اسواسطے کہ مشرق اور مغرب زمین کا کل خدا کے تصرف میں ہے جس طرف کو بھاگو گے رسوائی دنیا کی اور عذاب آخرت کا کہ تمہارے حق میں مقدر کیا ہے اندر کا ہاری رویہ وتمہارے آوگا اسواسطے کہ تصرف اور قدرت اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہے اور علم اسکا ہر ایک مکان کو گھیرنے والا ہے اُس سے بھاگنے کی کوئی صورت متصور نہیں ہو سکتی ہے فصل کلام یہ ہے کہ دونوں فرقہ اہل کتاب کے خواہ یہود ہوں خواہ نصاریٰ خواہ اور فرق باطلہ جیسے جہلا رکہ کے اور ہنود اور مجوس بسبب کتاب ایسے ظلم کے کہ تمام ظلموں سے سخت ہے استحقاق دخول بہشت کا نہیں رکھتے ہیں اور جبکہ اُنہوں نے استحقاق دخول کا نہ کیا یہ کس طرح ہو سکے کہ سوائے اُنکے کوئی بہشت میں نجائے اور بہشت اُنہیں کے حصہ میں آئے اسواسطے کہ یہ لوگ اپنے پروردگار کے حق میں سب سے بڑے ستم کار وظیفہ رکھتے ہیں اور یہ ظلم اپنے ظلم سے بھی بڑھکر ظلم ہے وَقَالُوا یعنی اور کہا ان بے خواہ یہود ہوں خواہ نصاریٰ خواہ مشرکین عرب کے لَنْ یَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ کَانَ ھُوْدًا اَوْ نَصٰرٰی یعنی کہتا ہے اللہ تعالیٰ اولاد یہودی کہتے ہیں کہ عزیر بیٹا خدا کا ہے اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ مسیح بیٹا خدا کا ہے اور مشرکین عرب کے کہتے ہیں کہ فرشتے بیٹیاں خدا کی ہیں اسواسطے کہ کام خدائی کے کرنے ہیں اور کسی کی نظر میں نہیں آتے ہیں اگر بیٹے ہوتے پردہ نشینی اختیار کرتے اور اولاد کا ہونا جانوروں اور آدمیوں میں کچھ عیب نہیں اُدمیوں کی طرف نسبت کرنے سے سب سے بڑھکر شتم نہیں ہوتا ہے لیکن باری عزشانہ کے حق میں اولاد کا ہونا بڑا سخت عیب ہے اور نہایت درجہ کی دشنام ہے جیسے کہ تفرش ہونا عورتوں کے حق میں عیب نہیں اور مرد کے حق میں دشنام ہے اواسی واسطے صحیح بخاری اور دوسری صحاح میں ساتھ روایت ابن عباس کے حدیث قدسی میں آیا ہے کہ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ تہمت جھوٹ کی کرتا ہے میری طرف آدمی اور ہرگز اسکو یہ بات لائق نہیں اور دشنام دیتا ہے مجکو آدمی اور ہرگز اسکو یہ بات درجا نہیے تہمت جھوٹ کی اسطرح ہے کہ کہتا ہے آدمی کہ اللہ تعالیٰ پیدا نہیں کرچکونہ کریگا کوئی بیٹے مجکو پیدا کیا ہے حالانکہ دوبارہ پیدا کرنا میرے اوپر پہلے پیدا کرنے سے زیادہ دشوار نہیں تاکہ یہ شبہ اور تکذیب اس میں ظہور کرتی اور دشنام اس جہت سے ہے کہ کہتا ہے آدمی کہ پروردگار میرے کو اولاد لائق نہیں ہے حالانکہ میں خدائے بیگانہ بے نیاز ہوں کسی سے نہ تو میں اولاد ہوں اور نہ کوئی مجھسے پیدا ہوا ہے اور نہ کوئی ہمسر میرا ہو سکتا ہے اور اس حدیث قدسی میں واسطے بطلان اس قول کے پانچ دلیلیں اشارۃً نکلتی ہیں اول حدیث وبیگانگی کہ درمیان اُنکے اور تجزی اور تبعیض اور مناسبات اور اولاد بغیر جدا ہونے نطفہ کے والد سے نہیں ہوتی ہے دوسرے صمدیت اور بے احتیاجی کے منافی احتیاج کے ہے اور اولاد ہونے کیواسطے احتیاج ضرور ہے اسواسطے کہ شخص کو ضعیفی اور کسر شی کو نہ تو بلا بعد موت کے یا وقت مرض اور سفر کے نزدیک یا واسطے کسی اور سبب کے چاہیئے کہ کوئی قائم مقام اُسکے ہو اور جس شخص کو کچھ احتیاج نہ ہو موت اور فوت اور سفر اور ضعف اور عجز اور کسر شی اُسکو لاحق نہ ہو البتہ اولاد سے وہ شفقتی ہمیشگی آسمان اور زمین سارے کے تیسرے لم یلد اسواسطے کہ جب ولد پیدا ہوتا ہے تغیر ایک حال سے طرف دوسرے حال کے والد کے اندر ہو پہنچتا ہے اور جو قدیم ہے اور مطلق تغیر سے پاک ہے اُسکے واسطے تولد ممکن نہیں چوتھے لم یولد اسواسطے کہ جس شخص کے بیٹے سے دو سرا پیدا ہوتا ہے ضرور ہے کہ آپ بھی دوسرے کے بیٹے سے پیدا ہوا ہو حقیقۃً بطن سے نکلنا ہو یا حکماً جیسے کہ آدم اور حوا کہ زمین سے پیدا ہوئے ہیں پس جو شخص کسی چیز سے پیدا ہوا ہو اُس کسی طرح دوسری شے جدا ہو کر پیدا ہو جائے پانچویں لم یکن لہ کفوا احد اسواسطے کہ حقیقت اولاد کی بدون زوج یا زوجہ کے ممکن نہیں اور زوج ہمسر زوجہ کے ہے اور زوجہ ہمسر زوج کے اور ولد بھی ہمسر والد اپنے کا ہوتا ہے پس جو کوئی والد نہ رکھے ولد بھی نہ رکھے اور اگر آدمی غور و تحقیق کرے اور معنی خدائی کے کو یکتائی اُسکو لازم ہے اُسکے دل میں تصدیق آجائے بالکل خیال توالد اور تناسل کا بہ نسبت اللہ جل شانہ کے جانے اسیواسطے جو کہ بڑے بڑے عقل والے ہیں بحمد سننے اس عقیدہ باطلہ کے حیرت عظیم اُن کو حاصل ہوتی ہے اور سبحان اللہ کرتا ہے اور جو عقل رکھنے کے اس قسم کے لغو کلام زبان پر لاوے ہی واسطے قرآن مجید میں بعد نقل اس بہتان کے طرف بڑائی اور تعجب اس قول کے اشارہ فرمایا ہے حتی کہ سورۂ مریم میں فرمایا ہے تکاد السمٰوٰت یتفطرن منہ وتنشق الارض وتخر الجبال ھدا ان ادعوا للرحمٰن ولدا وما ینبغی للرحمٰن ان یتخذ ولدا یعنی قریب ہے کہ آسمان پھٹ جاویں اس بات سے اور زمین شگافتہ ہو جاوے اور پہاڑ ڈھہ کر سپر کر پکارتے ہیں رحمن کے نام پر اولاد اور نہیں لائق ہے رحمن کو کہ رکھے اولاد اور صحیحین میں ساتھ روایت ابوہریرہ کی مذکور ہے آیا ہے کہ کوئی شخص زیادہ تر صابر اللہ تعالیٰ عزوجل سے نہیں ہے کہ آدمی اُسکے حق میں اولاد اور بیٹے اور بیٹیاں ثابت کرتے ہیں باوجود اسکے رزق بھی اُنکو دیتا ہے اور عافیت رکھتا ہے اور ابن ابی حاتم اور ابن المنذر نے روایت کی ایک شخص کے اہل شام سے روایت کرتے ہیں کہ اُسکو کسی سے خبر پہونچی ہے کہ ابتدا پیدائش زمین اور اسکے پہاڑ کے کوئی درخت خاردار نہ تھا اور کوئی میوہ تلخ اور بدمزہ اور بدبودار نہ تھا اور کسی جگہ کہاری پانی نہیں نکلتا تھا جسکے کہ بدبخت آدمیوں نے یہ کلمہ زبان سے نکالا اور خدائے عزوجل کے حق میں یہ دشنام قبیح عمل میں لائے تو درخت خاردار پیدا ہونے لگے اور میوہ تلخ اور بدبودار ہو گئے اور شور پانی بھی نکلنے لگا اور اُسکے کمال شناعت اس کلمہ کے ہر مسلمان کو چاہیئے کہ بعد سننے اسکے یا نقل اُسکی کے کفارہ کے طور پر کہے سُبْحَانَکَ یعنی پاک جانتے ہم جناب کو کہ اُسکے اولاد ہو اور یہ کلمہ ایسا ہے جیسا کہ رائج ہے کہ بعد ذکر مصیبت دنیاوی یا دینی کے معاوا اللہ اور نصیب دشمناں اور مانند اُسکے کہتے ہیں اور بجگہ یہ کلمہ خدائے تعالیٰ نے واسطے تحقیق مسلمانوں کے ارشاد فرمایا ہے اور معنی اس کلمہ کے موافق اُسکے مستبقی اور حاکم نے روایت کی ہے عزیز بہ جناب الٰہی کی ہر چیز کہ لائق شان اُسکی کے نہیں اخرج الحاکم والبیہقی عن طلحۃ بن عبید اللہ قال سالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن تفسیر سبحان اللہ فقال ھو تنزیہ اللہ من کل

یعنی مخرج کیا ہے حاکم اور بیہقی نے طلحہ بیٹے عبداللہ کے سے کہ قال کہا انہوں نے پوچھا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تفسیر سبحان اللہ کی پس فرمایا کہ وہ پاکی ہے اللہ کی ہر ایک بری شے سے و اخرج عن عبید بن حمید عن یزید بن الاصم قال جلس رجل الی ابن عباس فقال لا الٰہ الا اللہ نعرفہا فما انہ لا الٰہ الا اللہ غیرۃ والحمد للہ نعرفہا فما ازینہ کا فما منہ وھو الحمو علیہا واللہ اکبر نعرفہا انہ لا شیٔ اکبر منہ فما سبحان اللہ قال ابن عباس وما تنکرون منہا فی کلمۃ رضیہا اللہ لنفسہ واحب ان یقولہا ملئکتہ وفرغ الیہا الاخیار من خلقہ اور ابن ابی حاتم نے حسن بصری سے روایت کی ہے کہ سبحان اللہ اسم ہے کہ بستطیع الناس ان یتقلبوا یعنی اس کلمہ کو مخلوق اپنے حق میں استعمال نہیں کر سکتے ہیں اس واسطے کہ پاکی ہر شے نالائق سے شان خالق کی ہے فقط بخلاف محمد اور تکبیر کے کہ مخلوقات آپس میں بھی اسکا استعمال کرتی ہیں اور دلیل پاک ہونے جناب عزت کی اس خیال غلط سے یہ ہے کہ اگر اسکے فرزند ہو پس معہذا سے خالی نہیں یا اسکے واسطے بھی منصب خدائی کا ثابت کیا جائے پس فی ذاتہ ممتنع اور قائم بذاتہ ہو اور سکو تعلق جناب باری کے ساتھ نہ رہے اور فرزند ہونے کو ضرور ہے کہ اسکو تعلق وصل کے ساتھ ہو پس لازم ہوا کہ باوجود خدائی ثابت کرنے کے فرزندیت ثابت نہیں ہو سکتی ہے یا اسکو فی حد ذاتہا خدائے واجب الوجود کہو تو ضرور ہوا کہ جناب باری نے اسکو پیدا کیا ہو سو اس صورت میں جب ہوا اسکا لازم آیا اور فرزند نہیں ہوتا ہے اگر اس حرج ہو تو ہم والد معبود ہو جاویں اور یہ بات ظاہر البطلان ہے پس معلوم ہوا کہ مرتبہ خدائی کا ایسا رتبہ ہے کہ فرزندیت غیر کی اسکے واسطے قرار دینی محال ہے اسواسطے کہ فرزند کو چاہیئے کہ متجنس والد اپنے کے ہو اور اگر متجنس نہ ہوگا اور جناب باری تعالیٰ کے ساتھ متجنس نہیں ہو سکتا ہے بَلْ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یعنی بلکہ اسکے واسطے ہے جو کچھ کہ تمام آسمانوں میں اور زمین میں ہے نہ سو ملکیت اور پیدائش کے اور یہ بات ظاہر ہے کہ مملوک اور مخلوق ہم جنس مالک اور خالق کا نہیں ہو سکتا ہے اور اسیواسطے شرح شریف میں مقرر ہے کہ جو شخص مالک کسی قریب اپنے کا ہو جاتا ہے پس دو بیان عبدیت اور فرزندیت کے مبائنت کلی ہے اور یہ بات بھی اولاد کے حق میں جب ہے کہ اپنے والد کے بندے نہوں اور واقع میں کوئی شخص آسمانوں اور زمین کے رہنے والوں میں سے اسکی بندگی سے خارج نہیں بَلْ کُلٌّ لَّہٗ قَانِتُوْنَ یعنی تمام لوگ خواہ آسمانوں کے رہنے والے خواہ زمین کے مطیع اور فرمانبردار ہیں بعضے برضا و رغبت جیسے کہ انبیاء اور فرشتے اور مومنین صالح اور بعضے زور سے اطاعت کرتے ہیں جیسے کہ کفار اور شیاطین اور فاسق اور مومن گنہگار کہ جس وقت خدائے تعالیٰ انکو چاہے زندہ کرے اور جو وقت چاہے مار ڈالے جبتک چاہے تندرست رکھے اور جب چاہے بیمار کر دے اور جب چاہے غنی کر دے اور جب چاہے فقیر اور مفلس کر دے جیسا وہ حکم کرے کوئی اسکو دفع نہیں کر سکتا ہے اسکی حکمی ضرور اطاعت کرنی پڑتی ہے اپنے دل میں کسی بات سے ناخوش ہو دیں اُن کی ناخوشی پیش نہیں چلتی ہے اور اگر سرکش لوگ کہیں کہ ہمارے نزدیک ایک دلیل ہے اسبات کی کہ بعض مخلوقات کو کسی فرزندی کا رتبہ ہے جیسے کہ حضرت عیسیٰ علی نبینا و علیہ السلام کہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے اور آدمی کیواسطے ضرور ہے کہ کوئی پدر اسکا ہو پس حضرت عیسیٰ کا باپ بجز خدا کے کون ہے اور ایسے ہی حضرت عزیر علیہ السلام کہ بغیر تعلیم استاد کے توریت کو از بر پڑھتے تھے اور آدمی کو بغیر تعلیم علم کے اتنی بڑی کتاب یاد کرنی ممکن نہیں پس اُنکو خدا تعالیٰ نے بلا واسطہ اس کتاب کو پڑھا دیا جیسے فرزند کو علم تعلیم کرتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انکو مرتبہ فرزندی کا حاصل تھا اور ایسے ہی فرشتے اسقدر اسکی اطاعت میں محو ہو گئے ہیں کہ اپنے ارادہ کو تابع اسکے ارادہ کے کر دیا ہے اور اپنے ایسے افعال صادر ہوتے ہیں کہ مخلوق کی قدرت سے باہر ہیں اتحاد ارادہ اور فعل کا اُسکے فرزند ہونیکی دلیل ہے جواب اسکا یہ ہے کہ معرفت صفات و افعال الٰہی میں کمال قصور تمہارا ہے اس سبب سے ان شبہات میں گرفتار ہو گئے ہو اگر بہرہ فعال اور صفات باری کا تمہارا ہوتا اس قسم کی بیہودہ گوئی نہ کرتے اور اگر صفات و افعال عزت اسکے نہیں سمجھتے ہو تو تمہارا ہی سمجھ ہوا کہ اللہ تعالیٰ بدیع السمٰوٰت والارض یعنی ازسر نو پیدا کرنیوالا آسمانوں اور زمین کا ہے بغیر اسکے کہ پہلے سے نمونہ ان کی پیدائش کا موجود ہو پس اُسکے نزدیک یہ بات کیا مشکل ہے کہ آدمی کو بغیر باپ کے پیدا کر دے یا کسی شخص کو ولادا بطریق تعلیم کتاب نبی کی کرے یہ باتیں کچھ فرزندی پر موقوف نہیں اور اگر غور و تامل سے نظر کرو معلوم کرو کہ اللہ تعالیٰ کسی چیز کے پیدا کرنے میں محتاج طرف مادہ اور اسباب کے نہیں بلکہ اِذَا قَضٰٓی اَمْرًا یعنی جب کسی انجام دینے کسی کام کا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ یعنی بس طریق اسکا یہی ہے کہ فرماتا ہے کسی چیز کو کہ ہو جاوے وہ چیز اسکے فرمانے سے توقف و دیر نہیں کرتی فَیَکُوْنُ یعنی پس ہو جاتی ہے وہ چیز فی الفور پس اگر فرزند ہونے کسی شے کی یہی دلیل ہو کہ بغیر مادہ اور اسباب کے پیدا ہونے سے فرزند خالق کا ہو جاوے پس ہر چیز میں عوینی لدیت اور فرزندی کا لازم آویگا اور حضرت عیسیٰ اور عزیر اور فرشتوں کی خصوصیت نہوگی اسواسطے کہ پیدائش سب کی اسی کے ساتھ ہے بے تامل اسباب کی جہت سے گو نظر ظاہر بین کسی شے کو جو بعد اسکے شے دوسری پیدا ہو سبب کہہ کر سمجھے باقی پیدا ہو اس مقام میں چند بخشیں کہ مفسرین تعرض نہ کیا ہے ان کو لکھتے ہیں اول یہ کہ ان آیتوں سے یہ معلوم ہوا کہ ثبوت ولد کا واسطے جناب باری کے صریح خلاف عقل کے ہے پس اسقدر جماعت کثیر کہ بڑے بڑے عقلمند بھی انمیں تھے کس طرح اس عقیدے پر اصرار کرتے اور اس غدشہ کے واسطے بعضے علماء محققین اطراف گئے ہیں کہ اس فرقہ گمراہ کو یہ اعتقاد نہ تھا کہ حقیقت میں اللہ کے والد ہے بلکہ خلاصہ کلام انکے کا اسی قدر تھا کہ بعضی مخلوقات میں ایک مرتبہ عبدیت سے بڑھکر ہے اور اس مرتبہ کو ولد کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں اور اُنکو مستثنیٰ خدا کا جانتے ہیں لیکن اس توجیہ میں دو وجہ سے خلل ہے اول یہ کہ تعبیر کے رد کرنیکے واسطے جا بجا قرآن میں ایسے الفاظ وارد ہوئے ہیں کہ صراحۃً دلالت اسبات پر کرتے ہیں کہ حقیقت میں اللہ کا ولد کہہ کر بھی ہے جیسے کہ اس آیت میں انی یکون لہ ولد ولم تکن لہ صاحبۃ یعنی کس طرح ہو اللہ کے واسطے ولد اور نہیں ہے اُسکے بی بی اور بعضی جگہ قرآن میں ایسی ہے کہ ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ جس جگہ یہ لوگ ولد ثابت کرتے ہیں اُس متبنیٰ مراد نہیں جیسے کہ اس آیت میں وجعلوا بینہ و بین الجنۃ نسبا یعنی اور ٹھہرایا انہوں نے اس اللہ اور جنوں میں ناتا نہیں ہوتا ہے دوسرا خلل یہ ہے کہ اگر اعتقاد انکا تبنی کا تھا تو پس حقیقت میں خطا تعبیر لفظی میں ہوئی

اور باعتبار معنی کے کچھ خطا ہوئی اسواسطے درجہ اصطفائی اور محبوبیت کا مسلمانوں کے نزدیک بھی بعضی مخلوقات کے واسطے ثابت ہے اور اسی اصطفا اور محبوبیت کو وہ لوگ تبنی کے ساتھ تعبیر کرتے تھے پس اسقدر عتاب شدید بابت اس خطاب لفظی کے اُنکے اوپر کیواسطے متوجہ کیا مگر اس خلل کا جواب اسطرح کہہ سکتے ہیں کہ اصطفا اور محبوبیت عبدیت کے ساتھ ثانی نہیں اور تبنی اور ولدیت کسی طرح سے ہو منافی عبدیت کے ہی اور وجہ فرق کی یہ ہی کہ اصطفا اور محبوبیت مصطفے اور محبوب کو اُسکے مرتبہ سے خارج نہیں کرتی ہی بلکہ اُسکے درجوں میں سے اعلیٰ درجہ کو پہنچاتی ہی خلاف کوئی شخص غلاموں یا کنیزوں میں سے پسند خاطر اور مقبول اپنے مالک کا ہو جاوے سو اُسکے یہی معنی ہیں کہ حق غلامی و کنیزی کی اپنی کا خوب ادا کرتا ہے بخلاف تبنی اور ولد بنانے کے کہ اُسکے واسطے یہ بات لازم ہے کہ متبنی کو اپنے مرتبہ سے نکالنا اور اُسکو قائم مقام اپنے کرنا ہے اور اس بات میں شرک لازم آتا ہے بخلاف اصطفا اور محبوبیت کے تحت دوسری یہ ہے کہ لفظ کل لہ قانتون کا دلالت اسپر کرتا ہے کہ تمام اشخاص خواہ زمین کے رہنے والے مطیع اور فرمانبردار جناب حضرت باری تعالیٰ کے ہیں چنانچہ ابو نعیم اور طبرانی اور ابو یعلی اور ابن جریر اور ابن المنذر محدثین ساتھ روایت ابو سعید خدری رضی کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لاتے ہیں کہ کل حرف فی القرآن ین کہ فیہ القنوت ھو الطاعۃ یعنی جو حرف قرآن کا کہ اُس میں قنوت کا ہی مراد اُس سے طاعت ہے حالانکہ بہت مخلوقات جیسے کہ شیاطین اور کفار مطیع اور فرمانبردار احکام الٰہی کے نہیں ہیں اور اسی واسطے مجاہد نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس آیت کا سوال کیا جواب فرمایا کہ قیامت کے دن مطیع اور فرمانبردار ہو جاوینگے دوبارہ اُنسے سوال کیا کہ طاعت اور فرمانبرداری خاص مکلفین کے واسطے ہی کہ انہیں کے اوپر طاعت اجب ہی اور ما فی السمٰوٰت والارض ہر شے کو شامل ہی خواہ مکلف ہو خواہ غیر مکلف اُنہوں نے جواب میں اور طرح معنی اس عبارت کے بیان فرمائے کہ معنی خضوع کے ہیں یہ کہ ضعیف چیزیں جہان کی ہیں کل جناب باری کے وجود کے اوپر دال ہیں اسواسطے کہ خود بخود علامات حدوث اور احتیاج کی اُنکے اندر موجود ہیں اور آثار قدرت اور حکمت اُن میں جلوہ گر ہیں یا معنی اسکے یہ ہیں کہ تمام موجودات اُسکے قبضہ اور تصرف میں جس طرح چاہے اُنمیں تصرف کرے تصرف سے باہر نہیں نکل سکتی ہی چنانچہ یہی معنی تفسیر میں گذرے اور تحقیق یہ ہی کہ اس آیت میں کل لہ قانتون آیا ہی کل لاحکامہ قانتون اور کل لہ ساجدون نہیں کہ احکام شرعی کے منکر ہیں اور نہ بعد اری نہیں کرتے ہیں اول اُن احکام کو احکام الٰہی نہیں جانتے ہیں اور اگر دیدہ و دانستہ انکار اُسکے احکام کا کرتے ہیں لیکن انکار وجود اور صفات کمال اُسکے کا ہرگز نہیں کرتے ہیں ہر شخص خواہ اہل حق سے ہو خواہ اہل باطل سے اُسکی جبلت میں یہی ہی کہ معرفت ذات کی اور اعتقاد کمال صفات کا اُس سے اور اضافہ کیا اور افراط اور تفریط سرزد ہوئی اور ہر شے کیواسطے کہ آسمانوں اور زمین میں ہیں روح شاعر اور درّاک ہے کہ بسبب اُسکے اس معرفت سے محروم نہیں ہی مکلف ہو یا غیر مکلف جیوان ہو یا جماد اور دلیل اسکی یہ ہی وان من شئ الا یسبح بحمدہ وکل قد علم صلوتہ وتسبیحہ اور بحث تیسری یہ ہے کہ لفظ ما کا فی السمٰوٰت میں واسطے غیر ذوی العقول کے ہی اور کل لہ قانتون صیغہ جمع سالم مذکر ذوی العقول کا ہی اس عنوان کے بدلنے میں کیا نکتہ ہی جواب اسکا یہ ہی کہ ملوکیت کے بیان کرنیکے واسطے لفظ غیر ذوی العقول کا ذکر کیا اور مانند عرض اور قسمت کے قرار دیکر کلمہ ما کا استعمال کیا کہ اسکو مناسبت اس مقام کے ساتھ بہت ہے اور مقام بیان قنوت میں کہ یہ فعل ذوی العقول کا ہی ذوی العقول کو تغلیب دی کہ اس جگہ مناسب یہی ہے پس تفض عبارت میں کمال بلاغت پائی گئی واللہ اعلم بالصواب کلامہ بحث چوتھی یہ ہے کہ جملہ فیکون کا اوپر قرات رفع کے مجہول قرار دینے اسی کو اختیار کیا ہی معطوف بقول کے اوپر ہے یا ابتدار کلام ہی اور تقدیر اسطرح پر ہی فھو یکون لیکن ابن عامر کی قرات پر کہ فیکون کو منصوب پڑھتے ہیں پڑا اشکال لازم آتا ہے اسواسطے کہ مابعد امر کا بغیر سببیت کے منصوب نہیں ہوتا ہی اور اسجگہ سببیت معقول نہیں ہی اسواسطے کہ وجود شے کا سبب اپنے ہی وجود کا نہیں ہوتا ہی کہ سببیت شے کی اپنے نفس کے واسطے باطل ہی اور اسی واسطے علمائے عربیت نے مقرر کیا ہی کہ جواب امر کا جاہیے کہ کسی وجہ سے مخالف امر کے ہو جیسے کہ اذھب تنتفع یا فال میں مخالف ہو جیسے کہ اذھب یذھب زید یا دونوں جیزوں میں مخالفت ہو جیسے کہ اذھب یذھب زید اور جس جگہ دونوں فعل میں بھی متحد ہوں اور فاعل میں بھی متحد ہوں اُس جگہ نصب جائز نہیں رکھا ہے اسواسطے کہ الشی لا یکون شرطا لنفسہ یعنی شے نہیں ہوتی ہی شرط واسطے نفس اپنے کے پس معنی ان فعلت فعلت کے کہ شرط صحت جواب یا لغائی ہی تحقق نہ ہوگی جواب اسکا یہ ہے کہ جو غرض مترتب اوپر امر کے ہے کبھی ایسی چیز ہوتی ہی کہ مغائر فعل امر کے ہو جنانچہ اکثر اوقات اسطرح وقوع میں آتا ہی اور اسیواسطے علماء عربیت نے مخالفت فعل یا فاعل کی شرط کی ہی اور کبھی غرض مترتب امر کے اوپر بعینہٖ وہی فعل ہوتا ہے پس اُس فعل کو جواب امر کے ڈالنے میں خبردار کرنا اسبات کے اوپر ہے کہ غرض ہماری اس امر سے کوئی شے دوسری ہی اس فعل کے نہیں جیسے کہ اگر کوئی کہنے والا کہے کہ اذھب تذھب معنی اسکے یہ ہیں کہ غرض ہماری اس امر سے محض جانا تیرا ہے نہ چیز دوسری اور اس آیت میں ہر گاہ کہ امر کُن سے مقصود طلب کرنا نفس وجود کا ہی کان تامہ کو جواب کان ناقصہ کا کیا اسی غرض کے واسطے اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ علماء محو نے نصب جواب فا کا اس طرح بھی جائز کہا ہی کہ جواب ایسی خبر کے بعد آوے کہ بمعنی امر کے ہے یا ایسی خبر کے بعد کہ الفاظ اُسکے متضمن امر کے لفظ کو ہوں چنانچہ پہلے کی مثال یہ ہے اتقوا اللہ امرا وافعل خیرا فیثاب علیہ اور دوسری کی مثال یہ ہی قلت لہ زرنی فیزورنی اسواسطے صحیح ہے جواب کی اُوپر معنی کے ہے نہ اوپر لفظ کے پس جو خبر کہ بمعنی امر کے ہے حقیقت میں وہ امر ہے اور ایسے ہی جو خبر کہ متضمن امر کے لفظ کو ہے اُسکو مشابہت تامہ ہے ساتھ امر کے اسبات میں کہ مسبب بعد لفظ امر کے واقع ہوا اگرچہ وہ مسبب امر کا نہیں ہے بلکہ مسبب مضمون خبر کا ہی پس اس قاعدے کے موافق نصب فیکون کا ممکن ہے اور تشبیہ اُسکی کے ساتھ جواب امر کے ہی اسواسطے کہ یہاں بھی فیکون بعد انما یقول لہ کن کے واقع ہوا اور یہ خبر ہے کہ متضمن لفظ امر کو ہے ماوجہ کہنا کن کا سبب ہی واسطے مدلول فیکون کے لیکن اس صورت میں کہ فیکون تتمہ مقولہ کے سے ہو اصواب یہ تھا کہ فیکون ساقطہ

تا خطاب کے ہوتا مثل اذھب فتدھب لیکن نکتہ غائبکے صیغہ لانے میں یہ ہے کہ اس امر حادث کو اس کلام میں دوبار ساتھ لفظ غیبت کے ذکر فرمایا اول امرأ کا لفظ کہا اور دوسرے کہ کا اور کیا اوپر طریقہ خطاب کے پیچ لفظ کن کے پہلے جگہ بھی جانب غیبت کو ترجیح دی تاکہ تعادل خطاب و غیبت کا حاصل ہو آور یہ بھی وجہ ہے کہ جب یہ جواب شیا بہ جواب امر کے ہے اور حقیقۃً جواب امر کا نہیں ہے پس رعایت خطاب اور غیبت کی بہ نسبت اُن آدمیوں کے کرنی چاہیئے کہ اصل کلام ساتھ اُنکے کہا جاتی ہے اور مخاطب ساتھ اصل کلام کے کہ متضمن اس امر کا ہے وہ مکلفین ہیں کہ در نہائے وارد سے خلعت وجود کا پہن کر لیا قت تخاطب کی اُنہوں نے حاصل کی ہے اور حوادث متجددہ کو اُس مقام سے غیبت ہے پس باعتبار دو فریق کے استعمال صیغہ غائب کا متعین ہوا بحث پانچویں یہ کہ کلمہ کن کا نسبت پیدا کرنے کیسے ہے اور لفظ فیکون کا دلالت اوپر سرعت وجود اشیا کے ساتھ بعد تعلق ایجاد کے ہے اسواسطے کہ فاء موضوع ہے واسطے تعقیب مع الوصل کے پس حاصل کلام یہ ہوا کہ اذا قضی امرا فلا یحتاج الی شی الا الایجاد فیوجد بلا مھلۃ پس وجود اشیا کا ساتھ فعل ایجاد کے ہے نہ ساتھ کلمہ کن کے بسبت اسکی طرف کلمہ کن کے بمثیل کے قبیل سے ہے اور حقیقۃً تخاطب نہیں گویا امر ممکن کو نہ ہین میں تمرد نہ ہا مور مطیع اور فرمانبردار کے قرار دیا ہے کہ ہرگز فرمان خاوند سے ایک دم توقف نہیں کرتا ہے اور اس بیان میں بڑی تاکید ملکی اس امر کی کہ جناب اسکی پاک ہے فرزند بنانے سے اسواسطے کہ جسکو اس مرتبہ کی قدرت حاصل ہو اُسکو کیا حاجت ہے کہ ماند و جانوروں اور آدمیوں کے اُسکے فرزند ہوں اور پرورش کی کرے اور حاجت جلب اور حس اور ضایع اور ظالم کی اُسکو ہو تعالی شانہ وعظم برھانہ اور جو لوگ کہ ان معنی تمثیلی سے بے خبر ہیں اور ظاہر لفظ کی طرف نظر اُن کی مقصور ہے بہت اشکالات کی تنگی میں اس مقام میں گرفتار ہوئے منجملہ اُن اشکالات کے ایک یہ ہے کہ مخاطب ساتھ کلمہ کن کے کس وقت ہوتی ہے قبل وجود سے صلاحیت خطاب کی اُسکو نہیں اور بعد وجود کے طلب وجود کے ساتھ کلمہ کن کے کرنی تحصیل حاصل کی ہے اور بعض اشکال یہ ہے کہ کلمہ کن کا قدیم نہیں ہو سکتا ہے اسواسطے کہ مرکب از جزو غیر قارہ ہے اس سبب کہ پہلے کاف ہے اور نون اُسکے پیچھے ہے اور جو وقت کاف زبان پر تھا نون اُسوقت تھا اور جب یہ کلمہ حادث ہوا محتاج ہوا طرف دوسرے کن کے وکذا فیلزم الدور والتسلسل اور بعض اشکال یہ ہے کہ قائلین اشکال نے قطع نظر اس کلمہ سے کریں ایجاد شیا کا کر سکتا ہے یں یہ کلمہ محتاج الیہ نہ ہوا اور بعض لغو ہوا اور اگر نہیں کر سکتا ہے پس قادر مطلق نہ ہوا و بعض اشکال یہ ہے کہ ہم اپنے حال کو قطعاً جانتے ہیں کہ اگر ہزار بار اس کلمہ کن کے نہیں بالکل کسی فعل کے فعلوں میں سے تاثیر نہیں کرتا ہے پس حال ہر قادر مرید کا یہی ہے اور ان اشکالات کے جواب دینے میں بڑی حیرت ہوئی اور چپ ہو رہے است ہاتھ ہمارے ہیں شکل کہنے ہیں کہ یہ کہنا عام نہیں کہ مخلوق میں پایا جائے بلکہ خاص ہے ساتھ اُن شخصوں کے کہ موجود ہو چکے ہیں ہر ایک حال سے طرف دوسرے حال کے انتقال کرتے ہیں مانند اُن آدمیوں کے کہ حق تعالی نے اُنکو فرمایا ہے کونوا قردۃ خاسئین اور یہی کہتے ہیں کہ ھذا اللفظ امر للاحیاء بالموت وللموتی بالحیوۃ یعنی یہ لفظ امر ہے زندہ کو ساتھ مر جانے کے اور امر مردے کے ساتھ زندہ ہونے کے اور فخر الاسلام بزدوی نے کہا ہے کہ کلام ساتھ اس کلمہ کے واسطے ایجاد کے نہیں بلکہ اوپر وجہ جریان سنت الٰہی کے ہے واسطے اعلام ملاء اعلی کے تا کہ جب اس کلمہ کو سنیں معلوم کر لیں کہ حق تعالی نے کسی شئے کو پیدا کیا ہے اور اس قول کی تائید کی ہے ساتھ اُس چیز کے کہ حدیث صحیح میں ہے کہ ان ربنا اذا قضی امرا سمعت الملئکۃ صوتا کانہ صلصلۃ علی صفوان الی آخرہ اور بھی کہتے ہیں کہ یہ تمثیلی نہیں تا کہ فہم خطاب کا اور وجود اور دوسرے شروط درکار ہوں بلکہ امر تسخیری ہے خلاصہ کلام یہ ہے کہ بعد تحقیق معنی تمثیلی کے یہ کلام تمام تکلفات بازدہ سے بے پروا ہوئی اور ابو بکر بن ابی شیبہ نے عبد الرحمن بن سابط سے روایت کی ہے کہ ایک عالم کو میں نے سجدہ آنحضرت صلعم کے دعا کرتا تھا اس طرح سے کہ اللھم انی اسألک باسمائک الذی لا الہ الا انت الرحمن الرحیم بدیع السموات والارض واذا اردت امرا فانما تقول لہ کن فیکون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عالم کو منکر فرمایا کہ اس عالم نے کو خبر پہنچا دی کہ دعا اُسکی ساتھ اسم اعظم کے واقع ہوئی اور قبول ہوئی اور ابتک کہ دیکھو تو ان پر جو اہل کتاب کے تھے کہ دانا اُنکے مثل نادانوں کے ہوئے اور شاہت اپنی عرب کے جاہلوں مشرکین پر سند کر کے یہود کو گویا کہتے ہیں وَقَالَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ یعنی وہ لوگ کہ کچھ نہیں جانتے ہیں اہل کتاب اور مشرکین مکہ اور دوسرے بدعت اور نہیں جانتے ہیں کہ قابلیت ہمکلامی کی ساتھ خدائے عزوجل کے کیا شرط ہے اور کس شخص میں وہ شرطیں پائی جاتی ہیں کہ حق تعالی کو ثابت کرنا رسالت محمد صلعم کی تصدیق دعوے کی منظور ہے لَوْلَا یُکَلِّمُنَا اللّٰہُ یعنی کیوں سے کلام کرتا ہے خدا تعالی بالشافہ کہ فرمائے کہ میں نے بھیجا ہے اور وہ اپنے دعوی میں سچا ہے جھوٹ نہیں کہتا ہے جیسا کہ کلام کرتا ہے اللہ تعالی ساتھ موسی کے اور ساتھ درشتوں کے اور ساتھ موسی علیہ السلام کے اسواسطے کہ یہ طریق سہل ہے واسطے حصول اس مطلب کے اور حکیم شخص جب قصد حاصل کرنے کسی مطلب کا کرے اقرب طرق اور سہل اُنکا اختیار کرتا ہے آوْ تَاْتِیَنَا اٰیَۃٌ یعنی کیوں سے نہیں آتی ہے رو برو ہمارے علامت کہ سبب سے اجرا ہو کر حقیقت اُسکی معلوم کریں جیسے کہ زمین کا رہے آب محض ہے یا اُس میں چشمے جاری ہوجاویں یا اُس میں کیڑے مکوڑے پیدا ہو جاویں یا آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہو کر ہم پر گرے یا فرشتے سبھیں کی صفیں ہمارے سامنے نمودار ہوں یا محمد کیواسطے مگر سونے اور چاندی کا پیدا ہو یا محمد آسمان پر جا کر ایک فعہ کتاب ہمراہ اپنے لاوے کہ ہم اُسکو پڑھیں اور نشانی اُن کی کا جہل ہے اسواسطے کہ وہ نہیں سمجھتے ہیں کہ رتبہ ہمکلامی کا اللہ کے ساتھ بہت بڑا ہے ہم ابتک اس مرتبہ کو نہیں پہونچے بلکہ پہلا پایہ کہاں ہے وہ ذہنی حاصل نہیں اور مرتبہ خاص ملائکہ اور انبیاء علیہم السلام کیواسطے ثابت ہے اور یوں کو میسر نہیں ہوتا ہے پس فرمائش ہم کلامی کی خدا کے ساتھ گویا فرمائش اس بات کی ہے کہ ہم سب کو اللہ تعالی انبیا اور ذریت بنا دیوے اور یہ فرمائش ان نادانوں سے مستبعد نہیں اسواسطیکہ کَذٰلِکَ قَالَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِہِمْ مِّثْلَ قَوْلِہِمْ یعنی ایسے ہی کہہ کر چلے گئے وہ لوگ کہ پہلے اُنسے تھے مانند گفتار نکی کے بے تعاون اسواسطے کہ اول اور متقدمین اُنکے نے حضرت موسی علیہ السلام کی خدمت میں ارنا اللہ جھرۃ واجعل لنا الھۃ کما لھم الھۃ کہا ہے اور حضرت عیسی علیہ السلام کی خدمت میں ھل یستطیع ربک ان ینزل علینا مائدۃ من السماء کہہ چکے گئے ہیں اور دوسری امتوں کے جاہل لوگوں نے بھی پیغمبروں سے ایسے اس قسم کی فرمائشیں کی ہیں پس اُنہیں کفار ان زمانہ کے اور پہلے

فاسد کے کفار باعتبار زبان اور مکان اور قوت اور جسم اور طول عمر کے اختلاف بہت رکھتے ہیں لیکن تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ یعنی ہر زمانہ میں اُن کے جیسے کہ پہلے کفار کے دلوں میں شبہات باطلہ اور انکار معجزات پیغمبروں کا ہوتا تھا اس زمانہ کے کفار کے دلوں میں بھی واقع ہوتے ہیں پس طلب بیکلامی کی غلط کے ساتھ کہ ان میں پائی جاتی ہے جائز ہے جب کہ یہ ہیں ایسا ہم نے تم پر آیتیں اور معجزے نازل فرمائے مگر اُنہوں نے اُسکا بیکار قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ یعنی تحقیق واضح اور روشن کر دی ہے دلائل اور معجزات اس پیغمبر کے جیسے کہ انشقاق قمر اور سلام اور کلام کرنے جمر کے اور اجابا درخت کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے سے اور رونا ستون کی جو بکا بسبب فراق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور تسبیح کرنی سنگریزوں کی ہاتھ مبارک میں اور اُسکے یاروں کے ساتھ میں اور روا ں ہونے چشمے پانی کے انگلیوں مبارک سے اور شکایت اونٹنی اور بہرنی کی اور دوسکر جانوروں بے زبان کی رد بزوا نحضرت کے اور گواہی دینی سوسمار اور گرگ کی اوپر صدق دعوے آپ کے اور سیر ہو جانا لشکر و کا تھوڑے کھانے سے بسبب برکت آنحضرت کے اور دُور ہو جانا سخت بیماریو کا بسبب پہونچانے ہاتھ کے اور نزول ہر ہر آیت کا اس کلام معجز نظام سے اور پر قلب مقدس اُسکے کے باوجود امی ہونے اور حرف نہ پہچاننے کے وعلی ہذا القیاس لیکن یہ تمام دلائل اور معجزے ظاہر لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ یعنی واسطے اُن لوگوں کے ہیں کہ ارادہ عامل کرنے یقین کا رکھتے ہیں واسطے اُن لوگوں کے کہ تصحب اہل عناد میں مشغول ہیں اور ارادہ تعجیز کا کرتے ہیں اور اگر ساتھ نظر تامل کے دیکھیں جان لیں کہ علامات اور معجزات پیغمبو نکی میں یہ شرط نہیں کہ موافق فرمایش منکرو کے آوے یا اضطرار کی حد کو پہونچا دے یعنی لاچاری کے سبب سے یقین کرنا پڑے بلکہ اس طرح کے ایمان کی صحت میں خلل پیدا کرتا ہے اسواسطے کہ ایمان صحیح وہی ہے کہ اپنے اختیار سے ہو نہ اضطرار کے ساتھ البتہ رہیج علامات اور معجزات پیغمبر ونکے اسقدر شرط ہے کہ قابل نظار اور تبشیر کے ہوں اور یہ بات اُن علامات اور معجزات میں کہ ہاتھ تیرے پر ظاہر ہوئے متحقق ہے اسواسطے کہ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ یعنی تحقیق بھیجا ہے ہمنے تجکو ساتھ معجزات حقہ کے اور اوپر وصو اپنے اور ساتھ اُس چیز کے کہ مقتضائے حکمت کا ہے اور وہ یہ ہے کہ تجکو یہ قدرت ندی کہ منکر مومن کرے اسواسطے کہ جبر کی صورت میں فائدہ ایمان کا حاصل نہ ہوگا اور سوقت ایمان اُنکا مثل ایمان فرعون کے اور اُنکے ایمان باس کا ہوگا پس چاہیئے کہ حال تیرا اُس سے مجاوز نکرے کہ بَشِيْرًا یعنی بشارت دینے والا ہو تو ہر شخص کو کہ اپنے اختیار سے بے جبر اور اکراہ اور بغیر معائنہ عذاب کے تیری متابعت کرے وَّنَذِيْرًا یعنی اور ڈرانے والا ہو تو اُس کی کہ اپنے اختیار سے تیری متابعت نکرے وَّلَا تُسْـَٔلُ عَنْ یعنی اور تجسے پرسش نہوگی کہ منکرین تیرے کو اسواسطے راستے پر نہ آئے اور کو اسواسطے اُنہوں نے عناد قبول کیا اگرچہ وہ منکرین دُوْ معاندین داخل ہیں تجو درمیان اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ یعنی مصاحبان آگ جلانیوالے کے ہاں اگر تجکو قدرت اس بات کی ہم دیتے کہ جبر سے ایمان قبول کرا دے اور پھر یہ لوگ اوپر انکار اور عناد اپنے کے باقی رہتے البتہ تجھے پرسش ہوتی کہ کو اسواسطے اُنکو ایمان پر نہ لایا تو باقی رہیں اسجگہ چند سخنیں اول یہ کہ فرق تشابہ اور تشبیہ میں کیا ہے اور اس آیت میں لفظ تشابہ کا کو اسواسطے اختیار فرمایا جواب اسکا یہ ہے کہ دل کفار اس زمانہ کے اور اول پہلے زمانہ کے کافروں کے کیسان تھے کچھ اُنکے درمیان میں فرق نہا واسطے اثبات برابری کے لفظ تشابہ کا مناسب ہوا بخلاف تشبیہ کے کہ دلالت دو مرتبہ شبہ اور شبہ کی کرتی ہے اسیواسطے شعرا کو جو قت بیان برابری اور مساوات کا منظور ہوتا ہے تشبیہ سے عدول کر کے لفظ تشابہ کا لاتے ہیں چنانچہ کہنے والے نے کہا ہے بیت + تشابہ دمع العین فی حمرۃ الخجل + وتشابہا وتشاکل الامر + فکانما خمر لا قدح + وکانما قدح ولا خمر + دوسری بحث یہ ہے کہ بیچ آیت قد بینا الآیات لقوم یوقنون کے ظاہر میں اشکال وارد ہوتا ہے اسواسطے کہ اہل یقین کو بیان کرنے کی کیا حاجت ہے بلکہ بیان واسطے تردد اور شک کے چاہیئے اہل یقین کے رو بر و بیان کرنا تحصیل حاصل کی ہے جواب اسکا عین تفسیر میں گذرا کہ مراد اہل یقین سے وہ آدمی ہیں کہ مستعد حصول یقین کے اور درپے تحصیل اُسکی کے ہیں نہ وہ آدمی کہ جنکو بالفعل یقین حاصل ہے تیسری یہ ہے کہ بیچ قرات نافع اور یعقوب کے لفظ ولا تسال عن اصحاب الجحیم بصیغہ نہی حاضر کے آیا ہے اور اکثر مفسرین نے معنی اُسکے اس طرح بیان کئے ہیں کہ استفہار مت کر حال دوزخیونکے سے کہ نہ زبان تحمل بیان اُسکے کا رکھتی ہے اور نہ گوش طاقت سننے اُسکے کی اور مراد اس نہی سے بیان کرنا شدت عذاب و زخیو نکا ہے لیکن عبدالرزاق اور ابن جریر نے محمد بن کعب قرظی اور داؤد بن ابی ہاتم سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایکدن فرماتے تھے کاش جان لوں میں کہ انجام والدین میرے کا کیا ہوا حق تعالیٰ نے یہ آیت بھیجی انا ارسلناک بالحق بشیرا ونذیرا ولا تسال عن اصحاب الجحیم من بعد آنحضرت صلعم نے کبھی مذکور اپنے والدین کا نفرمایا یہانتک کہ انتقال فرما گئے اور شیخ جلال الدین سیوطی نے بعد ذکر ان دو روایتوں کے کہا ہے کہ باوجود ارسال متعدد اسناد اُنکی ضعیف بھی ہیں اور باوجود اسکے سیاق کلام کے ساتھ بھی چنداں چسپاں نہیں واللہ اعلم اور اگر کسی دل میں خطرہ گذرے کہ اگر علامات اور معجزات اس پیغمبر کے کو واسطے بشارت اور انذار کے بھیجے گئے ہیں مانند علامات اور معجزوں دوسرے پیغمبر ونکے صلاحیت بشارت اور انذار کی رکھتے تھے ضرور ہے کہ اُن علامات اور معجزات کو اہل علم اور کتاب اللہ کے جاننے والے پسند کرتے کو جاہل اور بے فہم انکار اور عناد کی راہ چلیں لیکن علامات اور معجزات اس پیغمبر کے اہل کتاب کہ یہود اور نصاریٰ بھی ہیں قبول اہلبیت نہیں کرتے ہیں اسواسطے دفع اس وسوسہ کے جان کہ قبول نکرنا معجزات تیرے کا کہ یہود اور نصاریٰ سے وقوع میں آیا اس سبب سے نہیں کہ علامات اور معجزات میں کچھ قصور ہے بلکہ اس جہت سے ہے کہ یہ دونوں گروہ تجسے راضی نہیں ہیں اور محض تعصب اور عناد کا پردہ اُنکی بصیرت پر آگیا کہ معجزات تیرے کو سچا نہیں جانتے اگر تو چاہے کہ اُنکو اپنے ساتھ رضامند کرے ہرگز یہ بات راست نہیں آتی ہے وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى یعنی اور ہرگز راضی نہونگے تجسے یہود اور نہ نصاریٰ تاکہ معجزات تیرے کو قبول کریں اسواسطے کہ یہ دونوں اپنے تئیں اہل علم جانتے ہیں اور خلائق کے نزدیک یہ بات مشہور ہے کہ کتب آسمانی انہیں کے پاس ہیں پس اس سبب سے یارا نہیں رکھتے ہیں کہ جو کوئی ہمارے سوا جہان میں ہے تمام ہمارے بعد اور ہمارے ہم سب کے قبوع ہوں پس تجھے کس طرح راضی ہونگے کہ تو اُنکو اپنا تابع بنا لے بلکہ یہ لوگ راضی نہونگے حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ

یعنی یہاں تک کہ پیروی کرے تو مذہب منسوخ اُنکی ہاتھ آئین تراشے ہوئے اُنکے کی اور یہ ہرگز تجھسے قبول نہ ہوگا بلکہ ان کو اس خیال خام اور طمع کاذب سے ناامید کر قل یعنی کہہ کہ پیغمبر کو لائق نہیں کہ کسی چیز کی پیروی کرے سوائے ہدایت الٰہی کے اِنَّ هُدَى اللّٰهِ یعنی تحقیق ہدایت خدا کی ہر زمانہ میں هُوَ الْهُدٰى ہی وہی ہدایت ہے کہ پیغمبر اُس زمانہ کے لئے ہیں اور ہدایتوں اگرچہ قبل نسخ سے ہدایت تھیں لیکن بعد نسخ کے ہدایت نہیں بلکہ ضلالت خواہشات نفسانی سے ہیں وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ یعنی اور اگر بالفرض تعجب کرے تو خواہشوں نفسانی اُنکی کی بَعْدَ الَّذِیْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ بعد اُسکے کہ آیا تیرے پاس علم قطعی ساتھ اس بات کے کہ اس نسخ میں انحصار ہدایت کا اُسی میں ہے جس ہدایت کو تو لایا ہے اور سوائے اُس ہدایت کے سب منسوخ ہیں مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ یعنی نہیں ہے واسطے تیرے واسطے اُنکے کوئی دوست کہ بسبب سعی اور تلاش اپنی کے تجھکو اُس رہائی دے گی وَلَا نَصِیْرٍ یعنی اور نہ یاری دینے والا کہ زور سے اُس عذاب کو دفع کرے یہانتک کہ موسیٰ کہ بسبب اتباع معجزات اپنی کے حمایت تیری نہیں کر سکتے اور معجزہ اتمام اہل کتاب کے اوپر انکار تیرے کے متعلق نہیں ہیں اور معجزات تیرے کو زندہ ہیں بلکہ اہل کتاب خواہ یہودی ہوں خواہ نصاریٰ دو قسم ہیں ایک قسم الَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یعنی وہ آدمی ہیں کہ دی ہمنے اُنکو کتاب اور تحقیق میں قدر کتاب کی وہی جانتے ہیں اور اُسکے معنی کو سمجھتے ہیں اور وہ لوگ ایسے ہیں کہ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ یعنی پڑھتے ہیں اُس کتاب کو حق تلاوت اُسکی کا یعنی تحریف لفظی یا معنوی کے اور ساتھ محافظت حروف ملفوظ کلمات اور تصدیق محکمات اور متشابہات کے اور نہایت احتراز کرتے ہیں تغیر مراد آلات کے سے باوجود عمدہ اور تالی کریمہ کے بیچ تقریر اور سمجھنے مرادات اور اشارات اُسکے کے اُولٰٓئِكَ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ یہ گروہ اہل کتاب کا بالبتہ ایمان لاتا ہے ساتھ اُس حق کے کہ ہمراہ تیرے بھیجے بھیجا ہے اور ساتھ اُس علم اور ہدایت کے کہ اوپر تیرے کے بھیجے نازل کیا ہے بلکہ ایمان اُنکا ساتھ کتاب اپنی کے ہے اور اُنکے واسطے یہی بات کافی ہے کہ کمال معجزات تیرے کا اعتقاد کرتے ہیں اور صلاحیت بشارت اور انذار کی تیرے اندر جانتے ہیں وَمَنْ یَّكْفُرْ بِهٖ یعنی اور جو کوئی کافر ہوتا ہے ساتھ اُس حق منزل کے اور وہ دوسری قسم ہے اہل کتاب کی فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ یعنی پس وہی گروہ ہیں زیانکار کہ ایمان بھی ساتھ اُس حق منزل کے اُنکے ہاتھ سے گیا اور اپنی کتاب کے ساتھ بھی اُنکو ایمان ہوا اور فیصلے بے بہرہ ہوئے اس سبب سے کہ مقبول اور مفید ہے اور حاصل ہونا اولاً کا پیش اُنکے آیا اور آخرت میں بے نصیب ہے کہ بسبب کفر اور عناد کے ضرور دوزخ میں جائے گا اُنکی ہوئی پس اگر یہ لوگ باوجود کمال تجارت اپنی کے بیچ معجزات اور علامات پیغمبر تیری کے شکوک اور شبہات وارد کریں اور اُنکو قبول نہ کریں مجھ اندیشہ کا مقام نہیں کہ حقیقت میں اہل کتاب ہیں یہ لوگ نہیں ہیں گو ظاہر میں مثل حمار کے حامل اُسکے ہوں مصرعہ کہ نکتہ داں نشود گرم گر کتاب خود ۔ باقی رہیں اجگہ چند نکتہ کہ واجب العرض ہیں اول یہ کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ بعد ظاہر ہونے دلائل اور روشن ہونے براہین کے تقلید باطل ہے اسواسطے کہ اتباع ہوی کا بعد علم آنے کے ہے اور اسی سبب سے کہ عالم مجتہد کو تقلید غیر کی حرام ہے دوسری یہ کہ اس آیت سے بھی نکلتا ہے کہ اگر معلوم ہووے کہ فلانا شخص یہ حرکت نہیں کرتا لیکن اس شخص کو منع کرنا اور خوف دلانا برائی نجابی اُسکی سے موقوف نہیں ہے چنانچہ اجگہ یہ بات معلوم تھی کہ آنحضرت صلعم سے اتباع اہل ہوی کا وقوع میں نہ ہوگا اور باوجود اسکے وعید سخت اُسکے اوپر فرمائی اور یہی بلیغ کی اور مانند اسی آیت کے آیت دوسری ہے لئن اشركت ليحبطن عملك ولتكونن من الخاسرين اور تیسری یہ کہ شاید علم الٰہی میں باز رکھنے والا اُس فعل سے بھی تاکیدات بلیغ اور تہدیدات باہلہ ہوویں یا بسبب بیان تاکید کے عصمت اُسکی کی تراوندہ ہووے اور یہ سبب بھی ہے کہ ایسی بڑی تاکید دلیل واسطے کرنے کے ہیں کہ عصمت اُنکی قوی ہو جاوے اور یہ بھی سبب ہے کہ ایسی ایسی تاکیدیں معصومین کے حق میں اسواسطے ہوتی ہیں کہ اسکے کو نوکر نہ رشید حاصل ہووے اور جاہلوں میں کہ صاحب ان مراتب عالیہ کے اگر مصدر اقوال ضال کے ہوویں اُنکے واسطے یہ بدمآلی موجب ہے ہمیشہ ابتک کہ دادی دل بھی ایمان کا ہاتھ نہیں کیا کسر طرح مطمئن ہوں حاصل ہے کہ یہ معاملہ عکس اس معاملہ کا ہے کہ کوئی ہو سبب کو کاذب جانتے ہیں اور ایمان لاتے ہیں ترغیب دیتے ہیں اس ساتھ نیک عمدوکی اُسکو طامع کرتے ہیں تاکہ حجت پوری ہو جاوے اور عذری گنجائش نہ رہے اجگہ سے معلوم ہوا کہ علم الٰہی بسببیت اُسباب کی باطل نہیں کرتا ہے اسواسطے کہ اُسکے علم میں سلسلہ اسباب و مسببات کا ترتیب وار متحقق ہے پس علم اللہ تعالےٰ کا کہ بسببیت اسباب کے ہے مستقل اسکا اور بسبب ثابت ہونے اسی امر کے علم انبیا اور اولیاء میں کہ بعد ہونے مجذوبوں کے علم سے کہ اُنہوں نے مسببات کو واجب اور لوح جانکر یا خط طلب اپنے مثلاً علل مساوی اور اسباب کے سے دیکھا ہے اور دروازہ تسبیب کا اپنے موجب پر بلند ہا ہے بخلاف انبیا کے کہ ہمیشہ مزاولت اسباب کی کرتے ہیں اور ترک اسباب سے نہی فرماتے ہیں اُنہوں نے قدرت اللہ تعالیٰ کی دیکھی اور حکمت الٰہی سے کہ ربط ہر مسبب کے ساتھ سبب اُسکے کے چشم پوشی کی اور یہ لوگ دونوں کا خانہ ملاحظہ کرتے ہیں اور عادیہ ہے نوع جانب کی منظور نظر رکھتے ہیں تیسری یہ کہ اس سورہ میں اجگہ بعد الذی جاءك من العلم واقع ہوا ہے اور سورۂ آل عمران میں فمن حاجك فيه من بعد ما جاءك من العلم مذکور ہوا ہے اور بھی اسی سورہ میں بیچ مقدمہ نسخ قبلہ کے من بعد ما جاءك من العلم اور سورۂ رعد میں بعد ما جاءك من العلم واقع ہوا پس بیچ ادا کرنے اس مراد کے کبھی لفظ من کا لاتے ہیں اور کبھی ترک کرتے ہیں اور کبھی الذی فولتے ہیں اور کبھی لفظ ما کا لاتے ہیں اس تفتن میں کیا نکتہ ہے اور التفات ہر مقام میں ان عبارتوں کا کس اعتبار سے ہے جواب سکا یہ ہے کہ کلمہ الذی کا لفظ ما کی نسبت تعریف میں زیادہ قوی ہے اسواسطے کہ یہ کلمہ کبھی منکر نہیں ہوتا ہے اور صلہ اُسکا واجب ہے بخلاف ما کے کہ کبھی نکرہ بھی ہوتا ہے اور یہ بھی ہے کہ کلمہ من کا دلالت اوپر تبعیض کے کرتا ہے سو وقت لفظ بعد کے اور پر دلیل ہو دلالت اوپر تبعیض وقت اور تعیین اُسکی کے کرتا ہے اور لفظ بعد کا بدون من کے دلالت اوپر شیوع اور ابتدا بعد اوقات کے کرتا ہے سو جب کہ یہ دونوں قاعدے معلوم ہوئے مناسبت ہر مقام کی ساتھ اُس عبارت کے کہ اجگہ اختیار فرمائی ہے بسہولت

لہ تو تقلید باطل یہ قول اطلاقاً عدم وجوب تقلید پر دلالت کرتا ہے اور اجگہ تقلید ہوائی یا تقلید کفار کہ آیت دلمن نبعت ہوا ہم قصہ یہود و نصاریٰ کے سے وہ ثابت ہے باطل و حرام ہے اسواسطے دلائل ثبوت ہیں مطلب اہل کلی کو اور حرارتی کے اشکل پر اعلیٰ کو اسفل کی تقلید حرام ہوئی نہ تقلید ائمہ اربعہ کہ وہ واجب ہے باتفاق علماء رحیم کریم بیان چھوڑ گیا ہے بالتحدی اسی تفسیر کو مولانا صاحب محمد آہ نسئلوا اہل الذکر سے طرف وجوب تحری کے اشارہ کیا ہے کہ اوجگہ دوسری آیت ان اولی الناس الخ سے وجوب ثبوت تقلید ائمہ مجتہدین پر کیا اور شاہ صاحب نے فرمایا اور عبارت تفسیر عزیزی کی بھی بوجہ بر دلالت کرتی ہے اللھم ہو الہادی الیہ علیہ ان قوم علی مذہب الحنفیۃ اہل بلدۃ من بلاد الہند آخر احمدی و عزیزی۔

نکل سکتی ہے مثلاً اجمالاً علم سے مراد ہدایت الٰہی ہے کہ شامل ہے تمام امور دینیہ کو یعنی عقائد ذات اور صفات اور نبوات اور معاد اور شرائع اور احکام اور یقین دو کمال کہتا ہے اول کمال عمر کا دوسرا کمال ثمر کا کہ ابتدائے زمانہ بعثت سے آخر تک باقی ہے بغیر تغیر اور تبدل کے پس لفظ الذی کا کہ تعریف میں زیادہ تر ہے مناسب ہوا واسطے افادہ تعریف اُس علم کے اور لفظ من کا کہ واسطے ابتدا غایت کے ہے مناسب ہوا واسطے کہ یا علم موقت ساتھ کسی وقت کے نہیں تا ابتدائے غایت اُسکی بیان کیجائے پس عبارت بعد الذی جاءک من العلم لایق اس مقام کے ہوئی اور قبلہ کے مقدر میں مراد علم سے علم خاص ہے کہ متعلق ساتھ امر قبلہ کے ہے اور وہ علم سابق نہ تھا بلکہ سابق اُس سے علم دوسرا تھا کہ استقبال بیت المقدس کو مقتضی تھا پس اُس جگہ لفظ من بعد ما جاءک من العلم پیمان ہوا اور ایسے ہی سورۂ آل عمران میں مراد علم خاص ہے متعلق ساتھ امر تولد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اور وہ علم بھی موقت بعد گفتگوئے وفد نجران کے نازل ہوا پس اُس جگہ بھی یہی عبارت مناسب ہوئی اور سورۂ رعد میں ہر چند مراد علم خاص ہے متعلق ساتھ نزول حکم عربی کے کہ عبارت قرآن سے پایا جاتا ہے لیکن وہ علم بھی مانند علم ہدایت اور دین کے موقت نہیں بلکہ ابتدائے زمان بعثت سے انتہا تک مستمر اور باقی ہے پس باعتبار خصوصیت علم کے لفظ ما کا لائے کہ اُسکی تعریف میں قصور ہے اور ایک نوع کا ابہام اسی سے ٹپکتا ہے اور باعتبار استمرار اور دوام اُسکے کے لفظ من کو حذف کیا تا کہ اشارہ ہو طرف اس بات کی کہ خاص مانند عام کے مستمر اور دائم ہے اسکے واسطے ابتدا نہیں واللہ اعلم بمراد کلامہ جو تجھے یہ کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم قطعاً معصوم ہیں پس اتباع خواہشات کفار کا اُن سے قطعاً ممتنع ہے اور جو فرمایا کہ جزم العدم ہے محل استعمال لَوْ کا ہے نہ محل استعمال اِنْ کا حرف ان کا اسجگہ کسواسطے لائے جواب کا یہ ہے کہ یہ خطاب ساتھ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے اور بروجہ تحقیق کے نہیں کہ قطعیت وقوع شرط کا تعلق شرط کی اُس میں رعایت کیجاوے اور الفاظ شرط کے سے جو کہ مناسب ان دو شق کے ہوں اختیار کیا جاوے بلکہ جملہ مرتبہ اسجگہ واسطے فرض محال کے ہے اور مقام فرض میں وقوع شرط میں شک ہوتا ہے اور ایسی جگہ استعمال لفظ اِنْ کا کیا جاتا ہے اور اسیواسطے بیچ مثل ان کان زید حمارا فھو ناھق ہوتا ہے لفظ اِنْ کا متعین ہوتا ہے نہ لفظ لَوْ البتہ اگر خطاب اور بیان مراتع کے ہوتا بایں طبیعت انتفاء شرط کے استعمال لَوْ کا متعین ہوتا مانند لو کان فیھما آلھۃ الا اللہ لفسدتا اور میرے وہ بات نہیں ہے استعمال لو کا بھی دیکھا یا پانچویں یہ کہ حق تلاوت کلام اللہ کا یہ ہے جواب تلاوت کلام اللہ کا یہ ہے اور یہ بات نہیں ہے استعمال لو کا بھی دیکھا یا پانچویں یہ کہ حق تلاوت کلام اللہ کا یہ ہے جواب اسکا یہ ہے کہ در باب وجوہ حق تلاوت کے چند چیزوں کا اعتبار ہے چنانچہ عین تفسیر میں اشارۃً اسکی طرف گذرا لیکن تفصیل ان چیزوں کی روایات صحیحہ میں مروی ہے منجملہ اُنکے یہ ہے کہ عالم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ اُنھوں نے تفسیر حق تلاوت میں فرمایا ہے یحلون حلالہ ویحرمون حرامہ ولا یحرفونہ عن مواضعہ یعنی حلال اُسکے کو اور حرام کرتے ہیں حرام اُسکے کو اور نہیں تحریف کرتے ہیں اُسکو موضع اُسکے سے اور منجملہ اُسکے یہ ہے کہ ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ اُنہوں نے فرمایا یتلونہ حق تلاوتہ ای یتبعونہ حق اتباعہ یعنی تابع ہوویں اُسکے حق اتباع اُسکے کا شرح قرأ ابن عباس رض والقمر اذا تلاھا یقول تبعھا اور منجملہ اُنکے یہ ہے کہ روایت کی ابن ابی حاتم نے حضرت امیر المومنین عمر فاروق رض سے کہ اُنہوں نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا اذا مر بذکر الجنۃ سال اللہ الجنۃ واذا مر بذکر النار تعوذ باللہ من النار یعنی حق تلاوت کا یہ ہے کہ جب گذرے اور پڑے ذکر بہشت کے خدا سے اُسکا سوال کرے اور جب گذرے اور پڑے ذکر آگ کے پناہ مانگے اُس سے ساتھ خدا کے اور خطیب نے بیچ کتاب الرواۃ کے مالک سے ساتھ روایت ابن عمر رض کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا ہے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حق تلاوت کلام اللہ کا یہ ہے کہ حلال اُسکے کو حلال مقرر کرے اور حرام اُسکے کو حرام جانے اور پڑھے اُسکو جیسے کہ نازل ہوا ہے اور کلام اُسکے کو تحریف نہ کرے اور معانی اُسکے کی تاویل فاسد نکرے اور احکام اُسکے کو بپاس خاطر دنیا داروں کے پوشیدہ نکرے اور منجملہ اُنکے ہے روایت ابن جریر اور وکیع کی حسن بصری سے کہ اُنہوں نے کہا کہ حق تلاوت کلام اللہ کا وہ ہے کہ ساتھ محکمات اُسکے کے ایمان لاوے اور موافق اُسکے عمل کرے اور اوپر متشابہات اُسکے کے ایمان لاوے اور جس چیز کا نہ جانے اُس پر مشکل ہو اُسکو مفوض علمہ کے کرے اور بیچ رد اور قبول اور تاویل اور تمثیل کے ساتھ عقل نافہم اپنی کے دخل نہ کرے اور اجگہ سے معلوم ہوا کہ حقیقت میں اہل کتاب وہی اشخاص ہیں جنہوں نے تلاوت کتاب کی ساتھ اس فرض کے لازم پڑی ہوا اور نفسانیت اور تعصب خاندان اور قوم اپنی کا یا احمقانہ طمع اور آئین اپنے کے تئیں حجاب معرفت کتاب کا نہیں کیا ہے وہ لوگ جنہوں نے کتاب کو وسیلہ نخوت اور تکبر کا کیا اور مثل سگ گزیدہ کے ہر کسی سے لپٹتے ہیں اور بیچ حجاب خود بینی اور پندار کے گرفتار ہیں اور دعویٰ اس بات کا کرتے ہیں کہ ہم سب لوگوں کے متبوع ہیں پھر بار دوسری تکمو خطاب کرتے ہیں اے بنی اسرائیل جیسے ابتدا کلام میں تکمو خطاب کیا تھا اور کہتے ہیں ہم یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ یعنی اے بنی اسرائیل تکو الیا زعم ہو گیا ہے کہ ہم سبکے متبوع ہیں اور تمام خلائق ہمارے تابع ہے یہانتک کہ جو تمام رسولوں اور کامل سے ہیں اُنکو بھی مکلف متابعت اپنی کی دیتے ہو اور نہیں سمجھتے ہو کہ ایسی شان اور مرتبہ تکو کس طرح قابل ہوا اُذْکُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتُ عَلَیْکُمْ یعنی یاد کرو تم اُس نعمت کو جو تمکو بخشے عطا کی اور اُسی کے سبب سے دعوے لینے جوڑے تکو یاد آئے وَاَنِّیْ فَضَّلْتُکُمْ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ یعنے اور یاد کرو اُسکو کہ تحقیق بخشی بزرگی دی تھی تکو ساری جہان پر اور جو چاہیں میں اُس بزرگی کو تم سے چھین لوں اور دوسرے کو بخشدوں کچھ یہ بزرگی اصلی اور ذاتی تمہاری نہیں کہ تم سے جدا ہو نہ سکے پس حق اُس نعمت کا اور خوبی اُس فضیلت کی یہ نہیں کہ تم آیتوں اور رسولوں ہمارے کو جھٹلاؤ اور بسبب انکار کے ناشکری نعمتوں میری کی کرو وَاتَّقُوْا یَوْمًا لَّا تَجْزِیْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَیْئًا یعنی اور ڈرو تم اس مقدمہ میں یوماً کہ نہ بدلہ دیگا کوئی نفس کامل گو تکو بسبب نسبت کہنے کے ساتھ اُسکے فضیلت اور بزرگی حاصل ہوئی ہو خواہ نسبت ظاہری مثل نفس اسحٰق علیہ السلام کے اور خواہ نسبت معنوی مثل نفس موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کے عَنْ نَّفْسٍ یعنی کسی نفس سے گو وہ نفیس کہ تابع اور منسوب اُن نفس کا جانے اگر وہ رسولوں اُسکی اطاعت نہیں کی اور انکار کیا ہے علیٰ العموم یعنی کچھ کام نا کہ تھوڑا سا عذاب کم کروا دے یا کچھ تخفیف حساب میں

اُسکا بھی سے ہو جاوے وَلَا یُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ یعنی اور پھر قبول نکیا جائیگا اُس نفس سے کچھ عوض کہ بابت اُلٰہی تلافی ہو جانے کے داخل کرے اگرچہ تمام اعمال نیک اپنے فدیہ دے سکا کرے وَلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ یعنی اور کچھ نفع نہ دیگی اُسکو شفاعت اور سفارش کرنیوالے ایسے تابعین کے حق میں جھوٹا بات اللہ اور رسولوں کے منکر ہیں گواہوں کے حق میں نافع ہوگی وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ یعنی اور وہ یاری نہ دیے جاوینگے اس بات میں جنابالٰہی سے اگر مواخذہ حقوق تلفی میں کہ کسی نے حق اُسکا تلف کر لیا ہو یا یاری نہ دیے جاویں مجیب اُن نیکے اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ یعنی البتہ ہم مدد کرینگے رسولوں اپنے کی اور ایمان لانیوالوں کی بیچ زندگانی دنیا کے اور دن قیامت کے اور بیچ تمثال پکارنے والے گواہوں کے ضمیر منہا اور تنفعها اور هم کی دو سو نفس کی طرف کو راجع ہوں یعنی جو کہ گرفتار عذاب کا ہے اور معنی اسکے موافق اُسکے ظاہر اور روشن ہیں چنانچہ پوشیدہ نہیں ہے باقی رہے اس جا چند سوال جواب طلب اوّل سوال کہ یہ آیت بعینہا بیچ ابتدائے قصہ بنی اسرائیل کے گذری اعادہ اُسکے سے اس جگہ کیا غرض واقع ہوئی جواب اسکا یہ ہے کہ ذکر اُس مضمون کا اول حصہ میں واسطے یاد دلانے نعمتوں کے تھا تاکہ کفران اُن نعمتوں سے احتراز کرکے راہ شکر اور طریق حق شناسی منعم کی اختیار کریں اور یہ مکرر اس مضمون کا بیچ تتمہ قصہ کے واسطے باطل کرنے دعوی اُنکے کے ہے کہ اپنے تئیں قبیح مقرر کرکے درخواست مشابعت اپنی کی افضل المرسلین سے کرتے تھے سو واسطے کہ جب نعمت الٰہی کو پہچانیگے اور یہ بات بھی تصور کریگے کہ اللہ تعالیٰ نے بکو بزرگی تمام جہان پر عطا کی سو اس سے معلوم کر لینگے کہ نشاں اس دعوے کا کوئی چیز ذاتی ہماری نہیں اور نہ بنسبت اوس نبی کے جو ہمارے بزرگوں کے سے باقی ہے اور ایکشن ہمارے لیے درپیش ہے کہ اُس دن میں کوئی نسبت ماں و نسب کام نہ آویگا بدون متابعت طریقہ حق کے پس کسی کار کی نہیں ہوگی اور کوئی راہ نجات کی بظاہر نہ ہوگی اور بعضے مفسرین نے کہا ہے کہ مصدر قصہ میں فرع للمنع اس آیت سے دو بھی کہ اجمالاً جمیع نعمتوں الٰہی کو جو حق میں بنی اسرائیل کے ہیں یاد دلا کر شکر اُسکا درخواست کریں اور اُس دن سے کہ نسبت و نسب گان سلف کا کسی کے کام آوے ڈھائیویں بعد ازاں تقسیم اُن نعمتوں کی بحسب بقعات اور اشخاص اس فرقہ کے بیان کی طریق تحریر اجمال اور تفصیل جمع و خرچ اہل حساب کے آخر اس قصہ میں بھی اعادہ کرنا اسی مضمون کا مناسب ہوا پس لانا اس آیت کا اول اور آخر اس قصہ طویلہ کے اُس قبیل سے ہے کہ حساب والے سیاق کہ اول فرد جمع اور خرچ کی بطریق یادداشت تحریر کرتے ہیں کہ جمع اسقدر تھی اور خرچ اسقدر ہوا بعد اُسکے تفصیل اور تقسیم تاریخ اور بابت کی کرتے ہیں جب حساب سے فارغ ہوتے ہیں پھر اُسی جمع و خرچ کو خلاصہ کرکے اعادہ کرتے ہیں دو سو کرو کہ اس آیت میں بنسبت کے گذشتہ کے تین چیز میں تفاوت واقع ہوا اول وہ کہ آیت سابقہ میں لَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ فرمایا ہے اور اس آیت میں لَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ دو سو کرو کہ آیت سابقہ میں لَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ فرمایا ہے اور اس آیت میں لَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ تیسرے سو کہ آیت سابقہ میں شفاعت مقدم فرمائی ہے اور اس آیت میں نفی فدیہ کی مقدم فرمائی نکتہ اس تفاوت کا کیا ہے جواب اُسکا یہ ہے کہ بعضے نکات اس تخییر اسلوب کے آیت سابقہ کی تفسیر میں گذرے یاد کرنا چاہیئے اور چونکہ حاضر الوقت یہ ہے کہ شفاعت کا سودمند ہونا وہ چیز پر موقوف پر ہے اول یہ کہ شفاعت بذات خود نافع ہو دوم مقرر ہو کہ وہ شفاعت جسکے روبرو سفارش قبول بھی ہو کیونکہ ظاہر ہے کہ اگرچہ شفاعت بذات خود ایسی نافع ہو جیسا کہ دینا مال کا یا خلاص کرنا قید سے مگر وہ شخص اُس شفاعت کو قبول نہ کرے کچھ فائدہ اُس شفاعت میں نہ ہوگا اور نہ محض نفع ہوگی اور ایسے ہی اگرچہ شفاعت مقبول ہو لاکن وہ مضر ہو جیسی شفاعت چور کی روبرو حاکم کے تو اُس کو سزا نہ ہونا چاہیے وہ شفاعت بے نفع محض ہے پس ایک جا نفی قبول کی فرمائی اور ایک جا سلب نفع کیا تاکہ دونوں طرح کے انتفاع کی نفی ہو جاوے اور تعیین اُسکی یہ ہے کہ انبیا اور صلحا کی اُمت میں شفاعت ہوگی لیکن شفاعت عامہ اُنکی گو بمنزلہ بیان قاعدہ کلیہ کے ہے مثل اغفر للذین آمنوا واعملوا الصالحات یا ربنا اغفر لمن تبعنی ولمن عصانی اور امثال اسکی ہر گز کافر وے کے کام نہ آویگی اگرچہ مقبول ہوگی اور شفاعت خاصہ نبی کی حق میں ہر بد کافر وے کے مثل شفاعت ابراہیم علیہ السلام کے بیچ حق آزر کے مقبول نہ ہوگی پس نوں جسکی شفاعت سلاف کی سے انکو نا امید کیا لاکن تخصیص آیت ولی کی ساتھ نفی قبول کے اور اس آیت کی ساتھ نفی نفع کے پس اس سبب سے کہ سابق آیت ولی میں ذکر کفر کا تصریح کیا ہے ولا تکونوا اول کا ذر لا پس نفی قبول کی مناسب ہوئی اور بیچ اسبق اس آیت کے ذکر انساب و اتباع کا ہے کہ اسکو وسیلہ شفاعت شبوعین اور منسوب الیہم اپنے کا جانتے ہیں پس نفی نفع کی مناسب ہوئی گویا ایسا فرمایا کہ ہر چند شفاعت انبیا اور اسلاف تمہارے کی حق میں تابعین اور منسوبین اپنے کے مقبول ہے لاکن باوجود کفر انکے نافع نہ ہوگی کہ تم اُن کی نسبت سے خارج ہو گئے کہ اعم بھی ذکر عدل میں اخذ اور قبول میں ملازمت نہیں ہے کیونکہ جائز ہے کہ اخذ ہو لیکن اطریق خروج کے کہ رکھتا ہے قبول نہ ہو ایسے ہی جائز ہے کہ قبول ہو اور اخذ نہ ہو بلکہ بعد قبول سے اخذ نکریں اور آیت ولی میں جو نفی قبول شفاعت کی سابق گذری ہے اور غالباً دنیا میں جو شفاعت قبول نہیں کرتے ہیں اُس غرض سے اعوض ہوتا ہے اُسکو ساتھ لفظ اخذ کے نفی فرمایا تاکہ یہ توہم بھی دور ہو جاوے اور اس آیت میں جو نفی شفاعت کی سابق نہیں ہوئی عوض کو ساتھ لفظ قبول کے نفی فرمایا کہ اسجا دینا عوض کا مقبول بھی نہ ہوگا چہ جائے اخذ کے سو اسلئے کہ اخذ بعد قبول کے ہے لیکن وجہ تقدیم و تاخیر شفاعت و عوض کی پس یہ ہے کہ ابتدائے حادثہ میں شفاعت کو عوض دینے پر مقدم کرتے ہیں اور جو حادثہ استداد قبول کرتا ہے اور استمرار پکڑتا ہے دینے عوض کو اور پر شفاعت کے مقدم کرتے ہیں اور آیت ولی میں ابتدا حادثہ ہے اور اس آیت میں انتہا اُسکا اور اسدد انا ہے ساتھ اسراروں کمال اپنے کے اور کشمار فرق کا اسلوب دونوں آیتوں میں ایک غرض ہی کہ جسکے لئے کلام لایا گیا ہے سو اسلئے کہ آیت سابق میں غرض تحریص بنی اسرائیل کی اوپر متابعت اس پیغمبر علیہ السلام کے اور ترک نعال شنیعہ کا مثل تحریف کتاب حق کو ساتھ باطل کے ملا دینا اور پر شدید کرنا نعت پیغمبر علیہ السلام اور ترک صلوۃ و زکوۃ اور ادا دیونکو ساتھ نیکی کے کرنا اور اپنے فوق کے عمل نکرنا اور ادام جمع اور حرص میں گرفتار رہنا اور مہر بگرزنا اور ملاقات خدا سے بے پروا رہنا اور بیچ اس آیت کے غرض شر ہوں کی ہے کہ رسالت میں پیغمبر وقت کی کرتے تھے اور اپنے کو بالاتر اتباع سے سمجھتے تھے بلکہ آپ کو متبوع مطلق اور ناجی محض گمان کرتے

غصے اور فضل اور بزرگی کو ذاتی جانتے تھے اور عبادت اور نیم آخرت کو بالذات واسطے اپنے سمجھتے تھے اور اسیواسطے بعد اس آیت کے بیچ اس مقام کے تذکرہ نعمتوں کا نہیں فرماتے ہیں بلکہ واسطے دفع خیال شبوہیت مطلقہ اور امامت اُنکی کے کہ بڑے دشمنی اور کفر انکے کی یہی خیال تھا ارشاد کرتے ہیں وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ یعنی اور یاد کرو تم اس وقت کو کہ بطریق آزمایش کے فرمایا ابراہیم علیہ السلام کو کہ بتایا تابع بن توحید کا تھا اور تابع کا آزر بھی لقب تھا ابراہیم علیہ السلام اُسکے گھر میں وقت سلطنت نمرود بن کنعان کے قصبہ کوتی میں کہ مضافات شہر بابل کا تھا بیچ ۱۹۷۵ سنہ سو نو سال تابع طوفان نوح علیہ السلام سے پیدا ہوئے اور طفولیت سے آثار رشد کے اُن میں ظاہر ہوئے ساتھ باپ کے اور قوم اپنی کے بابت بت پرستی کے بحث اور حجتیں کیں یہانتک کہ توتکو توڑا اور قوم اُسکی نے مقام کذکشی میں چاہا کہ اُنکو آتش میں جلاویں آتش بہت بھڑکائی اور اُنکو اُس آگ میں ڈالا پر وردگار اُنکو صحیح و سالم اُس آگ سے باہر لایا پھر باپ اور قوم اُن کی اُنکی دشمن ہوئی یہانتک کہ خانماں اپنا واسطے خدا کے ترک کر کے بسمت حران اور وہاں سے بسمت شام اور فلسطین کے ہجرت کر کے اُس سرزمین کو اپنا وطن کیا حق تعالیٰ نے چاہا کہ انکو بعوض اُسکے کہ جانی تن اپنا واسطے میرے جلا ڈالیگو دیا اور خانماں اور تبار اپنے کو بیچ راہ چھوڑ کے ترک کیا کہ بیوطن ہوا سر تبہ بس بلند کر کے کسی کو آدمیوں سے وہ مرتبہ اُسوقت تک حاصل نہ تھا عطا فرمائے بعضے سخنان کے بمتعدد کامل اُنکی کو منصفانہ دیدیا یا وَّاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ یعنی پروردگار ابراہیم نے کہ طفلی سے پھر اُنکو طرح طرح کی تربیت فرما کر بمرتبہ نبوت و خلت کے پہونچایا اور وقت میں تربیت اُسکی ہوا ہم علیہ السلام کا زمانہ دراز ملا پیدا کرنی تھی بعد بہت بیچ متعدد بلند اور آستحقاق مرتبہ اجتمد اُن سے ظاہر ہوتا تھا چاہا تنک کہ انکو مامور فرمایا بکلمات یعنی ساتھ سخن چندے کے کہ سبب بجا آوری اُن سخنوں کے عزیز کیا مالکہ علوی اور علی کے ظاہر ہو کہ یہشخص لائق اس مرتبہ کے تھا اور شان حکمت سے دینا اس منصب کا اُس شخص کو واجب اور لازم دکھلاتا تھا اور بھی یہ عادت آلہیہ مستمر کا بعض علم لینے کے دینی مرتبوں اور منصبوں اور جتاؤں اور اجر دینے کا اتفاق نہیں فرماتا ہے جبتک کہ آستحقاق اور استعداد اُسکا ظاہر نہ کرے اور سچے طور ظاہر کرے کہ جمیع سکان ملائکہ ملکوت کے اُس تقاضا حق کی کو ساتھ زبان قالیہ اور حالیہ کے واسطے اُسکے تقاضا کریں یہ معاملہ اسکا کمال شباہت رکھتا ہے ساتھ امتحان اور آزمایش کے تسمیہ اُسکا ساتھ لفظ ابتلا کے بہت جہیان اور دنا سبب ہے والا اُس بعالی کو کہ علام الغیوب ہے اور مستقبلات بیچ علم اُسکے محکم نہی کا رکھتے ہیں کیا حاجت امتحان اور آزمایش کی ہے اور وہ چند سخن کہ ابراہیم علیہ السلام کو بطریق امتحان کے ساتھ اُسکے مامور فرمایا اور بستعداد کامل اُسکی کو ساتھ بجالانے ان باتوں کے ظاہر کیا اُسکی کئی چیزوں کے ساتھ تعلق اُنکا تھا اول ساتھ قوت علمیہ اور فکریہ اُس کی کے کہ واسطے مناظرہ اور مخاصمہ بت پرستوں کے مامور کیا اور اُنہوں نے اس مہم کو اچھی طرح سے انجام دیا اول آفتاب اور ماہتاب اور ستارہ کو بحکم حدوث اور تغیر کے ایک حال سے طرف دوسرے حال کے لیاقت معبودیت سے باہر کیا اور ثانیاً بتوں کو توڑا اور عجز اُنکا نسبت قوت آدمی کے کہ ضعف قوت مخلوقات بالا رباب ہے ہر ہن کیا آوراً نشانی واسطے الزام آنمقرروں کے جن اپنا جلانیکو دیا تاثیر آتش کو بقوت آلہیہ کے باطل فرمایا اور روح آتش کو نعل اور تاثیر طبعی اپنی سے متغیر کر کے ساتھ ٹھنڈی اور سردی کے بدلا اور ساتھ اس ترتیب عجیب کے وجہ اتباع علوی اور فعلی کو بعبودیت سے معزز کیا اور اسباب جسمانیہ اور روحانیہ کو بمقابلہ ارادہ مسبب واحد قہار کے بیکار و کہلایا یہانتک کہ زبان اُسکی سے یہ دعوی ظاہر کرایا اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ اور اُسواسطے امتحان صدق ارض عوے کے اُنکو ساتھ چند چیزوں کے بمتلا کیا تا کہ روح اُس کی کو اوپر کسوٹی امتحان اور عزت کے باریں آول بیزاری قوم اور قبیلہ اپنے سے حاصل ہوئی بلکہ کل ماسوی اللہ سے جیسا کہ شان دوست خاص اور خلیل صادق کی ہے کہ ماسوی المحبوب سے بیزار ہوتا ہے اس واسطے فرمایا اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ اور بھی فرمایا کہ اِنَّنِیْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ وَاِنَا بُرَاءٰٓؤُا مِنْكُمْ بلکہ چالت تبری کی بنجر بعداوت ہوئی کر فانہم عدو الا رب العالمین دوسرے رفع کر دینا وسائط کا اور بلا حجاب متوجہ ہونا طرف محبوب حقیقی کے یہانتک کہ جبرئیل علم سے بیچ وقت کمال شدت حاجت کے فرمایا اَمَّآ اِلَیْكَ فَلَا حَاجَةَ لِیْ نیز تسلیم کرنی کوئی امر آلہی کی اور خوش ہونا باوجود نقصان جان اور مال پہنچنے کے اُسکی رضامندی میں چنانچہ وقت ہجرت کے وطن الوف سے اور امر فجیع فرزند دل بند کا اُن سے ظہور میں آیا اور مہمانی مہمانوں اور ایثار گدائیوں کو علی السبیل الدوام اُنسے ظاہر ہوتا تھا اور ظاہر ہے کہ عزیز ترین کاموں دنیا کے آدمیوں کے یہی چار چیزیں ہیں جان و مال و فرزند و وطن کہ مجمع اقارب و عشائر کا ہوتا ہے اور واسطے محافظت ان چیزوں کے کیا کیا بے صبریاں کیجاتی ہیں جب ان چار چیز کو برضائے مولا اپنے میں خرچ کیا صدق محبت اور خلت اُسکی کمال مرتبہ کو ثابت ہوئی اور واسطے اسی کے ابن عباسؓ نے بیچ تفسیر ان کلمات مبہمہ کے کہا ہے الکلمات التی ابتلی بھا ابراھیم فراق قومه فی الله حین امر الله بمفارقتهم ومحاجته، نمرود فی الله حین قال انا احیی وامیت وصبره علی قذفهم ایاه فی النار بحرقوه فی الله والهجرة بعد ذلك من وطنه وبلاده حین امره بالخروج عنهم وما امره به من الضیافة والصبر علیها وما ابتلی به من ذبح ولده وغیر ذلك اور جو معاملہ کہ اُس جناب علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات نے ساتھ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے عین صغر سنی میں اور ساتھ مادر اُن کی یعنی حضرت ہاجرہ کے محض بحکم خدا کے کیا ہے تامل کیا جائے طاقت بشری سے خارج دکھلائی دیتا ہے بالجملہ ان بکلیفات شاقہ سے ظہور اظہار جودت حال قوت عامله اُن کی کا اور انقیاد جمیع طائف اور قوائے وحیہ فکی کا واسطے حکم آلہی کے تھا کہ مجلا در جواب خطاب اسلم کے عرض کیا تھا اسلمت لرب العالمین پھر بدن اور جسد اپنے کو بھی واسطے عشق و اخلاص محبوب کے گل اور داغ ہجر اپنے پر لیتے ہیں اور بسبب اُسکے صدق دعوی عشق کا اُنسے ثابت ہوتا ہے اور عمدہ ترین اُن داغوں کا ختنہ تھا کہ محل شہوت ذلیلہ ہیمیہ جماع اور دخاع قطع کرتا ہے تا کہ یاد رہے کہ اس عضو کو کہ ذاتی رب العزت کا ہے بیچ مصرف نامرضی اُسکی کے صرف نہ چاہیئے کیا واسطے اسی کے تو ریت میں آیا ہے کہ ختنہ داغ خدا کا ہے اور پسر ابراہیم اور اولاد ابراہیم علیہ السلام کے مانند داغ گھوڑوں اور اجر جانوروں بادشاہی کے اور منجملہ اُن داغوں کے ہوئے کہ لیکر لینا اور سچی بات

کا اور ناخن کا کٹوانا اور کھانا ٹانوے بغل اور پاک کرنا جائے بول و پاخانہ کو وقت استنجا کے اور مضمضہ اور استنشاق دشمیں اور مداومت اور پر مسواک کے وقت نماز اور ذکر کے اور مانگ بھرنے بالوں کی ساتھ شانہ کے اور استعمال عطر اور خوشبو اور لطیف رکھنا جامہ پوشاکی کا اور ہونا بندگاہ بدن کا ہر جمعہ میں یک روز بھر واسطے لازم پکڑنے برخی عبادت اور ذکروں اور حلقوں کی اُن کو تاکید فرمائی اور وہ تمام تیس خصلت ہیں کہ نام اُنکا سہام الاسلام کیا دس اُن میں سورۂ برات میں نہ کور ہیں توبہ عبادت حمد سیاحت رکوع تجود امر بالمعروف نہی عن المنکر نگاہ رکھنا حدود مقرر کی ہوئی خدا کو ہر کام میں ایمان اور دس اُن کی سورۂ احزاب میں اسلام ایمان قنوت صدق صبر خشوع صدقہ دینا روزہ رکھنا حفظ شرمگاہ کا کرنا اور یواظبات اور یحافظ سے اور تفکر و اعتبار سے ذکر کثیر زبان دل سے علی الدوام اور دس اُنکے سورہ مومنین اور سال سائل میں ایمان تصدیق کرنی روز جزا کی اور خوف اور خشیت عذاب الٰہی سے دائما خشوع نماز میں محافظت آداب و سنن اور تعریفات اُسکی کا تفکر اور عبث اور لعب اور لغو سے احتراز اور لواغو اض کرنا اداکرنا زکوٰۃ کا بخوشی دل حفظ شرمگاہ کا غیر منکوحہ اور مملوکہ اپنی سے اور پورا کرنا عہد کا اداکرنا امانت کا قائم ہونا واسطے شہادت کے ہر چند بعضے ان خصائل کے کہ مذکور ہیں ان صورتوں میں مندرج ہیں لاکن احتمال ہے کہ بسبب مقید ہونے اور خاص ہونے اور ملنے کے ساتھ مقامات اپنے کے حکم خصائل متبائنہ اور متفاوتہ کا پیدا کریں اور ہر جا جداگانہ شمار ہوں پس اکثر حکم ہوا کہ ہر سال میں یک بار کعبہ کا والہ و شیدا کرکے دیوانہ وش عاشق کردار واسطے طواف خانہ محبوب اپنے کے برہنہ سر اور برہنہ تن اور برہنہ پا ژولیدہ مو پریشان حال گرد آلودہ شام سے زمین حجاز میں بہو نچکر کبھی پہاڑ پر اور کبھی زمین پر مونہہ طرف خانہ محبوب کے کرکے کھڑے ہوں اور کبھی دشمن اُسکے کو اپنے خیال میں تصور کرکے سنگ لعن اور ذلت و خواری کو اُوپر اُسکے ڈالیں اور عوض جان اپنی کے جان عزیز ترین مملوکات اپنی کو واسطے اُسکے قربانی کریں اور بعد گرد خانہ تجلی آشیانہ اُس کے کی طواف کریں اور بار بار کیچ اُس خانہ کو بوسہ دیں تاکہ معنے عشق اور محبت کے کہ باطن میں اُن کے کامن میں لباس ظاہر میں جلوہ گر ہوں اور خاص و عام کے اوپر ظاہر ہو اور اس حال میں نعرہ لبیک کو ساتھ آواز بلند کے ادا کریں اور آتش محبت دلی کو اس نعرہ کے ساتھ روشن کریں اور واسطے اظہار اس غیبت کے خاسکیچ واسطے اُسکے متعذر ہوئے اور طواف اور سعی درمیان صفا اور مروہ اور اُمدو رفت مرتد لفہ اور عرفات اور اقامت منیٰ میں اور ذبح اور قربان اور تلبیہ و دوام شروع ہوا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس تمام تکلیفات کو کہ بعضی عقل ناقص البشری میں متحمل کھلائی دیتی تھی اور اکثر بر ریاست عقل البشری سے بالاتر تھیں دل و جان سے کمال بشاشت اور خوشی کے ساتھ قبول کیا فَاَتَمَّهُنَّ پس تمام اور کمال بجا لائے اُن تمام باتوں کو ابراہیم علیہ السلام غیر کم و کاستی اور کاہلی اور تغافل کے یہانتک کہ حق میں اُنکے جائے دوسری فرمایا ہے وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰٓى اور ابراھیم یعنی جس نے پورا کیا اُس کو بیچ صحیح ابن ابی شیبہ اور دوسری کتابوں حدیث میں آیا ہے بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہما اِبْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمَاتٍ فَاَتَمَّهُنَّ اِلَّا اِبْرَاهِيْمَ یعنی نہیں مبتلا ہوا ساتھ اس دین کے کوئی پس پورا پورا اُس کو بجا لایا ہو مگر ابراہیم علیہ السلام اور ابو الشیخ کتاب عقیقہ میں ساتھ طریق موسیٰ بن علی ابن رباح کے کہ اُنہوں نے اپنے باپ سے روایت کی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب حکم ختنہ کا فرمایا یہ اسوقت میں اسی برس کے تھے کمال تعجیل سے ساتھ تیشے کے کہ گھر میں موجود تھا ختنہ کیا بعد اُسکے نہایت درد ہوا جناب الٰہی میں دعا کی حق تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ تجھ سے اس کام میں شتابی کی کہ بھی تک تکمیل طریق اور آلہ اسکا تعلیم نہیں کیا تھا خود نیچہ آپکو محل ہلاکت میں ڈالا اُنہوں نے عرض کیا کہ بار خدایا مکروہ جانا ہے کہ بیچ بجا لانے حکم تیرے کے ایک دم بھی توقف کروں یہ اور بیہقی نے روایت کی کہ حضرت ابراہیم نے حضرت اسحاق کی ساتویں روز تولد سے ختنہ کی اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی تیرہ برس کے سن میں اور آنحضرت علیہ السلام نے حضرت مسند یہ کی روز ہفتم تولد سے ختنہ کی اور بیہقی نے زہری سے روایت کی ہے کہ آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا ہے جو کہ اسلام لاوے چاہیئے کہ ختنہ کرے اور حاکم اور بیہقی نے بطریق صحیح کے روایت کی ہے کہ حضرت ابراہیم اول اُن شخصوں میں سے ہیں کہ رسم ختنہ کی جاری کی اور پہلے انبیا ختنہ کئے ہوئے پیدا ہوتے تھے اور اول اُن شخصوں میں سے جنکے بال سفید ہوئے حضرت ابراہیم ہیں جب اُنھوں نے اپنے بالوں میں سفیدی دیکھی عرض کی بار خدایا یہ کیا ہے حکم ہوا یہ وقار ہے عرض کی کہ رب زدنی وقارا اور اول اُن شخصوں میں سے جنہوں نے لیے مونچھ موے لبوں کے لیے اور فاخن کتروائے اور موے زیر ناف دور رکھے اور ان باتوں کو ملحوظ رکھا اور اپنے اوپر لازم پکڑا حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں آنہ اول جنہوں نے کہ ازار سی کر پہنی اور اُس کا سروال نام رکھا بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں بیشتر اُن سے عادت لنگی کی تھی اور بیچ سند و کبیح کے مروی ہے کہ اوحی اللہ تعالیٰ ابراھیم انک اکرم اھل الارض علی فاذا انجلت فلا تری الارض عورتک فاتخذ سروالا یعنی وحی کی اللہ تعالیٰ نے طرف ابراہیم کے کہ تو بزرگ تر اہل زمین کا ہے نزدیک میرے جبوقت بجدہ کرے تو نہ دیکھے زمین شرمگاہ تیری پس اختیار کر تو ازار کو اور دیلمی ساتھ روایت انس رضی اللہ عنہ کے لائے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اول اُس شخص نے کہ خصا جنا اور بنسکا گیا حضرت ابراہیم ہیں اور ابن ابی شیبہ بیچ تصنیف اپنی کے لایا ہے کہ اول جسنے خطبہ منبر کے اوپر پڑھا ابراہیم خلیل الرحمٰن ہے اور بزار نے بطریق انس رضی اللہ عنہ کے لائے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ جو میں منبر واسطے اپنے بناؤں مضائقہ نہیں کہ ابراہیم علیہ السلام نے بھی واسطے اپنے بنایا تھا اور جو میں عصا اپنے ہاتھ میں لوں بھی تو کچھ مضائقہ نہیں کہ ابراہیم علیہ السلام نے بھی لیا ہے اور ابن عساکر ساتھ روایت جابر وغیرہ کے لایا کہ اول جسنے کہ راہ خدا میں جہاد کیا ابراہیم علیہ السلام ہیں اور اول جسنے کہ لشکر کو لڑائی میں تعبیہ کیا اور میسرہ و قلب قرار دیا ابراہیم علیہ السلام ہیں اور یہ واقعہ اسوقت میں تھا کہ رومی لوگ حضرت لوط کو قید کرکے لیگئے تھے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اوپر اُنکے جہاد کیا اور حضرت لوط علیہ السلام کو چھڑا لائے اور مصنف ابن ابی شیبہ میں اس لفظ کے ساتھ آیا

کہ اول من عقدہ الالویۃ ابراھیم علیہ السلام اور بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا سبب کثرت مہمانداری کے ابو اطیفان نام ملتا تھا اور انکے مکان کے چار دروازے تھے جس دروازے سے چاہے مہمان آوے اور جب حضرت ابراہیمؑ چاہتے کہ طعام چاشت نوش فرماویں چار طرف وطن اپنے کے ایک ایک کوس تک تلاش مہمان کی فرماتے تھے جبتک مہمان نہیں پہونچتا تھا طعام چاشت تناول نہیں فرماتے تھے کوس اسطے کہ وقت چاشت مہمان کے آنے کا وقت نہیں ہے اور مسند امام احمد میں وارد ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے جناب الٰہی میں عرض کیا کہ بار خدایا سوا میرے زمین میں کوئی نہیں کہ عبادت تیری کرے حقتعالی نے تین ہزار فرشتے نازل کئے کہ ساتھ ابراہیم علیہ السلام کے شریک عبادت کے ہوں حضرت ابراہیم علیہ السلام تین روز تک تا مسافت فرشتوں میں مشغول رہے اور ابن ابی سعید نے روایت کی ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کو وسعت مال اور خادموں کی بہت دی تھی اول جس نے کہ ثرید بنایا حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں دیلمی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ اول اُس کسی نے کہ شیر مال پکائی حضرت ابراہیمؑ ہیں کہ واسطے مہمانوں اپنے کے پکاتے تھے اور کہلاتے تھے اور خلیب اپنی تواریخ میں بروایت تیم داری کے آنحضرت سے لایا کہ آدمیوں نے اُس جناب علیہ السلام سے سوال کیا کہ معانقہ کے امر میں کہ نزد تم کے ساتھ کیا کرتے ہو فرمایا کہ معانقہ دوست ہے اور پہلے سے تھا اور علامت خلوص دوستی اور تمام محبت اور ملاقات کی تھی اور اول اُس کسی نے کہ وقت اظہار دوستی کے معانقہ کیا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے اور قصہ اُسکا ایسا تھا کہ ایک روز واسطے طلب چراگاہ مواشی اپنے کے کوہستان بیت المقدس میں سیر فرماتے تھے تاکہ کوئی مکان واسطے رہنے مواشی اپنے کے تلاش کریں اس درمیان میں ایک آواز حزین رقیق سنی کہ ذکر کرتا نیوالا خدا کا ذکر کرتا ہے اور اوصاف تقدیس اور پاکی اُس جناب کے کر رہا ہے بیحد و نہایت اُس آواز کے مطلب اپنا فراموش کیا اور طرف اُس آواز کے متوجہ ہوئے دیکھا کہ ایک پیر دراز قامت کہ اُسکے تمام بدن پر بال ہیں کھڑا ہوا توحید جناب عزوجل کی بیان کرتا ہے آگے اُسکے گئے اور دریافت کیا کہ اے شیخ خدا تیرا کون ہے کہ تو اُسکو یاد کرتا ہے کہا خدا میرا آسمانوں میں ہے پوچھا کہ زمین میں بھی وہی خدا ہے یا دوسرا کہا کہ زمین میں بھی وہی خدا ہے کوئی سوا اُسکے لیاقت خدائی کی نہیں کہتا پھر پوچھا کہ قبلہ تیرا کہاں ہے کہا طرف کعبہ کے پھر پوچھا کہ کہاں سے کہا تا ہے تو کہا کہ سبوقت دانہ خودرو صحرا کا کہ آخر موسم گرما میں پکتا ہے میں باہر آتا ہوں اور اُن دانوں کو جمع کرکے رکھتا ہوں میں کہ جاڑوں میں کام آوے اور اُسی کو کھاتا ہوں میں پھر پوچھا کہ کوئی اہل عیال تیرے سے باقی رہا ہے کہا نہیں پھر پوچھا کہ گھر تیرا کہاں ہے کہا ایک غار میں اُس پہاڑ کے گذر کرتا ہوں میں پھر فرمایا کہ چل نشان اُس غار کا مجھے تو ہمراہ تیرے میرے گھر چلیوں اور سمت قبلہ تیرے کی دیکھیوں کہا درمیان اُس مکان اور اس غار کے ایک چشمہ ہے نہایت عمیق کہ آدمی کا اُس سے گذر نہیں ہوتا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا کہ تو کس طرح اُس چشمہ عمیق سے عبور کرتا ہے کہا کہ میں بطریق خرق عادت کے اُس پانی پر چلا جاتا ہوں اور پانی میرا فرمانبردار ہو جاتا ہے کہ سوا کف پا میری کے مر نہیں ہوتا ہے ابراہیمؑ نے فرمایا آؤ تمہارے گھر چلیں شاید کہ اُس پانی کو جسنے واسطے تیرے سخر کیا ہے واسطے ہمارے بھی سخر کرے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور وہ شیخ دونوں روانہ ہوئے جو کہ کنارہ اُسکے اوپر آئے دونوں پانی سے عبور کر گئے اس پیر نے تعجب کیا جو غار میں پہونچے سمت قبلہ سجدہ اُس کی کو موافق سمت کعبہ کے پایا نہایت خوش ہوئے بعد اُسکے پوچھا کہ اے شیخ بارے کہو کہ کونسا دن سخت زیادہ دنوں کا ہے پیر نے کہا کہ وہ روز جس روز حضرت رب العزت کریسی اپنی کو واسطے حساب خلایق کے رکھے اور دوزخ کو بھڑکائے یہانتک کہ کوئی نہ رہے مقرب اور نہ پیغمبر مرسل نہیں مگر کہ مونہہ کے بل زاری کرتا گریگا اور حال اپنے سے سوا پروردگار کے کہے گا نفسی نفسی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ اے شیخ تو کس واسطے میرے اور واسطے اپنے دعا کر کہ حق تعالی ہمارے تئیں ہول اُس روز سے امن اور اطمینان نصیب فرماوے پیر نے کہا کہ دعا میری کس کام آویگی مجھسے دعا کی مت خواہش کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ سوا سے جواب دیا کہ میں تین سال سے ہر وقت اور ہر لحظہ دعا کرتا ہوں اور ہر گز مقرون باجابت نہیں ہوتی فرمایا کہ وہ دعا کیا ہے کہا کہ ایک دن میں اسی بیابان میں کہ تجھے ملاقات کی ہے کپڑا تھا کہ ایک نوجوان ساتھ موٹھیوں کے یہاں آیا تھا اور بال اُس جوان کے پریشان بکھرے ہوئے کہا میں نے کہ کہاں سے آتا ہے تو اور یہ مواشی کسکے ہیں کہا خانہ دوست خدا ابراہیم علیہ السلام سے آتا ہوں میں اور یہ مواشی ملک اُس کی ہیں اُسوقت سے دعا میں مشغول ہوں کہ بار خدایا جو زمین میں دوست تیرا ہے مجکو زیارت اُس کی کروا چپھے اس سے کہ اس جہان سے کوچ کروں میں دیدار اُسکے سے مشرف ہوں میں ابتک اُسکے دیدار سے مشرف نہیں ہوا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ دعا تیری مستجاب ہوئی آؤ کہ ساتھ تمہارے مصافحہ کریں ہم حضرت ابراہیمؑ نے اُس پیر کی طرف اپنی کھینچا اور معانقہ کیا آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اُسی روز سے معانقہ رائج ہوا اور قبل اسکے رسم سجود کی تھی کہ مقام تعظیم میں ایک دوسرے کو سجدہ کرتے تھے پھر اسلام میں مصافحہ رائج ہوا الحاصل جب حضرت ابراہیمؑ بجمیع وجوہ کمال کہ ممکن البشر کے ہوں بہت قوت علمیہ و نظریہ اور فکریہ اور خلقیہ اور حالیہ اور بھی بہت قوت عملیہ اور ستہ ابی اُسکی اور بھی بہت صفائی مزاج روح اور سراور دیگر لطائف کے مکمل ہوئی اور استعداد پوشیدہ اُنکی نے خوب وجہ سے ظہور کیا قال یعنی فرمایا پروردگار اُنکے نے ساتھ اُسکے انی جاعلک للناس اماما یعنی بنانیوالا ہوں تجکو واسطے تمام آدمیوں کے بعد تیرے آدمیوں کے امام اور پیشوا مطلق کہ ہر چیز میں تیری پیروی کریں مستلبعت تیری اور تمام کاموں کے واجب ہوئی گویا اقتدا اور تبع قرار دلیل حقانیت اُن کی کا ہوا اور مخالفت تیری دلیل گمراہی اور ضلالت۔ بطلان کی اور یہ امامت مطلقہ خواص حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہے چنانچہ خاتمیت خواص حضرت افضل المرسلین صلعم کا ہے بواسطے ہر وقت اور ہر جا بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حق نے ظہور کیا: در ہر پیغمبر مرسل ہوئے اور کتابیں نازل ہوئی ساتھ بعیت حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اقتدا اُنکے کے مقرون ہوئے

یہود و نصاریٰ و صابئین تمام تعظیم میں اُس جناب کی اور بیچ قصد اتباع اور اقتداء اُنکے کی کوشش کرتے ہیں اور افعال اور اقوال اُنکے کو بوجہ کلی قانون تشرع اور مطرد متین کا جانتے ہیں اگرچہ جزئیات متغیرۃ الحکم میں بحسب مصلحت وقت کے ظاہراً مخالفت کرتے ہیں وہ مخالفت بھی اُس قانون کلی اور مسطر جملی کے اندر داخل ہے اور حکم موافقت میں معدود بمنزلہ اُسکے کہ یونانی قلمبہ علم طب میں ابن سینا کو امام اپنا جانتے ہیں اور قاعدہ کلیہ اُس سے لیتے ہیں اور اگر بمقتضائے وقت اُسکے مخالف چلتے ہیں بموجب قاعدہ مقررہ اُسکے کے چلتے ہیں علی ہذا القیاس امام ابو حنیفہ رح کو حنفی امام اپنا جانتے ہیں اگر کسی وقت فتوی اور فصل خصومت میں رح کے دیتے ہیں اُسکو بھی قانون حنفی اور قاعدہ مذہب امام سے خارج نہیں جانتے اور بیچ قاعدہ کلی مقررہ اُس امام کے مثل قول اتحانی اور اعتبار عموم بلوی اور مثال اُنکی کے شیخ کرتے ہیں اور اسی تقریر سے واضح ہوا فرق درمیان ملت ابراہیمی اور دین مصطفوی علیہ السلام کے کہ ملت ابراہیمی حال میں بوجہ کلی واجب الاتباع ہے اور دین مصطفوی بعد نسخ یہود یت اور نصرانیت کے اوپر وجہ جزئیت کے لازم العمل ہے اور جو اشکال کہ یہاں وارد ہوتا تھا دُور ہوا بیان اشکال کا یہ ہے کہ اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام واجب الاتباع اور اقتداء ہے علوم الناس کے حق میں پس فرق درمیان حضرت ابراہیم و جناب افضل المرسلین علیہ السلام کے تمام دعوت میں نہ ہا اور یہود یت و نصرانیت بھی اپنے وقت میں ایمان حق سے تھی حالانکہ یہ امور دین مخالف ملت ابراہیمی اُن میں جلوہ گر تھی اگر امامت مطلقہ حضرت ابراہیم کی مراد تھی پس یہ مخالفت کس واسطے جائز ہوئی وجہ اس اشکال کی اُس منع کو ہے جو بیان ہو چکا بر ظاہر ہیا اور آنار امامت مطلقہ کا مخصوص ہے ساتھ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہی وہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام خلق سے پہلے قیامت کے ساتھ لباس اور خلعت کے نوازش فرماوینگے جیسے عادت بادشاہوں کی ہے کہ سردار اور پیشوا ہر قوم کو پہلے سے دوسرے لوگوں اس قوم سے خلعت پہناتے ہیں بخاری اور مسلم اور دیگر صحاح میں روایت کیگئی ہے کہ روز حشر کے تمام خلائق برہنہ سر اور برہنہ بدن اور برہنہ پا اُٹھینگی، اول اُس کسیکو کہ جامہ پہنایا جائیگا حضرت ابراہیم علیہ السلام ہونگے اور مصنف ابی شیبہ میں اور کتاب المزہد امام احمد میں آیا ہے بلافصل جناب خاتم المرسلین علیہ السلام کے جامہ مخطط کہ اُسکو سحیرہ کہتے ہیں لباس پہنا ویگے اور صحیح مسلم اور دیگر صحاح میں وارد ہوا ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کیا کہ یا خیر البریہ آنحضرت نے فرمایا کہ لائق اس خطاب کے حضرت ابراہیم ہیں اور مصنف ابن ابی شیبہ میں بطریق صحیح کے روایت کیگئی ہے کہ ایک سال سالوں سے بیچ بلاد حضرت ابراہیم کے قحط غلہ کا ہوا حضرت ابراہیم واسطے طلب غلہ کے دوسرے شہر کو گئے ہر چند تلاش کیا نہ پایا ناچار ہو کر پھرے اور راہ میں درمیان ایک میدان کے پہونچے ریگ مرخ اُس میدان میں بہت تھا غلاموں اپنے کو فرمایا کہ اس ریگ مرخ سے گون اور جوالو نکو پُر کرو تو آدمی بھیجو خفیف اور حقیر نجاص کہ جوالو نکو خالی لائے اُن ریگ کو لہ دالکر لے جوت آدمی دریافت کرتے تھے ان جوالوں میں کیا غلہ بھرا ہوا ہے جوالائے ہو تم حضرت ابراہیم فرماتے تھے گندم مرخ غلاموں نے جو اُن جوالو نکو گھر میں کھولا وہ ریگ گندم مرخ ہو گئی تھی حق تعالی نے نہ چاہا کہ کلام حبیب اپنے کا دروغ کرے اور خاصیت اُس گندم مرخ کی یہ تھی کہ جسوقت اُس گندم کو بوتے تھے سر سے قدم تک درخت اُسکے سے دانہ گندم کے جمتے تھے امام احمد بیچ کتاب زہد کے اور ابو نعیم حلیۃ الاولیا میں اور ابن ابی شیبہ بروایت سلمان فارسی کے لائے ہیں کہ کافر دوستی ایکبار او بر ابراہیم علیہ السلام کے دو شیر گرسنو نکو چھوڑ دیا اُن دونوں شیروں نے جب حضرت ابراہیم کو دیکھا سر اپنا واسطے سجود کے ڈالا اور چاٹنا قدم مبارک خلیل اللہ کا شروع کیا اور بھی آثار راس الامت مطلقہ سے وہ ہے کہ حضرت ابراہیم کو پدر تمام مسلمین کا کہا ہے باعتبار ملت کے جیسا فرمایا ہے ملۃ ابیکم ابراھیم فھو ابو الملۃ کما آن محمدا علیہ السلام ابو الشفقۃ والرحمۃ قال علیہ السلام انما انا لکم مثل الوالد لولدہ وقال اللہ وازواجہ امھاتھم اور بسند صحیح کہ بسند امام احمد ملا و حاکم اور بیہقی اور دیگر محدثین معتبرین میں وارد ہوا کہ اولاد المؤمنین فی الجبل فی الجنۃ یکفلھم ابراھیم وسارۃ علیھما السلام حتی یردیھم الی آبائھم یوم القیامۃ اور بسند سعید بن منصور بروایت کحول شامی کے مروی ہے ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان ذراری المسلمین فی عصافیر فی شجر الجنۃ یکفلھم ابراھیم علیہ السلام بالجملہ اس قصہ سے واضح ہوا کہ قابل امامت اور قبولیت مطلقہ کے وہی آدمی ہوتا ہے کہ بوتہ امتحان الٰہی میں درست نکلے اور لیاقت قبول کرنے فرمان الٰہی کی اُس میں ہو کہ عند الامتحان یکرم الرجل او یھان **بیت** نابردہ رنج گنجینہ نمی شود ؎ مزد اگر خواہی جان برادر کہ کار کرد ؎ بے رنج کے نہ اٹھائے خزانہ نہ ہات آئے ؎ مزدوری یا تاوہ ہے جو کرنا ہے کام کو ؎ یہودیوں اور نصرانیوں کو دعوے امامت اور قبولیت مطلقہ کا کیا لائق ہے کہ اب تلک قید خود بینی اور خود رائی میں گرفتار ہیں پایہ دلیل اپنا کہ اطاعت حکم بیغیر قدت اپنے کی ہی بجا نہیں لاتے اور دلیل صریح بے لیاقتی اُنکی کی اس منصب بزرگ سے وہ ہے کہ جب حق تعالی نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ساتھ امر منصب عظیم کے نوازا چاہا کہ اپنا منصب خاندان میرے میں مورثی ہو قال وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ یعنی عرض کیا ابراہیم علیہ السلام نے جناب میں پروردگار اپنے کی کہ کر تو اولاد میری سے بھی امام ہر زمانہ میں تو کسی وقت زمین سلسلہ امامت میری سے خالی نہ رہے اور یہ عرض اُن کی واسطے اسکے تھی کہ مجملو امام تمام اُنمیوں کا کیا ہے اور بقا میری تا قیام قیامت ممکن اور عادی نہیں پس صورت بقاء اس امامت کی ساتھ اس رنگ کے فرار دوں کہ ہمیشہ نسل میری سے امام زمین میں موجود ہو کہ کار امامت اور اس منصب عظیم میں قیام کرے حق تعالی نے جواب میں اُنکے قال یعنی فرمایا کہ بعضے زادہ میں تمام نسل میری ظالم ہوگی اور کوئی اُنسے سوا ظالم کے نہ ہوگا پس قابل دینے امامت کے اولاد تیری سے ایک بھی نہ ہوگا واسطے اسکے کہ لَا یَنَالُ عَھْدِی الظّٰلِمِیْنَ یعنی نہیں پہونچتا عہدہ خدمت اور منصب میرے کا ظالمو نکو خواہ نبوت ہو خواہ امامت خواہ خلافت خواہ ولایت بلکہ قضاء و افتا اور احتساب و وراثت اور امارت اور حکومت بھی بجز حکم شرع شریف کے ظالموں اور فاسقو نکو نہ دینا چاہیئے کو واسطے کہ اس خدمت کو اور منصبو نمیں علاوہ اور تقوی شرط ہے اور ظاہر ہے کہ یہودی اور نصرانی اسوقت اخدا نو ام ظلم کے مرتکب تھے

کہ ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ وسعی فی خرابہا الآیات اوپر اسکے دلالت کرتی ہیں پس کس طور لیاقت اس منصب کی رکھتے ہوں پس جو کہ انکو اوجہ ظالم ہونے کے امام اپنا پکڑے وہ بھی ظالم ہوتا ہے اور مضمون ولئن اتبعت اہواءہم من بعد ما جاءک من العلم انک اذا لمن الظالمین اس قصہ سے بوجہ احسن ثابت ہوتا ہے کہ اس آیت میں دلیل صریح ہے اوپر اسکے کہ جو کہ محب ثلثہ سے کہ جو اب ہیں اور حجاب طبع اور حجاب غلط فہمی سو رہ المعرفت سے گرفتار ہوا اور لذات نفسانیہ میں مثل حب جاہ و مال کے منہمک یا ہمت اسکی مقصور مصالح غیر پر نہ ہو اور مصالح کلیہ کو حق تعالیٰ نے شرع کے اندر انکو رعایت فرمائی نظر نکریں یا اصل فطرت اس کی میں استقامت نہ ہو بلکہ کجرو اور کج فہم ہو ہرگز لیاقت نبوت کی اور عہدۂ امامت اور پیشوائی سے ہے نہ رکھے اور جو کہ یہ مدعی پیشوائی کا بیچ کسی امر کے امور دین سے ہو اور ساتھ مرضون و عانیہ کے مبتلا ہو تعین چاہیئے کیا کہ دعوی اسکا باطل ہو اور وہ نالائق ہو اور وہ معنی ہیود و نصاریٰ کے پیغمبر ہمارے کے زمانہ میں مثل آفتاب کے روشن تھے پس یہ لوگ بخلاف تر یہ امامت کے موصوف تھے اور جمیع موانع اس منصب عالی کے بیچ اپنے جمع کیئے دوسرے توقع اس منصب کی انکو نادانی محض لم یصل صرف تھا چنانچہ درخواست ہمکلامی کی ساتھ خدا کے جاہلوں انکے کی کہ آیت لولا یکلمنا اللہ میں گذرا آتی رہیں اس جگہ میں نقش چند کہ اکثر اوقات سامع منتظر اسکا رہتا ہے اول یہ کہ اول سورہ سے اس جگہ تک خطاب ساتھ بنی اسرائیل کے چلا آتا ہے اور آخر سیپارہ تک بھی خطاب ساتھ انکے ہے کہ ام کنتم شہداء اذ حضر یعقوب الموت و میان خطاب بنی اسرائیل کے قصہ امامت حضرت ابراہیم علیہ السلام اور بنائے خانہ کعبہ کا کہ اسے اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سے واقع ہوا کسواسطے توسیط فرمایا یہ خطاب لائق پیغمبر قریش تھا کہ مجاور ان خانہ کعبہ کے اور اولاد حضرت اسمٰعیل کے واقع ہیں اور نعوذ میں کہ تعلق ساتھ بنانے کعبہ اور تفضیل اسمٰعیل علیہ السلام کی میں انکے حق میں قدر اونقت کہتی ہیں یہ حق میں بنی اسرائیل کے جواب اسکا یہ ہے کہ مقطور بیان اس قصہ سے ستائش انکی نہیں ہے جیسا کہ وہیان اکثر قصہ سابقہ کے بلکہ ثابت کرنا نبوت خاتم المرسلین کا اور وجوب الیقاد اس دین مبین کا اور بنی اسرائیل کے اسواسطے کہ یہ ہر چند اولاد سے حضرت اسمٰعیل کے تھے لیکن ولدیت حضرت ابراہیم کو فخر اپنا جانتے تھے اور معتقد تھے کہ بنائے کعبہ معظمہ کی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسمٰعیل نے کی ہے اور اسوقت میں واسطے اولاد اپنی کے دعائیں کیں اور وہ دعائیں مقرون باجابت ہوئیں پس ذکر کرنا اس قصہ میں آگے یعنی بنی اسرائیل کے چار غرض عمدہ منظور ہیں کہ وہ جا وں غرض تعلق ساتھ بنی اسرائیل کے رکھتی ہیں اول وہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حق تعالیٰ نے اول ساتھ تکلیفات شاقہ کے آزمایا جو عہدہ اس تکلیف سے تمام و کمال بوجہ احسن برآئے منصب اقتدا اور امامت کا انکو عطا فرمایا پس معلوم ہوا کہ مناصب دینیہ حاصل نہیں ہوتے ہیں مگر بترک تمرد اور عناد کے اور قبول احکام الٰہیہ کے ہر وقت میں کہ پیغمبر اس زمانہ کا ارشاد کرے گو وہ قبول بسبب نخوت اور تکبر اور ریاست اپنی کے اونچنس کے شاق اور گراں ہو دوم وہ کہ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے منصب امامت کو چاہا فرمان بھیجا کہ ظالموں کو اولاد تمہاری سے یہ منصب نہ ہوگا پس جو کہ طالب منصب امامت یا کسی منصب کا منصوص من اللہ ہے ہو شامل لازمت اور ارشاد اور اقتدا اور احتساب کو ضرور ہے کہ تصب بے عمل اور مجاہدہ اور سخن پروری اور سچ کہنی کو چھوڑے اور دبے شکست و ضرر بلند کردہ ہائے خدا کے نہو تا کہ لیاقت اس منصب مطلوب اپنے سے دور نہ پڑے اور تمکو یہ معنی میسر نہیں ہوتے مگر جو بدل و جان ناصر اور معین اور محب اور خیر خواہ ہیں پیغمبر علیہ السلام کے ہو تم تیسرا وہ کہ اگر قبلہ کو بیت المقدس سے تحویل فرما کر طرف کعبہ کے قرار دوں میں تمکو نہیں ہو پہنچا کہ زبان طعن کی کھولو اور نبوت میں اس پیغمبر علیہ السلام کے شبہات اور اہیہ افاکر کسواسطے کہ کعبہ بھی قدیم ایام سے مکان تعظیم اور معبد ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام کا ہوا ہے کہ امام جمیع ملل و فخر تمہارا ہے اور حق میں اس شہر اور اس مقام کے ابراہیم علیہ السلام نے دعائیں کی ہیں چہارم وہ کہ ابراہیم اور اسمٰعیل علیہما السلام نے وقت بنائے اس کعبہ معظمہ کے موافق دانست تمہاری کے بھی دعا کی ہے کہ اولاد تمہاری سے امت پیدا ہونا بعد حکم الٰہی کی اور ان میں آویں صاحب کتاب و تعلیم کنندہ دین اور رشاد و طریق یقین کے اور یہ عاد و پیغمبر عربی کی مقدر کی کہ اسوقت میں بنا کعبہ کی ہوتی ہوگی کہ یقین ہے کہ مقرون باجابت ہوئی ہے پس جو دعوی ہے بنی اسرائیل کا کہ ہم پیغمبر کا نسل ہیں اسمٰعیل علیہ السلام کے ضرور ہمارے زعم میں بھی پس اگر تم انکار اس پیغمبر اور اس امت کا کرو اس صورت میں اقتداء ظلمت بابراہیم اور اجابت دعا مسکی سے وست بردار ہوگے اور نخوت اپنا ہاتھ سے دوگے اور اسی تقریر سے واضح ہوا کہ اول کہ امامت حضرت ابراہیم کا کسواسطے لائے اور بعد اسکے ساتھ مقرر کرنے خانہ کعبہ کے واسطے اسکے کہ عبادت گاہ جہانیوں کا ہو کسواسطے بیان فرمایا اور اس سے بعد ذکر وعاؤں حضرت ابراہیم کا اس شہر کی آبادی کے حق میں اور بیان اس کا کہ ایک قلت میں قحتوں سے اس شہر میں شائع ہوگا کسواسطے لائے اور تخم سخن کا اور پودے امید وجود بست اور بعدہ رسول کے کسواسطے کیا اور اللہ واناتر ہے ساتھ مقصودوں کلام قدیم اپنے کے تفضیل دوسری وہ کہ حاصل عام حضرت ابراہیم کا وہ تھا کہ بعضی اولاد میری کو بھی امامت حاصل ہو بدلیل من تبعیضیہ کے پس ارشاد الٰہی اسکے جواب میں کہ لا ینال عہدی الظالمین کو نسے قبیل سے ہے رد ہے یا قبول اگر رد ہے پس خلاف واقع ہے کسواسطے کہ اولاد وحفاد حضرت ابراہیم کے بنیاد اور وصایا بہت گذرے ہیں مثل حضرت اسمٰعیل اور حضرت اسحٰق اور حضرت یعقوب اور حضرت یوسف اور حضرت موسیٰ اور حضرت داؤد اور حضرت سلیمان اور حضرت ایوب اور حضرت یونس اور حضرت زکریا اور حضرت یحیی اور حضرت عیسیٰ اور حضرت الیاس علیہم السلام پھر اشرف و افضل انبیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جو قبول ہے پس طریق اسکا وہ تھا کہ فرماتے نعم یا نعم ینال عہدی المومنین الصالحین جواب اسکا وہ ہے کہ معنی تفسیر اس گذرا کہ معاد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا وہ تھا کہ ہر وقت میں اولاد میری سے کوئی امام اور پیروئے زمین کے موجود ہو یہ معنی قبول جناب الٰہی کے ہوئے لاکن اسکا بطریق برہان کے فرمایا ساتھ اس وضع کے کہ امامت عہد میرا ہے اور عہد میرا ظالموں کو نہیں پہونچتا پس اگر اولاد تیری تمام ایک وقت میں وقتوں کو ظلم اختیار کرے اور کوئی اس میں سے ہر طریقہ عدالت

اور تقوی کے قائم نہ ہے لیاقت اُس منصب کے سے دُور پڑے اور جمہور مفسرین کہا ہے کہ یہ جواب دلالت اور قبول دعا کے کرتا ہے کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جانتے تھے کہ کل لا ادھیری لائق اس منصب کے نہوگی اور اسقدر جماعت کثیر ظالم بھی پیدا ہونے ہے پس طلب ان کی نہ تھی مگر وہ منصب امامت کا بعض اولادی کو بھی پہونچے اور واقع اسی طرح ہوا پس سوال ہوا تھا مقبول ہوا آئی ہم اوپر جواب اس سوال کے نعم لا ینال عھدی الظالمین الصالحین کو واسطے ارشاد فرمایا پس وجہ اس کی وہ ہے کہ جو لفظ نعم فرماتے صریح معلوم نہوتا کہ وہ بعض کو لیاقت امامت کی رکھتے ہیں صالح ہونگے یا فاسق عادل ہونگے یا ظالم واسطے تصریح اسکے کہ ظالم لائق امامت کے نہیں یہ عبارت ارشاد ہوئی اور ایسے ہی اگر ینال عھدی الظالمین فرماتے یعنی صراحۃً واضح نہوتے اسواسطے کہ مدلول اُس عبارت کا سلب لیاقت کی ظالم سے ہوتی لیکن بطریق مفہوم مخالف سے نہ بطریق منطوق کلام کے اور بعضے مفسرین اس طرف گئے ہیں کہ یہ عبارت سراسر ہدایت تاکید مطلب حضرت ابراہیمؑ کی ہے کو واسطے کہ غرض انکی نہتی مگر طلب امامت کی واسطے صلحا اولاد اپنی کے اسواسطے کہ بعد پہونچنے اس مرتبہ عالیہ کے کہ امامت مطلقہ ہے کس طرح اس منصب کو نہ جانتے ہوں کہ کافر اور ظالم لائق امامت کے نہتے پس یہ جواب نہنداُسکے ہے کہ کوئی شخص قریب الموت کو کہے کہ واسطے بیٹے اپنے کے وصیت کردہ جواب میں کہے لا یرث منی اجنبی یعنی جو کچھ مجھ سے باقی رہیگا ملک پسر میرے کی ہے اجنبی کو نہیں پہونچیگا پس حاجت وصیت کی نہیں تفتیش سوم وہ یہ لفظ من ذریتی ظاہر ہے کہ عطف پر محذوف کے ہے یعنی قال ابراھیم اجعلنی اماما ومن ذریتی ائمۃ جو امام کرنا ابراہیمؑ کا نص صریح میں انی جاعلک للناس اماما موعود تھا پس دعا امامت اپنی کی کیا دکار تھی جواب اُسکا یہ ہے کہ واؤ عطف کی واسطے جمع کے ہے پس حقیقت میں یہ عاد واسطے جمع امامت اپنی اور امامت ذریت اپنی کے ہے کہ واسطے فقط امامت اپنی کے اور جو کہ موعود تھی امامت حضرت ابراہیمؑ کی تھی فقط نہ جمع امامتیں اور کشاف میں مذکور ہے کہ ومن ذریتی عطف ہے اور کاف جاعلک کی مانند اُسکے کہ کوئی کہے ساکرمانک اور سامع جواب میں کہے وزیدا یعنی اکرمنی وزیدا لیکن اس توجیہ میں اشکال ہے قوی کو واسطے کہ جواس صورت میں لفظ ومن ذریتی مفعول جاعلک کا ہوگا پس تقدیر کلام کی اسطرح ہوئی کہ انی جاعلک وجاعل بعض ذریتی اور یہ کلام صریح الفساد ہے اور اگر کہیں کہ حاصل تقریر کا یہ ہے انک جاعل بعض ذریتی ائمۃ اور عطف اوپر جملہ انی جاعلک للناس اماما کے قرار دیں اور وہ جملہ مقول قال سو کا ہوا پس یہ جملہ بھی مقول اُسی قال کا ہوگا نہ مقولہ حضرت ابراہیمؑ کا حال آنکہ یہ جملہ بلاشبہ مقولہ حضرت ابراہیمؑ کا ہے پس وجہ صحیح وہی ہے کہ عطف اوپر محذوف کے رکھیں اور منتہائے توجیہ کلام صاحب کشاف کا یہ ہے کہ اس جا حکایت عطف کی ہے نہ ایقاع عطف کا اور حکایت میں ومن ذریتی ساتھ واؤ عطف کے واقع ہوا ولیکن حقیقت میں عطف صدر کلام کی ہے اوپر وجہ تلقین کے جیسا کہ کوئی کہے ساکرمانک اور مخاطب کہے وزیدا بروجہ تلقین کے کہ یعنی اُسکے وہ ہیں کہ کہہ ساکرمانک وزیدا پس عامل زید میں وہی اکرمک ہوگا کلام فاسد میں تھا لاکن ساتھ تغیر کلام کے واسطے کلام قائل کا بروجہ اولیٰ کے ہے اور کلام مخاطب کا اوپر وجہ طلب کے اور بیچ انتصاب عامل عامل کے معطوف علیہ اور معطوف میں تعلق اصل عامل کا شرط ہے نہ بقائے کیفیت کا جیسا کہ قامت ھند وزید وقام زید لا عمرو وما قام زید لکن عمرو کہ کلام اول میں کیفیت تانیث عامل کی اور کلام دوم میں کیفیت اثبات کی اور کلام سوم میں کیفیت نفی کی باقی نرہی اور شاید کہ ستعمال مثل استعمال اسکن وزوجک الجنۃ کے ہو جیسا کہ سابق میں گزرا ہو اسواسطے یعنی اُسکے اسکنانت ولتسکن زوجک الجنۃ مقرر رہے تفتیش چہارم وہ کہ حضرت یونسؑ اور حضرت آدمؑ بموجب نص قرآنی کے موصوف ساتھ ظلم کے تھے قال اللہ تعالی حکایۃ عن یونس لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین وقال اللہ تعالی حکایۃ عن آدمؑ ربنا ظلمنا انفسنا الخ حالانکہ علی مراتب امامت کا کہ نبوت ہے اُسکو حاصل تھا پس کلمہ لا ینال عھدی الظالمین کا ہم ہوا جواب اُسکا اور پہ وثاق جمہور اہل تفسیر کے وہ ہے کہ وہ ظلم کہ ان دونوں بزرگوں کی طرف اپنی نسبت کیا ظلم حقیقی نہ تھا بلکہ ترک اولیٰ اور آیت میں مراد ظلم حقیقی ہے کہ فسق ہے اور وہ عبارت از ارتکاب گناہ سے ہے اور اوپر وثاق اہل تحقیق کے وہ ہے کہ ظالم اور جمیع مشتقات افعال اختیاریہ سے مثل ضارب اور قاتل وغیرہما کے حقیقۃً حق میں اُس کسی کے مستعمل ہوتے ہیں کہ قصداً ان افعال کا کرے اور زلات انبیاءؑ میں صلاً مقرر معصیت کا نہیں ہوتا بلکہ قصدی مباح یا طاعت کا کرتے ہیں اور بسبب مجاورت اور قرب کے وہ طاعت معصیت میں پڑتی ہے پس ارتکاب اس معصیت کا حق میں اُنکے معصیت نہیں ہوتا بسبب پانے قصد کے لائق بیشک کلمت صوری اُسکی کے اُس زلت کو بنا بر عظم نفس اور تواضع اور انکسار کے ظلم اور معصیت کہتے ہیں اور منظور زلت کا کہ معنی اُسکے لغزش پاہی اس تحقیق سے خبر تو پاہے تفتیش پنجم وہ کہ بموجب اس نص صریح کے عدالت اور تقوی اسطے ہر منصب کے منصوص شرعیہ سے شرط ہے اور اسی واسطے فقہا نے اجماع کیا ہے اوپر اسکے کہ بادشاہت اور حکومت اپنے اختیار سے کسی فاسق کو نہ دینا چاہیئے البتہ جو کوئی فاسق تغلب سے سلطنت اور حکومت پر متولی ہو غیر خروج اُس پر جائز نہیں کو واسطے کہ وجب بر پاہونے فتنہ کا ہے یا یقین اور عزل اُسکا موہوم ہے پس واسطے مصلحت موہوم یقینی کو اختیار کرنا نہ چاہیئے اور ایسے ہی قاضی اور مفتی اور محتسب اور امام نماز لائق ہے کہ فاسق اور فاجر نہو یا باوجود اسکے جو کوئی نماز میں فاسق کی اقتدا کرے نماز اُسکی فاسد نہیں ہوتی ہے یہ مذہب اکثر فقہائے اسلام کا اور ابن مردویہ بروایت حضرت امیر المومنین مرتضی علی کرم اللہ وجہہ کے لایا ہے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تفسیر لا ینال عھدی الظالمین کی میں فرمایا ہے لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ اللہ لا طاعۃ الا فی المعروف اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کی قال اللہ تبارک وتعالی انی جاعلک للناس اماما قال ومن ذریتی قال ابی ان یفعل قال لا ینال عھدی الظالمین اور روایت میں ابن اسحاق اور ابن جریر کے ابن عباسؓ سے ساتھ اس لفظ کے

ہے کہ یخبرہ انہ کائن فی ذریتہ ظالم لاینال عھدی ولا یلیق ان یولیہ شیئاً من امری لیکن اجماع فرقہ امامیہ نے راہ افراط کا طے کیا ہے اور کہا ہے کہ صفت امامت میں عصمت کے یعنی خطا نہیں اور امتناع صدور گناہ عمل میں شرط ہے اور یہ عصمت ظاہری اور باطنی خلق کو معلوم نہیں ہو سکتی پس ناچار مقرر کرنا امام کا چاہیئے کہ طرف خدا سے ہو نظر فی خلق سے لاکن بظاہر ہو بحکم تقاضا ظلم کا عدالت اور تقوی ہے یہ عصمت البتہ جو آیت شریفہ لاینال عھدی من کان ممکن الظلم و محتمل المعصیۃ واقع ہوتی تو یہ فہمید گنجائش کہتی حالانکہ لفظ ظالمین واقع ہے امامت غیر ظالم کی خواہ معصوم ہو خواہ متقی درست نہیں اور بھی اگر عہد کو عام رکھیں پس چاہیئے کہ قاضی اور مفتی اور محتسب اور امیر اور حکم میں بھی عصمت شرط جانیں اور جو عہد کو خاص کرتے ہیں ساتھ کسی قسم کے تخصص کے پس دوسری بھی شرط کرنی تخصص بعضے اقسام عہد میں شریک ہیں کسواسطے کہ نبوت میں بالاجماع عصمت شرط ہے اور جو کوئی خاطر میں پہونچتا ہے کہ عصمت امامت میں شرط نہو اور درمتقی کو امامت کے ساتھ منصوب کریں اور طاعت اسکی اوپر کافہ خلق کے فرض ہو تحمل ہے کہ متقی چونکہ شکل معصوم کے نہیں یا طریقہ تقوی سے عدول کرے اور ملا ظلم کا آگے پڑے اور آدمی بسبب اطاعت اسکی کے کہ فرض ہے بھی ظلم میں گرفتار ہوں اور غرض امامت سے حاصل نہو پس نہایت سخن رکیک ہے کسواسطے کہ احتمال معصیت امام کا سوقت امت کو ضرر کرتا ہے کہ اطاعت اُس کی بے قید اور بے شرط کے اوپر کسنے فرض ہوا اور ایسا نہیں بلکہ اطاعت امام کی مشروط اور مقید ہے ساتھ اُن چیزوں کے کہ معصیت ہونا اُنکا شرع سے معلوم نہو والا اطاعت اُسکی فرض نرہے اور جموع ساتھ احکام قرائن اور اوامر اور نواہی پیغمبر کے چاہیئے کیا بدلیل یا ایھا الذین اٰمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الاٰخر و بدلیل حدیث لاطاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق پس طاعت امام کی حق رعایا میں مثل طاعت مالک کے حق میں مملوک کے اور طاعت شوہر کی بیچ حق زوجہ کے اور طاعت والدین کی اولاد کے حق میں اور طاعت میر اور حکم اور قاضی اور مفتی اور محتسب کی بیچ حق تمدن اور دستوں اپنے کے مقید اور مشروط ہے نہ مطلق البتہ انبیاء علیہم السلام کی اطاعت مطلق ثابت ہے اور اسجا عصمت شرط ہے بسبب اُسکے کہ مبدء سلسلہ تبلیغ کا واقع ہوا ہے اگر عصمت اُس میں شرط نہو تدارک خطا اُنکی کا کہ ساتھ وجوع احکام شرعیہ کے ہے نہیں کر سکتے کسواسطے کہ طریق معرفت احکام شرعیہ کا بدون توسط کے ممکن نہیں بخلاف امام اور اور اشخاص واجب الطاعت کے نہ کور ہوئی اسواسطے کہ یہ لوگ بیچ مبدء تبلیغ کے واقع نہیں ہیں تاکہ طریق معرفت احکام کا بدون وساطت اُنکی کے ہو پس فیما بین تفرقہ حاصل ہوا اور کتاب نہج البلاغۃ میں کہ معتبر امامیہ سے ہے نص صریح حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ سے موجود ہے کہ لابد للناس من امیر بر او فاجر یعمل فی امرتہ المومن ویستمع الکافر ویامن فیہ السبیل الی آخرہ عجب تر اس افراط سے وہ ہے کہ انہوں نے واسطے رد خلافت خلفا ثلثہ رضی اللہ عنہم کے اس حد تک یہ بات نکالی ہے کہ اسوقت کہ کفر ہو یا اور ابتدا سے بلوغ سے اُوپر ہو کوشش اسلام کے ہو حالانکہ جو کافر مسلمان ہوا اور کفر سے توبہ کی ہرگز اُسکو ذاروں ظالم نہیں کہہ سکتے ظالم وہی ہے کہ اپنے ظلم میں آلودہ ہو التائب من الذنب لا قاعدہ مقرر و شرع کا ہے اور جو کوئی کافر سالہا سال سے مسلمان ہوا ہو اور توحید میں قدم راسخ پیدا کیا ہو اُسکو ہرگز کافر نکہنا چاہیئے اور جو کہ بعضے انہم واسطے تائید مذہب امامیہ کے کہتے ہیں کہ حالت خواب میں مرد یا ایمان کو مومن کہتے ہیں حالانکہ اُس حالت میں اُسکو ایمان کہ بمعنی تصدیق کے ہے بالیقین حاصل نہیں بلکہ اعتبار اُسی تصدیق سابق اُسکی کے یہ استعمال صحیح ہے پس ظالم باعتبار ظلم سابق کے صحیح الاستعمال ہو اور بھی کلام کنندہ اور ماشے کہ حصول تصدیق اُنکی کا وقتہ ممکن نہیں لکو نہیا امورا غیر قارۃ استعمال اُسکا بھی حصول تصادر کے صحیح ہے پس جواب اسکا وہ کہ مرد یا ایمان کو حالت خواب میں بیچ چیز کہ ازالہ تصدیق اُسکی کا کرے حاصل نہیں اسواسطے وہ تصدیق سابق اُسکی شرعاً معتبر ہے اور سلامۃ اُسی اعتبار کے لفظ مومن کا حق میں اُسکے موافق اصالی شرعی کے صحیح الاستعمال ہے کسواسطے کہ استعمال لغطوں شرعیہ میں تحقیق معانی شرعیہ کا بخلاف مسمی ظالم یا کافر کے کہ ظلم اور کفر اپنے سے توبہ کی ہو اور ذلیل کفر اور ظلم اُسکے کا شرعاً ثابت ہو استعمال لفظ ظالم اور کافر کا اُسکے حق میں کس طرح ہو سکتے ہیں کہ نہ لغت مجوز اُسکا ہے اور نہ شرع اور بالوجود اسکے حالت خواب میں غفلت اور بے التفاتی ہے تصدیق سے نہ زوال تصدیق کا خزانہ اور حافظہ سے اور وہ حصول کے صحت استعمال مومن کی تین شرط ہے حصول خزانہ اور حافظہ میں ہے نہ ادراک اُسکا بالفعل والا عالم کو وقت اشتغال نماز کے جاہل کہنا صحیح ہو اور اُس مالدار کو کہ ہاتھہ میں اُس کے مال بہت نہیں اور اُس کے خزانہ میں مال بہت موجود ہے مفلس کہنا صحیح ہو اور یہ باطل بالاجماع ہے اور ایسے ہی مشتقات غیر قارہ بسبب اُسکے کہ حصول مبادی اُنکا دفعۃً محال ہے قصد الوادہ تحصیل اُن مبادی کا استعمال اُن مشتقات میں قائم مقام حصول مبادی اُنکے کا عرفاً اور لغۃً اور فرعاً کہا جاتا ہے بخلاف مشتقات ممکنۃ الحصول کہ قائم کر نا بدل کا بیچ استعمال اُنکے کے جائز نہیں ہے واسطے ممکن ہونے حصول کے مانند اُسکے کہ حق میں مریض کے تیمم جائز ہے اور حق میں صحیح مقیم کے غیر جائز اور بھی حصول کہ استعمال مشتقات میں شرط ہے عام ہے اس سے کہ حصول تدریجی ہو یا حصول دفعی اور امور غیر قاری میں حصول تدریجی متحقق ہے بیچ اذ مسنہ اُسکے کے دفعی نہیں تفتیش ششم وہ ہے کہ اس آیت میں تحذیر سخت اور توصیف بلیغ ہے بدتمامی ظلم کے سوا سکے کہ فضیلت شفیعہ اولا شخص کو رتبہ نبوت اور امامت اور ریاست شرعیہ سے دور ڈالے کہ لاینال عھدی الظالمین اور ثانیاً درجہ ولایت سے ڈالے کہ الا لعنۃ اللہ علی الظالمین اور ثالثاً نظر خلائق اور دلوں اُنکے سے کہ جبلت القلوب علی حب من احسن الیھا و بغض من اساء الیھا اور رالتجا حفظ نفس اپنے سے کہ وما ظلمونا ولکن کانوا انفسھم یظلمون اور خاسراً ذکر خیر اور برکت سے متروکات اُنکے میں کہ دار الظالم خراب ولو بعد حین اور سادساً شفاعت حمایت اسلاف اور نسب کریم سے کہ انہ لیس من اھلک انہ عمل غیر صالح والعیاذ باللہ من

بیان نزول آیہ ابراہیم و عصمت و امامت

جمیع ما کرم اللہ اور جو اہل کتاب کہیں کہ ہم واسطے اپنے دعوے قبولیت مطلقہ اور امامت عامہ کا نہیں کرتے ہیں تاکہ بسبب لیاقت امامت کے ہمکو ملزم کریں بلکہ غرض ہماری وہ ہے کہ حکم الٰہی تبدیل نہیں ہوتا ہے پس ہر پیغمبر کو اور ہر امت کو چاہیئے کہ سلف احکام کتابوں سابق کے رجوع کریں اور عمدہ ان کتابوں کی توریت اور انجیل ہیں کہ ہمارے پاس موجود ہیں پس اس پیغمبر و امت کو اسکی کو چاہیئے کہ احکام اُن دونوں کتاب کے تحقیق کریں کہ واسطے کہ یا ہی محض ہیں کتاب کو نہیں جانتے اور بھی دعوی نسخ اُن احکام کا نکریں جیسا کہ انبیاء سابق کہ بنی اسرائیل ہیں گذرے ہیں اسی طرح بعضے احکام توریت کی ہی جواب میں اُنکے کہہ کہ یہ دعوی تمہارا بھی غلط ہی کہ واسطے کہ حکم الٰہی موافق ہر زمانہ کے بیچ رنگ دوسرے کے آتا ہے اور خود تم اقرار کیتے ہو اس میں کہ توریت میں بعضے احکام ملت ابراہیمی کو نسخ کیا گیا پس جو پیغمبر دوسرا اور کتاب دوسری ناسخ احکام توریت کی آوے کیا جائے استبعاد اور تعجب ہی اور واسطے اسی اقرار کے یاد کرو تم قصہ دوسرا کو وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ یعنی یاد کرو تم اُس وقت کو کہ کردیا ہمنے خانہ کعبہ کو کہ اسوقت تک شہر مکہ میں موجود ہے اور بہت خلائق واسطے تعظیم اور طواف اور ہر مقدام اُسکے کے مشغول ہی مَثَابَةً لِّلنَّاسِ یعنی جائے جمع ہونے کی واسطے آدمیوں کے تاکہ ہر سال میں واسطے ادائے حج اور طواف کے نزدیک اُس خانہ معظمہ کے جمع ہوں اور اس جمع سے نفع بخش دین اُنکو خانہ دین و دنیا اور دونوں جہانی اور جسمانی حاصل کردیں کہ واسطے کہ حقتعالی نے نوع انسان کو ساتھ ایسی وضع کے پیدا کیا ہی کہ علوم اور کمالات انسانیہ اُنکے ساتھ اختلاط اور ہم صحبتی یعنی نوع انسانی کے زیادہ ہوتے ہیں اور بسبب واسطے باد یہ نشین اور صحرا کے بیخبر رہنے اُنکے کثیر کمالات انسانیہ سے عاری رہتے ہیں پس بالعین حکمت ہی کہ تمام جہان کے لوگوں کو حکم اجتماع کا ایک مکان اور ایک زمان میں فرماوے تو ہر ایک کمال دیگر سے فائدہ حاصل کرے اور جو کہ سکان ایک اقلیم کے صفتوں اور ہنروں اور علموں اور عبادتوں کو اپنی فکر سے یا الہام الٰہی سے پیدا کیا ہوں سکان اقلیم دوسری کے بسبب اجتماع کے اُس مکان میں اُسپر مطلع ہوں اور حسن وقبح اُس نکتہ کا ساتھ اجتماع راؤں اور عقلوں کے شخص دانا و ممتاز ہو اور جو قابل اخذ ہے تمام اُسکو سمجھیں اور ارواح انسانیہ مثل چشموں متقابلہ کے ہیں کہ عکس ایک کا دوسرے میں پڑتا ہے اور استعداد ایک کی دوسرے میں سرایت کرتی ہی پس عبادت اور کیفیات محسوسہ ہر ایک کو دوسری بھی ساتھ حکم اجتماع کے حاصل ہوگی نورانیت عظیم ہم پہونچاویں مانند بہت سے چراغوں کہ ہیئت اجتماعی نور ہر ایک کو ضعف و مصاعف کرتے ہیں اور واسطے اسی نکتہ کے جمعہ و جماعت مشروع ہوئی لیکن جماعت بیگانہ جامع اہل ایک محلہ کی ہوتی ہی اور درس اور جمعہ جامع اہل ایک شہر کی اور یہ جماعت جامع اہل ہفت اقلیم کی اور محل ہی کہ لفظ مثابہ مشتق ثواب سے ہو یعنی جائے تحصیل ثواب کی واسطے آدمیوں کے اور ظاہر ہے کہ یہ گھر واسطے تحصیل ثواب کے ایک نسخہ عجیبہ ہے کہ واسطے حج اس گھر کا موجب کفارت جمیع گناہوں کا ہے بحکم حدیث شریف من حج هذا البيت فلم يرفث ولم يفسق رجع كيوم ولدته امه اور عمرہ اس گھر کا بھی کفارہ ہی بحکم العمرة الى العمرة كفارة لما بينهما اور تارک کہ بہترین اسباب تحصیل ثواب کثیر کا ہے تا اسکی مشروط ساتھ منقطع اس گھر کے ہے اور طواف اور قربان کہ بھی عمدہ اسباب تحصیل ثواب ہے ہیں خصوصیا ای گھر کے اور تمام نیکیاں خواہ جنس روزہ یا صدقہ یا دوسرے وجود خیر کی ہوں حوالی اس گھر کے ادا کرنے میں ثواب مضاعف ہی بمد یکہ یک نیکی اُ مجد میں برابر لاکھ نیکی کے ہے جگہ دوسری میں چنانچہ تاریخ ازرقی اور اور کتب حدیث میں بروایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے مروی ہی اور قطع نظر شغل عبادت سے اُس جا میں محض مجاورت اُس مقام متبرک اور نظر لطف اُس خانہ تجلی آشیانہ کے سے ثواب بیحد حاصل ہوتا ہے چنانچہ اسی کتاب ازرقی میں مروی ہی کہ حضرت حق تعالی ہر روز اس گھر پر ایک سو بیس رحمت نازل فرماتا ہی ساٹھ واسطے طواف کرنیوالوں کے اور چالیس واسطے نماز گذارنے کے اور بیس واسطے دیکھنے والوں کے اور بھی حدیث شریف میں وارد ہے النظر الى الكعبة اور جو یہ خانہ مکان حصول ثواب کا ہوا لابد محل اجتماع اور اتراد حام کا بھی ہوگا کیونکہ واسطے کہ عقلائے بنی آدم تحصیل ثواب میں رغبت کرتے ہیں اصعب جا کو رغبت اپنا پاتے ہیں اژدحام کرتے ہیں اسی لئے کہا ہے ؎ ہر کجا چشمہ بود شیریں ؎ مردم و مرغ و مور گرد آیند اور اسی واسطے ہمنے اُس گھر کو اَمْنًا یعنی جائے امن کی تاکہ جو مرکز واسطے تحصیل فائدوں دینی اور دنیوی اور کسب ثواب کے اُسکے حوالی میں جمع ہوں خوف اسمیں ہر دل والا اجتماع اور اختلاط ممکن ہو کیونکہ صورت خوف میں آدمی عادی نور ہو ؎ فرار اور گریز پر اور دفع ضرر کے واسطے بقدم جانتا ہے اور ہر چند اس ہر جگہ پر زمین پر زور کے ضرر پہنچنے کے دائر ہے اور تعرض ہمیشہ جب آپس میں خواہ جانی ہو یا مالی یا عرضی حرام ہی لیکن اس جگہ لفظہ کو خصوصیت ہے کہ کسی جگہ دوسری کو نہیں مانند قلعہ بادشاہی بنسبت مالک محروسہ کے اور اسیواسطے شکار کرنا حد حرم میں موجب گناہ اور کفارت کا ہی اور حدیث صحیح میں ہی کہ ان الله حرم مكة وانها لم تحل لاحد قبلي ولا تحل لاحد بعدي وانما احلت لي ساعة من نهار وقد عادت حرمتها اليوم كحرمتها بالامس فمن بهمة الله الى يوم القيمة اور اسیواسطے نزدیک بادشاہ اعظم کے جو کوئی مرتبہ جلیلہ یا فاضل نفس کا رکھتا ہو داخل ہوا سے اُس مقام میں تعرض نہ چاہیئے کہ نہ بلکہ کار کو اور پر اُسکے تنگ کرنا چاہیئے اور آدمیو کو معاملہ اُسکے سے منع کرنا چاہیئے تو اُسکے ساتھ بات نکریں اور اُس کے ساتھ کوئی چیز فروخت نکریں وہ تنگ ہو کر حرم سے باہر نکلے اُس وقت اُس سے قصاص لیویں اور حد جاری کریں اور ظاہر ہے کہ یہ احکام مذکورہ شریعت یہود میں اصلا موجود نہیں اور توریت ناسخ ان احکام کی ہوئی تھی لہذا یہ احکام ذریت حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور اتباع اُنکے میں باقی تھے یہانتک کہ انبیر فرض کیا تھا ہمنے کہ ہر سال واسطے حج اس گھر کے آؤ تم اور اُس میں حوالی اُسکے تعرض ساتھ قتل نہ کرو تم وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى یعنی پکڑو تم جگہ کھڑے ہونے اہل ہیم کو کہ ایک سنگ پر حضرت ابراہیم کھڑے ہو کر بنائے کعبہ فرماتے تھے بعد اُسکے اسی سنگ پر کھڑے ہو کر اذان حج کی دی اور یہ سنگ قدم مبارک حضرت ابراہیم علیہ السلام اس سنگ میں نقش ہوئے اور احادیث صحیحہ میں وارد ہی کہ سنگ اسود اور یہ سنگ دونوں بہشت سے آئے ہیں ہمراہ آدم کے اور دن قیامت کے دونوں کو چشمیں اور زبان دیجائے گی ساتھ آواز بلند کے واسطے اُس شخص کے کہ بوضا مندی حق کے زیارت اُنکی کی گواہی دیگے مُصَلًّى یعنی نماز گاہ کہ جیسے طواف خانہ کعبہ کے دو رکعت تحیۃ الطواف عقب اُس سنگ کے ایستادہ ہو کر گذارا عمرا

فضیلت تفصیل عبادت حج

ہے تاکہ تا امت حضرت ابراہیمؑ کی قیام قیامت تک جاری ہو اور بھی جب ابراہیمؑ نے اُس سنگ کے پاس کھڑے ہو کر اذان حج کی دی تھی پس بعد رحلت حضرت ابراہیمؑ کے نزدیک اُس سنگ کے کھڑا ہونا اور عبادت خدا کی بجالانا گویا نزدیک اُن کے حاضر ہونا ہے اور بحضور اُنکے عبادت خدا کی بجا لانا ہے اور یہ حکم بھی بیچ بنی اسرائیل کے نہ تھا پس عجب ہے کہ بعد انبیائے بنی اسرائیل کے بنی اسمٰعیل سے کوئی پیغمبر پیدا ہوا اور احکام خاصہ بنی اسرائیل کے نسخ کرے جیسا کہ توریت اور انبیائے بنی اسرائیل نے احکام خاصہ بنی اسمٰعیل کو نسخ کیا تھا اور جو نہیں کہ تقرر خانہ کعبہ کا واسطے حج اور اجتماع کے اس مکان متبرک میں ہر سال اور استقبال اُس خانہ کا ہر نماز میں ادائے نماز طواف عقب مقام ابراہیمؑ احکام الٰہی سے نتھا بلکہ آدمیوں نے باجتہاد رایوں اپنی کے یا حکام مقرر کئے تھے البتہ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ نے اس مکان کو واسطے عبادت کے مانند اور مسجدوں اور معابد کے بنا کیا ہم کہتے ہیں کہ یہ خیال تمہارا غلط ہے کیونکہ جس طرح ہمنے دل آدمیوں میں شوق زیارت اُس مکان اور اجتماع اُس مقام کا ڈالا ہے ایسے ہی حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیلؑ کو ہمنے واسطے حج اور نماز کے فرمایا ہے وَعَهِدْنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ یعنی عہد بھیجی ہمنے طرف ابراہیم اور اسمٰعیلؑ کے وحی کہ مشابہ لینے عہد کے قطعی تاکید اور مبالغہ میں أَن طَهِّرَا بَيْتِيَ یعنی یہ کہ پاک کیوں کہ تم ہو گھر میرے کو نایا کیوں سے اور اُس چیز سے کہ طبع سلیم اُسکے دیکھنے سے نفرت کرتی ہے مثل آب بہن اور آب بینی اور خس و خاشاک لِلطَّائِفِينَ یعنی واسطے طواف کرنیوالوں کے کہ گرد اُسکے پھرتے ہیں اور نظاہر ہے کہ طواف بین تمہارے میں نہیں کہ واسطے طواف واجب یا فضل میں حج کے ہوتا ہے یا فضل میں عمرہ کے اور ان دونوں کو تم مشروع نہیں جانتے ہو وَالْعَاكِفِينَ یعنی واسطے معتکاف کرنیوالوں کے اس مکان میں اور تم اعتکاف کو اس مکان میں بہتر اعتکاف مسجدوں مسجدی نہیں جانتے ہو وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ یعنی واسطے نمازیوں کے کہ رکوع اور سجود کرتے ہیں اور جن تمہارے میں اصلاً رکوع نہیں اور سجود تمہارا بھی مقتضی نہیں کہ پیشانی کو تمام زمین پر پہونچاؤ تم بلکہ یک کلہ اپنے کو اوپر زمین کے رکھتے ہو تم پس قابل ہو کہ دین حضرت ابراہیمؑ اور اولاد اُنکی سے ساتھ آنے توریت کے بہ احکام منسوخ ہوئے ہیں پس جو سلف آنے کسی کتاب و شریعت کے بعضے احکام توریت منسوخ ہوں کو واسطے تعجب کرنے کے ہو تم باقی رہیں اس چار پنجبحث اوّل وہ کہ مدلول وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِلنَّاسِ کا یہ ہے کہ اس خانہ مبارک کو مجمع قرار دینا خدا کی طرف سے ہے لیکن وقت اس حکم کا کونسا تھا ظاہر اسیاق اور سباق اس آیت سے وہ ہے کہ ابتدا اس حکم کی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے تھی لیکن تعلیق کی اُسے نہایت کہ ابتدائی بنائے اس خانہ عظمہ کی حضرت آدمؑ کے عہد میں وقوع میں آئی اور اُسوقت سے ہمیشہ یہ مقام معبد انبیا اور صلحا اور محل اجابت دعا کا رہا اور تاریخ ازرقی اور کتاب العظمۃ ابو الشیخ اور تاریخ ابن عساکر اور دوسری کتابوں اس فن کی میں مذکور ہے کہ جب حضرت آدمؑ بہشت سے اوپر زمین کے بڑے جناب الٰہی میں عرض کی کہ بارخدایا میں تسبیح اور تہلیل ملائکہ کو زمین پر نہیں سنتا ہوں جیسا کہ آسمان پر سنتا تھا اور نہ کوئی طواف گاہ کہتا ہوں جیسا کہ ذرشتو کا آسمان میں طواف گاہ دیکھتا تھا کہ بیت المعمور ہے حکم ہوا کہ جاؤ اور جس مکان میں کہ نشان جس ہم خانہ کعبہ کو بنا کر اور گرد اُسکے طواف کرو طرف اُسکے نماز گذار و جیسے حضرت جبرئیلؑ کو حکم ہوا کہ ہمراہ حضرت آدمؑ کے جاویں اور نکو نشان جس حضرت جبرئیلؑ حضرت آدم علیہ السلام کو مکان کعبہ معظمہ میں لائے اور اُس زمین پر بر بنا مدار اک ساتویں زمین کے نیچے اور پہنچ بنیاد اُسکی پر گئی اور اُس بنیاد کو فرشتوں نے ایسے بڑے بڑے پتھروں سے کہ ایک پتھر تیس مردوں سے بھی نہ اُٹھے پُر کر دیا اور یہ سنگ پہاڑ کے تھے کہ وہ لبنان اور طور سینا اور جودی اور جرا یہانتک کہ وہ بنیاد برابر روئے زمین کے پہونچی اُسوقت حق تعالیٰ نے بیت المعمور کو آسمان سے نازل فرمایا اور بالائے اُس بنیاد کے اُسکو رکھا اور حکم ہوا کہ حضرت آدم علیہ السلام اور اولاد اُن کی گرد اُسکے طواف کریں اور طرف اُسکے نماز گذاریں اور یہ خانہ زمانہ طوفان نوح علیہ السلام تک موجود تھا اور وقت طوفان کے اُس خانہ کو بھر آسمان پر لیگئے پیچھے اُسکے مکان کعبہ معظمہ مثل ٹیلہ بلند کے تمام زمین سے جدا معلوم ہوتا تھا لیکن بالا اُسکے کوئی بنا نہ تھی اور اہل آفاق اُسی مکان کا قصد کرتے تھے اور محل اجابت مکان جانتے تھے یہانتک کہ ابراہیمؑ کو واسطے بنائے کعبہ کے حکم ہوا اور ہمراہ اُنکے سکینہ نے بصورت ابر کے سایہ ڈالا اور بسبب اُس سایہ کے صدر کعبہ معظمہ کی معین ہوئی اور حضرت جبرئیلؑ نے مقدار درسایہ کے خط کھینچا اور اُسی خط سے حضرت ابراہیمؑ واسطے بلند کرنے اُوپر زمین کے شروع ہوئے یہانتک کہ بنیاد حضرت آدمؑ کی نمودار ہوئی بالا اُسکے بنیاد بنائے خانہ کی عمل میں لائے اور بیچ اُسوقت کے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اُس گھر کو عمارت فرماتے تھے ارتفاع اُسکی نو گز کی کی اور دو در اُسکا ایک در مشرقی رکن شامی تک تینتیس گز اور رکن شامی سے رکن غربی تک بائیس گز اور رکن غربی سے رکن یمانی تک اکتیس گز اور رکن یمانی سے حجر اسود تک بیس گز پس شکل کعبہ معظمہ کی اُسوقت میں شکل منطیل تھی کہ طول اُسکا عرض اُسکے سے زیادتی ظاہر کرتا تھا اور ہم طول طرفین میں کہ شرقی اور غربی ہے نیز اختلاف تھا لیکن غیر محسوس اور ایسی ہر دو جانب عرض کہ شمالی اور جنوبی ہے اختلاف تھا غیر محسوس اور در دروازہ اُس خانہ کا اُس وقت میں ساتھ زمین کے چپاں تھا نہ بلند اور فضائے محض تھا کواڑ وغیرہ نہ تھے یہاں تک کہ نبع حمیری نے واسطے اُس دروازے کے کواڑ اور زنجیر و قفل بنایا تھا اور بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اندرون اُس خانہ کے جانب درست درآمدہ کے ایک خفر بنا چھوڑا تھا تو بمنزل خزانہ اُس گھر کے ہوا اور جو کچھ نذر اور تحائف واسطے اُس خانہ کے آوے اُس خزانہ میں کہیں اور ہائی اُس خانہ کے حضرت ابراہیمؑ تھے اور مزدور حضرت اسمٰعیلؑ کہ گلا بہ کرتے تھے اور سنگ کو کوہ ابو قبیس و احمر اور ورقان سے لاتے تھے یہانتک کہ عمارت اُس خانہ کی تمام اُسی بلند ہوئی اور احتیاج اُس چیز کی ہوئی کہ اُسپر کھڑے ہو کر بنا کریں حضرت اسمٰعیلؑ کو فرمایا کہ واسطے میرے کوئی سنگ لا تو اُسپر کھڑا ہو کر کار عمارت میں مشغول ہوں حضرت اسمٰعیلؑ کو ابو قبیس پر واسطے تلاش سنگ کے گئے حضرت جبرئیلؑ علیہ السلام نے راہ میں اُنسے ملاقات کی اور کہا کہ آؤ کہ تم کو نشان دوں میں نے سنگ کلاں کا کہ ہمراہ حضرت آدم علیہ السلام کے بہشت سے دنیا میں آئے ہیں اس برکت عظیم کے تئیں حضرت ادریسؑ نے اُن دونوں سنگ کو چھپا دیں تھی کہ کسے کو نشان نہ ہو طوفان کے اُس کوہ میں مخفی کیا کہ واسطے ابراہیمؑ کے بجا ہے اور دوسرے کو کنجخانہ کعبہ جانب بیت المعمور کے رکھا تو جو کہ

منظر

طواف اس خانہ کا کرے اول اُس سنگ کو بوسہ دے اور طواف شروع کرے حضرت اسمٰعیلؑ بفرمودہ حضرت جبرئیلؑ کے آئے اور اُن دونوں سنگ کو بھیجے ایک سنگ سبز لیکے آئے اور حضرت جبرئیل بھی ہمراہ حضرت اسمٰعیلؑ کے آگے حضرت ابراہیمؑ کے آئے اور اسطرح کہنے سنگ سیاہ کے کنج خانہ کعبہ میں حکم کیا جب حضرت ابراہیمؑ ایک سنگ پر کھڑے ہو کر بنائے عمارت کرتے تھے وہ سنگ بقدر بلندی عمارت کے بلند ہوتا چلا تا تمام ہونے عمارت حاجت طرف سنگ اسود کے نہ پڑی اور اثر انگلیوں پہ ودقدم حضرت ابراہیمؑ کا اُس سنگ میں منقوش ہوا اور سنگ دوسرا کہ کنج خانہ کعبہ میں رکھا ایک نور عظیم اُس سے منتشر ہوا اور پہنچا طرف خانہ کعبہ منظمہ کے نور اُسکے نے سرایت ملکی ایک مسافت تک وہ نور پہنچتا تھا ہر جہا طرف سے حد حرم کی مقرر ہوئی کہ بعد فراغ بنائے کعبہ سے اُس حد کا نشان مقرر کر دیا اور حدیث صحیح میں بروایت عبداللہ بن عمر رضہ کے آیا ہے کہ آنحضرت صلعم فرماتے تھے الرکن والمقام یاقوتتان من یاقوت الجنۃ طمس اللہ نورھما ولولا ذالک لاضاء ما بین المشرق والمغرب یعنی رکن اور مقام دو یاقوت ہیں جنت کے یاقوتوں سے محو کر دیا اللہ نے نور اُنکا اور اگر ایسا نہ ہوتا روشن کر دیتے مابین مشرق اور مغرب کو اور بھی حدیث صحیح میں وارد ہے کہ رنگ سنگ سیاہ کا کہ ساتھ حجر اسود کے معروف ہے ابتدا میں نہایت سفید اور نورانی تھا ہاتھ بہو نچنے گناہگاروں بنی آدم سے ساتھ اس مرتبہ کے سیاہ ہوا اور قتادہ سے مروی ہے کہ قبل اسلام سے عبادت ذہبی کہ مقام ابراہیم کو کوئی ہاتھ بہو نچائے اور مسح کرے اس امت میں یہ امر رائج ہوا اور اُن آدمیوں نے کہ قبل اسلام سے اُس نیک سنگ کو دیکھا تھا نقل کرتے تھے کہ اثر ہر دو پاشنہ حضرت ابراہیمؑ اور یسوعؑ اُنکی کا اس پتھر میں ظاہر اور نمودار تھا اب بسبب ہاتھ بہونچانے آدمیوں کے وہ امر بخوبی ظاہر نہیں ابن ابی شیبہ نے عبداللہ بن زبیر سے نقل کی کہ اُنہوں نے ایک جماعت کو دیکھا کہ مقام ابراہیم کو مسح کرتی تھی کہا تم کو خدا تعالیٰ نے ساتھ مسح کرنے اس سنگ کے نہیں فرمایا بلکہ حکم دیا ہے کہ متصل اُسکے نماز گذارو تم اور بیہقی نے سنن اپنی میں روایت کی ہے کہ یہ سنگ زمانہ میں آنحضرت صلعم اور زمانہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متصل خانہ کعبہ کے تھا اور حضرت عمرؓ کے زمانہ میں کہ متصل زمزم اور سبب اسکا آنا سیل عظیم کا تھا کہ اُسکو سیل ام نہشل کہتے ہیں اور یہ سنگ در آب سہل میں مکان اپنے سے بیجا ہوا اور دور پڑا تھا حضرت عمرؓ خود اکثر تشریف لاتے ایک مکان واسطے اُس سنگ کے تجویز کیا اگر دا اس سنگ کے سنگ بست کہ کے درمیاں میں اُس سنگ کو رکھا اور اُسوقت سے اسی مقام میں ہے اور یہی بات اہل تاریخ روایت کرتے ہیں پس اول بنائے خانہ کعبہ حضرت آدم علیہ السلام سے واقع ہوئی اور چونکہ مشہور ہے کہ اول بنائے خانہ منظمہ کی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمائی ہے پس بنا بر اُسکے ہے کہ اس موضع کو بصورت خانہ کے کہ چہار دیوار اور سقف رکھتا ہو اُنہوں نے بنایا ہے اور عہد میں حضرت آدمؑ کے سوا بنیاد اُسکی کے کچھ نہ تھا اور بالا اُس بنیاد کے بیت المعمور کو رکھا تھا کہ بصورت خیمہ کے تھا یا قوت مجوف سے اور عمارت گل اور سنگ کی نہ تھی لیکن قبل آدمؑ سے بھی یہ مقام محل تعظیم و احترام کا تھا چونکہ قبل خلقت زمین اور ما فیہا سے بھی چنانچہ فاکہی اول تاریخ مکہ میں کہتا ہے حدثنی عبداللہ بن ابی سلمۃ قال حدثنا ابن جریج عن بشیر بن عاصم الثقفی عن سعید بن المسیب قال قال علی بن ابی طالب خلق اللہ البیت قبل الارض والسمٰوات بار بعین سنۃ وکان غثاء علی الماء یعنی پیدا کیا اللہ نے بیت اللہ کو پہلے زمین اور آسمانوں سے چالیس برس پس تھا مستقل کف کے اوپر پانی کے اور بیہقی نے اپنی سند میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی الکعبۃ خلقت قبل الارض بالفی عام قیل وکیف خلقت قبل الارض وھی من الارض فقال انہ کان علیھا ملکان یسبحان باللیل والنہار الفی سنۃ فلما اراد اللہ ان یخلق الارض دحاھا من تحت الکعبۃ و جعل الکعبۃ وسط الارض اور جو کہ بعضے اہل تواریخ نے کہا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹوں نے کعبہ کو گل اور سنگ سے تعمیر کیا ہے بعد وفات حضرت آدمؑ کے اور ہو نا بیت المعمور کا اُس مقام میں حیات آدم علیہ السلام تک تھا پس چنداں قابل اعتماد نہیں کہ بوسطے کہ انتہا سند اس روایت کی وہب بن منبہ تک ہے کہ مشتہر اسرائیلیوں سے نقل کرتے ہیں اور تحقیق یہ کہ قبل حضرت ابراہیمؑ کے کسی نے اس خانہ کو خانہ نہ بنایا ہے اور از روئے کتاب و سنت صحیحہ مشہور کے یہی بات ثابت ہے اور اسمٰعیل بسطے شیخ عماد الدین بن کثیر تفسیر اپنی میں کہتے ہیں کہ لم یرد عن معصوم انہ البیت کان مبنیا قبل الخلیل یعنی نہیں روایت کی گئی کسی معصوم سے کہ تحقیق بیت تھا بنایا ہوا قبل خلیل علیہ السلام کے لیکن بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پس نزدیک اہل تاریخ کے ایسا مقرر ہے کہ عمالقہ اور جرہم نے بھی اُسکو بنایا ہے اور پھر قصی بن کلاب نے بھی اُسکو بنایا اور سقف اُسکی کو چوبہ قدم سے کہ درخت قتل کو کہتے ہیں پوشش کی اور چوب خرما کو بجائے تختوں کے رکھدیا پس جسوقت کہ آنحضرت ﷺ پچیس سال کے تھے قریش نے پھر اس خانہ کو بنایا اور سبب اُسکا یہ تھا کہ ایک عورت دمہ والی خوشبو کا پوشش کعبہ کو دیتی تھی شرارہ آتش سے اُٹھا اور اکثر چوب سقف خانہ کو جلا دیا اور پہلے اس سیل عظیم آتے تھے اور اُسکے صدمہ سے دیواریں کعبہ کی بھی شق ہوئی تھیں سرداران قریش جمع ہوئے ولید بن مغیرہ کو سپہ عمارت قرار دیا اور کعبہ کو مدم کر کے از سر نو بنائی اور آپس میں ایسا قرار دیا گیا کہ سوائے مال حلال کے اس میں خرچ نہ کریں اور جو اُسوقت میں اکثر بالکل سود خوار تھے مال حلال بہت کم بہم پہونچا اور اس بنا میں تغیر اور تبدل بہت واقع ہوا اول یہ کہ عرض کعبہ سے چند گز زمین کو چھوڑا اور حطیم میں داخل کیا قدیم یہ کہ دروازہ اُسکے کو زمین سے بہت بلند کیا تا کہ جسکو چاہیں آنے دیں جسکو چاہیں نہ آنے دیں سیوم یہ کہ اندرون خانہ کعبہ ستون چھ بین وصف ستادہ کئے اور ہر صف میں تین تین ستون چہارم یہ کہ ارتفاع خانہ کو باہر سے دو چند کیا ہم اٹھارہ گز لوگز اور برارتفاع حضرت ابراہیمؑ کے زیادہ کیا پنجم یہ کہ اندرون خانہ کعبہ کے متصل کرسی شامی کے زینہ قائم کیا کہ اوپر بام کعبہ کے مسجع پہونچ سکیں اور یہ بھی سابق نہ تھا پھر اسلام میں عبداللہ بن زبیر نے اس خانہ کو بنایا اور بدقت جاہلیت کو موقوف کیا مطابق اس حدیث کے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضہ سے سنی تھی اور بجائے گلابہ کے اس کو گل خوشبودار سے بیس من ساتھ مسح محکم کے مخلوط کر کے صرف کی اور حطیم کو خانہ کعبہ میں داخل کیا اور اُس خانہ کے دو دروازے بنائے ایک جانب غرب اور ایک جانب شرق

اور جب بنا سے فارغ ہوئے سر اسر باہر اور اندر مشک اذفر عنبر سے مہکی کی اور دیباکی پوشش چڑھائی اور فراغت اس عمارت سے سنائیں جب ۱۳۷۴ھ چونسٹھ کو واقع ہوئی پھر بیچ وقت حجاج کے بنا اس خانۂ معظمہ کی واقع ہوئی لیکن اسیقدر کہ جانب شامی کعبہ کو ہدم کر کے بنیاد قریش کو بلند کیا اور زمین کعبہ کو بڑے بڑے پتھروں سے پُر کر کے در وازہ شرقی اُسکا بلند کیا اور در وازہ غربی اُسکا بند کیا اور دوسری جانب کعبہ کے متعرض نہوئے اور یہ بنا ۷۷ھ میں واقع ہوئی اور پھر عہد سلطان مراد ابن احمد خاں تک تجدید بنا کے واقع نہوئی مگر ملوک اور سلاطین ترمیم اور اصلاح بسا حجاج کی کرتے تھے یہاں تک کہ سلطان مراد نے پھر تجدید بنا کی سوائے حجر اسود اور اس کنج کے تمام کعبہ کو ہدم کر کے عمارت بنائی اور یہ عمارت بیچ سنہ یک ہزار اور چالیس کے واقع ہوئی اب تک وہی عمارت باقی ہے لیکن اوپر موضع بنا کے حجاج کے ہی بحث دوسری وہ کہ لفظ مناسب قصے بجہت عرب کے دو چیز مفہوم ہوتی ہیں اول وہ کہ جمع ہو دوم وہ کہ بار بار آدمی اُسچا آویں اور ایکبار نہ آنے میں میر نہوں ایسی جا سے پہ کہ حضرت ابن عباس اور مجاہد اور دیگر مفسرین حج نے کہا ہی کہ شوق زیارت اُس خانہ کا دل میں آن دیسونکے ڈالا ہے تو دیکھنے اور طواف اُسکے سے سیر نہوں اور جبوقت اُس گھر سے جاویں دل اُنکے مشتاق زیارت اُس گھر کے ہوں جیسا کہ ساقط حجر بہ کے پھوپھی ہے کہ جو ایکبار حج اُس خانہ کا کرتا ہے اور اُس گھر کو دیکھ آتا ہی پھر مدت العمر مشتاق مراجعت کا طرف اُس طاقہ کے رہتا ہی ہر چند راہ میں بیحسابی کھینچی ہوئی ہوں اور تکلیفات بیشمار جبکہی اور تعظیم اُس خانہ کی بعد دیکھنے اُسکے سے گو یا بے اختیار تہ دل سے جوش کرتی ہی اور وہ تعظیم مانند امور جبلیہ غریزیہ کے محسوس ہوتی ہی کہ تصور کسی نفع یا دفع ضرر کے اوپر موقوف نہیں اور اسی سے ہے کہ حیوانات بے بھی واسطے تعظیم اس جا کے قیام کیا ہی آزدقی ہر ولایت مطلق بن حبیب کے لایا کہ ایک دن ہم ہمراہ عبد العزیز بن عمر کے سایہ کعبہ میں بیٹھے تھے یہانتک کہ سایہ بسبب بلند ہونے آفتاب کے معدوم ہوا اور آدمی مجلس سے اُٹھے ناگاہ ایک برق شدید جانب ایک دروازہ مسجد الحرام سے ظاہر ہوا دیکھا یہانتک کہ ایک سانپ آتا ہے تمام حضار مجلس نے چشم اپنی کو طرف اُس سانپ کے متوجہ کیا وہ سانپ سیدھا طرف قبۂ کعبہ کے آیا اور سات مرتبہ طواف ادا کیا بعد اُسکے عقب مقام ابراہیم کے گیا وہ وقت نماز گذاریں عبد اللہ ابن عمرؓ اور دوسرے بزرگان مجلس نزدیک اُس سانپ کے گئے کہا کہ اے عزیز طواف تیرا ادا ہوا لیکن اس شہر میں آدمی ناواقف اور غلام اور خدمتگار بہت ہیں بہتر وہ ہے کہ آپ کو نظر آدمیوں کے پوشیدہ رکھے کہ بلدا نجکو ایذا پہونچاویں بعد مدتے اس کلام کے سانپ اپنی دُم سے لپیٹ کر طرف آسمان کے اُڑ گیا یہانتک کہ نظر ہماری سے غائب ہوا اور بھی ابو الطفیل سے روایت کی کہ ایک نوجوان صالح حبوں میں سے کہ موضع ذی طوی میں رہتا تھا اکثر آپ کو بصورت سانپ بنا کر واسطے طواف خانہ کعبہ کے آتا تھا اور بعقب مقام ابراہیم علیہ السلام کے نماز گذارتا اور یاد اُسکی کرتا جناسے بھی اُسکو اس کار سے منع کرتی تھی اور ڈراتی تھی کہ بلدا نجکو آدمی سانپ جانکر مار ڈالیں وہ باز نہیں آتا تھا یہانتک کہ ایک جماعۃ منوہم نے اُسکو مارا بھر دمارنے اُسکے کے مکہ میں ایک غبار عظیم برپا ہوا اور ایک گرد باد شدید آیا اور اُس جماعت منوہم کو اپنے گھروں میں مردہ پایا اور بھی تواریخ مکہ میں حکایت جمل طائف مشہور ہے خلاصہ اُس حکایت کا وہ ہے کہ سنہ آٹھ سو پندرہ ہجرت شریفہ سے ماہ جمادی الثانی میں ایک شترسوار جمال فارو قی مالک اپنے سے بواسطے اور قصد مکہ معظمہ کا کیا اور بحد الحرام میں داخل ہوا آدمی بہت گرد اگرد اُسکے دوڑتے تھے اور چاہتے تھے اُسکو پکڑیں وہ ہرگز التفات طرف کسیکے نہیں کرتا تھا یہانتک کہ بہت کرت طواف بجالایا اور دو تین اسبوع تمام کئے اُسوقت طرف حجر اسود کے گیا اور اُسکو بوسہ دیا اور بعد اُس سے مقام حنیفی کی طرف متوجہ ہوا اور مقابل میزاب الرحمۃ کے کھڑا ہوا اور رونا شروع کیا یہانتک کہ آنسو بہت چشم اُسکی سے رواں ہوئے اور اس حالت میں آپ کو زمین پر ڈالا اور جان کو اپنی جان کے پیدا کرنیوالے کو دیا اور آدمی اُسکو اسحالت میں تماشا کرتے تھے بعد مرنیکے اُسکو اُٹھایا اور میان صفا اور مروہ کے لیگئے اور دفن کیا اور ایک اسباب جمیع خلائق سے طرف اُس خانہ کے وہ ہی کہ دعا چند جا اُس مقام سے مستجاب ہوتی ہی اور آدمیوں نے تجربہ کیا ہی اور بواسطے حصول مطالب دینی اور دنیوی اپنے کے دعا اُس مقامات کی قوی ترین وسائل کی جانتے ہیں چنانچہ حسن بصری سے بروایت صحیح ثابت ہوا کہ مکہ معظمہ میں پندرہ مکان ہیں کہ دعا اُسجا مستجاب ہی تی نزدیک ملتزم اور زیر میزاب کے نزدیک کعبہ کی بطحا اور ابو قبیس اور صفا اور مروہ کے اور میان رکن اسود اور حجر کعبہ میں اصحی اور حجر دالفیل میں عرفات میں اور نزدیک جمرۂ ثالثہ اور نزدیک جمرۂ اولیٰ اور زمزم اور مصنف ابن ابی شیبہ میں مذکور ہی کہ ابن عباس نے انکا الائمۃ من بنی اسرائیل لتقدم مکۃ فاذا بلغت ذا طوی خلعت نعالھا تعظیما للحرم اور بھی مذکور ہے کانت الانبیاء اذا اتوا اعلم الحرم نزعوا نعالھم اور ابو یعمیر نے حلیۃ الاولیاء میں مجاہد سے روایت کی کہ بعضے اوقات لاکھا لاکھ آدمی بنی اسرائیل سے واسطے حج کے آتے تھے اور جب حد حرم میں پہونچتے تھے برہنہ پا ہوتے تھے اور ازرقی اور ابن عساکر نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہی کہ حوار یوں نے بھی حج اُسچا کا کیا ہے جب حرم میں داخل ہوئے سوار یوں سے نیچے اُتر کر پیادہ روی اختیار کی اور ازرقی نے حوطیب بن عبد العزی سے روایت کی ہی کہ ہم ایک روز ایام جاہلیت میں سایہ میں کعبہ کے بیٹھے تھے ناگاہ ایک عورت آئی پردہ کعبہ کا پکڑا فریاد کی کہ بارخدایا میں ہاتھ شوہر اپنے سے نالاں ہوں کہ مجکو بیچ حرم کے مارتا ہی پھر واں طاقے ہاتھ شوہر اُسکے کا مشک ہوا میں سکو ایام سلام میں خشک دیکھتا تھا اور تواریخ میں مقرر ہے کہ آساف اور نائلہ مرد و زن تھے وقت داخل ہونے کعبہ کے مرد نے زن کو بوسہ دیا دونوں بصورت سنگ مسخ ہوئے آدمی اُن دونکو کعبہ سے باہر لائے واسطے عبرت آدمیوں کے باہر کعبہ کے کھڑا کیا اور ابن ابی شیبہ نے عبد الرحمن بن سابط سے روایت کی ہی کہ آدمی مکہ کے موسم حج میں باہر آئے تھے ایک درویش نے مکان کو خالی دیکھکر زرگھر سے کسی کے لیکر اندر کعبہ کے رکھا جو وقت مراجعت کے کعبہ میں واسطے لینے اُس قطعہ زر کے داخل ہوا اور ہنوز سر اُسکا اندرون کعبہ کے تھا اور باقی اعضا اُسکے باہر کہ فانہ کعبہ نے اُسکو بزور باہر اُسکا سر سے جدا ہو آدمیوں نے اس واقعہ عجیب کو دیکھا سر اور تن اُسکا باہر لاکر آگے کتوں کے ڈالا اور بھی ازرقی تاریخ اپنی میں ساقط سند صحیح کے لایا ہے کہ ایک عورت تھی جاہلیت میں کہ ایک لڑکے کو قرابتیوں اپنے سے پرورش کی تھی اور وہ عورت واسطے کسب معاش کے ہر سے باہر جاتی تھی اور وہ طفل تنہا رہتا تھا ایکدن اُس طفل نے شکایت تنہائی اپنی کی کی اُس نے کہا کہ اے پسر جو کوئی ظالم

فائدہ بیان مزید متعلقات کعبہ

تجھ پر حالت تنہائی میں تعدی کرے پس جان کہ میں ایکشانہ ہوں آپ کو اُس گھر میں پہونچا اور فریاد کرکہ اُس خانہ کا ایک صاحب ہے کہ فریاد رس ہے اتفاقاً اُس طفل نے تنہا پاکر قید کرکے لیگیا اور ایک مدت ساتھ لیے رکھا اور بہ تقریب تجارت کے مکہ معظمہ میں پہونچا اور وہ طفل ہمراہ اُسکے تھا جو اُس خانہ کو دیکھا آدمیوں سے دریافت کیا کہ یہ گھر کس کا ہے کہا خدا کا گھر ہے اُسکو بچپن کی یاد آئی اور اُس ظالم کے ہاتھ سے بھاگ کر نزدیک خانہ کعبہ کے آیا اور پردوں اُس خانہ کو مکہم پکڑا عقب اُسکے مالک اُسکا پہونچا چاہا کہ اُسکو پہنچ کر پہلے سے سید ھا ہاتھ اپنا دراز کیا تاکہ اُس لڑکے کو پکڑے دست راست اُسکا خشک ہوا پھر دست چپ کو دراز کیا وہ بھی خشک ہوا جب حال اس طریقہ پر دیکھا آگے سرداران قریش کے گیا اور کہا کہ میں اس آفت میں گرفتار ہوا اب تم گواہ ہو کہ میں نے اس طفل کو چھوڑا اور ساتھ اُسکے متعرض نہوں جسجا چاہے چلا جائے لیکن علاج دونوں ہاتھ میرے کا فرمائو تم بزرگان قریش نے فرمایا کہ ہر ہاتھ اپنے سے ایک ایک شتر قربانی کر اُس نے ایسا ہی کیا دونوں ہاتھ اُسکے اچھے ہوئے اور بھی ارزقی نے عبدالمطلب بن ربیعہ بن حارث سے روایت کی ہے کہ ایک شخص بنی کنانہ سے اور ہمزاد اپنے کے ظلم بہت کرتا تھا وہ ہر چند ساتھ خدا اور قرابت کے پناہ چاہتا تھا وہ ظالم ایذا اُسکی سے باز نہیں رہتا تھا ناچار ہوکر خانہ کعبہ میں پناہ لیگیا اور دعا کی کہ بارخدایا خلاصی میرے اوپر ظلم کرتا ہے اور میں بیچ گھر تیرے کے پناہ لایا ہوں اُسکو ایسے دردمیں مبتلا کر کہ لادوا ہو فی الحال اور اپنے گھر گیا دیکھا کہ شکم ظالم کا ورم ہوگیا ہے اور مانند مشک کے ہوا ہر چند دوا کرتا تھا مفید نہ تھی یہانتک کہ شکم اُسکا شق ہوا اور مرگیا اور عبدالمطلب کہتے ہیں کہ میں نے اس قصہ کو بروبر وحضرت ابن عباسؓ کے نقل کیا فرمایا کہ میں بھی ایک شخص کو دیکھا کہ روبرو خانہ کعبہ کے کہتا ہوا کہ ظالم پر اپنے بددعا کی کہ اندھا ہوفی الفور اندھا ہوگیا اور اسکو آدمی کہنیچکر لے گئے اور ایسا ہی کرشمے تھے کہ یہ مکان ہمیشہ جائے امن رہا ہے کسواسطے کہ آدمی بخوف عقوبت عاجلہ کے تعرض سے ساقط آدمیوں اس شہر کے اور بتک حرمت اس شہر کی سے اجتناب اور احتراز کرتے تھے اور اُس میں بیچ اس مکان کے مناقشہ نہیں کرتے تھے اور دوسرا سباب امن اس شہر کے سے وہ ہے کہ ہمیشہ قلمرو بادشاہوں سے خارج رہا یہانتک کہ بوقت اسلام کی پہونچی اور وہ آدمی کہ تنظیم اُس مکان کی زیادہ کرتے تھے مرتبہ سلطنت کو پہونچے اُس فرقت سے اس دوچند اس جا میں تحقیق ہوا بحث سوم وہ کہ اس خانہ کو نسبت خدا کی طرف کرنا جیسا کہ اس آیت میں واقع ہے کہ ان طھرا بیتی کیا معنی رکھتا ہے اگر نسبت خالقیت اس بیت کی صحیح کرنیوالی اس اضافت کی ہے پس ہر بقعہ زمین کا یہی حکم رکھتا ہے اور اگر نسبت سکونت اور بعد وبائی کی ہے پس ذات باری تعالیٰ منزہ ہے مکان سے اور اُسکو ساتھ کسی مکان کے پسنسبت حاصل نہیں اور جو نسبت اُسکی ہے اس مکان میں اُسکی عبادت کرتے ہیں اور شان معبودیت اُسکی سے اس جگہ میں ظہور فرمایا ہے پس خانہ کعبہ اور معابد کفار مثل ہر دوار وغیرہ یکساں ہوگئے سب میں شان معبودیت کی ظاہر ہے کسواسطے کہ ہر جا میں طالبان حق شوق اپنے کو بلباس صورت میں ظاہر کرتے ہیں جواب اُسکا یہ ہے کہ اختصاص اس خانہ کا بجناب الٰہی بسبب اُسکے ہے کہ بحکم اُس تعالیٰ کے واسطے عبادت اُسکی کے اور قضلے شوق طلب اُسکی کے بنا کیا گیا ہے اور کسی طرح کا علاقہ ساتھ مخلوقات کے نہیں رکھتا ہے اور معابد کفار مثل ہر دوار وغیرہ نہ بحکم اُس تعالیٰ کے واسطے اس کار کے بنا کئے گئے ہیں اور نہ علاقہ مخلوقات سے خالی ہر ان سواسطے اُسکی سے تمام اُن معابد میں نسبت رام یا کشن یا دوسری روحونکی ملحوظ نظر قصد کرنے والوں اُس جا کے رہتا ہے پس فرق اس وجہت کا واضح ہوا اور تحقیق وہ ہے کہ قید بکڑنے کو یہ دو چیز لازم ہیں اول وہ کہ بحکم اس تعالیٰ کے ہو کسواسطے کہ نسبت ظہور الٰہی ہر جا ہے لیکن یہ ظہور عام مصحح توجہ کا عبادت میں نہیں ہوتا بلکہ جامع عقلا کے پس البدالسام میں ظہور خاص چاہیئے اور میزان معرفت اُس ظہور کی عقل تیری سے خارج ہے بغیر توقیف شرعی سمجھا نہیں جاتا پس نص شارع کی اسباب میں ضرور ہے دوم وہ کہ اس مکان کو ساتھ کسی وجہ کے وجوہ سے علاقہ ساتھ کسی مخلوق کے نہو والا وقت توجہ بطرف اس مکان کے خانہ شرک کا لازم آویگا توحید صرف اُس عبادت میں نرہیگی اسواسطے قبلہ بکڑنے قبور اور بتیا اور ستارہ اور آتش اور آب اور درخت سنگ سخت آئی اور معابد کفار قبلہ تقنیش کے یہ دونوں صفت نہیں رکھتے مثلاً ہر دوار اس وجہت سے نزدیک اُنکے واجب التعظیم ہے کہ کشن اوتار ہے وہاں گیا اور وجود وہاں اس وجہت کے کسکے رام چندر کا ہوا اور مقام رسوئی سیتا کا اور اسی قیاس پر کہ یہ فرقہ ضلولی المذہب ہے اُن شخصوں کو نظاہر ذات مقدس الٰہی کا جانتے ہیں اور منسوبات اُن اشخاص کو حکم میں منسوبات الٰہی کے جانتے ہیں لیکن جو حلول کی نسبت طرف اُس جناب کے باطل ہے بخیال قبیلہ بناء فاسد کے اوپر فاسد کے ہوا اور جو بالفرض معابد کفار کو وصل میں شعائر الٰہی سے اعتقاد کریں اور کہیں ہم کہ ان مقامات کی نسبت طرف مخلوقات کے کرنا تحریفیوں اس فرقوں کے سے ہے اور ابتدا میں نسبت اُنکی خدا ہی کی طرف تھی اور کوئی نص صریح بھی واسطے تعین اُس موضع کے شرائع قدیمہ میں آئی ہو پھر بھی فرق درمیان خانہ کعبہ ان مکانات کے ظاہر ہے کسواسطے کہ تعبدُ ان مکانات میں منسوخ ہوا اور حکم منسوخ کی تبعیت کرنا مخالفت صریح خدا کی ہے اور سر اُسکا یہ ہے کہ مارقبلکم بکا اور بقبول عبادت کے ہے اور جب قبول عبادت کو سنخ کسی مکان یا کسی سمت میں کیا پھر غیر اُس مکان میں عبادت بجالانا مسمی اپنی کو رگاں کرنا ہے بلا تشبیہ مانند اُسکے کہ ایک بادشاہ نے ایک مکان کو ولایت اپنی سے دارالخلافت قرار دیا اور رعایا پر فرض کر دیا کہ حوائج اپنی کو طرف اُسی مکان کے رفع کریں اور نذریں اور ہدایا کو اُسی مکان میں لیجاویں پھر بعد چندے مکان دوسرے کو دارالخلافت کیا اور بنسبت اُس مکان کے اسی قسم کا حکم ناطق کیا پس مکان اول کو کچھ حرمت سلطنت کی نہیں رہتی اور آمد ورفت اُس جا کی بے حاصل ہوتی ہے اور نذور اور ہدایا گر اُس جا میں لیجاویں مقبول نہیں پڑتا بلکہ اگر کوئی رعایا سے اصرار کرے اور کہے کہ دارالخلافت وہی مکان ہے نہ یہ مکان دوسرا البتہ سزا اور تنبیہ اور عقوبت کا ہوتا ہے مخالفت حکم بادشاہی کی کی اور جو کوئی گفاؤں کہ معابد پر بت میں پرستش کرتے ہیں تفتیش کرے کہ تم کسواسطے اور کس لیئے ان معابد میں جاتے ہو البتہ واضح ہوگا کہ یہ ساتھ جانے ان بتکانے کے تقرب ساتھ کسی مخلوق کے مخلوقات سے خواہ روحانیہ ہوں خواہ جسمانیہ کرتے ہیں وجہ سے طرف ذات خالق کے محض غافل ہیں پس قسم کا مکان کہ محض

واسطے توجہ الی اللہ کے مقرر اور معین ہو کسی جگہ سوا کعبہ اور صخرہ بیت المقدس کے پایا نہیں جاتا اور واسطے اسی کے انہیں دونوں مکانوں کو لیاقت قبلہ ہونے کی حاصل ہوئی البتہ معابد کفار کی گو شباہت ساتھ قبور اولیا اور صلحا یا چلہ انکے کے رکھیں ممکن ہے ساتھ بعد اصحو کے کہ ان میں بہت فرق ہے اور اسی جائے واضح ہوا سر تاکید ات بلیغہ کا کہ حدیث شریف میں بیچ نہی کے زیارت قبور سے اور شد رحال سے طرف کسی موضع کے سوا مسجد ثلثہ کے اور وہ کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ قبور انبیا کو مساجد کریں معاذ ہے کہ بیچ اس عمل کے اکثر جاہلوں کو وہ اعتقاد کہ مشرکین کو بیچ بزرگان اپنے کے ہم ہو نہ بیچ حاصل ہوتا ہے اور صرف توجہ الی اللہ باقی نہیں رہتی مگر پردہ میں اُن عجونے اور اسقدر توجہ آخرت میں کہ وذت ظہور صلاح وفساد نفس انسانیہ کا ہے کام نہیں آتی آئے ہیں ظہور اُسکے نقاص کو نہیں اس مکان کے ساتھ بنائے اُس خانہ کے کہ منسوب بجناب خداوندی ہو اور قبلہ عبادت اور مرجع خلائق ہو کیا حکمت ہے کہ واسطے کہ شارع علیہ علی الاطلاق ہے بے کسی حکمت کے تخصیص جزافی نہیں فرماتا ہی کہتے ہیں ہم حکمت اس تخصیص کی تین وجہ وجیہ ہیں کہ خاطر ناقص اخراد بشر میں پہونچی ہیں اول وہ کہ اصل نوع انسان کی خاک سے ہے اور اصل کردہ خاک ہی نقطہ ہے جیسا کہ روایت سابق میں گذرا کہ قبل خلقت زمین سے اُس مکان نے روئے آب پر مانند کف کے ایک جرم پیدا کیا تھا من ہمین زمین بتہامہا دریاں کف سے منبسط اور فراخ ہوئی پس اصل جسم آدمی کا راجع طرف اُس نقطہ کے ہوا اور اسکو چاہتا ہے کہ جب جسم اپنے کو مشغول عبادت میں پروردگار اپنے کے سوا طرف اصل ترابی اپنی کے رجوع لاوے اور جیسا کہ اوپر اصل قریب اپنی کے کہ جسد امیر ہے بیچ قرب کرتا ہی طرف اصل بعید اپنی کے بیچ وقت عبادت کے متوجہ ہو اور میں کہ یکبار ساتھ زیارت اُس مقام کے معنی توجہ الی اللہ اور اشتیاق الی لقاء اللہ کر کے حاصل ہو جاوے اور حق شوق کا کرے اور گرد اگرد اُسکے پھرے اور واسطے رضائے مولا اپنے کے فرمان بجالاوے دوسرے وہ کہ وقت عبادت میں آدمی خلیفہ خدا کا ہے کہ اصل میں یہ شغل شریف کار اُنکا ہے جیسا کہ بیچ وقت نفخ کے خلیفہ سباع کا ہی اور بیچ وقت شہوت کے خلیفہ بہائم کا اور بیچ وقت مکر اور فریب کے خلیفہ شیطان کا اور عبادت گاہ ملائکہ کی آسمان میں بیت المعمور ہے اور یہ مقام زمین پر محاذی بیت المعمور کے جیسا کہ ازرقی عن ابن جبیرؓ اور دیگر ابعین سے روایت لائے ہیں کہ البیت بحذاء البیت المعمور وہما بیتہما بحذائہ الی السماء السابعۃ وما اسفل منہ بحذائہ الی الارض السابعۃ حرم کلہ یعنی بیت اللہ مقابل بیت المعمور کے ہے اور درمیان ان دونوں کے ساتویں آسمان تک اور نیچے اُسکے مقابل ساتویں زمین تک کل حرم ہے اور ساتھ طریق دوسرے کے اس مضمون کو بروایت ابن عباسؓ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آیا ہے سوم وہ کہ اس مکان جعلہ اللہ شان میں ظہور بوہیت الٰہی حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی نے کہ اکبر اولاد حضرت آدم علیہ السلام اور مسمی بنسب حضرت خاتم المرسلین علیہ الف الف صلوۃ کے تھے بزنگ عجیب کے ظہور کیا اور متصل اُس مکان کے پانی غیبی کا کسی بزمزم ہے ساتھ پرورش نے حضرت جبرئیل کے جوش کیا اور ابتک جاری ہی پس جو وقت اولاد حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہا السلام کے اُنکے چاہیں کہ طرف حضرت رب العزت کے متوجہ ہوں اُس مکان کو واسطے توجہ کے اختیار کریں کہ ربوبیت اُس تعالیٰ کی اُنمیں بے پردہ اسباب کے اسلاف کرام اُنکے کے حق میں کہ ساتھ نسبت کرنیکے ساتھ اُنکے مفخر اور مباہی ہیں جلوہ گر ہوئی اور آثار اُس ربوبیت کے ابتک ظاہر اور مویدا ہیں اور حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل کے حق میں بھی ادائے شکر اس نعمت کے تقاضا فرمایا کہ اُنہوں واسطے عبادت خدا کے ایک مکان مقرر کریں تا کہ جو وقت اُس مکان میں عبادت میں مشغول ہوں بربوبیت اُس تعالیٰ کی بوجہ عیاں کے ملحوظ اُنکے ہو دیکھنا مکان کا تذکیر وقایع گذشتہ میں وصل عظیم کے ہے یہ تین چیزیں ہیں کہ بیچ ابتدائے تخصیص اس مکان کے واسطے خانہ خدا ہونیکے وجہ حکمت معلوم بشکے لائکن بعد اُس کے کہ یہ مکان معبد خلائق اور قبلہ عبادات اور مرجع عاشقوں صادق اور مطاف محبوں خالص کا ہوا پس عمدہ وجہ خاص کرنے اس مکان کی ظہور تجلی الٰہی کا ہے اُس مقام میں کہ یہ تمام تعلیمات اور محبتیں اُپر قرار ہوتی ہیں اور ہمام دعاؤں گونا گوں اور ذکر اذکار رنگا رنگ کا اُسپر پڑتا ہی اور یہ تجلی بہ ساتھ کمال وسعت کے حوالی اُس بقعہ کو ساتھ نور عظیم کے پکڑا ہے اور افواج ملائکہ کو استزام اور استتباع کیا اور شاہ طرف اُسی تجلی کے یہ کلام میں بطعنے انبیاؤں پہنیں کے کہ اُسکو کتب میں بنی اسرائیل کی روایت کرتے ہیں قولہ سبحان الذی تجلی علی طور سیناء وأشرق نورہ من الساعیر واستعلن من جبال فاران اور فاران نام مکہ معظمہ کا ہے جیسا کہ ساعیر نام کوہ بیت المقدس کا ہے آور معنی اس کلام کے یہ ہیں کہ پاک ہے وہ خداوند کہ تجلی ذاتی کو بطور پرتو بھگانور اسکا ساعیر سے ہے پردہ ظاہر ہوا کوہستان فاران سے اور بسبب اُسی تجلی الٰہی کے جو کہ زائران اُس خانہ عظیم سے نظر آتا ہی کسیکو اور دقار اور عظمت کو مقرون بجلال پاتا ہی خواہ نہ کی ہو خواہ بلیدہ اور سمجھتا ہی کہ اس جگہ میں ایک شان عظیم ہی کہ کسی مکان میں یہ شان نہ ہو اور محجوب ہونا اُس خانہ کا دلوں میں اور انجذاب قلوب کا طرف اُسکے آثار اُسی تجلی سے ہے لزنا اللہ الفوز بما شاھدتہ ظاھرا و باطنا اور جو وقت اُن تجلیات خاصہ اللہ کے حق میں کہ قلوب لیا ہے واقع ہوتی ہیں اور بنہوز شان بوہیت اور سجودیت کی اُن میں موجود نہیں آدمیوں کس طرح کے کلام کہے ہوں مثل قول حذیفہ بن یمانؓ کے المجلس من عمر خیر من عبادۃ ستین سنۃ اور مثل قول مولانا رومؒ کے **مثنوی** ہر کہ یہ تبریز یافت یک نظر از شمس دین ۔ طعنہ زند بر وی کہ زد اژدہ بیچ حق اس تجلی عام وسیع کے کہ بہ تبع سجودیت اور صعبیت کے پہونچی ہی کیا نہیں چاہیئے البتہ ابن ابی شیبہ اور ازرقی اور جندی اور بیہقی شعب الایمان میں عطا ابن سیار سے لائے ہیں النظر الی البیت عبادۃ والناظر الی البیت بمنزلۃ القائم الصائم المحیی المجاھد فی سبیل اللہ اور جندی نے عطا سے نقل کی ہے کہ ان نظرۃ الی البیت فی غیر طواف ولا صلوۃ تعدل عبادۃ سنۃ قیامھا وصیامھا اور ابن ابی شیبہ اور جندی نے طاؤس سے نقل کی ہے کہ النظر الی البیت افضل من عبادۃ الصائم القائم الدائم المجاھد فی سبیل اللہ یعنی نظر کرنی طرف بیت اللہ کے افضل ہی عبادت روزہ دار کی سے کہ ہمیشہ قائم اللیل اور اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہی اور ابن عدی اور بیہقی شعب الایمان میں بسند ضعیف بروایت ابن عباسؓ کے اُس حضرت سے لائے ہیں کہ ان للہ تعالیٰ فی کل یوم ولیلۃ مائۃ وعشرین رحمۃ ینزلھا علی ھذا البیت ستون منھا للطائفین واربعون للمصلین و

عشرون للناظرین یعنی تحقیق ہر رات دن میں ایک سو بیس رحمتیں الٰہی اس بیت کے واسطے نازل ہوتی ہیں ساٹھ اُن میں سے واسطے طواف کرنیوالوں کے اور چالیس واسطے نماز پڑھنے والوں کے اور بیس واسطے دیکھنے والوں کے اور ازرقی نے آنحضرت علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جو وقت اُمت کسی پیغمبر کی پیغمبر ساتھ بے ساتھ عذاب الٰہی کے ہلاک ہوتی تھی وہ پیغمبر بیچ کہ کے بجمع کرتے اور مشغول عبادت میں ہوتے جیسا کہ عہدہ دار اور ارباب خدمات بادشاہی کے جب کارِ پیشہ سے معطل ہوتے ہیں حضور بارگاہ میں اجتماع کرتے ہیں اور حجر اور سلام میں حاضر رہتے ہیں اور اسی جائے سے ہے کہ جس شخص کا دل دنیا سے سیر ہوتا ہے اور چاہتا ہے کہ رجوع بخدا کرے کہتا ہے کہ میں ارادہ بیت اللہ کا کرتا ہوں گویا رجوع بخدا ساتھ اسی طریق کے کہا جاتا ہے اور اس جائے معنی دوسرے لفظ مثابۃ للناس کے ظاہر ہوئے اور ازرقی نے مجاہد سے روایت کی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام واسطے حج خانہ کعبہ کے اور اشتر سرخ کے اوپر سوار اور وہ عاصی احرام باندھا اور وہ گیا پشمینہ پہنے ایک کا لونگ کیا اور دوسرے کو چادر اور طواف خانہ کا کیا اور درمیان صفا اور مروہ کے بھی طواف کیا اور درمیان صفا اور مروہ کے لبیک لبیک کہتے ہوئے دوڑتے تھے کہ ایک آواز غیب سے کان میں اُنکے پہونچی کہ لبیک عبدی انا معک یعنی حاضر ہوں میں اے بندے میرے تحقیق میں ساتھ تیرے ہوں حضرت موسیٰؑ اس آواز سے بے اختیار زمین پر سجدہ کرتے ہوئے گرے اور ابن مردویہ اور اصبہانی نے ترغیب اور ترہیب میں اور دیلمی نے بروایت جابر بن عبدالرضہ کے لائے ہیں کہ آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا کہ جب دن قیامت کا ہوگا کعبہ کو فرشتے مانند عرش کے ساتھ زیب اور زینت کے آراستہ کرکے محشر گاہ میں لیجاویں ثنائے راہ میں میری قبر پر گذار پڑے پس کعبہ بزبان فصیح کہے گا السلام علیک یا محمد جواب میں کہوں وعلیک السلام یا بیت اللہ ساتھ تیرے امت میری نے کیا سلوک کیا اور تو ساتھ اُنکے کیا سلوک کریگا کعبہ کہیگا کہ اے محمدؐ جو کوئی امت تیری سے واسطے زیارت میری کے آیا پس میں اُسکو کفایت کرتا ہوں اور شفیع اُسکا ہوں گا اُسکی طرف سے خاطر اپنی کو فارغ رکھ اور جو کوئی واسطے زیارت میری کے نہیں آیا پس میں اُسکو کفایت کرا اور شفیع اُسکا نہ ہونگا اور بخاری و مسلم نے بطریق ابن عباس روایت کی ہے کہ نقل کیا ہے ابراہیم نے عطف خبر کا خبر پر بتقدیر یعنی اس آیت کے معمول یہ نہیں کہ واسطے کہ نہ آدمی اُس سنگ پر نماز گذارتے ہیں اور نہ حکم شرع کا اُسپر آیا اُس سنگ خاص کو نماز گاہ چاہیئے کیا اور واسطے اسی اشکال کے مجاہد نے کہا ہے کہ مراد مقام ابراہیم سے تمام حرم ہے اور مصلے سے جائے کہ معنی صلوٰۃ کے دعا ہے اور عطائے کہا کہ مقام ابراہیم عرفات اور مزدلفہ اور منیٰ ہے اسواسطے کہ حضرت ابراہیم نے اس موضع میں کھڑے ہوکر دعا فرمائی ہے لیکن ان دونوں قولوں میں حمل لفظ مقام ابراہیم کا غیر متعارف پر ہے اور اُس سنگ کو ایک خصاص ہے ظاہر ساتھ مقام ابراہیم ہونے کے واسطے کہ اس اعجاز کو مشابہ اُسی سنگ میں ظہور کیا ہے اور بھی حمل لفظ مصلے کا معنی شرعی پر نہیں ہے کہ واسطے کہ استعمال صلوٰۃ کا دعا میں نزدیک اہل شرع کے رائج نہیں گو لغت میں ہو اور حمل الفاظ قرآنیہ کا معنی شرعیہ پر کرنا چاہیئے نہ معانی لغویہ پر پس اولیٰ وہی ہے کہ تفسیر میں گذرا اور مراد وہ ہے کہ نماز طواف کو بطریق اتجاب موکد تصل اُس سنگ کے ساتھ اُس وجہ کے کہ وہ سنگ بجائے امام کے اور نماز گذار بمنزلہ مقتدی کے چاہیئے گذارے اور قریب مکان کے وہ مکان کہنا مجاز متعارف ہے قریب تحقیق کے پس ظاہر یہ آیت معمول بہ ہے نزدیک اصل یہ نماز واجب ہے اور مذہب امام اعظم رح کے اور نزدیک شافعی رح کے دو قول ہیں ایک کہ سنت ہے دوسرا وہ کہ فرض لیکن گذارنا اس نماز کا ساتھ اس موضع کے کہ عقب اُس سنگ کے بہر بالاجماع تحقیق ساتھ تجانب کعبہ کے حتی للقدور رات نچا چاہیئے دیا اور جو از دحام خلق مانع ہو موضع دوسرے میں مسجد الحرام سے چاہیئے گذارے اور سنن ابن ماجہ اور دیگر کتب محدثین میں بروایت جابرؓ کے آیا کہ لما وقف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقیل لہ ھذا مقام ابراھیم قال نعم رسول اللہ ھذا مقام ابراھیم الذی قال اللہ واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی اور صحیح مسلم اور صحیح ابن حبان میں ہے کہ ان النبی علیہ السلام صلی رکعتی الطواف واستلم الحجر ثم مشی الی المقام فقرء واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی خلفہ رکعتین ثم قرء واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی اور بھی صحیح صحاح میں موجود ہے کہ نزول اس آیت کا موافقات حضرت عمرؓ سے ہے اور انہوں نے بیچ مقدمہ اسی سنگ کے عرض کی تھی کہ نماز طواف کو عقب اُسکے مقرر فرمانا چاہیئے حق میں تمام حرم یا عرفات وغیرہ کے اور بعضے ظریفوں خلافیہ سے سنا گیا کہ کہتے تھے کہ عمل اس آیت پر نصیب ہمارا ہے جمیع خلائق سے کہ مصلے ہمارا جانب مقام ابراہیم کے ہے اور مصلے اہل ہدایت دو مذہب کا جواب دینے سری میں حنفی نے جواب میں اس ظرافت اُسکی کے کہا کہ سمت قبلہ جاوے کی موافق سمت قبلہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہے کسواسطے کہ بالقطع ثابت ہے کہ قبلہ حضرت ابراہیمؑ کا اور جمیع بلدان خلیل کا طرف میزاب کے ہے اور بیچ اُسی جانب کے مصلے حنفی ہے لیکن وہ مقام کہ بالفعل مصلی حنفی بیچ اُس جائے کے ذاخل میں مسجد الحرام سے خارج تھا اور دار الندوہ قریش کا تھا لیکن بعد زیادہ ہونے مسجد الحرام کے اُس جگہ نے بھی حکم مسجد الحرام کا پکڑا ہے بدلیل اُس حدیث کے کہ حق میں مسجد نبی کے فرمائی ہے اور حکم مسجد الحرام کا وہی ہے وھو قولہ لو بنی مسجدی ھذا الی صنعاء لکان مسجدی بحمد اللہ پنجم وہ کہ تقدیم طائفین سے عاکفین اور مصلین پر بعض مفسرین نے استنباط کیا ہے کہ مجاور مکہ کو طواف نماز سے بہتر ہے اخرج جندی وابن النجاری عن جابر بن عبداللہ قال قال رسول اللہ علیہ وسلم من طاف بالبیت اسبوعا وصلی خلف مقام ابراھیم رکعتین وشرب من ماء زمزم غفر اللہ لہ ذنوبہ کلھا بالغۃ ما بلغت واخرج الازرقی عن عمر بن شعیب عن ابیہ عن جدہ قال قال رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کہ جو وقت کوئی شخص بارادہ حج اپنے گھر سے نکلتا ہے ایسا ہے کہ دریائے رحمت میں داخل ہو کر جاتا ہے اور جو طواف میں داخل ہوا ایسا ہے کہ دریائے رحمت میں اس نے غوطہ کھایا اور جو وقت طواف شروع کیا ہر قدم اسکے پر فرشتہ اسکو حطاً فی الی بیں حسنۃ قسم اٹھاتا ہے پانو نیکی واسطے اس کے لکھتے ہیں اور جو وقت رکتا ہے پانو گناہ اس سے دور کرتے ہیں اور جب طواف سے فارغ ہو کر مقام ابراہیم میں پہونچتا ہے اور دو رکعت طواف ادا کرتا ہے ایسا ہوتا ہے کہ گویا شکم مادر سے امروز پیدا ہوا ہے کہ کوئی گناہ نہیں کہتا اور فرشتہ مقابل اگر اس کو کہتا ہے کہ از سر نو عمل کر باقی عمر اپنی میں کہ عمر گذری ہوئی اپنی سے فارغ ہوا تو اور اسکو مرتبہ شفاعت متواتر دیتا ہوں کہ اقارب اسکے دینے ہیں بحجت ششم وہ کہ حرف عطف کہ واو ہے میان رکوع اور سجود کے واسطے خدمت کیا ہاں لاکہ سابق سے اس کلام کی بطریق عطف کے ہے کہ للطائفین والعاکفین کے جواب اسکا ظاہر ہے اور وہ یہ ہے کہ طواف اور اعتکاف ہر دو عمل جداگانہ ہیں ایک سے دوسرے پر موقوف نہیں بخلاف رکوع اور سجود کے کہ بدون انضمام باہمگر کے عبادت نہیں ہوتی ہے اور اعتبار میں نہیں آتی ہے بنا بر اسکے کہ مجموع ان دونوں فعل کا ایک عمل ہوتا ہے کہ وہ نماز ہے پس تو سیط عاطف کی درمیان دونوں کے مناسب تھی بحجت ہفتم یہ کہ اس جگہ میں اوپر محض رکوع اور سجود نماز کے اکتفا کیا اور سورۂ حج میں قیام کو بھی ذکر فرمایا ہے سبب اختلاف اس پہلو کا کیا ہے جواب اسکا وہ کہ حقیقت میں کہ نماز غیر نماز سے امتیاز پیدا کرے یہی دو فعل ہیں رکوع اور سجود اور قیام اختصاص ساتھ نماز کے بلکہ ساتھ عبادت کے بھی نہیں رکھتا ہے اسواسطے کہ قیام اکثر اوقات بنا بر عبادت کے ہوتا ہے جیسا کہ تعہد اور ضطجاع بخلاف رکوع اور سجود کے کہ بدون قصد تعظیم مفوہ بالقصد عبادت کے متحقق نہیں ہوتا ہے پس ذکر کہ رکوع اور سجود کو بالکل یا ذکر ما بہ الامتیاز کا ہے اور ساتھ ذکران دونوں کی نماز کی حقیقت کی طرف اشارہ متحقق ہوا اور فکر قیام چنداں درکار نرا البتہ سورہ حج میں مناسک حج منظور ہے اشباع کلام اور استیفائے ارکان نماز بھی مناسب بمقام خطاب امجا کے ہے اور بھی کہہ سکتے ہیں کہ خطاب سورہ حج میں ساتھ مشرکین کہ کے ہے کہ اصلا نماز سے آشنا نہ تھے بدلیل ان الذین کفروا ویصدون عن سبیل اللہ والمسجد الحرام پس ذکر قیام اور رکوع اور سجود تمام اجمالا چپاں پڑے کو اسطے کہ یہ نہ واسطے خدا کے قیام کرتے تھے اور نہ رکوع اور سجود اور خطاب بیچ امجا کے ساتھ اہل کتاب کے ہی ہیود اور نصاری سے اور یہ نماز کو جانتے تھے اور ارکان نماز سی قیام کو بخوبی بجا لاتے تھے اور رکوع اور سجود کو بھی کم و کاست ادا کرتے تھے اور جو کوئی امر میں خلل کرتا تھا انہیں دو رکن میں یعنی رکوع اور سجود میں کرتا کو اسطے کہ رکوع کو اصلا نہیں کرتے تھے اور سجود اوپر وجہ شروع کے ادا نہیں کرتے تھے پس تمام کا لیکے اصلا درکار نہ تھا بحجت ہشتم وہ کہ امجا میں عاکفان کو بھی ہمراہ طائفین کے مذکور فرمایا ہے اور سورۂ حج میں عاکفان کو موقوف کیا اوپر ذکر طائفین اور مصلین کے انکتفا کیا سبب اس اختلاف کا کیا ہے جواب اسکا وہ کہ سورۂ حج میں تھوڑا سا پہلے اس لفظ کے مسجد الحرام کے حق میں گذرا ہے کہ جعلنہ للناس سواء ن العاکف فیہ والباد اور امجا میں ذکر عاکف کا مکرر تھا بخلاف طائفون کے اور نمازیوں کے کہ ہر دو قسم ابتدا اگذکور ہیں اور بھی سورۂ حج میں اول سے مذکور تمام مسجد حرام کا ہے اور اعتکاف تعلق ساتھ تمام مسجد کے رکھتا ہے عاکفین کو متصل ذکر منسب کے لانا مناسب تھا اور ذکر طواف اور نماز کا کہ تعلق ساتھ خانہ کعبہ کے ہے باعتبار دوران اور استقبال کے متصل ذکر خانہ کعبہ کے لانا چپاں معلوم ہوا اور اس سورۂ میں سابق ذکر مسجد الحرام کا نہیں گذرا ہے بلکہ ذکر خانہ کعبہ کا ہے کہ واذ جعلنا البیت مثابۃ للناس پس ذکر عاکفین کا کہ ایک نوع تعلق ساتھ اس خانہ کے رکھتے اگرچہ وہ تعلق بعید ہے ضرور پڑا بحجت نہم وہ کہ محققین نے کہا ہے کہ مقام حضرت آدم علیہ السلام کا مقام قلب تھا اور احکام لطیفہ قلب کے انپر غالب اور بیت المعمور بمثال قلب کے ہے وہ شخص اکبر ہیں اور بواسطے موافق بعضی روایات کے آسمان چہارم میں جانے اسکی ہے کہ وسط عالم کبیر کا ہے پس فرمایا آدم کو واسطے طواف اس بیت کے اور تیار کرنے اسکے کی صورت دوران اسکے کی اوپر کامل کرنے لطیفہ قالب کے تھی کہ اس نے ساتھ اس رنگ کے ظہور کیا اور عہد میں ادریس کے لطیفہ عقل کا اوپر ردی کار کے آیا اور احکام اسکے غالب ہوئے اور عہد حضرت نوح علیہ السلام میں لطیفہ روح نے استیلا کیا اور واسطے اسی کے طواف بیت المعمور اور مناسک اس خانہ کی روبرو انتقا کے لائے اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام پھر متوجہ صلاح اس لطیفہ کے ہوئے اور احکام اسکے کو غالب کیا عہد میں انکے احکام حج اور اقامت مناسک کے کہ تمام جوش محبت اور شوق اور دوستی صفات قلبی سے نشان دیتے تھے ساتھ ظہور تمام کے جلوہ گر ہوئے اور رکن اسود کو بمنزلہ دست شیخ کے بصافحہ میں بیعت کے اور مقام ابراہیم صورت اتباع شیخ کے جو وقت کہ وارث منصب ابراہیمی کا ہی حق میں مرید کے اور سیاہی رنگ کن اسود کی دلیل اس کی ہے کہ احکام شریعت کو شیخ مرجع پکڑ گریز کرے اور بے اعتقاد نہو بلکہ دست اسکے کو دست خدا پہچانے اور دست گیر طریقت کا جانے اور جیسا کہ بنی اسرائیل راہ محبت اور شوق سے بجز غیرہ طمع اور خوف سے کوئی راہ دوسرا نہیں جانتے تھے خوف و اضمحلال مجھ کی نہیں سمجھتے تھے اور کہ اس اضمحلال کو انہوں نے نپایا جیسا کہ علما و فقرا اور ارباب خلوات کے کیفیت وجد اور شوق سے بے خبر رہتے ہیں اور اوپر اسکے انکار کرتے ہیں حق تعالی نے انکو اس امر سے آگاہ کیا اور فرمایا کہ یہ امور ملت ابراہیمی کے اندر داخل تھے قبیل بدعات مشرکین سے اگر یہ پیغمبر اور امت اسکی احیا اس سنت سنیہ ابراہیم علیہ السلام کا کریں کیا جائے اعتراض ہے اور کیا محل انکار ہے اور اگر تعظیم اس خانہ کی اور طواف اسکا اور اعتکاف نزدیک اسکے اور نماز طرف اسکے اصل میں ملت ابراہیمی میں داخل تھی حضرت ابراہیم علیہ السلام بعد بنا اس خانہ کے کو اسطے بار بار اوپر ابقائے اس خانہ اور حرمت اسکی کے دعائیں کرتے تھے اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ یعنی یاد کرو اس وقت کو کہ کہا ابراہیم نے جو وقت کہ واسطے بنا کرنے خانہ کعبہ کے امور ہوئے اور عزم مصمم اوپر اسکے کیا رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بلدا اے پروردگار میرے کر اس صحرائے لق ودق کو کہ زیادہ چند خانہ دار سے امجا میں سکونت کسی کی تھی بَلَدًا یعنی شہر آباد تا کہ فائدہ بنائے اس خانہ کا حاصل ہو کو اسطے کہ جب حوالی اسکے میں کوئی شہر آباد نہو طواف اس خانہ کا کون کریں اور اعتکاف کون بجا لاوے اور نماز کون گذارے اٰمِنًا یعنی با امن واسطے

کہ بوقت درد اور آفتیں شہر میں ہوویں ویران ہو جاوے اور بباعث خوف کے قافلے بھی دور دور سے نہ آسکیں موجب ویرانی اُسکی کا ہوتا ہے پس معنی مناسبۃ للناس کے کیونکر متحقق ہونگے اور بھی یہ صحرا قابل پیدا ہونے گیاہ کا نہیں ہے تاکہ مواشی اُسجا زندگانی کر سکیں اور نہ قابل زراعت کے ہے بسبب خشکی اور سنگ لاخی کے تاکہ آدمی اسجا میں ساتھ معاش کے بسر لیجاویں پس اس مکان میں فراخ چاہیئے ہے تو تجار ہر طرف سے جو سب اور غلات اور تحفہ اور تمشہ کو لاویں اور کاروبار عیشت مکان اسجا پر فراخ ہو اور حق تعالیٰ نے اس عاصفہ رہا ابراہیم کو ساتھ اُسکے مستجاب فرمایا کہ کوئی ظالم غریب آزار اُوپر اس مکان کے دستیاب نہو اور اگر کسی نے ظلم سے قصد اُس مکان کا کیا فی الفور ہلاک ہوا جیسا کہ قصہ میں اصحاب فیل کے واقع ہوا اور جو کوئی کہے کہ جملہ ثقفی نے کہ ظالم اور ستم اور خون ناحق کرنے میں ضرب المثل ہے کیونکر اُس شہر پر قبضہ پایا اور اُس عہد میں اُسوقت عبد اللہ بن زبیر کا محاصرہ کیا اور قتل کیا کہتے ہیں ہم کہ غرض حجاج کی تخریب اس شہر اور ایذائے ساکنان اُسجا کے نہ تھی لہذا سابقہ آدمیوں اُس شہر کے تعرض نکیا وہ ظلم اور ستم کہ اُس سے واقع ہوا ابن زبیر اور اُسکے رفیقوں پر واقع ہوا اور جو کہا تھا اس خانہ عظیم کی اُس صدمہ میں شکست و ریخت پائی تھی ساتھ مرمت اور اصلاح اُسکی کے کوشش کی اور لباس کعبہ زیب و زینت اُسکی نسبت سابق کے زیادہ کی باجملہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے واسطے بقائے رسم حج کے آبادی اس شہر کی چاہی اور واسطے آبادی کے اس کو واسطے کہ دو صورت بے امنی اور ویرانی شہر کے کم ہونا وقت کا ہے اور بھی واسطے بقائے آبادی کے دعا دوسری فرمائی وَارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ یعنی اور روزی دے ساکنان اس شہر کو میووں گوناگون اقالیم مختلفہ سے تو بسبب شوق میوہ کھانے کے اس جنگل خشک سے آوارہ ہو کر طرف ولایت میوہ دار کے نجاویں اور اس دعا کو ان کی حق تعالیٰ نے ساتھ اس صورت کے اجابت فرمایا کہ شہر طائف کو حضرت جبریل علیہ السلام نے زمین فلسطین اور شام سے پروں پر اپنے اُٹھا لائے اور اول اُسکو گرد اگرد خانہ کعبہ کے سات بار طواف کرایا اسواسطے مسمی بطائف ہوا بعد اُسکے بمسافت سہ روزہ راہ کے مکہ سے بالائے کوہ کے کہا اور آپ ہوا اُس جا کو اور اوپر اصل وضع اپنی کے باقی رکھا اور یہ قصہ عجائبوں قدرت الٰہی سے ہے کو واسطے کہ مکہ معظمہ میں ایام تابستان میں ساتھ چلنے ہوا گرم اور سوزش سنگہائے کو ہستان کی ایک حالت سخت معلوم ہوتی ہے جو اُس جاسے کوہ پر طائف کے آتے ہیں بعینہ ہوا اُسجا کی ہوا کے ولایت سرد سیر کی ہوتی ہے اور مویز طائف کی بے دانہ اور دوسرے میوے ولایت سرد سیر کے بہت موجود رہتے ہیں اور بھی طریق دوسرا واسطے استجابت اس دعا کے وہ ہوا کہ قلوب رویہ کو کشش عظیم طرف اُس شہر اور ساکنان اُس شہر کے پیدا کی تو ہر طرف سے جو ب و غلات اور فواکہ و ثمار کھینچے لاتے ہیں اور پہونچاتے ہیں مصر سے ہند سے سندھ سے اور خارج بحر و بر سے جہاز بھر کر جاتے ہیں اور خالی آتے ہیں اسواسطے اس شہر میں نفائس ہر ملک کے پائے جاتے ہیں جو حضرت ابراہیم نے وقت اس دعا کرنیکے یا دفرمایا کہ مینے واسطے اولاد اپنی کے طلب امامت کی تھی اور حق تعالیٰ نے فرمایا کہ ظالموں کو تیری اولاد سے امامت نہ پہونچیگی ناچار طلب رزق میں موافقت اُسی کی فرما کر تخصیص اور تقیید چاہیئے کرنی اسواسطے کہا کہ میں خاص کرتا ہوں طلب رزق میں مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ یعنی اُس کسی کو کہ ایمان لایا ہے اہل اس شہر سے خدا پر اور آخرت پر تو غیران سے اس شہر میں بسبب بے معاشی کے سکونت نہ کریں اور کوئی کافر اس شہر میں اقامت نکر سکیگا تاکہ یہ شہر آلودگی کفر اور بت پرستی سے خالی ہو قَالَ یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا کہ روزی کو امامت پر قیاس مت کر کہ واسطے کہ اہلیت نبوت کی ہو یں چاہیئے کہ صاحب اُسکا ظالم اور گنہگار نہو اور روزی قبیل پرورش الٰہی سے ہے اور وہ رب العالمین ہے مومن اور کافر ظالم اور عادل اور صالح اور فاسق کو پرورش کرتا ہے البتہ رزق آدمیوں ایمان اور کادنیا میں موصول ساتھ رزق آخرت کے ہے پس گویا ابتدائے تولد اپنے سے ابولآبدین تک مرزوق ہیں وَمَنْ كَفَرَ یعنی جو کہ کافر ہو پس اُسکو دیوے حصول رزق دنیاوی میں امتیاز نہیں دیتا ہوں میں بلکہ وجہ امتیاز اُسکی وہ ہے کہ رزق اُسکا مدت العمر ہے فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا یعنی پس بہرہ مند کرتا ہوں میں اُسکو مال اندک سے کو رزق بہت اور نعمت بیشمار دیا جاوے لیکن یہ تمام اُسکی زندگی تک ہے ثُمَّ اَضْطَرُّهٗ یعنی پھر اُسکو بیچارہ کر لیجاؤں میں اِلٰى عَذَابِ النَّارِ یعنی طرف عذاب آتش کے کہ ابتدا اُسکی مفارقت روح کی بدن سے شروع ہوتی ہے اور انتہائے اُسکی ابد ہے کہ نہایت نہ رکھے اور بسبب اُسکے کہ مجاور خانہ کعبہ کا تھا اور اس شہر میں رہتا تھا کچھ تخفیف عذاب کی اُسکو حاصل ہونگی بلکہ نسبت دوسرے کافروں کے عذاب اُسکو مضاعف ہوگا کو واسطے کہ قرب میں گھر کے الحاد اختیار کیا وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ یعنی بدجائے بازگشت ہے دوزخ کو واسطے کہ دنیا میں جو کوئی مکان بنسبت مکان مع کے ایک جہت سے بہرہ ہوتا ہے دوسری جہت سے خوب بہرہ ہوتا ہے اور وہ مکان ہر جہت سے بدہے ساتھ کسی وجہ کے خوبی نہیں کہتا اور باقی رہے اس جا میں فائدے چند کا اطلاع اُن فائدوں پر ضرور ہے اول وہ کہ بیچ بیان اُن قصوں کے تمہید ہے ثانی موعظ نہیں کو واسطے کہ جب اُن اول بنائے کعبہ کی بھی بعد اُس کے کردنیا خانہ کعبہ کو مرجع خلائق پس کیا نکتہ ہے کہ اُن ترتیب کو معکوس فرمایا ہے جواب اُسکا وہ کہ اولاً طریق اجمال واذ ابتلیٰ ابراھیم میں اشارہ سلف اس قصہ کے فرمایا ہے بعد اُس سے تفصیل اُسکی شروع کی اول ذکر امامت حضرت ابراہیم علیہ السلام کا لائے نزدیک کہ دنیا اس منصب جلیل جہت شرافتوں اوپر تمام نعمتوں کے مقدم ہے بعد اُس سے مذکور ہوا عہد ظالمین ہونا اُس شہر کا لائے کو واسطے کہ مقصود بنائے کعبہ سے یہی تھا اور مقصد کو اوپر وسیلوں کے تقدم ہے بعد اُس سے بیان فرمایا کہ امین ہونا اس شہر کا تھا جس بسبب دعا حضرت ابراہیم کے ہے اور وہ بایں یقین قبول ہوئی پھر دعا دوسری کہ وقت بنائے اُس خانہ کی بھی بقبولیت گئی اور ضمن میں اُس دعا کے بعثت حضرت خاتم المرسلین ع کی بھی بھی بس ساتھ اس ترتیب کے شایستہ مقصود کا ساتھ اس وجہ کے جلوہ گر ہوا فائدہ دوسرا وہ کہ اس سورت میں بلد اٰمنا واقع ہوا اور سورہ ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام میں ھذا البلد اٰمنا تفاوت ان دو عبارت کا سو واسطے ہے وجہ اسکی وہ دعا کہ اس سورۂ میں ہے قبیل اُس شے تھی کہ وہ مکان آباد ہو کر صورت شہر کی پیدا کرے پس گویا دعا عرض کیا کہ بارخدایا اس مرابے گیاہ کو اول شہر کر دے پھر شہر با امن اور وہ دعا کہ بیچ سورۂ

ابراہیم کے بعد آبادی شہر سے تھی پس گویا ایسی دعا کی کہ یا خدایا اس شہر آبادکو حوادث سے مامون رکھ۔ فائدہ نمبر ۱ وہ جو اس دعا سے حضرت ابراہیمؑ کو معلوم ہوا کہ کاملین بعضے اوقات میں امور دنیا کو شامل امین روزی اور بھلائے میووں مانند اس کے ہوسکے ہے خدا سے چاہتے ہیں کہ یہ چیزیں باعث ازدیاد فروغ دین اور رونق شریعت ہوتی ہیں کیونکہ ظاہر ہے کہ امن و فراغ خاطر کار روزی سے بہرہ ہے اور جمعیت خاطر دل کی طاعت میں ہے اور بھی اُس شہر میں کہ خوف سے امین ہیں اور روزی آدمیوں اُس جگہ کے واسع پیشتر کہ محل اجتماع خلائق کا اور آمد و رفت مردم کی ہر طرف سے ہوتی ہے پس درحقیقت طلب دنیا نہیں بلکہ طلب دین ہے اور طلب دنیا واسطے دین کے منافی کمال کے نہیں ہے چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ نعم المال الصالح للرجل الصالح فائدہ نمبر ۲ وہ کہ سابق سے ضمائر متکلم مع الغیر کی جعلنا اور تعلم ذا میں مستعمل ہوتی آئی اور اسجا میں کو واسطے صیغہ متکلم واحد کا ... متعه واضطره میں استعمال فرمایا جواب اسکا وہ کہ درمیان اس تغایر اسلوب کے ایک نکتہ ہے دقیق اور ایک اشارہ ہے باریک گو یا ایسا فرماتے ہیں کہ بیچ دینے روزی کافرین اور فاجرین کے ایسے عذاب دینے اُسکے کے بعد مرنے سے ہر چند بندگان صالح میرے فرشتوں سے اور انبیاؤں سے ساتھ میرے رفیق ہوں اور روادار اُسکے نہوں کہ میں تنہا ان دو کار کو کروں اور سراُسکا وہ ہے کہ خلوق ہر چند ساتھ اعمالے کمال کے پہنچی ہو ملاحظہ جمیع وجوہ حکمت عاجز ہے اور حکم میں قوائے تجاذبہ کے مجبور اگر کسیکو برسر تمرد اور عناد دیکھنا ہے چاہتا ہے کہ فی الفور ہلاک ہو اور فرصت اکیدم لینے کی نہ پاوے اور جو کسی کو شدت الم اور عذاب میں گرفتار دیکھتا ہے رقت کرتا ہے اور جرم سابقہ اُسکے غافل ہو جاتا ہے اور ساتھ شفاعت اور سفارش اُسکی کے مُہتا ہے شان حکیم علی الاطلاق کی ہے اور بس کہ ہر اعات ہر وجہ کو وجوہ حکمت سے بیچ وقت اپنے کے فرماتا ہے وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ یعنی اور یاد کرو تم اُس وقت کو کہ بلند کرتا تھا ابراہیمؑ دیوار کو اُس خانہ سے ساتھ ہاتھ اپنے کے اور حوالے اُس کار کو اور کسی کل کیا اور معمار کے نہیں کرتے تھے تو کہ اس اجرا اور ثواب میں دوسرا شریک اُسکے نہو کہ اِسْمٰعِيلُ یعنی اور اسمعیل بھی اسی شریف شغل تھے ساتھ بلند کرنے دیوار کے ساتھ ابراہیم علیہ السلام کے حدیث میں آیا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ بجائے گل کار کے مشغول ساتھ بنانے کعبہ خلیل کے تھے اور حضرت اسمعیل علیہ السلام بجائے مزدور کے گارا برکرتے تھے اور پتھر کو اُٹھا کر لاتے تھے اور یہ دونوں بزرگ اُس وقت میں یہ دعا کرتے تھے رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا یعنی اے پروردگار ہمارے ساتھ فضل اپنے کے قبول کر ہم سے اس محنت داس خدمت کو اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيعُ یعنی تحقیق تو سننے والا ہے دعا ہماری کو الْعَلِيمُ یعنی جاننے والا نیت ہماری کو اور فرق قبول اور تقبل میں وہ ہے کہ جو چیز لیاقت قبول کی رکھتی ہے اُس جا کہتے ہیں کہ اُس چیز کو قبول کر اگر وہ چیز ناقص ہوتی ہے اور قابل اُسکے نہیں ہوتی کہ اُسکو قبول کرے یوں کہتے ہیں اس چیز کو تقبل کر بنا بر اُسکے تقبل عبارت تکلف قبول سے ہے اور تکلف قبول اُس جا ہوتا ہے کہ وہ چیز لیاقت قبول کی نو رکھتی ہو پس اس لفظ میں کمال مضم نفس تواضع اور کوتاہ بینی عمل اپنے کی ہے گویا قابل اُسکے نہیں کہ مقبول ہو مگر وہ کہ راہ عنایت و فضل اپنے سے اُسکو قبول کرے تو اور مانند اس مضم نفس اور تواضع کے پس حضرت سے بھی منقول ہے در قطنی بروایت ابن عباسؓ کے لا یکاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو دعا طہارہ وغیرہ کا فرماتے تھے کہتے تھے اللھم اغفر لنا وتقبل منا اقبل منا انک انت السمیع العلیم باقی رہے استجا فائدہ چند اول وہ کہ اس لفظ سے کہ یرفع ابراھیم القواعد من البیت ہے اکثر موضع میں ایسا استعمال کیا ہے کہ بنیاد خانہ کعبہ قبل زمانہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے موجود تھی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی بنیاد پر دیوار کو بلند کیا چنانچہ بیہقی نے شعب الایمان میں ورقی نے وہب بن منبہ سے روایت کی ہے کہ جب حضرت آدمؑ اوپر زمین کے پڑے اُنکو بسبب تنہائی کے وحشت عظیم ہم پہونچی اور بھی زمین میں کوئی مکان ایسا مستعف نہیں دیکھتے تھے عرض کی کہ بارخدایا میں زمین میں تنہا واقع ہوا ہوں کوئی نہیں کہ ہمراہ میرے تیری عبادت میں شریک ہو اور بھی زمین میں کوئی مکان مسقف نہیں دیکھتا ہوں حق تعالیٰ نے فرمایا کہ عنقریب لاد تیری سے اولاد بہت پیدا ہوں اور ساتھ تسبیح اور تقدیس میری کے مشغول ہوں اور خانے بنا کریں لیکن چاہیئے کہ اول خانہ بنام میرے بنا کرے تو اور اُسکو مانند عرش اور بیت المعمور کے قبلہ واطاف گاہ بنا دے تو اس بعد واسطے اپنے اور اُسکے اولاد اپنی کے گھر بنا کرے تو حضرت آدمؑ نے عرض کی کہ بارخدایا مجھ کو کہاں بنا کروں میں فرمایا اُس جا میں کہ فلک بدن میری کی خیمہ گی تھی ہنتے اور چالیس برس تک وہ خاک سی جا پڑی رہی اور تمام زمین کو اُسی جا سے پھیلا کر فروغ کیا ہے جسنے حضرت آدمؑ نے عرض کیا کہ مجکو نشان اُس جا کا دینا چاہیئے حضرت جبرئیلؑ کو حکم ہوا کہ ہمراہ آدمؑ کے آئے اور اُس مکان کا نشان دیا اور فرشتوں کو حکم کیا کہ زمین سے بنیاد خانہ کی پورا لاویں چونکہ بنیاد دوئے زمین تک پہونچی بیت المعمور کو آسمان میں طواف گاہ ملائکہ کا نازل فرمایا اور اُسی بنیاد کے رکھا اور حضرت آدمؑ کو حکم ہوا کہ گروہ اُسکے طواف کریں اور طواف اُسکے نماز گذاریں اور بجائے خانہ کعبہ کی ایام طوفان آنکے اُسی طریق کے تھی اور وقت طوفان کے بیت المعمور اُٹھا لیا گیا اور محاذی خانہ کعبہ کے آسمان ساتویں پر رکھا اور فرشتے ساتھ طواف اور زیارت اُسکی کے مشغول ہیں چنانچہ حدیث معراج میں مذکور آسکا آیا اور بعد طوفان سے مقام کعبہ میں ٹیلا بزرگ سرخ رنگ بلند زمین سے نمودار تھا اور وہ بنیاد حضرت آدمؑ کی زیر زمین برقرار تھی لیکن وحی واسطے طلب حاجات اپنی کے اور بھائے جہات اپنی کے اُسی مکان کا قصد کرتے تھے اور نذریں لیکر لایا کرتے تھے۔ یہانتک کہ حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام واسطے بنائے کعبہ کے مامور ہوئے اور اُسی بنیاد پر دیوار کو اُٹھایا اور اُسپر تعین اُس مکان کے حضرت جبرئیل ایک پر کو لائے ساتھ سایہ اُسکے کے تشخیص اُس موضع کی کا مقصد بنائے حضرت ابراہیمؑ موافق اُسکے کہ حدیث میں آیا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آتش نمرود کی نجات پائی اور ایمان قوم اور برادر اپنے سے مایوس ہوئے ترک وطن کرکے ہمت حران کے نزدیک عم اپنے کے کہ ہاران نام رکھتے تھے گئے اور اُس نے دختر اپنی کو کہ حضرت سارہ نام رکھتی تھی ساتھ اُسکے بکمال کر دیا اور اُنکو ساتھ امتعالت ورد و جوئی کے پاس اپنے بگاہ کر بایا غرض اُسکی وصلتی کہ انکو سوائے طمع مال و متاع دنیا اور زن و فرزند کے دین اپنے سے پھیر نہیں جب حضرت ابراہیمؑ نے توحید پر اصرار کیا اور حضرت سارہ بھی ساتھ حضرت ابراہیمؑ کے متفق ہوئی اور بت پرستوں دین کا عیب

کرتا پکڑا ہاران غصہ ہوا اور دونوں کو اثاث اور متاع اور لباس اور زیب و زینت سے برہنہ کر کے نکالدیا اُنہوں نے حضرت ساؤ کو ہمراہ اپنے لیا اور حضرت سارہ نے ساتھ اُنکے عہد باندھا کہ میں ہرگز نافرمانی تمہاری نہ کرونگی بشرطیکہ تم بھی نافرمانی میری نہ کرو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس باب میں ساتھ اُنکے عہد دیا اور پاہر آئے سوا حضرت لوط علیہ السلام سے کہ برادر زادہ ان دونوں کے ہوتے تھے کوئی دوسرا ہمراہ نہ ہوا اول قصد مصر کا کیا اتفاقاً اُسجا ایک بادشاہ جبار سرکش کا فرسلط تھا اور عادت اُسکی ایسی کہ ہر زن خوش رو کو مالک اُسکے سے غصب کرتا تھا اگر شوہر اُسکا ہوتا تھا اُسکو قتل کرتا تھا اور جو بھائی یا دوسرا وارث اُسکے ہوتے تھے قتل نہیں کرتا تھا جو حضرت ابراہیمؑ اُس شہر میں داخل ہوئے اور یہ اجرا سنا ورے اسواسطے کہ حضرت ساؤ حسن و جمال میں عورتوں اُس وقت سے ممتاز تھیں جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ وہ حسن کہ حضرت آدمؑ کو دیا تھا نصف اُس سے ساتھ حضرت یوسفؑ کے دیا ہے اور شمس حصہ ساتھ حضرت ساؤ کے اور ما بقی بیچ جمیع آدمیوں کے تقسیم ہوا القصہ حضرت ابراہیمؑ نے ساتھ حضرت سارہ علیہا السلام کے کہا کہ عادت بادشاہ اسجا کی یہ ہے جو بیاہ دے واسطے لیجانے تمہارے کے آویں تم اظہار نکیجو کہ میں شوہر تمہارا ہوں بلکہ کہو تم کہ میں برادر تمہارا کسواسطے کہ میں باعتبار دین اسلام کے برادر تمہارا ہوتا ہوں اور حق تعالیٰ تمکو ہاتھ اُس ظالم کے سے محفوظ رکھیگا اور ناموس کو ضائع نکریگا ناگاہ آدمیوں نے اُس بادشاہ کے حسن جمال حضرت ساؤ کا سنکر روبرو اُسکے عرض کیا کہ اُس شہر میں ایک عورت وارد ہوئی ہے کہ حسن میں بے نظیر ہے اُس ظالم نے کہا لاؤ تم اور جستجو شہر کرتا ہے اُسکو قتل کرو تم بیاوے روبرو حضرت ابراہیمؑ کے آئے اور دریافت کیا کہ یہ عورت کہ ہمراہ تمہارے ہے تمہارے ساتھ کیا علاقہ رکھتی ہے کہا کہ خواہر دینی میری ہے اُنہوں نے حضرت ابراہیمؑ کو پھیڑا اور حضرت سارہؑ کو بزور لے گئے جو حضرت ابراہیمؑ نے حال اس طریق پر دیکھا داسطے نماز کے کھڑے ہوئے اور مشغول بدعا ہوئے اور جسوقت حضرت ساؤ روبرو اس ظالم کے پہونچیں بھر دیکھنے کے فریفتہ حسن و جمال اُسکے کا ہوا اور چاہا کہ بے ادبی کرے حضرت سارہؑ نے کہا کہ مجکو مہلت دے کہ بجا آورم عبادت راہ اور پر میرے پاک ہوا ہے شست و شو کروں میں اور رسم عبادت اپنی کی بجالاؤں میں بعد اُس سے جو کچھ چاہے تو کر اُس ظالم نے فرمایا کہ آتا ہوں اور شست لاویں اور اسی مکان میں شست و شو کرلیں حضرت ساؤ نے وضو کیا اور واسطے نماز کے کھڑی ہوئی اور نماز کو مداوم کیا اور مشغول بدعا ہوئی اُس ظالم نے جو دیکھا کہ نماز سے فارغ نہیں ہوتیں چاہا تو بعین نماز میں اُوپر اُنکے دست درازی کرے اور سکان کو خلوت کیا جسوقت کہ ارادہ ہاتھ پہونچانیکا طرف اُنکے کیا ہر دونوں ہات اُسکے بند ہوئے اور بیہوش ہو کر گر پڑا اور نفس اُسکا بند ہوا اور کف دہن اُسکے سے رواں ہوئے جو حضرت سارہ نے دیکھا کہ اس ظالم کو یہ حالت بہم پہونچی ڈریں کہ مبادا بسبب آواز نفس اُسکے کے چوکیدار خبردار ہو کر آویں اور مجکو ساتھ قتل اُسکے کے تہمت کریں اور مار ڈالیں جناب الٰہی میں عرض کی کہ بارخدایا اس ظالم کو چھوڑا کہ عمر گرفتہ ہے جو ساتھ اتفاقت کے آیا پھر وہی ارادہ کیا پھر ویسا ہی ہو گیا پھر ارادہ کیا پھر اسی قسم سے ہوا بعد تیسری بار کے کہا کہ اس عورت کو لیجا تو تم کہ آدمی نہیں جنیہ ہے یا سادہ ہے اور شہر میرے سے باہر کرو تم اور اسی قسم کی ایک عورت دوسری رکھتا ہوں کہ اُسکو قبطیوں سے طلب کیا تھا مینے اور اُسپر بھی دستیاب نہوا میں اُس زن کو ساتھ اُس زن کے حوالہ کرو تم

حضرت سارہؑ حضرت ہاجرہؑ کو لے آئیں اور حضرت ابراہیمؑ اُسوقت میں مشغول نماز تھے حضرت سارہؑ کو دیکھا سلام دیا پوچھا کہ مہیم یعنی کیا حال ہے حضرت سارہؑ نے کہا کہ خیر ہے حق تعالیٰ نے دست اُس ظالم کو توڑا کیا اور ایک خادمہ ساتھ ہمارے دی کہ نام اُسکا ہاجرہ ہے حضرت ابراہیمؑ خوش ہوئے اور اُس جاسے بھی کوچ فرمایا زمین فلسطین میں کہ میان شام کے ہے

فیہ اقامت قبول کی اور اُدمیوں نے اسجا کے تنے اُنکے کو غنیمت جانا زمین بہت نیاز کی کہ تھوڑا اُس زمین کے پاس اُنکے پہونچتے تھے اور حضرت ابراہیمؑ کو اُس زمین میں فراخی بہت حاصل ہوئی اور غلام بہت خریدے اور کہیتی کر نیوالے بہت آباد کئے اور مواشی بہت نگاہ رکھے اور رسم ضیافت اور لنگر خانہ کی برپا کی اور حضرت لوط علیہ السلام کو بہ رسالت طرف شہر سدوم اور دوسرے شہروں اُس ضلع کے بھیجا اُن دنوں میں حضرت سارہ علیہا السلام کو اشتیاق اولاد کا غلبہ ہوا سلئے حضرت ابراہیمؑ کے فرمایا کہ ہاجرہ کو میں تمکو ہبہ کرتی ہوں شاید تمکو اُسکے سے کوئی فرزند آوے سو ساتھ اُسکے مشغول ہووں ہم حضرت ابراہیمؑ نے کہا کہ مزاج میں تمہارے شک و شک غالب ہے مبادا اس فاحدہ سے کوئی فرزند متولد ہو اور تم اُسپر ظلم اور ستم کرو حضرت سارہؑ نے اس عذر اصرار کیا یہانتک کہ شکم سے ہاجرہ علیہا السلام کے حضرت اسمٰعیل علی نبینا وعلیہ السلام متولد ہوئے اور کنار میں حضرت سارہؑ کے پرورش ہوتے تھے اور حضرت ہاجرہؑ کو شیر دیتی تھی لیکن حضرت ابراہیمؑ بخوف حضرت سارہؑ کے نظر نہیں کرتے تھے اور اسی کی مانند رہتے تھے ایکروز ساتھ حکم جبلت بشری کے مکان تنہا میں حضرت اسمٰعیلؑ کو کنار میں حضرت ہاجرہؑ کے دیکھکر محبت پدری نے غلبہ کیا اور کنار میں اپنے چند بوسے اُنکے اوپر دیئے ناگاہ حضرت سارہؑ اُس پر مطلع ہوئیں اور شک نے اُنپر غلبہ کیا اور کہا کہ اسی قدر اس بوسے پر تمکو اور اسکی ماں کو جیتا گھر سے نکالدوں گی اور اُس جنگل میں کہ آب اور سایہ اور گیاہ نہ رکھتا ہو چھوڑ آؤں تم حضرت ابراہیمؑ نے ہر چند سمجھایا کچھ پیش نہ گئی جناب الٰہی میں التجا کی حکم ہوا کہ موافق کہے ہوئے سارہ کے کرو تم حضرت ابراہیمؑ نے دونوں کو سوار کیا اور روان ہوئے منزل بمنزل طے کئے ہوئے آتے تھے یہانتک کہ اُس میدان میں کہ خانہ کعبہ بیچ اُسکے واقع ہے پہونچے حکم الٰہی ہوا کہ ان دونوں کو اسی مکان میں چھوڑ جاؤ تم حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسمٰعیلؑ اور ہاں اُن کی کو نزدیک خانہ کعبہ کے زیر سایہ ایک درخت کے کہ مقام زمزم پر تھا چھوڑا اور اُسوقت میں بیچ زمین مکہ کے کوئی متنفس نہتا اور نہ آب موجود تھا حضرت ابراہیمؑ ایک انبان پر خرما اور چند رکابیان اور ایک مشک پر آب دیکر حضرت اسمٰعیلؑ کے چھوڑ گئے اور فرمایا کہ اس لڑکے کو شیر دے اور اسی مقام میں بعد اُسکے حضرت ابراہیمؑ پھر بے مادر حضرت اسمٰعیلؑ عقب اُنکے جاتی تھی اور کہتی تھی کہ مجکو یہاں چھوڑے جاتے ہو تم اس صحرا میں آبسیج نہ گیاہ ہے نہ انیس مکان یہ فرمایا حضرت ابراہیمؑ نے پشت دیئے ہوئے چلے جاتے تھے اور طرف مکہ کے متلفت نہیں ہوتے تھے آخر زد حضرت اسمٰعیلؑ نے کہا کہ آیا تمکو

ساتھ اس کلام کے کہ کیا تجھ کو خدائے تعالیٰ نے فرمایا ہے حضرت ابراہیم نے اسقدر فرمایا کہ ہاں مادر حضرت اسمٰعیلؑ نے کہا کہ پس مجھکو پروا کسی چیز کی نہیں وہ تعالیٰ مجھکو ضائع نہ کریگا فراغ خاطر کے ساتھ پھر آنریدیک پہنچے کہ آئی اور شیر دینا شروع کیا حضرت ابراہیمؑ جو پشتہ کوہ سے گذر گئے اور جانا کہ اب مجھکو حضرت ہاجرہ نہیں دیکھتی متوجہ سمت کعبہ کے ہوئے ہاتھ اپنے بلند کئے اور یہ چند دعا جہاں تابی میں عرض کیں ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتک المحرم یشکرون تک اور حضرت ہاجرہؑ موسوقت تک کہ پانی مشک میں موجود اور غرما اور نان باقی تھے پیتی تھیں اور کھاتی تھی اور بچے کے اپنے کو شیر دیتی تھی اور پانی پلاتی تھی جب پانی تمام ہوا تشنگی اپنہ غالب آئی اور اُنکے لڑکے پر بھی یہانتک کہ آپ کو زمین پر پٹکتی تھی اور بیچتاب کہاتی تھی عادت اپنہ فرشتوں آتی اور اُٹھی طرف کوہ صفا کے کہ نزدیک ترسا تھہ اُس مقام کے تھا متوجہ ہوئیں اور اُس کوہ پر چڑھیں تو دیکھیں کہ کوئی جگہ آدمی یا کوئی جانور نظر اُنکی آوے سراغ پانی کا اُس سے ڈھونڈیں لیکن اُس کوہ پر کچھ خبر بالا گئیں کر اطفل نظر سے غائب نہوا پھر چند چپ پر است دیکھا اور نظر ڈالی کچھ نظر نہیں آیا مایوس ہوا اُس کوہ سے اُتر آئیں اور طرف مروہ کے متوجہ ہوئیں درمیان میدان کے اُنکی خاطر میں گذرا کہ میدا اُسوقت میں کہ پس سے غائب اجل درندہ آوے میرے لڑکے کو بیچارہ بسبب اس خیال کے نشیب اس میدان میں کہ اُسکو بعض وادی کہتے ہیں دوڑنا شروع کیا جہاں اُدہر من پنا اُٹھا کر دوڑ سخت کی یہانتک کہ نشیب میدان سے زمین ہموار پر آئیں دوڑنا موقوف کیا کوسطے کا مکان پسر اُنکے کا اُس میں سے چنداں متوسر نہ تھا اور جب متصل مروہ کے پہونچیں اُسیقدر بالا آئیں اُس کوہ کے بھی آگر چپ پر است نظر ڈالی کسی چیز کو نہ دیکھا پھر طرف صفا کے متوجہ ہوئیں اور بیچ نشیب میدان کے دوڑیں اور زمین ہموار میں آہستہ جاکر بالا گئیں اسی قسم سات بار اُلٹی گئیں صفا کی طرف اتفاق آمد و شد کا پڑا حضرت ابن عباس درمیان آیات اس قصہ کے آنحضرتؐ سے نقل کرتے تھے کہ سعی درمیان صفا اور مروہ کے اسی واسطے مقرر ہے تا آدمی حالت بیکسی اور بیچارگی اُنکی کو اور فریاد رسی حضرت حق عزوعلا کو یاد کریں آپکا بصورت بیچارگی اور بیکسی حضور میں اُس تعالیٰ کے عرض ہیں تو مورد رحمت اُس تعالیٰ کے ہوں القصہ جو آخر بار مروہ پر پہونچی ایک آواز اُسنے کان میں پہونچی اپنے کو خطاب کرکے کہا کہ صہ یعنی اندیشہ باز دار اور طرف آواز کے گوش کر بعد اُسکے پھر وہی آواز سنی کہا کہ آواز کا سنانے والا کاش نزدیک تیرے چارہ کار ہمارے کا ہوا سکو کہا اور دوڑتی ہوئی نزدیک پسر پہنچے کہ آئی دیکھا کہ فرشتہ نزدیک موضع زمزم کے پر اپنے کو یا پاشنہ اپنے کہا مارتا ہے اور آب من سے جاری ہے یا نہوئے اُس آب جاری کو جاہا کہ ایک حوض میں جمع کریں خاک سے تودہ تودہ لاتی تھیں مگر دانگر پانی کے تا تر حوض کے بنائی تھیں اور شک اپنی کو اُس آب سے پُر کرتی تھیں اور دوڑتی تھیں کہ مبادا کہ یہ آب تمام ہوا اور ہم تشنہ رہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعد اسکے ذکر کرتے فرماتے تھے کہ خدا تعالیٰ بخشے مادر اسمٰعیلؑ کو اگر جلدی نکرتی اور اُس پانی کو بطور اپنے محلی بالطبع چھوڑتی زمزم چشمہ جاری ہوجاتا القصہ اُس پانی کو آب بھی پیتی تھی اور پسر اپنے کو بھی پلاتی تھی اور اُس فرشتہ نے اُنکو تسلی اور تشفی دیکر کہا کہ تم نہ ڈرو کہ حق تعالیٰ تمکو اس مکان میں ضائع نکریگا کہ اسکو سطے کے اس مکان میں خانہ خدا ہے کہ اسکو طفل جوان ہوکر یہ اور باپ اپنے کے بنا کریگا حق تعالیٰ ساکنان اس مکان کو کبھی قحط ضائع نکریگا اور اُسوقت میں موضع کعبہ کا زمین سے بلند اور ممتاز مانند ٹیلے کے نمودار تھا اور سیل آتی تھی جہت پُشت اُسکے سے گذر جاتی تھی مادر حضرت اسمٰعیلؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ کو اُسجا تنہا گذارنے تھے اتفاقاً ایک جماعت قوم جرہم کی نواح مکہ سے کسیطرح آوارہ دشت غربت کی ہوکر اُس نواح میں پہونچے اور جانب کدا سے عبور کرکے پائین مکہ میں فرد کش ہوتی تھی اور دیکھتی تھی کہ مرغ بہت مخاوی کہے اڑتے ہیں باہم گفتگو کی کہ مرغ اُس جا ہوتے ہیں کہ آبادی اور پانی ہو اور ہم ہمیشہ سفر میں اس مکان سے گذرے ہیں، کسی قدر اس مگہیں نشان پانی کا نہ پایا ہے چند ایک پیک واسطے تحقیق اس امر کے بھیجے دیکھ گیا کہ اس مکان میں ایک پانی نے غریب جوش کیا اور ایک عورت اور بچہ اُسکا حوالی اُس پانی کے سکونت رکھتے ہیں جماعت نہ کورنے اس قصہ کو سنکر بیچ سکونت اُس مکان کی غنیمت اور مزدیک مادر اسمٰعیلؑ کے آئی اور اُنسے اجازت سکونت کی اس مکان میں چاہی مادر حضرت اسمٰعیلؑ کی بھی بجاوت اُنکی میں اغتنیمت جانی اور چاہا کہ اس تنہائی میں کوئی انیس ہم پہونچے اُنکو اجازت سکونت کی دی لیکن اس شرط پر کہ کوئی حق پانی میں نرکھتا ہو اُنہوئے اس شرط کو قبول کرکے سکونت اُس مکان کی اختیار کی اور اہالی اور موالی اپنے کو بھی طلب کرکے چند خانہ دار آباد ہوئے اور حضرت اسمٰعیلؑ نے اُنسے زبان عربی کسیطرح نہایت ذکی اور قابل اور تیز فہم جوان ہوئے یہانتک کہ سردار اُس جماعت جرہم نے اپنی دختر کا کلام کمال آرزو سے اُنکے ساتھ کیا اس درمیان میں مادر حضرت اسمٰعیلؑ نے وفات کی اتفاقاً جب حضرت اسمٰعیلؑ چودہ سال کے ہوئے حضرت ابراہیمؑ کے حضرت سارہؑ کے شکم سے بھی ایک فرزند پیدا ہوا کہ حضرت اسحٰق علیہ السلام ہیں اور حضرت سارہؑ پرورش میں اُنکے مشغول ہوئیں فی الجملہ رشک اُنکا حکام ہوا حضرت ابراہیم نے اُنسے اجازت چاہی تو کہ حضرت اسمٰعیلؑ کو دیکھ آویں اُنہوئے اجازت دی لیکن ساتھ اس شرط کے کہ گھوڑے سے نہ اتریں اور گھر اسمٰعیل میں نشب باش نہوں اور توقف زائد نکریں حضرت ابراہیم علیہ السلام ساتھ اپنی غیرت کے روانہ ہوئے جو اس مقام میں پہونچے نخصص کو معلوم ہوا کہ وہ پسر جوان ہوا خانہ دار ہوا اور مادر اُسکی نے وفات کی خانہ اسمٰعیلؑ کا تلاش کیا دروازہ پر مکہ آئے اتفاقاً حضرت اسمٰعیلؑ اُسوقت واسطے شکار کے طرف جنگل کے گئے تھے اور معیشت اُنکی یہی تھی کہ ساتھ تیر و کمان کے جانوروں حلال کو شکار کرکے لاتے تھے اور آپ نرم میں پکا کر کھاتے تھے اور حق تعالیٰ اُنکو اور پسر اُنکے کو قناعت دیتا تھا حضرت ابراہیمؑ نے جو اسمٰعیلؑ کو نہ دیکھا اُن کی بی بی کو دروازہ پر طلب کیا اور دریافت فرمایا کہ تیرا خاوند کہاں گیا ہوا وکب آویگا اُنہے کہا کہ جنگل کی طرف گیا ہوا واسطے تلاش معاش کے وہ شام تک آویگا حضرت ابراہیم نے اندیشہ کیا کہ جویں شام تک نہ توقف کریگا حضرت اسمٰعیلؑ آویں بالبتہ مجھکو چھوڑ دینگے اور اُنکے گھر ثبات باش نہوگا میں اپنا طفل ثبات ورضا کا لازم آویگا اور مدعا احوال پرسی سے ہی بہتر یہ ہے کہ اُنکی عورت کو احوال دریافت کرکے مراجعت کروں العبد روزنے کے گھوڑے پر آکر اُترے ہوئے کی عورت سے پرسش احوال کی شروع کی یہانتک کہ گذران اور معیشت اُنکی سے دریافت کیا اُس عورت نے کہا کہ حال معاش ہماری کا بہت اجاہ اور خراب ہے اور ساتھ کمال تنگی اور شدت کے گذران کرتے ہیں ہم اور شکایت بہت کی حضرت ابراہیم نے اُسکو سنکر فرمایا جو شوہر تمہارا

آوے میری طرف سے سلام کہو اور کہہ کہ چوب منزل دروازہ اپنے کو تبدیل کرے کہ یہ منزل لائق اُسکے نہیں یہ فرمایا اور مراجعت کی شام کو وقت کہ حضرت اسمٰعیلؑ آئے کچھ نور اور برکات نبوت کے اُنکو محسوس ہوتے تھے اپنی عورت سے دریافت کیا کہ کوئی یہاں آیا تھا کہا کہ آیا بستہ ایک پیر مرد سوار کہ شکل بھلی ایسی تھی اور رنگ گندمی سا اور اعضا اُس وارفتہ پر کہ بڑا ہو مجھکو طلب کیا اور احوال سے تمہارے پرسان ہوا اُنہوں نے اپنے دل میں جانا کہ یہ پیر مرد حضرت ابراہیمؑ تھے کہ واسطے کہ مادر اپنی سطلیہ ورثائل اُسکے سنے تھے القصہ حضرت اسمٰعیلؑ کی بی بی نے تمام ماجرا بیان کیا اور کہا کہ مجھے حال وبعد معیشت ہماری کا دریافت کیا تھا میں نے کہا کہ ہم کمال تنگی فقر وفاقہ میں گرفتار ہیں حضرت اسمٰعیلؑ نے کہا کہ یہ ہی فرماگئے عورتیں کہا کہ شوہر اپنے کو میری طرف سے سلام کہو اور کہو کہ منزل خانہ اپنے کو تبدیل کرے حضرت اسمٰعیلؑ نے کہا کہ وہ پیر مرد میرا باپ تھا مجھکو فرماگیا کہ تجھکو جدا اپنے سے کروں میں جا اپنے باپ کے گھر رہو ساتھ میرے سرو کار نہ رکھ یہ جو حضرت اسمٰعیلؑ نے اُس عورت کو جدا کیا دوسرے فرقہ جرہم اپنی دختر کا نکاح کردیا اور گھر میں اُنکے وہ دختر نگہداشتی کرتی تھی بہانتک کہ بعد ایک مدت دراز کے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت سارہؑ سے پھر اجازت دیکھنے حضرت اسمٰعیلؑ کے جاپس اور کہا کہ بیٹے ہاجرا اسمٰعیلؑ کو نہیں دیکھا خاطر میری نے تسلی نہیں پائی حضرت سارہؑ نے ساتھ اسی شرط کے اجازت دی حضرت ابراہیمؑ پھر واسطے دیکھنے حضرت اسمٰعیلؑ کے روانہ ہوئے جو اُنکے گھر پہنچے پھر اُنکو نہ پایا دریافت کیا کہ اسمٰعیلؑ کہاں ہے عورت جدید اُن کی نے بر سر دروازہ آنکر کہا کہ برجالے حضرت آؤ تم اور فرزند تم کہیں سر مبارک کو دھوؤں کہ غبار راہ بہت گرد آلودہ ہے حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ مجکو حکم آنے کا نہیں ہے وہ عورت ایک سنگ کلاں لائی متصل کاب اُنکی کے کہا اُس سنگ پر کھڑی ہوئی اور حضرت ابراہیمؑ نے پانو اپنا اُس سنگ پر ٹھیرا کر سر اپنا خم کیا اُس عورت نے سر اُنکے کو خوب دھو کر پاک کیا اور فنا کیا حضرت ابراہیمؑ اُس میان میں اُس عورت سے احوال پرسی حضرت اسمٰعیلؑ کی فرماتے تھے اور وہ شکر گذاری اخلاق اور اوضاع اُنکی کی کرتی تھی بہانتک کہ حرف معیشت اور گذران کا درمیان آیا اُس نے بسبب شکر حق تعالیٰ کے کیا اور کہا کہ الحمد للہ ہم کمال فاقہ میں اور فراخی معیشت میں گذران کرتے ہیں ہمکو حق تعالیٰ نے محتاج کسی مخلوق کا نہیں کیا ہے حضرت اسمٰعیلؑ شکایہ سوا سے گوشت لاتے ہیں آپنے مزم نزدیک ہمارے موجود ہے اُس گوشت اور اس پانی سے معیشت ہماری بخوبی گذرتی ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حق میں اُسکے دعائے خیر فرمائی کہ حق تعالیٰ تمہارے گوشت اور پانی میں برکت عطا فرماوے حدیث شریف میں ہے کہ خاصیت اُنکی دعا کی یہ ہوئی کہ بیشتر مکہ معظمہ میں گوشت اور پانی پر اکتفا کرے اُسکو حاجت طرف حبوب اور بقول کے نرہے اور قوت اُسکی برقرار رہتی ہے اور شہروں میں یہ خاصیت نہیں ہے القصہ حضرت ابراہیم نے چند روز بسبب خوف باشی کے توقف زائد نفرمایا قصد مراجعت کا کیا اور عورت کو کہا کہ جو شوہر تیرا آوے اُسکو میری طرف سے سلام پہونچا اور کہو کہ یہ منزل دروازہ تیرے کی بہت خوب واقع ہوئی اُسکو غنیمت جان اور بخوبی نگاہ رکھ حضرت اسمٰعیلؑ کہ وقت شام کے آتے تھے ہم اُنکو اور اور بر کہیں معلوم ہوئیں اپنی عورت سے دریافت کیا کہ آج کوئی یہاں آیا تھا اُنکی عورت نے کہا کہ البتہ ایک پیر مرد ایسا اور ایسا آیا تھا مجھ سے اُسکا سر ہوا اور تواضع اُسکی کی لیکن وہ پشت اسپ سے نیچے نہ آئے اور کہا کہ مجکو حکم اتنے کا نہیں اور احوال ہمارے اور معیشت ہماری سے بہت دریافت کیا اور واسطے ہمارے دعائے خیر کرکے تشریف لیگئے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے کہا اور کیا فرماگئے عورت نے کہا کہ یہ فرمایا کہ خوش رہو اپنے کو سلام میرا پہونچا اور کہو کہ منزل دروازہ اپنے کو غنیمت جانکر بخوبی نگاہ رکھ یہ کہا کہ وہ پیر مرد پدر حضرت ابراہیم تھے اور تیرے حق میں سفارش کرگئے منزل دروازہ تیرے کو اسی لائق ہے کہ تجکو ساتھ نیک سلوک کے نگاہ رکھوں اے جوان جدا ہوا پر ایک مدت دراز آنے اُنکی پھر حضرت ابراہیم کو اشتیاق دیکھنے حضرت اسمٰعیلؑ کا غالب ہوا حضرت سارہؑ کو کہا کہ میں رفع باواسطے دیکھنے اسمٰعیلؑ کے جاؤں تا نکو نہ دیکھا اگر اجازت دو تم اُسکو دیکھوں میں اور چند روز اُسکے پاس ہوں میں کہ تسلی خاطر میری ہو حضرت سارہؑ نے بخوشی اجازت دی اور حضرت ابراہیمؑ روانہ ہوکر بیہ پہنچے اور دیکھا کہ حضرت اسمٰعیلؑ نیچے ایک درخت کے کہ متصل زمزم کے تھا بیٹھے ہوئے تیر کو درست کرتے تھے بمجرد دیکھنے کے حضرت اسمٰعیلؑ نے حضرت ابراہیمؑ کو پہچانا بے اختیار اُٹھے اور باہم معانقہ فرمایا جو کچھ سیر سعادت مند کو ساتھ پدر بزرگوار عالی مقدار اپنے کے کرنا چاہیئے کیا تمعمر میں راشد یمنی ذکر اس قصہ میں کہتے تھے سمعت رجلا یذکر انہما کانا یطیرین الی مکۃ فنوں لہما ان یتلاقیا فی الطیر یعنی ان مکۃ فنوں کہا ہم ملاقات کی اسقدر رہے اور آواز اُنکی بلند ہوئی کہ جانوروں پرندوں نے بیچ ہوا کے گریا و فغان شروع کیا اور بعد ملاقات کے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ساتھ حضرت اسمٰعیلؑ کے فرمایا کہ مجکو حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس مکان میں خانہ واسطے خدا کے بنا کر دیں اور یہ کام اپنے ہاتھ سے کروں گا میں جو مدد میری کرے تو بہتر ہو کہ کار کرنا تیرا گویا کار کرنا میرا ہے حضرت اسمٰعیلؑ نے کہا کہ کہاں حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ اس تودہ بزرگ بلند پر حضرت اسمٰعیلؑ نے کہا کہ حکم خدا کا دونوں اور پسر اور آنکھ میری کے البتہ اعانت تمہاری بیچ اکرام کے کرونگا میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پہلی ذیقعدہ کو بنائے خانہ کعبہ شروع فرمائی اور پچیسویں ماہ مذکور کو وہ بنا تمام ہوئی اس درمیان میں حضرت اسمٰعیلؑ پتھر لیکر بہا طور سے اُٹھا کر لاتے تھے اور حضرت ابراہیمؑ بناتے تھے حاکم نے بطریق صحیح اور بیہقی نے دلائل النبوۃ میں حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے اُن سے دریافت کیا کہ بروم مجکو بتا کہ کعبہ سے کہ یا اول خانہ ہے کہ زمین کہ بنا ہوا فرمایا ایسا نہیں پہلے بنائے اس خانہ سے گھر بہت آدمیوں کے تھے اور آدمی واسطے سکونت اپنی کے بناتے تھے لیکن یہ خانہ اول اُس خانہ کا ہے کہ واسطے عبادت خدا کے زمین میں مقرر کیا گیا اور برکت اور نور اُسپر اٹھا ہوا پھر قصہ بنا کعبہ کو شروع فرمایا ارشاد کیا کہ جب حضرت ابراہیمؑ کو حضور خداوندی سے حکم ہوا کہ اس خانہ کو بنا کر قوم کنعان اُسکا شحصا نہیں جانتے تھے اور متردد تھے کہ مبادا مجھ سے اس بنا میں زیادتی یا کمی واقع ہو حق تعالیٰ نے سکینہ کو بصورت بادبیچیدہ اور کرہ خورد کے بھیجا اور اُس قطعہ ہوا کے دو سر تھے اُس ہوا نے مانند ابر کے زمین خانہ کعبہ پر سایہ ڈالا اور شمل پسر کے ہوا میں معلق کھڑا ہوا بعد اُسکے حضرت ابراہیمؑ کو حکم ہوا کہ بقدر سایہ سکینہ کے زمین کعبہ کو مقرر کریں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے موافق اُسکے بنا فرمایا

اور بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مدت دراز تک بناقائم رہی یہانتک کہ بسبب سیلوں کے منہدم ہوئی اور عمالقہ نے اسکو اوپر طریقہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بنا کیا پھر منہدم ہوا فرقہ جرہم نے بنا کیا پھر منہدم ہوا قریش نے بنا کیا اور جس وقت کہ قریش بنا کرتے تھے جو نوبت کہنے حجر اسود کی پہونچی باہم مناقشہ اور منازعت شروع کی ہر فرقہ فرقوں قریش سے چاہتا تھا کہ اس سنگ کو ہم اپنے ہاتھ سے رکھیں واسطے قطع اس نزاع کے ایسا قرار دیا اول وہ کوئی کہ سبحد میں آوے اسکو حکم کریں کہ موافق حکم اسکے کے عمل میں لاویں ناگاہ اول وہ کوئی کہ آیا آنحضرت ﷺ تھے کہ براہ دروازہ بنی شیبہ کے آئے اور موافق قرار دادا پنی کے انکو حکم کیا انہوں نے فرمایا کہ ایک چادر لاؤ تم اس چادر میں حجر اسود کو اپنے ہاتھ سے اس چادر میں چھوڑا بعد اسکے سرداران ہر فرقہ کو فرقوں قریش سے فرمایا کہ ایک ایک گوشہ چادر کا پکڑ کر اٹھاویں جو وہ چادر محاذی موضع حجر اسود کے پہونچا آنحضرت نے اس حجر کو اپنے ہاتھ سے اٹھا کر بیچ اس موضع کے رکھا اور ساتھ اوسنگ کے وصل کیا اور ازرقی نے ابن اسحاق سے روایت کی کہ بنی ابراھیم البیت وجعل طولہ فی السماء تسع اذرع وعرضہ فی الارض اثنین وثلاثین ذراعا من الرکن الاسود الی الرکن الشامی الذی عند الحجر ومن وجھہ وجعل عرض ما بین الرکن الشامی الی الرکن الغربی الذی فیہ الحجر اثنین وعشرین ذراعا وجعل طول ظھرھا من الرکن الغربی الی الرکن الیمانی ثلثین ذراعا وجعل عرض ما بین الرکن الیمانی الی الرکن الاسود عشرین ذراعا قال فلذلک سمیت الکعبۃ لانھا علی حلقۃ الکعب قال وکذلک بنیان اساس ادم ع وجعل بابھا بالارض غیر مصوب حتی کان تبع بن سعد الحمیری وھو الذی جعل لھا بابا وجعل لھا غلقا فاراد ان یکسوھا فکسوتہ تامۃ ونحر عندھا وجعل ابراھیم ع الحجر الی جنب البیت عریشا من عزان یقیحۃ العنز فکان دربا یغتم اسمعیل ع وحفر ابراھیم ع جبا فی بطن البیت علی یمین من دخل یکون خزانۃ للبیت یلقی فیہ ما یھدی للکعبۃ وکان استودع الرکن ابا قیس حین غرق اللہ الارض زمن نوح ع وقال انا رایت خلیلی یبنی بیتی فاخرجہ فجاء بہ جبرئیل فوضعہ مکانہ وبنا علیہ ابراھیم ع وحیلتن بتلالا نورا من بیاضہ وکان نورہ یضی الی منتھی اضاب الحرم من کل ناحیۃ صحیح بخاری احمد مسری صحیح معتبر ہ میں مروی ہی کہ آنحضرت ایک روز حضرت عائشہ کو متصل خانہ کعبہ کے لیگئے اور فرمایا کہ دیکھ قوم تیری نے کہ قریش نمی وقت میں بنا کعبہ کے فاصلہ ابراہیم سے خصار کیا انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ تم اسکو تمام کرو فرمایا کہ اگر نہی قوم تیری تازہ اسلام میں آئی ہی جو میں کعبہ کو ہدم کروں اور اوپر قاعدوں ابراہیم کے تمام کروں میں طعن کرینگے اور کہینگے کہ اس شخص نے اپنی طرف سے اور زمین کو کعبہ میں زیادہ کیا جو یہ خوف نہوتا البتہ اسکو اوپر قاعدوں ابراہیم ع کے تمام کرتا میں نے دروازہ اسکا زمین پر چسپاں کرتا اور اس خانہ کو دو دروازے کرتا میں ایک دروازہ شرقی اور ایک دروازہ غربی کہ داخل ہوتے اور خارج ہوتے اور دو رکن کو رکن شامی کہتے ہیں ایک ان میں سے کہ جانب شرق کے ہی ملقب برکن عراقی ہی اور دوم کہ جانب غرب معروف ساتھ رکن غربی کے ہے پس قریشوں نے بیچ وقت بنائے کعبہ کے ہر دو رکن شامی کو قاعدوں حضرت ابراہیم ع سے ہٹا کر قدرے زمین کعبہ باہر چھوڑ دیا اور اس زمین کو داخل حجر کیا اور ایک دیوار کہ کنج حجر اسود سے رکن عراقی تک ہی بھی آثار اسکے کہ قدر آثار حضرت ابراہیم ع سے کوتاہ ہی اس جہت سے اس جانب میں بھی تدریجا بنیاد حضرت ابراہیم ع مانند چبوترہ کے دکان زمین سے بلند رہی اور اسکو شاذروان کہتے ہیں اور جو عبد اللہ بن زبیر نے اپنی خلافت میں خانہ کعبہ کو ہدم کرکے بنا کیا موافق اسکے کہ آنحضرت نے ذہن اپنے میں قرار دیا تھا اور ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اظہار کیا عمل میں آیا لیکن حجاج نے بعد قتلیہ اپنے کے پھر اسی صورت جاہلیت کا اعلا کیا تواریخ میں مذکور ہے کہ ہارون رشید نے اپنی سلطنت میں حضرت امام مالک رح سے استفسار کیا تھا کہ جو فرمائو تم میں خانہ کعبہ کو پھر بطور ابن زبیر کے کہ موافق خواہش دل آنحضرت ﷺ کے تھا بنا کروں میں انہوں نے فرمایا کہ میں چند حدیث صحیح ہی اور موافق اسکے عمل میں لانا اتباع امر آنحضرت ﷺ ہے لیکن مصلحت نہیں کہ بادشاہ کعبہ کو نہ ہدم کریں اور بنا میں اسکے تغیر اور تبدیل کریں کہ اسطرح میں کعبہ کی بازیچہ بادشاہوں کا رہوگا ہر بادشاہ بطور خود بنائے اسکے کو رسوم بادشاہت سے جانکر اسپر اقدام کرینگے اور مفسدہ عظیم پیدا ہوگا اور جسکا مصلحت ساتھ مفسدہ کے تقابل پیدا کرے رعایت دفع مفسدہ کو مقدم کرنا چاہیئے اور مصلحت درست وہ ہوتا لازم ہی قاعدہ دوم وہ کہ تفسیر میں قواعد کی تردیمو کو تحریر پیدا ہوا ہے اکثر مفسرین نے قاعدہ کو ساتھ اساس بنیاد کے تفسیر کیا ہی اس صورت میں رفع قواعد معقول نہیں ہوتا کو اسطے کہ بنا کنندہ اساس کا اور بنیاد کو محل اپنے سے بلند نہیں کرتا ہی گا دیوار کو اوپر چنتا ہے مگر وہ کہ مخالف روایات کا از سبب کیا جاوے اور کہا جاوے کہ حضرت ابراہیم نے نہ زمین سے بھی بنیاد رفیع تر کو اٹھا کر رکھی زمین تک بلند کیا ہی یا کہا جاوے کہ معنی مجازی بلند کرنے بنیاد کے یہ ہیں کہ بالا اسکے دیوار بنائی جاوے اور مفسرین نے کہا ہی کہ مراد قواعد سے سطریں سنگ اور خشت کی ہیں کہ بطور تمثالی مانند بنیاد مطرد قانی کے ہے اور اسیواسطے لغت عرب میں ان سطروں کو ساقات بولتے ہیں اہل لغت ہندی میں اسکو رد بولتے ہیں ہر چند ان سطروں کو رفع حقیقی مکانات سے متصور نہیں لیکن نسبت بنیاد کے تمام کو نوع حقیقی واقع ہی اور صحیح وہ ہی کہ مراد قواعد سے دیواریں ہیں کو اسطے کہ لفظ قاعدہ کا لغت عرب میں بمعنیہ بمعنی ستون کے مستعمل ہے اور دیوار میں منزلہ ستون سقف کے ہوتی ہی علی الخصوص جو دیوار ان دیوار کے کوئی دروازہ کھلیں اس صورت میں کمال مشابہت ساتھ ستون کے پیدا کرتی ہی فائدہ سوم وہ کہ ظاہر عبارت ایسی تھی کہ فرماتے واذ یرفع ابراھیم القواعد من البیت اس عبارت میں کہ القواعد من البیت ہی کیا لطف بلاغت کا ہی جواب کہا ہی کہ اگر لفظ من کا واسطے بیان کے ہے پس مدلول اس عبارت کا تبیین بعد ابہام ہوا کو اسطے کہ حاصل معنی ان کلام کے وہ ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام بلند کرتے تھے دیوار کو اور وہ دیوار میں خانہ کعبہ کی تھیں پس اس سے تفہیم آسان ہوا کہ کعبہ کی مستفاد ہوئی کہ عبارت قواعد البیت سے مستفاد ہوتی تھی

تھی اور جو لفظ من واسطے تبعیض کے ہے پس لانا اس عبارت کا واسطے اشعار کے ہے ساتھ اس کے کہ ابراہیم علیہ السلام نے تمام خانہ کو بنیاد اسکی سے بنا نہیں کیا بلکہ اجزا اور ابعاض اس کے سے فقط دیوار و کو بلند کیا اور بنیاد اسکی سابق سے موجود تھی اور ساتھ اسی اعتبار کے پہلے اس بیت کی بھی شخص ہوئی تھی چنانچہ موافق روایات کے گذرا اور عبارت قواعد البیت کی یہ فائدہ ظاہر نہیں ہوتا ہے فائدہ چہارم وہ کہ ذکر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا بعد اتمام کلام کے سوا سطے لائے اور درمیان کلام کے سوا سطے درج نہیں فرمایا تو عبارت ایسی ہوتی کہ واذ یرفع ابراھیم واسمٰعیل القواعد من البیت جواب اس کا یہ کہ وہ شرکت حضرت اسمٰعیل کی بنائے اس خانہ میں برابری کی نہیں بلکہ شرکت تابع کی ساتھ متبوع کے اور خادم کی ساتھ مخدوم کے تھی دوسرے سے اول وہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بالاصالت مامور ہوئے تھے واسطے بنائے خانہ کعبہ کے بخلاف حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے البتہ حضرت اسمٰعیل کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے امور فرمایا تھا اور خود آمر تھے دوم وہ کہ مباشرت رفع کی حضرت ابراہیم سے واقع ہوئی نہ حضرت اسمٰعیل سے سوا سطے کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام پتھر مزدور دیتے سنگ کشی ذراتے تھے اور بنا کو عوض میں ساتھ آمر کے نسبت کرتے ہیں یا ساتھ مباشر بنا کے مثلاً کہتے ہیں کہ اس قلعہ کو فلانے بادشاہ نے بنا کیا ہے یا اس دیوار کو فلانے معمار نے اور گل کار نے بنایا ہے اور نسبت بنا کی طرف مزدور کے طریق نہیں واسطے اظہار اس تفاوت کے حضرت اسمٰعیل کو درمیان کلام کے ہمراہ ذکر حضرت ابراہیم کے درج نفرمایا تو شرکت مساوات کی بھی نجائے البتہ دعا میں دونوں شرکت مساوات کی رکھتے تھے کو واسطے کہ دونوں برابر آرزومند قبول سعی اور بخشت اپنی کے تھے اور واسطے اولاد اپنی کے خواہان عنایات ربانی کے تھے اور اسی واسطے حکایات دعا میں صیغہ متکلم مع الغیر کا اظہار تفاوت تابعیت اور متبوعیت کے ارشاد فرمایا ہے فائدہ پنجم وہ کہ دعا قبول عمل سے کہ ان دونوں بزرگ سے واقع ہوئیں معلوم ہوتا ہے کہ مرتب ثواب و تعلق رضا اس فعل پر کہ مقرون ساتھ اخلاص اور دوسری شرطوں قبول کے ہو دار ہے لازم نہیں والطلب قبول میں باوصف جاننے اخلاص نیت اپنی کے کچھ حاصل نہ تھا اور یہ ہے مذہب اہل سنت اور جماعت کا اور ضرور نہ کہ قبول کو اس صورت میں مسبار بقائے کے واجب جانتے ہیں توجیہ دعا اور طلب کی ساتھ اس وضع کے کرتے ہیں کہ غرض ان ہر دو بزرگ کی طلب کرنے قبول اس عمل سے وہ ہے کہ اسکو جملہ اعمال مقرونہ باخلاص اور متجمع شرائط قبول کے کرے بلکہ طلب کرنا قبول کا کنایت طلب تصحیح عمل کے ہے ساتھ اس وجہ کے ثمرہ قبول و مترتب ثواب کا ہو لیکن عاقل تو پوشیدہ نہیں کہ اصل پر معتزلہ کے کہ افعال عباد کو مخلوق عباد اور واسطہ اختیار اُنکے کا جانتے ہیں تصحیح عمل اور اسکو شایان قبول کے کرنا کار اُنکا اُنکے ہاتھ میں تھا اُسکو جناب الٰہی سے درخواست کرنا کچھ حاصل نہیں کہتا ہوں ہر تقدیر کے ان دونوں بزرگ نے جو سوال ثمرہ خاصہ اور نتیجہ خاصہ کا جانا کہ موقوف ہے کو حق تعالیٰ نے واسطے بنائے خانہ اپنے کے حکم فرمایا ہے البتہ اس تقریر کا رنگ و صر عام میں ظہور کریگا اور وضع تازہ واسطے عبادت کے کہ شبیہ ساتھ صورت پرستی اور عشق مجازی کے ہو قرار پاوے گی اور ساتھ اس وسیلے کے معنی حاجی لباس صورت ظاہری کا پہنتے گا اور آدمی مانند ملائکہ کے حکم ساتھ اور منشا ہو کے پرستیگے اور اکثر احکام و وضع جدید غیر معقول المعنی حضور خداوندی سے سمجھیں گے اور اسرار اور حکمتیں اس احکام کی ظاہر نظر عقل بشری میں جلوہ گر نہ ہونگی جہاد اجہت عدم اطلاع سے اور اس اسرار اور حکم کے بالسبب شباہت افعال صورت پرستوں کے فرمانبرداری اس احکام کی ہم سے یا اولاد ہماری سے تھا وں کسی طرح کا یا توقف پیدا ہو دعا دوسری جناب الٰہی میں عرض کی اور کہا رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ یعنی اے پروردگار ہمارے کر دے ہم دونوں کو منقاد احکام اپنے کا بلکہ ساتھ حسن رنگ و ساتھ حسن وضع کے وہ احکام اویں ہم اُنکو قبول کریں اور طلب کریں اور خانہ کی عبادت اور بندگی میں ہی کا قصد کریں ہم نہ عبادت اس خانہ کا اور بھی کریں وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ یعنی اور اولاد ہم دونوں کی سے ایک منقاد احکام تیرے کے تاکہ ادا کرنے مناسک حج میں کہ بیت تیرا ہے متضمن آبروریزی اپنی کا اور اختیار وضع مجنونانہ اور بہتانہ ہے اور منافی وقار اور تشکے اور دور حفظ وضع اور خودداری کے ہے مثل پرہنہ سر اور برہنہ بدن ہونا اور ترک خضوع اور تذلل کو اور نصب تلبیہ کو اوپر ہر کہسار بلند کے تند اور تیز کہنا اور اپنے تئیں والا و رشید اکرنا اور گرد چند سنگ اور چوب کے پھرنا اور ایک سنگ کو بوسہ دینا اور بلا سبب ظاہری کے کبھی دوڑنا اور کبھی آہستہ چلنا وہ کبھی کھڑا ہونا اور بے مشاہدہ کسی حریف کے بعض اوپر خیال دشمن مستور کے نظر سے پتھر مارنے اور جانور کو بلا تقصیر بے جان کرنا قاطعان اور کاسل نگریں اور پابند وقار اور تشرع کے نہیں اور نہ بایں حال اُنکی مترنم ساتھ اس مقال کے ہو۔ گر طمع خواہد زمن سلطان دین ✦ خاک بر فرق قناعت بعد ازیں ✦ اور انقیاد اور اطاعت احکام اس عبادت کے کہ متعلق ساتھ اس خانہ کے ہیں بدون معرفت احکام کے ممکن نہیں پس معرفت اُن احکام کی بھی اول ساتھ ہمارے نصیب فرما اور بواسطہ ہمارے اولاد ہماری کو وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا یعنی اور کہا بلا کم و کاست عبادت ہماری کے کہ متعلق ساتھ اس گھر کے ہوں اور وقت اُس عبادت اور کیفیات اُس عبادت کے اور وہ اسرار کہ ضمن میں اُسکے مخفی اور مستور ہیں گویا اُن چیزوں کو عیاں بھری ہماری امت کو تاکہ طالبان اُسکے عمل کریں ہم اور اولاد اپنی کو بھی ساتھ اُسکے امر کریں ہم تفسیر میں ابن جریر و دیگر کتب محدثین میں بطریق متعددہ حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا جناب الٰہی میں عرض کی حضرت جبرئیل کو حکم ہوا کہ صورت حج کی حضرت ابراہیم کو دکھاؤ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حج کرایا اور احرام سے لیکر علق سر تک جو کچھ ارکان حج اور سنن اور آداب کے بجالانے ضرور ہیں اُنکو نشان دیا اول احرام بعد اُسکے طواف تذمم بعد اُسکے دوڑنا درمیان صفا اور مروہ کے بعد اُسکے مقام کرنا روز ہشتم ذی الحجہ سے بعد اُسکے عرفات میں کھڑا ہونا اور تلبیہ کہنا روز نہم اس ماہ کے بعد اُسکے طرف مزدلفہ کے پھرنا اور شب گذارنا اور وقت صبح روز دہم وقوف کرنا بعد اُسکے مراجعت طرف منیٰ کے اور ذبح اور نحر قربانی اور بعد اُسکے سر کو تراش کر احرام سے باہر آنا اور بعد اُسکے لباس پہننا واسطے طواف زیارت کے جانا اور درمیان میں حضرت ابراہیم کو شیطان متصل جمرہ عقبہ کے

کہ حد منیٰ میں ہے نمودار ہوا اور سر راہ پکڑا حضرت جبرئیل نے فرمایا کہ طرف اُسکے سات سنگریزہ تکبیر کہہ کر پھینکیں تا کہ دفع ہو جاوے اور دوسرے اور تیسرے اور چوتھے تینوں جمرہ میں شیطان نمودار ہوا حضرت جبرئیل نے اُنکو پھر واسطے سنگ اندازی شیطان کے تینوں جگہ میں امر فرمایا اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام بھی اس حج میں شریک تھے اور اس قصہ کو بہتیرے شعبی لایمان میں بھی لایا اور سعید بن منصور نے بھی مجاہد سے نقل کی کہ حج ابراھیم و اسمعیل علیہما السلام وھما شیخان اور جب حضرت ابراہیم حج سے فارغ ہوئے اُنکو جناب الٰہی سے حکم ہوا کہ اذان حج کی تمام آدمیوں روئے زمین کے واسطے جس حضرت ابراہیم نے عرض کیا کہ بار خدایا آواز میری کسکے کان میں پہونچے گی آدمی اطراف جہان میں منتشر ہیں حکم ہوا کہ آواز کرنا ذمہ تمہارا ہے اور پہونچانا اُس آواز کا ہمپر ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اُس سنگ پر کہ معروف بمقام ابراہیم ہے اور بتائے کعبہ کی بھی اُسی سنگ پر کھڑے ہو کر کی تھی اور وہ سنگ ایسا بلند ہوا کہ کوہ ابوقبیس اور پہاڑوں سے بھی بلند ہوا کھڑے ہو کر بآواز بلند تین بار کہا کہ اے آدمیوں تمہارے خدا نے زمین میں واسطے اپنے ایک خانہ بنایا ہوا ہے تم کو فرماتا ہے کہ واسطے حج خانہ اُسکے کے آؤ تم خواہ سوار ہو خواہ پیادہ حق تعالیٰ نے اُس آواز کو کان میں تمام جہان کے لوگو نکے کہ موجود تھے پہونچایا اور کان میں اُن اولاد احوکے کہ تکم مادروں اور پشت پدروں میں تھیں بھی پہونچائی کسینے ایک بار لبیک کہی اور کسی نے دو بار اور کسینے زیادہ اور کسی نے اجابت نہ کی جس نے اجابت نکی اُسکو حج خانہ کا میسر نہیں ہوتا اور جس نے ایک بار کہا ایک بار حج کرتا ہے اور اسی قیاس پر سمجھنا چاہیئے ایسے ہی روایت کیا اُسکو سعید بن منصور نے اپنی سنن میں ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں ازرقی نے اپنی تاریخ میں مجاہد سے اور جب حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام نے اندیشہ کیا کہ مناسک اس خانہ کے احرام سے حلق سر تک مشتمل افعالوں کثیر شاقہ طویلۃ المدۃ پر ہونگے اور درمیان اشتغال کے ساتھ اُن افعال کے لابد کوئی سہو اور کوئی تقصیر ہو گی دعا دوسری عرض کی اور کہا وَتُبْ عَلَيْنَا یعنی اور توبہ فرما ہمارے اوپر جو مناسک میں اس خانہ کے ہم سے اور اولاد ہماری سے کوئی تقصیر واقع ہو اور کفارت اُس تقصیر سے بھی ہمکو آگاہ کر کہ تدارک اُسکا کریں ہم مثلاً جو حالت احرام میں جامہ پہنیں ہم یا ناخن تراشیں یا خوشبو کو استعمال کریں یا موئے سر تراشیں یا شکار کریں ہم کیا کرنا چاہیئے اور جو دوڑنا صفا اور مروہ کا فراموش کریں ہم یا طواف خانہ کا بے طہارت کریں کیا کرنا چاہیئے تا کہ بادا ئے خطاؤں سے خلاص ہوئیں ہم اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ یعنے تحقیق تو ہی ہے کہ بار بار توبہ قبول فرماتا ہے اور مہربانی کرتا ہے بندوں گنہ گار اپنے پر اور اس دعا اپنی سے طریق تدارک خطا مناسک میں جنایات احرام وغیرہ سے واسطے مسلمانوں اور اولاد اُنکی کے شروع ہوا چنانچہ کتب تفسیر مشروح ہے اور سورہ میں بھی عنقریب آوے گا یہ سیاق دوسرے میں انشاء اللہ تعالیٰ باقی ہی یہاں چند بحث کہ مفسرین تعرض اُسکا کرتے ہیں اگرچہ حل اُن مباحث کا عین تفسیر میں گذرا اوّل وہ کہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام نے اس دعا میں جناب الٰہی سے چاہا ہے کہ ہم دونو کو مسلمان کر حالانکہ مسلمانی ان دونو کی یا یقین تامہ بھی پس تحصیل حاصل کی لازم آئی جواب دیگا وہ کہ مراد اسلام سے دین مسلمانی اور اعتقاد اُسکا ہے پس عرض انکی اس دعا سے ثبات اور استقرار اُس دین اور اعتقاد کا ہے واسطے اپنے اور اکثر اوقات عرف میں لوام شئے کو ساتھ لفظ اُس شئے کے طلب کرتے ہیں اور مراد اگر اسلام سے انقیاد تام واسطے تکالیف الٰہی کے اور اذعان کلی اور خضوع شائع جمیع جوامع اور قوی کے اور رضی ہر ہنا سلقہ قسمت اُس تعالیٰ کے ہے پس طلب اُن چیزوں کا البتہ بنسبت ہر شخص کے مفید ہے خواہ نبی ہو خواہ غیر نبی کو واسطے کہ یہ چیزیں خارج ضبط سے ہیں لوث بدون اعانت الٰہی اور توفیق شامل اُسکی کے میسر نہیں ہوتیں بخلاف اعتقادوں کے کہ چیز مضبوط اور محدود ہے اور توفیق الٰہی کی بہار حصول اُسکے میں کفایت کرتی ہے تجث دوم وہ کہ نظام کا ومن ذریتنا میں واسطے بعضیوں کے ہے پس حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام نے بعض ذریت اپنی کو واسطے جاہا حالانکہ دعا غیر میں عموم اور شمول منظور کرنا چاہیئے اور مناقص کرنا ابراہیم آنحضرت نے اجابی کو کہ خاص واسطے اپنے اور واسطے آنحضرت کے رحمت الٰہی کی درخواست کرتا تھا اور کہتا تھا اللھم ارحمنی ومحمدا ولا ترحم معنا احدا یعنی اے بار خدایا رحم کر مجھکو اور محمد کو اور نہ رحم کر تو ساتھ ہمارے اور کسی کو فرمایا تھا لقد حجرت واسعا یعنی بند کیا تو نے شئے فراخ کو یہ جواب ہے اس سوال کے حدیث میں وارد ہے لا یخص نفسہ بالدعا جواب اُسکا وہ کہ آنہوں نے ایکبار دعا امامت میں حق تعالیٰ سے سنا تھا کہ بعضے ذریت میری سے ظالم اور فاسق ہونگے اور بار دوسری دعا رزق میں سنا تھا کہ بعض اُنسے کافر ہونگے پس نزدیک انکے یا یقین ثابت ہوا تھا کہ ارادہ الٰہی ساتھ کافر ہونے بعض اولاد کی میری کے متعلق ہوا ہے اور دعا کرنے والے کو چاہیئے کہ مخالف ارادہ الٰہی کے دعا نکرے اس جہت سے اس علیم نے تخصیص فرمائی تجث سوم وہ کہ جو دعا امامت کے حق میں بعض اولاد اُنکی کے مقبول ہوئی تھی پھر دعا اسلام کی واسطے اُنکے کیا دعا کا کلام تحصیل کم تر تبہ امامت کا بالا تر مرتبہ اسلام سے ہے اور موقوف و متصول اسلام کے اور جوامامت اولاد انکی کو حاصل ہوئی اسلام بالاولیٰ حاصل ہو گا جواب اُسکا وہ کہ مقصود انکا اس دعا سے وہ ہے کہ جماعت کثیر کہ امامت کہ سکیں مدت دراز تک مسلمانی پر قائم ہیں اور اجابت دعا امامت کی اگرچہ دلالت کرتی ہے اوپر استمرار کے دلالت کرتی ہے کہ بعض اولاد انکی اگرچہ یک دو کس ہوں منصب امامت کا پاویں گے و تابع اُنکے ایک دو کس اجنبی ہوں نہ اولاد اُن کی سے پس دعا امامت کی اس دعا سے کفایت نہیں یہ کہنا بھی تجث چہارم وہ کہ مصداق اس امنہ مسلمہ کا کون جماعت اولاد سے ان ہر دو بزرگ کے گذرا ہے بعضے مفسر جنے کہا ہے کہ پس ان حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور نسل انکی ہے کہ مدت دراز تک اوپر توحید اور اسلام کے قائم رہے ہیں اور بعضو نے کہا ہے کہ بعض بعض انسے ہر وقت میں تا بحی ایا مدار گذرے ہیں مثل زید بن عمرو بن نفیل و عبد المطلب جد آنحضرت لیکن صحیح وہ ہے کہ مصداق اُسکا امت مسلمہ اصحاب آنحضرت کے ہیں قریش غیر انکے اور اولاد انکی کو واسطے کہ دعا آئندہ میں جا تھی ہو دا بعث فیہم رسولا منہم یتلوا علیہم ایاتک اور یہ صفت اوپر پیغمبر حضرت اسمٰعیل علیہ اور نسل قریب انکی گے اور ایسے ہی زید بن عمرو بن نفیل اور قیس بن ساعدہ اور امثال اُن کی کے صادق نہیں آتی بلکہ ان الفاظ سے مرجع معلوم ہوتا ہے کہ اُس رسول نے کتاب منزل کو اوپر

بڑھا ہے اور اُنکو تعلیم کتاب و حکمت فرماتے اور باطن اُنکے کو غفلت اور حجاب سے پاک کرے اور یہ صفات سوا اصحاب بیغیر ہمارے صلعم کہ اولاد حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ کے ہی متحقق ہوئی ہے اور نہوگی اور واسطے اسی کے آخر سورہ حج میں خطاب ساتھ اصحاب کے ذکر ارشاد کیا ہے ملة ابیکم ابراھیم ھو سمٰکم المسلمین من قبل پس تو دعا حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل کی نص صریح ہے بیچ اُسکے کہ بیغمبر آخر الزماں اللہ کی طرف سے مبعوث ہیں اور امت اُسکی امت مسلمہ مقبولہ اور اسی نفس کے ساتھ الزام یہود اور نصاریٰ کو ہو سکتا ہے اور تنصیص بالصفات قوی تر تنصیص بالاسماء اور لقاب سے ہے نزدیک محققین کے البتہ اسقدر شرط ہے کہ سیاق اُس صفات کا ساتھ ایسی وجہ کے موقع ہو کہ کلی منحصر فرد احدیں ہو تو احتمال شرک کا نہ ہے اور اسیواسطے اہل تحقیق اُس پر ہیں کہ خلافت خلفاء اربعہ مانند اُس نصوص کے منصوص ہی جبکہ تفصیل اُس کی آیت استخلاف میں کہ اندر سورۂ نور کے ہے اور آیت قتال مرتدین میں کہ اندر سورہ مائدہ کے ہے اور آیت مخلفین میں غزوہ حدیبیہ سے کہ اندر سورہ فتح کے ہے مذکور ہے بحث پنجم وہ کہ تو بنا انبیاءکے کیا معنی باوجودیکہ گناہ سے معصوم ہیں اور توبہ بے گناہ کے متصور نہیں ہی جواب وہ کہ بحکم حسنات الابرار سیات المقربین بہت چیزیں ہیں کہ حق میں انبیاء کے حکم گناہ کا رکھتی ہیں اور حقیقت میں گناہ نہیں اور یہ مقتضائے علو منصب اُنکے کا ہی جیسا کہ مضمون اس بیت کا ہے ؎ نزدیکاں را بیش بود حیرانی و ہم بیشتر عنایات دہم بیشتر عنایات اور واسطے اُسی کے حدیث شریف میں آیا ہے کہ یا ایھا الناس توبوا الی اللہ فانی اتوب الیہ فی الیوم واٰئة مرة کہ اے آدمیو توبہ کرو تم طرف اللہ کے پس تحقیق میں بھی توبہ کرتا ہوں طرف اُسکے ایک دن میں سو مرتبہ اور بعضے مفسرین نے جواب یہ کہا ہے کہ جب حق تعالیٰ اسلام میں ذریت اپنی کو ساتھ اپنے منعم کیا طلب توبہ کو بھی ساتھ متکلم مع الغیر کے لائے واسطے اشاعہ کے طرف ذریت اپنی کے اگرچہ گناہ سے معصوم ہوں جیسا کہ اکثر اشخاص جماعت کے مرتکب فعل کے ہوں کہ محتاج توبہ ہوں درخواست توبہ واسطے کل اُس جماعت کے صحیح ہی حقیقتاً اور صحبوت حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل نے اندیشہ کیا کہ قیام اسلام امت کثیرہ کا کہ رائیں مختلف اور عقول متفاوت رکھتے ہیں اتفاق تمام کا التزام یک طریقہ پر بدون کسی جامع اور کسی قاسر کے محالات عادت سے ہے واسطے حصول اُس اتفاق اور بقائے اُس اتفاق کے مدت دراز تک عادۃ دوسری جناب الٰہی میں عرض کی اور پکارا ربنا وابعث فیھم رسولا یعنی اے پروردگار ہمارے اور بپا کر درمیان اُس امت کے کوئی بیغمبر لیکن وہ بیغمبر بھی خارج اولاد ہماری سے نہو بلکہ منھم یعنی اُس امت سے ہو تا کہ رسول اولاد مقبولہ اُس کی ہر دو نوں ذریت ہماری میں شمار ہوں اور شرف عظیم اور مرتبہ فخیم کا محل آوے کیونکہ اگر امت اولاد ہماری سے ہو اور محتاج طرف کسی ایسے رسول کے ہوں کہ اولاد ہماری سے نہیں ہے پس ہمکو کیا شرف اور مرتبہ باقی ہے اور بھی جو وہ رسول اُسی امت سے ہو تو اولاد اور نشاء اور نسب اصحاب اخلاق اور اوضاع اور صدق اور دیانت اور عہد اور امانت اُسکی کے خوب واقف ہونگے اقتداء اور اتباع میں اُسکے سرگرم رہیں اور سابقت اُسکی سے عار نکریں کہ بسا است ایک کی کہ اپنے فرقہ سے ہو سرکش آدمیوں کو چنداں دشوار نہیں ہوتی ہی بخلاف بیاست اجنبی کے اور بھی بحکم قرابت اور عمومت اور خؤلت اور مصاہرت کے بہت طریق نصرت اور اعانت اُس کی کے بہم پہونچاتے ہیں اور بیچ جاری کرنے شریعت اُسکی کے اور تشیید امر اُسکے کے نہایت درجہ کی کوشش اور سعی کرتے ہیں اور بھی جو وہ اُسی امت سے ہو شفقت اُنکی اپنی زیادہ ہو اور تعلیم اور تفہیم میں اُنکی مبالغہ کرے کہ تربیت اقارب بطریق استمرار اپنے کی اہم ہے نزدیک ہر دیکے تربیت اجانب اور جرم اور شفقت آدمی کی اور قوم اور قبیلہ اپنے کے زیادہ تر ہے حرص اور شفقت اجانب سے بمقتضائے جبلت بشری کے لہذا حدیث شریف میں وارد ہے کہ اول من اشفع لہ من امتی اھل بیتی ثم بنو ھاشم ثم الاقرب فالاقرب من القریش یعنی بیشتر تمام امت اپنی میں شفاعت اہل بیت کی کرونگا پھر بنو ہاشم کی پھر جو قریب تر ہیں پھر جو اقرب ہیں قریش میں سے اور امیر المومنین عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ سے روی ہی کہ فرمائے تھے قسم خدا کی اگر کلید بہشت کی میرے ہاتھ میں ہوں کیسو بنی ہمیہ سے باہر بہشت سے پھینکوڑوں میں اور شک نہیں کہ اس قسم کا رسول کہ مجموع اولاد حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہما سے مبعوث ہوا ہو غیر ذات عالی صفات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نہیں ہے اور نہ ہاے کسواسکے بیچ اولاد حضرت اسمٰعیلؑ کے اُس زمانہ تک کوئی رسول مبعوث نہوا تھا اور اگر کوئی حق ہیں زید بن عمرو بن نفیل اور قس بن ساعدہ کے احتمال نبوت کا رکھے احتمال رسالت کا البتہ نہ رکھے اور اگر بالفرض رسول ہی ہوتے انکی امت مسلمہ البتہ نہتی اور اگر امت مسلمہ بھی اُنکی ہوتی یہ اوصاف خود البتہ ان میں متحقق نہ تھے کہ یتلوا علیھم اٰیاتک یعنی پڑھتا ہے اُن پر آیات تیری اور پڑھنا آیات الٰہی کا بدون نزول کسی کتاب کے اُسپر نہیں ہو سکتا پس چاہیئے کہ اُسپر کوئی کتاب بھی نازل ہو ہر چند ساتھ تلاوت آیتوں اُس کتاب کے الفاظ اُس کتاب کے زبان پر شاگردوں اُسکے کے جاری رہیگا لیکن نعمت تمام نہوگی مگر جو معانی اُس کتاب کے بھی انکو طلع کریں ویعلمھم الکتاب یعنی اور سکھلاوے اُنکو معانی کتاب کے کہ بدلول ظاہر عبارت اُسکی ہی اور گو یا جاتا اُن معانی کا جانا نفس کتاب کا نزدیک وہ معانی بسبب کمال وضوح اور انجلاء کے الفاظ سے انفکاک نہیں کرتے اور بمجرد سننے اُن الفاظ کے ذہن میں آتے ہیں بے احتیاج کے طرف تامل اور تعمق نظر کے لیکن جاننا معانی اُس کتاب کا اسداروں پر اُس کتاب کے ضرور نہیں کرنا کو لذت احکام اُس کتاب کی پاویں اور سلقہ نشاط تمام کے فرمانبرداری امر اُس کتاب کے سرگرم ہوں پس چاہیئے کہ انکو اور پر اسرار اُس کتاب کے بھی آگاہ کریں ویعلمھم الحکمة یعنی اور سکھلاتا ہے اُنکو وہ سلوم حکمت کہ دریان ہر ہر حکم اور ہر ہر لفظ اُس کتاب کے در دایت اور تسوید میں تو علم ظاہر اور علم باطن کو جامع ہوں کیونکہ علم باطن بغیر علم ظاہر کے موجب زندقہ اور الحاد کا ہو جاتا ہے اور علم ظاہر علم باطن کے طرف تقشف بارہ دہ اور حیلہ سازی کے کھینچتا ہے اور جو تعلیم اور تعلم ایک حد منقطع رکھتا ہے کہ واسطے کہ نہ قوت متعلم کی تعلیم میں ہر چیز کی کفایت کرتی ہی اور نہ قوت بتعلم کی ذیچ حفظ ہر نکتہ کے وفا کرتی ہی پس چاہیئے کہ واسطے تحصیل بلکہ افادہ علوم غیب سے انکو بیچ مرتبہ نبوت صناعی کے کہ عبارت ولایت ہے پہونچا دے ویزکیھم یعنی اور لوح نفوس اور ارواح کو انکی پاک کرے اُسکی کدورت سے کہ حجاب معرفت عیانی کا ہوا ہے اور آئینہ استعدادات اُنکی کو صاف

تمام کرے تو خود بخود تعلیم و تعلم کے اُسجا سے کہ القائے غیبیہ لوح مدرکہ اُس پیغمبر پر ہوتی تھی انپر بھی ہو اور لفظ اس ترتیب کے کہ نہایت کو پہونچے مانند اپنی کرے انکشاف حقائق الٰہیہ مگر اسیقدر کہ نبوت اصلی نہ کہے گو یا حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ سے نے جانا کہ یہ پیغمبر خاتم المرسلین ہوگا اور بعد اُس سے رسول نہ آویگا پس نہ جانا یہ اس کی اثر نبوت کا کہ ولایت سے مدتوں تک باقی رہے تا کہ ہدایت بقدر امکان فیض نبوت سے بے بہرہ نہ رہیں **بیت** چو نکہ گل رفت و گلستان شد خراب + بوئے گل را از کجا یابد گلاب + اور ہم اس دعا کو تجھسے اُس سبب سے چاہتے ہیں کہ اِنَّكَ اَنْتَ اَلْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ یعنی تحقیق تو نہایت صاحب عزت اور نہایت صاحب حکمت کا ہے تو عزت تیری تقاضا نہیں کرتی کہ ہر کیسکو بلا واسطہ تعلیم علوم کی فرماوے تو اور ساتھ اُسکے ہمکلام ہو تو اور آیات اپنی کو اُسپر نازل کرے تو اور حکمت تیری تقاضا کرتی ہے کہ کیسو افراد بشر سے خالی معرفت ذات اور صفات اپنی سے اور شناخت نظام صالح معاش اور معاد سے محروم نہ چھوڑے تو پس اجتماع ان دونو مقتضا کا ساتھ اسی صورت کے میسر ہو سکتا ہے کہ ایک آدمی کو درمیان سے اُنکے خاص کرے تو ساتھ رسالت اپنی کے اور بواسطہ اُسکے اس فیض کو طرف دوسروں کے پہونچاوے تو کہ یہی عزت تیری بجا رہیگی اور یہی حکمت تیری معطل نہو + حکمت محض است اگر لطف جہاں آفریں + خاص کند بندۂ مصلحت عام را + باقی ہے اسجگہ میں فائدے چند اول وہ کہ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ نے حالت بناء کعبہ میں تین دعائیں فرمائیں اور ہر دعا کو مصدر بکلمہ بنا و ندبل بدو اسم اسمائے حسنیٰ کے کیا وجہ مناسبت سمیع و علیم کی ساتھ دعائے قبول کے ظاہر ہے اور ایسی ہی مناسبت توّاب اور رحیم کے ساتھ دعائے توبہ اور ثبات اسلام پر اور توفیق با دائے مناسک کی بھی روشن ہے لیکن مناسبت عزیز اور حکیم کی ساتھ دعائے بعثت رسول عربی کے خوب ظاہر نہیں اور اسواسطے اکثر مفسرین نے بیان مناسبت سے اسجا میں سکوت کیا ہے اور وجہ مناسبت کی اس تفسیر میں گذری دوم وہ کہ اوصافمیں رسول عربی کے تلاوت آیات کو اور تعلیم کتاب کو اور تعلیم حکمت اور اُسکو ساتھ تزکیہ کے مقدم فرمایا مراعات اس ترتیب میں کیا نکتہ ہے جواب اُسکا وہ ہے کہ اُس ترتیب میں ترقی ہی ادنیٰ سے طرف اعلیٰ کے کو اسطے کہ انتفاع امت کا ساتھ پیغمبر اپنے کے جامد قریبہ پر کہاں بعضوں کا فوق اور بعضوں کے ہے اول وہ کہ الفاظ منزل من اللہ کو اُس سے یاد کریں تو کہ ساتھ تواتر کے منقول ہو اور حفظ اُن الفاظ کا اور تجوید اور ترتیل اُنکی کے سعی بلیغ بیچ کا کیلجاویں یہ ادنیٰ مراتب انتفاع ہی کو حفاظ اور قاریان امت کو میسر ہے اور حاصل کلام کا یہ ہے کہ نسبت تحصیل اس مرتبہ کی تشبیہ بیا ساتھ پیغمبر کے اور وراثت اُنکی حاصل ہوتی ہی لہٰذا حدیث شریف میں وارد ہی کہ جسکے قرآن سینہ میں ہو لقد ادرجت النبوۃ بین کتفیہ الا انہ لا یوحی الیہ البتہ تحقیق داخل ہوئی نبوت درمیان سینہ اُسکے کے مگر فرق یہ ہے کہ نہیں وحی کی گئی طرف اُسکے مرتبہ دوسرا وہ ہے کہ ہمراہ الفاظ کے ساتھ معانی ظاہر اُسکے کے بھی آشنا ہو اور معانی اولیہ کو پیغمبر سے لے اور تحقیق احکام و قصص و مواعظ و وعید کو بوجہ احسن کرے اور یہ مرتبہ نصیب علماؤں ظاہر کا ہے اور اس مرتبہ میں تشبیہ ساتھ پیغمبروں کے اور وراثت اُنکی زیادہ تر اور قوی تر ہے اور مرتبہ تیسرا وہ کہ ہمراہ اس دو مرتبہ کے اسرار اور حکمت الٰہی کو احکام اور معاملات اُسکے میں کہ دنیا اور آخرت میں ساتھ نیکوں اور بدوں کے فرمایا ہے اور فرا دیگا بادے اور ہر حکم اور ہر قصہ اور ہر وعدا اور ہر وعید کو بمثل اور اصل اُسکی کے عالموں غیب الٰہیہ اور نظامات کارخانوں اُسکے وابستہ جانے اور شیوں ظاہرہ کو اُن احکام اور معاملات میں ملاحظہ کرے اور یہ مرتبہ علی مرتبوں کے سبب وراثت انبیاء علیہم السلام کا ہی مرتبہ چوتھا وہ کہ جو ہر روح اُس کی مزکی اور مصفا ہو اور اس سے کہ پیغمبر علیہ السلام کہا یا ہے اُسکو بھی ساتھ تبعیت کے نصیبا حاصل ہو اور یہ آدمی قائم مقام نبی کے ہے اور وارث کامل امت کا کہ گویا ظل پیغمبر اور نمونہ اُسکا بعد اُس سے باقی ہی اور مقام لائق خلافت اور وصایت پیغمبر علیہ السلام بعد انتقال اُسکے کہے اور یہ مرتبہ اعلیٰ مرتبوں اُنیوں کا ہے مطلقاً لیکن وہبی ہی کسب کو اُسکے دخل نہیں لیکن بطریق اعداد اور تقریب کے واسطے اشعار کے ساتھ تفاوت اس مرتبوں کے پستی سے طرف بلندی کے اس ترتیب کو اختیار فرمایا ہے فائدہ سوم وہ لفظ واجعلنا مسلمین لک کہ ساتھ حرف عطف کے واقع ہے معطوف علیہ اُسکا کیا چیز ہے اگر لفظ تقبل ہی پس جملہ انک انت السمیع العلیم اور جملہ ربنا تقبل دونوں معترضہ ہونگے الف اسط تعلیل کے دوم واسطے تاکید دعا اور جو معطوف علیہ اُسکا محذوف ہے پس تقدیر کلام کی ایسی ہوگی ربنا افعل هذا واجعلنا مسلمین لک اور ترکیب ربنا وابعث فیهم کو بھی ساتھ اسی دستور کے سمجھنا چاہیئے آئے ہم اوپر اُسکے کہ لانا حرف عطف کا اسی مدعا کے محو ہے ساتھ تقیید معطوف علیہ کے ہوا یا ضرور فرمایا ساتھ ہو ساتھ اُسکے کہ غرض ہماری ان دعاؤں سے جمع درمیان حصول مطالب سہ گانہ کے ہے نہ حصول یک یک مطلب تنہا چہارم وہ کہ تفسیر میں حکمت کی علماء کا اختلاف ہے بعضوں نے کہا ہی کہ مراد حکمت سے صواب پر ہونا قول اور فعل کا ہی اور بعضوں نے کہا ہی کہ معرفت حکمت کی تشبیہ ساتھ جناب حضرت حق کے ہے بقدر طاقت بشری کے اور مناسبا ہی قول کے ہی جو کہ حدیث صحیح میں وارد ہوا تخلقوا باخلاق اللہ متصف ہو تم ساتھ صفات اللہ تعالیٰ کے آئندہ اور امام شافعیؒ سے مروی ہی کہ مراد حکمت سے اسجا سنت نبوی ہی کہ کرکن دو سار کانوں شرع اور اصل عقد مہول دین ہی اور بعضوں نے کہا ہی کہ مراد کتاب سے آیات محکمات ہیں اور حکمت سے آیات متشابہات اوپر تقدیر کے تزکیہ دلائے تعلیم حکمت اور کتاب کے چاہیئے پر وہ کیا چیز ہے اکثر مفسرین نے کہا ہی کہ مراد تزکیہ سے وعظ اور تذکیر اور عمدہ وعید ہے کہ آنحضرتؐ سوائے تلاوت و تعلیم کتاب اور حکمت کے بھی فرماتے تھے اور بعضوں نے کہا ہی کہ مراد تزکیہ سے شہادت بعدالت اور معتبری ہی کہ آنحضرتؐ دن قیامت کے واسطے اسکے اپنی کے دینگے اور دنیا میں بھی فضائل اور مناقب صحابہ اور اہل بیت اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہم اور بعضے تابعین سے بھی ہی اور ظاہر ہے کہ یہ شہادت وسیع تلاوت اور تعلیم کتاب بعد حکمت کے ہی یہ ہیں اقوال مفسرین کے اس مقام پر اور چونکہ ساتھ سیاق و سباق اس آیت کے مناسب ہے تفسیر میں گذرا بالجملہ اس قصہ سے نص صریح حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ کی ہی صحت نبوت پیغمبر آخر الزماں اور تقبل دعوت اُسکی کے اور یہ کہ مبعوث ہونا اس پیغمبر کا اور پیدا ہونا اس امت کا ایک چیز ہے کہ ان

ہر دو بزرگ عالی قدر نے ساتھ کمال آرزو کے جناب الٰہی سے بیچ وقت شغولی بنائے خانہ اُسکے کہ بلا شبہ وقت استجابت دعا کا تھا چاہا ہی لہذا امام احمد اور بیہقی بروایت صحابہ کثیرہ کے لائے ہیں کہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی عند اللہ فی ام الکتب لخاتم النبیین وان آدم لمنجدل فی طینتہ وسأخبرکم عن بدء امری انا دعوۃ ابراھیم علیہ السلام وبشری عیسی ورؤیا امی التی رأت حین وضعتنی رأت انہ یخرج منہا نور اضاءت لہ قصور الشام بصری اور ظاہر ہے کہ جب کہ آنحضرتؐ حامل ہمراہ ابراہیم اور تحمیل ہوئے لازم آیا کہ ملت اُنکی ملت ابراہیمی ہو اور جو کہ اکثر احکام اس ملت کے مانند مناسک حج اور قربانی حق ہیں ہو دلیل کے منسوخ ہوئی نہیں پس بہت تصور استعداد یہودیوں سے تھا کہ وہ اہل ظاہر محض تھے اور اسرار باطنی سے بے بہرہ خصوصًا رہ محبت اور فنا کو اصلا نہیں جانتے تھے سوا طمع اور خوف کے اُنکو کوئی باعث امتثال احکام الٰہی کا نہ تھا بالضرور احکام الٰہی نے حق میں اُنکے ساتھ ای ننگ کے صدور پایا جاہل کمال پیدا ہے کہ جامع ہوئے درمیان ظاہر اور باطن کے اور قلوب اُنکا مستعد محبت محمدیہ اور شوق کا ہوا لابد اُن احکام منسوخہ نے عود فرمایا اور ملت ابراہیمی از سر نو قائم ہوئی پس اس وقت میں انحراف اور عدول ملت ابراہیم کا در حقیقت انحراف اور عدول ملت ابراہیم علیہ السلام کا ہی وَمَنْ یَّرْغَبُ یعنی وہ کون ہے کہ رغبت کرے بیچ ملت دوسری کے انحراف اور عدول کرکے عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ یعنی ملت ابراہیم سے کہ اقدام ملتوں اور اکمل نکی کا ہی اور ابراہیم علیہ السلام وہ ہے کہ تمام فرقوں بنی اعمیں اور اسباط بنی اسرائیل کو فخر اور فضیلت ساتھ انتساب اُسکے کے ہے خصوصًا اُس وقت میں کہ استعداد تبعد مناسا تھ اُس ملت کے بکمال مرتبہ کے جلوہ گیا اور اُس پیغمبر کہ جسکو ابراہیم علیہ السلام نہایت تضرع اور آرزو سے چاہا تھا مبعوث ہوئے اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ یعنی مگر وہ کوئی کہ راہ بیوقوفی سے جاہل ہو احوال نفس اپنے سے نہ سمجھا کہ نفس میرے میں کس کس لطیفہ کو تعبیہ کیا ہی اور کمال ہر لطیفہ کا ساتھ کس ننگ کے حاصل ہوتا ہی اور وہ ملت کہ جامع اقسام کمالات نفس میرے کی ہی اور ایفائے حق جمیع لطائف نفس کی کرتی ہی کون ہے اور راہ صحت اور شوق اور فنائے قلب کے سر حد مقام غلت کے بیہودہ تاکی ہی کونسی ملت میں مفتوح ہی اور کونسی ملت میں مسدود اور کیونکر انحراف ملت ابراہیم سے دلیل شفاعت اور بے خبری حال انفس اپنے سے ہو وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا یعنی اور تحقیق ہر گزیدہ کیا ہمنے ابراہیم کو دنیا میں ساتھ عطا کرنے جمیع کمالات نفسانیہ کے یعنی نبوت اور رسالت اور امامت اور ولایت اور سریت نور نبوت اور اولاد اور اتباع اُمتے میں قیام قیامت تک اور پہونچنا بمقام خلت میں امر اظہار مناسک حج کہ نمونہ وصال جناب حق تبارک و تعالی ہی اور کشف اسرار اُس مناسک کا اور ہیا اور باقی رہنا خانہ کا کہ اُس نے بنا کیا ہی واسطے عبادت ہماری کے ساتھ امن وعزت کے قیام قیامت تک اور پیدا ہونا عاملان سر نبوت اور ولایات مختلفۃ المذاق اولاد اور اتباع میں اُسکے دن قیامت تک یہ ہیں اسباب بزرگیوں اُسکی کے دنیا میں اور جو کچھ کہ باعث اتباع ملت کے امید شفاعت صاحب ملت سے ہو آخرت میں پس ابراہیم شایان اس امید کا بھی ہی وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ یعنی تحقیق وہ آخرت میں اگرچہ بیچ اُس وقت کے نبوت اور رسالت اور امامت اُسکی منقطع ہوگی لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ یعنی البتہ صالحوں سے ہی ساتھ ولایت خاصہ اپنی کے کہ افضل نبوت اور رسالت اُسکی سے ہے اگرچہ نبوت اور رسالت اُسکی افضل ولایات مختلفہ سے ہو ہر چند یہ تمام کمالات اُسکے تدریجًا تمام کرنے میں حاصل ہوئے اور دائم ترقی میں تھے لیکن اصل و تخم اُس کمالات کا اُسمیں بمجرد اسلام کے بویا گیا اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ یعنی جبوقت کہ فرمایا اُسکو رب اُسکے نے ساتھ وحی خفی کے کیونکہ ابھنوز وحی ظاہر پر نہیں آئی تھی اور پیغمبر نہوئے تھے اَسْلِمْ یعنی منقاد ہو جمیع اسماء الٰہیہ اور احکام اُنکے کا ہر زمانہ میں بواسطہ جسکے کہ چاہیے اور عین اس فرمانے میں اُسکو پروردگار اُسکے نے ساتھ جمیع اسماء اپنے کے جذب فرمایا اور حضرت ابراہیم نے بسبب اُس جذب قوی کے بے اختیار قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ یعنی کہا منقاد ہوا میں ساتھ جمیع قوی اور لطائف اور جوارح اور اعضا اپنے کے واسطے رب العالمین کے کہ ہر عالم میں ایک اسم سے اسماؤں اُسکے سے ظہور فرما کر ربوبیت اُس عالم کی کرتا ہے پس طالب ہر کمال کو توسل ساتھ اُسکے حصول مطلب اپنے میں کافی ہے اور رسوخ ابراہیمی میں وسعت جمیع کمالات مطلوبہ کی دلیل ہے اتباع ملت اُسکی کے اور اقتدا مشرب اُسکے سے کسی آدمی کو طالبول حق سے پرہیز نہیں اور اس تفسیر سے معلوم ہوا کہ معنی اسلام کے کہ حضرت ابراہیم ساتھ اُسکے مامور ہوئے وہ معنی اسلام عرفی کے ہے اور منتہائے کمالات انسانی کا ہی بس وہ اشکال کہ جس نے مفسرین کو اس میں متحیر کیا ہے زائل ہوا اور محرر اُس اشکال کو یہ ہے کہ امر باسلام حضرت ابراہیم کو قبل نبوت نہ بعد اُس کے صحیح ہوتا ہی کیونکہ انبیاء ما جمیعہ مسلمان ہوتے ہیں بعد کفر تبعی سے یعنی بہ تبعیت مادر اور پدر کے حکم ساتھ کفر اُنکے کے جائز نہیں جیسا کہ کافر کو مکلف جانا درست ہے اور ہر اعتقاد نے معصوم ہیں پس امر ساتھ اسلام کے اُنکو قبیل تحصیل حاصل اور اثبات ثابت کے سے ہے اور جواب اس اشکال کا تغایر میں بچند وجوہ مذکور ہے اوّل وہ کہ مراد اس اسلام سے اسلام متعارف نہیں بلکہ ذوال ساتھ انقیاد امر الٰہی کے ہے بیچ تحمل جفائے کفار کے دوم وہ کہ یہ کلام بر وجہ تمثیل ہی نہ بروجہ تحقیق کیونکہ ظاہر کرنا علامات قدرت اپنی کا اور دلائل وحدانیت اپنی کا دل میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بمنزلہ اُسکے تھا گو کہیں اُس کو اور عارف ہوا حضرت ابراہیم کا ساتھ ذات اور صفات الٰہی کے بمنزلہ اُسکے تھا محققین نے اہل اصول سے وجود دوسری کہی ہی کہ وہ وجود تبعیتی ہی اور ہمارے اس دعوے کہ انبیا علیہم السلام ہر چند کفر تبعی اور عنادی سے حالت صغر اور کبر میں معصوم رہتے ہیں اور ساتھ اسلام خلقی کے موصوف لیکن ایمان تکلیفی اور ابتلائی کے سبب وحدہ اوامر اور نواہی کے تحقق ہوتا ہی موقوف اوپر ورود اُنکی مرفوعہ الٰہی کے ہے پس مراد اسلام سے یہ اسلام تکلیفی اور ابتلائی ہے کہ موقوف اوپر تو جہ اس امر کے تھا قبیل تحصیل حاصل سے نہیں ہی اور نبی جو کچھ اس تفسیر میں گذرا اشکال دوم سے بھی ظاہر ہوا کہ جمہور مفسرین بذہب میں اُسکے بھی مضطرب کہیں اور تحریر اُسکی وہ کلام ذو اطراف ہی اور تعلق اُسکا ساتھ مصطفٰے ان دو معنی کے راست نہیں آتا ہی کیونکہ مصطفٰے مقید ساتھ کسی وقت کے

نہیں ہوتا اور جو ہوتا ہے مقید ساتھ اُسوقت کے نہیں ہو سکتا حاصل جواب اس اشکال کا وہ ہے کہ اصطفا ہر چند ہمیشہ ہے لیکن بیچ بعض اوقات کے تمام آدمیوں پر آثار اُسکے ظاہر ہوتے ہیں پس تقیید اُسکی ساتھ اُسیوقت کے ابتدائے ظہور اُسکے کا اُسوقت میں ہوا مو مخالف دوام اُسکے کا نہیں چنانچہ کہتے ہیں زید شجاع فی المعرکۃ وعلم فی المدرسۃ وبخش جواد عند المسئلۃ و بکر کریم فی وقت المعاملۃ اور جو کلمۂ اذ کو ظرف فعل محذوف کا کہیں یا متعلق ساتھ قال کے کریں یہ اشکال وارد نہیں ہوتا اور احتیاج جواب اُسکے کی نہیں رہتی۔

بالجملہ اس آیت سے ثابت ہوا کہ ملت براہیمی ان قبیل سے نہیں کہ کوئی اُس پر اعتراض کرے اور عدل آور جو منکران اس ملت کے خصوصًا یہود اور نصارٰی کہیں کہ نزدیک ہمارے بھی سلم ہے کہ ملت براہیمی اکمل ملتوں اور افضل اُنکے کا ہے اور جامع ترین ملتوں کے کمالات انسانیہ کا ہے لیکن ہدایت خاص بھی ساتھ حضرت براہیم علیہ السلام کے کہ طرف اوج کمال کے پہونچے تھے اور بمقام خلت میں مشرف ہوئے یا خاص ہی ساتھ انبیائے عالیقدر کے اولاد اُنکی سے عوام کو نہیں پہونچتا کہ اتباع اُس ملت کی کرے کسواسطے کہ وہ نوع استجماع کمالات کا دائرہ استعداد اُنکی سے خارج ہے مثل اُسکے عوام امت کو نہیں پہونچتی کہ ساتھ مخصوصات انبیا علیہم السلام کے اقتدا کرے مثل نکاح مافوق الاربعہ زنان سے اور مانند اُسکے پس حق میں مؤمنکے وہ ملت لازم العمل نہیں جواب میں اس حرف اُنکے کے چاہیئے کہا کہ حضرت براہیم علیہ السلام جیسا خود ساتھ اُس ملت کے عمل فرماتے تھے دوسروں کو اتباع اور اولاد اپنی سے بھی ساتھ اُس ملت کے تکلیف فرماتے تھے پس معلوم ہوا کہ وہ ملت مخصوصات اُنکے سے نہ تھی بلکہ جیسا کہ حیات میں اپنی ساتھ اُس ملت کے تکلیف دی ہے بعد وفات بھی ساتھ اُسی ملت کے امر فرمایا ہے وَوَصّٰی بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ اور وصیت فرمائے ہیں ساتھ اسی ملت کے ابراہیم علیہ السلام پسران اپنے کو کہ آٹھ نفر تھے کلاں تر اُنکے حضرت اسمٰعیلؑ ہیں مادر اُنکی حضرت ہاجرہ قبطیہ اور حضرت اسحٰق مادر اُنکی حضرت سارہ دختر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کہ ماماں نام رکھتے تھے اور یہ ہر دو پیغمبران عالی قدر تھے اور چھ دو سر بطن قنطورا دختر یقطن کنعانیہ کہ نسل عرب عاربہ سے تھی اور وہ چھ مدین اور مدان اور یرفشان اور ورموان اور سبق اور شوح ہیں کہ پیغمبر نہیں ہیں معلوم ہوا کہ وہ ملت بھی حضرت براہیم کی پر وہی غیر پر اُنکے اور بھی اپر وفات اُنکی کے واجب العمل تھی اور ابن سعد نے کلبی سے روایت کی کہ حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسمٰعیلؑ کو کہ معظمہ میں ساکن فرمایا اور نسل اُنکی وہاں جاری ہی اور حضرت اسحٰقؑ کو کنعان میں ہمراہ اپنے ساکن فرمایا اور مدین کو شہر مدین میں کہ بنام اُسکے ملقب ہے اور اولاد اُسکی وہاں تھی حضرت شعیب علیہ السلام اولاد اُنکی سے ہیں اور مدان اور دوسرے پسران کو شہروں شام اور روم میں متفرق کیا ہے پسران دیگر نے خدمت میں حضرت براہیمؑ کے عرض کیا کہ تسے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو جوار میں خانہ خدا کے جگہ دی اور حضرت اسحٰقؑ کو ہمراہ اپنے رکھا تسے اور ہم سب کو جدا کر کے زمین وحشت اور غربت میں ڈالا تسے حضرت براہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھکو جناب الٰہی سے اسی حکم ہوا ہے ناچار ہوں میں لیکن میں ہر ایک کو تسے ایک اسم اسمائے الٰہی سے تعلیم کرتا ہوں کہ حل مشکلات اور طلب حاجات میں کفایت کرے گا پس ہر ایک کو اُن سے ایک اسم اسماؤں الٰہی سے تعلیم فرمایا کہ وقت قحط کے ساتھ اُس اسم کے دعا کرتے تھے اور باران آتا تھا اور وقت مقابلہ دشمنوں کے ساتھ اُس اسم کے توسل ہوتا تھا تسے اور نصرت پاتے تھے اور اتباع اس ملت کی مخصوص ساتھ اولاد صلبی حضرت براہیمؑ کے نہیں بلکہ وَيَعْقُوْبُ یعنی اور یعقوب بھی کہ پسر حضرت اسحٰقؑ کے دختر حضرت لوط کے تھے اور نبیرہ حضرت براہیمؑ کے تھے اسی خیر باد پسر اپنے کو کہ روبین اور شمعون اور لاوی اور یہودا تھے شکم لیا دختر لابان کے خال حضرت یعقوب علیہ السلام کی ہوتی تھی اور یوسف اور بنیامین شکم سے نہیں جنے دوم لابان کی اور زیتون اور یشاخر اور دان اور نفتالی اور گاد اور اشر کہ یہ شکم سے کنیز کو کہتے تھے سب کو حضرت یعقوب علیہ السلام نے جمع کیا وقت وفات اپنی کے مصر میں کہا يٰبَنِيَّ یعنی اے لڑکو میرے اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ یعنی بتحقیق اللہ تعالیٰ نے واسطے تمہارے چنا اور برگزیدہ کیا ہے اس دین کو کہ اسلام ہے اور گویا غیر اُسکے دین نہیں اور کوئی اعتقاد اور کوئی عمل کہ مخالف اُسکے ہو مقبول نہیں فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ یعنی پس چاہیئے کہ نہ مرو تم مگر اُس حالت میں کہ تم اوپر دین اور اسلام کے قائم ہو اور ظاہر ہے کہ حضرت یعقوبؑ جد بنی اسرائیل کے تھے اور اولاد اپنی کو ساتھ یہودیت اور نصرانیت کے وصیت نہیں فرمائی بلکہ ساتھ اسلام اور انقیاد احکام الٰہی کے جس طرح کہ زمانہ میں اوپر زمان ہر پیغمبر کے پاویں باقی رہا یہاں ایک سوال جواب طلب اور وہ وہ ہے کہ موت امورِ اضطراریہ سے ہی اور نہی کو چاہیئے کہ متعلق ساتھ امور اختیاری کے ہو اس کلام میں نہی موت کو کیونکر طرح ہو جواب اُسکا وہ نہی مطلق سے نہیں بلکہ نہی موت ہے بیچ غیر حالت اسلام کے ہی اور گویا دلیل حقیقت یہ بھی امر ہے دوام رہنا اور بچالت اسلام کے تا زمانہ موت غیر الحالت میں آئے جیسا کہ کہتے ہیں لا تصل الا وانت خاشع کہ نہ پڑھ نماز سے نہیں بلکہ امر ہے ساتھ خشوع کے نماز میں اور صحیح میں بروایت جابر بن عبد اللہ کے آیا کہ سنے آنحضرت علیہ السلام سے سنا کہ قبل تین دن وفات اپنی سے فرماتے تھے لَا يَمُوْتَنَّ اَحَدُكُمْ اِلَّا وَهُوَ يُحْسِنُ الظَّنَّ بِرَبِّهٖ یعنی چاہیئے کہ نہ مرے کوئی تم مگر اس حالت میں کہ گمان نیک رکھتا ہو ساتھ پروردگار اپنے کے اور عفو اور رحمت اُس کی نصب العین کرے تفاسیر میں مرقوم ہے کہ یہود میان زمان پیغمبر علیہ السلام نے قصد وصیت حضرت ابراہیم صلوٰۃ اللہ علی نبینا وعلیہ السلام اور حضرت یعقوبؑ کا سنا کہا کہ وصیت حضرت ابراہیمؑ کی ہم نہیں جانتے ہیں کہ ساتھ کس چیز کے تھی لیکن حضرت یعقوبؑ خود اس جہان سے گئے ہیں جبتک کہ وصیت دین یہودیت کی ساتھ پسران اپنے کے نکی ہو حق تعالیٰ نے جواب میں اُنکے فرمایا اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ تم دعویٰ کرتے ہو یعقوب پر کہ پیغمبر تھے اُس خبر کا کہ بے سند درست ہو اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ یعنی تھے تم حاضر اور گواہ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ یعنی جبوقت کہ نزدیک آئی بہتر آپ کو موت خصوصًا اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ یعنی جبوقت کہ کہا اُنہوں نے اپنے کو مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِيْ یعنی کس چیز کی عبادت کرو گے تم میرے بعد غرض اُن کی اس پوچھنے سے وہ تھی

کہ لڑکے روبرو اُنکے اقرار ساتھ توحید کے کریں اور یہ اُنسے اس اقرار پر عہد و پیمان مضبوط لیں چنانچہ لڑکوں نے اُنکی اُس غرض کو سمجھا قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ یعنی اور کہا ہم عبادت کرینگے معبود تیرے کی کہ اوصاف پاک اُسکے زبان تیری سے سنے ہیں ہمنے اور دلائل قطعیہ اُن وصفکے پہچانے ہیں ہمنے اور وہ معبود تیرا محض مصنوع خیال و منحوشت وہم تیرے کا نہیں بلکہ وہ معبود جمیع اہل حق کا ہے اور اسیواسطے کہتے ہیں ہم وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ یعنی اور عبادت کرینگے ہم معبود پدروں تیرے کی لیکن وہ پدر کہ مشرک گذرے ہیں اور معرفت اُس ذات سے دور پڑے ہیں بلکہ ابراہیم و اسمٰعیل و اسحاق جو اولاد کے حضرت یعقوبؑ کے ڈرے کہ مبادا تعدد اضافت سے توہم تعدد مضاف کا پیدا ہو کہا اِلٰهًا وَّاحِدًا یعنے عبادت کرینگے ہم اُس یگانہ کو کہ ساتھ کسی وجہ کے تعدد نرہے اور عبادت کو بھی ایک طور پر اور ایک وضع پر التزام تمکرینگے ہم بلکہ اس امر میں بھی تابع حکم الٰہی کے ہونگے ہم وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ یعنی اور ہم تمام محض واسطے اُسکے انقیاد کرتے ہیں ہم

اسی کا ہر زمانہ میں کہ زبان پر جس پیغمبر علیہ السلام کے آوے واجب القبول جانتے ہیں ہم اور مقابلہ میں اُسکے اصرار و لجاج ہر وضع کا مالوف اپنے کے نہیں کرتے ہیں ہم اور تمام اہل کتاب اگرچہ اولاد اُن بزرگوں کی ہو لیکن درمیان تمہارے انقیاد اُنکے سے کچھ نصیبا نہیں ملتا پہونچتا ہے کہ ساتھ انقیاد اُنکے کے فخر اور مباہات کرو تم اور اپنی بزرگی اور فضیلت ساختہ نسبت کرنے اُنکے کے ثابت کرو تم کو واسطے کہ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ یعنی یہ گروہ ایک جماعت تھی کہ گذری اور اثر وصیت اُن کی کا درمیان تمہارے کچھ باقی نہیں لَهَا مَا كَسَبَتْ یعنے واسطے اُس جماعت کے ہے جو کچھ کہ کسب کرگئے اعتقادات اور اعمال اور اخلاق سے وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ یعنے واسطے تمہارے ہے جو کچھ کہ کسب کرتے ہو تم اور تمکو انتساب اُنکے ساتھ کچھ فائدہ نہیں کرتا کیونکہ وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ یعنے اور سوال نہ کیے جاؤ گے تم اُس چیز سے کہ عمل کرتے تھے اگر بالفرض گناہ کیا ہو پس ایسی ہی نیکیاں اُنکی بھی تمکو نفع نکرینگی جو تم وصیت پر اُنکی قائم رہے تفاسیر میں مروی ہے کہ جب حضرت یعقوبؑ مصر میں داخل ہوئے دیکھا کہ آدمی وہاں کے اختلاف مذہب کا رکھتے ہیں بعضے بت پرست اور بعضے ستارہ پرست اور بعضے آتش پرست ڈرے کہ مبادا اولاد میری بھی صحبت میں ان آدمیوں کے گمراہ ہوں اس جہت سے وقت وفات اپنی کے سب کو جمع کر کے اس طرح پر اقرار کرایا اور حاصل، اقرار اُنکے کا یہ ہی تھا کہ معبود اپنے کو جلوس سے مخلوقات میں ایک جانکر وضع عبادت کو موافق حکم اُس تعالیٰ کے ہر زمانہ میں جس طرح سے کہ آوے بجالاوینگے ہم اور یہی ہے خلاصہ ملت حنفیہ کا کہ تعصب یہودیت اور نصرانیت سے منزلوں دور ہے اور یہی ہے مسمی یا اسلام پس دعوی کرنا اُسکا کہ حضرت یعقوبؑ نے پسران اپنے کو ساتھ یہود ہونیکے وصیت فرمائی ہے افترا محض ہے انبیاؤں پر باقی رہے یہاں فائدے چند اول وہ کہ حضرت اسمٰعیلؑ پدران حضرت یعقوبؑ سے تھے کیسے پدران حضرت یعقوبؑ میں شمار کیا بلکہ مقدم حضرت اسحٰقؑ پر لائے جواب اُسکا وہ کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ہر چند پدر حقیقی نتھے لیکن چچا حضرت یعقوبؑ کے ہوتے ہوتے تھے عم کو جد پدران سے شمار کرنا مجاز متعارف ہے چنانچہ خالہ کو بمنزلہ مادر کے اور اسی لئے حدیث میں آیا ہے کہ اَلْخَالَةُ بِمَنْزِلَةِ الْاُمِّ اور یہی حدیث میں وارد ہے کہ اَلْعَمُّ صِنْوُ الْاَبِ لعباس فائدہ بقیۃ آبائی یعنی تعظیم کرو تم حضرت عباسؓ کی کیلئے کہ وہ باقی بدروں میرے سے ہیں اور یہی حدیث میں وارد ہے کہ عم الرجل صنو ابیہ یعنی عم شخص کا ہمدوش پدر اُسکے کا ہے وہ سلوک کہ ساتھ پدر کے کرتا ہے ساتھ اُسکے بھی چاہیئے کیا فائدہ دوسرا یہ کہ جد کو پدر کہنا حقیقت ہے یا مجاز خود کیا امام شافعیؒ کے مجاز ہے اور اسیواسطے کہتے ہیں کہ برادران اور خواہران علیؓ ہمراہ جد کے وارث ہوتے ہیں اور مذہب امام مالکؒ و امام ابو یوسف اور امام محمدؒ کا بھی یہی ہے اور دلیل اُنکی قول حضرت امیر المومنین مرتضےٰ علی کرم اللہ وجہہ اور عبداللہ بن مسعود اور یزید بن ثابتؓ کا ہے اور نزدیک امام اعظم علیہ الرحمۃ کے حقیقت ہے اور اسیواسطے نزدیک اُنکے برادران اور خواہران عینی باوجود جد کے وارث نہیں ہوتے اور تمام مال کو جد لیتا ہے مانند پدر کے اور دلیل اُنکی قول حضرت امیر المومنین ابوبکر صدیق اور حضرت عائشہ اور ابن عباس اور حسن بصری اور طاؤس اور عطاؒ کا ہے لیکن اس آیت سے حقیقت ہونا لفظ اَب کا جد میں ثابت نہیں کر سکتے جیسا کہ بعض حنفیہ اثبات کرتے ہیں کسواسطے کہ اطلاق آباء کا یہاں بلاشبہ مجاز ہے بدلیل ذکر حضرت اسمٰعیلؑ کے سیوم وہ کہ فرقہ تعلیمیہ نے کہا کہ معرفت الٰہی میں تقلید رسول اور امام کی بھی کفایت کرتی ہے زیرا کہ پسران حضرت یعقوبؑ نے بیچ وہ صاف ذات پاک الٰہی کے سوا اسکے نکہا کہ معبود تیرا معبود پدروں تیرے کا ہے جواب اسکا وہ کہ معرفت ذات الٰہی انکو راہ دلائل سے حاصل تھی لیکن جو اُس مقام میں تسلی خاطر حضرت یعقوبؑ مقصود تھی وہ اسی صفت پر اکتفا کیا تو خاطر اُنکی اطمینان قبول کرے کہ میرے طریقہ پر اور پدروں میرے کے قائم ہیں گے اور بعض نے اہل کلام سے کہا ہے کہ معنی اس عبارت کے وہ ہیں کہ نعبد الاٰلٰه الذی دل علیه وجودك ووجود آبائك كقوله اعبدوا ربكم الذی خلقكم والذين من قبلكم کہ عبادت کرینگے ہم اُس اللہ کی کہ دلالت کرتا ہے اوپر اُسکے وجود تیرا اور وجود باپوں تیرے کا مثل قول اللہ تعالیٰ کے کہ عبادت کرو تم رب اپنے کی وہ رب کہ پیدا کیا تم کو اور اُن لوگو کو کہ پہلے تم سے ہیں اور تحقیق وہ ہے کہ دلیل معرفت الٰہی نسبت ساتھ ہر آدمی کے جدی ہے جو کوئی حق میں کسی شخص کے کہ ساتھ دیکھے اوضاع اور اطوار اور کمال صدق اور راستی اور وفور عقل و کیاست اور حجر بہ اور اصابت رائے اُس کی کے اعتقاد پیدا ہو عجب کہ بحجر دیکھنے کے اُسکو دلیل قوی جانے دور نہیں اور جو مراد تعلیمیہ کی یہ ہی ہے پس نزاع ساتھ اُنکے نزاع لفظی ہے زیرا کہ یہ تقلید در حقیقت تحقیق ہے تقلید وہ ہے کہ بے دلیل کے اتباع کسی کا کرے و بالجزم میں انبیاء کے کہ دلائل صدق انکی معجزات اور خوارق اور راستی اوضاع اور اخلاق اور اجتناب خطا اور کذب سے اظہر من الشمس ہوتی ہے اتباع فرض ہے اور باب تقلید سے نہیں اور عجب وہ ہے کہ اہل کتاب باوجود اعتراف و اقرار کے بکمال ملت ابراہیمؑ اور ساتھ فضائل اُس جناب کے ہرگز اتباع اُس ملت کو ہدایت نہیں گنتے بلکہ ضلالت جانتے ہیں زیرا کہ ہدایت کو مخصر غیر میں اُس ملت کے کیا ہے وَقَالُوْا یعنی اور کہا اہل کتاب نے یہودی اور نصاریٰ میں سے طریق تو زیع کے کہ كُوْنُوْا هُوْدًا یعنی ہو تم مذہب یہود پر اور یہ مقولہ یہود کا ہے اَوْ یعنی یا کہا کہ ہو تم نصاریٰ اور یہ مقولہ

نصاریٰ کا ہو پس ہر فرقہ اُن سے کہتا ہے کہ راہ ہماری اختیار کرو تم کہ تَهْتَدُوْا تو راہ پاؤ تم اور ہدایت حاصل کرو تم زیرا کہ ہدایت منحصر ہے ہماری راہ میں قُلْ یعنی کہو جواب میں اُنکے کہ ہدایت منحصر نہیں تمہاری راہ میں بَلْ یعنی اتباع کرینگے ہم مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ ملت ابراہیمؑ کی کہ یہودیت اور نصرانیت سے کامل تر ہے اور انواع ہدایات کو جامع مخصوصاً بہ صفت ابراہیمؑ کی کہ تھا حَنِیْفًا یعنی مائل طرف خدا کے کل ما سوا کے اور یہودیت اور نصرانیت تمہاری میں میلان طرف غیر خدا کے بہت ہی کبھی طرف عزیر کے میل کرتے ہو تم اور کبھی طرف مسیح کے اور کبھی طرف پیشواؤں اپنے کے بے تحقیق صدق اور راستی اُنکی کے میل کرتے ہو تم اور احکام اُنکے کو مانند احکام خدا کے جانتے ہو جیسا کہ دوسری آیت میں مصرح ہے اتخذوا احبارھم ورھبانھم ارباباً من دون اللہ والمسیح ابن مریم وما امروا الا لیعبدوا الٰھاً واحداً لا الٰہ الا ھو سبحانہ عما یشرکون یعنی پکڑا اُنہوں نے عالموں اور عابدوں اپنے کو سوا اللہ کے اور مسیح بیٹے مریم کو اور نہیں امر کئے گئے وہ مگر یہ کہ عبادت کریں ایک معبود کی نہیں ہے کوئی معبود سوا اُسکے پاک ہے وہ اُس چیز سے کہ شریک کرتے ہیں حالانکہ ابراہیمؑ ان تمام وجوہ شرک اور کفر سے مبرا تھے وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ اور تھے ابراہیمؑ مشرکوں سے نہ عبادت میں اور نہ خلق اور تدبیر میں اور تحلیل و تحریم میں اور تم سب عبادت میں عزیر اور مسیحؑ کو شریک اُسکا کرتے ہو اور بھی خلق اور تدبیر میں اسلاف اپنے کو شریک کرتے ہو تم اور جانتے ہو تم کہ وہ بخلاف مرضی اُس تعالےٰ کے ہمکو فتح اور نصرت دیتے ہیں اور روزی بہو بخشتے ہیں اور اولاد دیتے ہیں اور آخرت میں ساتھ زور کے عذاب سے خلاص کرینگے اور بھی سحر میں استعانت ساتھ ارواح خبیثہ جنیوں کے کرتے ہیں اور ارواح کو اکب کو مدبر جانتے ہیں اور تحلیل اور تحریم میں پیشواؤں اپنے کو احبار اور رہابین سے ساتھ اُسکے شریک کرتے ہو تم اور حلال اور حرام کئے اُنکے کو مانند حلال اور حرام کئے ہوئے خدا کے جانتے ہو تم اور یا وجود پانے نصوص کتاب کے بخلاف اُسکے تقلید اُنکی نہیں چھوڑتے باقی رہیں یہاں بحث چند اول وہ کہ ملت ابراہیمؑ عین ملت پیغمبر آخر الزمانؐ کی ہے اصول اور فروع میں یا ہر دو اصول میں متفق ہیں مثل توحید اور نبوت اور معاد اور غسل جنابت اور ختنہ اور اصول اکارم الاخلاق یعنی صبر اور رضا بقضا اور تسلیم لام الامر اور مانند ان امور کے اور فرع میں مختلف ہیں جو شق اول کو اختیار کریں لازم آتا ہے کہ پیغمبر آخر الزمانؐ صاحب شریعت جدیدہ کا نہو اور مانند انبیائے بنی اسرائیل کہ مرجع دین ہو سوی تھے وہ بھی مرجع دین سابق کا ہو اور لیس مرجع کالبطلان ہے اور جو شق ثانی کو اختیار کریں یہاں جامع ملت ابراہیمی کہ بجا ئے قرآن مجید میں ساتھ اُسکے حکم فرماتے ہیں کیا معنی رکھے اسواسطے کہ تینوں ملت یہودیت اور نصرانیت اور اسلام ہے ان اصول میں متفق ہیں بلکہ اصول میں جمیع شرایع اور ملل اتفاق رکھتے ہیں بدلیل شرع لکم من الدین ما وصی بہ نوحاً والذی اوحینا الیک وما وصینا بہ ابراھیم وموسی وعیسی ان اقیموا الدین ولا تتفرقوا فیہ اور بھی اسیصورت لازم آتا ہے کہ یہ پیغمبرؐ اور یہ امت بھی بیچ فروع کے ملت ابراہیمی سے منحرف ہو کسواسطے کہ اعتراف ساتھ اصول کسی ملت کے موجب اعتراف ساتھ تمام اُس ملت کے نہیں ہوتا والا یہودی اور نصرانی بھی تابع ملت ابراہیمی ہوں جواب میں اس بحث کے علماء محققین نے دو مسلک اختیار کئے ہیں اکثر محققین نے کہا ہے کہ اتفاق اس ہر دو ملت کا اصول میں ہے فقط لیکن اصول جیسا عقائد کو کہتے ہیں ایسے ہی قواعد کلیہ شریعت کو کہ مسائل جزئیہ اُس سے تخرج ہوتے ہیں بھی کہتے ہیں اصول ملت ابراہیمی ساتھ اس معنی کے شریعت میں مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ محفوظ ہیں کچھ تفاوت نہیں جو فروع تخرجہ میں اُن سے بحسب مصلحت زمانہ کوئی تفاوت ہوا مضائقہ نہ رکھے مثلاً سہولت اور سماحت اور سلوک راہ اعتدال کی تہذیب میں نفس کی بے افراط و تفریط اور در عایت مصالح نظام معاش اور معاد ہر دو معاً اور عدم تقیید عبادات اور عادات اور اعیاد اور رسوم منزلی اور مدنی ساتھ قیود دشوار کے اور احتراز ابطال کسی قوت کا قوالے طبعیہ سے اور خرق کسی عادات کا عادت ثمرہ نوع سے بیچ ہر حکم اس شریعت کے مرعی ہے اور معنی اتباع ملت کے یہی ہیں نہ وہ کہ فروع جزئیہ کو بعینہا باقی رکھیں بلکہ وقت تحقیق کے ملت نام نہیں قواعد مرعیہ کا ہیں نام فروع جزئیہ کا لہذا ہم کہتے ہیں کہ ملت ہم لوگوں کی بھی ملت ابراہیمؑ کی ہے اور نہیں کہتے ہیں ہم کہ دین اور آئین اور شریعت ہم لوگوں کی شریعت اور دین اور آئین ابراہیمؑ کی ہے کسواسطے کہ شریعت اور دین اور آئین میں ملاحظہ اُن فروع کا بھی ہوتا ہے اور فروع بعینہا محفوظ نہیں آور مثال عام فہم اس اتباع کی وہ ہے کہ ہر دو شاگرد حضرت امام اعظمؒ کہ صاحبین ہیں یعنی امام ابو یوسف و امام محمد بلا شبہ روشن اجتہاد اور استنباط میں تابع امام اپنے کے ہیں اور قواعد اُنکے وقت استخرج مسائل کے مرعی رہتے ہیں لہذا اجتہاد و استنباط امام شافعیؒ کو کوئی تابع امام اعظمؒ نہیں کہتا اور باوجود اسکے صاحبین فروع تخرجہ میں مخالفت امام اپنے کی کرتے ہیں ایسے ہی شارع شریعت مصطفویہ سے سطر ابراہیمی اور قانون حنفی کو بیچ وقت القائے اس شریعت کے مرعی تھا کہ اسی قانون کے بنا فرمایا ہے گو بیچ بعضے مقاموں کے فروع تخرجہ اسوقت کی مخالف فروع مخرجہ اوسوقت کے واقع ہوئی ہو اور اسی واسطے دوسری آیت میں اشارہ ہوا ان اولی الناس بابراھیم للذین اتبعوہ و ھذا النبی والذین اٰمنوا اور حاصل اس جواب کا فرق ہی ملت اور شریعت میں پس ملت ہماری ملت ابراہیمی ہی ہے لعد شریعت ہماری شریعت محمدی ہے اصہم مصور ساتھ اتباع شریعت اسکی کے اور یہود اور نصاریٰ کو شرائع دوسری بحسب استعداد اُنکی کے حضور خداوندی سے عنایت ہوئی کہ اُس ملت ابراہیمی پر تھے اور قواعد ان ابراہیمی بسبب تصور متعلقہ اُنکی کے جریان کے موافق اُس قاعدے کے اُن شرائع میں مرعی تھے گو اصول عقائد موافق ہوں پس توافق جمیع ملل اور ادیان کا باہم اصول عقائد میں مانند توافق جمیع مجتہدین کے ہے تمسک ساتھ اصول اربعہ کے کتاب السنت اور اجماع اور قیاس سے اور اجماع اور قیاس کو توافق اس شریعت کا ساتھ ملت ابراہیمی کے مانند توافق امام اعظمؒ اور صاحبینؒ کے ہے قواعد استنباط میں مثل الزیادۃ علی الکتاب نسخ فلا یثبت الا بالحد المشھور وشمول اعتبار عموم بلوی اور استحسان اور مانند اُسکے اور حسب فرق ملت اور شریعت میں واضح ہوا معنی اتباع ملت کے بھی منکشف ہوئے ظاہر ہوا کہ اختلاف شریعت کو انحراف ملت

ابراہیمی سے بچا چاہیئے کہنا انحراف ہے کہ اصول اور قواعد اُسکے سے تجاوز کیا جاوے چند محققین سے طرف اسکے گئے ہیں کہ شریعت خاتم المرسلین ؐ کی بعینہا شریعت ابراہیمی ہے اور فرق ملت اور شریعت میں نہیں کیا اور کہا ہے کہ اصول اور فروع اس شریعت کے موافق اصول اور فروع شریعت ابراہیمی کے ہیں بلا تفاوت لیکن ساتھ اس معنی کے کہ احکام ملت ابراہیمی تمامہا اس شریعت میں محفوظ ہیں گو بہت چیزیں اسپر زیادہ کی ہوں اور وہ چیزیں بھی مخالف اُن احکام کے نہیں بلکہ شرح اور بسط اور تتمیم اور تکمیل انہی احکام کی ہیں پس ملت ابراہیمی حکم متن کا رکھے اور شریعت مصطفوی ؐ حکم شرح اُس متن کا ہے اور ساتھ اسی معنی کے شارع کو تابع متن کا کہا جاتا ہے صاحب مسکوۃ کو کہ شاگرد تابع صاحب مصابیح کے جانا جاتا ہے البتہ بکو تفصیلًا احکام ملت ابراہیمی راہ دوسری سے سوائے اس شریعت کے معلوم نہوئی اور اس شریعت میں احکام ساتھ احکام نا ناسخ مخلوط ہوئے اس سبب سے تمیز فیما بین ان دو نوع کے دشوار ہوئی لیکن اسقدر ازروئے نصوص صریحہ کتاب و سنت کے کہ آیات بہت اور احادیث بیشمار ہیں یقین کر انحضرت ؐ اسی شریعت کے لانے ہیں پس بعض اُن آیتوں سے یہ آیتیں قولہ ملۃ ابیکم ابراھیم اور قول اللہ تعالیٰ کا ثم اوحینا الیک ان اتبع ملۃ ابراھیم حنیفا الی غیر ذالک اور احادیث سے صلی اللہ علیہ وسلم کے ایتکم بالحنفیۃ السمحۃ البیضاء اور بھی از روئے احادیث اور سیر کے کہ بیان اُسکا اس مقام میں طول طویل چاہتا ہے ثابت ہوتا ہے اور جہاد اعداء اللہ اور توڑنا بتوں کا اور ختنہ اور عقیقہ اور آداب ضیافت اور لبس ثیاب اور اتخاذ زینت وقت عبادت کے اور رفع یدین نمازمیں اور تکبیر فرقت پستی اور بلندی کے اور نماز چاشت چہار رکعت اور تحریم مہینوں حرام کی حرمت محرمات کے نکاح میں اور اجتناب شہود اور مہر کا اُس میں اور رکوع قبل سجود کے نمازمیں اور جدا کرنا حصہ کا مالوں سے واسطے خدا کے کہ عبارت زکوٰۃ سے ہے اور وجوب ستر عورت اور حرمت زنا اور لواطت اور سحاق اور دد سحر کبائر کے اور کعبہ کو قبلہ پکڑنا اور مناسک حج بتمامہا اور خصال فطرت جمیعا اور آداب قربانی اور ہدی اور احکام نجوم کے متعلق ہونا اور مہینوں سے ساعت نیچھنا اور تفحص سعد اور نحس ساعات اور ایام شہود اور تواریخ میں نیٹرنا اور شگون بد نہ پکڑنا اور کہانت کا معتقد نہونا اور نذر نام جنوں اور دیووں اور پریوں کے نہ بانا دھنا اور فیح واسطے اُنکے نکرنا اور رقی اور شفا اور موت اور حیات کو بلاواسطہ مسبب الاسباب جاننا اور صبر بیچ وقت مصیبت کے اور ترک جزع اور فزع اور نوحہ اور شیون کا نزدیک موت اقارب اور دوستوں کے اور جان بنی کو راہ میں خدا کے دینا اور پدر کو بدلے گناہ پسر کے اور پسر کو بدلے گناہ پدر کے نہ پکڑنا اور جامہ اور بدن اور خانہ اور مسکن کو پاک اور لطیف رکھنا اور مسطر کرنا اور لبھو پنے سے احتراز کرنا اور تصویر بنانے اور نگاہ رکھنے اُسکے سے اجتناب کرنا اور ترک نکاح اور ترک لذایذ اطعمہ اور نفایس لباس کا اور گوشہ گیری اور مہجور سے معتبر نجانتا اور ریاضت مفرطہ کو کہ موجب تلف حق نفس کا یا حق اہل و عیال اپنے کا ہو محمود نہ جاننا اور کسب معاش کرنا اور سوال سے بلا ضرورت احتراز کرنا اور امثال اُسکے احکاموں ملت ابراہیمی سے ہے کہ اس شریعت میں بعینہا باقی ہے بلکہ انہی امور میں کہ اصل اس شریعت اور قاعدے اس دین کے ہیں اور ہر ایک ان امور دین مذکور سے فروع بہت متخرج ہوتے ہیں کہ شاید احاطہ تمام شریعت کا کریں البتہ احکام ملت ابراہیمی بسبب مٹنے آثار اُسکے کے اور عدم تدوین اسکی کے کتابوں میں اور پڑنے اُن احکام کے ہاتھ میں جاہلوں کے اور نسخ ہونا اکثر اُن احکام کا زمانہ میں حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ ؑ اور فیما بین ان دونوں کے کہ مدت طویلہ تھی عالم سے ایسے پوشیدہ ہو گئے تھے کہ اطلاع اُن احکاموں پر بدوں وحی جدید کے بشر کو ممکن الحصول نتھی خاتم المرسلین ؐ نے اُن احکاموں کو بواسطے وحی کے تلقی فرمایا تھا اور اس مقام سے کہ حضرت ابراہیم ؑ پر نزول پایا تھا اُس جناب پر بھی بہ تجدید نزول پایا تھا اُس جناب پر بھی بہ تجدید نزول پایا پس وہ جناب ساتھ اس معنی کے صاحب شریعت جدیدہ ہوئے کو اسطے کہ جدید ہونے شریعت میں یہ ضرور نہیں کہ احکام اس شریعت کے کبھی کسی نسبت میں وقتوں عالم میں ظاہر نہوا ہو بلکہ احکام شریعت مندرسہ کو از سر نو عالم غیب سے تلقی کرنا بھی تجدید شریعت کے کفایت کرتا ہے ساتھ اسی معنی کے انحضرت ؐ ناسخ ادیان دو سے کے ہوئے کہ ناسخات اُس شریعت منسوخہ کو بھی ساتھ اُس شریعت منسوخہ کے نسخ فرمایا البتہ جدید ہونے کتاب میں یہ بھی ضرور ہے کہ قبل اُس سے وہ کتاب دوسرے پر نازل نہوئی ہو اور رسیولے حضرت عزیز کو نہنا چاہیئے کہ صاحب کتاب جدید کے تھے یا توریت اور برائے نازل ہوئی تھی اس فرق کو بھی طرح چاہیئے سمجھنا اور ظواہر آیات بسیار اور احادیث بیشمار کو ہاتھ سے نہ جانا چاہیئے کہ صراحۃ اتحاد پر دونوں شریعت کے دلالت کرتی ہیں اور انبیائے بنی اسرائیل کہ مروج شریعت موسویہ ہوئے ہیں اُس شریعت مدونہ کو از روئے کتب اور محفوظات بشر سے پکڑتے تھے نہ راہ وحی الٰہی کے علماء غیب سے پردہ بھی صاحب شریعت جدیدہ کے نہوئے اور بھی وجہ دوسری حجت شریعت جدید ہونے انحضرت ؐ کے وہ تھی کہ انحضرت ؐ نے احکاموں ملت ابراہیمی پر قدر کثیر زیادہ کیا ہے مثل تجدید صلوٰۃ اور صوم اور زکوٰۃ اور مسائل جہاد اور مخالفت کبریٰ یعنی نصب قضاۃ اور مخمسین اور عمال جزیہ اور خراج اور قسمت فے اور غنائم اور مسائل کہ متعلق ساتھ اقامت جمعہ اور جماعات اور اعیاد کے ہے اور فرائض اور نذور اور نکاحات اور معاملات میں تبع عظیم فرمایا ہے اور آداب قضاء اور فصل قضا کو بھی ساتھ شرح اور بسط تمام کے للہ میں ساتھ اس حیثیت کے بھی یہ صاحب شریعت جدیدہ کے ہوئے اور ظاہر ہے کہ انبیاؤں پر بنی اسرائیل کے غیر احکام توریت کے کوئی حکم دوسرا تازہ وحی نہیں ہوتا تھا پس فرق درمیان خاتم المرسلین اور دوسرے انبیاؤں بنی اسرائیل ؑ کے کمال انجلال کے ساتھ واضح ہوا بلکہ یہ لانے میں اس شریعت کے مانند حضرت موسیٰ ؑ کے ہیں کہ یہ بھی ذی الحجا قواعد ملت ابراہیمی کو نظر نہ رکھتے ہیں اور اُن قاعدوں پر تفریع کرتے ہیں پس عند التحقیق کہ مروز شریعت مستقلہ ہیں دو شریعت ہیں موسوی ؑ اور مصطفوی ؐ لیکن شریعت موسوی شامل اور پر نہایت جمیع قاعدہ ملت ابراہیمی کے نہیں اور شریعت مصطفوی ؐ ستوفی احکام ملت ابراہیمی کے ہے تمامہا اور اُس پر کچھ اور زیادہ کر کے اُسکو تتمیم اور تکمیل کیا اور شریعت عیسوی وہی شریعت موسوی ہے لیکن ساتھ تخفیف دیسر اور رفع قیود کے فی الجملہ اور گویا نزول شریعت عیسوی کا ارہاص نزول شریعت مصطفوی ؐ اور ابتدائے بعثت شریعت ابراہیمی تھا لیکن موافق وجہ دوم کہ خان ارہاصات تمہیدات کی ہے کہ قبیل طلب نشان اُس مطلب کا دیتے ہیں اور راہ اُس طرف کھولتی ہے یہ ہے مذاق اہل تحقیق کا جواب میں اس بحث کے بعضے مفسرین نے کہا ہے کہ مراد اتباع ملت ابراہیمی کا جا بجا قرآن مجید میں مذکور ہے

اعتقاد کو موافق عقائد اُس ملت کے کرنا ہی اور بس اسواسطے عقائد اُس ملت کے عقائد جمیع طوائف امم سے مثل ہنود اور یونانیوں اور صابئین اور مجوس کے امتیاز تمام رکھتے ہیں اور وہ عقائد یہ ہیں مثل ان المعبود واحد وانه لایجوز اتخاذ الکواکب والعناصر والموالید قبلة ولایجوز اتخاذ الهیاکل والارواح والتوجه الیها حین العبادة وان الله تعالی یرسل الرسل ویظهر المعجزات علی ایدیهم وان الملائکة رسل الله الی الخلق وانهم وسائط بینه وبین مخلوقاته وانهم عباد الله معصومون عن الکذب والخیانة فی تبلیغ الاحکام وان الله تعالی احکاما تکلیفیة علی عباده یجازی بها وعلیها یوم البعث والنشور بالجنة والنار وان الساعة اتیة لاریب فیها وانه لایعود الارواح الی ابدان غیر ابدانها بطریق التناسخ وان السجدة لغیر الله تعالی حرام والذبح لغیر الله حرام وتعظیم الصور المصنوعة باسماء الصالحین واتخاذ ها قبلة حرام یعنی تحقیق معبود ایک ہی اور تحقیق نہیں جائز ہی مقرر کرنا کواکب وعناصر اور موالید کو قبلہ اور نہیں جائز ہی ٹھیرانا اشکال اور ارواح کا اور متوجہ ہونا طرف اُنکے وقت عبادت کے اور تحقیق اللہ تعالی بھیجتا ہے رسولوں کو اور ظاہر کرتا ہے معجزے اُنکے ہاتھوں پر اور تحقیق فرشتے رسول ہیں طرف خلق کے اور تحقیق وہ رسول واسطے ہیں درمیان اُسکے اور درمیان مخلوقات اُسکی کے اور تحقیق وہ بندے اللہ کے ہیں پاک ہیں کذب سے اور خیانت سے بیچ پہونچانے احکام کے اور تحقیق اللہ تعالی کے احکام تکلیفی ہیں اوپر بندوں اُسکے کے جزا دیگا ساتھ اُنکے اور اوپر اُنکے ان قیامت کے ساتھ جنت اور آگ کے اور تحقیق قیامت آنے والی ہی بیشک اور تحقیق نہیں داخل ہوتی ہیں روحیں امیدوں میں سوائے بدن اپنے کے بطریق تناسخ کے اور تحقیق سجدہ واسطے غیر اللہ کے حرام ہی اور ذبح لغیر اللہ حرام ہی اور تعظیم صورتوں کی کہ صالحین کے نام پر بناتے ہیں اور مقرر کرنا اُنکو قبلہ حرام ہی اور اصول ملت ابراہیمی سے یہ بھی ہی کہ حق تعالی آخر زمانہ میں ایک رسول کو مبعوث فرماویگا اور دین اُسکا واجب القبول ہوگا اوپر کافہ خلایق کے اور اتباع اور نصرت اُسکی اوپر سب کے فرض ہوگی پس اعتقاد نبوت اُس پیغمبر اور اتباع دین اُسکے کا بھی جملہ اصول عقاید ملت ابراہیمی سے ہوا مانند اعتقاد نزول عیسٰے اور خروج مہدیؑ اور وجوب اتباع ان دونوں کا واسطے شریعت مصطفویہ کے لہذا ان دونوں امر کو کتب عقاید میں لاتے ہیں اور ساتھ دلیلوں کے ثابت کرتے ہیں اور موید اس قول کا ہی جو کہ تفاسیر میں بیچ سبب نزول آیت کے ومن یرغب عن ملة ابراهیم الا من سفه نفسه مروی ہی کہ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے ساتھ ہمزہ برادر زادہ اپنے کے کہ سلمہ اور مہاجر تھے کہا قال علیکما ان الله تعالی قال لابراهیم علیه السلام انی باعث من ولد اسمعیل نبیا اسمه احمد فمن امن به اهتدی ورشد ومن لم یؤمن به فهو ملعون اور نہ بھیجتا اس حکم کے ایمان لایا اور مہاجر نے اباکیا اُسکے حق میں یہ آیت نازل ہوئی لیکن اس تقریر میں ایک خدشہ آتا ہی اور وہ یہ ہے کہ نبوت انبیا فاطبۃً جمیع شرائع اور ادیان میں اصول عقاید سے ہی جیسا کہ تصدیق پر ایمان ساتھ نبوت انبیاؤں سابقوں کے فرض ہی ویسے ہی متقدمینوں پر ایمان ساتھ نبوت انبیاؤں لاحق کے فرض ہی تفصیلاً فیما علم تفصیلاً واجمالاً فیما علم اجمالاً پس یعنی خاص ساتھ ملت ابراہیمی کے نہیں پس جمیع انبیائے ماتقدم نے ساتھ وجود باجود آنحضرتؐ کے اخبار فرمایا ہی اور مہتم بہ اُنکو ساتھ نصرت اور اعانت اُنکی کے تاکید کی اور اُسپر عہد اور مواثیق لیے پس ساتھ اس اعتبار کے اعتقاد نبوت خاتم الرسلؐ صلعم اصول جمیع ملل اور ادیان سے ہوگا نہ اصول ملت ابراہیمی سے فقط بیچ جواب اس خدشہ کے کہہ سکتے ہیں کہ طلب عبث رسول آخر الزماں اور پیدا کرنا مہتم اُس حضرت کا اور نزول کتاب کا اور نہ دخل صلب میں ملت ابراہیمی کے تھا ایک طرح کا کمال ابراہیمی موقوف اُوپر اُسکے تھا پس رسول آخر الزماں گویا خلیفہ منصوص حضرت ابراہیمؑ کے ہوگا اور امامت حضرت ابراہیمؑ کی ساتھ رسالت اُنکی کے تمام ہوئی اور احکام دین اُسکے کے گویا احکام دین حضرت ابراہیمؑ کے تھے اس زمانہ میں بخلاف انبیاؤں دوسرو سبع کہ طالب ملت اُنکی میں یہ دو خوبیاں تھیں البتہ ساتھ اُس کمال موعود حضرت ابراہیمؑ امتوں اپنی کو بشارت دیتے تھے اور تاکید نصرت اور اتباع اُس جناب کی کرتے تھے پس فرق واضح ہوا لیکن ابتک بھی الفاظوں آیات قرآنی میں مثل اوحینا الیک ان اتبع ملة ابراهیم وملة ابیکم ابراهیم اور الفاظ احادیث مثل ائتکم بالحنفیة السمحة البیضاء اس تقریر سے ایک منافرت باقی ہی کہ سواسطے کے عقائد اپنے کو موافق عقائد اُس ملت کے ثابت داخل اتباع میں اُس ملت کے نہیں اور باوجود اسکے اگر معنی اتباع کے یہ نہیں ہیں پس اگر فرمانا پیغمبر آخر الزماںؐ کا ساتھ اس اتباع کے خالی تکلف کے نہیں اور بھی ساتھ اس اتباع کے جمیع انبیا بھی مامور تھے خصوصیت کچھ ساتھ جناب خاتم المرسلین کے نہ رہے خلاصہ کلام کا وہ ہی کہ ہر شریعت مشتمل ہوتی ہی تین چیز پر اول اصول عقاید یعنی توحید اور نبوت اور معاد اور یہ چیز بیچ جمیع ملل اور ادیان حقہ کے مشترک ہی اور تمام انبیاء علیہم السلام پر اتفاق رکھتے ہیں کو اسطے کہ یہ خبر ایک مرتبہ کو مختلف نہیں ہوتا ساتھ اختلاف اعصار اور ازمان کے اور ساتھ اس معنی کے بطریق تناسخ کو تابع ملت متقدمہ کے کہہ سکتے ہیں خصوصیت ساتھ ایک نبی اور ساتھ ایک امت کے نہ کے دوم قواعد کلیہ شریعت کے جزئیات احکام وفروع مسائل ساتھ اُسکے ہوتا ہے اور ہر حکم میں اُسکے کلیات کی رعایت اور لحاظ رہتا ہے اور حقیقت میں ملت تمام اُسی قاعدہ کلیہ کا ہی اور اتباع اس امت اور اس پیغمبر کی ساتھ ملت ابراہیمی کے ساتھ اسی معنی کے خاص کی ہی کہ لایوجد فی غیر هذا النبی وهذه الامة بالنسبة الی ملة ابراهیم اسلوب تمام اوضاع مقرر شرع کلیات اور جزئیات اور قاعدہ فروع سے ساتھ اسی معنی کے آنحضرتؐ صاحب شریعت جدیدہ کے ہیں اور نبیائے بنی اسرائیل ساتھ اس معنی کے تابع شریعت موسویہ تھے تحبث دوسری وہ کہ دلیل جزء علف ہی واتبعوا ملة ابراهیم یا اتبع ملة ابراهیم کر بعد دلیل سے مقدر ہے عطف اُسکا اوپر کو نوا هودا او نصاری کے صحیح نہیں ہوتا ہے اسواسطے کہ یہ مقولہ یہود اور نصاریٰ کا ہے واتبعوا یا اتبع مقولہ پیغمبر کا ہی اور عطف اوپر کلام غیر کے صحیح نہیں جواب وہ کہ عطف اوپر کلام غیر کے اوپر وجہ تلقین کے جائز ہی جیسا کہ کوئی مخاطب کو کہے اگر کہ مخاطب جواب میں اُسکے کہے وزید ای الفل وزید اور جیسا کوئی کہے اضرب زیدا جواب میں اُسکے کہے تو بل اکرم اے قل بل اکرم زیدا بعضے مفسرین نے کہا ہی کہ یہ کلام من قبیل عطف کے

اوپر کلام غیر کے ہے لیکن اوپر وجہ رد اور انکار کے یعنے لا تقولوا ذلک وا تبعوا انتم ملۃ ابراھیم یا لا تکون یھودا او نصاری بل نتبع ملۃ ابراھیم وصاحب کشاف نے اس عطف کو مانند عطف ومن ذریتی کے جاعلاک پر کیا ہے جیسا کہ تحت میں اُس آیت کے گذرا اور تحقیق لف اور نشر کی کو فی اھودًا او نصاری کے اوپر قیاس وقالوا لن یدخل الجنۃ الا من کان ھودا او نصاری کے سمجھنا چاہیئے اور کلام کو اوپر توزیع دو قول کے اوپر ہر دو فرقہ اہل کتاب کے محمول کہا چاہیئے نہ اوپر لف ونشر کے سواسطے کہ حرف او اس سے ایا کہتا ہی تحت سیوم وہ کہ جملہ وما کان من المشرکین کو دلالت اوپر نفی شرک کے حضرت ابراہیمؑ سے کرتا ہے بظاہر مستدرک معلوم ہوتا ہے کیونکہ مخاطبین کلہم اوپر عتقاد کمال حضرت ابراہیمؑ کے متفق تھے احتمال شرک کا حضرت ابراہیمؑ میں ہو کر محظور کسیکا نہتا لانا اس جملہ کا واسطے کس غرض کے ہے جواب اُسکا وہ کہ لانا اس جملہ کا واسطے تعریض کے ہے اوپر حال اُن لوگوں کے کہ آپکو تابع حضرت ابراہیمؑ کہتے تھے اور شرک کرتے تھے مثل یہود کے کہ ساتھ تشبیہ کے قائل تھے اور عزیرؑ کو ابن اللہ کہتے تھے اور مثل نصاریٰ کے کہ قائل بہ تثلیث تھے اور حضرت مسیحؑ کو ابن اللہ کہتے تھے اور مثل جاہلوں کے قریش سے کہ صریح بت پرستی کرتے تھے گویا ایسا فرماتے ہیں کہ تم اتباع ابراہیمؑ سے نہایت دور پڑے ہو کواسطے کہ اول سخن اُنکے کو کہ توحید محض اور اسلام خالص ہی منکر ہوتے ہو تم ساتھ عقائد دور سے کے اور علوں اور اخلاق دوسرے اُنکے کیا پہچے ہو بحث چہارم وہ کہ بعضے مفسرین نے لفظ بل ملۃ ابراھیم کو اوپر رد اور ابطال کلام یہود اور نصاریٰ کے حمل کیا ہے ساتھ اس تقریر کے کہ زیع مقدمہ دین کے جو مدار نظر اور استدلال پر ہے پس دلائل تو یہ کو اوصحت اس دین کے قایم کیا ہے اور جو مدار اوپر تقلید کے ہے پس متفق علو باب تقلید میں اولیٰ اور بہتر ہے مختلف فیہ سے اور جمیع اہل ملل یہود اور نصاریٰ سے بلکہ مشرکین عرب بھی اوپر صحت دین ابراہیمؑ کے متفق ہیں اور صحت میں دین یہود ونصاریٰ کے حرف کرتے ہیں اور صحت میں دین نصاریٰ کے یہود اور صحت میں اُن ہر دو دین کے مشرکین عرب پس اتباع عین ابراہیمؑ کا حق ہونا اُسکا نزدیک جمیع طوائف کے مسلم ہے اولیٰ اور بہتر ہوا اور اگر یہود او نصاریٰ ساتھ سنے اس تعریض او رد اور بطال کے کہیں کہ ہمنے یہودیت اور نصرانیت کو دائرہ ہدایت سے خارج نکالا اور تعریض ساتھ شرک ہونے اُن دونوں کے کی تمنے ہیں اوپر تمہارے لازم آیا کہ ساتھ شریعت موسیٰ اور عیسےٰؑ کے کافر ہوتم پس بیچ جواب اُنکے کے قولوا یعنے کہو تم کہ ہم گز کافر نہیں کرتے ہیں ساتھ کسی چیز کے ارکان ایمان کے کواسطے کہ آمنا باللہ یعنی ہم ایمان لائے ساتھ خدا کے کہ مستلزم ایمان ساتھ جمیع آیات اور احکام اُسکے کے اور ساتھ جمیع پیغمبروں اُسکے کے ہے لیکن اس ایمان تفصیلی میں مقدم کرتے ہیں ہم اُس کسی کو کہ وہ افضل اور اولےٰ تابع اُسکا ہوا ہے کواسطے کہ تبوع کا فضل ہونا ہی موجب فضلیت کا ہی پس اس جہت سے مقدم کرتے ہیں ایمان میں کتاب اپنی کو اور کہتے ہیں ہم وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا یعنی اور ایمان لائے ہیں ہم ساتھ جمیع اُسکے کے کہ نازل کی گئی ہیں طرف ہمارے آیات اور اُن احکام سے کہ جمیع نہایت احکام کے آئے ہیں وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ یعنی جو کہ نازل کیا گیا ہے ابراہیم کے کہ کمال مشابہت ساتھ اس شریعت کامل ہماری کے رہے اور پیغمبر ہمارے مامور ساتھ اتباع اُسکی کے ہیں وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ یعنی اور جو کہ نازل کیا گیا طرف اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوبؑ اور اولاد یعقوبؑ کے کہ دوازدہ کس تھے اور پیغمبر قطعی اُن سے یوسفؑ تھے اور پیغمبری میں وحی مرسل کی اختلاف ہے اور اصح وہ ہی کہ پیغمبر تھے لیکن جو کہ ایک آدمی پر اُن سے نازل ہوا گویا اوپر تمام اُنکے نازل ہوا اور طبرانی اور ابو نعیم آنحضرتؐ سے روایت لائے ہیں کہ ذکر کرتے تھے کہ جو میں قسم کھاؤں جانتا ہوں میں اوپر اُسکے کہ قبل پیدائش سلوں امت میرے سے کوئی بہشت میں نجائیگا مگر جنددکس کہ کم میزل سے اور زیادہ دس سے ہوں ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوب واسباط اور موسیٰ اور عیسیٰ اور مریمؑ ہر حال یہ جماعت مذکور تابع شریعت ابراہیمی کے تھی اور جو کہ انپر وحی ہوتی تھی متمم اور مکمل شریعت ابراہیمی تھی پس اس جہت سے وحی اُنکی کو ایمان میں مقدم کرتے ہیں اور پھر کہتے ہیں ہم وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى یعنی اور جو کہ دیا گیا ہے موسیٰ اور عیسیٰ کو توریت اور انجیل اور احکام شریعت سے اور ہر چند یہ دونوں بزرگ بعض من تقدم سے افضل ہیں لیکن جو کہ اُنکو دیا گیا ہے موافق مقدار استعداد امتوں انکی کے دیا گیا ہے پس شریعت انکی پست تر شریعت سابقین سے ہے اور اسیواسطے اُنکو موخر کیا ہے البتہ نظر ساتھ کمال اُنکے کے اور تفضیل شرائع انکی ایمان متقل مفصل اوپر اُسکے لائے ہیں ہم اور اجمال میں داخل نکیا او ر ایسے ہی بطریق اجمال کے ایمان لائے ہیں ہم بجمیع مَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ یعنے جو کہ دیا گیا ہے تمام پیغمبر نکو پروردگار اپنے سے صحیفے اور احکام اور شرائع اگرچہ اُنمیں تفاوت ساتھ فاضلیت اور مفضولیت کے ہے ولیکن لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ یعنی ہم فرق نہیں کرتے درمیان کسی ایک کے اُن سے کہ ساتھ بعضے کے ایمان لاویں ہم اور ساتھ بعضے کے کفر کریں ہم اور کس طرح یہ فعل شنیع ہم سے ہو سکیگا وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ یعنی اور ہم خاص اواسطے خدا کے منقاد ہیں ہم ہم حکم اُسکا بزیادہ میں ساتھ زبان جس پیغمبر کے آگے سر اور آنکھوں ہماری جھکی ہے اگرچہ وہ احکام تفاوت ہوئے فضلیت اور کمال میں متفاوت ہوں آتی ہے اسجا فائدہ چند اول وہ کہ ذکر ایمان میں ساتھ کتابوں اور شرائع منزلہ کے جو ترتیب نبانی منظور کہیں پس ذکر ما انزل الینا مقدم سب پر کواسطے لائے کسکے کہ سب سے موخر ہے اور جو ترتیب شرافت اور بزرگی منظور ہے پس ذکر ما اوتی موسیٰ وعیسےٰ اور ذکر ما انزل الی اسمٰعیل واسحٰق ویعقوب والاسباط مقدم چاہیئے تھا لاکن واسطے حضرت موسیٰ اور عیسیٰ کے کہ اولوالعزم سے ہیں اور کتابیں اُنکی کہ توریت اور انجیل ہی مدار جمیع احکام اور شرع ہی حواسطے اسکادہ کہ تعیین تیسیر میں گذرا کہ تقدیم ذکر ان انبیاؤں مذکورین کا اوپر ذکر حضرت موسیٰ اور عیسیٰ کے نہ جہت افضل ہونے اُنکے کے مردونوں سے ہے اور نہ جہت افضل ہونے وحی اُنکی کے کتابوں اُن دونوں کے بلکہ بواسطے اُسکے کہ وحی اُنکی تاکید وحی ابراہیمی کی تھی اور وحی ابراہیمی وحی موسوی اور عیسوی اشرف اور افضل ہی اور موکد افضل کا بھی ہوتا ہی گو بالاستقلال افضل نہو مانند اُسکے کہ رفقا کسی امیر کے بیچ دخل پانے دربار حضور بلوشاہی کے

بتبعیت اُس امیر کے مقدم ہوتے ہیں اور امیر دو سحر کے گھر تربیت ہوتے ہیں امام احمد اور بخاری نے کتاب ادب میں بروایت ابن عباس کے ذکر کیا کہ آدمیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ ای الادیان احب الی اللہ فرمایا الحنفیۃ السمحۃ اور قرآن میں ابی بن کعب کے سورہ لم یکن میں یہ آیت بھی کہ منسوخ التلاوۃ ہوئی ہے اور اگر صحابہ سے سلطنہ شہر کے ہونا اس بات کا قرآن میں اسی سورت میں ثابت ہوا کہ ان ذات الدین عند اللہ الحنفیۃ السمحۃ لا الیھودیۃ ولا النصرانیۃ ومن یعمل خیرا فلن یکفرہ اور بعضے محققین نے کہا ہے کہ ایمان سابقہ غدر کے اس سبب سے مقدم لائے ہیں کہ معرفت پیغمبر وحی اور کتاب تمام موقوف اوپر معرفت اُسکی کے ہے اور اسی لیئے وہ معرفت عقلی ہے موقوف سمع پر نہیں اور بہر طریق معرفت انبیائے ماتقدم کی کہ بھی محض ہے نسبت ساتھ ہمارے معرفت پیغمبر اپنے کے اور وحی اور کتاب اپنی کے ہے اور یہ معرفت حکم دلیل کا رکھتی ہے اور معرفت نبوت انبیاؤں ماتقدم کا حکم مدلول ہے اور دلیل کو اوپر مدلول کے تقدم ہے اس جہت سے ذکر ما انزل الینا کو مقدم اور تمام کے فرمایا بعد اُسکے تفصیل انبیاء میں تقدم زمانی ملحوظ ہے اور اجمال میں لازم ہے کہ بعد اُسکے تفصیل واقع ہو تو سنوعب باقی کا ہو پس یہ ترتیب احسن و جود ہے اگر ایمان تفصیلی اور اجمالی ہے فائدہ دوم وہ کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ ایمان ساتھ شرائع جمیع انبیاء کے فرض ہے جیسا کہ ایمان پیغمبر اور کتاب اپنی کے فرض ہے بلا تفاوت فرق یہ ہے کہ اتباع پیغمبر اور کتاب اپنی کا بعینہ فرض ہے اور اتباع پیغمبر اور کتاب دوسری کا فرض نہیں جیسا کہ ابن ابی حاتم نے معضل بن یسار سے روایت کی کہ آنحضرتؐ فرماتے تھے آمنوا بالتوراۃ والزبور والانجیل ولیعلم القرآن یعنی ایمان ساتھ تمام اُن کتابوں کے لاؤ تم لیکن متابعت قرآن کی تم کو کفایت کرتی ہے اسی سبب سے صحابہ اور دوسرے علماء کہتے ہیں کہ زنان اور اولاد اور غلاموں اور کنیزوں اور خادموں اپنے کو نام اُن پیغمبروں کے کہ کتاب مجید میں مذکور ہیں تعلیم کرو تم تو اُنپر ایمان لاویں کیواسطے کہ حق تعالیٰ نے اس ایمان کو فرض کیا ہے جس جا کہ فرماتا ہے قولوا آمنا باللہ وما انزل الینا ونحن لہ مسلمون تک اور اسی ہے کہ امام احمد اور مسلم اور دوسرے محدثین نے بروایت ابن عباسؓ کہا ہے کہ آنحضرتؐ دو کعبت سنت فجر میں ان دو آیت کو پڑھتے تھے اول میں قولوا آمنا باللہ اور دوسری میں قل یا اھل الکتاب تعالوا تو امت اپنی کو سکھلاویں کہ ہر صبح ایمان اپنے کو ساتھ ان پیغمبروں کے تازہ کریں فائدہ سوم وہ کہ سبط لغت میں بمعنی قبیلے کے ہے اولاد حضرت یعقوبؑ کو بواسطے اسباط فرمایا کہ ہر یک اُن کا قبیلہ نہ تھا جو آب اسکا وہ ہے کہ جو یک یک کس سے اُن میں سے یک یک قبیلہ کلاں بہم پہونچا ہر آدمی کو اُن سے قبیلہ نام کا جیسا کہ ابن جریر نے تفسیر میں اپنی ابن عباسؓ سے روایت کی کہ الاسباط ابنو یعقوبؑ کانوا اثنا عشر رجلا کل واحد منھم وال سبط لوامۃ من الناس اور ساتھ اسی معنی کے حضرت حسنین کو بھی سبطین کہتے ہیں اسلیئے کہ وہ قبیلہ کلاں حسنی اور حسینی اُن سے پیدا ہوئے اور بعضی روایات حدیث حضرت امام حسینؓ کو باختصاص ساتھ اس لقب کے ملقب فرمایا ہے بنا بر اُسکے کثرت اولاد اُنکی کی بہت ہے جیسا کہ صحاح میں وارد ہے کہ انا من حسین و حسین منی حسین سبط من الاسباط اور گویا اس حدیث میں اشارہ ہے ساتھ اُسکے کہ شرافت اور طہارت اور علم اور تقویٰ اولاد میں اُنکی بہت ہوگی چنانچہ ایسا ہی واقع ہوا اور معنی لفظ سبط کے شرافت اور کرم اخلاق اور صلاح اور تقویٰ اولاد میں انبیاء علیہم السلام ہوا بھی موافق عرف شرع کے معتبر ہے گم کردگان اس شرط کو سبط نہیں کہہ سکتے جو ایمان انبیا جیسا کہ لائق اور سزاوار جو درست کیا تنے فان اٰمنوا یعنی پس جو ایمان لاویں یہ یہود اور نصاریٰ کہ ہدایت کو دین اپنے میں حصر کرتے ہیں بمثل ما اٰمنتم بہ یعنی مانند اُسکے جیسا کہ ایمان لائے ہو تم ساتھ اُسکے یعنی ساتھ اُسکے متعلق جمیع انبیا اور رسل اور کتب کے تفرقہ اور بے تفاوت فقد اھتدوا یعنی پس تحقیق وہ بھی ہدایت پائی اور لفظ ہتدی انبیر صادق آیا اگرچہ خصوص بیچ کے نہو اور ان تولوا یعنی اور جو روگردان ہوئے وہ یہود پس اس ایمان سے پس اگرچہ بظاہر موحدی متبع موسیٰ اور عیسیٰؑ کا کرتے ہیں لیکن فی الواقع تابع ہوا کے نہیں ہیں فانما ھم فی شقاق یعنی پس نہیں ہیں یہ مگر بیچ مخالفت موسیٰ اور عیسیٰ ع کے کسیئے کہ موسیٰ اور عیسیٰ نے ساتھ ایسے ایمان کے فرمایا ہے پس اگر ساتھ تیرے رسول مجاہد کریں حسبکھم اللہ یعنی پس عنقریب کفایت کریگا تجکو شر اُنکے سے اور ھو السمیع اور وہ ہے سننے والا کہ اقوال اُنکے کو سنتا ہے العلیم یعنی دانا کہ نیت اُنکی کو جانتا ہے اور جو کچھ کیدار کہ حق میں تیرے پوشیدہ کرتے ہیں نزدیک اُسکے معلوم ہے اور بھی وعدہ تیری سنتا ہے اور نیت تیری اعلا کلمہ حق میں جانتا ہے پس تجکو سلطنہ تمام جہت سے اوپر اُنکے مظفر و منصور کریگا اور اُنکو مغلوب و معتوب آتے ہم طرف اُسکے کہ لفظ مثل کا بمثل ما اٰمنتم بہ میں کیا معنی کہتا ہے کسواسطے کہ ایمان مقبول واحد ہے تعدد نہیں کہہ سکتے کہ مانا کہ لفظ مثل اس میں استعمال کیا ہے جواب میں اس سوال کے مفسرین نے چند وجہ کہیں ہیں اول وہ کہ یہ کلام بھی اوپر فرض اور تقدیر کے ہے یعنی اگر یہ کوئی ایمان مثل اس ایمان کے حاصل کریں پھر بھی راہ ہدایت کی پاویں لیکن سخن اس میں ہے کہ ایمان دوسرا مثل اس ایمان کے عالم میں موجود نہیں مانند اسکے کہ مقام مشورت میں کہتے ہیں جو تدبیر کوئی دوسری مانند اس تدبیر کے خاطر میں تمہاری ہیچ ہے تو فوق اسکے عمل کرو تم اور غرض اس سے ہوتی ہے کہ کوئی تدبیر برتر سوا اُس تدبیر کے راست نہ ہوگی دوم وہ کہ ما اٰمنتم بہ کی ما مصدریہ ہے موصولہ اور بہ لفظ باء واسطے استعانت کے ہے یعنی اگر یہی ایمان مثل ایمان تمہارے کے لاویں اخلاص اور بے نفاقی میں اور ثبات اور استقرار میں ہمیشہ راہ یاب ہوں سوم وہ کہ لفظ مثل کا اسجا واسطے تعظیم اور تفخیم کے زائد واقع ہوا جیسا کہ مثلک لا یبخل میں کہا ہے کہ معنی اُسکے انت لا تبخل ہے اور مویداس توجیہ کے ہے وہ کہ بیہقی نے کتاب الاسماء والصفات میں ابن عباسؓ سے روایت کی کہ کہتے تھے لا تقولوا فان اٰمنوا بمثل ما اٰمنتم بہ فان اللہ لا مثل لہ ولکن قولوا اٰمنوا بالذی اٰمنتم بہ یعنی معنی اس آیت کے لیئے نہ کہو تم بلکہ ایسا کہو کہ لفظ مثل زیادہ ہے تمہارم وہ کہ معنی بمعنی قضیہ ہے کہ متعلق حکم اور تصدیق کے ہے اور معنی قضیہ باعتبار قیام کے ساتھ ذہنوں تصدیق کرنیوالوں متعدد اور متعاصر کے ہوتے ہیں نہ یہ کہ شخص اعراض کا تابع شخص موضوعا تھے کے ہے پس یہ معنی قضیہ کے قائم ساتھ ذہنوں موشح کے ہیں جو پس معنی کا ہیگا کہ قائم ساتھ ذہنوں اہل کتاب کے ہوگا نہایت کار کا وہ کہ باعتبار اتحاد طرفین اور نسبت فیما بینہما کے مماثلت متحقق ہے پس استعمال لفظ مثل کو ساتھ نظر اس مغائرت کے محل صحیح ظاہر ہوا گو عرف میں مغائر

نجائیں لکن الحقائق لا تنتقض من العرفیات یعنی وہ کہ حرف یا بیچ لفظ مثل اور ایسے ہی لفظ بہ میں واسطے ترتیب کے ہو نہ صلاحیان کا اس صورت میں معنی کلام کے ایسے ہیں کہ جو اہل کتاب ایمان لاویں ہمانند دلائل کے کہ تم سلفہ ان دلائل کے ایمان لائے البتہ راہ یاب ہوں اور شبہ نہیں کہ ایمان ہر چند بمعنی مومن بہ کے واحد ہے لیکن دلائل اُسکے بیشمار ہیں جیسا کہ مومنین کو دیکھنا اور سننا احوال پیغمبر اپنے کا اور معجزات کے کا دلیل ایمان کی بجمیع سمعیات کے ایسے ہی یہودیوں کو دیکھنا اور سننا احوال اور اوضاع پیغمبر اپنے کا اور کتاب اپنی کا دلیل ہو سکتا ہے اور ایسے ہی نصاریٰ کو اور منظور تحصیل ایمان ہے ساتھ اُن چیزوں کے کہ مذکور ہوئیں تعین طریق اور دلیل کا بنا بر اُسکے لفظ مثل کا لانا ضرور تھا ششم وہ کہ مراد مثل سے ایک ترتیب دوسری ہو وے اس ترتیب کے اور محل کلام کا وہ ہے کہ ایمان ساتھ جمیع ان چیزوں کے ضرور ہے خواہ ساتھ اُس ترتیب دوسری کے مثلاً اگر یہود اول ساتھ توریت اور حضرت موسیٰ کے ایمان لاویں بعد اُسکے ساتھ انبیاء وقت اور شریعت اُنکی کے بھی جائز ہے اگلے جاننا چاہیئے کہ آیت میں فسیکفیکھم اللہ کے وعدہ کفایت عاجلہ کا فرمایا ہے اور بعد نزول اس سورۃ سے بیچ چند سال کے موافق اس وعدہ کے متحقق ہوا بنو قریظہ کو یہودیوں میں سے آنحضرتؐ نے قتل فرمایا اور بنو نضیر کو جلاوطن فرمایا اور اہل خیبر کو بھی خراب کیا اور وہ آدمی کہ وہاں سے ساتھ کمال ذلت اور خواری جزیہ کے مبتلا ہوئے یہی حال ہے یہود بنکا لیکن نصاریٰ پس بیچ اُموت کے مصدر کرسی کے اور شرک کے ہونے تھے بالادشاہ حبش نجاشی نام مسلمان ہوا اور اہل نجران نے ساتھ صلح اور قبول جزیہ کے تن کو ساتھ اطاعت کے دیا اور قیصر بادشاہ روم نے بھی تکبر اور عناد نہ قبول کیا اس جہت سے صدمہ قہر آہی میں گرفتار ہوئے اور حاکم نے مستدرک میں ابن عباسؓ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا کہ میں ایک روز روبرو آنحضرتؐ کے بیٹھا تھا کہ ناگاہ حضرت عثمانؓ آئے آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے عثمان تمہارا جیگا اُس حالت میں کہ سورۂ بقر پڑھتا ہوگا تو اور ایک قطرہ خون تیرے سے اس آیت پر پڑیگا کہ فسیکفیکھم اللہ اور ابن ابی داؤد کتاب المصاحف میں اور دوسرے محدثین معتبر نے روایت کی ہے کہ جب مصری لوگ گھر میں حضرت عثمانؓ کے واسطے قتل کے آئے مصحف مجید روبرو اُنکے تھا اور پڑھتے تھے اول اُن اشقیاؤں نے اوپر ہر دو دست اُنکے کے شمشیر ماری اور خون اُنکے جاری ہوا اور اسی آیت پر پڑا ساتھ ایک ٹاٹھ اپنے کے اُس خون کو مصحف سے دور کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ قسم بخدا کہ یہ ہاتھ اول اُس ہاتھ کا ہے کہ لکھا ہے مفصل قرآن کو اور ابن ابی حاتم نے نافع بن ابی نعیم سے نقل کیا کہ ایک روز مصحف عثمانؓ روبرو ایک خلیفہ کے واسطے زیارت کے آئے تھے میں اُس وقت میں حاضر تھا ساتھ خلیفہ کے کہا میں نے کہ آدمی کہتے تھے کہ مصحف کنار میں اُنکی تھا بیچ وقت شہادت کے اور خون اُنکا اوپر آیت فسیکفیکھم اللہ کے پڑا ہے اُس خلیفہ نے اُس آیت کو کھولا میں نے چشم خود دیکھا کہ اثر خون کا اوپر اُس آیت کے تھا اور عبداللہ بن احمد زوائد میں زید کے عمرہ بنت ارطاۃ عدویہ سے لایا کہ میں ہمراہ حضرت عائشہؓ کے واسطے حج کے اُس سال میں کہ حضرت عثمان شہید ہوئے گیا تھا جو مکہ سے مدینہ میں مراجعت کی میں نے اُس مصحف کو کہ بیچ وقت شہادت کے بغل میں اُن کی تھا اور اول فطرہ خون کا اُسپر بڑا اٹھا دیکھا میں نے کہ اُسی آیت پڑا تھا عمرہ کہتا ہے کہ اثر اُس قعہ کا ایسا ہوا کہ کوئی قافلوں اُنکے سے ساتھ موت صحیح کے دمرا تمام بدرگ تجاوز نہ ہا

یہاں سوال جواب طلب اور وہ یہ ہے کہ اسی آیت کا آخر سیپارہ سوم سورۂ آل عمران میں اعادہ فرمایا ہے اور وہاں میں تغیر اسلوب کا کیا ہے اول وہ کہ بجائے الینا علینا لائے ہیں دوم وہ کہ لفظ وَمَآ اُوْتِیَ مَا قُبِّلَ النَّبِیُّوْنَ سے حذف کیا نکتہ اس تغیر اسلوب کا کیا ہے اور مناسبت ہر کلام کی ساتھ مقام اپنے کے ساتھ کس نوع کے سمجھ سکیں جواب اسکا وہ کہ لحاظ بہ اس آیت میں جمیع مومنین ہیں بدلیل قولوا اور مخاطب اُس آیت میں فقط پیغمبرؐ ہیں بدلیل قل آمنا باللہ اور نزول کو جو متعدی ساتھ الی کے کرتے ہیں معنی اُسکے وصول ہیں انتہا کے ہوتے ہیں اور جو متعدی ساتھ علی کے کرتے ہیں معنی اُسکے وقوع بلاواسطہ ہوتے ہیں اور مومنین کو تو قرآن نازل ہو کر بواسطہ پیغمبرؐ پہنچا ہے نہ بلاواسطہ اوپر اُنکے واقع ہوا اور اوپر قلب پیغمبرؐ کے بلاواسطہ وارد ہے اس جہت سے اس آیت میں صلہ نزول حرف الیٰ کا کیا اور اُس آیت میں حرف علی لیکن جواہل میں تعدیہ نزول کا اس آیت میں حرف الیٰ کو اختیار کیا واسطے توافق نظم کلام کے ذکر میں پیغمبرؐ کے بھی ساتھ اسی حرف کے متعدی کیا تا منسق کلام مختلف نہو یا جو صحت معنی کے واسطے کہ وصول اور انتہا عام ہے اس کے کہ بے واسطہ ہو یا بواسطہ کوئی نص بیچ ثبوت کے واسطے نہیں اور مدعا کہ بعضے اہل عربیت اوپر اس کے ایراد کرتے ہیں کہ جو یہ فرق صحیح ہوتا آیت میں واذا قیل لھم اٰمنوا بما انزل اللہ قالوا نؤمن بما انزل علینا استعمال علی الصحیح نہیں سو تا ہی کو واسطے یہ کلام حکایت یہود سے ہے کہ انبیاء سے بلاواسطہ اوپر اُنکے نزول نہوا تھا اس جواب اسکا وہ ہے کہ یہودی اس کلام کو بیچ مقام افتخار اور مباہات کے وتعصب سبب کے کہتے تھے پس ادا ان سے اس کلام میں نزول بلاواسطہ تھا یعنی علی انبیاء ناوآ یا نا بیچ مثال اس مقام کے مناصب آبا اور اسلاف اپنے کا اور ادا نے اپنے نسبت کرنا مجاز متعارف ہی جیسا کہ بیچ قول بعضے کے ساداتنا وکبرائنا واقع ہے عرفینا النبوۃ والمعراج والکرم اور جو مخاطب آیت سورۂ آل عمران میں پیغمبرؐ ہیں پر جلہت تفصیل بالشراع کی نفی کے واسطے رکوت ایمان اُنکے کی اور بسبب اعتقاد اُنکا ساتھ جمیع معتقدات ایمانی کے معلوم تا چار کلام کو اجمالی میں اختصار پر کیا اور لفظ اوتی کو بار دگر نہیں لائے اور اوپر حرف عطف کے اکتفا کیا بخلاف اس آیت کے کہ منظور اس میں تعیین ایمان تفصیلی ساتھ مومنوں کے ہے اور ہنوز طفل لوح اور اس دبستان کے ہیں اشباع اور اطناب مناسب حال اُنکے کے ہے اور بھی ماسبق سورۂ آل عمران میں واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما اٰتیتکم من کتاب وحکمۃ کذا رہے اور جو ساتھ جمیع انبیاء کے دیا گیا ہے اجمالاً اُس سے معلوم ہوا پس اعادہ اُس مطلب کا پھر بیچ مقام اجمال کے نکرار محض ہوتا تھا ہاں بیچ مقام تفصیل اور تخصیص بعضے انبیاؤں کے کے ذکر اُسکا مفید ہے بخلاف اس آیت کے کہ سیاق میں اُسکے وہ چیز کہ شعر ساتھ دینے کتاب اور حکمت جمیع انبیاء کے اجمالاً ہو مذکور نہیں پس اجمال و تفصیل میں سہو کے خوف کرنا اوتی ضرور پڑا آئے ہم اوپر اسکے کہ ذکر میں آنحضرتؐ اور حضرت ابراہیمؑ

اور اولاد اُنکی کے لفظ نزول کا مرقوم فرمایا ہے اور ذکر میں موسیٰؑ اور عیسےٰؑ کے لفظ فاوحی لائے یہ فرق کس لئے ہے جواب کہا وہ کہ اور حضرت ابراہیمؑ اور اولاد اُنکی کے طریق اتفاقاً احکام غیبیہ نازل ملک علی وحی تھا پس جیسا کہ اوپر کہ حضرتؐ کے بھی ساتھ اسی طریق کے القاء علوم ہوتا تھا جیسا کہ سیرے معلوم ہے اور ساتھ موسیٰؑ کے دو طریق اسباب میں سلوک تھے اول بنیا الواح منقوشہ بر رجعہ کہ اپنے اُسکے تورییت لکھی ہوئی تھی دوم کلام شفاہی بلا واسطہ ملک کے نازل ہوتا تھا جنانچہ اُنھیں کہ خیمہ اور بارگاہ تجلی الٰہی تھا ان دونوں طریق میں نزول عرج منقاً اور ایسے ہی ساتھ حضرت عیسیٰؑ کے بھی دو طریق سلوک تھے اول بنیا انجیل کا دوسرے لفظ روح القدس کا اُنکے سینے میں اور تکلم زبان اُنکی کے اور ان دو طریق میں بھی نزول محسوس نہیں ہوتا تھا بلکہ یہ معاملہ قبیل ملحوظ سے تھا بنا بر تفاوت اس طریق کے ذکر میں حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسےٰؑ کے لفظ فاوحی کو لائے ہیں اور جو اس لفظ کو ذکر میں اُنکے استعمال کیا اجمال انبیائیں بھی اسی لفظ کو کار میں لیگئے کہ رجوع ساتھ لفظ متروک کے بہلودہ مقتضا نظم کلام ہو نہیں ساتھ صحت معنی کے اجمالاً تک کہ مذکور ہوا ارکان ایمان اور واجبات اعتقادی تھا اب فرماتے ہیں کہ مومنین کو چاہیئے ہے کہ اوپر اسعقدر کے قناعت نکریں اور اس مرتبہ سے بالاتر ترقی ڈھونڈیں اور کہیں کہ ہمنے اختیار کیا صِبْغَةَ اللّٰهِ یعنے رنگ خدا کہ اور اپنے کو ساتھ رنگ اُسکے کے رنگین کیا ہمنے جیسا کہ رنگ ظاہر اور باطن جانہیں نفوذ کرتا ہے اور بسبب اُسکے وہ جامہ جامون مرصع سے ممتاز ہوتا ہے اسی طرح اُسی توحید الٰہی کی رنگ اور پوست ہمارے میں بیٹھ گئی اور جوارح اور اعضا ہمارے کو اس نے پکڑ لیا پس ظاہر اور باطن عقلا اور قالب ہمارا ملک اُسکی سے ہوا جیسا کہ نصاری جو کیونکہ اپنے دین میں داخل کرتے تھے یا کوئی فرزند نو پیدا ہوتا تھا اُسکو نصرانی کرتے تھے رنگ زرد کہ اُسکو معمودیہ نام کرتے ہیں ایک ظرف میں ڈالتے تھے اور اس لوآموزگو اس میں غوطہ دیتے تھے اور کہتے تھے کہ اب یہ شخص نصرانی ہوا اور ادیان دوسرے پاک ہوا لیکن رنگ اُنکا دو تین روز میں بسبب غسل اور شست وشو کے زائل ہو جاتا ہے زیرا کہ ظاہر جلد پر ہے فقط اور رنگ ہمارا رنگ خدا ہے کہ نہ دل سے جوش کرتا ہے اور درون اور بیرون کو رنگین کرتا ہے وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً اور کون ہے خوبتر خدا سے رنگ کہ نہیں کہ واسطے کہ رنگ مخلوقات کو نہ احاطہ ہے نہ بقا کہ واسطے کہ جو رنگ ظاہر ہے محض پوست بدن پر ہے اور جو رنگ باطنی ہے پس نیز مخصوص ساتھ ایک قوت کے ہے قوتوں باطنہ سے مگر رنگ فلسفہ محض اوپر قوت عقلیہ کے ہے اور رنگ بدعت محض اوپر قوت وہمیہ کے ہے کہ مرکب شیطان ہے اور رنگ ملل منسوخہ محض اوپر عادت اور رسم کے ہے اور رنگ محبت دنیا کا محض اوپر قوت شہویہ کے ہے اور رنگ حکومت اور سلطنت کا محض اوپر قوت غضبیہ کے ہے اور تمام یہ رنگ ساتھ ادنی صدمہ کے کہ اوپر اُن قوی کے پہونچتا ہے زوال قبول کرتے ہیں اور ساتھ غلبہ رنگ دوسرے کے مغلوب ہو جاتے ہیں بخلاف رنگ اُس خدائی کے کہ نہ ساتھ باقی شبہوں اور حوادث اور مصائب کے تغیر قبول کرتے ہیں اور نہ رنگ دوسرا اوپر اُسکے غالب ہوتا ہے مانند اُسکے کہ رنگ صناعی رنگریزوں کا ساتھ آب اور آفتاب کے اور دود اور غبار کے متغیر ہوتا ہے اور رنگ دوسرے بھی تبدیل کر سکتے ہیں اور رنگ خلقی کہ جانب خدا سے ہے مثل حمرت یاقوت اور صفرت مرجان اور سواد سنگ موسیٰ اور بیاض سنگ مرمر اور رملی بنا الفیاس نباتات اور خواکہ اور ریاحین اور حیوانات پرندہ اور پرندہ تغیر اور تبدیل نہیں قبول کرتے جنانچہ کہ ضیاء مختار بن عبد ابن عباسؓ آنحضرتؐ سے لائے کہ ان بنی اسرائیل قالوا یا موسیٰ ھل یصبغ ربک فقال اتقوا اللہ فنادہ ربہ یا موسی سالوا ھل یصبغ ربک فقل نعم انا اصبغ الالوان الاحمر والابیض والاسود الالوان کلھا فی صبغی وانزل اللہ علی نبیہ صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغۃ پس کہ طرح یہ رنگ باطن ہمارا کہ رنگ خدا ہے زائل ہو سکے گا حالانکہ ہم ہمیشہ فکر میں نبات اور دوام اُس رنگ کے ہیں اور ہمیشہ دائما بدیع علیم بقا اُسکے کے اور جلا اُس کے کوشش کرتے ہیں ہم وَنَحْنُ لَهٗ عَابِدُوْنَ یعنی اور ہم محض اُسکو عبادت کرنیوالے ہیں اور عبادت رنگ باطن کو دور کرتی ہے اور قلب کو جوارح کو تصقیل اور تصفلہ کرتی ہے پس وہ رنگ ہمیشہ بارونق رہتا ہے بلکہ روز بروز ترقی پر ہے علی الخصوص جو عبادت جرجہ اخلاص نہ ہے آمیزش یا اور عجب اور تصنع قصد سمعت اور محافظت رسم کے کہ پہلے میں رنگ کے آئینہ باطن سے تاریک محجر ہے آئے ہم اوپر تحقیق اُسکے کہ تر رنگ خدا کہ مومنین کو ساتھ نقیار اُس کے فرمایا ہے کیا چیز ہے اصح وہ پکا رنگ بلکہ انقیاد اور اطاعت اور اطمینان ساتھ اوامر اور نواہی اسکی کے ہے عزشانہ کہ نیچ ہر حکم اُسکے کے باعث اوپر انقیاد کے ساتھ کمال نشاط اور نہج کے ہوتا ہے اور تصلب تخن پروری اور حفظ وضع اور آئین آباد اجداد اپنے کے ساتھ رسم اور آئین اپنے کے یا سستی یا تحمل مشقت ساتھ قبول خلاف طبع اور گرانی غیر مالوف باقی نہیں چھوڑی اور یہ لکہ غیر ایمان سے ہی بسبب ورزش اور کمال ایمان کے حاصل ہوتا ہے اور طاعات اور عبادات اور حالات محمودہ خوف اور حیا اور محبت اور شوق اور انکسار اور تواضع اور دوام حضور اور نگرانی اور تورع اور تقوی تمام آثار اُسکے سے ہے اور قلب سے قالب تک گو محیط ہوتا ہے اور واسطے اسی کے اُسکو تشبیہ ساتھ رنگ کے دی ہے اور اسی سے ہے جو کوئی ساتھ اس حد کے تن درستی کسی کا ہوتا ہے کہتے ہیں کہ فلانا ساتھ رنگ فلانے کے رنگین ہوا ہے اور دوسرے مفسر سے حج اس رنگ کی تفسیر رنگانگ گوناگون کی ہیں بعضے نے کہا ہے کہ قبول دین اسلام کو بنا بر شاکلت نعل نصاری کہ لڑکوں اُن اولاد ہیں کو ساتھ آب زرد کے رنگین کر کے کہتے تھے الآن صار نصرانیا حقا اس عبارت میں رنگ خدا نام کیا ہے اور بعضے نے کہا ہے کہ مراد صبغۃ اللہ فطرۃ اللہ ہے کہ ہر فرد انسانی کو اوپر کہ سے پیدا کیا ہے جیسا کہ جا حدیث صحیح ارشاد ہوا فطرت اللہ التی فطر الناس علیھا لا تبدیل لخلق اللہ اور وہ فطرت جو مقرر کی ہوئی خدا کی ہے بصنع آدمیوں کے شباہت ساتھ رنگ طبع کے کہتی ہے اور نہ بہ اپنے ملل متقدمہ مثل یہود اور نصرانیت اور مجوسیت یا ساتھ اتفاق شیطانی کے بیچ نفس کے ہماکہ پیدا ہوئی ہے یا ساتھ اغوائے مادر اور پدر کے اور قوم اور قبیلہ کے حدیث شریف میں اُوپر کل مولود یولد علی الفطرۃ فابواہ یھودانہ ونصرانہ ویجسانہ اور بعضے نے کہا ہے کہ مراد اس سے ختنہ ہے کہ اکثر ظاہر انقیاد دین الٰہی کا بدن پر بغیر ازرنگ کے اوپر ہوا کے ہے اور بعضے نے کہا ہے صبغۃ اصر عبارت کی کیفیت نفسانیہ کے بندہ کو ساتھ خالق کے ہم پہونچتی

ہی اور سب عوام مزاولت کے حکم رنگ کا پکڑتی ہی باطل الوظا ہر ہیں سنت کرتی ہی شامل عوام حضیصہ ساتھ شوق کے اور وجد کے نہایت صفا اور بہار کے ساتھ انکسار اور فنا کے نفس کی اور عرض صوفیہ میں کس کیفیت نفسانیہ کو نسبت الی اللہ نام کرتے ہیں بلکہ ایک جماعت نے اُنسے نسبت ہر طریقہ کو رنگ جدا گانا یعنی بیاض اور حمرہ اور سواد اور صفرہ اور خضرہ سے ثابت کیا ہی اور جاہل کتاب کہیں کہ جو تم فی الحال اپنے کو رنگ خدا رنگین کرتے ہو تم اور ساتھ عبادت اُسکی کے مشغول ہوئے ہو تم ہم سالہا سال اور نرنوں سے ساتھ رنگ خدا کے رنگین ہیں ہم اور ساتھ عبادت اُسکی کے مشغول اور ہمارا دین تمہارے سے بہتر اور کتاب ہماری قبل کتاب تمہاری سے آئی اور درمیان ہمارے نبوت اور رسالت ثمرہ رہی اور مرتبہ نبوت اور محمدیت خدا و اسطے ہمارے ہی تمہارے نفس اِنباء اللہ واحیاءہ جس طرح کہ ہم واقف موفق اُسکی کے ہیں ہم تم نہیں ہو سکتے پس جواب میں اُنکے قُلْ یعنی کہہ اَتُحَآجُّوْنَنَا فِی اللّٰہِ آیا تم مکابرہ اور عناد کرتے ہو تم ساتھ ہمارے بیچ مقدمہ خدا کے کہ وہ تعالیٰ ملک کس کی سے ہی ہمارے سچی ہی یا تمہاری سے ساتھ مکابرہ اہل دنیا کے بیچ کسی باغ یا کسی زمین کے پس ساتھ مکابرہ اور مجادلہ محض بیجا ہے کو واسطے کہ وہ تعالیٰ جیسا کہنا ہمارا ہی ویسا ہی ہمارا بھی ہی وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ یعنی اور وہ تعالیٰ پروردگار ہمارا اور تمہارا ہی برابر واسطے کہ ربوبیت اُسکی علم ہی تمام مخلوق کے ساتھ ہر فرد خواہ علم سے پیدا کیا ہوا اور پر ورد ہ اُسکا ہی اور جو کہیں کہ اعمال اور طاعات ہماری اُسکی درگاہ میں مقبول ہی اور عبادات اور طاعات تمہاری درگاہ میں اُسکی مقبول نہیں پس نتائج بھی محض تمہارے یعنی ہی واسطے کہ جو عبادت اور طاعت موافق فرمودہ اُسکے کے کیجاتی ہی درگاہ اُسکی میں مقبول ہی وَلَنَآ اَعْمَالُنَا اور واسطے ہمارے ہیں اعمال ہمارے کہ جو جب فرمودہ اُسکے کے اسوقت میں کرتے ہیں ہم وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ اور واسطے تمہارے ہیں اعمال تمہارے کہ موافق فرمودہ اُسکے اسوقت بر کنار فرق ہی کہ اعمال تمہارے بنا بر حفظ رسم ابا اور اجداد وہ اور عادات متروج ساتھ تعصب نفسانیت اور اغراض دنیوی کے تھے اور خالص واسطے خدا کے نہیں وَنَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ یعنی اور ہم واسطے اُسکے خالص کر نیوالے عبادت کے ہیں صلاح رسم آبا اور اجداد اور تعصب نفسانیت اور اغراض دنیوی کو اسمیں دخل نہیں ہی تم جو یہ ہر دو کا بوتہارے بے اصل بر آئے پس اب تم کیا کہتے ہو تم کہ دین ہمارا دین ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور اولاد اُنکی سے تھا کیونکہ ظاہر ہے کہ وہ یہودی اور نصرانی نہ ہوئے ہیں اُن پر حنیفیت اور نصرانیت بعد اوسع اور حضرت موسیٰ اور عیسیٰ کے مقرر ہوئی اَمْ تَقُوْلُوْنَ یعنے راہ کمال چل رہی ہو بری سے کہتے ہو تم اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطَ یعنی تحقیق ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور اولاد اُنکی باوجود اسکے کہ تبدیل نزول تورینت اور انجیل اور قبل تقرر یہودیت اور نصرانیت کے گذرے ہیں کانُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى اور یہود یا نصرانی اور یہود یا نصرانی تھے یہودی یا نصرانی اور یہود یا نصرانی ہوں جواہل کتاب ثابت ہیں بر ضروری اور تعصب اپنے کے اسی شق کو باوجود ظاہر البطلان ہونے اُسکے کے اختیار کریں کہیں کہ البتہ یہ جماعت یہودی اور نصرانی تھی صاحبہ اُس معنی کے نہ یعنی ہم اولاد اُنکی موافق شریعت یہودیت اور نصرانیت کے تھی قبل تورینت اور انجیل اور مقرر یہودیت اور نصرانیت کے گذریں ہیں بر یہ جواب میں اُنکے قُلْ یعنی کہہ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ یعنی آیا تم زیادہ تر ہو یا خدا زیادہ تر ہی خود بخود کہو غرض کہ مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ یہود یا وَلَا نَصْرَانِيًّا اور لکن كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا وَّمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ اور ہی بیچ قصد بنا کعبہ کے فرمایا ہی کہ حضرت ابراہیم اور اسمٰعیل نے دعا کی ہی وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا اور بھی خدا تعالیٰ نے اُنکو فرمایا ہی وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ اور شریعت میں یہودیوں اور نصرانیوں کی مناسک سوچ خانہ کعبہ کے کہاں ہیں اور کونسا نماز میں کہاں ہیں اور تورینت اور انجیل میں نصوص جلیہ موجود ہیں اس مضمون پر کہ حضرت ابراہیم اور اولاد اُنکی اور پیغمبر حقیقت حنیفیت کے تھی اور جرمت سبط اور دیگر خواص یہود یہ کے اور اُنکے مقررہ تھا اور علی ہذا القیاس اور لازم نصرانیت مثل تعظیم یوم احد اور طریقت میں اُنکی بھی تھا کیونکہ تم اس نصوص واضحہ کو بیچ وقت مناظرہ اور مجادلہ کے بنا بر تعصب اور بخل پر دری اپنی کے چھپاتے ہو اور ظاہر نہیں کرتے تو خفیف اور ملزم نہ ہو تم وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً اور کون ہی ظالم تر اُس کسی سے کہ مخفی رکھے اور چھپالے ایک شہادت کو کہی کہ ثابت ہو عِنْدَهٗ یعنی نزدیک اُسکے کہ شہادت مِنَ اللّٰهِ طرف خدا کے ہی اور تم ان تمام فرمہا توں اور حکم کو جیسا نے ہو تم اور اوپر اسی قدر کے بھی اکتفا نہیں کرتے ہو تم بلکہ تحریف اور تغییر اور تبدیل اُن نصوص کو کرتے ہو تم وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ یعنی اور نہیں خدا غافل اُس چیز سے کہ کرتے ہو تم اس کتمان اور تحریف اور تغییر میں اگر ہر کارہ بادشاہ ذی اقتدار کا تم پر نگہبان ہو اُسکے ڈر سے گرفتار زنداں میں اُسکے جعل و تلبیس نہیں کرتے ہو اور اُس بادشاہ سے کہ اقتدار بادشاہوں کا اُسکے اقتدار کی نسبت کچھ نہیں وہ آپ اوپر تمہارے نگہبان اور مطلع ہے نہیں ڈرتے ہو تم اور مبرہ اُسکے کلام میں جعل و تلبیس کرتے ہو تم اور ڈرتے اُس سے کہ ہم اولاد انبیاء کی ہیں اسلئے میں مقبولان بارگاہ ایزدی ہوئے ہیں ہم سے کہ خرقہ نبوت اور رسالت تمہارے ہی اور اُنکو خدا مجبوب بتا تا ہے پس یہ خیال تمہارا کچھ فائدہ نہ کریگا چاہیئے کہ اعمال اپنے کو موافق اعمال اُن پہلوں کے کرو تم تو رہیگا ہر تم تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ یعنی وہ ایک جماعت تھی کہ گذری اور اعمال اپنے ہمراہ لیگئی اور واسطے تمہارے اُن اعمال کو ذخیرہ چھوڑ کر گئی ہی تم ہمارے کام آؤ مے اور مال متاع دنیوی کے کہ بدران واسطے پس و نیچے ہو جاتے ہیں اور بیچ وقت افلاس اور احتیاج کے کام آتا ہے لَهَا مَا كَسَبَتْ یعنی واسطے اُس جماعت گذری ہوئی کے جزا ہے جو کہ کسب کیا ہے اور جو واسطے تمہارے اُس عمل کا چھوڑ کر جاتے جزا اُن اعمال کی اُن کو نہ پہونچیگی بلکہ تم پہونچیگی وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ یعنی اور واسطے تمہارے ہے جزا اُسکی کہ کسب کرنے ہو اور جو گناہ تمہارے وہ اٹھاتے جزا اُن گناہوں کی اُن کو نہ پہونچیگی نہ تمکو اور جزائے عمل بغیر عامل اُس عمل کے دنیا نزدیک تمہارے بھی خلاف عدل اور دنائی حکمت کے ہے کس طرح تم متوقع جزائے اعمال اُنکے کے رہتے ہو تم وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ یعنی اور نہ سوال کیجاؤ گے تم اُس چیز سے کہ وہ جماعت گذشتہ عمل کرتی تھی اور جزائے اعمال کی نہیں ہوتی مگر بعد سوال سے اور سوال شخص کا عمل غیر سے غیر معقول ہی کسواسطے کہ ہر شخص اوپر اعمال غیر اپنے کے اطلاع نہیں رکھتا ہے تو کہ عہدہ جواب اُسکے سے بر آوے پس یہ خیال تمہارا محض مغالطہ اور بے عقلی ہی اور اس تقریر سے معلوم ہوا کہ تکرار اس آیت کی اس مقام میں باوجود اسکے کہ نزدیک گذری ہی تکرار معنوی نہیں کہ محل بلاغت ہو کیونکہ یہ مقام امل میں عرض اُن یہود کا تھا کہ اعمال اُنکے اعمال صالحہ تھے اور ساتھ کسی کے منسوب ساتھ اعمال اوراق سلف گذشتہ تھے کہ نہیں کہتے اور موجود اُنکی بیچ تمہارے معمول ہمارے ہیں اس مقام میں حق تعالیٰ نے اُنکا قدم اوپر گمان شہادت اور پوشیدہ کرنے حق وضع کے اور ایسے ہی ارتجاب سے اعمال قبیحہ کا ۴

۳ بیا عث ہر و مسکہ نے اپنے اسلاف کی بزرگی اور صلاحیت پر نہایت ہی جو کی ہو تو فی ہی جو تم سے سر دہ ہر ہی ہی تم سے زیادہ ہو خوف ایک وہ جماعت تم سے ہے جنکی ہو تو فی مظہر ہے تمہارے سامنے ظاہر کیجاتی ہو تمت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پارہ سیقول سورہ بقر ترجمہ تفسیر عزیزی

حیسا کہ جیانا، حق کا اور اعتماد کرنا، اور اعمال صالحہ اپنے بزرگوں کے تمہیں بسبب بیوقوفی کے بے ایسے ہی معجز تھا ہے ایک ایسا گروہ ہے کہ اوکی حماقت قریب ظاہر ہوگی سیقول السفہاء کہ عنقریب کہیں گے جھڈ ایسے بیوقوف اور بے عقل کہ صرف باعتبار صورت ظاہر کے من الناس آدمیوں میں سے ہیں ورنہ بحاظ عقلی اور بیوقوفی کے آدمیت اون میں نہیں ہے بلکہ ہمیں کے مسلمانوں کو کہ ایک قبلہ سے دوسرے قبلہ کی طرف نماز میں پھر گئے ماولّٰھم عن قبلتھم التی کانوا علیھا کہ کس چیز نے پھیر دیا انکو اوس قبلہ سے کہ پر ایتک تھے کیا اوس قبلہ میں کچھ نقصان پایا ہے کیا اس دوسرے قبلہ کی ان بزرگی اور جلی ظاہر ہونی ہے کہ اوسکو چھوڑ کر یہ مڑ گئے اگر وہ قبلہ ناقص تھا اور یہ کامل تو پہلے ہی کامل کو کیوں نہ پکڑا اور ناقص کو کیوں نہ چھوڑ دیا سو یہ باتیں انکی ناعاقبت اندیشی کی ہیں کیونکہ اگر یہ بزرگ حدوث کے قبلوں کو چھوڑتے اور صرف قدیمت اپنی قوم کے کہ کے ہیں لگ کو قبلہ بناتے تو دین میں تعصب اور جانبداری ثابت ہوتی نہ طلب حق اور جب وہ یہ کلام سنتو قل کہ کہدیجو کہ قبلہ اول سے منہ موڑنے کے لئے ان میں سے کوئی بات نہیں ہے کیونکہ ہم تابع حکم خدائے تعالیٰ کے ہیں نہ اپنی عقل ناقص کی پسند کے اور نہ تعصب اور جانبداری کے سبب اس کا حکم خدائے تعالیٰ کا ہم کو اتنی مدت تک اُسکے استقبال کا حکم تھا اور اب اسی قبلہ کا حکم ہوا ہے اور چونکہ اصل عبادت ہماری صرف خدائے تعالیٰ کیلئے ہے نہ کسی مکان کیلئے اور خدائے تعالیٰ کیلئے ایک جہت یا ایک مکان مقرر نہیں ہے للہ المشرق والمغرب کہ سب زمین مشرق و مغرب خدا کی ہے جدھر چاہے اُدھر ہم سے اپنے تئیں سجدہ کروائے اور جس جگہ کو چاہے قبلہ کرے اور جس قبلہ کو چاہے موقوف کردے پس ہم سے سب اس کا پوچھنا کمال بیوقوفی ہماری ہے جیسا کہ بے وقوف پوچھتے ہیں غلام سے کہ جو کام میں نے کرنا تھا جواب کیوں نہیں کرتا ہے اور یہ نہیں جانتے ہیں کہ غلام نے مولیٰ کا تابع ہے جیسک چاہے جو کام لیوے اور جس کام سے چاہے اوس سے لینا موقوف کرے اور اگر تم اسرار اور حکمت ان احکام خداوندی کے پوچھا چاہتے ہو تو اگر چہ ہم بخوبی واقف نہیں ہیں مگر اوسکے سمجھنے کو حوصلہ چاہیئے کہ وہ تم میں ہے پر واضح ہو کہ قبلہ کا مقرر کرنا صرف ظاہر کرنا اور عبادت کا ہونیہ کہ قبلہ داخل اصل عبادت ہے اور راہ نمائی خدائے تعالیٰ کی اپنے بندوں کو مختلف ہر کسی کو کسی طور سے راہ نمائی ہوتی ہے یھدی من یشاء جسکو چاہتا ہے اپنے بندوں میں ہدایت کرتا ہے الی صراط مستقیم بہ راہ راست کہ جو عبادت معرفت کیلئے سمت قریب راستہ ہے چنانچہ حکمت بہترین قبلہ کی طرف متوجہ کیا ہے اور تفصیل اسکی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سوائے قوت عقلیہ کے کہ ذریعہ ادراک مجردات کا ہے قوت خیالیہ بھی عنایت فرمائی کہ عالم اجسام میں بذریعہ اوسکے افکار اور سوچ کرتا ہے کہ بعد قوت خیالیہ کے قوت عقلیہ کو قوت اور اتحکام بہت حاصل ہوتے ہیں جیسا کہ مہندس جبتک کہ صورت اوشکل اپنے خیال میں مرتب نہ کرے تب تک مقادیر کا ادراک بخوبی نہوسکے گا اور ایسے ہی جبتک کہ میر اور بادشاہ کے چہرہ کا خیال سامنے نہ ہو تب تک قدرت کاملہ اوسکی ثنا و صفت پر نہ ہوسکیگی اس کا استقبال کرکے ثنا و صفت میں مشغول ہوتا ہے اور ایسے ہی اصل عبادت کہ خشوع اور نماز ہے جبتک کہ سکون یعنی اطمینان اور جنبش اوسکی بدن کو نمودار و رہا ہیں اور رہا ہیں التفات اوسکو مواجب تک حاصل نہیں ہوسکتا ہے اسی لئے ایک طرف کا التزام ضرور ہے کہ سوائے اوسکے اور طرف توجہ اور التفات نہ ہو توجہ بطرف دیگر اگر استمرار ہو کہ مسلف خشوع و بیقراری ہو اور ظاہر رہے کہ ظاہر و باطن میں ایسا لگاؤ ہے کہ ایک طرف عزیمت توجہ ظاہر میں موجب اتحاد عزیمت توجہ باطنی میں ہوتی ہے اسی لئے ظاہر میں ایک طرف متوجہ ہونا نماز میں موجب توجہ باطنی و ظاہری کہلائے اور یہ بھی چاہیئے کہ تمام خلقت کا ایک قبلہ ہو وے کہ جیسا اونکا ظاہر ایک چیز پر متفق ہو ویسا ہی اونکا باطن بھی متفق ہو جائے تا کہ موجب ہیا ہی النفاق ظاہر و باطن ہوئے اور تا کہ حصول انوار و برکات عبادت پر اون کا باطن بھی متفق ہونے تو ایک روشنی کامل اوس عبادت سے دل پر پیدا ہووے جیسا کہ ایک مکان میں ایک طرف سے چراغوں کا جسے زیادہ روشنی کا ہوتا ہے اور یہی حکمت ہے جمعہ اور جماعت کے مقرر کرنے میں کہ یکجا نماز میں اہل محلہ جمع ہوتے ہیں اور جمعہ کی نماز میں اہل شہر جمع ہوتے ہیں اور حج میں تمام جہان جمع ہوتا ہے اور چونکہ بوقت نماز میں جمع ہونا سب خلقت کا ایک مکان میں ممکن نہیں ہے اسلئے مقرر کرنا اوس مکان کا استقبال کیلئے نماز میں بجائے اوس مکان کے فرضاً یا استحباباً کمال مصلحت ہے اور بوس مکان اور اوس جہت میں کوئی ایسی خوبی نہو کہ جیسا اوس مخلوقات میں خوبیاں محسوس یا معقول ہوتی ہیں مثلاً قبریں کہ اون میں انبیا اور اولیا ہوں اور سورج اور چاند اور دریا اور آگ تا عبادت عوام کی بجانب اوس کمال محسوس و معقول کے واقع نہوئے اور تو جہانب باری کی نہو اندھیرا بے رنگ کے کہ نظر اوسکی رنگت پر نہیں پڑتی ہے فوراً شخص مقصود پر بے اُسکے رُکاوٹ کے جا پڑتی ہو اور ایسے ہی قبلہ کا ہونا موقوف اوپر حکم سماوی رضی کے ہے عقل کو اوس میں مداخلت نہیں ہے چونکہ حق خدائے تعالیٰ کا ہے اور کسی کا حق بدون اوسکے حکم کے اور کسی کے کام نہیں آسکتے ہیں جیسا کہ تنخواہ بے اجازت مالک کے کسی کو نہیں مل سکتی ہے اور رکوع کعبہ مکانات میں کامل ہے واسطے حضرت آدم کے کہ نوع انسان کے باپ ہیں اور واسطے حضرت ابراہیم کے کہ سب مذاہب اور ملتیں اونکی ملت کے تابع ہیں علیہما و علی سیدنا الصلوٰۃ والسلام قبلہ گردانا گیا ہے کیونکہ کعبہ معظمہ بیدا

اور خلاف پیدائشی انسان کا ہے کہ اُس سے زیادہ کسی اور بندہ کا حسن معلوم نہیں ہوتا ہم اور یہ کار عبادت بھی کار حسن ہے اسلئے عبد حسن کو قبلہ کار حسن کا کیا گیا اور یہ بھی ظاہر ہے کہ زمین تمام عناصر ثانی میں اصل ہے اور اسلئے اسکو نیچے پھیلا بنایا گیا اور بچھایا گیا اور قاعدہ ہے کہ ظاہر میں سب عالم اپنے بندہ ظاہر کے لئے متوجہ ہوئے ہیں اس حکمت سے کہ قبلہ اوس طرف مقرر ہوا باطن عالم بھی ساتھ بندہ باطن کے متوجہ ہوا اور دونو امر مطابق ہوئے یعنی ظاہر کے اور باطن کے اور یہ بھی روایات سے ثابت ہوا کہ جب حکم خداوندی آسمان و زمین پر نازل ہوا کہ ایتیا طوعاً او کرھاً آدمی خوشی سے یا لاچاری سے تب خاص اس جائے سے ذرہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اجابت عاصی کی عرض کی اور اس جائے کے مقابل جو پارہ ہفت آسمان ہے وہ بھی شریک اس اجابت کے ہوکر بولا کہ اَتَیْنَا طَائِعِیْنَ حاضر ہوئے ہم خوشی سے پس جبکہ اس جگہ فرمان خداوندی کے قبول میں سب برابر ثابت ہوئے تو اسکو قبلہ کرنا عبادت میں خلاف قدردانی اور جوہر شناسی کے ہے اسی لئے یہ جگہ قبلہ ہوئی مگر چند دن کیلئے یعنی از زبان حضرت موسیٰ تا زبان حضرت عیسیٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام بیت المقدس اسلئے قبلہ کیا گیا تھا کہ وہاں ایک پتھر معلق زمین سے بے نہایت ہولناک کہ سخروں کیلئے گویا جلاد ہے کہ جانا چاہا اوسکے نیچے سر جھکا دیتے ہیں اور ایات موسوی حمت اور شوکت الٰہی سے ایسی بے خبر تھی کہ بدون امر باعث ظاہری کے عبادت نکرتی تھی اسلئے یہ غیر دل کو کہ مقتدایان کے تھے اوس پتھر کے استقبال کا حکم ہوا اور بیت المقدس ایسا مکان نہ رہ گیا کہ قیامت میں تجلی عرش الٰہی کی اوپر ہوگی اور اوسکے گرد حشر ہوگا کہ اور سکے سامنے بازپرس روز حساب و وزن اعمال کا ہوگا اور اسی لئے حضرت سلیمان علیہ السلام نے جو اس پتھر پر قبہ بنایا اور اوسکے گرد مسجد بنائی تو یا ہر مجبے کے ہشت اور دوزخ کی تصویر بنائی تا میدان قیامت کی ہوں یاد رہے کہ وہی میدان ہے اور حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شرع رسالت سے ساتھ اوصاف اور غوغائے حضرت آدم و ابراہیم کے موصوف تھے علیہم الصلوٰۃ والسلام اور کعبہ معظمہ کے اندر شود نما پایا اور اوسی کی تعظیم صغرسنی سے دل میں بیٹھی اسلئے اول اوسی کے استقبال کا حکم ہوا کہ وہ سب میں افضل اور اکمل قبلہ ہے یہاں تک کہ شب معراج میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس گئے اور اوسکے جوار میں ارواح انبیاء علیہم الصلوٰۃ سے ملاقات ہوئی اور انوار و برکات اونہوں کی ہونگے ساتھ کامل آدمی اور ابراہیمی کی شامل ہوگئی اور وہاں سے آسمان پر گئے اسلئے چند دن کیلئے ضرور ہوا کہ واسطہ کامل کرنے آثار و برکات مرتبول اُن پیغمبر وقت کے اونکو حاصل ہوئے اور نیز واسطے تشکر اس بات کے کہ وہاں معراج ہوئی بیت المقدس کا استقبال کرنا ضرور پڑا اور اسکے بعد تبتک کہ مکہ میں رہے کعبہ کا استقبال کرکے بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے رہے اور مدینہ میں آنے سولہ مہینے بیت المقدس کی طرف نماز پڑھی پھر کعبہ کی طرف پڑھنے لگے کہ یہ حدیث بیہقی اور ابو داؤد اور ابن ابی شیبہ نے حضرت عبد اللہ بن عباس سے روایت کی ہے تا انوار و برکات انبیاء بنی اسرائیل کے بھی حضرت میں کامل ہو جاویں کہ شب معراج میں حاصل ہوئے تھے کہ اس شب کے سبب ایک بزرگی اور زیادتی حاصل ہوئی تھی اور اسی لئے حضرت ذوالقبلتین یعنی صاحب دو قبلہ کے ہوئے کہ یہ خوبی حضرت کیلئے خاص ہے اوروں کیلئے نہوئی اور اسلئے رسالت میں تو حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت ابراہیم کے خلیفہ ہوئے تھے اب بعد معراج انبیاء بنی اسرائیل کی بھی خلافت حاصل ہوئی ف اور مدینہ میں استقبال کرنا باوجود استقبال بیت المقدس کے ممکن نہ تھا اسلئے لاچار حکم استقبال بیت المقدس روز اول ماہ ربیع الاول سے کہ وہ روز خروج تھا تا نصف رجب سال دوم ہجرت کے کہ کچھ اوپر سولہ مہینے ہوتے ہیں اور اسی لئے بعض نے شش مہینے بھی کہے ہیں کچھ لائے اور جبکہ کمال محمدی اپنی اوج پر ہوچکا کہ سب انبیاء کے کمالات تجمع ہوئے اور خود بدر بھی قریب آیا کہ یہ موجب خلافت کبریٰ کا ہے اور انجام رجوع ابتدا پر ہوتی ہے تو استقبال کعبہ کا پھر ہوگیا کہ اس سے کمال کی بورا ہونا ثابت ہوتا کیونکہ تو یہ ظاہری ساتھ تو یہ باطنی کے موجب توجہ بخدا ہے کہ اوپر ثابت ہوا اور ذکر معراج بروقت استقبال و عبادت بسبب یاد دہی شکر کا ہے کہ وہ موجب یاد جدائی اور مسافت کا ہوتا ہے اب یہاں چند سوال ضروری الجواب تحریر ہوتے ہیں اول یہ کہ ابھی تک تبدیل قبلہ منسوخ اتھا اور آیہ قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ کہ جس سے قبلہ جانبیت المقدس کا موقوف ہونا نازل ہوئی تھی اور گفتگو چند بیوقوفوں کی بھی دہاں تبدیل قبلہ بھی ابھی نہیں ہوئی تھی تو کسلئے یہ فرمایا گیا کہ عنقریب چند بیوقوف ایسا ایسا کہیں گے سو اسکا جواب یہ ہے کہ اکثر مفسرین نے پہلے نازل ہونا قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ کا سَيَقُوْلُ السُّفَهَآءُ سے لکھا ہے اور یہ آیت سبب اُنکی لفت و گوئی کے ہے اگرچہ گفت دگو ظاہر ہوئی تھی اور بفور ظہور سبب باید بتدبیر دفع ضرر تیرے اور اگر نزول بھی موافق قرارت کے ہو تو بھی اس پیش بندی میں چند فائدہ عمدہ ہیں مثلاً خبر الغیب کہ جب تبدیل قبلہ ہوگی تب پیشتر سے ہوگا کہ یہ معجزہ اس کلام کا ہے اور یکایک ایسا کام کا آن پڑنا کہ جسکے ساتھ طبع کو بظاہر اُنس نہو بہت ناگوار ہوتا ہے اور جب کہ پہلے سے اوسکا ذکر ہوئے تو وقوع اور اسکا چنداں ناگوار نہیں ہوتا ہے کہ بسبب ذکر سابق کے اوسکے خیال اور تصور کے ساتھ طبع کو الفت ہو جاتی ہے پس اسی کے موافق تجربہ ہوا کہ پہلے سے معلوم ہوگیا کہ تبدیل قبلہ ہوگی اور بیوقوفان یہ باتیں بنا لینگے جب یہ سب ظاہر ہوا تو کچھ ناگوار نہوا اور جبکہ پہلے سے دشمن کی تدبیر سے واقف ہو جاوے تو تدبیر اوسکے دفع کی کرکے آمادہ رہیگا بروقت فوراً دفع کرسکیں اور تحمل کے اوسوقت نہوں کہ یہ باعث ہیجان اور مضرت کا ہے اور عرب میں مثل مشہور ہے کہ تیر اندازی سے پہلے تیر کی پرش لگانی چاہیئے کہ اگر وقت پرسش نہوگی تو دہوکا ہوگا دوم کہ نسا اسرار انکی بیوقوفی پر دلالت کرتا ہے جواب جانتے تھے کہ مسلمان بے حکم خدا کے کوئی کام نہیں کرتے پھر سبب تبدیل قبلہ کا پوچھنا دلیل انکی بے عقلی کی ہے اور سفیہ اوس شخص کو کہتے ہیں کہ کہاں اپنے فائدہ آخرت خرچ کرے کہ اس آیت سے مفہوم ہوئے وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِيْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا کہ تم بیوقوفوں کو اپنا مال نہ دیں پس ایسا آدمی کہ پیغمبر پر اعتراض کرے

ف اسی لئے کہ لوگ ان امور دینی پر اعتراض نہ کریں پیغمبر خدا کی جاری ہوئی

اپنی آخرت کی حضرت کرے بالاولی بیوقوف ہوگا سوم یہ کہ مِنَ النَّاسِ سے کیا فائدہ ہے کہ بیوقوف اور باوقوف دونو آدمی ہوتے ہیں جواب کچھ بیان تو تفسیر میں گذرا اور یہاں اتنا بیان کافی ہے کہ صفت لفظ مِنَ النَّاسِ صفت کاشفہ ہے یعنی وہ لوگ بیوقوف بجز اسکے کہ آدمی ہیں اور کوئی علامت اونکے شناخت کی نہیں ہے اور جبکہ بیوقوفونکے سوال کے جواب کی تعلیم حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو کی گئی تو مسلمانوں کو خطاب ہوا کہ جیسا ہمنے تمھارے لئے قبلہ بہت بہتر کیا ہے ایسے ہی تمھاری ملت بھی سب ملتوں سے بہتر کی گئی ہے اور ایسے ہی تمھارا پیمبر بھی سب پیمبروں سے بہتر اور افضل کیا گیا ہے وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا - وسط چیز میانہ کو کہتے ہیں جیسا کہ تمام شہر کے بیچ میں ایک حویلی ہو یا درمیان حویلی کے ایک جائے ہوے یا مجلس کے بیچ میں مسند ہو یا حلقہ میں ایک سردار ہو کہ سب اوسکی طرف متوجہ ہوں پس بیچ کی چیز جسکو اطراف کی چیزوں سے بہتر ہوتی ہے ایسی ہی ہمنے کر دیا ہے تمکو امت درمیانہ کہ پیمبر اور قبلہ اور امت تمھاری سب پیغمبروں اور قبلوں اور ملتوں سے افضل ہو تاکہ لِتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ اس خوبی اور فضیلت کے سبب تم گواہ ہو کہ سب خلقت پر حکم خدا جاری کیا گیا یہود و نصاریٰ وغیرہ یعنی پیمبران پر دروجوس وغیرہ تابعین پیمبران پر دور رہے ہی دنیا میں حق تعالیٰ نے مسلمانوں کو ایسی شوکت ظاہری عنایت فرمائی ہے کہ اور سب بنی آدم پر حکومت کرتے ہیں اور اپنے احکام شرعیہ سے اونکے مقدمات فیصل کرتے ہیں چنانچہ نصاریٰ وغیرہ باوجود کمال سلطنت اپنی کے چونکہ دستور القضا اونکے یہاں مرتب نہیں ہے بفضل خصوصیت بس مدد ساتھ احکام شرعیہ اسلام کے لیتے ہیں اور اون گروہوں نے جب وسعت ذہن اور زیادتی علم اہل اسلام کی دیکھی کہ انہوں نے اونکے علوم کی حقیت یا بطلان پر گواہی دی تو وہ اپنی خطا پر متنبہ ہوے اور اوسکے تعزیر میں لگے مثلاً نصاریٰ کو تین کہنا خدا کا اور یہود کو اعتقاد تشبیہ کا اور دونو کو اعتقاد حلول کا اور فلاسفہ کو اعتقاد تو سیط عقول اور نفی علم جزئیات کا اور قدیم ہونا عالم کا اور فنا ہونا عالم کا بعد مفارقت کے اجسام حکم عقاد حلول ہونا تحرمات کا غلط ظاہر ہوا اور یہی جودت طبع بیچ کنانے صنعتوں کے اور الوان طعام کے اور استعمال لذیذ چیزوں کے اور ترتیب مکانات باتھ اور آسایش اور رفاہیت بوجہ حلال کے اللہ تعالیٰ نے انکو ایسی دی ہے کہ مشوائے سب گزر ہوں کے ہوئے اور بیچ عبادت اور ریاضت اور صفائی نفس اور روشنی باطن اور حصول ثمرہ مجاہدات اور کشف امور آیندہ کے ایسا رتبہ انکو حاصل ہوا ہے کہ وہ لوگ بھی انکی پیروی کر کے فخر کرتے ہیں کہ جسنے بھی یہ رتبہ حاصل کیا ہے شعر آدمی کرتا ہے جیسی حرکتیں ویسے ہی سب وہ حرکتیں بند میں ہیں - اور بھی حکم شرعی اجماعی اس امت کا ایک ایسی حجت ہے کہ تمام خلقت کا مقبول ہوتا ہے مثلاً گواہوں سے مقدمہ دعا علیہ ثابت ہو جاتا ہے اس لیئے سب خلقت میں ایسی ہے کہ جیسے پیغمبر معصوم اپنی امت میں واجب الاتباع ہوتا ہے اور آخرت میں جبکہ پیغمبروں اور اونکی امتوں میں مخاصمت ہوگی اور امتیں اونکی تبلیغ کی انکار کرینگی تو یہ امت پیغمبروں کیلئے گواہی دینگی اور یہ گواہی اسلئے قبول ہوگی کہ بہ نسبت اور امتیوں کے اس امت سے بہت جلد خدا تعالیٰ اور سب انبیاؤں کی تصدیق کی اور بہ نسبت اوروں کے متقی اور عادل کیا گیا اور اور ذکو فاسق و دروغگو پس گواہی عدول کی مقبول ہوتی ہے نہ فاسق اور دروغ گو کی اور یہ امت سب سے بعد اسلئے لحاظ خبر دہی خدا تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب احوال گذشتہ پر انکو علم حاصل ہوا اور گذشتگان کو یہ حال آیندہ معلوم نہیں ہو سکتا ہے اسی لئے انکی شہادت تو سلف پر ممکن ہے اور شہادت سلف کی خلف پر ناممکن اور جبکہ سلف ان پر اعتراض کرینگے کہ ہمتو تھے نہیں جسوقت کی گواہی دیتے ہو تو یہ جواب دینگے کہ گواہی معائنہ پر ہی موقوف نہیں ہے بلکہ جب کسی وجہ سے علم اس امر کا حاصل ہو تو گواہی کیلئے کافی ہوگا جیکو باعلام خداوندی بذریعہ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے حاصل ہوگیا اسلئے گواہ ہیں کہ تمھارے انبیاء نے تبلیغ کی ہے چنانچہ امام بخاری نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ یروز قیامت حضرت نوح علیہ السلام طلب کیجائینگے کہ تبلیغ کی تھی وہ کہیں گے کہ ہاں پھر اونکی امت سے پوچھا جائیگا تو وہ کہیں گے کہ ہمارے پاس تو کوئی ڈرانیوالا نہیں آیا پھر حضرت نوح سے کہیں گے کہ تمھارا گواہ کون ہے وہ عرض کرینگے کہ محمد اور اونکی امت علیہم الصلوٰۃ والسلام تب یہ لوگ بلائے جاینگے تو یہ گواہی دینگے کہ حضرت نوح نے اس امت پر تبلیغ کی تھی اور یہ معنی ہیں قول اللہ تعالیٰ کے کہ کیا ہے تکو امۃ وسطا یعنی صاحب عدل اور احمد اور نسائی اور ابن ماجہ کی روایت میں یہ ہے کہ ان سے پوچھا جاویگا کہ تمکو کیونکر علم ہوا کہ تم گواہی دیتے ہو تو یہ عرض کرینگے کہ ہمارے پیغمبر نے آکر ہمکو خبر دی تھی کہ سب پیغمبروں نے تبلیغ کی ہے اور تمھارا سب شہادت کے ایک شہادت دینا یہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ بخاری و مسلم حضرت انس سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو کسی کا جنازہ لیجاتے تھے کہ اوپر لوگ خوبیاں اوسکی کہتے تھے تو حضرت نے فرمایا کہ واجب ہوئی پھر دوسرا جنازہ گذرا کہ اوپر برائی کہتے جاتے تھے حضرت نے فرمایا کہ واجب ہوئی حضرت عمر نے عرض کیا کہ کیا واجب ہوا حضرت نے ارشاد فرمایا کہ اوں کیلئے بہشت اور دوسرے کیلئے دوزخ کہ خدا تعالیٰ کے گواہ ہو جیسی تم گواہی دیتے ہو ویسا عمل میں آتا ہے اور حضرت نے یہی فرمایا ہے کہ اگر کسی مردہ پر دو کے چار آدمی ہمسایہ ذکر خیر و نکوئی کریں کہ ہماری رائے میں تو نیک تھا تو خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہمنے تمھاری گواہی قبول کی اور اوسکو بخشدیا اور جو کچھ کہ تم کو اوسکے حال کی خبر نہیں ہے وہ معاف کیا اور یہ گواہی اون لوگوں کی مقبول ہوگی کہ محفوظ الاسلام ہونگے اور تین امر خاص اس امت کیلئے ہیں کہ اور امتوں میں نہیں ہیں جیسا کہ انبیا کیلئے تبلیغ میں حرج نہیں ہے ویسے ہی ہمارے دین میں بھی حرج نہیں ہے اور جیسا کہ انبیا شاہد ہیں ویسے ہی یہ امت بھی گواہ ہے اور جیسا کہ انبیا کو حکم عام دعا کا ہے کہ وہ کریں تو قبول ہوگی ویسے ہی اس امت کو حکم عام ہے کہ دعا کرتی رہو

تو قبول ہوتی ہیگی اور جب امتہارے سلف تمھاری عدالت پر انکار کرینگی تو یَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَهِیْدًا اور ہووبگا یہ رسول تمھارے لئے گواہ کہ تم عادل ہو کہ گواہی تمھاری قبول کی جاوے کیونکہ رسول بسبب نور نبوت کے ہر شخص کی دیانت اور یانت کا درجہ بخوبی جانتا ہے کہ کس درجہ تک نور ایمان انکا پہونچا ہے اور کونسا مرتبہ یقین کا ہے اور کونسا مرتبہ یقین سے مانع ہوا ہے اسی لئے جو مناقب کہ صحابہ کرام اور بعض تابعین اور امام مہدی وغیرہ حاضرین وغائبین کے فرمائے ہیں اور جو معائب بعضے حاضرین وغائبین کے فرمائے ہیں وہ سب راجب الیقین ہیں اور یہ ہی سبب ہے کہ ہر فرد امت کے اعمال حضرت پر پیش ہوتے ہیں کہ فلاں نے آج یہ کیا اور فلانے نے آج وہ کیا تاکہ حضرت گواہی دیسکیں پس جبکہ ایسے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تمھاری عدالت پر گواہی دیں تو عکوا دعٹ انکار سے کیا ڈر ہے اور یہاں چند امور واجب الاظہار ہیں اول یہ کہ کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ یہ امت باعتبار درجہ اور رتبہ کے سب سے بہتر ہے اور باعتبار پیدایش کے سب سے پیچھے پس متوسط ہونا کیسے معنی سو جواب یہ ہے کہ توسط طبع یا توسط زمانہ یہاں مراد نہیں ہے بلکہ مراد توسط وضع ہے اور توسط ذہنی بہتری اور بہتری کو عزم لازم ہے کہ یعنی خیریت ہو کہ اس کا بیان گذرا کہ جو سب سے عمدہ وبہتر ہو تیسرے میں ہوتا ہے اور باقی اوپر اور نیچے عمدہ وخوب ظاہر ہے کہ شامل متوسط ہے بہتریج میں ہے اور راطراف میں بدتر اور واضح ہو کہ بہتری اور بہتری وسطہ کو لازم ہے اسی سے کنایۃ یہ معنی لئے گئے ہیں اور معنی مراد حقیقی ترک کہ وہ بسبب اسکے نصیح ہوتے ہیں اور بعض مفسرین نے وسط کے یہ معنی لئے ہیں کہ یہ امت بہ سبب عقائد اور اعمال کے اور اخلاق کے میانہ رو ہے کہ صفات کمال میں نہ اسقدر زیادتی کرے کہ افراط ہو جاوے نہ اسقدر کمی ہے کہ تفریط ہو جاوے بخلاف ہنود کے اسقدر بیمالکی کی کہ حضرات انبیاء کو مرتکب گناہ کا جانا اور عصمت کو اون سے منتفی بلکہ اونکو قتل کیا اور برخلاف نصاریٰ کے کہ اونہوں نے اپنے پیغمبر کو مرتبہ بندگی سے بدرجہ فرزندی پہونچایا پس یہ توسط خاص قسم اسی امت کی ہے اب یہ شبہہ ہے کہ کمال کیلئے علو اور برتری کے چاہیئے نہ کہ توسط اور درمیانگی کے جواب یہ ہے کہ علو درجہ اور کمال صفت تو سط اور میانگی کو لازم ہے مثلاً شجاعت کہ درجہ متوسط بے گمیٔہ ہے اور جرات درجہ ادنی ہے اور تہور درجہ اعلیٰ ہے پس تہور میں کمال نہیں ہے جیسا کہ شجاعت میں ہے اور مثلاً پیغمبر کا درجہ تو سطیہ ہے کہ بندگی خدا کے سلسلہ کا سلسلہ اوسکو برتری ہے کہ خدا کا فرزند کہا جاوے اور یہ نہ کہا سکتا درجہ رذالت ہو کہ قتل کیا جاوے اور بعض نے وسط کے معنی عدالت کے لئے ہیں کہ سالک بوجہ ادعی اور مدعا علیہ لوگوں کی رعایت کیا کرتے ہیں تو ایک مرد رمیانہ نکالکر فیصلہ کیا جاتا ہے جیسا کہ ابھی اور وکیل کہلاتا ہے بحث دوم یہ کہ روایت حضرت عبداللہ بن المبارک اور لورنہ آیات صحیحہ میں یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ روز قیامت جب سب جمع ہونگے اول حضرت اسرافیل بولائے جاوینگے اور اون پر خطاب ہوگا کہ تم نے ہمارے فرمان کو کیا کیا پہونچایا ہیں وہ عرض کرینگے کہ ہاں پہونچایا اور پوچھے جاوینگے کہ تمکو اسرافیل نے ہمارا کہ یہ پہونچایا وہ کہیں گے کہ ہاں پہونچایا تھا تب ہائی اسرافیل کی ہوگی پھر اون سے خطاب ہوگا کہ تمنے ہمارا فرمان کیونکر وہ عرض کرینگے کہ آپ کے پیغمبروں پر پہونچایا پھر پیغمبر بولائے جاوینگے اور پوچھے جاوینگے کہ کیا ہمارا فرمان جبرئیل نے پہونچایا انہیں وہ سب عرض کرینگے کہ ہاں پہونچایا اور جنہوں نے اپنی امتوں پر پہونچایا تب اونہیں بولائی جاوینگی اور پوچھی جاوینگی کہ تم پر حکم ہمارا ہمارے پیغمبروں نے پہونچایا یا نہیں تب اونہی جھوٹ بولینگی کہ نہیں پہونچایا اور بعض سچ کہینگی کہ ہاں پہونچایا پھر سب پیغمبر کہیں گے کہ ہمارے پہونچانے کے گواہ ہیں تکم ہوگا کہ وہ کون ہیں عرض کرینگے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اونکی امت پس یہ امت طلب ہوگی اور پوچھی جاویگی کہ تم گواہ ہو کہ انہ پیغمبروں نے ہمارا حکم اپنی امتوں پر پہونچایا وہ عرض کرینگے کہ ہاں ہم گواہ ہیں تب وہ امتیں کہینگی کہ یہ لوگ ہمارے بعد تھے انہوں نے ہمکو نہیں دیکھا کیونکر گواہ ہیں یہ عرض کرینگے کہ آپ کا رسول ہمیں آیا اور اوکی وحی یعنی اوتری کہ جس میں یہ لکھا ہے کہ پیغمبروں نے اپنی اپنی امت پہونچا دیا ہوگا یا نہیں گواہ ہیں پھر ارشاد ہوگا کہ یہ لوگ سچے ہیں اور یہی معنی وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ کے ہیں پس اس گواہی امتوں کے حق میں صحیح ہوئی اور یہ بسبب اسکے کہ یہ امت اس شہادت کے بھیجے گئے قرآن شریف کی ہوئی ہے اب کیا حاجت ہے کہ رسول ان پر گواہ ہووے یہ سب مخصوص ہونا ہے اگر دنیا میں یعنی مقصود ہو تو کیونکر ہو سکتا ہے اسلئے کہ انہوں نے سلف کو دیکھا اور نہ اسنے رسول نے اپنی سب امت کو دیکھا جواب دینا اور آخرت میں دونوں جائے گواہی مراد ہے آخرت میں بواسطہ جناب حضرت رسالتمآب کے کہ ادنکے ذریعہ سے علم حاصل ہووا اور اونکے روبرو گواہی دینگے کہ اول کا سننا انکی صداقت پر دلیل کامل ہوگا اور دنیا میں یعنی ہیں کہ سب امتوں کے احوال اور عقائد اور رسوم دیکھکر پیغمبر خطا کا حکم لگا دیا وہ غلط ہے بحث سوم یہ ہے کہ بموجب آیت کریمہ کے ثابت ہوا کہ یہ امت برتر ہے کہ سب پر گواہ ہوگی اور رسول ان پر گواہ ہوگا انکا گواہ ہونا تو موجب انکی برتری اور بہتری کا ہو سکتا ہے اور رسول کا گواہ ہونا انکے لئے موجب انکی برتری اور بہتری کا کیونکر ہو سکتا ہے اسلئے کہ گواہ برتر اور بہتر ہونا چاہیئے کہ اوسکی گواہی مقبول ہوتی ہے صاحب گواہی جواب ظاہر ہے کہ اگر یہ برتر اور بہتر ہوں اور گواہی اونکے حق میں بخوبی بیان کریں تو رسول معصوم انکی تصدیق کیونکر کریگا اور جبکہ رسول نے انکی تصدیق کی تو برتر اور بہتر ہونا ان کا بخوبی ظاہر ہوا اور ایک بیان دلچسپ یہ ہے کہ حکم اس آیت کا خاص اون پر ہے کہ جو صحابہ قتالیین ہیں یعنی مہاجرین اولین اور انصار بایں یقین ان پر رسول گواہ ہے کہ انکے احوال ومناقب کی خبر دی ہے اور یہ لوگ اپنے تابعین پر واقف ہوئے اور انکے تابعین اپنے تبع تابعین پر واقف ہوئے اسطرح درجہ بدرجہ یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہا پس انکا گواہ ہونا سب لوگوں پر بدرجات ثابت ہو کر موجب انکی برتری اور بہتری کا ہوا پس گواہی رسول کی انکے لئے اور انکی گواہی اور وں کیلئے موجب انکی برتری کا کیا گیا بحث چہارم واضح ہو کہ لفظ علی عرب میں عنعرت کی جا استعمال ہوتا ہے تو اس آیت کے یہ معنی ہونے چاہیئے کہ تم اور وں کی مضرت پر

اور رسول تمہاری مضرت پر گواہ ہوگا یعنی اس گواہی سے نقصان انکا ہوگا نہ فائدہ اور حقیقت یہ ہے جیسا کہ روایت سے ثابت ہوا کہ بعض کو منفعت اور بعض کو مضرت اس گواہی سے ہوگی تو صرف مضرت کا لفظ کہنا کیا فائدہ دیتا ہے جواب اس کا یہ ہے کہ گواہی اس امت کی اور لوگوں کے حق میں تو صرف مضرت کی ہے کیونکہ وہ بمقابلہ انبیاء کے جھوٹے کہے جاوینگے اسلئے علی الاطلاق مضرت ظاہر ہے اور اگرچہ ضمناً منفعت انبیاء کی حاصل ہوتی ہے مگر اصل مقصود یہ ہے کہ انہیں بمقابلہ انبیاء کے جھوٹ کہتی ہیں اسلئے باعتبار غلبہ کے علی کا لفظ لایا گیا اور یکونَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَہِیْدًا میں علی بمعنی لام کے ہے کہ اسکے معنی منفعت کے ہیں اور یا یہ کہ معنی اس آیت کے یہ ہیں کہ رسول گواہ ہے تمہارے لئے اس طور پر کہ واقف ہے تمہارے احوال پر یا یہ کہ رسول تمہارے احوال پر مطلع ہے کہ اول میں دقیقہ اور دوم عَلَیْکُمْ شَہِیْدًا کے ساتھ لگتا ہے کہ دونوں کے معنی ایک ہیں حق جل وعلا کہتا ہے کہ علیکم متعلق الرسول کے ہے اور یہ کلام مطابق اور صاف اسکی دلیل ہے اب بالاکلفتہ یہ معنی درست ہیں کہ جو شخص تمہارے اوپر رسول ہو کر آیا ہے وہ تمہارا گواہ ہوگا فقط بحث پنجم کَمَا لِلنَّاسِ کو شہداء سے کیوں موخر کیا ہے اور عَلَیْکُمْ کو شہید پر کیوں مقدم کیا ہے جواب مقدم ہونا ایسی چیزوں کا تخصیص پر دلالت کرتا ہے یعنی تم گواہ ہو سب پر بے تخصیص کسی خاص قوم کے اور رسول تمہارا خاص تمہری گواہ ہے ہاں اور دوں پر بحث ششم اس جملہ کے کہنے سے تکملوا وسطاً کیا تاکہ تم گواہ ہو لوگوں پر اور تمام امت ابتدائے اسلام سے تا بروز حشر نہیں ہے ورنہ گذشتہ سب امت تو عادل ہوئی تکلیف بالاحکام کے لغو ہوتی ہے تو صاف ظاہر ہوا کہ مراد سب امت نہیں ہوسکتی بعض امت معصوم ہے کہ وہ عادل ہیں یعنی منجملہ مسلمانان ہر وقت کے چند ایسے ہونگے کہ انکی دلالت پر اتباع کیا جائے گا کہ وہ علماء مجتہدین متدین ہیں کہ اون کا فرمانا عوام پر ایسا مقبول ہوگا جیسا کہ رشاد حضرت رسول کا ان سب پر اور اس سے ثابت ہوا کہ اجماع متہدان ہر زمانہ کا حجت پر ممکن نہیں ہے ورنہ عادل ہونگے۔ اب واضح ہو کہ اس سب تقریر سے کامل ہونا امت کا ثابت ہوا اور مسلمانوں کو بشارت ہوئی کہ وے کامل ہیں کیونکہ اونکے لئے اون کا قبلہ کامل کیا گیا اور یہ بھی خطاب حضرت پر ہوا کہ تمہارا اور تمہاری امت کا کامل ہونا دلالت اسپر کرتا ہے کہ یہ تمہارا قبلہ کامل ہووے کہ ایک فائدہ خاص کیلئے چند دن کو بیت المقدس تمہارے لئے قبلہ کیا گیا تھا جب وہ فائدہ حاصل ہوا تو پھر وہ کعبہ کہ قبلہ اصلی تمہارے ہے تمہارا قبلہ کیا گیا وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَۃَ الَّتِیْ کُنْتَ عَلَیْہَا اور نہیں کیا تھا ہمنے قبلہ تمہارے لئے وہ قبلہ یعنے بیت المقدس کہ جس طرف تم چند روز نماز پڑھتے تھے اِلَّا لِنَعْلَمَ مگر اسلئے کہ جان لیں ہم کہ مَنْ یَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ کون تابع اور پیرو رسول کا ہے اور کون کامل سے طرف ناقص کے رجوع کرنا معقول جانتا ہے مِمَّنْ یَّنْقَلِبُ عَلٰی عَقِبَیْہِ جدا اوس شخص سے کہ متوجہ جانب رسول کے ہوکر اولے قدموں پھرے یعنی اصل اسلام اور ایمان پر قائم رہے اور صدیق حضرت رسول سے برگشتہ نہ ہو مگر کچھ شبہ اوسکو پیدا ہو کر چند روز کیلئے صبر چھوڑا گیا تاوہ دین اسلام میں اس لحاظ سے داخل ہوں یہ بات دانائی سے بعید ہے رسول کہ نہایت اعلے درجہ کے دانا کیوں ایسا کرتے ہیں اور خدا تعالی بھی اس رسول کو اونکی متابعت سے کیوں نافع نہیں جانتا ہے کہ اسپر چند روز گذرے اور ایسے شبہات صرف جہالت کا سبب ہوتے ہیں کفر پر نوبت نہیں پہونچتی ہے اور حقیقت قویہ ہے کہ بسبب بندگی خدا تعالی کے اوپر پیروی رسول کے لازم ہے تھا کہ شبہ دل میں نگذرے اور ہرگز خدا تعالی سے اور رسول سے سلیکہ نہ چھیں اور راستہ رجحان میں کہ جو کچھ ارشاد خداوندی ہے باجو کچھ کہ رسول اپنی رائے سے کرتا ہے اور خدا تعالی سے اوپر کچھ عتاب اور باز پرس نہیں ہوا بلا شبہ موافق حکمت کے ہے اگرچہ تمکو اوسکی حکمت معلوم نہیں اور واضح ہو کہ اگرچہ مسلمانوں کے ایک چند یہود کے مسلمان ہونیکی کچھ حقیقت نہیں ہے مگر رسول کو اونکی دلداری کرنی نہایت عبادت ہے اور یہی بڑا کمال ہے کیونکہ اونکا تو کام یہ ہے پس فائدہ یہی تھا کہ کعبہ کا قبلہ ہونا ترک کرکے جانب بیت المقدس کیا گیا تا معلوم ہووے کہ از جملہ مسلمانان مخلص کون ہے اور متردد کون ہے اور دوسرا اسکی یہ ہے کہ تا بحالت حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اوسوقت اکثر عرب قریش یعنی حضرت اسماعیل کی اولاد تھے کہ خلاصہ بعد نسل تعظیم کعبہ اللہ جو کرتے تھے اور اوسکو حضرت ابراہیم کا قبلہ کہتے تھے اور اوسکی حد درجہ خدمت گذاری فخر کرتے تھے اور اور عرب سوائے قریش کے بھی معتقد اس ہی قبلہ کے تھے اور بسبب پنے حسد کے بیت المقدس کو قبلہ بنی اسرائیل کہتے تھے اسی لئے بیت المقدس کے قبلہ ہونے سے نہایت نفرت اون کو تھی پس لئے بیت المقدس قبلہ کرکے امتحان ان مسلمانان قریش کا کیا گیا تا معلوم ہووے کہ صرف باخلاص کون مسلمان ہوا ہے اور بیاس جمعیت اپنی قوم کے کون اور بغرض دنیوی دولت دنیاہ کے کون اسلام لایا ہے اور اگرچہ باری تعالی کو سب علم حاصل ہے حاجت امتحان کی نہیں ہے مگر سب کا پروردگار ان ملک و ملکوت محتاج اس امتحان کے بعد امتحان کے جیسا وجود ایمان متحقق ہوگا دیسا اوسکے موافق اوسکے ساتھ عمل لایا جاویگا اور صرف علم الٰہی موجب جزا اور ثنا کا نہیں ہے اسلئے ظاہر میں بھی موجب امتحان کا موجود ہونا ضرور ہے اور قاعدہ ہے کہ امتحان اوس چیز سے کیا جاتا ہے کہ طبیعت کو ناگوار ہو تا ہے وَاِنْ کَانَتْ لَکَبِیْرَۃً اور حقیقت یہ ہے کہ قبلہ بیت المقدس نہایت بھاری اون ناگوار دلوں پر قریش کے تھا کہ وہ اپنے کو اور اپنے رسول کو اولاد اسماعیل ابن ابراہیم علیہا السلام سے جانکر اونکے مکہ کو اپنا قبلہ گردانتے تھے اور کہتے تھے کہ بیت المقدس قبلہ موسیٰ و عیسیٰ اور انبیاء بنی اسرائیل کا ہے اور اہل دانش یہ کہتے تھے کہ کعبۃ المقدس سے افضل ہے اور افضل کو چھوڑ کر غیر افضل کا قبلہ بنانا موجب تنزل کا ہے اور بعد ترقی کے تنزل سے سب پناہ مانگتے ہیں اِلَّا مَنْ ہَدَی اللّٰہُ فَقَدْ اَنْ لوگوں پر نگاہ رہیں ہے کہ اللہ تعالی نے اونکو حکمت اور راز سے آگاہ کر دیا کہ کیوں مکہ سے بیت المقدس پر رجوع کی گئی کہ اوس کا بیان اوپر گذرا اور جسکے حجرت ہجری کو تین برس ہوئی اسی لئے نماز میں بھی یہی کیا گیا تا مضمون حجرت ہر وقت پیش نظر رہے جبتک کہ اللہ تعالی بسبب فتح مکہ کے پھر اوس طرف انکا چہرہ کردے یہ اوسکی طرف متوجہ ہو جائینگے کہ دوام مضمون فتح اور غلبہ

اسلام اور دفع نجاست متشکرین پیش نظر رہے ترمذی شریف میں حدیث ہے کہ بعد تحویل قبلہ بروے کہ صحابہ نے عرض کیا کہ ہم جو زندہ ہیں تو لاکھ اپنے کارگذشتہ کا کریں گے کہ بقبلہ عراق جانب کعبہ نماز پڑھتے رہے ہیں اور انکی عبادات رائگاں گئی کہ وہ تدارک کر سکے اس زمانہ تک قبلہ بیت المقدس حق تھا اور طرف نماز مقبول ہوئی رائگاں نہیں ہو سکتی ہے اب وہ منسوخ قبلہ بجانب کعبہ ہوا اب اس طرف مقبول ہوگی مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ کہ اللہ جل شانہ کی یہ شان نہیں ہے کہ تمہارا ایمان ضائع کرے بلکہ زیادہ تر قابل قبول ہوئی کیونکہ عمل اُس کام پر کہ خلاف طبع ہو اور موافق عقل نہو نہایت ناگوار ہوتا ہے کہ موافق عقل اور طبع کے ہو اسلئے نمازیں جو جانب بیت المقدس ہوئیں سب قابل قبول ہیں اور نقصان قبلہ کا بھی موجب خوف نہیں ہے کہ متابعت تمہاری بمقابلہ امر فصل کے کافی ہے إِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ اور ضائع کرنا عمل کا کیونکر ممکن ہوا سکے اللہ تعالیٰ سب لوگوں پر بیشک ہوں یا بد مسلمان ہوں یا کافر نہایت مہربان ہے اور نہایت رحمت کرنیوالا ہے کہ سب کی پرورش کرتا ہے اور سب کو روزی دیتا ہے اور سب کو آفتوں سے بچاتا ہے تو کیونکر ممکن ہے کہ باوجود اتباع حکم کے نمازیں جو بیت المقدس کی طرف ہوئیں برباد ہو دیں یا اون میں نقصان ہو تیسرے ساتویں چند امر مرکبات طلب ہیں اول جَعَلْنَاكُمْ کی لفظ کے دو مفعول مذکور ہیں مگر اوسکے معنی یہ ہیں ہے بلکہ اوسکے معنی یہ ہیں کہ ہمنے مقرر نہیں کیا یہ قبلہ کہ تم اوسپر ہو یا معنی اول ہوں یعنی ہمنے کیا قبلہ اوس قبلہ کو کہ تم اوسپر ہو اور یہی معنی صاحب کشاف نے کہے ہیں لیکن سیاق و سباق آیت کا اسکو قبول نہیں کرتا ہے کیونکہ وہ قبلہ کہ جسپر تھے مراد کعبہ ہوگا اور یہ خلاف مراد ہے کیونکہ امتحان ساتھ استقبال بیت المقدس کے کیا گیا ہے نہ ساتھ استقبال کعبہ کے اور یہود کے معاندین اور شیوخ الملۃ اور کاطعن در باب استقبال کعبہ قابل قبول اور توجہ کے نہیں ہے اور ایسوں کو وجہ حکمت سمجھانی ضرور نہیں ہے اور کنت کو اوانت کی جائے تصور کر کے یہ معنی کرنا کہ نہیں کیا ہمنے وہ قبلہ کہ اب ہے تو اوسپر تو یہ بھی درست نہیں موافق اسی بیان کے اب رہی بیانات کہ آیت سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ آیت كُنْتَ عَلَيْهَا وَإِنْ كَانَتْ لَكَبِيرَةً پر مقدم ہے حال آنکہ آیت دوم اسپر دلالت کرتی ہے کہ زمانہ استقبال بیت المقدس کا گذر کر کعبہ کا استقبال کیا گیا تو آیت اول کا مقدم ہونا کیونکر ہو سکتا ہے جواب اسکا یہ ہے کہ فصحاء عرب قریب الوقوع کو واقعہ تصور کر کے وہی حکم جاری کر دیتے ہیں کہ بالحاظ وقوع کے ہوتا ہے حقیقت یہ ہے کہ آیت اول مقدم ہے اور تمہید ہے واسطے تبدیل قبلہ کے جیسا کہ قسم حکم آخر فرقان اول میں کی جاتی ہے اور لکھا جاتا ہے کہ تو نے اس طرح کی خطا را مم تمہید میں کی تھی اسلئے موقوف کیا گیا۔ دوم علم الٰہی قدیمی ہے پھر یَعْلَمَ کہ تا اب جان لیں ہم کیا معنی جواب علم الٰہی دو قسم ہے اول اصل تقدیر کا علم کہ زید کا یہ حال ہوگا اس علم میں تغیر اور تجدد نہیں ہو سکتا ہے دوم وہ علم ہے کہ اشیاء کے موجود ہونے پر اور معدوم ہونے پر بعد وجود کے متعلق ہوتا ہے کہ بوجود اور عدم اشیاء تغیر علم الٰہی میں ہوتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ مراد علم سے تمیز اور وجود اور تحقق فی الخارج ہے آور اس سے بھی بہتر معنی یہ ہیں کہ تا رسول اور مومنین جان لیں جیسے خدمت لشکر کو بادشاہ اپنی طرف منسوب کرتا ہے کہنے فلاں شہر فتح کیا سو ہم استقبال بیت المقدس کا حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد سے ہوا تھا جیسا کہ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ اور كُنْتَ عَلَيْهَا سے مفہوم ہوتا ہے ورنہ حکم اس طور ہوتا کہ کون تابع خدا کا ہے اور وہ قبلہ کہ ہمنے اوسکے استقبال کا حکم کیا تھا اور جب اس استقبال پر انکا رہوا تو بمنزلہ وحی جدید کے ہو گیا گو وحی جدید نہ ہوئی تھی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اجتہاد سے بلحاظ امامت انبیاء کہ جانب قبلہ سے تھی اور حکم جدید سے اوس طرف استقبال فرمایا تھا۔ چہارم وہ ہے کہ لفظ من ینقلب علی عقبیہ سے موافق قرار دینے مفسرین کے کہ یہ لفظ واسطے کفر اور ارتداد کے عاریتہ ہے اور مفہوم ہوا کہ جماعۃ وقت استقبال بیت المقدس کے مرتد ہوئی ہوتا کہ امتیاز دریان مخلصان اور منسردین کے بوضوح مستحق ہوئے کوئی روایت صحیح مؤید اور معاون اوپر اس مفہوم کے نہیں ہے جو ابن جریر نے تفسیر اپنی میں ابن جریج سے روایت کی ہے کہ فلعنني ان اتاك امن اسلد رجعوا فقالوا مرة بهذا ومرة بيت المقدس یہ روایت صحیح السند نہیں ہے اور تمام صحیح خلاف اسکے نقل کی گئی ہے اور پر اسکے کہ اوس وقت تک ارتداد اور نفاق اصلا نہ تھا جواب اوسکا تغیر تعبیر کہ انقلاب علی العقبین سے استعارہ کفر اور ارتداد سے نہیں بلکہ شعار اوپر بقاء ایمان کے ہے لیکن مع التہمات کے اور وہ قسم ایمان ضعیف سے ہے اور اسی واسطے بیہقی نے سنن اپنی میں اور ابو مقرنے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ ممن ینقلب علی عقبیہ سے مفسرین نے شک اور ریب فرمایا ہے اور خطا کہتا ہے لفظ من سے لفظ من مسلم الامر و من کا یسلم پھر وہ کہ موافق نظم کلام کے ایسا سمجھا جاتا ہے جملہ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ واسطے اشفی دل شخصوں کے ہوا کہ استقبال بیت المقدس کا اپنے اوپر اون کے شاق اور دشوار تھا گویا فرماتے ہیں کہ ہر چند قبلہ کہ تا بیت المقدس کا فہم اور طبع تمہارے ہیں گراں پر اتھا گمان مت لیجو کہ تمام نماز یا مم گذشتہ کی کہ طرف بیت المقدس کے باوجود کراہت طبع کے گذاری ہیں ضائع ہوا اور ستوجب اجر کے ہوا بلکہ اقتضاء امر الٰہی باوصف کراہت طبع کے مقتضی ایمان کا ہے قابل ضائع ہونے کے نہیں جو حدیث ثمر بیہ میں آیا ہے کہ عبادت کرنی وقت کردہ طبع کے سبب کفارات گناہوں کا ہے کراہت طبع کے ساتھ اس حد کے پہونچے کہ عمل نیک مورث ملال کا بخوشی خاطر موجود رہا پاس رسم اور التزام اپنے سے ادا کرے موجب اجر نقصان کا ہوگا اور ضمیر انکم کے صرف خطاب مومنین کو ہوا ہے کہ جو عمل نیک باوجود عدم رغبت کے بخوشی خاطر کیا جاوے وہ موجب ثواب کامل کا ہوتا ہے جیسا کہ سردی کی شدت میں وضو اور غسل کرنا موجب ثواب کا ہے کہ باوجود نہایت ناگوار ہونیکے خوشی سے کیا جاتا ہے اور جب کہ خوشی دل کی نہ رہے گی تو البتہ نقصان ثواب ہوگا کیونکہ صحابہ کرام کو یہ کلام آپس میں ہوا کہ ایمان مردگان کا سبب اسکے کہ انکو یہ قبلہ ناپسند تھا موجب اضاعت ایمان کا ہوا اور بعض نے ایمان کے معنی نماز کے کہے ہیں چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ فرق درمیان مسلمان اور مشرک کے نماز ہے اور آیہ کریمہ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ کے بھی یہی معنی ہیں کہ نماز کو تارک کر کے دوزمرہ مشرک ہوگے اور واضح ہو کہ سبب رافت اور رحمت کے اجر توجہ بیت المقدس کا کامل بنایا گیا مگر

بسبب توجہ اوس طرف کے بہ نسبت کہ کے ناقص ہے اور چونکہ حضرت کی طبیعت میں استعداد کامل بالذات تھی اور یہ مقتضی اسکی ہے کہ وصف کامل بالذات کا طالب ہو اور مقتضائے رافت و رحمت کا یہ ہے کہ کامل بالذات کو کامل بالوصف کرنا چاہیئے پس ارشاد ہوا کہ قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ہم دیکھتے ہیں بار بار تمکنا تمھارا آسمان کی طرف کہ شاید جبرئیل علیہ السلام وہ وحی لائیں کہ جس میں توجہ کعبہ کا ارشاد ہو پس یہ آرزو قابل پورا کرنیکے فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا تو ہم تمکو اوس قبلہ کی طرف کہ پسند کرتے ہو گا ال استعداد ذاتی تھا قبلہ کا طالب ہے اور ملت تمھاری ابراہیمی ہے تا قبلہ بھی ابراہیمی ہووے اور پیغمبر تمھارے اولاد عرب پر ہوئے کہ وہ سب خادم اور متوجہ اور طائف کعبہ کے رہے ہیں اگرچہ ہو گا تو اوسکو نقرت ہوگی اور کامل تابعدار ہونگے اور کعبہ تمھارا وطن ہے اور ہر شخص اپنے وطن کی خوبی اور نامور ی چاہتا ہے اور یہودی یہ کہتے تھے کہ یہ پیغمبر اپنا وجود اوعدا ے ملت ابراہیمی کے اور سکے قبلہ کو چھوڑ کر ہمارے قبلہ پر متوجہ ہوا ہے اگر ملت وہ ہو تو قبلہ بھی وہ ہو اور اگر قبلہ یہ ہے تو ملت بھی یہ ہووے اس کام میں یہ حیران ہے چاہئے کہ ایک وضع اختیار ہو پس اسلئے حکم ہوا کہ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ پھیر لو چہرہ اپنا طرف مسجد حرام کے کہ اوسکی سیدھ میں یہ قبلہ بنا ہے اور اہل خدا کی سوائے خدا کے اور طرف نقراوس میں کرنی حرام ہے اور حرمت اس مسجد کی ایسی ہے کہ کسی اور مسجد کی نہیں ہے اور اگر درخواست اس قبلہ کی تمھاری ہی تھی مگر چونکہ یہ قبلہ دین اسلام کیلئے کیا گیا ہے اسلئے تمکو اور تمھاری سب امت کو حکم ہے کہ حَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ تم جہاں کہیں ہو اس طرف متوجہ ہونا بااتباع اپنے پیغمبر کے تمکو وہ کمال ہووے کہ اگلے انبیاء کو نہ تھا اور یہ گمان نہ کرنا کہ بیت المقدس قبلہ اہل کتاب کا ہی فضل ہو گا کہ قبلہ جالیت کا ہے کیونکہ تمکو تو دونوں خوبیاں حاصل ہیں اور اسی لئے تمھارا پیغمبر ذوالقبلتین ملقب ہوا۔ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ اور بیچ یہ کہ جو کتاب والے ہیں وے بخوبی جانتے ہیں کہ یہ قبلہ حق ہے کہ اوسکی کتاب میں خود لکھا ہوا ہے کہ آخر زمانہ کا جو نبی ہو گا وہ ملت ابراہیمی پر ہو گا اور اسی لئے اوسکا قبلہ ابراہیمی ہو گا اور یہی خوبی معلوم ہے کہ پیغمبر اوراوسکی امت اپنی لئے سے یہ قبلہ نہیں ٹھہرایا ہے بلکہ مِنْ رَّبِّهِمْ اوسکے رب کا حکم یہی ہوا ہے اور یہ کتاب والے یہ خوبی اس پیغمبر اور اوسکی امت کی اپنی کتابوں میں سے چھپاتے ہیں اور وہ مطلب یا وہ حرف اور طور پر کر دیتے ہیں وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ اور اللہ غافل نہیں ہے کہ کیا کرتے ہو بحکم خدا کرتے ہو یا اپنی عقل سے اور اہل کتاب پر بھی بخوبی ظاہر ہے کہ اونکا قبلہ یعنی پتھر ہوا میں معلق ہے اور وہ حکم ہوا اور آسمان کے ہوا اور قبلہ ایسا چاہیئے کہ جس طرف چہرہ کریں اور اوسکو قرار ایک جائے پر ہو اور یہ وعدہ کعبہ میں ہے اور آسمان پر پتھر قبلہ دعا ہو کہ اوسکے نیچے دعائیں تو امید قبول ہے نہ قبلہ نماز اور چونکہ اوپر بیان ہوا کہ استعداد کامل بھی اسلئے قبلہ دعا کو قبلہ نماز کیا گیا کہ اونکی نظر صرف خوف اور طمع پر تھی نہ عبادت پر اسلئے اونکی عبادت بشکل دعا کے گئی بخلاف اس پیغمبر اور اس امت کے کہ اونکی استعداد اور پر عبادت کے متوجہ تھی اور دعا اونکی عبادت سے جدا ہے کہ بنا اوسکی خوف و طمع پر ہے نہ عبادت کے کہ اوسکا قبلہ جدا مقرر کیا گیا کہ کعبہ ایک گھر نام خدا کا متعالی مستقل بنایا گیا ہے بخلاف پتھر معلق کے کہ وہ تمام بیت المقدس میں سے ایک جزو بھی نہیں مستقل ہے اگرچہ بہت بڑا ہے اب یہاں چند سوال ہیں اول یہ کہ اوپر گذرا کہ حضرت نے اپنی لئے سے استقبال بیت المقدس کیا اور اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اس سے راضی نہ تھے کعبہ کا استقبال چاہتے تھے سو جواب یہ ہے اولا یہ امر اسکے شایان کہ یہود کی تالیف قلوب ہو اور تمکو کمال انبیاء بنی اسرائیل کا حاصل ہو جائے اپنے انتہا درجے بیت المقدس کا استقبال کیا تھا جب یہود کو کچھ اثر نہ ہوا اور کمال انبیاء بنی اسرائیل حاصل ہو چکا تو اصل استقبال بسوئے کعبہ پھیر دیا اور یہ کہنا کہ باوجود استقبال بیت المقدس کے اصل مقصود کعبہ تھا تو بضرورت مذکورہ بیت المقدس اختیار کیا گیا تھا دوم اس آیہ کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ استقبال بسوئے کعبہ ہمیشہ کا ہے زمین سے اور اسی پر تمام امت کا اجماع اور عمل ہے اور استقبال سے یہ مجد الحرام مطابق اوسی استقبال سے بسوئے پتھر معلق اندر بیت المقدس کے بے جواب حکم اس آیہ کریمہ کا یہ ہے کہ ہم متوجہ کرینگے تمکو اوس قبلہ پر کہ جسکو تم چاہتے ہو پس متوجہ ہو جاؤ طرف مسجد حرام کے پس معلوم ہوا کہ مجد الحرام کی طرف متوجہ ہونا بعینہ کعبہ کا استقبال ہے اور حقیقت میں کعبہ اوذی جانب اور اوسی سیدھ میں ہے کہ جہاں مسجد حرام ہے اور مجدیں نماز کسی اور طرف کی جاتی ہے یہ سجدے کی طرف پس مسجد حرام میں نماز پڑھنا اطراف کعبہ کے تعلیم ہوا اور بعض نے جو کہا ہے کہ حرم قبلۂ اہل شرق و غرب کا ہے تو یہ درست معلوم نہیں ہوتا ہے کہ حضرت بعد تحویل مدینہ منورہ میں قبلہ حرم کو نہ کیا ہو بلکہ بیت کو گرد دانا اور اوروں نے کہا ہے کہ مسجد جہام کعبہ کو کہتے ہیں یا تو مجازاً اور یا اسلئے کہ معنی مسجد کے طرف سجدہ کی ہے بنائے سجدہ کی اور فائدہ اس مجاز کا یہ ہے کہ جانب کعبہ ثابت ہوتی ہے کہ اگر کعبہ نہو تو یہ جانب کافی ہوگی اور یہ ہی مذہب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ایک قول امام شافعی کا ہے رحمہ اللہ چنانچہ بروقت تحویل کعبے کے سب جانب کعبہ کے متوجہ ہو گئی عین کعبہ پر متوجہ ہو سب اہل شرق و غرب کا حال ہے چنانچہ صف لوگ کہ نماز فجر پڑھتے ہوئے کعبہ کی طرف پھر گئے اور تاریکی میں بخوبی توجہ بعین کعبہ نہو سکی اور اونکی نماز صحیح رہنے جائز رکھی اور ایسا ہی ملاحظہ احوال غزوات اور سفر اصحاب کرام و تابعین عظام سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف اوس جانب استقبال کافی ہے عین کعبہ کی ضرور نہ تھی اور دریافت کرنا عین کعبہ کا موقوف اوپر دلائل ہندسی کے ہے اور یہ علم نہ اور سوقت تھا اور نہ اسکا تعلق اونکے نزدیک ضرور تھا کہ عین کعبہ کی تشخیص کیا کریں اور امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مصلی کے قدم سے ایک قوس کھینچی جائے اوسکے پیر گذرتی ہوئی کہ عین کعبہ پر تمام ہو فی الوقت بالضرف دائرہ سی بنی ہووے اور یہ قوس کعبہ ہو سکے اور یہ اگر معلوم ہو کہ فلانا پہاڑ شہر کعبہ سے فلاں طرف پر ہے اور ہم اوس پہاڑ سے فلاں طرف میں تو یہ موجب دریافت جانب کعبہ ہو سکتی ہے۔ اور یہ معلوم ہو کہ یہ پہاڑ جو اوس طرف مکہ کے ہے اور یہ ہوا جو

اوپر چل رہی ہے فلاں طرف سے فلاں طرف جاتی ہے تو بھی جانب کعبہ معلوم ہوتی ہے۔ اور یا حرکت آفتاب سے دن کو معلوم ہو سکتا ہے کہ فلاں ملک اور فلاں شہر کعبہ سے شمال یا جنوب اور مشرب اور مغرب اور پیچھے آفتاب کے مشرق اور مغرب کا تحقق ہو سکتا ہے اسلئے آفتاب ذریعہ دریافت جانب کعبہ ہو سکتا ہے اور شفق کے بڑھنے سے وقت عشاء اور دقت فجر متحقق ہوتا ہے اور اسکے وقت حرکت سیارگان کی جانب کعبہ یہ دلالت کرتی ہیں جیسا کہ قطب تارہ دلیل کامل جانب کعبہ کی مقرر ہے سوال سوم قدکے معنی تقلیل ہیں یعنی کبھی دیکھتے ہیں ہم اور یہ صحیح نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دیکھنا ہمیشہ ہوتا ہے یہ بھی جواب سکتا ہے کہ حضرت کی توجہ حاضر طرف استقبال کعبہ دائمی نہ تھی کاہے کاہے ہوتی تھی اسلئے قد بمعنی تقلیل درست ہے اور یا یہ کہ قد بمعنی تحقیق بھی بہت وارد ہے تو اب معنی اسکے ماضی کے درست ہوئے سوال چہارم واضح ہو کہ استقبال تمام بدن کا شرط ہے یہانتک کہ قدم کی انگلیاں بھی اور اس آیت میں جگہ ہے کہ صرف چہرہ کعبہ کی طرف کیا جائے جواب یہ ہے کہ چہرہ کا استقبال بیں شرط جائز ہوا ہے کہ سارا بدن متوجہ ہو لے اور چہرہ کہ سب بدن پر اشرف ہے اور آدمیت کا اعتبار صرف چہرہ پر ہے اوسکا متوجہ ہونا سب آدمیت اور سب بدن کا متوجہ ہونا لازم ہے اور پشت وغیرہ کا استقبال باوجود استقبال چہرہ کے ممکن نہ تھا اسلئے اوسکا استقبال ساقط کیا گیا بلکہ متوجہ ہونا اصل چہرہ ہی کے ساتھ عقلاً اور عرفاً ہے غرض اس آیت سے معلوم نہیں ہوتا ہے کہ کس کس حالت میں متوجہ ہونا مقرر ہوا ہے جواب بحث استقبال نماز کی ہے اسلئے وہی حالت مقصود ہے اور مادر حالات میں مستحب اور مندوب ہے خواب یا دفع یا نشست میں اور نماز فرض میں سوائے حالت خوف کے استقبال فرض ہے اور ایسے ہی نوافل میں بھی مگر سفر میں جب کہ گھوڑے وغیرہ پر سوار ہے تو استقبال ضرور نہیں ہے اور جس جگہ کہ قبلہ محقق نہ ہو سکے چاہیئے کہ کسی معتبر سے پوچھے اور اگر کوئی ایسا نہ ہو تو اپنی عقل سے اٹکل کر کے اوس طرف نماز کرے اور پھر اگر خلطی معلوم ہووے تو اعادہ اوسکا لازم نہیں ہے۔ اور یہ اہل کتاب باوجود حقیت کعبہ کے اوسکو اپنی کتابوں میں چھپاتے ہیں تو اون سے توقع اسکی کہ یہ مانیں اسلام کو تسلیم کریں ہرگز نہ رکھنی چاہیئے۔ وَلَئِنْ أَتَيْتَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ بِكُلِّ آيَةٍ اور اگر تم لاؤ کتاب والوں کو سب طرح کی آیتیں اور نشانیاں، وہ پھر بھی اس قبلہ کی اون چیسی کرنے والے نہیں ہیں تو باوجود اس معجزہ کے مَا تَبِعُوا قِبْلَتَكَ وہ تمہارے قبلہ کی پیروی نہ کریں گے کہ وہ یہ چاہتے ہیں کہ تم اونکے تابع ہو جاؤ اور اب حقیقت یہ ہے کہ وَمَا أَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ تم ہرگز اونکے قبلہ کی پیروی نہ کرو گے کہ وہ پھر منسوخ ہو گا اور بیت المقدس منسوخ ہوا کچھ امور نہ ہو گا اور اہل کتاب کا ایک قبلہ ہو تو اتباع بھی ہو سکے جب مختلفہ ہو کہ یہود نے پھر کیا ہے اور نصاریٰ نے اوس جائے کو بیت المقدس میں کہ جانب شرق ہے اور اس میں حضرت عیسیٰ کی روح حضرت مریم میں پھونکی گئی ہے اور یہ بڑی قبلہ کیا ہے کیونکہ وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ آپس میں بھی قبلہ ایک دوسرے کے تابع نہیں ہے پس متابعت اہل کتاب قبلہ کی محال ہوئی اور نصاریٰ کہتے ہیں ہمارے قبلہ کی پیروی سہل ہے کہ شہر کا استقبال جو پہلے مامور ہوا تھا وہ بعد بھی حضرت عیسیٰ کے منسوخ ہو کر جائے فتح روح مقرر ہوا۔ تو منسوخ قبلہ کا جب اونہوں نے تسلیم کیا تو ممکن ہے کہ یہ دونوں قبلہ منسوخ ہو کر کعبہ مامور ہوا ہیں جب کعبہ مقرر ہوا تو پھر اہل کتاب کا اپنے پہلے قبلہ پر قائم رہنا بغیر منسوخ ہوا نصاریٰ کے اور کچھ نہیں ہو سکتی ہے اسی لئے وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ إِنَّكَ إِذًا لَمِنَ الظَّالِمِينَ اگر تو نے خواہش نصاریٰ کی باوجود اس علم اور اس حقیقت کے پیروی کرے گا تو ظالم یعنی گمراہ بھی مخالفت اس حکم کے ہو گے اور یہ بات کہ حکم خدا تعالیٰ پر اونکی خواہش کو ترجیح دو محال ہے گو گمراہ ہونا بھی محال ہے اب یہاں دو سوال ہیں اول اہل کتاب عبداللہ بن سلام اور بجائی تابع قبلہ اہل اسلام کے ہوئے کیونکر درست ہووے یہ بات کہ اہل کتاب تابع تمہارے قبلہ کے ہو گے جواب یا مراد تمام اہل کتاب ہیں اور ظاہر ہے کہ سب نے اسلام قبول نہیں کیا اور ایک دو کا اسلام لانا اسکا مخالف نہیں ہوا اور یا مراد اہل علم ہیں سو علمائے یہود و نصاریٰ سے کوئی ایمان نہیں لایا کیونکہ عبداللہ بن سلام وغیرہ جو ایمان لائے تھے وہ قبل اس آیت کے لائے تھے نہ بعد اس آیت کے۔ اور صحیح تر جواب یہ ہے کہ مقصود اس آیت سے یہ ہے کہ اہل کتاب باوجود اسکے کہ حقیقت اس قبلہ کی بخوبی جانتے ہیں کہ یہ جعبہ حضرت ابراہیم اور اسماعیل کا ہے اور اس سے پہلے بے غیروں کا ہے شاید کبھی اپنی نمازیں اور دعائیں متوجہ ہو جاویں یہ ہرگز نہ ہو گا دوم غرض اہل کتاب کی یہ ہے کہ تم اونکے قبلہ کے تابع ہو جاؤ سو یہ ایک خواہش ہے جمع کا لفظ لانا بجز ضرور تھا جواب جمع الکثرہ پر بھی بولتے ہیں تو یہود کی خواہش متابعت پھر معلق کی اور نصاریٰ کی متابعت چاہیے پیدائش عیسیٰ علیہ السلام کے اوپر مہملہ شخص کی یہ تمناتھی اسلئے جمع کا لفظ لانا کچھ ضرور نہ ہوئیں۔ اور اس پیروی میں اونکی بہت خواہشیں تھیں۔ ایک یہ کہ قبلہ کامل ترک ہو گا دوم شناخت قبلہ میں ہم مقدم آئے اور دار الاسلام کہیں گے سوم نماز انکے قبلہ کی طرف ہوئی۔ چہارم اہل کتاب کا یہ طعنہ اس دین اسلام پر کہ نماز جو افضل عبادت ہے بے ہمارے دین اور ہمارے قبلہ کے پیروی درست ہو سکی سو یہ دین اسلام ناقص ہے اور ہمارا دین کامل۔ اور کچھ خصوصیت در باب نماز بھی نہیں ہے جبکہ مطلق قبلہ ہونے غرض ہے کہ مراد ہمیشہ عام ہوتی ہے لفظ خصوص کے اوپر دلالت نہیں ہوا اور زیادہ تر بیان آیت وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ بَعْدَ الَّذِي جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ میں گذرا۔ اب تمہاری یہ غرض ہے کہ یہ اہل کتاب بھی سچ جان لیں کہ قبلہ اونکا منسوخ ہو اب آرزو نہ کریں کہ یہ قبلہ پھر امور ہو گا اور قبلہ کامل منسوخ ہو گا اور یہ نہ کہیں کہ ہمارا قبلہ اگر اختیار رہو گا تو جان لینگے کہ ہماری کتابوں میں پیغمبر آخری موعود اور مذکور ہے یہی ہرگز نہیں پس واضح ہو کہ الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ یعنی قوم جنکو ہمنے کتاب دی ہے خوب پہچانتے ہیں کہ قبلہ کامل اس دین کا کامل کیلئے چاہیے کہ وہ کعبہ ہے اور یہ اسلام ہے اور خوب پہچانتے ہیں کامل کامل سے موقوف نہیں ہو گا اور خوب پہچانتے ہیں کہ پیغمبر آخری موعود و مذکور کتاب سماوی میں یہی شخص شریف ہے اور یہ شناخت اونکی بسبب معجزہ ملک نہیں ہے بلکہ ایسی ہے کہ گویا آدمی کو پہچانتے ہیں باعتبار اوسکے حلیہ و صورت اور شکل اور شمائل

اور اخلاق اور نسب اور قبیلہ اور قوم کے اور باعتبار اوسکے گھر اور وطن کے کیونکہ یہ سب اونکی کتابوں میں درج ہے کما یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَھُمْ جیسا کہ مجلد ہیت لڑکوں کو پہچان لیتے ہیں کہ اسقدر قد و قامت اور اس رنگ وغیرہ کا ہے اور بعض اُن میں سے کچھ اسکا اظہار بھی کرتے ہیں اور بعض وَاِنَّ فَرِیْقًا مِّنْھُمْ لَیَکْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ تو خوب چھپاتے ہیں اس حق کو اور خوب جانتے ہیں کہ حق یہ ہے اور خوب جانتے ہیں کہ ہم حق اس حق کو چھپاتے ہیں اور خوب جانتے ہیں کہ ہم حق کو چھپاتے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّکَ حق اور سچ امر وہ ہے کہ نازل ہوا ہے تیرے رب کیطرف سے خواہ ہم علمائے کتاب اوسکی تصدیق کریں یا نہ کریں اور بذریعہ اپنی کتابوں کے خوب جانتے ہیں حق وہ تھا کہ نازل ہونیوالا تھا اور مخبروں کے فَلَا تَکُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ پس لازم ہے کہ ہرگز اپنے امر میں شک نکرو کہ ان کتاب والوں نے جو تمہارا اظہار نہیں ہے بلکہ حق ہونا تھا اوحی پر موقوف ہے جب وحی نازل ہوئی تو یہ اب تک رہا اگرچہ یہ لوگ شک کریں یا تصدیق نکریں کیونکہ بعد وحی کے کسی کی تائید کی حاجت نہیں ہے بخلاف الہام و کشف اولیا اور صلحا کے کہ وہ حجت قاطعہ نہیں ہے ظنی ہے اسلئے تائید اور تصدیق کی حاجت ہوتی ہے اب یہاں چند سوال ہیں جواب طلب اوّل لفظ معرفت درباب شناخت اشخاص شخص معیّن کے بولتے ہیں پہلے سے اوسکو جانتے ہوں اور بسبب چند عوارض کے ناآشنا سا ہو گیا ہو اور پھر بعلامات اور نشانہائے سابقہ شناخت ہوا اور علم بواسطے شناخت معانی کے بولتے ہیں یعنی اہل کتاب باعتبار علامات اور نشانہائے متعدد جلد اپنی کتاب کے پہچانتے ہیں کہ یہ وہی پیغمبر ہے جو موعود ہے اور علم پیغمبر کے منکر تھے اور علم پیغمبری کہ موقوف اوپر مخبروں کے ہے سب اہل کتاب اور غیر اہل کتاب پر برابر ہے خاص اہل کتاب کیلئے حجت نہیں ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن سلام سے پوچھا کہ تم ہمارے رسول کو کیونکر جانتے ہو کہا کہ میں اونکی رسالت اوپر پیغمبری کو اس طور پر جانتا ہوں کہ اپنے بیٹے فرزند سے بہا دہ یعنی باوجود یکہ اوسکی فرزندی کا مجھکو اقرار ہے مگر احتمال ہے کہ اونکی ماں نے اور کسی سے نطفہ لیکر اوسکی باہ زد یکمیرے ساتھ منسوب کیا ہو اور اس حضرت کی رسالت اوپر پیغمبری میں مجھکو کچھ شک اور احتمال نہیں ہے حضرت عمر نے حضرت عبداللہ بن سلام کو آفرین کہا اور پیشانی پر بوسہ دیا پھر آیت کریمہ سے ثابت شخص ہوا اور اس حدیث سے علم پیغمبری وجہ مطابقت یہ ہے کہ حضرت عبداللہ نے کہا کہ بہ نسبت شناخت شخص اپنے بیٹے کے اوسکی زیادہ تر شناخت حجت کو حاصل ہے کہ اوسمیں احتمال ہی ہے اور ان میں احتمال نہیں ہے کیونکہ علم پیغمبری تو اونکو بخوبی حاصل تھا مطابقت اوس علم کیساتھ شناخت شخص خیر کی خوبی ہے کیونکہ پیغمبری میں تو کسی اہل کتاب کو انکار نہ تھا بلکہ شخص میں تکرار تھی کہ یہ ہے یا اور کوئی دوم معرفت پسران اور دختران دونو فریق ہے کیوں پسران کو خاص کیا جواب بسبب شرافت کے کہ پسر کو دختر پر ہے اور یا اسلئے کہ پسر کو بہ نسبت اور عزیزوں کے پسر کے جو شناخت کرتا ہے تو اور سب لوگ اوسکی شناخت کو ترجیح دیتے ہیں اور تسلیم کرتے ہیں کیونکہ اور لوگ بھی اپنے اپنے پسران کو اور اسکے پسر کو بوجہ اچھا جانتے ہیں بخلاف دختران کے کہ بسبب عدم اقامت اور قلت اختلاط کے کہ ایک دعوی مرجح اور مسلم نہیں ہو سکتا دوم تمیز معصوم ہونا عمل شک نہیں ہے بنی کریم اوسکو کیا معنی جواب پیغمبر مطلق احکام کہنے اور بکرنے کا مکلف مثل اوسکی آدم کے متاب کے مخالف عصمت ذاتی کے نہیں ہے اور احکام یا امر اور یا نہی موقوف اپر نہیں ہے کہ مادہ عصیان سے ہو تو ہو ورنہ نہوں اب واضح ہو کہ خلعت الناس میں باعتبار صورت اور سیرت کے اختلاف ہے اسلئے اور دوں کو متفق ہونا ایک امر یا ایک قبلہ پر ممکن نہیں ہے وَلِکُلٍّ وِّجْھَۃٌ ھُوَ مُوَلِّیْھَا اور سب کو ولایت کیطرف رہتے ہے کہ اوسکی طرف وہ متوجہ ہوتے ہیں کوئی گھر بیچا تا ہے کوئی نے اسلام قبول کیا ہے کوئی تنہا میں جاتا ہے اور کوئی مسجد میں کوئی عشق زن میں گرفتار ہے کوئی زر کا طلبگار ہے شعر کسی کا دل خدا سے لگ رہا ہے۔ کوئی سے پری وش تک ہا ہے۔ کوئی ہتھنے سنگین ہو جاتا ہے۔ کوئی بیہودہ قصہ بک رہا ہے پس ان اختلاف باہمی کے دپے نہو اور یہ نجا نو کہ یہ اختلاف ظاہری واسطے اتفاق اور جمع باطنی کے کیا مفید ہو سکتا ہے بلکہ یہ حصول جمع باطنی موقوف اوپر ہے عبادات اور نکوئی ہائے اصل کی ہے نہ اس قبلہ پر کہ یہ اصل عبادت نہیں ہے فَاسْتَبِقُوا الْخَیْرٰتِ پس دوڑو تم نیکیوں پر کہ اصل نیکیاں ہیں مثل نماز اور زکوٰۃ اور روزہ وغیرہ نہ قبلہ کہ وہ اصل عبادت نہیں ہے بلکہ ذریعہ عبادت کا ہے جیسا کہ بدن وغیرہ کی طہارت ذریعہ نماز کا اور زیارت قبور ذریعہ یاد گور و خدا کا ہے اور مذاقب و مثالب اور علمی، اذریعہ حصول ونکی روش کا ہے اور اچھی طرح پڑھنا قرآن شریف کا ذریعہ حصول شوق کا ہے۔ اور یہ خیال نکرو کہ بسبب اختلاف کے جو روشنی حاصل ہونگی تو عبادت قابل قبول نہوگی کہ یہی اصل غرض اتحاد قبلہ سے ہے کہ یہ کہ مقصود اصل عبادت ہے اور اوسکا مقبول ہونا بارگاہ ایزدی میں اور یہ روز حشر سرخ رو ہونا اتحاد قبلہ پر موقوف نہیں ہے اسلئے کہ اَیْنَمَا تَکُوْنُوْا یَاْتِ بِکُمُ اللّٰہُ جَمِیْعًا اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ تم جہاں ہو مشرق یا مغرب اور خوشی یا غم اور عبادت یا ہو گی اور اسلام یا کفر میں اور اطاعت یا گنہگاری تم سب کو خدا تعالیٰ جمع کر دیگا قیامت میں اور عبادت اور نکوئی ایک کی دوسرے کے لئے مفید ہو گی اور ایک کا نو عبادت دوسرے کے سے روشن ہو گا اور ناقص کو بسبب کامل کے ساتھ کمال ہو جا دیگا اور علیٰ ہذا القیاس کفر ایک دوسرے کے سے باعث مزید عذاب اور رسوائی کا ہو گا اور یہ سب کام خدائے یہ سہت آسان ہے کہ وہ سب پر قدرت کامل رکھتا ہے کہ سب کو ایسا جمع کرے کہ ایک کو دوسرے سے فائدہ حاصل ہو اور کامل کو ترقی اور ناقص کو کمال ہو پہنچے اب یہاں چند بحث ہیں اول یہ کہ داود جاول میں مصلی ہے موافق قاعدہ عربیہ کے رجحانی وجہیں سے یوں نگری جواب داؤ فعل یا اوسکے توابع میں سے گریہ ہے اور وجہ ذفعل ہم اور مصدر وغیرہ بلکہ تمام ہے اور نام میں تعلیل نہیں ہوتی ہے دوم فَاسْتَبِقُوا الْخَیْرٰتِ سے امام شافعی نے پہ دلیل لی ہے کہ نمازیں اول وقت ادا ہوں تا معنی سبقت اور پیشی کے متحقق ہوں اور یہ معنی حدیث شریف کے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو فرمایا کہ نماز میں دیر نکرنا جب وقت ہو جاوے اور جنازہ پر نمازیں دیر نکرنا اور بیوہ کے کلام میں دیر نکرنا جب اوسکا کفو سے نگر نظر گرامی کا تاہے اور عشا کی تاخیر ثلث شب تک حدیث سے ثابت ہے اور امام صاحب فرماتے ہیں کہ اگر جماعت زیادہ ہو جاوے تو تاخیر کرنی بہتر ہے کہ اور آدمیں انتظار کا بھی ثواب ہوتا ہے مگر مغرب میں جلدی کرنا بہتر ہے

ف بیان احکام تاخیر وقت و تعجیل کا

فی بیان قبلہ عبادت کرنوالے کا

اور جلدی کی ظہر میں جلدی کرنا بہتر ہے اور اجماع امت اسپر ہے کہ نماز کے وقت میں اور کاموں میں مشغول رہنا اور اوسکا تہیہ نہ کرنا ممنوع ہے اور معنی استباق کے یہ ہیں اور انتظار میں نماز کے بیٹھے رہنا جسما تواب ہے سو یوم وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ کے معنی اکثر مفسرین نے یہ لکھے ہیں کہ قبلہ مقرر ہیں عرش ہے اور قبلہ روحانیین کرسی ہے اور قبلہ کروبیین بیت المعمور ہے اور قبلہ ارضیین آسمان ہے اور قبلہ ارضیہ زمین کا بدن آدم کا ہے اور قبلہ انبیا بنی اسرائیل کا بیت المقدس ہے اور قبلہ آدمؑ اور نوحؑ اور ابراہیمؑ اور محمد صلعم علیہم الصلوٰۃ والسلام کعبہ ہے اور قبلہ ارواح کا سدرۃ المنتہی ہے غرض معنی فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ کے موزوں نہیں ہوتے ہیں مگر اسی طرح کہ مراد مطلق نیکیوں کا حاصل کرنا ہے کہ اپنے اپنے دین پر نیکیاں حاصل کریں نہ خاص ایک طرح پر بلکہ رضامندی اور سر معلوم ہو کسی طرح وحی سے یا غیر وحی سے پس جیسے کہ ایک طریق تمام گروہوں کیلئے ممکن نہیں ہے ایسے ہی ہر فرد کیلئے اتفاق ایک امر پر ممکن نہیں ہے پس اسی واسطے لازم ہے کہ ہر شہر کی جانب قبلہ جدا جدا ہو اور اصرار اپنے شہر کی سمت پر درست نہیں ہے وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اور جبکہ نکلو تم سفر کو تو اپنے شہر سے سمت قبلہ پر متوجہ ہونا چاہیئے کہ جانب مسجد حرام کے اپنا منہ موڑتے ہو کہ گرداگرد کعبہ کے بنی ہوئی ہے اسی لیے کعبہ کے حکم میں ہے مگر اس طریقہ کہ توجہ کعبہ کی زائل نہ ہونے پاوے ورنہ نماز نہ ہوگی کہ صرف مسجد حرام کا استقبال بے استقبال کعبہ کے حق کافی نہ ہوگا وَإِنَّهُ لَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ اور یہ تعین قبلہ کا بجانب کعبہ کے بے تعین جہات کے حق ہے خاص تمھارے سب کا حکم ہے اور تعین جہات اوسکی طرف سے نہیں ہو سکتی ہے کہ باوجود اختلاف مکانہ کے موقوف ہے اور جو کچھ کہ کرتے رہتے ہو تمھارا اللہ اوس سے غافل نہیں ہے بلکہ جو نماز کہ باستقبال کعبہ اوسکے حکم سے ہوتی ہے سب صحیح ہے اور موافق وعدہ کے ثواب بیلگا پاتیں ہے کہ وہ غافل ہے اور اوسکی غفلت میں تحت کی ہوئی لگاں جانے کا خوف ہے مثلاً حنفیہ جنوب میں کھڑے ہوتے ہیں اور امام اوسکا شمال میں اور فخر کہتے ہیں کہ ہم بمقام ابراہیم علیہ السلام قائم ہیں اور شافعیہ غرب کعبہ میں کھڑے ہوتے ہیں اور فخر کرتے ہیں کہ قبلہ ہمارا وہ جگہ ہے کہ آیت اوپر لازم ہے وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى اور یہ سب استقبال کعبہ پر مشتمل اور قائم ہیں۔ اور اس سے پہلے جب کہ سے نکلے تھے تو بیت المقدس کو قبلہ کیا تھا اب اگر وہاں سے نکلو تو ایسا مکان کرنا مِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ کہ جہاں سے نکلو بلکہ کرسے تو اپنا استقبال مسجد حرام پر رکھو اور یہ حکم خاص تمکو نہیں ہر بلکہ حَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ طاوجیں جگہ کہ تم ہو اور تمھاری امت ہو اور تم سب اپنے گھر پر یا سفر پر ہو تو تم سب توجہ کرو جانب مسجد حرام کے لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ تاکہ نہ ہو تم پر اور لوگوں کو عرب یا یہود یا نصاریٰ کو خلاف اور حجت کہ بعض عرب یہ کہینگے کہ باوجود اتباع ملت ابراہیمی کے قبلہ ابراہیمی کو ترک کر بیٹھے اور بعض یہ کہینگے کہ بسبب مخالفت قریش کے قبلہ ابراہیم اور اسماعیل کو ترک کیا باوجودیکہ اونکی اولاد ہے اور لوگی نبوت اور ملت کا اتباع اور اعتقاد رکھتے ہیں اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ مگر جو لوگ کہ ظالم ہیں یعنی حق پر اپنے تعصب اور عناد سے طعن کرتے ہیں کہ استقبال کعبہ از راہ حق پرستی نہیں ہے بلکہ بمحبت اپنے وطن کے اپنی قوم کے اور بعض یہ طعنہ دینے ہیں کہ یہ رسول اپنے کام میں حیران ہے پہلے کعبہ کو قبلہ کیا پھر بیت المقدس کو پھر کعبہ کو تو اب اس پر بھی اعتماد نہیں ہے کہ شاید پھر پھر جاوے پس ایسے ظالم دشمنوں کے طعنہ سے فَلَا تَخْشَوْهُمْ نہ خوف کرو تم کہ دشمن کا قول صرف عداوت پر ہے بتحقیق پڑا دے اسے کہ مدد کرکے مجکو یا دنیکا کریں ورنہ مجکو ساتھ لعنت کے یاد کرنا پڑیگا۔ اور عبداللہ بن حمید اور ابن ابی حاتم نے نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن عمر سے کسی نے پوچھا کہ تم دیکھتے ہو کہ قاتل نفس اور شارب خمر اور چور اور زنا کار بھی تو خدا کی یاد کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ تم میری یاد کرو میں تم کو یاد کرونگا حضرت عبداللہ نے فرمایا کہ جب یہ لوگ یاد کرتے ہیں تو خدا تعالیٰ اونکو لعنت سے یاد کرتا ہے جبتک کہ غفلت سے چھپے ہوویں الغرض یہ ذکر مطلق نہیں بلکہ مقید ہے یعنی جبکہ موافق رضامندی خدا کے ذکر کرو گے تو یاد کرو گے اور یہ حدیث ذکر خدا کا ہے چنانچہ مفسرین متقدمین نے یقینیہ اس آیت کی کی ہے یاد کرو میری ساتھ طاعت کے کہ یاد کرونگا میں تمکو مغفرت و رحمت کے ساتھ۔ یاد کرو مجکو ساتھ مجاہدہ کے میں تمکو یاد کرونگا ساتھ مثابہ کے مجکو یاد کرو تم ساتھ دعا کے میں یاد کرونگا تمکو قبول کے ساتھ یا ذکر کرو مجکو ذلیل ہو کہیں یاد کرونگا تمکو فضیلت دیکر یا کوتکو اوسمیوں کی بھری مجلس میں میں یاد کرونگا تمکو فرشتوں کی مجلس میں۔ یاد کرو مجکو فراغت میں میں یاد کرونگا تمکو تنگی میں یاد کرو مجکو اپنی زندگی میں میں یاد کرونگا تمکو تمھاری موت کے بعد یاد کرو مجھکو دنیا میں یاد کرونگا میں تمکو آخرت میں یاد کرو مجکو بندگی کے ساتھ میں یاد کرونگا تمکو پرورش کے ساتھ یاد کرو مجکو صدق اور اخلاص کے ساتھ یاد کرونگا تمکو زیادت اختصاص کے ساتھ۔ از ترجمہ احادیث جو مذکور ہوئیں اور جن پر قیاس کر کے بنا ہے سب اخبار احاد ہیں موافق اصول حنفیہ کے مفید اطلاق نہیں ہو سکتی ہیں خصوصاً کتب علی نفسہ الرحمۃ و رحمتی سبقت علی کل شئی و علی غضبی معارض ان احادیث کی ہیں کفر بے ادبی بے تعظیمی غفلت معصیت کیونکر مانع رحمت و عنایت عامہ خداوندی کا ہو سکتی ہیں شاید دلیل قوی بلغت دنیوی سے کسقدر یہ لوگ محفوظ ہیں تکلیف فقہ و افتا سے محفوظ اور اہل اسلام اور اہل تقویٰ باوجود اس تشقص کے ان سب مراتب میں اونکے ساتھ برابر ہیں مگر وہ انکے الطاف کی قابلیت عموم میں تو کچھ شبہ نہیں ہے متعسر عام میں اور اوسکے تو الطاف شہیدی سب پر۔ تجھ سے کیا عرض تھی اگر تو کسی قابل ہوتا ہم یہ کہینگے اور محشر کے روبرو دیکھا کہ تو نے تیری رحمت کے زور پر یہ اور قاعدہ مسلم حنفیہ کا لیا ہے کہ مطلق جبکہ معمول باطلاقہ ہو سکے تو اوسکا مقید ہونا جائز نہیں ہے بحث چلی اپنے مقام اجابت دعا میں ثابت ہے کہ مستلزم شکر خدا کا ہے اور یہی بات احادیث صحیحہ سے ثابت ہے طبرانی اوسط میں اور ابو نعیم نے حلیہ میں روایت کی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے ابن آدم جو تو میرا ذکر کریگا تو میرا شکر ہے اور جب مجھکو تو بھول جاویگا تو یہ کفران نعمت ہے اور بیہقی نے شعب الایمان میں زید بن اسلم سے روایت کی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جناب باری میں عرض کیا کہ تیرا شکر کیونکر ادا ہو سکے کہ ہر وقت نعمت زیادہ ہوتی جاتی ہے فرمایا کہ مجکو یاد رکھو بھولو نہیں کیونکہ یہ ذکر میرا شکر ہے اور میرا نسیان میرا کفران ہے اور عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جسکو توفیق یاد الٰہی میسر ہوئے اللہ تعالیٰ بیشک اوسکو یاد کریگا کیونکہ فرمایا ہے باری تعالیٰ نے مجکو یاد کرو میں تمکو یاد کرونگا اور جسنے توفیق دعائی پائی

قبول بھی اوسکو حاصل ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مجھسے مانگو میں تمھاری درخواست قبول کرونگا اور جسکو توفیق شکر ہوئی نعمت زیادہ حاصل ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو میرا شکر کروگے میں تمکو نعمت زیادہ دیتا رہونگا اور جسکو استغفار کی توفیق ہوئی اوسکو مغفرت حاصل ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تم اپنے رب سے مغفرت مانگتے رہو کہ وہ غفار ہے اور خالد بن ابی عمر سے روایت کی ہے کہ جو شخص خداوندی کا فرمانبردار ہوگا وہ بالضرور خدا تعالیٰ کا یاد کار ہوگا اگرچہ اوسکی عبادت نماز و روزہ کم ہو اور جو کہ نافرماں بردار ہو وہ خداوند تعالیٰ کو فراموش کئے ہوئے ہے اگرچہ نماز و روزہ وغیرہ بہت کرے اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یاد الٰہی کی بے پرہیزگاری اور نگہبانی احکام الٰہی کی بہت ضرور ہے اور صحیح بخاری اور مسلم میں روایت ہے کہ اے ابن آدم اگر تو مجھکو اپنے دل میں یاد کریگا میں بھی تجھکو اپنے دل میں یاد رکھونگا اور جو تو مجھکو مجمع میں یاد کریگا تو میں بھی تجھکو ملائکہ اور انبیا اور اولیا کی محفل میں یاد کرونگا اور جہاں تک تیری مجلس سے بڑھ کر وہ میری مجلس ہے اور جو ایک بالشت میری طرف آؤگے تو میں ایک گز تیری طرف آؤنگا اور اگر تو میری طرف قدم آؤیگا تو میں تیری طرف دوڑکر آؤنگا اور سنن ابن ماجہ اور اوزعی معتبر کتابوں میں وارد ہے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب بندہ میری یاد کرتا ہے اور میرے نام سے اوسکے ہونٹ ہلتے ہیں تو میں اوسکے ساتھ رہتا ہوں اور جامع ترمذی اور اوصحاح میں وارد ہے کہ کسی نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اسلام میں عبادات بہت ہیں مجھکو سب سے عمدہ عبادت تعلیم فرمایئے کہ ہمیشہ اوس میں مشغول ہوا کروں کہ سب عبادات ادا ہیں ہوجاتی ہیں ارشاد ہوا کہ زبان یاد کرنے الٰہی تر رہے اور بیہقی وغیرہ شیخین نے روایت کی ہے کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل کو یمن روانہ کیا تو اونھوں نے بہت باتیں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیں آخر یہ بات پوچھی کہ اعمال خیر سے کونسا عمل خدا تعالیٰ کے نزدیک محبوب ہے ارشاد ہوا کہ تا وقت موت یاد کرنے الٰہی تر زبان رہنا۔ اور ابوبکر بن ابی الدنیا ابوالحارث کی روایت بیان کرتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شب معراج ہمارا گذر ایک شخص پر ہوا کہ وہ بہترین نور عرش میں غایب تھا ہمنے دریافت کیا کہ یہ کون ہے کیا فرشتہ ہے یا نے عرض کی کہ یہ شخص فرشتہ نہیں ہے بلکہ آدمی ہے کہ دنیا میں یاد الٰہی تر زبان تھا اور دل اوس کا مسجد کے ساتھ متعلق رہتا تھا اور اپنے ماں باپ کو کسی سے برا نہیں کہوایا۔ اور امام احمد کی کتاب الزہد میں اور اوکتابوں معتبر میں وارد ہے کہ حضرت ابوالدرداء کے روبرو یہ ذکر ہوا کہ فلاں شخص نے سو غلام خدا کے لئے آزاد کئے ہیں انھوں نے فرمایا کہ البتہ اسقدر دینا بہت ہے مگر اس سے بہتر و کام میں ایک ایمان کہ رات دن اوسکو انسان نے اپنے اوپر لازم کیا ہے دوسرے زبان کہ ہمیشہ یاد خداوندی تر رہے یہ کہکر پھر یہ کہا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے تھے کہ میں تمکو بتلاتا ہوں تمکو بہتر عبادت وہ بہتر عمل کہ جس سے خدا کے یہاں تمھارے درجے بلند ہوں اور یہ بنسبت صدقہ زر و سیم کے بھی بہتر ہے اور یہ نسبت جہاد کے بھی بہتر ہے کہ جسمیں دشمن تمھارے اور تم اونکی گردنیں کاٹو لوگوں نے عرض کیا کہ ہاں فرمایئے ارشاد ہوا کہ وہ ذکر خداوندی ہے اور بیہقی نے عبداللہ بن عمر سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ذکر خدا تعالیٰ دل کو اور ہر چیز کو صیقل کرتا ہے اور بنسبت ذکر الٰہی اور کوئی عمل زیادہ تر نجات دینے والا عذاب سے نہیں ہے اور یہ مضمون دو بار فرمایا لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا جہاد بھی ذکر الٰہی کے برابر نہیں ہے حکم ہوا کہ ہاں برابر نہیں ہے اگرچہ جہادی ایسی کوشش سے کہ تلوار ٹوٹ جائے اور خون بہہ جائے اور بیہقی عبداللہ بن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص رات کو نہ جاگ سکے اور بسبب محبت اور بخل کے مال خرچ نہ کرسکے اور بسبب نامردی کے دشمن خدا پر جہاد نہ کرسکے پس اوسکو لازم ہے کہ ذکر خدا بہت کرے کہ ان سب نقصانوں کا تدارک ہوسکے گا اور یہ بیہقی محی السنہ عبداللہ بن عباس سے یہ روایت کرتے ہیں کہ جسکو چار چیزیں عنایت فرمائیں اللہ تعالیٰ نے عنایت فرمائیں اوسکو دنیا و دین کی بھلائی حاصل ہوئی دل شاکر اور زبان ذاکر اور مرض پر بدن صابر اور زوجہ کہ خاوند کی عزت اور مال کی نگہبان اور خیر خواہ ہے اور ابن حبان ابوسعید خدری سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو لوگ اپنی مسندوں پر بیٹھکر اور مزے کیلگا کر بذکر الٰہی مشغول ہوتے ہیں توحق تعالیٰ اونکو برکت اس ذکر کی سے بہشت میں درجات عالی فرماویگا اور صحیح بخاری و مسلم میں یہ آیا ہے کہ یاد خدا کرنے والا زندہ ہے اور نہ یاد کرنے والا مردہ ہے اور طبرانی نے ابوموسیٰ اشعری سے یہ روایت کی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر ایک شخص اپنی بغل میں روپیہ لیکر تقسیم کرنا شروع کرے اور دوسرا شخص یاد خدا کرنی شروع کرے تو بلاشبہ سبقت یاد کرنیوالا اوس سے بڑھے اور طبرانی اور بیہقی نے کئی روایتیں بیان کی ہیں کہ اہل بہشت کسی بات کی حسرت نہ کرینگے مگر اوس ساعت کے تلف ہونے پر کہ بے یاد خدا دنیا میں گذری اور صحیح مسلم اور اوصحاح میں وارد ہے کہ جب کوئی جماعت ذکر خدا کیلئے بیٹھتی ہے تو ملائکہ اونکے گرد پھرتے ہیں اور رحمت الٰہی اونکو ڈھانپتی ہے اور اطمینان دل اونکو ملتا ہے اور حق تعالیٰ اپنے مقربوں میں یاد فرماتا ہے اور ابی ممنون ابن ابی الدنیا نے ابوہریرہ اور ابوسعید خدری سے روایت کیا ہے۔ اور صحیحین میں وارد ہے کہ بہشت فرشتے گلی گلی پھرتے ہیں کہ کہیں اہل ذکر پاویں پس جہاں دیکھتے ہیں اور فرشتوں کو آواز دیتے ہیں کہ یہاں آؤ کہ یہاں مقصد مطلب موجود ہے پس فرشتے پر کے پر دہاں آن موجود ہوتے ہیں اور ذاکرین کے گرد اگرد کھڑے ہوجاتے ہیں اور یہ تہ آسمان تک جم جاتے ہیں جبکہ اہل ذکر فراغت پاتے ہیں تو یہ فرشتے بھی چلے جاتے ہیں جناب باری سے ارشاد ہوتا ہے کہ تم کہاں سے آئے ہو عرض کرتے ہیں کہ تیرے بندوں کے پاس سے کہ تیرا ذکر کرتے ہیں اور تیری تسبیح و تہلیل کرتے ہیں پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اونھوں نے مجھکو دیکھا ہے یہ عرض کرتے ہیں کہ نہیں پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اگر مجھکو دیکھ لینگے تو کیا کرینگے یہ عرض کرتے ہیں کہ زیادہ تر ذریعۂ اور شیفتہ اور جان دادہ و دل باختہ ہو جاوینگے اور اس سے بھی زیادہ یا ذکر کرینگے پھر حکم ہوتا ہے کہ وہ کیا چاہتے ہیں یہ عرض کرتے ہیں کہ بہشت چاہتے ہیں اور دوزخ سے پناہ مانگتے ہیں پھر ارشاد ہوتا ہے کہ کیا وہ میوں نے ان دونوں کو دیکھا ہے یہ عرض کرتے ہیں کہ بے دیکھے یہ حال ہے اگر دیکھ پاینگے تو بہشت کے زیادہ تر خواہاں ہونگے اور دوزخ سے زیادہ تر پناہ جویاں اب ارشاد ہوتا ہے کہ تم گواہ ہو اس بات پر کہ میں نے ان گنوں کو بخشدیا اور انکا مطلوب انکو دیا۔ منجملہ ان ملائکہ کے ایک فرشتہ عرض کرتا ہے کہ ایک شخص

شامل ذکر اگرچہ نہ تھا مگر کسی کام کیلئے ان کا رن میں شامل ہو گیا تھا وہاں سے حکم ہوتا ہے کہ اسکو بھی ہیں نے بخشدیا کہ یہ ذاکرین ایسا بیٹھ رکھتے ہیں کہ ان کا غیر بھی بخشا جاتا ہے۔ اور صحیح مسلم اور اور کتابوں صحیح میں مذکور ہے کہ ایکدن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دولت خانہ سے باہر تشریف لائے اور ایک محفل پر کھڑے ہو کر پوچھا کہ تم یہاں اکٹھے ہو کر عرض کیا کہ ہم یاد خدا کرنے ہیں اور اوس کا شکر کرنے ہیں کہ ہمکو بطریق اسلام کے ہدایت فرمائی حضرت نے اون سے فرمایا کہ تم قسم کھا کر کہو اسی لئے یہاں بیٹھے ہو اور انھوں نے قسم کھائی پھر ارشاد ہوا کہیں نے تمکو اسلئے قسم نہ دی تھی کہ تمھارا کہنا جھوٹ جانتا تھا مگر حقیقت یہ ہے کہ اس وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور کہا کہ اس گروہ پر اللہ تعالیٰ فرشتوں کے روبرو فخر کرتا ہے تو باعث اس فخر کا میں نے تم سے بقسم تصدیق کیا اور امام احمد اور بیہقی حضرت ابوسعید خدری سے روایت کرتے ہیں کہ حق تعالیٰ بروز حشر فرمائیگا آج تمام خلقت کو جو یہاں اکٹھی ہے معلوم ہو گا کہ نیز رگی کیا ہے اور اوسکے لائق کون ہے لوگوں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ہمکو ارشاد ہو کہ وہ کون لوگ ہیں تا اوکے سوائے اوکسی کو ہم بزرگ نہ جانیں ارشاد ہوا کہ جو لوگ مجالس ذکر خدا میں بیٹھتے ہیں اور یہی محدثین نے روایت کرتے ہیں کہ جب ذاکرین خدا کے ذکر سے فارغ ہوتے ہیں تو فرشتے آسمان میں پکارتے ہیں کہ تم بخشے گئے جاؤ کہ تمھاری برائیاں نیکیوں سے بدل گئیں اور ایک حدیث میں یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ذکر خدا سے زیادہ کوئی عمل عذاب قبر کے لئے سعید نہیں ہے اور اور محدثین نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوالدرداء اور ابی بن کعب و عبادۃ بن الصامت اور عبداللہ بن عمر اور معاذ بن جبل اور سلمان فارسی لبذ دینے مال اور جہاد کرنے اور بجاء ذات عمرہ سے ذکر خدا کو بہتر اور خوب جانتے تھے کہ کسی کا ان میں سے یہ قول ہے کہ ایک بار اللہ اکبر کہنا دینا و مافیہا سے بہتر ہے اور کسی کا یہ مقولہ ہے کہ سوبار اللہ اکبر اگر گھوں تو بہتر ہے اس سے کہ سو دینار اللہ دوں اور کسی نے یہ فرمایا ہے کہ نماز فجر سے طلوع شمس تک ذکر خدا کیا جائے تو بہتر ہے اس سے کہ میں گھوڑے پر سوار ہو کر جہاد کروں اور اسی نماز عصر سے غروب آفتاب تک اور کوئی یہ فرماتا ہے کہ ایک شخص مشرق سے چلا اور دوسرا مغرب سے اور اسکے پاس زرہے کہ اوس میں سے کچھ خرچ نہیں کرتا ہے مگر موافق حق کے اور وہ دوسرا ذکر خدا کرتا ہے یہاں تک کہ دونوں راستہ میں ملے تو ذکر خدا والا اوس سے بہتر ہے اور ایک صاحب نے یہ کہا کہ ذکر خدا علاوہ اور قرآن پڑھنے والا جب مراقبہ بیٹھ گا اوس سے جو روپیہ خرچ کرتا ہوا اور یاروں کو کھلاتا ہوا مراد بلکہ دَاحَسْنُوْنِیْ مجھے ڈرتے ہوا ایسا ہو کہ لوگوں کی طعنہ زنی سے میرا حکم چھوڑ دو کیونکہ ہمارا حکم نہ ماننا موجب عذاب اور خسران ابدی کا ہے اور اسکے علینہ پر صبر کرنا چند دن کیلئے موجب ثواب ہے اور جبکہ ہماری عظمت تمھارے دلوں میں بیٹھ گئی تو اور مخلوقات کی کیا حقیقت ہے کہ اوسکا کچھ کہنا تم پر کچھ اثر کر سکے کہ حضرت علی نے فرمایا ہے رضی اللہ عنہ کہ تو اپنے خالق کی تعظیم کیا کر کہ تمام مخلوق تیری آنکھوں کی سر معلوم ہو گی۔ اب یہاں چند سوال ہیں اول یہ حکم استقبال مسجد حرام مدینین آیات میں ہے اس کا کیا سبب ہے جواب بعض نے یہ دیا کہ اول آیت ساکنان حرم پر ہے اور دوسری ساکنان جزیرہ عرب پر ہے اور سویم کا مخاطب اہل زمین پر مگر یہ ضمائر آیات سے ثابت نہیں ہیں بے قرینہ اس طور مراد لینا بلاغت سے بعید ہے اور خطاب جبکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہو تو حضرت مدینیں تھے نہ از جملہ ساکنان مکہ معظمہ اور بعض نے یہ جواب دیا ہے کہ اس مضمون پر تین دلیلیں آئی ہیں اسی لئے ہر دلیل کے ساتھ دعوی کی تجدید کی گئی تا دلیل کو دعوے کے ساتھ بربط کامل حاصل ہو۔ بار اول میں یہ دعوی ثابت کیا گیا کہ اہل کتاب اسکو حق جانتے ہیں اور توریت اور انجیل اوسکی گواہ ہیں اور بار دوم میں ثابت کیا گیا کہ یہ امر حق ہے اور تھا رے رب کی طرف سے امور ہوا ہے اور بار سوم میں دفع الزام مردم کیا گیا جیسا کہ فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ اور وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ کو ہر دعوی کے ساتھ مکرر کیا گیا ہے مگر اتنا فرق ہے کہ یہ تین نتیجہ میں بعد استدلال دلائل کے اور وہ آیات استقبال قبلہ کے دلائل سے پہلے مذکور ہیں وجہ سوم چونکہ آیت اول میں قِبْلَةً تَرْضٰىهَا گمان یہ ہے کہ یہ قبلہ بسبب پسندیدگی رسول کے بدلا گیا اور آیت دوم میں یہ مضمون نہیں ہے اور سوم میں اُس کی تاکید ہے کہ جس سے تشفی تام حاصل ہوئی ہے وجہ چہارم یہ کہ اول آیت میں حکم قبلہ کرنے کعبہ کا مطلق اور عام سب حالوں میں ہو اور آیت دوم میں عام ہے سب مکانات کو اور آیت سوم میں عام سب قسموں کیلئے لاب احتمال خصوص اور قید کا نہیں ہے وجہ پنجم ہماری شریعت میں اول سے یہی حکم منوخ ہوا ہے اسلئے تاکید تین بار کی گئی کہ تا جو ہوا کہ بھول رہا ہوا سمیں کچھ اگر ہی اور شک نہ ہے مگر اس وجہ میں شبہہ یہ ہے کہ درمیان تاکید اور موکد کے حرف عطف واو نہیں ہوتا ہے اور یہاں موجود ہے وجواب یہ ہے کہ جملہ اول موکد اگر کسی جملہ سابقہ پر عطف ہو تو اور اور حرف عطف ہو تو جملہ موحرف عطف کے مکرر ہو گا تا کہ تاکید تام ہو جائے اور واضح ہو کہ تاکید اور مکاکید میں تا واو بمضمون شوط ہے سوا دل و ثمہ حیث فحرجت تاکید نے کلام سابق کی نہیں ہو سکتا ہے کہ ہاں حکم استقبال کرنے کعبہ کا مدینہ منورہ میں ہے اور وہاں حکم استقبال ہو حالت سفر میں اور وحیث ما حرجت دویم بیشک تاکید اول کی ہے کہ تفسیر میں گذر آپ یہاں ایک شبہہ یہ ہے کہ قول کفار اور اونکی طعنہ زنی سب بے اصل ہے سو اوسکو حجت کیوں فرمایا کہ حجت اور دلیل کلام ثابت الاصل کو کہتے ہیں جواب یہ اصطلاح خاص متکلمین کی ہے جن دلیل کے مقدمات مسلمہ اور مصدقہ ہوں وہی حجت اور دلیل ہو سکتی ہے ورنہ نہیں ہو سکتی ہو اور قرآن شریف میں صرف عرف پر مدار ہے اور دشمن اپنے کلام کو حجت اور دلیل غلبہ کی جانتا ہے اور معنی لغت کے مطابق ہیں کہ معنی اوسکے غالب ہونیکے ہیں جیسا کہ وَحَاصِبًا عِنْدَ رَبِّهِمْ دَاحِضَةٌ قرآن شریف میں وارد ہے اور اوسکو صرف باطل کرنا کلام حق کا مذریعہ اپنے کلام کے مقصود ہے اوسکو اتنی فرصت کہاں کہ مقدمات اپنے دلائل کے درست اور صحیح کرکے حجت لاوے اور اوسکے اس کلام بے اصل کو حجت کہنا اوسکے ساتھ معنی کنایہ کے ہے اور سوائے اسکے کہ مخالفین کا شبہہ دفع ہو اور لوگوں کو تم پر جائے طعنہ کی نہ ہے اس تبدیل اور بھی قاعدہ یہ ہے لِاَتِمَّ نِعْمَتِیْ عَلَیْكُمْ کہ تمام کروں میں اپنی نعمت تم پر کہ تم جو خانہ میں متوجہ اعلیٰ و افضل قبلہ پر ہوئے تو زیادہ تر متحق نعمت اور برکات اور انوار کے ہوئے کہ بہ نسبت

اور قبلہ کو زیادہ تر برکت حاصل ہوگی وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ اور چونکہ یہ تحویل قبلہ جسم سے طرف بیت اللہ خاکی کے ہوا ہے تو موجب ہدایت کا حقیقت کی طرف ہوگا یعنی روح کو تو ہموگی اپنی حقیقت پر اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو سنا کہ کہتا ہے اَللّٰهُمَّ انی اسئلک تمام النعمۃ اے اللہ میں مانگتا ہوں تجھ سے تمام نعمت تو دریافت فرمایا کہ تمام نعمت کیا ہے وہ بہشت ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ تمام نعمت موت بر اسلام ہے آپ کے یک بات یہ ہے کہ تمام نعمت اس تحویل قبلہ سے ثابت ہوتا ہے اور دوسری آیت جو سورۂ مائدہ میں ہے اتممت نعمتی حجۃ الوداع میں ثابت ہوا ہے سو جواب یہ کہ یہاں تمام نعمت قبلہ کا ہے اور وہ ایک امر خاص ہے اور وہاں تمام نعمت جملہ ارکان دین کا اور ہر نعمت علیحدہ تو اسکا اتمام بھی علیحدہ اور یا یہ کہا جاوے کہ در باب عبادات اور ادارج کہ یہ دونو متعلق کعبہ سے ہیں اتمام نعمت نماز کا بسبب تحویل جہت کامل اور فاضل کی ایک قسم ہے کما یعمیں تمام نعمت بہ قبلہ اوس طرف ہے اور اس میں اتمام نعمت بہ طواف اور زیارت مکان شریف کے جاوے یہ ہدایت اور اتمام نعمت تمھاری ایسی ہے کما جیسی کہ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا بھیجے ہمنے تم میں ایک پیغامبر کہ ہدایت کرے تمکو کہ ہماری ہدایت تحقق ہوتی ہے منکم کہ وہ تمھاری قوم سے ہے کہ عربی قریشی ہے اور جسکا تمھاری قوم سے ایسا پیغمبر ہونا کہ اولین و آخرین کا سردار ہو کہ قدر عزت اور نعمت اور فخر اوس قوم کو حاصل ہوگا شعر ہوا ہے فخر عرب بلکہ فخر عالم کا۔ کہ ایسا کون ہے فرزند جناب آدم کا + تھالے حسن پہ قربان ہو حسن عالم کا + کہ یہاں ظہور ہے حسن خدائے دو عالم کا + اور مشہور ہے کہ عرب دوسرے کی متابعت سے نہایت غیرت کرتے تھے اسلئے نعمت کا تحقق ہوا کہ تم کسی اور کے بجز اپنی قوم کے تابع نہوئے اور سارا عالم تھارا تابع کر لگیا اور اشرف کی متابعت سے سب کو فخر ہوگا نہ عار کہ یہ رسول سب سے اشرف ہے اور یہ رسول صرف زبانی احکام پہونچانے کیلئے نہیں ہے بلکہ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا پڑھتا ہے تھالے اوپر تمھاری آیتیں کہ وہ اوسکے معجزے ہیں تھاری زبان میں کہ لطائف اور وجوہ اعجاز کی تمپر بخوبی ظاہر ہوں اوسکی پیغمبری کیلئے نہایت کامل سند ہو جسے اور ذریعہ معرفت ذات و صفات اور اسرار و احکام کا روشن ہو جسے اور جان لو کہ عضی خدا کسیں ہے اور کسیں نہیں ہے اور یہ کلام جب تم میں موجود ہے تو اتفاقاً تمکو جدائی اور بد عہدی سے بعید جانے تو بھی ہدایت میں نقصان نہوگا اور یہ آیات نمازیں اور سوائے نماز کے پڑھتے رہوگے تو موجب ثواب کا اور سب علوم اور تمام خوبی بالے دنیا اور عقبی کی اسکے ذریعہ سے تمکو اب ملیگی کہ سب امور نہایت ہدایت اور نعمت ہے اور یہ رسول صرف ان آیات کے سنانے پر نہیں ہے بلکہ تم پر متوجہ تمام متوجہ ہے تاکہ وَيُزَكِّيْكُمْ اور صفائی تھالے دل کی کرتا ہے کہ جس سے درستی اعتقادات اور حسن اخلاق اور نکوئی عادات موقوف کہ یہ عمدہ نعمت ہے اور اور نعمت یہ ہے کہ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ بتاتا ہے یہ رسول تمکو معنی کتاب کے اور اسرار اور لطائف اوسکے کہ صرف معنی ظاہری مقصود نہیں ہے بلکہ ہر یک لفظ کے معنی اور حکم ظاہری جیسا مستفاد ہوتا ہے ویسے ہی اوس سے حکمت اور اسرار بھی متعلق ہے کہ دونو عالم ظاہر و باطن کے مالک ہو کر دراشت نبوت کی تمکو حاصل ہوئی اور ایک پر اکتفا کرنے سے نقصان رہیگا کہ شاید صرف اباحت اور بے قیدی اختیار کر دیگے یہ ہدایت اور وہ سکے بعد نعمت ہو دے کامل ہونگی اور کیسا ہی ہوشیار اور صاحب زبان اور واقف اسرار ہو مگر محتاج ہے کہ مرشد اوسکو تعلیم اسرار و ظاہر کرے وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ اسلئے تمکو تعلیم کریگا یہ رسول جسے باتیں کہ تم ہرگز نہیں جان سکتے ہو اور نہ جان سکتے تھے جیسا کہ کیفیت نماز اور کیت زکوۃ اور مناسک حج کہ کیونکر کریں اور کیا کریں اور جو باتیں کہ کتاب میں نہیں ہیں سب کی تعلیم تمکو کریگا اور واضح ہو کہ جب اسی نعمت اور اسی ہدایت میں تمکو ہے تو ہمارا احسان سر اسر تم پر ثابت ہوا فَاذْكُرُوْنِيْٓ اوسکے بدلے میں ذکر کیا کرو مجھکو یاد کرنے سے ہو تم ہر رنگ میں اور ہر زبان میں اور ہر حلقہ میں میرا کلام پڑھتے ہو اور میرا نام لیتے ہو اور میری حمد اور تمجید اور تہلیل کرتے رہو اور ہر کام میں میرا نام لیتے ہو اور توجہ اور استغراق میری حضور میں کہ جس طرح اہل سلوک کرتے رہتے ہیں یا فکر کرتے رہو میری توحید میں اور میری ذات و صفات کی دلائل میں اور ہمارے اسرار معاملات میں کہ ہر ذرہ غیری حکمت ہائے مخفیہ پر دلالت کرتا ہے کہ یہ سب کام علمائے راسخ الاقدام کا ہے اور کوشش میں رہو کہ موافق وعدہ و وعید کے عمل جاری رہے تاخود تمپر امید رحمت کی حاصل ہو ضے کہ یہ کام اہل تقوی کا ہے اور یہ کام صرف اعضا کا ہے اور وہ کام دل کا اور یہ کام دو طرح پر ہے اول یہ کہ ہر عضو کو اون کاموں سے جو متعلق ہیں اور اوس عضو سے متعلق ہیں باتبع میرے حکم کے اور مجھ سے ڈر کر باز رکھنا چاہیے یعنی آنکھ کو یوں کہنا چاہیے کہ اجنبی عورت پر بد نظر سے نہ دیکھے من تم ہو اور آنکھ جس غیر سمجھ کر آنکھ بند کرنی چاہیے ورنہ جلوہ گری حسن خدا کو تو آنکھوں کر نہ دیکھا جائے شعر دیکھنے نہ دے زاہد دیدگریاں مجھکو۔ پھر کہاں پائیگا یہ حسن کا سامان مجھکو۔ برائے دیدن لولے تو آدم بوجود۔ وگرنہ آدم از عدم برائے چہ بود۔ ورنہ حکم فاعتبروا یا اولی الابصار و قیاس کار کر کا یہ دارمدار ہوتا ہے و حصر بیح آخر یکے بیچ احوال سلف کے موجب نہیں ہے کہ لفظ ابصار سے خوب دلالت کرتا ہے اور زبان سے کسی پر نہ کہے اور جھوٹ نہ بولے اور ہاتھوں سے کسی کا مال بے وجہ نہ تلف کرے اور کانوں سے کسی کی بُرائی نہ سنے اور کہانیاں بیہودہ نہ سنے اور مزامیر ملاہی کہ متعلق ساتھ گوش کے ہیں نہ سنے کہ منداوسکا حرام ہے اور پیروں سے بارادہ فاسد کسی فعل بد کیلئے یا شراب خانہ اور جوئے وغیرہ میں نہ جاوے اور حاکم سے جاکر کسی کی چغلی نہ کھاوے اور فرج سے زنا اور لواطت اور سحاق نہ کرے اور اپنے لب و دندان اور دہن اور گلو سے مال شیوۂ حرام نہ کھاوے اور عمدہ کو ترک اور علی ہذا القیاس دیگر ہم عضو کو اوس کام پر متوجہ کرنا چاہیے کہ جس برا و سکو امور کی سے میرا خیال اور میرا ذکر کرے اور اگر چہ یہ سب اسباب ذکر کے ہیں مگر حق ذکر یہ ہے کہ جان اسباب کے نہیں ہوتا ہے اسلئے تو جان اعضا کا نام ذکر رکھا گیا اور جب تم میرا ذکر کرتے رہوگے تو اَذْكُرْكُمْ کرونگا یعنی ایسا متوجہ تم پر ہر وقت رہونگا کہ سب امور دینی و دنیوی تمھارے درست اور صلاح پر ہوتے رہینگے اور کسی میں خلل نہ آویگا اور گناہ زائل ہوتے جاینگے اور درجے قربت کے بڑھتے جاینگے اور ہم اہم پر استحقاق تمھارا بہ نسبت اوروں کے زیادہ ہوگا اور ہم اہم پر تم بہ نسبت اوروں کے زیادہ ثواب کے مستحق ہوگے ماوریہ ذکر اگرچہ ضمناً سودی شکر کا ہے مگر قصداً بھی وَاشْكُرُوْا لِيْ شکر میرا کرتے رہو کہ میں نے تمکو یہ نعمت دی ہے کہ یہ اعضا سامان ذکر کے ہیں کیونکہ صرف ذکر بے نیت شکر موجب حصول

بیان کرنا دو بیوہ کا اور ملاہت اس کی

سلہ مزامیر اور ملاہی کا کہ یہ ہے جیسا کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیچ اس حدیث کے قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم استماع الملاہی معصیۃ والجلوس علیہا فسق والتذ بہا کفر ۱۲

اور مراتب کا ہے مگر جب شکر بھی مقصد مقصود ہوئے باعث حصول اور ترقیات کا ہو گا کہ شکر نعمت سے مزید نعمت ہوتی ہے وَلَئِنْ شَكَرْتُمْ اور ایسا کام اس کو اور شکریں ہو کہ باعث کفران نعمت میرے کا ہو جاوے کہ اس سے نعمت کا انتفاء ہے اور مانع ترقی درجہ اور حصول قربت کا ہے مثلاً با وجود شکر اور شکر کے مال اللہ دینے سے روکا جاوے یا بھنور یا شاہ کے کسی حاشیہ دار سے گناہ کی سفارش لکھی جاوے تو ذکر بھی خالص نہ ہو گا۔ اب یہاں کئی امر ثبت طلب ہیں اول اس مقام میں کہ ظہور اجابت دعا حضرت ابراہیمؑ کا ہے تزکیہ مقدم ہے تعلیم کتاب حکمت پر اور دعا حضرت ابراہیمؑ میں مقدم ہے اور یہ جواب ترتیب الفاظ دعا اور اسکی اجابت میں شرط نہیں ہے بلکہ مقصود حصول اجابت نام مضمون دعا کا ہے بلاغت یہ ہے کہ موافق محل کے کلام چاہیئے دعا میں تعلیم کتاب سے مقدم ہے کہ بعد تعلیم تزکیہ حاصل ہو گا کہ وہ سبب اور ذریعہ تزکیہ کا ہے اور نہ بدون تزکیہ تعلیم سے کیا فائدہ اور اصل مقصود نہیں ہے اسلئے دعا میں مبادی و وسائل کو مقدم کیا اور نیز حصول کے بعد اصل مقصود کے حصول میں کچھ تامل و دریغ نہ ہو اور یہاں مقام اجابت تزکیہ کہ اصل مقصود ہے مقدم کیا گیا ہے تا دلالت کرے، برحصول مقصود کے وَاشْكُرُوا لِي کے ایک معنی جس اسلئے وہ اسکی تاکید ہوئی اور تاکید اور نہی از کفران نعمت دو جدا جدا مقصود ہیں اگر اول مؤکد ہو اور دوم تاکید تو اول ہی مقصود ہو گا نہ دوم اور اگر اول بمنزلہ بیان دوم ہو تو دوم بدلہ ہو کر وہ ہی مقصود ہو گا نہ اول۔ سوم اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ مطلق ذکر نیکان موجب ذکر خداوندی ہوتا ہے حالانکہ بعض وقت بیچ ذکر الٰہی کے بے ادبی اور بے تعظیمی بھی کرتے ہیں اور یا ذکر الٰہی بغفلت کرتے ہیں اور یا ذکر الٰہی حالت گنہ گاری میں کرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ اس طرح کا ذکر موجب ذکر خداوندی بعنایت و برحمت نہ ہو گا جواب ابن عساکر اور دیلمی نے حضرت سے صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کی تفسیر میں یہ روایت کی ہے کہ تجھکو یاد کروں میری طاعت کے ساتھ میں تجھکو یاد کروں گا اپنی مغفرت کے ساتھ اور جو کہ مطیع ہو کر تجھکو یاد کرتا ہے تو لائق ہے مجھکو یاد کروں اور مجھکو ساتھ اپنی مغفرت کے اور جو گنہ گاری کی حالت میں تجھکو یاد کرے تو لائق ہے کہ میں غصہ سے یاد کروں گا اور جعد بن حمید نے عبداللہ بن عباس سے یہ تفسیر روایت کی ہے کہ میرا ذکر موافق تمہارے ذکر کے ہے اگر تم جو طیک یاد کرو گے تو میں بھی جو حد نیک تمکو یاد کروں گا اور جو حالت بدی میں یاد کرو گے تو میں بھی بدی سے یاد کرونگا اور ابن جریر نے سدی سے یہ روایت کی ہے کہ بندہ خدا کو یاد نہیں کرتے ہیں مگر کہ خدا بھی اوسکو یاد کرتا ہے اگر یہ ان دالا ہے تو اوسکی مغفرت اور رحمت سے یاد ہوتی ہے اور جو کافر ہے اوسکی عذاب اور لعنت سے یاد ہوتی ہے، اور امام احمد نے کتاب الزہد میں اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت کی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی نازل ہوئی کہ ظالموں اور تحقیق اس مقام پر یہ ہے کہ ہر عمل اپنے موقع پر باعث کثرت ثواب ہوتا ہے بعض کے آرستہ کرنے میں اور حجاب اور غفلت کے دور کرنے میں کہ ذکر خداوندی نہایت مفید اور باعث ثواب ہے اور خرچ کرنا مال کا اور جہاد کرنا اپنے موقع منزلت یعنی بیچارگان و یتیموں کی خبر گیری میں اور جہاد کفار کے لئے نہایت موجب ثواب ہے ذکر اس مقام میں مفید نہیں ہو گا، اور ابن ابی شیبہ حضرت ابوہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ اہل ذکر ملائکہ کو ایسے روشن نظر آتے ہیں کہ جیسے تمکو ستارہ۔ اور طبرانی نے کئی روایات اس مضمون کی بیان کی ہیں کہ ایک جماعت تجلی ذات الٰہی کے داہنی طرف منبروں پر بیٹھی ہو گی کہ انبیاء اور شہداء ان پر رشک کرینگے لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ وے کون لوگ ہیں فرمایا کہ ایک قبیلے سے نہیں ہیں کہ اون کا نام بتایا جاوے بلکہ مختلف قومیں اور مختلف شہروں کے ہیں مگر صرف خدا کے لئے آپس میں دوستی کر کے ذکر الٰہی کے لئے ایک جا اکٹھے ہو کر بیٹھے ہیں اور ابن ابی شیبہ نے نقل کیا ہے کہ ذکر اور شکر سے بہتر خدا کے نزدیک نہیں ہے اسی لئے اس مقام اجابت میں ذکر اور شکر کا ذکر فرمایا ہے اور صحاح میں یہ بھی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز فرض کے بعد دعا مانگتے تھے۔ اَللّٰهُمَّ اَعِنِّيْ عَلٰى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ اے میرے اللہ میری مدد کیجئے مجھکو اپنے ذکر کرنے پر اور اپنے شکر کرنے پر اور اپنی حسن عبادت پر اور تحقیقت شکر کی یہ ہے کہ ہر نعمت خداوندی اوسکی مرضی میں صرف کی جاوے اور نافرمانی سے باز رکھا جاوے اور یہ بہت دشوار ہے اور شریعت میں اس عبادت کی ادا کے لئے یہ طریقہ مقرر ہوا ہے کہ ہر نعمت کو سبکی طرف بالتفات ہو دے محض لطف و انعام خداوندی سمجھے اور اپنی قابلیت اور استحقاق کو کچھ دخل نہ دے اور اپنے عمل کو ادا حق نعمت سے سکتہ اور قاصر جانے اور ایسا لفظ بولے کہ سبب قیام نعمت کو عام ہووے اور ہر وقت ہر تنے کسی نعمت کے اگرچہ ظاہر اوہ نعمت معلوم ہو بغور اوسکا نعمت ہونا ملاحظہ کرے اور ہمیشہ زبان تعریف خدا کی یا خرچ کرنا مال کا یا عبادت بدنی یا قربانی کرے حاکم اور بیہقی نے حضرت عائشہ سے روایت کی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب کوئی نعمت بندہ پر نازل ہوتی ہے اور وہ یہ جانتا ہے کہ محض عنایت ایزدی سے یہ نعمت مجھکو میسر ہوئی ہے میرا کچھ استحقاق اور میرے تھا تو یہ بھی بمنزلہ ادا شکر کے مقصور ہوتا ہے گو زبان پر کلمہ شکر جاری نہ کیا ہو اور اگر کلمہ جب پہنچا شروع کیجئے اور شکر ادا بھی کہہ نہیں چکا ہے شکر گذاران نعمت سے تمام کیا گیا اور ایسا ہی جب کوئی گناہ کرے اور پھر پشیمان ہووے تو بادسکے اعمال میں لکھی جاتی ہے کوکلہ تو یہ اور استغفار زبان بھی نہ لایا ہو اور امام احمد کتاب الزہد میں اور بیہقی ابو مجلز سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے اوس کتاب میں جو میں سوالات حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درج ہیں پڑھا ہے کہ ایک دن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جناب باری میں عرض کیا کہ میں تیری شکر گزاری کیونکر کر سکوں کہ میرا بہت بڑا عمل تیری نہایت چھوٹی نعمت کا مقابلہ نہیں کر سکتا ہے ارشاد ہوا کہ تو نے جو اداء شکر میں اپنے کو عاجز جانا یہی شکر گذاری ہے اور بیہقی نے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ جو شخص صبح کو کہے الحمد للہ علی حسن المساء والحمد للہ علی حسن البیت والحمد للہ علی ما یسبغ علینا تو شکر شب و روز کا ادا کیا گیا اور بیہقی اور ابن ابی شیبہ عبداللہ بن سلام سے روایت کیا ہے کہ یکدن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ شکر قابل تیری جناب کے کونسا ہے فرمایا کہ زبان تیری ہلے

ذکر سے تہ ہے پھر عرض کیا کہ بعض اوقات ہم قابل ذکر نہیں ہوتے ہیں کہ بسبب حاجت غسل بے تنجا کے ذکر بے ادبی ہے حکم ہوا کہ میرا ذکر کسی طور پر ترک چھوڑ دیجئے پھر عرض کیا کہ کیونکر کہوں ہیں ارشاد ہوا کہ سبحانک اللّٰھم لا الٰہ الا انت حق الاذی سبحانک وبحمدک لا الٰہ الا انت کہے ایک شخص حضرت کے دربار میں روز حاضر ہو کر سلام عرض کرتا حضرت اس سے دریافت فرمائے کہ کیونکر آنا کہ میں حضور میں آپکے خدا کا شکر ہے ایک روز جو حاضر ہوا تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوس سے دریافت فرمایا کہ آج کیونکر آنا کہ اوس نے عرض کیا کہ سانھ خیریت کے گذری اگر شکر کیا ہو یا نہ شکر حضرت نے صلی اللہ علیہ وسلم حکمت فرمایا اوس نے عرض کیا کہ پہلے ہی بار دعا فرمایا کرتے تھے اور آج دعا نہ فرمائی ارشاد ہوا کہ سینہ تو شکر کرتا تھا اسلئے دعا ہوئی تھی اور آج تو نے شکر ادا کیا اوس میں شک کیا اسلئے دعا نہ ہوئی اور بیہقی نے ابو حازم سے روایت کی ہے کہ تمام عضا کی شکر جدا جدا ہونا چاہیے آنکھ کا جدا زبان کا جدا ہاتھ کا جدا ادا شکر صرف زبان ہی پر نہیں ہوا کرتا صرف زبان سے شکر ادا کرے تو کچھ فائدہ نہ ہوگا مثلاً ایک شخص ایک کنارہ اپنے کپڑے کا اوڑھ لے اور باقی چھوڑ دے تو سخت گرمی اور سردی اور بارش میں کچھ حفاظت اوسکو نہ ہوگی اور ترمذی اور ابن ماجہ روایت کرتے ہیں کہ شدت کیا کہ جو شکر کرے اوسکو ویسا ہی ثواب ہے جیسا کہ روزہ دار صابر کا اور بیہقی اور ابن ابی الدنیا چنداں روایت لائے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دو خصلت جس میں ہے وہ صابر و شاکر ہے اور جس میں نہیں ہے ایک یہ کہ معاملات دین میں اپنے سے بڑے کی پیروی کرے دوم یہ کہ معاملات دنیا میں اپنے سے کمتر کو دیکھے اور شکر خدا کرے کہیں اس سے بہتر نہیں اور جو اسکے خلاف دیکھے وہ نہ شاکر ہے نہ صابر و ابو داؤد اور نسائی نے روایت کی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو صبح کو یہ دعا کہے اللّٰھم ما اصبح بی او باحد من خلقک من نعمۃ فمنک وحدک لا شریک لک فلک الحمد ولک الشکر تو تمام دن کا شکر ادا ہوا اور جو شام کو کہے تو تمام رات کا شکر ادا ہوا اور ابن ابی الدنیا نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ جب کوئی کسی صاحب بلا کو مبتلا دیکھے اور کہے کہ شکر اور ثنا اوس خدا کو کہ جسنے مجھکو اوس سے بچایا تو شکر ادا ہوا اگر اس طور سے کہے کہ صاحب بلا نے سے کہ اوسکا دل شکستہ ہوگا اور ابو داؤد اور ترمذی کہتے ہیں کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی خوشی آتی تو شکر کا سجدہ ادا کرتے اور ابن ابی الدنیا نے عبد الرحمان بن عوف سے روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا صلی اللہ علیہ وسلم آج حضرت جبرئیل آئے اور مجھکو یہ بشارت دی کہ حضرت باری تعالیٰ نے حکم ہوا کہ جو کوئی تیرے درود ایک بار پڑھے تو میں اس بار درود پر تیرے ہوگا اور ایک بار جو کوئی سلام تیرے بھیجے تو میں اس بار سلام اوسپر بھیجونگا تو یہ بشارت سنکر میں نے سجدہ شکر کیا اور خبر لطی نے حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا صلی اللہ علیہ وسلم افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ کہنا ہے اور افضل الشکر الحمد للہ کہنا ہے اور ابن ابی شیبہ اور ابن سعد اور احمد اور محدثین نے شداد بن اوس سے روایت کی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تم اہل دنیا کو مصروف اونکے زر و سیم میں دیکھو تو یہ عاکہا کرو اللھم انی اسئلک الثبات فی الامر والعزیمۃ علی الرشد واسئلک قلبا سلیما ولسانا صادقا واسئلک خیر ما تعلم واعوذ بک من شر ما تعلم واستغفرک لما تعلم انک انت علام الغیوب اور شرح شریف میں فرزند کے قول کا شکر عقیقہ کرنا ہے اور سر کے بالوں کی برابر چاندی دینی ہے اور بعض کا شکر ولیمہ ہے اور نئے کپڑے پہننے کا شکر یہ ہے کہ پرانا کپڑا فقیر کو دیا جائے اور روزہ رمضان کا شکر یہ ہے کہ عید کے روز صدقہ دیویں اور زینت کریں اور تکلف کریں اور اداجح کا شکریہ ہے کہ قربانی عید الضحی کریں اور تکلف اور زینت کریں اور کھانے اور پینے اور خوبی تجھے کا شکر ذکر زبانی ہے اور دلی عاوں سے ادا ہوتا ہے جو احادیث میں ان دونوں کیلئے وارد ہوئی ہیں اور شکر مالداری یہ ہے کہ لباس وغیرہ میں اپنے اوپر اس کا اثر ظاہر کرے اور فقیروں کو بھی دیوے اور شکر سواری کا یہ ہے کہ محتاجوں کو سواری دیا کرے اور شکر مواشی یہ ہے کہ دودھ اور سکا بھی فقیروں کو دیا کرے اور کھیتی اور میوہ کا شکر یہ ہوگا کہ کسی کو اسکے کھانے سے منع نکرے لیکن لیجانے سے منع پہنچتا ہے اور شکر یہ کاروبار گری کا یہ ہے کہ اوس کا فیض جاری رکھے صاحب حاجت کا خط کھدے سے اور طالب علم کو پڑھا دیوے غریب کے بچے کی دیوے اور جو کوئی ذکر اور شکر خداوندی شامل جملہ احکام شرعیہ کو ہے اور ایسے ہی کفران نعمت تمام منہیات پس اور اگر ہم جملہ احکام شرعیہ کا اور بچنا تمام منہیات بحفظ ظاہری دشوار ہے اسلئے اسکے واسطے ایک طریقہ مسلمانوں کو بتایا جاتا ہے کہ جب دل کو اختیار کرینگے تو گویا عامل جملہ احکام شرعیہ اور محفوظ جملہ منہیات سے متصور ہوگا یا ایھا الذین امنوا استعینوا بالصبر ہے ایمان والو اگر ذکر اور شکر میں اور بچنا میری منہیات سے تکو دشوار پڑے تو مدد مانگا کرو اللہ سے بواسطہ صبر کے ہمارے شکروں میں سے یہ بہت قبول شکر ہے اور خاص کیا گیا ہے ساتھ آدمی کے کہ یہ تمہاری مشکلات میں مدد گار رہیگا اور اور حیوانات کو کہ صرف عقل ہوتی ہے نہ شہوت صبر نہیں دیا گیا پس صبر کرنا واسطے روکنے شہوت اور غضب کے ہے اور کو نہیں دیا گیا سوائے تمامی کے کیونکہ ابتدا از اگر انسان بطور اور حیوانات کے پیدا ہوتا ہے اور سوائے کھا پینے اور کچھ اوسکو مطلوب نہیں ہوتا ہے اور پھر سوائے کھیل کے اوسکو اور کچھ مرغوب نہیں ہوتا ہے اور پھر جوانی میں سوائے جماع کے اور کچھ خوب نہیں معلوم ہوتا ہے مگر اسوقت میں عقل بھی اوسکو ملتی ہے کہ بذریعہ اوسکے اس لذت موجود کو چھوڑ کر بمعادت انجام رجوع کرتا ہے پس جبکہ عقل غالب آئے اور شہوت زائل تو اوسکو صبر کہتے ہیں صبر کی دو قسم ہیں بدنی کہ متعلق بدن سے ہے اور نفسانی کہ متعلق نفس سے ہے صبر بدن کا یہ ہے کہ مشقت اور عمل سخت اختیار کرے اور یا امراض بدنی پر صبر کرے اور نفس کا صبر یہ ہے کہ نفس کو خواہش ہائے طبع سے باز رکھے پس اگر خواہش شکم اور فرج سے محفوظ رہے تو عفت حاصل ہوگی اور طلب زیادتی اور کثرت سے اگر باز رہے تو صاحب صبر و قناعت ہوگا اور بروقت مصیبت اگر تسلیوں اور ماتم سے بچے تو صبر عرفی ہوگا اور تونگری میں اگر غرور و نخوت سے باز رہا اوسکو بلند حوصلہ کہتے ہیں اور لڑائی میں اگر بھاگنے اور تزلزل پر صبر کیا اوسکو شجاعت کہتے ہیں اور غصہ میں اگر بد گوئی سے بچا تو وہ حلم ہے اور ایسے ہی اگر مہمات امور میں اضطراب نہ ہو تو بھی بلند حوصلہ ہے اور اگر زبان کو اظہار راز سے روکا تو راز دار ہوگا پس یہ شکر مذاوندی جملہ امور دین اور دنیا میں مددگار رہتا ہے اور حقیقت صبر کی یہ ہے کہ

بیان اوائل سورہ فاتحہ و بیان فضائل و خواص سورہ فاتحہ

آدمی کسی کا رنج کی کدورت اپنے اوپر نہ آنے دیوے اور اگر آہی جاوے تو اوسکو سخت نہ جانے اور کسی کا رنج کا نہ آنے دینا اور اوسکی کدورت کا اثر نہ ہونے دینا اپنا اختیاری نہیں ہے تو اب صبر کی حقیقت یہ ہے کہ باوجود اس بات کے اپنے کو اون باتوں سے باز رکھتا کہ خلاف عقل اور خلاف شرع ہوں اور گاہے بے صبری سے باز نہ رکھے اور آنسو بہنا اور رنگ چہرہ بدل جانا خلاف صبر نہیں ہے کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے نواسہ کو ذبح ہوتا دیکھتے تھے اور اظہار غم کا اس طرح کیا تھا کہ ہم تیری جدائی سے اے ابراہیم نہایت غمگین ہیں لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت یہ کیا حال ہے فرمایا کہ ایسا غم اور اس طرح رونا بسبب رحمت کا ہے اور جسکے دل میں رحم ہوتا ہے وہ رحم بھی کرتا ہے اور فرمایا کہ ہماری آنکھ اشکبار ہے اور دل اندوہگین مگر ہم کہتے ہیں ایسی بات کہ راضی ہووے اللہ تعالیٰ اور یہ اشک بیزی اور اندوہگینی اپنے اختیاری نہیں ہے اپر گرفت نہیں ہوگا اور زبان ناپسند باتوں سے بند کرنی چاہیئے اور صبر یہ ہے کہ بروقت آنے مصیبت کے کیا جاوے اور بعد بے صبری اور بیقراری کے جب تھک جاتا ہے تو صبر خود بخود ہو جاتا ہے اسکو صبر نہیں کہتے ہیں کہ یہ تسلی ہے اسلئے کہ مصیبت پر ہمیشہ بیقراری نہیں ہو سکتی ہے اور بہتر اپھا امر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اوسکو قرآن شریف میں نشتر یا بچھو جاں فرمایا ہے کہ اون آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر طاعت پر جزا مقرر ہے اور صبر پر بے اندازہ ہے چنانچہ روزہ کہ کھانے اور پینے اور صحبت پر صبر ہے بہت عمدہ عبادت ہے کہ خدائے تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ روزہ خاص میرے لئے ہے اور فرمایا ہے کہ اگر تم صبر کرو گے تو میں تمھاری مدد کرونگا یا پھر ازفرشتے بھیجکر اور صبر والوں کو خاص کر اون پر میری رحمت خاص ہے اور حدیث میں ہے کہ نصف ایمان ہے کیونکہ منہیات سے بچنا اور یا مورات کا بجالانا موافق حکم خداوندی کے برخلاف اپنی خواہش کے بدون صبر کے نہیں ہو سکتا ہے اسی لئے حضرت علیؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ صبر یا ایمان ہے مگر بعض منہیات اور بعض ماموارت خواہش میں ہوتی ہیں اسلئے صبر کو نصف ایمان فرمایا پس تکلیفات شرعیہ جو شاق معلوم ہوویں تو کہ آسان ہو یکا علاج صبر ہے اور ذکر و شکر اور ترک کفران نعمت حاصل ہوتا ہے اور الربا وجو دا اس عادت صبر کے بھی تکلیفات شرعیہ اگر معلوم ہوں یا حوائج ضروریہ معاش میں لاچار ہو کر جو ذکر اور شکر اور کفران نعمت کا مانع ہووے تو یہ تک ہم نے کہ سب نصف ایمان کیونکہ منہیات سے بچنا اور یا مورات کا بجالانا موافق حکم خداوندی کے برخلاف اپنی خواہش کے بدون صبر کے نہیں ہو سکتا ہے اسی لئے حضرت علیؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ صبر یا ایمان ہے مگر بعض منہیات اور بعض ماموارت خواہش میں ہوتی ہیں اسلئے صبر کو نصف ایمان فرمایا پس تکلیفات شرعیہ جو شاق معلوم ہوویں تو کہ آسان ہو یکا علاج صبر ہے اور ذکر و شکر اور ترک کفران نعمت حاصل ہوتا ہے اور الربا وجو دا اس عادت صبر کے بھی تکلیفات شرعیہ اگر معلوم ہوں یا حوائج ضروریہ معاش میں لاچار ہو کر جو ذکر اور شکر اور کفران نعمت کا مانع ہووے تو ی

سامان کی کیا حاجت ہے پہلا اندوختہ کیا کچھ کم ہے اور اس طرح کا مانع ترقی اور مانع استلذاذ ہو غیر شہیدوں کیلئے ہے نہ شہیدوں کیلئے بَلْ اَحْیَاءٌ بلکہ جان نثاران براہ خداوندہ ہیں اُنکا ثواب ہمیشہ زیادتی میں اور عمل میں جان ہی ہے اُسکا اجر جاری ہے گویا اُسکے جاتے ہیں اور صحیح مسلم اور بخاری میں ہے کہ عمل آدمی کا ختم ہو جاتا ہے جب وہ مرتا ہے مگر مجاہدی سبیل اللہ کہ اُسکا عمل قیامت تک بڑھتا جاویگا اور تلذذ اور فائدہ بردار ہی بدن بھی اُنکا موقوف نہیں ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُنکے بدن میں ایسی کیفیتیں دیتا ہے کہ اُنکو لذات حاصل ہوتی رہتی ہیں امام مالک احمد اور حمیدی اور نسائی اور ابن ماجہ نے کعب بن مالک سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ شہیدوں کی ارواح جانوران سبز رنگ کے شکم میں رہی جاتی ہیں اور تکلم ہوتا ہے کہ بہشت کے میوے کھا آویں اور بہشت کی نہروں میں سے شراب اور دودھ پیویں اور قندیلیں کہ عرش سے لٹکتی ہوئی ہیں اُنکے گھونسلے ہیں کہ انہیں وہ آرام کرتی ہیں یہ حدیث باعتبار عمل کے متواتر ہے اور یہ سب لذتیں کہ اُنکو حاصل ہوتی ہیں بے تکلف اور بے محنت حاصل ہوتی ہیں اور یہ اُنکو کچھ غم والم نہیں ہوتا ہے تو یہ حیات اُنکی بہ سبب حیات دنیا کے اور تم ہی کو اُنکی نسبت معلوم نہیں مگر تم نہیں جانتے ہو کہ وہ زندگی اور ہے اور یہ اور ہے کیونکہ اُنکا عیش اور خوش معاشی تمکو نظر نہیں آتی ہے کیونکہ احوال اُنکے تلذذ کا امر من ظاہری سے متعلق نہیں ہے سوال یہ ہے کہ ارواح شہدا کا منتقل ہونا جانوران سبز رنگ میں تناسخ ہے اور یہ اسلام میں ثابت نہیں ہے جواب یہ ہے کہ دنیا میں ایک روح ہے بدن عنصری سے تعلق حاصل ہوا ہے کہ اُسکے لئے نشو ونما ہوتا ہے بعد تمام ہونے اس شے کے روح کو اس بدن سے جدائی ہوتی ہے تو دوسرے بدن عنصری میں اُسکو تعلق ہو کر نشو ونما ہوتا ہے اور یہ امر ارواح شہدا سے متعلق نہیں ہے کہ یہ جانور عالم عنصری نہیں ہیں اور نہ اُنکو ساتھ اس روح کے ترقی اور نشو ونما نہیں ہوتا ہے بلکہ اُنکو روح اور ہے کہ یہ روح اُن میں رہتی ہے اور جزاء موافق عمل کے ہوتی ہے اسی لئے عمل جان نثاری کہ موجب جدائی بدن ہوا ہے سبب عطائے بدن ہو جاتا ہے بلکہ اس بدن کے کہ یہ زندگی اور یہ بدن اُنکو جزاء اُنکے عمل کی ہے حیات ابتدائی اور دوبالا اور ہے جو تکویہ طریق ذکر و مشکر و ترک کفران نعمت بتلایا کہ صبر اور نماز کیا کر و تو خوانخواہ کو مرض سے پرا کتفا ہو گا بلکہ اس صبر پر وَلَنَبْلُوَنَّکُمْ تمہارا امتحان لینگے پر نہ ایسا کہ تم اُسکے تحمل نہ ہو سکو بلکہ بِشَیْءٍ کچھ ایسا کہ تم پر ناگوار نہ ہو کبھی شیئ کے مِنَ الْخَوْفِ خوف سے اور یہ امتحان جب ہوا کہ تم اپنا گھر بار چھوڑ کر مدینہ میں چلے آئے اور کنبے والوں سے جدائی اور برائی ہوئی کہ جس سے امید بھلائی کی تھی صرف بسبب تمہارے اسلام کے سب قبائل عرب اور یہود و غیرہ تمہارے دشمن ہو گئے چنانچہ جب تک جواب میں خوف ہوا اور هٰذَا مَالَنَا اِبْتِلَی الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِیْدًا اسی باب میں نازل ہوئی وَ اور آزمائش کرینگے ہم تمہاری ساتھ الْجُوْعِ بھوک کے کہ بسبب عداوت اور خونخوار ہو جانے مشرکان عرب کے سب تمہارے ساتھ سے لڑائی کرنے سے عاجز ہوئے اور جو اسباب کہ موجود ہی سب جہاد میں صرف ہو گا کہ یہ امر بعد ہجرت کے متحقق ہوا یہانتک کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم غلبہ بھوک باہر تشریف لائے رہتے میں حضرت ابو بکر ملے اُنہوں نے عرض کی کہ ایسے وقت میں حضرت کیوں باہر تشریف لائے فرمایا کہ بسبب بھوک کے اُنہوں نے بھی عرض کیا کہ میں بھی بھوک کے مارے نکل آیا ہوں اور پیٹ پر پتھر کا بندھا بسبب بھوک کے تو مشہور ہے اور روزہ بھی کہ بھوک اختیاری ہی بعد ان ہجرت سال دوم میں فرض ہوا وَ اور آزمائیں گے ہم تمکو ساتھ نَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ نقصان مال ہونے مال کے کہ کچھ جہاد میں صرف ہو گا اور کچھ کفار لوٹ لینگے اور کچھ صدقہ اور زکوٰۃ و خبر گیری سائلین محتاج اور یتیم کے صرف ہو گا اور باز رہام کفار زراعت تلف ہوئی وَ اور آزمائیں گے ہم تمکو اَلْاَنْفُسِ ساتھ نقصان جانوں کے بعض عزیز و قریب جیسے ہوں میں قتل ہو جانے اور بعض بسبب بھوک اور پیاس اور شدت سفر و گرمی کے مر جانے مہاجرین اور انصار میں ہر سال نقصان ہوتا گیا جنگ احد میں ستر آدمی انصار مارے گئے اور جنگ بیر معونہ میں بھی ستر انصاری شہید ہوئے جنگ خیبر کے بعد مدینہ معمور میں کوئی گھر نہ تھا کہ جس میں ماتم نہ تھا اور جس میں صدائے گریہ و زاری بلند نہ تھی اور جو کوئی زندہ رہا وہ یا اندھا رہا یا ہاتھ یا پاؤں کٹا یا اگر بھاگتا تھا یا لولا تھا کچھ نہ کچھ آفت رسیدہ تھا ہاتھ حضرت طلحہ کے شل ہو گئے تھے وَ اور آزمائیں گے ہم تمکو اَلثَّمَرَاتِ ساتھ کم ہونے پھلوں کے یعنی اولاد کا مرنا اپنی جان جانیسے زیادہ غمناک کرتا ہے اور اسی لیے اس مصیبت کو رکھ کے بعد ذکر فرمایا اور حدیث صحیح میں آیا ہے کہ جب مرد مسلمان کا بچہ مرتا ہے تو باری تعالیٰ فرشتگان قابض الارواح سے دریافت فرماتا ہے کہ جب تم نے اُسکی روح نکالی تو میرے بندے نے کیا کہا وہ عرض کرتے ہیں کہ آپ کا شکر کیا اور اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کہا تب حکم ہوتا ہے کہ اس بندے کے لیے بہشت میں گھر بناؤ کہ اُسکا نام بیت الحمد یعنی گھر شکر کا رکھا ہے اور پھلوں سے مراد میوے ہائے درخت نہیں ہے کہ وہ مال میں داخل ہے اُسکا دوبارہ ذکر کیا ضرور ہے اور جان کی مصیبت پر اُسکو کیا فوقیت تھی کہ اُسکے بعد ذکر ہو چنانچہ امام شافعی سے منقول ہے کہ خوف اور بھوک اور روزہ رمضان کا اور نقصان مال زکوٰۃ و صدقہ ہے اور نقصان جان مرض و جان نثاری براہ خدا ہے اور نقصان ثمرات مزاد اولاد کا اور باوجود سب سامان عیش کے اگر خوف ہو تو سب عیش تلف ہوتا ہے اسلیئے اُسکو مقدم کیا گیا کہ اُس نفی الفور آرام جاتا ہے پھر بھوک سے عیش نکدر ہوتا ہے اور خوف ہلاکت ہے پھر نقصان مال کہ اُس سے بھوک کا خوف ہے پھر جہاد غالب الحال قتل ہے پھر مرنا اولاد کا کہ اپنے مرنے سے اتنا غم نہیں ہوتا ہے کہ نسل کو باقی جانتا ہے اور اولاد کے مرنے سے نسل کو منقطع جانتا ہے وَ اور جملگی ان آزمائشوں میں پڑنے نکلے اور صبر اور ذکر اور شکر ثابت ہوا اور محبت خدائے تعالیٰ کی اُنکے لئے متحقق ہوئی تو اُنکے حال سے مکمل ہو کر وبلشر الصّٰبِرِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْہُمْ مُّصِیْبَۃٌ بشارت دو اُن صابروں کو اللہ ساتھ اُنکے ہے اور جب اُن پر مصیبت آتی ہے تو صرف صبر اور ترک شکایت ہی پر کفایت نہیں ہے بلکہ اُسکو وسیلہ اپنی بہبودی کا جانکر قَالُوْٓا کہتے ہیں کہ اس مصیبت سے کیوں حقیر اور بیکل ہوئیں کہ اِنَّا لِلّٰہِ ہم خود اپنی جان کے مالک نہیں ہیں بلکہ ہم بندہ اور ملک اللہ تعالیٰ کی ہیں کہ حفاظت ملک مالک کا فرض ہے اور ہمارا خدا سب پر غالب ہے تو ہم کسی سے نہ ڈریں کسی ظالم سے اور نہ کافر سے اور نہ شریر سے اور نہ زندہ جاوید اور نہ ہم کہ ملک اپنے خدا کی ہیں اور نہ رزق ملک فسہ مالک کے ہوتا ہے اور ہمارا مالک ملک سب خزانوں کا ہے تو ہمکو نچا ہیئے کہ بھوک سے خوف کریں اگر ایک وقت

ہم بھوکے رہیں اور رزق ملے تو عین حکمت اور مصلحت ہوگی جیسا کہ طبیب مشفق بعضی دوا کیلو کہانے ایک وقت سے روکتا ہے اور دوسرے وقت بالضرور دیتا ہے اور ایسے ہی ہماری جان اور ہماری اولاد اور ہمارا مال خاص اُسکی ملک ہے ہمکو اُسپر عاریۃً قبضہ ہے اگر مالک نے اپنی عاریت ہم سے لے لی تو کچھ مضائقہ نہیں ہے اور باوجود اسکے ہمکو مستحق ثواب بھی اس صبر پر کیا ہے وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اور ہم اُسکی طرف ضرور رجوع کرینگے کہ وہاں جو وعدہ فرمائے ہیں سب ہمکو ملیں اور وہاں کی بخشش ایسی ہے کہ نقصان یہاں کا کچھ حقیقت اُسکے سامنے نہیں رکھتا ہے اور حدیث شریف میں ہے کہ ایک شب حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دولتخانہ کا چراغ گل ہوگیا فرمایا انا للہ وانا الیہ راجعون حضرت عائشہ نے عرض کیا کہ کیا یہ بھی مصیبت ہے فرمایا کہ ہاں جو چیز باعث قلق ہو اور اُس سے دل کو کچھ تعلق ہو اُسکا جاتا رہنا مصیبت ہے اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ جو بوقت مصیبت بے صبری اور بیقراری نہ کرے اور یہ کلمہ پڑھے تو اس مصیبت کا بدلہ نیک ملتا ہے اور ثواب اُسکا اُسکے لئے جمع ہوتا ہے حضرت ام المومنین ام سلمہ کہتی ہیں کہ میرے خاوند ابوسلمہ جب مرنے لگے انکا بدلہ کون ہوگا کہ یہ تو بہت نیک تھے مگر میں نے جو فرمائے حضرت رسول مقبول صلعم سے سیکھا تھا وہ یہ بدلہ اُن سے بہتر مجھ کو عنایت ہوا اور بھی حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب مسلمان کو مصیبت کسی نوع کی پہنچتی ہے اور وہ یہ کلمہ بار بار پڑھتا ہے تو عوض اُس مصیبت کے نیکی ملتی ہے اور طبرانی کی روایت میں ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ یہ کلمہ خاص ہماری امت کو ملا ہے اگلی امتوں کو عنایت نہیں ہوا تھا اور بیہقی نے شعب الایمان میں سعید بن جبیر سے یہ روایت کی ہے کہ یہ کلمہ اگلے پیغمبروں کو بھی نہ ملا تھا اُن کی امتوں کا تو کیا ذکر ہے چنانچہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف کے غم مفارقت میں یا اسفا علی یوسف کہا اور یہ کلمہ نہ کہا اور بیہقی نے عبداللہ بن عمر سے روایت کی ہے کہ چار عادتیں جس میں جمع ہو جاویں اُسکے لیے بہشت میں گھر بنتا ہے اول یہ کہ اپنے سب کاموں میں التجا بخدا ہو دوم یہ کہ مصیبت انا للہ وانا الیہ راجعون کہے سوم یہ کہ نعمت الٰہی پر الحمد للہ کہے چہارم یہ کہ جب کوئی گناہ اُس سے ہو جاوے تو استغفر اللہ کہے اور امام احمد ابن ماجہ اور بیہقی بروایت امام حسین رضی اللہ عنہ کے حدیث بیان کرتے ہیں کہ بعد گذر جانے مصیبت کے اگر صبر یا وکرے اور اسپر یہ کلمہ کہے تو خدائے تعالیٰ ثواب اُس مصیبت کا دوبالا دیتا ہے گو یا آج یہ مصیبت واقع ہوئی اور حکیم ترمذی بروایت انس بن مالک بیچ حق نعمت کہنے کے اور اوپر جزع فزع کے کہ عادت مسلمانوں کی جبلی ہے ترک عادت کرنا اور آیت استرجاع پڑھنا اور اُسکے اوپر حمد صبر کرنا باعث اجر کامل اور ثواب شامل کا ہے گویا کہ وہ نعمت آج ملی ہے اور طبرانی نے حدیث عبداللہ بن عباس کی روایت کی ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ خبر موت کی سنکر انسان بے قرار ہوتا ہے چاہیئے کہ جب غم کسی مسلمان سے چاہیئے کہ انا للہ وانا الیہ راجعون وانا الی ربنا لمنقلبون کہے اور اپنی موت اپنے سامنے دیکھے شعر موت کا جب کسی کی ہو سوے ذکر تو چاہیئے اپنا بندوبست کیا یہ بھی مضمون فیضی جہامی نے فارسی میں درست کیا اور حضرت ابوامامہ باہلی کہتے ہیں کہ ایک روز حضرت فخر عالم کی جوتی کا تسمہ ٹوٹ گیا تو انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور فرمایا کہ یہ بھی مصیبت ہے اور اسی کے مطابق بزار و بیہقی نے ابوہریرہ کی حدیث نقل کی ہے کہ ایک تسمہ جوتی پر بھی مصیبت ہے اور اس پر استرجاع چاہیئے کہ وہ بھی مصیبت ہے اور ابن ابی الدنیا اور دیلمی انس کی حدیث نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص نے بجائے تسمہ چمڑے کے لوہے کی کیلیں لگائیں تھیں حضرت صلعم نے اُسکو ملاحظہ کر کے فرمایا کہ تو بہت دراز امید رکھتا ہے اور ثواب اُس فانی مصیبت سے بھی محروم رہیگا کیونکہ تسمہ ٹوٹے گا اور یہ کلمہ کہے گا اور تو اُسکے ٹوٹنے پر صبر ہوگا اور نہ اُس صبر پر مستحق صلوٰۃ اور رحمت کا ہوگا اور صلوٰۃ اور رحمت دینا اور لینا مذمت سے کیسی کچھ بہتر اور زائد ہیں اور حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں سے تشریف لائے اور انگوٹھے میں کانٹا چبھا تھا تو اُسکے درد کے بارہا استرجاع فرماتے تھے اور انگوٹھے کو ملتے تھے جب میں نے یہ دیکھا تو پاس جاکر کچھ اثر اسکا دیکھا اور عرض کیا کہ میرے ماں اور باپ آپ پر فدا ہوں اسقدر خفیف زخم سے اسقدر استرجاع اور درد مندی حضرت نے یہ سنکر تبسم کیا اور میرے کندھے پر تھپڑ مار کر فرمایا کہ اس خفیف اسلیئے استرجاع ہے کہ کبھی چھوٹی مصیبت بھی بڑی ہو جاتی ہے اسواسطے ڈرنا چاہیئے اور سعید بن المسیب اور حسن بصری کی جماعت اگر جزع ہو جاتی تو ایکی بلند آواز سے استرجاع فرماتے کہ لوگ یہ ان سے کہ یکایک مصیبت بڑی اور پوچھتے کو آتے الغرض جیسا کہ نماز ذریعہ صلوات اور رحمت کا ہے ویسا ہی صبر اور ذکر اور شکر بھی ذریعہ قربت بروردگار تعالیٰ ہوتا ہے اسی لئے اُولٰٓئِکَ عَلَیْہِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّہِمْ وَرَحْمَۃٌ صابرین اور ذاکرین و ولی گزین پر صلوات اُنکے رب کے پاس سے آتی ہیں کہ پھر اُنکے اوپر کوئی گناہ دنیا یا عقبیٰ میں موثر نہو سکیگا جیسا کہ نماز تمام آثار اور موجبات گناہ سے محفوظ رکھتی ہے اور اصافتاً یہ عنایت خاص ذوالمنن کی ساتھ انبیاء کے ہے کہ اُنکے لئے عصمت اصلاً ہے اور انکے لئے مہلاً تو نہیں ہے پر گناہ کردہ و ناکردہ سب برابر ہو جاتا ہے اور اسی لئے ترمذی اور ابن ماجہ میں ہے کہ جسکے تین فرزند مر جاویں اور وہ باحکام بالاصبر کرے تو اُسکو کنجی بہشت کی اور دربان حفاظت کی دوزخ سے عنایت ہوتی ہے اور بعض مرووزن نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اگر کسی کو دو یا ایک بچہ مرے تو بھی یہ مرتبہ حاصل ہوتا ہے فرمایا کہ ہاں قسم خدا کی جل جو ناقص گر پڑے وہ بھی اپنی ماں کو بہشت میں لیجائیگا اگر وہ صبر کریگی اور ابن مالک موطا میں اور بیہقی شعب الایمان میں یہ حدیث ابوہریرہ کی لائے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مرد یا ایمان پر ہے ویسے مصیبتیں قوی رہتی ہیں کبھی صدمہ جان پر ہے کبھی مال میں نقصان ہے کبھی یہ کہ اُسکے گناہوں کا کفارہ ہوتی رہتی ہیں یہانتک کہ خدا تعالیٰ کے پاس گناہ سے پاک جاتا ہے اور امام احمد اور نسائی اور بیہقی اور حاکم فرحزی سے یہ حدیث لائے ہیں کہ ایک شخص حاضر ہوا کرتا تھا اور اُسکے ساتھ اُسکا بیٹا رہتا تھا حضرت نے فرمایا کہ تو اپنے بیٹے سے بہت محبت کرتا ہے کہا کہ ہاں اسکی اس عرض کیا کہ یا حضرت آپ کو اللہ تعالیٰ اتنا دوست رکھتا ہے جتنا میں اپنے بیٹے سے محبت کرتا ہوں بعد چند روز کے اُسکا حاضر ہونا موقوف ہوا تو حضرت نے لوگوں سے پوچھا کہ فلاں کیوں نہیں آتا ہے لوگوں نے عرض کیا کہ اُسکا بیٹا مر گیا اسکو نہایت غم ہے اسلیئے نہیں آیا ہے یہ سنکر آپ اُسکے پاس تشریف لیگئے اور فرمایا کہ بروز قیامت جس دروازہ سے بہشت میں تم جانا چاہوگے

تمہارا لڑکا اُسکو دوڑ کر کھولدیگا اور دوسری روایت میں اُسکے سوائے یہ بھی آیا ہے کہ دروازہ پر کھڑا ہوگا کہ تم کو اُسمیں نچلانے دیوے ایسے ہی ابن ابی الدنیا نے کتاب العزی میں لکھا ہے اور بیہقی نے انس کی اور حاکم نے جزء سلمی کی حدیث نقل کی ہے کہ ہم ایک روز خدمت والا میں حاضر تھے کہ کسی نے یہ خبر دی کہ ایک انصار کی بیوی کا بیٹا مر گیا ہے وہ بہت بیقرار ہے یہ سنکر حضرت صلعم فوراً اُسکے گھر تشریف لیگئے اور تسلی اور دلاسا دیا اور پوچھا کہ اسقدر گریہ وزاری کیوں کرتی ہے عرض کیا کہ میرا کوئی فرزند زندہ نہیں ہے اسکے سوا کہ یہ زاری کروں پس میں تو جب ہوں حضرت صلعم نے فرمایا کہ غلط رتوجب وہ ہوتا ہے کہ اُسکی تمام اولاد زندہ ہو اور ذخیرہ آخرت نہ ہوا ہو جس عورت مسلمان کے تین فرزند مر جاویں اور وہ طالب اجر ہو تو اُسکے واسطے بہشت واجب ہے حضرت امیر المومنین عمر رضہ نے عرض کیا کہ اگر دو فرزند فوت ہوں تب بھی یہی حکم ہے پھر ابی بن کعب قاریوں کے سردار نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرا ایک فرزند مر چکا ہے فرمایا کہ اُسکا بھی یہی حکم ہے لیکن مصیبت کے اول صدمہ میں صبر چاہیئے اور باوجود ان عنایات خاصہ کے کہ ہر گز نیوالونکو خوف معصیت اور گناہ سے مامون کیا اور ہر گز انبیا کے کر دیا اور عنایات عامہ بھی کہ موجب گوناگون ثواب آخرت کی ہوں عطا ہونگی چنانچہ فرماتے ہیں وَرَحْمَةٌ یعنی اُنپر خدا کی مہربانی ہے جان اور مال کی ہلاکی کے عوض میں جیسے وہ عنایات خاصہ صبر اور ترک گریہ وزاری کے عوض میں وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ اور یہ لوگ ہدایت یافتہ ہیں کہ عین مصیبت میں کہ باعث دوری اور ناخوشنودی و شکایت جناب باری سے ہو دروازہ طرف قرب اور تحصیل خرمندی کے کھولا اور سبب دوری اور حرمان کو عین سبب قرب و وصال کا کیا اور کمال ہدایت یہی ہے کہ ہر طرف سے اپنے مطلب کا کہو ہیدا کریں اور ہر گوشہ سے اپنا مدعا نکالیں چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ حال موت سے تعجب ہے کہ اُسکے ہر کام میں خیر ہے اگر کوئی حالت خوشی کی پیدا ہوتی ہے تو امر تعالیٰ کی حمد کرتا ہے اور اس وسیلہ سے قرب خداوندی اور استحقاق اجر و ثواب کا حاصل کرتا ہے اور اگر کوئی حالت ناخوش ظہور ہوتی ہے تو استرجاع کرتا ہے اور صبر کرتا ہے اور اس راہ سے بھی نزدیکی الٰہی اور استحقاق ثواب اور اجر پیدا کرتا ہے یا ہر طرف سے اُسکے واسطے دروازہ قرب کے کھلے ہوئے ہیں اب ہم یہ بیان کرتے ہیں کہ صلوٰۃ میں صیغہ جمع اور رحمت میں صیغہ مفرد اختیار کرنے میں کیا نکتہ ہے اسمیں نکتہ یہ ہے کہ صلوات عبارت عنایات خاصہ حق سے ہے کہ یہ قسم صابروں کے کئی طرح عنایت ہوتی ہے اول یہ کہ جب وہ وقت مصیبت کے یاد کریں تو اور لوگ بھی اُنکی پیروی کر کے یہی طریق اختیار کریں پس ان صابروں کو کاشانہ نبوت میں مظہر شرف حاصل ہوئی کہ باعث نیک نام کے ہوئے کہ اور لوگ اُنکی پیروی سے راہ قرب پاویں دوسرے یہ کہ شیاطین الانس والجن اور منافق جو ہمیشہ ان کلمات کے سننے سے ذلیل اور خوار ہوتے ہیں اور اس وجہ سے بازرہتے ہیں اس راہ سے بھی نسب پیغمبری میں شرکت حاصل ہوئی کہ کام پیغمبر کا ہے شیاطین و حاسد و مبتلا نفوس کو ذلیل کرنا ہے، درحقیقت میں اصل جہاد یہی ہے تیسرے یہ کہ سبب ثابت رہنے اس ارادے پر اور کوشش اور اجتہاد دین الٰہی میں اور رضا بقضا میں بمرتبہ اعلیٰ پہونچے اور یہ بھی میراث نبوت ہے پس گویا تینوں راہ سے قرب الٰہی میں کہ مخصوص بہ پیغمبران ہے استفاضہ کرتے ہیں واسطے اشارہ کے لفظ صلوات جمع فرمایا بخلاف لفظ رحمت کے کہ مدلول اُسکا تمام اہل طاعت پر عام ہے اور اس میں اختلاف نہیں ہے جو بندہ جس راہ سے طاعت اسد کرے تحقیق اُسکا ہوا اور حدیث صحیح میں حضرت امیر المومنین عمر بن الخطاب سے مروی ہے کہ آپنے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ نعمت العدلان ونعمت العلاوۃ یعنی اس آیت میں صابروں کیواسطے تین چیز موجود ہوئی ہیں صلوات اور رحمت کہ قرین یکدیگر ہیں اور اہتدار اور راہ یابی اوپر علاوہ اور غرض حضرت امیر المومنین کی اس کلمہ سے یہ ہے کہ صلوات اور رحمت اس فرقہ کی کہی ہے کہ بزور صبر اور استقامت اور ملاحظہ معنی استرجاع کے اپنے واسطے مستوجب کر لیا ہے اور اہتدار فقط وہی ہے قسم جذبے ہے اُنکے فعل پر موقوف نہیں ہے اور عدلین لغت میں اُن دو بار شتر کو کہتے ہیں کہ دونوں جانب سے برابر کر کے شتر پہ لادتے ہیں اور علاوہ وہ بچہ خورد ہے کہ اُن دونوں بار پر کہا جاتا ہے اور اسی مضمون کا اشارہ آیت میں ہے وما اصاب من مصیبۃ الا باذن اللہ ومن یؤمن باللہ یھد قلبہ یعنی جو کوئی بمقتضائے ایمان کے مصیبت میں ثابت رہتا ہے اللہ تعالیٰ اُسکے واسطے راہ معرفت کی کھولتا ہے اور اسی واسطے محققین نے کہا ہے کہ رضا بالقضا کے دو طریقے ہیں صرف اور جذب صرف وہ ہے کہ جو وقت آدمی کا دل کسی چیز سے متعلق ہو اور خاطر اُسکی طرف التفات کمال کرے حق تعالیٰ اُس چیز کو باعث کلفت اور اندوہ و ملال کا کر دے چنانچہ جب حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف سے کمال محبت ہوئی حضرت یوسف علیہ السلام کے برادران کو اُن سے دشمنی پیدا کر دی کہ اُنہوں نے حضرت یعقوب سے اُنکو جدا کر دیا اور حضرت یعقوب کمال رنج و ملال اُٹھا کر متصرع واسطے ذکر خدا کے ہوئے اور ایسے ہی حضرت آدم علیہ السلام کو جب بہشت سے کمال تعلق ہوا اُن پر شیطان کو مسلط کیا یہانتک کہ بہشت سے باہر کیا اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب اپنے عشائر اور قبائل سے کامل مکہ سے زیادہ میل ہوا انہیں قبائل کو آنحضرت صلعم کی عداوت اور بغض میں قائم کیا یہانتک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بالاضطرار مکہ سے باہر تشریف لیگئے اور جب مدینہ منورہ میں حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے التفات کلی پیدا ہوئی منافقوں کو برغلا کر بسبب تہمت دروغ بے فروغ کے صفائی اس محبت کو مکدر کیا اور علی ہذا القیاس تمام بندوں پر کہ ذرہ کے ساتھ ہی معاملات واقع ہوئے آور جذب یہ ہے کہ آدمی کو اپنے خیال میں اسقدر مغلوب کرے کہ وہ اپنے سے بیخبر ہو جاوے جیسے جاں حفظ نفس جیسے کہ بادشاہ کا اکثر من لوگ جبوقت اُسکے روبرو ہوتا ہے عظمت بادشاہ سے اپنے تمام لذائذ اور اس حالت میں خود بخود رضا بقضا حاصل ہو جاتی ہے اور یہ اول ہے صرف کو دشوار مشکل سمجھنے والے اور جذب کو ہمیشہ سہل جانتے ہیں اور اسی واسطے کہا ہے فرمہیں نیا ہے زندی ہو کہ تقوی لیکر یہ منزل ہمارے حوصلہ سے دور تر ہے جو بیان فضائل صابروں سے فارغ ہوئے اب بطریق استشہاد کے فرماتے ہیں کہ اگر تمکو معیت خاصہ ہماری میں کہ صابروں اور اہل بلا سے رہتے ہیں و انہر صلوات اور رحمتیں نازل کرتے ہیں بیشوا خلائق اور ہمرنگ انبیا علیہم السلام کے کرتے ہیں شک نہ کرو دلیل اس عالی کے اپنے

فہم کے موافق سنو اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ تحقیق صفا اور مروہ کہ دو چھوٹے چھوٹے پہاڑ ہیں۔ صفا مقابل کعبہ معظمہ کے جانب شرقی مائل بہ جنوب ہے اور مروہ مائل بہ شمال ہے اور صفا ایک چھوٹے پہاڑ کی جڑ ہے کہ اسکو ابو قبیس کہتے ہیں اور مروہ کوہ قیقعان کی ناک ہے اور حجر اسود سے صفا تک ۹۲ سو ہاتھ گز اور ٹھاڈا انگل یا فٹ اور مروہ تک سات سو گز مسافت ہے اور اصل میں یہ دونوں پہاڑ خود مثل اور پہاڑوں کے تھے انکو کچھ بزرگی حقیقی بلکہ کمالی فی وجودت میں کہ جو ہر سنگ ہے اور پہاڑوں سے کمتر ہیں لیکن دو آدمیوں صابر دل راضی بقضا گذرے کہ حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام ہیں وہ مقام پائے کہ جہاں فی الحال چاہ زمزم ہے اپنے تئیں بحکم خدا بلا میں ڈالکر اُترنا فرمایا اور اس جنگل کو بیابان میں کہ نہ پانی و نہ گھاس نہ آدمی نہ انیس تھا تن بخوف دشمنوں اور جانوروں درندے دیا اور گرسنگی و تشنگی کو فقط فرمانبرداری حکم الٰہی کیواسطے گزرانی بیغیر وقت حضرت ابراہیمؑ کے سنلحاظ اولاد کے سکونت اختیار کی اور حضرت ہاجرہ کو خیال پتے فرزند حضرت اسمٰعیل کی موت کا بلکہ اپنی موت کا بھی اُس حالت میں کالیقین تھا باوجود ان صعوبتوں کے خدا کی مرضی کیواسطے صبر اختیار کیا جب حضرت اسمٰعیل بسبب تشنگی کے قریب ہلاکت ہوگئے حضرت ہاجرہ بیتاب ہوکر اول کوہ صفا پہ کہ قریب تھا آئی اور پھر جب ناں مقصد حاصل نہوا تو میدان میں ہو کر مروہ پر بھاگ کر آئی اسی طرح سات دفعہ گردش کی حق تعالیٰ نے معیت خاصہ اپنی کو ظاہر فرمایا اور پانی زمزم جیسے جوش کرآیا اور اثر مرسعیت کا یہ ہوا کہ جو کوئی مصیبت والوں کی پیروی کرکے ان دونوں پہاڑوں کے درمیان اُنہیں کے طور آکر بھاگے قبول جناب الٰہی ہوا اور اُسوقت سے یہ دونوں پہاڑ محل اجابت دعا ہوئے یہانتک کہ جو دعا اب عند الملتزم مستجاب ہوتی ہے خدا کے نزدیک علامات دینداری سے ہیں اور شعائر اصل میں جمع شعیرہ یا شعارہ کی بمعنی علامت ہے اور عرف دین میں شعائر اللہ رسوم اور زمانوں اور علامات اور اوقات عبادت کو کہتے ہیں لیکن مکانات عبادت جیسے کعبہ اور عرفہ و مزدلفہ و جمار ثلثہ و صفا و مروہ اور تمام مساجد ہیں اور زمانے عبادت کے جیسے رمضان اور ماہ ہائے حرام اور عید الفطر اور عید الضحےٰ اور جمعہ اور ایام تشریق ہیں اور علامات عبادت جیسے اذان و اقامت و خطبہ و نماز جماعت نماز جمعہ و نماز عیدین ہیں اور ان سب چیزوں میں علامت کے معنی تحقق ہیں اسواسطے کہ مکان و زمان عبادت عبادت سے کیا بلکہ معبود کے یاد دلاتے ہیں بالجملہ صفا اور مروہ شعائر اللہ سے ہونا فقط بسبب برکت صبر حضرت ہاجرہؑ کے ہے کہ معیت خاصہ حضرت حق جل و علی کی ان دو پہاڑوں کی اُنکے حق میں جلوہ گر ہوئی اور اصل مشکل ہوئی اور اُسوقت سے ان دونوں پہاڑوں میں معنی شعائر اللہ کے بمنزل جوہر ذاتی کے ہوگئے اور یہ معنی ان دونوں سے بسبب کسی عارضہ کے جدا نہیں ہوتے جیسے خانہ کعبہ بسبب غلبہ کفار کے چند روز بیت الاصنام اور بت خانہ ہونے سے قبلہ اور مطاف ہونے اہل جہان سے ساقط نہوا اسواسطے کہ جو چیز بالذات اُس چیز سے کہ بالعوارض ہے زائل نہیں ہوتی ایسے ہی کوہ صفا بسبب اس کے کہ جاہلان مکہ اپنے اساف و نائلہ رکھکر پوجا کیا کرتے تھے شعائر اللہ سے معزول نہوئے اور اساف اور نائلہ اصل میں مرد و عورت تھے کہ شہوت کے سبب عین کعبہ میں ایکنے دوسرے سے ہاتھ چلایا اور ارادہ زنا کا کیا اس سبب سے وہ دونوں پتھر ہوگئے تھے اور عقلائے اُس زمانہ نے عبرت کے واسطے اساف کو صفا پر اور نائلہ کو مروہ پر رکھدیا تھا جاہلوں نے اُن پتھروں ترسیدہ کو بت خیال کرکے اپنا معبود قرار دیا اور گمراہی میں اسقدر گرفتار ہوئے کہ بت مصنوعی سے نہ پہچانا اور ہر سال میں پرستش کیواسطے جمع ہوتے تھے فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ جس جو کوئی خانہ کعبہ کا عرفات سے حج کرے اَوِ اعْتَمَرَ یا اپنے گھر و یا باہر حرم سے عمرہ کرے حج اور عمرہ میں یہ فرق ہے کہ حج میں عرفات پر جانا اور پھر اُس جگہ سے طواف خانہ کعبہ کیواسطے آنا شرط ہے اور عمرہ میں عرفات پر جانا فرط نہیں ہے اگر کوئی عمرہ باہر مکہ والا کرے تو چاہیئے کہ سیدہا مکہ میں آجاوے اور طواف کرے اور اگر یہ کاروبار والا ہے تو چاہیئے کہ حرم کے باہر سے احرام باندھ کر آوے اور طواف خانہ کعبہ کرے اور نیز حج سال بھر میں فقط ایک دفعہ ہے کہ عرفات میں بروز عرفہ ذی حجہ کو جانا شرط حج ہے اور یہ روز سال بھر میں مکرر نہیں آتا اور عمرہ ہر روز ہو سکتا ہے کوئی وقت اُسکے واسطے مقرر نہیں ہے اور ہر سال صفا و مروہ پر بھاگنا ان دونوں صدیوں میں ضرور ہے پس جو کوئی قصد حج و عمرہ کرے فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اُس پر بسبب مشابہت کفار اور بت پرستوں کے کچھ خطرہ اور گناہ نہیں ہے اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا یہ کہ ان دونوں پہاڑوں کعبہ کے طواف کی تاکید اور تمامی کے واسطے طواف کرے اسواسطے کہ خطرہ اور گناہ بسبب مشابہت کفار اور بت پرستوں کے اُس جگہ متعذر ہے کہ جہاں حکم شرع وارد نہوا ہو اور یہ دونوں پہاڑ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ کے وقت سے جائے طواف اور سعی نہیں اور جو کوئی کہے کہ ہمنے معاف ہونے سے خارج نہیں ہے جیسے کہ خانہ کعبہ جو بتوں کے رہنے سے معاف ہوئے خارج نہوا پس حج و عمرہ اُس خانہ کا اس حالت میں کرتے ہو تو طواف ان دونوں پہاڑوں کا کیوں نہیں کرسکتے اور اگر یہودی اور نصاریٰ ہمارے پر طعن کریں اور کہیں کہ تم مکانات بتوں کی تعظیم کرتے ہو اور طواف کرتے ہو اور مشابہت کفار اور بت پرستوں کی گوارا کرتے ہو اور یہ سب منہیات مکرر ہیں تمکو اس طعن کی پروا مت کرو اور تنگدل مت ہو اسواسطے کہ معاملہ خدا سے ہے اور تمہاری نیت حج اور عمرہ کرنے کی ہے نہ کہ تعظیم بتوں کی اور حج و عمرہ کرنا بلاشبہ امر نیک و طاعت ہے وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا اور جو شخص کہ بقصد امر نیک کے طاعت بجالایا فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ پس تحقیق اللہ تعالیٰ قدر دان ہے اور اُسکے عمل کو ضایع نہ کریگا اگرچہ ظاہر اکفاروں سے ایک ظاہری مشابہت ہو جیسا روزہ عاشورا کا روزہ عَلِيْمٌ یعنی عمل کرنیوالوں کی نیت کو جانتا ہے پس جو کوئی ان مکانات میں تعظیم بتوں کی کیواسطے جاتا ہے تو اسکا عمل رد کردیتا ہے اور جو کوئی شعائر اللہ اداکرنیکو جاتا ہے اُسے قبول کرتا ہے سعید بن منصور اور عبد بن حمید اور ابن جریر اور ابو حذیفہ شعبی سے روایت کرتے ہیں کہ کوہ صفا پر ایک بت عساف کا اور ایک کا نام اساف تھا اور کوہ مروہ پر بھی ایک بت تھا کہ سکو نائلہ کہتے تھے اور جاہل لوگ جب خانہ کعبہ کے طواف کے بعد ان دونوں کو ہمسے کرتے تب اُن دونوں بتوں کو بوسہ دیتے جب آنحضرت صلعم مدینہ منورہ میں تشریف لائے اور سورۂ حج میں احرام طواف خانہ کعبہ کا اور سعی

درمیان صفا اور مروہ کے مذکور ہوئی تب آدمیوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صفا اور مروہ میں اُن دو بت کے واسطے اہل جاہلیت دوڑتے تھے اُن میں دوڑنا شعائر اللہ سے نہیں ہے پس ہم کو کیا ضرور ہے کہ ان میں دوڑیں اور سعی کریں بلکہ خوف اس بات کا ہے کہ اگر ہم بھی اسی طرح دوڑیں تو مشابہت جاہلوں سے ہو جاوے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر خطرہ گناہ کا اُنکے دل سے دفع کیا اور نیز بہی محمد بن مجاہد سے روایت کرتے ہیں کہ انصاری طعن کرتے تھے کہ ان دونوں تیہروں میں سعی کرنا امر جاہلیت سے ہے مذہب ابراہیم سے نہیں ہے تب آیت نازل ہوئی اور صحیح بخاری و مسلم میں بروایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایسا وارد ہوا ہے کہ انصاری لوگ جاہلیت میں منات کو پوجتے تھے اور جب یہ قادد تھا کہ دوسرے مکان بت پرستی میں نہیں جایا کرتے جب عمل اسلام ہوا تو انصاری لوگ بسبب اپنی عادت کے اندیشہ ناک ہوئے اس سبب یہ آیت نازل فرمائی اور بالجملہ مدلول اس آیت کا یہ ہے کہ صفا اور مروہ متعبدات خدا و شعائر اللہ سے ہیں اور جب کوئی چیز بدلیل قطعی شعائر اللہ سے ثابت ہو تو مشابہت کفار اُس چیز میں موثر نہیں ہوتی اور نیت اپنی خالص خدا کی عبادت کے واسطے کرکے اُس امر کو بجالاوے اور مشابہت کفار اُسوقت موجب حرمت ہوتی ہے کہ وہ فعل بدلیل قطعی ثابت نہوا ہو جیسے تعظیم نو روز اور مہرجان اور اعیاد نہود جیسے ہولی و دوالی بسنت و دسہرہ کے یا اُنکے لباس سے مشابہت کرنا اور اُنکے معابد میں جانا اور ڈاڑہی دونچھو کو وقت عیدیت صاف کرنا اور زُنّار گلے میں ڈالنا اور کھانے پینے کے وقت قصداً اسراف بدن کو پر ہنچ کرنا اور اگر فقط مشابہت کفار کو افعال مرضیۂ الٰہی میں موجب حرمت ہوتی تو لازم آتا کہ حج وغیرہ اور عقیقہ اور ختنہ اور روزہ عاشورا اور قربانی و تعظیم ماہ ہائے حرام اور ہدی اشعر اور قلادہ وغیرہ مذہب ابراہیمی کہ کفاروں کے وقت میں رائج تھی یا نماز کسوف و خسوف اور صدقہ دینا اور آزاد کرنا غلام کا اور ضیافت مہمان اور راہ پر پانی طیار رکھنا مساجد کے واسطے کہ معمول ہنود ہے سب حرام ہوتیں اب ہم یہ بیان کرتے ہیں کہ درمیان سعی کرنا ہماری شریعت میں کیا حکم رکھتا ہے ہر چند ظاہر اس لفظ سے کہ فلا جناح علیہ ان یطوف بھما متبادر ہوتا ہے کہ یہ عمل ضروری نہیں ہے اور کرنا نہ کرنا اسکا برابر ہے لیکن لفظ شعائر اللہ صریح دلالت کرتا ہے کہ یہ عمل ضروری ہے اور شارع کے نزدیک مطلوب اسواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رفع توہم کے واسطے کہ اول نظر سے پیدا ہوتا ہے ارشاد فرمایا ان اللہ کتب علیکم السعی فاسعوا یعنی تحقیق اللہ تعالیٰ نے تمہارے اوپر سعی صفا اور مروہ کے مقرر فرض کی پس سعی کرو تم شافعیہ ظاہر لفظ کتب سے کہ قرآن شریف میں اکثر ایجاب کے واسطے ہے جیسے کتب علیکم القصاص فی القتلی وکتب علیکم الصیام وغیرہ متمسک کرکے فرضیت اس سعی کے قائل اور اُسکے ترک سے حج اور عمرہ کو باطل کرتے ہیں اور اُسکا تارک قربانی وغیرہ دینے سے ممکن نہیں گنتے جیسے کہ شان ارکان کی اور حنفیہ کہتے ہیں کہ یہ غیر آوے اور قرآن شریف میں جو لفظ کا طلب اس سعی پر دلالت کرتا ہے فقط لفظ شعائر اللہ سے اور شعائر اللہ کا فرض ہونا لازم نہیں ہے جیسے اذان اور جماعت اور نماز عیدین و قربانی وغیرہ پس احتیاط اسمیں ہے کہ اُسکا ترک عمل میں تجویز نکیا جائے لیکن اعتقاد میں فرضیت ہونے میں جرأت کرنی نچاہیئے اور اُنکے نزدیک یہی معنی واجب کے ہیں اور جس صورت میں کہ ترک ہو جاوے تو اُسکا تارک ذبح ہدی سے ممکن ہے اور امام مالک مؤطا میں اور بخاری و مسلم و دیگر اصحاب صحاح عروہ ابن الزبیر سے کہ خواہر زادہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہیں روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ام المومنین کی خدمت میں عرض کیا کہ اس آیت میں عمد فرمائو ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ فمن حج البیت او اعتمر فلا جناح علیہ ان یطوف بھما کہ اس آیت سے معلوم ہوا ہے کہ اگر کوئی شخص ان دونوں پہاڑوں کا طواف نکرے تو کچھ خوف نہیں حضرت ام المومنین نے فرمایا کہ بد کہا تو نے اے بھانجے اگر یہ معنی مراد الٰہی ہوتے تو یوں ارشاد ہوتا کہ فلا جناح علیہ ان لا یطوف بھما اور اب کہ نفی گناہ طواف سے فرمائی تو امکان عام شرعی ثابت ہوا کہ محمل ہو طواف مندوب اور اباحت کی ہے لیکن جب ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ فرمایا اور آنحضرت صلعم نے بھی مداومت طواف ان دونوں کوہ کی حج اور عمرہ میں کی تو معلوم ہوا کہ یہ طواف واجب ہے اور نفی گناہ طواف سے اسواسطے ہے کہ انصاری منات کو پوجتے تھے اور وہ ایک بت ہے کہ وہ مشلل پر کے مقابلہ موضع قدید کے اور اُس کی زیارت کے واسطے مدینہ سے احرام باندھتے تھے اور صفا اور مروہ پر جانے سے بسبب سانی اور نا ملہ کے احتراز کرتے تھے حق تعالیٰ نے اس شبہ کے دفع کے واسطے نفی گناہ فرمائی نہیں حقیقت میں جو اباحت کہ اس لفظ سے متبادر ہوتی ہے راجع بوجوان دونوں بتکے حالت طواف میں ہے نفس طواف کے ساتھ مثلاً اگر کسی کے کپڑے پر درہم فرعی سے کم نجاست پڑ جاوے اور فقیہ حنفی کہے کہ لا اجتناح علیک ان تصلی فیہ صلوۃ الظہر تو اس سے اباحت نماز نہیں سمجھی جاتی بلکہ مباح ہونا نجاست کا حالت نماز میں سمجھا جاتا ہے ہاں اگر ترک طواف کو صریح مباح کرتے تو البتہ یہ سمجھنا درست ہوتی آبن جریر قتادہ سے روایت کرتے ہیں کہ کان من سنۃ ابراھیم واسمعیل علیہما السلام الطواف بینھما یعنی طواف صفا و مروہ سنت ابراہیم و اسمعیل سے ہے اور حکم ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ جب اچھے لوگوں کو صفا اور مروہ کے درمیان طواف کرتے دیکھا فرمایا کہ یہ راث مادر حضرت اسمعیل کی ہے کہ تمہارے واسطے چھوڑی ہے اور خطیب ابن جبیر سے روایت کرتے ہیں کہ اقبل ابراھیم ومعہ ھاجر واسمعیل علیہم السلام فوضعھما عند البیت فقالت اللہ امرک بھذا قال نعم فطفق الصبی فنظرت فاذا اقرب الجبال الیہا الصفا فسعت فرقت علیہ فنظرت فلم تر شیئا فھبطت فاذا اقرب الجبال الیہا المروۃ فنظرت فلم تر شیئا ثم قفلت الی الصفا قال فھی الاول من سعی بین الصفا والمروۃ الی آخر القصۃ یعنی آئے حضرت ابراہیم مع ہاجرہ و اسمعیل کے اور رکھا اُنکو بیت اللہ کے پاس ہاجرہ نے کہا کہ خدا نے تجھ کو یہاں کہا کہ ہاں پھر پیاسا ہوا لڑکا پھر دیکھا کہ پہاڑی صفا کی بہت پاس

ہے۔ وڑ کر اُس پر چڑھ گئی اور دیکھا تو کچھ نظر نہ آیا پھر دیکھا کہ مروہ بہت پاس ہے اُس پر جا کر دیکھا تو کچھ نہ دیکھا پھر آئی صفا پر تو کہا حضرت نے کہ ہاجرہ نے سب سے پہلے صفا و مروہ میں سعی کی آبو داؤد و ترمذی بروایت حضرت عائشہ کے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انما جعل الطواف بالبیت والسعی بین الصفا والمروۃ ورمی الجمار لاقامۃ ذکر اللہ لا لغیرہ یعنی طواف کعبہ اور سعی درمیان صفا اور مروہ اور تہ پھونکا بھینکنا فقط ذکر اللہ قائم رکھنے کیواسطے مقرر کیا گیا ہے نہ اور بات کے لئے اور ابن ابی شیبہ حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی سے روایت کرتے ہیں کہ جو کوئی خانہ کعبہ کے حج کا قصد کرکے آوے تو چاہیئے کہ اول خانہ تنعیم آوے اور گرد اگرد ساتھ ضعیف آوے پھر مقام ابراہیم پاس آوے اور دو رکعت نماز طواف اُسکے پیچھے ادا کرے اور پھر صفا کی طرف متوجہ ہووے اور جسقدر بلندی دیوے اُسوقت متوجہ خانہ کی طرف کھڑا ہو کر سات دفعہ تکبیر کہے اور دونوں بحکیم کے درمیان حمد و ثنا خدا تعالیٰ اور درود پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر بھیجتا رہے اور پھر مروہ پر جا کر یہی عمل کرے اور نیز بروایت ابن عباس مروی ہے کہ سات جگہ ہاتھ اُٹھانا چاہیئے اول جب نماز کیواسطے کھڑا ہووے دوسرے جبکہ خانہ کعبہ کو دیکھے تیسرے صفا پر چوتھے مروہ پر پانچویں عرفات میں وقت وقوف چھٹے مزدلفہ میں وقت وقوف ساتویں وقت رمی الجمار کے اور ابو رزین بروایت ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں طواف صفا اور مروہ میں سنت یہ ہے کہ صفا سے نیچے اکثر نشیب سیل گاہ تک آہستہ آہستہ چلے اور یہاں سے جبتک کہ نیچے آوے دوڑ کر چلے اور پھر آہستہ آہستہ روانہ ہو یہانتک کہ مروہ پر پہونچ جاوے اور پھر مروہ سے صفا تک یہی عمل کرے اور بروایت ابن مسعود رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ جب حضرت موسیٰ علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام حج ادا کر چکے اسی مقام پر لبیک کرتے ہوئے دوڑے اور جناب الٰہی سے لبیک عبدی جواب سنا اور حضرت کی دعا اس مقام پر یہ تھی کہ رب اغفر وارحم انک انت الاعز الاکرم اور عبد اللہ ابن عمر اور اصحاب جوں سے اس مقام پر بڑی دعائیں منقول و ماثور ہیں اور اس جگہ ابن ہمام بیان کرتے ہیں کہ اس مقام پر خواہ مخواہ میں فقہا کیواسطے اعتراض عظیم ہے اور منشاء اعتراض کا یہ ہے کہ ۱۲۱۷ھ ہجری میں جب مہدی عباسی حج ادا کر چکے حکم فرمایا کہ جسجگہ آنحضرت صلعم سعی کیا کرتے تھے داخل مسجد حرام ہوا اور مہدی خانہ محمد بن عباد ابن جعفر کا کہ متصل مسجد حرام کے ہے سعی کیواسطے مقرر ہوا پس ظاہر بین فقہا کو اس سبب سے شبہ عظیم پیدا ہوا اور کہا کہ سعی درمیان صفا و مروہ کے امور تعبدیہ سے ہے کہ متعلق مکان معین سے ہے اور اُس کا عدول جائز نہیں ہے چنانچہ طواف خانہ کعبہ کا اور وقوف عرفات میں ہے اور چونکہ اس قسم کی عبادت غیر مکان معین میں معتبر نہیں پس اب سعی ان لوگوں کی ضائع جاتی ہے اسواسطے کہ سعی آنحضرتؐ کی معلوم نہیں اور وہ جگہ داخل مسجد ہوئی اور مسجد میں سعی ممکن نہیں ہے اسکا جواب اہل تقلید کے حق میں یہ ہے کہ اُسوقت امام مالکؒ امام ابو یوسف و امام محمد اور امام شافعی اور امام احمد موجود تھے اور اسی زمانہ کے قریب ترتیب مجتہاد کو پہونچے تھے اور کسی نے تحویل اور تبدیل سعی پر انکار نہ کیا پس اجماع متحقق ہو گیا اور اہل تحقیق کے حق میں یہ جواب ہے کہ مطلوب شارع کا صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا ہے اور اُسوقت راہ رسمت ان دونوں پہاڑوں میں مسلوک تھا اُسمیں سعی کرتے تھے من بعد راہ دوسرا اُن کے درمیان مسلوک ہوا تو یہ راہ قائم مقام راہ سابق کے ہو اچنانچہ جیسے مسجد میں اعتیاج کیوسطے زمین شارع عام داخل کرلیں تو وہ زمین حکم مسجد میں ہو جاتی ہے اور اُسمیں اعتکاف صحیح ہے اور علاوہ اسکے بعض محققین اہل تاریخ نے لکھا ہے کہ آنحضرت صلعم کے زمانہ میں سعی کی جگہ بہت فراخ تھی بعد زمانہ آنحضرت صلعم کے لوگوں نے اس فراخی میں مکانات بنالئے اور راہ بقدر سعی کے چھوڑ دی گھر محمد بن عباد بن جعفر کا بھی اسی قسم نواحداث سے تھا پس مہدی خانہ کو بھی زمین مسجد الحرام میں داخل کر لی اور کچھ سعی کیواسطے چھوڑ دی پس تبدیل کلی سعی کی جگہ میں واقع نہوئی یہ حال صفا اور مروہ کا ہوا اور جگہ یاد آنے عنایت الٰہی کی ہے کہ حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمٰعیل پر اُنکے صبر کے باعث واقع ہوئی اور اگر یہودی اور نصاریٰ دیدہ و دانستہ تمہارے بے سبب تبدیل کے پہنچنے کے طعن کریں اور کہیں کہ تم بھی بشل بت پرستوں کے بتوں کے مکانات کی تعظیم کرتے ہو اور مانند اہل جاہلیت کے عمل کرتے ہو پس اُنکے اس طعن سے دل تنگ مت ہو اسواسطے کہ وہ جانتے ہیں کہ صفا و مروہ کے درمیان سعی زمانہ حضرت ہاجرہ سے پے در پے ہوتی ہے اور اُس زمانہ میں بتوں کا نام و نشان بھی نہ تھا لیکن وہ تمہارے طعن کرنے کیواسطے اپنی ان حلوات کو چھپاتے ہیں لیکن لمحجت اتنا نہیں سمجھتے کہ اس حق پوشی میں خود ملعون ہوتے ہیں اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ تحقیق جو لوگ چھپاتے ہیں مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ اُس چیز کو کہ جسنے علامات کے واسطے نازل کیا ہے اور شعائر اللہ کیا ہے وَالْھُدٰی اور اُس چیز کو کہ عقل کو معرفت شعائر اللہ کی طرف رہنما کرتی ہے مِنْ بَعْدِ مَا بَیَّنّٰهُ بعد اُسکے کہ بیان کر دیا ہے اُسکو خوب واضح کر دیا ہے اور کوئی وجہ بیشتر بہت درمیان شعائر اللہ اور معابد کفار کے نہیں اور یہ واضح کرنا منحصر میں اہل مطالعہ اور تدقیق پر بھی نہیں ہے بلکہ عام ہے للنّاس سب لوگوں کے واسطے خواہ ذکی ہو اور خواہ بلید اور خواہ طالب علم و یا جاہل شغل اور مشغل خبر لعلد کے بھی نہیں کیا ہے کہ کیسکو یہ نہ پہنچے بلکہ اُسکو داخل کیا ہے فی الکتاب یعنی کتاب میں کہ متواتر ہے اور پر شنبد رہنا متواتر کا ممکن نہیں ہے لیکن یہ لوگ بسبب کمال دشمنی کے متواتر کے پر شنید کر نہیں بھی کوشش کرتے ہیں بلاشبہ اُولٰٓئِكَ یَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ اُن لوگوں پر اللہ تعالیٰ لعنت کرتا ہے اسواسطے کہ بقابلہ اللہ تعالیٰ ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہدایت اور رفع جہل چاہتا ہے اور یہ گمراہی اور بقائے جہل چاہتے ہیں وَیَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ اور نیز لعنت کرتے ہیں اُنپر لعنت کرنیوالے ملائکہ اور ارواح انبیاء و صلحا اسواسطے لعنت کرتے ہیں کہ اُن لوگوں کی کوششوں کو برباد کیا اسلئے کہ وہ عدت دار کتب الٰہی کے لانے اور خلق خدا کو ہدایت کرنے اور احکام الٰہی کے پہونچانے میں مصروف ہے ہیں اور یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اُنکی کوششوں کو ضائع کریں اور فاسق اور فاجر جن و انسان اور کفار اسواسطے لعنت کرتے ہیں کہ ہر ایک ان میں سے اپنی غرض کے وقت کہتا ہے کہ جو چھپانے والے پر لعنت ہو جسپر اور یہ لعنت اُن پر پڑتی ہے بلکہ اس معنی سے وہ لوگ خود اپنے اوپر لعنت کرتے ہیں اور حیوانات اور جمادات اس سبب سے کہ بسبب مست حق پوشی کے عالم میں ویرانی ہوتی ہے اور قحط پڑتا ہے

اور بلائیں نازل ہوتی ہیں اور روح ملکوتی ہر تر و خشک کی فریاد اور زاری کرتی ہے اور اُن لوگوں پر کہ جنکے باعث یہ بلائیں گرفتار ہوئی ہیں لعنت کرتی ہیں ہر چند ورود اس آیت کا خطاب یہود اور نصاریٰ کے حق میں ہے کہ مسلمانوں پر طعن کرنیکے واسطے عظمت خانہ کعبہ اور صفا و مروہ کی چھپاتے تھے لیکن مضمون عام ہے ہر ایک اُس شخص کے حق میں کہ دیدہ و دانستہ امر واقعی کو مخالف کے وقت ظاہر نکرے جیسے کافر معاند کہ دلائل ایمان بدل جانتا ہے اور زبان پر نہیں لاتا یا وہ گواہی جسکے تصفیہ سے خبردار ہے اور اپنی گواہی چھپاتا ہے تاکہ کسی کا حق جاتا ہے اور وہ عالم کہ دیدہ و دانستہ از راہ تعصب حق کو چھپاوے اور امرائے ظالم کہ اُنکے نزدیک کسیکا حق ثابت ہوا اور طمع اور پاسداری کے سبب حکم نکریں اور اُسکا نام مصلحت ملکی رکھتے ہیں اور قاضی رشوت لینے والے کہ حق کو باطل اور باطل کو حق کرتے ہیں اور مشیر بے امانت کو مصالحت معلومہ ملاک و دین کو چھپاتے ہیں اور ابن ماجہ اور ابو حمزہ ثمالی بروایت ابن عازب بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک روز ہمراہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شامل جنازہ تھے آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ کافر کی دونوں تشیوں کے درمیان قبر میں ایسے گرز مارتے ہیں کہ اُس کی آواز ہر جانور سنتا ہے اور اُس کافر پر لعنت کرتا ہے اور یہی معنی اس آیت کے ہیں ویلعنھم اللاعنون اور بیہقی اس آیت کی تفسیر عبداللہ ابن مسعود سے روایت کرتے ہیں کہ جب دو آدمی باہم تلاعن کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو لعنت کرتا ہے اُس لعنت کو فرشتے آسمان پر لیجاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے اُسکے ڈالنے کی اجازت چاہتے ہیں اگر وہ شخص قابل لعنت ہو تو اُسی پر ڈالتے ہیں اور اگر وہ شخص قابل لعنت نہیں ہے تو لعنت والے پر اور اگر وہ بھی اُسکے قابل نہیں ہے تو یہودیوں پر اور ستحقین لعنت پر **بیت** جیسے کوئی دوست پر پھینکے ہے تیر سینۂ دشمن پہ ناکہ جان کے ۔ اور ترمذی اور ابن ماجہ اور اوزاعی معتبرات حدیث میں بروایت ابوہریرہؓ اور ابن عمرؓ اور ابن مسعودؓ و ابی سعید خدری اور اور صحابہ کے ثابت ہوا ہے کہ جس کسیکو اللہ تعالیٰ نے علم دیا ہو اور کوئی اُس سے پوچھے اور یہ شخص اُس علم کو پوشیدہ رکھے اور بخیل اللہ تعالیٰ قیامت کے دن آگ کا لگام اُسکے مونہہ میں ڈالیگا اور روایت ابن ماجہ میں ابوسعید سے یہ قید بھی وارد ہوئی ہے کہ من کتم علما ینفع الناس فی امر الدین یعنی جو شخص چھپاوے اُس علم کو کہ امر دین میں مفید ہو اور اس حدیث اور بلکہ اس آیت سے استنباط کیا ہے کہ تعلیم علوم دینی پر مزدوری اور اجرت لینا حرام ہے اسواسطے کہ اس حدیث اور آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ تعلیم علم دین کی فرض ہے اور فرض کے ادا کرنے پر اجرت لینی درست نہیں ہے جیسے نماز روزہ اور حج یہ بھی سمجھا جاتا ہے کہ خبر واحد واجب القبول اور عمل ہے اسواسطے کہ فرض کا اظہار کرنا عمل کے فرض کرنیکے واسطے ہے مال وہ علوم کہ اُن سے تعلق نہیں اور تکالیف شرعیہ کے ادا کرنیمیں اُنکے محتاج نہیں ہیں جیسے طب ہندسہ اور اکثر فنون ریاضی و طبعی اور علم تواریخ و نظم و نثر و انشا اُن کی تعلیم پر اجرت لینا جائز ہے لیکن اس جگہ یہ ایک بار یکی سمجھنے کے لائق ہے کہ اجرت نفس تعلیم پر حرام ہے لیکن کسی کے گھر پر قطع مسافت کر کے تعلیم کیواسطے جانا یا اطفال کو تعلیم کے واسطے اپنے شام تک قید میں رکھنا ایک عمل ہے سوائے تعلیم کے اور اس عمل کے مقابلہ میں بلاشبہ اُجرت لینی حلال ہے اور ایسے ہی تعلیم کیواسطے مدرسہ میں بیٹھے رہنا کسی مدت تک مقابلہ اجرت کے ہو سکتا ہے اور ابن ماجہ بروایت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہترین آخر اس امت کے اول اس امت پر لعنت کرنا شروع کریں (چنانچہ اس زمانہ میں فرقہ روافض میں یہ عمل مروج ہوا ہے) پس جو کوئی ایک حدیث چھپاویگا تو اُس نے گویا تمام کتب منزل آسمانی کو پوشیدہ کیا اور طبرانی اوسط میں بروایت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ جہال اُس شخص کی کہ علم سیکھتا ہے اور پھر اُسکو ظاہر نہیں کرتا امد پوشیدہ رکھتا ہے مثل اُس آدمی کے کہ خزانہ بے شمار جمع کیا اور خرچ نہیں کرتا ہے اور بخاری اور ابن ماجہ میں بروایت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ اگر ایک آیت کلام امد میں نہ ہوتی تو میں کسیکو حدیث روایت نہ کرتا اور یہ آیت ان الذین یکتمون سے لا عنون تک پڑھی لیکن یہ غضب اور لعنت خاص اُس آدمی پر ہے کہ آخر عمر تک حق پوشی میں اصرار کرے ورنہ اس وعید سے خارج ہے **الا الذین تابوا** اگر جن لوگوں نے حق پوشی سے توبہ کی اور توبہ صحیح یہ ہے کہ ندامت اُس کام پر فقط خوف خدا اور ترس عذاب سے دل میں پیدا ہو نہ مثل اُسکے کہ کسی کی امانت کا منکر ہوا اور جب لوگوں نے ملامت کی تو اظہار کیا یا جس کسی کے گواہی رد کر دی اور اُنہے پھر بسبب عار کے اظہار واقع کیا گو یہ بات توبہ سے نہیں ہے اور فقط توبہ پر بھی اکتفا نکیا بلکہ اُس فساد کے تدارک میں کہ حق پوشی کے باعث ہوا ہے کوشش کی **وَاَصْلَحُوْا** یعنی اصلاح کی اُس چیز کی کہ بسبب حق پوشی کے فاسد کی تھی جیسے کہ عقائد اور اعمال اور اموال لوگوں کے تلف ہو گئے **وَبَیَّنُوْا** اور حق معلوم کا بیان کرنا شروع کیا **فَاُولٰٓئِكَ** پس یہ گروہ ہر چند بسبب حق پوشی کے شامت نفس اور گمراہی میں گرفتار ہو گئے تھے لیکن جب اُنہوں نے اپنی طرف سے اظہار حق میں کوشش کی **اَتُوْبُ عَلَيْهِمْ** اُنپر رجوع برحمت کرتے ہیں ہم اور اُنکی توبہ کو ہم قبول کر لیتے ہیں اور اُن کو لعنت سے کہ اُسکے مستحق تھے باہر نکال لیتے ہیں **وَاَنَا التَّوَّابُ** اور میں بار بار توبہ قبول کرنیوالا ہوں بلکہ لعنت کے عوض ثواب اور تفضل عطا کرتا ہوں اسواسطے کہ میں **الرَّحِيْمُ** اپنے بندوں پر بہت مہربانی کرنیوالا ہوں **اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا** تحقیق جو لوگ کہ بسبب حق پوشی کے کافر ہو گئے اور باوجود بیان حق کے یہود پنجمے کفر سے باہر نہ آئے **وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ** اور حالت کفر ہی میں مر گئے **اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ** اس گروہ پر لعنت خدا کی ہے اسواسطے کہ حق پوشوں کے تابعدار رہے **وَالْمَلٰٓئِكَةِ** اور بیان حق پوشی کیا اور ایسے ہی ان پر لعنت ہے **وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ** فرشتوں اور سب لوگوں کی یہاں تک کہ خود کی بھی اسواسطے کہ بعض وقت اپنے پر آپ لعنت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جو کوئی دیدہ و دانستہ حق کا انکار کرے اُسپر لعنت ہے اور یہ لعنت اُن سے منقطع نہ ہوگی جیسے کہ توبہ کرنیوالوں سے ہو گئی تھی اسواسطے کہ بعد مرگ کے توبہ نہ رہا اور اُنہوں نے قبل موت توبہ نہ کی پس وہ **خٰلِدِيْنَ فِيْهَا** ہمیشہ لعنت میں رہیں گے اور قطع نظر اثر لعنت کے اُنکے حق میں کمی بھی نہیں ہوگی **لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ** تخفیف عذاب اُن پر سے نہ ہوگی بلکہ ہمیشہ تکلیف

زیادہ ہوگی بسبب تبدیل چمڑے بدن کے وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ اور انکو مہلت بھی نہ دیجا ویگی تاکہ کچھ دیر آرام کرلیں اور قوت تازہ عذاب سہنے کیواسطے ہوجاوے اسواسطے کہ تخفیف اور مہلت بھی ایک طرح کا لعنت سے نکالنا ہی اور یہ انکے حق میں محال ہی اور جب کہ حال اُن لوگوں کا حق پوشی دوسروں میں کفار اور گمراہی پر اصرار کرچکے ہوگے ایسا ہو تو حال اُن لوگوں کا حق پوشی میں اصرار کرتے ہیں اور توبہ نہیں کرتے خیال کرنا چاہیئے کہ کیا کچھ ہوگا اور یہ آیت اسپر دلالت کرتی ہے کہ جو کافر کفر پر مرجاوے تو اسپر لعنت کرنی جائز ہے اگر چہ موت کے بعث حد تکلیف سے نکل گیا ہی جیسے کہ کافر دیوانہ ہوجاوے اور جنون کے سبب تکلیف ساقط ہوجاوے اور یہی حال اہل ایمان کا ہی حال استغفار اور ترحم میں بعد موت اور جنون کے اسواسطے کہ تکلیف کا زائل ہوجانا ایسے امور یعنے رحمت اور استغفار کو متغیر نہیں کرتا اور نیز اس آیت سے یہ بھی مفہوم ہوتا ہی کہ جبتک کسی کا مرنا حالت کفر میں یقین معلوم نہو تو اسپر لعنت جائز نہیں ہے اسواسطے کہ جب شرط جاتی رہی تو مشروط بھی فوت ہوا اور کافروں پر لعنت ہمیشہ کیونکر نہ ہے کہ وہ وقت مرنے تک کفر پر اصرار کرتے رہے ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ اسمعبود حقیقی تمہارا ایک ہے پس جو کوئی اُسکی رحمت سے دور ہوا اور غیر کی عبادت اختیار کی اُسکی رحمت سے دور ہوا اور تمام خاص بندوں اور فرشتوں کی لعنت اور سرزنش پائی مال اگر فی الواقع تمہارے کئی معبود ہوتے تو محتمل تھا کہ جب ایک بسبب قصور اور نافرمانبرداری کے اپنے دربار سے نکالدیا تو دوسرا اُسپر رحمت کرتا اور لعنت سے نکال لیتا جیسے کہ کوئی رعیت و بادشاہ ہونے میں اس قسم کے احتمال ممکن ہیں اور واقع ہوتے ہیں اسواسطے کہ بادشاہ اور استاد اور پیر ہونا خالقیت میں کئی جگہ پائے جاتے ہیں اور ایک پر حصر نہیں اور اسجگہ یعنے منصب خدائی اور معبودی میں یہ احتمال ممکن نہیں اسواسطے کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ کوئی معبود حقیقی سوا اُسکے نہیں ہی اور چنانچہ معبودیت اُس میں ہی ایسے ہی وہ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ صاحب رحمت عامہ ہے کہ ہر ایک کو منافع اُسکی معاش کے وجود سے صفات اور آثار تک بخشتے ہیں اور ایسے ہی وہ الرَّحِيْمُ صاحب رحمت خاصہ ہے کہ اپنی بعض مخلوق کو فضل سے راہ ہدایت و کہلاتا ہی اور پھر عمل کرنیکی توفیق بخشتا ہے اور آخرت کے ثواب کا مستحق کرتا ہے پس جس کسیئے اُسکا کفر کیا اور سرفرمانبرداری سے پھیرا تو اُس نے رحمت اپنی دور ڈالا اور چونکہ اور کوئی رحمٰن اور رحیم نہیں ہی تو ضرور خدا کی رحمت یعنی لعنت میں گرفتار ہوا اور رحمت اُس رحیم جسیم سے مایوس ہوا پس توقع تخفیف عذاب اور امید مہلت فرصت کی کہو نکر ہوسکتی ہی نزول آثار رحمت ہیں اور اس نے دروازہ رحمت کو کہ سوائے اُسکے اور نہیں ہے اپنے پر بند کرلیا اور اگر کافر کہیں کہ معبودیت و رحمانیت و رحمت ایکذات واحد میں منحصر ہونا فقط دعوی بیدلیل تمہارا ہی اسکی دلیل کیا ہی جو ہمارے تئیں لعنت ابدی میں سمجھتے ہو ہرگز ہمارے ذہن میں نہیں آتا کہ ایکذات واحد بقدر نعمت بیانتہا کے افاضہ کی گنجایش رکھے چنانچہ ابن جریر اور ابن المنذر اور ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ روایت کرتے ہیں کہ جب یہ آیت والٰهكم الٰه واحد مدینہ میں نازل ہوئی کافران مکہ نے تعجب کیا اور کہا کیف یسع الناس الٰه واحد وان محمدا یقول الٰهكم الٰه واحد فلیاتنا بایة ان کان من الصادقین یعنی آدمی کیونکر سکتے ہیں کہ الٰہ واحد ہے اور تحقیق محمد صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ الٰہ واحد ہے پس کوئی دلیل بیان کریں اگر وہ صادقین سے ہیں ہم جواب دیتے ہیں کہ دلائل ارض و سے کے بہت ہیں نیز علویات اور سفلیات یعنی اور عوارض ان دونوں سے اور نیز متوسطات سے اسواسطے کہ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ یعنی تحقیق آسمان ہفتگانہ کی پیدائش میں کہ حرکات مختلفہ ساتوں کی نئی نئی شان اور رنگ میں اور انکا وقوف اور رجوع و استقامت کرنا اور وہ حرکتیں گاہ بے گاہ بروج بروج اور گاہ بگاہ غیر بروج پر سیر دلالت کرتی ہیں اور ہر ایک آسمان پائے ہفتگانہ سے حال عجیب و رگوناگون رکھتا ہے کہ واقفان اہل ہیئت کو دریافت کیا ہی اور پیغمبر نے بھی بیان فرمایا ہی مثلاً ہر آسمان علیحدہ علیحدہ فرشتوں کا مسکن ہے اور ہر آسمان میں کارخانہ قضا و قدر رنگ بگیر رکھتا ہی اور ہر ایک کے ساتھ ارواح انبیا اور اولیا کو خصوصیت ہے اور عابدوں کی عبادت اور عاکر نیوالوں کی دعا ہر آسمان سے گذرتی ہی اور قوت دیگر پیدا کرتی ہی اور ہر ایک آسمان پر ظہور شان الٰہی اور تجلی ذات پاک کی برنگ دیگر ہے اور ہر آسمان رنگ رنگ کی قندیلیں یعنے ستارے متعلق ہیں اور روشنی ان ساتوں کی ہر آسمان میں نئی نئی طرح کی ہی اور حرکت ہر آسمان کی علیحدہ علیحدہ ہے مثلاً حرکت آسمان آفتاب تین سو پینسٹھ دن میں اور حرکت آسمان ماہتاب اٹھائیس روز میں اور آسمان عطارد اور آسمان زہرہ مثل حرکتوں آسمان کے مدور تمام کرتے ہیں اور آسمان زحل تیس برس میں اور آسمان مشتری بارہ سال میں اور آسمان مریخ دو سال میں اور آسمان ثوابت چھتیس ہزار سال یا پچیس ہزار سال میں دور تمام کرتے ہیں اور آسمان محیط ایک شب و روز میں اور ایسی ہی حرکتیں ہیں جب شرق یا غرب کی طرف متوجہ ہوتی ہیں و یا شمال یا جنوب کو میل کرتی ہیں ایسے ہی ہر ستارہ طرح طرح کی مقدار رکھتے ہیں کوئی چھوٹا کوئی بڑا اور طرح طرح کے رنگ رکھتے ہیں مثلاً زہرہ سفید ہی اور زحل سیاہ ہی اور مشتری چمکدار اور مریخ سرخی اور ممتاز کی اور عطارد زردی رکھتا ہی اور ایسے ہی ترکیب اطلاک اور ربط ایک کی حرکت کا دوسری کے ساتھ اور ستاروں کی مختلف اوضاع کہ مستلزم حدوث اتصالات کی ہیں اور تاثیرات گوناگون عالم سفلی میں اُن سے ظاہر ہوتی ہیں یہ تمام مواقع حکمت اور درج صواب ہیں وَالْاَرْضَ یعنی پیدائش زمین میں کہ شکل مدور اور موضع وسط عالم میں ایک چیز ایسے طور پر رکھی ہی کہ جب آفتاب اُسپر واقع ہوتا ہی سب کنارہ جسیم مخروطی ظلی کے مقابلہ آفتاب میں ظاہر ہوجاتی ہی اور ہر رنگ آفتاب کے حرکت کرتی ہی اور نور روشنی عالم میں تحقیق ہوتی ہی یہانتک کہ مہتاب جسوقت اُس مخروط ظلی میں آتا ہی خسوف یعنی چاند گرہن ہوجاتا ہی اور نیز زمین کو کرہ پانی سے خالی کیا ہی کہ جگہ استقرار جانور و درخت بخوبی ہوجاوے اور موضع تقطعات زمین کی آسمان سے مختلف بنائی تاکہ گذرنا آسمان اور ستاروں کا مکانوں شہروں سے مختلف ہو اور اس اختلاف کے باعث فصلیں مختلف اور مزاج گوناگون اور اخلاق رنگا رنگ پیدا ہوتے ہیں اور اقالیم کے اختلاف سے روشنی مختلف ہوتی ہی اور باوجود اسکے زمین جگہ گنجے شجار اور نباتات اور انواع و غلات دیوے وہم اسکے بنائی ہی کہ جگہ درخت بسبب کثرت کے

بصورت جنگل ہوگئے اور کسی جگہ دریا اور نہر جاری ہے کہیں کان سونے چاندی پیسے سوتی وغیرہ کی ہے گویا خزانہ جواہرات ہے اور کہیں چشمہ نکلا ہوا کہیں پہاڑ دونے سر پر آسمان بلند کیا کہیں غاروں اور شیب نے رگ ریشہ تحت الثریٰ تک پہونچایا اور زمین باوجود ان عجائبات کے پوہہ علم اُٹھائے ہوئے ہے اور طرح طرح کی جفا مخلوقات سے قبول کئے ہوئے شاہ و گدا کو روٹی دیتی ہے اور کسی پر احسان نہیں کہتی نیز اوہ پیدائش آدم ہے اور نیز جائے معاش اور نیز جائے سجدہ و عبادت کوئی ٹکڑا بیت اللہ منسوب کوئی ٹکڑا مدفن جسم مبارک محبوب انوار آسمانی ان ٹکڑوں نورانی کے مقابلہ میں نسبت و نابود ہیں اور معابد ملائکہ آسمان میں اس آشیانہ منور کا رشک دل میں کہتے ہیں وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ اور اختلاف شب و روز میں کہ عوارض علویات اور سفلیات سے ہیں جب شعاع آفتاب آسمانی بصورت محرومی ہو اور اسکا سر مرکز آفتاب میں چپاں ہو اور بقاعدہ اسکا کسی افق زمین پر منطبق ہو تو بحقیقت روز ہے اور جب بالعکس تو تاریک ہیں کہ قاعدہ اسکا کسی افق پر منطبق اور سر اسکا نقطہ مقابل آفتاب میں چسپاں ہو تو بحقیقت شب ہے اور ان دونوں میں باہم کمال تزلم اور اختلاف ہے یہ تاریک وہ نورانی یہ سرد وہ گرم یہ سیاہ وہ سفید یہ سیمت دیگر اوہ بجانب دیگر اور یہ اور ملک ہیں اور وہ ملک دیگر میں یہ وقت آرام و خواب وہ وقت تلاش اور کسب اسباب یہ وقت خلوت اور وہ وقت جلوت یہ وقت پوشیدگی وہ وقت ظہور اگر ہر شب کو دوسری شب اور ہر روز کو دوسرے روز سے ایسے ہی تمام سال کے شب و روز کو قیاس کریں تو اسقدر اختلاف نمودار ہوں کہ انکا بھید معلوم نہو اور رنگ و رازی حد ایک دوسرے کی ہے مصرع سہ رات میں جو گھٹے وہ دن میں بڑھ جائے ۔ مجموعہ شب و روز کا چوبیس ساعت ہے پہر ہا شب بڑی رہتی ہے اور دن چھوٹا اور جب مہینے برعکس اور جہاں کہیں کہ قطب بہت بلند ہے پر ہوتا ہے بعض اوقات تمام دورہ روز کا رہتا ہے بلکہ بعضی جا کہ قطب فلک محیط مقابل سر کے ہوتا ہے شش ماہ روز اور شش ماہ شب ہی ہوتی ہے اور رات دن میں روز شادی اور روز غم اور شب نولد و شب وفات اور روز جنگ لڑائی اور روز عرض و محفل آرائی اور روز بیماری و روز شفا اور شب رنج و شب راحت اور شب اطلس و فاقہ اور شب ولادت و دشمنی اور شب عابدان و شب دزدان باہم کسقدر اختلاف ہے حالانکہ دونوں بحرکت آفتاب مربوط ہیں اور بندوبست معاش حیوان و انسان بلکہ نباتات باتفاق دونوں کے باوجود یکہ متضاد ہیں کارخانہ عجائبات ہے اور نیز اول شب غلبہ خواب کا نمونہ موت نفخہ اولیٰ کا ہے اور وقت طلوع فجر کے بیدار ہونا نمونہ حیات بعد الموت کا نفخہ دوم کی اور رات کی تاریکی کا بسبب ظہور فجر مستطیل کے جاتا رہنا نوادرات سے ہے گویا ایک جدول پانی صاف سے دریائے پُر کرامت میں آں ہے اور اسمیں ہرگز ملتی نہیں وَالْفُلْكِ اور کشتیوں کا جاری ہونا اور صنعت اور ترکیب نقطہ جناب الٰہی ۔ یہ حضرت نوح علیہ السلام پر القا ہوئی تھی کہ اسکے سبب غرق طوفان سے امن میں رہے بعد ازاں لوگوں میں جاری اور رائج ہوئی بخلاف صنعتوں اور امور ترکیبوں کے جیسے عمارات اور ہل وغیرہ کہ انسان نے اپنی فکر سے کی ہیں اور نیز کشتی کا پانی پر جاری ہونا فقط بقدرت الٰہی ہے اسواسطے کہ اول موقوف پانی کے رقیق ہونے پر ہے اور اسی واسطے دریائے شمالی میں کہ بسبب یادنی برودی کے اکثر سال جما رہتا ہے جاری نہیں ہو سکتی دوسرے موقوف ہلکا اور ربک ہونے مادہ کشتی پر ہے کہ بسبب تحلل اور کثرت مسام کشادہ کے طرف جسم خفیف اور ہلکا رہتا ہے وگرنہ بقدر ایک غلوس کے لوہا یا تانبا پانی پر نہیں ٹھہر سکتا اور ہزار ہا من لوہا اور تانبا کشتی پر لاد کر ایک ملک سے دوسرے ملک کو لیجاتے ہیں تیسرے ہوا کا ارسال کرنا کشتی کے رواں ہونے میں مددگار ہوا اور بقدر اعتدال چلے تا کہ صدموں سے بچ و تاب بہنور اور تلاطم امواج سے سالم رہے منصوصًا الَّتِي وہ کشتی کہ تَجْرِي دریائے شور میں جاری ہوتی ہے کہ کنارہ زمین پیدا نہیں اور زمین ہرگز نظر نہیں آتی ہے اور علامات پہاڑ و میدان اور راہ و طریق معرفت کے گم اور راہ فریادرسی کا مطلقًا بند اور آفتاب پانی ہی سے طلوع کرتا ہے اور پانی ہی میں غروب ہوتا ہے اور سوا آفتاب ستاروں پر پانی کے کوئی چیز نمود انہیں ہے اگر جناب الٰہی سے ان کشتیوں کے سوار ہونیوالوں کو تقویت نہو تو ان مصیبتوں پر کینہ کر صبر کر سکتے ہیں اور پھر یہ بھی تدبیر الٰہی ہے کہ ہر ملک اور ہر ولایت کو عجیب اجناس و تحایف سے مخصوص کیا کہیں پیسہ اور سیمہ نایاب اور کہیں گیہوں سے بسیار اور خورا کہیں کم اور کہیں غلہ اور میوہ بافراط اور کہیں پیہ تفریط اور کہیں کوئی شئے ہے اور کہیں کوئی اگر یہ خصوصیات نہ ہوتیں تو کون اپنے تئیں اس سفر خطرناک اور دریائے ہولناک میں ڈالتا پھر آدمیوں میں خواہش نقل کرنے اسباب ایک مکان کا دوسرے میں ڈالدی اور شوق نفع تجارت دلوں میں مضبوط کر دیا تا کہ اس خیال سے سختیوں میں مصر فتہ ہوں اور بعضوں کو شوق حج و زیارت انبیاء و اولیاء نے بقدر بے تاب کیا کہ وہ بھی ایسی مصیبتوں کو خیال میں نہیں لاتے تجر لغت عرب میں دریائے شور کا نام ہے دریائے شیریں کو بحر نہیں کہتے مگر کبھی بطریق استعارہ اور مجاز کے اور اصل دریائے شور کا محیط جوانب محیط معمورہ زمین اسکے قابل نہیں ہے کہ کشتیاں جاری ہوں اور آمد و رفت بخوبی ہو اسواسطے کہ جزائر اور کنارے آباد نہیں ہیں لیکن چند ٹکڑے اس محیط سے وسط معمورہ زمین میں آگئے ہیں اور بسبب نقل کرنے اسباب کے ایک ملک سے دوسرے میں ہوئے ہیں اور ان میں کشتیوں کا جاری ہونا مروج ہے اس میں سے جو ٹکڑا جانب جنوب سے آگیا ہے اور محیط شرقی کے متصل ہے اور محیط غربی سے منقطع چار شاخیں ہیں جب ان چاروں کا جانب غرب سے شمار کریں تو اول خلیج بربری ہے اسواسطے کہ حدود بربر میں ہو کر ملک حبشیوں میں گذرتی ہے اور طول اس خلیج کا جنوب سے شمال تک اکیسویں ڈھائی درجہ ہے اور عرض پینتیس درجہ ہے اور ضلع غربی پر جنگی کافروں کے شہر ہیں دوسری خلیج عمر کہ اسکا طول جنوب سے شمال تک چار سو ساٹھ فرسنگ ہے اور عرض سلطھ فرسنگ اور جس جگہ سے کہ یہ خلیج تمام ہوئی ہے فسطاط دار الخلافہ مصر تین دن کی راہ ہے اور یہ شہر دریائے نیل کے شرقی کنارے پر واقع ہے اور اس خلیج کے غربی ضلع پر بربر کے اور حبشیوں کے شہر واقع ہیں اور اسکے شرقی ضلع پر اہل حجاز کے کنارے اور بندر ہیں ان میں سے ایک فرضہ بندر مدینہ منورہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور اس میں قافلے اہل مصر و حبشیوں کے ملک حجاز میں آتے ہیں اور ایک ان میں سے جدہ کہ بندر مکہ معظمہ کا ہے سو اہل اہل یمن اسی خلیج پر ہیں اور کنارہ شرقیہ پر شہر عون آباد ہے تیسرے خلیج فارس اسکا طول بھی جنوب سے

شمال تک چار سو ساٹھ فرسنگ ہی اور عرض ایک سو اسی فرسنگ ہے اور اسکے مغربی کنارے پر ملک عمان ہی اور اسی واسطے اس خلیج کو بحر عمان بھی کہتے ہیں اور تمام ولایت عرب حجاز و یمن و سیان ضلع جنوبی اس خلیج اور شرقی احمر کے واقع ہی اور اسی واسطے اس ولایت کو جزیرہ عرب کہتے ہیں اور مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ اسی ولایت میں ہیں اور اس خلیج کے شرقی کنارہ پر شہر فارس ہیں چوتھی خلیج خضر ہے اور یہ خلیج جنوب سے شمال کو آئی ہی اور بصورت مثلث ہی اسکا ضلع شرقی متصل بحیط شرقی ہی اور ضلع غربی پانسو فرسنگ ہی اور اسکے کنارے پر ولایت چین آباد ہے اور اسی واسطے اسکو بحر چین بھی کہتے ہیں اور گوشہ غربی اس بحر کا گوشہ شرقیہ بحر فارس تک مسمی بہ بحر ہند ہے اسواسطے کہ ولایت دکن و گجرات و کچھ اسکے کناروں پر واقع ہی اور جو کہ اکثر جانب غرب سے شرق کو آتا ہے ایک بڑی خلیج ہی کہ اکثر شہروں مغرب پر گزرتا ہی اور شہر ہرمز شام تک پہونچتا ہے اور یہ تمام شہر اسکے ضلع جنوبی پر ہیں لیکن ضلع شمالی شہروں اندس و مصقالیہ پر گزرتا ہے انمیں سے ایک شاخ نکلکر ملک شمالی صقالیہ میں گزرتی ہی اور طول اس خلیج کا ایک سو فرسنگ ہی اور عرض تراسی فرسنگ اور پھر اس طرف سے نکلکر یمت مشرق جاتا ہی اور اکثر کوہستان غیر مسلوک اور زمین غیر مسکون میں بہتا ہی اب سے اسکی انتہا معلوم نہیں کہ کہاں ہی یہ حال بحار متصلہ بحیط کا ہی لیکن جو کہ متصل بحیط نہیں ہیں جیسے بحر طبرستان اور جیلان اور باب الابواب اور خزار یا ورمن ہیں اسواسطے کہ یہ ولایت سب انکے کنارہ پر ہیں اور یہ بحر مستطیل الشکل ہے مشرق سے مغرب تک دو سو پچاس فرسنگ سے زیادہ ہی اور شمال سے جنوب تک قریب دو سو فرسنگ کے ہی اور سب اس بحر کو بحار متصلہ بحیط سے جمع کریں تو سات بحر عظیم سوائے بحیط اور ربع مسکون سے اور لفظ سبحۃ ابحر کہ قرآن مجید میں وارد ہی اسکی طرف اشارہ ہو سکتا ہی اور ان بحار سے ملک عظیم سے نجات بندہ بکشتی کا الہام غیبی سے مشہور معلوم ہوئی ہی ہو سکتی ہی اور اس تدبیر میں فقط بحروں پر ملاک سے نجات ہی مرعی نہیں ہی بلکہ ایسے دریاؤں میں کشتیاں جاری ہوتی ہیں بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ اُس چیز کیواسطے کہ آدمیکو نفع پہونچاوے جیسے ایک ملک سے دوسرے ملک کو عبور کرنا اور اسباب اموال تجارت کا لانا اور لیجانا اور بوجہ و بار عمارت وغیرہ اور مسافت طویلہ کا مدت قلیلہ میں قطع ہونا اور سواری جانوروں کی کہ انکا باندھنا کھولنا اور فکر گہاس دانہ علاوت زندگی کو خصوصاً بوقت پہونچنے منزل بعیدہ کے مرہا کر دیتا ہی نیز سواران کشتی کو بسبب تجارت یا مقصد پر پہونچنے سے نفع ہی اور نیز ان آدمیکو جنکے ملک میں یہ کشتی ٹھہرتی ہے بسبب پانے اشیاء مرغوب نایاب کے نفع ہے اور اسیواسطے بما ینفع الناس فرمایا اور تخصیص سواران کشتی کی نکی اور اس لفظ سے دلیل جواز سواری کشتی و جہاز اور تجارت کے فائدہ لینے کی ہی وَمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ اور وہ چیز کہ نازل کی آسمان سے پانی کہ اصلاً حیاً قرار اور معدن پانی نہیں ہی اسواسطے کہ پانی بالطبع تقاضے قرار بر زمین کرتا ہی پس یہ محض اثر قدرت اور حکمت ہی کہ جانب آسمان سے پانی کے دریا کے دریا نازل فرماتا ہی اور یہ پانی سوائے پانی دریا کے بے مزہ میں بھی اور اثر میں بھی اسواسطے کہ آب دریا شور کر دیتا ہی اور وہ شیرینی آب جیسے یاز راعت اور جلد حیوانات کو جلا دیتا ہی اور وہ نشو و نما کہنے میں مدد دیتا ہے اور حیوانات کے جسم کو نفع بخشتا ہے اور آب دریا ہرگز دافع تشنگی نہیں ہے اور وہ بیاس کو بخوبی دور کر دیتا ہے اور آب یا سیاہ اور مکدر و غلیظ ہی اور وہ منافع مشترکہ جیسے اشیاء کا پاک کرنا اور ہر صنعت میں کام آنا ہی بلکہ بسبب جودت جوہر کے بنسبت آب دریا کے منافع بہتر اکثر ہوتے ہیں بعضی صنعتیں تو اسی پانی پر موقوف ہیں آب شور کام میں نہیں آتا اور بعضی چیز کو خراب کر دیتا ہی جیسے کہانا پکانے میں اور عمل گچ میں اور ترکیب حلاوت وغیرہ میں اور پھر اس پانی نازل کردہ کو ضرایع کیا اگر وقت نزول کے انتفاع اٹھایا فبہا اور نہ اُس سے پھر اسوقت نفع حاصل نہیں ہوتا بلکہ بعضے ٹکڑوں میں کو ایسی خاصیت دی کہ پانی اُنکے اندر جاکر اور سیاہ سے نوذرہ اور چشمہ ہائے گوناگوں ہو کر نکلتا ہی اور بعضے ٹکڑوں کو ایسی خاصیت دی کہ وہ پانی کو کہیں چکر نگاہ رکھتے ہیں تا کہ سب کو اپنے غیر کھنوں تو ظاہر ہو جاوے اور کام میں آوے اور اسقدر قوت جلب تمام زمین میں مشترک ہی اگر اُس پانی کو کسی گڑھے میں جمع کیا جاوے یا وہ دیگر سے جاری ہو تو قوت نامیہ اُس کو اُس سے زیادہ کرتی ہی فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا یعنی اُس پانی سے زمین کو بعد موت کے زندہ کیا کہ ایک قوت زمین کی جو معطل ہو گئی تھی بسبب پانی کے پھر لایق کام ہو جاوے جیسے مردہ نوال حرکت و حس سے پھر زندہ ہوتا ہی اور گوناگون کے نباتات اور درخت سبزہ و پیادہ اور پھول دیسے وغیرہ نکلتے ہیں گو یا کہ خون خشک ہو کر مردہ کا از سر نو رگوں میں جاری ہوا اور گوشت اور چمڑا اور بال و ناخن اگ آئے ہیں پھر کر انکو ان پر اگ آئے اور یونہی تازگی پھر آگئی اور حیوانات کا رزق بخوبی پیدا ہوا اور ہادہ تولد کا بہت سے اقسام حیوانات کو حاصل ہوا وَبَثَّ فِيْهَا اور پراگندہ کیا زمین میں مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ہر جنس کے حیوان کو اسواسطے کہ حیوان دو قسم ہیں ایک قسم کہ خود بخود پیدا ہوتے ہوں جیسے مکھی سانپ بچھو مینڈک اور پروانہ کی قسمیں اور تمام حشرات الارض موجود اس قسم کے جانور کا باران آنے اور جوش کرنے حرارت زمین پر موقوف ہی بالسبب احتباس حرارت اور بسطوبت کے تعفن معتدل ہو کر قبول حیثیت حیوانی کرتا ہی اور دوسری قسم تو الد کی جیسے گائے شتر آدمی اور تمام چرندے پرندے اور راتی رہنا اس قسم کا نباتات اور غلہ جو بیرسوں کے ہونے پر ہے کہ انکی قوت یہی اشیاء ہیں اور وجود ان چیزوں کا مہینہ کے برسنے پر ہے اور اگر کوئی خوب تامل کرے تو معلوم ہو جاوے کہ جیسے شروع ربیع سے درختوں اور نباتات کا بڑھنا شروع ہوتا ہی اور آخر سرما میں انتہا کو پہونچتا ہے اور خشکی پیدا کرتا ہے ایسے ہی حیوانات کے جسم ابتدائی موسم بارش بہار اور سے نشو و نما پکڑتے ہیں اور موٹا ہونا شروع کرتے ہیں اول خریف میں بہت خوبصورت اور موٹے تازے بنتے ہیں اور دودھ انکا پختہ ہوتا ہے اور بدن میں قوت ہو جاتی ہی اور پھر آہستہ آہستہ جیسا کہ درختوں میں ہے بگڑی اور کم ہونا سایہ اور میوہ کا شروع ہوتا ہے ایسے ہی حیوانات کے جسموں میں گوشت اور دودھ کم ہو جاتا ہی یہانتک کہ قرب ربیع میں کمال لاغری اور قلت گوشت و دودھ پہونچتا ہے اور پھر جب بارش بہار شروع ہوتی ہی تو حالت سابق رجوع کرتے ہیں ہاں بالبتہ آدمی کو اپنے واسطے قوت جمع کر لینے ہیں اور درندے کو اور پرانوں کو گوشت کہانے میں ظاہر میں اس تغیر قبیل سے محفوظ دکھلائی دیتے ہیں لیکن بالانتہا مدار انکا بھی زیادتی کہانے پینے اور مانگی و نضارت کا حاصل باران پر ہے اور چونکہ اس مقام مذکر اس جانوروں

جنگلی کا ہو جو کہ زمین پر منتشر ہیں اور دلیل اُسکی وہ بث فیہا من کل دابۃ ہی پس دریائی جانور نکالنی پینے سے بے بہرہ ہونا کچھ خوف نہ رکھے اور باوجود اسکے اہل علم حیوانات نے لکھا ہی کہ اگر ایک سال مینہہ نہ برسے تو دریائی جانور نامدے ہو جاتے ہیں اور اُن کی بینائی میں قصور ہو جاتا ہی پس مع بھی مینہہ کے پانی کے محتاج ہیں اور محتمل ہو کہ وبث فیہا من کل دابۃ انزال پر معطوف ہو تو اس صورت میں دلیل ماں کے سوا ہی لیکن اس صورت میں ضمیر فیہا کا مرجع خلاخواہ مسیر نہ ہوگا الا بتکلیف اور پھر تقدیر جس کسی نے کتاب حیوۃ الحیوان اور تشریح حیوانات کی کتابیں اور عجائب المخلوقات کا مطالعہ کیا ہی کچھ کار فانہ وسیع سے پاسکتا ہے وَمَا یعلم جنود ربک الا ھو اور نہیں جانتا کوئی خدا کے لشکر کو مگر وہی اور عجائبات حیوانات سے ایک یہ ہے کہ صورتیں نگارنگ اور اشکال بے شمار رکھتی ہیں خصوصاً تمام حیوانوں میں سے صورتوں اور شکلوں کے مختلف ہونے میں آدمی مخصوص ہی حضرت امیر المومنین عمر فاروق سے منقول ہی کہ ایک شخص نے آپ سے از راہ تعجب کے کہا کہ مقدرہ شارع کا نہایت عجیب ہے کہ شارع باوجود یکہ چنداں طول عرض نہیں رکھتی ہے ایسی بنائی گئی ہی کہ اگر ایک آدمی ہزار دفعہ کھیلے اور بازی اُسکے موافق نہ پڑے ہر بار اور بازی ظاہر ہو گی حضرت نے جواب دیا کہ میں نکو اس سے بھی زیادہ متعجب شئے بتلاتا ہوں کہ کمال قدرت الٰہی کی دلیل ہی دیکھ کہ چہرہ انسان کا ایک بالشت طول و عرض میں نہیں ہی پھر ہر مقام میں ہر عضو اس طرح سے مقرر ہے کہ تغیر و تبدل قبول نہیں کرتا اور ہر دو آنکھ و کان و ناک و منہ کو اُسکی جگہ مقررہ سے بیجا نہیں کر سکتے اور باوجود اسکے اگر ہر فرد بشر کو تو ڈھونڈے ہر گز دو آدمی ایک صورت میں مشتبہ نہوں ہر ایک میں تمیز کی وجہ رکھی ہی اور اگر یہ تدبیر الٰہی نہ ہوتی تو آدمی باہم ممتاز نہ ہوتے اور شیعہ عظیم پیدا ہوتا اور بندوبست و معاش اور حاجتوں میں خلل ظاہر ہوتا اور ہر چند جاری ہونا کشتیوں کا اور آسمان کی طرف سے پانی کا برسنا اور زمین میں جانوروں کا پراگندہ ہونا دلائل مستقلہ وحدت اور حسن الٰہی پر ہیں لیکن اگر غور کیا جاوے تو یہ دلیلیں ایک اور دلیل کی شاخ ہیں اور وَتَصْرِیفِ الرِّیَاحِ ہوا کا مختلف طرفوں سے گردش دینا ہے مثلاً شرق و غرب و جنوب و شمال سے اور اُنکے درمیان کی طرفوں سے اور ہوا کا سردی سے بگڑی اور گرمی سے بسر دی بدلنا ہے اور تری سے خشکی کو اور بالعکس اور تیزی سے نرمی کی طرف اور اُسکے خلاف اسواسطے کہ گردش ہوا اور اُسکے چلنے سے کشتیوں کا چلنا اور مینہہ کا برسنا اور منقطع ہو جانا تعلق رکھتا ہی اور زندگی ہر جانور کی ہوا کے لینے سے ہے اور وہ ہوا کو بنفس کی راہ سے لیتے ہیں تا کہ حرارت اندرونی کو تسکین ہے اور دم بدم ہوا دیگر چاہیے کہ وہ دل سے ہوئے گرم کہینچے اور وہ ہوئے گرم کو نکالے اور اگر ہوا کا چلنا بدرجہ مناسب نہو تو وہ اور ہوا کے اصلاح قبول نکریں اور بعض اخلاط اور تغیر اوراح کے ہوں اور ہلاک ہو جاویں اور مستاصل ہو جائے مقدمہ مینہہ میں اجمالی بیان سے باہر ہیں کہ بعضی حالے تغیر و تبدیل زراعت اور میووں میں ہوا کے محتاج ہوتے ہیں اور بول و براز کے ایک جگہ سے دوسری جگہ لیجانے اور میووں کے پکانے میں اُسکی تاثیریں ظاہر ہیں اور ایسے ہی بادلوں کے جدا کرنے اور ملانے میں اور بندوبست عالم میں یہ سب چیزیں درکار ہیں کبھی مینہہ کا برسنا مفید ہوتا ہے اور کبھی اُسکا نہ برسنا اور ایک وقت ابر کا ہونا نافع ہوتا ہی اور گاہے مضر ہیں کمال رحمت الٰہی ہی کہ اسباب ضروریہ بر فرقت حاجت کے تیار کر رکھے ہیں اور ایک ہادر آثار ہوا سے نفع اور شکست اشکر ہے چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہی کہ میں فتح مند ہوا ہوں بسبب صبا کے اور ہلاک ہوئی قوم عاد کی بسبب ہوائے دبور کے اور نیز ہوا کبھی باعث مرض ہوتی ہی اور گاہے سبب صحت کی اور گاہے ابر جمع کرتی ہی اور مینہہ برساتی ہی اور گاہے ابر کو پارہ پارہ کرتی ہی اور زمین کو خشک اور کبھی درختوں کو پہلو سے بھروتی ہی اور کبھی پہلو نکو بلکہ جڑ کو بھی گرا دیتی ہی اور اسواسطے حدیث شریف میں بروایت مسلم اور اور معتبر کتابوں کے وارد ہوا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم نقصانات ہوا سے ڈرو تو ہوا کو برا مت کہو اسواسطے کہ ہوا خود بخود نہیں چلتی ہی بلکہ مامور ہے کیا تم نے قول اللہ تعالیٰ کا وتصریف الریاح نہیں سنا ولیکن یہ کہنا چاہیئے کہ یا اللہی ہم میں ہوا سے خیر چاہتے ہیں اور اس چیز سے جو اُس میں ہی اور اُسکے شر سے پناہ مانگتے ہیں اور اُس چیز سے جو اُس میں ہی اور ابن ابی ہاتم ابی بن کعب سے روایت کرتے ہیں کہ جس جگہ قرآن شریف میں لفظ ریاح بلفظ جمع واقع ہوا ہی اُس سے رحمت مراد ہی اور جس جگہ کہ ریح بصیغہ مفرد وارد ہوا ہی اُس سے مراد باد عذاب ہی جیسا کہ وَمَن آیاتہ ان یرسل الریاح مبشرات اور قصہ عاد میں ارسلنا علیہم الریح العقیم یعنی نر شالی اسکی سے یہ ہے کہ ہوائے نوشخبری دینے والی ہی جاتا ہے اور بھیجتے ہیں ہم اُس پر باد جنوبی اور اسی سے اخذ ہی حدیث شریف میں چونکہ بروایت حضرت عائشہ صحیح ہے وارد ہے کہ جب ہوا چلتی تھی تو حضرت فرماتے تھے اللھم اجعلھا ریاحا ولا تجعلھا ریحا یعنے یا الٰہی اس ہوا کو باد ہائے رحمت کر دے اور باد عذاب سے مت کر اور ابو عبید اور ابن ابی الدنیا اور محمد بن حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہواؤں کو آٹھ قسم پر فرمایا ہی جانان میں سے چار آثار عذاب ہیں لیکن آثار رحمت بیشمار ہیں اور چار آثار رحمت ہیں اور مبشرات اور مرسلات اور ذاریات ہیں اور چار جو کہ آثار عذاب ہیں پس عقیم و صرصر جنگل ہیں اور آصف و قاصف دریا میں اور ابو الشیخ ابن عباس رضی سے بھی روایت کرتے ہیں اور ابن عیسے ابن ابی علی خیاط بیان کرتے ہیں کہ ہوا سات قسم ہی صبا اور دبور و جنوب و شمال و عقیم و نکبا اور ہوائے قائم صبا مشرق سے آتی ہی اور دبور مغرب سے اور جنوب جنوب سے اور شمال شمال اور نکبا مابین صبا اور جنوب سے اور خرق مابین شمال اور دبور سے اور ہوائے قائم ماہ نفوس خلق کا ہے ابو الشیخ بسند متصل ابن ابی الدنیا اور ابن ابی حاتم بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنوب بہشت سے ہی جو ہوا کو اللہ تعالیٰ نے لواقح فرمایا ہے اور اُسی سے اُس میں منافع رکھے ہیں اور باد سہل صل میں رحمت سے نکلتی ہی لیکن سیاہ میں بہشت پر ہو کر گذرتی ہی پس اُسکو بہشت کی اثر حاصل ہو جاتا ہی اور اُس میں سردی اسی سبب سے ہی لیکن جاکے وفود اس ہوائی شہر ہائے قائم اور ابو شہر اُس ضلع کے ہیں اسواسطے کہ دریائے شور جانب جنوب اُن شہروں کے واقع ہی جو ہوا کہ اُس طرف سے اُٹھتی ہی رطوبت سے بھری ہوئی ہوتی ہی اور زور حرارت کو تو کر دیتی ہی اور باد شمال پہاڑوں میں سے نکلتی ہو کر آتی ہی جیسا کہ بسبب اولاد ابو ہند وستان میں اور بخاری اپنی تاریخ میں بروایت ابو درداء رضی اللہ عنہ کے روایت کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہی کہ اللہ تعالیٰ بہشت میں ایک ہوا

پیدا کرتا ہے اور ایک دروازہ مضبوط اُسکے منہ پر باندھ دیتا ہے کہ اُس کی دُرستیوں سے نکلکر تم پر نہ پہنچی ہے اگر وہ دروازہ کھولدیا جاوے تو تیزی کے باعث مابین زمین و آسمان حائل ہو جاوے اور نیز ابو الشیخ بعض صحابہ سے نقل کرتے ہیں کہ اگر ہوائیں دن تک بند رہے تو مابین آسمان و زمین بدبودار ہو جاوے اور بعض اہل شیعہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تمکو رات و دن و یا مہتاب آفتاب اور ہوا سے کچھ نقصان پہونچے تو ان چیزوں کو بُرا مت کہو کہ یہ خود کچھ نہیں کرتے اللہ تعالیٰ اُن کو کسی قوم پر باعث نیچ و غلاب کا کر دیتا ہے اور کسی قوم پر باعث رحمت و احسان کا اور بیہقی بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت کے روبرو ہوا کو لعنت کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہوا کو لعنت مت کرو اسواسطے کہ وہ مامور ہے اور جو کوئی کسی کو لعنت کرے اور وہ لائق لعنت نہو تو لعنت اُسی پر لوٹ آتی ہے اور نیز بروایت ابن عباس مروی ہے کہ جو وقت تیز ہوا چلتی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دونوں زانو ہو بہر کھڑے ہو جاتے اور اس طرح پر دعا فرماتے اللھم اجعلھا رحمۃ لا تجعلھا عذابا اللھم اجعلھا ریاحا ولا تجعلھا ریحا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ تفسیر اس دعا آنحضرت صلعم کی کتاب اللہ میں ہے ارسلنا علیھم ریحا صرصرا۔ فارسلنا علیھم الریح العقیم وارسلنا الریاح اللواقح وارسلنا الریاح المبشرات والسحاب المسخر یعنی اس آیہ میں کہ قطع تسخیر الٰہی پر متعلق ہے ہاؤ بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ آسمان اور زمین کے درمیان حالانکہ طبیعت پانی کی تقاضا کرتی ہے پس ہوا گہر کے جو کے درمیان اُسکا معلق رہنا برخلاف اُس طبیعت کے نہیں ہے مگر بسبب تاثیر قاسری اور سخری کے کہ اُسکو مقتضائے طبیعت سے باز رکھتا ہے اور نیز اگر ہمیشہ رہے تو نقصان عظیم بندوں پر لاحق ہو اسواسطے کہ شعاع آفتاب بالکل پوشیدہ ہو جاوے اور رطوبت زیادہ ہو جاوے اور آمدورفت اور حرارت میں بند ہو جاوے اور اگر بالکل ہوا نہ چلے اور ابر نہو تو قحط اور خشکی ہو جاوے پس ابر کو بقدر معلوم مقدر فرمایا اور وقت حاجت کے لانا اور بعد حاجت کے ایسا نیست و نابود کر دینا کہ اُسکا نام و نشان نہ رہے تدبیر مدبر حکیم پر موقوف ہے اور اگر کوئی جرم ابر میں نازل کرے نیز بزرگی اور تراکم میں اور نیز پست و بلند ہونے میں اور نیز انبساط اور تخلل میں کہ ایک لحظہ میں تمام افق کو گھیر لیتا ہے اور نیز پارہ پارہ ہو کر ایک محل میں گر پڑتا ہے اور نیز گرج اور بجلی اور صاعقہ اور قوس قزح اور اُسکے رنگوں میں خصوصاً بوقت طلوع و غروب آفتاب اور نیز سایہ ڈالنے گرمی زدہ و پیاسے تشنہ کاموں محراور نیز اور نیز اُسکے پیدا ہونے اور حدوث میں کہ اول پانی پیدا ہوتا ہے اور آخر مثل کوہ ہو جاتا ہے اور وہ آسمان کو اپنے اوپر مثل شہر بہر کے دیکھتا ہے اور مانند ہاتھی بنکا گھوڑے کے دوڑنے میں تشابلی کرتا ہے کَاَنَّہٗ جِمَالٌ یعنی وحدانیت معبود اور حمیت اُسکی دلیلیں ہیں لیکن ان نتائج ثلثہ کا دلائل ہشت گانہ سے نتیجے نکالنا کچھ لیاقت معقول دانی پر موقوف ہے بطلسی واسطے بدون وجود دلائل ہشت گانہ مشہور خاص و عام اور نظر تمام گروہ انام میں جلوہ گر ہیں تم بھی کہہ سکتے ہیں کہ مخصوص ہیں بِلْقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ اُس قوم کیواسطے کہ اپنی عقل کو فکر و نظر میں استعمال کرتے ہیں اور بسیواسطے اسی آیت باعظمت حق میں حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ ویل لمن لاکھا بین لحییہ ولم یتفکر فیھا یعنی افسوس ہے اُس شخص کیواسطے کہ اس آیت کو اپنے دونوں کلموں میں چبانے پر اکتفا کرے اور دلائل اس آیت میں فکر و تامل نکرے اور بعضی روایات میں وارد ہوا ہے کہ ویل لمن قرء ھذہ الآیۃ فجعل یعنی افسوس ہے اُسکے واسطے کہ اس آیت کو پڑھکر شل پانی مضمضہ کے منہ سے نکالدیوے اور ان ظلمل کو دل میں جگہ نہ دیوے اور تطبیق ان دلائل ہشت گانہ کی ان تین مطالب پر بطریق عام فہم کے دیتے ہیں کہ منافع آسمانوں کو منافع زمین کیساتھ ربوبیت کا نام جلیلی کہنے سے بیرو احد کے ان دونوں میں متصور نہیں ہو سکتا کہ تمام آسمانوں اور تمام ولایتوں مختلف زمین میں وہی ایک مدبر جاری ہے اور اگر ہے بھی تو ایک روح مدبر ہوتی ہے دوسری روح مدبر ہوتی ہے تعلق اور ارتباط باہمی کے منافع ایک عنصر کے مرتبط ہونے پس اگر ہر آسمان اور ایسے ہی دلالیات مختلفہ زمین میں لوازم مدبر موجود ہیں ضرور ہے کہ ایک ہی ملک اور دلائل موجود ہونے کے مستضی تقرر اور استقرار قہر علی کل من عداکا ہو وہی ایک ذات ہوگی نہ ارواح متعددہ کہ اپنی خاصیتوں کے صادر کرنے میں محتاج بالقہر نہیں رہتے پھر اثبات وحدت کلمات ہے لیکن اثبات وحدت عالم و مدبر خاصہ کا بخوبی ظاہر ہے اسواسطے کہ زمین میں مانند قبول کی نر بالی صورتیں گوناگوں کی موجود ہیں وہ صورتیں گوناگوں بسبب مختلف ہونے مواد کے اسواسطے کہ ایک بعد دوسرے کے اُن مادہ پر فائض ہوتی ہیں پس علوم ہوا کہ وہ مدبر حکیم اور جمیع ہے اور ایسے ہی اختلاف روز و شب دلیل صریح وحدت معبود اور اُس کی رحمت پر ہے اسواسطے کہ اگر ظلمت اور تاریکی کسی اور کے ہاتھ میں ہوتی اور روشنی اور تلاش کسی دوسرے کے ہاتھ میں تو مختل تھا کہ ہر ایک اُن میں سے روشنی کو بوقت تاریکی یا تاریکی کو بوقت روشنی کے ظہور میں لا سکتا تو اجتماع دو متنافی کا لازم آتا اور اگر ہر ایک اُن میں سے کسی کار اپنے سے بسبب کار دوسرے کے معطل ہوتا اور اسکو ممکن نہ تھا کہ مقتضائے اپنے کو ظاہر کر سکے تو عاجز اور ناقابل معبودیت کے ہوتا اور کم سے کم کبھی آثار تنازع اور کشاکش کے اہل قیاس ظاہر ہوتے حالانکہ تعاقب شب و روز اور ایسا ہی اختلاف اور نقصان کی بھی ایک طریقہ اور ایک بندوبست پر ہمیشہ جاری ہے اور نیز تبادل اون و نون رنگ کا عالم میں بسبب حصول اعتدال اور انتظام امر جانوروں کے ہمیشہ ظلمت عالم پر ہوتی ہے نہایت درجہ اور ہمیشہ نور و ضوء شعاع آفتاب سے نہایت مرتب پس معلوم ہوا کہ مدبر اس کارخانہ کا اس صفت عدل پر کمال حکمت کہتا ہے خلق پر اور ایسے ہی دلالات کشتیوں کی وجود و حدوث موجی پر بہت روشن ہے اسواسطے کہ کشتیاں جو بسبب زیادہ رکھتی ہیں جو ہر اور عرضی بالشبہ پانی سے زیادہ ثقیل ہونا چاہیئے تھا کہ کشتی غرق ہو جاتی اور پانی پر نہ ٹھہرتی اور اگر کہیں کہ ہوا اُسکے اجزائے جسم خشبی میں داخل ہو جاتی ہے اور اُسکو ہلکا کر دیتی ہے تو ہم کہتے ہیں کہ یہ سبب بھی ضرور کسی اور کے ہاتھ میں ہے اور جو ہوا کے ایسی صورت پیدا کرتے لوہے اور پتھر سے کفایت نہیں کرتی اسواسطے کہ ہوا اُسوقت بغایت قلیل ہوتی ہے اثر اُس کا ان جسام ثقیلہ کے ہلکا کرنے میں پیش نہیں جاتا اور اسکی اتنی لوہے کا کارخانہ رسے خالی بہت ہلکا اور سب بنا دور اُس میں ہوا بھی بھونکدیں البتہ پانی کی تہ میں بیٹھ جاویگا پس بہتر یہی ہے کہ قطع مسافت اسباب کریں اور بلا واسطہ سا خود ارادہ قیام مطلق کے سونپ دیں اور نیز اگر روح مدبر رسا شعور کی مشہور حکم مدبر جسم شبی کی طرح مدبر جسم ہوائی میں کہ درمیان سلم اُسکے کنے خود کرے کہ اُسکو پانی پر ستادہ کہتی ہوتی تو قائل عبادت نہو تی اسواسطے کہ مدبر مقرب اور مدبر

نہیں ہوا اور اگر متعہ ہو نہ ہوتی بس کو واسطے آپ کے یا پر تمام انتقال کو گردش دیتی ہے اور کو واسطے مزاحمت نہیں کرتی پس معلوم ہوا کہ یہ دونوں قوتیں محکم و مگر ہیں کہ ہر ایک کو دوسرے کے صلح میں کر رکھا اور تابعدار کیا ہے ایسے ہی دلالت اس تدبیر کی رحمت پر نہایت ظاہر ہے اول الہام ہونا اس تدبیر کا غیب سے نہایت رحمت ہے دوم رحمت حق مسافروں اور تاجروں اور ان آدمیوں کی کہ اسباب نفیس شہروں دور دراز کے علاوہ پہونچتے ہیں اظہر من الشمس ہے اور ایسے ہی نزول پانی کا خیر ہوا سے حالانکہ پانی کا ثقیل زیادہ ہوا سے ہے اُس چیز مخالف میں کس طرح ٹھہرتا ہے پھر اگر ارواح مدبر جسم مائی کی سیر نہیں ہوئی کے ہے پس کو واسطے ملک غیر میں متصرف ہوتا ہے اور وغیر کو واسطے تصرف ملک اپنی سے مزاحمت نہیں کرتا اگر مقہور اور مغلوب ہے قابل عبادت کے نہیں اور اگر تابعدار اور مسخر ہے پس مقہور کسی اور کہ ایک کو دوسرا کیونکر تابعدار کر سکتا ہے اور اس کا رخانہ میں اثبات رحمت اتم مقدر ظاہر ہے کہ زمین کو بسبب نباتات اور درختوں اور میووں کے پھلوں کے زندہ کرنا غیر انتظام مواقیت جہتوں کا ہے اور نیز باعث خلق آنکے حال کا اور اگر گردش باد میں حدت اس طرح ثابت ہوتی ہے کہ اگر ہر جہت کا مالک کسی جہات کا شخص دیگر ہوتا ایک کام میں باد کا مختلف بھی ہوتا کہ مصرف ہوتیں حالانکہ مدبر باران تجربہ ہوا ہے کہ ہوا خدمت کرتی ہے اور نیز جب ایک جہت سے چلتی تو چاہیئے تھا کہ دوسری طرف سے بھی چلتی وگرنہ ایک دن ارکان جہات ربعہ سے ناقص اور عاجز ہوتا اور لازم آتا کہ باد ہائے مختلفہ الجہات ایک وقت میں جمع ہو جاتیں اور عالم کو اور تہ کر دیتیں اور بشوت رحمت اس گردش میں ظاہر ہے چنانچہ اشارۃ تفسیر میں ثمہ گزر چکا ہے بلکہ بنا کارخانہ باران اور ابر کو رشتی ہوا ہی پر ہے اور خشک اور تر ہوا سے مدد چاہتے ہیں اور انفاس حیوانات کی ہوا پر موقوف اور بسبب اسکے کہا ہی کہ زندگی ہوا پر ہے استادہ رہنا ابر کثیف کا کہ اس میں کروڑہا من پانی موجود ہے متعلق سہنا دہیاں زمین و آسمان کے دلیل صریح اور مدبر ایک قیوم کے ہے کہ بمقتضائے طبع ہوا کے اُسکو اوپر جانے دیتا ہے اور نہ بمقتضائے طبع پانی کے اُسکو نیچے آنے دیتا ہے اور دونو کو طبع تقصانی سے بند کر کے اپنے ید حکم رکھتا ہے اور اگر ارواح مدبرہ اس کارخانہ کی مختلف ہوتیں تو ہر ایک چاہتا کہ میرا ہی مدبر ہے اور دوسرا کہ میرا ہی مدبر ہے پس خلل عظیم اس کارخانہ میں ملہ پاتا اور وجہ رحمت کی اس کارخانہ میں اظہر من الشمس ہے اب یہ بیان کرتے ہیں کہ حدیث شریف میں روایت اسماء بنت یزید بن السکن انصاریہ چنانچہ ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ بھی بیان کرتے ہیں وارد ہے کہ اسم اعظم آیتیں نہیں دو آیت قرآن شریف میں ہے والٰھکم الٰہ واحد لا الٰہ الا ھو الرحمٰن الرحیم و الم اللہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم اور نیز دلیل انس کے ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جس کے سر کو مجھے وسیلے اس سے زیادہ کوئی شے نہیں ہے کہ سورہ بقرہ میں ہے والٰھکم الٰہ واحد سے آخر آیتیں تک اور ابن عساکر اور ابو یعلی ابن شیبہ سے روایت کرتے ہیں کہ آیات ہیں کہ اللہ تعالیٰ اُن کی برکت سے آسیب اور جن اور حزن کو دفع کرتا ہے جو کوئی اُنکو ہر روز پڑھے تو جو کچھ اس قسم سے ہو بالکل دور ہو جاوے اور وہ یہ آیات ہیں والٰھکم الٰہ واحد اور آیۃ الکرسی اور آخر سورۂ بقرہ و ان ربکم اللہ الذی خلق السموات والارض تحسنین تک اور آخر سورہ حشر اور نیز کہتے تھے کہ مجکو خبر پہونچی ہے کہ یہ آیات گو شہائے عرش پر مکتوب ہیں اور نیز فرماتے تھے کہ ان آیات کو کاہے کو اپنے اطفال کو دیں تا کہ خوف کو امان میں ہیں مناسبت ان آیات کی ان مطالب کے واسطے کیا ہی اسکا جواب یہ ہے کہ آثار خواص ان آیات میں ہیں تجسس سابق کے خواص میں درکار ہیں ہوتی ہی اور باوجود اسکے کہہ سکتے ہیں کہ ہم اعظم عبارت سے ایک خاص شیون الٰہی سے کہ عموم اور اطلاق اُسکا ہر گز عموم اور اطلاق ذات مقدس کے ہو اور اس قسم کے شیون بہت ہیں اور بجھاف اس شان میں ساتھ عموم اور اطلاق کے کہ رہتی ہے غور کرے حکم ہوتا ہی کہ اسم اعظم وہی ہی اور اسی باعث حدیث شریف میں کئی جگہ وارد ہی کہ اسم اعظم یہ ہے کہ ہمن فیہیں اگر زیادہ العلم اور حسان اور کاربرآری اور حاجت روائی مخلوقات کی تامل و غور کیا جاوے شان رحمت مستولیہ غلبہ بتدائی ہو خواہ انتہائی یعنت کہی ہی کہ مدلول آیت کا یہی ہی اور گزارہ تبویت مطلقہ اور اظہار وجود اور ہستی ممکن میں غور تامل کیا جاوے شان اسی الٰہ قیوم کی صفت کہی کہ مدلول آیت آل عمران کا ہی اور فرق ان دونوں لفظوں میں یہ ہی کہ لفظ اول مبنی اور بلا لحاظ ہیات اصالہ اور استدعا کی ہی اپنی مقتضیات کو اور فیضان کمالات استحقاق اُنکے کا اور یہ لفظ دوم فیضان کو ظاہر ہوتی اسکا استحقاق اور بسبب اسکے ہر کہیں محض تفضل اور انعام ہی ہوتی اور نظر ثانی بنی اوپر تقدیم حقیقی ذات مقدس کے ہر چیز کو اس وجہ پر کہ فی نفسہ اسکو کچھ ہستی نہیں ہی جو کچھ کہ ہے اظہار کمالات اپنے کا ہی ہوتی اور ہر نظر ہر تربیتے مصبت ہے اور کہ حقیقت کو پہونچ گئی اور ایسے ہی یہ آیت اجمالاً اور تفصیلاً شعار کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ معبود اور رحمن اور رحیم واحد ہے اور موجد باجتوں اور واضع بلاؤں اور حافظ آفتوں کا وہی ہی اور جو کچھ کہ غیر اُسکے ہی محض نود بے بود ہی اور بیننی کر شان کر شوں جن مثل تیر کے جگر میں لگتا ہی کہ بنائے قہر دی خود بینی پر ہے خصوصاً آیت دوم میں تصریح ہی کہ جگر میں جہتوں کی کہ آسمان و زمین ہی اور وقت شورش آنکی کا اکثر وقت تاریکی اور شب اور بسبب عمل کے آلہ کہ ہوا باہر اور اندر بند ہی تمام مخلوق اور مقہور حکم ایک معبود کی ہی کہ حاکم تمام مخلوقات پر ہی اور جنانچہ شیاطین کو قدرت بخشی ہی کہ اُسکے سبب ایذا پہونچا سکتے ہیں تمام مخلوق کو ایسی قدرت عنایت کر سکتا ہی کہ اگر کی قہر دفع کرے اور رحمت کی عام ہی اور اسی رحمت نگہبانی تمام مخلوق کی فرماتا ہی اور یہی چیزیں ہیں کہ باعث شکست افکار و شیاطین کے ہوئی ہیں اب جگہ ایک سوال جواب طلب ہے حاصل اُسکا یہ ہی کہ دلائل وحدانیت معبود حقیقی کی اور اُسکی رحمت کی خارج حد اور شمار سے ہیں چنانچہ کہا ہیت ساری چیزیں نشان ہیں اب وہ کیا ہے ذات میں اپنی و بلیت جوز من آسمان میں رہتا ہی و حدہ لاشریک کہتا ہی و پس اس آیت میں تخصیص ان آٹھ دلیل کا کیا باعث ہے اسکا جواب یہ ہے کہ جو چیزیں کہ اس آیت میں مذکور ہوئی ہیں وہ مشہور خاص عام ہیں اور ہر آدمی کے نزدیک موجود اور باوجود اسکے دلالت اُن چیزوں کی وحدانیت اور رحمت اللہ تعالیٰ پر اور دلائل مخلوقات سے کئی وجہ اور ضع اور قوی ہیں اور تفصیل اسکی یہ ہے کہ معبود کو چاہیئے کہ اس وجہ کی تعظیم کا مستحق ہو کہ اس سے زیادہ درجہ تعظیم نہ ہو اور علامہ اگر کوئی کسی کی تعظیم کرتا ہی بسبب چند چیزوں کے کرتا ہی اول یہ کہ آنکی زمین میں رہتا ہو جیسے رعایا بادشاہ کی کہ اُسکے سایہ اور روشنی میں گذارا کرتا ہو جیسے سیاہی کو آرام کیواسطے خیمہ میں جانے اور پینے اور بخشی حاصل کرنیکے واسطے کسی سفر کا خوشا مد کرے تیسرے یہ کہ اپنی اوقات گذاری کا محتاج ہو اُسکے سبب تعظیم بیحد کرے چوتھے یہ کہ سفر نزدیک میں نگہبانی کا محتاج ہو جیسے

کہ شہر والے گاؤں والوں سے اسباب آمد و رفت کرتے ہیں اور اُن کی خوشامد کرتے ہیں پانچویں یہ کہ روزی اُسکے ہاتھ سے یا اُسکے خزانہ سے پاتا ہو اور کہا نا ہو جیسے کہ نوکر اپنے آقا کی تعظیم میں پست ہوتے ہیں چھٹے یہ کہ وحشی اور سواری اور حیوانات کو پرورش کرتا ہے اور بوقت احتیاج عادت دیتا ہے اور دودھ بھی چھاچھ سے اُسکو بیچ کر کھاتا ہے جیسے کہ آدمی یا مید ستعارہ سواری اور یار کشی اور دودھ دہی یا جیسے یعنی بواسطے اہل شہر اور اسپاہ مواشی کی خوشامد کرتے ہیں ساتویں یہ کہ صحت اور مرض اُسکے ہاتھ میں ہے اور اصلاح اور فساد و انتظاط بدنی کا اُسکے قبضہ قدرت میں اور یہی باعث ہے کہ عامہ خلایق طبیعوں اور اہل تجربہ کی تعظیم و توقیر کرتے ہیں اور افسوں گروں کو کہ مقدمہ اسیب جن و دیو پری میں اُنکے محتاج ہوتے ہیں مثل خدا کے پوجتے ہیں آٹھویں یہ کہ صاحب عجائب و غرائب ہے اور طلسمات جانتا ہے اور جو چیزیں کہ عقل انکی دریافت کو نہ پہونچ سکے دریافت کرتا ہے چنانچہ عوام ایسے اسباب پر اکثر فریفتہ ہو جاتے ہیں اور اُس آدمی کی تعظیم کرتے ہیں پس اس آیت میں بواسطے ثبوت وحدانیت معبود کے انہیں آٹھ چیز کو یاد فرمایا گویا ایسا ارشاد فرمایا کہ تمام عالم کی تعظیم اس سبب سے کرتے ہو کہ اُسکے مکان میں رہتے ہو پس آسمان اور زمین میرا ہی اور جو تمام مکانات کا انہیں کی طرف ہے پس اس لئے غایت تعظیم میری واسطے خصوصاً اور ایسی ہی زمانہ کی عبادت شب و روز سے ہے مجھے ہے اور جو کوئی گزرانہ کو اپنے ساتھ نسبت دیتا ہے اور یا اور نام سے سمی کرتا ہے روزگار کیا کہ و دہر یا ہولی و والی وغیرہ پس یہ سب داخل رد و شب ہیں اور وہ مجھ سے ہیں اور مثل بنا الغنیک انتہا تہا ری معاش کا ان تین چیزوں میں ایک چیز ہے تجارت کہ عمدہ تجارت دریا اور جہاز کی ہے اور بواسطے مقام عمدگی تاجر میں مثل لاتے ہیں کہ فلاں مال کے جہاز کو دیکھ کر تا ہے اور اُس شہر کو جہاں رفیق اور نگہبان میری ہی عنایت ہے اور جہاز اور کشتی فقط میرے الہام غیبی سے بنی ہیں بخلاف اور ترکیبات کے جیسے پل وغیرہ کہ آدمی نے اپنی فکر سے استخراج کئے ہیں اور کہتے ہیں کہ بنا اُم کسی اعضا میرے ہیں اور وہ فقط ارادہ قدرت میری سے ہے اور پرورش موشی اور کثرت نسل اور دودھ و صوف و پشم و پوست اور حیوانات کی بقا اور زندگی محض اثر میری قدرت کاملہ کی موجود حیوانات میں مثل انہوں ہے اور اگر جسموں کے بیمار ہونے اور اچھے ہونے میں محتاج معبود کے ہوتے ہو اور اُس سبب سے خوشامد کرتے ہو تو اگر ہزار ہا طبیب جمع ہوں اور انکو حوض بھائیں خرچ کریں تو طبایع نفسانی کو اپنے موافق ہرگز نہیں کر سکتے اور جو اُس ہر موم کو دنیا مقتضا اُس کے کہ اُسکو ہر گز نہیں کر سکتے اور جو اُس ہر موم کو دنیا طبیعی سے کہ عبارت دیدہ و پرستی ہے وہ کیا نہوں نہ ہوا پس اُسکی انتہا بھی میرے ساتھ ہے کہ آدمی عمل شیاطین و جن کا مادہ ہوا ہے اور اگر تماشا عجائب و غرائب کو دیکھنے ہو پس اگر ہزار حیلہ باز جمع ہوں اور دس ہزار طلسم ظاہر کریں ایک فعل عادی تم میرے کو حکایت نہیں کر سکیں کہ بہاری ہماری ابرو کو معہ کروڑ ہا من پانی کے بے حیلہ اور صنعت اور بے اعتماد کسی چیز کے آسمان و زمین کے درمیان معلق رکھتا ہوں اور اُسمیں سے ہر گز ایک قطرہ بھی نگرے جب تک میرا حکم نہ ہو اور چونکہ بلعت مستعملہ کے دنیا سے متفرع انہیں چیزوں پر ہے پس حصر ہی حقیقۃً اور اصالتاً میرے ساتھ مخصوص ہے اور دوسری عبارت میں کہ سکتے ہیں کہ دلائل مشکلانہ جو اس آیت میں مذکور ہوئیں جامع تمام مخلوقات کو ہیں اسواسطے کہ پیدائش آسمان میں ستارے و سیع و فرشتے اور ارواح مدبر ہیں و مخلوقات زمین میں تہر یں پہاڑ اور سمندر اور چشمے و کانیں داخل ہیں اور اختلاف شب و روز میں برسا و گھڑیاں وقیقے اور مہینے عشی و تاریکی کی شامل ہیں بلکہ تمام رنگ اُس میں داخل ہیں اور مینہہ کے برسنے میں تمام کائنات جو منظور ہے اور زمین کے روئیدہ کرنے میں تمام قسم کے غلے اور میوے اور پھل اور سبز چیزیں اور پھول وغیرہ جلوہ گر ہیں اور گردش ہوا میں تمام عجائب کہ وہ ہوا کے اور علم اصوات اور نغمات اور آلات مجیبہ اور اکثر اسباب سماعت شناسی کے آواز میں اور درقت و بحث میں سمجھا جاتا ہے اور کشتیوں کے جاری ہونے میں اشارہ ہے طرف تمام ترکیبات صناعیہ کے جنکا مواد ثلثہ سے مرکب ہوتی ہیں اسواسطے کہ کشتی مرکب ہے جسم معدنی جو لوہے سے اور جسم نباتی یعنی لکڑی سے اور جسم حیوانی سے کہ تا خدا ہے اور اُسکے مددگار اور باعتبار حاجت کے اُسکے جاری کرنے میں مدد دیتے ہیں باوجود اسکے کشتی کی جاری ہونا جسم عنصری پر شامل ہے اور ابر معلق اشارہ ہے طرف علامات جو سیکے جیسے قوس اور بالہ وغیرہ کہ تمام کا حدوث ایک ہی طریقہ پر ہے اور جسب یہ چیزیں گہرے نے دلی تمام جواہر کی ہوئیں اور چند اعراض کو بھی شامل ہیں پس وہ سری مخلوق محسوس اور معقول ہے کہ اُسکے ساتھ تمسک استدلال کریں اور یہ ہے دلائل مشکلانہ جامع ہیں میان دلیل سچی اور نبوت کے اور باوجود اسکے بہت سی نعمتیں ہیں کہ وہ متمیز اور محتاج اور شریف اور صحیح اور بیمار اور عالم و جاہل اور مومن و کافر و فاسق اُن میں برابر ہیں نشانی دلائل ظاہر کا توحید اور رحمت پر کہ نتیجہ ہے حاضرہ میں کمال باعث ہیں اسبات پر کہ تمام خلائق اُس ذات پاک کو عبادت اور محبت سے خاص کریں اور اُسکے غیر کو اُسکے برابر نہ سمجھیں وَمِنَ النَّاسِ اور یعنی فرقہ آدمیوں کہ ممتاز ساتھ عقل و فکر و غور کے ہیں تمام مخلوقات سے اور نعمت کو پہچانتے ہیں مِنْ یَّتَّخِذُ ایک گروہ کہ راہ کمال گمراہی میں آکر حد آدمیت سے گذر دیتے ہیں مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اللہ کے سوا اللہ کے کہ منعم حقیقی اور محبوب بالذات سوا اُسکے دونوں عالم میں نہیں ہے اَنْدَادًا ہمسر خدا کے حالانکہ دلائل ظاہر غیر اُسکے کو اُسکے برابر ہونے سے منع کرتی ہیں اگرچہ ایک آدھی ہو جیسا کہ تمام گروہ پیغمبر متفقا ہمسری پر بھی اکتفا نہیں کرتے بلکہ ہر چیز کو برابر خدا کے کرتے ہیں یُحِبُّوْنَھُمْ کَحُبِّ اللّٰہِ یعنی اُنکو دوست رکھتے ہیں مثل اُس دوستی کے کہ خدا کے ساتھ کرنی چاہیئے اسواسطے کہ اللہ تعالیٰ کو بالذات اور بالاصالۃ دوست کہنا چاہیئے اور جو چیز کہ غیر اُسکے ہے اور یا بحکم اُسکے محبوب ہے جیسے انبیا۔ اور اولیا اور صلحا یا اس سبب سے کہ اللہ تعالیٰ کے کرنے سے وسیلہ حاجت روائی کا ہو آدمی ہو جیسے مال اور اولاد اور طرب خانہ وغیرہ کے اور یہ لوگ بے سمجھ علاقہ محبت بالذات اور بالاصالۃ اُن لوگوں سے رکھتے ہیں بس بعضے اُن میں بسبب غلبات طبع اور رذالت نفس کے اُنکو محبت خدا کے برابر کریں جیسے عورتیں اصول اولاد اور یار دوست اور رئیس لمہر باد شاہ اور ذلیل برابری محبت کی یہ ہے کہ مرضی قدیم مرضی خدا کے ساتھ یا التزام طریقہ آبا و اجداد اور اطاعت رئیسوں اور بادشاہوں اور لیڈروں کی مخالف شریعت کے پڑے، وہ مردود ہیں اور گرداب حیرت میں ڈبتے ہیں کہ ہمکو یہ کرنا چاہیئے یا اللہ تعالیٰ کو اور بعضے اُن میں سے غیر جنس اپنے کو مثلاً روپیہ مال اسباب جاہ و رتبہ کو خدا کے برابر کرتے ہیں توبہ ظاہر اور عجز پہچانی اور خبر گیری اُن کی مرہتام بحال اور ذکر پر دوست اور تحقیر اُسکی میں اعتقاد رکھتے ہیں غفلت عجائب ہے اور اوقات عبادت کو برباد کر دیتے ہیں اور بعضے اُن میں سے

ارواح مدبرہ اور ملائکہ مو کلہ مخلوقات کو یا ارواح انبیاء اور اولیاء اور عبّاد اور علماء کو بالاستقلال برابر محبت اللہ تعالیٰ کے کرتے ہیں اور نذر اور قربانیاں اُنکے نام کرتے ہیں اور احکام اُنکے کو بے تامل برابر وحی ناطق الٰہی کے خمار کرتے ہیں بلکہ بعضے اُن میں سے ایسی صورتوں اور شکلوں کے ساتھ اور اُنکے قبہ اور معابد اور مساکن کے ساتھ وہ افعال کرتے ہیں جو کہ سجدہ اور عبادت کرنی چاہئیں کہ سر زمین پر رکھنا اور گرہ گرہ پھرنا اور دست بستہ بصورت استقبال در نماز کھڑا رہنا حالانکہ یہ محبت اُن کی مقتضائے ایمان بخدا اور خدا کے واسطے نہیں ہے تاکہ خدا کے نزدیک مفید ہو اور اُسکی رضامندی میں کام آوے اسواسطے کہ یہ محبت حد محبت مخلوق سے گذر گئی اور ایمان میں لازم ہے کہ محبت مخلوق اور خالق میں فرق کرے وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اور جو شخص کہ ایمان لائے ہیں اگرچہ بعض اُن چیز و لیکن خدا کے واسطے اور اُسکے حکم سے محبوب کہتے ہیں اور واسطے وصول نعمت آدمی کے سمجھتے ہیں اور بندہ کو مطیع جانتے ہیں لیکن نہ بمقدار کہ خدا کے برابر کر دیں بلکہ وہ اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ یعنے بہت سخت اور محکم تر دوستی خدا میں ہیں اور نیز اُن چیزوں سے اسواسطے کہ خدا تعالیٰ کو بالاصالۃ دوست کہتے ہیں اور ان چیزوں کو بمقدار کہ جس سے ظاہر ہو محبت الٰہی اور باندازہ حکم اللہ تعالیٰ کے دوست کہتے ہیں اور جب کوئی سبب اُن میں محبت الٰہی کا نہیں پاتے اُن کی محبت اُن چیزوں سے متبدل بعداوت و بغض ہو جاتی ہے اور نیز ہر چیز کو بخصوص ساتھ ذات الٰہی کے اور فلکس اُس جناب سے سمجھتے ہیں اور وسائل کو اصل سبب نہیں جانتے اور اگر سبب جانتے ہیں تو بکردہ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں جیسے قہر و عداوت یا مقادیر تصدی و خدمتگار و جبرائیل و غیرہ اور عامل پر گنہ عطائے پروانہ بادشاہی ماہ نیز نسبت محبت اُس گروہ کی پیدا کرتے ہیں اسواسطے کہ یہ گروہ دوستی بے استحقاق کے اُن چیزوں سے رکھتے ہیں اور دوستی اہل ایمان کی خدا کے ساتھ بسبب استحقاق الٰہی کے ہے اور جو چیز کہ بسبب استحقاق کے ہو ہمیشہ ترو مضبوط تر ہوتی ہے اُس چیز سے کہ بے استحقاق ہو اور نیز دوستی اہل ایمان کی خدا کے ساتھ دائمی اور باقی ہے اور دوستی اُس گروہ کی اُن چیزوں کے ساتھ زائل اور فانی اسواسطے کہ کار فرداب ہیں کہ اُن چیزوں سے بیزار ہو جائینگے اور بیزار ہونے بعد محبت کے متبرا کہیں گے چنانچہ عنقریب آتا ہے اور نیز دوستی اہل ایمان کی خدا کے ساتھ تہمت اور شدت اور بیماری محبت اور شادی اور غم اور لذت و الم میں برابر ہتی ہے اور دوستی جاہلوں کی اُن چیزوں کے ساتھ اگر بمقابلہ مواجہت دیکھیں تو مبدل بدشمنی ہو جاتی ہے اور نفرت کرتے ہیں اور موقت کہ معبودوں اور مشکل کشایوں سے ناامید ہو جاتے ہیں تو اُنکی طرف سے منہ پھیر لیتے ہیں اور جیسا کہ آیت فَاِذَا رَکِبُوْا فِی الْفُلْکِ دَعَوُا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ میں حکایت اُنکے حال کی مذکور ہے اور آیت یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْہِ وَاُمِّہٖ وَاَبِیْہِ میں مرقوم ہے آپ ہم یہ بیان کرتے ہیں کہ محبت خدا کے کیا معنی ہیں علمائے ظاہر کہتے ہیں کہ محبت ایک نوع ہے خواہش سے اور ہر خواہش ایسی چیز کے ساتھ متعلق ہوتی ہے کہ جسکا ہونا نہونا عقل کے نزدیک محتمل ہو اور ذات و صفات باری تعالیٰ کی چونکہ واجب الوجود ہیں تعلق محبت ذات اور صفات اللہ تعالیٰ کے ساتھ معقول نہیں پس معنی محبت اللہ تعالیٰ کے یہ ہیں کہ بعبادت اور اُس کی طاعت کو دوست کہے یا ثواب اور فضلوں کو دوست کہے اور اہل سلوک اور محبت کہتے ہیں کہ کمال محبت کا ذات کے ساتھ ہے اور محبت نام میل دل کا ہے خواہ مبنی بر غرض ہو یا نہو اسواسطے کہ اگر محبت میں غرض ضرور ہو اور ہر چیز کو دوسری چیز کیواسطے دوست کہے تو دور اور تسلسل لازم آتا ہے اور چونکہ ہم اپنے حال سے بسبب جہالت اور تجربہ کے دریافت کرتے ہیں کہ بعض اوقات مرد عالم کو نفط اُسکے علم کے باعث بدن توقع غرض کے دوست کہتے ہیں اور ایسے ہی ہر شجاع کو نفط اُسکی بہادری کے باعث اور زاہد کو اُسکے زہد کے سبب پس ذات قدس الٰہی کو کہ جامع ہر کمال ہے اور ہر کمال ذاتی ہے کیونکر دوست نکریں اور جسقدر کہ یاد اُس کی زیادہ کیجاوے اور علامات قدرت اور اُسکی حکمت کے زیادہ نظر میں آویں اور اُسکی نعمت و احسان کو اپنے پر اور تمام مخلوقات پر زیادہ ملاحظہ کیا جاوے تو محبت ترقی پاوے اور تضاعف قبول کرتی ہے یہانتک کہ غلبہ محبت کا دل پر غالب آجاوے اور التفات بغیر خدا نہ رہے اور حظوظ نفسہ سے فنا حاصل ہو جاوے اور علامت محبت الٰہی کی یہ ہے کہ محبان اللہ کو دوست رکھے اور دشمنوں اللہ سے دشمنی رکھے اور گناہ کے گرد نہ پھرے اور عبادت کو کمال شوق اور خوشی سے ادا کرے اور دل کو نہایت خوشی سے اُسکی راہ میں قربان کرے اور آیات اور احادیث بیشمار اس باب میں ہیں اور حق میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لفظ خلیل اللہ ارشاد فرمایا ہے اور محبت خدا کو بہتیرے مسائل نجات کا کیا چنانچہ صحیحین میں وارد ہوا ہے کہ بنگل کا مینھے والا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور پوچھا کہ قیامت کب ہوگی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا افسوس تو نے کیا سامان آخرت کا کر لیا ہے کہ اُسکے آنے کا حال پوچھتا ہے اُس نے کہا یا رسول اللہ میں نہ وہ کہتا ہوں اور نہ بہت نماز و روزہ رکھتا ہوں ہاں مگر اسقدر ہے کہ خدا اور رسول کو تہ دل سے دوست رکھتا ہوں فرمایا کہ خوش ہو ہر شخص اپنے محبوب کے ساتھ ہے اور تحقیق المقام یہ ہے کہ محبت ایک کیفیت ہے جدا سوائے ارادہ اور خواہش کے اور حاصل اُس کیفیت کا میل ہے بالاضطرار طرف اُس چیز کے ہاں یہ کیفیت چونکہ غیر ذوات الارادہ میں نہیں ہے اس سبب سے منسوب بالارادہ ہے اور نیز گاہے یہ کیفیت بعد تصور نفع اور ضرر کے دل پر وارد ہوتی ہے مانند ارادہ اور خواہش کے اسی سبب سے اسکو عین ارادہ کہتے ہیں حالانکہ یہ کیفیت نہ ارادہ اور نہ موقوف بر ارادہ بلکہ اگر کوئی کیفیت مشابہ اُس کے بہ تحویل طبعی اجسام کے طرف اُس چیز کے ہے بمقدار فرق اُس کیفیت کے کہ یہ میل ذوات الارادہ میں مخلوق ہے اور وہ میل ذوات الارادہ میں ہے اور یہ میل دل اور روح میں ہوتا ہے اور وہ میل غالب بر جسم میں بخصوصہ مادہ محبت کہ کسی غرض سے نہو جیسے محبت فرزند اور اپنے نفس کی کہ کچھ مشابہت رکھے ساتھ میل طبعی کے اور اسیواسطے بعض عرفا نے فرمایا ہے بیت ؎ اصل میری شوق مشابہ کہ جذبہ ہوا ہے کیونکہ اپنی اصل پر جذبہ ضروری بیت ؎ وہ ہیں کہ کھینچے لیے جاتا ہے دلبر کی طرف ۔ پس ہمارے دل میں ہے تاثیر مقناطیس کی وہ یا بجملہ محبت بندہ کو خدا کے ساتھ اُس قسم محبت کے کہ کسی غرض کیواسطے ہو اور تصور نفع اور ضرر حاصل ہوتی ہے سمجھنا چاہیئے اور ظاہر آیات اور حدیث کی تاویل میں قدم رکھنا نہ چاہیئے اور رسولؐ کے بطور قصہ کے ارشاد ہوا کہ یحبھم ویحبونہ کحب اللہ واسطے کہ محبت بندہ اور ہے اور محبت خدا اور اور اگر حال محبت اُن لوگوں کا کہ مخلوقات کو خدا کا ہمسر کہتے ہیں اور باب محبت میں خدا کی برابر کرتے ہیں بخوبی ملاحظہ کیا جاوے تو البتہ معلوم ہو جاوے گا کہ محبت اُنکی مبنی اور بغرض انتفاع اور استمداد کے ہے

اگرچہ قابل اس محبت کے وہی ذات پاک ہے نہ مخلوقات لیکن اس گروہ کی بنیائی بپردہ مضبوط پڑگیا ہے اور غیر اللہ تعالیٰ سے مدد چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو حلیم اور بردبار سمجھتے ہیں اور اُسکی غیرت اور شدت عذاب سے نہیں ڈرتے وَلَوْ یَرَی اور اگر جانتے ہو الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اے لوگو تم والو کہ کہیں خدا کا ہمسر بناتے ہو اور کبھی نذریں اور قربانیاں غیر کے واسطے کرتے ہو اور انکی عبادت اور طاعت اور محبت کرتے ہو اِذْ یَرَوْنَ الْعَذَابَ یعنی جبوقت دیکھیں گے عذاب الٰہی کو دنیا میں بسبب بیمار ہونے یا مصیبت آنے یا فقر و فاقہ کے اور اُسوقت امیدوار مرنے کے ہونگے اور چاہیں گے کہ ہمکو اس عذاب سے رہا کریں وہ یا امید پوری نہ کرسکیں گے اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِیْعًا یعنی اس مضمون کو کہ قوت اور قدرت محض خدا ہی کے واسطے ہے تمام امور میں کوئی چیز مال و فرزند و یار و مددگار اور بادشاہ امیر و وزیر پیغمبر اور فرشتہ اور پری بدون اُسکے حکم کے مدد نہیں کرسکتا ہاں اگر بالفرض اُنکو خدا کے برابر قوت بھی ہوتی تب بھی خدا کے برابر بنانا ہرگز درست نہ تھا سواسطے کہ خدا تعالیٰ کو برابر کرنے مخلوق سے غیرت آتی ہے اور غضب آتا ہے وَاَنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعَذَابِ تحقیق عذاب خدا کا سخت ہے البتہ ہمعصر اُس خدا سے دست بردار ہوتے ہیں بلکہ بیزار ہوجاتے ہیں لیکن وہ اِن مضمون کو گویا اُس وقت نہیں جانتے تھے بلکہ عذاب الٰہی کو بسبب خوشی ہمعصروں اور چشم نمائی اُن کے کارندوں اور قربانیوں اور عبادت میں تصور کیا تھا حاصل کرتے ہیں اور زیادہ تر رضامندی اور خوشامدی میں کوشش کرتے ہیں مگر ہاں اُسوقت جان جائیں گے کہ اُنکو فائدہ نہ ہوگا اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِیْنَ اتُّبِعُوْا یعنے جبوقت کہ بیزار ہوجائیں اُن کے متبوع جیسا کہ گمراہی کے پیشوا اور رئیس اور حاکم بے دین اور شیطانی صورت ڈالنے والے مِنَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْا یعنی اُن آدمیوں کو کہ اُنکی تابعداری کے باعث کفر میں پڑے تھے اور وہ لوگ نہ مانیں جھوٹے وعدے اپنی گرم بازاری کو واسطے دیتے تھے اور کہتے تھے کہ آخرت میں تمہارے پر کوئی نقصان ہو تو وہ ہمارے ذمہ اُسوقت کنارہ کرینگے اور کہیں گے کہ ہم ان سے واقف نہیں ہیں اور ہمنے اُنکو کفر کا مشورہ نہیں دیا تھا اگر عذاب اُنکا ہم پر لازم نہ آئے لیکن یہ تبرا کہنا اور کنارہ کرنا کچھ فائدہ نہ دیگا اسواسطے کہ اللہ تعالیٰ علام الغیوب ہے اُنکے گمراہ کرنے اور بہکانے پر مطلع ہے اُنکو جہنم پر چڑھا دیگا بلکہ اپنی سزا پائیں گے وَرَاَوُا الْعَذَابَ اور عذاب جہانم کا دیکھنے سے دیکھیں گے اور نیز وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ منقطع ہوجاوینگے تمام رشتہ تابعیت اور متبوعیت کا اور قربت اور دوستی کا اور انکار اور تبرا کرنا اور تمام عہد و پیمان کہ دنیا میں باندھتے تھے اور جب بتابعداری اور پیروی دیکھیں گے کہ ہمارے بہکانے والے ہماری مددگاری سے کنارہ کرتے ہیں اُسوقت جان جائیں گے کہ خدا کا ہمسر بنانا محض خطا تھا اور مدد و قوت فقط خدا ہی کیواسطے ہے ہر ہر چیز میں ہماری مدد کرتے تھے اور ہمسے گریز نہیں کرتے تھے اور نیز جان جائیں گے کہ حق تعالیٰ ہر چند علیم اور بردبار ہے لیکن غیرت والا ہے اور اثر غیرت اُسکی کا شدت عذاب ہے کہ ہمارے بہکانے والے اُس سے ایسا ڈر کر اپنے کو ہم سے بچاتے ہیں لیکن اُسوقت میں اِن فنوں باتونکا جاننا مفید نہوگا اور ناچار ہوکر کف افسوس ملیں گے وَقَالَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْا اور بیچارے لوگ کہیں گے کہ ہری کی ہو اُنہوں نہیں بہکانے والونکی کہ ہمکو سب سے کفر میں مبتلا ہورہے تھے اور خدا کا ہمسر بنایا تھا جب دیکھیں گے کہ یہ بہکانے فضلے ہمسے تبری کرتے ہیں اور اُن کی تبری اُنکو مفید نہیں ہے اور مددگاری کا دیکھنا اور خوب بکلیہ اُس معلوم ہوا کہ دنیا میں تبری سے فائدہ ہے نہ عقبے میں اور وہ اب ہاتھ نہیں آتا ہے لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً کہ کاش ہم جیسے جائیں دنیا میں کہ ہم اُن سے گمراہ کو کیسا بدلا لیں فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا كَذٰلِكَ یُرِیْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَیْهِمْ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِیْنَ مِنَ النَّارِ اور وہ دوزخ سے کبھی نہ نکلیں گے اور قاعدہ عربی کا یہ ہے کہ مسند الیہ جب مقدم ہوتا ہے تو فائدہ حصر کا دیتا ہے یعنے یہ کافر ہی دوزخ سے نہ نکلیں گے باقی سب گناہ گار جو ایمان لے ہیں بشفاعت یا چند روز دوزخ میں رہکر نکلیں گے اور جب کہ گمراہ ہوں اور گمراہ کرنے والو کو سوا حسرت کے اور کچھ حاصل نہوا یَا اَیُّهَا النَّاسُ اے لوگو چیز ونکو خلاف حکم شرع کے اپنے اوپر بسبب تابعداری اپنے پیشواؤں مکے حرام کرو اسلئے کہ یہ تابعداری بھی ایک نوع کی ہمسری خدا سے ہے مثلاً یہود پونے بعض اشیاء کو کہ اُنکی شریعت منسوخ میں حرام تھیں جیسے شتر اور اونٹ کا گوشت اور چربی دنبہ کی اور جانور ناخن دار جیسے کبوتر وغیرہ مرغ اب بھی حرام سمجھ رکھا ہے اور کہ کے شرک لوگ بحیرہ کو لیتے ہادہ شتر کہ اُسکا دودھ مدوک کہتے ہیں اور وصیلہ یعنی وہ بکری کہ سات دفعہ پے در پے مادی ہو اور آٹھویں دفعہ نر و مادہ ایک دفعہ جنے اور سائبہ یعنے جسپر بوجھ نہ لادیں اور حام کہ جسنے اونٹ کو دس دفعہ بچہ جن بچکا ہو حرام سمجھتے ہیں اور ہنود گائے اور بھینس کے گوشت کو اور بعضے عرب قبیلے جیسے بنو ثقیف اور بنو عامر بن صعصعہ و خزاعہ و بنو مدلج بھی اور بیضہ کو اور بعضے عابد مسلمان آب سرد اور لذیذ طعام کو اور بعضے جاہل اپنی اور اپنے عزیزان کی بیماری میں نذر مانتے ہیں کہ خلافی نیز ہم نہیں کھاوینگے یعنی ہمارے اوپر حرام ہے نا کھانا ہو جاوے اور بعضے ناعاقبت اندیش عادت سمجھے میں قسم کھاتے ہیں کہ فلانی شے کو ہمنے حرام کیا اسلئے کہ کسی کو حرام کرنا کار خانہ خدا میں شریک ہونا ہے اسواسطے کہ حلال اور حرام کرنا اختیار کار خدا ہی کا مرتبہ ہے دوسرے کو لائق نہیں کہ اُس کی ملک میں تصرف کرے علاوہ اس فعل قبیح کا یہ ہے کہ حرمت اُن اشیاء سے تو بکرس کُلُوْا مِمَّا فِی الْاَرْضِ یعنی کہا و تم جو کچھ کہ زمین میں ہے اسواسطے کہ زمین اور جو چیز کہ اسمیں ہے سب ملک خدا ہے اور تم خدا کے بندہ ہو پس جبکہ تمکو زمین میں سکونت کا ارشاد کیا تو معاش بھی اُسمیں سے کی ہوگی اگر چاہیئے کہ وہ چیز حلال ہو اور حلال اُسکو کہتے ہیں کہ شریعت پیغمبر آخر الزماں میں اُس چیز کی ممانعت نہ ہو اور نیز چاہیئے کہ طَیِّبًا پاک ہو تعلق حق غیر اور غصب اور ضیاع اور وقوع شوط سے و دوچوری سے مالک کی اسکو نہ لیا ہو اسواسطے

کہ جو چیز فی نفسہ حلال ہو لیکن حق غیر اُس سے متعلق ہو اور وہ غیر اُسکے کھلانے پر راضی نہو پس وہ شے ایسی ہے کہ گو پاک چیز تھی اور نجس ہوئی اور وہ پاک نہ رہی پس جو چیز کہ اُسمیں دو نوں شیوط یعنی حلال اور پاکی کی جمع ہوں تو اُسکے کھانے سے پرہیز نہیں چاہیئے اسلئے کہ یہ شیطانی وسوسہ ہے وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ یعنی پیروی نہ دو میں شیطان کی مت کرو کہ کوئی حکم اپنی طرف سے مقابلہ حکم خدا تعالیٰ کے کرو جیسے کہ شیطان نے مقابلہ حکم الٰہی میں کہ سجدہ حضرت آدمؑ کا تھا مقابلہ کیا اور کہا کہ میں بہتر آدم سے ہوں کہ مجھکو آگ سے پیدا کیا اور اُسکو خاک سے اور تم پیروی شیطان کی کس طرح کرسکتے حالانکہ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ تحقیق وہ تمہارا دشمن ہے اور اپنی دشمنی ظاہر کرتا ہے اور جس نے پیروی دشمن کی کی دیدہ و دانستہ اپنے تئیں ہلاکی میں ڈالا اور دشمنی نفط جیسے حلال حرام سمجھنے میں نہیں ہے بلکہ سزے میں شدتی کرتا ہے اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ وَالْفَحْشَآءِ حکم نہیں کرتا تمکو مگر برائی کا اور بے حیائی اور پیروی کا اُسکے نظر خالق مخلوق میں تصور ہوجاوے وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ اور اللہ تعالیٰ پر وضع کہو تم تاکہ کفر میں پڑجاؤ اور تمہارے عقیدات کے سرمایہ ایمان کا ہیں برباد جاویں اگر کوئی کہے کہ شیطان سوا ان سوء کچھ بھی فرماتا ہے یعنے امر نیک کیلئے جیسے کہ ایک بزرگ سے منقول ہے کہ شیطان نماز صبح کیوسطے بیدار کرتا تھا اسلئے کہ ایک دفعہ اُن سے نماز صبح کی فوت ہوگئی اور اُنہوں نے اسقدر گریہ زاری کی کہ اللہ تعالیٰ کو اُنپر رحم آیا اور ثواب دو چند اُس نماز سے عنایت کیا اسکا جواب یہ ہے کہ شیطان اپنے ہر امر و نہی میں مقصود بدی کا رہتا ہے اگرچہ ضمن بدی میں نیکی ہو مثلاً کبھی ایک چیز سے کہ وہ بہت بہتر ہے ایک چیز کے کہ وہ اُس سے کچھ کم ہے کہتا ہے تاکہ آہستہ آہستہ اپنا بندا کرلے اور پھر بالکل امر بد میں مصروف کرے اور کبھی ایک چیز نیک سے آسانی سے حاصل ہو طرف چیز بد کے دیکھتا ہے تاکہ بسبب زیادتی مشقت کے اُسے نفرت ہو جاوے اور اُس پہلے کار نیک سے بھی محروم رہجاوے اور کبھی نحوف حاصل ہونے ثواب عظیم کے ایک کام سے دوسرے کام میں کہ اُسقدر ثواب نہیں کہتا ہے نیک ہو مثلاً جیسے کہ تہجد کو مقصد شیطان کا محروم رکھنا ثواب سے تھا صاحبؒ نے نماز باجماعت کو پہچانا کہ شیطان ملعون درگاہ خدا تعالیٰ ہے اور ہر صورت خدا نہیں ہے اور دشمنی اُسکی اولاد حضرت آدم سے سوروثی ہے اور خلقت کے بہکانے پر کمربستہ ہے اور ظاہر ہے کہ جو آمر ملعون ہو تو حال مامور اور اُسکے تابعدار کا کیا ہوگا اور نیز جب آدمی مردود شمن معروف ہو تو امور کو کیا فرمانبردار چیدہ و دوا اس آیت کا منع کرنا تحریم کا حلال سے ہے لیکن اُن دو قیود سے سمجھا جاتا ہے کہ کھانے میں احتیاط چاہیئے تاکہ حلال پاک ہو اور جو چیز کہ حلال نہو جیسے کہ مردار و خون و شراب و سور اور جانور درندے نجاست کھانے والے یا حلال ہو لیکن بسبب تعلق حق غیر کے پاک نہو جیسے ملک غیر بدون اُسکی اجازت کے مثلاً کسی کی بکری غصب کی ہو یا طعام بطریق رشوت کے لیا ہو کھانا اُسکا جائز نہیں ہے اور اسمٰعیل ابن مردویہ ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز یہ آیہ شریفہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پڑھی جاتی تھی سعد بن ابی وقاص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ دعا فرماؤ تاکہ اللہ تعالیٰ مستجاب الدعوات مجکو کرے حضرتؐ نے فرمایا کہ اے سعد کھانے اپنے میں احتیاط چاہیئے تاکہ حلال پاک ہو تاکہ خود بخود مستجاب الدعوات ہو جاوے پھر حضرتؐ نے فرمایا کہ بعض وقت آدمی لقمہ حرام کہاتا ہے اور شامت اس لقمے سے دعا اسکی چالیس دن تک مقبول نہیں ہوتی اور ہر بندہ کہ گوشت اُسکا سود اور رشوت سے بھرا ہو آتش دوزخ کی اُسکو لایق زیادہ ہے اور عبدبن حمید ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ہر سوگند اور نذر کہ آدمی سے حالت غضب لایعنی غضب میں سرزد ہوتی ہے داخل خطوات شیطان ہے اور نیز حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایک شخص آپکے پاس آیا اور کہا کہ میں نے قسم کھائی ہے کہ اگر ظالمان کا میں کروں تو تنہا بیدل خانہ کعبہ کا حج ادا کروں حضرتؒ نے کہا کہ یہ خطوات شیطان ہے سوار ہو اور حج ادا کر اور سوگند اپنی کا کفارہ دے اور نیز ابن زید سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نذر کی کہ اپنی ناک میں حلقہ چاندی کا ڈالے جابر بن زید نے کہا کہ یہ سب خطوات شیطان سے ہے کفارہ سوگند کا دے اور یہ کام مت کر کہ ساری عمر گناہ میں گرفتار رہے اور نیز ابو مجاذ سے مروی ہے کہ اُس نے تفسیر لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ میں نذر فی المعاصی کو کہا ہے اور عجب یہ ہے کہ آدمی دوام شیطان میں اسقدر گرفتار ہیں کہ بسبب سوء عادت اجداد کے حلال چیز کو حرام جانتے ہیں اسمقدم اصرار کرتے ہیں کہ شرع خدا سے زیادہ جانتے ہیں وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ یعنے جسوقت کہا جاتا ہے کہ پیروی اُس چیز کی کرو کہ اللہ تعالیٰ نے نازل کی اور دوسرے شیطان اور طریقہ باپ دادا کو چھوڑو قَالُوْا نوکہتے ہیں کہ ہم پیروی حکم خدا کی نہیں کرتے اسلیئے کہ ہمارے میں اسقدر کہاں لیاقت ہے کہ حقیقت حکم الٰہی کو دریافت کریں اور ہمکو کہاں سے یقین ہو کہ جو کچھ تم کہتے ہو حکم الٰہی ہے بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا یعنی ہم بلکہ پیروی اُس رسم کی کریں گے جسپر اپنے باپ دادا کو پایا ہے جس چیز کو وہ کہاتے تھے ہم بھی کہائیں گے اور جس کو وہ حرام جانتے تھے ہم بھی حرام جانتے ہیں اسلئے کہ باپ دادا ہمارے ہمسے زیادہ عقلمند تھے اگر اس رسم و رواج میں نقصان پاتے ہرگز اُسپر عمل نکرتے اور نیز ہم اگر بخلاف اپنے باپ دادا کے کہانے پینے میں بے باکی کریں مطعون خلائق اور خصوصاً اپنے اقارب قبیلہ کے ہوں اور ہمکو برادری سے خارج کریں اور ہمارے سلقہ نشست و برخاست اور سلام وغیرہ موقوف کریں جیسے کہ بسبب نہیں عذر ترک قوم نہو دیں مثلاً بقال کا نہ راجپوت وغیرہ علاج ورسم قدیمی سے باہر نہیں سکتے اور بعضے جاہل مسلمان بھی انہیں کے سہلانے سے ترک نکاح بیوہ و رسوم باطلہ میں پہی عذر بیان کرتے ہیں اور ابن ابی حاتم ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن آنحضرت صلعم بہودیوں کے مکان میں اسقدر لاجواب کیا کہ کوئی عذر نہ رہا اور قطع کلام پر ہوا کہ رافع بن خارجہ اور مالک بن عوف و دیگر دشمنوں نے کہا کہ حقیقت دین تمہارے کی سلم لیکن ہمنے اپنے باپ دادا کو اوپر نہیں پایا وہ ہمسے عقلمند اور بہتر زیادہ تھے پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور ارشاد ہوا کہ ان سے پوچھو اَ یعنی پیروی باپ دادا کی کرینگے ہر حال خواہ صواب پر ہوں یا خطا پر وَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ اگرچہ باپ دادا اُنکے کہ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْـًٔا نہیں سمجھتے کسی چیز کو جیسے بچے اور برے میں تمیز نہیں اور نفع و نقصان میں فرق نہیں کرتے اور دیوانوں کی سی حرکات بے ربط کرتے ہیں وَلَا يَهْتَدُوْنَ اور نیز راہ نہیں پاتے بچانے اور بہتری کی اور اسلئے کہ سمجھانے سے وہی شخص سمجھتا ہے

کہ فی الجملہ عقل شعور کہا ہو اور نہ کہ عقل معاد کی بالکل نہیں ہے گو عقل معاش کہتے ہوں اور ظاہر ہے کہ اگر باپ دادا کسی کے دیوانے اور بیعقل ہوں ہرگز پیروی اُن مجانین کی نہ کرینگے پس یہ لوگ کس طرح پیروی باپ دادا کی ہر حال میں اختیار کرتے ہیں اور یہ لوگ عقل معاشی باپ دادا پر فریفتہ ہو کر اُنکے اعمال اقوال کا مقلد دین میں اتباع کریں تو یعنی خطا ہے اسلئے کہ عقل معاش کی اُدھر ہی اور فہم دین کا اور ہے باپ دادا اُنکے مقدمات دین کو بالکل نہیں سمجھتے تھے بلکہ ان مقدمات میں حد انسانیت سے باہر تھے اور دریافت منفعت اور مضرت اور حسن قبح کی اُنکو ہرگز مجال نہ تھی اور سکی دلیل یہ ہے کہ وہ بلاشبہ کافر تھے وَمَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور مثال اُن لوگوں کی کہ کافر ہو گئے ہیں ہمنے مقدمات دین اور سمجھانے میں كَمَثَلِ الَّذِيْ شال اُس طائر کی کہ يَنْعِقُ آواز بلند کرتا ہے واسطے جمع کرنے یا ہنکانے کے بِمَا لَا يَسْمَعُ اُن حروف سے کہ نہیں سنتا اُنکو اِلَّا دُعَآءً مگر بلانیکو وَّنِدَآءً اور فریاد کرنیکو کہ اُسکے واسطے ملاتا ہی یا کسی چیز سے ڈراتا ہی اور ہنکاتا ہے بالکل اسکو اُس آواز سے نہیں معلوم ہوتا اور جب اپنے تئیں دریافت نہ ہوا تو سننے والونکو کیا دریافت ہوگا پس یہ سننا بحساب سمجھنے کے سننا نہیں ہے جب اصل دریافت نہ ہوا تو منفعت اور مضرت خصوصاً آخرت کی کس طرح دریافت ہوگی اور اسواسطے کہا جاتا ہے کہ تمام کافر خواہ پیشوا خواہ مقلد و خواہ باپ دادا خواہ لڑکے صُمٌّ بہرے ہیں اور اگر بالفرض اس شنیدن کو سننا اختیار کریں تو اظہار حق اور نطق میں بُكْمٌ گونگے ہیں اسواسطے کہ اظہار حق اُنکی زبان سے ہو ہی نہیں سکتا اور وہ درحقیقت عُمْیٌ اندھے ہیں جب اُنہوں نے حقیقت کو نہ دریافت کیا بیان کس طرح کر سکیں گے اور جب سمجھنا فرع احساس ہے اور محسوسات سے ہی معقولات کی ہیں اور اُنہوں نے مبادی کو گم کر دیا ہی فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ پس وہ عقل نہیں رکھتے مقدمات دین میں گو جانور کی طرح عقل معاش رکھتے ہوں اور جب اُنکو مقدمات دین میں عقل نہیں پس اتباع اُنکا بعینہٖ اتباع مجانین کا ہوا اس جگہ چند فائدے ہیں اوّل یہ کہ یٰۤاَيُّهَا النَّاسُ خطاب عام ہی مسلمان و کافر کو بھالانکہ خصیصہ ذکر اکثر اہل اصول کے نزدیک کافر مخاطب فروع دین کے نہیں ہو سکتے ہیں اور یہ خطاب خطاب بفروع دین ہے جواب اسکا یہ ہے کہ چونکہ کافر اہلیت ثواب کی نہیں رکھتے لہذا جو عمل کہ اُسپر ثواب مترتب ہو اُسکے نہ مخاطب نہیں ہو سکتے لیکن مطلوبات قسم معاملات و عادات کے کرنا اور نکرنا جن کا برابر اور نہ اُنکے کرنے پر ثواب اور نہ ترک پر عذاب اُسکے ساتھ کافر بھی مخاطب ہو سکتے ہیں دوسرے یہ کہ اس آیت میں لفظ الفینا واقع ہوا اور سورۂ مائدہ اور سورۂ لقمان میں لفظ وجدنا اسکی کیا وجہ ہے جواب اہل عربیت نے لکھا کہ الفی خواہ مخواہ متعدی بدو مفعول ہوتا ہی اور وجد وہ معنی میں مشترک ہی ایک معنی سے متعدی بیک مفعول ہوتا ہی اور دوسرے معنوں سے متعدی بدو مفعول پس قرآن میں اول جگہ وہ لفظ کہ صریح معنی متعدی بدو مفعول ہو لایا کہ مقصود اُس جا بھی معنی ہی اور جا آیندہ میں بسبب شہرت کے لفظ وجد پر اکتفا کیا کہ سابق قرینہ معنی مراد کا ہو چکا ہی اور اہل تدقیق نے کہا ہی کہ ہر چند الفی اور وجد اصل معنی میں مشترک ہیں لیکن الفی اکثر معنی معقول میں مستعمل ہوتا ہی اور وجد اکثر اعیان محسوسہ میں اور چونکہ سابق اس سورہ میں ذکر کیا گیا ہی کہ یہ آدمی تضلیت میں تابع شیطان ہیں اور دشمنی اسکی محسوس نہیں ہے لہذا مناسب ہوا کہ اس جگہ لفظ الفی مستعمل ہو اور سورۂ مائدہ میں مذکور ہوا ہی کہ پہلے جاہل بجائز اور سوائب کو حرام جانتے تھے اور خدا پر افترا کرتے تھے اور یہ دونوں امر محسوس اور مسموع تھے اور سورۂ لقمان میں بھی مذکور ہوا ہی کہ بعض آدمی بے دلیل عقلی اور شرعی کے مقدمات دین میں مکابرہ کرتے ہیں بے شبہ یہ امر بھی محسوس یا مسموع ہی لہذا لفظ وجد مناسب ہوا تیسرے یہ ہی کہ اس سورہ میں لایعقلون شیئا ارشاد ہوا اور سورہ مائدہ میں ایسے ہی مقام پر لایعلمون شیئا یہ فرق کس نکتہ پر مبنی ہی اسکا جواب یہ ہی کہ نفی کرنا عقل کا نکوش میں زیادہ تر ہے بسبب نفی کرنے علم کے اسواسطے کہ آدمی باوجود عقل ہونیکے جاہل ہو جاتا ہی اور بے عقل نہیں ہوتا کبھی غفلت یا دیوانہ اور جب اس جگہ کافروں نے دل جمع ہو جدنا کہا تو صریح دشمنی اور تکبار کیا پس عقل کی نفی اُنکے پیشواؤں سے اس مقام میں مناسب تر ہے اور سورہ مائدہ میں کفار نے فقط اسیقدر حکایت کی کہ حسبنا ما وجدنا علیہ آبآءنا اور اس دعوے کے رد میں نفی علم بھی کافی ہی اسلئے کہ جہل پر التفات نہیں ہو سکتا چوتھے یہ ہی کہ اس آیت میں طرق سے ابطال تقلید کا اشارہ ہی پہلے یہ چاہیئے کہ تقلید سے پوچھا چاہیئے کہ تو جس کی تقلید کرتا ہی وہ تیرے نزدیک محق ہی یا نہیں اگر اسکے محق ہونیکو نہیں پہچانتا ہی تو باوجود احتمال مبطل ہونیکے کیوں تقلید کرتا ہی اور اگر محق ہونا پہچانتا ہے تو کس دلیل سے اگر وہ تیری تقلید سے تو اسی طرح اُس تقلید میں کلام ہوگا اور تسلسل لازم آویگا اور اگر عقل سے پہچانتا ہی تو اسکو صرف حق میں کیوں نہیں صرف کرتا اور عبارۃ تقلید اپنے پر کیوں گوارا کرتا ہی دوسرا طریق یہ ہی کہ جس کی تقلید کرتا ہی اگر اُس مسئلہ کو اُس سے بھی تقلید سے جانتا ہی تو تو اور وہ دونوں برابر ہوئے کیا ترجیح بلا مرجح تو تقلید نہ کرے اور اگر اُس نے بدلیل جانا ہی تو تقلید اُسوقت تم ہو کو تو بھی اُسی دلیل سے اُس مسئلہ کو جاننے ورنہ تو مخالف ہوگا کہ مقلد اور جب مجھے اُسی دلیل سے معلوم ہوا تو تقلید ضائع ہوئی پانچویں یہ ہے کہ سیپارۂ الم میں اسی آیت میں فرمایا ہی فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ اور اس جگہ فرمایا فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ انمیں کیا فرق ہی اسکا جواب یہ ہے کہ یہ آیت اس سیپارہ میں ان منافقین کے حال میں ہے کہ ایمان لا کر پھر ایمان سے دُور ہو گئے تھے اور عود نہیں کر سکتے تھے اور اس جگہ کافر و نکے حال میں کہ اصلا ایمان ہی نہیں رکھتے اور حسن ایمان کو نہ سمجھے پس ہر لفظ اپنے اپنے مقام پر چسپاں ہی اور جب معلوم ہوا کہ کافر جب تک کہ دام شیطان میں گرفتار ہیں اصلا قابلیت فہم خطاب کی نہیں رکھتے اور حیوانات کی مانند عقل معاش سوں فقط معاد کے رکھتے ہیں پس ایسی حالت میں پیروی مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ اُن سے کیا امکان رکھے اسواسطے یہ پیروی اُس حالت میں ہو کہ مثل انسان کے ادراک شعور فہم رکھتے ہوں اور ایسی حالت میں بہرے گونگے اور اندھے ہیں پس سمجھنا چاہیئے کہ یا ایها الناس خطاب عام عقل اسطے الزام حجت و ازالہ عذر کے ہی مقصود بالذات خطاب اہل ایمان سے ہے اور بسواسطے خطاب خاص کے فرمایا یٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے لوگو کہ ایمان لائے ہو اور جو اس عقل قہاری مقدمات دین میں علم اور درست ہیں سمجھو کہ مقتضائے محبت ایمان خدا کا یہ نہیں ہی کہ لذیذ و ہزل و شیاعت کے کہانے سے پرہیز کرو بلکہ مقتضائے ایمان یہ ہی کہ حکمت الٰہی کو نہایت مقصود اُس حکمت کا سمجھو اور جو اشیاء کہ مضر ثانی الے کہانے کے واسطے پیدا کیں ہیں مقصود اُن سے کھانا ہی اور مقتضائے محبت کا یہ ہی کہ جو چیز کہ محبوب علیہ کرے اُسکو تمام خوشی سے

استعمال میں آوے یہاں تک کہ عاشق معشوق کے ہاتھ سے تلخ چیز کو شیریں جانکر کہاتے ہیں پس کلوا من طیبات ما رزقناکم کہا دو تم اسے حلال اور پاک جو کہ ہمنے تمہارا رزق کیا ہے اگرچہ لذیذ اور گراں قیمت ہو اور اگر تمہیں یہ خوف ہو کہ شاید لذیذ کہانے کے گرفتار حظ نفس کے ہو جائینگے اور عبادت خدا سے باز رہ جاوینگے تو اسکی تدبیر کرو کہ عین حظ نفس میں مشغول عبادت رہو واشکروا للہ یعنی خدا کا شکر کرو تم اسواسطے کہ لذیذ نفیس چیز کے کہانے سے کہ مرغوب طبع ہو دل سے شکر نکلتا ہے اور اس قسم کا شکر عین عبادت ہے اور موجب زیادتی محبت منعم حقیقی کا ہے اور یہ عبادت ہرون تلذذ نفس کے اور انہیں ہوتی پس اس تلذذ کو وسیلہ عبادت کرو اور وسیلہ عبادت کو عبادت جانو اور یہی شان عارفوں کی ہے کہ عادات کو عبادات کہتے ہیں ہاں ناقص لوگ عبادت کو نفس کشی اور فقر و خشک خوری و خس پوشی میں منحصر جانتے ہیں اسلیئے کہ انکی طبیعت ایسی ہی عبادت سے مالوف ہے اور اپنے پیشوا و سے ایسی ہی عبادت دیکھتے اور سنتے آئے ہیں لیکن در حقیقت خالص عبادت خدا نہیں بلکہ رضامندی طبیعت اور اپنی عادت کی آمیزش ہے جیسے کہ ایک خاوند نے اپنے غلام کو ایک حکم کے لیئے راحت اور خواب آرام کو اسطے فرمایا اور وہ غلام کو نہ تلذذی سے سمجھا کہ یہ آرام مجھے خدمت مولا سے باز رکھنا چاہتے کہ میں خواب آرام ترک کروں اور محنت شاقہ کر کے خدمت مولا میں کمربستہ رہوں پس یا طاعت در حقیقت طاعت نہیں خیال اپنے کی ہے نہ تابعداری خاوند کی پس تم اس طرح نکرو ان کنتم ایاہ تعبدون اگر تم خالص عبادت اسکی کرتے ہو اور وہم و خیال و عادت اپنی کو دخل نہیں دیتے ہو اسواسطے کہ منظور عبادت سے رضامندی معبود ہے جس طرح کہ راضی ہو بیت گرطبع خواہد زمن سلطان دین + خاک برفرق قناعت بعد ازین مدیت ہے اگر منظور ہووے خود طبع سلطان کو ویسی نکالیں سب طرح کے خواہش و ارمان کو وہ جیسا کہ نفس کا شکستہ کرنا اور لذائذ کا ترک کرنا موجب ایک طرح کی عبادت کا ہے یعنی ایسے ہی کہانے پینے عقد و ازدواج میں فراخی کرنا ایک نوع کی عبادت ہے یعنی شکر کی طرف کہینچتی ہے اور محبوب معبود صمدی ہے اور یاد خدا کے شکر کی تعالی طلب کرتی ہے اور ترک کرنا ایسے بواعث اور دواعی کا راہ عدالت طلب اس بنا کے جانا ہے کہ بندگی میں خشونت تباہی اور حدیث قدسی میں بروایت معتبر وارد ہوا ہے کہ انی والجن فی نبأ عظیم اخلق ویعبد غیری وارزق ویشکر غیری یعنی میرا جن اور انس سے عجب قصہ واقعہ ہوا ہے کہ پیدا میں کرتا ہوں اور عبادت دوسرے کی کرتے ہیں اور رزق میں دیتا ہوں اور شکر غیر کا کرتے ہیں اور فقہا نے کہا ہے نعمتوں انہی کا کہانا جو کہ بندوں کو پہونچتی ہیں اصل میں بیجا ہے اور صیغہ امر کلوا وارد ہے اجازت کے واسطے ہے نہ واسطے تکلیف کے لیکن کبھی کھانا واجب ہی ہو جاتا ہے جیسے وقت ہلاکی مضطر سے طاقت حرکت کی نہ رہے اور کبھی مستحب ہوتا ہے جیسے کہ واسطے موافقت مہمانوں کے اور زید بن علی بن آحسین علیہم السلام سے کہ شہید ہوئے ہیں منقول ہے کہ کہتے تھے کہ اگر کوئی ان تین قسم کے کہانے پینے میں تکلف کرے تو وہ نہیں ہوتا اور حساب آخرت میں معاف ہے مہمان کے واسطے اگرچہ خود بھی اس طعام سے کہا دے اور افطار اور سحری روزہ دار کیواسطے گو آپ ہی ہو اور مریض کہ رغبت طعام میں کرتا ہو مگر نفیس چیز میں لیکن اپنی نہ ہو اور صحابہ تو باہمیں کے باوجود اس نص صریح کے لذائذ اور نفائس کہانے کی اشیا کو بسبب باز رہنے نعمت منعم سے اور حاصل کرنے واسطے نفس پروری کے عوام کو منع کیا ہے اور آپ بھی بسبب حفظ مرتبہ پیشوائی کے کہانے ایسی اشیاء سے پرہیز کیا ہے اور اسی قسم سے ہے جو کہ ابن سعید نے عمر بن عبد العزیز سے روایت کیا ہے کہ وہ ایک روز مجلس میں فرطے تھے گرز جرات پیتے مالیدہ کہایا سو شکم میں کچھ تکلیف ہے اسواسطے کہ میں اس قسم کے کہانوں کا معتاد نہیں ہوں خوشامدیوں نے عرض کیا کہ یا امیر المومنین حق تعالی کتاب میں فرماتا ہے کہ کلوا من طیبات ما رزقناکم والشکر للہ الذی تم کو اسواسطے طعام لذیذ نہیں کہانے کہ اکر افسوس تم اس آیہ سے کیا سمجھے کہ مراد طیب سے حلت ہے نہ کہ نفاست و لذت اور دلیل اسکی یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ تحقیق اسد قبول نہیں کرتا اگر طیب اور تحقیق اسد تعالی نے مسلمانوں کو اس چیز کا علم کیا ہے جس کا بیغمبر کو کیا ہے جیسے فرماتا ہے یا ایھا الرسل کلوا من الطیبات واعلموا صالحا اور فرماتا ہے یا ایھا الذین اٰمنوا کلوا من طیبات ما رزقنٰکم اور حضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ شخص غبار آلود ہو کر دراز کر کے پریشان سر اور بکھرے ہوئے بال اور غبار آلود ہو کر مجمع کو جاتا ہے اور وہاں جا کر ہاتھ پھیلا کر دعا مانگتا ہے یا رب یا رب اور حال یہ ہے کہ خوراک اسکی حرام سے ہے اور لباس حرام میں ورش پائی تو اسکی دعا کب قبول ہو اور یہ حدیث صحیح ترمذی میں بروایت حضرت ابو ہریرہ موجود ہے لیکن اس صحیحہ پر بن عبد العزیز نے دو طرح سے اعتراض کیا ہے اول یہ کہ اگر طیب سے اشیاء حلال مراد ہو تو حرف من کو تبعیض کیواسطے ہے درست و مناسب نہیں ہوتا اسواسطے کہ حلال چیزیں سب کہانے کی نہیں پھر مقید بعض کے ساتھ کیوں کیا اسکا جواب یہ ہے کہ بمعنی تبعیض کے بنظر اجزائے ماکولات کے سمجھنا چاہیئے نہ بنظر افراد ماکولات کے اور جو چیز کہ حلال ہے اور بعض اجزا اسکے حرام ہیں تو ان اجزا کو کہانا چاہیئے جیسے خون اور فضلہ اور دونوں فرج اور جیسے اور حرام مغز اور پتہ کہ کتب فقہ میں تصریح کی ہے اور نیز حلال چیز بھوک سے زیادہ کہانی حرام ہے پس حلال کا بعض سے مقید ہونا صحیح ہے دوسرا اعتراض جو یہ ہے کہ اگر طیب سے حلال مراد ہو تو تکرار بیفائدہ آیہ گذشتہ یا ایھا الناس کلوا مما فی الارض حلالا طیبا میں لازم آتا ہے اسکا جواب یہ ہے کہ تکرار بیفائدہ نہیں بلکہ صفت کا تشخیص ہے یعنی جو چیز کہ اذن شرعی سے حلال ہے ویسے ہی وہ پاک بھی ہے نجس نہیں ہے اور بالفرض اگر طیب سے حلال ہی مراد ہو تو لازم نہیں ہے کہ لہذا تکرار سے فراغ دی بھی جاوے اسواسطے کہ اعلم سلف کا طیب کے معنوں میں بہت اختلاف ہے اور اسکے ایک معنی لذیذ اور خوش آئندہ کے ہیں تو کیا ضرور ہے کہ انجگہ یہی معنی مراد ہوں اور بعضوں نے کہا ہے کہ طیب حلال سے زیادہ خاص ہے یعنی کسب کا سکا مقرون بگذبہ نہ ہو جیسے کہ سود اگری میں جھوٹی قسم کھا کر اسباب فروخت کیا ہو اور جانور کی پشت پر بوجھ زیادہ لادا ہو اور مزدوروں اور بیلوں سے تکلیف مالایطاق کی ہو اور بعضوں نے کہا ہے کہ حلال وہ ہے کہ منفیوں نے اس کی حلت کا فتوی دیا ہو اور طیب وہ ہے کہ اسکے دل میں بھی شبہہ حرمت کا نہ ہو جیسے گروی مکان کا کرایہ اور زمین گرو کی کا محصول کہ مالک نے برضا و رغبت کے حلال کر دیا ہو تو اس سبب سے علماء دین منع نہیں کر سکتے لیکن گرو دار خوب جانتا ہے کہ یہ رضامندی بسبب تسلیع قرض کے ہے تو یہ رضامندی نہیں ہے اور اسی باب میں حدیث وارد ہے کہ اپنے دل سے فتوی طلب کرے اگرچہ مفتی نے فتوی

دیدیا ہو اور بعضوں نے کہا ہے کہ حلال طیب وہ ہے کہ بقدر ضرورت بروجہ کفاف کے کفایت کرے اور نفس کو اُسکے حق سے زیادہ نہ مدے اور اُسکو حاصل نہو مثلاً کھانا اسقدر کہ بھوک جاتی ہے اور پوشاک اسقدر کہ ستر پوشیدہ ہو جاوے اور سردی اور گرمی سے محفوظ رہے اور مسکن اسقدر کہ عورتوں کا پردہ ہے اور سردی اور گرمی اور مینہہ کو باز رکھے **نظم** تنگ گہر تھا حکیم نعمان کا ؎ صاحب علم ودرد و دراں کا ؎ ساری شب بیکلی گذرتی تھی ؎ دمبدم دن بھر کی سرپر گرتی تھی ؎ ایک بے عقل نے کہی یہ بات ؎ اس میں کیونکر گذرتی ہے اوقات ؎ تب کہا اُس نے ہاں بہت ہے یہ ؎ بواسطے موت کے بہت ہے یہ ؎ جاننا چاہیئے کہ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ سب سے پاک چیز وہ ہے کہ انسان اپنے کسب سے حاصل کرکے کھاوے اور علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ سب سے اچھا کسب کونسا ہے سو سب سے بہتر کسب جہاد اور لڑائی کفار کے ہے اسواسطے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ہر نبی کا ایک پیشہ تھا اور میرا پیشہ جہاد راہ خدا میں ہے اور اس کسب کے بہتر ہونیکی وجہ یہ ہے کہ غازی کلمہ دین کے بلند کرنے میں کوشش کرتا ہے اور اُسکے ضمن میں حلال مال لوٹ میں پاتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ ارادہ جہاد کا اپنے دل میں تصد لوٹ کا نکرے اور اپنی نیت خالص رکھے اور پھر تجارت ہے علی الخصوص وہ تجارت کہ حوائج مسلمانوں کو دُور کرے جیسے حدیث میں ہے کہ التاجر المحتکر ملعون یعنے تاجر کہ ایک شہر سے دوسرے شہر میں واسطے نفع رسانی مسلمانوں کے اشیاء لیجاوے مرزوق اور جو کہ اشیاء سوداگری کو روک رکھے ملعون ہے اور تجارت کہ بنیت نفع رسانی مسلمانوں کے ہو تو وہ تجارت حکم عبادت کا رکھتی ہے پھر تجارت کہ اس میں بھی نیت نیک حاصل ہونے تو حت آدمیوں اور جانوروں کے ہوتی ہے اور نیز اعتماد اور توکل قوی رحمت الٰہی پر کہ باران اور ہوا سے ہوتا ہے اور ان تینوں کسب کے علاوہ جو کسب میں اُن میں باہم زیادہ فضیلت نہیں مگر کتابت کہ دین کی کتب کی حفاظت کیواسطے اور اخبار انبیاء اور ملفوظات اولیاء کے محفوظ رہنے کیواسطے ہو بہ نسبت اور پیشوں کے بہتر ہے اور انکے بعد وہ پیشے اور صنعتیں کہ بقائے عالم کے واسطے ہیں معماری اور نگل کاری اور اینٹ اور چونہ بنانا اور روغن کشی اور روئی دھننا اور جولاہ گری اور درزی گری اور آٹا پیسنا ہستر بہ پنسبت اُن صنعتوں کے کہ فقط تکلف اور تفاخر اور زینت کے واسطے ہوں جیسے زرگری نقاشی کارچوبی وحلوا گری اور عطر بیچنا اور رنگریزی وغیرہ اور یہ صنعتیں جو اپنے موقع پر ہوں تو کراہت نہیں ہے بخلاف اُن کسبوں کے جن میں نجاست آلودہ ہو یا بزخواہی خلق یا گناہ الٰہی پر مدد ہو یا بہت دروغ کہنا اور دغا اور فریب لازم آتا ہو جیسے کہ شراب کشی اور قصابی اور غلہ کا روکنا اور مردہ دھلوانا اور غسل کرانا اور ناچنا اور نقل کرنا اور شعر کے کہیانا اور دلالی اور وکالت اور امامت اور اذان پر اجرت لینا اور خدمت سجادہ اور تلاوت قرآن اور تعلیم پر اجرت لینا اب مکروہ نہیں ہے کہ سب کا فتویٰ اسی پر ہے اس سبب سے کہ تعلیم قرآن ہر دن اُجرت کے بالکل محروم ہو جاوے اور دولت عظمیٰ سے آدمی محروم رہ جاویں بالجملہ منوط اس بات کا یہ ہے کہ جو چیز بے شبہ حلال ہو اور گو لذیذ و نفیس و گراں قیمت ہو مگر اسکا کھانا جائز ہے اور بنیت ادائے شکر مستحب ہے اور اصلاً مخالف مقتضائے ایمان اور محبت الٰہی کی نہیں ہے ہاں مخالف ایمان اور دنائی محبت کے یہ ہے کہ حرام اشیاء کو کھاوے اور رضامندی اللہ سے دُور ہو جاوے لہذا اللہ تعالیٰ نے لذائذ و منافع کی چیزوں کو حرام نہیں کیا بلکہ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ میں حرام ہونیوالی چیزیں کہ معہود طبایع سلیمہ کے ہوں جیسے ہرن بکری گائے بھینس نیل گائے گو خرد اور کبوتر یا تیتر اور جانور چرندہ و پرندہ مگر المیتۃ مردار کہ خود بخود مر گیا ہو یا کسی نے اُسکو غیر ذابح نکیا ہو شاۃ گلا گھوٹ کر مارا ہو یا لکڑی وغیرہ سے مارا ہو یا چھت پر سے گر کر مر گیا ہو یا کسی جانور نے سینگ سے اڑا ڈالا ہو یا کسی درندے نے مارا ہو تو یہ سب مردار ہیں اور مردار کا حرام کرنا عین حکمت ہے اسواسطے کہ پاک کرنیوالا بدن جانور کی روح ہے اور جب روح اُس سے جدا ہوئی تو اُسکی خبیثات کا دور کرنیوالا پس وہ خبیثات اُسکے تمام بدن کو فاسد کر دیتے ہیں اور بہت بدمزہ اور بدبو اور بدتاثیر ہو جاتا ہے اور اگر بعض آدمی طفلی سے کھاتے ہوں اور کچھ نقصان نہ پہونچے تو معتبر نہیں ہے کہ مضر عادت جو زہر کہ عادت ہو وہ نقصان نہ بخشے ہے اور باوجود اسکے صورت اور شکل اور اخلاق مردار خوار کے بہت بُرے ہوتے ہیں کہ انسانیت سے خارج ہیں اگر تمہارے پیر دار حرام نہ ہوتا تو بھی ایسے ہی بدطبع اور بدشکل اور بدصورت اور بدخلق ہو جاتے اور رذالت نفس اور خساست طبع میں گرفتار ہوتے ہاں جبکہ وقت جدا ہونے روح جانور کے خون اُسکے کو کہ موجب لعنت اور اخلاط فاسد کا ہے خدا کے نام کے ذکر سے حلال کا تو بجائے تطہیر وہی کے یہ تطہیر قائم ہو گئی اور شکار میں اگرچہ یہ ذکر کا نکالنا بروجہ اتم ممکن نہیں ہے لیکن ذکر خدا کے نام کا قائم مقام روح کے ہو جاتا ہے اور اسیواسطے شکار میں فریح کرنا ضرور نہیں ہے اور جگہ کہ زخم کر دیں حلال ہو جاتا ہے مگر جو جانور کہ قابو میں ہو وہ بغیر خون نکالنے کے حلال نہیں ہوتا اور طریق خون نکالنے کا یہ ہے کہ حلقوم اور مری اور دو رگوں بلند گردن کو کسی تیز چیز سے خواہ لوہا ہو یا پتھر یا لکڑی سے کاٹ ڈالیں اسواسطے کہ مجمع خون کا دل اور جگر ہے اور خون کا اُس مکان سے نکالنے کا اقرب راہ یہی ہے اور اسیواسطے طبیبوں کے یہاں مقرر ہے کہ مواد مجتمع اس جگہ کو قے کرکے نکالتے ہیں اور نیز اگر خون بدن جانور کا اور کسی طرف سے نکالا جاوے تو جانور دیر میں مرے اور رنج بیفائدہ حاصل ہو بخلاف اس راہ کے کہ ہر گز فوت نہیں ہوتا اور بسہولت مر جاتا ہے اور نیز جزئہ آمد و برآمد نفس کا یہی راہ ہے اور نفس محمد روح ہے پس چاہیئے کہ روح اور مرکب روح کو کہ خون ہے اس راہ سے نکالیں اور نیز روح اور خون غذا سے پیدا ہوتے ہیں اور غذا اسی راہ سے جاتی ہے پس وقت جدا کرنے روح اور خون کے بھی یہی راہ اختیار کرنی چاہیئے اور نیز جو خون بالا جاتا ہے اور روح بھی اُسکے ساتھ جنبش کرتی ہے اور حرکت فوقانی سے ایک طرح کی صفائی کدورات سے حاصل ہوتی ہے اور خباثت کم ہو جاتی ہے اور قابلیت اس امر کی ہو جاتی ہے کہ خاک بہشت ہو حاصل کلام اگر مردار کو کہ نسبت عظیم اُسمیں ہے طہارت روح رہے اور نہ طہارت ذکر نام خدا وہ تو اسکو مت کہو اور وہ شئے خبیث جزو بدن تمہارا کیونکر ہو جاوے البتہ ارواح تمہاری کو تعلق شیاطین خبیثہ سے ہو جاوے اور خباثت پیدا کرے پس محبت اللہ تعالیٰ کی اُس روح سے جاتی رہیگی مثل امراض خبیثہ طبعیہ کے اندر بعض پیدا ہو جاویگا اگرچہ البتہ ارواح تمہاری کو تعلق شیاطین سے ہو جاوے اور نہ

کہ فرمایا پیغمبر صلعم نے کہ دو جانور مردار ہمارے واسطے حلال ہیں ایک مچھلی اور دوسرے ٹڈی لیکن مچھلی اس سبب سے کہ اصل مادہ اُسکے بدن کا پانی ہے اور پانی بالطبع پاک اور پاک کرنیوالا ہے پس جیسے کہ نجاست پانی میں اثر نہیں کرتی ایسے ہی جدا ہونے روح جانور آبی کے اثر نہ کریگی اور حاجت ذبح کی نہ ہی اور ٹڈی اس سبب سے کہ وہ خود بخود بے توالد و تناسل کے پیدا ہوتی ہے اور خون جلدی نہیں رہتا کہتی اور تعلق اُسکی روح کا بدن سے مثل تعلق سبز پہاڑ و درخت و دیگر جمادات کے ہے اور اس طرح کا تعلق سے جدا ہونا موجب نجاست کا نہیں ہوتا پس جتنے تمام جانور دریائی اور تمام حشرات اس علت میں مشترک ہیں لیکن بسبب نجست ذاتی اور غذائے نجس کے حرام ہیں اور مضر بخلاف مچھلی اور ٹڈی کے کہ اس نقصان اور خبث ذاتی اور عارضی سے سالم ہیں اسیواسطے ان دونوں کے ساتھ استثنا خاص ہوا اب یہ بیان کرتے ہیں کہ مردار کی کس کس چیز سے انتفاع درست اور کون کون سے اجزا میت داخل حرمت ہیں اس آیت سے کھانا مردار کا مطلقاً حرام ہے لیکن اُن جانوروں کو گوشت کھانے کے معتاد ہیں جیسے باز باشہ کتا بلی کہلانا مختلف فیہ ہے لیکن ظاہر یہ ہے کہ جائز ہو اور چربی مردار کی روشنی شمع و چراغ کے کام میں لانے کیواسطے درست ہے اسواسطے کہ حدیث صحیح میں وارد ہوا ہے کہ کسی آدمی نے آنحضرت صلعم سے پوچھا کہ اگر چوہا گھی میں گر جاوے اور مر جاوے تو اُس گھی کا کیا کریں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چراغ میں ڈالدو اور پرگز نکاہا اور بال اور پشم اور سینگ و ناخن اور دانت اور ہڈیاں مردار کی سب پاک ہیں اُنکا استعمال جائز ہے اسواسطے کہ اللہ تعالی نے سورہ نحل میں نعمت کے مقام پر فرمایا ہے کہ من اصوافہا واوبارہا واشعارہا اثاثا ومتاعا الی حین یعنی پشم اور پشم شتر اور بالوں سے اپنے گھروں کا اسباب و متاع بناؤ بغیر تفصیل مردہ اور زندہ کے اور نیز استعمال اُن چیزوں کا خصوصاً استخوان فیل اور اُسکے دانتوں کا زمانہ آنحضرت صلعم میں جاری تھا اور بالیقین ہاتھی ذبح نہیں ہوتا اور آنحضرت صلعم استعمال سے منع نہیں فرماتے تھے اور ایسے ہی مردار کا چمڑا جبکہ دواؤں اور مصالحوں سے نجاست دور کیجاوے قابل انتفاع ہوتا ہے اور اگر آفتاب یا خاک سے خشک کریں تب بھی یہی حکم رکھتا ہے اسواسطے کہ صحیحین میں مروی ہے کہ ایک بار آنحضرت صلعم نے دیکھا کہ بکری مردہ حضرت ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کو کہ پہنچے لیے جاتے تھے حضرت نے فرمایا کہ اسکے پوست کو کسواسطے نہ اُتارلیا کہ دباغت کے سبب خشک ہوجاتا ہے ایسے ہی اگر کوئی جانور کہ خون جاری نہیں رکھتا ہو جیسے کہ مچھر مچھو پانی میں گر جاوے یا اور کسی چیز میں تو وہ شئے ناپاک نہیں ہوتی اور قابل انتفاع ہے اسواسطے کہ ان جانوروں کی رطوبت درختوں اور نباتات کی رطوبت سے نجس پذیر نہیں ہے اور کیڑا کہ بعض میووں میں ہوتا ہے جیسے گولر وغیرہ یا سرکہ میں پڑا ہوا تو اُسکا بھی یہی حکم ہے بلکہ اُس کیڑے کی تبعیت اُس میوے اور سرکہ کے کھانا بھی جائز ہے لیکن اس کیڑے کو کہ تبعیت سے باہر کھا نا مکروہ نہیں ہے اور وہ جانور کہ نزد حضرت امام اعظم کے نزدیک پاک ہے اور ایسے ہی انڈہ جانور مردہ کا اگر پخت ہو تو بعد دھونے کے پاک ہوجاتا ہے اسواسطے کہ یہ چیزیں موت کا حکم قبول نہیں کرتیں اور اسی مضمون پر ہے بھی نہیں ہیں بلکہ طبیعت ان چیزوں کے جدا کرنیکے واسطے ترتیب کی گئی ہے اگر کوئی جانور حرام کو مثلاً کتے بلی کو اور سوے شرع کے ذبح کرے تو اُسکے حکم میں اختلاف ہے امام اعظم صاحب کے نزدیک پاک ہوجاتا ہے لیکن اُسکا کھانا مکروہ نہیں اور امام شافعی صاحب کے نزدیک پاک بھی نہیں ہوتا اور نجاست میں حکم مردار کا رکھتا ہے اور دلیل اسلئے کہ خون اجزائے حیوانات میں سے متعفنہ ہے اور گوشت اور پوست اسی سے پیدا ہوتا ہے اور خون روح سے تعلق رکھتا ہے اور پھر روح کا جدا ہونا اُسکے نجس ہونے میں تاثیر عظیم پیدا کرتا ہے بلکہ حقیقت میں مرکب روح خون ہے اور جدا ہونا روح کا بدن سے جدا ہونا خون سے ہے پس بعد جدا ہونے روح کے قابل طہارت نہیں رہتا گویا کہ جزو اجزائے جانور سے نجس العین ہے کہ کسی تدبیر سے پاک نہیں ہوتا اور نیز تعفن اُسکا بالذات اور تعفن مردار و اجزا اُسکا بسبب اختلاط کے دیگر اجزا کے بسبب اختلاط ہونے اجزاء عفنہ کے ہے اور جو چیز کہ بالذات ہو عوارض سے قابل نہیں ہوتی اب ہم یہ بیان کرتے ہیں کہ کونسا خون ناپاک حرام ہے تا وہ خون کہ رگوں میں جاری رہتا ہے یا وہ خون کہ گوشت سے پسیدہ ہو کر بصورت گوشت ہوجاتا ہے امام اعظم صاحب کے نزدیک ہی جاری حرام اور ناپاک ہے اور قطرات خون کے کہ گوشت سے پسیدہ ہوتے ہیں حرام اور ناپاک نہیں ہیں اگر ایسے گوشت کو بغیر دھوئے کچا یا پکا کر کھایا تو اُسکا کھانا جائز ہے لیکن خلاف لطافت طبیعت ہے اور امام شافعی صاحب کے نزدیک وہ اور وہ دونوں خون حرام اور ناپاک ہیں اگر گوشت بغیر دھوئے کچا یا پکا کر کھایا تو اُسکا کھانا جائز نہیں اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ جسے ہمارے واسطے دو مردار مچھلی اور ٹڈی حلال ہوئی ہیں اسیطرح دونوں خون کلیجی اور تلی بھی حلال ہیں اسواسطے کہ جملہ اعضائے یہ دو اعضا گویا خون منجمد ہیں اور بصورت گوشت ہیں باوجود اسکے بسبب قبول عفونت ہونیکے بھی حلال ہیں اور خون کا کھانا اخلاق رذیلہ کی طرف مائل کرتا ہے اور غصہ اور سبعی مزاج میں پیدا کرتا ہے جیسے کہ جنسی کو خون کھانے کے معتاد ہیں اور چاروں میں یہ اضافہ ظاہر ہیں پس بعین حکمت الٰہی ہے کہ یہ چیزیں تمہارے پر حرام فرمائیں اور بگڑ خون مردار کھانے تو موجب نقصانات کہ مردار کے کھانے میں ہوتے ہیں اُسکے کھانے میں لاحق ہوتے ہیں اور اگر خون زندہ جانور و بکا بکا مثل حبشیوں کے کھاتے تو یہ صورتیں تمہاری مثل صورتوں خونخوار کے ہوجاتیں اور دائرۂ انسانیت سے باہر ہوجاتے اور نیز جانور بھی بسبب نکل جانے خون کے کہ مادہ فوت حیوان اور مرکب روح ہی ضعیف البدن ہوجاتے اور اضمحلال کے وقت اُن سے منافع حاصل نکر سکتے اور نکا گوشت بھی بدہضم ہوجاتا اور سواری اور بارکشی کا کام نہ دیسکتے پس خون جانوروں حلال کا حرام فرمانا ایسا ہی بلاشبہ جیسے کہ کوئی حکیم و بارئیس مہندار و نکو سیر اور کچی کھیتی کھانے سے منع فرماوے تا کہ انجام کار نقصان نہ ہو وَتَحْسَبُ الْجَزِيْرَ الْجَزِيْرَ وَبَحْرٌ گوشت سور کا اگرچہ مردار نہ ہو اور نہ ذبح شریعت کے ذبح کیا ہو اسواسطے کہ یہ جانور نجاست کی طرف بہت مائل ہی خصوصاً فضلہ انسان کا اُسکی خوراک ہی اور سکا گوشت اسی نجاست کے کھانے سے پیدا ہوتا ہے پس اُسکا گوشت کھانا گویا اپنی نجاست کا اپنے اور نیز روح اس جانور کی حضرت اور بے حیائی اور بے غیرتی کی طرف اسقدر مائل ہی کہ دوسرے جانوروں کی نہیں اور یہی باعث ہے کہ جو آدمی اسکا گوشت بطور بدلوست کے کھاتے ہیں جیسے نصاریٰ اور بعض قوم ہنود ان اخلاق میں اس جانور کے کمال مشابہت رکھتے ہیں جیسے بے غیرتی اور نا محافظی ناموس اور سارے مل پر رضی ہونا

اور نجاست میں آلودہ رہنا اور چونکہ تعلق رجع اس جانور کا تمام بدن سے ہی تو خبث روحی اُسکی تمام جسم میں سرایت کرتی ہی پس تمام بدن اُسکا بمنزلہ فضلہ انسان ہی کہ کوئی چیز گوشت و پوست اور بال و ناخن قابل انتفاع نر ہا ہر چند کھانے میں فقط اُسکا گوشت آتا ہے اور اسیواسطے آیت میں فقط گوشت پر اکتفا کیا اسواسطے کہ پہلے سے ذکر کھانے ہی کا ہی لیکن تمام مت کا اجماع ہی کہ یہ جانور بحکم العین ہی اور اُسکی کسی چیز سے فائدہ لینا نچاہیئے مگر امام اعظم اور امام محمد صاحب نے بحکم نیز فرمایا ہی کہ اُسکے بالوں سے اور چیزیں چمڑے کی بنا سکتے ہیں وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ اور مگر وہ چیز کہ آواز دیگئی ہو حق اُس جانور میں لِغَيْرِ اللّٰهِ واسطے غیر خدا کے خواہ تو وہ غیر اللہ یا روح خبیث جیسے بھوگ کے نام دیتے ہیں اور خواہ کسی جن کے نام کہ کسی کے گھر پر مسلط ہوا اور بدون لینے جانور کے دست بردار نہوتا ہو اور خواہ پیر و پیغمبر کے نام زندہ جانور مقرر کردیں کہ یہ سب حرام ہیا اور حدیث شریف میں وارد ہی کہ جو شخص جانور کو واسطے تقرب غیر خدا کے ذبح کرے وہ شخص ملعون ہی اور وقت ذبح کے نام خدا لینے اسواسطے کہ جیب شہرت کردی کہ یہ جانور فلانے کے واسطے ہی تو وقت ذبح کے خدا کا نام مفید نہ ہوگا اسواسطے کہ وہ جانور مسوب بغیر خدا ہوگیا اور اُسمیں پلیدی پیدا ہوگئی اور خبث اُسکا مردار کے خبث سے زیادہ ہی اسواسطے کہ مردار بغیر ذکر نام خدا کے مرگیا ہی اور یہ جانو بغیر خدا کے نام پر مارا گیا ہی اور یہ عین شرک ہی اور جبکہ یہ خبث موثر ہوا تو ذکر نام خدا اُسکو حلال نہیں کرسکتا جیسے کہ کتّا اور مگر مگر نام خدا لیکر ذبح کئے جاویں حلال نہوگے حقیقت اس مسئلہ کی یہ ہی کہ جان اسواسطے غیر جان پیدا کرنا نمیوا لہ نکے نام نیاز کرنا درست نہیں ہی اور دکھانے پینے کی اور چیزیں اُن مال بھی تقرب بغیر اللہ کے واسطے دینا حرام اور شرک ہی لیکن تواب جس چیز کا دینے والے کی طرف عائد ہو تو اُسکا تواب غیر کے واسطے کرنا جائز ہے اسواسطے کہ انسان کو یہ پہنچتا ہی کہ اپنا ثواب غیر کو بخشدے جیسے کہ افتیار ہے کہ اپنا مال غیر کو دیدے اور جانور کی جان آدمی کی مملوک نہیں ہی تاکہ دوسرے کو بخشدے اور نیز مال کا دینا اس طرح سے مستوجب ثواب ہی کہ آدمی اُس سے نفع اُٹھاتے ہوں اور چونکہ مرنے کے بعد مفارقت اس جہان کے قابل انتفاع عین مال سے نہ رہے تو بطریق تبع یہ پہونچانے کا اس طرح قرار پایا ہی کہ مال کا ثواب یہ کہ مستحقین کو یہ پہنچتا ہی کہ مردوں کی طرف عائد کریں اور چونکہ جان جانور کی بالکل قابل انتفاع انسان نہیں ہی تو بعد مرنے کے بھی قابل انتفاع نہوہاں حدیث میں جو وارد ہی کہ قربانی مُردے کی طرف سے کرنا تو اُسکے معنی یہ ہیں کہ جان جانور کی واسطے خدا کے دیں تاکہ ثواب اُسکا مردے کو پہونچے نہ یہ کہ مردے کیواسطے ذبح کیا جاوے بعضے جاہل مسلمان اس جگہ کج فہمی کرکے کہتے ہیں کہ گوشت کو پکاکر مردوں کے نام دینا جائز ہے اور ہم جانور کے ذبح کرنے میں جانب مردے سے اسیقدر ارادہ کرتے ہیں جاہلوں کے سمجھانیکے واسطے ایک حکمت کافی ہی کہ اُن سے کہنا چاہیئے کہ تم جانور کا ذبح کرنا بنام غیر خدا نذر کرتے ہو اگر عوض جانور کے اسیقدر گوشت خرید کر کے پکاکر فقرا کو کھلاؤ تو تمہارے ذہن میں نذر ادا ہوتی ہی یا نہیں اگر ادا ہو جاتی ہی تو تم سچے ہو کہ تمہارا مقصود ذبح کرنے سے فقیروں کو مردے کی طرف سے کھلانا تھا اور اگر ادا نہیں ہوتو شرک صریح لازم آتا ہے لفظ اس آیت میں کہ قرآن شریف میں چار جگہ وارد ہوا ہے تامل کرنا چاہیئے کہ ما اهل به لغير الله فرمایا ہے ما ذبح یا اسم غير الله نہیں فرمایا پس بنام خدا ذبح کرنا اور شہرت اور آواز دینا کہ فلانی ذبح گئے اسواسطے ذبح کرتے ہیں کچھ فائدہ نہیں دیتا اور گوشت جانور کا حلال نہیں ہوتا اور آہل کو فقہ پر حمل کرنا خلاف لغت اور عرف کے ہے اہلال لغت عرب اور عرف اُس ملک میں یعنی ذبح کے نہیں آیا ہی کسی شعر اور کسی عبارت میں پایا نہیں جاتا بلکہ اہلال لغت عرب میں یعنی آواز اور شہرت دینے کے ہے جیسے آواز طفل نوا اور شہرت چاند اور بعضی آواز حج اور اُسکے سوا معنوں میں مستعمل ہے اگر کوئی کہے اهل لغير الله ہر گز بمعنی ذبح لغت الله نہ سمجھا جاویگا اور نیز اگر اُہِلَّ کو فقہ پر حمل کریں پس فقہ بغیر اللہ مراد ہوگی ذبح باسم غیر اللہ کہاں مراد ہوگی ذبح باسم غیر اللہ کہاں آدمیوں کا حاصل ہو پس اس عبارت میں اہلال کو بمعنی ذبح لینا اور پھر بغیر اللہ کو بجائے اسم غیر اللہ کرنا قریب تحریف کلام الٰہی کے پہونچتا ہے تفسیر نیشاپوری میں کہا ہے کہ تمام علماؤں نے اجماع کیا ہی کہ اگر کوئی مسلمان کسی جانور کو ذبح کرے اور ارادہ ذبح سے تقرب الٰہی غیر اللہ رکھے تو وہ آدمی مرتد ہوگیا اور اُسکے ذبیحے بھی مرتد ہوگئے اور کافر جاہلیت میں گھر سے نکلتے ہوئے اور رہ میں تبوکا نام لیکر آواز کرتے تھے اور جبکہ یہ معظمین یہ پہونچتے طواف کرتے یعنی شہرت اور آواز دیتے کہ ہم اُس کام سے پھر گئے اب یہ بیان کرتے ہیں کہ لفظ بہ کو اس سورۃ میں لفظ لغیر اللہ پر مقدم کیا اور سورۂ انعام و نحل میں موخر اسکی کیا وجہ ہی اسکی یہ وجہ ہی کہ جب کو تصل فعل اور مقدم تمام متعلقات پر لادیں اسلئے کہ بے اس مقام پر تعدیہ کے واسطے کی ہی جیسے کہ ہمزہ تصیر ضعیف پس حتی الامکان فعل کے متصل ہو اور یہ گلہ اول قرآن ہی پس اس موضع میں اُسکی اصل پہ استعمال فرمایا اور دوسری سورتوں میں محل انکار اور سرزنش کا ہی یعنی ذبح بقصد غیر اللہ مقدم آیا اسواسطے باقی سورتوں میں جملہ فلا تنعم ملیہ کو موقوف کہا اسواسطے کہ اول قرآن میں ممنوع ہو چکا ہی اور یہ چار چیز کہ مذکور ہوئیں یعنی خون خوں مردار گوشت سور اور وہ جانور کہ غیر خدا کے نام ذبح کیا جاوے اُس قسم سے ہے کہ سب فرقوں پر ہر حال میں حرام ہی اور اس قسم سے نہیں ہی کہ ایک گروہ پر حرام اور دوسرے پر حلال جیسے بکوتہ اور صدقہ جسکا ایک حال میں حرام اور دوسرے میں حلال جیسے دو آگرم کہ اُس مزاج والے پر حرام ہی اور فرقت برودت مزاج کے حلال اور فرقت لاچاری کے کہا ہا اُن چیزوں کا اور کلی رخصت معاف ہی فَمَنِ اضْطُرَّ یعنے پس جو کہ لاچار ہوا کھانے اُن چیزوں سے یہ اضطرار کئی صورت سے ہوتا ہی اول یہ کہ بسبب بھوک کے بیتاب ہو جاوے اور کوئی چیز حلال کھانے کی نہ پاوے خواہ بسبب بے مقدوری اور خواہ بسبب نہ پانے کے اور بقدر ضعیف ہو جاوے کہ طاقت نماز میں قیام کی نرہے اور جانے کہ اگر اسوقت میں صدر رمق نہ کھاؤنگا تو آیندہ تلاش معاش کی و اپنا حال ظاہر کرنے اور سوال کرنے

اور آمد و رفت بازار سے باز رہیگا و یگا یا سفر میں واقع ہو اور طاقت منزل اور آبادی میں پہونچنے کی نہ ہے پس اسوقت اُسکو بقدر سد رمق اور حفاظت قوت کے کہانا اُن چیزوں کا معاف ہے دوسرے یہ کہ کسی بیماری میں گرفتار ہو جاوے اگر کوئی دوا سوا اُن چیزوں کے بناوے یا حکمائے دیندار متفق ہو کر کہیں کہ اسکی دوا یہی چیز ہے جیسے اطفال کو ڈوبہ ہو جاتا ہے اور اُسکا علاج خون خرگوش ہے تیسرے یہ کہ کوئی ظالم کہ قدرت ہلاک اور تکلیف سخت پہونچانے کی رکھتا ہو اور وہ ان چیزوں کے کہانے پر جبر کرے اور اُسکے ذہن میں یقین ہو کہ اگر میں نہیں کہاؤنگا تو فی الواقع ہلاک کر ڈالیگا یا کسی عضو کو توڑ ڈالیگا یا بیرے کسی عزیز کو ایسی ہی تکلیف پہونچاویگا لیکن شرط اس لاچاری میں یہ ہے کہ غیر باغ یعنی طالب لذت نہو کہ کوئی چیز حلال موجود ہو اور سبب کراہیت طبع کے نہ کہاوے اور نوبت اس حد کو پہونچے کہ وَلَا عَادٍ اور نہ تجاوز کرے حد سے کہ زیادہ سد رمق اور حفظ قوت سے کہاوے اور شکم سیر ہو جاوے پس اگر ان شرطوں کے حالت لاچاری میں ان چیزوں کو کہاوے فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ تو اُسپر کچھ گناہ نہیں ہے اسواسطے کہ جب ان خبیث چیزوں کو حالت لاچاری میں باوجود کراہت کے تناول کیا تو ان چیزوں کا خبث جو ہر روح میں اثر نہیں کرتا اور رفع گناہ کہانے حرام چیزوں کا کیوں تعجب کرنا چاہیئے حالانکہ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ تحقیق اللہ تعالیٰ بخشنے والا ہے گناہوں اچھے شخص کو یہ جبار اور بے ضطرار کے عمل میں لاوے اور اس بیچارے نے تو حالت لاچاری میں کہایا ہے پھر کیوں نہ بخشا جاوے اور باوجود اسکے رَّحِيْمٌ مہربان ہے اور مہربانگی تقاضا کرتی ہے کہ حفظ جان اور نوت جس طرح سے ہو واجب ہے اور وہ یہ ہے کہ لفظ اِنَّمَا سے حصر کے ہے پس اس آیت سے معلوم ہوا کہ سوائے ان چار چیزوں کے اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور کہانے کی چیزیں حرام نہیں ہیں حالانکہ شریعت میں بہت جانور درندے جیسے شیر بھیڑیا چیتا پلنگ لکڑی گیدڑ سیاہ گوش کتا بلی وغیرہ اور جانور پرندے جیسے باز شکرہ شاہین اور تمام حشرات الارض جیسے سانپ بچھو چوہا نیول اور دیگر جانور نجاست کہانے والے جیسے چیل کوا گدھ وغیرہ سب حرام ہیں۔ جواب اسکا یہ ہے کہ حصر باعتبار نسبت تحریم کے بلاواسطہ خدا کی طرف ہے اور فی الواقع خدا کی حرام کی ہوئی قرآن شریف میں چار چیزیں ہیں ہاں پیغمبر وقت صلعم نے سوائے ان چار چیزوں کے اور بھی کہ بعض اُن میں مذکور ہوئیں فرمایا ہے لیکن نص قرانی آ چکی ہے کہ جو کچھ پیغمبر تمہارے نے تم پر حرام کیا اُسکو حرام جانو جیسے آیت يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ میں یعنی حلال ہیں تمہارے واسطے پاک چیزیں اور حرام ہیں خباثت تو یہ چیزیں بھی شریعت میں حرام ہوئیں گو بلاواسطہ اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کو حرام نفرمایا اور تقریر اس جواب کی سورۂ انعام سے صریح معلوم ہوتی ہے کہ جو لوگ محمد صلعم میں ایمان نہیں لاتے تھے اس چیز میں کہ بحکم وحی کے انہی حرام کہانے والے پر کہ اُسکو کہاتا ہے مگر مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جانور کہ بغیر اللہ ذبح کیا گیا ہو اور از روئے حدیث کے بھی یہی تقریر مستفاد ہوتی ہے کہ اول حضرت نے تمہید کر کے فرمایا ہے کہ خبردار ہو تحقیق جو چیز حرام کی رسول اللہ نے ویسی ہے کہ جو حرام کی اللہ نے خبردار رہو کہ ہر کاگدھا تمہارے واسطے حلال نہیں ہے اور نہ صاحب نیش درندوں میں سے اور نہ لقطہ ذمہ دار ہے یعنی وہ چیز کہ گر پڑی ہو اور دوسرے شخص نے اُٹھالی ہو تو اُس دوسرے شخص کو اُسکا کھانا حلال نہیں ہے جب تک کہ اُسکا مالک اُس سے بے پروا نہو اور میں تفسیر میں اس سوال کا جواب پایا کہ اُس میں غور کرنا چاہیئے اور حاصل اُسکا یہ ہے کہ مراد محرمات طیبات کا حصر ہے اور طیبات وہ چیزیں ہیں کہ ارباب سلیم الطبع شہوات و نصب کے کہنے والوں کے یہاں بالاتفاق ورا سی قسم سے ہے اسواسطے کہ قوم نصاریٰ اُسکے گوشت کو اپنی کتب طب میں فصل لحوم لکھتے ہیں اور اُسکے کھانے میں منافع بدنی بہت بیان کرتے ہیں اور کھانے والونکی زبانی لذت مزہ بھی سنی جاتی ہے اور جامع بغدادی اور اور کتب مفردات میں لکھا ہے کہ گوشت سور وحشی اور پالی کا زود ہضم ہوتا ہے اور غذا تھوڑی دیتا ہے مگر تقوی دیتا ہے اور جالینوس کہتا ہے کہ مزاج انسان معتدل المزاج کے ہوتا ہے اور کہتے ہیں کہ جو قوم گوشت آدمی کا کہاتی ہو اگر سور کا گوشت کہاویں تو تغیر نہ کر سکیں گے رنگ اور مزے میں اور یہی بوجہ مشابہت اور مناسبت مزاج انسان کے بیں گوشت سور کو تمام طیبات سے بسبب خباثت باطنی اور رذالت اخلاق اور کہانے نجاستوں اور دیگر قبایح کے مستثنے کرنا ضرور پڑا پس حصر بالکل صحیح ہے اسواسطے کہ حصر مطلق محرمات کا نہیں ہے بلکہ خباثت کا کہ بعض اُن میں سے مذکور ہوئیں بحث سے خارج ہیں اور یوم علیہم الخبائث میں داخل کلام طیبات پر مقصود ہے اور اُن میں سے سوائے ان چار چیزوں کے حرام نہیں ہے تو گویا حاصل کلام یہ ہوا کہ اے ایمان والو اُن طیبات میں سے کہ تمہاری روزی ہے کہاؤ اسواسطے کہ تمہارے پر جملہ طیبات سے حرام نہیں ہے مگر مردار اور خون اور گوشت سور اور جانور مذبوح لغیر اللہ یہ غیر ان چار چیزوں کے پس اپنے نفسوں پر ترک اسواان طیبات کے سے تنگی نکرو اب جاننا چاہیئے کہ مضطر کو جیسے ان چار چیزوں کے کہانے کی رخصت ہے ایسے ہی اور اشیاء حرام میں بھی رخصت ہے اور یہ کہ امام شافعی صاحب سے منقول ہے کہ جو شخص بسبب شدت تشنگی کے مضطر ہو اُسکو شراب کا پینا جائز نہیں ہے اور اگر کسی شخص کے لقمہ اُٹک جاوے تو شراب سے رفع کرے تو ظاہر یہ فرق بعید معلوم ہوتا ہے لیکن جب بغور نظر دیکھا جاوے تو معلوم ہو کہ شراب دافع تشنگی نہیں ہے بلکہ زیادہ تر موجب تشنگی کی ہوتی ہے اگرچہ سرد ہو پس پینا اُس کا اس حرص کو بواسطے مفید نہیں ہے اگرچہ شخص مضطر اُسکے ظاہر کو شل پانی دیکھکر دفعتہً ہو جاتا ہے کہ تشنگی اُس سے دفع ہو جاویگی اور نقشہ کا اُتارنا پتلی چیز پر موقوف ہے پس اس غرض کے واسطے مفید ہوگی اور دافع اضطرار ہو جاویگی اور شراب اور تمام محرمات دوا کرنے میں آتلاف ہے حدیث صحیح میں کہ بخاری اور مسلم میں موجود ہے وارد ہے کہ آنحضرت صلعم نے ایک جماعت بیماران کو اونٹ کا پیشاب پینے کے واسطے امر فرمایا اور ظاہر اور دوا محرمات کو بھی اسی پر قیاس کریں لیکن نجیر امور حکمائے دینداران کا کہنا خطرہ ہے اور کہنا حکمائے بے دین جیسے نصاریٰ اور یہود کا کفایت نہیں کرتا اور ایسے ہی حکمائے فاسق مسلمین کا بھی کہنا معتبر نہیں اور نیز جاننا چاہیئے کہ نزدیک اکثر علماء کے زبان یا باظہار حال سوال کرنا کھانے ان محرمات پر مقدم ہے اور کھانا محرمات کا مقدم ہے مال غیر بغیر رضامندی کے جیسے غصب و بری خیانت امانت میں اور رشوت سواسطے کہ محرمات کے کھانے سے کیونکر نہیں پہونچتا ہے اور کسی کا حق تلف نہیں ہوتا ہے اور کسکو جلن پیدا نہیں ہوتی ہے اور مال غیر کا بدون اُسکی رضامندی کے کہانا ضرر بھی پہونچاتا ہے اور حق اسلام بسبب ذمے

اور عہد کے تلف ہوتا ہے اور اُسکا دل بھی جلتا ہی خصوصًا وہ مال کہ طمع دنیا کے واسطے دین بیچکر اور حکم الٰہی بھیجا کر حاصل ہوا کہ اسکی حرمت ہزار درجہ زیادہ سخت اور اشد ہے حرمت مردار خون اور اُسکے خوک اور کسی حالت میں خواہ حالت وسعت اور اختیار و خواہ حالت تنگی و اضطرار ہو حلال نہیں ہی اور یہ آدمی کہ حلت و حرمت جانوروں اور انکے اعضاؤں میں بحث کرتے ہیں اور مسلمانوں سے نزاع اور جدال رکھتے ہیں ہرگز کہانے مال غیر سے احتراز نہیں کرتے اور شیر مادر سمجھتے ہیں شاید شدت عذاب مال خوری حرام سے واقف نہیں ہیں و یا جان بوجھکر کہا جاتے ہیں حالانکہ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ یعنی تحقیق وہ آدمی کہ پوشیدہ کرتے ہیں علم کو کہ اللہ تعالیٰ نے ہدایت خلق کیواسطے نازل فرمایا ہی اور وہ علم تم اسرار اور دقایق سے نہیں ہی کہ بغیر عقل عوام کی اُسکو دریافت نہ کر سکے کہ اس قسم کے علم کا چھپانا جائز بلکہ واجب ہے بلکہ وہ علم کہ اللہ تعالیٰ نے اُسکو کیا ہے مِنَ الْكِتٰبِ مرجع اور معمول سے تاکہ عوام اُس سے ہدایت پاویں پس اس جیسے علم میں بھی مخالف ارادہ الٰہی کی ہو کر اللہ تعالیٰ آدمیوں کی ہدایت اور علم چاہتا ہی اور یہ آدمی گمراہی اور اُنکا جہل چاہتے ہیں اور بھی حق اللہ کا اور اپنے اہل نذر بیکا تلف کیا کہ اُنکو ہدایت اور علم سے محروم رکھا اور عجب یہ ہے کہ یہ آدمی اُن دو قباحت پر بھی اکتفا نہیں کرتے وَيَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا اور اُس علم منزل من اللہ سے اسباب قلیل دنیا کا خریدتے ہیں کہ بمقابلہ ثواب آخرت کے ہیچ ہے اور یہ خریدنا دو طرح پر ہو اول تو چونکہ وہ حکم منزل من اللہ مخالف غرض انہی کے ہو اور ظاہر ہیں اُسکے اظہار سے زوال یا ریاست اپنی یا قصور شخصی یا اقارب و قبیلہ والوں و دوستوں کو نقصان پہونچے تو واسطے حاصل ہونے اُس طمع کے اُس حکم کو پوشیدہ کرتے ہیں اور بالکل ظاہر نہیں کرتے اور دوسرے یہ کہ جو حکم منزل من اللہ موافق غرض سائل کے ہو اور اپنے تئیں اُسکے بیان میں نقصان میں پہونچاتا ہو تو بدون مال یا منفعت اُسکو بیان نہیں کرتے پس حال ان آدمیوں حرام خور کا کہ ہدیہ اور نذرانہ اور شکرانہ کر کے کہاتے ہیں بدتر حال مردار خواروں اور سور خواروں سے ہے اسواسطے کہ نہایت کار اُنکا یہ ہی کہ چیزہا پاک کو شکم میں لیگئے نہ یہ کہ کسی کے دل کو جلا کر یہ کالہ آتش کو باطن اپنے میں جگہ دیتے ہیں اور حال اُن لوگوں کا یہ ہی اُولٰٓئِكَ مَا يَاْكُلُوْنَ یہ لوگ نہیں کہاتے فِيْ بُطُوْنِهِمْ اپنے شکموں میں کہ راہ باطن سے ہی اِلَّا النَّارَ مگر آگ کو کہ ہاتھ اور منہ اور گلو میں صورت طعام لذیذ و نفیس کے معلوم ہوتی ہو جیسے کہ طعام لذیذ و یا عمدہ شیرینی میں ہر بار مالک کہاویں کہ شکم میں پہونچتے ہی مثل آگ کے شعلہ اٹھتا ہے سچ ہی یہ مال حرام انکے شکم حقیقی یعنی باطن میں آگ ہو جاتا ہی اور نہر شکم مجازی میں کہ غلاف شکم حقیقی کا ہی اور بمنزلہ پوست کے ہی آگ ہو جاتا ہے اسی سبب سے تاثیر اس مال کی جلدی معلوم نہیں ہوتی اور عجب یہ ہے کہ کہانا اس مال کا فقط باطن کے حملانے پر ہی اکتفا نہیں کرتا بلکہ تمام اس تقیید اور تشدد انکے کہ لوگ جانوروں اور انکے اعضا کے کہانے میں مرعی محبت الٰہی اور رضاجوئی کا کرتے ہیں برباد دیگا اور بالعکس غضب ناخوشنودی اللہ تعالیٰ کے ہو جاویگا وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ اور اللہ تعالیٰ اُن سے کلام بلا واسطے نکریگا بلکہ اگر غصہ اور سرزنش بھی ہوگی تو بواسطہ فرشتوں کے ہوگی اِخسَئُوا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ اسواسطے کہ اُنہوں نے کلام الٰہی بوقت حاجت و بیان میں ظاہر نہ کیا اور سخنان خلاف بیان پر نہ لائے اور آدمیوں کو نہ پہونچائے پس سزا اُنکی یہ ہی کہ کلام الٰہی سے محروم رہیں اور افسوس اگر عین عذاب میں سماع کلام الٰہی نصیب ہوتا تو وہ عذاب بسبب لذت کلام الٰہی کے فراموش ہو جاتا اور اپنے باطن میں راحت پاتے لیکن یہ دولت بھی اُنکو حاصل نہ ہوگی کاہے تک کہ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ دن قیامت کہ روز دربار عام ہی اور ہم کلامی اُن دن کی بڑے مرتبہ اور شرف نہ کہے اسواسطے کہ صالح اور فاسق و ذلیل و شریف یہاں تک کہ بعض کافر و کلام پاک الٰہی کو سنیں گے جیسے کہ در پردہ کے دن وقت عدالت کے گناہگار و قصوروار بادشاہ کی باتیں سنتے ہیں اور افسوس کہ وہ اس دولت سے بھی محروم رہیں اور عذاب آتش فی الجملہ اُن گناہ اُنکے کو پاک کرے اور غضب الٰہی فرو ہو جاوے اور بعد چکھانے عذاب کے نجاست گناہوں سے پاک کرے لیکن یہ بھی نہیں ہوگا وَلَا يُزَكِّيْهِمْ اور پاک نکریگا اُنکو عذاب سے تاکہ بعد پاک ہونے کے قابل دخول بہشت ہوں جیسے کہ گناہگار باایمان ہونگے اسواسطے کہ وہ قابلیت درگذر اور عفو کی نہیں رکھتے وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ اور واسطے اُنکے عذاب دردناک ہی ہر طرف سے اور ہر وقت میں اور کیوں نہو کہ اُنہوں نے خود سرمایہ نجات کو برباد دیا اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى یہ وہ گروہ کہ گمراہی بعوض ہدایت کے خریدی اور مقدمات دین میں ہدایت سے بہتر کوئی چیز نہیں ہی اور گمراہی سے بدتر اور جیسے کہ عوض ہدایت اپنی میں گمراہی اختیار کی ایسے ہی گمراہی خلق اللہ کو ہدایت پر اختیار کیا یعنی علم دین اُن سے پوشیدہ کیا وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ اور اسباب عذاب کو بعوض اسباب مغفرت کے خریدا اور آخرت میں عذاب سے بدتر اور مغفرت سے بہتر کوئی چیز نہیں پس دونوں معاملوں میں اُنہوں نے اپنے واسطے آگ کو پسند کیا فَمَآ اَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ پس کیا ہیت عبارت ہی یہ لوگ آتش سے کیا محبوب اور مرغوب سمجھ رکھے جان اور مال سے خرید کرتے ہیں اگر کوئی کہے کہ خریدنا عذاب کا بعوض مغفرت کے اُس وقت معلوم ہو کہ اسباب عذاب فی الواقع عذاب پہونچادیں اور اسباب مغفرت مغفرت اور یہ بات ثابت نہیں ہی اسواسطے کہ محمل ہی کہ اسباب عذاب تخویف اور تہدید کے واسطے شریعت میں بسبب عذاب بیان کئے ہوں اور فی الواقع ایسا نہو جیسے کہ بادشاہ اکثر ڈرانے اور تہدید کیواسطے کچھ کہتے ہیں اور وہ کرتے ہیں اور اُسکے موافق عمل نہیں کرتے اور ایسے ہی جانب مغفرت میں بھی محتمل ہے کہ نرمیہ کے واسطے فرمایا ہو ہم جواب دیتے ہیں کہ ذٰلِكَ یہ بات یعنی تحقق اسباب عذاب کا بمنزلہ تحقق عذاب کے ہی اور تحقق اسباب مغفرت کا بمنزلہ تحقق مغفرت کے ہی ثابت اور صحیح ہی بِاَنَّ اللّٰهَ تحقیق اللہ تعالیٰ مانند اور بادشاہوں کے نہیں ہی کہ اُسکے کلام میں کذب ہو اور اللہ تعالیٰ نے یہ بات زبانی نہیں فرمائی ہی بلکہ نَزَّلَ الْكِتٰبَ نازل فرمائی کتاب کو شامل ہی بیان اسباب مغفرت پر اور بادشاہ دار خلاف واقعہ کے ڈراتے ہیں تو فرامان میں نہیں لکھتے اور کتاب کا فرمانا بھی بطریقہ دبدبہ و فریب دینے کے نہیں ہی بلکہ بالحق ہی بحکمت محض ہر گز مقام مبالغہ اور فریب دینے کا نہیں ہی پس اللہ تعالیٰ کے وعدہ کو تخویف تہدید اور ترغیب اور لایق محمل کرنا نچاہیئے اِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا تحقیق جو لوگ کہ خلاف مختاف دل میں لاتے ہیں فِي الْكِتٰبِ

در باب کتاب الٰہی کے کہ جو کچھ تخویفات اور تہدیدات اور ترغیبات محض واسطے ڈرانے اور دلیر کرنے کے میں یا فی الواقع شدنی ہیں لفظی یا شقاق بعید البتہ خلاف ہیں ارادہ الٰہی کے دھوکہ میں اسواسطے کہ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائے کتاب سے ہدایت اور تعلیم کا ارادہ کیا ہی اور یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فریب دیتا ہی اور جاہل بناتا ہی جیسے کہ لوگ کو کلمو فریب دیتے ہیں اور جاہل بناتے ہیں حالانکہ آپ میں کا ہی کہ کتاب الٰہی کے حق میں تردد اور خیالات مختلف رکھتے ہیں لیکن وہ آدمی جو کہ دعدوں کتاب کو یا یقین محض ڈرانے اور ڈلیر کرنے کے واسطے جانتے ہیں اور اُپر یقین کر کے احکام الٰہی میں تحریف کرتے ہیں ادھر پوشیدہ اور بیان احکام پر خوشی اور حیرت لیتے ہیں پس نوبت اُن کی مخالفت سے گذر کے عداوت اور مقابلہ میں پہونچی کہ بلاشبہ سبب جانے دوزخ کا ہی اچھا گئی سوال جواب طلب ہیں اول یہ کہ تم نے پہلے آیات الٰہی اور بیان عقوبات کا عنقریب آیت اولئک یلعنہم اللہ ویلعنہم اللاعنون میں گذر بچکا ہی دوبارہ لانا اُسی مضمون کا باعتبار ظاہر کے تکرار محض معلوم ہوتی ہی اسکا جواب یہ ہی کہ مضمون دونوں آیت کا تفاوت رکھتا ہی اور تکرار نہیں ہی آیت سابق میں فقط جزا چھپانے آیات الٰہی کی مذکور ہے اور اس آیت میں جزا چھپانے آیات کی بغرض فائدہ رشوت لینے یا منفعت دنیوی کے اسیلوسطے وعید اس آیت کی سخت زیادہ ہی نسبت وعید آیت سابقہ کے اور اس آیت میں تو بکر نیوالو کو اس فعل سے استثنا فرمایا بسبب اتکا کرنے ذکر آیت سابقہ میں دوسرے یہ کہ لفظ فی بطونھم اس مقام میں کیا فائدہ رکھتا ہی اسواسطے کہ طعام اگر اور غیر حکم میں ہی کہاتے ہیں اہل عرب یہ اسے اس سوال کے دو جواب لکھے ہیں ایک یہ کہ اس لفظ کا لانا واسطے دفع توہم مجاز کے ہی اسواسطے کہ کھانا کبھی غیر شکم میں بطریق مجاز کے مستعمل ہے جیسے کہتے ہیں کہ فلانے نے سو دی کہائی ہی اور ضلاق کہائی ہی پس اگر یہ لفظ نہ ہوتا تو محتمل تھا کہ یاکلون نارا سے آگ کا بدرجہ یہ ثبوت ہوتا ہے جیسا کہ حال دوزخیوں کا ہوگا اور اس جگہ مراد یہ ہے کہ انکو محض عذاب آگ میں جلنے کا نہیں ہوگا بلکہ انگارے آگ کے شکم میں ڈالے جائینگے دوسرے یہ کہ استعمال اکل فی بطنہ کا عرب میں اسوقت ہوتا ہی کہ شکم سیر ہو کر کہاوے بمقابلہ اکل فی بعض بطنہ کے پس لانے اس لفظ سے آگ کا پیٹ بھر کر کھانا سمجھا جاتا ہی جیسے کہ مال حرام کو شکم سیر ہو کر کہاتے ہیں اور بقدر ضرورت پر اکتفا نہیں کرتے تیسرے یہ کہ تعجیل صبر کو آگ پر کہ لفظ فما اصبرھم علی النار سے سمجھا جاتا ہی موقوف اوپر وجود صبر کے آگ پر ہے حالانکہ صحابہ کو صبر ہونا کہیں آیات دیگر سے معلوم ہوتا ہی اسکا جواب ہے کہ مراد صبر انکے سے آگ پر بعد دیکھنے اُس آگ کے نہیں ہی بلکہ بیشتر دیکھنے کے اُنکی جرأت اور بے پروائی کو اعتبار کر کے بہاب آتش کو بطریقہ تحکم کے تشبیہ صبر سے دی ہی چوتھے یہ کہ ان ملکم بان اللہ نزل الکتاب واختلفوا فی الکتاب میں مع اپنی مدخول کے جملہ ہے اور اُن مفتوحہ ذلک بان اللہ نزل الکتاب میں معہ مدخول کے مفرد ہے پس عطف جملہ کا مفرد پر کسطرح ہو سکتا ہی اسکا جواب یہ ہے کہ واو ان الذین اختلفوا فی الکتاب میں حرف عطف نہیں ہے بلکہ حالیہ ہے اور بعضے مفسر جنکے ان مکسورہ کو اس جگہ بھی ان مفتوحہ کے کہا ہی اور اُسکا کسرہ بسبب دخول لام کے جانا ہے لیکن تکلف اس جواب کا ظاہر ہے اور اگر علمائے اہل کتاب کے حق پوشی کرتے ہیں اور رشوت کہاتے ہیں کہیں کہ تمنے ہمکو خبر بدلہ گمراہی اور بیچنے والے ہدایت اور مغفرت کا قرار دیا ہے حالانکہ ہمارے اسلاف بڑے بڑے پیغمبروں آثار ہدایت اور اسباب مغفرت سے ہیں اور ہم اوقات نماز میں متوجہ بیت ہوتے ہیں اور مغفرت اور ہدایت کے واسطے اسقدر بھی کافی ہی ہم جواب دینگے کہ یہ سب غلط ہی لَيْسَ الْبِرَّ تمکی نہیں ہے کہ اثر ہدایت اور سبب مغفرت کا ہو سکے اَنْ تُوَلُّوْا یہ کہ پھیرو تم وُجُوْهَكُمْ اپنے چہروں کو بدرون نماز کے کہ دلیل عقلی ہے پاک کرو اور نجاست بخل اور حب مال اور عہدی و ہمگڑے سے صاف کرو اسواسطے کہ نہایت تمہارا مونہہ پھیرنا یہ ہے کہ متوجہ ہو قِبَلَ الْمَشْرِقِ جانب مشرق کے اگر قبلہ تمہارا اس مکان میں کہ نماز پڑھتے ہو مشرق کی سمت ہو وَالْمَغْرِبِ اور جانب مغرب کے اگر قبلہ تمہارا سمت مغرب ہو اور متوجہ ہونے جانب مشرق و مغرب سے کچھ نیکی حاصل نہیں ہوتی اسواسطے کہ یکام مشرک اور سورج پرست بھی کرتے ہیں اگر تم مونہہ قبلہ کی طرف کرتے ہو تو دل کو بھی صاحب قبلہ کی طرف متوجہ کرو اور جو ایسا نکیا تو معلوم ہو اکہ وہ بھی مقصود تمہارا نہ تھا اور جو حال مشرق و مغرب کا کہ دونوں جہت ہیں مشہور ہیں اور جماعت کثیر مشرکوں اور آفتاب پرستوں کی قبلہ عبادت ہیں ایسا ہے کہ بالکل خوبی اور نیکی نہ کہے پس حال جنوب و شمال اور اور جہات اُنکے مابین کا بہت ہی بدتر ہوگا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ لیکن نیکی کہ اثر ہدایت اور سبب مغفرت کا ہی هُوَ اَمَنَ بِاللّٰهِ وہ شخص ہے کہ ایمان لایا اللہ پر اور خدا پر ایمان حاصل نہیں ہوتا مگر اللہ تعالیٰ کو موجود اور یگانہ اور دانا ظاہر اور پوشیدہ اور قادر ہر چیز پر اور زندہ اور مختار کہ محتاج کسیکا نہو اور پاک جاناتے سے اور نہ کسیکا مغلوب محبت اور بے عورت اور بے فرزند اور سننے والا اور دیکھنے والا اور سچا وعدہ کیا عذاب و ثواب میں اور حکیم مطلق الحکام میں اور قادر فسخ کرنے شریعتوں اور مذہبوں پر اور بھیجنے پیغمبر ہر قبیلہ سے ہر قوم پر اور نازل کرنے کتابوں پر جس لغت میں کہ چاہے اعتقاد کرو تم اور تم یہ عقاد نہیں کہتے وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اور ایمان لاوے آخرت پر جس طرح کہ کتب الٰہی اور زبان پیغمبر سے معلوم ہوا بغیر اعتماد کرنے شفاعت اپنے بزرگوں کے اور بدون اسکے کہ اپنے فرقہ کو بسبب شرافت نسب کے قابل عذاب کے نجانے یا پنے عذاب کو اوروں کے عذاب سے کمتر سمجھ یا دار ثواب تک پہنچا دینے گروہ کے واسطے بانو وَالْمَلٰٓئِكَةِ اور نیز ایمان لاوے فرشتوں پر کہ بندے اللہ تعالیٰ کے ہیں اور بغیر اُسکی مرضی کے کچھ نہیں کرتے اور اُنکو دشمن سمجھنا نہ چاہیئے کہ اللہ کے محبوب ہیں اور اُنکی حق میں زیادہ گوئی بھی نہ چاہیئے جیسے کہ بعضے یہود کہتے ہیں کہ یہ بالاستقلال تدبیر عالم کی کرتے ہیں خدا کی دخترہیں وَالْكِتٰبِ اور ایمان لاوے کتاب پر جو کتاب الٰہی ہو خواہ اپنے بزرگ اول پر ہو یا غیر پر اور اپنی زبان میں ہو یا غیر کی زبان میں ہو یا اپنی شریعت کے محکم کی موافق ہو یا اُسکی ناسخ اور یہ ایمان حاصل نہیں ہوتا جب تک کہ اُس کتاب کے تحریف اور تبدیل لفظی اور معنوی اور تاویلات باطلہ سے کہ واسطے سخن پروری اپنی یا غرض نیوی کے اور للچ دولت اور تقرب بادشاہوں اور امراء سے محفوظ رکھے اور تبدیل کتاب کو اس سے بلند سمجھے کہ بسبب کسی چیز کے تبدیل اور تحریف کر دے وَالنَّبِيّٖنَ اور نیز ایمان لاوے سب پیغمبروں پر حضرت آدم سے لیکر اپنے زمانہ تک بغیر تفریق اور تعصب کے اور نہ بعض انبیاء کو مار ڈالا جیسے

حضرت شعیا اور حضرت زکریا اور یحییٰ اور حضرت عیسیٰ کو اپنے گمان میں اور بعض کی انکار اور تکذیب کی اور پے سارنے کے ہوئے اور جادو کیا اور زہر دیا اور لڑائی کی بوسطہ اُنھے جیسے پیغمبر آخر الزمان سے کفار ظالمین اور فضول الانبیاء ہیں اب جو آدمی کہ اس طرح ایمان لایا اور ان باتوں مذکورہ سے اعتقاد درست کیا دل اپنے کو جہل مرکب اور فساد معرفت سے پاک کیا اسواسطے کہ آدمی کا مبدی ہی کو ذات پاک خدا ہے اور معاد ہے کہ روز آخرت ہی جو ایمان خدا پر لایا اور روز آخرت کی تصدیق کی اپنے مبدی اور معاد کو ربط معرفت الٰہی سے دیا لیکن اُنکو مرضیات اپنے خاوند کی جاننا کہ روز آخرت میں کام آوے اور نامرضیات کہ اس روز مضر اور مہلک ہوں اور تا بعد اری پیغمبر وقت کی کرنا تا کہ اُنکی زبان سے مرضیات و نامرضیات خاوند کی پہچانیں ضرور ہے اور اگر پیغمبر ان علیہم السلام موجود نہوں تو انکی کتابوں کو اُنکے اوپر نازل ہوئی ہیں مطالعہ کریں اور اُن سے اپنے عقیدہ کو درست کریں اور چونکہ کارخانہ پیغمبری اور نزول کتاب فرشتوں کے ہاتھ ہے تو ایمان فرشتوں پر نہ رہے اور چونکہ پیغمبر و پیغمبری کے احکام الٰہی پہونچے ہیں تو ایمان کتاب کا مقدم ایمان لانے پیغمبر پر ہوا پس جب بندے نے ان سب باتوں کو دل جان قبول کیا تو سمجھ کہ تصدیق سے اُسکے ذمہ تھا وہ کیا لیکن اب اُسکو اس تصدیق پر گواہ لانا چاہیئے کہ تصدیق کا دل ہر ایک پر ظاہر نہیں ہوتی اور عمدہ گواہ اس تصدیق کا مال بتایا کہ قرآن میں جگہ کہتا ہے اور بدون کمال تصدیق کے ممکن نہیں ہے کہ کوئی آدمی کسی کے واسطے مال فریجے گو سلام اور تعظیم اور ذکر و ثنا نفاق سے بھی کرتا ہے پس صاحب ایمان درست وہ آدمی ہے کہ یہ کام بھی کرے وَاٰتَی الْمَالَ اور دیوے مال لیکن اُسوقت کہ مال سے بے پروا اور مستغنی ہو کہ اُسوقت دینا مال بڑی خوبی کی نہیں ہے بلکہ علیٰ حُبِّہٖ باوجود یکہ مال کو خود بھی احتیاج اور امید زندگی کی رکھے اور صحیح البدن ہو اور دولتمند ہو گا اگر اس مال کو دیدوگا تو محتاج ہو جاوگا اور نیز اُس مال کو اُسکو دینے سے بعد منفعت رکھے بلکہ فقط رضامندی خدا کے واسطے خرچ کرے اور ہے ذَوِی الْقُرْبٰی صاحبان قرابت کو کہ خیرات بھی ہو اور صلہ رحم اور نیز طلب عوض سے دور ہو اسواسطے کہ اہل قرابت کی عادت ہے کہ ہر گز تقریب دیئے سے کو دام نہیں دیتے بلکہ بمقدار اُس نکو روا بمقدار کفایت زیادہ کریں اور آدمی بھی اس دینے کو خاطر میں لاوے اور اس سبب سے اُس آدمی کی تعریف نکریں صاحب خیرات ثنا نہ کریں پس اس گروہ کو دینے میں بسیط عوض اپنا خاطر میں نہیں گذرتا علی الخصوص اس قرابتی کے دینے میں کہ بدستور کا دیرینہ کار ہوا و سی سنت حدیث شریف میں ہے کہ بہتی اور محدثین روایت کرتے ہیں وہ اوہی کہ بہتر صدقہ وہ ہے کہ اپنے تئیں قرابتی کو دیوے کہ رد گرداں ہو۔ اور بہتر بیہقی نے بیان کیا ہے کہ آدمیوں نے آنحضرت صلعم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ اَیُّ الْمَالِ عَلٰی حَبِّہٖ کیا معنی رکھے اسواسطے کہ ہر آدمی مال کو دوست رکھتا ہے حضرت نے فرمایا کہ اُسکے یہ معنی ہیں کہ اُس مال کو اُسوقت تو دے کہ جب میں تیرے اُسکے جینے سے خیال درازی عمر اور فقر کا ہو اور دینے میں اُسوقت تک ڈیسل نکرے کہ روح تیری گلے میں ہو اور کہے کہ فلانے کو اسقدر دو اور فلانے کو اسقدر حالانکہ وہ مال اُس وقت تیرا نہیں ہے اور کا ہے اور ترمذی اور بخاری صحاح میں موجود ہے کہ فقیر خیرات دیتا ایک خیرات ہے اور قرابتی کو دینا دو چیز کی خیرات ہے اور وہ اسے حق قرابت بھی ہے اور محتمل ہے کہ ضمیر حبہ کی خدا کی طرف راجع ہو یعنی مال کو فقط دوستی خدا پر دے نہ واسطے دنیا جی ذمانے کے جیسے کہ زکوٰۃ اور کفارہ مثلاً زائد قدر زکوٰۃ سے دے یا اُس مال سے دے کہ جس میں زکوٰۃ واجب نہو بسبب کم ہونے مدت نصاب یا بسبب جنس نامی نہونے سے جیسے کپڑا جو یلی پوشاک دھان اور اس صورت میں دینے مال کی دینے زکوٰۃ میں کہ آئندہ مذکور ہے بخوبی ظاہر ہے اور بعضوں نے لکھا ہے کہ ضمیر مال دینے کی بعارف راجع ہے کہ لفظ اٰتَی المَالَ سے سمجھا جاتا ہے یعنی مال کا دینا مکروہ اور شاق نخانے بلکہ مرغوب اور محبوب جانے اور خوشدلی سے دے ہر تقدیر اہل قرابت کو دینا مقدم ہے اور اسیواسطے فقہاؤں نے کہا ہے کہ مال زکوٰۃ ایک شہر سے دوسرے شہر میں بھیجنا اچھا نہیں ہے مگر کہ زکوٰۃ اُسی شہر کے محتاجوں کو دینی چاہیئے مگر اگر زکوٰۃ دینے والے کے اقارب و رشتہ میں ہوں تو وہاں بھیجے اور اُنکو مقدم سمجھے حقوق اقارب اس جگہ سے سمجھنا چاہیئے کہ مرتبہ وراثت مال ہی انہیں کو ہے باعتبار مراتب وراثت کے اور صورت عدم وراثت میں وصیت بھی انہیں کیواسطے ضروع اسلام میں فرض تھی اور اب بھی ثلث مال سے دینا مستحب ہے اب ہم یہ کہتے ہیں کہ فقر اور احتیاج حصول ثواب کے واسطے اقارب میں شرط ہے یا نہیں ظاہر اسے معلوم ہوتا ہے کہ اقارب کو مال کا دینا عمدہ ہے اگرچہ غنی ہوں لیکن چونکہ یتیموں میں فقر اور احتیاج شرط ہے تو چاہیئے کہ یہاں بھی شرط ہو اور سبب ظاہر تر یہ کے ذکر فرمایا ہے تحقیق یہ ہے کہ اقارب میں حصول ثواب اور نیکی کیواسطے فقر اور احتیاج شرط نہیں ہے اسواسطے کہ صلہ رحم جو کہ خیرات نہو اور صلہ رحم بھی ثواب میں صدقہ سے کم نہیں ہے ہاں صدقہ اور خیرات اُسوقت ہوتا ہے کہ محتاج بھی ہو لہذا اقارب کو بغیر احتیاج اور فقر کے زکوٰۃ اور خیرات اور کفارات دینا چاہیئے وَالْیَتٰمٰی اور یتیموں کو اُس مال سے کہ یتیم نکو بے پدر صغیر السن ہوں خواہ عورت اسواسطے کہ بسبب خبط و سالی کے تلاش اور کسب نہیں کر سکتے اور بسبب بے پدری کے کوئی اُنکا خبر گیران نہیں ہے پس اُنکو تمام بنی نوع آدم کے ساتھ قرابت حکمی ہو گئی گویا تمام مالدار دنکو اللہ تعالیٰ نے باپ بنکا فرمایا اور اسی جہت اور شدت احتیاج سے متصل ذوی القربیٰ کے مذکور فرمایا وَالْمَسٰکِیْنَ اور بے پونجی والونکو کہ آمدنی انکی خرچ سے کم ہے اگرچہ کسب کرتے ہوں اور کچھ مال رکھتے ہوں اور اس جگہ اُس گروہ سے وہی آدمی مراد ہے کہ سوال اور اظہار حاجت نہیں کرتے اور قناعت اور صبر اور سکوت سے گذارہ کرتے ہیں بدلیل حدیث صحیح کے صحاح میں وہی لیس المسکین الذی ترده التمرة والتمرتان واللقمة واللقمتان ولکن المسکین الذی لا یجد غنی یغنیه ولا یفطن له فتصدق علیه یعنی مسکین انکو نہیں کہ جو پھرتے ہیں اس شہر سے اس شہر میں سے ایک لقمہ یا دو لقمہ سے بعد کفاف حاجت کے مال نہیں پاتا اور کوئی اُسکے حال سے خبر نہیں رکھتا تا کہ خیرات بہو جاوے بدلیل یہ بات کہ سوال کرنیوالونکو علیحدہ فرمایا پس مسکین سوال کنندوں کے ہیں وَابْنَ السَّبِیْلِ اور دیوے مسافر غذر کو کہ خرچ نہ رکھتا ہو یا سواری اور سایہ نہ رکھتا ہو گو وطن میں مال رکھتا ہو خصوصاً۔ بلکہ مہمان ہو کہ زبان حال سے سوال کرتا ہے اور اسی خصوصیت سے ابن عباس رضؓ نے تفسیر ابن السبیل میں مہمان لکھا ہے چنانچہ ابن ابی حاتم نے اس روایت کی ہے کہ فرماتے تھے ابن السبیل وہ مہمان ہے کہ مسلمانوں کے یہاں نازل ہو وَالسَّآئِلِیْنَ اور دیوے اُس مال کو سوال کرنیوالونکو خواہ مسلمان ہوں یا کافر اگرچہ حقیقت احتیاج معلوم نہو لیکن جو ذلت سوال اور

عذر گرائی کی گواراکی میرے دلیل حاجت کی ہے اسلئے کہ انسان بدن ضرورت کے ذلت اور عار گوارا نہیں کرتا اسیواسطے مسند امام احمد ابوداؤد میں بروایت حضرت امام حسین واقع ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سوال کرنیوالے کا حق ہے اگرچہ گھوڑے پر ہو اور ابن ابی الحدید سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عیسے علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ سائل کا حق ہے اگرچہ گھوڑے پر سوار ہو اور گھوڑے کے گلے میں ہتھکل چاندی کی پڑی ہو اور ترمذی میں بروایت ام حبیبہ ہے کہ بعیت کرنیوالوں آنحضرت صلعم سے ہیں کہ وہ کہتی ہیں میں نے کہا یا رسول اللہ سائل میرے دروازہ پر آتا ہے اور میرے پاس اس کے دینے کے قابل کچھ نہیں ہوتا فرمایا کہ جو کچھ ہو دیدے اگرچہ بکری کا جلا ہوا سم ہو اور ابونعیم ابن عمر سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ سائل کہ دروازہ پر آتا ہے مرد باایمان کے واسطے ہدیہ خدا ہے وَفِي الرِّقَابِ اور دیوے مال کو خلاص کرنے قیدیوں میں کہ مسلمان کافر کے ہاتھ میں گرفتار ہوں اور آدمی مال دیکر انکے ہاتھ سے خلاصی دے دیا فرضداری قرضخواہ کے یہاں مقید ہوں اگر کوئی مقید کیرہائی فدیہ ہر چند آدمی کھانے پینے کے محتاج نہیں ہیں لیکن قید مخلوقات سے رہا ہونے میں مال کے محتاج ہیں اور آجکل بمنزلۂ عربیت کو اشکال قوی ہے حاصل اشکال یہ کہ فی الرقاب ظرف ہے اور سابق ذوی القربی مع معطوفات کے مفعول بہ ہے اور عطف ظرف کا مفعول پر باوجود مخالف جہت عمل کے کیونکر درست ہوا اس اعتراض کا جواب دو طریق سے دیا ہے اول یہ کہ یہ عطف محمول ہے حذف فعل پر بہ تقدیر اٰتی المال فی الرقاب کے پس عطف جملہ کا ہے جملہ پر نہ عطف ظرف کا مفعول پر اور یہی طریق صاحب کشاف نے آیت لقد نصرکم اللہ فی مواطن کثیرۃ و یوم حنین میں اختیار کیا ہے اور نصرکم یوم حنین مقدر کیا ہے اور عطف جملہ کا جملہ پر کیا ہے تاکہ عطف ظرف زمان کا ظرف مکان پر لازم نہ آئے دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ ظرف مطوف ہے دوسرے ظرف محذوف پر کہ متعلق للسائلین ہے یعنی وللسائلین فی حوائجھم وفی فک الرقاب اور سوال عام ہے خواہ بزبان قال ہو یا بزبان حال اور تحقیق اس مقام کی یہ ہے کہ ماء حرف عطف کا معنی پر ہے نہ صورت لفظ پر اور اس جگہ باعتبار معنی کے حرف الصاق نہیں ہے اسواسطے کہ رقاب اور اسبق دونوں مصارف مال ہیں اور معطی کے بیعتے جسکے واسطے مال دیا گیا ہے زمان و مکان دینے مالک کو ظاہر میں فاصل ہوتا ہے اور وہ نہیں ہوتے اور نکتہ قاعدہ کے بدلنے میں یہ ہے کہ اس صرف میں قیدیوں اور تر ضداروں کو دینا معلوم نہیں ہے بلکہ مالک ان آدمیوں کو قید کرنے کے لیئے ہیں یا ان لوگوں کو قرض مانگتے ہیں مال دینا چاہیئے تاکہ یہ خلاص ہوں بخلاف مصارف سابق کے کہ مال خود ان نہیں کو دینا چاہیئے اور یہ گوہ ہیں از روئے خرچ کرنے مال اور ادائے حقوق خلق کے کہ عند اللہ حقوق اللہ پر مقدم ہیں پھر چاہیئے کہ حقوق اللہ کو بھی بدنی ادا کریں وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ اور قائم کرے نماز کو بوجہ کمال اسواسطے کہ نماز ایک عبادت ہے کہ مشتمل ہو جاویں تمام عضا ظاہری اور باطنی اور واجب آنکو راست کیا تو ادائے حق الٰہی ہر عضو سے ہو اس ادائے حق بدنی سے کہ پانچ وقت ہر روز فرض واجب ہیں فارغ ہوا وَاٰتَى الزَّكٰوةَ اور دیوے زکوٰۃ کو حق الٰہی میں سے تاکہ اس حق سے بھی فارغ ہو گو حوائج خلق کی دینے مال اُن چیزہ مصارف مذکورہ میں کفایت تھی اور زکوٰۃ نام ہے ایک اندازہ معین کا مال سے کہ اُسپر ایک سال کامل گذر گیا ہو بشرطیکہ مقدار حد نصاب کو پہونچ گیا ہو اور حد نصاب بائیس تولہ چاندی سے اور ساڑھے سات تولہ سونے سے اور اسباب سوداگری سے جس جنس کا کہ ہو قیمت نصاب چاندی یا سونے کے کر کے دیوے اور قدر واجب زکوٰۃ میں چالیسواں حصہ ہے لیکن مواشی اور زراعت کہ زمین محصولی میں ہو پس کی زکوٰۃ کی تفصیل طویل ہے کہ کتب فقہ میں مذکور ہے اور چونکہ دینا زکوٰۃ کا سوائے دینے مالک اقارب اور شیوخ اور فقہا فروں اور سادات اور اسائلوں اور قیدیوں کے شمار کرانا تو معلوم ہوا کہ وہ دینا غیر دینے زکوٰۃ کے ہے کہ بعضی اُن میں سے واجب یا فرض ہے جیسے خبر گیری اُن اقارب کی کہ حسب میت کے ہیں اور محتاج ہیں اور جیسے خبر گیری مسافر منقطع اور صدقۃ الفطر اور نذر کفارہ اور قربانی اور لیسے منسب ہیں لیناء مطالبہ اُس دینے کا اُس شخص پر بھی ہوتا ہے کہ اسپر زکوٰۃ واجب نہیں ہے و یا زکوٰۃ ادا کر چکا ہے اور یہی معنی ہیں اُس حدیث کے کہ ترمذی اور ابن ماجہ فاطمہ بنت قیس سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ مال میں سوائے زکوٰۃ کے اور حق بھی ہے اور یہ آیت تلاوت فرمائی اور بخاری اپنی تاریخ میں بروایت ابوہریرہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ بعد ادائے زکوٰۃ کے مال میں اور بھی حق ہے فرمایا البتہ در یہ آیت واتی المال علی حبہ آخر تک پڑھی اور وکیع حضرت رضی علی کرم اللہ وجہہ سے مرفوعاً کہ تحقیق زکوٰۃ نے نسخ کر دیا ہر حق مال کو سوائے زکوٰۃ کے نہیں ہے تو اُسکے یہ معنی ہیں کہ حق مقدر اللہ تعالیٰ کا سوائے زکوٰۃ کے نہیں ہے اور یہ حقوق مذکورہ اول مقدر نہیں ہیں اور پھر حق خدا نہیں ہیں حق خلق ہیں اور یہ تکلیفات کہ مذکور ہوئیں اُس قسم سے نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ بیتوجہ بغیر اُنکے التزام کے اپنے و یا خلق کے واسطے لازم فرمائیں لیکن جو چیز کہ آدمی اپنے اوپر لازم کر لیں پس وہ بھی بیشک ہیں وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ یعنے اپنے عہد و وفا کرنیوالے اپنے عہد کو خواہ اُس عہد کو خدا سے باندھیں و یا اپنے پر نذر مقرر کر لیں یا قسم اسکے نام کی نیک کام پر کھاویں خواہ مخلوق سے عہد باندھیں یا کسی کی امانت لیں یا کسی سے وعدہ نیک کریں کہ ان سب صورتوں میں وفا واجب ہے لیکن چاہیئے کہ نیت وفا کی دل میں مضبوط کر لے اِذَا عٰهَدُوْا یعنے جسوقت کہ عہد باندھیں اُسی وقت اگر نیت وفا کی نہو اور پھر بسبب ملامت لوگوں کے وفا کرے تو یہ وفا معتبر نہیں ہے کہ انما الاعمال بالنیات اور ایسے ہی اگر عہد باندھنے کے وقت وفا کی نیت مضبوط ہو اور پھر بسبب کسی لاچاری یا بے مقدوری یا ظالم کے خوف سے وفا نہ کر سکا تو معذور ہے اور ایسوں فلاں میں محسوب نہ ہوگا اور وفائے عہد ہر چند ظاہر میں ایک کلام پاکیزہ نیک سے معلوم ہوتا ہے لیکن بحقیقت اس تمام معاملات کو شامل ہے کہ بندہ کو خدا سے یا خلق خدا سے اتفاق پڑتا ہے جیسے پیری مریدی اور استادی و شاگردی اور پیغمبر ہونا اور امت ہونا متضمن عہد الٰہی جانبین سے ہیں کہ لوازم ان حقوق کو کما حقہ ادا کریں اور ایسے ہی دین اسلام میں فاصل ہے ذرا سی اطاعت میں ظہور وفائے عہد کا ہے اور جب ہر عہد باندھنا اور اسیواسطے جو آدمی کہ آنحضرت صلعم سے بیعت کرتے تھے ہر گز حالت تنگی و فراخی و خوشی و ناخوشی میں اور کلمہ حق کہنے میں جہاں نہیں ہوں خوف نہیں کرتے تھے اور نقد اور پاس نہیں کرتے تھے اور کسی مخلوق سے

سوال نکرنے میں ان چیزوں کو اپنے ذمہ پر زیادہ لازم اُن سے سمجھتے تھے یہانتک کہ بعض اصحاب صفہ نے کہ ترک دنیا اور جمع مال پر بیعت کی تھی اور نے کے وقت ایک دو اشرفی انکی تحویل میں نکلی مورد عتاب اور وعید شدید کے ہوئے اور نکاح اور وکالت اور شرکت اور اکثر معاملات وفائے عہد پر ہیں غیر اس خصلت نیک کے اور حق کسی معاملہ کا وجہ شرعی نہیں ہو سکتا اور اسیواسطے قاعدہ تفکر کے تغیر فصل سے اہم کرکے بیان فرمایا اور تمام خصلتیں کہ مذکور ہوئیں تم نیکی سے ہیں چند بیان کی ہیں والصّٰبِرِیْنَ یعنی یاد کرو تم صبر کرنیوالوں کو کہ اُنکے حق میں آیت عنقریب وبشر الصابرین میں کیا کچھ اشارہ گذری ہے اور کس مرتبہ نیکی میں ہیں خصوصاً جب کہ صبر اُنکا تمام سختیوں کا گھیرنے والا ہو پس صبر کرو تم فِی الْبَاْسَآءِ شدت فقر میں مثل تمہارے کہ کھانے نہ ہوتو کہتے ہو چنداں حیثیت نہیں رکھتے ہو صبر نہیں کر سکتے وَالضَّرَّآءِ مرض اور درد و رنج میں مثل تمہارے کہ اگر چہ لذیذ و لغیس ہو تو کہتے ہو کہ ایک طعام کے کھانے پر کیا صبر ہو لن نصبر علی طعام واحد یعنی ہرگز ہم صبر نہیں کرینگے طعام واحد پر وَحِیْنَ الْبَاْسِ اور وقت لڑائی کے کہ نیز قحط غلہ اور آب و نیز ہجوم دشمنوں کا اور اُنکا خوف اور نیز محنت بدنی اور بے خوابی اور زخم تلف عنف کا ہوتا ہے مثل تمہارے کہ کہا تھا منذ ھذا الیوم انت وربک فقاتلا انا ھٰھنا قاعدون یعنی تو اور تمہارا رب چلے جاؤ اور لڑو ہم تو اس جگہ بیٹھے ہیں اور جس آدمی نے ان تینوں حالتوں میں پیشہ صبر اختیار کیا تو اسکا صبر کامل ہوا اسواسطے کہ مصیبتیں جو انسان پر آتی ہیں وقت امتحان کے صبر ہو یہی تین قسم ہیں اول نقصان مال کا آخر اُسکا شدت فقر ہے دوسرے نقصان بدن کہ مقدمہ اسکا درد و رنج و بیماری و نقص و صدمات ہے تیسرے ہلاک جان کہ اکثر وقت خطرہ کا لڑائی ہے اور نیز جاننا چاہیئے کہ ان آدمیوں کا صبر فقط اطاعت الٰہی کیواسطے ہے ورنہ افراد بشر باعتبار دلیری طبیعت کے بعض ان مصیبتوں میں سے پروا نہیں کرتے مثلاً بعض بادیہ نشین بالکل لڑائی میں خوف نہیں کرتے اور تھوڑی بیماری سے حواس باختہ ہو جاتے ہیں اور بعض آدمی حالت فقر میں ثابت قدم رہتے ہیں اور لڑائی کے نام سے زرد رو ہو جاتے ہیں اور جو آدمی کہ ان سب حالتوں میں ثابت قدم رہے نہیں ہوتا مگر بسبب غلبہ اطاعت الٰہی کے بالطبع نیکو کاری جامع ہونا ان تمام اوصاف سے ہے اگر ایک وصف بھی فوت ہو تو نام نیکوکاری کا پورا درست نہیں پس اہل کتاب کہ یہ تمام اوصاف اُن میں فوت ہیں یہانتک کہ ایمان خدا پر اسقدر قصور کیا کہ عزیر اور عیسیٰ علیہما السلام کو خدا کا بیٹا قرار دیا اور یہودیوں نے ید اللہ مغلولۃ کہا اور نصاریٰ اتحاد اور حلول کے قائل ہوئے اور ایمان معاد میں بھی اسیطرح اعتقادات اور اہیات کے معتقد ہوئے اور کہا لن یدخل الجنۃ الا من کان ھودا او نصاریٰ اور کبھی کہا لن تمسنا النار الا ایاما معدودۃ اور ایمان فرشتوں کے کہ بہترین فرشتوں سے ہیں جیسے حضرت جبرئیل کو بنا دشمن قرار دیا اور عصمت ملائکہ کے بالکل منکر ہوئے اور ایمان کتاب میں عجب تاریخ کی تفریق کی کہ ایک پارہ کے معتقد ہوئے اور ایک سے صریح انکار کیا اور ایسے ہی ایمان انبیاء علیہم السلام میں یہانتک کہ جماعت کثیر نبیوں کو قتل کیا اور مال کا دینا تو کیا امکان بلکہ بعوض اُسکے دین کو بیچا اور آیات اور کلمات الٰہی متاع قلیل دنیا کے بدلے ہاتھ سے دیئے اور شکستگی پیمان عادت قدیمی ہے جیسے سبت اول میں گذرا اور بے صبری بھی زیادہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بارہا ظہور کرتی تھی یہانتک کہ صریح کہا لن نصبر علی طعام واحد اور بزدلی لڑائی میں اس حد کو پہونچی کہ اذھب انت وربک فقاتلا انا ھٰھنا قاعدون ایک صفت بھی نہیں کہیں کہ نیکوکاری کا اسکیساتھ ہوں نیکوکار وہ شخص ہیں کہ ان جمیع اوصاف کے جامع ہیں اور اسکی وجہ ظاہر ہے اسواسطے کہ نیکوکاری یا اعتقاد میں ہے یا اعمال اور اخلاق میں اُولٰٓئِکَ یعنی جامع اوصاف مذکورہ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وہ لوگ ہیں کہ معتقادات میں سچے ہیں وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُتَّقُوْنَ اور وہ لوگ ہیں کہ اعمال و اخلاق میں پرہیزگار ہیں اور اخلاق اور اعمال میں کسی وجہ خلل نہ کہیں اور نیکوکاری اُن کی ظاہر اور باطن کمال پر ہو اب ہم یہ بیان کرتے ہیں کہ وصف صابرین کو منصوب کیوں بیان فرمایا حالانکہ تمام صفات سابقہ مرفوع ہیں یہ عطف اس صفت کا اُن صفات پر تقاضا کرتا ہے کہ یہ بھی مرفوع ہوں جواب یہ ہے کہ اس نصب کو علی المدح والاختصاص کہتے ہیں جو ایک صفت کی صفات بسیار سے زیادہ تر اہمیت اور عظمت چاہیں تاکہ تمیز ہو جاوے تو اعراب میں امتیاز دیتے ہیں اور صبر سختیوں میں اور لڑائیوں میں صفت بلند ہے پس اس صفت کو بسبق سے امتیاز دینا ضرور تھا اسواسطے اُسکے اعراب کو اعراب سابق سے تغیر کرکے منصب کیا گویا اسطرح فرمایا کہ ہم صابرین کو مدح عظیم اور کمال نیکی سے خاص کرتے ہیں زمخشری نے کہا ہے کہ جیسا کہ صفت ہاتے بسیار کو مقام مدح اور بجو میں ذکر کرے پس مقتضائے بلاغت کا یہ ہے کہ اعراب ان صفات کو مختلف لاوے اور سب کو اپنے موصوف کی بڑہی جاری نکرے اسواسطے کہ مقام مدح اور بجو محل اطناب اور اسہاب کا ہے اور جب اعراب مختلف ہوئے معنوں میں التباس حاصل ہوا اسواسطے کہ کلام صورت اختلاف اعراب میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا کئی طرح کا کلام ہے اور اگر اعراب مختلف نہو تو مجموع ایک جملہ معلوم ہوتا ہے اور بعض محققین نے وجہ اختلاف حرکت کی کہ کیوں بسابقہ مدح و بجو میں ہوتا ہے بیان کی ہے کہ اصل مدح اور بجو کلام سامع سے ہے اسواسطے کہ جب ایک شخص نے کسی کا ذکر کیا کہ فلانے نے ایسا کیا اکثر سننے نام کے سے اُسکی مدح اور ثنا کرتا ہے اور کہتا ہے کہ کیا اچھے آدمی کا ذکر کیا یا وہ کیسا عاقل ہے اور کیسا قابل ہے ایسی ہی بجو اور ذم کرتا ہے پس وقت مدح اور بجو کے متکلم چاہتا ہے کہ اپنے تئیں سامع قرار دیکر اسی طریق سے سخن کرے لہذا اختلاف اعراب قلیل مدح اور ذم کی ہوتی ہے اور حدیث شریف میں بروایت ابن مردویہ اور عبد بن حمید کے وارد ہوا ہے کہ ایک شخص حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور پوچھا کہ ایمان کیا ہے حضرت ابوذر نے یہ آیت پڑھی اُس شخص نے کہا یہ آیت سیر سوال کا جواب نہوئی حضرت ابوذر نے کہا کہ اسیطرح ایک آدمی نے آنحضرت صلعم سے سوال ایمان کا کیا اور آنحضرت صلعم نے یہی آیت تلاوت کی اور وہ بھی مثل تیرے راضی نہوا آنحضرت صلعم نے اُس آدمی کو فرمایا کہ پاس آ جب نزدیک آیا ارشاد کیا کہ جب تجھسے نیکی سرزد ہو خوش ہوا امید ثواب کی رکھ اور جو بدی ہو غمگین ہو اور خوف عذاب سے ڈر اور ابن ابی شیبہ ابوہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ جس کسی نے اس آیت پر عمل کیا ایمان اُسکا کامل ہوا اور فی الواقع بتامل ظاہر ہوتا ہے کہ کوئی شعبہ کا لیف شرعی سے مضمون اس آیت کے خارج نہیں ہے اور حکیم ترمذی ابو عامر شعری سے روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر صلعم

یارسول اللہ کمال نیکی کیا ہے فرمایا کہ جو کچھ غلوت میں کرے ظاہر میں بھی کرے اور ابن عساکر زید ابن رفیع سے بیان کرتے ہیں کہ ان سے کسی نے سوال خوارج پوچھا کہ ان کی تکفیر میں کیا کہتے ہو کہ وہ اصحاب قبلہ ہیں اور روزہ نماز بطریق اسلام کے ادا کرتے ہیں زید ابن رفیع نے کہا کہ نماز و روزہ اور استقبال قبلہ پر ذلیفتہ مت ہو تم کہ اللہ تعالیٰ کیا فرماتا ہے لیس البران تولوا وجوھھم قبل المشرق والمغرب پس جس کسی نے اپنا ایمان ان چیزوں سے درست کیا موئن ہے اور جو کوئی ایک کان میں سنکہ ہوا کا فوجہ اور حب جان لیا کہ بہترین اقسام نیکو کاری سے صبر ہے پس اس خصلت کو ہرگز ہاتھ سے مت دو خصوصاً اسوقت کہ ایک اقارب اور تو سلمان تمہارے سے مارا جاوے اور تم بسبب غضب انتقام قاتل اور اندوہ فراق مقتول اور شرمندگی کمال عجز اپنے کی محافظت مقتول سے اور لاحق ہونے ذلت سے عجب حالت پیدا کرو اور اُس وقت بے صبر ہو کر چاہو کہ اقتصاص میں ایک پر نہ کرو بلکہ بجائے ایک آدمی کے کئی آدمیوں کو مار ڈالو اور ہمراہ قاتل کے اُسکے پسر اور بھائی اور خویشوں کو قصاص میں پہونچاؤ یا عوض بدن مقتول زن قاتل پر اکتفا نکرے اُسکے زوجان کو جیسے خاوند اور پسر کو بھی مار ڈالو یا عوض غلام اپنے کے کہ کسی کے غلام کے ہاتھ سے مارا گیا ہو غلام کے مارنے پر اکتفا نکرو اور اُسکے مالک کو بھی مار ڈالو یا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے آدمیو ایمان والو مقتضا تمہارے ایمان کا یہ ہے کہ جو کچھ بیان کیا ہے گئے ہیں کسی حالت میں ہرگز تجاوز نکرو کُتِبَ عَلَیْکُمُ الْقِصَاصُ لکھا گیا ہے تمہارے پر برابر کرنا فِی الْقَتْلٰی اس مقدمہ کہ کشتگان میں پس ہر کشتہ کو بابر کشتہ دیگر کے جانو اور بسبب محبت اور قرابت کے یا علم و فضل و نسب و حسب اعلیٰ عمدہ زادگی و رذالت کے اور خوش صورتی اور بدصورتی اور صلاح اور فسق کشتگان کے درمیان میں ترجیح اور امتیاز مت کرو کہ عوض ایک آدمی کے کئی کو مار ڈالو کما سیاتی کہ اگر اس طرح کی ترجیح اور امتیاز کرو گے مقدمہ قصاص موقوف ہو جاوے گا اور جاری نہ ہو سکے گا اسواسطے کہ ہر ایک کے نزدیک اپنا کشتہ عزیز اور بزرگ ہوتا ہے جیسے تم اپنے کشتہ پر غم اور اندوہ کرتے ہو ایسے ہی اور بھی کرتے ہیں وہ کب گوارا کریں گے کہ تم ایک کے عوض چند آدمیوں کو مار ڈالو پس اَلْحُرُّ آزاد برابر ہے بِالْحُرِّ آزاد دوسرے کے گو اور درجے علم یا نسب جمال کے فضیلت رکھتا ہو شلاً ایک سید ہو اور دوسرا جولاہا وَالْعَبْدُ غلام برابر ہے بِالْعَبْدِ دوسرے غلام کے ایسے ہی ہر لونڈی برابر لونڈی کے ہے اگرچہ ایک غلام جمیلہ محبوب باصفاء کا ہو اور دوسرا عدیم نگاہ زیبان کا اور ایک لونڈی حرم خاص بادشاہی ہو اور دوسری کسی ہارکش کی وَالْاُنْثٰی ہر عورت برابر ہے بِالْاُنْثٰی دوسری عورت کے اگرچہ ایک بیگم محل نشین ہو اور دوسری مزدور کوچہ گرد ہو پس جاننا چاہیئے کہ مدلول اس آیت کا یہی ہے کہ اہل ایمان کو چاہیئے کہ بسبب غلبہ غضب اور دشمنی کے مقدمہ خون میں بے صبری نکریں اور حد شرع سے نہ گذریں جیسا کہ نہایا ہمایت میں عمل ہوتا تھا کہ اشراف اپنے غلام کے عوض چاہتے تھے کہ آزاد دو نکو مار ڈالے اور عورتوں کے عوض مردوں کو اور بعوض ایک مرد کے دو مرد کو تو اس طرح عمل تم کرو بلکہ اس مقدمہ میں ہر آزاد کو برابر ہر آزاد کے سمجھو اور ایسے ہی ہر عورت کو برابر دوسری عورت کے اور غلام کو دوسرے غلام کے برابر اور بسبب شرافت نسب یا عمدہ پیشے ترجیح اور تفضیل نہ دو اور ایک آدمی کو برابر کئی آدمیوں کے مت کرو اور مفہوم مخالف اس آیت کا کہ غلام آزاد کے برابر نہیں ہے اور مرد عورت کے برابر اور ایسے ہی آزاد غلام کے برابر نہیں ہے پس یہ عموماً مراد نہیں ہے بلکہ دیت لینے میں اسواسطے کہ آزاد آدمی کی دیت قریب دو ہزار اڑھائی سو روپیہ کے ہے اور دیت آزاد عورت کی اُسکے نصف بہلغ کے اور غلام اور لونڈی کی دیت اُنکی قیمت ہے لیکن صورت بدلہ خون میں کچھ فرق نہیں ہے حنفیہ کے نزدیک آزاد غلام کے عوض میں قصاص ہو سکتا ہے بشرطیکہ غلام اُسکا مملوک نہ ہو اور مرد عورت کے عوض میں باجماع علماء جا سکتا ہے اور اکثر مفسرین کے نزدیک یہ آیت بطریق تقیید کے شامل مقتولوں اور قاتلوں کے کما یاتی اور برابر کرنا مقتولوں کا قاتلوں کے مفہوم مخالف میں مترود ہوتے ہیں بعضے شافعی اپنے مذہب پر اسکو دلیل لاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آزاد کو بمقابلہ غلام مارنا نچاہیئے اور حق یہ ہے کہ اس مذہب پر مفہوم مخالف سے استدلال کرنا درست نہیں اسواسطے کہ اگر یہ معنی مراد ہوں تو اسکے عکس بھی مراد ہونگے اور وہ خلاف اجماع ہے اور نیز جو ہر زن برابر زن کے ہو گی اور لونڈی اور زن برابر ہیں اگر غلام اور آزاد میں فرق کیا ہے تو چاہیئے کہ لونڈی اور زن آزاد میں بھی فرق کریں العیاذ باللہ جو اسکے یہ مفہوم مخالف مراد اور زن کسی طور درست نہیں ہو سکتا اور نیز مناقض عموم آیت النفس بالنفس کے ہے اور مناقض حدیث المسلمون تتکافؤ دماھم کے مال اگر چند آدمی ایک آدمی کو مار ڈالیں تو اُسکے عوض سب مارے جاوینگے اسواسطے کہ ہر ایک اُن چند میں سے قاتل اس ایک کا ہے بیل غیر قاتل مارا گیا اور یہی معنی قول حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ہیں لو تمالا علیہ اھل صنعاء لقتلتھم اور نیز جاننا چاہیئے کہ حکم قصاص سے چند صورتیں خارج اور مستثنے ہیں اول یہ کہ مسلمان کا حربی کو مارے تو بالاجماع اُنمیں قصاص نہیں ہے ذمی والے کو مارے تو اختلاف ہے شافعی کے نزدیک اس صورت میں قصاص نہیں ہے اور حنفیہ کے نزدیک لیکن حدیث صحیح لا یقتل المسلم بکافر موید قول شافعیہ ہے دوسرے یہ کہ مسلمان نے دو سحر مسلمان کو خطاء سے مارا ہو اسکے دو طریق ہیں اول یہ کہ معرفت میں خطا کرے اور اُس مسلمان کو بسبب شکل اور لباس اور حلیہ اور حیئت کفار کے کافر جانکر مارے دوسرے شغل میں خطا کرے مثلاً تیر یا گولی کفار پر چلائے اور درمیان میں سے مسلمان گذرا اور اُسکے تیر لگ گیا اور مر گیا ان دو صورتوں میں قصاص نہیں آتا بلکہ خون بہا واجب ہوتا ہے جیسے سورۂ نساء میں مذکور ہے تیسرے یہ کہ پدر یا مادر نے پسر یا دختر یا پوتے یا نواسے کو مارا اس صورت میں بھی قصاص نہیں ہے خون بہا لینا چاہیئے۔ چوتھے یہ کہ مالک غلام یا لونڈی کو مار ڈالے اور اس صورت میں قصاص ہے اور خون بہا لیکن کفارہ و دیناء ملک پر لازم آتا ہے اس جگہ کئی سوال جواب طلب ہیں اول یہ کہ خطاب اس کلام کے کون آدمی ہیں اگر قاتل ہیں پس تو واجب نہیں ہے کہ اپنے تئیں آپ مار ڈالیں بلکہ یہ فعل حرام ہے اور اگر وارث مقتول ہیں پس وہی موافق شرع کے مختار ہیں چاہیں قصاص لیں یا معاف کر دیں بلکہ بدلیل العافین عن الناس معاف کرنا بہتر ہے اور اگر سب اُن لشکر کے ہیں تو وہ کون مرد ہیں اور بعد وجود اسکے دو سحر پر بالاتفاق مقدمہ خون میں کچھ چیز واجب نہیں ہوتی نہ دیت نہ قصاص لینا اور نہ قصاص کا جواب

یہ ہے کہ قصاص کے معنی برابر کرنا ہے اور رعایت برابری کی مقتولوں میں سب مسلمانوں پر واجب ہے اسطرح پر کہ جب شرائط وجوب قصاص کے جمع ہوں انکو جائز نہیں ہے کہ اسوقت رعایت برابری کی کریں قاتل کو تسلیم نفس واجب ہوتا ہے اور یا رعایت برابری اور اور وارث مقتول کو بھی مطالبہ رعایت برابری کا چاہیئے نہ زیادتی اور بادشاہوں اور حاکموں کو بھی مارنے میں برابری چاہیئے پس مخاطب اس خطاب کے تمام مسلمان ہیں لیکن چونکہ کسی کا کہنا بغیر تائید حاکم کے میز نہیں جاتا اسواسطے کہہ سکتے ہیں کہ مخاطب اس کلام کے فقط حاکم ہی ہیں دوسرے یہ کہ ظاہر آیت تقاضا کرتی ہے وقت لینے خون کے رعایت برابری واجب ہے لیکن عوض خون کے خون لینا اس آیت سے نہیں سمجھا جاتا جواب کہا جاوے ہاں البتہ یہ مضمون اس آیت سے سمجھا جاتا ہے دلالت التضمن پر پڑے آیت سورہ مائدہ من النفس بالنفس اور جواب کہہ سکتے ہیں کہ مراد برابر سے کہ اس آیت میں واجب ہوئی ہے برابری فی القتل ہے اور برابری در قتل صفت قتل ہی اور صفت کو واجب کرنا مقتضی واجب کرنے اس ذات کے ہے کہ موصوف ساتھ اس صفت کے ہو پس وجوب قتل اس آیت سے اس طور مفہوم ہوا کہ یکی شرائط وجوب جیسے مطالبہ ولی مقتول کا جنس عمد سے بلاشرکت غیرے کہ برابری قتل سے مفہوم ہوتا ہے کہ کیفیت قتل میں برابری چاہیئے مثلاً مقتول آگ سے جلایا گیا ہو تو وہ بھی جلانا چاہیئے اور اگر پانی میں غرق کیا گیا ہو تو اسکو آب میں ڈبونا چاہیئے اور اگر ہاتھ یا نوں قطع کئے ہوں یا آنکھ نکالی گئی ہو یا کان اور ناک کٹ گئی ہو تو اسی قسم سے قاتل کو بھی مقتول کرنا چاہیئے جیسا کہ حدیث شریف میں بروایت بخاری واقع ہے کہ زمانہ آنحضرت صلعم میں یہودی نے ایک دختر انصار کو واسطے لینے زیور کے فریب دیکر سنگسار میں کر دیا اور اسکے سر کو پتھر سے پھوڑ ڈالا آنحضرت صلعم نے اس یہودی کو بعد اقرار کے اسی قسم کے مارنے کی فرمایا اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی مذہب ہے اسکا جواب یہ ہے کہ رعایت برابری کیفیت قتل میں اس آیت سے مفہوم نہیں ہوتی اسواسطے کہ نہی القتل فرمایا ہے نہ کہ نہی القتل اور باوجود علی العموم کے رعایت برابری کیفیت قتل میں ہو بھی نہیں سکتی مثلاً کسی شخص نے ایک آدمی کو جادو کر کے مارا اسکو جادو سے نزدیک شافعیوں کے بھی نہیں مار سکتے اسواسطے کہ جادو فعل حرام ہے اور ایسے ہی اگر بچہ صغیر کو بسبب لواطت کے مارا اسکو اسی طرح سے نہیں مار سکتے بلکہ تلوار سے ہاں جو کہ حدیث شریف میں منقول ہے بعید از للت کرنا ہے کہ رعایت برابری کی کیفیت قتل میں واسطے شفی وارثان مقتول کے بہتر ہے چوتھے یہ کہ اگر قاتل نے اپنے اس فعل سے توبہ نکی اور ترک توبہ پر اصرار کیا پس سپرد قصاص کا واجب کرنا معقول ہے کہ ایک طرح کا عذاب ہے عوض گناہ کے جانب خدا سے اور اگر تردل سے توبہ کی اور ندامت کی پس سپرد قتل واجب کرنے میں کیا حکمت ہے ظاہر ہے کہ بعد توبہ کے عقوبت نہیں ہو سکتی کہا جواب ہے توبہ کی عبارت ندامت ہی پر اور ارادہ مصمم ترک گناہ مستقبل میں بھی کام دل ہے خلق اللہ کو اسپر اطلاع نہیں ہوتی اگر توبہ کو مانع لینے قصاص سے کرتے ہرگز حکم قصاص جاری نہ ہوتا ہر قاتل بعد قتل کے کہتا کہ میں توبہ کی اور اس جگہ نہیں کہہ سکتے کہ جھوٹ بولنا خلق سے اکثر ہوتا ہے خالق حال باطنی سے خبردار ہے اسواسطے کہ فرضیت قصاص لینے کی خلق پر ہے پس ترک قصاص میں اطلاع خلق کی قبول توبہ پر ورد گار ہے اور باوجود اسکے محققین نے کہا ہے کہ حقیقت توبہ کی حقوق عباد میں یہ ہے کہ باوجود ندامت اور ترک گناہ کے صاحب حق کو بھی راضی کرے اور راضی ہونا صاحب حق کا اس جگہ نفس قصاص کیلئے ہو سکتا ہے اور نہیں واجب کرنے قصاص میں نائب برہبت حکمتیں ہیں اول حق قاتل میں اسلئے کہ وہ پہلے سے جانتا ہے کہ اگر میں نے کسی کو مارا تو اسکے قصاص میں مارا جاؤنگا اور عمداً توبہ مسموع نہ ہوگی یہ جانتا اسکو مانع خون ناحق سے ہوگا دوسرے حق وارث مقتول میں کہ تشفی ہو شفی کشیدہ اور آتش سوزندگی ہے تیسرے تمام آدمیوں کے حق میں کہ عبرت پکڑیں گے اور ایسے افعال سے باز رہیں گے اور باوجود اسکے بدلہ خون کا لینا واجب نہیں ہے پس اگر وارثان مقتول قاتل کو دیکھیں گے کہ توبہ نصوح کی اور توبہ نصوح بدون حاضر ہونے پاس وارثان مقتول اور اقرار کرنے گناہ یا بسبب دینے مال اور یا بر لانے کسی کار کے انکو راضی کرنے بغیر نہیں ہو سکتی البتہ خیال خون اسکے سے گذریں گے اور معاف کر دینگے اور اگر بسبب جاہ کے مال میں رغبت کر بیٹھے ہا کسی امر ضعیف میں تو اسکو قبول کر لیں گے لیکن قاتل کے خون سے درگذرنے اور معاف کر لینے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ تمام وارث فقط ثواب آخرت کے واسطے بغیر عوض مال اور منفعت کے قاتل کو معاف کریں اسی صورت میں خود شریعت میں ذمہ قاتل پر کوئی چیز نہ رہی مگر یہ کہ شکر اس نعمت کا زبان دل سے کرے اور ہمیشہ اگلے حق میں دعائے خیر کرے دوسری یہ کہ معاف نکریں بلکہ ہنوز مطالبہ کریں اس صورت میں بحسب شریعت میں بحسب احکام مقررہ ہیں فَمَنْ عُفِيَ لَهُ پس جو شخص کہ اسکے واسطے ہوئی مِنْ اَخِيْهِ بھائی دینی سے شَيْءٌ کچھ تھوڑی باعتبار کہ بعضے وارثوں نے معاف کیا اور بعض نے نکیا اور چونکہ خون ایسی شے ہے کہ منقسم نہیں ہو سکتی کہ بعض حصہ راجا وے اور بعض نہیں اسی صورت میں حکم شرع یہ ہے کہ قصاص ساقط ہو جاتا ہے اور جن وارثوں نے کہ معاف نکیا ہے اپنے حصے کے برابر حق دیت لیں یا تمام وارث مقتول خیال خون سے درگذریں لیکن جو مال کہ بقابلہ لینا قصاص کے لیا ہے خواہ بمقدار دیت کامل یا زیادہ یا کمتر اور واقع ہوئی ہو صورتوں میں عفو کا مال نہیں ہے کذا قال مطلق بری الذمہ ہو گیا کسی چیز کا اب اسکی گردن پر باقی نہیں فَاتِّبَاعٌ پس تابع مرضی معاف کرنیوالے کے ہے جو کچھ اسکی مرضی ہو قبول کرے یا مَعْرُوْفٍ وضع ایسے طور پر کہ مرجع اور مقبول شرع ہے معاملات اور معاہدات میں ہر سطور کہ خلاف شرع ہے مثلاً وارث مقتول کہے کہ میں تیرے خون سے گذرتا ہوں بشرطیکہ اپنے پسر کو میرا غلام کرے یا بیٹی دختر سے زنا کروں و یا میرے واسطے شراب طیار کرے یا مانا دو روزہ ترک کرے یا میرے واسطے فلانے کو مار ڈال یا رہزنی اور چوری کرے کہ عقد مال ملا کہ اس قسم کی سب شرطیں مردود ہیں اور مناسب اسکی مرضی کی نہ چاہیئے وَ اور نیز وہ قاتل پر اَدَآءٌ ادا کرنا چیز کا قبول کرنا اس مال کی طرف نہ یہ کہ حکم و یا قاضی اور وکیل کو رشوت و یکر اسکو محروم رکھے اگرچہ اسی قدر مبلغ خرچ کرے اور چاہیئے کہ ادا کرنا ہو بِاِحْسَانٍ ساتھ نیکی اور سلوک کے اور قبول منت سے نہ کہ ترش روئی اور خلاف وعدگی اور دیر کرنے میعاد مقررہ سے یا قدر مقررہ سے کم یا بجائے گیہوں کے کہوٹے اسواسطے کہ ذٰلِكَ یہ یعنی قبول عفو خون وارثوں کی طرف سے ایک نعمت خاص ہے ہمارے واسطے ہے کہ بہبود یوں کی فرضیت میں تخفیف اسواسطے کہ ان کی عرض خون کی شریعت میں عوض خون ہی لینا مقرر تھا اور شریعت نصاریٰ میں خون بہا لینا مقرر تھا پس

یہ وسعت بڑی ہے کہ اگر چاہو مفت ثواب آخرت کے واسطے معاف کر دو اور اگر مال کی حاجت ہو خون بہا لو اور اگر خواہ نخواہ تشفی نہ ہو اور غصہ کی چاہو مار ڈالو تخفیف تمہارے پر تکلیف شرعی ہلکی کرنی ہے رَبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ تمہارے پروردگار سے اور مہربانی ہے اس بنا پر اس قاتل پر بھی کہ خوشامدی سے واپس مقتول کو معاف کرنے یا خوں بہا لینے پر راضی کر کے زندہ رہ سکتا ہے اور ان مقتول پر بھی کہ اگر چاہیں مال لیں اگر چاہو حاجت ہو اور اگر ثواب آخرت کے طالب ہوں تو بھی حاصل کر سکتے ہیں فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ پس جو شخص کہ تجاوز کرے بَعْدَ ذٰلِكَ بعد اس تخفیف اور رحمت کے اس طرح کہ ایک کے عوض کئی آدمیوں کو مار ڈالے یا غیر قاتل کو یا اول قاتل کو بعفو یا قبول دیت پر مطمئن کر کے مار ڈالے یا قاتل ادائے دیت میں سر تابی کرے یا خلاف وعدگی کرے یا قدر مقرر سے کم دے یا کچھ رکھ کے عوض کہہ دے فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ پس اس کے واسطے عذاب دردمند ہے آخرت میں حدیث شریف صحیح میں بروایت بیہقی و ابو داؤد ہے کہ جس کسی کو بسبب قتل یا نقصان جسم کے کسی کے ہاتھ سے آفت پہنچی ہو پس اس مقتول کے وارث اور صاحب جرحت کو تین چیزوں میں اختیار دیئے جائے ہیں یا قصاص لے یا معاف کر دے یا دیت سے اور اگر ان تین چیز کے سوا چاہے پس اس کے دونوں ہاتھ پکڑ لو اور کرنے نہ دو اور اگر بافرض کچھ تعدی کر کے عمل میں لایا فَلَهٗ نَارُ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا ابدا اور ابن جریر اور محدثین روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ لا اعافی احدا قتل بعد اخذ الدیۃ یعنی میں معاف نکروں گا کسی کو کہ بعد لینے خونبہا کے قاتل کو مار دے گا وارث قاتل کا معاف کر دینے سے واسطے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے فمن اعتدی بعد ذلک فلہ عذاب الیم اگر تمہاری کسی کی خاطر میں گذرے کہ ان احکام میں وجہ تخفیف اور رحمت کی ظاہر ہے کہ عفو کو جائز رکھنا قاتل کے حق میں بھی مہربانی ہے کہ اسکا کشتہ زندہ ہے وارث اور مقتول کے بھی کہ اسکا کشتہ زندہ نہیں ہو سکتا تو اب آخرت بھی کیوں کہو یا اور ایسے ہی خونبہا کے لینے میں کہ فی الحال وارث مقتول کو سودت فی المال و خرچ حاصل ہوا اور اسکے کام دیں ہوں اور بھی قاتل کو عبرت اور سرزنش ہو کر آگے کو خون ناحق نکریگا لیکن قصاص لینے میں تخفیف اور رحمت ظاہر نہیں ہے کہ اگر بیان بالا کی طرح اڑا دے اور بوجود اسکے تلف جان ہے کہ بعد پہنچے کے ترقی فی الآخرت اور ثواب کا حاصل کرنا اور با فاقہ کے تدارک کر لینا اور منافع دنیوی بھی کہ وجود الناس متوقع ہیں معدوم ہو جاتے ہیں ہم جواب دیتے ہیں کہ اگر تامل کرو تو ایجاب قصاص میں تمام تخفیف اور رحمت ہے اگر قصاص واجب نکرتے نعمت عفو کی قاتل کو کس طرح معلوم ہوتی اور وارث مقتول کو ثواب آخرت کیونکر حاصل ہوتا اور ایسے ہی قاتل کا بیت دیۃ کیونکر سبک ہوتا اور مقتول کیونکر مالدار اور تو سے مطالبہ کر سکتا اور باوجود اسکے اگر دیت قصاص میں ایک جان جاتی ہے لیکن بہت سی جانیں محفوظ رہتی ہیں وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ اور اے مسلمانو تمہارے واسطے قصاص میں ایک طرح کی زندگی ہے کہ تم سمجھ سکتے نہیں سکتے اسواسطے کہ قاتل کو جب قصاص میں پائیں اور وہ اپنے نفس کو بتا بعداری اور فرمانبرداری خدا کے سبب وارثان مقتول کے سپرد کر دے تاکہ آخرت میں نجاست گناہ سے پاک ہو اور عذاب دوزخ سے رہائی پائے اور حیات ابدی پائے بلکہ تہدید معاملہ رحمت اور عفو کا اسکے سلخۂ واقع ہوا اور رفع دولت انکی نصیب ہو پس اس طرح کا ارادہ جانا اسکے حق میں فقط انتقال از دار الآلام سے طرف دار الراحت کے ہوا اور مقتول کا بسبب اسکے کہ اسکا عوض لیا گیا اور مزار لگا گیا اور نام اور مرتبہ ہوا اور اسکی عزت زیادہ ہوئی اور اسکے ہمسایہ ہو اور اسکی نسبت ہو یہ کہ ذکرہا الفتی عیشہ الثانی یعنی یاد کنند ہا زندگی جوان کی دوسری زندگی ہے اور اسکی برکت سب سے کہ ناحق مارا گیا ہے معاف ہے پس عالم قبر میں فارغ البالی سے گذرتا ہے اور نعمتی اس جہان سے کہ مدت ہوئی اور ہر چند اس مقتول کو بھی عمر نے چاہا زیادہ ہو کہ عوض کشتہ کے قاتل کو مار ڈالا اور غم و رنج بھی کم ہوا اور تشفی خصمے حاصل ہوئی اور بتا بائل قاتل کو بھی وارثان مقتول کی طرف سے اطمینان حاصل ہو کہ نہ سمجھے جاتے مار ڈالنے صبا جاہلیت میں تھے اور اب بھی بعض فرقے ایسا ہی کرتے ہیں کہ بعد وقوع ایک خون کے دونوں طرف سے بیشتر خون بہ کشت و خونی جاری رہتی تھی اور ایک جماعت دوسری جماعت سے کمتر سمجھی جاتی تھی اور زندگی دونوں طرف کی کمال تلخی سے گذرتی تھی اور قصہ مہلہل کا کہ اپنے بھائی کلیب کے عوض ہزار ہا کو مارا اور قبیلہ بکر ابن وائل کو تہ و بالا کر دیا تواریخ عرب میں مشہور ہے اور بھی معمول افغانوں کو یہ تا نہیں کہ اور راجپوتوں اور روہیلوں کا ہے اور تمام آدمیوں کو عبرت اور سرزنش ہوئی کہ قاتل ناحق کا یہ حال ہوگا پس جس کسی کو بسبب غلبہ قوت غضبیہ کے قتل ناحق کا خطرہ دل میں گذرے تو عبرت ہو کہ قتل سے مانع ہو اور خود بھی زندہ رہے اور جسکو مارنا چاہتا تھا وہ بھی زندہ رہے پس شروع ہوا اس حکم کا بالکل رحمت اور باعث زندگی عامہ خلائق کا ہے لیکن اسی طرح کی حیات کو تم دریافت کر دیا اُولِي الْاَلْبَابِ اے صاحبان عقل کہ مغز سخن کو دریافت کرتے ہو اور اسکے پوست پر قناعت نہیں کرتے اور حقائق کے بالطن کو دیکھتے ہو اور اسکے ظاہر پر اکتفا نہیں کرتے نہ وہ لوگ کہ عقل خالص نہیں رکھتے اور قصاص کو فقط اتلاف جان سمجھتے ہیں اور یہ حکم مشروع فقط اسواسطے فرمایا ہے لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ کہ شاید تم اپنی افراط غضب سے پرہیز کرو تاکہ غضب فعل اسے محفوظ رہو اور بنیان اپنے رب کو بلا موجب ہم نکر و اور اپنے تئیں اور غیر اپنے کو تلف سے نگاہ رکھو اجمالاً چند بحث ہیں اوّل یہ کہ اور روئے قواعد دین کے مقرر ہے کہ اگر مقتول کو کوئی قتل نکرتا البتہ اپنی موت سے مرتا اسواسطے کہ عمر مقدر اسکی اسیطرح ہے اور ایسے ہی اگر کوئی شخص ارادہ کسی کے مارنے کا کرے اور بسبب خوف قصاص باز رہے تو البتہ یہ وہی بھی اپنی موت سے مریگا اگرچہ اس شخص نے نہ مارا اسواسطے کہ جو وقت اسکے قتل کا قرار دیا وہی وقت اسکی موت کا ہے پس قصاص کے مشروع ہونے سے حصول زندگی کیونکر متصور ہو سکے اسکا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو اسلئے ایک سبب معین فرمایا ہے کہ وجود اور عدم اس شے کا اس سبب سے موقوف ہے اگر بسبب موجود ہو تو چیز بھی موجود ہو گی نہیں مشروع ہونا قصاص کا بھی اسیطور سبب زندگی کا ہے کہ بسبب خوف قصاص کے اسکے مارنے سے باز رہا اور وہ اور یہ دونوں زندہ ہیں مانند تمام اسباب کے اور جو کوئی منکر اسباب کا ہو مخالف عقل و شرع اور عرف کے ہے اور عند الناس مذموم اور عند الناس قابل ملامت ہوتا ہے اور اس طرح کے شبہے بسبب اسباب میں آتے ہیں لیکن بسبب معرفت قضا و قدر کے سلسلہ اسباب و مسببات کا انہیں سمجھ لینا ہی منفع ہو جاتے ہیں دوسرے یہ کہ اس مضمون کو عرب اور قرآن شریف کے نزول سے بیشتر سے جانتے تھے اور بتغیر مختلفہ اسے تعبیر کرتے تھے بعضوں نے کہا قتل البعض احیاء للجمیع یعنی قتل کرنا بعض کا سبب کے واسطے زندگی ہے اور بعضوں نے کہا الکثرۃ القتل لقلۃ القتل اور ایک مبالغہ

مختصر سے اسی مضمون میں شائع ہے کہ القتل انفی للقتل حق تعالیٰ نے اس کلام اعجاز نظام میں اُن عبارتوں مفہومہ کو ترک فرما کر یہ الفاظ ارشاد فرمائے کہ فی القصاص حیوۃ اسواسطے علمائے بلاغت نے آیت قرآنی کے امثال مشہورہ پر ترجیح دی ہے میں بہت سخن بیان کئے ہیں اور انتخاب اُن سب میں سے دس مہم ہیں اوّل یہ کہ وہ مثل مشہور بالکل صحیح نہیں ہوتی اسواسطے کہ جو قتل بروجہ ظلم اور تعدی کے واقع ہو وہ در کنار قتل کا نہیں ہے از روئے قصاص کے بلکہ باعث زیادتی قتل قصاص کا ہے اور اگر مثل مشہور میں مع نوں جگہ قید اعتبار کرکے کہیں القتل قصاصا انفی للقتل ظلما تو بعد بہت دراز ہو جاتا اور آیت قرآنی بلا تکلف اس معنی کو ادا کرتی ہے دوسرے یہ کہ قتل قصاص کر قتل ظالم کو دور کرتا ہے تو نہ اس حیثیت سے کہ قتل ہے بلکہ اس حیثیت سے کہ قصاص ہے اور یہ بات آیت قرآنی سے معلوم ہوتی ہے نہ مثل مشہور سے تیسرے یہ کہ فرض اصلی آدمی کی دو زندگی ہے اور نفی قتل فقط واسطے حصول زندگی ہے پس تصریح بغرض اولیٰ ہے بیساکہ آیت میں ہے جو تمسے یہ کہ تکرار لفظ کا بدون ضرورت بھی قبیح ہے جیساکہ مثل مشہور میں ہے نہ آیت میں پانچویں یہ کہ حروف ملفوظہ آیت کہ اعتبار اختصار کلام کا انہیں حروف پر ہے دس ہیں اور مثل مشہور جو مفہوم میں عبارت آیت مختصر تر ہے پچیس یہ کہ غالب مثل مشہور میں اسباب بوجہ واقع ہوئے ہیں اور یہ مخل سلامت ترکیب ہے اور آیت میں باوجود کمال اختصار کے سبب اور وقد اور فاصلہ سے ساتویں یہ کہ ظاہر مضمون مثل مشہور کا مقتضی اس بات کا ہے کہ ایک چیز بعینہ سبب اپنے انتقاع کا ہو اور یہ محال ہے اور آیت میں قصاص کا سبب حیات کیا ہے اور دونوں ظاہر میں متغائر ہیں آٹھویں یہ کہ آیت میں لفظ قصاص اور حیات میں صنعت تضاد ہے اور مثل مشہور اس صنعت سے خالی نویں یہ کہ لفظ آیت کا مبارک ہے کہ فال نیک لے سکتے ہیں اور مثل ذکر حیات پر ہے اور مثل مشہور کلام بدفال ہے کہ نفی دونوں طرف قتل سے محیط ہے دسویں یہ کہ آیت مشتمل دو اسم اور ایک حرف پر ہے اور مثل مشہور تین اسم اور ایک حرف تعریف کو شمار کریں پس آیت میں ایکیا ہے اور مثل مشہور میں مع بار اور اگر نونین کو بھی شمار کریں تو حرف برابر ہو جاتے ہیں لیکن زیادتی اسماء کی مثل مشہور میں ہستی ہے علاوہ یہ کہ خلی التفضیلیہ کو جب بغیر لام اور اضافت کے استعمال کریں تو من تفضیلیہ خواہ مخواہ مقدر ہوتا ہے پس تقدیر کلام مثل مشہور کی اسطور ہوگی القتل انفی للقتل من کل شیٔ پس انحصار کہاں باقی رہا تیسری بحث یہ ہے کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ حیات اور زندگی آدمی کی جس طرح کہ ہو مطلوب شرع نبی اور اسواسطے ذکر خیر مردہ کو مستحب کہا ہے اور اُسکے جانشینوں کو تاکید فرمائی کہ دوستوں اور اُسکے اقارب کی مراعات کریں بلکہ اسیواسطے میراث اور وصیت اُسکے واسطے جاری کی کہ بعد اس کی موت کے خاندان کے زندہ رہنے کا باعث ہے اور ہمذا کُتِبَ عَلَيْكُمْ فرض کیا گیا تمہارے پر اے مسلمانو ہر چند یہ حکم مقتضائے ایمان کا نہیں ہے تاکہ تمکو اس حکم سے کہ یا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا خطاب کیا جائے اسواسطے کہ کمال وارفتگی کے واسطے چھوڑنا عادت جبلی ہر انسان کی ہے اور اسیواسطے ہر فرقہ میں مروج معمول ہے لیکن تم پر لازم کیا جاتا ہے اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ یعنے جبوقت تمہارے میں کسیکا وقت موت حاضر ہو اور اُسکی علامات مثل ساقط ہونے قوتوں کے ظاہر ہوں اور مرض اس حد کو پہونچے کہ طبیعت مغلوب ہو جاوے لیکن اِنْ تَرَكَ خَيْرًا اگر مال اسقدر چھوڑا ہو کہ خرچ تکفین و تجہیز اور لوازم ماتم داری اور ادائے قرض سے زائد ہو الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وصیت کرنا ماں باپ اور رشتہ داروں کو اسطور کہ ماں باپ کیلئے کو یہ دینا اور فلانے رشتہ دار کو یہ اسواسطے کہ عمدہ اور مرجع یہ ہے کہ جبوقت آدمی مرتا ہے اُسکے مال پر اُسکے فرزند اور عورتیں متصرف ہوتی ہیں اور ماں باپ اور دیگر رشتہ دار دنکو کچھ بھی نہیں دیتے حالانکہ شریعت میں ماں باپ کا حق مقرر ہے اور اور رشتہ دار دنکا بھی جیسے دادا و دادی باوجود فرزند دنکے لیکن یہ لوگ پاس شریعت کا نہیں کرتے اور مردہ کو زیادہ تر موکد جانتے ہیں اور بعض رشتہ دار دنکو کہ اُنکا مقرر نہیں ہے وصیت تہائی مال سے دینا مستحب ہے تاکہ توشہ راہ آخرت کا ہو لیکن چاہیئے کہ یہ وصیت بِالْمَعْرُوْفِ موافق طریق شرع کے ہو پس اگر غیر رشتہ دار کو جو حرام کہا اور غنی کیواسطے وصیت کی تو طریق معروف نہ ہوا اور ایسے ہی اگر والدین اور چچا کے بیٹو کو برابر کیا تو بھی طریق معروف نہ ہا بلکہ یکا حصہ شرع میں مقرر ہے اُسکو اُس حصے سے زیادہ وصیت کرنا خلاف طریقہ معروفہ کے ہے ہر سال جب کسی نے اسطرح وصیت کی تو وصیت ہو جاتی ہے حَقًّا حق کہ لازم ہے اُسکا جاری کرنا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ پرہیزگاروں پر اگر چہ دیکر اُس پر انکار کیا کسیکی تغییر و تبدیل کا اتقا نہیں ہے اسواسطے کہ خلاف شرع کے نہیں ہے فَمَنْ بَدَّلَهٗ پس جو شخص کہ تبدیل کرے خواہ مردہ کا وارث ہو خواہ جو کوئی وصیت کی ہو اور خواہ گواہ بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ بعد اسکے کہ حق لازم کو وصیت کرنے والے سے سُنا ہو فَاِنَّمَآ اِثْمُهٗ پس گناہ اُسکا عَلَى الَّذِيْنَ يُبَدِّلُوْنَهٗ پس گناہ اُسکا تبدیل کرنیوالو پر ہے نہ اُس پر کہ موافق اظہار اُسکے حکم کرے اور فتوے دے اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ تحقیق اللہ سننے والا ہے قول وصیت کرنیوالے اور قول تبدیل کرنیوالے کو عَلِيْمٌ جاننے والا ہے اِثْم سزا آدمی کو کہ تبدیل کی ہے لیکن یہ سب کسی صورت میں ہے کہ تبدیل کی ہے بغیر کسی مصلحت شرعی کے وَ یا عرفی ہو فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا پس جس شخص نے کہ وصیت کرنیوالے سے خوف خطا کا کیا کہ بسبب جہل احکام شرعیہ کے جائے بیجا کر دیا وَّاِثْمًا یا گناہ میں کیا کہ وہ دیدہ و دانستہ صحتی کو محروم کہا اور غیر مستحق کو دیا یا حق صحتی کو ناحق کر دیا فَاَصْلَحَ بَيْنَهُمْ پس میان اُنلوگوں صحتی کے قائم مقام اور متصرف مال پر میں اور جنکو وصیت کی گئی ہے صلح کر دے فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ پس اُسپر کچھ گناہ نہیں ہے اگر چہ وصیت میں فی الجملہ تغییر اور تبدیل ہوا اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ تحقیق اللہ بخشنے والا مہربان ہے اُن آدمیونکو کہ ارتکاب گناہ میں نیت فاسد رکھتے ہیں بخشدیتا ہے ان مصلح کر نیوالو کو کہ تبدیل میں نیت نیک رکھیں کیونکہ بخشے اجکل چند بحث ہیں اوّل یہ کہ وصیت ہر کہ وہ اس آیت کی اظاہر کہ واجب ہے بدلیل کُتِبَ کے حالانکہ مؤافق شرع کے وصیت کسیوقت واجب نہیں ہے نہایت درجہ یہ ہے کہ مستحب اور مندوب ہے اسکا جواب یہ ہے کہ وصیت کبھی واجب بھی ہوتی ہے مثلاً اُس شخص کے ذمہ قرض ہو اور تمسک و گواہ نہو اور وارثوں کو بھی قرض کی خبر نہیں ہے یا اُسکے پاس کسی کی امانت ہے اُس میں ملی ہوئی ہے اور وارث مطلع نہیں ہے تاکہ صاحب امانت پاس پہونچا دیں اس صورت میں وصیت بالاجماع واجب ہوتی ہے وراسی قسم کی وصیت حدیث صحیحین میں بروایت ابن عمر وارد ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کسی مرد مسلمان کو لائق نہیں ہے کہ بقدر تین رات کے گذر جاویں اور اُسکے پاس

نوٹ: علاوہ بلاغت کے نظم قرآن کی اعظم شہود پر ترجیح دینے میں بہت دلائل بیان کئے گئے ہیں۔

وصیت نامہ موجود نہیں اور یہ وصیت کہ اس جگہ مذکور ہے اب واجب نہیں ہے شروع اسلام میں واجب تھی اسواسطے کہ احکام فرائض اور حصے موشتہ وارثوں کے مال مردہ سے رائج اور معمول نہ تھے آدمی سب مال مرنے کو حق زن اور فرزندان کا جانتے تھے اور ماں باپ اور دادا دادی بلکہ بھائیوں کو بھی باوجود دشمنوں اور نواسوں کے نہیں دیتے تھے اور وصیت مردہ کی اُنکے ذہن میں قدر علیحدہ تھی اور سمجھتے تھے کہ فقط وصیت کرنا گویا مردہ پر ظلم کرنا ہے اور تکلیف دینا اسواسطے موقوف یہ حکم واجب ہوا اور اب کہ احکام فرائض رائج اور معمول ہوگئے اور ہر کس و ناکس اُنکو جانتا ہے پر جاہلیت وصیت کی نہ رہی اور اب حکم یہ ہے کہ رشتہ دار مردہ کہ اُسکے وارث ہوں اپنے حصے لیں اور باقی سے وصیت جاری ہو جیسے کہ صحیحین میں وارد ہے ان اللہ تعالی قد اعطی کل ذی حق حقہ فلا وصیۃ لوارث اور اگر رشتہ دار مردہ کے بسبب مانع کے میراث سے محروم ہیں جیسے مثلاً ماں باپ مردہ کے کافر ہیں اور یہ مسلمان غلام اور لونڈی ہیں اور یا بسبب قتل کے محروم ہیں جیسے نواسہ یا جو بھائیوں اور پسر ان چچا کے پس اس صورت میں اُنکے واسطے وصیت مستحب ہے لیکن تیسرے حصہ سے اگر وصیت ادا ہو جائے فبہا و الا جتنا مدد ادا ہو ادا کرے لیکن تیسرے حصہ سے زیادہ دینا بروں پر ہمارے مذہب میں وارثوں کے صحیح نہیں ہے اور یہی حکم اُس وصیت کا کہ اجنبی اور دوستوں اور فقیروں و آشنایوں کے واسطے ہو دوسرے یہ کہ روایات میں بہت جھگڑا نے ان تورث اخیارا کی تفسیر قدر معین مال سے کی ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جس شخص نے ساٹھ دینار چھوڑے تو اُسکو تورث اخیارا نہیں کہہ سکتے اور بیہقی حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کرتا ہے کہ وہ اپنے غلام آزاد کئے ہوئے کے پاس وقت موت کے تشریف لیگئے اُس نے عرض کیا کہ میں چاہتا ہوں کہ وصیت کروں فرمایا کتنے پاس کسقدر مال ہے اُس نے کہا کہ چھ سو یا سات سو درہم ہیں آپ نے فرمایا کہ اتنے مال کو تورث اخیارا نہیں کہہ سکتے وصیت نکرو اور مال اپنے وارثوں کے لیئے چھوڑو اور نیز حضرت ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ سے کسی نے پوچھا کہ میں چاہتا ہوں کہ وصیت کروں فرمایا کہ مال کسقدر ہے کہا کہ تین ہزار یا چار ہزار درہم ہیں آپ نے فرمایا کہ اسقدر قلیل ہے اور اللہ تعالی نے فرمایا ہے ان ترک خیرا اس مال کو اپنے آل عیال کیلئے رہنے دے کہ یہی بہتر ہے حالانکہ لفظ خیر اگر عرف عرب میں مطلق مال کیواسطے مستعمل ہے اور نیز وصیت اور میراث قلیل و کثیر میں جاری ہے پس ان تخصیصات کی کیا وجہ ہے اسکا جواب یہ ہے کہ مراد ان بزرگوں کی یہ ہے کہ وصیت تبرعہ غیر وارثوں کے واسطے اُس وقت کرنی چاہیئے کہ مال کثیر ہو اور وارث باوجود وصیت کے مستغنی ہوں ورنہ بہتر نہیں ہے کہ وارث کا حق تلف ہو نہ یہ کہ لفظ خیر کی موافق عرف کے اسقدر پر تخصیص کرتے ہیں یا میراث اور وصیت را جبہ کو مقیدان قیود سے کرتے ہیں تیسرے یہ کہ خوف اُس چیز میں کہ مظنون الوقوع ہو اور ہنوز واقع نہ ہوئی ہو بولا جاتا ہے اس جگہ وصیت واقع ہوئی اور باتیقین معلوم ہے پس لفظ خوف کا کیونکر صحیح ہو اس بحث کا دو طرح پر جواب ہے اول یہ کہ مرد صلح کا زندگی وصیت کرنے والے میں پہلے اس سے کہ کام وصیت منصرم ہو اور نوشت خواند اور حضور شہود و دیان میں آوے حال وصیت کرنیوالے سے بقرائن حالی قالی دریافت کر لیتا ہے کہ یہ مرد وصیت میں خلاف شرع کریگا اسیوقت وصیت کرنیوالے کو سمجھاوے اور اس ارادہ ناصواب سے پھیرے اگر وہ آدمی کہ جنکو وصیت سے نفع پہنچتا اور وارث کہ جنکو نقصان عائد ہوتا آپس میں منازعت اور منافسہ کریں تو اُنکو سمجھاوے پس یہی خوف کہ حقیقۃً اس صورت میں متحقق ہوئی اور استعمال اس لفظ کا بیجا حاصل نہ ہوا دوسرا جواب یہ ہے کہ خوف اس جگہ بمعنی علم کے جیسا کہ بعض عبارات عربی میں خوف مستعمل ہوا ہے پس اس صورت میں اعتراض ہی نہیں ہو سکتا چوتھے یہ کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے جیسے صدقہ اور خیرات اقارب پر بجانب اجانب مقدم ہیں ایسے ہی وصیت بھی مقدم ہے لیکن اقارب میں شرط ہیں اول یہ کہ فی الحال وارث نہ ہوں گو بدائت کی اہانت کہتے ہوں دوم یہ کہ اُس مال کے محتاج ہوں نہ مستغنی اور قاعدہ عرب اُنکا جاہلیت میں یہ تھا کہ نام کے حاصل نہ ہونے کے واسطے جنیوں کو وصیت کرتے کے مال دور دراز بھیجتے تھے تاکہ نہ ہو سکے اور اقارب کو فقر و فاقہ میں چھوڑتے تھے حق تعالی نے اس آیت کو اسواسطے دفع اس عادت بد کے نازل فرمایا اور اسل آیتہ ہیں لفظ ذکر اقارب پر اکتفا فرمایا گویا اس طرح ارشاد ہوا کہ وصیت برشتہ دار نہ کی ہمارے مذہب میں فرض ہے اور فرضوں کے واسطے بمنزلہ مستحب کے پس فرض کو بغیوا کے مستحب کام اختیار کرنا کمال بے وقوفی ہے اور محاکہ کا قول اسی تاکید اور تقدیم پر محمول ہے کہ من مات و لم یوص لا یقرأ علیہ فختم عملہ علی المعصیۃ یعنی جو شخص مرا اور اقارب کے واسطے وصیت نہ کی پس تحقیق اُسکا عمل گناہ پر ختم ہوا اور ایسے ہی ہے قول طاؤس کہ ان اوصی للاجانب و ترک الاقارب فزع عنهم فرد الی الاقارب اور قول حضرت حسن بصری اور علامہ زہری اور مسروق و سلم کا ہے کہ یہ آیت ثابت ہے اور منسوخ نہیں ہے اسواسطے کہ قریب دو قسم ہیں ایک وہ قریب کہ وارث ہو پس اللہ تعالی نے اُسکا حق دیا اور ایک وہ قریب کہ وارث نہ ہو پس اُسکے واسطے وصیت ہوا اور قریب کی معنی کے ابن عباس سے بھی منقول ہوا ہے پانچویں یہ کہ قرآن شریف میں ہر جگہ رشتہ دار کے واسطے لفظ ذوی القربی اور اولی القربی مذکور ہے اور آیت وصیت میراث میں اقربین پس اس فرق میں کیا نکتہ ہے اسکا جواب یہ ہے کہ مقام احسان اولوالے حق قرابت میں سب اقارب برابر ہیں ہر ایک کو بقدر استحقاق کے حسن سلوک سے اور لحاظ سے حصہ دینا چاہیئے اسواسطے ان مقامات میں لفظ ذوی القربی اور اولی القربی مستعمل ہوا اور آیت وصیت اور میراث میں جو لوگ کہ قریب تر ہے مقدم اور حاجب ہیں بعید کو پس اس مقام میں لفظ اقربین چسپاں ہے تاکہ ترجیح قریب قرابت اور قوت اُسکی مفہوم ہو چھٹے یہ کہ لفظ اذا اپنے بعد کو معنی مستقبل میں کر دیتا ہے پس اذا حضر بمعنی مستقبل ہوا اور کتب فعل ماضی ہے پس تعلق فعل ماضی کا زمانہ مستقبل میں کیونکر صحیح ہو جواب اسکا یہ ہے کہ اذا حضر بہ وجہ تقدیم و تاخیر متعلق وصیت کے ہے کہ بمعنی ایصال کے ہے نہ کتب کے ساتھوں یہ کہ خطاب عالیہ تمام مسلمانوں کے واسطے ہے اور اذا حضر احدکم الموت متعلق وصیت کے ہے پس لازم آتا ہے کہ وقت قرب موت ایک آدمی کے وصیت سب مسلمانوں پر فرض ہو جاوے اور یہ باطل ہے اسکا جواب یہ ہے کہ حکم ایک

آدمی محرمین کا جماعت سے برطریقہ بدلیہ کے متعلق تمام اس جماعت کے پر واجب ہونا وصیت کا وقت قریب موت ایک کے مخاطبان ہے جبکہ تصور کریں متعلق سائے مخاطبوں کے علی سبیل البدلیہ ہوگا اور یعنی صلح بھی جو بہ بطلان کی ترکیب آٹھویں یہ کہ دو آدمیوں میں کہ تنازع اور جھگڑا ہو صلح کر دینا اس آیت سے جائز ہے اسواسطے کہ تجادل اور جھگڑا اکثر باعث ارتکاب منہیات شرعی کا ہوتا ہے پس دو آدمیوں میں صلح کرنا ممنوع فرعی میں واقع ہونے سے باز رکھتا ہے اور نیز یہ آیت دلیل ہے کہ اگر وقت صلح کرانے کے کلام میں شیب فزانا تغییر و تبدیل قرار میں لازم آوے تو مضائقہ نہیں ہے اور جب گناہ نہیں اور اسواسطے حدیث شریف میں وارد ہے کہ تین جگہ جھوٹ بولنا درست ہے اول دو آدمیوں میں صلح کرانے کے وقت دوسرا لڑائی کے وقت تیسرا کسی کے واسطے خیر اپنی زوجہ کو راضی کرنے کے وقت لیکن شرط یہ ہے کہ وقت جھوٹ بولنے کے نقض عہد لازم نہ آوے ورنہ حرام ہو جاویگا تیسرا یہ کہ باجماع علما وصیت فقط تہائی حصہ میں جاری ہوتی ہے اور تہائی حصہ سے زیادہ وصیت کرنا درست نہیں بلکہ کم کرنا مستحب ہے اسواسطے کہ صحیحین میں مروی ہے کہ آنحضرت صلعم واسطے عیادت سعد کے تشریف لیگئے اُس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں مالدار ہوں اور سوائے ایک دختر کے اولاد نہیں رکھتا اگر ارشاد ہو تو دو حصہ مال سے وصیت کروں فرمایا نہیں اُس نے کہا کہ نصف مال سے آپنے فرمایا نہیں اُس نے پھر عرض کیا کہ تہائی حصہ سے آپنے فرمایا البتہ اگرچہ یہ بھی بہت ہے اگر وارثوں کو مستغنی چھوڑے تو یہ بہتر ہے اس کے کہ فقیر چھوڑے تو اوروں سے مانگتے پھریں اور نیز علماؤں نے لکھا ہے اگر کوئی ارادہ وصیت کا کرے پس اصل یہ ہے کہ قرابتیوں یعنی وارثوں کو مقدم کرے اور اُن کو وصیت نکو کہ محرمیت لکھتے ہیں جیسے خالہ پھپھی بہن بھتیجی بہانجی چچا ماموں بھائی اور پھر اُن آدمیوں کو کہ دودھ میں شریک ہیں پھر اُنکو کہ حرمت مصاہرت کہتے ہیں اور پھر ہمسایوں کو جب کہ حالت زندگی میں احسان کرتے ہیں اور یہی ترتیب مرعی ہوتی ہے اگر ایک وارث کو اُسکے حق سے زیادہ وصیت کی تو اور وارثوں کی اجازت پر موقوف رہیگی اگر اجازت دیں تو جاری ہو جاویگی اور ایسے ہی اگر تہائی حصہ سے زیادہ وصیت کی موقوف بہ اجازت وارثان رہیگی اور جب بیان حکم تصاص اور وصیت سے فارغ ہوئے اب فرماتے ہیں کہ ان دونوں حکموں سے سمجھو کہ موذی کو مارنا اور بیگناہ کی زندگی میں کوشش کرنا کہ قصد زندگی ہے اور وصیت مردہ کو بعد موت کے بے تبدیل اور تغییر کے جاری کرنا گویا اُسکے حکم کا زندہ رکھنا ہے اور پسندیدہ مرضی الٰہی ہے پس یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے آدمیو ایمان والو مقتضائے ایمان یہ ہے کہ اپنے نفس کے مارنے پر مستعد رہو کہ موذی راہ دیتا ہے اور روح کے زندہ کرنے میں سعی کرو کہ اصل میں عالم پاک اور بیگناہ ہے ذالک کُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ فرض کیا گیا تمہارے اوپر روزہ اندوہ یہ ہے کہ کھانا پینا اور عورت سے صحبت کرنا طلوع صبح صادق سے غروب آفتاب تک ترک کرے بشرطیکہ صاحب روزہ جنس اور نفاس سے پاک ہو اسواسطے کہ نفس اکثر بہ غیر انہیں چیزوں کا ہوتا ہے اور اسکا خوش رکھنا بمعنی مارنے کے ہے اور اکثر رغبت اُسکی اُسی وقت میں ہوتی ہے کہ خواب سے اُٹھتا ہے اور شہوت تروتازہ ہوتی ہے اور حواس کشادہ ہر چیز کو دیکھتا ہے اور نام سنتا ہے اور خیال اور آرزو کرتا ہے اور گویا اپنے ہم جنسوں کو دیکھتا ہے کہ کھاتے پیتے ہیں اور عورتوں سے اختلاط رکھتے ہیں مردہ دار پڑا رہتا ہے اور نہ کسی شے کو دیکھتا ہے اور نہ سنتا ہے اور نہ مجبول کو مشغول لذتوں میں دیکھتا ہے تاکہ خود رغبت کرے ۔ لہذا معمول مخلوق ہے کہ رات کو کوئی شغل سوائے خواب کے نہیں کرتے لیکن جماع کے وقت خواب کے واقع ہوتا ہے پس عند التامل وہ جماع مقتضائے نفس نہیں ہے تاکہ شکل و شمائل اور لباس و زیور اور ادا و حرکات عورتوں کی دیکھنے سے فریفتہ ہو کر مشغول بجماع ہو بلکہ وہ جماع قسم دفع طبیعت سے ہے کہ بجائے منی متلاکرنا ہے اور یہ آدمی اسطے دفع ہونا کے اُس وقت تاریک میں کہ شکل پری دیدے ممتاز نہیں ہوتی اُس منی کو ہر کیف کسی محل میں گراتا ہے اور اسکی حاصل کرتا ہے اور اسواسطے یہ جماع جوانی زدہ ہے ہو مطہرات سے ہے جیسے استبرائے بول و برازکے موجب خوشی اور جودت روح کا ہے نہ موجب قوت نفس ہاں بعضے قہر فطرت لوگ نفس پروری کے واسطے چاہتے ہیں شب کو دن کریں اور شمعیں اور چراغوں اور نغمات تحریک نفس کے بجوکام کہ دن میں کر سکیں اس سے بھی برات کو کرتے ہیں لیکن تب بھی فرق بہت ہے کہ بے خوابی اور سست ہونا حواس اور فتور عقل اور محروم رہنا لذت دن سے لازم اس شغل کا ہے اسیواسطے رات کو محل روزہ نکہا کہ بالطبع وقت اور ہنگام ترک شہوات اور لذات کا ہے اگر وہ وقت محل روزہ قرار دیتے تو عبادت عادت اور حکم شرع مقتضائے طبع سے نہ رہتا اور اسیواسطے نماز تہجد اور وقت تلاوت و مناجات شب کو قرار دیا ہے نہ روزہ پر ہو خاص کر اور مضان کی رات واسطے ادائے نماز تراویح کے مقرر کی نگاہ کمال مخالفت مقتضائے طبیعت کی ثابت ہو کر طبیعہ ۔ واسطے دفع سستی روزہ کے استراحت چاہتی ہے لیکن چاہیئے کہ اپنا روزہ بطریق جمود اور صابئین کے کہ دن میں اشیا خود رو اور پیڑ اور پھلوں کو کھاتے ہیں اور بعضے بوقت شب کھانے پینے سے امساک کرتے ہیں مت کرو کہ یہ طریق خلاف طریق شریعت الٰہی کے ہے بلکہ روزہ تمہارے پر فرض ہوا ہے گما كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا کہ مطلق کھانا پینا اور عورتوں سے صحبت کرنا دن میں ایام روزہ میں حرام تھا زمانہ حضرت آدم سے آخر زمانہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک یہی طریقہ رہا ہاں تعین ایام روزہ میں اختلاف تھا حضرت آدم پر ہر مہینے کے روشن ایام میں روزہ فرض تھا اور یہودیوں پر روز عاشورا کے اور ہر ہفتہ روز شنبہ ہفتہ میں اور اور چند روزہ فرض تھے اور نصاریٰ پر ماہ رمضان لیکن جب نصاریٰ نے روزہ رکھنا شدت گرما میں شاق دیکھا یہ مقرر کر لیا کہ موسم ربیع میں پچاس روزے رکھیں اور واسطے تدارک اس تبدیل کے بیس روزے زیادہ کر لئے حضرت امیر المؤمنین مرتضیٰ علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ روزہ قدیم ہے کوئی امت اُسکی فرضیت سے حضرت آدم سے اس وقت تک خالی نہ رہی لیکن کہ یہ تکلیف فقط ہمارے ہی پر مقرر ہوئی ہے اور ابن جریر سے روایت ہے کہ مسلمانوں نے اسی لفظ سے معلوم کیا کہ اطاقہ روزہ رکھنے کا اہل شرایع سابقہ سے حاصل کرنا چاہیئے پس ایسا مقرر ہوا کہ موافق اہل کتاب کے کھانا پینا بعد خواب کے موقوف کرنا چاہیئے اور ایسے ہی صحبت نساں ہی یہانتک کہ یہ معمول آیت آئندہ سے منسوخ ہوا اور عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم عبد اللہ بن عمر اور ابن عساکر سے اور ان دونوں نے ابن جریر اس سے یہی مضمون روایت کیا ہے بالجملہ تمہارے اوپر بعبادت فرض کی گئی تاکہ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ شاید تم پرہیزگاری قبول کرو طریق سے اول یہ کہ شہوت بند کرنے نفس کو بالوقات اور غربائے حاصل کرو اور جیسے کہ روزوں میں حکم خدا ضروریات معادہ کا باز رہتے

ہو اگر چہ نفس تقاضے شدید کرے ایسے ہی تمام ایام میں نامشروعات سے ہر چند محبوب اور مرغوب ہوں باز رہ سکتے ہو پس فرض کرنے اس عبادت میں حبس کرنا نفس کا مقتضیات سے حاصل ہوتا ہے اور مانند ریاضت جانوروں اور اطفال کے کہ اول اُنکو ترک مالوفات سکھا کر کار مقصود میں مشغول کرتے ہیں دوسرے یہ کہ اکثر گناہ بسبب شدت قوت شہوت اور غضب کے پیدا ہوتے ہیں اور یہ عبادت ان دونوں چیز کو توڑتی ہے اسواسطے کہ مدار شہوت اور غضب دونوں قوت مزاج اور تیزی مزاج پر ہے اور روزہ غذاؤں اور کھانے پینے سے پیدا ہوتی ہے جو کھانے پینے میں تقلیل اختیار کی مزاج نرم اور رقیق ہو جاوے اور طاقت جاری کرنے شہوت اور غضب کی نہ رہے ناچار یہ دونوں خصلت مذموم متروک ہو جاویں پس اسیواسطے یہ عبادت تمہارے حق میں مقرر کی گئی ہے اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ چند ایام شمردہ کہ نہ بہت کم ہیں تا توڑے قوت اور غضب میں تاثیر کریں اسواسطے کہ نفس ایک دم صدمہ ترک مالوفات کو خاطر میں نہیں لاتا اور نہ بہت زیادہ کہ ہمراہ کسر قوت شہوت اور غضب کے اعتدال مزاج اور قوت طاعت و عبادت میں فرق آجاوے اور کسی اور عبادات مثلاً نماز نوافل اور سفر حج اور طلب علم اور مطالعہ کتب دین اور عیادت مریضوں اور ہمراہ ہونے جنائز اور کوشش کرنے حوائج اقارب اور محتاجوں سے باز رہے اور وجہ تمہارے تقوی میں قصور عائد ہو اور وہ روزے شمردہ روزے ایک ایک ماہ کامل کے ہیں اسواسطے کہ مدت ایک کامل کی مدت ایک ماہ متوسط ہے درمیان مدت ہفتہ کے کہ بہت کم ہے اور درمیان مدت سال کے کہ بہت زیادہ ہے پس وقت رعایت توسط کے اسی مدت کو اختیار کرنا مناسب ہوا اور نیز دورے کہ پے در پے اوضاع آسمانی سے پیدا ہوتے ہیں سب تین دورے ہیں اول دورہ رات اور دن کا کہ مقرر ساتھ حرکت اولی کے ہے اور دویم دورہ ماہ کا کہ مقرر ساتھ حرکت قمر کے ہے تیسرا دورہ سال کا کہ مقرر ساتھ حرکت آفتاب کے ہے اور اور دورے سوا ان تین کے کہ متعارف ہیں جیسے دورہ ہفتہ یا سال قمری وغیرہ نہیں ہیں بلکہ تکرار ایک دورہ سے حاصل ہوتے ہیں ان دورں میں سے اگر دورہ شب و روز قرار دیتے تو دخل ہونا شبکا روزہ میں لازم آتا اور مہینا یہ دورہ بہت قلیل ہے تاثیر نہ رکھے مگر جب اُس کی تکرار کی جاوے اور تکرار بھی اس طرح کہ درمیان دونوں دورہ کے فاصلہ ہے تاثیر معتد بہ کہے تکرار متصل راجع بطرف دورہ دویم ہو یا مانند دویم اور ایسے ہی اگر دورہ سال قمری لیتے بسبب تبدیل فصول اور طول مدت کے موجب اختلال مزاج کا ہوتا پس اختیار دورہ دویم ہوا اور باوجود اسکے ایک ماہ معین کرنے میں ایک اور بھید ہے کہ نزول قرآن اولا لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر واقع ہوا اُس مقام میں کہ مسمی بہ بیت العزت ہے پس مدت دورہ حرکت اُسی آسمان کی کہ مناسب تمام نزول قرآن سے رکھے ہے اعتبار کرنا چاہیئے اگر کوئی کہے کہ لفظ ایاما معدودات سے اسیقدر مفہوم ہوتا ہے کہ وہ روزے متعدد ہیں مدت ایک ماہ اس لفظ سے کیونکر معلوم ہوئی جواب دیتے ہیں ہم کہ جو ایام کہ بیان اُنکا شمار سے ہوتا ہے اور سوائے شمار کے اور نام نہیں رکھتے ہیں وہ دن ایام ماہ ہیں روز ہائے ہفتہ کو اُن کے نام سے شمار کرتے ہیں نہ اعداد سے پس لفظ معدودات سے نزدیک صادق نہیں آتا اسواسطے کہ اس لفظ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُن ایام کے نام میں عدد بھی معتبر ہے پس کوئی احتمال نرہے سوائے ایام ماہ کے کہ تواریخ ماہ اعداد سے بیان ہوتی ہیں جیسے دوسرے تیسرے چوتھے اور منہائے ذکر عدد مدت تمام ماہ کہے بعد ازاں تمام ماہ کو بمنزلہ واحد قرار دیکر صحیحًا یا کسورًا شمار کرتے ہیں پس ذکر ایاما معدودات بعد وقت نظر کے گویا تصریح ہے کہ ایام روزہ ایام ماہ کامل ہیں اور اسیواسطے فرماتے ہیں کہ اگر کسکو یہ خطرہ آوے کہ یہ مدت دراز ہے شاید بعد شروع کے بیمار ہو جاویں یا سفر درپیش آجاوے تو ہمسے یہ عبادت کس طرح سرانجام ہو سکے پس جانو تم کہ ہر چند فی حد ذاتہ اسکی تم سب پر خواہ مریض یا مسافر ہو سے لیکن فی الحال اُسکا ادا اندرست غیر مسافر سے فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا پس جو شخص کہ تم سے بیمار ہو اسی بیماری کہ روزہ رکھنے سے ضرر پہونچے اَوْ عَلٰى سَفَرٍ یا سفر میں ہو کہ روزہ سپر شاق ہو فَعِدَّةٌ پس اُسپر واجب ہے شمار اُن ایام کا کہ افطار کیا ہے مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ایام دیگر سے خواہ پے درپے رکھو یا فاصلہ سے اور باوجود اسکے اسوقت میں کہ ابتدائی ہے اور شقت روزہ کے ہو کر نہوے ہو باوجودیکہ کوئی عذر سفر یا مرض کا نہ رکھتے ہو اگر بعض کو توفیق روزہ نہو پس اسواسطے توسع کے بدلے روزہ کے تیسری کے ہمنے وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ اُن آدمیوں پر کہ طاقت روزہ کی رکھیں اور بسبب بے عادتی کے پے درپے ماہ کامل کے روزے نہیں رکھ سکتے فِدْيَةٌ بدل ہے اور وہ بدل طَعَامُ مِسْكِيْنٍ خوراک ایک مسکین کی ہے عوض ہر روزہ کے اگر چاہے دے تو اسقدر دے کہ دونوں وقت شکم سیر ہو جاوے اور اگر طعام دے تو دو سیر گیہوں دے کہ بھننے کو غذا کرے اور بھننے سے مصالح غذا مثلاً گھی لکڑی پانی نمک غیرہ اور یہ بدل اسواسطے مقرر ہوا ہے کہ یہ آدمی خدا کے واسطے ترک طعام و آب و نمک نہیں کر سکتے بارے اتنا کر سکتے ہیں کہ بندہ مسلمان کو گرسنگی شب و روز سے نجات دیں اور وہ بندہ مسلمان کہ اس عرصہ میں جو عبادت و طاعت کہ کریگا یہانتک کہ روزہ بھی تو اُسکا حصہ بھی ثواب میں ہو جاویگا اور نیز جو مقدار خدا کے واسطے دی گویا معی خوراک ایک آدمی سے اپنے تئیں باز رکھا اور فی الجملہ مشابہت روزہ سے پیدا کی کہ اصل میں روزہ خوراک ایک روز سے باز رہنا اور یہ بدلہ بہت کم ہے فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا پس جو شخص کہ عبادت میں زیادہ نیکی کرے یعنے ایک مسکین کی مقدار سے چند مساکین کو دیوے فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ یہ بہتر ہے اُسکے واسطے اس سے کہ مقدار ایک مسکین کی دے اسواسطے کہ زیادہ احسان موجب زیادتی اجرت ہے وَاَنْ تَصُوْمُوْا اور خود روزہ رکھو خَيْرٌ لَّكُمْ بہتر ہے تمہارے واسطے فدیہ دینے سے اگر چہ قدر واجب سے زیادہ دے اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اگر تم فضائل روزہ اور اُسکے فوائد جانتے ہو اسواسطے کہ کسر شہوت اور غضب میں کوئی بدلہ نہیں ہو سکتا چہ جائے کہ اصلا بدل مشقت نہیں ہوتی اگر جانو کہ فضیلت اور فوائد روزہ دار دنیا تک کہ دولت زبان پیغمبر صلعم سے سنو کہ صحاح میں وارد ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ہر عمل آدمی کا ثواب میں مضاعف ہوتا ہے اور ایک

نیکی کی جگہ دس لکھتے ہیں اور اُسکے موافق جزا دیتے ہیں یہانتک کہ بعضی نیکی کے عوض سات سو نیکی شمار کرتے ہیں لیکن حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ روزہ اس حکم سے خارج ہے اسواسطے روزہ خالص میرے واسطے ہے پس اُسکی جزا خود میں دونگا کہ روزہ دار نے طعام و شراب اور اپنے مرغوبات خالصًا میرے واسطے ترک کئے اور روزہ دار کو دو وقت خوشی اور فرحت ہیا ہے ایک افطار کیوقت دوسرا وقت لقائے پروردگار کے اور بوتغیر دہن روزہ دار کی خدا کے نزدیک خوشبو تر مشک سے ہے اور روزہ آگ سے بچانے والا ہے اور بیہقی نے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے سفیان بن عیینہ سے پوچھا کہ معنی اس حدیث قدسی کے کیا ہیں کہ کل عمل ابن آدم لہ الا الصوم فانہ لی وانا اجزی بہ جواب دیا کہ یہ حدیث صحیح زیادہ اور محکم زیادہ حدیثوں میں سے ہے اور اُسکے معنی یہ ہیں کہ جب قیامت کے دن آدمیوں اور اُنکے دشمنوں میں محاسبہ ہوگا جو کچھ اُسکے ذمہ حقوق خلائق سے ہوگا اُسکے نیک اعمال سے دیدیگے یہانتک کہ کوئی عمل نیک نہ رہے گا جب نوبت روزہ کی پہونچیگی روزہ اُسکے عوض دیا نہ جاویگا اور اللہ تعالیٰ فرمائیگا کہ اُسکو چھوڑ دو یہ خاص میرے واسطے ہے اور ظلم باقی کا اللہ تعالیٰ خود متحمل ہوگا اور اہل حقوق کو ثواب دیکر راضی کریگا پس روزہ ہمراہ ہوکر اُسکو بہشت میں لیجاویگا اور نیز صحاح ستہ میں بروایت متعددہ وارد ہے کہ بہشت کے آٹھ دروازے ہیں منجملہ اُنکے ایک دروازہ کا نام ریان ہے اس دروازہ سے روزہ دار داخل ہونگے اور کوئی بہشتی اس دروازہ سے داخل نہوگا اس دروازہ کی یہ خاصیت ہے کہ جو کوئی اس میں داخل ہو تشنگی اُس کی دفع ہوجاوے اور پھر ابدالآباد پیاسا نہوا اور صحیح ابن خزیمہ میں وارد ہے کہ جو کوئی اُس دروازہ میں ہوکر جاویگا اُسکو شربت پلادیں گے اور اس شربت کی یہ خاصیت ہے کہ تشنگی بالکل دُور ہوجاتی ہے اور نیز صحاح ستہ میں بروایت چند راوی ہے کہ جو کوئی تمام رمضان بحکم ایمان اور طلب اجر سمجھ کر روزہ رکھے اُسکے گناہ گذشتہ معاف ہوجاویں اور بیہقی بروایت ابوہریرہ مرفوعًا روایت کرتے ہیں کہ روزہ میں ریا نہیں ہوسکتی اسواسطے کہ روزہ خاص میرے واسطے ہے اور اُس کی جزا میں ہوں اور اسکے معنی یہ ہیں کہ ہر عمل خیر جیسے نماز و تلاوت و ذکر خیر و خیرات و اعتکاف و حج و جہاد ان سب کی صورتیں محسوسہ ہیں اگر کوئی شخص دکھاوے کے واسطے وہ صورت کرے تو پائی جاسکتی ہے بخلاف روزہ کے کہ کوئی صورت محسوسہ نرکھے تاکہ خلق اُسپر مطلع ہو مگر کہنے سے کہ روزہ دار کہے کہ میں روزہ دار ہوں اور اس کہنے میں متہم ہے کہ شاید شیخی کے واسطے جھوٹ بول دیا ہو پس ریا اس عمل میں پیش نہیں جاتی اور خلق کو فریفتہ نہیں کرسکتا اور نسائی اور بیہقی نے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ دار کے واسطے پانچ بزرگیاں ہیں ایک یہ کہ افطار کے وقت اُسکی دعا خواہ مخواہ مقبول ہوتی ہے دوسرے یہ کہ اُسکا خاموش بیٹھے رہنا بجائے تسبیح کہنے دوسروں کے ہے اُسکی ہڈیاں تسبیح کرتی ہیں تیسرے یہ کہ ہر عمل خیر ثواب مضاعف رکھتا ہے مثلاً نماز تلاوت ذکر خیر اور خیرات دینا اور اُسکے یہ عمل اوروں کے عمل سے مضاعف ہوتے ہیں چوتھے یہ کہ حالت روزہ میں اُسکی دعا مستجاب ہے پانچویں یہ کہ گناہ معاف ہیں اور نسائی اور حاکم اور بیہقی ابوامامہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے کہا یا رسول مجھے ایسا عمل بتاؤ کہ جس میں فائدہ عظیم ہو فرمایا کہ روزہ رکھ اسکے برابر اور عمل نہیں ہے اور انہیں کتابوں میں بروایت ابوعبیدہ وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ دار آگ دفع سے بچایا ہوا ہے جب تک کہ روزہ نہ توڑے اور طبرانی وسط میں بروایت ابوہریرہ اسی حدیث تمہ میں لائے ہیں کہ آنحضرت سے آدمیوں نے پوچھا کہ روزہ توڑنا کس طرح ہوتا ہے فرمایا کہ جھوٹ بولنے اور غیبت کرنے اور فحش اور شور اور لڑائی کرنے سے اور ابن ماجہ میں مرفوعًا مروی ہے کہ ہر چیز کی زکوٰۃ بدن روزہ ہے اور ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ میں مرفوعًا وارد ہے کہ جب روزہ دار کے آگے آدمی کھاتے پیتے ہیں تو فرشتے روزہ دار پر درود بھیجتے ہیں اور ہر ہر ہڈی تسبیح میں مشغول ہوتی ہے اور بزار اور بیہقی بروایت ابوہریرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ دعائیں آدمیوں کی البتہ مستجاب ہے دعا روزہ دار کی اور دعا مسافر اور مظلوم کی اور نیز حدیث مشہور میں آیا ہے کہ جو شخص جوان ہو اور شہوت جماع اپنے میں پاوے اگر مقدور نکاح کا رکھتا ہو البتہ نکاح کرے ورنہ روزہ رکھے کہ دافع شہوات ہے اور بزبزار کے مشتمل رگوں خصیوں کے ہے اور ابن ماجہ اور حاکم اور بیہقی بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ دار کی دعا افطار کیوقت ایسی دعا ہے کہ ہرگز مردود نہیں ہوتی اور بزار بروایت ابوہریرہ مرفوعًا بیان کرتے ہیں کہ روزہ داروں کے واسطے قیامت کے دن ایک حوض خاص ہے کہ غیر روزہ دار اُسپر وارد نہوگا اور نیز بروایت ابن عباس مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے ابوموسیٰ کو ایک کام کے واسطے بھیجا تھا اور ابوموسیٰ عین دریا میں جہاز پر سوار تھے اور رات تاریک تھی کہ ناگاہ ابوموسیٰ اور اُنکے یار و رفیق آسمان سے آواز سُنی کہ ٹھیرو میں تمکو حکم خدا سے خبر دیتا ہوں اور اُس عہد سے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پر لازم کر رکھا ہے آگاہ کرتا ہوں ابوموسیٰ اُٹھے اور کہا کہ اے یا عزیز ہوا موافق چل رہی ہے اور یاد بان کشتی کے کھڑے ہوئے ہیں ہم کشتی کو کس طرح ٹھیراویں اور تمکو حاجت توقف کسلئے ہے جو کہنا ہو کہو کہ ہم جان و دل سے سنتے ہیں آواز آئی کہ حق تعالیٰ نے اپنی ذات پاک پر ایسا لازم کر لیا ہے کہ جو کوئی اپنے تئیں واسطے رضامندی اللہ تعالیٰ کے گرم دن میں پیاسا رکھے اُسکو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز تشنگی سے امان دے اُس کو ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے ابوموسیٰ سے روایت کیا ہے اور ترمذی اور نسائی اور اور معتبر کتب احادیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ حق تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو پانچ چیزوں کا حکم فرمایا کہ آپ بھی اُسپر عمل کریں اور بنی اسرائیل کو بھی فرماویں تاکہ اُسکے موافق عمل کریں حضرت یحییٰ علیہ السلام نے بسبب سرکشی بنی اسرائیل کے اُن احکام کے اظہار میں توقف کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وحی ہوئی کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام سے کہدیں کہ حق تعالیٰ نے تجھکو وَسَلٰمٌ عَلَیْہِ یَوْمَ وُلِدَ وَیَوْمَ یَمُوْتُ وَیَوْمَ یُبْعَثُ حَیًّا تمت بالخیر

مختصر فہرست قومی پریس چھتہ لال سیال دہلی

سیرۃ النعمان یعنی امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ کوفی کی مفصل سوانح عمری آپکے اول سے آخر تک کے پورے تفصیلی حالات لکھے ہیں یہ ایک معرکۃ الآرا کتاب ہے قیمت عہ

الفاروق مفصل سوانحعمری حضرت فاروق اعظم اس سے بہتر سوانح عمری آپ کی کوئی نہیں چھپی قیمت ستے مع نقشہ فتوحات اسلام

سفرنامہ روم ومصر وشام اس کتاب میں دیگر حالات کے ترکوں اور عربوں کے اخلاق وعادات کو نہایت تفصیل سے لکھا ہے صوبہ بہار کے کورس میں داخل ہے قیمت عہ

سوانحعمری مولینا روم یعنی مولانا جلال الدین رومی کی مفصل سوانحعمری مثنوی شریف اور دیگر تصانیف پر تبصرہ قیمت عہ

مقالات شبلی یعنی مولانا شبلی کے وہ علمی اور تاریخی مضامین جو ابتک مرتب ہو کر شائع نہیں ہوئے تھے ؛ قیمت عہ

المامون یعنی سوانحعمری خلیفہ مامون الرشید اعظم اہمیں ان تمام کارناموں کی تفصیل ہے جنکی وجہ سے مامون الرشید کا عہد عموماً شاہان اسلام سے علمی حیثیت میں ممتاز تسلیم کیا گیا ہے عہ

الہارون یعنی سوانحعمری خلیفہ ہارون الرشید اعظم قیمت عہ

اورنگ زیب عالمگیر پر ایک نظر عالمگیر پر جو الزامات دیگر معاندین عالمگیر نے ہیں مولانا نے کس خوبی سے رد کیا ہے ۸ر

حیات سعدی یعنی سوانحعمری شیخ سعدی شیرازی جنکے کلام کا قصہ اور بیو قیمت ۸ر

حیات حافظ یعنی سوانحعمری خواجہ حافظ شیرازی ۸ر

آغاز اسلام مصنفہ شبلی نعمانی رحمۃ یہ کتاب مسلمان بچوں اور لڑکیوں کیلئے نہایت مفید اور کارآمد ہے ۔ قیمت ۸ر

حیات خسرو یعنی سوانحعمری حضرت امیر خسرو دہلوی ۸ر

مجموعہ نظم شبلی اردو مع مختصر سوانحعمری ۸ر

پردہ

ادیب بے بہتا مولینا عبدالحلیم صاحب شرر مرحوم اس کتاب میں مولینا نے شرعی پردہ کی نسبت مضامین نہایت مدلل قرآن حدیث وہ فقہ کے احکام کے موافق لکھے ہیں اور جو عورتوں کے حقوق مرد کے ذمہ ہیں اُنکو دلانے کی نہایت بُرزور کوشش کی ہے شادی اور نکاح کے موقع پر سوسائٹی جو بے ہودہ رسمیں ہوتی ہیں اُنپر روشنی ڈالی ہے اور عورتوں کو مذہبی دائرہ میں لانیکی ہدایت کی ہے اپنی نوعیت میں یہ پہلی کتاب ہے جو عورتوں کی حمایت میں لکھی گئی ہے قیمت یکروپیہ آٹھ آنہ علاوہ محصول ڈاک کتاب مجلد

فلورا فلوریڈا مولفہ مولانا عبدالحلیم صاحب شرر مرحوم

اسپین کا واقعہ سلمانوں کی عملداری عیسائیوں کی چیرہ دستیاں عبدالرحمان ثانی کی فتوحات وقت کے عیسائی راہبوں کی فریب کاریاں اور مسلمانوں کا صبر وتحمل ۔ اور انصاف پسندی مولانا کی تحریر کی مشہور کتاب ہے جو عرصہ سے کمیاب تھی قریب ۴۰۰ صفحہ کے قیمت یکروپیہ آٹھ آنہ (عہ) مع محصول ڈاک

شاہ گدا یہ ایک میلاد شریف ہے جسکو سید محمد صاحب تحصیلدار نے مولانا شبلی کی سیرۃ النبی سے تیار کیا ہے اسکو پڑھکر اور کیا صحت ہوگی سنسور شپ اور لڑکوں کے لئے نہایت کارآمد ہے قیمت ۱ر

تاریخ الخلفاء اس کتاب میں حضرت ابوبکر صدیق رضؓ خلیفہ اول سے لیکر ۱۳۰۰ھ تک کے خلفائے کے حالات درج کر دیئے ہیں اسکے دیکھنے سے تاریخ اسلام پر پورا عبور ہو جاتا ہے اور نامور اولوالعزم خلفائے اسلام کے کارنامونسے واقف ہونیکے بعد خلافت راشدہ وغیر راشدہ کا فرق بھی معلوم ہو جاتا ہے آجکل چونکہ اسلامی سیاسات کا ذکر مختلف صحبتوں مجلسوں میں زیادہ رہتا ہے اس لئے واقعات کے حالات معلوم کرنے ضروری ہیں ۔ جس لئے تاریخ الخلفاء اُردو بہترین کتاب ہے صفحات ۵۱۲ قیمت عہ

کتب متفرقات

تفسیر سرسید احمد خاں مرحوم	۱ر
مجموعہ لکچر سرسید	۲ر
خطبات احمدیہ	۲ر
شعر العجم ۵ جلد	۱ر
تفسیر پارہ عم	۱ر
تذکرہ اولیائے ہند کامل	للہ
کتاب المرقوم شرح مثنوی مولانا روم ترجمہ اُردو دفتر اول	عہ
موازنہ انیس ودبیر از شبلی	۲ر
بستان المفردات	۱ر
رکن الدین	۸
توضیح العقائد	۸
فتوی نظیریہ	للہ
اُردوئے معلے	۱ر
البراکہ	۲ر
قصص الانبیا	عہ

بہشتی زیور مدلل	۱ر
ایضاً معمولی	۱ر

نئے افسانے مشہور مصنفوں کے

سات طلاقاً	۱ر
اخوان الشیاطین	۱ر
اچھوتا انتقام	۱ر
منچلے	۱ر
روح ظرافت	۱ر
روح لطافت	۱ر
کوہ النار	عہ
قرآن اور پردہ	۱ر
چار چاند	۸
بدر قدرت	۵
لوٹنے کا راز	۸
دامن باغبان	۱ر

سمندر کی سیر ۔ خوبصورت فرانسیسی مشہور ناولسٹ دال اور فسانہ نویس جولیس وزنی کی قابل قدر تصانیف میں سے بحری معلومات کا حیرت انگیز قصہ ۔ یعنی تاول کے سیر میں تہ سمندر کے گہرے اصولوں کا دلچسپ بیان قیمت ہر حصہ سے ۱ر عہ صفحات ۱۰۰

دو جہان کی سیر ۔ اسمیں عالی دماغ مصنف نے بالکل ایک نئے خیال کو دنیا میں فروغ دینے کی کوشش کی ہے دنیا مذہب اور فلسفہ اور فلسفہ کی حقیقت کو ایک نئے اصول پر طولکر رکھدیا ہے قیمت دو روپے آٹھ آنے رعایتی ۱ر صفحات ۵۰۸ ۔

المشتہر سید ظہور الحسن قومی پریس چھتہ لال سیال دہلی

مختصر فہرست قومی پریس چھتہ لال میاں دہلی

مقالات شعر و جذبات شعر

مؤلفہ مولانا عبدالحلیم صاحب شرر لکھنوی مرحوم

یہ نیچرل مضامین نہیں بلکہ شاعرانہ عجوبات و معجزہ نگاری کی کرامتیں ہیں۔ جنہیں انشاپردازی کا شوق اور اردو زبان کا باکمال نمونہ دیکھنا ہو تو اس کتاب کو ضرور دیکھیں۔ اور ضرور ان ہی مضامین کی بدولت ہندوستان میں مسیحیوں جادو نگار بنگلے ہیں۔ مولانا شرر کے شرر سے سارے ہندوستان میں روشنی دے رہے ہیں۔ مولانا سے پہلے ہندوستان میں نیچرل مضامین کا لکھنے والا کوئی نہ تھا۔ مولانا کی شہرت اور زور قلم ہی سے نیچرل مضامین ہیں۔ ہمنے انکے ۳۵ سال کے مضامین جمع کرکے طبع کئے ہیں۔ مولانا نے یہ کمال کیا ہے کہ ہر مضمون کو خاص لباس پہنایا ہے اور اُس سے ایک نیا نتیجہ ظاہر کیا ہے جو واقعی دیکھنے کے قابل ہے قیمت صرف ہر رعایتی عدد ر

فہرست مضامین

دُنیا۔ عمر و روزہ۔ آدھی رات۔ آنولی گڈھری خود پسندی۔ خاموش آسمان۔ دیہات کی شام سراپائے حسن۔ لالۂ خودرو۔ زمانہ۔ بے کسی۔ شادی و غم۔ کلام خیال۔ اندھیری رات۔ رخصت بہار۔ ٹوٹا ہوا کھنڈر۔ گم شدگان سلف۔ باغ آرزو۔ ہم۔ ربیع والم۔ بادِ سحر۔ خلوص۔ ہستی شمع سحر۔ یاس۔ گورِ غریباں۔ بھول۔ ہم اور ہمارے اکمالات غم جدائی۔ ہوا۔ اچھوتا پن۔ غریب کا جھونپڑا۔ شمع حرم۔ برسات فصل بہار۔ خودی

سفرنامۂ ہستی

یعنی

نیرنگیٔ دنیا

مؤلفہ مولینا مولوی عبدالحلیم صاحب شرر مرحوم لکھنوی

انسان کو جسقدر مراحل زندگی ہر حصہ عمر میں پیش آتے ہیں اُن کو اس خوبی سے ادا کیا ہے۔ کہ بے اختیار آنسو ٹپک پڑتے ہیں۔ اور دنیا ایک عبرتکدہ معلوم ہوتی ہے۔ یہ مولانا شرر ہی کا حصہ تھا کہ ہر بیان بے مثل اور ہر خیال بےنظیر ہو گویا انشاپردازی اور سچے واقعات کی روح ہے

قیمت عہر رعایتی عدر

فہرست مضامین

بچپن۔ پچیس نمبر ۲۔ جوانی۔ جوبنش جوانی۔ کسی کی یاد۔ خیال خیال یار۔ انتظار۔ رنج کل۔ تمنا۔ نیرنگیٔ دنیا۔ آرزو۔ سعی بے حاصل۔ فکر جاندنی رات۔ افسردہ دلی۔ غرور حسن۔ رعنائی شام غربت صحبت۔ نہیں۔ سادگی۔ نگاہ شوق۔ خود تمنائی۔ رقیب۔ شب فراق آہ مؤثر تاثیر۔ آہ۔ حسن و عشق۔ کامیابی۔ انجام مرور ایام۔ صحبت۔ دو شمیں۔ صبح پنہ کی رات امید۔ امید بہر و دنیا یہ امید قائم۔ مرد جوں پیر شود حرص جواں۔ ہیگر دو۔ زمانہ۔ باتو نسازد تو با زمانہ بساز۔ سواد وطن۔ قدر نعمت بعد زوال۔ بزم قدرت۔ تغیرات عالم۔ گوشۂ تنہائی اُداسی۔ عمر رفتہ۔ دم واپسیں۔

ہمایوں نامہ (از) گلبدن بیگم

ترجمہ اُردو۔ گلبدن بیگم۔ بادشاہ ظہیر الدین محمد بابر کی صاحبزادی اور ہمایوں بادشاہ کی بہن اور جلال الدین محمد اکبر کی پھپھی کی تصنیف باضافہ حواشی مفیدہ اور مستند برعہد حسن کے فٹ نوٹ۔ ذیل کی تاریخوں کا نچوڑ جو قابل ہیں۔ (۱) خورشید آفتاب بیگی ہمایوں بادشاہ (۲) خواندمیر۔ میر منشی ہمایوں بادشاہ (۳) ابوالفضل (۴) بایزید (۵) سیدی علی رئیس امیر البحر (۶) ارسکائن (۷) تزک بابری (۸) الیٹ ڈوسن (۹) عبدالباقی نہاوندی (۱۰) عبدالقادر بدایونی (۱۱) الیاس ورلس مرحوم تاریخ رشیدی (۱۲) نظام الدین طبقات اکبری (۱۳) صمصام الدولہ شاہنواز خان (۱۴) بیورج (۱۵) جیرٹ (۱۶) دیگر رسائل و جرائد وغیرہ وغیرہ۔

جس کے آغاز میں ایک مبسوط مقدمہ متعلقہ حالات گلبدن بیگم اصل مصنفہ کتاب ہمایونات خود عہد کی تاریخ ہے۔ بابر ہمایوں۔ اکبر غیر میں ایک ضمیمہ ہے۔ جسمیں ۲۰۰ سے زائد اُن مشاہیر خواتین کا تاریخی نقطۂ نظر سے ذکر ہے جنکا ان ہر سہ شہزادوں سے تعلق تھا۔ از آنجملہ آٹھ سے زائد عکسی فوٹو ہیں۔ غرض زبان اُردو میں ایسی تاریخ عشقیا ہے زیر طبع ہے قیمت عہ

مخدرات مشاہیر عالم کا ل حصہ اول

مؤلفہ مولینا عبدالحلیم صاحب شرر لکھنوی جسمیں حسب ذیل سوا نحمریاں درج ہیں۔ سبی راس ملکہ بابل، ہند بنت نعمان، بلقیس لیلائے اخیلیہ، شہبانو کاتنہ زلیخا، ملکہ سبا۔ ام سلمہ زوجہ رفاعہ قطا النذی و نفاسلیہ بنت مہدی۔ خدیجہ بنت النعیم ملکہ استیر کتھرائن۔ زبیدہ خاتون ام ہانی مریم کلوپیٹرا میڈم ڈی شائل رابعہ بصریہ نظامہ فقیدہ ملکہ زبا۔ ام ایمان لوئیز شیلہ نیشا پور نزہت نوزنجہ فرزدق لیلیٰ بضفحہ مجلد ۱۲۰۔ قیمت عہ

بزم آخر

یعنی دہلی کے دو آخیر بادشاہوں کا طریق معاشرت اُجڑنے والی دلی شہر کی آخری بہار جسنے دیکھی اسکے لیجیے پڑھیے سانپ لوٹتا ہے مسلمانوں اخلاق پہ انکا چرا غ جس انکھ نے آخری وقت جہاں کا دیکھا ہو اور پھر اُسکا گال ہو نا بھی نظر سے گذرا ہو۔ وہی اصلی رنج والم سے بے اختیاری کے دو آنسو بہا سکتا ہے منشی فیض الدین صاحب مرحوم مؤلفہ تاریخ دہلی لال تعلی کی آخری گڑھ بھی دیکھی اور بیسیوں بیسیوں بڑی بھی بھوکی سنسنے سے گذری ہیں اُنکا کچھ کہنا اور پھر قلعہ کی بیگمات کی زبان میں لکھنا ظاہر ہے کہ کس قیامت کا ہوگا۔ یہیں ملعوں کے آخری دو بادشاہوں یعنی اکبر ثانی اور بہادر شاہ کے ایام کی ہو بہو تصویر کھینچی گئی ہے اور اُن کی تمام خانگی و ظاہری زندگی کو اصلی شان سے دکھایا ہے کتاب نہایت عبرت خیز ہے۔ کتاب کی عبارت بطور نمونہ (اہمارا ندارس)

جشن کے چار دن باقی رہ گئے شروع ہوئی تمام شاہزادیاں امیزادیاں رنگ محل خاص محل ہیرا محل موتی محل میں جمع ہوئیں (نوں وقت اچھے سے اچھے کھانے پان زردے چھالیا بن ڈلیاں الائچیاں صبح کو ناشتے کو حلوہ اپنی کچوریاں مٹھائیاں خوانوں میں کہار نکے سر پہ رکھے جسولنیاں ایک ایک کو باندی پھرتی ہیں رات نہ گانا بجانا ہمیں اہل چھپے ہو رہے ہیں۔ ایلوداس میں ال تھل کے تھپی ہنس بول رہی ہیں ایک کو جو شیطان اچھلا اچھلے سے آیا کہ لا اچھنرا پیچھے سے ایک کے سر پہ پھینک دیا۔ وہ دوڑی دوڑی کرتی اور اسکو ہی اُنکے بیٹھی تھیں۔ مگدر گرتی پڑتی چیخیں ہا ہا کی بھاگیں ہائے۔ چیخ چلا چہاری۔ سارا محل سر پر اُٹھا لیا۔ مضمون ختم کر دیا۔ قیمت عہ